خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ

فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2021ء

جلد 19

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

خطبات مسرور

(جلد19)

Khutbat-e-Masroor – Volume 19 (Urdu)

A collection of Friday Sermons delivered by
Hazrat Mirza Masroor Ahmad Khalifatul-Masih V aba
in 2021

First published in the UK in 2023

© Islam International Publications Limited

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey GU9 9PS, UK

Printed at:

For more information please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-205-6 (set vol. 13-20)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقت کی آواز

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: "خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے..... اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔"

("الفرقان" مئی، جون 1967ء صفحہ 37)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وقت کے امام کو پہچاننے کی توفیق دی، اس خدائے رب رحمٰن کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے نظام میں شامل کیا، ہمیں ایک خلیفہ عطا کیا جو ہمارے لئے درد رکھتا ہے، ہمارے لئے اپنے دل میں پیار رکھتا ہے، اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ اس شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ جہاں ہم اپنے اس پیار کرنے والے کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہیں وہاں ہم خدا کے اس خلیفہ کی آواز کو سنیں، اور اس پر عمل کریں۔ کیونکہ اس کی آواز کو سننا باعثِ ثواب اور اس کی باتوں پر عمل کرنا دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔ اس کی آواز وقت کی آواز ہے، زمانے کی ضرورت کے مطابق خدا کی خاص رہنمائی کے تابع یہ بندہ بولتا ہے۔ خدائی تقدیروں کے اشاروں کو دیکھتے ہوئے وہ دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ الٰہی تائیدات و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور خدائی صفات اس کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ خطباتِ مسرور کی اس جلد میں ہم اس امام ہمام کی قیمتی اور زریں نصائح ملاحظہ کر سکیں گے۔

اس جلد میں اخلاقی، روحانی تربیت اور ان کے علمی و عملی معیار کو بہتر سے بہتر کرنے کے لئے بہترین نصائح پر مشتمل تفصیلی رہنمائی پائیں گے۔ نئے سال کی مبارک باد دیتے ہوئے ہمارے پیارے امام نے ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

خطبات مسرور کی یہ جلد 19 جو سال 2021ء کے خطبات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں وقف جدید اور تحریک جدید کے سالوں کے بابرکت اختتام اور سالِ نو کے اعلان کے موقع پر دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلصین جماعت احمدیہ کی مالی

قربانی کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ بھی ہے۔یوم مصلح موعودؓ کے حوالہ سے ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا'' کے مصداق کے طور پر حضرت مصلح موعودؓ کے حیرت انگیز علمی کارناموں کی کچھ تفصیل کا بیان ہے۔

مختلف مقامات پر قرآن کریم کی تفسیر، احادیث مبارکہ نبویہ کی تشریح اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی شان و عظمت کا پاکیزہ و معطر تذکرہ بھی ہے۔اور خاص طور پر جنگ بدر میں شامل ہونے والے عشق و وفا کے پیکر جاں نثار صحابہؓ کی سیرت و سوانح کے بیان کے تسلسل میں خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کی تفصیلی سیرت و سوانح کا بیان ہے۔جو کسی بھی خلیفہ کی جانب سے اتنی تفصیل کے ساتھ پہلی بار ہو رہا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعثت کا مقصد اور گزشتہ پیشگوئیوں کے مصداق آپ کی صداقت، اور خلافت کی نعمت اور تائیدات الٰہی کی ایک جھلک کی تفصیل بھی اس جلد میں موجود ہے۔

دوران سال اپنے خدا کے حضور حاضر ہونے والے ان خوش نصیبوں کا بھی ذکر ہے جو اپنے پیارے امام کی خوشنودی کا جھومر اور تاج اپنے سروں پر سجائے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہوئے ان کا ذکر خیر خدا کے اس خلیفہ نے بڑی محبت سے اپنے خطبات میں کیا۔اوران میں خاص طور پر سید طالع شہید جیسا انمول ہیرا بھی شامل ہے۔جس کی شہادت آکاش احمدیت پر ایک اور روشن ستارہ کی مانند قیامت تک چمکتی رہے گی۔جس کے اخلاص و وفا اور عہد وقف کے اعلیٰ ترین معیار کی گواہی خود خلیفۃ المسیح نے دی۔

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ جات خطبات مسرور سال 2021ء

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
1	01 جنوری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	1-17

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ آج نئے سال کا پہلا دن اور پہلا جمعہ ہے۔ دعا کریں کہ یہ سال جماعت، دنیا اور انسانیت سب کے لیے بابرکت ہو۔ ہم اپنے فرض ادا کرتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر حقوق اللہ اور حقوق العباد بجالانے والے ہوں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے رنگ میں دنیاوالوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
2	08 جنوری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	18-32

دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے احمدیوں کی وقفِ جدید کے حوالے سے مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات۔ وقفِ جدید کے 64ویں سال کے آغاز کا اعلان۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
3	15 جنوری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	33-47

خلیفۂ راشد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ ایم ٹی اے کے چوبیس گھنٹے نشر ہونے والے نئے چینل 'ایم ٹی اے گھانا' کے اجرا کا اعلان الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
4	22 جنوری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	48-64

خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔ مکرم مولانا سلطان محمود انورؔ صاحب سابق ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ، ناظر خدمتِ درویشان اور ناظر اصلاح وارشاد ربوہ، مکرم مولانا محمد عمر صاحب سابق ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان، مکرم حبیب احمد صاحب مربی سلسلہ ابن محمد اسماعیل صاحب سابق امیر و مشنری انچارج نائیجیریا، مکرم بدرالزماں صاحب کارکن وکالت مال یوکے، مکرم منصور احمد تاثیر صاحب کارکن شعبہ احتساب نظارت امورِ عامہ ربوہ، مکرم ڈاکٹر ابراہیم موانگا صاحب تنزانیہ، مکرمہ صغریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ دین محمد صاحب تنگلی درویش قادیان، مکرم چوہدری کرامت اللہ صاحب سابق رضاکار الفضل انٹرنیشنل، مکرم چوہدری منور احمد خالد صاحب، مکرمہ نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ احمد صادق طاہر محمود ریٹائرڈ مربی سلسلہ بنگلہ دیش، مکرم رفیع الدین بٹ صاحب کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
5	29 جنوری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	65-77

خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
6	05 فروری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	78-92

خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
7	12 فروری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	93-108

جماعت احمدیہ کے دیرینہ خادم محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ و صدر مجلس تحریک جدید کا ذکرِ خیر اور نماز جنازہ غائب۔ انتہائی وفاداری کے ساتھ انہوں نے تمام حق ادا کیے۔ پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔ عالمی وبا کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے مکمل حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
8	19 فروری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	109-124

20/ فروری یوم مصلح موعود کے حوالہ سے ”وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا“ کی ہلکی سی جھلک۔ یہ حضرت مصلح موعودؓ کی 18 سال سے 35 سال کی عمر کی چند جھلکیاں ہیں جن کا سوواں حصّہ بھی اس وقت میں بیان نہیں ہو سکا۔ خطبات اور تفاسیر اس کے علاوہ ہیں جن میں عُلوم و معارف کی نہریں بہ رہی ہیں۔ اس خزانے کو جو کافی حد تک چھپ چکا ہے افرادِ جماعت کو پڑھنا چاہیے۔ پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
9	26 فروری 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	125-140

خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ ۔ مکرم عبد القادر صاحب (شہید) بازید خیل پشاور، مکرم اکبر علی صاحب اسیر راہِ مولیٰ آف شوکت کالونی ضلع ننکانہ صاحب، مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب وکیل المال ثالث و نائب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان اور مکرم مبارک احمد طاہر صاحب مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
10	05 مارچ 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	141-154

خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی

مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔ مکرم مولوی محمد نجیب خان صاحب نائب ناظر دعوت الی اللہ جنوبی ہند قادیان، مکرم نذیر احمد خادم صاحب ابن چوہدری احمد دین صاحب چٹھہ، الحاج ڈاکٹر نانا مصطفیٰ اوٹی بوائنگ صاحب آف گھانا اور مکرم غلام نبی صاحب ابن فضل دین صاحب ربوہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
11	12 مارچ 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	155-169

خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔۔ مولوی محمد ادریس تیرو صاحب مبلغِ سلسلہ آئیوری کوسٹ، مکرمہ امینہ نائیگا کارے صاحبہ اہلیہ محمد علی کارے صاحب امیر و مشنری انچارج یوگنڈا، مکرم نوحی قزق صاحب آف سیریا اور مکرمہ فرحت نسیم صاحبہ ربوہ اہلیہ مکرم محمد ابراہیم صاحب حنیف کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
12	19مارچ 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	170-185

حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجدِ نبوی کی مزید توسیع کی تاریخ۔ مکرم مبشر احمد رند صاحب ابن احمد بخش صاحب معلّم وقفِ جدید، مکرم منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت اسلام آباد (پاکستان)، بریگیڈیئر ریٹائرڈ محمد لطیف صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی اور مکرم کونوک اومُر بیکوف صاحب آف قرغیزستان کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
13	26مارچ 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	186-197

23مارچ یوم مسیح موعود، حضرت اقدس مسیح موعود کے آنے کی ضرورت، مقصد اور گذشتہ پیشگوئیوں کا ذکر ہے، جن سے آپؑ کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
14	02اپریل 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	198-212

خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔ چینی ڈیسک کی جدید ویب سائٹ کے اجرا کا اعلان۔ محترم محمد یونس خالد صاحب مربی سلسلہ، مکرم ڈاکٹر نظام الدین بدن صاحب آف آئیوری کوسٹ، محترمہ سلمیٰ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر صاحب، مکرمہ کشور تنویر ارشد صاحبہ اہلیہ عبد الباقی ارشد صاحب چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ اور مکرم عبد الرحمٰن حسین محمد خیر صاحب آف سوڈان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
15	09اپریل 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	213-228

خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ 'الاسلام' ٹیم کے تیار کردہ قرآنِ کریم کے جدید

سرچ انجن کے پہلے ورژن کے اجرا کا اعلان۔ الجزائر اور پاکستان میں مقیم احمدیوں کے لیے دعا کی مکرّر تحریک۔ مکرم محمد صادق صاحب درگارام پوری بنگلہ دیش، مکرمہ مختاراں بی بی صاحبہ اہلیہ رشید احمد اٹھوال صاحب دارالیمن ربوہ، مکرم منظور احمد شاد صاحب لندن، مکرمہ حمیدہ اختر صاحبہ اہلیہ عبدالرحمٰن سلیم صاحب امریکہ، مکرم ناصر پیٹر لوٹسین صاحب جرمنی، مکرمہ رضیہ تنویر صاحبہ اہلیہ خلیل احمد تنویر صاحب وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ، مکرم میاں منظور احمد غالب صاحب آف سرگودھا، مکرمہ بشریٰ حمید انور عدنی صاحبہ اہلیہ حمید انور صاحب آف یمن، مکرمہ نور الصباح ظفر صاحبہ اہلیہ محمد افضل ظفر صاحب مربی سلسلہ کینیا، مکرم سلطان علی ریحان صاحب، مکرم مولوی غلام قادر صاحب مبلغ سلسلہ جموں کشمیر، مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد صادق صاحب عارف درویش قادیان، مکرم خالد سعد اللہ المصری صاحب آف اُردن، مکرم محمد منیر صاحب دارالفضل ربوہ اور مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب دارالبرکات ربوہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
16	16 اپریل 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	229-245

رمضان المبارک کی مناسبت سے دعا کی اہمیت، قبولیتِ دعا کی شرائط اور فلسفے سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بعض فرمودات کا بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
17	23 اپریل 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	246-262

خلیفۂ راشد فاروق اعظم، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم احمد محمد عثمان شبوتی صاحب صدر جماعت احمدیہ یمن، مکرم قریشی ذکاء اللہ صاحب اکاؤنٹنٹ دفتر جلسہ سالانہ، مکرم ملک خالق داد صاحب کینیڈا، مکرم محمد سلیم صابر صاحب کارکن نظارت امورِ عامہ، محترمہ نعیمہ لطیف صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب آف امریکہ اور محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب آف کینیڈا کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
18	30 اپریل 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	263-274

رمضان المبارک اور بالخصوص آخری عشرہ کی مناسبت سے درود شریف اور توبہ و استغفار کی اہمیت کا بیان اور ان کے ورد کی تلقین۔ ہم احمدیوں کے کندھوں پر یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اگر ہم نے تاقیامت ان انعامات و افضال کا وارث بننا ہے تو ہمیں آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجتے چلے جانا ہو گا۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ کس طرح دشمن کے مکر اور اس کے حربے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ان دنوں خاص طور پر اپنی عبادتوں کو سنوارنے، درود اور توبہ و استغفار نیز بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
19	07 مئی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	275-289

فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ آج رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ رمضان میں جن نیکیوں کی توفیق ملی ہے انہیں رمضان کے بعد بھی جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ درود اور استغفار کو رمضان کے بعد بھی جاری

رکھنے اور خصوصی دعاؤں کی تحریک۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَ انْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ اور اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ یہ دعائیں بہت زیادہ پڑھیں۔ نمازوں کا جس طرح رمضان میں اہتمام ہوتا ہے وہ رمضان کے بعد بھی جاری رہنا چاہیے۔ ہر طرح کے فتنے سے بچنے، مسلم امہ اور مجموعی طور پر انسانیت کے لیے بھی دعا کریں۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
20	14 مئی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	290-294

عوام الناس تو شاید کم علمی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ واقعہ میں احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ انہی میں سے قطرات محبت ٹپکتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ٹپکیں گے۔ یہ لوگ مخالفت اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔ یہ مخالفت بعض غلط فہمیوں کے نتیجہ میں ہے۔ تم ساری دنیا کو چند دن کے لیے دھوکا دے سکتے ہو یا تم کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لیے دھوکا دے سکتے ہو۔ لیکن تم ساری دنیا کو ہمیشہ کے لیے دھوکا نہیں دے سکتے۔ سچائی آہستہ آہستہ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ پس ہمارا کام دعا کرنا ہے اور صبر کرنا ہے اور یہی بہترین ذریعہ ہے جو اِنْ شَاءَاللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی بھی عطا فرمائے گا۔ ہمارا کام یہی ہے کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے خیالات اور اپنے احساسات کو صاف رکھیں۔ ان کے لیے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ جلد ان کی آنکھیں کھولے اور یہ زمانے کے امام کو ماننے اور پہچاننے والے بن جائیں۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
21	21 مئی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	295-309

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مظلوم فلسطینیوں کے لیے خصوصی دعا کی تحریک۔ مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب نائب ناظر اشاعت قادیان، مکرم سیّد بشیر الدین احمد صاحب مبلغ سلسلہ قادیان، مکرم بشارت احمد صاحب حیدر واقفِ زندگی قادیان ابن فیض احمد صاحب شانہ، مکرم ڈاکٹر محمد علی خان صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع پشاور، مکرم رفیع خان شہزادہ صاحب سابق صدر محلہ دارالرحمت شرقی راجیکی ربوہ، مکرم ایاز یونس صاحب آسٹریلیا، مکرم میاں طاہر احمد صاحب ابن میاں قربان حسین صاحب سابق کارکن وکالت مال ثالث ربوہ، مکرم رفیق آفتاب صاحب یوکے، مکرمہ زرینہ اختر صاحبہ اہلیہ مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح استاد جامعہ احمدیہ یوکے، مکرم حافظ محمد اکرم صاحب، مکرم چوہدری نور احمد ناصر صاحب، مکرم محمود احمد منہاس صاحب ابن حکیم عبید اللہ منہاس صاحب کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
22	28 مئی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	310-321

27/ مئی، یوم خلافت کی مناسبت سے گذشتہ 113 سال میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی ایک جھلک۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ہم نے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادے کو مانا اور پھر خلافت کی بیعت میں آئے۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں

گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔(حضرت مسیح موعودؑ)۔ سو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق گذشتہ 113 سال سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حرف بہ حرف پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان و دیگر ممالک میں مظلوم احمدیوں کے لیے اور فلسطین سمیت مظلوم مسلمانوں کے لیے خصوصی دعا کی تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
23	04جون 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	322-336

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم ملک محمد یوسف سلیم صاحب انچارج شعبہ زود نویسی، مکرم شعیب احمد صاحب واقفِ زندگی قادیان، مکرم مقصود احمد صاحب بھٹی مبلغ سلسلہ قادیان، مکرم جاوید اقبال صاحب فیصل آباد اور مکرمہ مدیحہ نواز صاحبہ اہلیہ نواز احمد صاحب مربی سلسلہ گھانا کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
24	11جون 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	337-352

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
25	18جون 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	353-366

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرمہ سہیلہ محبوب صاحبہ اہلیہ فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم ناظر بیت المال، مکرم راجہ خورشید احمد منیر صاحب مربی سلسلہ، مکرم ضمیر احمد ندیم صاحب مربی سلسلہ، مکرم عیسیٰ موا کی تلیمہ صاحب نیشنل نائب امیر تنزانیہ، مکرم شیخ مبشر احمد صاحب سپروائزر نظامت تعمیرات قادیان، مکرم سیف علی صاحب سڈنی آسٹریلیا اور مکرم مسعود احمد حیات صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
26	25جون 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	367-381

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم عبدالوحید وڑائچ صاحب صدر جماعت وائلڈرس ہوسٹ جرمنی، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پڑنواسی محترمہ امۃالنور صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عبدالمالک شمیم صاحب واشنگٹن امریکہ، مکرمہ بسم اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد خان صاحب بہادر شیر افسر حفاظت خاص، مکرم کرنل جاوید رشدی صاحب آف راولپنڈی کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
27	02جولائی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	382-396

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مرکزی شعبہ آرکائیو اور ریسرچ سینٹر کی طرف سے تیار کردہ احمدیہ انسائیکلوپیڈیا کی ویب سائٹ www.ahmadipedia.org کے اجرا کا اعلان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
28	09جولائی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	397-411

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم سرپتو ہادی سسوُ ویو صاحب آف انڈونیشیا، مکرم چوہدری بشیر احمد بھٹی صاحب ابن اللہ داد صاحب بھوڑو ضلع ننکانہ صاحب، مکرم حمید اللہ خادم ملہی صاحب دارالنصر غربی ربوہ، مکرم محمد علی خان صاحب پشاور، مکرم صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب آف میری لینڈ امریکہ، عزیزم فیضان احمد سمیر ابن شہزاد اکبر صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
29	16جولائی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	412-425

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم فتحی عبد السلام مبارک صاحب، مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ خلیل مبشر احمد صاحب سابق مبلغ انچارج کینیڈا و سیرالیون، مکرمہ سائرہ سلطان صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب اور مکرمہ عصون المعاضمانی صاحبہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
30	23جولائی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	426-439

خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
31	30جولائی 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	440-454

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرمہ پروفیسر نسیم سعید صاحبہ اہلیہ محمد سعید صاحب، مکرم داؤد سلیمان بٹ صاحب جرمنی، مکرمہ زاہدہ پروین صاحبہ اہلیہ غلام مصطفیٰ اعوان صاحب ڈھپئی ضلع سیالکوٹ، مکرم رانا عبد الوحید صاحب لندن ابن چوہدری عبد الحئی صاحب تحصیل جڑانوالہ، فیصل آباد پاکستان، مکرم الحاج میر محمد علی صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
32	06اگست 2021ء	حدیقۃ المہدی آلٹن، ہمپشئر یوکے	455-463

جلسہ سالانہ کے حوالے سے میزبانوں اور مہمانوں کی ذمہ داریوں کا بیان۔ خطبہ جمعہ سے قبل حضور انور نے فرمایا کہ سب کرسیوں پر بیٹھے ہیں ضروری نہیں کہ کرسیوں پر بیٹھا جائے۔ جائے نماز پر بھی بیٹھ سکتے ہیں۔ جن کو مجبوری ہے وہ کرسی پر بیٹھ سکتے ہیں۔ جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تو ساتھ ہی جلسہ گاہ میں موجود کرسیوں پر بیٹھے ہوئے افراد تعمیل ارشاد میں کرسیوں کی بجائے زمین پر بیٹھ گئے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
33	13 اگست 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	464-481

جلسہ سالانہ یوکے 2021ء کے بابرکت اور کامیاب انعقاد کے حوالہ سے تاثرات اور اس دوران نازل ہونے والے الٰہی افضال کا ایمان افروز تذکرہ۔ مَیں تمام کارکنان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ان نامساعد حالات میں بے نفس ہو کر کام کیا۔ امسال پہلی مرتبہ لائیو سٹریمنگ کے ذریعے مختلف جماعتیں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ کر جلسے میں شامل ہوئیں۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
34	20 اگست 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	482-497

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم محمد دیانتو نوصاحب مبلغ سلسلہ انڈونیشیا، مکرم صاحبزادہ فرحان لطیف صاحب آف شکاگو امریکہ اور مکرم ملک مبشر احمد صاحب لاہور سابق امیر جماعت داؤد خیل میانوالی کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
35	27 اگست 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	498-512

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ ٹرکش انٹرنیٹ ریڈیو کے افتتاح کا اعلان۔ مکرم محمد المختار قِبطہ صاحب آف مراکش، مکرم محمود احمد صاحب سابق خادم مسجد اقصیٰ و مسجد مبارک قادیان، محترمہ سودہ صاحبہ اہلیہ عبدالرحمٰن صاحب آف کیرالہ انڈیا اور محترمہ سعیدہ مجید صاحبہ اہلیہ شیخ عبدالمجید صاحب آف فیصل آباد کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
36	03 ستمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	513-527

ایک ہیرا تھا جو ہم سے جدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے وفا شعار، خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق رکھنے والے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے جماعت کو عطا فرماتا رہے۔ سید طالع احمد شہید کے درخشندہ اوصاف کا تذکرہ۔ اس کا نقصان ایسا ہے جس نے ہلا کے رکھ دیا ہے۔ وہ پیارا وجود وقف کی روح کو سمجھنے والا اور اس عہد کو حقیقی رنگ میں نبھانے والا تھا جو اس نے کیا تھا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حادثے کے بعد بہت سے اس معیار کے پیدا کر دے۔ اے پیارے طالع! میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تم نے اپنے وقف اور عہد کے اعلیٰ ترین معیاروں کو حاصل کر لیا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ دی ہو گی۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
37	10 ستمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	528-542

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرمہ خدیجہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی محمد علوی صاحب سابق مبلغ کیرالہ، مکرم ملک سلطان رشید خان صاحب آف کوٹ فتح خان سابق امیر ضلع اٹک، مکرم عبدالقیوم صاحب انڈونیشیا اور

مکرم داؤدہ رزاقی یونس صاحب بینن کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
38	17 ستمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	543-555

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
39	24 ستمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	556-570

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم چوہدری سعید احمد لکھن صاحب (ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر حال مقیم کینیڈا)، مکرم شہاب الدین صاحب (نائب نیشنل امیر بنگلہ دیش) اور مکرم راؤل عبداللہ صاحب (ارجنٹائن کے ابتدائی مقامی احمدی) کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
40	01 اکتوبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	571-585

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ حضرت عمرؓ کے حکم پر اسکندریہ لائبریری کو چھ ماہ تک جلتی آگ میں جلانے کے اعتراض پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا تفصیلی جواب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
41	08 اکتوبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	586-600

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ حضرت عمرؓ کے زمانے کی فتوحات کا ذکر۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت کا تفصیلی تذکرہ۔ آج جرمنی کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے بابرکت فرمائے۔ مکرم قمر الدین صاحب مبلغ سلسلہ انڈونیشیا اور مکرمہ صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
42	15 اکتوبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	601-612

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعات کا مختلف مؤرخین و سیرت نگاروں کے حوالہ جات سے تفصیلی ذکر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
43	22 اکتوبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	613-628

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب، مکرمہ کلارا آپا صاحبہ اہلیہ رولان سائن بائیف صاحب سابق امیر جماعت قزاقستان، مکرم وِنگ کمانڈر عبدالرشید صاحب، مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم صاحب آف امریکہ اور مکرم حفیظ احمد گھمن صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
44	29 اکتوبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	629-646

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم ڈاکٹر سید تاثیر مجتبیٰ صاحب (فضلِ عمر ہسپتال ربوہ) کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
45	05 نومبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	647-660

تحریکِ جدید کے ستاسیویں سال کے دوران افرادِ جماعت کی طرف سے پیش کی جانے والی مالی قربانیوں کا تذکرہ اور اٹھاسیویں سال کے آغاز کا اعلان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
46	12 نومبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	661-676

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم کامران احمد صاحب شہید آف پشاور، ڈاکٹر مرزا نبیر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ مکرمہ عائشہ عنبر سیّد آف امریکہ، مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب آف کراچی اور مکرمہ سرداراں بی بی صاحبہ آف دارالرحمت غربی ربوہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
47	19 نومبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	677-690

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
48	26 نومبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	691-704

خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
49	03 دسمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	705-719

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
50	10 دسمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	720-732

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
51	17 دسمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	733-747

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا بیان۔ افغانستان اور پاکستان کے احمدیوں کے لیے خصوصی

دعا کی تحریک۔ مکرم الحاج عبد الرحمٰن عیمنن صاحب سابق سیکرٹری امورِ عامہ اور افسر جلسہ سالانہ غانا، مکرم اذیاب علی محمد الجبالی صاحب آف اردن، مکرم دین محمد شاہد صاحب ریٹائرڈ مربی سلسلہ حال مقیم کینیڈا، مکرم میاں رفیق احمد صاحب کارکن دفتر جلسہ سالانہ اور مکرمہ قانتہ ظفر صاحبہ اہلیہ مکرم احسان اللہ ظفر صاحب سابق امیر جماعت امریکہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
52	24 دسمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	748-761

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت وسوانح کا بیان اور ہجرت مدینہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
53	31 دسمبر 2021ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	762-776

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت وسوانح کا بیان۔ نئے سال کے آغاز پر عالَم گیر جماعتِ احمدیہ کو دعاؤں، نوافل، انفرادی و اجتماعی تہجد، درود شریف، استغفار اور رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اور رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ یہ دعائیں پڑھنے کی تلقین۔ مکرم ملک فاروق احمد کھوکھر صاحب سابق امیر ضلع ملتان، مکرم رحمت اللہ صاحب انڈونیشیا اور مکرم الحاج عبد الحمید ٹاک صاحب یاری پورہ کشمیر کا ذکرِ خیر۔

1

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 01 ر جنوری 2021ء بمطابق یکم صلح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت علیؓ کی شہادت:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا ہے۔ **حضرت مصلح موعودؓ حضرت علیؓ کی شہادت کے پس منظر میں بیان فرماتے ہیں** کہ "ابھی معاملات پوری طرح سلجھے نہ تھے کہ خوارج کے گروہ نے یہ مشورہ کیا کہ اس فتنہ کو اس طرح دور کرو کہ جس قدر بڑے آدمی ہیں ان کو قتل کر دو۔ چنانچہ ان کے دلیر "یعنی بہادر لوگ جو تھے، بعض جرأت والے لوگ جو تھے "یہ اقرار کر کے نکلے کہ ان میں سے ایک حضرت علیؓ کو، ایک حضرت معاویہؓ کو اور ایک عمرو بن العاصؓ کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں قتل کر دے گا۔ جو حضرت معاویہؓ کی طرف گیا تھا اس نے تو حضرت معاویہؓ پر حملہ کیا لیکن اس کی تلوار ٹھیک نہیں لگی اور حضرت معاویہ صرف معمولی زخمی ہوئے۔ وہ شخص پکڑا گیا اور بعد ازاں قتل کیا گیا۔ جو عمرو بن العاصؓ کو مارنے گیا تھا وہ بھی ناکام رہا کیونکہ وہ بوجہ بیماری نماز کے لیے نہ آئے تھے اور جو شخص ان کو نماز پڑھانے کے لیے آیا تھا "یعنی اس وقت حضرت عمرو بن عاصؓ کی جگہ "اس نے اس کو مار دیا۔" جو عمرو بن عاصؓ پہ حملہ کرنے گیا تھا اور خود پکڑا گیا اور بعد ازاں مارا گیا۔ جو شخص حضرت علیؓ کو مارنے کے لیے نکلا تھا اس نے جبکہ آپؓ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے آپؓ پر حملہ کیا اور آپ خطرناک طور پر زخمی ہوئے۔ آپؓ پر حملہ کرتے وقت اس شخص نے یہ الفاظ کہے کہ اے علیؓ! تیرا حق نہیں کہ تیری ہر بات مانی جایا کرے بلکہ یہ حق صرف اللہ کو ہے۔"

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 202)

حضرت علیؓ کی شہادت کی پیشگوئی:

حضرت علیؓ کی شہادت کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ حضرت عبید اللہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علی! کیا تم جانتے ہو کہ اوّلین اور آخرین میں سے سب سے بدبخت شخص کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ پہلوں میں سب سے بدبخت شخص حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا تھا اور اے علی!

آخرین میں سب سے بدبخت وہ شخص ہو گا جو تمہیں نیزہ مارے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کی طرف اشارہ فرمایا جہاں آپؐ کو نیزہ مارا جائے گا۔

حضرت علیؓ کی لونڈی اُمّ جعفر کی روایت ہے کہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ آپؓ نے اپنا سر اٹھایا اور اپنی داڑھی کو پکڑ کر اسے ناک تک بلند کیا اور داڑھی کو مخاطب کر کے فرمایا واہ واہ! تیرے کیا کہنے۔ تم ضرور خون میں رنگی جاؤ گی۔ پھر جمعہ کے دن آپ شہید کر دیے گئے۔

حضرت علیؓ کا واقعہ شہادت ایک جگہ اس طرح بیان ہوا ہے۔ **ابن حَنَفِیَّہ روایت** کرتے ہیں کہ میں اور **حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ** حمام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس ابن مُلجَم آیا۔ جب وہ داخل ہوا تو گویا حسنین نے اس سے نفرت کا اظہار کیا اور کہا کہ تیری یہ جرأت کہ اس طرح یہاں ہمارے پاس آئے۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ تم اسے منہ نہ لگاؤ۔ قسم سے کہ یہ تمہارے خلاف جو کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ حضرت علیؓ پر حملہ کے وقت ابنِ مُلْجَم کو قیدی بنا کر لایا گیا تو ابنِ حَنَفِیَّہ نے کہا میں تو اسے اس دن ہی اچھی طرح جان گیا تھا جس دن یہ حمام میں ہمارے پاس آیا تھا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ قیدی ہے۔ لہٰذا اس کی اچھی طرح مہمان نوازی کرو اور اسے عزت کے ساتھ ٹھہراؤ۔ اگر میں زندہ رہا تو یا تو اسے قتل کروں گا یا اسے معاف کروں گا اور اگر میں مر گیا تو اسے میرے قصاص میں قتل کر دینا اور حد سے نہ بڑھنا۔ یقیناً اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام قُثَم سے روایت ہے کہ

حضرت علیؓ نے میرے بڑے بیٹے کو اپنی وصیت میں لکھا کہ اس یعنی ابنِ مُلْجَم کے پیٹ اور شرم گاہ میں نیزہ نہ مارا جائے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ خوارج میں سے تین آدمیوں کو نامزد کیا گیا تھا عَبدُالرحمٰن بن مُلْجَم مُرَادِی جو قبیلہ حِمْیَر سے تھا اور اس کا شمار قبیلہ مُرَاد میں ہوتا تھا جو کِنْدَہ کے خاندان بَنُو جَبَلَہ کا حلیف تھا اور **بُرک بن عبداللہ تَمِیْمِی اور عَمْرو بن بُکَیر تَمِیْمِی**۔ یہ تینوں مکّہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے پختہ عہد و پیمان کیے کہ وہ تین آدمیوں یعنی حضرت علی بن ابو طالبؓ، حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو ضرور قتل کریں گے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ نام ان تین قتل کرنے والوں کے تھے جس کا واقعہ حضرت مصلح موعودؓ نے شروع میں بیان کیا تھا، اور لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم نے کہا مَیں علی بن ابو طالب کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں۔ بُرَک نے کہا مَیں معاویہ کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں اور عمرو بن بُکَیر نے کہا مَیں تمہیں عمرو بن عاص سے نجات دلاؤں گا۔ اس کے بعد انہوں نے اس بات پر باہم پختہ عہد و پیمان کیا اور ایک دوسرے کو یقین دلایا کہ وہ اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنے کے عہد سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور وہ اس تک پہنچے گا یہاں تک کہ اسے قتل کر دے یا اس راہ میں اپنی جان دے دے یعنی اس حد تک وہ جائیں گے یا تو ان تینوں کو قتل کر دیں گے یا اپنی جان دے دیں گے، واپس نہیں آئیں گے۔ انہوں نے آپس میں رمضان کی سترھویں رات اس غرض کے لیے مقرر کی۔ پھر ان میں سے ہر شخص اس شہر کی

طرف روانہ ہو گیا جس میں اس کا مطلوبہ شخص رہتا تھا یعنی جسے اس نے قتل کرنا تھا۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم کوفہ آیا اور اپنے خارجی دوستوں سے ملا مگر ان سے اپنے قصد کو پوشیدہ رکھا۔ وہ انہیں ملنے جاتا اور وہ اسے ملنے آتے رہے۔ اس نے ایک روز تَیْمُ الرِّبَاب قبیلہ کی ایک جماعت دیکھی جس میں ایک عورت قَطَام بنتِ شِجْنَہ بن عَدِی تھی۔ حضرت علیؓ نے جنگ نَہْرَوَان میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ وہ عورت ابن مُلْجَم کو پسند آئی تو اس نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا۔ اس نے کہا میں اس وقت تک تجھ سے نکاح نہ کروں گی جب تک تُو مجھ سے ایک وعدہ نہ کرے۔ ابن مُلْجَم نے کہا کہ تُو جو مانگے گی میں وہ تجھے دوں گا۔ اس نے کہا کہ تین ہزار اور علی بن ابی طالب کا قتل۔ درہم تین ہزار ہوں گے اور علی بن ابو طالب کا قتل۔ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو اس شہر میں علی بن ابو طالب کو قتل کرنے کے واسطے ہی آیا ہوں اور میں تجھے وہ ضرور دوں گا جو تُو نے مانگا۔ پھر ابنِ مُلْجَم، شَبِیْب بن بَجَرَۃ اَشْجَعِی سے ملا اور اسے اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور اپنے ساتھ رہنے کا کہا۔ شَبِیْب نے اس کی یہ بات مان لی۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم نے وہ رات جس کی صبح کو اس نے حضرت علیؓ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا اَشْعَثْ بن قَیْس کِنْدِی کی مسجد میں اس سے سرگوشی کرتے ہوئے گزاری۔ طلوع فجر کے قریب اَشْعَثْ نے اسے کہا، اٹھو صبح ہو گئی ہے۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم اور شَبِیْب بن بَجَرَۃ کھڑے ہو گئے اور اپنی تلواریں لے کر اس تھڑے کے بالمقابل آکر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت علیؓ نکلتے تھے۔ حضرت حسن بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں صبح سویرے حضرت علیؓ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا:

میں رات بھر اپنے گھر والوں کو جگاتا رہا پھر بیٹھے بیٹھے میری آنکھوں پر نیند غالب آگئی تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ کی اُمّت کی طرف سے ٹیڑھے پن اور شدید جھگڑے کا سامنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ میں نے کہا: اے اللہ! مجھے ان کے بدلے میں وہ دے جو ان سے بہتر ہو اور ان کو میرے بدلے وہ دے جو مجھ سے بدتر ہو۔ اتنے میں ابنِ نَبَّاحْ مؤذن آئے اور کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا تو وہ کھڑے ہو کر چلنے لگے۔ ابنِ نَبَّاحْ آپؓ کے آگے تھے اور مَیں پیچھے۔ جب آپؓ دروازے سے باہر نکلے تو آپؓ نے آواز دی کہ اے لوگو! نماز، نماز۔ صلوٰۃ، صلوٰۃ کی آواز دیتے تھے۔ آپؓ ہر روز اسی طرح کیا کرتے تھے۔ جب آپ نکلتے تو آپ کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا تھا اور آپؓ اُسے دروازوں پہ مار کے لوگوں کو جگایا کرتے تھے۔ عین اس وقت وہ دونوں حملہ آور آپؓ کے سامنے نکل آئے۔ عینی شاہدوں میں سے بعض کا کہنا ہے کہ میں نے تلوار کی چمک دیکھی اور ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے علی! حکم اللہ کے لیے ہے نہ کہ تمہارے لیے۔ پھر مَیں نے دوسری تلوار دیکھی۔ پھر دونوں نے مل کر وار کیا۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم کی تلوار حضرت علیؓ کی پیشانی سے سر کی چوٹی تک پڑی اور دماغ تک پہنچ گئی جبکہ شَبِیب کی تلوار دروازے کی لکڑی پر جا لگی۔ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ آدمی تم سے بھاگنے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف

سے ان پر ٹوٹ پڑے مگر شَبِیْب بچ کر نکل گیا جبکہ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم گرفتار کر لیا گیا اور اسے حضرت علیؓ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اس کا خون معاف کرنے یا قصاص لینے کا زیادہ حق دار ہوں گا اور اگر مَیں فوت ہو گیا تو اسے بھی قتل کر کے میرے ساتھ ملا دینا۔ میں رب العالمین کے پاس اس سے جھگڑوں گا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔جلد3صفحہ25تا27 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

یعنی پھر آپؓ یہ معاملہ اللہ کے حضور میں پیش کریں گے۔

جب حضرت علیؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے وصیت کی۔ آپ کی وصیت یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب نے کی ہے۔ علی نے یہ وصیت کی ہے کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تھا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں خواہ یہ بات مشرکین کو بُری ہی لگے۔ یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اس کے بعد اے حسن، اپنے بیٹے کو مخاطب فرمایا کہ مَیں تجھے اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پروردگار ہے اور یہ کہ تم حالتِ اسلام میں ہی دنیا سے رخصت ہونا۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور آپس میں تفرقہ نہ کرنا کیونکہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ باہمی تعلقات کی اصلاح کرنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔ (**یہ بڑی اہم بات ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہیے کہ باہمی تعلقات کی اصلاح کرنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔** آپس میں صلح صفائی سے رہنا اصلاح کرنا اور کروانا یہ بہت بڑی نیکی ہے۔) تم اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اس سے اللہ تعالیٰ تم پر حساب آسان فرما دے گا۔ یتیموں کے معاملات میں اللہ سے ڈرنا۔ نہ تو انہیں اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مدد طلب کریں اور نہ اس بات پر کہ وہ تمہارے سامنے ضائع ہو جائیں۔ پڑوسیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے۔ آپ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے رہے حتی کہ ہمیں گمان ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑوسیوں کو وارث ہی نہ بنا دیں۔ قرآن کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ قرآن پر عمل کرنے میں کہیں دوسرے تم پر سبقت نہ لے جائیں۔ نماز کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے رب کے گھر کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور زندگی بھر اسے خالی نہ ہونے دو کیونکہ اگر وہ خالی چھوڑ دیا گیا تو اس جیسا کوئی گھر تمہیں نہ ملے گا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ اور زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ رب کے غصہ کو بجھاتی ہے۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تمہارے

درمیان کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں وصیت فرمائی ہے۔ اور فقراء اور مساکین کے بارہ میں بھی اللہ سے ڈرو اور انہیں اپنے سامان معیشت میں شریک کرو۔ اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرو جن کے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہوئے ہیں یعنی جن کی ذمہ واری تمہارے سپرد کی گئی ہے ان کے معاملات کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ نماز کی حفاظت کرو۔ نماز کی حفاظت کرو۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی ملامت کرنے والے کا خوف مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سامنے ہونی چاہیے۔ (بہت اہم چیز ہے۔) وہ خدا تمہارے لیے کافی ہو گا اس شخص کے خلاف جو تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور تمہارے خلاف بغاوت کرے۔ اور لوگوں سے نیک بات کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑو ورنہ تم میں سے بُرے تمہارے حاکم بن جائیں گے۔ (بڑی اہم بات ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک کاموں کا کہنا اور بُرے کاموں سے روکنا اس پر ہمیشہ کاربند رہو۔ اس کو کبھی نہ چھوڑنا ورنہ تم میں سے بُرے تمہارے حاکم بن جائیں گے۔) پھر تم دعا کرو گے مگر تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ (جو آج کل مسلمان ملکوں کا حال ہے۔) ایک دوسرے سے رابطہ اور تعلق رکھو اور تکلفات کے بغیر ایک دوسرے کے کام آؤ۔ **خبردار! ایک دوسرے سے دشمنیاں نہ بڑھاؤ، نہ قطع تعلق کرو** اور نہ تفرقہ کرو اور نیکی اور تقویٰ میں باہم تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی میں تعاون نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اے اہل بیت کے معزز افراد! اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمہارے ذریعہ حفاظت کرے یعنی تمہارے نیک نمونے کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا ہمیشہ زندہ رہیں۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔

(تاریخ الطبری جلد3 صفحہ158 سنة40۔ دار الکتب العلمیة بیروت 1987ء)

ابوسِنَان کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؓ زخمی تھے تو وہ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! آپ کی اس زخمی حالت پر ہمیں بہت تشویش ہو رہی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا لیکن خدا کی قسم! مجھے اپنے اوپر کوئی تشویش نہیں ہے کیونکہ صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتا دیا تھا کہ تمہیں اس اس جگہ پر زخم آئیں گے اور آپؐ نے اپنی کنپٹیوں کی طرف اشارہ کیا پھر وہاں سے خون بہے گا حتی کہ تیری داڑھی رنگین ہو جائے گی اور ایسا کرنے والا اس امّت کا سب سے بڑا بدبخت شخص ہو گا جیسا کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا قوم ثمود کا سب سے بڑا بدبخت تھا۔

(المستدرک علی الصحیحین۔ جزء 3 صفحہ 327 کتاب معرفة الصحابة ذکر اسلام امیر المومنین علیؓ حدیث نمبر4648 مطبوعہ دار الفکر 2002ء)

ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے قاتل اِبنِ مُلْجَم کے بارے میں فرمایا اس کو بٹھاؤ۔ اگر میں مر گیا تو اسے قتل کر دینا مگر اس کا مُثْلَہ نہ کرنا اور اگر مَیں زندہ رہا تو مَیں خود اس کی معافی یا قصاص کا فیصلہ کروں گا۔ (الاستیعاب جلد 3صفحہ 219، دار الکتب العلمیة بیروت 2002)

حضرت مصلح موعودؓ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ

"تاریخوں میں لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک شخص نے خنجر کے ساتھ حملہ کیا اور آپ کا پیٹ چاک کر دیا وہ پکڑا گیا۔" بہرحال آپ نے یہ لکھا ہے کہ پیٹ چاک کیا۔ سر کا زخم بھی تھا۔ شاید پیٹ پہ بھی زخم ہوا ہو یا ویسے ہی آپ کا خیال تھا یا محاورۃً بولا۔ کیونکہ اکثر روایتیں بہرحال سر کے زخم کی آتی ہیں۔ وہ پکڑا گیا" تو صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ ہم اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ آپ نے حضرت امام حسنؓ کو بلوایا اور وصیت کی کہ اگر میں مر جاؤں تو میری جان کے بدلے اس کی جان لے لی جائے لیکن اگر میں بچ جاؤں تو پھر اسے قتل نہ کیا جائے۔"

(خطبات محمود جلد16 صفحہ 428)

عمر ذِی مُرّ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کو تلوار کے زخم آئے تو میں آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے اپنا سر لپیٹا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے اپنا زخم دکھائیں۔ آپؓ نے زخم سے کپڑا کھولا تو مَیں نے عرض کیا ہلکا سا زخم ہے اور کچھ نہیں ہے۔ آپؓ نے فرمایا: میں تم لوگوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ اس پر آپ کی صاحبزادی اُمّ کلثوم پردے کے پیچھے سے رو پڑیں۔ آپؓ نے اسے فرمایا چپ ہو جاؤ۔ **اگر تم وہ دیکھ لو جو مَیں دیکھ رہا ہوں تو نہ روؤ۔** میں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا یہ فرشتوں اور نبیوں کے وفد ہیں اور یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو فرما رہے ہیں (یعنی ایک نظارہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فرشتوں اور نبیوں کے وفد ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں ہیں۔ آپؐ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں) کہ اے علی! خوش ہو جاؤ کیونکہ جس طرف تم جا رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس میں تم موجود ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؓ اپنی وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میں آپ سب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہوں۔ اس کے بعد کوئی بات نہیں کی سوائے لا الہ الا اللہ کے کلمہ کے، یہاں تک کہ آپ کی روح قبض ہو گئی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ114-115 ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

جب حضرت علی بن ابو طالبؓ کی وفات ہوئی تو حضرت حسن بن علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! آج کی رات ایک ایسے شخص کی وفات ہوئی ہے کہ نہ اس سے پہلے لوگ اس سے سبقت لے جا سکے اور نہ بعد میں آنے والے اس کا مقام پا سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسے کسی مہم پر بھیجتے تو جبرئیل اس کے دائیں طرف اور میکائیل اس کے بائیں طرف ہوتے تھے اور وہ واپس نہ لَوٹتا تھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح نہ عطا کر دیتا تھا۔ اس نے صرف سات سو درہم ترکہ چھوڑا ہے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس رقم سے غلام خریدے اور اس کی روح اسی رات کو قبض کی گئی جس رات کو حضرت عیسیٰؑ کی روح کا رفع ہوا تھا یعنی ستائیس رمضان المبارک کی رات۔ ایک اَور روایت میں ہے حضرت علیؓ کی شہادت کی تاریخ سترھویں رمضان کی رات سن چالیس ہجری بیان ہوئی ہے۔ یہ چالیس ہجری کا سال تھا اور آپ کا

دور خلافت چار سال ساڑھے آٹھ ماہ رہا۔

(الطبقات الکبری لابن سعد جلد 3 صفحہ 28 ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)
(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 04صفحہ468ذکر علی بن ابی طالب ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005 ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعہ کو بیان فرماتے ہیں۔ طبقات ابن سعد کی جلد ثالث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے حالات میں حضرت امام حسنؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! آج وہ شخص فوت ہوا ہے کہ اس کی بعض باتوں کو نہ پہلے پہنچے اور نہ بعد کو آنے والے پہنچیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنگ کے لیے بھیجتے تھے تو جبرئیل اس کے دائیں طرف ہوتے تھے اور میکائیل بائیں طرف۔ پس وہ بِلا فتح حاصل کیے واپس نہیں ہوتا تھا۔ بغیر فتح حاصل کیے واپس نہیں ہوتا تھا اور اس نے صرف سات سو درہم اپنا ترکہ چھوڑا ہے جس سے اس کا ارادہ تھا کہ ایک غلام خریدے اور وہ اس رات کو فوت ہوا ہے جس رات عیسیٰ بن مریمؑ کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی تھی یعنی رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو۔

(ماخوذ از دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 348)

حضرت علیؓ کی تجہیز و تکفین اور عمر:

حضرت علیؓ کو ان کے دونوں بیٹوں اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے غسل دیا اور آپؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔ آپ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا جس میں قمیص نہیں تھی۔ آپ کی تدفین سحری کے وقت ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس کچھ متبرک مُشک تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو لگائے گئے مُشک سے بچا تھا اور حضرت علیؓ کی وصیت تھی کہ وہ مُشک آپ کی میت کو لگایا جائے۔

آپؓ کی عمر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا آپ کی عمر ستاون سال تھی، بعض کے نزدیک اٹھاون سال تھی، بعض کے نزدیک پینسٹھ سال تھی، بعض کے نزدیک تریسٹھ سال تھی۔ تاہم اکثریت کے نزدیک تریسٹھ سال والی روایت زیادہ درست تھی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ 115 ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت علیؓ کا مزار:

حضرت علیؓ کا مزار کہاں واقع ہے؟ اس بارے میں بھی سوال اٹھتا ہے۔ اس کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں متفرق روایات ملتی ہیں جو یوں ہیں۔ حضرت علیؓ کو رات کے وقت کوفہ میں دفن کیا گیا اور ان کی تدفین کو مخفی رکھا گیا۔ حضرت علیؓ کو کوفہ کی جامع مسجد میں دفن کیا گیا۔ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت علیؓ کی لاش کو مدینہ منتقل کیا اور حضرت فاطمہؓ کی قبر کے پاس بقیع میں دفن کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب ان دونوں نے حضرت علیؓ کی لاش کو ایک صندوق میں ڈال کر اونٹ پر رکھا تو اونٹ گم

ہو گیا۔ اس اونٹ کو طے قبیلہ نے پکڑا۔ وہ اس صندوق کو مال سمجھ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ صندوق میں لاش ہے تو وہ اس کو پہچان نہیں سکے اور انہوں نے اس لاش کو صندوق سمیت دفن کر دیا اور کوئی نہیں جانتا کہ حضرت علیؓ کی قبر کہاں ہے۔ پھر ایک روایت ہے کہ حضرت حسن نے حضرت علیؓ کو کوفہ میں جَعْدَہ بِن ھُبَیْرَہ کی آل کے کسی حجرے میں دفن کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جَعْدَہ حضرت علیؓ کا بھانجا تھا۔

امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا رات کے وقت جنازہ پڑھا گیا اور کوفہ میں ان کی تدفین ہوئی اور ان کی قبر کے مقام کو مخفی رکھا گیا تاہم وہ قصر امارت کے پاس تھا۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کا جنازہ پڑھایا اور کوفہ کے باہر حضرت علیؓ کی تدفین کی گئی اور ان کی قبر کو اس خوف سے مخفی رکھا گیا کہ خوارج وغیرہ ان کی اور قبر کی بے حرمتی نہ کریں۔ بعض شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مزار نجف میں ہے، اس مقام پر جس کو آج کل مَشْھَدُ النَّجَفْ کہتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق کوفہ میں حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا تاہم آپ کی قبر کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کا جنازہ پڑھایا اور کوفہ کے دارالاِمارۃ میں حضرت علیؓ کی تدفین کی گئی اس خوف سے کہ خوارج ان کی لاش کی بے حرمتی نہ کریں۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت مشہور ہے اور جس نے یہ کہا کہ انہیں جانور پر رکھا گیا اور وہ اسے لے گیا اور کوئی نہ جان سکا کہ وہ جانور کہاں چلا گیا تو یہ درست نہیں ہے اور اس نے اس بارے میں تکلف سے کام لیا ہے جس کا اس کو کوئی علم نہیں اور نہ ہی عقل اور نہ ہی شریعت اس کا جواز پیش کرتی ہے اور جو اکثر جاہل رَوَافِضْ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مزار مَشْھَدُ النَّجَفْ میں ہے تو اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حقیقت ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ وہاں تو حضرت مُغِیْرَہ بن شُعْبَہ کی قبر ہے۔

(البداية والنهاية جلد 4، جزء 7 صفحه 316-317، صفة مقتله رضى الله عنه، دارالكتب العلمية بيروت 2001ء)(تاريخ طبرى جلد 3 صفحه 477 مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت 1987ء)

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نَجَفْ میں مشہد کے نام سے جو مقام ہے اہل علم اس پر متفق ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کی قبر کا مقام نہیں بلکہ وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی قبر ہے۔ اہل بیت، شیعہ اور دیگر مسلمانوں نے کوفہ میں ان کی حکومت اور تین سو سال سے زیادہ بیت جانے کے باوجود کبھی اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ یہ حضرت علیؓ کی قبر ہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے تین سو سال بعد اس جگہ کو مشہد علی کا نام دیا گیا ہے اس لیے یہ روایت بالکل غلط ہے کہ یہ حضرت علیؓ کی قبر ہے۔

(ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا سیرت صحابہ کرامؓ جلد 1 صفحہ 436 سیدنا علی بن ابی طالبؓ۔ دار السلام ریاض 1438ھ)

نیز علامہ ابن جَوزِی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں حضرت علیؓ کے مزار کے متعلق متفرق روایات جنہیں اوپر بیان کر دیا گیا ہے کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اَیُّ الْاَقْوَالِ اَصَحُّ ۔

اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون سا قول زیادہ درست اور صحیح ہے۔

(المنتظم جلد 5 صفحہ 178، سنة 40، فصل، دارالکتب العلمیة بیروت 2012ء)

حضرت علیؓ کی شادیاں اور اولاد:

حضرت علیؓ کی جو شادیاں اور اولاد ہیں ان کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ حضرت علیؓ نے مختلف وقتوں میں آٹھ شادیاں کیں جن کے نام یہ ہیں۔ فاطمہ بنتِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خولہ بنتِ جعفر بن قَیس، لیلیٰ بنت مسعود بن خالد، اُمّ البَنِیْن بنت حِزَام بن خالد، اَسْمَاء بنت عُمَیْس، صَهْبَاء ام حبیب بنت رَبِیعہ، اُمَامَہ بنت ابو العاص بن ربیع۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کی بیٹی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھیں۔ اُمّ سعید بنت عُرْوَة بن مسعود ثَقَفِی۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے ان کو کثیر اولاد عطا کی جن کی تعداد تیس سے زائد بنتی ہے۔ چودہ لڑکے اور انیس لڑکیاں۔ آپ کی نسل حضرت حسن، حضرت حسین، محمد بن حَنَفِیَّه، عباس بن کِلَابِیَه اور عمرو بن تَغْلَبِیَّه سے چلی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ14 دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)

(سیدنا علی بن ابی طالب از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 82-83 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان)

مناقب حضرت علیؓ:

حضرت علیؓ کے فضائل و خصائل اور مناقب کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا، فَمَنْ أَرَادَ الْمَدِيْنَةَ، فَلْيَأْتِ الْبَابَ

کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو اس شہر کا قصد کرے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے دروازے پر آئے۔

(المستدرك على الصحيحين جزء 3 صفحه 339 كتاب معرفة الصحابةؓ ذكر اسلام امير المومنين علیؓ حديث 4695، دار الفكر 2002ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ صحابہ میں سے زیادہ بہادر اور دلیر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور پھر انہوں نے کہا کہ جنگ بدر میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک علیحدہ چبوترہ بنایا گیا تو اس وقت سوال پیدا ہوا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا کام کس کے سپرد کیا جائے؟ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس انتہائی خطرے کے موقع پر نہایت دلیری سے آپؐ کی حفاظت کا فرض سرانجام دیا۔ اسی طرح احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا:

أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔

یعنی کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ پس حضرت علیؓ کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے علماء میں سے قرار دیا ہے مگر خیبر کی جنگ میں سب سے نازک وقت میں اسلام کا جھنڈا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ ہی کے ہاتھ میں دیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت علماء بزدل نہیں تھے بلکہ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 364-365)

یہ ذکر آپ علماء کی بہادری کا فرما رہے ہیں۔ اس ضمن میں یہ واقعہ بیان فرمایا۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ میں اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھتا تھا اور آج میرا صدقہ یعنی زکوٰۃ چار ہزار دینار تک پہنچ چکا ہے۔ ایک روایت میں چالیس ہزار دینار کا ذکر ہے۔ ابوبحر اپنے ایک استاد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ کو موٹی تہ بند پہنے دیکھا۔ آپ نے فرمایا: مَیں نے یہ پانچ درہم میں خریدی ہے جو مجھے اس پر ایک درہم کا نفع دے گا میں اسے یہ فروخت کر دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے پاس چند درہم کی تھیلی دیکھی تو آپ نے کہا یہ یَنْبُعْ کی جائیداد میں سے ہمارا بچنے والا نفقہ ہے۔ یَنْبُعْ ایک بستی ہے جو مدینہ سے سات منزل دور تھی، ساحل سمندر کی طرف واقع ہے۔ آپ کی انگوٹھی پر، حضرت علیؓ کی انگوٹھی پر اَللّٰہُ الْمَلِکُ کندہ تھا کہ اللہ ہی بادشاہ ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد04 صفحہ97 ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ لبنان 2003ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 03 صفحہ22 ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء) (لغات الحدیث جلد4 صفحہ 613 نعمانی کتب خانہ لاھور 2005ء)

جُمَیع بن عُمَیر بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت عائشہؓ کے پاس اپنی پھوپھی کے ساتھ آیا تو انہوں نے سوال کیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون عزیز تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا فاطمہؓ۔ پھر سوال کیا گیا کہ مَردوں میں سے؟ تو آپ نے فرمایا ان کے خاوند حضرت علیؓ۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ مَا جَاءَ فِی فَضْلِ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا حدیث 3874)

حضرت ثَعْلَبَہ بن ابومالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبَادہؓ ہر میدان جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علمبردار ہوتے تھے مگر جب لڑائی کا وقت آتا تھا تو حضرت علی بن ابوطالبؓ جھنڈا تھام لیتے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ93 ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر للطباعۃ والنشر التوزیع بیروت 2003ء)

قبیلہ ثَقِیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے مجھے سَابُور علاقے کا عامل مقرر کیا۔ سابور فارس میں ایک علاقہ ہے جو شیراز سے کوئی تقریباً 75 میل کے فاصلہ پر ہے اور فرمایا کسی شخص کو بھی ایک درہم ٹیکس کی وجہ سے کوڑا نہ مارنا اور لوگوں کے رزق کے پیچھے نہ پڑنا اور نہ سردیوں یا گرمیوں میں ان کے کپڑوں کے پیچھے پڑنا۔ اس طرح ٹیکس نہیں لینا کہ کپڑے اتر جائیں اور نہ ان سے کسی ایسے جانور کا مطالبہ کرنا جسے وہ کام میں استعمال کرتے ہوں۔ کسی کو ایک درہم کی طلب میں کھڑے نہ رکھنا۔ یعنی جو بھی ٹیکس وصول کرنا ہے جزیہ وصول کرنا ہے اس کے لیے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دینی، بوجھ نہیں ڈالنا۔ میں نے کہا یا

امیر المومنین! پھر تو میں آپ کی طرف ایسے ہی لَوٹوں گا جیسے میں آپ کے پاس سے جا رہا ہوں۔ کچھ نہیں ملے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو۔ ہاں خواہ تم خالی ہاتھ ہی لوٹو ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے اس مال میں سے لیں جو اُن کی ضرورت سے زائد ہو۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ98ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر للطباعۃ والنشر التوزیع بیروت 2003ء) (معجم البلدان جلد 3 صفحہ 188)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے بھائی اور میرے ساتھی ہو۔

(کنز العمال جلد13 صفحہ109 حدیث 36356 فضائل علی۔ مؤسسۃ الرسالۃ 1981ء)

علی بن رَبِیْعَہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علیؓ کے پاس حاضر تھا جب ان کے لیے ایک جانور لایا گیا تا کہ اس پر سوار ہوں۔ جب آپؓ نے رکاب میں پاؤں رکھا تو تین مرتبہ بسم اللہ کہا۔ جب اس کی پشت پر سیدھا بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا۔ پھر کہا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ۔ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ (الزخرف:14-15)

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا جبکہ ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لَوٹ کر جانے والے ہیں۔ پھر آپؓ نے تین مرتبہ الحمد للہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے یہ دعا پڑھی کہ:

سُبْحَانَكَ اِنِّیْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

یعنی تُو پاک ہے یقیناً مَیں نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ پھر آپؓ مسکرائے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ **اے امیر المومنین! آپؓ کس وجہ سے مسکرائے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا** تھا جس طرح میں نے کیا ہے۔ پھر آپؐ مسکرائے تھے اور حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپؐ کس وجہ سے مسکرائے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: یقیناً تیرا رب اپنے بندے سے بہت خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! میرے گناہ بخش دے۔ یقیناً تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے تھے۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات بَاب مَا جَاءَ مَا يَقُولُ إِذَا رَكِبَ دَابَّةً حدیث 3446)

یَحییٰ بن یَعْمُر سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت علی بن ابوطالبؓ نے خطاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد آپؓ نے فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ ان کے نیک لوگ اور علماء انہیں اس بات سے منع نہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ گناہوں میں حد سے بڑھ گئے تو انہیں قسما قسم کی سزاؤں نے پکڑ لیا۔ پس تم لوگ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو قبل اس کے کہ تم پر بھی ان جیسا عذاب آ جائے۔ یاد رکھو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ تو تمہاری روزی گھٹائے گا اور نہ تمہاری

موت کو قریب کرے گا۔

(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر۔جلد 3 صفحہ 132 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 1998ء)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری عورت کے گھر میں تھے جس نے آپؐ کے لیے کھانا تیار کیا ہوا تھا، دعوت کی ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا۔** اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے تو ہم نے انہیں مبارک باد دی۔ پھر آپؐ نے دوبارہ فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا۔ اس پر حضرت عمرؓ داخل ہوئے تو ہم نے انہیں مبارکباد دی۔ پھر تیسری دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کھجور کے ایک چھوٹے سے پودے کے نیچے چھپائے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! اگر تُو چاہے تو یہ آنے والا علی ہو۔ پھر حضرت علیؓ داخل ہوئے تو ہم نے انہیں مبارکباد دی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد5 صفحہ 107 مسند جابر بن عبد اللہ حدیث: 14604 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے اور وہ ہیں علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ۔

(المستدرک علی الصحیحین۔ جزء 3 صفحہ348 کتاب معرفۃ الصحابۃؓ ذکر اسلام امیر المومنین علیؓ حدیث نمبر4724 مطبوعہ دار الفکر 2002ء)

ابو عثمان نَھْدِی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور ہم مدینہ کی ایک گلی سے گزر کر ایک باغ کے پاس پہنچے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ باغ کس قدر خوبصورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لیے جنت میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت باغ ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین۔ جزء 3 صفحہ 349-350 کتاب معرفۃ الصحابۃؓ ذکر اسلام امیر المومنین علی حدیث نمبر4730 مطبوعہ دار الفکر 2002ء)

حضرت عمّار بن یاسرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے علی! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسی خوبی عنایت کی ہے کہ اس سے بہتر خوبی اس نے اپنے بندوں کو عطا نہیں کی اور وہ ہے دنیا سے بے رغبتی۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ نہ تم دنیا میں سے کچھ لیتے ہو نہ دنیا تم میں سے کچھ لیتی ہے یعنی تمہیں دنیا کی، دنیا کی چیزوں کی کوئی خواہش نہیں ہے اور نہ ہی دنیا کی خواہش رکھنے والے لوگ تم سے کوئی تعلق رکھنا چاہتے ہیں۔ نیز تجھے اللہ تعالیٰ نے مساکین کی محبت عطا کی ہے وہ تم کو اپنا امام بنا کر خوش ہیں اور تم ان کو اپنا پیروکار بنا کر خوش ہو۔ پس خوشخبری ہو اس شخص کو جو تم سے محبت کرے اور تمہارے بارے میں سچ بولے اور ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو تم سے بغض رکھے اور تمہارے خلاف جھوٹ بولے۔ وہ لوگ جو تم سے محبت رکھتے ہیں اور تمہارے بارے میں سچ بولتے ہیں وہ جنت

میں تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل میں تمہارے ساتھی ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھتے ہیں اور تم پر جھوٹ باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے ذمہ لے رکھی ہے کہ قیامت کے دن وہ انہیں سخت جھوٹوں کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کھڑا کرے گا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ96-97 ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں جس درجہ میں مَیں ہوں گا اس میں علیؓ اور فاطمہؓ ہوں گے۔" (برکات خلافت، انوار العلوم جلد2 صفحہ 254)

حضرت علیؓ کے عشرہ مبشرہ میں ہونے کے بارے میں ذکر ہے کہ حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی دنیا میں جنت کی خوشخبری ملی۔ حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں 9 لوگوں کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی یہی کہوں یعنی گواہی دوں تو گناہگار نہیں ہوں گا۔

کہا گیا کہ وہ کیسے تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر اے حرا! یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید ہے۔ کسی نے پوچھا وہ دس جنتی لوگ کون ہیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہیں اور کہا گیا کہ دسواں کون ہے؟ تو حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا: وہ مَیں (ہوں)۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی الاعور واسمہ سعید بن زَید.....الخ حدیث 3757)

یہ واقعہ جو بیان کرنے لگا ہوں یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے لیکن **نفس پر قابو رکھنے اور انانیت کو دور کرنے** کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے اس لیے مَیں یہاں دوبارہ یہ بیان کر رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دشمن سے لڑتے تھے اور محض خدا کے لیے لڑتے تھے۔ آخر حضرت علیؓ نے اس کو اپنے نیچے گرا لیا اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ اس نے جھٹ حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپؓ فوراً اس کی چھاتی پر سے اتر آئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ اب تک تو مَیں محض خدا تعالیٰ کے لئے تیرے ساتھ لڑتا تھا لیکن اب جبکہ تُو نے میرے منہ پر تھوک دیا ہے تو میرے اپنے نفس کا بھی کچھ حصہ اس میں شریک ہو جاتا ہے۔ پس مَیں نہیں چاہتا کہ اپنے نفس کے لئے تمہیں قتل کروں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے اپنے نفس کے دشمن کو دشمن نہیں سمجھا۔ ایسی فطرت اور عادت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔" آپؑ جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں۔ "اگر نفسانی لالچ اور اغراض کے لئے کسی کو دکھ دیتے اور

عداوت کے سلسلوں کو وسیع کرتے ہیں تو اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی کیا بات ہو گی؟"
(ملفوظات جلد 8 صفحہ 105)

پھر آپؑ نے ایک اَور موقع پہ تفصیل سے بیان فرمایا اور اس پر مزید روشنی ڈالی۔ فرماتے ہیں کہ "جوش نفسانی اور للّٰہی جوش میں فرق کے واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے سبق حاصل کرو۔ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کا ایک کافر پہلوان کے ساتھ جنگ شروع ہوا۔ بار بار آپؓ اس کو قابو کرتے تھے وہ قابو سے نکل جاتا تھا۔ آخر اس کو پکڑ کر اچھی طرح سے جب قابو کیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور قریب تھا کہ خنجر کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیتے کہ اس نے نیچے سے آپؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ جب اس نے ایسا فعل کیا تو حضرت علیؓ اس کی چھاتی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو چھوڑ دیا اور الگ ہو گئے۔ اس پر اس نے تعجب کیا اور حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپؓ نے اس قدر تکلیف کے ساتھ پکڑا اور میں آپؓ کا جانی دشمن ہوں اور خون کا پیاسا ہوں۔ پھر باوجود ایسا قابو پا چکنے کے آپ نے مجھے اب چھوڑ دیا۔ یہ کیا بات ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ چونکہ تم دین کی مخالفت کے سبب مسلمانوں کو دکھ دیتے ہو اس واسطے تم واجب القتل ہو اور میں محض دینی ضرورت کے سبب تم کو پکڑتا تھا۔ لیکن جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا اور اس میں مجھے غصہ آیا تو میں نے خیال کیا کہ یہ اب نفسانی بات درمیان میں آ گئی ہے۔ اب اس کو کچھ کہنا جائز نہیں تا کہ ہمارا کوئی کام نفس کے واسطے نہ ہو۔ جو ہو سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ جب میری اس حالت میں تغیر آئے گا اور یہ غصہ دور ہو جائے گا تو پھر وہی سلوک تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ اس بات کو سن کر کافر کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ تمام کفر اس کے دل سے خارج ہو گیا اور اس نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر اور کون سا دین دنیا میں اچھا ہو سکتا ہے جس کی تعلیم کے اثر سے انسان ایسا پاک نفس بن جاتا ہے۔ پس اس نے اسی وقت توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔" (ملفوظات جلد 9 صفحہ 219)

پس یہ ہے اصل تقویٰ جو نتیجہ بھی دکھاتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی کم و بیش اس یہودی کی حضرت علیؓ سے لڑائی کے واقعہ کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک لڑائی میں شامل تھے۔ ایک بہت بڑا دشمن جس کا مقابلہ بہت کم لوگ کر سکتے تھے آپؓ کے مقابلہ پر آیا اور کئی گھنٹے تک آپؓ کی اور اس یہودی پہلوان کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کئی گھنٹے کی لڑائی کے بعد آپؓ نے اس یہودی کو گرا لیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے اور ارادہ کیا کہ خنجر سے اس کی گردن کاٹ دیں کہ اچانک اس یہودی نے آپؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اسے چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہو گئے اور وہ یہودی سخت حیران ہوا اور کہنے لگا یہ عجیب بات ہے کہ کئی گھنٹے کی کشتی کے بعد آپ نے مجھے گرایا ہے اور اب یکدم مجھے چھوڑ کر الگ ہو گئے ہیں۔ یہ آپ نے کیسی بیوقوفی کی ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے بیوقوفی نہیں کی بلکہ جب میں نے تمہیں گرایا اور تم نے میرے منہ پر تھوک دیا تو یکدم میرے دل میں غصہ پیدا ہوا کہ اس نے میرے منہ پر کیوں تھوکا ہے مگر ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ اب تک تو

میں جو کچھ کر رہا تھا خدا کے لئے کر رہا تھا اگر اس کے بعد مَیں نے لڑائی جاری رکھی تو تیرا خاتمہ میرے نفس کے غصہ کی وجہ سے ہو گا۔" یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس یہودی کو ختم کرنا میرے ذاتی غصہ کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے "خدا کی رضا کے لئے نہیں ہو گا۔ اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس وقت میں تجھے چھوڑ دوں۔ جب غصہ جاتا رہے گا تو پھر خدا کے لئے مَیں تجھے گرالوں گا۔"

(احمدیت دنیا میں اسلامی تعلیم و تمدن.....، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 132)

باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت میں ایک اَور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ آج نئے سال کا پہلا دن ہے اور پہلا جمعہ ہے۔ دعا کریں کہ یہ سال جماعت کے لیے، دنیا کے لیے، انسانیت کے لیے بابرکت ہو۔ ہم بھی اپنا فرض ادا کرتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے اور اپنی عبادتوں کے معیار بڑھانے والے ہوں اور دنیا والے بھی اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے بن جائیں اور ایک دوسرے کے حقوق کو پامال کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے بن جائیں ورنہ پھر اللہ تعالیٰ اپنے رنگ میں دنیا والوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ کاش کہ ہم اور دنیا کے تمام لوگ اس اہم نکتے کو سمجھ جائیں اور اپنی دنیا و عاقبت سنوار سکیں۔

گذشتہ ایک سال سے ہم ایک نہایت خطرناک وبائی مرض کا سامنا کر رہے ہیں اور دنیا کا کوئی ملک بھی اس وبا سے باہر نہیں ہے، کہیں کم اور کہیں زیادہ، لیکن لگتا ہے کہ اکثریت دنیا کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دینا چاہتی کہ کہیں یہ وبا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اپنے حقوق و فرائض کی طرف توجہ دلانے کے لیے نہ ہو۔ یہ نہیں سوچنا چاہتے۔ یہ تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہلانا چاہتا ہے، بتانا چاہتا، توجہ دلانا چاہتا ہے۔ اس طرف کسی کی سوچ نہیں ہے۔

چند ماہ پہلے میں نے بہت سے سربراہان حکومت کو اس طرف توجہ دلانے کے لیے خطوط لکھے تھے اور کووڈ کے حوالے سے سمجھانے کی کوشش کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ یہ آفات خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے حقوق و فرائض بھولنے اور ادا نہ کرنے بلکہ ظلم میں بڑھنے کی وجہ سے آتی ہیں اس لیے توجہ کریں۔ بعض سربراہان نے جواب بھی دیے لیکن ان کے دنیاداری والے جواب تھے کہ ہم بھی یہی چاہتے ہیں (دنیا کی نظر سے اُبالی باتیں کیں، دین والی بات نہیں کی۔ خدا کا بہت بڑا خانہ جو بیچ میں تھا اور میں نے بیان کیا تھا اس کا ذکر ہی نہیں کیا) اور ضرور ایسا ہونا چاہیے لیکن نہ اپنی حالتوں کو بدلنے کی طرف عملی قدم اٹھانا چاہتے ہیں یہ لوگ، نہ قوم کے ہمدرد بن کر قوم کو اصل مقصد کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ اس وبا کے بعد کے اثرات بہت خطرناک ہوں گے، یہ دنیا کے ہر لیڈر کو پتہ ہے، ہر عقل مند انسان کو پتہ ہے، ہر تجزیہ نگار کو یہ پتہ ہے لیکن اس کے باوجود اصل حل کی طرف توجہ نہیں ہے صرف دنیا کی جو کوششیں ہیں اسی کی طرف توجہ ہے۔

اس بیماری سے نہ صرف انفرادی طور پر ہر فرد معاشی لحاظ سے کمزور ہو رہا ہے، صحت کے لحاظ سے جو ہو رہے ہیں وہ تو ہو رہے ہیں جو متاثرین ہیں۔ لیکن عمومی طور پر ہر ایک معاشی لحاظ سے بھی متاثر ہو رہا ہے بلکہ بڑی بڑی امیر حکومتوں کی معیشتوں کی بھی کمریں ٹوٹ رہی ہیں۔ دنیاداروں کے پاس اس کا صرف ایک حل ہے کہ پھر جب ایسی صورتحال ہو جائے گی، جب معیشت تباہ ہو جائے گی تو دوسرے چھوٹے ملکوں کی معیشتوں پر قبضہ کیا جائے، ان کو کسی طرح اپنے جال میں پھنسایا جائے، اپنے دام میں لایا جائے اور پھر بہانے بہانے سے ان کی دولتوں پر قبضہ کیا جائے۔ اس کے لیے بلاک بنیں گے اور بن رہے ہیں۔ سرد جنگ دوبارہ شروع ہو جائے گی اور اب کہا جانے لگا ہے کہ شروع ہو گئی ہے ایک طرح سے اور کوئی بعید نہیں کہ اصل ہتھیاروں کی جنگ بھی ہو جائے جو نہایت خوفناک جنگ ہو گی۔ پھر یہ لوگ ایک اَور گہرے کنویں میں گر جائیں گے۔ غریب ملک تو پہلے ہی پسے ہوئے ہیں امیر ملکوں کے عوام بھی پسیں گے اور بڑی خوفناک حد تک پسیں گے۔

پس اس سے پہلے کہ دنیا اس حالت کو پہنچے ہمیں اپنا فرض ادا کرتے ہوئے دنیا کو ہوشیار کرنا چاہیے۔

پس یہ سال مبارکبادوں کا سال اُس وقت بنے گا جب ہم اپنے فرائض کو اس نہج پر ادا کرنے والے ہوں گے کہ لوگوں کو سمجھائیں، دنیا کو سمجھائیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب کرنے کے لیے ہمیں اپنی حالتوں کے بھی جائزے لینے ہوں گے۔ ہم جو زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے والے ہیں کیا ہماری اپنی حالتیں ایسی ہو چکی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ خالصۃً للہ اس کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے والے ہیں یا ابھی ہمیں اپنی اصلاح کرنے اور ایک دوسرے سے پیار و محبت کے جذبات کو غیر معمولی معیاروں تک لانے کی ضرورت ہے۔ پس ہر احمدی کو غور کرنا چاہیے کہ اس کے سپرد ایک بہت بڑا کام کیا گیا ہے اور اس کے سرانجام دینے کے لیے پہلے اپنے اندر پیار اور محبت اور بھائی چارے کی فضا کو پیدا کریں، اپنے معاشرے میں، احمدی معاشرے میں اور پھر دنیا کو اس جھنڈے کے نیچے لائیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کیا تھا اور جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا ہے۔ تبھی ہم اپنی بیعت کے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں، تبھی ہم بیعت کا حق ادا کرنے والے بن سکتے ہیں، تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو سکتے ہیں اور تبھی ہم نئے سال کی مبارکباد دینے کے اور لینے کے مستحق قرار دیے جا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہر احمدی مرد، عورت، جوان، بچہ، بوڑھا اس بات کو سمجھتے ہوئے یہ عہد کرے کہ اس سال میں نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک احمدی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کل پاکستان کے احمدیوں کے لیے اور الجزائر کے احمدیوں کے لیے دعا کی طرف بھی میں توجہ دلا رہا ہوں۔ ان کو اپنی دعاؤں میں بھی یاد رکھیں۔ پاکستان میں بعض جگہ بعض مولوی اور سرکاری اہلکار ظلموں پر اترے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ناقابل اصلاح لوگوں کی جلد پکڑ کے سامان کرے۔ اللہ تعالیٰ کے تو علم میں ہے کن کی اصلاح ہونی ہے اور کن کی نہیں ہونی۔ جن کی نہیں ہونی تو پھر ان کی جلد پکڑ کے سامان پیدا فرمائے۔

توہین رسالت کے جس قانون کے تحت یہ لوگ احمدیوں پر ظلم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور احمدیوں کی اپنی تربیت کے لیے جو بھی ہمارے بعض ذرائع ہیں ہر ذریعہ پر پابندی لگانے کی کوشش کر رہے ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ جلد ان سے دُور فرمائے اور ہمیں ان سے نجات دلائے۔ اصل میں تو رحمۃ للعالمین کے نام کو یہ بدنام کرنے والے لوگ ہیں۔ احمدی تو ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے والے ہیں۔ آج دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لانے والے سب سے زیادہ کام بلکہ حقیقی کام احمدی کر رہے ہیں بلکہ کہنا چاہیے کہ اگر کوئی یہ کام کر رہا ہے تو وہ صرف احمدی ہیں۔

پس یہ دنیادار دنیاوی حکومت اور دولت کے بل بوتے پر **ہم پر ظلم تو کر سکتے ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ہم اس خدا کو ماننے والے ہیں** جو نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ہے۔ وہ خدا ہے جو نِعْمَ الْمَوْلٰی ہے اور نِعْمَ النَّصِیْرُ ہے۔ یقیناً اس کی مدد آتی ہے اور ضرور آتی ہے اور اس وقت پھر ان دنیاداروں اور اپنے زعم میں طاقت اور ثروت رکھنے والے جو لوگ ہیں ان کی پھر خاک بھی نظر نہیں آتی جب اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت آتی ہے۔ پس ہمارا کام ہے کہ دعاؤں سے اپنی عبادتوں کو مزید سجائیں اور اگر ہم یہ کر لیں گے تو پھر ہی ہم کامیاب ہیں۔

الجزائر کے بارے میں مَیں نے کہا تھا کہ سب کو بری کر دیا گیا ہے۔ وہاں ایک کورٹ نے، ایک عدالت نے سب کو بری کیا تھا۔ دوسرے نے بھی معمولی جرمانہ کر کے تقریباً ساروں کو فارغ کر دیا لیکن اس کے باوجود بھی وہاں ابھی کچھ لوگ ہیں جو جیل میں اسیر ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا کریں کہ ان کی جلد رہائی کے سامان ہوں۔ پاکستان کے اسیروں کی رہائی کے لیے بھی دعا کریں۔ ہماری خوشیاں چاہے وہ سال کے شروع کی ہوں یا عید کی، اصل تو اس وقت ہوں گی جب ہم دنیا میں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا لہرانے والے بنیں گے جسے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔ خوشیاں اس وقت ہوں گی جب انسانیت انسانی قدروں کو پہچاننے والی بنے گی۔ جب آپس کی نفرتیں محبتوں میں بدل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ اس خوشی کے سامان بھی ہمیں جلد پہنچائے۔ مسلم امہ کو بھی عقل دے کہ وہ آنے والے مسیح موعود اور مہدی معہود کو مان لیں۔ دنیا کو بھی عقل دے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دینے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر ملک میں ہر احمدی کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور یہ سال ہر احمدی کے لیے، ہر انسان کے لیے رحمتوں اور برکتوں کا سال بن کر آئے اور جو کوتاہیاں اور کمیاں گذشتہ سالوں میں ہم سے ہو گئیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنیں یا ہمیں بعض انعاموں سے محروم رکھنے کا باعث بنیں ان سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے اور اپنے انعاموں کا اور فضلوں کا وارث بنائے اور ہم حقیقی مومن بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دعاؤں کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22/ جنوری 2021ء جلد 28 شمارہ 07 صفحہ 05 تا 11)

2

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 08/ جنوری 2021ء بمطابق 08/ صلح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیات کی تلاوت فرمائی: مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً ؕ وَ اللّٰہُ یَقۡبِضُ وَ یَبۡصُۜطُ ۪ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ۔ (البقرۃ:246)

کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تا کہ وہ اس کے لیے اسے کئی گنا بڑھائے اور اللہ رزق قبض بھی کر لیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مفہوم:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا ذکر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو انسانی پیسے کی ضرورت ہے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ قرض مانگ رہا ہے۔ قرض کے ایک تو عام معنی ہیں جو ہم قرض کے لین دین میں استعمال کرتے ہیں، کسی سے ادھار لیا دیا لیکن اس کے لغوی معنی اچھے یا بُرے بدلے کے بھی ہیں۔ یہاں اس کے معنی ہوں گے کہ **کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے** تا کہ اللہ تعالیٰ اس کا اس کو بہترین بدلہ دے۔

پس جہاں اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنے یا دینے کا سوال اٹھتا ہے تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو کرنے والے کو بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کو دے رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں اور بھی بہت سی جگہ قربانیوں اور مالی قربانیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بہتری کی خاطر خرچ کرنے کو خود اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ کرنے کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔ اور جو چیز خدا تعالیٰ کی خاطر خرچ کی جائے وہ ضائع نہیں جاتی بلکہ یہ ایسا قرض ہے جسے اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا کر لوٹاتا ہے۔ پس کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی قرض کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو خود ربّ ہے، تمام جہان کو پالنے والا ہے اور دینے والا ہے۔ اس کو کسی کی حاجت نہیں ہے۔ وہ جب اپنے لیے قرض کا لفظ استعمال کرتا ہے تو مطلب ہے کہ میرے راستے میں خرچ کرو اور میرے بے شمار انعامات حاصل کرنے والے بنو۔ کون ہے جو مجھے قرضہ حسنہ دے؟ یہ سوال اٹھا کر اس طرف ترغیب دلائی گئی ہے کہ کون ہے جو میرے راستے میں خرچ کر کے میرے بے شمار انعاموں کا وارث بنے اور بنتا چلا جائے؟ اور آگے خود ہی اس کی وضاحت بھی فرما دی

کہ میں تمہارے اس قرض کو اپنے پاس رکھنے کے لیے، اپنی ضرورت کے خرچ کے لیے نہیں مانگ رہا بلکہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر دینے کے لیے تمہارے سے یہ قرض لے رہا ہوں اور اس کے لیے کہہ رہا ہوں۔ اگر تم میرے دین کے لیے، میری مخلوق کی بہتری کے لیے خرچ کرو گے تو کئی گنا بڑھا کر تمہیں واپس لوٹاؤں گا اور قرضۂ حسنہ کا لفظ استعمال کر کے یہ بھی بتا دیا کہ تم اپنی مرضی سے اور خوش دلی سے یہ خرچ کرو گے تو پھر ایسا جو خرچ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہو گا وہ تمہاری طرف سے قرضۂ حسنہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے کئی گنا بڑھا کر لوٹائے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک مجلس میں اس حوالے سے بیان کرتے ہوئے ایک جگہ یوں فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ جو قرض مانگتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو حاجت ہے اور وہ محتاج ہے۔ ایسا وہم کرنا بھی کفر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جزا کے ساتھ واپس کروں گا۔ "یعنی بڑھا کر واپس کروں گا" یہ ایک طریق ہے اللہ تعالیٰ جس سے فضل کرنا چاہتا ہے۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 268)

پھر ایک موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"ایک نادان کہتا ہے کہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ (البقرہ:246) (کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دے) اس کا مفہوم یہ ہے کہ گویا معاذ اللہ خدا بھوکا ہے۔ احمق نہیں سمجھتا۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ احمق لوگ ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ "احمق نہیں سمجھتا کہ اس سے بھوکا ہونا کہاں سے نکلتا ہے؟" جب قرضۂ حسنہ کی بات اللہ تعالیٰ کرتا ہے کہ مجھے دو تو اس سے کہاں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھوکا ہے۔ فرمایا کہ **"یہاں قرض کا مفہوم اصل تو یہ ہے** کہ ایسی چیزیں جن کے واپس کرنے کا وعدہ ہوتا ہے "قرض تو ہوتا ہی واپس کرنے کے لیے ہے اور اس کے ساتھ وعدہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ "ان کے ساتھ افلاس اپنی طرف سے لگا لیتا ہے "یعنی اعتراض کرنے والا افلاس کا لفظ یا غربت کا لفظ یا اللہ تعالیٰ کی ضرورت کا لفظ اپنی طرف سے لگا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ نہیں فرمایا کہ میں بھوکا ہوں، افلاس زدہ ہوں۔ اس لیے مجھے دو۔ اپنی ذات کے لیے میں نے خرچ کرنا ہے۔ ہاں اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے جب بھوکے ہوتے ہیں تم دو گے، ان پر خرچ کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہے تم نے مجھ پر خرچ کیا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "یہاں قرض سے مراد یہ ہے کہ کون ہے جو خدا تعالیٰ کو اعمال صالحہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جزا اسے کئی گنا کر کے دیتا ہے۔ "کوئی بھی عمل صالح ہو اللہ کی خاطر بجالاؤ تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا کے دیتا ہے۔ صرف روپیہ پیسے کی بات نہیں ہے اور یہ جو بات ہے، فرماتے ہیں "یہ خدا کی شان کے لائق ہے۔ جو سلسلہ عبودیت کا ربوبیت کے ساتھ ہے۔ اس پر غور کرنے سے اس کا یہ مفہوم صاف سمجھ میں آتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ بدوں کسی نیکی، دعا اور التجا اور بدوں تفرقہ کافر و مومن کے ہر ایک کی پرورش فرما رہا ہے۔ "اللہ تعالیٰ تو ہر ایک کی پرورش کر رہا ہے قطع نظر اس کے کوئی کافر ہے یا مومن ہے "اور اپنی ربوبیت اور رحمانیت کے فیض سے سب کو فیض پہنچا رہا ہے۔ پھر وہ کسی کی نیکیوں کو کب ضائع کرے گا؟" جب بغیر کسی نیکی کے، بغیر کسی کام کے اللہ تعالیٰ سب کو پال رہا ہے اور دے رہا ہے تو پھر جب کوئی نیکی کرے گا اور عمل صالح کرے گا تو اس کو کس طرح ہو سکتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ ضائع کرے اور اس کا اجر نہ دے۔" اس کی شان تو یہ ہے

مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔(الزلزال:8)

جو ذرّہ بھی نیکی کرے اس کا بھی اجر دیتا ہے اور جو ذرّہ بدی کرے گا اس کی پاداش بھی ملے گی۔ یہ ہے قرض کا اصل مفہوم جو اس آیت سے پایا جاتا ہے۔ چونکہ اصل مفہوم قرض کا اس سے پایا جاتا تھا اس لیے یہی کہہ دیا:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔(البقرہ:246)

اور اس کی تفسیر اس آیت میں موجود ہے:

مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔(الزلزال:8)"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 226-227)

کہ جو ذرّہ بھی نیکی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بدلہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے، مخلوق کی خدمت کے لیے مالی قربانی کرنا بھی ایک بہت بڑی نیکی ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی اسے بغیر اجر کے نہیں چھوڑتا۔ دوسری جگہ پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ مالی قربانیوں کے سلسلہ میں تو افراد جماعت سے بہتر اَور کون جان سکتا ہے۔ ہر طبقہ کے احمدی کا ذاتی تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر، اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کرنا جہاں دل کے سکون کا باعث بنتا ہے وہاں دنیاوی لحاظ سے بھی ہزاروں لوگ اس تجربہ سے گزرتے ہیں کہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ وہ رقم جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دی ہوتی ہے واپس لوٹاتا ہے۔ ایسے بہت سے احمدی ہیں جو صرف قربانی کرتے ہیں یعنی قربانی کے نام پہ قربانی کرتے ہیں اور صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ ان کے دل میں یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس کا بدلہ انہیں دنیا میں یا دنیاوی مال کی صورت میں مل جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ میں احسن رنگ میں اس کو لوٹاؤں گا وہ لوٹا دیتا ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں جو بُرے حالات کے باوجود قربانی کر دیتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کی اپنی ضروریات کسی نہ کسی طرح پوری کر ہی دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کی اس امید کو بھی پوری کر دیتا ہے اور ان کو بھی حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے ضرورت پوری کر دی لیکن شرط یہ ہے کہ نیک نیتی سے خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربانی کی جائے اور اس کے لیے باقی احکامات اور نیکیوں کو بھی بجالایا جائے۔ یہ نہیں کہ صرف مال دے دیا اور سمجھ لیا کہ میں نے بہت قربانی کر دی، باقی فرائض پورے کر دیے۔ باقی نیکیاں بجالانا بھی ضروری ہے۔ نہ کہ ایک کاروباری شخص کی طرح صرف اس سوچ کے ساتھ مال خرچ ہو کہ اس کا منافع لینا ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دو منافع مل جائے گا۔

انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے واقعات:

بہرحال میں اس وقت بعض لوگوں کے اپنے واقعات پیش کرتا ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے فیض پایا۔ اکثر ایسے واقعات ہیں جن میں خالص ہو کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی دی اور حیرت انگیز طور پر ان کی ضروریات کو نہ صرف اللہ تعالیٰ نے پورا کیا بلکہ بڑھا کر دیا۔ بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اس بات کی بھی

پروا نہیں کی کہ اپنی اور اپنے بچوں کی بھوک کس طرح مٹائیں گے لیکن چند منٹ کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر ان کی بھوک کو مٹانے کے سامان پیدا کر دیے۔ جو ان کے پاس تھا اس سے بہت بڑھ کر دے دیا اور یوں یہ بات ان کے ایمان میں مزید تقویت کا ذریعہ بن گئی۔ پس یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے وہ لوگ جن کی بے شمار مثالیں آج ہمیں جماعت احمدیہ میں ہی نظر آتی ہیں۔

گنی کناکری کے صدر اور مبلغ انچارج نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے میرا جو گذشتہ سال کا وقفِ جدید کا خطبہ تھا وہ مسجد میں پڑھ کے سنایا جس میں مَیں نے مالی قربانی کی اہمیت کو بیان کیا تھا اور اس حوالے سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات پیش کیے تھے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے پانچ ذرائع میں سے ایک ذریعہ جہاد بالمال کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں یعنی مال کی محبت بھی ہو اور خدا تعالیٰ کی محبت بھی ہو اور اس کے علاوہ بعض واقعات بھی میں نے سنائے تھے جو عموماً میں مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات سنایا کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد ایک غریب اور مخلص احمدی موسیٰ قبا (Muossa Kaba) صاحب نے اپنی جیب میں جتنے پیسے تھے نہایت اخلاص کے ساتھ وقف جدید کی مدّ میں ادا کر دیے جبکہ وہ اس سے پہلے اپنا چندہ ادا کر چکے تھے۔ جب رقم کا پوچھا گیا کہ کتنی ہے تو کہنے لگے جو جیب میں تھا میں نے نکال کے دے دیا اب خود ہی گن لیں۔ **میں نے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے دیا ہے گنتی کر کے نہیں دیا۔** جب گنتی کی گئی تو پچاسی ہزار فرانک کی رقم تھی۔ جب انہیں کہا گیا کہ اس میں سے کچھ **رقم واپس رکھ لیں۔ آپ نے گھر بھی جانا ہے۔** سب ہی آپ نے جیب میں سے نکال کے دے دیے ہیں۔ کرایہ بھی آپ کے پاس نہیں رہا تو کہنے لگے کہ آپ نے سنا نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا آج مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت کے سہارے جینے دیں۔ اور خوشی خوشی پیدل اپنے گھر چلے گئے۔

تو یہ ہیں وہ نظارے جنہیں دیکھ کر مبلغ صاحب نے بھی لکھا ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے۔ کیسی مخلص جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے۔ لوگ خطبات سنتے ہیں اور سن کے کہہ دیتے ہیں ہاں جی ہم نے سن لیا ہے۔ لیکن اس گہرائی سے اس بات کو نوٹ کرنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دو محبتیں دل میں نہیں رہ سکتیں تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ میری جیب میں مال پڑا ہو اس کی محبت بھی میں رکھوں اور فوری طور پہ اس پر عمل بھی کر دیا۔ لوگ کہتے ہیں ان کو سمجھ نہیں آتی۔ یہ ہے گہرائی سے کسی بات کو سننا اور اس پر عمل کرنا۔ کیسے عجیب قربانی کے نظارے ہیں۔ یہ بھی شرائط بیعت کے مطابق ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے وفا کا عہد پورا کرنا ہے۔ کوئی شکوہ نہیں کرنا۔ اس ادائیگی سے قربانی کی خوشی ہوئی کہ وفا کے ساتھ قربانی کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ ہم جماعت کا نام دنیا سے مٹا دیں گے۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت کرنے والوں اور وفا کرنے والوں کو مٹا سکے۔ اللہ تعالیٰ پھر ایسی محبت کرنے والوں کو اپنے ساتھ چمٹاتا ہے اور دشمن کی خاک کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

جماعت احمدیہ فرانس کی ایک خاتون ڈنیوا (Dieneba) صاحبہ ہیں کچھ عرصہ قبل انہوں نے بیعت کی

تھی۔ ان کو فیملی کے ساتھ بھی کافی مشکلات کا سامنا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے مالی قربانی میں چاہے وہ وقفِ جدید ہو، تحریکِ جدید ہو، مسجد فنڈ ہو ہمیشہ حصہ لینے کی کوشش کی ہے اور **چندوں کی برکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا** ہے۔ کہتی ہیں اس سال میں نے وقف جدید چندے کی ادائیگی کی، تو حالات اس طرح کے تھے کہ میں اچھی جاب کے لیے ایک لمبے عرصہ سے کوشش کر رہی تھی لیکن کوئی جاب نہیں مل رہی تھی۔ کہتی ہیں کہ جس دن میں نے چندہ وقف جدید کی ادائیگی کی ہے دس منٹ کے بعد ہی مجھے فون کے ذریعہ ایک بہت بڑی کمپنی کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی کہ ان کے ہاں مجھے جاب مل گئی ہے۔ کہتی ہیں ان تمام چندوں کی ادائیگی کے فوراً بعد اور خاص طور پر وقفِ جدید کی ادائیگی کے فوراً بعد کام کا حصول یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لیے ایک نشان ہے۔

قازقستان کے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ لوکل معلم جسلان صاحب کی اہلیہ نے چند سال پہلے بیعت کی تھی۔ اس دفعہ اپنی سالگرہ کے موقع پر سات ہزار ٹینگے (Tenge، لوکل کرنسی ہے) تحریک جدید اور وقف جدید میں آدھی آدھی کر کے دے دی۔ وہ بیان کرتی ہیں... اس رقم کی ادائیگی کے ایک ہفتے کے بعد ہی مجھے ستر ہزار ٹینگے کی رقم مل گئی جس کی مجھے کوئی امید بھی نہیں تھی۔ **اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کی تو اس نے دس گنا بڑھا کے واپس کر دیا۔** بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔ ہمارے ساتھ تو ایسا واقعہ پیش نہیں آتا۔ ان کو چاہیے کہ استغفار بھی کریں اور اپنے دلوں کو ٹٹولیں کہ کیا اس قربانی کے وقت ان کی نیت خالصۃً للہ قربانی کی تھی؟ اگر تھی تو پھر شکوہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پھر تو اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کی توفیق عطا فرمائی۔ بس اللہ تعالیٰ نے دینا تھا۔ کس طریقے سے دینا ہے وہ دے دے گا۔ ہو سکتا ہے آج نہیں تو کل دے دے گا لیکن جن کی نیت ہی یہ ہوتی ہے ان کو پھر شکوے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ تھوڑ دل ایسے کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تو پھر نمازیں بھی بوجھ لگ رہی ہوتی ہیں۔

ماسکو کے ایک دوست ہیں عبدالرحیم صاحب۔ کہتے ہیں کہ نوکری کے معاملے میں میری قسمت ہمیشہ خراب رہی ہے۔ جہاں بھی کام ملتا وہاں تنخواہ اتنی کم ہوتی کہ ساری فیملی کا گزارہ مشکل ہو جاتا۔ ایک مرتبہ تو ایک ماہ کی تنخواہ بھی ادا نہیں کی گئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ میری تنخواہ میں اضافہ ہونے لگ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہے کہ مجھے چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرنے چاہئیں۔ چنانچہ میں نے چندے ادا کرنے شروع کر دیے۔ جتنے چندے تھے باقاعدگی سے دینے شروع کر دیے۔ ان کی ادائیگی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مزید فضل کیا اور مجھے ایک ایسی نوکری کی پیشکش ملی جس کا میں دو سال سے انتظار کر رہا تھا اور اللہ کے فضل سے اب مجھے چندہ وقف جدید کی ادائیگی کی بھی توفیق ملی ہے اور مجھے خاص طور پر اس بات کا ادراک ہو گیا ہے کہ **چندوں کی ادائیگی میں مستقل مزاجی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کی آمدنی بڑھاتا چلا جاتا ہے** اور آمدنی کا مستقل انتظام بھی فرما دیتا ہے اور یہ کہ میں اللہ کا بڑا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے چندوں کے شاملین میں، چندہ جات میں، جماعتی چندہ جات میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

سیر الیون سے واٹر لو (Waterloo) ریجن کے مبلغ افتخار صاحب۔ کہتے ہیں کہ چندہ وقفِ جدید کی وصولی کے بارے میں مختلف جماعتوں کے دورہ جات کیے۔ احباب جماعت کو بتایا کہ ہماری طرف سے آپ کو چندوں

کی اہمیت بتانے میں سستی ہوئی ہے، تحریک جدید کے چندے کے اعلان کے وقت میں نے اعلان کیا تھا کہ **سیر الیون میں کافی استعداد ہے، پوٹینشل (Potential) ہے اور اگر وہ چاہیں تو اپنے چندوں میں بہتری کر سکتے ہیں۔** چنانچہ اس پیغام کو لے کے وہ جماعتوں میں گئے اور انہوں نے کہا کہ خلیفۃ المسیح کا یہ پیغام ہے کہ سیر الیون کافی بڑی اور پرانی جماعت ہے اور افراد جماعت قربانیاں کرنے کے لیے تیار ہیں۔ سستی ہے تو عہدیداروں کی طرف سے ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پیغام سن کے احباب جماعت میں ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا اور انہوں نے نہ صرف یہ کہ وقفِ جدید کے چندے ادا کر دیے بلکہ دوسرے چندہ جات میں بھی اضافہ کے ساتھ ادائیگی کی۔ Newton ایک جگہ ہے وہاں اٹھارہ گھرانوں میں رابطہ کیا جس کے نتیجہ میں تیرہ لاکھ لیون ایک ہی دن میں وصول ہو گئے۔ دو احمدی سکولوں کے طلباء نے تین لاکھ لیون ایک ہی دن میں وقف جدید میں ادا کر دیے اور مزید دو لاکھ لیون کا بعد میں اضافہ کر دیا۔ Newton میں ایک بچی مسلمہ فوفونہ (Muslima Fofanah) نے پچاس ہزار لیون ادا کیے اور کہا کہ اس کے لیے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کی درخواست کریں۔ کہتے ہیں پانچ طالب علموں نے مجھے بتایا کہ مزدوری کرنے پر جو اجرت ملی تھی انہوں نے پچاس ہزار لیون وقف جدید میں پیش کر دیے۔ پس یہ ہیں **وہ لوگ جو خلیفۂ وقت کے حکم پر لبیک کہنے والے ہیں۔** کبھی ملے نہیں، کبھی اس طرح آمنے سامنے بیٹھے نہیں لیکن ان کے دلوں میں خلافت سے محبت اور اس کا احترام ہے اور اسی لیے پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر اسی محبت کی ایک اَور مثال دیکھیں۔ Newton جماعت کی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے S. Bah کے گھر جا کر چندہ کی تحریک کی اور خطبہ کا اقتباس سنایا کہ سیر الیون میں افراد جماعت قربانیاں کرنے کے لیے تیار ہیں تو ان کی اہلیہ صاحبہ بڑی جذباتی ہو گئیں۔ انہوں نے کہا کہ خلیفۃ المسیح نے بالکل ٹھیک کہا ہے اور پھر کہتی ہیں لیکن مجبوری ہے کہ آج ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ کہتے ہیں ابھی بیٹھے ہوئے تھے کہ کہیں سے بالکل خلاف توقع کوئی رقم آ گئی جو انہوں نے اسی وقت سیکرٹری مال جو ان کے ساتھی تھے ان کو پکڑا دی کہ ہماری چندہ کی رسید کاٹ دیں۔ گننے پر پتہ لگا کہ دو لاکھ لیون ہیں جو انہوں نے سارے چندے میں ادا کر دیے۔ اور اس ادائیگی سے بہت مطمئن اور خوش تھیں۔ کوئی شکوہ نہیں تھا کہ ایسے غلط وقت میں آ گئے ابھی تو ہمیں خود ضرورت ہے۔ ہماری جو رقم آئی ہے وہ تم لے گئے۔ تو کہتے ہیں میں نے **ان سے کہا کہ رقم میں سے گھر میں کھانے پینے کے لیے بھی کچھ رکھ لیں۔ کہنے لگیں اب تو کچھ نہیں ہے۔ جو رقم آئی ہے چندہ میں ادا کر دی ہے۔ اب ہمیں کوئی پروا نہیں۔** لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی ادھار نہیں رکھا۔ کہتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ہی ان کو کہیں سے کچھ اَور رقم بھی آ گئی جو کافی رقم تھی اور پھر ان کے کھانے پینے کا بھی انتظام ہو گیا۔

قرغزستان کے مبلغ سلسلہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک مخلص قرغز احمدی قوبت (Kubat) صاحب بشکیک (Bishkek) میں رہتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے وقف جدید کے لیے ایک ہزار سُم (Som) دینے کا وعدہ کیا تھا۔ سُم قرغز کرنسی ہے۔ مالی سال ختم ہونے سے ایک ماہ قبل ہماری جماعت کے صدر صاحب نے خطبہ میں وقف جدید کے چندے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ کہتے ہیں انہوں نے خطبہ میں ہمارے خلیفۃ المسیح کے کسی گذشتہ خطبہ کے واقعات پڑھ کر سنائے تو کہتے ہیں میں نے اپنے کیے ہوئے وعدہ ایک ہزار سُم میں سے اس وقت تک صرف

دو سو سُم ادا کیے ہوئے تھے۔ مکمل ادائیگی کی ابھی توفیق نہیں ملی تھی۔ میری ایک بیمار بہن ہیں، حکومت اسے ہر ماہ چار ہزار سُم ادا کرتی ہے۔ اس روز جمعہ کے بعد میں اپنی بہن کی پینشن لینے بینک گیا۔ جب میں نے اے ٹی ایم مشین میں کارڈ ڈالا تو اکاؤنٹ میں دس ہزار سُم موجود تھے۔ ایک ہفتہ قبل میری والدہ نے حکومت کو ایک خط لکھا تھا کہ ہمارا گزارہ اس طرح نہیں ہوتا تو الاؤنس بڑھایا جائے تو میں سمجھا کہ یہ وہی رقم آئی ہے حکومت کی طرف سے۔ لیکن کہتے ہیں کہ آج صبح 29/ دسمبر کو حکومت کی طرف سے فون آیا کہ وعدہ کے مطابق آپ لوگوں کو ہم پانچ ہزار سُم دیں گے۔ اس طرح مزید پانچ ہزار سُم بھی مل گئے۔ اور کہتے ہیں میں نے چندہ بھی ادا کر دیا اور جو ہم پہلے خرچ کر چکے تھے یہ اس میں سے نکال لیا۔ **تو کہتے ہیں جو چندہ میں نے ادا کیا تھا یہ فوری طور پر اس کی برکت کا نتیجہ ہے۔** ہمیں نہیں پتہ لگا کہ وہ پہلے پیسے کہاں سے آئے تھے لیکن بہر حال ہمارے اکاؤنٹ میں آئے ہوئے تھے اور بینک نے کہا کہ یہ تمہارے ہی پیسے ہیں۔ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو یہ جو قربانیاں ہیں پھر ایمان میں ترقی کا باعث بنتی ہیں۔

تنزانیہ کے امیر صاحب کہتے ہیں کہ زنجبار (Zanzibar) جماعت سے خیر رشیدی صاحب ہیں۔ انہیں جب اس سال کے اختتام پہ وقف جدید کی یاددہانی کروائی گئی۔ تو انہوں نے لکھا کہ جب یہ یاددہانی ہوئی ہے اس وقت میرے پاس نہ کوئی نوکری تھی اور نہ ہی کوئی رقم لیکن میں نے مربی صاحب سے درخواست کی کہ آپ میرا نام مکمل ادائیگی کرنے والوں کی فہرست میں شامل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ خود ہی انتظام فرما دے گا۔ کہتے ہیں دو دن گزرے ہوں گے کہ مجھے ڈرائیور کی نوکری مل گئی اور پہلے ہی دن جو آمد ہوئی اس سے بآسانی میں نے اپنا اور اپنے بچوں کی طرف سے چندہ وقف جدید ادا کر دیا۔ **تو کہتے ہیں چندہ ادا کرنے کی نیت کی وجہ سے مستقل آمد کا میرا انتظام ہو گیا۔** پھر کہتے ہیں کہ یہ دیکھیں ایسی باتیں ہیں کہ ان باتوں سے پھر ہمارا ایمان بھی پختہ ہوتا ہے۔

تنزانیہ کے امیر صاحب ہی تحریر کرتے ہیں اِرینگا ریجن سے طٰہٰ صاحب نے بیان کیا کہ اس سال خاکسار کو چندہ وقف جدید کے حوالے سے غیر معمولی برکات مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ کہتے ہیں وقف جدید کا وعدہ تقریباً چھ لاکھ شلنگ (Shilling) تھا۔ نومبر میں مالی مشکلات کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مجھے خط لکھا کہ مجموعی طور پر ملکی اور کاروباری حالات بہت خراب ہیں اس لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے میں وقف جدید کا وعدہ مکمل کر سکوں۔ اب یہ لوگ جو خط مجھے لکھتے ہیں یہ بھی صرف ذاتی ضروریات کے لیے نہیں لکھتے، بلکہ یہ فکر کے ساتھ **لکھتے ہیں کہ دعا کریں کہ ہم اپنا چندہ ادا کر سکیں۔** آگے بعض واقعات آئیں گے کہ لوگ تو اس لیے نمازیں اور تہجد پڑھتے ہیں کہ ہم چندوں کی ادائیگی کر سکیں بجائے اس کے کہ اپنی ذاتی ضروریات پوری کریں۔ کہتے ہیں ابھی خط لکھا ہی تھا کہ دل میں سکون سا محسوس ہوا کہ ان شاء اللہ کچھ سامان ہو جائے گا اور ابھی خط لکھے ہوئے چوبیس گھنٹے ہی گزرے ہوں گے کہ کسی ریفرنس سے میرے پاس ایک دوست اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مشورہ اور کنسلٹیشن (consultation) کے لیے آئے۔ ان سے ملنے پر علم ہوا کہ پندرہ سال پہلے ہم دونوں کلاس فیلو بھی تھے۔ کہتے ہیں ان کے کام کے سلسلہ میں جو باتیں ہوئیں کاروباری باتیں ہوئیں۔ پھر مجھے ان کے ذریعہ سے ایک کنٹریکٹ مل گیا جو اس وقت چھ ملین شلنگ کا کنٹریکٹ تھا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے وعدے کی رقم سے کئی گنا زیادہ، دس گنا

بڑھا کر انتظام فرما دیا۔ چھ لاکھ کو چھ ملین کر دیا۔ ایڈوانس ملتے ہی سب سے پہلے میں نے وقفِ جدید کا وعدہ پورا کیا۔

زنجبار کے ایک نومبائع دوست جمعہ صاحب ہیں۔ سبزی منڈی میں مزدوری کا کام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب وقفِ جدید کے وعدے کی ادائیگی کے حوالے سے تحریک کی گئی تو ان دنوں سامان لانے والی گاڑیوں کی آمد و رفت بند ہو گئی تھی۔ سامان کی گاڑیوں پر لوڈنگ اَن لوڈنگ کرتے ہیں۔ مالی حالات تنگ تھے۔ جس طرح میں نے کہا تھا ناں اب یہ مزدور آدمی ہے، غریب آدمی ہے یہ دعا نہیں کر رہا کہ میری ضروریات پوری ہو جائیں، میرا پیٹ بھرنے کے سامان ہو جائیں بلکہ کہتے ہیں میں نے کچھ دن تہجد میں اللہ تعالیٰ سے چندوں کی ادائیگی کے لیے خاص دعا کی۔ تہجد میں اٹھ کے دعا کی تو صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں مالی قربانی میں پیچھے نہ رہوں۔ چنانچہ وقفِ جدید کا سال ختم ہونے سے صرف تین دن پہلے یہ سلسلہ کاروبار جو کہ بند ہوا ہوا تھا دوبارہ شروع ہو گیا اور انہیں تقریباً تین لاکھ شلنگ کی آمد ہوئی جس سے کہتے ہیں مجھے اپنا اور اپنے بچوں کا چندہ ادا کرنے کی توفیق ملی۔ یہ ذکر نہیں کہ گزارہ کرنے کے لیے ہمیں رقم مل گئی بلکہ یہ کہ میرا اور میرے بچوں کا چندہ ادا ہو گیا۔ کہتے ہیں جب سے میں نے بیعت کی ہے چندہ جات کی ادائیگی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے میرے مال میں خاطر خواہ برکت عطا فرمائی ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کو فکر ہے **تو چندوں کی ادائیگی کی اور تہجد میں جیسا کہ میں نے کہا خاص طور پر رو رو کر دعا کر رہے ہیں تو یہ کہ خدا تعالیٰ چندہ ادا** کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک دنیادار انسان یہ باتیں سن کر کہہ سکتا ہے یہ تو پاگل پن ہے لیکن دنیادار کی نظر میں یہی جو بیوقوف لوگ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے اور پھر ان کی ضرورتیں خود ہی پوری کرتا ہے۔

رپورٹس میں عجیب عجیب واقعات ملتے رہتے ہیں۔ گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں: نارتھ بنک ریجن کے ایک گاؤں کے دکاندار ابراہیم صاحب بڑے کامیاب تاجر تھے اور لوگ اپنی امانتیں وغیرہ ان کے پاس رکھوایا کرتے تھے اور اس وقت یہ غیر احمدی تھے۔ بعض وجوہات کی بنا پر اچانک دیوالیہ ہو گئے اور انہوں نے اپنے کاروبار کو بچانے کے لیے لوگوں کی امانتوں میں سے بھی خرچ کر لیا۔ جب انہیں خطرہ ہوا کہ وہ امانتیں بھی واپس نہیں کر پائیں گے تو اپنے آبائی ملک گنی کناکری چلے گئے۔ ملک چھوڑ کے دوڑ گئے اور تین سال تک گنی کناکری رہے۔ پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں واپس جانا چاہیے۔ دل میں نیکی تھی تو یہی فیصلہ کیا کہ واپس جا کے حالات کا مقابلہ کر لیں گے اور لوگوں کے قرضے کسی نہ کسی طرح واپس کرنے چاہئیں چنانچہ انہوں نے گاؤں کے چیف اور ڈسٹرکٹ چیف کو فون کیا اور ایک موقع دینے کی منت سماجت کی کہ مجھے موقع دو، مجھے واپس آنے دو۔ گرفتار نہ کرنا تو میں کوشش کروں گا کہ میں سارے قرضے ادا کر دوں۔ چنانچہ چیف نے اس شرط پہ واپس آنے کی اجازت دی کہ وہ محنت کر کے کمائیں گے اور لوگوں کی امانتیں واپس کریں گے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو جیل بھیج دیا جائے گا۔ کہتے ہیں انہیں آئے ہوئے ابھی چار ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ ان تک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچا جسے سن کر انہوں نے احمدیت قبول کر لی اور باقاعدگی سے چندہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ مالی تحریکات میں بھی حصہ لینے لگے۔ جو آمد ہوتی تھی اس میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ڈالتے رہتے تھے اور **اللہ تعالیٰ کے فضل سے چندے کی ادائیگی سے ان کے کام میں اتنی برکت پڑی** کہ دو سال کے عرصہ میں انہوں نے نہ صرف اپنے تمام قرض ادا کر دیے جو کہ دو لاکھ ڈلاسی (Dalasi) تھے بلکہ اپنا

مکان بھی تعمیر کر لیا اور دکان بھی دوبارہ سے قائم کر لی اور اب ان کا کام پہلے سے بہت بڑھ کر ترقی کر رہا ہے اور وہ خود کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ چندے کی برکات سے ہوا ہے۔

آسٹریلیا جماعت کی ایک لجنہ ممبر ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم نئے گھر میں شفٹ ہوئے تو ہمارے مالی حالات اچھے نہیں تھے۔ گھر کا کرایہ بھی زیادہ تھا۔ میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ ضروری سامان خرید سکوں اور دوسری طرف چندے کا سال بھی ختم ہو رہا تھا۔ میں نے اللہ پہ توکل کرتے ہوئے چندہ ادا کر دیا اور دعا کی کہ اے اللہ کسی کی محتاجی نہ ہو خود میری ضروریات پوری کر دے۔ یہ دنیادار ملک میں رہنے والی خاتون ہے۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی غریب ملک میں تھیں۔ کہتی ہیں اسی دن شام کو میرے شوہر آئے اور مجھے لا کر کچھ پیسے دیے اور کہنے لگے کہ مجھے آج میرے افسر سے یہ بونس ملا ہے اور سارے ملازمین میں سے یہ صرف مجھے ہی ملا ہے اور کسی کو نہیں ملا، جو میرے چندے کی رقم سے دوگنی رقم تھی۔ یہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل اور احسان تھا کہ میں حیران رہ گئی اور **مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاطر کی گئی قربانی کرنے والے کو کبھی بے یارومددگار نہیں چھوڑتا۔**

انڈیا، بھارت سے قمر الدین صاحب، یہ انسپکٹر ہیں لکھتے ہیں کہ مالی سال کے اختتام پر ناظم وقف جدید کے ہمراہ دورے پہ جماعت کالی کٹ پہنچا۔ اس دوران ایک احمدی حنیف صاحب کے گھر بھی گئے۔ انہوں نے آٹھ سال قبل بیعت کی تھی اور معمولی مزدوری کر کے گزر بسر کرتے ہیں۔ ان کے گھر پہنچے تو **ان کا دس سال کا بیٹا مدلاج علی اپنے بگی اور گولک لے کر آیا اور وقفِ جدید میں جمع کرواتے ہوئے** بتایا کہ یہ چندہ اس نے وقف جدید کے لیے سال بھر اکٹھا کیا ہے۔ جب بگی کو کھولا گیا تو اس میں بڑی رقم تھی۔ ناظم صاحب نے اس بچے سے دریافت کیا کہ عموماً بچے پیسے اپنی پسند کی چیزیں خریدنے کے لیے جمع کرتے ہیں یہ تم چندہ وقف جدید میں کیوں دے رہے ہو؟ اس پر اس بچے نے جواب دیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے کرام تو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہیں اس لیے یہ رقم چندہ وقف جدید میں دے رہا ہوں۔ یہ ہے احمدی بچوں کی تربیت۔ جس جماعت کے بچوں کی یہ سوچ ہو اور اس طرح تربیت ہو اس کو یہ مخالفین احمدیت کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ مخالفین چاہے جتنا بھی زور لگا لیں لیکن یہ جماعت خدا تعالیٰ نے اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے قائم فرمائی ہے۔ اس لیے ہر موقع پر خدا تعالیٰ ہی سنبھالتا ہے اور مدد فرماتا ہے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل کے دل میں اس کی محبت اور اس کے مقاصد کی تکمیل کی تڑپ پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔

تنزانیہ کے امیر صاحب لکھتے ہیں ہمسایہ ملک ملاوی (Malawi) کی منگوچی (Manguchi) جماعت سے معلم لکھتے ہیں کہ ایک دوست ابراہیم صاحب گوشت کا کاروبار کرتے ہیں۔ انہوں نے اس سال چندہ وقف جدید کے لیے پانچ ہزار آٹھ سو ملاوین کواچا (Kwacha) وعدہ کیا۔ دوران سال تھوڑا تھوڑا ادا کرتے رہے۔ دسمبر تک کچھ حصہ ادا کرنا باقی تھا لیکن ملکی حالات کی وجہ سے **کاروبار بند ہو گیا۔ انہوں نے ادھار لے کر وعدہ مکمل کر دیا۔** ایک ہفتے کے بعد انہوں نے کام دوبارہ شروع کرنے کے لیے ایک بکری خریدی تا کہ اس کا گوشت بیچ سکیں اور چند دنوں میں ہی اتنی برکت پڑی کہ ان کا تمام قرض ادا ہو گیا۔ تو غریب لوگ بھی جس توکل اور قربانی کے جذبے سے چندہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ

بھی پھر فضل فرما دیتا ہے۔ اب ملک کے حالات تو ویسے ہی تھے، اَور ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے حالات بدل دیے۔

ملاوی کی جماعت موالا (Mwala) کے معلم کہتے ہیں: ہماری جماعت میں ایک بیوہ خاتون مَٹِنْبَا (Matemba) صاحبہ ہیں۔ ہر سال اپنی حیثیت کے مطابق چندہ ادا کرتی ہیں۔ اس سال وقف جدید کے لیے کچھ رقم کا وعدہ کیا اور دوران سال ہی دیگر خواتین سے پہلے ہی مکمل ادائیگی کرنے کی توفیق بھی حاصل کی۔ جس دن ادائیگی مکمل کی اسی رات خواب میں دیکھا کہ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ آج سے تمہارے کاموں میں خدا مدد کرے گا۔ چنانچہ اگلے دن وہ معلم صاحب کے پاس آئیں اور چندہ وقف جدید میں زائد ادائیگی کر دی۔ **وہ کہتی ہیں کہ چندہ کی برکت سے خدا تعالیٰ میری فصل میں بہت اضافہ فرما دیتا ہے** اور اب تو مجھے اس نے خود ہی کہہ دیا ہے خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ کس طرح بعض دفعہ اللہ تعالیٰ فوری طور پر ایمان میں ترقی کے سامان بھی پیدا فرما دیتا ہے۔

البانیا کے مبلغ نومبائعین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک دوست ماریگلین بیا (Mariglen Beja) صاحب ہیں۔ تین سال قبل انہوں نے بیعت کی تھی۔ جماعت کے سیکرٹری تبلیغ بھی ہیں۔ بہت فعال خادم ہیں۔ ایک دن موصوف اپنے ساتھ ایک ڈبہ لے کر آئے جو پیسوں سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک ماہ سے یہ ڈبہ اپنی گاڑی میں اس نیت سے رکھا ہوا تھا کہ جتنی بچت ہوتی جائے گی وہ اس میں جماعت کے چندہ کے لیے ڈالتے جائیں گے۔ چنانچہ **پہلی دفعہ جب وہ بھرا ہوا ڈبہ لے کر آئے تو ایک حصہ اپنے چار ماہ کے بیٹے بیورن بیا (Bjorn Beja) کی جانب سے تحریکِ جدید اور وقفِ جدید میں دیا** اور باقی اپنی طرف سے تحریکِ جدید میں اور وقفِ جدید میں اور لازمی چندہ جات میں ادا کیا۔ اس کے بعد سے ہر ماہ پیسوں کا ڈبہ بھر کر لاتے ہیں اور وقفِ جدید کے موقع پر دسمبر کے آخر میں آخری جمعہ پر بھی انہوں نے اپنی استطاعت کے مطابق کافی بڑی رقم کی مالی قربانی کی ہے۔ احمدی ہونے کے بعد قربانی کا ایک جوش پیدا ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے دیکھتے ہیں۔

یوکے سے چیم (Cheam) کے صدر جماعت کہتے ہیں کہ ہمارے ٹارگٹ میں کافی کمی تھی۔ میں اس حوالے سے تہجد میں اٹھ کر دعا کرتا تھا۔ ایک دن میری اہلیہ نے بتایا کہ فلاں شخص یا فلاں فیملی جو ہے ان کو اگر کہو گے تو تمہیں مزید ادائیگی ہو جائے گی۔ چنانچہ ان سے رابطہ کیا گیا تو اس فیملی نے کہا کہ ہمارا نام ظاہر نہ کرنا اور ایک ہزار پاؤنڈ کی ادائیگی کر دی۔ اس کے علاوہ ایک ہزار پاؤنڈ اپنے دونوں بچوں کی طرف سے ادا کیے۔ پھر کہا کہ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کو ضرورت ہو تو بھی بتائیں۔

یوکے سے ہی لجنہ اسلام آباد کی سیکرٹری وقفِ جدید ہیں، کہتی ہیں یونیورسٹی سے گریجوایشن کرنے کے بعد بچوں کی پرورش میں مصروف تھی۔ اب میرے بچے پانچ اور آٹھ سال کے ہو چکے ہیں۔ تمام چندے خاوند کی آمد سے ہی ادا ہوتے تھے۔ میرے اپنے اکاؤنٹ میں صرف بچوں کے چائلڈ بینیفٹ (child benefit) آتے تھے۔ میں خیال کرتی تھی کہ جتنا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر لوں اسے حقیقی مالی قربانی نہیں کہہ سکتی۔ چنانچہ میں نے اس سال ستمبر میں اپنے پرسنل اکاؤنٹ (Personal account) سے چندہ جات کے لیے سٹینڈنگ آرڈر کے ذریعہ چندہ وصیت اور تحریک جدید اور وقف جدید کے علاوہ اپنی دادی اور چچا کی طرف سے بھی چندے ادا کرنے شروع کر

دیے۔ ماہانہ اقساط اتنی مقرر کیں کہ واقعۃً میری آمد کے مطابق وہ حقیقی قربانی ہو۔ اسی ماہ میں نے بچوں کے سکول میں بطور ٹیچر اسسٹنٹ جاب کی درخواست جمع کروادی کہ آگے مزید کام کرنے کے لیے کچھ تجربہ حاصل کر لوں لیکن کامیابی کی کوئی امید نہیں تھی۔ کہتی ہیں کہ جس دن میرے اکاؤنٹ سے پہلی چندے کی رقم کی ادائیگی ہوئی ہے اس سے اگلے روز مجھے سکول سے انٹرویو کی کال آئی۔ جب اکاؤنٹ سے دوسری ادائیگی ہوئی تو مجھے اسسٹنٹ ٹیچر کی بجائے سکول والوں نے ایک اَور اہم رول دے دیا جس سے میری آمد دس گنا بڑھ گئی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ **صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کا نتیجہ ہے۔**

مبلغ فرہاد صاحب جرمنی سے ہیں، وہ کہتے ہیں لوکل عمارت ویزبادن (Wiesbaden) کے ایک خادم نے بتایا کہ وہ تحریک جدید کا چندہ ادا کر چکے تھے بلکہ جو رقم وقفِ جدید میں ادا کرنی تھی وہ بھی اضافی چندہ میں تحریکِ جدید میں ادا کر دی تھی۔ اسی مہینے ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے خط آ گیا کہ آپ کے ذمہ آٹھ سو یورو ز ہیں جو آپ نے ادا کرنے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کہتے ہیں میں نے ہمت کر کے وقفِ جدید کا چندہ ادا کر دیا کہ ٹھیک ہے قرض لے کے ٹیکس بھی دے دیں گے۔ اس کے چند ہفتوں بعد ہی ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کا خط آیا کہ ہم نے دوبارہ آپ کے کاغذات کا جائزہ لیا ہے آپ کے ذمہ کوئی رقم نہیں ہے بلکہ ہم نے آپ کو چار ہزار چار سو یورو واپس کرنے ہیں۔ اور کچھ دن کے بعد ہی کہتے ہیں میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، نقصان ہوا، کسی نے نقصان کر دیا تو اس کے بھی مجھے چار ہزار سات سو یورو مل گئے۔ اس طرح تھوڑی سی ہمت کر کے میں نے چندہ میں جو اضافہ کیا تھا، جو ادائیگی کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کی ادائیگی کے سامان پیدا کر دیے۔ اب اس کو **چاہے کوئی اتفاق کہے لیکن ایک مومن جانتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کا نتیجہ ہے۔**

کینیڈا کی صدر لجنہ کہتی ہیں کہ ایک بہن بیان کرتی ہیں کہ تین سال پہلے ان کے خاوند اپنی تعلیم میں مصروف تھے۔ نوکری کے ساتھ باہر کی تمام ذمہ داری ان پر آن پڑی۔ اس تھکا دینے والی روٹین نے انہیں مضمحل کر دیا۔ وہ بیمار رہنے لگیں۔ اسی دوران جب وقف جدید، تحریک جدید کے وعدوں کا ٹائم آیا تو انہوں نے اپنی آمدنی سے دوگنا وعدہ لکھوا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کی جاب ختم ہو گئی۔ شدید تنگ دستی کا شکار ہو گئیں۔ کریڈٹ کارڈ سے اخراجات پورے کرنے لگیں۔ سال کے آخر میں جب چندے ادا کرنے کا وقت آیا تو بحالت مجبوری اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے انہوں نے کریڈٹ کارڈ سے ہی چندوں کی ادائیگی بھی کر دی۔ خدا تعالیٰ نے عجیب قدرت دکھائی کہ انہی دنوں میں انہیں بینک سے معلوم ہوا کہ ان کی کریڈٹ پروٹیکشن انشورنس ہے اور اگر جاب چلی گئی ہے تو اس کے لیے درخواست دے سکتی ہیں۔ اس طرح ان کے کریڈٹ کارڈ کی تمام ادائیگی کا بندوبست ہو گیا اور ساتھ ہی انہیں نئی نوکری بھی مل گئی جو پہلی نوکری سے زیادہ بہتر تھی۔ مالی حالات بہتر ہونے لگے۔ انہوں نے پہلے سے بڑھ کر لازمی چندوں کی ادائیگی کی، طوعی وعدہ جات کو بھی بڑھا دیا اور اسی دوران ان کے خاوند کی بھی تعلیم مکمل ہو گئی اور ان کو بھی اچھی جاب مل گئی تو انہوں نے اپنی جاب چھوڑ دی اور خاوند کی جاب سے ہی گزارہ ہونے لگا۔

انڈونیشیا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ امین صاحب کے اہل خانہ کی ہمیشہ خواہش ہوتی تھی کہ رمضان کے مہینے

میں اپنے وقفِ جدید اور تحریکِ جدید کے چندے ادا کر دیں۔ اس سال آمدنی کم تھی، وعدہ پورا کرنا بظاہر ناممکن تھا۔ مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینے میں روزے کے ساتھ انہیں خود دیکھا ہے کہ وہ روزانہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ پہاڑی علاقے میں چار کلو میٹر کا سفر طے کر کے اپنے کینڈل نٹ (candlenut) کے کھیت میں جاتے تا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے وعدہ جات پورے کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے رمضان کے اندر ہی اپنا دو لاکھ کا وعدہ پورا کر دیا اور اتنی رقم بغیر سخت جدوجہد کے اکٹھی کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ مبلغ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیا چیز مجبور کرتی ہے کہ آپ روزے کے ساتھ اتنی مشقت کرتے ہیں۔ اس پر یہ کہنے لگے کہ میں اور میرے اہل خانہ صرف خلیفہ وقت کے احکامات پر عمل کر کے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

برکینا فاسو کے ریجن اِکایا کی ایک جماعت ہے۔ وہاں کے ایک دوست نیانپا (Nianpa) صاحب ہیں، ان کو بیعت کیے دس سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے لیکن چندوں کی ادائیگی میں کمزور تھے۔ گھر میں اکثر بیماری اور تنگی کے حالات رہتے تھے۔ کچھ عرصہ سے انہوں نے چندہ جات خاص طور پر تحریکِ جدید اور وقفِ جدید میں باقاعدگی سے ادائیگی کرنی شروع کر دی جس کی وجہ سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے ہاں تنگی جاتی رہی بلکہ جو بیماریاں تھیں ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی اور اس سال انہوں نے بڑھ چڑھ کر وقفِ جدید میں حصہ لیا اور جو لوگ انہیں کام نہیں دیتے تھے وہ خود چل کر ان کے پاس کنٹریکٹ کرنے آئے اور کام دیا۔ ادریس صاحب کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا فضل ہی ہے کہ اس نے وقفِ جدید کے ذریعہ سے مال بڑھانے کا سبب عطا فرمایا۔ تو یہ ہیں اللہ تعالیٰ **کے قرض کو بڑھا کر واپس دینے کے انداز۔**

یہ چند واقعات میں نے بیان کیے ہیں۔ ایسے بے شمار واقعات ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعت کے افراد کے ساتھ ایسا سلوک رکھے اور وہ اخلاص و وفا سے قربانیاں بھی دیتے رہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے نظارے بھی دکھاتا رہے۔

اب میں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے گزرے ہوئے سال کے کچھ اعداد و شمار پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترسٹھواں سال 31/ دسمبر 2020ء کو ختم ہوا اور چونسٹھواں سال یکم جنوری سے شروع ہو گیا۔ اللہ کے فضل سے جماعت کو اس سال کے دوران میں ایک کروڑ پانچ لاکھ تیس ہزار پاؤنڈز (10,530,000) کی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ یہ وصولی گذشتہ سال سے آٹھ لاکھ ستاسی ہزار پاؤنڈز زیادہ ہے۔ الحمدللہ۔ اب یہ کسی انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ یہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔

اس سال بھی برطانیہ دنیا کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے اول ہے۔ انہوں نے اللہ کے فضل سے کافی اضافہ کیا ہے۔ برطانیہ کی لجنہ اماء اللہ اللہ کے فضل سے بڑی محنت سے کام کرتی ہے۔ اس دفعہ جس بڑی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اس سے لگتا ہے کہ اس سال مردوں نے بھی لجنہ کی طرح محنت کی ہے۔ دوسرے نمبر پر جرمنی ہے۔ گو انہوں نے بھی بڑا اضافہ کیا ہے لیکن ابھی برطانیہ ان سے بہت آگے ہے۔ پاکستان تو کرنسی کی وجہ سے بہت پیچھے جماعتوں میں چلا گیا ہے گو تیسرا نمبر ہی ہے لیکن بہرحال مجموعی طور پر ملکی کرنسی کے لحاظ سے یہاں

بھی ترقی ہے اور یہ لوگ قربانی کر رہے ہیں۔ پاکستان میں تو جان کی قربانی بھی دی جا رہی ہے۔ مال کی قربانی بھی، ذہنی قربانی بھی دی جا رہی ہے، مستقل ٹارچر ان کو مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی آسانیاں پیدا فرمائے۔ کینیڈا چوتھے نمبر پہ ہے۔ پھر امریکہ ہے۔ پھر بھارت ہے۔ پھر آسٹریلیا ہے۔ پھر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ پھر انڈونیشیا ہے۔ پھر گھانا ہے۔ افریقن ملکوں میں سے گھانا بھی اب بڑے ملکوں کے مقابلے میں پہلی دس جماعتوں کی فہرست میں آ گیا ہے۔

فی کس ادائیگی کے لحاظ سے امریکہ نمبر ایک ہے۔ پھر سوئٹزرلینڈ ہے۔ پھر برطانیہ ہے۔

افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے گھانا نمبر ایک ہے۔ پھر نمبر دو ماریشس۔ پھر نائیجیریا۔ پھر برکینا فاسو۔ پھر تنزانیہ، سیرالیون، گیمبیا، کینیا، مالی اور بینن ہے۔

ان کی شاملین کی تعداد چودہ لاکھ باون ہزار ہے۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی دس بڑی جماعتیں فارنہم (Farnham) نمبر ایک پر۔ پھر اسلام آباد نمبر دو۔ ووسٹر پارک (Worcester Park) نمبر تین۔ پٹنی (Putney) نمبر چار۔ برمنگھم ساؤتھ (Birmingham-South) پانچ۔ جلنگھم (Gillingham) چھ۔ ساؤتھ چیم (South Cheam) سات۔ مسجد فضل آٹھ۔ برمنگھم ویسٹ (Birmingham-West) نو اور نیو مولڈن (New Malden) دس۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلے پانچ ریجنز جو ہیں، نمبر ایک پر بیت الفتوح۔ پھر مسجد فضل۔ پھر اسلام آباد۔ پھر مڈلینڈز (Midlands)۔ پھر بیت الاحسان۔

دفتر اطفال کے لحاظ سے پہلی دس جماعتوں میں فارنہم (Farnham) نمبر ایک۔ پھر اسلام آباد نمبر دو۔ پھر روہیمپٹن ویل (Roehampton Vale)۔ بیت الفتوح۔ پھر مچم پارک (Mitcham Park)۔ گلاسگو (Glasgow)۔ چیم (Cheam)۔ گلفرڈ (Guildford)۔ ووسٹر پارک (Worcester Park)۔ برمنگھم ساؤتھ (Birmingham South)۔

چھوٹی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے دس جماعتیں لیمنگٹن سپا۔ (Leamington Spa) سپن ویلی (Spen Valley)۔ بورن متھ (Bournemouth)۔ برٹن اپان ٹرینٹ (Burton-upon-Trent)۔ پیٹر برا (Peterborough)۔ کونٹری (Coventry)۔ ایڈنبرا (Edinburgh)۔ کیتھلی (Keighley)۔ سوانزی (Swansea)۔

جرمنی کی پانچ لوکل امارات ہیمبرگ (Hamburg) نمبر ایک پر۔ پھر فرینکفرٹ (Frankfurt)۔ پھر ویزبادن (Wiesbaden)۔ پھر گراس گیراؤ (Gross Gerau)۔ پھر ڈٹسن باخ (Dietzenbach)۔

چندہ بالغان وقف جدید میں پہلی دس جماعتیں جرمنی کی رویڈرمارک (Rödermark)۔ پھر نوئس (Neuss)۔ پھر نیدا (Nidda)۔ پھر مہدی آباد۔ پھر مائنز (Mainz)۔ کوبلنز (Koblenz)۔ ہناؤ (Hanau)۔ لانگن (Langen)۔ فلورس ہائم (Flörsheim)۔ بینز ہائم (Bensheim)۔ پینی برگ (Pinneberg)۔

دفتر اطفال میں پہلے پانچ ریجنز ہیسن زُوڈاُوسٹ(Hessen-Süd-Ost)۔ہیسن مِٹے(Hessen-Mitte)۔ رائن لینڈ فالز(Rheinland-Pfalz)۔ ویسٹ فالن(Westfalen) ۔ تاؤنس(Taunus) ۔

پاکستان کی پہلی تین جماعتیں نمبر ایک لاہور۔ نمبر دو ربوہ۔ نمبر تین کراچی۔ چندہ بالغان میں اضلاع کی پوزیشن یہ ہے اسلام آباد نمبر ایک۔ نمبر دو راولپنڈی۔ نمبر تین سرگودھا۔ پھر گجرات۔ گوجرانوالہ۔ عمر کوٹ۔ حیدرآباد۔ پشاور۔ میرپور خاص۔ ڈیرہ غازی خان۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلی دس جماعتیں ڈیفنس لاہور۔ اسلام آباد شہر۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ کلفٹن کراچی۔ دارالذکر لاہور۔ گلشن اقبال کراچی۔ سمن آباد لاہور۔ عزیز آباد کراچی۔ راولپنڈی شہر۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔

دفتر اطفال میں پاکستان کی تین بڑی جماعتوں میں اول لاہور۔ پھر دوم کراچی۔ پھر سوم ربوہ۔ دفتر اطفال میں اضلاع کی پوزیشن یہ ہے کہ اسلام آباد۔ گوجرانوالہ۔ پھر سرگودھا۔ پھر شیخوپورہ۔ فیصل آباد۔ ڈیرہ غازی خان۔ گجرات۔ پھر عمر کوٹ۔ پھر نارووال۔ پھر بہاولنگر۔

کینیڈا کی امارتیں جو ہیں نمبر ایک پہ وان(Vaughan) ۔ پھر پیس ولیج(Peace Village) ۔ پھر وینکوور(Vancouver) ۔ پھر بریمٹن ویسٹ(Brampton-West) ۔ پھر ٹورنٹو ویسٹ(Toronto-West) ۔ کینیڈا کی دس بڑی جماعتیں بریڈ فورڈ(Bradford)۔ ڈرہم(Durham) ۔ ملٹن ایسٹ(Milton-East) ۔ ایڈمنٹن ویسٹ(Edmonton West) ۔ ونڈسر(Windsor) ۔ ملٹن ویسٹ(Milton-West) ۔ رجائنا(Regina)۔ آٹواویسٹ(Ottawa-West)۔ ائیر ڈری(Airdrie) ۔ ایبٹس فورڈ(Abbotsford) ۔

اطفال کی نمایاں امارتیں وان (Vaughan) نمبر ایک پر۔ پھر ٹورانٹو ویسٹ(Toronto-West) ۔ پھر پیس ولیج(Peace Village) ۔ پھر کیلگری(Calgary) ۔ پھر بریمپٹن ویسٹ(Brampton-West) ۔ اطفال میں جو جماعتیں ہیں بریڈ فورڈ (Bradford) نمبر ایک۔ پھر ڈرہم(Durham) ۔ پھر ملٹن ویسٹ (Milton-West)۔ لندن(London) ۔ ہملٹن ماؤنٹین(Hamilton Mountain) ۔

وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی دس جماعتیں ہیں: میری لینڈ(Maryland) ۔ پھر لاس اینجلیس Los) (Angeles۔ پھر سیئٹل(Seattle) ۔ پھر سیلیکون ویلی(Silicon Valley) ۔ پھر بوسٹن(Boston) ۔ پھر آسٹن(Auston) ۔ اوش کوش(Oshkosh) ۔ سیراکوس(Syracuse) ۔ راچسٹر(Rochester) ۔ مِنی سوٹا (Minnesota)۔

دفتر اطفال کے لحاظ سے دس جماعتیں میری لینڈ(Maryland) ۔ لاس اینجلیس(Los Angeles) ۔ سیئٹل(Seattle) ۔ اورلینڈو(Orlando) ۔ سیلیکون ویلی(Silicon Valley) ۔ آسٹن(Aston) ۔ اوش کوش(Oshkosh) ۔ مِنی سوٹا(Minnesota) ۔ لاس ویگاس(Las Vegas)۔ فچ برگ(Fitchburg) ۔

بھارت کی جماعتیں۔ جو صوبہ جات ہیں ان میں نمبر ایک کیرالہ۔ پھر تامل ناڈو۔ پھر جموں کشمیر۔ پھر تلنگانہ۔ کرناٹکا۔ اڈیشہ۔ پنجاب۔ ویسٹ بنگال۔ دہلی۔ اتر پردیش۔ اور جو جماعتیں ہیں۔ کومبا ٹور۔ پھر قادیان۔ پھر

پاٹھاپریام۔ حیدرآباد۔ کلکتہ۔ بنگلور۔ کالی کٹ۔ کَنُّور ٹاؤن۔ رشی نگر۔ کیرنگ۔

آسٹریلیا کی دس جماعتیں جو ہیں ملبرن لانگ وارِن(Melbourne Langwarrin) ۔ کاسل ہل (Castle Hill)۔ مارسڈن پارک(Marsden Park) ۔ میلبورن بیرک(Melbourne Berwick) ۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ(Adelaide South) ۔ ماؤنٹ ڈروئٹ(Mount Druitt) ۔ پینرتھ(Penrith) ۔ پرتھ(Perth)۔ لوگن ایسٹ(Logan-East) ۔ بلیک ٹاؤن(Blacktown)۔

بالغان میں آسٹریلیا کی جماعتیں ہیں ملبرن لانگ وارِن(Melbourne Langwarrin) ۔ کاسل ہل (Castle Hill)۔ مارسڈن پارک(Marsden Park) ۔ ملبرن بیرک(Melbourne Berwick) ۔ پینرتھ(Penrith) ۔ ماؤنٹ ڈروئٹ(Mount Druitt) ۔ بلیک ٹاؤن(Blacktown) ۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ (Adelaide South)۔ پرتھ (Perth) اور کینبرا(Canberra) ۔

اطفال میں آسٹریلیا کی جماعتیں ہیں ملبرن لانگ وارِن(Melbourne Langwarrin) ۔ ایڈیلیڈ (Adelaide)۔ ملبرن بیرک(Melbourne Berwick) ۔ ماؤنٹ ڈروئٹ(Mount Druitt) ۔ لوگن ایسٹ(Logan-East) ۔ پینرتھ(Penrith) ۔ کاسل ہل(Castle Hill) ۔ ملبرن ایسٹ (Melbourne-East)۔ پرتھ (Perth) اور ایڈیلیڈ ویسٹ(Adelaide-West) ۔

اللہ تعالیٰ ان سب قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔ ان کو روحانی ترقی بھی عطا فرمائے اور یہ لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے ہوں۔

ان دنوں میں دوبارہ جیسا کہ میں تحریک کر رہا ہوں پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی خاص طور پر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور فرمائے۔ ان کی پریشانیوں کو دور فرمائے۔ مخالفین کے ہاتھوں کو ان تک پہنچنے سے روکے اور جن مخالفین کی اصلاح نہیں ہونی اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کے سامان کرے۔ اسیر ان کی جلد رہائی کے بھی سامان پیدا فرمائے جس میں الجزائر کے اسیر ان بھی شامل ہیں۔ الجزائر میں بھی کافی مخالفت ہے۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی سکون کے سامان پیدا فرمائے۔

خاص طور پر دعاؤں، نوافل اور صدقات پہ زور دیں۔ پاکستان کے عمومی لحاظ سے مجموعی حالات بھی امن کے لحاظ سے ٹھیک نہیں ہیں ان کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ امن کے حالات وہاں پیدا کرے اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے پہ جو لگے ہوئے ہیں اور دہشت گردی اور فتنہ اور فساد ہے اس کو اللہ تعالیٰ جلد ختم کرنے کے سامان پیدا فرمائے۔ وہاں کی انتظامیہ اور حکومت کو بھی عقل دے کہ وہ حقیقی رنگ میں عوام کی خدمت کرنے والے ہوں اور انصاف سے کام لینے والے ہوں۔ اسی طرح دنیا کے عمومی حالات کے بارے میں بھی دعا کریں جو بہت تیزی سے بگڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب انسانیت پر رحم فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 29/ جنوری 2021ء جلد 28 شمارہ 09 صفحہ 05 تا 10)

3

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 15/ جنوری 2021ء بمطابق 15/ صلح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت علیؓ کے فرمودات و مناقب:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا آج بھی آپؓ کا ذکر ہی ہو گا اور آج آپ کے بارے میں جو معلومات، جو مواد میں نے اکٹھا کیا ہوا تھا وہ مکمل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "حضرت امام حسین صاحبؓ نے ایک دفعہ سوال کیا" یعنی حضرت علیؓ سے "کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت حسین علیہ السلام نے اس پر بڑا تعجب کیا اور کہا کہ ایک دل میں دو محبتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں؟ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ وقت مقابلہ پر آپؓ کس سے محبت کریں گے؟ فرمایا "حضرت علیؓ نے فرمایا" اللہ سے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 57)

اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

"حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ سے ایک سوال کیا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت حسنؓ نے پھر سوال کیا کہ کیا آپ کو خدا تعالیٰ سے بھی محبت ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت حسنؓ نے کہا تب تو آپ ایک رنگ میں شرک کے مرتکب ہوئے۔ شرک اسی کو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت میں کسی اور کو شریک بنا لیا جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حسنؓ! میں شرک کا مرتکب نہیں ہوں۔ مَیں بیشک تجھ سے محبت کرتا ہوں لیکن جب تیری محبت خدا تعالیٰ کی محبت سے ٹکرا جائے تو میں فوراً اسے چھوڑ دوں گا۔"

(قرونِ اولیٰ کی نامور خواتین اور صحابیات کے ایمان افروز... انوار العلوم جلد 21 صفحہ 623)

پھر حضرت مصلح موعودؓ حضرت علیؓ کے بارے میں ایک جگہ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضرت علیؓ کو جب کوئی بڑی مصیبت پیش آتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یَا کٰھٰیٰعٓصٓ اِغْفِرْلِیْ۔ یعنی اے کٰھٰیٰعٓصٓ! مجھے معاف فرما دے۔" (تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 17)

اُمّ ہانی کی ایک روایت کے مطابق ان مقطعات کے یہ معنی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاف قائم مقام صفت کافی کا ہے، ہاء قائم مقام صفت ہادی کا ہے اور عین قائم مقام صفت عالم یا علیم کی ہے اور ص

قائم مقام صفت صادق کی ہے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 17)

یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! تُو کافی ہے۔ تُو ہادی ہے۔ تُو علیم ہے اور تُو سچا ہے، صادق ہے۔ تیری تمام صفات کا واسطہ ہے کہ مجھے بخش دے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "مفسرین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے ایک نوکر کو آواز دی مگر وہ نہ بولا۔ آپؓ نے بار بار آواز دی مگر پھر بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لڑکا اتفاقاً آپؓ کو سامنے نظر آ گیا تو آپ نے اس سے پوچھا

مَا لَكَ لَمْ تُجِبْنِي

کہ تجھے کیا ہو گیا کہ میں نے تجھے اتنی بار بلایا مگر تُو پھر بھی نہیں بولا۔

قَالَ لِثِقَتِيْ بِحِلْمِكَ وَاَمْنٍ مِنْ عُقُوْبَتِكَ فَاسْتَحْسَنَ جَوَابَهٗ وَاَعْتَقَهٗ۔

اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ مجھے آپ کی نرمی کا یقین تھا اور آپ کی سزا سے میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں نے آپ کی بات کا جواب نہ دیا۔ حضرت علیؓ کو اس لڑکے کا یہ جواب پسند آیا تو آپ نے اسے آزاد کر دیا۔" (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 255)

اب کوئی دنیادار ہوتا تو شاید اسے سزا دیتا کہ تُو میری نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن آپؓ نے اس کو انعام سے نوازا۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت علیؓ کے بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ کو ایک شخص پڑھایا کرتا تھا۔ حضرت علیؓ ایک دفعہ اپنے بچوں کے پاس سے گزرے تو آپؓ نے سنا کہ آپؓ کے بچوں کو ان کا استاد خَاتِمَ النبیین پڑھا رہا تھا۔ **حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے بچوں کو خَاتِمَ النبیین نہ پڑھاؤ بلکہ خَاتَمَ النبیین پڑھایا کرو**" یعنی 'ت' کے نیچے زیر کے بجائے 'ت' کے اوپر زبر کے ساتھ پڑھاؤ۔ "یعنی بیشک یہ دونوں قراءتیں ہیں لیکن مَیں خَاتَمَ النبیین کی قراءت کو زیادہ پسند کرتا ہوں کیونکہ خَاتَمَ النبیین کے معنی ہیں نبیوں کی مہر اور خَاتِمَ النبیین کے معنی ہیں نبیوں کو ختم کرنے والا۔ میرے بچوں کو تاء کی زبر سے پڑھایا کرو۔"

(فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 404)

پھر حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں "حضرت علیؓ کی نسبت بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قرآن شریف کے حافظ تھے بلکہ انہوں نے **قرآن شریف کے نزول کی ترتیب کے لحاظ سے** قرآن لکھنے کا کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد شروع کر دیا تھا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 429)

ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی صحابیؓ نے کھانے پر بلایا۔ بعض صحابہؓ بھی مدعو تھے جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ آپؓ کی عمر نسبتاً چھوٹی تھی "حضرت علی کی عمر چھوٹی تھی "اس لئے بعض صحابہؓ کو آپ سے مذاق کی سوجھی۔ وہ کھجوریں کھاتے جاتے تھے اور گٹھلیاں حضرت علیؓ

کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ جوان تھے کھانے میں مصروف رہے اور اس طرف نہیں دیکھا۔ جب دیکھا تو گٹھلیوں کا ڈھیر آپؐ کے سامنے لگا ہوا تھا۔ صحابہؓ نے مذاقاً حضرت علیؓ سے کہا تم نے ساری کھجوریں کھالی ہیں!! یہ دیکھو! ساری گٹھلیاں تمہارے آگے پڑی ہیں۔ حضرت علیؓ کی طبیعت میں بھی مذاق تھا۔ چڑچڑا پن نہیں تھا۔ چڑچڑا پن ہوتا تو آپ صحابہؓ سے لڑ پڑتے اور کہتے کہ آپ مجھ پر الزام لگاتے ہیں یا مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ سمجھ گئے کہ یہ مذاق ہے جو اُن سے کیا گیا ہے۔" حضرت علیؓ نے سوچا کہ "اب میری خوبی یہ ہے کہ میں بھی اس کا جواب مذاق میں دوں۔" چنانچہ "آپؓ نے فرمایا: آپ سب گٹھلیاں بھی کھا گئے ہیں لیکن مَیں گٹھلیاں رکھتا رہا ہوں" کہ آپ سب لوگ جب کھا رہے تھے تو گٹھلیوں سمیت کھجوریں کھا گئے ہیں لیکن میں نے گٹھلیاں رکھی ہوئی ہیں "اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ گٹھلیوں کا ڈھیر میرے سامنے پڑا ہے۔ صحابہؓ پر یہ مذاق الٹ پڑا۔"

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 259-260)

حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ حضرت علیؓ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ "حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ حضرت علیؓ نے لقمہ دیا۔ نماز کے بعد آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ تمہارا کام نہ تھا۔ غلطی کی طرف توجہ دلانے کے لئے میں نے آدمی مقرر کئے ہوئے ہیں۔"

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 299)

نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے تو کہیں آگے پیچھے ہو گیا ہو گا اور حضرت علیؓ نے لقمہ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کے لیے مقرر کیے ہوئے ہیں تم نہ دو۔ حالانکہ حضرت علیؓ بھی کافی عالم تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"قرآن کریم میں حکم ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی مشورہ لو تو پہلے صدقہ دے لیا کرو۔ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے اس حکم سے پہلے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مشورہ نہ لیا تھا مگر جب یہ حکم نازل ہوا تو حضرت علیؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ رقم بطور صدقہ پیش کر کے عرض کیا کہ میں کچھ مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الگ جا کر حضرت علیؓ سے باتیں کیں۔ کسی دوسرے صحابی نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ کیا بات تھی جس کے متعلق آپؓ نے مشورہ لیا؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ کوئی خاص بات تو مشورہ طلب نہ تھی مگر میں نے چاہا کہ قرآن کریم کے اس حکم پر بھی عمل ہو جائے۔"

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 752)

یہ تھے صحابہ کے طریق۔ ایک جگہ یہ واقعہ اس طرح بھی ملتا ہے کہ ایک صحابی لوگوں کے گھروں میں جایا کرتے تھے کہ قرآن کریم کا یہ جو حکم ہے کہ اگر تمہیں کوئی گھر والا کہے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ۔ کہتے ہیں میں نے کئی دفعہ کوشش کی بلکہ بعض دفعہ روزانہ کوشش کی، کسی نہ کسی گھر میں جاتا کہ کوئی مجھے کہے کہ واپس چلے جاؤ اور میں خوشی خوشی واپس آجاؤں تا کہ قرآن کریم کے حکم کی تعمیل ہو جائے لیکن میری یہ خواہش کبھی پوری نہیں

ہوئی۔ کسی گھر والے نے کبھی مجھے یہ نہیں کہا کہ واپس چلے جاؤ۔

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد15 صفحہ199 سورۃ النور زیر آیت 29 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 2006ء)

آج کل اگر ہم کسی کو کہیں کہ مصروف ہیں، واپس چلے جاؤ یا ملاقات نہیں ہو سکتی تو لوگ بُرا مان جاتے ہیں لیکن صحابہ کا تقویٰ یہ تھا کوشش کرتے تھے کہ قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کریں۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کسی غرض کے لئے **صحابہؓ سے چندہ مانگا۔ حضرت علیؓ باہر گئے گھاس کاٹا اور اسے بیچ کر جو قیمت ملی وہ چندہ میں دے دی۔**"

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 357)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک دفعہ واقعات بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ غالباً اپنے درس میں بیان فرمایا تھا کہ حضرت علامہ عبید اللہ صاحب بسمل ایک چوٹی کے شیعہ عالم تھے۔ اتنے بزرگ اور اتنے علم میں گہرے اور متبحر کہ جب یہ احمدی ہو گئے تو اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ہی نہیں بعد میں پارٹیشن تک، پارٹیشن کے بعد بھی ان کی بعض کتب ابھی تک تدریس کے طور پر شیعہ مدرسوں میں پڑھائی جارہی ہیں کیونکہ مجھے یاد ہے خلیفۃ المسیح الرابع کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شیعہ دوست میرے پاس گفتگو کے لیے آئے جب میں وقفِ جدید میں ہوتا تھا تو گفتگو کے بعد انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا اور اللہ کے فضل سے احمدی ہو گئے۔ اس فیصلہ کے بعد انہوں نے بتایا کہ میں پہلے آپ کو بتایا نہیں کرتا تھا۔ پہلے وہ ایک شیعہ عالم تھے، ان کا مجھے عہدہ یاد نہیں مگر وہ شیخوپورہ کے کسی گاؤں یا فیصل آباد کے کسی گاؤں، ان کے بازو کے علاقے کے تھے کہیں کے، انہوں نے بتایا کہ مَیں شیعوں میں یہ مرتبہ رکھتا ہوں، عالم ہوں۔ یعنی کہ یہ جو آدمی جنہوں نے بیعت کی ان کے بارے میں خلیفہ رابعؒ بتا رہے ہیں کہ وہ شیعہ عالم تھے۔ اور (وہ کہتے ہیں) میں عالم ہوں اور شیعوں میں کافی مرتبہ رکھتا ہوں لیکن آج میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ ابھی تک عبید اللہ صاحب بسمل کی کتب ہمارے مدرسوں میں پڑھائی جارہی ہیں۔ اتنا ان کا رعب ہے، ان کے علم کا اور ہمیں یہ لوگ بتاتے نہیں۔ خلیفہ رابع کہتے ہیں ہمیں یہ شیعہ لوگ نہیں بتاتے کہ کس طرح وہ بسمل صاحب کی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ آپ بتا رہے ہیں کہ مجھے تو ویسے پتہ لگ گیا ہے اس عالم کے ذریعہ سے۔ لیکن یہ وہاں پڑھاتے ہوئے نہیں بتاتے کہ وہ کون تھا اور بعد میں، بسمل صاحب کے ساتھ کیا ہوا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کیا اور ان ساری عزتوں کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا جو ان کو اس زمانے میں شیعہ مسلک سے حاصل تھیں۔ یہ ان کی کتب کا حوالہ ہے یعنی کسی معمولی آدمی کا حوالہ نہیں ہے۔ اس کتاب کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ حوالہ دے رہے ہیں۔ یہ ساری تمہید باندھ کے کہ البزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ جواب دیا کہ آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا ہوں پھر میں سب سے زیادہ بہادر کیسے ہوا؟ اب تم یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ حضرت علیؓ نے دوبارہ پوچھا۔ یہ بسمل صاحب نے ایک کتاب کے حوالے سے اپنی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ جناب ہم کو نہیں معلوم آپ ہی فرمائیں۔ آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **ارشاد کیا کہ سب سے زیادہ بہادر اور شجاع حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔** آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد کیا یعنی حضرت علیؓ نے ارشاد کیا کہ سب سے زیادہ بہادر اور شجاع حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سنو! جنگ بدر میں ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان بنایا تھا۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس سائبان کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دے۔ بخدا ہم میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا کہ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمشیر برہنہ کے ساتھ، شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے اور پھر کسی مشرک کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اگر کسی نے ایسی جرأت کی بھی تو آپ فوراً اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس لیے آپؓ ہی سب سے زیادہ بہادر ہیں یعنی حضرت ابو بکرؓ۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نرغے میں لے لیا اور وہ آپ کو گھسیٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو کہ خدا ایک ہے۔ حضرت علیؓ فرما رہے ہیں کہ خدا کی قسم! کسی کو مشرکین سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور مشرکین کو مار مار کر اور دھکے دے دے کر ہٹاتے جاتے اور فرماتے جاتے، تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو ایذا پہنچا رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے۔ یہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی چادر اٹھائی، چادر منہ پر رکھ کر اتنا روئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی بھیگ گئی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے۔ اے لوگو! بتاؤ کہ مومن آل فرعون اچھے تھے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھے ہیں۔ آل فرعون سے جو لوگ ایمان لائے انہوں نے اپنے پیغمبر پر اس قدر جاں نثاری نہیں کی جتنی ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے۔ لوگ یہ سن کر خاموش رہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ساعت آل فرعون کے مومن کی ہزار ساعتوں سے بہتر ہے اور بڑھ کر ہے اس لیے کہ وہ لوگ اپنا ایمان چھپاتے پھرتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار علی الاعلان کیا۔

(ماخوذ از درس القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بیان فرمودہ 16 فروری 1994ء صفحہ: 98-99)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو نصیحت کی۔ فرمایا اے علیؓ! اگر تیری تبلیغ سے ایک آدمی بھی ایمان لے آئے تو یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان تیری بھیڑوں اور بکریوں کا ایک بڑا بھاری گلّہ جا رہا ہو اور تُو اسے دیکھ کر خوش ہو۔"

(ہمارے ذمہ تمام دنیا کو فتح کرنے کا کام ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 464)

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سَلَمہؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ **فرماتے ہوئے سنا جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی** اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی

اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

(مجمع الزوائد جلد 09 صفحہ 126 کتاب المناقب، مناقب علی بن طالب حدیث 14757 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت زر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا۔ یقیناً نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مجھ سے عہد تھا کہ مجھ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار ..... الخ حدیث نمبر240)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ کی سی ہے جن سے یہودیوں نے اتنا بغض کیا کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھ دیا اور عیسائی لوگ آپؑ کی محبت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں اس قدر بڑھ گئے کہ انہوں نے آپؑ کو وہ مقام دے دیا جو کہ ان کا مقام نہ تھا۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا: خبردار! میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو محبت میں غلو کر کے مجھے وہ مقام دیں گے جو کہ میرا مقام نہیں ہے اور دوسرے وہ لوگ جو مجھ سے بغض رکھیں گے اور میری دشمنی میں مجھ پر بہتان باندھیں گے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد1 صفحہ 439 مسند علی بن ابی طالب حدیث1377 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت علیؓ فَے کے مال یعنی وہ مالِ غنیمت جو دشمن سے جنگ کیے بغیر ہاتھ لگے، اس کی تقسیم میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق کو اختیار کرتے تھے۔ آپؓ کے پاس جب بھی مال آتا تو آپؓ وہ سارے کا سارا تقسیم کر دیتے اور اس میں سے کچھ بھی بچا کر نہ رکھتے سوائے اس کے جو اس روز تقسیم ہونے سے رہ جاتا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ اے دنیا! جا میرے علاوہ کسی اَور کو جا کر دھوکا دے۔ آپ فَے کے مال میں سے نہ تو خود لیتے اور نہ کسی گہرے دوست یا عزیز کو اس میں سے کچھ دیتے۔ آپؓ گورنری اور عہدہ وغیرہ صرف دیانت دار اور امین لوگوں کو دیتے۔ جب آپ کو ان میں سے کسی کی خیانت کی خبر پہنچتی تو آپ ان کو یہ آیات لکھ کر بھیجتے۔

قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔(یونس:58)

یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت کی بات آچکی ہے اور

اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۔ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ۔ (ھود:86-87)

ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو اور لوگوں کی چیزیں ان کو کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں مفسد بنتے ہوئے بدامنی نہ پھیلاؤ۔ اللہ کی طرف سے جو تجارت میں بچتا ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سچے مومن ہو اور میں تم پر نگران نہیں ہوں۔ نیز اسے لکھتے جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو تمہارے پاس ہمارے جو اموال ہیں وہ سنبھال کر رکھنا یہاں تک کہ ہم تمہاری طرف کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو تم سے وہ اموال وصول کرے۔

پھر آپؓ اپنی نظریں آسمان کی طرف کر کے فرماتے اے اللہ! یقیناً تُو جانتا ہے کہ میں نے انہیں تیری

مخلوق پر ظلم کرنے اور تیرے حق کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

اَبْجَر بن جُرْمُوز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا مَیں نے حضرت علی بن ابو طالبؓ کو دیکھا کہ آپؓ کوفہ سے نکل رہے تھے اور آپؓ کے اوپر دو قِطْرِی چادریں تھیں۔ قِطر بحرین کی ایک بستی کا نام ہے جہاں سرخ دھاری دار چادریں بنتی تھیں۔ جن میں سے ایک کو آپ نے تہبند کے طور پر باندھا ہوا تھا اور دوسری کو اوپر لیا ہوا تھا۔ آپ کی تہبند نصف پنڈلی تک تھی۔ آپ ایک کوڑا تھامے ہوئے بازار میں چل رہے تھے اور لوگوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، سچی بات کہنے، عمدگی سے خرید و فروخت کرنے اور ماپ تول اور وزن کو پورا کرنے کی تلقین فرما رہے تھے۔

مُجَمِّعْ تَیْمِی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے بیت المال میں جتنا مال تھا وہ سارے کا سارا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر آپ کے حکم سے اس میں چونا کروایا گیا۔ پھر آپ نے اس میں اس امید پر نماز پڑھی کہ قیامت کے دن وہ آپ کے لیے گواہی دے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 03 صفحہ 1111 تا 1113 ذکر علی بن ابی طالب، دارالجیل بیروت 1992ء) (لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 575 نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

حضرت مصلح موعودؓ حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 7/دسمبر 1892ء کو اپنا ایک رؤیا بیان فرمایا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ مَیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں یعنی خواب میں ایسا معلوم کرتا ہوں کہ وہی ہوں۔ اور خواب کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک شخص اپنے تئیں دوسرا شخص خیال کر لیتا ہے سو اس وقت مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں علی مرتضیٰ ہوں اور ایسی صورت واقع ہے کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے اور اس میں فتنہ انداز ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہیں اور شفقت اور توجّہ سے مجھے فرماتے ہیں کہ:

یَا عَلِیُّ! دَعْهُمْ وَ اَنْصَارَهُمْ وَزِرَا عَتَهُمْ۔

یعنی اے علی! ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو چھوڑ دے اور ان سے منہ پھیر لے اور میں نے پایا کہ اس فتنہ کے وقت صبر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو فرماتے ہیں اور اعراض کے لئے تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تُو ہی حق پر ہے مگر ان لوگوں سے ترکِ خطاب بہتر ہے۔"

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 176)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے لشکر کی تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ ہتھیار اور جنگی سواریاں تو لوگوں میں تقسیم کروائے لیکن سامان و غلام اور لونڈیوں کو کوفہ واپس آنے پر ان کے مالکوں کو لوٹا دیا۔" (مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ، انوار العلوم جلد 23 صفحہ 363)

پھر ایک اَور حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کی نسبت حضرت عمرؓ کا زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دور

تھا۔ یہی حال حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا تھا۔ بیشک ان کا درجہ اپنے سے پہلے خلیفوں سے کم تھا لیکن ان کے وقت جو واقعات پیش آئے ان میں ان کے درجہ کا اتنا اثر نہیں تھا جتنا رسول کریمؐ کے زمانہ سے دور ہونے کا اثر تھا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت زیادہ تر وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی تھی لیکن بعد میں دوسروں کا زیادہ دخل ہو گیا۔ چنانچہ جب حضرت علیؓ سے **کسی نے پوچھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں تو ایسے فتنے اور** فساد نہ ہوتے تھے جیسے آپؓ کے وقت میں ہو رہے ہیں تو انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ماتحت میرے جیسے لوگ تھے اور میرے ماتحت تیرے جیسے لوگ ہیں۔"

(جماعت احمدیہ اور ہماری ذمہ داریاں، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 95)

پھر ایک اَور جگہ حضرت مصلح موعودؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ایک شخص اس زمانہ میں جبکہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان جنگ جاری تھی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ حضرت علیؓ کے زمانہ کی جنگوں میں کیوں شامل نہیں ہوتے حالانکہ قرآن کریم میں صاف حکم موجود ہے کہ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔ انہوں نے جواب دیا کہ..... ہم نے یہ حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں پورا کر دیا ہے جبکہ اسلام بہت قلیل تھا اور آدمی کو اس کے دین کی وجہ سے فتنہ میں ڈالا جاتا تھا یعنی یا تو اسے قتل کیا جاتا تھا یا عذاب دیا جاتا تھا یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا۔ پھر کسی کو فتنہ میں نہیں ڈالا جاتا تھا۔" (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 427-428)

یعنی اگر جنگیں تھیں تو دین بدلنے کے لیے تھیں اور ان کے خلاف تھیں جو دین بدلنا چاہتے تھے۔ اب یہاں تو دین قائم ہو گیا۔ اسلام قائم ہو گیا۔ عقیدے کا تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بعض نظریاتی اختلاف ہیں اس لیے میں جنگوں میں شامل نہیں ہوتا۔ بہر حال یہ ان کا اپنا ایک نظریہ تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "جب رومی بادشاہ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ کی خبر معلوم کر کے اسلامی مملکت پر حملہ کرنا چاہا تو حضرت معاویہؓ نے اسے لکھا کہ ہوشیار رہنا ہمارے آپس کے اختلاف سے دھوکہ نہ کھانا۔ **اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ کی طرف سے جو پہلا جرنیل تمہارے مقابلہ** کے لئے نکلے گا وہ میں ہوں گا۔" (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 430)

آپ نے اس کا ذرا تفصیل سے ذکر اس طرح بھی بیان فرمایا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب روم کے بادشاہ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں اختلاف دیکھا تو اس نے چاہا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجے۔ اس وقت رومی سلطنت کی ایسی ہی طاقت تھی جیسی اس وقت امریکہ کی ہے۔ اس کی لشکر کشی کا ارادہ دیکھ کر ایک پادری نے جو بڑا ہوشیار تھا کہا بادشاہ سلامت آپ میری بات سن لیں اور لشکر کشی کرنے سے اجتناب کریں۔ یہ لوگ اگرچہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن آپ کے مقابلے میں متحد ہو جائیں گے اور باہمی اختلاف کو بھول جائیں گے۔ پھر اس نے ایک مثال دی وہ بھی شاید اس نے تحقیر کے رنگ میں ہی دی ہو بہر حال کس نیت سے دی، تحقیر کی نیت سے یا ویسے ہی سمجھا ہو گا کہ یہ بہتر مثال ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کتے منگوائیں اور انہیں ایک عرصہ تک بھوکا رکھیں۔ پھر ان کے آگے گوشت ڈالیں وہ آپس میں لڑنے لگ جائیں گے۔ اگر آپ انہی کتوں پر شیر چھوڑ دیں تو وہ

دونوں اپنے اختلاف کو بھول کر شیر پر جھپٹ پڑیں گے۔ اس مثال سے اس نے یہ بتایا کہ تُو چاہتا ہے کہ اس وقت حضرت علی اور معاویہ کے اختلاف سے فائدہ اٹھالے لیکن مَیں یہ بتا دیتا ہوں کہ جب بھی کسی بیرونی دشمن سے لڑنے کا سوال پیدا ہو گا یہ دونوں اپنے باہمی اختلافات کو بھول جائیں گے اور دشمن کے مقابلے میں متحد ہو جائیں گے اور ہوا بھی یہی۔ جب حضرت معاویہ کو روم کے بادشاہ کے ارادے کا علم ہوا تو آپ نے اسے پیغام بھیجا کہ تُو چاہتا ہے کہ ہمارے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں پر حملہ کرے لیکن مَیں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میری حضرت علی کے ساتھ بیشک لڑائی ہے لیکن اگر تمہارا لشکر حملہ آور ہوا تو حضرت علی کی طرف سے اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے جو سب سے پہلا جرنیل نکلے گا وہ میں ہوں گا۔

(ماخوذ از مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع 1956ء میں خطابات، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 416-417)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ ہم میں سب سے بہتر قرآن پڑھنے والے اُبَی بن کعبؓ ہیں اور ہم میں سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ باب قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا حدیث 4481)

حضرت اُمّ عَطِیَّہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علیؓ بھی تھے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ! تُو مجھے موت نہ دینا جب تک کہ تو مجھے علیؓ کو دکھا نہ دے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 4 صفحہ 100 ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر بیروت 2003ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علیؓ کو ایک سریہ پر بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول اور جبرئیل تجھ سے راضی ہیں۔

(کنز العمال جلد 13 صفحہ 107 حدیث 36349 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

ایک جگہ ایک واقعہ آتا ہے کہ امیر معاویہ نے ضِرَار صُدَائِی سے کہا کہ مجھے حضرت علیؓ کے اوصاف بتاؤ۔ اس نے کہا کہ امیر المومنین! مجھے اس سے معاف فرمائیں۔ امیر معاویہ نے کہا تمہیں بتانا پڑے گا۔ ضرار نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر سنیں۔ خدا کی قسم! حضرت علیؓ بلند حوصلہ اور مضبوط قویٰ کے مالک تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے اور عدل سے فیصلہ کرتے تھے۔ آپ علم و معرفت کا بہتا چشمہ تھے اور آپ کی بات بات سے حکمت ٹپکتی تھی۔ آپؓ دنیا اور اس کی رونقوں سے وحشت محسوس کرتے اور رات اور اس کی تنہائی سے انس رکھتے تھے۔ آپؓ بہت رونے والے اور بہت غور و فکر کرنے والے انسان تھے۔ آپؓ مختصر لباس اور نہایت سادہ کھانا پسند کرتے تھے۔ آپ ہمارے درمیان ہمارے جیسے ایک عام شخص کی طرح رہتے تھے۔ ہم سوال کرتے تو آپ جواب دیتے اور کسی واقعہ کی بابت دریافت کرتے تو اس کے بارے میں بتاتے۔ خدا کی قسم! باوجودیکہ ہمارا ان سے اور ان کا ہم سے محبت اور قرب کا بڑا تعلق تھا مگر ہم ان کے رعب کی وجہ سے ان سے کم کم بات کرتے تھے۔ وہ دیندار لوگوں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو اپنے قرب میں جگہ دیتے تھے۔ کوئی طاقتور شخص یہ طمع نہیں رکھ سکتا تھا کہ وہ اپنی جھوٹی بات آپ سے منوالے گا اور کوئی کمزور شخص آپ کے عدل و انصاف سے مایوس نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم! بعض موقعوں پر میں نے دیکھا کہ

جب رات ڈھل جاتی اور ستارے ماند پڑ جاتے تو آپ اپنی داڑھی پکڑ کر ایسے تڑپتے جیسے سانپ کا ڈسا ہوا شخص تڑپتا ہے اور سخت غمگین شخص کی طرح روتے اور کہتے اے دنیا! جا تُو میرے سوا کسی اَور کو جا کر دھوکا دے۔ کیا تُو میرے منہ لگتی ہے اور مجھے بن سنور کر دکھاتی ہے۔ تُو جو چاہتی ہے وہ کبھی نہیں ہو گا، کبھی نہیں ہو گا۔ میں تو تمہیں تین طلاقیں دے چکا جن کے بعد کوئی رجوع نہیں ہوتا کیونکہ تیری عمر تھوڑی ہے اور تُو بے وقعت ہے۔ یہ تمثیلی زبان میں دنیا سے مخاطب ہیں کیونکہ تیری عمر تھوڑی ہے اور تُو بے وقعت ہے۔ آہ! زادِ راہ کم ہے اور سفر لمبا اور راستہ وحشت ناک ہے۔ آپ کی صفات کے بارے میں یہ ساری باتیں بتائیں تو یہ سن کر امیر معاویہ رو پڑے اور کہا۔ اللہ! ابوالحسن پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ اے ضِرار! علی کی وفات پر تمہیں کیسا غم ہوا؟ ضِرار نے کہا اس عورت کے غم جیسا جس کے بچے کو اس کی گود میں ہی ذبح کر دیا جائے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3 صفحہ 1107-1108 ذکر علی بن ابی طالب، دار الجیل بیروت 1992ء)

حضرت علیؓ کے قضائی فیصلے:

حضرت علیؓ کے قضائی فیصلے بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض بیان کرتا ہوں جو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا ایک واقعہ جو طبری نے لکھا ہے، بتاتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اس احتیاط پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ وہ واقعہ اس طرح ہے کہ عَدَل بن عثمان بیان کرتے ہیں۔" حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی ساری عربی عبارت ہی لکھی ہے میں اس وقت وہ عربی کی عبارت چھوڑ دیتا ہوں۔ ان شاء اللہ خطبہ چھپے گا تو اس وقت یہ لکھی جائے گی:

رَاَیتُ عَلِیًّا عَمَّ خَارِجًا مِن هَمْدَانَ فَرَاٰی فِئَتَیْنِ تَقْتُلَانِ فَفَرَّقَ بَیْنَهُمَا ثُمَّ مَضٰی فَسَمِعَ صَوْتًا یَاغَوْثًا بِاللّٰهِ فَخَرَجَ یَحُضُّ نَحْوَهٗ حَتّٰی سَمِعْتُ خَفْقَ نَعْلِهٖ وَهُوَ یَقُوْلُ اَتَاکَ الْغَوْثُ فَاِذَا رَجُلٌ یُلَازِمُ رَجُلًا فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِعْتُ مِنْ هٰذَا ثَوْبًا بِتِسْعَةِ دَرَاهِمَ وَشَرَطْتُ عَلَیْهِ اَنْ لَّا یُعْطِیَنِیْ مَغْمُوْرًا وَلَا مَقْطُوْعًا وَکَانَ شَرْطُهُمْ یَوْمَئِذٍ فَاَتَیْتُهٗ بِهٰذِهِ الدَّرَاهِمِ لِیُبَدِّلَهَا لِیْ فَاَبٰی فَلَزِمْتُهٗ فَلَطَمَنِیْ فَقَالَ اَبْدِلْهُ فَقَالَ بَیِّنَتُکَ عَلَی اللَّطْمَةِ فَاَتَاهُ بِالْبَیِّنَةِ فَاَقْعَدَهٗ ثُمَّ قَالَ دُوْنَکَ فَاَقِصَّ فَقَالَ اِنِّیْ قَدْ عَفَوْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُ اَنْ اَحْتَاطَهٗ فِیْ حَقِّکَ ثُمَّ ضَرَبَ الرَّجُلَ تِسْعَ دُرَّاتٍ وَقَالَ هٰذَا حَقُّ السُّلْطَانِ۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ ہمدان سے باہر مقیم تھے کہ اسی اثناء میں آپ نے دو گروہوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا اور آپ نے ان میں صلح کرا دی لیکن ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ آپ کو کسی شخص کی آواز آئی کہ کوئی خدا کے لیے مدد کو آئے۔ پس آپ تیزی سے اس آواز کی طرف دوڑے حتی کہ آپ کے جوتوں کی آواز بھی آ رہی تھی اور آپ کہتے چلے جاتے تھے کہ 'مدد آ گئی۔ مدد آ گئی۔' جب آپ اس جگہ کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے سے لپٹا ہوا ہے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو عرض کیا کہ اے امیر المومنین! میں نے اس شخص کے پاس ایک کپڑا نو درہم کو بیچا تھا اور شرط یہ تھی کہ کوئی روپیہ "یعنی جو درہم ہے وہ "مشکوک یا کٹا ہوا نہ ہو اور اس نے "خریدنے والے نے" اس کو منظور کر لیا تھا لیکن آج جو میں اس کو بعض ناقص روپے دینے کے لئے آیا" اس نے جب مجھے روپے دیے تو ان درہم میں سے بعض ناقص تھے۔ جب میں ان کو ناقص

روپے دینے کے لیے آیا" تو اس نے بدلانے سے انکار کر دیا۔ جب میں پیچھے پڑا تو اس نے مجھے تھپڑ مارا۔ آپ نے مشتری سے کہا کہ اس کو روپے بدل دے۔ "جو خریدار تھا اس کو یہ کہا اس کو روپے بدل کے دو۔ رقم بدل کے دو" پھر دوسرے شخص سے کہا کہ تھپڑ مارنے کا ثبوت پیش کر۔ جب اس نے ثبوت دے دیا تو آپ نے مارنے والے کو بٹھا دیا اور اس سے کہا کہ اس سے بدلہ لے۔

اس نے کہا اے امیر المومنین! میں نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تُو نے تو اس کو معاف کر دیا مگر مَیں چاہتا ہوں کہ تیرے حق میں احتیاط سے کام لوں۔ معلوم ہوتا ہے وہ شخص سادہ تھا اور اپنے نفع نقصان کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔" حضرت مصلح موعودؓ لکھ رہے ہیں۔ "اور پھر اس شخص کو" جس نے تھپڑ مارا تھا اس شخص کو "9 کوڑے مارے۔ اور فرمایا اس شخص نے تو تجھے معاف کر دیا تھا مگر یہ سزا حکومت کی طرف سے ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 362-363)

پھر ایک اَور واقعہ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک عمدہ مثال حضرت علیؓ کے عمل سے ملتی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک شخص نے دوسرے کو پیٹا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کو روکا اور مضروب کو کہا کہ اب تم اس کو مارو۔ مگر مضروب نے کہا کہ میں اس کو معاف کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے سمجھ لیا کہ ڈر کے مارے اس نے اسے مارنے سے انکار کیا ہے کیونکہ وہ مارنے والا بڑا جبار شخص تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا تم نے اپنا ذاتی حق معاف کر دیا ہے مگر میں اب قومی حق کو استعمال کرتا ہوں اور اسے اسی قدر پِٹوا دیا جس قدر کہ اس نے دوسرے کمزور شخص کو پیٹا تھا۔" (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 331)

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان کا ایک مقدمہ ایک اسلامی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا تو مجسٹریٹ نے حضرت علیؓ کا کچھ لحاظ کیا۔ آپؓ نے فرمایا یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے کی ہے "کہ میرا لحاظ کر رہے ہو" میں اور یہ اس وقت برابر ہیں۔" (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 516)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علیؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کیا آپ قوم کے سب سے فصیح و بلیغ واعظ اور ان لوگوں میں سے نہ تھے جو لفظوں میں جان ڈال دیتے ہیں؟ اپنی بلاغت اور حسن بیان کے زور سے اور سامعین کے لئے اپنی پُرکشش تاثیر سے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لینا آپ کے لئے محض ایک گھنٹے بلکہ اس سے بھی کم تر وقت کا کام تھا۔"

(سر الخلافۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 350، سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 89-90 شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔" (لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 294)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دیتے ہیں اور بہت سے امور خلافِ تقویٰ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ حِلْیَہ اِیْمَان سے بھی ان کو عاری سمجھتے ہیں۔" یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ ان

میں تو ایمان ہی نہیں تھا۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان کے زیور سے عاری تھے۔ "تو اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ صدیق کے لئے تقویٰ اور امانت اور دیانت شرط ہے تو یہ تمام بزرگ اور اعلیٰ طبقہ کے انسان جو رسول اور نبی اور ولی ہیں کیوں خدا تعالیٰ نے ان کے حالات کو عوام کی نظر میں مشتبہ کر دیا۔" کیوں یہ لوگ جو تھے ان کو صحیح طرح سمجھ نہیں آئی کیوں ان کی جو حالت تھی، ان کا جو سارا اسوہ تھا مشتبہ تھا؟" اور وہ اُن کے افعال اور اقوال کو سمجھنے سے اس قدر قاصر رہے کہ ان کو دائرہ تقویٰ اور امانت اور دیانت سے خارج سمجھا اور ایسا خیال کر لیا کہ گویا وہ لوگ ظلم کرنے والے اور مالِ حرام کھانے والے اور خون ناحق کرنے والے اور دروغ گوئی اور عہد شکن اور نفس پرست اور جرائم پیشہ تھے حالانکہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ نہ رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ نبی ہونے کا اور نہ اپنے تئیں ولی اور امام اور خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں لیکن بایں ہمہ کوئی اعتراض ان کے چال چلن اور زندگی پر نہیں ہوتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیا کہ تا اپنے خاص مقبولوں اور محبوبوں کو بدبخت شتاب کاروں سے جن کی عادت بدگمانی ہے مخفی رکھے جیسا کہ خود وجود اس کا اس قسم کی بدظنی کرنے والوں سے مخفی ہے۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 422 حاشیہ)

یعنی یہ کہنے والے خود بدبخت ہیں اور بدظنی کرنے والے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے خود اپنے آپ کو مخفی رکھا ہوا ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ پر بدظنی کرتے ہیں اسی طرح اس کے جو مقرب ہیں ان پر بھی خود یہ بدبخت لوگ اعتراض میں جلدی کرنے والے ہیں یہی لوگ اصل میں ایسے ہیں جن میں تقویٰ نہیں ہے اور یہ متقیوں پر الزام لگاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ حضرت علیؓ متلاشیان (حق) کی امید گاہ اور سخیوں کا بے مثال نمونہ اور بندگان (خدا) کے لئے حجۃ اللہ تھے۔ نیز اپنے زمانے کے لوگوں میں بہترین انسان اور ملکوں کو روشن کرنے کے لئے اللہ کے نور تھے لیکن آپ کی خلافت کا دور امن و امان کا زمانہ نہ تھا بلکہ فتنوں اور ظلم و تعدی کی تُند ہواؤں کا زمانہ تھا۔ عوام الناس آپ کی اور ابن ابی سفیان کی خلافت کے بارے میں اختلاف کرتے تھے اور ان دونوں کی طرف حیرت زدہ شخص کی طرح ٹکٹکی لگائے بیٹھے تھے اور بعض لوگ ان دونوں کو آسمان کے فرقدنامی دو ستاروں کی مانند تصور کرتے تھے اور دونوں کو درجہ میں ہم پلہ سمجھتے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ حق (علی) مرتضیٰؓ کے ساتھ تھا اور جس نے آپ کے دور میں آپ سے جنگ کی تو اس نے بغاوت اور سرکشی کی لیکن آپ کی خلافت اس امن کی مصداق نہ تھی جس کی بشارت خدائے رحمٰن کی طرف سے دی گئی تھی بلکہ (حضرت علی) مرتضیٰؓ کو ان کے مخالفوں کی طرف سے اذیت دی گئی اور آپ کی خلافت مختلف قسم اور طرح طرح کے فتنوں کے نیچے پامال کی گئی۔ آپ پر اللہ کا بڑا فضل تھا لیکن زندگی بھر آپ غمزدہ اور دل فگار رہے اور پہلے خلفاء کی طرح دین کی اشاعت اور شیطانوں کو رجم کرنے پر قادر نہ ہو سکے بلکہ آپ کو قوم کی طعن زنی سے ہی فرصت نہ ملی اور آپ کو ہر ارادے اور خواہش سے محروم کیا گیا۔ وہ آپ کی مدد کے لئے جمع نہ ہوئے بلکہ آپ پر پیہم ظلم ڈھانے پر یکجا ہو گئے اور اذیت دینے سے باز نہ آئے بلکہ آپ کی

مزاحمت کی اور ہر راستے میں بیٹھے اور آپ بہت صابر اور صالحین میں سے تھے مگر یہ ممکن نہیں کہ ہم ان کی خلافت کو اس (آیت استخلاف والی) بشارت کا مصداق قرار دیں کیونکہ آپ کی خلافت فساد، بغاوت اور خسارے کے زمانے میں تھی۔"

(سر الخلافۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 352-353، سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 95-96 شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔"

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 مکتوب بنام حضرت خان صاحب محمد علی خان صاحب مطبوعہ ربوہ)

پھر آپؑ حضرت علیؓ کے مقام و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "آپ "یعنی حضرت علی" رضی اللہ عنہ تقویٰ شعار، پاک باطن اور ان لوگوں میں سے تھے جو خدائے رحمان کے ہاں سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں اور آپ قوم کے برگزیدہ اور زمانے کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ خدائے غالب کے شیر، خدائے مہربان کے جوانمرد، سخی، پاک دل تھے۔ آپ ایسے منفرد بہادر تھے جو میدان جنگ میں اپنی جگہ نہیں چھوڑتے خواہ ان کے مقابلے میں دشمنوں کی ایک فوج ہو۔ آپ نے ساری عمر تنگدستی میں بسر کی اور نوع انسانی کے مقامِ زہد کی انتہا تک پہنچے۔ آپ مال و دولت عطا کرنے، لوگوں کے ہم و غم دور کرنے اور یتیموں، مسکینوں اور ہمسایوں کی خبر گیری کرنے میں اول درجے کے مرد تھے۔ آپ نے جنگوں میں طرح طرح کے بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ تیر اور تلوار کی جنگ میں آپ سے حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نہایت شیریں بیان اور فصیح اللسان بھی تھے۔ آپ کا بیان دلوں کی گہرائی میں اتر جاتا اور اس سے ذہنوں کے زنگ صاف ہو جاتے اور برہان کے نور سے اس کا چہرہ دمک جاتا۔ آپ قسما قسم کے انداز بیان پر قادر تھے اور جو آپ سے ان میں مقابلہ کرتا تو اسے ایک مغلوب شخص کی طرح آپ سے معذرت کرنا پڑتی۔ آپ ہر خوبی میں اور بلاغت و فصاحت کے طریقوں میں کامل تھے اور جس نے آپ کے کمال کا انکار کیا تو اس نے بے حیائی کا طریق اختیار کیا اور آپ لاچاروں کی غمخواریوں کی جانب ترغیب دلاتے اور قناعت کرنے والوں اور خستہ حالوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیتے۔ آپ اللہ کے مقرب بندوں میں سے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ فرقان (حمید) کے جام (معرفت) نوش کرنے میں سابقین میں سے تھے اور آپ کو قرآنی دقائق کے ادراک میں ایک عجیب فہم عطا کیا گیا تھا۔ میں نے عالمِ بیداری میں انہیں دیکھا ہے نہ کہ نیند میں۔ پھر (اسی حالت میں) آپ نے خدائے علام (الغیوب) کی کتاب کی تفسیر مجھے عطا کی اور فرمایا؛ یہ میری تفسیر ہے اور یہ اب آپ کو دی جاتی ہے۔ پس آپ کو اس عطا پر مبارک ہو "یعنی حضرت علیؓ نے یہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی اور فرمایا آپ کو اس عطا پر مبارک ہو۔" جس پر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔" حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ جس پر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا" اور وہ تفسیر لے لی اور میں نے صاحبِ قدرت عطا کرنے والے اللہ کا شکر ادا کیا اور میں نے آپ کو خَلق میں متناسب اور خُلق میں پختہ اور متواضع منکسر المزاج تاباں اور منور پایا اور میں یہ حلفاً کہتا ہوں کہ آپ مجھ سے بڑی محبت و الفت سے ملے اور میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آپ مجھے اور میرے عقیدے کو جانتے ہیں اور میں اپنے مسلک اور مشرب میں شیعوں سے جو اختلاف رکھتا ہوں وہ اسے بھی

جانتے ہیں لیکن آپ نے کسی بھی قسم کی ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی (مجھ سے) پہلو تہی کی بلکہ وہ مجھے ملے اور مخلص محبین کی طرح مجھ سے محبت کی اور انہوں نے سچے صاف دل رکھنے والے لوگوں کی طرح محبت کا اظہار فرمایا اور آپ کے ساتھ "یعنی حضرت علیؓ کے ساتھ "حسین بلکہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں اور سید الرسل خاتم النبیینؐ بھی تھے اور ان کے ساتھ ایک نہایت خوبرو، صالحہ جلیلۃ القدر، بابرکت، پاکباز، لائق تعظیم، باوقار، ظاہر و باہر نور مجسم جوان خاتون بھی تھیں جنہیں میں نے غم سے بھرا ہوا پایا لیکن وہ اسے چھپائے ہوئے تھیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ ہیں۔ آپ میرے پاس تشریف لائیں اور مَیں لیٹا ہوا تھا۔ پس آپ بیٹھ گئیں اور آپ نے میرا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور شفقت کا اظہار فرمایا اور مَیں نے دیکھا کہ وہ میرے کسی غم کی وجہ سے غمزدہ اور رنجیدہ ہیں اور بچوں کی تکالیف کے وقت ماؤں کی طرح شفقت و محبت اور بے چینی کا اظہار فرما رہی ہیں۔" اس بات پہ بھی بعض غیر از جماعت لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ یہ دیکھو جی۔ کیسی غلط بات کی ہے کہ ران پر سر رکھ لیا حالانکہ آپ نے یہ ماؤں کی مثال دی ہے اور اس سے پہلے جو باتیں کی ہیں اور وہ ساری جو صفات بیان کی ہیں اس کو اگر غور سے پڑھیں اور پھر یہ فقرہ دیکھیں کہ ماؤں کی طرح شفقت و محبت کی تو سارے اعتراض دور ہو جاتے ہیں لیکن گندی ذہنیت ہے اس لیے ان لوگوں میں اعتراض پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ بہرحال پھر آپ یعنی مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "پھر مجھے بتایا گیا کہ دین کے تعلق میں ان کے نزدیک میری حیثیت بمنزلہ بیٹے کے ہے اور میرے دل میں خیال آیا کہ ان کا غمگین ہونا "یعنی حضرت فاطمہؓ کا غمگین ہونا" اس امر پر کنایہ ہے جو مَیں قوم، اہل وطن اور دشمنوں سے ظلم دیکھوں گا۔

پھر حسن اور حسین دونوں میرے پاس آئے اور بھائیوں کی طرح مجھ سے محبت کا اظہار کرنے لگے اور ہمدردوں کی طرح مجھے ملے اور یہ کشف بیداری کے کشفوں میں سے تھا اور اس پر کئی سال گزر چکے ہیں اور مجھے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے ساتھ ایک لطیف مناسبت ہے اور اس مناسبت کی حقیقت کو مشرق و مغرب کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا اور **مَیں حضرت علیؓ اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں اور جو اُن سے عداوت رکھے اس سے مَیں عداوت رکھتا ہوں** اور بایں ہمہ مَیں جور و جفا کرنے والوں میں سے نہیں اور یہ میرے لئے ممکن نہیں کہ مَیں اس سے اعراض کروں جو اللہ نے مجھ پر منکشف فرمایا اور نہ ہی میں حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہوں۔ اگر تم قبول نہ کرو تو میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے اور اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان ضرور فیصلہ فرمائے گا اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سے سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔"

(سر الخلافۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 358-359، سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 108 تا 112 شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

یہاں اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ختم ہوتا ہے ان شاء اللہ آئندہ آگے شروع ہو گا۔

اس وقت میں یہ بھی ایک اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ان شاء اللہ نمازوں کے **بعد مَیں ایک نیا ٹی وی چینل لانچ کروں گا جو ایم ٹی اے گھانا کے نام سے چوبیس گھنٹے براڈکاسٹ** (broadcast) ہو گا۔ گھانا میں وہاب آدم سٹوڈیو 2017ء میں قائم ہوا تھا اور عبدالوہاب آدم صاحب مرحوم امیر مشنری انچارج گھانا تھے ان کے نام پر اس کا

نام رکھا گیا تھا۔ بہر حال ایم ٹی اے افریقہ چینلز کے موجودہ پروگراموں کا ساٹھ فیصد حصہ اس سٹوڈیو میں تیار ہوتا ہے۔ سٹوڈیو میں سترہ فل ٹائم (full time) کارکنان ہیں اور ساٹھ سے زیادہ رضاکار بھی ہیں جو مختلف محکموں میں تربیت یافتہ ہیں۔ وہاب آدم سٹوڈیو گھانا کے جدید ترین سٹوڈیوز میں سے ایک ہے اور اس میں کئی بہترین سہولیات مہیا ہیں۔ مختلف میڈیا تنظیمیں اور براڈکاسٹر تربیتی مقاصد اور کام کے تجربہ کے لیے اپنے عملے کو اس سٹوڈیو میں بھیجتے ہیں۔ سٹوڈیو نے بہت سے براہ راست پروگرام نشر کیے ہیں جن میں افریقہ کا پہلا قرآن کریم کی تلاوت کا مقابلہ اور رمضان المبارک کی نشریات شامل ہیں۔ ایم ٹی اے گھانا کے نام سے اب ایک نیا چینل لانچ کیا جارہا ہے۔ یہ گھانا میں ڈیجیٹل پلیٹ فارم پر چوبیس گھنٹے نشر ہونے والا نیا ملکی ٹی وی چینل ہو گا۔ ایم ٹی اے گھانا سیٹلائٹ ڈش کی ضرورت کے بغیر ایک عام ایریل (aerial) کے ذریعہ دیکھا جاسکے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گھانا کے لوگ عام انٹینا پر بھی بآسانی اس چینل تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ چینل اسی جگہ، اسی لوکیشن پر دستیاب ہو گا جہاں گھانا کے بڑے بڑے چینل موجود ہیں اور اس طرح ملک کے طول و عرض میں لاکھوں گھروں تک اس کی رسائی ہو گی اور تمام علاقے ساؤتھ سے لے کر نارتھ تک یہ کور (cover) کرے گا۔ ان شاء اللہ۔ گھانا کی مختلف زبانوں میں بھی وہاب آدم سٹوڈیو سے پروگرام تیار کیے جائیں گے جن میں انگریزی، چوئی (Twi)، گا (GA)، ہاؤسا اور دوسری زبانیں شامل ہیں۔ چینل کی ٹرانسمیشن اور شیڈیولنگ کا کام وہاں لجنہ کی رضاکار اور دیگر ٹیمیں کریں گی۔ اخلاقی اور تعلیمی اور تربیتی پروگرام بنائے جائیں گے۔ اس حوالے سے اسلام کی صحیح اور خوبصورت تعلیم سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس چینل کے ذریعہ سے ایم ٹی اے گھانا ملک میں ڈیجیٹل پلیٹ فارم پر اسلامی تعلیمات کے لیے مکمل طور پر وقف واحد چینل ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک جگہ ہمارے مخالفین راستہ بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ دوسری جگہ اَور کئی راستے کھول دیتا ہے۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے جماعت پر فضل۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جو بند راستے ہیں وہ بھی اپنے وقت پہ کھلیں گے۔ ان شاء اللہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں ساتھ ہی ساتھ خوشی کے سامان بھی پہنچا دیتا ہے۔ تو یہ چینل ان شاء اللہ تعالیٰ اس ملک کو کور کرے گا بلکہ ہمسایوں کے کچھ علاقوں کو بھی شاید کور کرے۔ ان شاء اللہ جیسا کہ میں نے کہا جمعہ کے بعد، نمازوں کے بعد مَیں اس کا افتتاح کروں گا۔

دوسری بات جیسا کہ میں آج کل توجہ دلا رہا ہوں۔ پاکستان اور الجزائر کے اسیر ان کے لیے خاص طور پر دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ پاکستان کے عمومی حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو وہاں سکون کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مخالفین احمدیت کو عقل اور سمجھ دے۔ اگر نہیں ہے تو پھر جو بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے سلوک کرنا ہے وہ کرے اور جلد ہم ان سے نجات پانے والے بنیں۔ اور ہم کو، خاص طور پر پاکستان کے احمدیوں کو خود بھی آج کل نوافل اور دعاؤں اور صدقات پر زور دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05/ فروری 2021ء جلد 28 شمارہ 11 صفحہ 05 تا 10)

4

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 22/ جنوری 2021ء بمطابق 22/ صلح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عثمانؓ کا ذکر:

آج میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر شروع کروں گا۔ چند ہفتے تک یہ جاری رہے گا۔

حضرت عثمانؓ کے بارے میں پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیے کہ یہ خود جنگِ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے البتہ ان آٹھ خوش نصیب صحابہ میں شامل تھے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے مال غنیمت میں حصہ دے کر جنگ میں شامل ہونا ہی قرار دیا تھا۔

آپ کا نام عثمان بن عفان بن ابو العاص بن اُمَیَّہ بن عبدِ شمس بن عبدِ مَناف بن قُصَیّ بن کِلاب ہے۔ اس طرح آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کے ساتھ پانچویں پشت پر عبدِ مَناف پر جا کر ملتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کی والدہ کا نام اَرْوٰی بنت کُرَیْز تھا۔ حضرت عثمانؓ کی نانی ام حکیم بَیْضَاء بنت عبدالمطلب تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ کی سگی بہن تھیں۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ اور حضرت عثمانؓ کی نانی ام حکیم بَیْضَاء بنت عبدالمطلب جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی والدہ اَرْوٰی بنت کریز نے صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئیں اور اپنے بیٹے حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فوت ہونے تک مدینہ میں ہی قیام پذیر رہیں۔ حضرت عثمانؓ کے والد زمانۂ جاہلیت میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لامام حجر العسقلانی، جزء 4صفحہ377، عثمان بن عفان، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2005ء) (سیرۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان شخصیتہ وعصرہ از علی محمد الصلابی، صفحہ15، الفصل الاول، المبحث الاول اسمہ ونسبہ وکنیتہ، دارالمعرفۃ بیروت 2006ء) (سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 154، دارالاشاعت کراچی 2004ء) (الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 182- 183 اروٰی بنت کریز، ام کلثوم بن عقبہ)

حضرت عثمانؓ کی کنیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عَمرو تھی۔ جب حضرت رقیہؓ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بیٹے عبد اللہ پیدا ہوئے تو اس کی مناسبت سے پھر مسلمانوں میں آپؓ کی کنیت ابو عبد اللہ بھی معروف ہو گئی۔

(سیرۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان شخصیتہ وعصرہ از علی محمد الصلابی، صفحہ15، الفصل الاول، المبحث الاول اسمہ ونسبہ وکنیتہ، دارالمعرفۃ بیروت 2006ء)

ابن اسحاق کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کی جو غزوۂ بدر کے ایام میں وفات پا گئیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت رقیہؓ کی بہن حضرت اُمِّ کلثومؓ سے حضرت عثمان کی شادی کر دی **اس وجہ سے آپؓ کو ذوالنورین کہا جانے لگا۔**

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لامام حجر العسقلانی، جزء 4صفحہ377، عثمان بن عفان، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2005ء)

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو ذوالنورین اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپؓ ہر رات نماز تہجد میں بہت زیادہ تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے چونکہ قرآن نور ہے اور قیام اللیل بھی نور ہے اس لیے آپؓ ذوالنورین یعنی "دو نوروں والا" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

(سیرۃ امیرالمؤمنین عثمان بن عفان شخصیتہ وعصرہ از علی محمد الصلابی، صفحہ16، الفصل الاول، المبحث الاول اسمہ ونسبہ وکنیتہ، دارالمعرفۃ بیروت 2006ء)

ایک صحیح قول کے مطابق حضرت عثمانؓ کی ولادت کے بارے میں یہ بھی ایک روایت ملتی ہے کہ حضرت عثمانؓ عام الفیل کے چھ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ طائف میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پانچ سال چھوٹے تھے۔

(سیرۃ امیرالمؤمنین عثمان بن عفان شخصیتہ وعصرہ از علی محمد الصلابی، صفحہ16، الفصل الاول، المبحث الاول اسمہ ونسبہ وکنیتہ، دارالمعرفۃ بیروت 2006ء)

قبولِ اسلام:

آپؓ کے قبولِ اسلام کے بارے میں یزید بن رُومَان روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ دونوں حضرت زُبیر بن عوامؓ کے پیچھے پیچھے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا اور انہیں قرآن کریم پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق کے بارے میں آگاہ کیا اور ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی عزت واکرام کا وعدہ کیا۔ اس پر وہ دونوں، حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں حال ہی میں ملک شام سے واپس آیا ہوں۔

جب ہم **مَعَانْ** اور زَرْقَاء مقام کے درمیان پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ مَعَان اردن کے جنوب میں حجاز کی حدود کے قریب ایک شہر ہے اور زرقاء یہ معان کے ساتھ ہی واقع ہے۔ بہرحال کہتے ہیں وہاں ہم پڑاؤ کیے ہوئے تھے اور ہم سوئے ہوئے تھے کہ ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے سونے والو! جاگو۔ یقیناً احمد مکہ میں ظاہر ہو چکا ہے۔ پھر جب ہم واپس پہنچے تو ہم نے آپؐ کے بارے میں سنا۔ حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ اَرْقَم میں داخل ہونے سے پہلے قدیمی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ31، ذکر اسلام عثمان بن عفان، داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء) (معجم البلدان از ڈاکٹر غلام جیلانی برق صفحہ320، معجم البلدان جلد 3 صفحہ 472 الزرقاء دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قبول اسلام کے بعد آپؓ پر ظلم بھی ہوئے۔ موسیٰ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفانؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے چچا حَکَمْ بن ابوالعاص بن اُمَیَّہ نے آپ کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا اور کہا کیا تم اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کرتے ہو۔ بخدا میں تمہیں ہرگز نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ تم اپنا یہ نیا دین چھوڑ نہ دو۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا خدا کی قسم! میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا اور نہ اس سے علیحدگی اختیار کروں گا۔ حکم نے جب آپ کے دین پر مضبوطی کی یہ حالت دیکھی تو پھر مجبوراً آپ کو چھوڑ دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 31، ذکر اسلام عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

آپؓ کی شادیاں:

حضرت رُقَیَّہؓ سے جب آپ کی شادی ہوئی تو اس کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے پہلے حضرت رقیہؓ کا رشتہ ابولہب کے بیٹے عُتْبَہ سے اور ان کی بہن حضرت ام کلثومؓ کا رشتہ عُتَیْبَہ کے بھائی عُتْبَہ سے ہو چکا تھا۔ جب سورۃ المَسَدْ یعنی سورۃ اللّھب نازل ہوئی تو ان کے باپ ابولہب نے ان سے کہا کہ اگر تم دونوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں سے علیحدہ نہ ہوئے تو میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ یہ رشتے توڑ دو۔ اس پر ان دونوں نے رخصتی سے قبل ہی دونوں بہنوں کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ نے مکہ میں ہی حضرت رقیہؓ سے شادی کر لی اور ان کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں ہی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ

اَحْسَنَ زَوْجَیْنِ رَاٰھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَزَوْجُھَا عُثْمَانُ۔

سب سے خوبصورت جوڑا جو کسی انسان نے دیکھا ہو وہ حضرت رقیہؓ اور ان کے شوہر حضرت عثمانؓ ہیں۔

(شرح علامہ زرقانی جزء 4 صفحہ 322-323 باب فی ذکر اولادہ الکرام، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

عبدالرحمٰن بن عثمان قرشی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے۔ وہ اس وقت حضرت عثمانؓ کا سر دھو رہی تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی! ابو عبداللہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی رہو۔ یقیناً یہ میرے صحابہ میں اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جزء 1 صفحہ 76 حدیث 98 دار احیاء التراث العربی 2002ء)

ہجرت کے واقعہ کے بارے میں ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کے صحابہ کو آزمائش پہنچ رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقام و مرتبہ کی وجہ سے اور اپنے چچا ابوطالب کی وجہ سے آپؐ عافیت میں تھے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو عافیت میں تھے اور یہ کہ جس آزمائش میں صحابہ تھے اسے روکنے کی آپؐ قدرت اور طاقت نہیں رکھتے تھے۔ گو خود تو کچھ حد تک امن میں تھے لیکن صحابہ پر جو ظلم ہو رہے تھے ان ظلموں کو روکنے کی آپؐ میں طاقت نہیں تھی۔ اس پر آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم حبشہ کی سرزمین کی طرف نکلو تو وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی ایک پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی کی سرزمین ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس آزمائش سے فراخی عطا فرما دے گا جس میں تم لوگ ہو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصحاب فتنہ کے خوف سے اور اپنے دین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف فرار کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حبشہ کی سرزمین کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ اسلام میں ہونے والی پہلی ہجرت تھی۔

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ میں حضرت عثمانؓ اپنی زوجہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ237-238باب ذکر الھجرۃ الاولیٰ الیٰ ارض الحبشہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے تو ان کے ساتھ حضرت رقیہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی خبر پہنچنے میں تاخیر ہو گئی۔ پتہ نہیں لگ رہا تھا کہ ہجرت کی ہے تو کہاں تک پہنچے ہیں، کیا حال ہے؟ تو آپؐ باہر نکل کر ان کے متعلق خبر کا انتظار کرتے رہتے۔ پھر ایک عورت آئی اور اس نے آپ کو ان کے بارے میں بتایا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے اہل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی ہے۔**

(مجمع الزوائد و منبع الفوائدجزء9صفحہ58، کتاب المناقب باب ھجرتہ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر14498دارالکتب العلمیۃ بیروت2001ء)

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفانؓ نے ارضِ حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ رقیہ کو بھی ہمراہ لے جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ تم میں سے ایک اپنے ساتھی کا حوصلہ بڑھاتا رہے گا۔ یعنی دونوں ہوں گے تو ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھاتے رہو گے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں کی خبر لاؤ کہ چلے گئے ہیں؟ کہاں تک پہنچے ہیں؟ کیا حالات ہیں باہر کے؟ حضرت اسماءؓ جب واپس آئیں تو حضرت ابو بکر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت عثمانؓ ایک خچر پر پالان ڈال کر حضرت رقیہؓ کو اس پر بٹھا کر سمندر کی طرف نکل گئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد یہ دونوں ہجرت کرنے والوں میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے ہیں۔

(مستدرک جزء4صفحہ414 کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ حدیث 6999دارالفکر بیروت2002ء)

پھر حبشہ سے ان کی واپسی کا واقعہ بھی بیان ہوا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن صحابہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی انہیں خبر پہنچی کہ مکہ والے اسلام لے آئے ہیں۔ اس پر یہ مہاجرین حبشہ سے مکہ کی طرف واپس لوٹے۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ اس پر یہ لوگ پوشیدہ طور پر یا کسی کی امان میں آ کر مکہ میں داخل ہوئے۔ ان میں سے بعض تو ایسے تھے کہ جنہوں نے پھر مدینہ ہجرت کی اور بدر اور احد کی جنگ میں آپ کے ساتھ یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور بعض ایسے تھے جن کو کفار نے مکہ میں ہی روک لیا اور وہ جنگ بدر وغیرہ میں شریک نہیں ہو سکے۔ حبشہ سے آ کر پھر مکہ سے مدینہ ہجرت

کرنے والوں میں حضرت عثمانؓ اور ان کی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھیں۔
(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ265-266 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت عثمانؓ حبشہ میں چند سال رہے۔ کتاب میں ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ چند سال رہے۔ اس کے بعد جب بعض صحابہؓ قریش کے اسلام کی غلط خبر پاکر اپنے وطن واپس آئے تو حضرت عثمانؓ بھی آ گئے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ اس بنا پر بعض صحابہ پھر حبشہ کی طرف لوٹ گئے مگر حضرت عثمانؓ مکہ میں ہی رہے یہاں تک کہ مدینہ کی ہجرت کا سامان پیدا ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا ارشاد فرمایا تو حضرت عثمانؓ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے۔
(سیر الصحابہ جلد اوّل (خلفائے راشدین) صفحہ 178 ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور پاکستان)

ایک روایت میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت عثمانؓ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ31، ذکر اسلام عثمان بن عفان، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

لیکن اکثر کتب سیرت میں حضرت عثمانؓ کی حبشہ کی طرف اس دوسری ہجرت کا ذکر نہیں ہے۔ ویسے بھی ہجرت حبشہ ثانیہ کا جو پس منظر اور تفصیلات کتب سیرت و حدیث میں بیان ہوئی ہیں، محتاط سیرت نگار اس کو من و عن اس طرح تسلیم نہیں کرتے کیونکہ درایتاً ایسا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ ہجرت حبشہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو اپنی تحقیق کی ہے گو اس میں سے کچھ حصہ مَیں پہلے گذشتہ بعض صحابہ کے ذکر میں کر چکا ہوں لیکن بہرحال یہاں بھی ذکر ضروری ہے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کی تحقیق یہ ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ "جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی اور قریش اپنی ایذاء رسانی میں ترقی کرتے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ 'حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔' حبشہ کا ملک جو انگریزی میں ایتھوپیا یا ابی سینیا کہلاتا ہے برِ اعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے اور جائے وقوع کے لحاظ سے جنوبی عرب کے بالکل مقابل پر ہے اور درمیان میں بحیرۂ احمر کے سوا کوئی اور ملک حائل نہیں ہوتا۔ اس زمانہ میں حبشہ میں ایک مضبوط عیسائی حکومت قائم تھی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا بلکہ اب تک بھی وہاں کا حکمران اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔" یعنی جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ لکھا۔ "حبشہ کے ساتھ عرب کے تجارتی تعلقات تھے اور ان ایام میں..... حبشہ کا دارالسلطنت اکسوم (Axsum) تھا جو موجودہ شہر عدوا (Adowa) کے قریب واقع ہے اور اب تک ایک مقدس شہر کی صورت میں آباد چلا آتا ہے۔ اکسوم اُن دنوں میں ایک بڑی طاقتور حکومت کا مرکز تھا اور اس وقت کے نجاشی کا ذاتی نام اصحمہ تھا۔ جو ایک عادل، بیدار مغز اور مضبوط بادشاہ تھا۔

بہرحال جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ جن جن سے ممکن ہو حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ماہ رجب 5/ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے زیادہ معروف کے نام یہ ہیں:

حضرت عثمانؓ بن عَفَّان اور ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عبد الرحمٰن بن عوف، زُبیر ابن العوّام، ابو حذیفہ بن عُتبہ، عثمان بن مَظْعُون، مُصْعَب بن عُمَیر، ابو سَلَمَہ بن عَبدُ الْاَسد اور ان کی زوجہ اُمّ سَلَمَہ۔" مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں زیادہ تر تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اول یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے۔

جب یہ مہاجرین جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے شُعَیْبَہ پہنچے جو اس زمانہ میں عرب کا ایک بندرگاہ تھا تو اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کو ایک تجارتی جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہونے کو بالکل تیار تھا؛ چنانچہ یہ سب امن سے اس میں سوار ہو گئے اور جہاز روانہ ہو گیا۔ قریش مکہ کو ان کی ہجرت کا علم ہوا تو سخت برہم ہوئے کہ یہ شکار مفت میں ہاتھ سے نکل گیا۔ چنانچہ انہوں نے ان مہاجرین کا پیچھا کیا مگر جب ان کے آدمی ساحل پر پہنچے تو جہاز روانہ ہو چکا تھا اس لئے خائب و خاسر واپس لوٹ آئے۔ حبشہ میں پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا۔ لیکن جیسا کہ بعض مورخین نے بیان کیا ہے ابھی ان مہاجرین کو حبشہ میں گئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک اڑتی ہوئی افواہ ان تک پہنچی کہ تمام قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور مکہ میں اب بالکل امن و امان ہے۔ اس خبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اکثر مہاجرین بلا سوچے سمجھے واپس آ گئے۔ جب یہ لوگ مکہ کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ اب ان کے لئے بڑی مصیبت کا سامنا تھا۔ بالآخر بعض تو راستہ میں سے ہی واپس لوٹ گئے اور بعض چھپ چھپ کر یا کسی ذی اثر اور طاقتور شخص کی حمایت میں ہو کر مکہ میں آ گئے۔ یہ شوال 5/ نبوی کا واقعہ ہے۔ یعنی آغاز ہجرت اور مہاجرین کی واپسی کے درمیان صرف ڈھائی تین ماہ کا فاصلہ تھا.....

گو حقیقتاً یہ افواہ بالکل جھوٹی اور بے بنیاد تھی جو مہاجرینِ حبشہ کو واپس لانے اور ان کو تکلیف میں ڈالنے کی غرض سے قریش نے مشہور کر دی ہو گی بلکہ زیادہ غور سے دیکھا جاوے تو اس افواہ اور مہاجرین کی واپسی کا قصہ ہی بے بنیاد نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اسے صحیح سمجھا جاوے تو ممکن ہے کہ اس کی تہ میں وہ واقعہ ہو جو بعض احادیث میں بیان ہوا ہے۔" اگر اس طرح دیکھا جائے، اگر اس کو صحیح مانا جائے تو بعضوں کی جو یہ روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ چند سال ٹھہرے وہ روایت پھر غلط نکلتی ہے اور اگر اس کو غلط سمجھا جائے تو پھر تین چار مہینے میں واپس آ گئے لیکن بہر حال حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بات غلط ہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اگر اسے صحیح سمجھا جاوے تو ممکن ہے کہ اس کی تہ میں وہ واقعہ ہو جو بعض احادیث میں بیان ہوا ہے۔ اور وہ جیسا کہ بخاری میں آتا ہے یہ ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحنِ کعبہ میں سورۃ نجم کی آیات تلاوت فرمائیں۔ اس وقت وہاں کئی ایک رؤسائے کفار بھی موجود تھے اور بعض مسلمان بھی تھے۔ جب آپؐ نے سورت ختم کی تو آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ ہی تمام مسلمان اور کافر بھی سجدہ میں گر گئے۔" بہر حال "کفار کے سجدہ کی وجہ حدیث میں بیان نہیں ہوئی" کہ وہ کیوں گر گئے "لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت پر اثر آواز میں

آیاتِ الٰہی کی تلاوت فرمائی اور وہ آیات بھی ایسی تھیں جن میں خصوصیت کے ساتھ خدا کی وحدانیت اور اس کی قدرت و جبروت کا نہایت فصیح و بلیغ رنگ میں نقشہ کھینچا گیا تھا اور اس کے احسانات یاد دلائے گئے تھے اور پھر ایک نہایت پُر رعب و پُر جلال کلام میں قریش کو ڈرایا گیا تھا کہ اگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان کا وہی حال ہو گا جو ان سے پہلے ان قوموں کا ہوا جنہوں نے خدا کے رسولوں کی تکذیب کی اور پھر آخر میں ان آیات میں حکم دیا گیا تھا کہ آؤ اور اللہ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ اور ان آیات کی تلاوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمان یکلخت سجدہ میں گر گئے تو اس کلام اور اس نظارہ کا ایسا ساحرانہ اثر قریش پر ہوا کہ وہ بھی بے اختیار ہو کر مسلمانوں کے ساتھ سجدہ میں گر گئے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ایسے موقعوں پر ایسے حالات کے ماتحت..... بسا اوقات انسان کا قلب مرعوب ہو جاتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے جو دراصل اس کے اصول و مذہب کے خلاف ہوتی ہے۔..... "ضروری نہیں ہوتا کہ اس کو مان کے یہ حرکت ہوئی ہو۔ بے اختیاری میں بعض دفعہ حرکت ہو جاتی ہے۔

"بعض اوقات ایک سخت اور ناگہانی آفت کے وقت ایک دہریہ بھی 'اللہ اللہ' یا 'رام رام' پکار اٹھتا ہے۔" میں نے بھی بعض دہریوں سے پوچھا ہے اور وہ کہتے ہیں یہ بالکل ٹھیک بات ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمیں خدا پہ یقین نہیں لیکن کوئی ایسی خطرناک حالت ہو تو بے اختیار منہ سے خدا کا لفظ نکل آتا ہے۔ تو بہرحال "اور قریش تو دہریہ نہ تھے بلکہ بہرحال خدا کی ہستی کے قائل تھے۔ پس جب اس پُر رعب اور پُر جلال کلام کی تلاوت کے بعد مسلمانوں کی جماعت یکلخت سجدہ میں گر گئی تو اس کا ایسا ساحرانہ اثر ہوا کہ ان کے ساتھ قریش بھی بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر گئے لیکن ایسا اثر عموماً وقتی ہوتا ہے اور انسان پھر جلد ہی اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا اور سجدہ سے اٹھ کر قریش پھر وہی بت پرست کے بت پرست تھے۔" یہ نہیں کہ وہ موحد بن گئے تھے۔

"بہرحال یہ ایک واقعہ ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ پس اگر مہاجرینِ حبشہ کی واپسی کی خبر درست ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد قریش نے جو مہاجرین حبشہ کے واپس لانے کے لیے بیتاب ہو رہے تھے اپنے اس فعل کو آڑ بنا کر خود ہی یہ افواہ مشہور کر دی ہو گی کہ قریش مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اور یہ کہ اب مکہ میں مسلمانوں کے لئے بالکل امن ہے اور جب یہ افواہ مہاجرینِ حبشہ تک پہنچی تو وہ طبعاً اسے سن کر بہت خوش ہوئے اور سنتے ہی خوشی کے جوش میں واپس آ گئے لیکن جب وہ مکہ کے پاس پہنچے تو حقیقتِ امر سے آگاہی ہوئی جس پر بعض تو چھپ چھپ کر اور بعض کسی طاقتور اور صاحبِ اثر رئیس قریش کی حفاظت میں ہو کر مکہ میں آ گئے اور بعض واپس چلے گئے۔ پس اگر قریش کے مسلمان ہو جانے کی افواہ میں کوئی حقیقت تھی تو وہ صرف اسی قدر تھی جو سورۃ نجم کی تلاوت پر سجدہ کرنے والے واقعہ میں بیان ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

بہرحال اگر مہاجرین حبشہ واپس آئے بھی تھے تو ان میں سے اکثر پھر واپس چلے گئے اور چونکہ قریش دن بدن اپنی ایذا رسانی میں ترقی کرتے جاتے تھے اور ان کے مظالم روز بروز بڑھ رہے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر دوسرے مسلمانوں نے بھی خفیہ خفیہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی اور موقع پا کر

آہستہ آہستہ نکلتے گئے۔ یہ ہجرت کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ بالآخر ان مہاجرین حبشہ کی تعداد ایک سو ایک تک پہنچ گئی جن میں اٹھارہ عورتیں بھی تھیں اور مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت ہی تھوڑے مسلمان رہ گئے۔ اس ہجرت کو بعض مؤرخین ہجرت حبشہ ثانیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔....."

پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنا ایک تجزیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ایک اور بات ہے جو اس افواہ اور مہاجرین کی واپسی کے قصہ کو سرے سے ہی مشتبہ کر دیتی ہے اور وہ یہ کہ تاریخ میں ہجرت حبشہ کے آغاز کی تاریخ رجب 5/ نبوی اور سجدہ کی تاریخ رمضان 5/ نبوی بیان ہوئی ہے اور پھر تاریخ میں ہی یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ اس افواہ کے نتیجہ میں مہاجرین حبشہ کی واپسی شوال 5/ نبوی میں ہوئی تھی۔ گویا آغاز ہجرت اور واپسی مہاجرین کے زمانوں میں صرف دو سے لے کر تین ماہ کا فاصلہ تھا اور اگر سجدہ کی تاریخ سے زمانہ کا شمار کریں تو یہ عرصہ صرف ایک ہی ماہ کا بنتا ہے۔ اب اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ قطعی طور پر ناممکن ہے کہ مکہ اور حبشہ کے درمیان اس قلیل عرصہ میں تین سفر مکمل ہو سکے ہوں۔ یعنی سب سے پہلے مسلمان مکہ سے حبشہ پہنچے۔ اس کے بعد کوئی شخص قریش کے اسلام کی خبر لے کر مکہ سے حبشہ گیا اور پھر مسلمان حبشہ سے روانہ ہو کر مکہ میں واپس آئے۔ ان تین سفروں کی تکمیل قطع نظر اس عرصہ کے جو زائد امور میں صرف ہو جاتا ہے "تیاری بھی ہوتی ہے اور چیزیں ہیں" اس قلیل عرصہ میں قطعاً ناممکن تھی اور اس سے بھی زیادہ یہ بات ناممکن تھی کہ سجدہ کے زمانہ سے لے کر مہاجرین حبشہ کی مزعومہ واپسی تک دو سفر مکمل ہو سکے ہوں کیونکہ اس زمانہ میں مکہ سے حبشہ جانے کے لئے پہلے جنوب میں آنا پڑتا تھا اور پھر وہاں سے کشتی لے کر جو ہر وقت موجود نہیں ملتی تھی بحر احمر کو عبور کر کے افریقہ کے ساحل تک جانا ہوتا تھا اور پھر ساحل سے لے کر حبشہ کے دارالسلطنت اکسوم تک جو ساحل سے کافی فاصلہ پر ہے پہنچنا پڑتا تھا اور اس زمانہ کے آہستہ سفروں کے لحاظ سے اِس قسم کا ایک سفر بھی ڈیڑھ دو ماہ سے کم عرصہ میں ہرگز مکمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اِس جہت سے گویا یہ قصہ سرے سے ہی غلط اور بے بنیاد قرار پاتا ہے لیکن اگر بالفرض اِس میں کوئی حقیقت تھی بھی تو وہ یقیناً اس سے زیادہ نہیں تھی جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم"

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 146 تا 152)

بہرحال اس کی وجوہات جو بھی تھیں کچھ عرصہ کے بعد حضرت عثمانؓ کی حبشہ سے واپسی ہو گئی اور پھر **حضرت عثمانؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت اور مؤاخات کا ذکر اس طرح ملتا ہے** کہ محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ قبیلہ بنو نجار میں حضرت حسّان بن ثابتؓ کے بھائی حضرت اَوس بن ثابتؓ کے گھر ٹھہرے۔

موسیٰ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے مابین عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت شدّاد بن اوسؓ کے والد حضرت اَوس بن ثابتؓ اور حضرت عثمانؓ کے مابین عقدِ مؤاخات قائم فرمایا گیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو عُبَادہ سعد بن عثمان زُرَقِی سے حضرت عثمانؓ کا عقدِ مؤاخات قائم ہوا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 31، ذکر اسلام عثمان بن عفان، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ کی مؤاخات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ قائم فرمائی تھی۔ چنانچہ طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ ابنِ لَہِیْعَہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفانؓ محصور ہو گئے یعنی جب دشمنوں نے آپ کو محصور کر دیا، ہر طرح کی پابندی لگا دی تو آخری دنوں میں آپ نے ایک اونچی کوٹھڑی کے روشن دان سے جھانک کر لوگوں سے پوچھا کیا تم میں طلحہ ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہے۔ آپؓ نے انہیں فرمایا کہ تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا کہا کہ کیا آپ کو علم ہے ناں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہ میری مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو اپنے ساتھ مؤاخات میں رکھا تھا۔ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا کہ واللہ یہ درست ہے۔ اس پر حضرت طلحہؓ سے پوچھا گیا حضرت عثمانؓ کے گھر کو گھیرے ہوئے جو ارد گرد مخالفین تھے انہوں نے ان سے پوچھا، جواب طلبی کی کہ تم نے یہ کیا کیا؟ تو حضرت طلحہؓ نے بڑی جرأت سے جواب دیا کہ حضرت عثمانؓ نے مجھ سے قسم لے کر پوچھا تھا اور جس بات کے بارے میں پوچھا تھا وہ میری آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی تو کیا میں اس کی شہادت نہ دیتا؟

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحہ38، ذکر ما قیل لعثمان فی الخلع، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

میں تو جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ جو تم نے مخالفت کرنی ہے کر لو۔

حضرت رقیہؓ کی وفات اور حضرت ام کلثومؓ سے شادی کے واقعہ کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ عبداللہ بن مُکْنِفْ بن حَارِثَہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت عثمانؓ کو اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ کے پاس چھوڑا۔ وہ بیمار تھیں اور انہوں نے اس روز وفات پائی جس دن حضرت زید بن حارِثہؓ مدینہ کی طرف اس فتح کی خوشخبری لے کر آئے جو بدر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے لیے بدر کے مال غنیمت میں حصہ مقرر فرمایا اور آپ کا حصہ جنگِ بدر میں شامل ہونے والوں کے برابر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کی شادی کر دی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحہ32، ذکر اسلام عثمان بن عفان، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ سے مسجد کے دروازے پر ملے اور فرمانے لگے کہ عثمان یہ جبریل ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کا نکاح رُقَیَّہ جتنے حق مہر پر اور اس سے تمہارے حسن سلوک پر تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ افتتاح الکتاب فضل عثمان رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 110)

یعنی دوسری بیٹی کا نکاح بھی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ سے کر دیا جائے۔

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم کی شادی حضرت عثمانؓ سے

کی تو آپ نے حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا میری بیٹی ام کلثوم کو تیار کر کے عثمان کے ہاں چھوڑ آؤ اور اس کے سامنے دف بجاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد حضرت ام کلثومؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ اے میری پیاری بیٹی! تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ ام کلثوم نے عرض کیا وہ بہترین شوہر ہیں۔

(سیرۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان شخصیته وعصره از علی محمد الصلابی، صفحہ 41، الفصل الاول، ذوالنورین عثمان بن عفان بین مکة والمدینة، زواجه من ام کلثوم سنة 3ھ، دار المعرفة بیروت 2006ء)

حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے ہاں 9ر ہجری تک رہیں اس کے بعد وہ بیمار ہو کر وفات پا گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کے پاس بیٹھے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام کلثومؓ کی قبر کے پاس اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

(سیرۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان شخصیته وعصره از علی محمد الصلابی، صفحہ 42، المبحث الثالث: ملازمته للنبی ﷺ فی المدینة/ وفاۃ ام کلثوم، دار المعرفة بیروت 2006ء)

بخاری کی ایک روایت میں اس واقعہ کا یوں ذکر ہوا ہے کہ ہلال نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے جنازے پر موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب من یدخل قبر المرأۃ، حدیث نمبر 1342، اردو ترجمہ صحیح البخاری جلد 2 صفحہ 717 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثومؓ کی وفات پر فرمایا: اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کی شادی بھی عثمان سے کروا دیتا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 32، عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ وہاں بیٹھے تھے اور حضرت ام کلثومؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے غم میں رو رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے دونوں ساتھی یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عثمان! تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرا آپؐ سے دامادی کا تعلق ختم ہو گیا ہے۔ دونوں بیٹیاں فوت ہو گئیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مت رو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور ایک ایک کر کے فوت ہو جاتیں تو میں ہر ایک کے بعد دوسری کو تجھ سے بیاہ دیتا یہاں تک کہ سو میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

(کنز العمال جزء 13 صفحہ 21 کتاب الفضائل، فضائل الصحابة، فضائل ذوالنورین عثمان بن عفان حدیث نمبر 36201 دار الکتب العلمیة بیروت 2004ء)

بہر حال یہ ایک محبت کا اظہار تھا جو دونوں طرف سے ہوا۔ ایک فکر تھی حضرت عثمانؓ کی۔ اس رشتہ کا جو تعلق تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم رکھا اور یہ یقین دہانی کرائی کہ یہ تعلق تو قائم ہے۔ باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔

جیسا کہ میں ہر جمعہ میں تحریک کر رہا ہوں۔ دعاؤں کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ پاکستان کے لوگوں کے لیے، احمدیوں کے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ مخالفین تو اپنی طرف سے اپنے زعم میں دائرہ تنگ کر رہے ہیں لیکن ان کو نہیں پتہ کہ ایک بالا ہستی بھی ہے، خدا تعالیٰ بھی ہے جس کی تقدیر بھی چل رہی ہے اور اس کا دائرہ بھی ان کے اوپر تنگ ہو رہا ہے اور وہ دائرہ جب تنگ ہوتا ہے تو پھر اس سے کوئی فرار نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور یہ لوگ ابھی بھی عقل سے کام لیں، انصاف سے کام لیں اور بلا وجہ کی ظلم اور تعدی سے باز آئیں۔ اسی طرح الجزائر کے لوگوں کے لیے بھی دعا کریں۔ ان کا ایمان سلامت رہے۔ اسی طرح بعض اور جگہوں پر بھی احمدیوں کی کافی زیادہ مخالفت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر احمدی کو ہر لحاظ سے محفوظ رکھے۔

نمازوں کے بعد میں کچھ جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ان کا ذکر بھی یہاں کر دیتا ہوں۔ پہلا ذکر **مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب کا ہے۔** سابق ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ اور ناظر خدمت درویشاں بھی تھے اور ناظر اصلاح و ارشاد رشتہ ناطہ بھی رہے۔ 11 / جنوری کو ربوہ میں تقریباً 88 سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے والد کا نام چوہدری محمد دین تھا اور والدہ کا نام رحمت بی بی تھا۔ ان کے والد نے 1928ء میں حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سلطان محمود انور صاحب آپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ مولانا سلطان محمود انور صاحب نے مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد وقف کر کے اپریل 1946ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخلہ لے لیا۔ پاکستان بننے کے بعد احمد نگر میں جامعہ احمدیہ میں چلے گئے جہاں سے 1952ء میں مولوی فاضل کا امتحان دیا اور اپریل 1956ء میں جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ ان کی شادی وہیں محمودہ شوکت صاحبہ بنت چودھری سعد الدین صاحب سے ہوئی۔ ان کا نکاح مولانا جلال الدین صاحب شمس نے 1960ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر پڑھایا۔ ان کی اولاد میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے ان کے حسان محمود واقف زندگی ہیں۔ ربوہ میں تحریک جدید کے دفاتر میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ مکرم مولانا صاحب کی پہلی تقرری گجرات میں ہوئی تھی۔ نیز آپ نے بطور مربی سلسلہ پاکستان کے مختلف شہروں میں خدمات سرانجام دیں۔ 1974ء سے 1978ء تک یہ گھانا میں بھی رہے۔ اس دور میں جب میں بھی وہاں تھا یہ وہاں تھے اور میں نے دیکھا ہے کہ بڑے بے نفس ہو کے انہوں نے وہاں خدمت کی۔ 1982ء سے 1983ء تک یہ سیکرٹری مجلس کارپرداز بھی رہے۔ پھر 83ء میں صدر مجلس کارپرداز مقرر ہوئے۔ 1983ء سے 98ء تک یہ ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ رہے۔ پھر اس کے بعد 2011ء تک ناظر خدمت درویشاں رہے۔ پھر 2011ء سے 17ء تک ناظر رشتہ ناطہ رہے اور بیماری کی وجہ سے 2017ء میں ریٹائرڈ ہو گئے تھے۔ ان کو تبلیغ کرنے کا ملکہ، لوگوں سے بات چیت کرنے کا ملکہ، تقریر کا ملکہ بھی بہت تھا۔ ان کے متعدد ایسے واقعات ہیں کہ مختلف مسالک سے تعلق

رکھنے والے لوگوں سے اور علماء سے ان کی اختلافی مسائل پر گفتگو ہوتی اور بڑے ٹھوس اور علمی جواب دیتے۔ بڑے اچھے مقرر تھے جیسا کہ میں نے کہا۔ سامعین کو، سننے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ مربیان جو ان کے ساتھ کام کرنے والے ہیں وہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ ہمیں ساتھ لے کر چلنے والے تھے۔ ہر ایک نے یہی لکھا کہ انتہائی شفقت کا سلوک ہم سے فرماتے تھے اور خود بھی تہجد اور عبادت کرنے والے اور لوگوں کو، مربیان کو بھی خاص طور پر تہجد اور عبادت کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ان کا خلافت سے وفا اور اطاعت کا ایک غیر معمولی معیار تھا۔ خلافت رابعہ میں ذرا سا ابتلا بھی ان پہ آیا لیکن کامل اطاعت کے ساتھ انہوں نے وہ دور گزارا اور ماتحت رہ کر بھی کام کیا بلکہ ان کو کسی نے کہا بھی کہ آپ پہلے ناظر تھے اب آپ کو ناظر کی بجائے کسی ناظر کے ماتحت کام کرنا پڑ رہا ہے تو مجھے مربیان نے بھی لکھا ہے اور ان کی ایک بیٹی نے بھی لکھا تھا کہ انہوں نے کہا کہ خلیفہ وقت زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ کس کی کہاں کیا ضرورت ہے۔ میں نے وقف کیا ہوا ہے مجھے چاہے جھاڑو دینے پہ لگا دیا جائے میں تو وہی کام کروں گا جس کا خلیفہ وقت کا ارشاد ہے اور اللہ تعالیٰ نے پھر بہتر حالات کیے اور ان کی اس کامل وفا اور اطاعت کے نمونے کو مَیں سمجھتا ہوں قبولیت کا رنگ ملا اور پھر دوبارہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر بھی بنے اور ناظر بھی بنے۔ جہاں بھی رہے، کراچی میں بھی اور دوسری جگہوں پہ بھی تو امیر کے ساتھ ان کا مکمل تعاون اور اطاعت کا نمونہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے بعض علمی کام بھی کیے ہوئے ہیں، تصنیفات لکھی ہیں۔ ان کی ایک تصنیف ''کلمہ طیبہ کی عظمت کا قیام احمدی کی پہچان ہے''، ان کی دوسری کتاب ہے ''اللہ تعالیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم اور خانہ کعبہ''۔ پھر ان کی ایک کتاب ہے ''جماعت احمدیہ کی تعداد کا مسئلہ''۔ پھر ایک کتاب ہے ''نفاذ شریعت میں ناکامی کے اسباب''، پھر ان کی ایک کتاب ہے ''توہین رسالت کی سزا''۔ بہرحال یہ ان کی تصانیف ہیں۔ علمی کام بھی انہوں نے کیے جیسا کہ میں نے کہا بہت ٹھوس کام کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ مولانا محمد عمر صاحب سابق ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان کا ہے جو پی کے ابراہیم صاحب کے بیٹے تھے۔ 12/ جنوری کو 87 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم کا تعلق کیرالہ سے تھا۔ ان کے والد ابراہیم کُٹی صاحب تھے جو جماعت کے سخت مخالفین اور معاندین میں سے تھے۔ مولانا صاحب کی ولادت سے دس سال پہلے ان کے والد تجارت کے سلسلہ میں بمبئی گئے۔ ان دنوں بمبئی میں کافی احمدی تجارت کرتے تھے۔ بمبئی میں مالابار کے ہی بعض احمدیوں سے ان کی ملاقات ہوئی اور عقائد احمدیہ کے متعلق تبادلہ خیال ہوا اور 1924ء میں جب حضرت خلیفہ ثانیؓ بمبئی تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور کے دست مبارک پر موصوف کو بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد ازاں ان کو قادیان میں بھی زیارت کی توفیق ملی۔

مولانا عمر صاحب 1954ء میں قادیان آئے جبکہ تقسیم ملک کے بعد مدرسہ احمدیہ کا از سر نو اجرا ہو چکا تھا۔ 1955ء میں مدرسہ میں داخل ہوئے اور 1961ء میں مدرسہ احمدیہ اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایک سال تک مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔ طالبعلمی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

صحابی حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی خواہش پر مرحوم کو تقریباً ایک سال تک روزانہ صبح ان کے گھر قرآن کریم سنانے کی توفیق ملی۔ 1962ء سے میدان تبلیغ میں خدمت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں کام کیا اور بڑے کامیاب مبلغ کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ تبلیغی جلسوں میں ان کی تقاریر ہوتی تھیں۔ مناظرہ یادگیر میں شرکت کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خصوصی رہنمائی میں کوئمبٹور کے تاریخی مناظرہ میں جو کہ مسلسل نو دن تک جاری رہا اور جس میں خاص طور پہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد اور حافظ مظفر صاحب بھی مرکز سے نمائندے گئے ہوئے تھے ان کے ساتھ انہوں نے بہت اہم کام کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ایک جگہ ان کے کام کو سراہتے ہوئے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا کہ بعض جماعتیں ہیں جہاں ایک ہی آدمی ہے جو فوری طور پر اکیلا سارا بوجھ اٹھاتا ہے اور تراجم کر کے یعنی خطبات کا ترجمہ کر کے فوری طور پہ پھر کثرت سے شائع کرتا ہے اور ایسی جماعتوں کا خدا تعالیٰ کے فضل سے معیار ترقی پر ہے کیونکہ ان کو فوری خلیفہ وقت کا خطبہ مل جاتا ہے اور اس سے ساری جماعت کو پتہ لگ جاتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ ساؤتھ انڈیا میں ہماری ایسی جماعتیں جو اردو نہیں سمجھتیں وہاں ہمارے مولوی محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے اس بات کا جنون دیا ہوا ہے۔ ادھر آواز کان تک پہنچی ادھر فوری طور پر اس کے ترجمے کیے اور فوری طور پر ساری جماعتوں تک پہنچا دیے۔ تو بڑی محنت سے یہ کام کیا کرتے تھے۔ تقریباً ایک سال تک فلسطین میں بھی ان کو خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متعدد کتب اور رسالوں کی ملیالم اور تامل ترجمہ کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ 2007ء میں جب ان کو میں نے ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ مقرر کیا اور پھر ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن اور وقف عارضی مقرر کیا اور پھر بطور نائب ناظر اعلیٰ بھی خدمت کی توفیق ملی تو بڑے احسن رنگ میں انہوں نے تمام خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ احمدیہ سے فارغ ہونے کے بعد مجموعی طور پر مرحوم کو ترپن (53) سال تک سلسلہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ آپ کے پسماندگان میں چار بیٹیاں ہیں اور داماد اور نواسے نواسیاں اور پڑنواسے نواسیاں بھی ہیں۔ جنون تھا ان کو جماعت کی خدمت کا۔ جب فیملی کے ساتھ ذاتی سفر پر جایا کرتے تھے تو سفر کے دوران بھی اَور جماعتی کاموں اور خصوصاً ترجمہ وغیرہ کے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔

سری لنکا کے نیشنل صدر صاحب لکھتے ہیں کہ سری لنکا جماعت کی تاریخ احمدیت میں وہ سنہری دور ہمیشہ محفوظ رہے گا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بابرکت قیادت میں مولانا صاحب کی پہلی تشریف آوری مرکزی مبلغ کے طور پر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ 1978ء میں ہوئی تھی تو غیر معمولی طور پر جماعت کے اندر نئے روحانی جوش کے ساتھ اصلاح اور پاک تبدیلی نظر آنے لگی اور مولانا مرحوم کی وہاں گراں قدر خدمات ہیں۔ 1994ء میں کولمبو شہر میں رام کرشنا کے بڑے ہال میں مولانا صاحب کی امن اور وحدت کے عنوان پر ایک ایسی زبردست تقریر ہوئی جس کو سننے کے لیے چار سو سے زیادہ لوگ شامل ہوئے۔ رام کرشنا تحریک کے ملک کے صدر اور ملک کے ہندو کلچرل منسٹر آنریبل دیوراج (Deueraj) خاص طور پر مولانا مرحوم کی یہ تقریر سن کر وجد میں آگئے اور بہت تعریف کرنے لگے کیونکہ اس تقریر میں مولانا صاحب نے گیتا کے حوالوں سے منتر پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی سچائی کو ثابت کیا تھا۔ اسی لیے ان کی وہ تاریخی تقریر آج بھی ان لوگوں میں مقبول ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چار کتب تامل زبان میں ترجمہ کیں اور مختلف موضوعات کے تحت سات کتب تامل زبان میں خود تصنیف کیں۔ صوبہ تامل ناڈو میں جماعتی رسالہ سمدانہ وازھی (Samadana Vazhi) کا اجرا کر کے ایک طویل عرصہ تک وہاں سے اور دوسرے صوبوں سے بھی شائع کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی کامل وفا کے ساتھ جماعت سے تعلق رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا جنازہ مکرم حبیب احمد صاحب مربی سلسلہ کا ہے جو محمد اسماعیل صاحب فیکٹری ایریا ربوہ کے بیٹے تھے۔ 25/ دسمبر کو اسلام آباد میں ہارٹ اٹیک سے 64 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

1979ء میں انہوں نے جامعہ پاس کیا تھا۔ اس کے بعد پاکستان کے مختلف اضلاع میں ان کو کام کی توفیق ملی۔ 1989ء سے 2003ء تک نائیجیریا میں خدمت کی توفیق پائی۔ اس دوران ستمبر 1998ء سے اکتوبر 2000ء تک امیر اور مشنری انچارج نائیجیریا بھی رہے۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ خدمت بجالاتے رہے۔ دفتری امور کے علاوہ محلہ کے تربیتی امور میں بھی بڑے احسن رنگ میں کام کرتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی وفا سے جماعت سے تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم بدرالزمان صاحب کا ہے جو کچھ عرصہ سے کارکن وکالت مال یو کے تھے۔ 3/ جنوری کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

نہایت مخلص اور محنتی کارکن تھے۔ 1944ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ ان کو خدام الاحمدیہ میں بھی جب گورنمنٹ میں اپنی سروس کر رہے تھے تو قائد ضلع کوئٹہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ پھر انصار اللہ بلوچستان کے ناظم بھی رہے۔ ان پہ 1986ء میں ایک جماعتی کیس بھی ہوا جس کے تحت یہ اسیر راہ مولیٰ بھی رہے اور 1995ء سے 99ء تک وکالت مال اول ربوہ میں بھی خدمت سرانجام دی۔ یہاں لندن آ گئے تو رقیم پریس میں اور پھر سترہ سال ایڈیشنل وکالت مال لندن میں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم منصور احمد تاثیر صاحب کا ہے جو مولوی محمد احمد نعیم صاحب مربی سلسلہ کے بیٹے تھے اور کارکن شعبہ احتساب نظارت امور عامہ ربوہ میں تھے۔ یہاں لندن اپنے بیٹے کے پاس آئے ہوئے تھے کہ 30/ دسمبر کو 70 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ نے زندگی کے تقریباً پچیس سال خدمت دین کے لیے جماعتی کارکن کی حیثیت سے مختلف دفاتر میں خدمت کی توفیق پائی۔ نہایت درجہ ملنسار دیندار اور شفیق انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ والہانہ محبت کرنے والے تھے۔ دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ تحمل اور بردباری سے معاملات کو حل کرتے تھے۔ عموماً جو پیچیدہ معاملات ہوتے تھے وہ آپ کے سپرد کیے جاتے تھے اور بعض اوقات فریقین غصہ اور طیش کے جذبات سے

مغلوب ہو کر دفتر آتے تھے لیکن آپ محبت اور پیار سے ان کے جذبات اور غصہ کو کنٹرول کر لیتے تھے اور معاملہ حل کر دیا کرتے تھے۔ جماعتی خدمت کا اس قدر جذبہ تھا کہ ان کی اہلیہ نے لکھا ہے کہ آپ کی بیٹی ڈاکٹر فارعہ منصور کی جب دعوت ولیمہ تھی تو اس روز یہ صبح صبح تیار ہو کے دفتر کے لیے نکلنے لگے۔ اہلیہ نے کہا کہ شادی والا گھر ہے آج تو چھٹی کر لیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ دعوت کا وقت دو بجے ہے۔ وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں اِس وقت دفتر جا رہا ہوں اُس وقت آ جاؤں گا۔ افسران بالا کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے۔ اگر کسی معاملہ میں اختلاف رائے ہوتی تو ادب کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے اور ہمیشہ اپنی رائے پیش کرتے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ رخشندہ صاحبہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

بچپن سے میں ان کو جانتا ہوں۔ میرے ساتھ یہ پڑھا کرتے تھے۔ ہمیشہ سے ان کو میں نے دیکھا ہے کہ بڑی شرافت تھی اور ہنسنا اور مذاق کرنے والی طبیعت تھی۔ کبھی غصہ نہیں آنا۔ کبھی لڑائی نہیں کرنی اور وہی بات پھر ان میں آخر تک رہی جس کی وجہ سے پھر یہ لوگوں میں صلح وصفائی کرانے میں بھی اہم کردار ادا کرتے رہے۔

اگلا جنازہ ڈاکٹر عبیدی ابراہیم موانگا صاحب تنزانیہ کا ہے جو 9/ دسمبر کو تہتر سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

میڈیکل کے شعبہ میں مکریرہ (Makerere) یونیورسٹی یوگنڈا میں داخلہ حاصل کیا اور اللہ کے فضل سے ایسٹ افریقہ کے پہلے لوکل احمدی ڈاکٹر ہونے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی جوانی میں ہی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سکول کے زمانہ سے ہی مذہبی امور کی تقریبات میں شامل ہوتے تھے۔ نام نہاد اسلامی سکالرز کی طرف سے جماعت احمدیہ پر بے پناہ اعتراضات کی وجہ سے ان کے دل میں جماعت کے بارے میں جاننے کا شوق پیدا ہوا۔ اسی زمانے میں ان کی ملاقات مبلغ سلسلہ شیخ ابو الطالب ساندی صاحب سے ہوئی جو ان کے رشتہ دار بھی تھے۔ جب ان سے ان اعتراضات کے بارے میں بات چیت ہوئی تو شیخ صاحب نے تفصیلی طور پر نہ صرف ان من گھڑت اعتراضات کے جواب سے آگاہ کیا بلکہ انہیں جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کردہ سواحیلی ترجمۃ القرآن اور دیگر کتب بھی دکھائیں۔ ان کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بیعت کر لی۔ اللہ کے فضل سے انہوں نے اپنے عہد بیعت کو آخری دم تک نبھایا۔ ہر وقت ہر طبقے کے لوگوں کو اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانے میں لگے رہتے۔ تبلیغ کے لیے ان کے دل میں ایک جوش تھا جس کی وجہ سے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں خاص طور پر جانے جاتے تھے۔ اکثر اپنے بیگ میں جماعتی کتب اور رسائل اٹھا کر بازار لے جاتے اور بیچا کرتے تھے۔ آپ کو لوگوں نے پوچھا کہ ڈاکٹر ہیں اور یہاں کتابیں بیچ رہے ہیں؟ تو بڑے خوشگوار لہجے میں جواب دیا کرتے تھے کہ جب میں ہسپتال میں ہوتا ہوں تو جسم کا علاج کرتا ہوں جبکہ اس وقت میں روح کا علاج کر رہا ہوں۔ ان دونوں چیزوں کو نہ علیحدہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کو نظر انداز کرنا چاہیے۔ خلافت سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ بچوں کی اسلامی طریق پر پرورش کی۔ تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ نیز گھر پر بچوں کے ساتھ نماز باجماعت کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ گھر پر ایک لائبریری بھی بنائی ہوئی تھی جس میں دیگر علوم کی کتب کے ساتھ ساتھ جماعتی

کتب بھی رکھی ہوئی تھیں۔ اپنی اولاد کے احمدیت یعنی حقیقی اسلام پر قائم رہنے کے بارے میں خود بھی دعا کرتے اور دوسروں کو بھی کہتے رہتے تھے۔ جماعت کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ ان کے تمام بچے بھی نظامِ جماعت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور اپنے والد کی طرح نیک طبیعت رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ جوڑے رکھے اور والد کی دعائیں اور نیک خواہشات پوری کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند کرے۔

اگلا ذکر صغریٰ بیگم صاحبہ کا ہے جو دین محمد صاحب ننگلی درویش قادیان کی اہلیہ ہیں۔ 6/ جنوری کو 85 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حکیم محمد رمضان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کرنے والی، مہمان نواز، صابر وشاکر، محنتی، ہمدرد اور بہت سی خوبیوں کی مالک ایک نیک خاتون تھیں۔ خلافت سے بے انتہا محبت کا تعلق تھا۔ کئی سال تک لجنہ اماء اللہ میں بطور سیکرٹری خدمت خلق خدمت کی توفیق ملی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے بشیر الدین صاحب کو چالیس سال تک خدمت کی توفیق ملی۔ دوسرے بیٹے منیر الدین اس وقت نظامت تعمیرات میں قادیان میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم چودھری کرامت اللہ صاحب کا ہے جو 26/ دسمبر کو 95 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چودھری شاہ دین صاحب آف گھٹیالیاں کے پوتے تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیالکوٹ آمد پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ مرحوم شریف النفس بے لوث محبت کرنے والے، غریب پرور اور ضرورتمندوں کا خیال رکھنے والے، ہر حال میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے ایک مخلص انسان تھے۔

ان کے بیٹے سہیل صاحب لکھتے ہیں کہ مہمان نوازی کا وصف ان میں نمایاں تھا اور اس کا اظہار خصوصی طور پر اس وقت ہوتا تھا جب واقفین زندگی جماعتی دوروں کے سلسلہ میں بدین سندھ تشریف لایا کرتے تھے۔ ان کو فرقان فورس میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔ 1983ء سے لے کر 2018ء تک الفضل انٹرنیشنل کے دفتر میں رضاکارانہ خدمت بجالاتے رہے۔ اپنے گھر کو شروع سے ہی جماعتی فنکشنز کے لیے پیش کیا ہوا تھا اور موجودہ گھر میں بھی ایک حصہ نماز سینٹر کے طور پر تعمیر کروایا۔ آپ کی بیٹیاں بھی خدمت سرانجام دے رہی ہیں اور بیٹا ہے وہ بھی جماعت کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ ان کے نواسوں میں سے ایک نواسہ فرہاد احمد مربی سلسلہ یہیں یوکے میں پریس اینڈ میڈیا میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو، ان کی نسل کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ چودھری منور احمد خالد صاحب جرمنی کا ہے جو 20/ اگست کو 85 سال کی عمر میں وفات پاگئے

تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم کا نظامِ جماعت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ تبلیغی اور تربیتی مساعی میں بھرپور حصہ لیتے تھے اور جرمنی میں مختلف وقتوں میں بطور صدر اور جنرل سیکرٹری خدمت کی توفیق پائی۔ انصار اللہ کی بھی مختلف عہدوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ اس کے علاوہ جب یہ پاکستان تھے تو وہاں تحریک جدید کی زمینوں پر بطور مینیجر بھی ان کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ خلافت سے گہرا اخلاص کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں شامل ہیں۔

اگلا ذکر نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ احمد صادق طاہر محمود ریٹائرڈ مربی سلسلہ بنگلہ دیش کا ہے جو ستائیس اٹھائیس نومبر کی درمیانی رات کو بقضائے الٰہی وفات پاگئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحومہ محترم مولوی محمد صاحب سابق نیشنل امیر کی بیٹی تھیں۔ مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند، دعا گو، مہمان نواز، صابرہ و شاکرہ ایک نیک خاتون تھیں۔ رمضان میں باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتی تھیں اور ختم کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ اَور بہت ساری خوبیوں اور نیکیوں کی حامل تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر رفیع الدین بٹ صاحب کا ہے۔ یہ چھ دسمبر کو بانوے سال کی عمر میں وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مولوی خیر دین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے جوانی میں نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی توفیق پائی۔ مختلف مقامات پر جماعتی خدمات کا موقع ملا۔ بدوملہی ضلع نارووال کے صدر جماعت اور امیر حلقہ بھی رہے۔ واہ کینٹ جماعت کے صدر بھی رہے۔ اسیر راہ مولیٰ ہونے کا بھی ان کو اعزاز ملا۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہیں۔ اور ان کے ایک داماد نسیم احمد صاحب نائیجیریا میں بطور مبلغ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان تمام مرحومین کے درجات بلند کرے اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ نماز کے بعد جیسا کہ میں نے کہا ان کے نماز جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12 / فروری 2021ء جلد 28 شمارہ 13 صفحہ 05 تا 11)

5

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 29/ جنوری 2021ء بمطابق 29/ صلح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عثمانؓ کی غزوات میں شمولیت:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غزوات میں شمولیت کا ذکر کرتا ہوں۔ جیسا کہ غزوۂ بدر کے بارے میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عثمانؓ غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے کیونکہ آپ کی زوجہ حضرت رقیہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار تھیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ارشاد فرمایا کہ ان کی تیمار داری کے لیے مدینہ میں ٹھہریں اور آپؓ کو بدر میں شامل ہونے والوں کی طرح ہی قرار دیا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے لیے بدر میں شامل ہونے والوں کی طرح مالِ غنیمت میں اور اجر میں حصہ مقرر فرمایا۔

(شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جزء 2،صفحہ 334، باب غزوہ بدر الکبریٰ ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

غزوۂ غطفان محرم یا صفر 3/ ہجری میں ہوا۔ غزوۂ غطفان کے لیے نجد کے علاقے کی طرف نکلتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تو اس لحاظ سے اس میں بھی شامل نہیں ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحہ41، عثمان بن عفان،دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)
(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 463)

اس غزوہ کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ

"بنو غطفان کے بعض قبائل یعنی بنو ثَعلَبَہ اور بنو مُحَارِب کے لوگ اپنے ایک نامور جنگجو دُعْثُور بن حارِث کی تحریک پر پھر مدینہ پر اچانک حملہ کر دینے کی نیت سے نجد کے ایک مقام ذِی اَمَر میں جمع ہونے شروع ہوئے لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کی حرکات و سکنات کا باقاعدہ علم رکھتے تھے، آپؐ کو ان کے اس خونی ارادے کی بروقت اطلاع ہو گئی اور آپؐ ایک بیدار مغز جرنیل کی طرح پیش بندی کے طور پر ساڑھے چار سو صحابیوں کی جمعیت کو اپنے ساتھ لے کر محرم 3/ھ کے آخر یا صفر کے شروع میں مدینہ سے نکلے اور تیزی کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے ذِی اَمَر کے قریب پہنچ گئے۔ دشمن کو آپؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے جھٹ پٹ آس پاس کی پہاڑیوں پر چڑھ کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا اور مسلمان ذی امر میں پہنچے تو میدان خالی تھا؛ البتہ بنو ثَعلَبَہ کا ایک بدوی جس کا نام جَبَّار تھا صحابہ کے قابو میں آ گیا جسے قید کر کے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب کے سارے لوگ پہاڑیوں میں محفوظ ہو گئے ہیں اور وہ کھلے میدان میں مسلمانوں کے سامنے نہیں آئیں گے۔ ناچار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپسی کا حکم دینا پڑا مگر اس غزوہ کا اتنا فائدہ ضرور ہو گیا کہ اس وقت جو خطرہ بنو غطفان کی طرف سے پیدا ہوا تھا وہ وقتی طور پر ٹل گیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 463)

غزوۂ احد جو شوال 3ر ہجری میں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے۔ پہلے دو غزوات میں تو (شامل) نہیں ہوئے تھے اس غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے۔ دورانِ جنگ صحابہ کا ایک گروہ ایسا تھا جو اچانک حملہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر میدان سے اِدھر اُدھر ہو گیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف 12 صحابہ کا ایک چھوٹا سا گروہ رہ گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ پہلے گروہ میں سے تھے۔

(ماخوذ از شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جزء 2صفحہ 418-419 باب غزوۃ احد، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

مسلمانوں نے جب لشکرِ قریش پر غلبہ پالیا اور وہ مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پچاس تیر اندازوں کو اپنی جگہ نہ چھوڑنے کا ارشاد فرمایا تھا انہوں نے فتح کو دیکھ کر اپنی جگہ کو چھوڑ دیا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سختی سے اپنی جگہ نہ چھوڑنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے یہ منظر دیکھ کر فوراً وہاں سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ ایسا اچانک، غیر متوقع اور اس قدر شدید تھا کہ مسلمان منتشر ہو گئے۔ ان منتشر ہونے والے صحابہ میں حضرت عثمانؓ کا نام بھی بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف میں ان لوگوں کے ضمن میں ذکر آتا ہے کہ اس وقت کے خاص حالات اور ان لوگوں کے دلی ایمان اور اخلاص کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّہُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا اللّٰہُ عَنۡہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ۔ (آل عمران :156)

یقیناً تم میں سے وہ لوگ جو اس دن پھر گئے جس دن دو گروہ متصادم ہوئے یقیناً شیطان نے انہیں پھسلا دیا تھا بعض ایسے اعمال کی وجہ سے جو وہ بجالائے اور یقیناً اللہ ان سے درگزر کر چکا ہے۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بہت بردبار ہے۔

اس غزوہ کے دوران مسلمانوں کی اس کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ

"قریش کے لشکر نے قریباً چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا اور اپنے پے در پے حملوں سے ہر آن دباتا چلا آتا تھا۔ اس پر بھی مسلمان شاید تھوڑی دیر بعد سنبھل جاتے مگر غضب یہ ہوا کہ قریش کے ایک بہادر سپاہی عبداللہ بن قَمِئَہ نے مسلمانوں کے علمبردار مُصْعَبْ بن عُمَیرؓ پر حملہ کیا اور اپنی تلوار کے وار سے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ گرایا۔ مُصْعَبْؓ نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا اور ابن قَمِئَہ کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے مگر اس نے

دوسرے وار میں ان کا دوسرا ہاتھ بھی قلم کر دیا۔ اس پر مُصْعَبؓ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر گرتے ہوئے اسلامی جھنڈے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسے چھاتی سے چمٹا لیا۔ جس پر ابن قَمِئَہ نے ان پر تیسرا وار کیا اور اب کی دفعہ مُصْعَبْ شہید ہو کر گر گئے۔ جھنڈا تو کسی دوسرے مسلمان نے فوراً آگے بڑھ کر تھام لیا مگر چونکہ مُصْعَبؓ کا ڈیل ڈول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا ابن قَمِئَہ نے سمجھا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی طرف سے یہ تجویز محض شرارت اور دھوکا دہی کے خیال سے ہو۔ بہر حال اس نے مُصْعَبؓ کے شہید ہو کر گرنے پر شور مچا دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے اور ان کی جمعیت بالکل منتشر ہو گئی اور بہت سے صحابی سراسیمہ ہو کر میدان سے بھاگ نکلے۔ اس وقت مسلمان تین حصوں میں منقسم تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر میدان سے بھاگ گیا تھا مگر یہ گروہ سب سے تھوڑا تھا" یا یہ کہہ دیں کہ مایوس ہو کے منتشر ہو گیا تھا۔" ان لوگوں میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی شامل تھے مگر جیسا کہ قرآن شریف میں ذکر آتا ہے اس وقت کے خاص حالات اور ان لوگوں کے دلی ایمان اور اخلاص کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ ان لوگوں میں سے بعض مدینہ تک جا پہنچے اور اس طرح مدینہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی شہادت اور لشکر اسلام کی ہزیمت کی خبر پہنچ گئی جس سے تمام شہر میں ایک کہرام مچ گیا اور مسلمان مرد، عورت، بچے، بوڑھے نہایت سراسیمگی کی حالت میں شہر سے باہر نکل آئے اور احد کی طرف روانہ ہو گئے اور بعض تو جلد جلد دوڑتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچے اور اللہ کا نام لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ دوسرے گروہ میں وہ لوگ تھے جو بھاگے تو نہیں تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر یا تو ہمت ہار بیٹھے تھے اور یا اب لڑنے کو بیکار سمجھتے تھے اور اس لئے میدان سے ایک طرف ہٹ کر سرنگوں ہو کر بیٹھ گئے۔

تیسرا گروہ وہ تھا جو برابر لڑ رہا تھا۔ ان میں سے کچھ تو وہ لوگ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع تھے اور بے نظیر جان نثاری کے جوہر دکھا رہے تھے اور اکثر وہ تھے جو میدان جنگ میں منتشر طور پر لڑ رہے تھے۔ ان لوگوں اور نیز گروہ ثانی کے لوگوں کو جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ موجود ہونے کا پتہ لگتا جاتا تھا یہ لوگ دیوانوں کی طرح لڑتے بھڑتے آپؐ کے ارد گرد جمع ہوتے جاتے تھے۔

اس وقت جنگ کی حالت یہ تھی کہ قریش کا لشکر گویا سمندر کی مہیب لہروں کی طرح چاروں طرف سے بڑھا چلا آتا تھا اور میدان جنگ میں ہر طرف سے تیر اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ جاں نثاروں نے اس خطرہ کی حالت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد گھیر اڈال کر آپؐ کے جسم مبارک کو اپنے بدنوں سے چھپا لیا مگر پھر بھی جب کبھی حملہ کی روا اٹھتی تھی تو یہ چند گنتی کے آدمی ادھر ادھر دھکیل دئے جاتے تھے اور ایسی حالت میں بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریباً اکیلے رہ جاتے تھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 493-494)

بہر حال اس میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ **حضرت عثمانؓ مایوس ہو کے یا کسی وجہ سے اس وقت**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کے وہاں سے چلے گئے تھے اور اسی طرح مایوس ہو کر بیٹھنے والوں میں نہیں تھے لیکن بیٹھنے والوں میں حضرت عمرؓ کا بھی ذکر آتا ہے۔ بہر حال وہ تو اپنے وقت پر بیان ہو گا۔

صلح حدیبیہ میں آپؓ کی سفارت کاری:

اب مَیں بیان کرتا ہوں صلح حدیبیہ کے موقع پر جو سفارت کاری ہوئی اور بیعتِ رضوان ہوئی اس میں حضرت عثمانؓ کا کردار یا آپؓ کے بارے میں کیا واقعات ملتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا دیکھا کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ امن کے ساتھ اپنے سروں کو منڈائے ہوئے اور بال چھوٹے کیے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس رؤیا کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ 6/ ہجری میں اپنے چودہ سو اصحاب کے ہمراہ عمرے کی ادائیگی کے لیے مدینہ سے نکلے۔ حدیبیہ کے مقام پر آپؐ نے پڑاؤ کیا۔ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرے کی ادائیگی سے روکا۔ فریقین کے درمیان جب سفارت کاری کا آغاز ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے جوش و خروش کا حال سنا تو آپؐ نے فرمایا کسی ایسے بااثر شخص کو مکہ میں بھجوایا جائے جو مکّہ ہی کا رہنے والا ہو اور قریش کے کسی معزز قبیلے سے تعلق رکھتا ہو۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ للقسطلانی جزء3 صفحہ169-170، 222 امر الحدیبیہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مقصد کے لیے بھجوایا گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کا کچھ ذکر مَیں کرتا ہوں۔ آپؓ نے لکھا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھی کہ آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس وقت ذوقعدہ کا مہینہ قریب تھا جو زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مبارک مہینوں میں سے سمجھا جاتا تھا جن میں ہر قسم کا جنگ و جدل منع تھا۔ گویا ایک طرف آپؐ نے یہ خواب دیکھی اور دوسری طرف یہ وقت بھی ایسا تھا کہ جب عرب کے طول و عرض میں جنگ کا سلسلہ رک کر امن و امان ہو جاتا تھا۔ گو یہ حج کے دن نہیں تھے اور ابھی تک اسلام میں حج باقاعدہ طور پر مقرر بھی نہیں ہوا تھا لیکن خانہ کعبہ کا طواف ہر وقت ہو سکتا تھا۔ اس لیے آپؐ نے اس خواب دیکھنے کے بعد اپنے صحابہؓ سے تحریک فرمائی کہ عمرہ کے واسطے تیاری کر لیں۔ اس موقع پر آپؐ نے صحابہ میں یہ بھی اعلان فرمایا کہ چونکہ اس سفر میں کسی قسم کا جنگی مقابلہ مقصود نہیں ہے بلکہ محض ایک پُرامن دینی عبادت کا بجالانا مقصود ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سفر میں اپنے ہتھیار ساتھ نہ لیں۔ البتہ عرب کے دستور کے مطابق صرف اپنی تلواروں کو نیاموں کے اندر بند کر کے مسافرانہ طریق پر اپنے ساتھ رکھا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی آپؐ نے مدینہ کے گردونواح کے بدوی لوگوں میں بھی جو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھے یہ تحریک فرمائی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو کر عمرہ کی عبادت بجا لائیں مگر افسوس ہے کہ ایک نہایت قلیل یعنی برائے نام تعداد کے سوا ان مسلمان کہلانے والے کمزور ایمان بدوی لوگوں نے جو مدینہ کے آس پاس آباد تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے سے احتراز کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ خواہ مسلمانوں کی نیت عمرہ کے سوا

کچھ نہیں مگر قریش بہر حال مسلمانوں کو روکیں گے اور اس طرح مقابلہ کی صورت پیدا ہو جائے گی اور وہ سمجھتے تھے کہ چونکہ یہ مقابلہ مکہ کے قریب اور مدینہ سے دور ہو گا اس لیے کوئی مسلمان بچ کر واپس نہیں آسکے گا۔ اس لیے ڈر کر وہ اس میں شامل نہیں ہوئے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **کچھ اوپر چودہ سو صحابیوں کی جمعیت کے ساتھ ذوقعدہ** 6ر ہجری کے شروع میں ہی پیر کے دن بوقت صبح مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ آپؐ کے ہم رکاب تھیں اور مدینہ کا امیر نُمَیلَہ بن عبد اللہؓ کو اور امام الصلوٰۃ عَبْدُاللہ بن اُمِّ مکْتُوم ؓ کو جو آنکھوں سے معذور تھے مقرر کیا گیا تھا۔

جب آپؐ ذُوالْحلَیْفَہ میں پہنچے جو مدینہ سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر مکہ کے راستہ پر واقع ہے تو آپؐ نے ٹھہرنے کا حکم دیا اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد قربانی کے اونٹوں کو جو تعداد میں ستّر تھے نشان لگائے جانے کا ارشاد فرمایا اور صحابہؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ حاجیوں کا مخصوص لباس جو اصطلاحاً احرام کہلاتا ہے پہن لیں اور آپؐ نے خود بھی احرام باندھ لیا اور پھر قریش کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لیے کہ آیا وہ کسی شرارت کا ارادہ تو نہیں رکھتے ایک خبر رساں بُسر بن سُفْیان نامی کو جو قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتا تھا، جو مکہ کے قرب میں آباد تھا، آگے بھجوا کر آہستہ آہستہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مزید احتیاط کے طور پر مسلمانوں کی بڑی جمعیت کے آگے آگے رہنے کے لیے عَبَّاد بن بِشْرؓ کی کمان میں بیس سواروں کا ایک دستہ بھی متعین فرمایا۔ جب آپؐ چند روز کے سفر کے بعد عُسْفَان کے قریب پہنچے جو مکہ سے تقریباً دو منزل کے راستہ پر واقع ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ ایک منزل نو میل کی ہوتی ہے۔) تو آپؐ کے خبر رساں نے واپس آکر آپؐ کی خدمت میں اطلاع دی کہ قریش مکہ بہت جوش میں ہیں اور آپ کو روکنے کا پختہ عزم کیے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے اپنے جوش اور وحشت کے اظہار کے لیے چیتوں کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور جنگ کا پختہ عزم کر کے بہر صورت مسلمانوں کو روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قریش نے اپنے چند جانباز سواروں کا ایک دستہ خالد بن ولید کی کمان میں جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے آگے بھجوا دیا ہے اور یہ کہ یہ دستہ اس وقت مسلمانوں کے قریب پہنچا ہوا ہے اور اس دستہ میں عکرمہ بن ابو جہل بھی شامل ہے وغیرہ وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو تصادم سے بچنے کی غرض سے صحابہ کو حکم دیا کہ مکہ کے معروف راستے کو چھوڑ کر دائیں جانب ہوتے ہوئے آگے بڑھیں۔ چنانچہ مسلمان ایک دشوار گزار اور کٹھن رستہ پر پڑ کر سمندر کی جانب ہوتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نئے رستہ **پر چلتے ہوئے حدیبیہ کے قریب پہنچے جو مکہ سے ایک** منزل یعنی صرف نو میل کے فاصلہ پر ہے اور حدیبیہ کی گھاٹیوں پر سے مکہ کی وادی کا آغاز ہو جاتا ہے تو آپ کی اونٹنی جو اَلْقَصْوَا کے نام سے مشہور تھی اور بہت سے غزوات میں آپؐ کے استعمال میں رہ چکی تھی یکلخت پاؤں پھیلا کر زمین پر بیٹھ گئی اور باوجود اٹھانے کے اٹھنے کا نام نہ لیتی تھی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ شاید یہ تھک گئی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں نہیں۔ یہ تھکی نہیں اور نہ ہی اس طرح تھک کر بیٹھ جانا اس کی عادت میں داخل ہے بلکہ حق یہ ہے کہ جس بالا ہستی نے اس سے پہلے اصحاب فیل کے ہاتھی کو مکہ کی طرف بڑھنے سے روکا تھا اسی نے اب اس اونٹنی کو بھی روکا ہے۔ پس خدا کی قسم! مکہ کے قریش جو

مطالبہ بھی حرم کی عزت کے لیے مجھ سے کریں گے میں اسے قبول کروں گا۔ یہ آپؐ نے فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنی اونٹنی کو پھر اٹھنے کی آواز دی اور خدا کی قدرت کہ اس دفعہ وہ جھٹ اٹھ کر چلنے کو تیار ہو گئی۔ اس پر آپؐ اسے وادیٔ حدیبیہ کے پرلے کنارے کی طرف لے گئے اور وہاں ایک چشمہ کے پاس ٹھہر کر اونٹنی سے نیچے اتر آئے اور اسی جگہ آپؐ کے فرمانے پر صحابہؓ نے ڈیرے ڈال دیے۔

پھر یہاں آگے ذکر آتا ہے کہ قریش کے ساتھ صلح کی گفتگو کا آغاز کس طرح ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی وادی میں پہنچ کر قیام فرمایا تو اس وادی کے چشمہ کے پاس قیام کیا۔ جب صحابہؓ اس جگہ ڈیرے ڈال چکے تو قبیلہ خُزاعہ کا ایک نامور رئیس بُدَیل بن ورقا نامی جو قریب ہی کے علاقہ میں آباد تھا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے آیا اور اس نے آپؐ سے عرض کیا کہ مکہ کے رؤسا جنگ کے لیے تیار کھڑے ہیں اور وہ کبھی بھی آپؐ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم تو جنگ کی غرض سے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں اور افسوس ہے کہ باوجود اس کے کہ قریش مکہ کو جنگ کی آگ نے جلا جلا کر خاک کر رکھا ہے مگر پھر بھی یہ لوگ باز نہیں آتے اور مَیں تو ان لوگوں کے ساتھ اس سمجھوتہ کے لیے بھی تیار ہوں کہ وہ میرے خلاف جنگ بند کر کے مجھے دوسرے لوگوں کے لیے آزاد چھوڑ دیں۔ مکہ والوں سے مَیں کوئی تعارض نہیں کرتا۔ کچھ ان سے تعلق نہیں رکھوں گا اور دوسرے لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچاؤں گا لیکن اگر انہوں نے میری اس تجویز کو بھی ردّ کر دیا اور بہر صورت جنگ کی آگ کو بھڑکائے رکھا تو مجھے بھی اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ پھر مَیں بھی اس مقابلہ سے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا کہ یا تو میری جان اس رستہ میں قربان ہو جائے اور یا خدا مجھے فتح عطا کرے۔ اگر میں ان کے مقابلہ میں آکر مٹ گیا تو قصہ ختم ہوا لیکن اگر خدا نے مجھے فتح عطا کی اور میرے لائے ہوئے دین کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پھر مکہ والوں کو بھی ایمان لے آنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ بُدَیل بن وَرْقا پر آپؐ کی اس مخلصانہ اور دردمندانہ تقریر کا بہت اثر ہوا اور اس نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ مہلت دیں کہ مَیں مکہ جا کر آپ کا پیغام پہنچاؤں اور مصالحت کی کوشش کروں۔ آپؐ نے اجازت دے دی اور بُدَیل اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب بُدَیل بن وَرقا مکہ میں پہنچا تو اس نے قریش کو جمع کر کے ان سے کہا کہ **میں اس شخص یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آرہا ہوں** اور میرے سامنے اس نے ایک تجویز پیش کی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کا ذکر کروں۔ اس پر قریش کے جوشیلے اور غیر ذمہ دار لوگ کہنے لگے کہ ہم اس شخص کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں مگر اہل الرائے اور ثقہ لوگوں نے کہا۔ ہاں جو تجویز بھی ہے وہ ہمیں بتاؤ۔ چنانچہ بُدَیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تجویز کا اعادہ کیا۔ اس پر ایک شخص عُرْوَہ بن مسعود نامی جو قبیلہ ثقیف کا ایک بہت بااثر رئیس تھا اور اس وقت مکہ میں موجود تھا کھڑا ہو گیا اور قدیم عربی انداز میں قریش سے کہنے لگا کہ اے لوگو! کیا میں تمہارے باپ کی جگہ نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا آپ لوگ میرے

بیٹوں کی طرح نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر عُرْوَہ نے کہا کیا تمہیں مجھ پر کسی قسم کی بے اعتمادی ہے؟ قریش نے کہا ہرگز نہیں۔ اس پر اس نے کہا کہ پھر میری یہ رائے ہے کہ اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سامنے ایک عمدہ بات پیش کی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس کی تجویز کو قبول کر لیں اور مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر مزید گفتگو کروں۔ قریش نے کہا بے شک آپ جائیں اور گفتگو کریں۔

جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچا تو اس وقت **وہاں ایک روح پرور نظارہ بھی اس نے** دیکھا۔ عُرْوَہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپؐ کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ آپؐ نے اس کے سامنے اپنی وہی تقریر دوہرائی جو اس سے قبل بُدَیْل بن وَرْقَا کے سامنے فرما چکے تھے۔ عُرْوَہ اصولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے ساتھ متفق تھا مگر قریش کی سفارت کا حق ادا کرنا اور ان کے حق میں زیادہ سے زیادہ شرائط محفوظ کرانا چاہتا تھا۔ عُرْوَہ آپؐ کے ساتھ گفتگو ختم کر کے قریش کی طرف لوٹا اور جاتے ہی قریش سے کہنے لگا۔ اے لوگو! مَیں نے دنیا میں بہت سفر کیے ہیں۔ بادشاہوں کے دربار میں شامل ہوا ہوں اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے سامنے بطور وفد کے پیش ہو چکا ہوں مگر خدا کی قسم! جس طرح میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابیوں کو محمد کی عزت کرتے دیکھا ہے ایسا میں نے کسی اَور جگہ نہیں دیکھا۔ پھر اس نے اپنا وہ سارا مشاہدہ بیان کیا جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دیکھا تھا اور آخر میں کہنے لگا کہ مَیں پھر یہی مشورہ دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تجویز ایک منصفانہ تجویز ہے اسے قبول کر لینا چاہیے۔

عُرْوَہ کی یہ گفتگو سن کر قبیلہ بنی کنانہ کے ایک رئیس نے جس کا نام حُلَیْس بن عَلْقَمَہ تھا قریش سے کہا اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں بے شک جاؤ۔ چنانچہ یہ شخص حدیبیہ میں آیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دُور سے آتے دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا یہ شخص جو ہماری طرف آ رہا ہے ایسے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے مناظر کو پسند کرتے ہیں۔ پس فوراً اپنے قربانی کے جانوروں کو اکٹھا کر کے اس کے سامنے لاؤ تا کہ اسے پتہ لگے اور احساس پیدا ہو کہ ہم کس غرض سے آئے ہیں۔ چنانچہ صحابہؓ اپنے قربانی کے جانوروں کو ہنکاتے ہوئے اور تکبیروں کی آواز بلند کرتے ہوئے اس کے سامنے جمع ہو گئے۔ جب اس نے یہ نظارہ دیکھا تو کہنے لگا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ تو حاجی لوگ ہیں۔ انہیں بیت اللہ کے طواف سے کسی طرح روکا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ وہ جلدی ہی قریش کی طرف واپس لوٹ گیا اور قریش سے کہنے لگا مَیں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے جانوروں کے گلے میں قربانی کے ہار باندھ رکھے ہیں اور ان پر قربانی کے نشان لگائے ہوئے ہیں۔ پس یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ انہیں طوافِ کعبہ سے روکا جائے۔

قریش میں اس وقت ایک سخت انتشار کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور لوگوں کی دو پارٹیاں بن گئی تھیں۔ ایک پارٹی بہر صورت مسلمانوں کو واپس لوٹانے پر مُصر تھی اور مقابلہ کے خیالات پر سختی سے قائم تھی مگر دوسری پارٹی اسے اپنی قدیم مذہبی روایات کے خلاف پا کر خوف زدہ ہو رہی تھی اور کسی باعزت سمجھوتہ کی متمنی تھی۔ اس لیے فیصلہ معلق چلا جا رہا تھا۔ اس موقع پر ایک عربی رئیس مِکْرَزْ بن حَفْص نامی نے قریش سے کہا کہ مجھے جانے دو۔

مَیں کوئی فیصلہ کی راہ نکالوں گا۔ قریش نے کہا اچھا تم بھی کوشش کر کے دیکھ لو۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دُور سے آتے دیکھا تو فرمایا خدا خیر کرے یہ آدمی تو اچھا نہیں۔ بہر حال مِکْرَز آپ کے پاس آیا اور گفتگو کرنے لگا مگر ابھی وہ بات کر ہی رہا تھا کہ مکہ کا ایک نامور رئیس سُہَیل بن عَمْرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جسے غالباً قریش نے اپنی گھبراہٹ میں مِکْرَز کی واپسی کا انتظار کرنے کے بغیر بھجوا دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کو آتے دیکھا تو فرمایا یہ سُہَیل آتا ہے۔ اب خدا نے چاہا تو معاملہ آسان ہو جائے گا۔

بہر حال یہ بات چیت ہوتی رہی۔ اس موقع پر یہ واقعہ بھی ہوا کہ جب قریش کی طرف سے پے در پے سفیر آنے شروع ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کر کے کہ آپ کی طرف سے بھی کوئی فہمیدہ شخص قریش کی طرف جانا چاہیے جو انہیں ہمدردی اور دانائی کے ساتھ مسلمانوں کا زاویہ نظر سمجھا سکے ایک شخص خِرَاشْ بن اُمَیَّہ کو اس کام کے لیے چنا جو قبیلہ خُزَاعہ سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی وہی قبیلہ جس سے قریش کے سب سے پہلے سفیر بُدَیْل بن وَرْقَا کا تعلق تھا اور اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خِرَاشْ کو سواری کے لیے خود اپنا ایک اونٹ عطا فرمایا۔ خِرَاشْ قریش کے پاس گیا مگر چونکہ ابھی یہ گفتگو کا ابتدائی مرحلہ تھا اور نوجوانانِ قریش بہت جوش میں تھے۔ ایک جوشیلے نوجوان عکرمہ بن ابوجہل نے خراش کے اونٹ پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا جس کے عربی دستور کے مطابق یہ معنی تھے کہ ہم تمہاری نقل و حرکت کو جبراً روکتے ہیں۔ علاوہ ازیں قریش کی یہ جوشیلی پارٹی خود خِرَاشْ پر بھی حملہ کرنا چاہتی تھی مگر بڑے بوڑھوں نے بیچ بچاؤ کر کے اس کی جان بچائی اور وہ اسلامی کیمپ میں واپس آ گیا۔ کفار کی طرف سے وہ واپس آ گیا۔ قریش مکہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے جوش میں اندھے ہو کر اس بات کا بھی ارادہ کیا کہ اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مکہ سے اس قدر قریب اور مدینہ سے اتنی دور آئے ہوئے ہیں تو ان پر حملہ کر کے جہاں تک ممکن ہو نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے انہوں نے چالیس پچاس آدمیوں کی ایک پارٹی حدیبیہ کی طرف روانہ کی اور اس گفت و شنید کے پردے میں جو اس وقت فریقین میں جاری تھی ان لوگوں کو ہدایت دی کہ اسلامی کیمپ کے ارد گرد گھومتے ہوئے تاک میں رہیں اور موقع پا کر مسلمانوں کا نقصان کرتے رہیں بلکہ بعض روایتوں سے یہاں تک پتہ لگتا ہے کہ یہ لوگ تعداد میں اسّی تھے اور اس موقع پر **قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی بھی سازش کی تھی** مگر بہر حال خدا کے فضل سے مسلمان اپنی جگہ ہوشیار تھے۔ چنانچہ قریش کی اس سازش کا راز کھل گیا اور یہ لوگ سب کے سب گرفتار کر لیے گئے۔ مسلمانوں کو اہل مکہ کی اس حرکت پر جو اَشْہر حرم میں اور پھر گویا حَرَم کے علاقہ میں کی گئی تھی سخت طیش تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو معاف فرما دیا اور مصالحت کی گفتگو میں روک نہ پیدا ہونے دی۔ اہل مکہ کی اس حرکت کا قرآن شریف نے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ۔وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۔(الفتح:25)

یعنی خدا نے اپنے فضل سے کفار کے ہاتھوں کو مکہ کی وادی میں تم سے روک کر رکھا اور تمہاری حفاظت کی اور پھر جب تم نے ان لوگوں پر غلبہ پالیا اور انہیں اپنے قابو میں کر لیا تو خدا نے تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک کر رکھا۔

بیعتِ رضوان:

بہر حال جب ہم ان تمام حالات اور اس پس منظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل صبر اور حوصلہ اور امن کی کوشش کو دیکھتے ہیں جو انتہا کو پہنچا ہوا ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ وہ ایک صبر اور امن کی کوشش ہے جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔ آپ مسلسل اس کوشش میں تھے کہ امن کی صورت پیدا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کی شرارت کو دیکھا اور ساتھ ہی خِرَاشْ بن امیہ سے اہل مکہ کے جوش و خروش کا حال سنا تو قریش کو ٹھنڈا کرنے اور راہ راست پر لانے کی غرض سے ارادہ فرمایا کہ کسی ایسے بااثر شخص کو مکہ میں بھجوایا جائے جو مکہ ہی کا رہنے والا ہو اور قریش کے کسی معزز قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو۔ یعنی اس کے بعد بھی آپ نے کوشش چھوڑی نہیں بلکہ پھر بھی یہ رسک (risk) لیا کہ کسی کو دوبارہ بھیجنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے فرمایا کہ بہتر ہو گا کہ آپ مکہ میں جائیں اور مسلمانوں کی طرف سے سفارت کا فرض سرانجام دیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ جانتے ہیں کہ مکہ کے لوگ میرے سخت دشمن ہو رہے ہیں اور اس وقت مکّہ میں میرے قبیلہ کا کوئی بااثر آدمی موجود نہیں جس کا اہلِ مکّہ پر دباؤ ہو۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ کامیابی کا رستہ آسان کرنے کے لیے اس خدمت کے لیے عثمان بن عَفَّانؓ کو چنا جائے جن کا قبیلہ بنو امیہ اس وقت بہت بااثر ہے اور مکہ والے عثمان کے خلاف شرارت کی جرأت نہیں **کر سکتے اور اگر حضرت عثمانؓ کو بھیجا جائے تو کامیابی کی زیادہ امید ہے۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ سے ارشاد فرمایا کہ وہ مکہ جائیں اور قریش کو مسلمانوں کے پُرامن ارادوں اور عمرہ کی نیت سے آگاہ کریں اور آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو اپنی طرف سے ایک تحریر بھی لکھ کر دی جو رؤسائے قریش کے نام تھی۔ اس تحریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آنے کی غرض بیان کی اور قریش کو یقین دلایا کہ ہماری نیت صرف ایک عبادت کا بجالانا ہے اور ہم پُرامن صورت میں عمرہ بجالا کر واپس چلے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے یہ بھی فرمایا کہ مکّہ میں جو کمزور مسلمان ہیں انہیں بھی ملنے کی کوشش کرنا اور ان کی ہمت بڑھانا اور کہنا کہ ذرا اَور صبر سے کام لیں۔ خدا عنقریب کامیابی کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ یہ پیغام لے کر حضرت عثمانؓ مکہ میں گئے اور ابوسفیان سے مل کر جو اس زمانہ میں مکہ کا رئیس اعظم تھا اور حضرت عثمانؓ کا قریبی عزیز بھی تھا اہلِ مکہ کے ایک عام مجمع میں پیش ہوئے۔ اس مجمع میں حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر پیش کی جو مختلف رؤسائے قریش نے فرداً فرداً بھی ملاحظہ کی مگر باوجود اس کے سب لوگ اپنی اس ضد پر قائم رہے کہ بہر حال مسلمان اس سال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عثمانؓ کے زور دینے پر قریش نے کہا کہ اگر تمہیں زیادہ شوق ہے تو ہم تم کو ذاتی طور پر طواف بیت اللہ کا موقع دے دیتے ہیں مگر اس سے زیادہ نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مکہ سے باہر روکے جائیں اور میں طواف کروں! مگر قریش نے کسی طرح نہ مانا اور بالآخر حضرت عثمانؓ مایوس ہو کر واپس آنے کی تیاری

کرنے لگے۔ اس موقع پر مکہ کے شریر لوگوں کو یہ شرارت سوجھی کہ انہوں نے غالباً اس خیال سے کہ اس طرح ہمیں مصالحت میں زیادہ مفید شرائط حاصل ہو سکیں گی حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کو مکہ میں روک لیا۔ اس پر مسلمانوں میں یہ افواہ مشہور ہوئی کہ اہلِ مکّہ نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر جب پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شدید غصہ اور صدمہ تھا۔ تب آپ نے وہاں بیعتِ رضوان لی۔

اس کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ خبر حدیبیہ میں پہنچی تو مسلمانوں میں سخت جوش پیدا ہوا کیونکہ عثمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور معزز ترین صحابہ میں سے تھے اور مکہ میں بطور اسلامی سفیر کے گئے تھے اور یہ دن بھی اَشْھُرِ حُرُم کے تھے، حرمت والا مہینہ تھا اور پھر مکہ خود حرم کا علاقہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تمام مسلمانوں میں اعلان کر کے انہیں ایک ببول یعنی کیکر کے درخت کے نیچے جمع کیا اور جب صحابہ جمع ہو گئے تو اس خبر کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر یہ اطلاع درست ہے تو خدا کی قسم! ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں ٹلیں گے کہ عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: آؤ اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جو اسلام میں بیعت کا طریقہ ہے یہ عہد کرو کہ تم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر کسی حال میں اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔ اس اعلان پر صحابہؓ بیعت کے لیے اس طرح لپکے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑے تھے اور ان چودہ پندرہ سو مسلمانوں کا کہ یہی اس وقت اسلام کی جمع پونجی تھی، کُل مسلمان تھے، ایک ایک فرد اپنے محبوب آقا کے ہاتھ پر گویا دوسری دفعہ بک گیا۔ جب بیعت ہو رہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے کیونکہ اگر وہ یہاں ہوتا تو اس مقدس سودے میں کسی سے پیچھے نہ رہتا لیکن اس وقت وہ خدا اور اس کے رسول کے کام میں مصروف ہے۔ اس طرح یہ بجلی کا سا منظر اپنے اختتام کو پہنچا۔

اسلامی تاریخ میں یہ بیعت بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے یعنی وہ بیعت جس میں مسلمانوں نے خدا کی کامل رضامندی کا انعام حاصل کیا۔ قرآن شریف نے بھی اس بیعت کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ (الفتح:19)

یعنی اللہ تعالیٰ خوش ہو گیا مسلمانوں سے جب کہ اے رسول! وہ ایک درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے کیونکہ اس بیعت سے ان کے دلوں کا مخفی اخلاص خدا کے ظاہری علم میں آ گیا سو خدا نے بھی ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں ایک قریب کی فتح کا انعام عطا کیا۔

صحابہ کرامؓ بھی ہمیشہ اس بیعت کو بڑے فخر اور محبت کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر بعد میں آنے والے لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ تم تو مکہ کی فتح کو فتح شمار کرتے ہو مگر ہم بیعت رضوان ہی کو فتح خیال کرتے تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ بیعت اپنے کوائف کے ساتھ مل کر ایک نہایت عظیم الشان فتح تھی۔ نہ صرف اس لیے کہ اس نے آئندہ فتوحات کا دروازہ کھول دیا بلکہ اس لیے بھی کہ اس سے اسلام کی اس جاں فروشانہ روح کا جو دینِ محمدی کا گویا مرکزی نقطہ ہے ایک نہایت شاندار رنگ میں اظہار ہوا اور فدائیان اسلام نے اپنے عمل سے بتا

دیا کہ وہ اپنے رسولؐ اور اس رسولؐ کی لائی ہوئی صداقت کے لیے ہر میدان میں اور اس میدان کے ہر قدم پر موت وحیات کے سودے کے لیے تیار ہیں۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ بیعتِ رضوان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ بیعت موت کے عہد کی بیعت تھی یعنی اس عہد کی بیعت تھی کہ ہر مسلمان اسلام کی خاطر اور اسلام کی عزت کی خاطر اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر پیچھے نہیں ہٹے گا اور اس بیعت کا خاص پہلو یہ تھا کہ یہ عہد وپیمان صرف منہ کا ایک وقتی اقرار نہیں تھا جو عارضی جوش کی حالت میں کر دیا گیا ہو بلکہ دل کی گہرائیوں کی آواز تھی جس کے پیچھے مسلمانوں کی ساری طاقت ایک نقطۂ واحد پر جمع تھی۔

صلح حدیبیہ:

جب قریش کو اس بیعت کی اطلاع پہنچی تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور نہ صرف حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کو آزاد کر دیا بلکہ اپنے ایلچیوں کو بھی ہدایت دی کہ اب جس طرح بھی ہو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیں مگر یہ شرط ضرور رکھی جائے کہ اس سال کی بجائے مسلمان آئندہ سال آکر عمرہ بجالائیں اور بہر حال اب واپس چلے جائیں۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابتدا سے یہ عہد کر چکے تھے کہ میں اس موقع پر کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو حرم المحرم اور بیت اللہ کے احترام کے خلاف ہو اور چونکہ آپؐ کو خدا نے یہ بشارت دے رکھی تھی کہ اس موقع پر قریش کے ساتھ مصالحت آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بننے والی ہے اس لیے گویا فریقین کے لحاظ سے یہ ماحول مصالحت کا ایک نہایت عمدہ ماحول تھا اور اسی ماحول میں سُہَیل بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپؐ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ اب معاملہ آسان ہوتا نظر آتا ہے۔ صلح کی گفتگو شروع ہوئی جب سُہَیل بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو آپؐ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سُہَیل آتا ہے۔ اب خدا نے چاہا تو معاملہ سہل ہو جائے گا۔ بہر حال سہیل آیا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ آؤ جی۔ اب لمبی بحث جانے دو۔ ہم معاہدے کے لیے تیار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بھی تیار ہیں اور اس ارشاد کے ساتھ ہی آپؐ نے اپنے سیکرٹری حضرت علیؓ کو بلوایا۔ اس معاہدہ کی شرائط حسب ذیل تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی اس سال واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال وہ مکہ میں آکر رسم عمرہ ادا کر سکتے ہیں مگر سوائے نیام میں بند تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو اور مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔

اگر کوئی مرد مکہ والوں میں سے مدینہ جائے تو خواہ وہ مسلمان ہی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے مدینہ میں پناہ نہ دیں اور واپس لوٹا دیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں آجائے تو اسے واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔ ایک اَور روایت میں یہ ہے کہ اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص اپنے ولی یعنی گارڈین (guardian) کی اجازت کے بغیر مدینہ آجائے تو اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔

قبائل عرب میں سے جو قبیلہ چاہے مسلمانوں کا حلیف بن جائے اور جو چاہے اہل مکہ کا۔ یہ معاہدہ فی الحال دس سال تک کے لیے ہو گا اور اس عرصہ میں قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ بند رہے گی۔

اس معاہدہ کی دو نقلیں کی گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر دستخط کیے۔

مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ جو اس وقت تک مکہ سے واپس آ چکے تھے یعنی کفار نے جو ان کو روکا تھا تو اس وقت چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے بھی اس معاہدے پر دستخط کیے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو عبیدہؓ تھے۔ معاہدہ کی تکمیل کے بعد سُہیل بن عمرو معاہدہ کی ایک نقل لے کر مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا اور دوسری نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 749 تا 769)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

بعض اردگرد کے لوگوں نے مکہ والوں سے اصرار کیا کہ یہ لوگ صرف طواف کے لیے آئے ہیں آپ ان کو کیوں روکتے ہیں؟ مگر مکہ کے لوگ اپنی ضد پر قائم رہے۔ اس پر بیرونی قبائل کے لوگوں نے مکہ والوں سے کہا کہ آپ لوگوں کا یہ طریق بتاتا ہے کہ آپ کو شرارت مدّ نظر ہے، صلح مدّ نظر نہیں۔ اس لیے ہم لوگ آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک نئی بات ہے جو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہے کہ اردگرد کے قبائل کا بھی پریشر (pressure) تھا۔ اس پر مکہ کے لوگ ڈر گئے اور انہوں نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتے کی کوشش کریں گے۔ جب اس امر کی اطلاع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو جو بعد میں آپؐ کے تیسرے خلیفہ ہوئے، مکّہ والوں سے بات چیت کرنے کے لیے بھیجا۔ جب حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے تو چونکہ مکہ میں ان کی بڑی وسیع رشتہ داری تھی۔ ان کے رشتہ دار ان کے گرد اکٹھے ہو گئے اور ان سے کہا کہ آپ طواف کر لیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال آ کر طواف کریں مگر حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں اپنے آقاؐ کے بغیر طواف نہیں کر سکتا۔ چونکہ رؤسائے مکہ سے آپ کی گفتگو لمبی ہو گئی تو مکّہ میں بعض لوگوں نے شرارت سے یہ خبر پھیلا دی کہ عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ خبر پھیلتے پھیلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا: سفیر کی جان ہر قوم میں محفوظ ہوتی ہے۔ تم نے سنا ہے کہ عثمان کو مکہ والوں نے مار دیا ہے۔ اگر یہ خبر درست نکلی تو ہم بزور مکہ میں داخل ہوں گے۔ یعنی ہمارا پہلا ارادہ صلح کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے کا تھا، جن حالات میں وہ کیا گیا تھا وہ حالات چونکہ تبدیل ہو جائیں گے اس لیے ہم اس ارادہ کے پابند نہیں رہیں گے۔ جو لوگ یہ عہد کرنے کے لیے تیار ہوں کہ اگر ہمیں آگے بڑھنا پڑا تو یا ہم فتح کر کے لوٹیں گے یا ایک ایک کر کے میدان میں مارے جائیں گے وہ اس عہد پر میری بیعت کریں۔ آپؐ کا یہ اعلان کرنا تھا کہ پندرہ سو زائر جو آپ کے ساتھ آیا تھا یکدم پندرہ سو سپاہی کی شکل میں بدل گیا اور دیوانہ وار ایک دوسرے پر پھاندتے ہوئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دوسروں سے پہلے بیعت کرنے کی کوشش کی۔ یہ بیعت تمام اسلامی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے اور درخت کا عہد نامہ کہلاتی ہے کیونکہ جس وقت یہ بیعت لی گئی اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ جب تک اس بیعت میں شامل ہونے والا آخری آدمی بھی دنیا میں زندہ رہا وہ فخر سے اس بات کا ذکر کیا

کرتا تھا کیونکہ پندرہ سو آدمیوں میں سے ایک شخص نے بھی یہ عہد کرنے سے دریغ نہ کیا تھا کہ اگر دشمن نے اسلامی سفیر کو مار دیا ہے تو آج دو صورتوں میں سے ایک ضرور پیدا کر کے چھوڑیں گے یا وہ شام سے پہلے پہلے مکہ کو فتح کر کے چھوڑیں گے یا شام سے پہلے پہلے میدان جنگ میں مارے جائیں گے۔ لیکن ابھی بیعت سے مسلمان فارغ ہی ہوئے تھے کہ حضرت عثمانؓ واپس آ گئے اور انہوں نے بتایا کہ مکہ والے اس سال تو عمرے کی اجازت نہیں دے سکتے مگر آئندہ سال اجازت دینے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں معاہدہ کرنے کے لیے انہوں نے اپنے نمائندے مقرر کر دیے۔ حضرت عثمانؓ کے آنے کے تھوڑی دیر کے بعد مکہ کا ایک رئیس سُہَیل نامی معاہدہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ معاہدہ لکھا گیا۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 307-308)

حضرت عثمانؓ کا یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

دعاؤں کی طرف اب بھی میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ پاکستان کے حالات کے لیے خاص طور پر دعا کریں۔

گھروں کی چار دیواری میں بھی اب تو محفوظ نہیں ہیں۔ اپنی جگہوں پہ بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ہر جگہ جہاں مولوی کہتا ہے پولیس والے پہنچ جاتے ہیں۔ بعض شریف پولیس والے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہماری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں لیکن ہم کیا کریں کہ ہمیں پریشر اتنا پڑتا ہے کہ ہمارے افسران جو کہتے ہیں پھر ہمیں کرنا پڑتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے بدفطرت افسران سے بھی ہماری جان چھڑائے، ملک کی جان چھڑائے اور ہر احمدی کو آزادی سے اور محفوظ طریقے پر اپنے وطن میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاص طور پر دعائیں کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دعائیں اگر جاری رہیں تو جلد ہم دیکھیں گے کہ مخالفین کا انجام نہایت عبرتناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعاؤں کی بھی توفیق دے اور انہیں قبول بھی فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16 / تا 22 / فروری 2021ء خصوصی اشاعت برائے یوم مصلح موعودؓ جلد 28 شمارہ 14-15 صفحہ 05 تا 09)

6

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 05/ فروری 2021ء بمطابق 05/ تبلیغ 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

غزوۂ ذات الرقاع:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا ہے۔ **ایک غزوہ تھا غزوۂ ذات الرقاع۔** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نجد میں غطفان کے قبیلہ بنو ثَعْلَبہ اور بنو مُحَارِبْ پر حملہ کے لیے چار سو یا ایک روایت کے مطابق سات سو صحابہ کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے اور مدینہ میں حضرت عثمانؓ کو امیر مقرر فرمایا اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابوذر غِفَاریؓ کو امیر مقرر فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نجد میں نَخْل مقام پر پہنچے جسے ذَاتُ الرِّقَاع کہتے ہیں۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لیے بڑا لشکر تیار تھا۔ دونوں گروہ ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئے تاہم جنگ نہ ہوئی اور لوگ ایک دوسرے سے خوفزدہ رہے۔ اسی جنگ کے دوران پہلی مرتبہ مسلمانوں نے صلوٰۃِ خوف ادا کی۔

(سیرت ابن هشام صفحه 614-615 غزوة ذات الرقاع مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت 2001ء)
(طبقات الكبرى لابن سعد جزء 2 صفحه 280 غزوة رسول الله ﷺ ذات الرقاع مطبوعه دار احياء التراث العربي بيروت 1996ء)

اس غزوہ کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ اسے ذات الرقاع اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں صحابہ نے اپنے جھنڈوں میں پیوند لگائے ہوئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس علاقے میں درخت یا پہاڑ تھا جس کا نام ذات الرقاع ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ذکر ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک حملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہم چھ آدمی تھے۔ ہمارے پاس ایک مشترکہ اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پاؤں پھٹ گئے یعنی غزوہ میں چھ آدمی نہیں تھے۔ یہ چھ آدمی اس اونٹ کے لیے تھے۔ اور میرے دونوں پاؤں بھی پھٹ گئے اور میرے ناخن گر گئے اور ہم اپنے پاؤں پر کپڑوں کے ٹکڑے لپیٹتے تھے۔ اس لیے اس کا نام غزوۂ ذات الرقاع یعنی چیتھڑوں والی لڑائی رکھا گیا کیونکہ ہم کپڑوں کے ٹکڑے اپنے پیروں پر باندھے ہوئے تھے۔

(صحيح البخارى كتاب المغازى غزوه ذات الرّقاع حديث نمبر 4128)

یہ ایک نوٹ ہے وہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ ریسرچ سیل نے ٹھیک نوٹ لکھا ہے کہ کتب تاریخ و سیَر کے مطابق غزوۂ ذات الرقاع چار ہجری میں ہوا تھا جبکہ امام بخاری نے اس غزوہ کو غزوۂ خیبر کے بعد قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اس غزوہ میں شامل ہوئے تھے اور وہ غزوۂ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے تھے اس لیے سات ہجری کی تاریخ اس غزوہ کی زیادہ قرین قیاس ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 614 غزوۃ ذات الرقاع مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء 2 صفحہ 280 غزوۃ رسول اللہ ﷺ ذات الرقاع، دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء) (صحیح البخاری کتاب المغازی غزوہ ذات الرّقاع حدیث نمبر 4128)

عکرمہ کا ایمان لانا:

فتح مکہ کے ضمن میں جو روایات ہیں جو 8 ہجری میں ہوئی اس میں ایک تفصیلی روایت سنن نسائی میں یوں مذکور ہے جس میں فتح مکہ کے موقع پر ان افراد کی تفصیل بیان ہوئی ہے جن کے قتل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ارشاد جاری ہوا تھا۔ حضرت مُصْعَبْ بن سَعدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے علاوہ باقی سب کفار کو امان دے دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا ان چار کو قتل کر دو خواہ تم انہیں کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے پاؤ۔ وہ عکرمہ بن ابو جہل، عبد اللہ بن خَطَل، مَقِیس بن صُبَابَہ اور عبد اللہ بن سعد بن اَبِی سَرح تھے۔ عبد اللہ بن خَطَل جب پکڑا گیا تو اس نے خانہ کعبہ کے پردوں کو پکڑا ہوا تھا۔ حضرت سعید بن حُرَیثؓ اور حضرت عمّار بن یاسرؓ دونوں اس کی طرف لپکے اور سعیدؓ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ مقیس کو لوگوں نے بازار میں پایا اور اسے قتل کر دیا۔ عکرمہ سمندر کی طرف بھاگ گیا۔ کشتی پر سوار لوگوں کو سمندری طوفان نے آلیا۔ اس پر کشتی والوں نے کہا تم لوگ اخلاص اور سچائی سے کام لو کیونکہ تمہارے معبود یہاں کچھ فائدہ نہیں دیں گے۔ اس پر عکرمہ نے کہا بخدا! مجھے سمندر میں اگر کوئی چیز بچائے گی تو اخلاص و سچائی ہے اور خشکی پر بھی اخلاص و سچائی ہی مجھے بچائے گی۔ اے اللہ! میں تجھ سے پختہ عہد کرتا ہوں کہ اگر تُو مجھے اس طوفان سے محفوظ رکھے تو میں ضرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھوں گا اور مَیں ضرور انہیں عفو کرنے والا اور کریم پاؤں گا۔

پھر وہ واپس آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس بارہ میں زیادہ مشہور روایت تو یہی ہے کہ جہاز پر چڑھنے سے پہلے ہی اس کی بیوی نے آکر اسے قائل کر لیا تھا اور واپس لے گئی تھی۔ یہ روایت بھی آگے آجائے گی۔ بہرحال یہ سنن نسائی کی ایک روایت ہے۔ جہاں تک عبد اللہ بن ابی سرح کا تعلق ہے تو وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ہاں چھپ گیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو حضرت عثمانؓ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! عبد اللہ کی بیعت قبول فرمائیں۔ آپؐ نے اپنا سر اٹھا کر اس کی طرف تین مرتبہ دیکھا اور تینوں مرتبہ انکار کیا۔ بہرحال آخر آپؐ نے اس کی بیعت لے لی اور پھر آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی صاحبِ عقل شخص نہ تھا جو اس شخص کو قتل کر دیتا جس کی بیعت لینے سے میں نے تخلف کیا تھا۔ انہوں

نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہمیں کیسے علم ہو تا کہ آپؐ کے دل میں کیا تھا۔ آپؐ نے کیوں نہ آنکھ سے ہمیں اشارہ کیا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی کے لیے جائز نہیں کہ وہ آنکھوں کی خیانت کا مرتکب ہو۔ یہ روایت سنن ابو داؤد میں بھی ہے۔ البتہ سنن ابو داؤد میں ایک دوسری روایت بھی موجود ہے لیکن اس روایت کے آخری فقرات یعنی اس کو قتل کرنے وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ اس روایت میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ اسے شیطان نے بہکا دیا۔ وہ کفار سے مل گیا۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس کے لیے پناہ طلب کی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پناہ دے دی۔

(سنن النسائی کتاب المحاربة باب الحکم فی المرتد حدیث4072)

(سنن ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم فی من ارتد ، حدیث4358-4359)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ قتل کرنا تھا کیوں نہیں قتل کیا؟ اس کے بارے میں ایک وضاحت یہ بھی کی جاتی ہے کہ اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو یہ فرمانا کہ جب میں نے بیعت لینے میں تامل کیا تو تم لوگوں نے اس کو قتل کیوں نہ کر دیا محلِ نظر ہے کیونکہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیعت نہ لینا چاہتے اور اس کے قتل کے فیصلہ پر قائم رہنا پسند فرماتے تو اس کو قتل کرنے کا ارشاد فرما سکتے تھے۔

آپؐ فاتح تھے، سربراہِ ریاست تھے اور اس کے قتل کا فیصلہ بھی مبنی بر انصاف تھا۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس روایت میں کسی راوی کی اپنی رائے یا خیال شامل ہو گیا ہو۔ مزید برآں یہ روایت بخاری اور مسلم میں موجود نہیں ہے اور ابو داؤد میں اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے اور اس میں قتل کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر 15 کی تفسیر کرتے ہوئے اس واقعہ کا تذکرہ یوں بیان کرتے ہیں کہ

"اس آیت کے ساتھ ایک تاریخی واقعہ بھی وابستہ ہے جس کا یہاں بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتب وحی تھا جس کا نام عبد اللہ بن ابی سرح تھا۔ آپؐ پر جب کوئی وحی نازل ہوتی تو اسے بلوا کر لکھوا دیتے۔ ایک دن آپؐ یہی آیتیں اسے لکھوا رہے تھے۔ جب آپ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ پر پہنچے تو اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وحی ہے۔ اس کو لکھ لو۔ اس بدبخت کو یہ خیال نہ آیا کہ پچھلی آیتوں کے نتیجہ میں یہ آیت طبعی طور پر آپ ہی بن جاتی ہے۔ اس نے سمجھا کہ جس طرح میرے منہ سے یہ آیت نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وحی قرار دے دیا ہے اسی طرح آپؐ نعوذ باللہ خود سارا قرآن بنا رہے ہیں۔

چنانچہ وہ مرتد ہو گیا اور مکہ چلا گیا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جن لوگوں کو قتل کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا ان میں ایک عبد اللہ بن ابی سرح بھی تھا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پناہ دے دی اور وہ

آپؓ کے گھر میں تین دن چھپا رہا۔ ایک دن جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن ابی سرح کو بھی آپؐ کی خدمت میں لے گئے اور اس کی بیعت قبول کرنے کی درخواست کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو کچھ دیر تامل فرمایا مگر پھر آپؐ نے اس کی بیعت لے لی۔ اور اس طرح دوبارہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔" (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ: 139)

سنن نسائی کی بیان کردہ روایت میں عکرمہ بن ابو جہل کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے جبکہ کتب سیرت میں اس کے اسلام قبول کرنے کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا ذرا مختلف ہیں کہ عکرمہ بن ابو جہل ان لوگوں میں سے تھا جن کے قتل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر حکم دیا ہوا تھا۔ عکرمہ اور اس کا والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتا تھا اور وہ مسلمانوں پر بہت زیادہ سختی کرتا تھا۔ جب اسے علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بہانے کا حکم دیا ہے تو وہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی بیوی نے بعد اس کے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اس کا پیچھا کیا اور اس نے عکرمہ کو سمندر کے ساحل پر پایا جب وہ کشتی پر سوار ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔

ایک قول کے مطابق اس نے عکرمہ کو تب پایا جبکہ وہ کشتی میں سوار ہو چکا تھا۔ اس نے عکرمہ کو یہ کہتے ہوئے روکا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! مَیں تمہارے پاس اس انسان کی طرف سے آئی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ جوڑنے والے اور لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور لوگوں میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہیں۔ تُو اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈال کیونکہ میں تمہارے لیے امان طلب کر چکی ہوں۔ اس پر وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کا اسلام بہت خوبصورت رہا۔

روایت میں آتا ہے کہ جب عکرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ نے مجھے امان دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تُو نے سچ کہا۔ یقیناً تُو امن میں ہے۔ اس پر عکرمہ نے کہا مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سِوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس نے اپنا سر شرم سے نیچے جھکا لیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

اے عکرمہ! تُو مجھ سے جو بھی چیز مانگے گا اگر میں اس کی طاقت رکھتا ہوں گا تو ضرور تجھے دوں گا۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ میری ہر اس عداوت کے لیے بخشش کی دعا کر دیں جو میں نے آپؐ سے روا رکھی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! عکرمہ کی ہر وہ عداوت اس کو بخش دے جو اس نے مجھ سے روا رکھی یا ہر وہ بُری بات بخش دے جو اس نے کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے سرشار اٹھے اور اپنی چادر اس پر ڈال دی اور فرمایا: خوش آمدید اس شخص کو جو ایمان لانے کی حالت میں اور ہجرت کرنے کی حالت میں ہمارے پاس آیا۔ عکرمہ بعد میں بڑے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔

عکرمہ کے ایمان لانے سے وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے

بیان فرمائی تھی کہ آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ جنت میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں انگور کا ایک خوشہ دیکھا جو آپؐ کو بہت اچھا لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کس کے لیے ہے تو کہا گیا کہ ابوجہل کے لیے ہے۔ یہ بات آپؐ پر گراں گزری۔ آپ کو اچھی نہیں لگی، پریشان ہوئے اور آپؐ نے فرمایا: جنت میں تو سوائے مومن جان کے اَور کوئی داخل نہیں ہوتا تو یہ ابوجہل کے لیے کس طرح؟ پھر جب عکرمہ بن ابوجہل نے اسلام قبول کیا تو آپؐ اس سے خوش ہوئے اور اس خوشہ کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ اس سے مراد عکرمہ تھا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 132-133 باب ذکر مغازیہ غزوۂ فتح مکّہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت عثمان کی مالی خدمات:

غزوۂ تبوک جو رجب 9ر ہجری میں ہوئی اس غزوۂ تبوک کو جَیشُ الْعُسْرَۃ یعنی تنگی والا لشکر بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ کی تیاری کے لیے حضرت عثمانؓ کو جس مالی خدمت کی توفیق ملی اس کا تذکرہ یوں ملتا ہے کہ غزوۂ تبوک کو جَیش العسرۃ یعنی تنگی والا لشکر بھی کہتے ہیں۔

اس غزوہ کی تیاری کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریک فرمائی تو حضرت عثمانؓ نے شام کی طرف تجارت کی غرض سے تیار کیا جانے والا اپنا سو اونٹوں کا قافلہ ان کے کجاووں اور پالانوں سمیت پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تحریک فرمائی تو اس غزوہ کی ضروریات کے پیش نظر حضرت عثمانؓ نے مزید سو اونٹ کجاووں اور پالانوں کے ساتھ تیار کروا کر پیش کر دیے۔ آپؐ نے پھر تحریک فرمائی تو تیسری مرتبہ حضرت عثمانؓ نے پھر مزید ایک سو اونٹ کجاووں اور پالانوں کے ساتھ تیار کروا کے آپؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر سے نیچے اترے تو آپؐ نے فرمایا

مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ھٰذِہٖ۔ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ھٰذِہٖ۔

اس کے بعد عثمان جو بھی کرے اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ اس کے بعد عثمان جو بھی کرے اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے دو سو اوقیہ سونا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں ایک ہزار دینار ڈال دیے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جھولی میں پڑے دیناروں کو الٹتے پلٹتے رہے اور دو مرتبہ فرمایا:

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْیَوْمِ۔

آج کے بعد عثمان جو بھی کرے گا اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر دس ہزار دینار عطا کیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے لیے یہ دعا کی۔

غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یَا عُثْمَانُ مَا اَسْرَرْتَ وَمَا اَعْلَنْتَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ مَا یُبَالِیْ مَا عَمِلَ بَعْدَھَا

کہ اے عثمان! اللہ تجھ سے مغفرت کا سلوک فرمائے جو تُو نے مخفی طور پر کیا اور جو تُو نے اعلانیہ کیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس کے بعد وہ جو بھی عمل کرے اسے کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے۔

ایک روایت کے مطابق آپؐ نے اس جنگ کی تیاری کے لیے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے پیش کیے۔

ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ سے فرمایا:

اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھے وہ سب کچھ معاف فرمائے جو تُو نے مخفی طور پر کیا اور جو تُو نے اعلانیہ کیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس عمل کے بعد یہ جو بھی کرے اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ کے حق میں یہ دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ ارْضِ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ عَنْہُ رَاضٍ کہ اے اللہ! تُو عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ مَیں اس سے راضی ہوں۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد4 صفحہ68،66 تا71 غزوۃ تبوک۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عثمان ..... حدیث3700، 3701)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

"صحابہ نے بعض دفعہ اپنے گھر کا مال و اسباب بیچ کر جنگ کے اخراجات پورے کیے بلکہ یہ بھی نظر آتا کہ بعض دفعہ انہوں نے اپنی جائیدادیں بیچ کر دوسروں پر خرچ کر دیں اور ان کے لیے تمام ضروریات مہیا کیں۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا کہ فلاں سفر پر ہماری فوج جانے والی ہے مگر مومنوں کے پاس کوئی چیز نہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ہے جو ثواب حاصل کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی اٹھے اور آپؓ نے اپنا اندوختہ نکال کر وہ رقم مسلمانوں کے اخراجات کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو فرمایا عثمانؓ نے جنت خرید لی۔ **اسی طرح ایک دفعہ ایک کنواں بک رہا تھا۔** مسلمانوں کو چونکہ ان دنوں پانی کی بہت تکلیف تھی اس لیے آپؐ نے اس موقع پر پھر فرمایا کوئی ہے جو ثواب حاصل کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں حاضر ہوں۔

چنانچہ آپؓ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ عثمان نے جنت خرید لی۔ اسی طرح ایک اَور موقع پر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی الفاظ کہے۔ غرض تین موقعے ایسے آئے ہیں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے جنت خرید لی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 98-99 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18/ فروری 1938ء)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ **کے متعلق بارہا یہ فرمایا ہے کہ انہوں نے جنت خرید لی** اور وہ جنتی ہیں اور ایک دفعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے دوبارہ بیعت لی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے تو آپؐ نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ میں اس کی طرف سے اپنے ہاتھ پر رکھتا ہوں۔ اس طرح آپؐ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور پھر ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا اے عثمان! خدا تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ منافق چاہیں گے کہ وہ تیری اس قمیص کو اتار دیں مگر تُو اس قمیص کو اُتاریو نہیں۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ

فرماتے ہیں کہ اس قمیص کو نہ اتارنا اور جو تم سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں گے وہ منافق ہوں گے۔"
(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 100 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18/ فروری 1938ء)

تو اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ لوگ جو بھی تھے وہ منافق تھے کیونکہ ان کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دی۔

حضرت خلیفہ ثالثؓ نے ایک جگہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانی کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ:

"جنگی ضرورت تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے سامنے ضرورت حقہ کو رکھا اور مالی قربانیاں پیش کرنے کی انہیں تلقین کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اپنا سارا مال لے کر آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال لے کر آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری یہ پیشکش قبول کر لی جائے کہ میں دس ہزار صحابہؓ کا پورا خرچ برداشت کروں گا اور اس کے علاوہ آپؓ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے۔" (خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 341 خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ اکتوبر 1968ء)

حضرت عثمانؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں کردار:

حضرت عثمانؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں کیا کردار تھا اور آپ کا مقام اور مرتبہ کیا تھا؟ حضرت ابو بکرؓ آپ کو کس طرح کا مقام دیتے تھے۔ کیا سمجھتے تھے؟ حضرت ابو بکر کے دورِ خلافت میں حضرت عثمانؓ ان صحابہ اور اہل شوریٰ میں سے تھے جن سے اہم ترین مسائل میں رائے لی جاتی تھی۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے فتنۂ ارتداد کا مقابلہ کر کے اسے ختم کر دیا تو روم پر چڑھائی کرنے اور مختلف اطراف میں مجاہدین کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس سلسلہ میں لوگوں سے مشورہ طلب کیا۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے مزید مشورہ طلب فرمایا۔ جس پر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ آپؓ اس دین کے ماننے والوں کے خیر خواہ اور مشفق ہیں۔ پس آپؓ جس رائے کو عام لوگوں کے لیے مفید سمجھیں تو اس پر عمل کرنے کا پختہ عزم کر لیں کیونکہ آپؓ کے بارے میں بد ظنی نہیں کی جا سکتی۔ یعنی حضرت ابو بکر کو عرض کیا کہ آپؓ کے بارے میں بد ظنی نہیں کی جا سکتی۔ اس پر حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت سعید بن زیدؓ اور اس مجلس میں موجود مہاجرین و انصار نے کہا حضرت عثمانؓ نے سچ کہا ہے۔ آپؓ جو مناسب سمجھیں کر گزریں۔ ہم نہ تو آپؓ کی مخالفت کریں گے اور نہ ہی آپؓ پر کوئی الزام لگائیں گے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے گفتگو کی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بیان کیا جس کا وہ اہل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر اسلام کے ذریعے سے فضل نازل فرمایا اور جہاد کے ذریعہ تمہیں عزت بخشی اور اس دین کے ذریعہ تم لوگوں کو تمام ادیان پر فضیلت بخشی۔ پس اے اللہ کے بندو! ملک شام میں روم کے ساتھ جنگ کے لیے لشکر کی تیاری کرو۔

(ماخوذ از تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد 1 جز 2 صفحہ 46 دار احیاء التراث العربی 2001ء)

حضرت ابو بکرؓ نے جب اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ حضرت اَبان بن سعیدؓ کے بعد کس کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا جائے تو حضرت عثمان بن عفانؓ نے عرض کیا اس آدمی کو بھیجیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بحرین والوں پر گورنر مقرر فرمایا تھا اور وہ ان کے قبول اسلام اور اطاعت کرنے کا موجب ہوا تھا اور وہ ان لوگوں سے اور ان کے علاقے سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ وہ عَلَاء بن حَضْرَمی ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عَلَاء بن حَضْرَمی کو بحرین بھیجنے پر اتفاق کر لیا۔

(کنز العمال جلد 3 جز5 صفحہ 248 کتاب الخلافۃ مع الامارۃ روایت 14089 دارالکتب العلمیہ بیروت2004ء)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ بارش نہیں ہوئی۔ لوگ حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آسمان بارش نہیں برسا رہا اور زمین فصلیں نہیں اگا رہی۔ لوگ سخت شدید مصیبت کا شکار ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم لوگ جاؤ اور شام تک صبر سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی کو دور فرما دے گا۔ اتنے میں حضرت عثمانؓ کا سو اونٹوں کا تجارتی قافلہ گندم یا کھانے کا سامان لادے شام سے مدینہ پہنچ گیا۔ اس کی خبر سن کر لوگ حضرت عثمانؓ کے دروازے پر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت عثمانؓ لوگوں میں نکلے اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ قحط سالی کا زمانہ ہے۔ آسمان بارش نہیں برسا رہا اور زمین بھی فصلیں نہیں اگا رہی۔ لوگ شدید پریشانی کا شکار ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس غلّہ ہے۔ آپ اسے ہمارے پاس فروخت کر دیں تا کہ ہم اسے فقراء اور مساکین تک پہنچا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: بہت اچھا! اندر آ جاؤ۔ اندر آ کے خرید لیں۔ تاجر لوگ آپ کے گھر میں داخل ہوئے اور غلے کو حضرت عثمانؓ کے گھر میں پڑا ہوا پایا۔ حضرت عثمانؓ نے تاجروں سے کہا جو سامان میں نے ملک شام سے، جو جہاں سے میں نے خریدا ہے میری قیمت خرید پر آپ کتنا منافع دیں گے؟ شام سے سامان لے کر آیا ہوں۔ میں یہاں وہاں سے خرید کے لایا ہوں۔ تم مجھے بتاؤ تم مجھے اس پر کتنا منافع دو گے؟ وہاں جتنے لوگ تھے کچھ مفت تقسیم کرنا چاہتے تھے کچھ تاجر تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دس کے بارہ دے دیں گے۔ اگر اس کی قیمت دس درہم ہے تو ہم بارہ دے دیتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے۔ تو انہوں نے کہا ہم دس کے پندرہ دے دیں گے۔ دس کے بجائے ہم پندرہ دینے کو تیار ہیں۔ **حضرت عثمانؓ نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے۔** تاجروں نے کہا اے ابو عمرو! مدینہ میں تو ہمارے علاوہ اَور کوئی تاجر نہیں ہے۔ تو کون آپ کو اس سے زیادہ دے رہا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ مجھے ہر درہم کے بدلے دس زیادہ دے رہا ہے۔ ہر ایک کے بدلے میں دس گنا دے رہا ہے۔ کیا آپ لوگ اس سے زیادہ دے سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تو اس سے زیادہ نہیں دے سکتے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: مَیں اللہ کو گواہ بناتے ہوئے اس غلے کو مسلمانوں کے فقراء پر صدقہ کرتا ہوں۔ یعنی یہ سارے کا سارا غلہ میں غریبوں کو دیتا ہوں اور اس کی کوئی قیمت نہیں لوں گا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس دن یہ واقعہ ہوا، غلہ تقسیم کیا گیا، صدقہ دیا گیا میں نے اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ ایک غیر عربی گھوڑے پر سوار ہیں جو بڑے جثے والا ہے۔ آپؐ پر نور کی پوشاک ہے اور آپؐ کے پیروں میں نور کی جوتیاں ہیں اور ہاتھ

میں نور کی چھڑی ہے اور آپؐ جلدی میں ہیں۔ مَیں نے عرض کی یارسول اللہؐ! مَیں آپؐ کا اور آپؐ سے گفتگو کا بہت مشتاق ہوں۔ آپؐ اتنی جلدی میں کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اے ابن عباس! عثمان نے ایک صدقہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا ہے** اور جنّت میں اس کی شادی کی ہے اور ہمیں ان کی شادی میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔

(سیرۃامیر المؤمنین عثمان بن عفان لعلی محمد الصلابی صفحہ 51-52 الفصل الاول ، ذو النورین عثمان بن عفان بین مکۃ والمدینۃ، دارالمعرفۃ بیروت 2006ء)

حضرت عثمانؓ کا حضرت عمرؓ کے عہد میں کردار:

حضرت عثمانؓ کا "حضرت عمرؓ کے عہد میں کردار اور مقام اور مرتبہ" کے بارے میں یہ چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپؓ نے بڑے صحابہ سے بیت المال سے اپنے وظیفہ کے متعلق مشورہ کیا۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا۔ کھایئے اور کھلایئے۔

(سیرۃامیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ لعلی محمد الصلابی صفحہ 53 الفصل الاول ، ذو النورین عثمان بن عفان بین مکۃ والمدینۃ، دارالمعرفۃ بیروت 2006ء)

جو آپ کی ضروریات ہیں آپ پوری کریں اور جو لوگوں کی ضروریات ہیں وہ بھی پوری کریں۔ کوئی فکس (fix) کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور مال کی کثرت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے صحابہ میں سے بعض کو اس مال کے بارے میں مشاورت کے لیے اکٹھا کیا۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: مَیں دیکھتا ہوں کہ مال بہت ہو گیا ہے جو لوگوں کے لیے کافی ہے۔ اگر لوگوں کے اعداد و شمار اکٹھے نہ کیے گئے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس نے لے لیا ہے اور کس نے نہیں لیا تو مجھے ڈر ہے کہ مشکلات پیدا ہوں گی۔ بعض دفعہ لوگ دو دو دفعہ لے جائیں گے۔ باقاعدہ انتظام ہونا چاہیے۔ کھاتے بننے چاہئیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کی رائے کو اختیار فرمایا اور مردم شماری کر کے لوگوں کے نام رجسٹروں میں محفوظ کرنے کا کام عمل میں آیا۔

(سیرۃامیر المؤمنین عثمان بن عفان لعلی محمد الصلابی صفحہ 54 الفصل الاول ، ذو النورین فی عھد الصدیق و الفاروق، دارالمعرفۃ بیروت 2006ء)

اور پھر باقاعدہ اس کے حساب سے ہر ایک کو امداد ملنی شروع ہوئی۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بھی ہے۔ اس کا پہلے اشارۃً قمیص پہننے کا اور منافقوں کا قمیص اتارنے کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت اَبُوبَکْرَہ سے یہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا تم میں سے کسی نے خواب دیکھی ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ میں نے دیکھا گویا ایک ترازو آسمان سے اترا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت ابو بکرؓ کو تولا گیا تو آپؐ ابو بکر سے بھاری نکلے۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کو تولا گیا تو حضرت ابو بکرؓ بھاری نکلے۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو تولا گیا تو حضرت عمرؓ بھاری نکلے۔ پھر ترازو اٹھا لیا گیا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ناپسندیدگی دیکھی۔ آپؐ نے اس خواب پر خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ بڑی ناپسندیدگی ہوئی۔ (سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الخلفاء حدیث نمبر 4634)

ایک اَور روایت یوں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کی رات ایک صالح شخص کو خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت ابو بکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑ دیا گیا ہے اور حضرت عمر کو حضرت ابو بکر سے اور حضرت عثمان کو حضرت عمرؓ سے۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر آئے تو ہم نے کہا کہ مرد صالح سے مراد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض کا بعض سے جوڑے جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہی لوگ اس امر یعنی دین کے والی ہوں گے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی الخلفاء حدیث نمبر 4636)

حضرت سَمُرَہ بن جُنْدُبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہؐ! میں نے دیکھا گویا کہ آسمان سے ایک ڈول لٹکایا گیا۔ پہلے حضرت ابو بکر آئے تو اس کی دونوں لکڑیاں پکڑ کر اس میں سے تھوڑا سا پیا۔ پھر عمر آئے تو اس کی دونوں لکڑیاں پکڑیں اور انہوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر عثمان آئے اور اس کی دونوں لکڑیاں پکڑیں اور خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر حضرت علی آئے اور اس کی دونوں لکڑیاں پکڑیں تو وہ چھلک گیا اور اس میں سے کچھ ان کے اوپر بھی پڑ گیا۔ (سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی الخلفاء حدیث نمبر 4637)

خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے یہ بھی اشارہ تھا اور علیؓ کے ساتھ جو سارا دور گزرا وہ مشکلات کا ہی تھا۔ اس طرف اشارہ تھا کہ صحیح طرح پینے کا موقع نہیں ملا۔

حضرت عثمانؓ کے انتخاب خلافت کیلئے شوریٰ:

حضرت عثمانؓ کے انتخابِ خلافت کے لیے جو مجلس شوریٰ قائم ہوئی تھی اس بارے میں حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے اوپر ہونے والے حملے کے بعد جب ابھی ٹھیک تھے تو آپؓ سے بار بار درخواست کی جاتی کہ آپؓ کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیں لیکن آپؓ انکار فرماتے۔ ایک روز آپؓ منبر پر تشریف لائے اور چند کلمات کہے اور فرمایا اگر مَیں مر جاؤں تو تمہارا معاملہ ان چھ افراد کے ذمہ ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حالت میں جدا ہوئے جبکہ آپؐ ان سے راضی تھے۔ علی بن ابو طالبؓ اور آپؓ کے نظیر زبیر بن عوامؓ، عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور آپؓ کے نظیر عثمان بن عفانؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ اور آپؓ کے نظیر سعد بن مالکؓ۔ پھر آپؓ نے فرمایا خبردار! مَیں تم سب کو فیصلہ کرنے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور تقسیم میں انصاف اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے انتخابِ خلافت کے لیے مجلس شوریٰ کے اراکین سے کہا کہ اپنے اس معاملے میں باہم مشورہ کرو۔ پھر اگر دونوں طرف دو دو ووٹ ہوں تو دوبارہ مشورہ کرو اور اگر چار اور دو ووٹ ہوں تو پھر جس کے ووٹ زیادہ ہوں اسے اختیار کرو۔ زید بن اسلم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر دونوں طرف تین تین ووٹ ہوں تو جس طرف حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہوں گے اس طرف کے لوگوں کی سننا اور اطاعت کرنا۔

عبد الرحمٰن بن سعید بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو آپؓ نے فرمایا صہیبؓ تم لوگوں کو

تین دن تک نماز پڑھائیں گے۔ یعنی کہ صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا۔ پھر فرمایا: اپنے اس معاملے میں یعنی خلافت کے بارے میں مشاورت کرو اور یہ معاملہ ان چھ افراد کے سپرد ہے۔

پھر اس کے بعد جو تمہاری مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دو۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے کچھ دیر قبل حضرت ابو طلحہؓ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا اے ابو طلحہ! تُو اپنی قوم انصار میں سے پچاس افراد کو لے کر ان اصحاب شوریٰ کے پاس چلے جاؤ اور انہیں تین دن تک نہ چھوڑنا یہاں تک کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کر لیں۔ اے اللہ! تو ان پر میرا خلیفہ ہے۔

اسحاق بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عمرؓ کی قبر تیار ہوتے وقت کچھ دیر رکے اور اس کے بعد اصحاب شوریٰ کے ساتھ ہی رہے۔ پھر جب ان اصحاب شوریٰ نے اپنا معاملہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ وہ جسے چاہیں امیر مقرر کر دیں تو حضرت ابو طلحہؓ اس وقت تک حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے گھر کے دروازے پر رہے جب تک کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت نہ کر لی۔

حضرت سلمہ بن ابو سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔ پھر اس کے بعد حضرت علیؓ نے۔ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام عمر بن عُمَیرَہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔ اس کے بعد لوگوں نے پے در پے آپؓ کی بیعت کی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 34-35 ذکر الشوریٰ وماکان من امرھم، ذکر بیعة عثمان...، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی آخری بیماری میں اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو نصائح اور مجلس شوریٰ

کے حوالے سے جو تفصیل بیان ہوئی ہے اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ لوگوں نے کہا امیر المومنین! وصیت کر دیں۔ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ انہوں نے فرمایا میں اس خلافت کا حقدار ان چند لوگوں میں سے بڑھ کر اَور کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں فوت ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی تھے اور انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا اور کہا عبد اللہ بن عمر تمہارے ساتھ شریک رہے گا اور اس خلافت میں اس کا کوئی حق نہیں۔ یہ روایت پہلے بھی مَیں بیان کر چکا ہوں۔ اس لیے یہاں مختصر بیان کرتا ہوں۔ بہر حال حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد جب ان کی تدفین سے فراغت ہوئی تو وہ آدمی جمع ہوئے جن کا نام حضرت عمرؓ نے لیا تھا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اپنا معاملہ اپنے میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دو۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت علیؓ کو دیا اور حضرت طلحہؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت عثمانؓ کو دیا اور حضرت سعدؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا آپ دونوں میں سے جو بھی اس امر سے

دستبردار ہو گا ہم اسی کے حوالے اس معاملے کو کر دیں گے اور اللہ اور اسلام اس کا نگران ہو گا یعنی انتخاب خلافت کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔ ان میں سے اسی کو تجویز کرے گا جو اس کے نزدیک افضل ہے۔ اس بات نے دونوں بزرگوں کو خاموش کر دیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ کیا آپ اس معاملے کو میرے سپرد کرتے ہیں اور اللہ میرا نگران ہے کہ جو آپ میں سے افضل ہے اس کو تجویز کرنے کے متعلق کوئی بھی کمی نہیں کروں گا۔ پھر یہی ہے کہ میرے سپرد کر دو۔ اب اس کمیٹی کی جو صدارت ہے وہ پھر میرے سپرد ہو جائے گی۔ پہلے تو ان دونوں سے کہا کہ کسی ایک کو صدر بنا دیا جائے۔ انہوں نے کہا وہ علیحدہ نہیں ہوتے، دستبردار نہیں ہوتے تو انہوں نے کہا اچھا پھر میں اس معاملے سے دستبردار ہوتا ہوں اور صدارت اس طرح ہو گی۔ بہرحال انہوں نے کہا پھر میں جو فیصلہ کروں گا وہ انصاف سے کروں گا اور اللہ میرا نگران ہے۔ ان دونوں نے کہا اچھا۔ پھر عبدالرحمٰن ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ کر الگ لے گئے اور کہنے لگے آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کا تعلق ہے اور اسلام میں آپ کا جو مقام ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں۔ اللہ آپ کا نگران ہے۔ بتائیں اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو کیا آپ ضرور انصاف کریں گے؟ اور اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ اس کی بات سنیں گے اور ان کا حکم مانیں گے؟ یعنی پہلے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے۔ ان سے پوچھا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ دوسرے کو تنہائی میں لے گئے یعنی اب حضرت عثمانؓ کی باری آئی اور ان سے بھی ویسے ہی کہا جب انہوں نے پختہ عہد لے لیا تو پھر آپ نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ آپ اپنا ہاتھ اٹھائیں اور انہوں نے ان سے بیعت کی اور حضرت علیؓ نے بھی ان سے بیعت کی اور گھر والے اندر آ گئے اور انہوں نے بھی ان سے بیعت کی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب قصۃ البیعۃ حدیث 3700)

خلافت حضرت عثمانؓ:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کی وفات اور حضرت عثمانؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کی

بابت بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور آپؓ نے محسوس کیا کہ اب آپ کا آخری وقت قریب ہے تو آپؓ نے چھ آدمیوں کے متعلق وصیت کی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ وہ چھ آدمی یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی آپ نے اس مشورہ میں شریک کرنے کے لیے مقرر فرمایا مگر خلافت کا حقدار قرار نہ دیا اور وصیت کی کہ یہ سب لوگ تین دن میں فیصلہ کریں اور تین دن کے لیے صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور مشورہ کی نگرانی مقداد بن الاسودؓ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے فیصلہ کرنے پر مجبور کریں اور خود تلوار لے کر دروازہ پر پہرہ دیتے رہیں۔ اور فرمایا کہ جس پر کثرت رائے سے اتفاق ہو سب لوگ اس کی بیعت کریں اور اگر کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دو لیکن اگر دونوں طرف تین تین ہو جائیں تو عبداللہ بن عمر اُن میں سے جس کو تجویز کریں وہ خلیفہ ہو۔ اگر اس فیصلہ پر وہ راضی نہ ہوں تو جس طرف عبدالرحمٰن

بن عوفؓ ہوں وہ خلیفہ ہو۔ آخر پانچوں اصحاب نے مشورہ کیا (کیونکہ طلحہؓ اس وقت مدینہ میں نہیں تھے) مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔ بہت لمبی بحث کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اچھا جو شخص اپنا نام واپس لینا چاہتا ہے وہ بولے۔ جب سب خاموش رہے تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کہا" کہ میں بھی لیتا ہوں "پھر باقی دو نے" بھی کہا۔ "حضرت علیؓ خاموش رہے۔ آخر انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے عہد لیا کہ وہ فیصلہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ انہوں نے عہد کیا اور سب کام ان کے سپرد ہو گیا۔ "یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے سپرد ہو گیا۔ "حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ تین دن مدینہ کے ہر گھر گئے اور مردوں اور عورتوں سے پوچھا کہ ان کی رائے کس شخص کی خلافت کے حق میں ہے۔ سب نے یہی کہا کہ انہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت منظور ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ خلیفہ ہو گئے۔" (خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 484-485)

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی 29/ ذوالحجہ 23/ ہجری کو پیر کے روز بیعت کی گئی۔

نَزَّال بن سَبْرَہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ہم نے باقی رہ جانے والوں میں سے سب سے بہترین شخص کا انتخاب کیا ہے اور ہم نے اس انتخاب میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ **حضرت عثمانؓ نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جب پہلا خطاب فرمایا** تو اس کے بارے میں یہ روایت ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن ابو ربیعہ مخزومی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کی بیعت کی گئی تو آپ یعنی حضرت عثمانؓ لوگوں میں تشریف لائے اور ان سے خطاب فرمایا۔ جس میں آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! پہلے پہل جو کام کیا جائے وہ مشکل ہوتا ہے۔ نیا نیا کام کوئی پہلی دفعہ کر رہا ہو تو مشکل ہوتا ہے۔ آج کے بعد اور بھی دن آنے والے ہیں اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ تمہارے سامنے مناسب خطاب بھی کر سکوں گا۔ آج تو یہ مختصر خطاب کر رہا ہوں۔ آئندہ دن بھی آئیں گے میں مناسب خطاب کروں گا۔ پھر فرمایا: ہم کوئی خطیب نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہمیں سکھا دے گا۔ اللہ تعالیٰ خطاب کرنے کے طریقے بھی سکھا دے گا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 35، عثمان بن عفانؓ، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

بدر بن عثمان اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل شوریٰ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی تو آپؓ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپؓ ان سب سے زیادہ غمگین تھے۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر آئے اور لوگوں سے خطاب کیا۔ آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا! یقیناً تم لوگ ایک ایسے گھر میں ہو جسے چھوڑ جانا ہے یعنی یہ دنیا اور تم عمر کے آخری حصوں میں ہو اس لیے موت سے پہلے پہل جس قدر نیک کام کر سکتے ہو کر لو۔ یقیناً تم موت کے گھیرے میں ہو اور یہ دشمن صبح یا شام تم پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ خبردار! یقیناً دنیا مکر و فریب سے آراستہ ہے۔

پس تمہیں دنیاوی زندگی دھوکا نہ دے دے اور اللہ کے بارے میں سخت دھوکے باز شیطان تمہیں ہرگز دھوکے میں مبتلا نہ کرے۔ گزرے ہوئے لوگوں سے عبرت حاصل کرو اور پھر بھرپور کوشش کرو اور غافل نہ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے غافل نہیں۔ وہ دنیادار اور ان کے بھائی کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اور ایک لمبا عرصہ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہے؟ کیا اس نے انہیں نکال باہر نہیں پھینکا؟ پس تم بھی دنیا کو وہاں پھینک دو جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے پھینکا ہوا ہے اور آخرت کو طلب کرو۔ آخرت کو طلب کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی مثال اور اس چیز کی جو بہترین ہے مثال دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۔ (الکہف:46-47)

الکہف کی یہ آیات ہیں۔ اور ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر جو ایسے پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا۔ پھر اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی شامل ہو گئی۔ پھر وہ چُورا چُورا ہو گئی جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے طور پر بہتر اور امنگ کے لحاظ سے بہت اچھی ہیں۔ اس کے بعد لوگ آپ کی بیعت کرنے کے لیے لپکے۔

(تاریخ طبری جلد5 صفحہ87سنہ اربع وعشرین/ خطبة عثمانؓ وقتل عبيد الله بن عمر الهر مزان ،دارالفکر بیروت 2002ء)

فتوحات در عہد حضرت عثمانؓ:

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں جو فتوحات ہوئیں ان کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں درج ذیل علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات سے نوازا۔ فتح افریقیہ۔ یہ الجزائر اور مراکش کے علاقے ہیں۔ فتح اندلس، سپین 27ھ ہجری۔ فتح قبرص، سائپرس (cyprus) ۔28ھ ہجری۔ فتح طبرستان 30ھ ہجری۔ فتح صَوَارِی۔ فتح آرمینیا۔ فتح خراسان 31ھ ہجری۔ بلادِ روم کی طرف پیش قدمی مَرْوُ رُوْذ، طَالَقَان، فَارِیَاب، جُوْزَجَان اور طَخَارِسْتَان کی فتوحات۔ بَلْخ، ہَرَات کی مہم 32ھ ہجری۔ اس کے علاوہ اس امر کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دَور میں ہندوستان میں اسلام کی آمد ہو گئی تھی۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 165 تا 168 دار الاشاعت کراچی 2004ء)(البداية والنهاية جلد10 صفحہ237 سنة31 دار هجر 1998ء) (تاریخ الطبری جلد2 صفحہ625 سنة31ھ و صفحہ632 سنة32 دار الكتب العلمية بيروت 1987ء) (برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی ریسرچ انسٹیٹیوٹ صفحہ 63و65)

ان مہمات اور فتوحات کی مختصر تفصیل یوں ہے۔

27ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ نے حضرت سعد بن ابی سرح کو دس ہزار فوج دے کر افریقیہ روانہ فرمایا۔ افریقیہ سے مراد وہی مراکش اور الجزائر کا علاقہ ہے۔ پس اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

اندلس، 27/ ہجری، سپین۔ حضرت عثمان نے عبداللہ بن نَافِع بن حُصَین فَہْری اور عبداللہ بن نَافِع بن عبدِ قیَس فہری کو افریقیہ سے اندلس کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ پس یہ اَنْدُلَسْ کی طرف چلے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے نوازا۔

(البداية و النهاية لابن كثير جزء 7 صفحه147-148، سنة27،26ھ دارالكتب العلمية بيروت 2001ء)

فتح قبرص 28/ ہجری۔ ابومَعْشَر کا قول ہے کہ قبرص 33/ ہجری میں فتح ہوا۔ بعض لوگوں کے مطابق 27/ ہجری میں قبرص کی جنگ لڑی گئی۔ تاریخ طبری اور بِدَایَۃ وَالنِّھَایَۃ دونوں نے اس کو 28/ ہجری کے واقعات میں بیان کیا ہے۔ اس جنگ میں صحابہ میں سے حضرت ابوذر غِفَاریؓ، حضرت عُبَادہ بن صامتؓ اور آپ کی زوجہ حضرت اُمِّ حَرَام بنت مِلْحَانؓ، حضرت مِقدادؓ، حضرت ابودَرْدَاءؓ، حضرت شَدَّادْ بن اوسؓ شامل تھے۔

قبرص ملک شام کے غربی جانب ایک اکیلا جزیرہ ہے۔ اس میں باغات اور کانیں بکثرت تھیں۔ قَبْرَص حضرت عثمانؓ کے دور میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت اور حکم سے امیر معاویہ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اس جنگ میں حضرت ام حَرام بنت مِلحانؓ بھی شامل تھیں جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی خبر پہلے ہی دے دی تھی۔ اس جنگ سے واپسی پر آپ کے لیے سواری لائی گئی۔ آپ اس پر سوار ہوئیں لیکن اس پر سے گر پڑیں اور آپ کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی جس سے آپ کی شہادت ہو گئی۔

(تاريخ الطبری جلد 5 صفحه 96 سنة28ھ۔دارالفكر 2002ء)

(البداية والنهايةلابن كثير جزء 7 صفحه148-149 سنة 28ھ۔دارالكتب العلمية بيروت 2001ء)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ بیان ہو گا۔

دعا کی طرف تو آج بھی مَیں توجہ دلاتا ہوں۔ پاکستان کے احمدیوں کے لیے دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حالات بہتر کرے۔ ان کو پاکستان میں رہنے والے احمدیوں کو بھی دعاؤں کی توفیق دے۔ اپنی اصلاح کی بھی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھانے کی بھی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ جلد یہ اندھیرے دن ہیں روشنیوں میں بدل دے اور ہم وہاں کے احمدیوں کو بھی آزادی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے دیکھیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26/ فروری 2021ء جلد 28 شمارہ 17 صفحہ 05 تا 10)

7

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 12/ فروری 2021ء بمطابق 12/ تبلیغ 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سوانحی تعارف:

آج میں جماعت کے ایک دیرینہ خادم مکرم چودھری حمید اللہ صاحب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گزشتہ دنوں میں وفات ہوئی۔ آپ تحریک جدید پاکستان کے وکیل اعلیٰ تھے۔ صدر مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ تھے اور ایک لمبے عرصے سے افسر جلسہ سالانہ کی خدمت پر بھی مامور تھے۔ 7/ فروری کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 87 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مکرم چودھری صاحب کے والد کا نام بابو محمد بخش صاحب اور والدہ کا نام عائشہ بی بی صاحبہ تھا۔ یہ لوگ بھیرہ کے نواحی علاقے کے رہنے والے تھے۔ چودھری صاحب 1934ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے ان کی پیدائش سے کوئی پانچ سال پہلے احمدیت قبول کی تھی۔ وہ اپنی قبول احمدیت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر ایک خواب تحریر کر رہا ہوں۔ اور اس خواب کے بارے میں جو تفصیل بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ محکمہ نہر میں کام کرتے تھے تو بنگلہ میں یہ رہتے تھے۔ یا دورے پہ یہ پھرتے رہتے تھے تو اس دوران انہوں نے وہاں رات بسر کی۔ کہتے ہیں کہ بنگلہ بکھووالا سرگودھا میں ماہ اکتوبر 1929ء بوقت قریباً دو بجے رات کو یہ نظارہ دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں نظارہ دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مصلیٰ پر تشریف فرما ہیں اور رانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں جس طرح انگلیوں پر ذکر اللہ کر رہے ہیں۔ رُخِ مبارک مشرق کی طرف ہے۔ مجھے فرمایا کہ جس کرسی پر تم بیٹھے ہو اس کی چُولیں ڈھیلی ہو چکی ہیں۔ کہتے ہیں اس پر مَیں فوراً اٹھا اور دیکھا تو ایک چُول ڈھیلی تھی۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپؐ نے غلام کی جان بچالی ہے۔ آگے یا پیچھے گرتا تو سر پھوٹ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک نئی دفتری کرسی ہے جس کے Arms آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ فرمایا اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ یہ احمدیت کی کرسی ہے یعنی بادلائل اور حقیقی اسلام ہے۔ اس کے بعد بندہ بیدار ہو گیا۔ یہ ان کے والد کے احمدیت قبول کرنے کا واقعہ ہے۔ (ماخوذ از بشارات رحمانیہ صفحہ 157)

چودھری صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ آٹھویں جماعت کے طالبعلم تھے جب 1946ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقف کی تحریک کی۔ جو تحریک کی ہوئی تھی اس پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی والدہ آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئیں اور حضور سے عرض کیا کہ یہ میرا بچہ ہے میں اس کو خدمت دین کے لیے وقف کرتی ہوں۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعود نے کچھ ہدایات دیں کہ اس کو آئندہ سکول میں پڑھاتے رہیں۔ 1949ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر وکالت دیوان ربوہ کی ہدایت پر انٹرویو کے لیے ربوہ تشریف لائے۔ تحریری امتحان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ان کا انٹرویو لیا۔ اس وقت انجمن احمدیہ کے ناظران کی میٹنگ ہو رہی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ میٹنگ میں بیٹھے تھے۔ جو بھی اُس وقت تین چار لڑکے تھے آپ نے وہیں ان کو بلا لیا۔ چودھری حمید اللہ صاحب تھے، مصلح الدین صاحب تھے، سمیع اللہ صاحب تھے۔ تو بہرحال خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انٹرویو لیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر ان کی تعلیم کا سلسلہ چلتا رہا اور سکول اور یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر انہوں نے بی ایس سی کیا۔ بی ایس سی میں صوبہ بھر میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فرسٹ ڈویژن میں ایم اے ریاضی کیا۔ 1955ء میں تعلیم الاسلام کالج میں استاد مقرر ہوئے اور پھر صدر شعبہ ریاضی بھی مقرر ہوئے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 104 و 120)

ان کی شادی 1960ء میں رضیہ خانم صاحبہ سے ہوئی جو عبدالجبار خان صاحب سرگودھا کی بیٹی تھیں۔ 1974ء تک ٹی آئی کالج ربوہ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کالج کے قومیائے جانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر آپ نے کالج سے استعفیٰ دے دیا کیونکہ وقف زندگی تھے اور کالج اب نیشنلائزڈ (nationalized) ہو گئے تھے اس لیے کوئی جواز نہیں تھا کہ حکومت کے ادارے میں پڑھائیں تو جو واقفِ زندگی تھے ان میں سے بعض کو، ساروں کو نہیں، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہی ہدایت دی تھی کہ وہیں کالج میں کام جاری رکھیں وہاں بھی ضرورت ہے اور بعض کو یہی مشورہ دیا، یہی ہدایت کی کہ وہ جماعت کی خدمت میں آجائیں۔ بہرحال انہوں نے جب وہاں سے استعفیٰ دیا تو ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ناظر ضیافت مقرر کیا۔ 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وکیل اعلیٰ تحریک جدید مقرر فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ عرصہ تک آپ ایڈیشنل صدر مجلس تحریک جدید بھی رہے۔ پھر 1989ء (eighty-nine) میں جو جوبلی سال تھا اس میں آپ صدر مجلس تحریک جدید مقرر ہوئے اور وفات تک یہ خدمات بجالاتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ 1986ء تا وفات ایڈیشنل ناظر اعلیٰ کے طور پر سندھ وغیرہ کے ہنگامی حالات کے بھی نگران رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے زمانے میں آپ کو ربوہ میں امیر مقامی بننے کا بھی اعزاز حاصل ہوا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 28 صفحہ 112 و 335)

مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالاتے

رہے اور اس کے بعد 1969ء سے 1973ء تک بطور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں ساری دنیا میں ایک ہی مرکزی خدام الاحمدیہ تھی اور مرکز سے اس کا کنٹرول ہوتا تھا۔ ہر ملک میں علیحدہ علیحدہ صدر نہیں مقرر ہوتا تھا۔

1969ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مقرر فرمایا تو اس موقع پر حضور نے جو باتیں کی ہیں یہ بڑی ضروری باتیں ہیں۔ گو یہ اقتباس لمبا ہے جو میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تقریر سے لوں گا لیکن یہ بڑا ضروری ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی اولاد کے لیے بھی اور روحانی اولاد کے لیے بھی، جماعت کا کام کرنے والوں کے لیے بھی یہ ہدایات اور یہ باتیں ایسی ہیں جو ان کو پلّے باندھنی چاہئیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور فکر کرنی چاہیے کہ آیا ہم وہ حق ادا کر رہے ہیں کہ نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ

"صدر بننے والے نوجوان کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے اور اس عہدے سے سبکدوش ہونے والے مخلص نوجوان کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول کرے اور آنے والے کو یہ توفیق دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے پہلوں سے زیادہ کام کر کے دکھائیں۔ فرمایا کہ ہم کسی جگہ پر ٹھہر نہیں سکتے۔ ہمارا ہر فرد جس پر نئے سرے سے ذمہ داری عائد کی جاتی ہے ان کو پہلوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیلاؤ اور وسعت آ رہی ہے۔ جماعت کے کام بھی بڑھ رہے ہیں۔ اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی ہیں۔ غرض میں بتا رہا تھا کہ جنہوں نے مجلس کی صدارت کا چارج لیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خونی رشتہ کے لحاظ سے خاندان کے فرد نہیں ہیں چودھری صاحب سے پہلے غالباً مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ صدر تھے اور ان کا خونی رشتہ تھا تو بہرحال آپ نے فرمایا کہ خونی رشتہ تو نہیں ہے، یہ خاندان کے فرد نہیں ہیں لیکن روحانی رشتہ کے لحاظ سے ہر شخص اپنی ہمت اور کوشش اور اپنی دعا اور عاجزی کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد بننے کے قابل ہے اور سچا اور حقیقی روحانی بیٹا اسے بننا چاہیے۔ اور بہت سے لوگ ہیں جو جسمانی اولاد سے بھی زیادہ آگے نکل جاتے ہیں حالانکہ وہ محض روحانی اولاد ہوتے ہیں۔ جسمانی تعلق تو ایک دنیاوی تعلق ہے۔ مذہب یا روحانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی اولاد سے اصل تعلق روحانی تعلق ہی ہے** اور یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو جسمانی تعلق رکھنے والے ہیں، یا خونی تعلق رکھنے والے رشتہ دار ہیں ان کو یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی اولاد سے اصل تعلق روحانی تعلق ہی ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ آگے ورثہ میں کسی کو کچھ دیتے ہیں۔ نہ ہی انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ آگے ورثہ میں کچھ دیتے ہیں کیونکہ ورثہ کا تعلق جسمانی قرابت سے ہے اس کی نفی کر دی گئی ہے لیکن جہاں تک روحانی فیوض و برکات کا تعلق ہے وہی حقیقت، وہی صداقت اور وہی حکمت ہے۔ وہی دراصل صحیح معنی میں کسی شخص کی روحانی اولاد ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو اس کی منشا اور فرمان کے مطابق قائم کیا اور ہر شخص اپنے اخلاص اور ایثار کے مطابق اپنا اجر پاتا

ہے۔ پس اصل میں یہی روحانی اولاد ایک روحانی وجود کی اولاد ہے۔ اس کی جسمانی اولاد کوئی نہیں ہوتی۔

اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اولاد ہی حقیقی اولاد ہے اسی واسطے آپ نے اپنی جسمانی اولاد کے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول کیا اور ان کو روحانی وجود بنا دیا۔ اگر محض جسمانی اولاد ہونے میں کوئی خوبی ہوتی تو آپ کو نہ ان دعاؤں کے کرنے کی ضرورت تھی نہ ان کی قبولیت کی حاجت ہوتی۔ پس اصل چیز یہ ہے کہ روحانی رشتہ مضبوط ہو خواہ جسمانی تعلق نہ بھی ہو۔ اس واسطے وہ لوگ بھی غلطی پر ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ محض جسمانی اولاد ہونا کوئی بڑائی ہے۔ بعض لوگ اسلام میں ایسے بھی ہوئے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے محض اس لیے دشمنی کی کہ وہ آپ کی جسمانی اولاد تھے۔ لیکن یہ بھی غلط ہے کہ چونکہ جسمانی اولاد تھے اس لیے ان کو عزت حاصل ہو گئی لیکن اس رشتہ کے نتیجہ میں کوئی انہیں بزرگی دیتا ہے تو وہ جاہل مطلق ہے یہ باتیں دونوں اس میں آ گئیں کہ جو اس لیے دشمنی کرتے ہیں کہ جسمانی اولاد ہے وہ بھی غلط کرتے ہیں اور اگر کوئی عزت دیتے ہیں اور بزرگی دیتے ہیں تو وہ بھی غلط کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کے اندر کوئی روحانیت نہیں ہے۔ کوئی عقل نہیں ہے جو یہ سمجھتا ہے۔ اصل تعلق روحانیت کا ہے۔ جسمانی اولاد میں اگر یہ تعلق پختگی کے ساتھ قائم ہو جائے، ان میں ایثار اور قربانی اور بے نفسی پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دیتا ہے اور اپنے قرب اور رضا سے نوازتا ہے۔ جسمانی اولاد میں یہ تعلق اور پختگی اگر قائم ہو گئی ہے، نبی کا جو روحانی فیض ہے وہ حاصل کر لیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ جزا بھی دیتا ہے اور اپنے قرب اور رضا سے نوازتا ہے اور جس نے جسمانی اولاد نہ ہونے کے باوجود روحانی اثر کو قبول کر کے اپنے آپ کو دنیا کی نگاہ میں حقیقی اولاد جیسا بنا دیا اس کے متعلق یہ کہنا کہ صرف اس وجہ سے کہ چونکہ جسمانی تعلق نہیں ہے اس لیے وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں عزت اور مرتبہ نہیں پا سکتا یہ بھی غلط ہے۔ پس جسمانی تعلق نہ بھی ہو تو روحانی اولاد بن کے اگر اس کا حق ادا کر دیا ہے تو وہ مرتبہ پا گیا اور اس کے متعلق یہ کہنا کہ عزت اور مرتبہ نہیں پاتا وہ غلط کہتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ **اصل صراط مستقیم ہے کہ** جو شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت اور احترام کو حاصل کر لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ وہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق خدا تعالیٰ کے دین کے کام کرنے کی توفیق پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کوششوں کو قبول کرتا ہے خواہ اس کا مامور زمانہ سے جسمانی تعلق ہو یا نہ ہو۔ پس وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان کا جسمانی تعلق ہے اس لیے ان کو بڑا کہنا چاہیے وہ بھی غیر معقول بات کرتے ہیں اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ جسمانی تعلق ہے اس لیے اچھے ہو گئے ہیں اور انہوں نے ورثہ میں عزت و احترام کو پا لیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ اس طرح پر تو ورثہ میں کسی کو عزت اور احترام نہیں ملا کرتا۔ پس جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ جسمانی رشتہ نہیں ہے اس لیے اکرام اور بزرگی نہیں مل سکتی یہ غلط ہے۔ غرض جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ جسمانی تعلق ہے اس لیے ضرور بزرگی مل جائے گی یہ بھی غلط ہے۔ اصل میں روحانی تعلق نام ہے تقویٰ اختیار کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت پیدا کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ایثار اور قربانی کرنے کا۔ اپنے نفس پر ایک موت وارد کرنے کا۔ اپنے آپ کو کچھ بھی نہ سمجھنے کا۔ اپنی فنا کے بعد اللہ تعالیٰ سے ایک نئی اور پاک زندگی حاصل کرنے کا۔ یہ اصل تعلق ہے،

اس کے بغیر تو کوئی تعلق تعلق ہی نہیں۔

فرمایا غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچھلے تین سال میں خدام الاحمدیہ نے خاصی ترقی کی ہے لیکن پہاڑوں کی بلند چوٹیوں کی طرح خدام الاحمدیہ کے لیے کوئی ایک چوٹی مقرر نہیں کہ جہاں جا کر وہ یہ سمجھیں کہ بس اب ہم آخری بلندی پر پہنچ گئے۔ ہمارا کام ختم ہو گیا۔ یہ تو ایسے پہاڑ کی چڑھائی ہے کہ جس کی چوٹی کوئی ہے ہی نہیں کیونکہ یہ وہ پہاڑ ہے جس کے اوپر ارضِ رَبِّ کریم ہے اور انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ غیر محدود ہے اور ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے اور اسی میں ہماری زندگی اور حیات ہے کہ ہم کسی جگہ پر تھک کر بیٹھ نہ جائیں یا کسی جگہ ٹھہر کر یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے جو حاصل کرنا تھا کر لیا۔ نہیں، ہمارے لیے غیر محدود ترقیات اور رفعتیں مقدر کی گئی ہیں اور اگر ہم کوشش کریں اور واقعہ میں اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں اخلاص اور ایثار اور محبت ذاتی اپنے لیے محسوس کرے تو وہ ہم پر فضل نازل کرتا چلا جائے گا اور کرتا چلا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان خدا تعالیٰ سے اَور زیادہ پیار حاصل کرتا ہے اور اپنے نفس سے وہ اَور زیادہ دور اور بیگانہ ہو جاتا ہے۔

(ماخوذ از مشعل راہ جلد 2 صفحہ 212 تا 214)

پس یہ الفاظ جو آپؒ نے چودھری صاحب کو نصیحت فرمائے اور چودھری صاحب کی وجہ سے آج ہم میں بھی یہ الفاظ پہنچے یہ بھی جب ہر واقف زندگی اور ہر کام کرنے والا اور جو خاندان کا تعلق رکھنے والا ہر فرد ہے وہ بھی ان باتوں پہ غور کرے **تو چودھری صاحب کے درجات کی بلندی کے لیے بھی دعا کرے کہ ان کی وجہ سے یہ سنہری** الفاظ ہمیں سننے کو اور سمجھنے کو ملے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں 1970ء کے اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے ایک مخلص بچے کو جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جسمانی تعلق تو نہ تھا لیکن روحانی تعلق بہت پختہ تھا خدام الاحمدیہ کی صدارت سونپی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کی کوششوں میں برکت ڈالی اور ہماری دعاؤں کو قبول فرمایا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 26 صفحہ 214)

جب ان کو اپنی ٹرم پوری کر کے خدام الاحمدیہ کی خدمت صدر سے فراغت ہوئی تو اس وقت وداعی **تقریب میں جو سپاس نامہ ان کو پیش کیا گیا تھا** اس میں یہ لکھا گیا اور ان کے بارے میں جو بھی لکھا گیا اس میں یقیناً کوئی مبالغہ نہیں۔ آج کی یہ خصوصی تقریب چودھری صاحب کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ چودھری حمید اللہ صاحب کا چار سالہ دور صدارت تاریخ خدام الاحمدیہ میں ایک زرّیں باب کا اضافہ ہے۔ اس میں خدام الاحمدیہ عالمگیر نے اپنی کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی رہنمائی میں خلافت ثالثہ کے دور کی بات ہے ہر شعبہ میں نمایاں کام کیا۔ چودھری حمید اللہ صاحب نے انتہائی خاکساری، بے نفسی اور مسلسل محنت کے ساتھ نوجوان نسل میں اطاعت اور وفا کیشی اور خلافت سے وابستگی جیسی دلکش صفات کو اجاگر کیا جو ان کے مستقبل کے لیے نشان راہ ثابت ہوں گی۔ ان شاء اللہ العزیز۔ آپ کے دورِ صدارت میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی خواہش کے

مطابق خدام الاحمدیہ کے ہر شعبہ نے نمایاں ترقی کی۔ آپ کے دورِ صدارت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زریں ارشادات کو کتابی شکل میں مشعل راہ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اطفالِ احمدیت کے لیے کتابچہ یاد رکھنے کی باتیں شائع ہوا۔ مجلس مرکزیہ کا عمومی اور خصوصی مالی نظام مستحکم ہوا۔

آپ ہمیشہ اس طریق کار پر محبت اور فدائیت کے ساتھ سختی سے کاربند رہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہر حکم اور اشارے کی دل و جان سے اطاعت کی جائے اور حضور کے جملہ ارشادات کی لفظاً و معناً تعمیل میں ہر ممکن وسیلے کو بروئے کار لایا جائے۔ صدارت کی عظیم ذمہ داری سے قبل مختلف وقتوں میں آپ کو مرکزی مجلس عاملہ کے رکن کے طور پر خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ (ماخوذ از رسالہ خالد دسمبر 1973ء بروہ صفحہ 3-4)

اس الوداعی تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شریک ہوئے تھے۔ آپ نے بھی مختصر خطاب فرمایا۔ اس کا بھی مختصر حصہ میں یہاں پیش کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا۔ جانے والے کے متعلق تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احسن جزا دے اور آنے والے کے متعلق یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین اور مقبول خدمت کی توفیق عطا کرے۔ مجلس خدام الاحمدیہ مختلف ادوار میں سے گزر کر اس مقام تک پہنچی ہے جہاں دنیا اسے آج دیکھ رہی ہے۔ ابتدا اس کی ایک چھوٹے سے بیج کی مانند تھی اور اس وقت ایک صحت مند بھرپور جوانی والے خوبصورت درخت کی شکل یہ بیج اختیار کر گیا ہے۔ ہر صدارت نے اپنی صدارت کے زمانے میں دو کام کیے۔ کسی نے بہت ہی اچھے طریقے پر اور کسی نے درمیانے طریقے پر اور کسی نے اپنا وقت گزارا بعض پہلوؤں کے لحاظ سے۔ بہر حال دو کام کیے ہر صدارت نے۔ ایک جو روایات بن چکی تھیں ان کو قائم رکھنے کی سعی کی، کوشش کی اور دوسرے جو ضروریات پیدا ہو چکی تھیں ان سے نمٹنے کے لیے کوشش کی۔ نئی نئی باتیں ڈویلپ ہوتی ہیں، نئی ضروریات پیدا ہوتی ہیں ان سے نمٹنے کے لیے کوشش کی۔ ایک زندہ وجود کو یہی دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ پھر فرمایا مجلس خدام الاحمدیہ کی زندگی قیامت تک کے لیے ممتد ہے کیونکہ اس تنظیم کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مہدی کی جماعت کے ساتھ ہے جس کے متعلق یہ بشارت دی گئی ہے کہ قیامت تک وہ ذمہ داریاں جن کا تعلق اصولاً بھی اور تفصیلاً بھی امت محمدیہ سے اور اسلام سے ہو گا اس کی جماعت پر ڈالی جائیں گی۔ چونکہ جماعت احمدیہ کی زندگی قیامت تک ممتد ہے اس لیے جماعت احمدیہ کی تمام ذیلی تنظیموں کی زندگی بھی قیامت تک ممتد ہے اور ہر دور جس میں سے بنیادی تنظیم، اصلی تنظیم یعنی جماعتی تنظیم یا اس کی ذیلی تنظیمیں جس میں سے گزریں ہر دور میں پہلی خوبصورتی اور حسن اور جمال کو محفوظ رکھنا اور اس میں زیادتی کرتے چلے جانا یہ فرض بن جاتا ہے ان لوگوں کا جن کے ہاتھ میں اس کی قیادت دی جاتی ہے۔

پھر فرمایا ہم کہیں ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ ٹھہرنا موت کے مترادف ہے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے زندگی کا۔ پس اس بات کو ہماری ہر سطح پر ہر تنظیم کو اور نظام جماعت کے بھی ہر عہدیدار کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم کہیں ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ ٹھہرنا موت کے مترادف ہے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے زندگی کا۔ فرمایا کہ ہر نئے آنے والے صدر پر پہلے سے زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کیونکہ اس سے پہلے کے صدر نے دو سال پہلے سے قبل کی حالت کو

قائم رکھ کے آگے بڑھنا ہے۔ پہلا صدر جو کام کر کے دے گیا ہے اس کو آگے بڑھانا ہے۔ فرمایا کہ کام میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ نئی ہدایات مرکزِ ہدایت یعنی خلافت سے جاری ہوتی ہیں۔ خلیفہ وقت سے نئی ہدایات ملتی ہیں۔ نئی ذمہ داریاں نئے حالات کے مطابق ڈالی جاتی ہیں۔ پرانی روایات کو قائم بھی رکھنا ہوتا ہے اور نئی ضرورتوں کے حصول کے لیے اور نئے مسائل کے سمجھنے کے لیے نئی کوشش نئے عزم کے ساتھ بھی کی جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزیز بھائی اور بچے حمید اللہ صاحب کو جو انہوں نے جماعت کے لیے کیا جس رنگ میں ذمہ داریوں کو نباہا اس پر انہیں احسن جزا دے اور انہیں بھی توفیق دے کہ دین کی مزید جو ذمہ داریاں دوسرے شعبوں کی، جس رنگ میں بھی ان کے کندھوں پر پڑیں آخر وقت تک انہیں وہ اسی طرح خوش اسلوبی سے نبھاتے چلے جائیں اور ادا کرتے چلے جائیں۔

(ماخوذ از مشعل راہ جلد 02 صفحہ 414-415 خطاب فرمودہ یکم دسمبر 1973ء)

1974ء کے ہنگامی حالات میں بھی چودھری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہدایت کے مطابق جو ہنگامی سیل قائم ہوا تھا اس میں اہم خدمات سرانجام دیں۔ (ماخوذ از سلسلہ احمدیہ جلد 03 صفحہ 281)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے لندن ہجرت کے بعد حضور کے ارشاد پر یہاں آئے اور ایک سال سے زائد عرصہ یہاں رہے اور یہاں بھی جو جماعتی مرکزی نظام تھا اس کو قائم کرنے اور اس کو سیٹ کرنے میں انہوں نے کافی کردار ادا کیا۔ 1982ء سے 1999ء تک بطور صدر مجلس انصاراللہ کے خدمت کی توفیق پائی۔ اس وقت عرصہ کی شرط نہیں ہوتی تھی۔ یہ تقریباً سترہ سال صدر انصار اللہ رہے۔ پھر انصار اللہ میں جب صدر تھے تو انصار اللہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات پر مشتمل 'سبیل الرشاد' کی پہلی جلد مرتب کر کے شائع کی گئی۔ گیسٹ ہاؤس میں توسیع اور تعمیر کا قابل قدر کام ہوا۔ (ماخوذ از انصار اللہ ربوہ جنوری 2000ء صفحہ 15 و 17)

جماعت احمدیہ کی 1989ء کی جو صد سالہ جوبلی منصوبہ بندی کمیٹی تھی اس کے صدر کی حیثیت سے بھی خدمت سرانجام دی۔ اس سے قبل آپ کو سیکرٹری صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ بندی کمیٹی کے طور پر خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ 2005ء میں مرکزی کمیٹی خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء کے صدر کے طور پر بھی خدمات بجالاتے رہے۔ 2005ء میں صدر خلافت احمدیہ جوبلی کمیٹی مقرر ہوئے تھے، جو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کی مرکزی کمیٹی تھی اور اس کا چونکہ کام مستقل تھا تو اب تک یہ اس کی صدارت کرتے رہے۔ ابھی بھی بعض چیزیں اس کی شائع ہو رہی ہیں۔ اپریل 2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے موقع پر انتخاب خلافت کے اجلاس کی صدارت کا اعزاز بھی انہیں نصیب ہوا۔ بطور وکیل اعلیٰ آپ نے افریقہ اور یورپ سمیت متعدد ممالک کے دورے بھی کیے۔

1973ء میں محترم سید میر داؤد احمد صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے **آپ کو افسر جلسہ سالانہ مقرر کر دیا۔** 1973ء تا وفات آپ بطور افسر جلسہ سالانہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ گو پاکستان میں 1983ء کے بعد جلسے تو نہیں ہوئے لیکن باقاعدہ نظام وہاں قائم تھا اور اس کو یہ نہیں کہ انہوں نے چھوڑ

دیا۔ باقاعدہ حالات کے مطابق اپ ڈیٹ کرتے رہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے جب بھی حالات بہتر ہوں اور جلسہ ہو تو زیادہ سے زیادہ تعداد کو ہم کس طرح سنبھال سکتے ہیں اور ان میں یہ بڑی انتظامی صلاحیت تھی اس کے مطابق انہوں نے کام کیا۔ افسر جلسہ سالانہ بننے سے پہلے آپ مختلف حیثیتوں سے جلسہ سالانہ کے نظام میں بھی کام کرتے رہے۔ جلسہ سالانہ قادیان جو 1991ء میں ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع وہاں گئے تھے۔ ان کو حضور نے افسر جلسہ سالانہ مقرر فرمایا اور پھر ان کی تعریف کرتے ہوئے خطبہ میں فرمایا کہ "پاکستان سے چودھری حمید اللہ صاحب اور میاں غلام احمد صاحب نے بڑے لمبے عرصہ تک بہت محنت کی ہے اور قادیان جا کر وہاں کے مسائل کو سمجھا اور میری ہدایات کے مطابق ہر قسم کی تیاری میں بہت ہی عمدہ خدمات سرانجام دی ہیں ورنہ قادیان کی احمدی آبادی اتنی چھوٹی ہے کہ ان کے بس میں نہیں تھا کہ اتنے بڑے انتظام کو سنبھال سکتے۔"

(دورہ قادیان 1991ء صفحہ 171)

1977ء میں ان کو افسر جلسہ سالانہ ربوہ کے علاوہ ناظر ضیافت بھی مقرر کیا گیا۔ 1977ء تا 1987ء تک بطور ناظر ضیافت خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ کے پسماندگان میں آپ کی اہلیہ رضیہ خانم کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ بیٹا رشید اللہ صاحب تو کینیڈا میں مقیم ہیں اور ایک بیٹی یہاں لندن میں ہیں اور ظہیر حیات صاحب کی اہلیہ ہیں اور دوسری بیٹی رضوانہ حمید کمال یوسف صاحب کی بہو، نثار احمد صاحب کی اہلیہ ہیں یہ سویڈن میں ہیں۔

ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ہماری شادی 1960ء میں ہوئی۔ شادی کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ کو جو بھی الاؤنس ملتا تھا تو سب سے پہلے اس میں سے چندہ نکالتے اور مجھے بھی ہمیشہ یہ تلقین کرتے کہ پہلے چندے دو۔ بعد میں باقی اخراجات پورے کرو اور مجھے وصیت کی تلقین بھی کی۔ شادی کے وقت چودھری صاحب کی تنخواہ 80 روپے تھی۔ آجکل کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا، سستا زمانہ بھی تھا لیکن اس کے باوجود بھی 80 روپے بہت معمولی رقم تھی۔ ان کی تنخواہ 80 روپے تھی اس پر میں بہت پریشان تھی کہ اس آمدن میں چندہ نکالنے کے بعد گزارا کیسے ہو گا لیکن چندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل رہتا اور بڑے آرام سے دن گزرتے۔ اور میرا خیال ہے کالج میں کیونکہ لگے تھے تو اس وقت کالج کے لوگوں کی جو تنخواہ، الاؤنس تھا وہ زیادہ ہوتا تھا۔ باقی جو کارکنان تھے ان کا، مربیان کا یا واقفین زندگی کا تو اس سے بھی کم ہوتا تھا۔

پھر لکھتی ہیں کہ آپ تہجد گزار تھے۔ پانچ وقت کی نمازیں باجماعت مسجد یا دفتر میں ادا کرتے۔ بیماری کی صورت میں گھر میں ادا کرتے۔ نماز کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ آخری دم تک نمازیں پوری اور وقت پر پڑھتے۔ انہیں دیکھ کر مجھے بھی نماز تہجد کی عادت ہو گئی تھی۔ میں نے سب کچھ ان سے سیکھا ہے۔

پھر کہتی ہیں کہ میرے ساتھ ان کا بہت زیادہ حسن سلوک تھا۔ گھر میں جو بھی چیز آتی وہ پہلے مجھے دیتے اور پھر بچوں کو تقسیم کرتے۔ اکثر کام سے دیر سے گھر آتے، بہت رات گئے تک دفتر میں رہتے دفتروں میں کام کرتے تھے۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ تو کہتی ہیں کہ مجھے تنگ نہیں کرتے تھے۔ بیرونی دروازے کی چابیوں سے خود

ہی کھول کے اندر آ جاتے۔ کتنے بھی لیٹ ہوں کبھی گھنٹی نہیں بجائی۔ کبھی نہیں اٹھایا اور کہتی ہیں کھانا اگر کھانا ہوتا تو جتنی ان کی ضرورت ہوتی تھی، جتنا کھانا چودھری صاحب کھاتے تھے وہ میں دیگچی میں ڈال کے رکھ دیتی تھی اور روٹیاں لپیٹ کے پاس رکھ دیتی تھی اور میں سو جاتی تھی۔ آپ باہر سے آتے تھے خود ہی کھانا گرم کر کے کھا لیتے تھے۔ کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا چاہے کھانے کا ہو یا پہننے کا۔ جو کھانے کے لیے ملتا خوشی سے کھا لیتے اور جو کپڑا لاتی خوشی سے پہن لیتے۔ کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور یہ گھروں میں امن اور سکون رکھنے کا بڑا بنیادی اصول ہے۔ اگر اس پہ عمل کریں تو آدھے گھر کیا اسّی فیصد گھروں کے مسائل کبھی پیدا ہی نہ ہوں۔ شہداء، عہدے داران، نامور شخصیات، کارکنان، کارکنان کے لواحقین اور دیگر جاننے والے احباب کے جنازوں میں ضرور شامل ہوتے تھے اور تدفین تک ساتھ رہتے تھے۔ کسی کے بارے میں دل میں غصہ نہیں رکھتے تھے۔ بہت ستاری والی طبیعت تھی۔ ایک شفیق خاوند تھے۔ بچوں کے لیے شفیق باپ تھے۔ کسی رشتہ دار سے ناراض نہ ہوتے تھے۔ صلح میں پہل کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ جَمِیْعًا سب عزتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں۔ اپنے بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہر جمعرات کو ربوہ میں مقیم اپنی بہن کے گھر جاتے۔ چودھری صاحب نے والدین کا بھی بہت خیال رکھا۔ کہتی ہیں میرا آپریشن ہوا میں دس دن ہسپتال میں رہی۔ سونے کے لیے وہاں جگہ کوئی نہیں تھی تو میرے کمرے میں فرش پر ہی لیٹ جاتے تھے۔ کبھی شکوہ نہیں کیا کہ میں نیچے نہیں سو سکتا اور بڑے شفیق خاوند تھے۔ کہتی ہیں جب میں بیمار ہو کر طاہر ہارٹ میں داخل ہوتی تو وہاں بھی میرے ساتھ رہتے اور ہر لحاظ سے خیال رکھتے۔

پھر ان کی بیٹی یہ کہتی ہیں کہ کبھی ہماری امی سے اونچی آواز میں بات نہیں کی۔ ابو صرف ہمارے ابو نہیں تھے بلکہ ہمارے دوست بھی تھے۔ ہم ان سے ہر بات شیئر کر سکتے تھے۔ پھر کہتی ہیں کہ عام طور پر چھوٹے ہوتے میرے کمرے میں ہی نماز تہجد پڑھتے تھے۔ اس دوران مجھے ان کی یہ دعا اب تک یاد ہے جو وہ بار بار پڑھتے تھے کہ

اے قادر و توانا! آفات سے بچانا

بچپن میں سونے سے پہلے ہمیں کہانیاں سناتے۔ جب سویڈن آتے تو میرے بچے چھوٹے تھے ان کو بھی کہانیاں سناتے اور ہمارے ابو ہمارے لیے دعاؤں کا خزانہ تھے۔

پھر ان کی ایک بیٹی کہتی ہیں کہ ان کی ساری عمر یہ روٹین (routine) تھی کہ صبح ناشتے کے بعد دفتر جاتے اور دوپہر دیر سے گھر آتے۔ عصر کے بعد دوبارہ دفتر جاتے اور عشاء کے بعد دیر سے گھر آتے۔ بچپن میں جب ہمیں کبھی Maths میں مدد کی ضرورت ہوتی تو ان کے پاس بچوں کو پڑھانے کا صرف فجر کے بعد ایک گھنٹہ ہوا کرتا تھا۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے معائنہ کی تقریب کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کے بارے میں فرمایا، اس وقت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کارکنان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے تو جب بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو کہا کہ آپ میرے ہی پیالے میں میرے ساتھ کھانا کھالیں۔ مٹی کے پیالوں میں سالن دیا کرتے تھے۔ تو جو پیالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے سامنے رکھا انہوں نے چودھری صاحب کو کہا آپ میرے ساتھ اسی پیالے میں کھائیں۔

آپ حقیقی معنوں میں وقف زندگی کا حق ادا کرنے والے تھے۔ کھانے پینے اور سونے کے علاوہ آپ نے صرف جماعتی کام کیا کوئی وقت ضائع نہیں کیا۔ پھر یہ بیٹی کہتی ہیں کہ جب میں چھوٹی تھی تو ایک بات انہوں نے مجھے سکھائی کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ میں پہلے ہتھیلی کھول کر یعنی ہاتھ پھیلا کر کسی سے کچھ لیتی تھی تو کہتے تھے ایسے نہیں لینا اشارے سے سمجھاتے تھے کہ اوپر سے پکڑنا ہے۔ ایسے انداز میں لینا چاہیے خواہ پیسے ہوں یا کچھ اور ہو۔ یہ بھی تربیت کا ایک اچھا طریقہ ہے۔ دنیاوی چیزوں سے ان کو بالکل محبت نہیں تھی۔ کہتی ہیں میں نے کبھی کسی اور شخص میں یہ خوبی نہیں دیکھی۔ کوئی جتنا بھی بڑا تحفہ ان کو دے دیتا ان کی آنکھوں میں کوئی چمک نہ ہوتی تھی۔ ان کی آنکھوں کی چمک اور دلچسپی صرف جماعتی کاموں میں ہوتی تھی۔ فون بیڈ کے پاس رکھا ہوتا تھا۔ چوبیس گھنٹے وہ ہر ایک کو فون پر available ہوتے تھے۔

پھر ان کی بڑی بیٹی لکھتی ہیں کہ اپنے بچوں پر ان کی گہری نظر ہوتی تھی۔ ان کے جذبات اور احساسات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کبھی ہم پر اپنی ذات سے متعلق کوئی بوجھ نہیں ڈالا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ کر دو وہ کر دو۔ اپنے کام خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ ہر وقت ہماری مدد کرنے کی کوشش کرتے۔ میرے بچوں کو بھی پاس بٹھا کر سلسلہ کی باتیں سناتے۔ وقف کی برکات اور خلفاء کے ساتھ اپنے ایمان افروز واقعات سناتے۔ ان کی ہر بات بامقصد ہوتی اور اس کا ہم پر ایک مثبت اثر ہوتا۔

ان کے بیٹے نے بھی یہی لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ دو باتوں پر زور دیتے تھے کہ نمازیں اور خلیفہ وقت کا خطبہ کسی صورت میں miss نہیں کرنا چاہیے اور خلیفہ وقت نے جو بھی ارشاد فرمائے ہیں ان پر بھرپور عمل کرنا چاہیے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ کہا کرتے تھے تبلیغ کا ذریعہ اگر کوئی پیدا کرنا ہے تو کینیڈینز (Canadians) پر یہ اثر ڈالو کہ ان کو یہ احساس ہو کہ یہ شخص ہماری عزت بھی کرتا ہے اور ہم سے محبت بھی کرتا ہے۔

جمیل الرحمٰن رفیق صاحب وکیل التصنیف تحریک جدید لکھتے ہیں کہ چودھری صاحب سے ایک دیرینہ تعلق تھا۔ چودھری صاحب کے والد صاحب محمد بخش صاحب بڑے دین دار آدمی تھے، نیک خصلت تھے۔ یہی صفات چودھری صاحب میں منتقل ہوئیں اور پروان چڑھیں۔ ان کے والد محمد بخش صاحب چودھری فضل احمد صاحب کو دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے۔ یہ ساٹھ ستر سال پہلے کی بات ہے اور ان کے والد کی وجہ سے چودھری فضل احمد صاحب نے احمدیت قبول کر لی اور پھر جمیل الرحمٰن صاحب کا جو مزید تعلق بنا تو کہتے ہیں کہ وہ اس وجہ سے تھا کہ چودھری فضل احمد صاحب پھر خاکسار کے خسر بنے اور اس تعلق کو پھر انہوں نے خوب نبھایا۔ اس کے علاوہ کہتے ہیں خاکسار کے استاد بھی تھے۔ جب خاکسار بی ایس سی میں تھا تو اس وقت mathematics میں ایم ایس سی کر کے یہ آئے تھے۔ کچھ عرصہ انہوں نے ہمیں پڑھایا۔ بڑی دلجمعی سے پڑھایا کرتے تھے جس سے ہم لوگ بڑے متاثر ہوتے تھے۔ اصول کے بڑے پکے تھے لیکن شفقت کرنے والے تھے اور قابل امداد کارکنان کی درپردہ امداد کیا کرتے تھے۔ خدا کے فضل سے محنتی بہت تھے۔ طبیعت علمی تھی۔ خاص طور پر تاریخ اور جغرافیہ سے خوب واقف تھے اور اس کی تلقین بھی کیا کرتے تھے۔ خدا کے فضل سے جماعتی اموال نہایت احتیاط سے خرچ کیا کرتے تھے اور

فرمایا کرتے تھے کہ چند الفاظ کی ایک چٹھی کے لیے پورے سائز کے بجائے نصف کاغذ استعمال کیا کریں۔ ہر معاملے کی تہ تک پہنچتے۔ کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو اس کی جزئیات تک کا جائزہ لیتے اور پھر کوئی فیصلہ کرتے۔ یہ خوبی خدا کے فضل سے ان میں بہت نمایاں تھی۔

لئیق ناصر صاحب وکیل الدیوان کہتے ہیں کہ چودھری صاحب نے مجھے بیان کیا کہ خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جب صدر خدام الاحمدیہ تھے تو چودھری صاحب کی بطور معاون اجتماع پر ڈیوٹی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہا ذرا لنگر خانہ کی صورتحال دیکھ کر آئیں۔ (لنگر اجتماع پر بھی چلا کرتا تھا) دیکھ کے آؤ کھانا کس طرح پک رہا ہے۔ چودھری صاحب کہتے ہیں کہ میں چلنے لگا تو حضرت صاحب نے واپس بلا لیا کہ لنگر کے جو انچارج ہیں وہ تو بہت سخت طبیعت کے ہیں۔ وہ تو تمہیں اندر نہیں گھسنے دیں گے۔ تم بغیر کسی اتھارٹی کے جا رہے ہو اور بڑی عمر کے بھی ہیں۔ تو کہتے ہیں میں ان کا معاون تھا حضرت صاحب نے اپنا صدر خدام الاحمدیہ کا بَیج اتار کر مجھے لگا دیا کہ اب یہ اتھارٹی تمہارے پاس ہے کہ صدر خدام الاحمدیہ نے بھیجا ہے اور یہ اپنا بَیج لگا کر بھیجا ہے اور پھر جاؤ اور جا کے رپورٹ لے کر آؤ۔

جب میں نے تمام ناظران، وکلاء کو ایک دفعہ یہ کہا تھا، بعد میں بھی دو تین دفعہ کہا ہے، کہ باہر جماعتوں میں جائیں اور لوگوں کو ملیں اور میرا اسلام پہنچائیں تو چودھری صاحب بھی دو دفعہ گئے۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ دو دفعہ میں ان کے ساتھ دورے پر سرگودھا گیا۔ ضلع سرگودھا ان کے سپرد تھا اور کوئی گھر انہوں نے نہیں چھوڑا، ہر گھر تک پہنچے اور جو شخص گھر میں نہیں ملتا تھا، پتہ لگتا تھا کہ وہ ڈیرے پر ہے یا کہیں کام پر گیا ہوا ہے تو آپ وہیں چلے جاتے اور ملاقات کرتے۔ بعض ایسی جگہیں بھی تھیں جہاں گاڑی نہیں جا سکتی تھی تو بے شمار دفعہ کئی کئی کلو میٹر پیدل چل کر ان لوگوں تک سلام پہنچانے کے لیے پہنچے۔ پھر یہ بھی خاص عادت تھی ان کی کہ اطاعت اور تعمیل پوری کرنی ہے۔ جو پیغام میں نے دیا ہوا تھا وہ کئی دفعہ پڑھتے تھے اور کہتے یہ بھی مجھے ہدایت تھی کہ جب پیغام میں دینے لگوں لوگوں کو تو اگر کہیں میں غلطی میں الفاظ آگے پیچھے کر دوں تو مجھے ٹوک دیا کرو اور بتا دیا کرو کہ یہ الفاظ اس طرح ہیں۔ اس حد تک وہ particular تھے۔ پھر یہ کہا کرتے تھے کہ دفتری معاملات میں بھی ان کی ایک مستقل ہدایت تھی کہ جو بھی معاملہ ہو چھوٹا ہو یا بڑا ہو، غلطی بھی ہو گئی ہو تو خلیفۃ المسیح کو باخبر رکھنا ہے اور لازمی طور پر بات ان کے علم میں لائیں۔ اس سے دعا بھی ہو جاتی ہے اور اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ سادگی انتہا کی تھی دورے کے دوران بھی جماعت کو ہدایت تھی کہ کوئی پروٹوکول نہ ہو۔ جب کھانے کا وقت ہوا جہاں موقع ملا کھا لیا۔ بعض دفعہ گاڑی میں بیٹھ کے کھانا کھا لیا۔ بعض دفعہ گاؤں میں پھرتے ہوئے فصل میں کہیں کنارے پہ بیٹھ کے کھانا کھا لیا۔ پھر بعض دفعہ اس دورے کے دوران بعض جماعتیں کہتیں کہ آج ہمارے سے کوئی خطاب کر دیں تو انکار کر دیا کرتے تھے کہ جس بات کا مجھے حکم ملا ہے فی الحال میں صرف وہی کروں گا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا یہ ارشاد تھا قادیان والوں کو بھی، ربوہ والوں کو بھی کہ اپنے محلے کی مسجدوں میں نماز ادا کیا کریں۔ آخر وقت تک اس پر بھی کاربند رہنے کی کوشش کرتے رہے۔ اگر مسجد مبارک میں، مرکزی مسجد

میں آتے بھی تھے تو کم از کم کوئی نہ کوئی نماز ضرور (محلہ کی مسجد میں) ادا کرتے تھے۔ رات کو بھی دفتر آتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ شام کو دفتر آئے اور کوئی دفتر کھولنے والا نہیں ہوتا تھا تو آپ **خود آکر دفتر کھولتے اور کام کرتے رہتے**۔ یہ عادت آپ کو کالج کے دَور سے ہی تھی۔ ایک دلچسپ واقعہ کالج کے دَور کا ہے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ تعلیم الاسلام کالج کے سٹاف روم میں شام کے وقت بیٹھے کام کر رہے تھے تو مددگار آیا اور ڈبہ دیا جس میں کھانے کی چیز تھی۔ کھولا تو اس میں بریانی تھی یا پلاؤ تھا۔ انہوں نے کہا یہ پرنسپل صاحب نے بھجوایا ہے۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ آپ وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے بعد میں ان کو فرمایا کہ مجھے پتہ تھا کہ آپ اس وقت بیٹھے ہوں گے، اس لیے مددگار کو کہا کہ جاؤ وہاں جو کوئی بھی بیٹھا ہو اس کو دے آؤ۔

جب بھی آپ کے گھر کوئی جاتا خود مہمان نوازی کرتے۔ اپنے کارکنوں کو اپنے ماتحتوں کو بغیر تکلّف کے جو کچھ ہوتا پیش کر دیتے۔ لئیق عابد صاحب نے لکھا کہ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بہت زیادہ احتیاط سے کام کیا کرتے تھے۔ کوئی بھی ڈرافٹ بل یا خط مکمل پڑھے بغیر سائن نہیں کیا کرتے تھے اور یہ بڑی ضروری چیز ہے افسروں کے لیے کہ بغیر دیکھے سائن نہ کیا کریں۔ وقت کی پابندی کرتے اور ہر کام وقت پر کرنے کی عادت اس قدر پختہ تھی کہ گویا وقت پر سوار ہوں اور جس طرف چاہیں اس کو موڑ لیں۔ اس قدر وقت کی پابندی کے باوجود ادب کے تقاضوں کا بہت لحاظ کرنے والے تھے۔

مسجد میں نماز کے لیے جاتے تو ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے اور گھڑی کی طرف نہیں دیکھتے تھے جیسا کہ عموماً لوگوں کا طریق ہوتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو نماز شروع کیوں نہیں ہوئی، گھڑیاں دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ جب بھی امام آیا اس وقت نماز پڑھ لی۔ باہر سے آنے والے جو مبلغین تھے ان کو نصائح کرتے۔ عموماً یہ نصائح کیا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں بیان ہونے والی تعلیمات پر عمل کریں، اسی طرح ہم ساری دنیا میں احمدیت کی ایک جیسی شکل بنا سکتے ہیں۔

سمیع اللہ سیال صاحب کہتے ہیں ہم نے اکٹھے میٹرک کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش ہوئے، وقف کی درخواست کی اور حضور نے وقف ازراہ شفقت قبول فرمایا۔ آخر وقت تک تقریباً اکہتر سال تک مختلف حیثیتوں سے خاکسار ان کے ساتھ رہا۔ اپنے اوصاف کے لحاظ سے وہ ایک عظیم انسان تھے۔ ایک ہمدرد، باہمت، ہمہ وقت دین کی خدمت کرنے والے اور خلافت سے بے پناہ عشق رکھنے والے وجود تھے۔ یہ بھی ان کی خصوصیت تھی کہ نئے آنے والے واقفین کی نہایت عمدگی سے تربیت کیا کرتے تھے (اور یہ بہت بڑی خوبی تھی اس لیے میں نے بھی بعض واقفین کو ان کے سپرد کیا کہ ان کی تربیت کریں اور انہوں نے بڑی اچھی طرح ان کی تربیت کی۔)

حلیم قریشی صاحب کہتے ہیں کہ انتظامی معاملات اور مالی معاملات پر بڑی سخت گرفت تھی۔ کبھی بدانتظامی برداشت نہ کرتے۔ مالی معاملات پر گہری نظر رکھتے اور قیمتوں کے بارے میں اَپ ڈیٹ لیتے رہتے۔ اگر کوئی بل آتا

اور اس میں دس روپے بھی زائد ہوتے تو پوچھ گچھ کرتے کہ فلاں دکان پر اس چیز کی قیمت سو روپے ہے اور آپ نے ایک سو دس روپے خرچ کیے ہیں۔

امیر محمد قیصرانی صاحب انجینئر ہیں روٹی پلانٹ جلسہ سالانہ میں۔ کہتے ہیں کہ **چودھری صاحب مشورے کو بے حد اہمیت دیتے تھے**۔ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل متعلقہ عہدے دار یا اس کام کے expert سے مشورہ ضرور کرتے تھے۔ ہر نیا قدم اٹھانے سے پہلے اس کا تفصیلی جائزہ لیتے تھے اور وسیع پیمانے پر مشورہ کرنے کے بعد ہی کسی نتیجہ پر پہنچتے تھے۔ جمعۃ المبارک کو جب عموماً دفاتر بند ہوتے ہیں تو اس وقت روٹی پلانٹ کے ٹرائل کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آخری ہفتہ میں تعطیل پر بھی اکثر دفتر جایا کرتے تھے۔ اس بارے میں اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو سمجھاتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ہم نے یہ سیکھا ہے کہ جب کبھی بھی ذاتی زندگی میں کسی قسم کی پریشانی یا مشکل ہو تو جماعتی کاموں میں زیادہ وقت دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ خود ہی وہ پریشانی دور کر دے گا۔ راہ چلتے لوگوں سے بہت عزت اور پیار سے ملتے۔ ہر شخص سے اس کی دلچسپی کے موضوع پر بات کرتے۔ انجینئر صاحب کہتے ہیں کہ وفات سے قبل ایک میٹنگ میں تعمیراتی کام میں کچھ تاخیر ہونے پر خاکسار اور دیگر انجینئرز سے کچھ برہمی کا اظہار کیا تاہم اسی روز چھٹی کے بعد خاکسار کو فون کیا اور ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے بولے کہ آج میں نے شاید کچھ سخت الفاظ استعمال کر لیے تھے اس کی معذرت کرنے کے لیے فون کیا ہے اور خاکسار کا حال بھی دریافت کیا۔

حافظ مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ خاکسار کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ریسرچ سیل کی تعمیر کی اصولی منظوری عطا فرمائی۔ چودھری صاحب سے ملنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اس وقت موصوف نے تعمیل ارشاد میں دو مجوزہ مقامات میں سے جامعہ میں یہ دفتر تعمیر کروا کے دیا۔ دوران مشاورت فرمایا کہ آپ لوگوں نے آگے بھی جماعتی کام کرنے ہیں۔ ایک تو ہمیشہ سلسلہ کی آئندہ ضروریات مدّ نظر رکھنی چاہئیں۔ دوسرے قناعت اور کفایت کا اصول بھی پیش نظر رکھنا چاہیے اور شوقیہ بڑی آفس ٹیبل یا آرام دہ کرسی کے بجائے **حسب ضرورت مناسب فرنیچر تیار کروانے پر توجہ دلائی**۔

ماجد طاہر صاحب وکیل التبشیر لندن لکھتے ہیں کہ آپ کے وقت کا ہر لمحہ خدمت دین میں گزرا۔ مختلف دفتری معاملات کی کارروائی میں جو بھی خلیفہ وقت کی طرف سے ارشادات ہوتے چودھری صاحب کو پہنچائے جاتے تو فوری طور پر بلا تاخیر ان پر کارروائی فرماتے۔ کئی دفعہ رات کے وقت ارشاد ملتا اور چودھری صاحب اس ارشاد کی تعمیل کے لیے دفتر آجاتے اور پھر تعمیل کر کے گھر جاتے۔ یقیناً آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھڑے ہونا، چلنا، بولنا اور خاموش رہنا خلیفہ وقت کے ماتحت تھا۔ جو لوگ قواعد کو خلیفہ وقت کے کہنے سے بھی زیادہ اوپر سمجھتے ہیں اور لکھتے ہیں جی جماعت کے قواعد لکھے گئے انہی پر عمل ہونا چاہیے، ان کو ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ جو خلیفہ وقت ہدایات دیتے ہیں اور جو ارشادات فرماتے ہیں ان پر عمل کریں یہی آپ کے لیے قواعد ہیں۔ اور ویسے بھی قواعد میں ایک اوور رولنگ کلاز (over ruling clause) یہ موجود ہے۔

مبشر ایاز صاحب پرنسپل جامعہ ربوہ لکھتے ہیں کہ جماعتی روایات اور تاریخ کا ایک انسائیکلوپیڈیا تھے۔ اور یہ

بالکل صحیح ہے۔ جتنا بھی موقع ملا ایک چیز جو محسوس ہوئی وہ ان کی گرفت اور احاطہ تھا جو ان کے متعلقہ کاموں میں ہوتا تھا۔ کہتے ہیں میں اپنے بعض ساتھیوں کو کہا کرتا ہوں کہ چودھری صاحب جامعہ کے حوالے سے میٹنگ کریں تو وہ ہمیں یہ بھی بتادیں گے کہ تمہارے جامعہ میں اتنی سیڑھیاں ہیں، اتنے پودے ہیں اور فلاں فلاں جگہ پر یہ کمی ہے یا یہ پودا لگا ہوا ہے۔ بڑی گہرائی سے ہر چیز کو دیکھا کرتے تھے۔ وہ جس معاملے پر میٹنگ لے رہے ہوتے تھے اس کی تمام تر تفصیلات کو اس کی جزئیات سمیت جانتے ہوتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے بھی ایسی ہی توقعات رکھتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ربوہ کی ساری تاریخ تو گویا ان کی آنکھوں اور قلب و ذہن پر نقش تھی۔ چند ماہ قبل مجھے چودھری صاحب سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں نے عرض کیا کہ ربوہ کے بعض تاریخی مقامات کے بارے میں بعض پرانے بزرگوں کی بتائی ہوئی باتوں میں کبھی اختلاف سامنے آتا ہے آپ اس کی نشاندہی کروادیں جس پر انہوں نے کئی باتیں خاکسار کو بتائیں اور تفصیل سے بتایا کہ فلاں فلاں شخص بتا سکتا ہے لیکن اب فلاں کی یادداشت میں کچھ کمزوری ہے، ایسا کرو کہ فہرست بنا کر مجھے بھیج دو پھر تمہارے ساتھ جا کر جتنا مجھے یاد ہو گا بتا دوں گا۔ کہتے ہیں ان کی عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ خود چائے بنا کر ہمیشہ مجھے دیا کرتے تھے۔ عاجزی اور انکساری کا ایک اَور واقعہ کہتے ہیں کہ چند سال پہلے قادیان جلسہ پر گئے وہاں لنگر خانے کے نائب نگران محفوظ الرحمٰن صاحب تھے۔ ہم کھڑے باتیں کر رہے تھے تو چودھری صاحب کا وہاں سے گزر ہوا۔ سلام علیک ہوئی۔ کہتے ہیں اس کے بعد محفوظ صاحب ایک بڑی خاص قلبی کیفیت میں مجھے بتانے لگے کہ چودھری صاحب عجیب سادہ مزاج آدمی ہیں۔ کہتے ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آئے کہ محفوظ صاحب کچھ کھانا ہے؟ جلدی سے کھانا لگا دیں میں ایک میٹنگ سے آیا ہوں اور کوئی پندرہ بیس منٹ تک دوبارہ ایک میٹنگ میں جانا ہے۔ کہتے ہیں کھانے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ میں نے کہا اچھا فرج میں پڑا ہوا کھانا ہے وہ میں گرم کر کے لاتا ہوں تو آپ اتنی دیر میں جا کر تیار ہو کر آجائیں۔ فریش ہو کے آجائیں۔ تو خیر کہتے ہیں میں کھانا گرم کرنے لگا۔ کھانا گرم کر کے جب میں لے کے آیا تو وقت کافی ہو گیا تھا۔ دیکھا کہ چودھری صاحب کیونکہ وقت کے پابند تھے، وقت پہ میٹنگ پہ جانا تھا اور لگ رہا تھا کہ آپ کھانا کھائیں گے تو لیٹ ہو جائیں گے تو اس سے پہلے ہی ان کو دیکھا کہ ڈائننگ ٹیبل پر جو روٹی کے بچے کھچے ٹکڑے تھے وہ اکٹھے کر کے اور بچی ہوئی دال یا جو بھی سالن تھا اس کے ساتھ کھانا تقریباً ختم کر چکے تھے اور پورے وقت پر میٹنگ کے لیے چلے گئے اور چہرے پر کسی قسم کی ناگواری کے کوئی آثار نہیں تھے کہ تم بڑا لیٹ کھانا کیوں لائے ہو؟ کیا وجہ ہے؟ وہی روٹی کے ٹکڑے کھا لیے اور دال جو بچی ہوئی تھی وہ کھالی یا جو بھی ڈش میں یا پلیٹوں میں تھی اور چلے گئے۔

چودھری صاحب کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی بڑا وسیع تھا۔ یوں لگتا تھا کہ مستقل طور پر ان کتب کو اپنے زیر مطالعہ رکھتے ہیں اور صرف مطالعہ کی حد تک نہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حسابی طور پر ایک خاص نظر تھی اس نظر سے بھی کتابوں کو دیکھتے تھے تو غلط نہیں ہو گا۔ ایک ایک بات کا تجزیہ کیا ہوتا تھا اور جو جو سوال اس پر ہوتے تھے ان کو حل کیا ہوتا تھا یا حل کرنے کی کوشش کی ہوتی تھی اور یہ نصیحت دوسروں کو بھی کرتے تھے کہ جب بھی کتاب پڑھو تو ایک ایک فقرے پر نظر رکھو اور جہاں کوئی سوال پیدا ہو اس کو حل کرنے کی کوشش کرو۔

مبارک صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب لندن تشریف لائے تو میں (حضور) نے ان کو اجازت دی کہ ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس والوں کے ساتھ میٹنگ کر لیں، ایک نشست رکھ لیں۔ کہتے ہیں میں نے جا کے چودھری صاحب کو عرض کیا کہ یوں خلیفۃ المسیح نے کہا ہے۔ خیر وہ آئے تو میں نے وہاں ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا لمبا عرصہ خدمات کی توفیق دی ہے۔ بڑے اعزازات سے نوازا ہے، ہمیں اس کامیابی کا راز بتائیں، کوئی نصیحت فرمائیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ایک ہی راز ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے علم اور اپنی عقل کو کچھ نہ سمجھیں اور آنکھیں بند کر کے خلیفہ وقت کی اطاعت کریں۔ ایسی اطاعت ہو کہ آپ کا دل گواہی دے کہ میں نے اطاعت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

مرزا جواد صاحب لکھتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ایک روایت سناتے تھے کہ ایک دفعہ خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے چودھری صاحب کو بتایا کہ پارٹیشن سے قبل جلسہ کے موقع پر جو باقاعدہ ایک ہفتہ کی ڈیوٹیز لگتی تھیں اس پورے عرصہ میں تمام ڈیوٹی دینے والوں کو صرف ایک بار ایک چائے کی پیالی بطور ریفریشمنٹ ملتی تھی۔ چنانچہ ایک خادم کارکن خوشی خوشی چائے لے کر اپنی رہائش گاہ پر آیا۔ (باقی تو کھانا جو لنگر میں پکتا تھا وہی ہوتا تھا۔ چائے صرف ایک دفعہ کارکن کو مل رہی ہے۔) تو ایک کارکن چائے لے کر اپنی رہائش گاہ میں آیا تو ساتھ بستر میں موجود مہمان سمجھا کہ شاید میرے لیے چائے لے کے آیا ہے۔ کارکن جب اندر کمرے میں داخل ہوا وہاں مہمان لیٹا ہوا تھا وہ سمجھا کہ شاید میرے لیے چائے لے کر آیا ہے۔ مہمان نے خادم سے سوال کے رنگ میں پوچھ لیا کہ کیا میرے لیے چائے لائے ہو؟ تو خادم نے بغیر کوئی احساس دلائے وہ چائے مہمان کو دے دی اور چودھری صاحب کہتے تھے کہ حضرت خلیفہ ثالثؒ یہ واقعہ بیان کر کے ڈیوٹی دینے والوں کے ایثار کا ذکر فرماتے تھے کہ کیسے ڈیوٹی والے ہر حالت میں قربانی کر کے مہمانوں کا خیال رکھتے تھے۔ چودھری صاحب کہتے کہ دیکھو ایک وہ دَور تھا کہ ہفتے بھر کی ڈیوٹی میں یہ ایک ریفریشمنٹ ہوتی تھی کہ چائے کا کپ ملے گا اور وہ بھی ڈیوٹی کے دوران قربان کرنا پڑتا تھا اور ایک آج کا دور ہے کہ خدا تعالیٰ نے جماعت کو مالی لحاظ سے اس قدر نوازا ہے کہ ہر چھوٹی میٹنگ میں بھی چائے پیش ہونا ایک عام سی بات ہو گئی ہے چنانچہ خدا کے ان فضلوں کا ادراک ہونا چاہیے اور ہمیشہ جماعتی اموال کو احتیاط کے ساتھ فضول خرچی سے بچتے ہوئے خرچ کرنا چاہیے۔

بہرحال باتیں تو بے شمار اَور بھی ہیں یہ چند ایک مَیں نے لی تھیں۔ اور تو لمبا ہو جائے گا۔ یہیں مَیں ختم کرتا ہوں اور جو بھی باتیں بیان ہوئی ہیں ان کے بارے میں **جو خصوصیات بیان ہوئی ہیں ان میں کوئی مبالغہ نہیں ہے**۔ بے شمار باتیں جو لوگوں نے لکھی ہیں بعض اتنی زیادہ تھیں کہ میں بیچ میں سے لے بھی نہیں سکا اور بلکہ بعضوں کو پڑھ بھی نہیں سکا۔ **غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی شخصیت تھے۔ درویش صفت تھے اور انتہائی محنت کرنے والے تھے۔ ان کے ساتھ میں نے بھی کام کیا ہے اور بڑے نرم انداز میں یہ کام سکھایا بھی کرتے تھے۔** پھر جب ناظر اعلیٰ بنا ہوں تو اس وقت بھی یا امیر مقامی تو اس وقت بالکل ان کا اَور رویہ ہو گیا۔ نہایت اطاعت کے ساتھ انہوں نے وہ وقت بھی گزارا اور خلافت کے ساتھ تو پھر انتہائی وفاداری کے ساتھ ایک احمدی کی حیثیت سے ایک کارکن کی

حیثیت سے بیعت کا حق ادا کرنے والے کی حیثیت سے اپنے تمام حق ادا کیے۔ خلیفۂ وقت کی ہر آواز کو اور ہر حکم کو بڑی سنجیدگی سے لیا اور لفظاً نہیں بلکہ حرفاً حرفاً اس پر عمل کیا۔ کبھی کوئی تاویلیں نہیں دیں کہ اس کی یہ تاویل ہوتی ہے یا یہ تاویل ہوتی ہے۔

جامعہ جونیئر سیکشن ایک زمانے میں علیحدہ ایک عمارت تھی۔ مَیں نے ان کو کہا کہ میرا خیال ہے کہ زائد خرچ ہے، ضرورت بھی نہیں ہے اس کو اب بڑے جامعہ میں، سینئر سیکشن میں مدغم کر دیا جائے تو اس وقت ان کی کچھ reservations تھیں، کچھ اَور بزرگوں کی بھی تھیں۔ میں نے رائے مانگی تھی تو انہوں نے اپنی رائے دی کہ نہیں ہونا چاہیے لیکن بعد میں جب مَیں نے فیصلہ کر دیا تو بغیر کسی چون وچرا کے فوری طور پر اسی وقت عمل درآمد کروا کے، میرا خیال تھا کہ چند دن لگیں گے، چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس پر عمل درآمد کروا کے مجھے رپورٹ بھی دے دی کہ یہ سب کچھ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور خلافت کو ان جیسے سلطان نصیر ملتے رہیں۔

حالات کے متعلق بھی دعا کرتے رہیں۔ پاکستان کے حالات اللہ تعالیٰ جلد بدلے اور وہاں احمدیوں کو آزادی سے اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا ہو۔

دوسری اہم بات یہ بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کورونا کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس میں احمدی بھی احتیاط کا جو حق ہے وہ نہیں ادا کر رہے۔ نہ یوکے میں نہ امریکہ میں نہ پاکستان میں نہ کسی اَور ملک میں۔ پوری طرح احتیاط کرنی چاہیے۔ ماسک وغیرہ پہننا چاہیے۔ ماسک پہنا ہوتا ہے تو ناک ننگا ہوتا ہے حالانکہ ناک ڈھکا ہونا چاہیے۔ یا گردن کے اوپر ماسک رکھا ہوتا ہے تو اس ماسک پہننے کا فائدہ کیا؟ پھر آپس میں قریب ہو کے ملنا، سوشل ڈسٹینسنگ (social distancing) نہیں رکھتے اور جو قواعد گورنمنٹ نے مقرر کیے ہوئے ہیں حکومت نے باتیں بتائی ہوئی ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ تو ان ساری باتوں پہ ہمیں عمل کرنا چاہیے۔ نہیں تو یہ وبا اسی طرح پھر ایک دوسرے سے پھیلتی چلی جائے گی۔ اور یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ آج کل کم سے کم سفر کریں۔ بلاوجہ غیر ضروری سفر کو avoid کریں۔ یورپ سے پاکستان جانے والے بھی احتیاط کریں، آج کل نہ ہی جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ اس وبا کو جلد دور کرے اور جو احمدی بیمار ہیں ان کو بھی اور جو احمدی نہیں ہیں دوسرے لوگ بھی جو بیمار ہیں ان کو بھی شفا عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد مَیں ان شاء اللہ چودھری صاحب کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05/مارچ 2021ء جلد 28 شمارہ 19 صفحہ 05 تا 10)

8

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19/ فروری 2021ء بمطابق 19/ تبلیغ 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

20/ فروری کا دن **جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے یاد** رکھا جاتا ہے۔ اس تعلق میں آج میں کچھ کہوں گا۔ کل 20/ فروری ہے۔ یہ ایک لمبی پیشگوئی ہے۔ مختلف خصوصیات اس میں بیان ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود بیٹے سے متعلق ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بتائیں۔ آج میں اس میں سے ایک پہلو کہ وہ "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی تحریرات، تقاریر وغیرہ کے حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔ اس میں کچھ حد تک اس پیشگوئی کا ایک پہلو کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا" اس کا بھی اظہار ہو جاتا ہے۔

(ماخوذ از آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

ظاہری و باطنی علوم جو خدا تعالیٰ نے آپ کو باوجود دنیاوی تعلیم کی کمی کے عطا کیے کیونکہ آپ کی تعلیم بنیادی طور پر صرف پرائمری کی تعلیم ہی تھی اور جن کو آپؓ نے مختلف موقعوں پر بیان فرمایا وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ بلکہ ان کا تعارف بھی ایک خطبہ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ یہ تعارف بھی ایک سلسلہ خطبات کا متقاضی ہے۔ پس یہ تو ممکن نہیں کہ میں سب کچھ بیان کروں لیکن میں نے سوچا کہ تعارف کی خاطر اور ایک جھلک دکھانے کے لیے آپؓ کے جو بعض مضامین، تقاریر ہیں **ان کا ایک جائزہ، مختصر تعارف پیش کروں**۔ یا ان مضامین کے بعض نکات خلاصۃً پیش کروں تا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و معرفت اور تبحر کی ہلکی سی جھلک سامنے آجائے۔

یہ مضامین، تقاریر، تحریرات اللہ تعالیٰ کی توحید، ملائکہ کی حقیقت، نبیوں کے مقام و مرتبہ، حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور دوسرے روحانی امور اور اسی طرح مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی رہنمائی، اسلام کا اقتصادی اور مالی نظام، اسلام کی تاریخ۔ اس وقت کے، آپ کے زمانے کے بعض مسائل جو اس عصر کے، وقت کے، دَور کے تھے جن میں سے بعض آج بھی اسی طرح قائم ہیں اور آپؓ کے خیالات کو پڑھ کر، اس وقت کے خیالات کو پڑھ کر ان کا حل بھی آج سامنے آجاتا ہے اور بے شمار عنوان ہیں جن پر آپؓ کے یہ سب خطابات اور تحریرات مشتمل ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان سب کا صرف تعارف بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بعض کا تعارف بیان کروں گا اور یہ بھی میں نے اس وقت کے لیے ہیں جب آپؓ نے جوانی میں قدم رکھا تھا۔ سولہ سترہ سال

کی عمر کا نوجوان جس کی دنیاوی تعلیم یا دینی تعلیم بھی باقاعدہ کوئی نہیں تھی وہ ایسے ایسے نکات بیان کرتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ توحید کے موضوع پر سترہ سال کی عمر میں آپؓ نے جلسہ میں ایک ایسی تقریر کی جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بالکل نئے نکات نکالے ہیں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 40)

بہرحال آپؓ کی سولہ سترہ سال یا اٹھارہ سال کی عمر سے لے کر چونتیس پینتیس سال کی عمر تک جو کہ ابتدائی جوانی اور جوانی کی عمر ہے **آپؓ کے علم و معرفت کے خزانوں کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں**۔ اس عرصہ میں جو کچھ آپ نے فرمایا میں اس کا پچاسواں حصہ بھی تعارف میں پیش نہیں کروں گا، نہیں کر سکوں گا بلکہ شاید اس سے بھی کم۔ اس کے بعد بھی آپ نے لمبی عمر پائی اور علم و عرفان کے موتی اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بکھیرتے چلے گئے۔

مارچ 1907ء میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 18 سال تھی حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عظیم الشان مضمون بعنوان **"محبت الٰہی" تحریر فرمایا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع بھی ہوا**۔ اس مضمون سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی، چھوٹی عمر میں ہی علوم ظاہری و باطنی سے آپؓ کو پُر کرنا شروع کیا۔ آپؓ نے فرمایا:

خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کے لیے کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض ہی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ دائمی زندگی کون سی ہے؟ اگلے جہان کی۔ محبت ہی کے نتیجہ میں انسان گناہوں سے بچتا ہے اور درجات میں ترقی کرتا ہے اور محبت ہی خدا شناسی کا موجب بنتی ہے۔ بدوں محبت انسان کو خدا تعالیٰ کی حقیقت اور حقیقی معرفت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔

آپؓ نے فرمایا: پس ضروری ہوا کہ گناہوں سے بچنے کے لیے اور ترقی درجات کے لیے ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جائیں اور ہم ایک سورج کی طرح ہوں جس سے دنیا روشنی پکڑتی ہو۔ اس کے بعد آپؓ نے مختلف مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تو ایک ہی ہے لیکن اس کے بارے میں ہر مذہب کے تصورات جدا ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ ایسی تعلیم اور صفات والا خدا انسان کی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اسلامی تعلیم پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام کا خدا ہی ہر قسم کی خوبیوں اور حسن کا جامع ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ انسان فقط اسی سے محبت کرے اور اسی کی عبادت کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ تو واضح ہے کہ خدا تو سب کا ایک ہی ہے لیکن جو خدا کا نظریہ دوسرے مذاہب پیش کرتے ہیں اس کے مقابلے میں اسلام خدا کا جو نظریہ پیش کرتا ہے وہی حقیقی نظریہ ہے اور اسی سے خدا تعالیٰ کی محبت بھی دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کر کے ثابت کیا کہ کسی دوسرے مذہب میں خدا تعالیٰ کی اس قدر صفات بیان نہیں کی گئیں اور نہ اسلام کی بیان کردہ صفات میں کوئی دوسرا مذہب خوبیوں اور کمالات کے لحاظ سے شریک ہے۔ آخر پر آپ نے اسلام کے زندہ خدا کا یہ ثبوت پیش کیا کہ فقط اسلام کا خدا ہی وحی و الہام سے انسان کی آج بھی رہنمائی کرتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا اور یہی زندہ خدا کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ پھر آپ

نے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ اب میں اپنے مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہوں کیونکہ میں نے ثابت کیا ہے کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔ ان کی تعلیم ناقص ہے۔ انسان ان پر عمل درآمد کر نہیں کر سکتا۔ بہر حال پھر آپؑ نے لکھا کہ اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام نے یہ بتائی ہے کہ اس میں محبت کرنے والے کو بالکل صاف جواب نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے امتحان کے بعد اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صاف جواب نہیں دیتا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس امتحان کے بعد ایک امتحان میں سے گزرنا پڑتا ہے پھر اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنے والے کے دل میں ہر ایک چیز کو جلا رہی ہوتی ہے اپنی تسکین دہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہے اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو کہ جواب کے نہ ملنے سے بپا ہوتی ہے اور اس طرح محبت اَور بھی چمک اٹھتی ہے اور اس کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کے اَور بھی قریب ہو جاؤں اور اس طرح بڑھتے بڑھتے وہ یہاں تک نزدیک ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ۔ یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا نام دنیا میں تیرے سبب سے ظاہر ہے اور تیری عزت میرے سبب سے ہے اور در حقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں جو کہ اس کی محبت کے دریا میں غرق ہوتے ہیں اور ان کی عزت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔ **آپؑ لکھتے ہیں کہ میں محبت الٰہی کے لفظ پر جس قدر سوچتا ہوں اسی قدر ایک خاص لذت** اور وجد دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہم کو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہمارے دل روشن اور ہمارے دماغ منور ہوتے ہیں۔

اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلوں کے لیے ایک مرہم کا کام دیتی ہے اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالب حق تو زندہ ہی مر جاتے اور وہ جن کے دلوں میں محبت کا ذوق ہے ان کی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن وجہ سمجھی جاتی اور اس کو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے کہ ہم محبت کر سکیں تو وہ محبت کے وجود میں شک لانے کے سوا اور کیا کر سکتے۔ خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہے۔ جب ایک خدا سے محبت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے مَیں محبت کرتا ہوں ایک ذرّے ذرّے کو دیکھتا ہے اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے سے محبت کرنے والے کو بدلہ دے تو اس وقت وہ اپنے دل میں اس محبت کی وجہ سے خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ یعنی انسان خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 2 تا 4)

حضرت مصلح موعودؓ نے 28/ دسمبر 1908ء کے جلسہ میں اس موضوع پر ایک بڑا پُر مغز خطاب فرمایا کہ "ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں"۔ یہ خیالات ایک انیس سالہ نوجوان کے ہیں۔ حضور نے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ... وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یہاں تک یہ آیت ہے۔ سورہ توبہ کی

111-112 آیت۔ دونوں آیات۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ تک تلاوت کیں اور اس کے بعد فرمایا:

ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ خدا نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے اور جبکہ مرنا ہے۔ مرنا ہر ایک انسان کے لیے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ جب اس چند روزہ زندگی کے لیے انسان اس قدر کوشش کرتا ہے اور تدبیریں کام میں لاتا ہے تو کیا اس لامحدود زندگی کے لیے کوئی ضرورت نہیں؟ یعنی اگلے جہان کی زندگی جو لامحدود ہے اس کے لیے کوئی ضرورت نہیں اور کیا ہمیں اس کے لیے کچھ بھی تیاری نہیں کرنی چاہیے۔ بڑا اہم سوال ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ وضاحت کرتے ہیں کہ انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رساں ہو۔

پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی تجارت نہ کرے جس میں لاکھوں کا نہیں کروڑوں کا نہیں بلکہ غیر محدود نفع ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ فرماتے ہیں کہ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے وہ مال جمع کرے جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کر دیں۔ لیکن یہ دنیاوی مال تو ورثاء برباد بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا۔ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہیں کر سکے گا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔

آپؓ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے تاجروں کا خود خزانچی بن جاتا ہے۔ پس جس کا خزانچی خدا خود ہو اس کو اَور کسی کی کیا ضرورت ہے؟ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کریں اور اس کی فوجوں میں داخل ہو جائیں ان میں دلیری بھی چاہیے اور چاہیے کہ وہ اپنی جانیں لفظاً نہیں بلکہ عملاً خدا کے سپرد کر دیں۔ حضورؓ نے ایسی تجارت کرنے والوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر فرمایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح عطا فرمائی اور غلبہ سے نوازا۔ اس تجارت یا بیع کے لیے بعض شرائط بھی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور اس طرح معافی مانگنے سے اپنے دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے عبادت کی طرف توجہ کرے۔ نمبر تین یہ کہ حمد و شکر اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنے کا التزام رکھے۔ نمبر چار یہ کہ امر بالمعروف کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرے۔ اِن امور پر عمل کرنے والا مخلص مومن کامیاب و کامگار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں پاتا ہے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 6-7)

پھر خلافت کے بعد دوسرے سال 1916ء کے جلسہ میں آپؓ نے "ذکر الٰہی" کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں آپؓ نے نہایت اچھوتے اور دلنشیں انداز میں ذکر الٰہی اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کرتے ہوئے "ذکر الٰہی سے مراد کیا ہے؟ اس کی ضرورت اس کی قسمیں اور فوائد" پر روشنی ڈالی۔ آپؓ نے اسی مضمون میں موجودہ دور کے صوفیاء وغیرہ کے ذکر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اُن کا اندازِ ذکر اُن کو رسموں میں مبتلا اور خدا کے قرب سے دور کر رہا ہے۔ آپؓ نے وضاحت فرمائی کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا ذکر نماز ہے۔ دوسرا قرآن کریم کا

پڑھنا ہے۔ تیسرا اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان کرنا ہے اور ان کی تکرار اور اقرار کرنا اور ان کی تفصیل اپنی زبان سے بیان کرنا۔ چوتھا خدا تعالیٰ کی صفات کو علیحدگی اور تنہائی میں بیان کرنا، غور کرنا اور لوگوں میں بھی اس کا اظہار کرنا۔ اسی تسلسل میں آپؑ نے ذکر الٰہی کو مقبول بنانے کے لیے ذرائع اور ذکر الٰہی کے خاص اوقات بھی بیان فرمائے کہ کیا کیا اوقات ہیں۔ کیا ذریعے ہیں۔ اسی خطاب میں آپؑ نے مقام محمود تک پہنچانے والے ذکر یعنی نماز تہجد میں باقاعدگی کی تاکید بھی فرمائی اور اس کے التزام و اہتمام کے ایک درجن سے زائد طریقے بتلائے کہ کس طرح ہم باقاعدگی سے پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے آپؑ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بائیس طریق بیان فرمائے اس جگہ اور آخر میں حضورؑ نے ذکر الٰہی کے بارہ عظیم الشان فوائد بھی بیان فرمائے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 3 صفحہ 15-16)

اس تقریر کے دوران ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہوئی کہ دورانِ تقریر ایک غیر احمدی صوفی صاحب جو جلسہ میں آئے ہوئے تھے، وہاں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کو رقعہ بھیجا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ جو نکات آپ بیان کر رہے ہیں اس قسم کا تو ایک نکتہ جو ہے صوفیائے کرام دس دس سال خدمت لے کر بتایا کرتے تھے کہ جو انسان دس سال اُن کی خدمت کرتا تھا، ان کے ساتھ رہتا تھا تو پھر ایک نکتہ بتاتے تھے۔ آپؑ نے ایک وقت میں ہی سارے نکتے بیان کر دیے۔ آپؑ نے ایک مجلس میں سارے رازوں سے پردہ اٹھا دیا۔ یہ کیا غضب کر دیا آپ نے؟

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 195)

"ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے۔" پٹیالہ میں آپؑ نے یہ خطاب فرمایا جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ 9/ اکتوبر 1917ء کو پٹیالہ میں یہ تقریر آپؑ نے فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی، اسلام اور قرآن کریم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کو صفت ربوبیت کے حوالے سے ثابت کیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ہستی کا ثبوت ہیں۔ صفات الٰہیہ پر غور کرنے اور ان زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کرنے سے جن کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ایک زبردست عالم، دانا اور رحیم و کریم ہستی موجود ہے۔

حضور نے فرمایا کہ سورت فاتحہ جو امّ القرآن ہے اس میں ان چار صفات کو بیان کیا گیا ہے جو تمام صفات کا خلاصہ ہیں اور جن پر غور کرنے سے انسان ہر قسم کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً پہلی صفت رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے۔ ہر چیز اس کی ربوبیت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جس خدا نے جسم کی ربوبیت اور ترقی کے لیے اعلیٰ درجہ کے سامان کیے ہیں اس نے روح کی زندگی کے لیے بھی ضرور سامان کیے ہوں گے جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ۔ (فاطر:25)

ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے نبی آئے ہیں جو انسانوں کی تربیت اور روحانی ربوبیت اور ترقی کا سامان کرتے رہے۔ آخر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہیں دنیا کی تمام اقوام اور

زمانوں کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ چونکہ آپؐ کے ذریعہ شریعت کی تکمیل کر دی گئی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرے بعد خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر کے ایسے خدا کے بندے آتے رہیں گے جو لوگوں کو اس شریعت کے مطالب سے آگاہ کر کے انہیں خدا سے ملاتے رہیں گے۔

چنانچہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے صفت ربوبیت کے تحت حضرت مرزا صاحب کو بھیجا جنہوں نے خدا سے ہمکلام ہونے اور اصلاحِ خلق کرنے کا دعویٰ فرمایا اور خدا کی فعلی تائید آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں ظاہر ہوئی اور زندہ نشانات نے آپؑ کے دعویٰ کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ آخر میں حضورؒ نے فرمایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتا ہے اور اس میں زندگی کا ثبوت مل رہا ہے۔ نیز یہ بھی کہ خدا جس طرح پہلے اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر ہم آج بھی انہی انعامات اور فوائد کو حاصل کر سکتے ہیں جو آج سے ہزاروں سال پیشتر حاصل ہوئے تھے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 4-5)

پھر آپؒ کا ایک لیکچر اسلام میں اختلافات کے آغاز پر ہے جو 1919ء میں آپؒ نے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی (Martin Historical Society) کے ایک اجلاس میں اسلامیہ کالج لاہور میں فرمایا۔ تقریباً سو صفحہ کا یہ کُل مکمل لیکچر ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ 26/ فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے ایک غیر معمولی اجلاس میں آپؒ نے یہ پیش فرمایا۔ سید عبدالقادر صاحب پروفیسر تاریخ کی صدارت میں یہ منعقد ہوا۔ اس وقت یہ عبدالقادر صاحب تاریخ کے بڑے پروفیسر تھے۔ احمدی نہیں تھے۔ ان کی صدارت میں یہ ہوا۔ اس مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا کہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے اور اس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا ہے اور اسی زمانہ کی تاریخ نہایت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بدنما دھبہ ہے اور اس کے دوستوں کے لیے بھی ایک سر چکرا دینے والا سوال ہے اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانے کی تاریخ کی دلدل سے صحیح و سلامت پار نکلنا چاہا ہو اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکے ہوں اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔ چنانچہ حضور نے جو تقریر فرمائی اس میں گراں قدر نصائح تھیں، تحقیق تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہ ہی تھے بالکل غلط ہے۔ حضورؒ نے اپنے اس مقالہ میں حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حالات، حضرت عثمانؓ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں مرتبہ جو تھا وہ کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کا مرتبہ۔ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا۔ صحابہ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے اس پر بحث کرتے ہوئے فتنہ کی وجوہ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس کے شروع ہونے والے اسباب و عوامل بیان فرمائے۔ فتنہ کے بانی مبانی عبداللہ بن سبا کے حالات اور اس زمانے میں کوفہ، بصرہ، شام اور وہاں کے مسلمانوں کے عمومی مزاج پر روشنی ڈالی۔ حضرت عثمانؓ پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی سے ایسے امراء مقرر کر دیے تھے جو اس

فتنے کا باعث بن رہے تھے۔ حضورؒ اس کے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غرض جو لوگ تحقیق کے لیے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان اور بے تعلق لوگ تھے اور ان کی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش حاصل نہیں۔ فرمایا کہ پس ان تینوں صحابہ کا مع ان دیگر آدمیوں کے جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے تھے متفقہ فیصلہ کر دینا کہ ملک میں بالکل امن و امان ہے۔ ظلم و تعدی کا نام و نشان نہیں۔ حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں، ایک فیصلہ ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت اور عبد اللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا ورنہ حضرت عثمانؓ اور ان کے نواب یعنی ان کے جو عامل مقرر کیے گئے تھے، گورنر تھے، وہ ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔ حضرت عثمانؓ اپنی طبیعت کے مطابق نرمی اور رحمدلی کی طرف مائل رہے۔ مفسدوں کی شرارت اور فتنہ پردازی پر یہی کہتے رہے کہ میں مسلمانوں کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ کبار صحابہ اور حضرت معاویہ نے اس سلسلہ میں قیام امن کے لیے بعض تجاویز پیش کیں مگر حضرت عثمانؓ رحمدلی کے طریق پر ہی قائم رہے بلکہ معترضین کے منہ بند کرنے کے لیے ان کے مطالبات بھی جائز حد تک مان لیتے رہے۔

اختلاف روایات اور تاریخی حالات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ایک نہایت ضروری اور لازمی امر بیان کرتے ہوئے حضورؒ فرماتے ہیں کہ اس زمانے کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس زمانے کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو اور یہ بات تاریخ کے لیے نہایت مضر ہوتی ہے کیونکہ جب سخت عداوت یا ناواجب محبت کا دخل ہو تو روایت کبھی بعینہ نہیں پہنچ سکتی۔ تاریخ کی تصحیح کا یہ زرّیں اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقعہ کی صحیح صحت معلوم کرنے کے لیے اسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پروئی بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ حضورؒ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا اور یہ کہ صحابہ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام بھی بالکل غلط ہے۔ انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 11 تا 13)

اس پر بعضوں نے، غیروں نے بھی تاثرات دیے۔ "اس تقریر کی پہلی اشاعت پر سید عبد القادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے تمہید تحریر فرمائی تھی جس میں لکھا تھا کہ: 'فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُدبُد ہے اور میں دعوٰی سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو

سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابل قدر معلوم ہو گا۔"

(نوٹ از ناشر (فضل محمود جاوید قادیان) اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ 2 مطبوعہ ستمبر 1937ء)

پھر آپؓ کی ایک تقریر "تقدیر الٰہی" پر ہے جو جلسہ سالانہ پر آپؓ نے مسجد نور قادیان میں کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ 1919ء کے جلسہ سالانہ کے موقع کی بات ہے۔ یہ تقدیر الٰہی کا جو مسئلہ ہے یہ نہایت مشکل اور دقیق مسئلہ ہے اس پر آپؓ نے بڑا عارفانہ خطاب فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے عاجزانہ طور پر کہا کہ اے خدا! اگر اس مضمون کا سنانا مناسب نہیں تو میرے دل میں ڈال دے کہ اسے نہ سناؤں لیکن مجھے یہی تحریک ہوئی کہ سناؤں۔ گو وہ مضمون مشکل ہے اور اس کے سمجھنے کے لیے بہت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے لیکن آپ لوگ اسے سمجھ لیں گے تو بہت بڑا فائدہ اٹھائیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کے مختلف حوالے بیان کرتے ہوئے اس کے بارے میں یوں فرمایا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اس موضوع پر ایک ایسے جلسہ عام سے خطاب فرمانا جہاں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، ذہین اور بلید ہر قسم کے لوگ جمع تھے یقیناً کوئی معمولی کام نہ تھا۔ آپؓ نے جس عمدگی سے اس مضمون کو ادا کیا بلاشبہ وہ آپ ہی کا حق تھا۔ خلیفہ رابعؒ فرماتے ہیں کہ یہ تقریر کیا تھی! علم کلام کا ایک شاہکار تھا۔ مسئلہ قضاو قدر کی اہمیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان کرنے کے بعد آپؓ نے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا کہ مسئلہ تقدیر پر ایمان اور وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا لازم و ملزوم ہے۔ اس کے بعد آپؓ نے قضاو قدر کے متنازع فیہ نظریات پر بحث فرما کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات میں تطبیق فرمائی اور اس کے بعد مسئلہ تقدیر کے نہ سمجھنے کے نتیجہ میں انسان کو جو بڑی بڑی ٹھوکریں لگی ہیں ان کا ذکر فرمایا۔ پھر وحدت الوجود کے عقیدہ کی غلطیاں ظاہر کرتے ہوئے چھ قرآنی آیات سے نہایت لطیف اور ٹھوس دلائل پیش کر کے اس عقیدے کا ردّ فرمایا۔ بعد ازاں اس کی دوسری انتہا کو بھی غلط ثابت فرمایا اور اس خیال کی بدلائل تردید کی کہ خدا گویا کچھ نہیں کر سکتا اور جو کچھ بھی ہے وہ تدبیر ہی ہے۔ علمِ الٰہی اور تقدیرِ الٰہی کو خلط ملط کرنے کے نتیجہ میں انسانی فکر نے جو ٹھوکریں کھائی ہیں اس کا نہایت عمدہ تجزیہ کر کے اس مسئلہ کو خوب نکھارا ہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: یہ تقریر تقدیر الٰہی کے مسئلہ پر ہر پہلو سے بحث کرتی ہے اور مختلف قدیم و جدید اعتراضات کے جوابات بھی اس میں دیے گئے ہیں۔ تقدیر کے ذکر میں آپؓ نے سات روحانی مقامات کا ذکر بھی فرمایا ہے جو تقدیر الٰہی کے مسئلہ کو صحیح معنوں میں سمجھ کر اس کے تقاضے پورے کرنے کے نتیجہ میں انسان کو مل سکتے ہیں۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 20-21)

تو بہر حال یہ پڑھنے والی ہے۔ تقدیر الٰہی کے بارے میں لوگ سوال کرتے رہتے ہیں، ان کو یہ پڑھنی چاہیے۔

پھر مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے ایک موقع پر آپؓ نے نصائح فرمائیں۔ "**معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" کے عنوان سے اِلٰہ آباد میں** خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس ہوئی تھی اس میں جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ عظیم اول کے بعد فاتح اتحادی ممالک نے دولتِ عثمانیہ سے صلح کی جو شرائط طے کیں وہ انتہائی ذلت آمیز تھیں۔ ان کی رو سے سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیے گئے تھے۔ اس کی بحری و بری و ہوائی افواج نہایت محدود کر دی گئیں اور اس پر بعض اَور کڑی پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔ ان حالات میں ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کے مسئلہ پر غور کرنے اور مسلمانوں کے لیے آئندہ طریق عمل سوچنے اور تجویز کرنے کے لیے یکم اور 2/ جون 1920ء کو الٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جانا مقرر ہوا۔ جمعیت علمائے ہندوستان کے مشہور لیڈر جناب مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے 30/ مئی 1920ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اس کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے دعوت دی۔ چنانچہ حضور نے 'معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ' کے عنوان سے ایک دن میں یہ مضمون تحریر فرمایا اور اسے راتوں رات چھپوا کر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعہ بھجوایا۔ حضورؓ نے اپنے اس مضمون میں معاہدہ ترکیہ کی شرائط کے نقائص کی نشاندہی فرما کر اس کے بد اثرات سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے سامنے بعض تجاویز پیش فرمائیں۔ حضور نے نہایت مدلل انداز میں اپنے موقف کو پیش کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ جو تجاویز ہجرت، جہاد عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی پیش کی جارہی ہیں یہ ناقابل عمل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ حضورؓ نے اپنی طرف سے یہ تجویز فرمائی کہ مسلمان متفق اللسان ہو کر یعنی ایک زبان ہو کر اتحادی حکومتوں پر یہ واضح کر دیں کہ چونکہ انہوں نے ترکوں سے صلح کی شرائط اپنے تجویز کردہ قواعد کے خلاف رکھی ہیں اور اس معاہدے میں مسیحی تعصب دکھائی دیتا ہے نیز ان شرائط میں سرمایہ داروں (Capitalist) کے مفادات کو مدّ نظر رکھا گیا ہے لہذا مسلمان اس فیصلہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے تبدیل کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔ اس مضمون میں حضورؓ نے مذکورہ تجویز کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور بہبود کے لیے بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ یعنی مؤتمر عالم اسلامی قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 10)

آج جو کہتے ہیں یہ جو بنائی ہے کہ مسلمان اکٹھے ہوں وہ بھی فیصلہ نہیں کر سک رہی۔ لیکن یہ تجویز بھی حضرت مصلح موعودؓ نے دی تھی۔ اس مضمون میں جو حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے آج بھی عمومی طور پر بعض مغربی طاقتوں کا مسلمانوں کی حکومتوں کے ساتھ یہی رویہ اور سلوک نظر آتا ہے۔ اس وقت جب یہ انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولتیں بھی نہیں تھیں یہ غیر معمولی تجزیہ جو آپؓ نے کیا تھا اور پھر جو مشورے دیے تھے وہ آپؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کی نشاندہی کرتا ہے اور دنیا کا علم جو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا کیا اور آپؓ کی ذہانت جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔

پھر آپؓ کی ایک تقریر "ملائکۃ اللہ" پہ ہے جو 28/ دسمبر 1920ء کی ہے۔ دو دن بیت النور میں یہ تقریر ارشاد فرمائی۔ "ملائکۃ اللہ کا یہ مضمون اسلام کے بنیادی اصول اور ایمانیات میں داخل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ مضمون نہایت باریک و دقیق ہے حضور نے اسے نہایت آسان اور بصیرت افروز انداز میں پیش فرمایا ہے۔ حضور نے قرآن کریم کی رو سے ملائکہ کی حقیقت و ضرورت، ان کی اقسام، ان کے فرائض و خدمات کے علاوہ فرشتوں کے وجود پر دلائل اور ان سے متعلق شبہات و اعتراضات کے مفصل و مدلّل جوابات دیے ہیں۔ مضمون کے آخر پر حضور نے فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کے دس ذرائع بیان فرمائے ہیں۔"

(تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 15)

یعنی نمبر ایک جس انسان پر جبرئیل نازل ہو اس کے پاس بیٹھنے سے۔ نیک لوگوں اور انبیاء کے ساتھ صحبت صالحین سے، انبیاء کی صحبت سے۔ نمبر دو یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے اور نمبر تین یہ کہ انسان کے قلب میں یہ تحریک ہو کہ عفو اور درگذر کو قائم کرے اور بدظنی کو ترک کرے۔ نمبر چار یہ کہ انسان تسبیح اور تحمید کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ غور سے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔ چھ یہ کہ جو کتابیں ایک ایسے شخص کی لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کو پڑھنے سے۔

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں جو پڑھنی چاہئیں۔ نمبر سات یہ کہ جس مقام پر ملائکہ کا خاص نزول ہوا ہو انسان وہاں جائے۔ بعض شعائر اللہ ہیں، ایسے مقامات ہیں وہاں جانا چاہیے۔ اور نمبر آٹھ یہ کہ خلیفہ کے ساتھ تعلق ہو۔ یہ ساری باتیں آپؓ نے اس میں بیان فرمائیں۔

(ماخوذ از ملائکۃ اللہ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 556 تا 561)

پھر "ضرورت مذہب" یہ بھی آپ کا ایک لیکچر ہے جو آپؓ نے 5/ مارچ 1921ء کو لاہور میں کالج کے بعض طلباء کے سوالوں کے جوابات میں دیا۔ اس کی خلاصۃً تفصیل اس طرح ہے کہ 4/ مارچ 1921ء کو ایک مقدمے میں شہادت کی غرض سے حضرت مصلح موعودؓ لاہور تشریف لے گئے اور 4/ سے 7/ مارچ تک وہاں مقیم رہے۔ 5/ مارچ کو کالج کے بعض طلباء نے حضور سے ملاقات کے دوران مندرجہ ذیل تین سوالات پوچھے۔ اول یہ کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس سے کوئی فائدہ ہے؟ ہاں لوگ اگر اس کو بعض ظاہری فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کر لیں تو بُرا نہیں تو اس پر روشنی ڈالیں۔ دوسری یہ کہ دیگر مذاہب میں بھی بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو پیشگوئیاں کرتے ہیں پھر اسلام کی یہ خصوصیت نہ رہی کہ اس کی کوئی پیشگوئیاں ہوئی ہیں۔ سوم یہ کہ حضرت مرزا صاحب کے سلسلہ کا پھیلنا ان کی صداقت کا ثبوت نہیں کیونکہ روس میں لینن کو بھی بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ حضور نے ان تینوں سوالوں کے نہایت آسان پیرائے میں مدلل جواب ارشاد فرمائے۔ "ضرورتِ مذہب" کے نام سے یہ چھپی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ مذہب کی ضرورت کا سوال خدا کی ہستی سے وابستہ ہے۔ اگر خدا ہے تو مذہب کی بھی ضرورت ہے اور خدا کی ہستی کا ثبوت اس کا اپنے بندوں سے کلام کرنا ہے اور اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔ دوسرے سوال کے جواب

میں حضور نے بتایا کہ انبیاء اور دیگر لوگوں کی پیشگوئیوں میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے علم کی بنا پر پیشگوئیاں کرتے ہیں اور وہ قیاس کا رنگ رکھتی ہیں جبکہ انبیاء کی پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ مخالف حالات میں ہوتی ہے۔ ان کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔ ان میں شوکت اور حاکمانہ اقتدار ہوتا ہے۔ اور تیسرے سوال کے جواب میں حضورؒ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے اس ترقی کے بارے میں حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ پہلے سے موجود ہے اور اس کے مطابق ہی ترقی ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہو گا کہ دوسروں کی ترقی بھی ہو رہی ہے اور حضرت مرزا صاحب کی ترقی ان کی صداقت کی علامت نہیں۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 1-2)

بہر حال یہ ایک لمبا تفصیلی مضمون ہے۔

پھر ہستی باری تعالیٰ پر 1921ء میں آپؓ نے ایک تقریر فرمائی۔ یہ بھی 190 صفحات کی بہت لمبی تقریر ہے اور خلاصہ اس طرح ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر حقائق و معارف سے پُر، بصیرت افروز انداز میں ایک عالمانہ اور جامع تقریر 1921ء میں فرمائی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس تقریر میں ہستی باری تعالیٰ کے آٹھ دلائل اور ان پر پیدا ہونے والے اعتراضات کے جواب ارشاد فرمائے۔

خدا تعالیٰ کی صفات سے خدا کی ہستی کا ثبوت فراہم فرمایا اور صفات الٰہیہ کی اقسام بھی بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق اہل یورپ کے خیالات، زرتشتیوں کے خیالات، ہندوؤں کے خیالات اور آریوں کے تصورات کے بالمقابل اسلام کی خدا تعالیٰ سے متعلق تعلیمات تفصیل سے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضور نے اپنی اس تقریر میں شرک کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے ان کا ردّ بیان فرمایا اور رؤیتِ الٰہی، رؤیت کے مدارج و درجات، اس کے فوائد اور اس رؤیت کے حصول کے طریق و ذرائع بھی بیان فرمائے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 6)

پھر آپؓ نے ایک تصنیف 1921ء میں "تحفہ شہزادہ ویلز" کے نام سے فرمائی۔ شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد کے موقع پر ان کو پیش کی گئی۔ اس کا خلاصۃً (مضمون) یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کے ولی عہد شہزادہ ویلز دسمبر 1921ء میں ہندوستان کے دورے پر آئے۔ یہ وہی شہزادے ہیں جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم کہلائے اور 1936ء میں چرچ آف انگلینڈ سے اختلاف کر کے تخت سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی ہندوستان آمد کے وقت "تحفہ شہزادہ ویلز" کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف فرمائی اور حضور کی تجویز کے مطابق جماعت احمدیہ کے بتیس ہزار دو سو آٹھ ممبروں نے ایک آنہ فی کس جمع کر کے اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا اور جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے لاہور میں 27/ فروری 1922ء کو گورنمنٹ پنجاب کے توسط سے پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایڈریس کے ساتھ یہ کتاب اسلام کے بے نظیر تحفہ کی صورت میں پیش کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس مختصر عالمانہ تصنیف میں حکومت وقت سے وفاداری کے اظہار کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالات اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم، تاریخ اور اس کے قیام کی غرض بیان فرمائی۔ آخر میں سنتِ رسول

پر عمل پیرا ہوتے ہوئے برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک اسلام کا پیغام نہایت مؤثر رنگ میں پہنچا کر اسے اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔ شہزادہ ویلز نے حضور کی طرف سے پیش کیے گئے اس تحفے کو قبول کیا اور اپنے چیف سیکرٹری کے ذریعہ اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 7)

اس بارے میں تاثرات یہ ہیں کہ شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم بنے، 1936ء میں انگلینڈ چرچ سے جیسا کہ میں نے بتایا اختلاف کی وجہ سے تخت سے دست بردار ہو گئے اور انہوں نے اس تحفے کو بڑی قدر کی نگاہ سے اور احترام سے دیکھا اور نہ صرف اپنے چیف سیکرٹری کے توسط سے اس کا شکریہ ادا کیا بلکہ مارچ 1922ء کو لاہور سے جموں تک کے سفر میں اسے مکمل طور پر مطالعہ کیا اور بہت خوش ہوئے۔ اور جیسا کہ بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ کتاب پڑھتے پڑھتے بعض مقامات پر ان کا چہرہ گلاب کی طرح شگفتہ ہو جاتا تھا۔ اسی طرح ان کے ایڈیکانگ نے یہ بھی بتایا کہ وہ کتاب پڑھتے پڑھتے یکدم کھڑے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے صراحتاً عیسائیت سے بیزاری کا اظہار کیا۔

اخبار "ذوالفقار" نے 24/ اپریل 1922ء میں اس کتاب پر ریویو کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم خلیفہ ثانی کے سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے... تحفہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی ضرور رشک کریں گے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اخبار نویسی کے میز پر تعصب کی مالا گلے سے اتار کر رکھ دیتے ہیں۔ اس واسطے اس تحفے کو دیکھ کر ہم عش عش کر اُٹھے۔ اس تحفے میں فاضل مصنف نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ دعوتِ اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقے کا کوئی فرد یا موجودہ زمانے کا کوئی شورش پسند اخبار حسد اور بغض کی راہ سے اس تحفے پر کوئی حملہ کرے۔ ہمیں اس تحفہ میں کوئی ایسا مقام دکھائی نہیں دیا جس میں خوشامد سے کام لیا گیا ہو۔ ہاں بعض مقامات ایسے ہیں جس میں مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے ابتدا سے آخر تک مختصر سے حالات لکھے ہیں لیکن وہ واقعات امن پسندی اور حکومت کی وفاداری کا اظہار ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بدامن اور شورش پسند فرقے کو کبھی خدا دوست نہیں رکھتا اور تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

اسی طرح پنجاب کے ایک نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے 18/ اپریل 1922ء کی اشاعت میں لکھا کہ یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے... قطع نظر اس کے کہ اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں یا نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہو سکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بے شمار مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 صفحہ 292 تا 294)

بیرونی دنیا پر بھی اس کتاب نے گہرا اثر ڈالا۔ مغربی ممالک میں تو اس نے تبلیغ اسلام کا ایک نیا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ ویانا جو آسٹریا کا کیپیٹل (Capital) ہے وہاں کے ایک پروفیسر نے جو تین زبانوں کا ماہر تھا، اسے پڑھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور افسوس کیا کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے ورنہ دنیا بھر میں اس کی اشاعت کرتا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے امریکہ سے لکھا کہ اس کتاب نے امریکہ کو بہت متاثر کیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا امریکہ کے علمی تقاضوں کے مطابق یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ مغربی ممالک کے علاوہ افریقہ میں بھی اس کا اثر ہوا۔ چنانچہ نیروبی کے اخبار "لیڈر" نے لکھا کہ گو میں عیسائی نہیں مگر عیسائیوں کے گھر پیدا ہوا ہوں اور ان کے لٹریچر کو خوب سمجھتا ہوں لیکن جو کچھ مجھے اس کتاب سے حاصل ہوا ہے اور جو میں نے حظّ اٹھایا ہے اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اس کتاب کا لکھنے والا گو مسلمان ہے لیکن شبہ غالب ہے کہ وہ عیسائیوں میں سالہا سال تک رہا ہے اور ان کے لٹریچر کو اس نے غور سے پڑھا ہے ورنہ یہ بہت مشکل ہے کہ وہ عیسائیوں کو ایسی پتے کی باتیں اس دھڑلے سے سنائے۔ آج تک کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جو مذہبی بنیاد پر لکھی گئی ہو اور تعصّب سے مبرا رہی ہو۔ اس شان کی یہ پہلی کتاب ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 294)

اسی طرح "احمدیت یعنی حقیقی اسلام"۔ یہ 1924ء کی آپ کی ایک تقریر ہے جو ویمبلے کانفرنس میں تھی۔ اس کتاب کا خلاصہ پڑھا گیا تھا۔ کتاب تو بہت موٹی ہے۔ 250 صفحات کی ہے۔ 1924ء میں یہ ویمبلے کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور دنیا کے تمام مذاہب کے چوٹی کے علماء کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کے بارے میں لیکچر دیں۔ اس میں حضرت مصلح موعودؓ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کانفرنس کے لیے "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کے نام سے 24/ مئی تا 6/ جون دو ہفتے سے بھی کم عرصہ میں ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی۔ پھر اس کا خلاصہ حضرت مصلح موعودؓ کی موجودگی میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اس کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ یہ لیکچر ایسا منفرد اور اچھوتا تھا کہ عیسائیت کے بڑے بڑے لیڈر بھی بے اختیار بول اٹھے کہ بلا شبہ اس مضمون میں جو خیالات بیان کیے گئے ہیں وہ تربیت اور دلائل اور اپنی خوبی و حسن کے لحاظ سے اچھوتے اور منفرد ہیں۔ چنانچہ اس لیکچر کے ذریعہ خدا نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام دنیائے مذاہب کے بڑے بڑے لیڈروں کو اس طرح پہنچانے کا موقع دیا کہ وہ بھی اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کتاب میں حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام کی حسین تعلیم کی مختلف جہات پر نہایت شاندار انداز میں روشنی ڈالی۔ سب سے پہلے آپ نے سورت صافات کی آیات سے یہ ثابت کیا کہ یہ جو مذہبی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے اس قسم کی کانفرنسوں کے انعقاد کی خبر آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن مجید نے دے دی تھی۔ اس کے بعد آپ نے جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا اور دلائل قاطعہ سے ثابت کیا کہ احمدیت اور حقیقی اسلام ایک ہی چیز کا نام ہے۔ اس کے بعد آپ نے مذہب کے چار مقاصد بیان کیے۔ اس ذیل میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کے بارے میں اسلام کا جو تصور ہے اسے کھول کر بیان کیا۔ واضح کیا کہ اسلام انسان سے اپنے خدا کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھنے کی امید کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی

طرف سے بندے پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس شبہ کا ازالہ بھی کیا کہ اسلام اس طرح کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب سے کام ہی نہ لیا جاوے بلکہ سب کام خدا پر چھوڑ دیے جائیں یعنی ہاتھ پیر ہلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ الزام مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے کہ اسلام کی ہرگز یہ تعلیم نہیں ہے بلکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اسباب سے بھرپور کام لیا جائے۔ جو ذرائع ہیں ان کو استعمال کیا جائے پھر خدا پر توکّل کیا جاوے۔ توکّل ہرگز ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے۔ توکّل کرنا تو ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے بلکہ اس امر پر یقین کا نام ہے کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ خدا ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ اس وقت صرف اسلام ہی ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتا ہے کیونکہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ جو بھی اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق عمل کرتے ہوئے خدا سے وصال کی تڑپ رکھے خدا ضرور اسے مل جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کا ازالہ صرف اسلام ہی کرتا ہے کہ اس کی تعلیم پر چل کر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو کہ صفات الٰہیہ کے مظہر ہوتے ہیں اور جو پہلے خود اپنی ذات پر صفاتِ الٰہیہ کا پرتو ڈالتے اور پھر دوسروں کو اس کا نشان دکھاتے ہیں اور ہستی باری کا کامل عرفان بخشتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لیے کہ لوگ اس کے وجود کو پہچانیں اور شک و شبہ کی زندگی سے پاک ہوں حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا تھا۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اخلاق کی مختلف جہات کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم ہی سب سے کامل ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ پھر آپؓ نے اخلاقِ حسنہ کے اصول اور اخلاقِ سیئہ سے بچنے کے ذرائع کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اخلاق کی درستگی کے بارے میں اسلام کی جو تعلیم ہے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تمدن کے بارے میں اسلام کی تعلیم بیان کی ہے اور نہایت لطیف پیرائے میں اخلاق اور تمدن کے فرق کو واضح کیا ہے۔ پھر انسان کے معاشرے میں مختلف لوگوں سے جو تعلقات ہیں وہ کن خطوط پر استوار ہونے چاہئیں، اس پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر شہریت کے اصول بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حکومت اور رعایا کے فرائض اور حقوق تفصیل سے بیان کیے اور پھر اس مضمون کو مزید وسیع کرتے ہوئے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ حکومتوں کے آپس کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں اور مختلف ملکوں میں تنازعات کے حل کے لیے آپ نے قرآن کریم کے **زریں اصول بیان کیے ہیں۔ اور بتایا کہ اگر لیگ آف نیشنز (League of Nations) کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی جائے گی تو وہ کامیاب ہو گی اور وہ نہیں رکھی گئی لہٰذا ناکام بھی ہوئی اور اب یو این او** (UNO) بھی اگر اس نہج پر نہیں چلے گی تو وہ بھی ناکام ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔ بہرحال کتاب کے آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے حالات مابعد الموت کے بارے میں روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ اگلے جہان میں جو ثواب و عذاب ملیں گے ان کی حقیقت کیا ہو گی۔ اس کتاب میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ آپ نے ان تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی مثالیں بھی دی ہیں اور انہوں نے کس طرح اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا ان پر کس قدر اثر ہوا کہ ان میں سے بعض نے اپنی جانیں قربان کر

دیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے تمام دنیا میں بسنے والوں کو قبول احمدیت کی دعوت دیتے ہوئے خوشخبری دی ہے کہ ان مصائب کے دُور ہونے کا وقت آ گیا ہے اور اگر اس دَور کے فرستادے کے ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں گے تو وہ دین و دنیا کی فلاح پائیں گے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 8 صفحہ 6 تا 9)

مضمون کے خاتمہ پر جو پریذیڈنٹ تھے انہوں نے مختلف الفاظ میں ریمارکس کرتے ہوئے کہا کہ مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبیٔ ترتیب، خوبیٔ خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبان حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ مَیں ان کی طرف سے شکریہ کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔

ایک صاحب حضرت صاحب کے حضور حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ہندوستان میں تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت سے ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات، کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ایک اور صاحب آئے جنہوں نے عرض کیا کہ میں اس مضمون کے سننے کے لیے فرانس سے آیا ہوں۔ میں عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیا کرتا تھا اور اسلام پر بدھ ازم کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ اب جبکہ میں نے آپ کا مضمون بھی سن لیا ہے اور بدھ ازم کو بھی سنا ہے تو میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی اسلام ہی سب سے بالاتر مذہب ہے۔ جس خوبی سے اور جس خوش اسلوبی سے آپ نے اسلام کو پیش کیا اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر اب اس کا گہرا اثر ہے۔ اَور بھی بہت سارے ریمارکس ہیں۔ پھر مسز شارپلز کہ وہ بھی اس کانفرنس کی سیکرٹری ہیں، اس نے چودھری صاحب سے کہا کہ میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ لوگ آپ کے بڑے مشکور ہیں۔ پھر اسی عورت نے کہا کہ لوگ، عورتیں اور مرد، میرے پاس آتے ہیں اور اس کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ ایک جرمن شخص جو یہاں پروفیسر ہیں انہوں نے جلسہ سے واپسی کے وقت سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر حضرت صاحب کے حضور مبارکباد عرض کی اور کہا کہ میرے پاس بعض بڑے بڑے انگریز بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بعض اپنی زانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ

Rare ideas. One can not hear such ideas everyday

یہ نہایت نادر خیالات ہیں۔ ایسے خیالات ہر روز سننے میں نہیں آتے۔ وہی جرمن پروفیسر روایت کرتے ہیں کہ بعض جگہ لوگ بے اختیار بول اٹھتے تھے کہ

What a beautiful and true principle

کیا ہی خوبصورت اور سچے اصول ہیں۔ اور خود یہ جرمن پروفیسر اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتا تھا کہ یہ

موقع احمدیوں کے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ (turning point) ہے یعنی ترقی کا مقام ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ اگر آپ لوگ ہزاروں پاؤنڈ بھی خرچ کر دیتے تو ایسی شہرت اور ایسی کامیابی کبھی نہ ہوتی جیسی کہ اس ایک لیکچر کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ بہائی مذہب کی ایک عورت نے لیکچر سنا اور پھر ہمارے ساتھ ساتھ مکان کے قریب تک چلی آئی۔ وہ کہتی تھی کہ میں بہائی خیالات رکھتی تھی مگر اب آج کا لیکچر سن کر میرے خیالات بدل گئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے زیادہ تر لیکچر سنوں۔ مجھے اگر مہربانی سے بتائیں کہ کب اور کہاں کہاں لیکچر ہوں گے تو میں ضرور آؤں گی۔ ایک عورت نے پیچھے پڑ کے حضور کو اپنے گھر چائے پہ آنے کی دعوت بھی دی۔ ایک صاحب نے یہ بھی کہا کہ ایسا پیارا مضمون تھا کہ حب الوطنی سے بھی زیادہ پیارا تھا۔

(ماخوذ از الفضل 23/ اکتوبر 1924ء صفحہ 4-5)

تو بہر حال یہ چند جھلکیاں میں نے 18 سال کی عمر سے 35 سال کی عمر تک کے علم و عرفان کے موتیوں کی دکھائی ہیں۔ شروع جوانی ہے اور پھر جوانی ہے اور جوانی کی عمر کی یہ باتیں اس شخص کی ہیں جس کی جیسا کہ میں نے کہا کوئی دنیاوی تعلیم نہیں تھی لیکن علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا تھا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی صداقت کا بھی ایک نشان ہے۔ اس سترہ سال کے عرصہ میں جو میں نے بیان کیا ہے، جو باتیں بیان کی ہیں وہ صرف سترہ سال کے عرصہ کی ہیں۔ کچھ آپ کی خلافت سے پہلے کی کچھ خلافت کے بعد کی اور اس سترہ سال کے عرصہ میں جو کچھ بھی آپ نے بیان فرمایا ہے اس کا بھی پچاسواں حصہ میں نے کہا تھا بلکہ سوواں حصہ کہنا چاہیے وہ بھی بیان نہیں کر سکا۔

خیال تھا کہ شاید کافی تعارف کتب ہو جائے گا۔ خطبات اور تفسیریں حضرت مصلح موعودؓ کی اس کے علاوہ ہیں جن میں علم و معرفت کے نکات ہیں۔ علوم و معرفت کی نہریں ان میں بہ رہی ہیں۔ پھر مختلف مجالس میں دنیا کی رہنمائی آپ نے کی ہے۔ بس اس خزانے کو بھی جو کافی حد تک چھپ چکا ہے **جماعت کے افراد کو پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات بلند فرماتا رہے۔**

پاکستان کے حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے لوگوں کو بھی امن اور چین اور سکون کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور مخالفین کے حملوں اور مکروں کو اپنے فضل سے ملیامیٹ کر دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12/ مارچ 2021ء جلد 28 شمارہ 21 صفحہ 05 تا 10)

9

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26/ فروری 2021ء بمطابق 26/ تبلیغ 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عثمانؓ کے زمانے کی فتوحات:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے غزوات اور فتوحات کا ذکر چل رہا تھا۔ آج وہی بیان کروں گا۔ علی بن محمد مَدَائِنِی بیان کرتے ہیں کہ طبرستان پر حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 30/ ہجری میں حملہ کیا، وہاں لڑائی ہوئی اور قلعہ فتح کیا۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 102-103، سنہ 30ھ دارالفکر 1998ء)

اسی طرح فتح صَوَارِی 31/ ہجری میں ہے اس کے بارے میں آتا ہے کہ اکثر کتب تاریخ میں اس معرکے کے مقام کی تعیین درج نہیں ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اس معرکے کا مقام اسکندریہ لکھا ہے۔

ایک قول کے مطابق 31/ ہجری میں مسلمانوں نے اہلِ روم کے ساتھ ایک جنگ لڑی جسے صواری کہا جاتا ہے۔ ابو مَعْشَرْ کی روایت کے مطابق غزوۂ صَوَارِی 34/ ہجری میں ہوا اور اَسَاوِدَہْ کی بحری جنگ 31/ ہجری میں ہوئی۔ واقدی کے مطابق جنگ صَوَارِی اور جنگ اَسَاوِدَہْ دونوں 31/ ہجری میں ہوئیں۔

(تاریخ ابن خلدون الجزء 2 صفحہ 575، ولایۃ عبد اللہ بن ابی سرح علی مصر و فتح افریقیہ۔دارالفکر بیروت 2000ء) (النجوم الزاھرۃ فی ملوك مصر و القاھرۃ، جلد 1، صفحہ 80، ذکر ولایۃ ابن ابی سرح علی مصر۔ دارالکتب المصریۃ 1929ء) (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 115، غزوۃ الصواری۔سنہ 31ھ۔ دارالفکر 1998ء)

جب حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سَرحؓ نے فرنگیوں یعنی فرنچ اور بربریوں کو افریقیہ اور اندلس میں شکست دے دی تو رومی بڑے سیخ پا ہوئے اور سب مل کر قُسْطَنْطِیْن بن ھِرَقْلْ کے پاس جمع ہوئے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ایسی فوج لے کر نکلے جس کی آغازِ اسلام سے اب تک کوئی مثال نہیں دیکھی گئی تھی۔ یہ لشکر پانچ سو بحری جہازوں پر مشتمل تھا جو مسلمانوں سے مقابلے کے لیے نکلا۔ امیر معاویہ نے حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو بحری بیڑے کا امیر مقرر کیا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سخت مقابلہ ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور قسطنطین اور اس کا باقی ماندہ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔

(ماخوذ از تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 116 دارالفکر 1998ء) (ماخوذ از البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر جزء 7 صفحہ 152-153 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء)

فتح آرمینیا 31ھ ہجری میں ہوئی۔ واقِدی کے قول کے مطابق 31ھ ہجری میں **حبیب بن مَسْلَمَہ فِہْرِی** کے ہاتھ پر آرمینیا فتح ہوا۔ (تاریخ الطبری جلد 5صفحہ 118۔دارالفکر 1998ء)

فتح خُرَاسَان 31ھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن عَامِر خُراسَان کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے اَبْرَشْھَر(Abarshahr)، طُوْس(Tous)، اَبِی وَرْد (Abivard)اور نسا(Nesa) کو فتح کر لیا یہاں تک کہ وہ سَرْخَس (Sarakhs) پہنچ گئے۔اھل مَرْو(Merv) نے بھی اسی سال صلح کر لی۔

(تاریخ الطبری جلد 5صفحہ 123،شخوص عبد اللہ بن عامر الی خراسان و ما قام بہ من فتوح۔دارالفکر 1998ء)

یہ مَرْوْ ترکمانستان میں ہے۔ باقی علاقے ایران کے ہیں۔ بلادِ روم کی طرف پیش قدمی 32ھ ہجری میں ہوئی۔32ھ ہجری میں امیر معاویہ نے بلادِ روم سے جنگ کی حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ کے دروازے پر جا پہنچے۔

(البدایۃ والنھایۃلابن کثیر جزء 7 صفحہ 155۔دارالکتب العلمیۃ۔بیروت لبنان2001ء)

مَرْوْ رُوْذ، طَالَقَان، فَارِیَابْ(Faryab) ، جُوْزَجَان (Jowz) اور طَخَارِسْتَان (Takhar) کی فتوحات 32ھ ہجری کی ہیں۔32ھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن عامر نے مَرْوْ رُوْذ، طَالَقَان موجودہ افغانستان میں بلخ اور مرورُوذ کے درمیان علاقہ ہے، فاریاب یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے۔ جُوزَجان، یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے۔ طَخَارِسْتَان، یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے، یہ سب علاقے فتح کیے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 630،فتح مرورذ و الطالقان و الفاریاب و الجوزجان و طخارستان۔دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)(سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 168 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

ابو الْاَشْہَبْ سعدی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اَحْنَفْ بن قَیْس کی اھل مَرْوْ رُوْذ، طَالَقَان فَارِیَاب اور جُوزَجَان سے رات کی تاریکی تک جنگ جاری رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کیا۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 130،فتح مرورذ و الطالقان و الفاریاب و الجوزجان و طخارستان۔دارالفکر 1998ء)

اَحْنَفْ بن قَیس نے اَقْرَعْ بن حَابِس کو ایک گھڑ سوار لشکر کے ساتھ جُوزَجَان کی طرف روانہ کیا۔اَقْرَعْ کو اس باقی ماندہ لشکر کی طرف بھیجا گیا تھا جسے اَحْنَفْ شکست دے چکا تھا۔ چنانچہ اَقْرَعْ بن حَابِس نے ان سے سخت جنگ کی جس میں ان کے شہ سوار شہید بھی ہوئے تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔

(تاریخ الطبری جلد 5صفحہ 130-131،فتح مرورذ و الطالقان و الفاریاب و الجوزجان و طخارستان۔دارالفکر 1998ء)

بَلْخ کی فتح 32ھ ہجری میں ہوئی۔ احنف بن قیس مَرْوْرُوْذ سے بَلْخ کی طرف گئے اور وہاں جا کر اہلِ بَلْخ کا محاصرہ کر لیا۔ قدیم بَلْخ خراسان کا ایک اہم ترین شہر تھا اور یہ موجودہ افغانستان کا سب سے قدیم شہر ہے۔ آج کل قدیم شہر کھنڈر کی شکل میں موجود ہے۔ دریائے بلخ کے دائیں کنارے سے 12 کلومیٹر دور واقع ہے۔ وہاں کے لوگوں نے چار لاکھ کی رقم ادا کرنے پر صلح کی درخواست کی جو اَحْنَف بن قَیس نے قبول کر لی۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ131،ذکر صلح الاحنف مع اھل بلخ۔دارالفکر 1998ء)

(معجم البلدان جلد اول صفحہ 568 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ھَرَاۃ کی مہم 32ھ ہجری میں ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے خُلَید بن عبداللہ بن حَنَفِی کو ھَرَات اور بَاذَغِیْس کی طرف روانہ کیا انہوں نے ان دونوں کو فتح کر لیا لیکن بعد میں انہوں نے بغاوت کر دی اور قَارِن بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔

(تاریخ الطبری جلد 5صفحہ 131،ذکر صلح الاحنف مع اھل بلخ۔دارالفکر 1998ء)

32ھ ہجری میں حضرت عبد اللہ بن عامر نے خُرَاسَان پر قَیس بن ھَیثَم کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود وہاں سے روانہ ہو گئے۔ (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 132، ذکر صلح الاحنف مع اھل بلخ۔ دارالفکر 1998ء)

قَارِن نے مسلمانوں کے لیے ایک بڑی فوج تیار کر رکھی تھی۔ قیس بن ھَیثَم امارت عبد اللہ بن خازم کے حوالے کر کے حضرت عبد اللہ بن عامر کے پاس مدد اور کمک کے لیے چلے گئے۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 132-133، ذکر صلح الاحنف مع اھل بلخ۔ دارالفکر 1998ء)

کیونکہ فوج کافی تھی جس کا مقابلہ تھا۔ عبد اللہ بن خَازِم چار ہزار کی فوج لے کر قَارِن کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ عبد اللہ بن خَازِم نے چھ سو سپاہیوں کو ہراول دستے کے طور پر آگے بھیجا اور ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ وہ ہراول دستہ آدھی رات کو قارن کے لشکر تک پہنچ گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے سے دشمن خوفزدہ ہو گیا اور جب مسلمانوں کی باقی فوج پہنچی تو دشمن کو بری طرح شکست ہوئی اور قارن قتل ہوا۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل اور گرفتار کر کے قیدی بنالیا۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 132، ذکر صلح الاحنف مع اھل بلخ۔ دارالفکر 1998ء)

حضرت عثمانؓ کے دَور میں برصغیر پاک وہند میں اسلام پہنچ گیا۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں امام زہری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مصر اور شام حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہوئے اور افریقیہ اور خراسان اور سندھ کا کچھ علاقہ حضرت عثمانؓ کے دور میں فتح ہوا۔

(کتاب الخراج از امام ابو یوسف صفحہ 218 فصل فی قتال اھل الشرك و اھل البغی و کیف یدعون، المکتبۃ التوفیقیۃ 2013ء)

برصغیر میں اسلام کی آمد کے متعلق ایک روایت یوں ملتی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں حضرت عبید اللہ بن مَعْمَر کو فوج کا ایک دستہ دے کر مکران اور سندھ کی طرف بھیجا گیا۔ فتوحات مکران میں انہوں نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ بعد ازاں اس نواح کے مفتوحہ علاقوں کی امارت ان کے سپرد ہوئی۔

(برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی صفحہ 63 نومبر 2009ء)

حضرت **مُجَاشِعْ بن مسعود سُلَمِی** کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت مُجَاشِعْ نے موجودہ افغانستان کے دارالحکومت کابل میں اسلامی فوج کے ایک دستہ کی کمان کرتے ہوئے مخالفینِ اسلام سے جہاد کیا۔ مؤرخین کے نزدیک اس زمانے میں کابل کا شمار بلاد ہند میں ہوتا تھا۔ حضرت مُجَاشِعْ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مخالفینِ اسلام سے جنگ کی اور اس سے ملحقہ علاقے سَجِسْتَانْ پر عَلَم لہرایا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے برصغیر کے ان علاقوں میں سکونت اختیار کر لی اور انہیں اپنا وطن قرار دے دیا تھا۔

(برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی صفحہ 65 نومبر 2009ء)

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فتنہ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں بھی ہیں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے عثمان! ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے۔ اگر لوگ تجھ سے اس قمیص کے اتارنے کا

مطالبہ کریں تو تُو ان کے کہنے پر اسے ہر گز نہ اتارنا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب منع النبی ﷺ عثمان ان لا یخلع۔۔۔ حدیث نمبر 3705)

سنن ابن ماجہ میں یہ روایت اس طرح ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ کسی دن یہ امر تمہارے سپرد کر دے اور منافق تم سے چاہیں کہ تم اپنی قمیص کو جو اللہ نے تمہیں پہنائی ہے اتار دو تو تم اسے نہ اتارنا۔ آپؐ نے یہ تین دفعہ فرمایا۔ راوی نعمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ آپؓ کو کس بات نے منع کیا تھا کہ آپؓ لوگوں کو اس سے آگاہ کریں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا مجھے یہ بات بھلا دی گئی تھی۔ (سنن ابن ماجه افتتاح الكتاب..... فضل عثمان رضی اللہ عنه حدیث نمبر 112)

حضرت کَعْب بن عُجْرَہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور اسے قریب بتایا تو ایک شخص گزرا۔ جب بیان فرما رہے تھے تو وہاں سے ایک شخص گزرا جس نے سر ڈھانپا ہوا تھا، چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن ہدایت پر ہو گا جب یہ فتنہ ہو گا۔ تو راوی کہتے ہیں کہ میں نے چھلانگ لگائی اور میں نے اس شخص کو پکڑا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ ان کو دونوں بازوؤں سے پکڑا۔ پھر میں نے رسول اللہؐ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا۔ کیا یہ؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں یہی۔

(سنن ابن ماجه افتتاح الكتاب..... فضل عثمان رضی اللہ عنه حدیث نمبر 111)

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس بعض صحابہ ہوں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم آپ کی خدمت میں ابو بکرؓ کو نہ بلا لیں؟ آپؐ خاموش رہے۔ پھر ہم نے کہا کیا ہم آپؐ کی خدمت میں عمرؓ کو نہ بلا لیں؟ آپؐ خاموش رہے۔ پھر ہم نے کہا کیا ہم آپ کی خدمت میں عثمانؓ کو نہ بلا لیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ وہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تنہائی میں ملے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو فرمانے لگے اور عثمانؓ کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔ قیس کہتے ہیں مجھ سے ابوسَہْلَہ جو حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے یوم الدار کے موقع پر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تاکیدی ارشاد فرمایا تھا اور میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اَنَا صَابِرٌ عَلَیْہِ۔ میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں۔

یوم الدار اس دن کو کہا جاتا ہے جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافقوں نے آپؓ کے گھر میں محصور کر دیا تھا اور پھر انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔

(سنن ابن ماجه افتتاح الكتاب..... فضل عثمان رضی اللہ عنه حدیث نمبر 113 معه حاشیه)

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اختلافات کا آغاز اور اس کی وجوہات کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ "یہ دونوں بزرگ اسلام کے اوّلین فدائیوں میں سے ہیں اور ان کے ساتھی بھی اسلام کے بہترین ثمرات میں سے ہیں۔ ان کی دیانت اور ان کے تقویٰ پر الزام کا آنا در حقیقت اسلام کی طرف عار کا منسوب ہونا ہے۔ اور جو مسلمان بھی سچے دل سے اس حقیقت پر غور کرے گا اُس کو اِس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا

کہ ان لوگوں کا وجود در حقیقت تمام قسم کی دھڑا بندیوں سے ارفع اور بالا ہے اور یہ بات بے دلیل نہیں بلکہ تاریخ کے اوراق اس شخص کے لئے جو آنکھ کھول کر ان پر نظر ڈالتا ہے اس امر پر شاہد ہیں۔ جہاں تک میری تحقیق ہے ان بزرگوں اور ان کے دوستوں کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے دشمنوں کی کارروائی ہے اور گو صحابہؓ کے بعد بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی نفسانیت کے ماتحت ان بزرگوں میں سے ایک یا دوسرے پر اتہام لگائے ہیں لیکن باوجود اس کے صداقت ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے اور حقیقت کبھی پردۂ خفا کے نیچے نہیں چھپی۔"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 249)

حضرت عثمانؓ کے خلاف جو فتنہ اٹھا تھا اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"سوال یہ ہے کہ یہ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کا باعث بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قرار دیا ہے اور بعض نے حضرت علیؓ کو۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بعض بدعتیں شروع کر دی تھیں جن سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خلافت کے لئے خفیہ کوشش شروع کر دی تھی اور حضرت عثمانؓ کے خلاف مخالفت پیدا کر کے انہیں قتل کرا دیا تا کہ خود خلیفہ بن جائیں۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ حضرت عثمانؓ نے کوئی بدعت جاری کی اور نہ حضرت علیؓ نے خود خلیفہ بننے کے لئے انہیں قتل کرایا یا ان کے قتل کے منصوبہ میں شریک ہوئے بلکہ اس فتنہ کی اَور ہی وجوہات تھیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا دامن اس قسم کے الزامات سے بالکل پاک ہے۔ وہ نہایت مقدس انسان تھے۔ حضرت عثمانؓ تو وہ انسان تھے جن کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھے گا۔" یہ ترمذی کی روایت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ خواہ وہ اسلام سے ہی برگشتہ ہو جائیں تو بھی مؤاخذہ نہیں ہو گا بلکہ یہ تھا" مطلب اس کا" کہ ان میں اتنی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں اور وہ نیکی میں اس قدر ترقی کر گئے تھے کہ یہ ممکن ہی نہ رہا تھا کہ ان کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو۔ پس حضرت عثمانؓ ایسے انسان نہ تھے کہ وہ کوئی خلاف شریعت بات جاری کرتے اور نہ حضرت علیؓ ایسے انسان تھے کہ خلافت کے لئے خفیہ منصوبے کرتے۔" (اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 253-254)

پھر حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عثمانؓ کی شروع خلافت میں چھ سال تک ہمیں کوئی فساد نظر نہیں آتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ عام طور پر آپؓ سے خوش تھے۔ بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں وہ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کو محبوب تھے" یعنی حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کو محبوب تھے "صرف محبوب ہی نہ تھے بلکہ لوگوں کے دلوں میں آپؓ کا رعب بھی تھا جیسا کہ اس وقت کا شاعر اس امر کی شعروں میں شہادت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے فاسقو! عثمانؓ کی حکومت میں لوگوں کا مال لوٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ ابنِ عَفَّانؓ وہ ہے جس کا تجربہ تم لوگ کر چکے ہو۔ وہ لٹیروں کو قرآن کے احکام کے ماتحت قتل کرتا ہے اور ہمیشہ سے اس قرآن کریم کے احکام کی حفاظت کرنے والا اور لوگوں کے اعضاء و جوارح پر اس کے احکام جاری کرنے والا ہے۔ لیکن چھ سال کے بعد ساتویں سال ہمیں ایک تحریک نظر آتی ہے اور وہ تحریک حضرت عثمانؓ کے خلاف نہیں بلکہ یا تو صحابہؓ کے خلاف ہے یا بعض گورنروں کے خلاف۔ چنانچہ طبری بیان کرتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کا

حضرت عثمانؓ پورا خیال رکھتے تھے مگر وہ لوگ جن کو اسلام میں سبقت اور قدامت حاصل نہ تھی وہ سابقین اور قدیم مسلمانوں کے برابر نہ تو مجالس میں عزت پاتے اور نہ حکومت میں ان کو ان کے برابر حصہ ملتا اور نہ مال میں ان کے برابر ان کا حق ہوتا تھا۔ اس پر کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس تفضیل پر گرفت کرنے لگے اور اسے ظلم قرار دینے لگے مگر یہ لوگ عامۃ المسلمین سے ڈرتے بھی تھے اور اس خوف سے کہ لوگ ان کی مخالفت کریں گے اپنے خیالات کو ظاہر نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا کہ خفیہ خفیہ صحابہؓ کے خلاف لوگوں میں جوش پھیلاتے تھے اور جب کوئی ناواقف مسلمان یا کوئی بدوی غلام آزاد شدہ مل جاتا تو اس کے سامنے اپنی شکایات کا دفتر کھول بیٹھتے تھے اور اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یا خود اپنے لئے حصولِ جاہ کی غرض سے کچھ لوگ ان کے ساتھ مل جاتے۔ ہوتے ہوتے یہ گروہ تعداد میں زیادہ ہونے لگا اور اس کی ایک بڑی تعداد ہو گئی۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"جب کوئی فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی غیر معمولی طور پر جمع ہونے لگتے ہیں۔ اِدھر تو بعض حاسد طبائع میں صحابہؓ کے خلاف جوش پیدا ہونا شروع ہوا اُدھر وہ اسلامی جوش جو ابتداءً ہر ایک مذہب تبدیل کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے ان نو مسلموں کے دلوں سے کم ہونے لگا جن کو نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی تھی اور نہ آپؐ کے صحبت یافتہ لوگوں کے پاس زیادہ بیٹھنے کا موقع ملا تھا بلکہ اسلام کے قبول کرتے ہی انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔ جوشِ اسلام کے کم ہوتے ہی وہ تصرف جو ان کے دلوں پر اسلام کو تھا کم ہو گیا اور وہ پھر ان معاصی میں خوشی محسوس کرنے لگے جس میں وہ اسلام لانے سے پہلے مبتلا تھے۔ ان کے جرائم پر ان کو سزا ملی تو بجائے اصلاح کے سزا دینے والوں کی تخریب کرنے کے درپے ہوئے اور آخر اتحاد اسلامی میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ ان لوگوں کا مرکز تو کوفہ میں تھا مگر سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ خود مدینہ منورہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض لوگ اسلام سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسے کہ آج کل بعض نہایت تاریک گوشوں میں رہنے والے جاہل لوگ۔

حُمْرَان ابن اَبَانْ ایک شخص تھا جس نے ایک عورت سے اس کی عدت کے دوران میں ہی نکاح کر لیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپؓ اس پر ناراض ہوئے اور اس عورت کو اس سے جدا کر دیا اور اس کے علاوہ اس کو مدینہ سے "اس شخص کو مدینہ سے" جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح بعض لوگ صرف اسلام کو قبول کر کے اپنے آپ کو عالمِ اسلام خیال کرنے لگے تھے اور زیادہ تحقیق کی ضرورت نہ سمجھتے تھے یا یہ کہ مختلف اباحتی خیالات کے ماتحت شریعت پر عمل کرنا ایک فعل عبث خیال کرتے تھے۔"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 262-263)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "**حق یہی ہے کہ یہ سب شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ تھی** جس کے اصل بانی یہودی تھے جن کے ساتھ طمع دنیاوی میں مبتلا بعض مسلمان جو دین سے نکل چکے تھے شامل ہو گئے تھے ورنہ امراء بلادکا نہ کوئی قصور تھا نہ وہ اس فتنہ کے باعث تھے۔" بعض یہودی اس کے بانی تھے اور ان کے ساتھ بعض مسلمان بھی مل گئے تھے۔ بہرحال جو مختلف امراء حضرت عثمانؓ کی طرف سے مقرر کئے گئے تھے ان کا کوئی قصور نہیں تھا نہ ہی وہ اس فتنہ کا باعث بنے تھے۔ "ان کا صرف اسی قدر قصور تھا کہ ان کو حضرت عثمانؓ نے اس کام کے لئے مقرر کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کا یہ قصور تھا کہ باوجود پیرانہ سالی اور نقاہتِ بدنی کے اتحاد اسلام کی رسی کو اپنے

ہاتھوں میں پکڑے بیٹھے تھے اور امّتِ اسلامیہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تھے اور شریعتِ اسلام کے قیام کی فکر رکھتے تھے اور متمردین اور ظالموں کو اپنی حسب خواہش کمزوروں اور بے وارثوں پر ظلم و تعدی کرنے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ کوفہ میں انہی فساد چاہنے والوں کی ایک مجلس بیٹھی اور اس میں افساد امر المسلمین پر گفتگو ہوئی تو سب لوگوں نے بالاتفاق یہی رائے دی۔ لَا وَاللّٰہِ لَا یَرْ فَعُ رَأْسٌ مَا دَامَ عُثْمَانُ عَلَی النَّاسِ یعنی کوئی شخص اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ عثمانؓ کی حکومت ہے۔ عثمانؓ ہی کا ایک وجود تھا جو سرکشی سے باز رکھے ہوئے تھا۔ اس کا درمیان سے ہٹانا آزادی سے اپنی مرادیں پوری کرنے کے لئے ضروری تھا۔" (اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 282-283)

اس فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ آپؓ نے ان مفسدوں کو بھی بلوایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؓ نے ان لوگوں کا سب حال سنایا اور وہ دونوں مخبر بھی بطور گواہ کھڑے ہوئے اور گواہی دی جنہوں نے خبریں حضرت عثمانؓ کو پہنچائی تھیں کہ مفسدین کیا فساد پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس پر سب صحابہ نے فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ یہ جو مفسدین ہیں جو اصلاح کے نام پر فساد پھیلا رہے ہیں ان کو قتل کر دیجیے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ ایک امام موجود ہو اپنی اطاعت یا کسی اَور کی اطاعت کے لیے لوگوں کو بلاوے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ تم ایسے شخص کو قتل کر دو خواہ کوئی ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ قول یاد دلایا کہ میں تمہارے لیے کسی ایسے شخص کا قتل جائز نہیں سمجھتا جس میں مَیں شریک نہ ہوں۔ یعنی سوائے حکومت کے اشارے کے کسی شخص کا قتل جائز نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کا یہ فتویٰ سن کر فرمایا کہ نہیں۔ ہم ان کو معاف کریں گے اور ان کے عذروں کو قبول کریں گے اور اپنی ساری کوشش سے ان کو سمجھاویں گے اور کسی شخص کی مخالفت نہیں کریں گے جب تک کہ وہ کسی حد شرعی کو نہ توڑے یا اظہار کفر نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے کچھ باتیں بیان کی ہیں جو تم کو بھی معلوم ہیں مگر ان کا خیال ہے کہ وہ ان باتوں کے متعلق مجھ سے بحث کریں گے تا کہ واپس جا کر کہہ سکیں کہ ہم نے ان امور کے متعلق عثمان سے بحث کی اور وہ ہار گئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں یعنی حضرت عثمانؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں پوری نماز ادا کی۔ ایک سفر کے دوران میں مکہ میں پوری نماز ادا کی حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں مگر میں نے صرف منیٰ میں پوری نماز پڑھی ہے اور وہ بھی دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ میری وہاں جائیداد تھی اور میں نے وہاں شادی کی ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ چاروں طرف سے لوگ ان دنوں حج کے لیے آئے ہیں۔ ان میں سے ناواقف لوگ کہنے لگیں گے کہ خلیفہ تو دو رکعت پڑھتا ہے اور اس لیے نماز دو رکعت ہی ہو گی۔ کیا یہ بات درست نہیں؟ حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ سے پوچھا کیا یہ بات درست نہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: دوسرا الزام یہ لگاتے ہیں کہ میں نے رَکھ مقرر کرنے کی بدعت جاری کی ہے حالانکہ یہ الزام غلط ہے۔ رَکھ مجھ سے پہلے مقرر کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی ابتدا کی تھی اور میں نے صرف

صدقہ کے اونٹوں کی زیادتی پر اس کو وسیع کیا تھا۔ جو سرکاری چراگاہ تھی جہاں جانور رکھے جاتے تھے اس کو وسیع کیا تھا اور پھر رَکھ میں جو زمین لگائی گئی ہے وہ کسی کا مال نہیں ہے۔ یہ سرکاری زمین تھی اور میرا اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ میرے تو صرف دو اونٹ ہیں حالانکہ جب میں خلیفہ منتخب ہوا تھا اس وقت میں سب عرب سے زیادہ مالدار تھا۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا اس وقت میرے پاس صرف دو اونٹ ہیں اور میں سب سے زیادہ مالدار تھا جب خلیفہ منتخب ہوا ہوں۔ اب صرف دو اونٹ ہیں جو حج کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ نوجوانوں کو حاکم بناتا ہے حالانکہ میں ایسے ہی لوگوں کو حاکم بناتا ہوں جو نیک صفات، نیک اطوار ہوتے ہیں اور مجھ سے پہلے بزرگوں نے میرے مقرر کردہ والیوں سے زیادہ نوعمر لوگوں کو حاکم مقرر کیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسامہ بن زید کے سردارِ لشکر مقرر کرنے پر اس سے زیادہ اعتراض کیے گئے تھے جو اَب مجھ پر کیے جاتے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کے سامنے عیب تو بیان کرتے ہیں مگر اصل واقعات نہیں بیان کرتے۔ غرض اسی طرح حضرت عثمانؓ نے تمام اعتراضات ایک ایک کر کے بیان کیے اور ان کے جواب بیان کیے۔ صحابہؓ برابر زور دیتے کہ ان مفسدین کو قتل کر دیا جائے مگر حضرت عثمانؓ نے ان کی یہ بات نہ مانی اور ان کو چھوڑ دیا۔ طبری کہتا ہے کہ اَبَی الْمُسْلِمُوْنَ اِلَّا قَتْلَهُمْ وَ اَبٰی اِلَّا تَرْكَهُمْ یعنی باقی سب مسلمان تو ان لوگوں کے قتل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوتے تھے مگر حضرت عثمانؓ سزا دینے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسد لوگ کس کس قسم کے فریب اور دھوکے سے کام کرتے تھے اور اس زمانے میں جبکہ پریس اور سامانِ سفر کا وہ انتظام نہ تھا جو آج کل ہے۔ کیسا آسان تھا کہ یہ لوگ ناواقف لوگوں کو گمراہ کر دیں۔ اصل میں ان لوگوں کے پاس کوئی معقول وجہ فساد کی نہیں تھی۔ نہ حق ان کے ساتھ تھا نہ یہ حق کے ساتھ تھے۔ ان کی تمام کارروائیوں کا دارومدار جھوٹ اور باطل پر تھا اور صرف حضرت عثمانؓ کا رحم ان کو بچائے ہوئے تھا ورنہ مسلمان ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ وہ یعنی صحابہؓ کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور جو پرانے مسلمان تھے یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ وہ امن و امان جو انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے حاصل کیا تھا چند شریروں کی شرارتوں سے اس طرح جاتا رہے اور وہ دیکھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو جلد سزا نہ دی گئی تو اسلامی حکومت تہ و بالا ہو جائے گی مگر حضرت عثمانؓ رحم مجسم تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو ان لوگوں کو ہدایت مل جائے اور یہ کفر پر نہ مریں۔ پس آپؓ ڈھیل دیتے تھے اور ان کے صریح بغاوت کے اعمال کو محض ارادہ بغاوت سے تعبیر کر کے سزا کو پیچھے ڈالتے چلے جاتے تھے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ان لوگوں سے بالکل متنفر تھے کیونکہ اول تو خود وہ بیان کرتے ہیں کہ صرف تین اہل مدینہ ہمارے ساتھ ہیں یعنی مفسدین نے صرف تین اہل مدینہ کا نام لیا جو اُن کے ساتھ تھے اس سے زیادہ نہیں۔ اگر اَور صحابہ بھی ان کے ساتھ ہوتے تو وہ ان کا نام بھی لیتے۔ دوسرے صحابہؓ نے اپنے عمل سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ ان لوگوں کے افعال سے متنفر تھے اور ان کے اعمال کو ایسا خلاف شریعت سمجھتے تھے کہ

سزا قتل سے کم ان کے نزدیک جائز ہی نہ تھی۔ اگر صحابہ ان کے ساتھ ہوتے یا اہل مدینہ ان کے ہم خیال ہوتے تو کسی مزید حیلہ و بہانہ کی ان لوگوں کو کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ اسی وقت وہ لوگ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیتے اگر مدینہ والے بہت سارے ان کے ساتھ ہوتے اور ان کی جگہ کسی اَور شخص کو خلافت کے لیے منتخب کر لیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں کامیاب ہوتے خود ان کی جانیں صحابہ کی شمشیر ہائے برہنہ سے خطرے میں پڑ گئی تھیں اور صرف اسی رحیم و کریم وجود کی عنایت و مہربانی سے یہ لوگ بچ کر واپس جا سکے جس کے قتل کا ارادہ ظاہر کرتے تھے اور جس کے خلاف اس قدر فساد برپا کر رہے تھے۔ ان مفسدوں کی کینہ وری اور تقویٰ سے بُعد پر تعجب آتا ہے۔ اس واقعہ سے انہوں نے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کے ایک ایک اعتراض کا خوب جواب دیا گیا اور سب الزام غلط اور بے بنیاد ثابت کر دیے گئے۔ حضرت عثمانؓ کا رحم و کرم انہوں نے دیکھا اور ہر ایک شخص کی جان اس پر گواہی دے رہی تھی کہ اس شخص کا مثیل اتنا رحم کرنے والا اس وقت دنیا کے پردے پر نہیں مل سکتا مگر بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے، جفاؤں پر پشیمان ہوتے، اپنی غلطیوں پر نادم ہوتے، اپنی شرارتوں سے رجوع کرتے۔ یہ لوگ غیظ و غضب کی آگ میں اَور بھی زیادہ جلنے لگے اور اپنے لاجواب ہونے کو اپنی ذلت اور حضرت عثمانؓ کے عفو اور اپنے حسنِ تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہوئے آئندہ کے لئے اپنی بقیہ تجویز کے پورے کرنے کی تدابیر سوچتے ہوئے یہ لوگ واپس چلے گئے۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 293 تا 296)

یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ (بیان) ہو گا۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ ان میں سب سے پہلے تو ایک شہید ہیں **عبد القادر صاحب ابن بشیر احمد صاحب بازید خیل پشاور** کے۔ ان کو 11/ فروری کو شہید کیا گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

تفصیلات کے مطابق عبد القادر صاحب اپنے چچا مرحوم ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے کلینک واقع بازید خیل پشاور پر کام کرتے تھے۔ شہید مرحوم دیگر احباب جماعت کے ہمراہ جو کلینک پر موجود تھے، ایک کمرے میں نماز ظہر کے لیے جمع تھے کہ مریضوں کی سائیڈ سے کمرے کی bell ہوئی جس پر عبد القادر صاحب نے دروازہ کھولا تو مریض کے روپ میں وہاں موجود لڑکے نے ان پر فائرنگ کر دی جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ سینے میں دو گولیاں لگیں۔ فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا جہاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے عبد القادر صاحب شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ شہید مرحوم کی عمر 65 سال تھی۔ بہر حال پولیس نے پکڑ لیا یا لوگوں نے قاتل کو پکڑ کر پولیس کے سپرد کر دیا۔ شہید مرحوم کی فیملی کو دیگر احمدی فیملیز کے ہمراہ عرصے سے شدید مخالفانہ حالات کا سامنا تھا۔ 19/ جنوری 2009ء کو مذہبی انتہا پسندوں نے اسی کلینک پر حملہ کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں مکرم عبد القادر صاحب کی ٹانگ میں گولی لگی تھی جس کی بنا پر پشاور سے ہجرت پر مجبور ہوئے تھے اور عرصہ کے بعد پشاور جا کر رہائش پذیر ہو سکے تھے۔ حالیہ مخالفانہ لہر کے نتیجہ میں تقریباً دو ماہ پہلے دوبارہ جماعت کی ہدایت کے نتیجہ میں ربوہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔ ان کی فیملی اب ربوہ میں ہی مقیم ہے۔ تاہم شہید مرحوم خود بسلسلہ ملازمت بازید خیل میں مذکورہ کلینک پر

چلے گئے اور وہیں رہائش پذیر تھے۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم نظام الدین احمد کے ذریعہ ہوا جنہوں نے خلافت اولیٰ کے دور میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی سعادت پائی۔ ان کے دادا کے دو بڑے بھائی تھے۔ ڈاکٹر فتح دین صاحب سول سرجن پشاور اور انجنیئر عبد اللطیف صاحب۔ ڈاکٹر فتح دین صاحب نے زمانہ طالب علمی میں 1902ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر سن کر قادیان جا کر زیارت کی تھی۔ حضور علیہ السلام نے ازراہ شفقت ان پر دست شفقت بھی رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ بہت اچھا بچہ ہے تاہم یہ بیعت نہ کر سکے۔ بعد میں یہ یہاں یوکے میں سکالر شپ پر آئے۔ یہاں ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ پھر انہوں نے 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی خبر سن کر قادیان جا کر خلافتِ اولیٰ کے دَور میں بیعت کی۔ ان کے دادا کے دوسرے بھائی عبد اللطیف صاحب انجنیئر تھے انہوں نے بھی خلافتِ اولیٰ کے دَور میں اپنے بھائی کے ہمراہ ہی بیعت کی۔ دونوں بھائیوں کی تحریک پر خاندان کے دیگر افراد جن میں شہید مرحوم کے دادا بھی شامل تھے کچھ عرصہ بعد بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہوئے۔

شہید مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ جماعتی عہدیداران سے انتہائی عقیدت کا تعلق تھا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ اس کی وجہ سے مخالفانہ حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ان مخالفانہ حالات کی وجہ سے گذشتہ دو سالوں میں سات مرتبہ گھر تبدیل کیا مگر بفضلہ تعالیٰ احمدیت پر قائم رہے۔ تہجد اور نمازوں کے علاوہ تلاوت قرآن کریم کے سختی سے پابند تھے۔ نہایت شفیق اور ملنسار تھے۔ زندگی بھر کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا۔ ان کی اہلیہ نے بتایا کہ زندگی میں متعدد مرتبہ نشیب و فراز آئے لیکن انہوں نے کبھی بھی جارحانہ رویہ اختیار نہیں کیا اور میں جب ان سے سختی میں کوئی بات کر لیتی تو وہ پھر بھی ہمیشہ نرمی سے جواب دیتے۔ بچوں سے ہمیشہ شفقت اور محبت کا سلوک رکھا۔ شہادت کی بڑی شدت سے خواہش تھی۔ ہمیشہ کہتے اگر کبھی آزمائش کا وقت آیا تو خلافت احمدیہ سے دُوری کے بجائے موت کو ترجیح دوں گا۔ پھر یہ لکھتی ہیں کہ نمازوں کی ادائیگی کا یہ رنگ تھا کہ گھر والے ان کو بعض دفعہ سجدے کی حالت میں چھو کر دیکھا کرتے تھے کہ خدانخواستہ سجدے میں کہیں کچھ ہو تو نہیں گیا، لمبا سجدے میں پڑے ہوئے ہیں۔ شہید مرحوم کو بازید خیل میں منتظم تربیت کی حیثیت سے بھی جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ شہید مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ ساجدہ قادر صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے شامل ہیں اور پانچ بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کا بھی خود حامی و ناصر ہو۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ اکبر علی صاحب اسیر راہ مولیٰ کا ہے جو ابراہیم صاحب کے بیٹے تھے۔ شوکت آباد کالونی ضلع ننکانہ کے رہنے والے تھے۔ اکبر علی صاحب اسیر راہ مولیٰ شیخوپورہ جیل میں 16/ فروری 2021ء کو بوجہ ہارٹ اٹیک وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے دو ساتھی اَور تھے۔ 2/ مئی 2020ء کو ان کے خلاف مقدمہ درج ہوا تھا اور ہائی کورٹ میں اکتوبر

میں ضمانت کی confirmation کی تاریخ پر عدالت نے ان کی جو عبوری ضمانت تھی منسوخ کر دی اور گرفتاری کا حکم دیا۔ بہرحال یہ تینوں ساتھی گرفتار ہوئے۔ پھر مجسٹریٹ ننکانہ صاحب نے ایک درخواست پر یکطرفہ سماعت کے بعد ہمارا موقف سنے بغیر جنوری 2021ء کو c295 کا اضافہ کر دیا جو ایک اَور خطرناک دفعہ ہے۔ بہرحال مرحوم ساڑھے چار ماہ سے حالت اسیری میں تھے۔ بوقت وفات ان کی عمر 55 سال تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظام وصیت میں شامل تھے۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم ابراہیم صاحب کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے اپنے بھائی مکرم میاں اسماعیل صاحب کے ہمراہ 1920ء میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کی تھی۔ اکبر علی صاحب فوج میں بھرتی ہوئے۔ تیئیس سال فوج میں بحیثیت حوالدار خدمت کی۔ سولہ سال پہلے فوج سے ریٹائرڈ ہوئے اور اس کے بعد سیکیورٹی گارڈ کا کام کرتے رہے۔ بہت ذمہ دار اور بہادر انسان تھے۔ اسیری سے قبل بینک کے سیکیورٹی گارڈ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اس بینک کے مینیجر کو ایک مخالف نے شکایت کی کہ اکبر علی کو آپ نے ملازمت دے رکھی ہے یہ تو کافر ہے۔ بینک مینیجر نے جواباً کہا کہ میں ہر صبح آ کے ریکارڈنگ دیکھتا ہوں۔ سی سی ٹی وی کیمرے کی ریکارڈنگ چیک کرتا ہوں۔ اکبر علی رات کو نفل ادا کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ یہ شخص کافر کیسے ہو سکتا ہے؟ بہرحال کوئی بڑا جرأت مند مینیجر تھا۔ مرحوم کو بحیثیت صدر جماعت چھ سال خدمت کی توفیق ملی۔ اسیری سے قبل بحیثیت سیکرٹری مال خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ غریبوں کے ہمدرد، مہمان نوازی کے علاوہ خاندان کے سب افراد سے باہمی محبت کا تعلق تھا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ ہمیشہ مدلل انداز میں بات کرتے جس کی وجہ سے مخالفانہ حالات کا سامنا رہا۔ سیکیورٹی گارڈ کی ملازمت بھی مخالفت کی وجہ سے چھوڑنا پڑی۔ پسماندگان میں دو بیوگان زینت بی بی صاحبہ اور فضیلت بی بی صاحبہ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بیٹا ہے انیس سال کا اور ایک بیٹی ہے سولہ سال کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کا بھی حافظ و ناصر ہو اور ان کو ان کی نیکیوں پر بھی چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر خالد محمود الحسن بھٹی صاحب کا ہے جو آج کل ربوہ میں تحریک جدید میں وکیل المال ثالث تھے۔ اسی طرح نائب صدر انصار اللہ بھی تھے اور نائب افسر جلسہ سالانہ بھی تھے۔ طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 67 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے دادا بابل خان بھٹی صاحب نے احمدیت قبول کی تھی لیکن خالد محمود الحسن بھٹی کے والد جو تھے انہوں نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔ ان کو شرح صدر نہیں تھی۔ والد نے کر لی تھی۔ بیٹے نے نہیں کی تھی۔ بہرحال کہتے ہیں ان کا ڈیرا تھا، زمیندارہ کرتے تھے۔ ایک دن ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے تو خالد محمود کے والد بھی وہیں چادر تان کر لیٹے ہوئے تھے تو وہ غیر احمدی مولوی جس کی مسجد میں ان کے والد نماز پڑھنے جایا کرتے تھے اس کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ بھی بیٹھ گیا اور گفتگو کا موضوع احمدیت کی طرف چل پڑا تو باتوں باتوں میں مولوی نے یہ اقرار کر لیا کہ درحقیقت احمدیت سچی ہے۔ اس پر ان کے والد نے فوراً اپنے منہ سے چادر ہٹائی اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ اگر احمدیت سچی ہے تو پھر ہمیں گمراہ کیوں کرتے ہو؟ کہتے ہیں اب جو تُو نے

مجھے گمراہ کیا کہ احمدیت جھوٹی ہے اور اسے قبول نہ کرو اور اپنے والد کے پیچھے نہ چل پڑو تو بہر حال سن لو کہ پھر جدھر سچائی ہے آج سے مَیں بھی ادھر ہی ہوں۔ پھر انہوں نے جا کر حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خالد محمود الحسن بھٹی صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کے بعد 1978ء میں پولیٹیکل سائنس میں اور 1980ء میں ہسٹری میں ایم اے کیا۔ پھر دو سال بطور لیکچرر گورنمنٹ سروس کی۔ پھر دو سال کے بعد استعفیٰ دیا۔ 1982ء میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ مختلف حیثیتوں سے قریباً 38 سال تک جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ 1982ء میں ان کا تقرر وکالت تعمیل و تنفیذ میں ہوا تھا۔ پھر آپ نائب وکیل بھی رہے۔ پھر وکیل الدیوان مقرر ہوئے۔ پھر آپ وکیل المال ثالث تھے۔ پھر انڈونیشیا، سنگاپور، برما، سری لنکا، نیپال، یوگنڈا وغیرہ کے دورہ جات کرنے کی بھی ان کو توفیق ملی۔ جہاں بھی دوروں پر جاتے تھے بڑی گہرائی سے جا کے سارے جائزے لیتے تھے اور ان کی رہنمائی کرتے تھے اور ان جماعتوں میں جہاں یہ گئے ہیں خاص طور پر برما میں اور سری لنکا میں تو بہت کچھ ان جماعتوں نے سیکھا ہے اور وہاں کے لوگ اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ کئی مجھے خط لکھ رہے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ سیکھا اور نظام کے بارے میں صحیح آگاہی بھٹی صاحب نے ہمیں دی اور خلافت سے تعلق کو جوڑنے میں بہت کردار ادا کیا۔ پھر اسی طرح خدام الاحمدیہ کی مرکزی عاملہ اور انصار اللہ کی مرکزی عاملہ میں بھی رہے اور مختلف کمیٹیوں کے ممبر بھی رہے۔ قضا بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ ان کی اہلیہ نصرت ناہید صاحبہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ ایک بیٹا خرم عثمان یہاں یوکے میں ہمارے ایم ٹی اے میں کام کر رہا ہے۔ واقف زندگی ہے۔

ان کی اہلیہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ایم اے پولیٹیکل سائنس کرنے کے بعد اپنے والد سے انہوں نے کہا کہ میں ایم اے ہسٹری بھی کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ جتنا مرضی چاہے پڑھ لو لیکن یاد رکھو کہ اگر نوکری کرنی ہے تو پھر جماعت کی کرنا۔ کہتی ہیں 43 سالہ شادی کا عرصہ ہے اس میں ہمیشہ شفقت کا سلوک رہا۔ جب بھی دوروں سے واپس آتے ہمیشہ واقعات سناتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے ساتھ پیار کا سلوک کیا۔ بچوں کے لیے شفیق باپ تھے۔ ہر بچے کی جائز خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کی بڑی بیٹی ڈاکٹر صائمہ ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے ویزا اپلائی کیا تھا۔ دو دفعہ ریجیکٹ ہو گیا تھا۔ تیسری دفعہ پھر میں نے اپلائی کیا تو بھٹی صاحب دورے پر باہر جا رہے تھے تو اس نے کہا کہ آپ چند دن آگے کر لیں کیونکہ ویزے کی تاریخ آ رہی ہے ایمبیسی جانا ہے۔ تو انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ تم اکیلی جاؤ کیونکہ میں خدا تعالیٰ کی خاطر یہ سفر کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اور اس دفعہ پھر اس بچی کا ویزا بھی لگ گیا۔ پھر چھوٹی بیٹی کہتی ہیں کہ بڑے نرم دل باپ تھے۔ بہت نرمی سے پیش آتے۔ کبھی ہمیں ڈانٹا نہیں۔ بڑے پیار سے سمجھاتے تھے۔ جماعتی کام کو ہمیشہ فوقیت دیتے۔ گھر کا چاہے کتنا ہی ضروری کام ہوتا پہلے دفتر کے کام نپٹاتے پھر گھر آتے۔ ہر وقت جماعتی خدمت کے لیے تیار رہتے۔ محبت اور لگن سے جماعتی کام کرتے۔ دین کو دنیا پر فوقیت دیتے۔ اور یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے کہ بڑی محنت سے کام کرنے والے تھے اور بڑی وفا سے اور وقف کی روح کو قائم رکھتے ہوئے انہوں نے ہمیشہ خدمت کی ہے۔ ایک بیٹی کہتی ہے کہ جب بھی کوئی مشکل وقت آیا ہمیشہ ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کی تلقین کی اور یہی کہتے تھے کہ اللہ نہیں چھوڑے گا اور کبھی اللہ تعالیٰ

نے پھر چھوڑا بھی نہیں۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے ان کو جماعت کی خدمت کرتے ہی دیکھا ہے۔ جب بھی کوئی مشکل آتی یا آزمائش آتی تو ہمیشہ یہی کہتے کہ میں کیونکہ دین کی خدمت کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا کام کر رہا ہوں اللہ میرے کام کر دے گا اور اللہ پھر اپنا فضل بھی فرماتا اور ان کے کام بھی آسان ہو جاتے۔ حقیقی طور پر انہوں نے وقف کی روح کو قائم کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ جماعتی مصروفیات کے باوجود گھر کے تمام فرائض میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ ہر ایک چیز کی مکمل دیکھ بھال خود کیا کرتے تھے۔

لئیق عابد صاحب تحریک جدید میں مشیر قانونی ہیں کہتے ہیں 38 سال سے ان کے ساتھ ہوں۔ جماعتی روایات کے امین اور ان کا پاس رکھنے والے تھے۔ بہت سی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ان کی خوبی تھی کہ بڑی باریکی سے جماعتی اموال کی حفاظت کرنا بھی بہت ضروری سمجھتے تھے۔ ان کے ایک کلاس فیلو محمد ادریس صاحب کہتے ہیں کہ وقف کے بعد وہ خاموش سا خالد ایک منفرد شخصیت بن کے ابھرا۔ خلافت سے محبت شاید اس کے انگ انگ میں سرایت کر چکی تھی۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت اس کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی۔ ہر وقت دینی خدمت میں محو رہنا اس کی محبوب غذا بن چکی تھی۔ وکالت مال ثالث کے ایک کارکن ہیں وہ کہتے ہیں کہ دفتر میں جو بھی ڈاک آتی اس کو پینڈنگ (pending) نہیں کرتے تھے۔ فوری کارروائی کرتے اور ہمیں ہدایت تھی کہ آج کا کام آج ہی کریں۔ زندگی کا تو پتہ کوئی نہیں، کل موقع ملتا ہے یا نہیں۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا پاکستان میں بھی اور بیرون ملک جہاں بھی گئے بڑا اچھا اثر قائم کیا اور خدمت کے جذبے سے کام کیا اور بڑی وفا سے اپنے وقف کو نبھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم مبارک احمد طاہر صاحب مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ کا ہے۔ ان کی 17/ فروری کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 81 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے ہاں خاندان میں احمدیت ان کے والد محترم صوفی غلام محمد صاحب کے ذریعہ 1927ء میں آئی تھی۔ جب ان کو قادیان میں جماعت کے قیام کا علم ہوا تو اپنے عزیزوں کے ساتھ فیصلہ کیا کہ قادیان جا کے دیکھا جائے۔ چنانچہ 1926ء میں تھرپارکر سندھ سے قادیان میں جلسہ میں شامل ہونے کے لیے گئے اور حضرت مصلح موعودؓ اور جماعت سے بڑے متاثر ہوئے لیکن بیعت نہیں کی۔ اگلے سال پھر انہوں نے ارادہ کیا لیکن باقی دوستوں نے انکار کر دیا۔ بہرحال یہ اگلے سال 1927ء میں جب گئے تو وہاں جا کر جلسہ سنا اور اس کے بعد بیعت کر لی۔ اس وقت ان کی عمر 28 سال تھی۔ ان کا جو گاؤں ہے کٹر اہل حدیث تھا۔ بڑی مخالفت ہوئی۔ سسرال والوں نے ان کی بیوی کو یہ کہہ کر واپس بلا لیا کہ یہ کافر ہو گیا ہے لیکن بہرحال کچھ عرصہ بعد بیوی نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھ لیا ہے کہ کافر ہونے کے بعد تو پہلے سے زیادہ مسلمان ہو گیا تھا۔ تو یہ واپس آ گئیں اور کہا میں نہیں سمجھتی ان سے علیحدہ رہنے کی کوئی وجہ ہو۔ بہرحال پورے گاؤں نے اس فیملی کا بائیکاٹ کر دیا یہاں تک کہ گاؤں میں پانی لینے کے لیے کنواں تھا اس کنویں پر پانی بھی بند کر دیا۔ کئی میل دور جا کر پانی لانا پڑتا تھا۔ کہتے ہیں کچھ ہفتے گزرے تھے کہ گاؤں والوں کے اس کنویں کا پانی خشک ہو گیا اور پھر گاؤں والوں کو خیال آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے صوفی صاحب کا پانی بند کیا تھا اس لیے ہمارے گاؤں کا پانی بند ہو گیا ہے۔ اس

کے بعد دوبارہ کنواں تیار کرنے لگے تو ان کے پاس آئے کہ آپ سب سے پہلے اپنا چندہ ڈالیں کیونکہ آپ اس میں پیسے ڈالیں گے تو کنویں سے پانی بھی نکلے گا اور جاری بھی رہے گا۔ بہر حال رشتہ داروں نے احمدیت قبول تو نہیں کی لیکن اس واقعہ کے بعد ان کی مخالفت بند کر دی۔

ان کی اہلیہ راشدہ پروین صاحبہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹے حافظ اعجاز احمد طاہر یہیں اسلام آباد میں ہیں۔ مربی سلسلہ ہیں۔ جامعہ احمدیہ یوکے میں پڑھاتے ہیں۔ دوسرے بیٹے نصر احمد طاہر واقف زندگی ہیں۔ ریویو آف ریلیجنز کینیڈا میں کام کر رہے ہیں۔

مکرم مبارک طاہر صاحب نے 1968ء میں ایم اے اکنامکس کیا۔ پھر 1969ء میں ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور پھر جنوری 1970ء ان کا وقف منظور ہوا اور وکالت علیاء میں بطور محرر درجہ اول ان کا تقرر ہوا۔ پھر ان کو 5/ فروری 1971ء کو بطور ٹیچر یوگنڈا بھجوا دیا گیا۔ 1972ء میں ان کی واپسی ہوئی۔ وہاں سے پھر وکالت مال ثانی میں کچھ کام کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1976ء میں آپ کو لاہور میں مختلف وکلاء کے ساتھ انکم ٹیکس اور جائیداد کے کام کی ٹریننگ دلوائی۔ بار کونسل میں enrol بھی ہوئے۔ 1970ء میں آپ تحریک جدید کے مشیر قانونی مقرر ہوئے۔ یکم جولائی 1983ء کو خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو اس کے ساتھ مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ بھی مقرر فرمایا۔ تاوفات اسی خدمت پر مامور تھے۔ ان کا عرصۂ خدمت پچاس سال سے زائد ہے۔ مرکزی خدام الاحمدیہ میں بھی ان کو مختلف شعبوں میں مہتمم کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔

ان کی اہلیہ راشدہ پروین صاحبہ کہتی ہیں کہ ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے۔ سلام کرتے اور پہلے نماز ادا کرتے پھر کھانا کھاتے۔ پھر کہتی ہیں کہ سب خلفاء کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات کی بے پناہ یادیں تھیں۔ جب اپنے خاندان کے بچوں کے ساتھ بیٹھتے تو ایمان افروز واقعات کا تذکرہ کرتے۔ خلافت کے ساتھ جڑے رہنے کی برکات سے اللہ کے افضال اور انعام ملنے کا بتاتے۔ خاموشی سے ضرورت مندوں کی مدد کرتے کہ ہمیں بھی پتہ نہیں لگتا تھا اور خود کبھی وہ مدد لینے والا آ کے بتا جاتا تھا کسی ذریعہ سے اظہار کر دیتا تھا تو پھر پتہ لگتا تھا۔ دوسروں کا دکھ بانٹنے والے اور خوشی میں خوش۔ نوافل ادا کرتے۔ تلاوت کرتے۔ درود شریف پڑھتے۔

کہتے تھے کہ واقف زندگی کے کام کی کامیابی خدا تعالیٰ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ توکّل علی اللہ کریں، دعا کریں، **استغفار کریں اور خلافت سے محبت کریں اور دعا کے لیے خلیفۂ وقت کو لکھیں**۔ یہ بہت ضروری ہے اور یہ ساری باتیں حقیقت ہیں۔ بڑا توکّل تھا ان میں۔ بڑے بڑے مشکل کام بھی، میں نے دیکھا ہے جب میں ناظر اعلیٰ تھا تب بھی، اس سے پہلے بھی بعض معاملات میں ان کے ساتھ واسطہ پڑا۔ بڑا توکّل ہوتا تھا کہ جماعتی کام ہے، خلیفہ وقت کی دعائیں ہیں، ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ صدقہ و خیرات اور دعاؤں کے ساتھ کام شروع کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر کامیابیاں بھی ہوتی تھیں۔

ان کے بیٹے حافظ اعجاز صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ 1967ء میں جب خلیفۃ المسیح الثالثؒ ٹرین کے ذریعہ سے کراچی کے سفر پر جا رہے تھے۔ ریل حیدر آباد سٹیشن پر کچھ دیر کے لیے رکی۔ کثرت سے احمدی

احباب حضور کو ملنے کے لیے وہاں آئے۔ حضور ریل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ وہاں سے آپؒ نے مکرم مبارک طاہر صاحب کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ اس سے پہلے ان سے کوئی شناسائی نہیں تھی۔ کم از کم ان کو یہ خیال تھا کہ خلیفہ ثالث تو ان کو نہیں جانتے۔ بہر حال کہتے ہیں مبارک طاہر صاحب ہجوم میں تیزی سے حضور کی طرف آئے آگے بڑھے۔ جب دروازے کے قریب پہنچے تو حضور نے اپنی شیروانی کی جیب میں سے کچھ پیسے نکال کر مبارک طاہر صاحب کی جیب میں ڈال دیے اور اس کے بعد ٹرین چلی گئی۔ تو مبارک صاحب کہا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو پیسے میری جیب میں ڈالے تھے ان کی برکت سے ہمیشہ میری جیب بھری رہی۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جیب کو بھرا رکھا اور غیر معمولی طریقے سے ان کو بعض آمدنیاں ہوتی رہیں اور اسی طرح ہی انہوں نے اس کو خرچ بھی کیا۔ غریبوں پر اور جماعت پر بہت خرچ کرتے تھے۔

بہر حال کچھ عرصہ بعد انہوں نے ایک خواب کی بنا پر اپنی زندگی وقف کر دی۔ جب زندگی وقف کر دی تو اس وقت ان کا رشتہ ہو چکا تھا، نکاح بھی ہو چکا تھا اور یہ حیدرآباد میں تھے تو رشتہ دار خاتون ان کی اہلیہ کو علاج کروانے کے لیے لے کے آئیں۔ ان کو بھی بتایا کہ ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔ وہاں سے جب ٹرین سے اترے تو اس رشتہ دار خاتون نے کہا کہ سنا ہے تم نے وقف کر دیا ہے تو وقف والے کو تو کھانے کے پیسے بھی نہیں ہوتے۔ مبارک صاحب نے فوراً کہا کہ ابھی نکاح ہوا ہے رخصتی تو نہیں ہوئی آپ اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جائیں اگر آپ کو اتنا ہی شک ہے۔ اور ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ بہر حال انہوں نے غیرت رکھی اور اللہ تعالیٰ نے بھی غیرت رکھی کہ وقف میں رہتے ہوئے ان کو بے شمار نوازا، مالی لحاظ سے بڑی کشائش تھی۔

خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں آپ مشیر قانونی تھے۔ کیسز کے لیے شہر سے باہر جانا پڑتا تھا اور بسوں پر سفر ہوتے تھے۔ اس وقت وہاں ربوہ میں ہر ایک کے پاس سفر کی سہولتیں، کاروں وغیرہ کی سہولت نہیں تھی اور خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ حکم تھا کہ جب بھی سفر سے واپس آؤ تو آ کے مجھے رپورٹ کرنی ہے۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ بہت دیر ہو گئی۔ رات کو فجر کی نماز سے صرف دو گھنٹے پہلے میں ربوہ پہنچا۔ میں نے سوچا کہ اب جا کے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اطلاع دوں گا تو رات نیند خراب کرنے کی ضرورت نہیں پتہ نہیں نفل پڑھ رہے ہیں یا نمازیں پڑھ رہے ہیں یا سو رہے ہوں تو بہر حال دو گھنٹے پہلے میں پہنچا اور میں نے کہا فجر کی نماز پر اطلاع کر دوں گا۔ فجر کی نماز پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ مبارک صاحب رات کب آئے؟ انہوں نے کہا ابھی ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے پہنچا ہوں تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر آ کے مجھے اس وقت بتا دیتے تو میں بھی چند گھڑیاں سو لیتا۔ تمہارا انتظار کرتا رہا کہ پتہ نہیں سفر سے خیریت سے پہنچے ہو کہ نہیں۔

پھر ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ جب میں نے وقف کر کے جامعہ جانے کا ارادہ کیا تو مجھے کہنے لگے کہ وقف تو اطاعت کا نام ہے۔ تمہاری طبیعت میں تھوڑی تیزی ہے اور اس سے وقف نہیں چلتا۔ وقف تو محض خاموشی اور اطاعت کے ساتھ خدمت کرنے کا نام ہے۔ اگر تو یہ کر سکتے ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے ورنہ مجھے یہ نہیں پسند کہ تم وقف کرو اور پھر چھوڑ دو۔ تو اس طرح انہوں نے نصیحت کی، تربیت کی۔ اللہ کے فضل سے ابھی تک بیٹے کو نبھانے کی

توفیق بھی مل رہی ہے آئندہ بھی توفیق ملتی رہے۔ خلیفہ وقت کے خطبات کے دوران گھر والوں کو ہدایت ہوتی تھی کہ خطبہ کے دوران ہر کام کو چھوڑ کر توجہ سے خطبہ سنو۔ کوئی نصیحت یا ہدایت یا مالی تحریک ہوتی تو خطبہ کے ختم ہوتے ہی اس تحریک کو عملی جامہ پہناتے اور ساتھ بچوں کو بھی ہدایت کرتے۔

مرزا عدیل احمد جو انجمن میں ان کے اسسٹنٹ مشیر قانونی ہیں کہتے ہیں کہ جہاں تک میں نے مشاہدہ کیا ہے خلافت کے سچے عاشق تھے۔ آپ کو دعا پر غیر متزلزل یقین تھا۔ کوئی بھی پریشانی ہوتی یا زیادہ مشکل کام ہوتا جس کے لیے آپ کو جانا پڑتا تو آپ کہتے نوافل میں بڑی دعا کی ہے، صدقہ بھی دیا ہے، خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھتے ہیں دیکھو اللہ فضل فرمائے گا۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ بڑے خوددار انسان تھے لیکن جماعت کے لیے اگر کسی دفتر کے چائے بنانے والے یا مددگار کی منت کرنی پڑے تو کوئی عار نہیں سمجھتے تھے اور افسروں سے رابطہ کے لیے ہر ممکنہ ذرائع استعمال کرتے تھے۔

ایک دفعہ کوئی فیصلہ کیا انجمن نے تو ان کی رائے تھی کہ اگر اس فیصلہ پر عمل کیا گیا تو جماعت پر برا اثر پڑنے کا امکان ہے، جماعت پر اس کا غلط اثر پڑنے کا امکان ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں لگ رہا لیکن پھر انہوں نے کہا کہ خلیفہ وقت کو ہم اپنی رائے لکھ دیتے ہیں۔ ہمارا کام تو خلیفہ وقت تک اپنی رائے پہنچانا ہے آگے جو وہ فیصلہ کریں اسی میں برکت ہے۔

ڈاکٹر سلطان مبشر کہتے ہیں کہ افسروں سے تعلقات بنانے آتے تھے۔ ہمیشہ ان تعلقات کو سلسلہ کے مفاد کے لیے استعمال کیا۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی ان کے منہ پر مسکراہٹ قائم رہتی تھی۔ ان کے چہرے پر کبھی گھبراہٹ کے آثار نہیں دیکھے۔ جماعتی مقدمات کے سلسلہ میں ایسے مقامات پر بھی جانا پڑتا تھا جہاں دیگر احتمالات کے علاوہ جان کا خطرہ بھی لاحق رہتا تھا مگر اس مرد جری نے کبھی اپنے فرائض سے پہلو تہی نہیں کی اور جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو مالی کشائش بھی عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بانڈز کے ذریعہ سے بڑی مدد کرتا تھا اور بڑی بڑی رقمیں نکلتی تھیں۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ شاید پچاس لاکھ کا انعام نکلا تو اس میں سے قریباً ساٹھ فیصد انہوں نے مختلف مدات میں اور غریبوں کی مدد میں ادا کر دیا اور یہ کوئی ایک دفعہ کا واقعہ نہیں ہمیشہ یہی ان کا اصول تھا۔ اللہ تعالیٰ بڑی بڑی رقمیں عطا کرتا تھا اور اس میں سے اکثر بڑی بڑی رقمیں یہ چندوں میں اور غریبوں کی مدد میں دے دیا کرتے تھے۔ ان کی دو بڑی خواہشیں تھیں۔ اس کے لیے دعا کی تحریک کرتے تھے۔ ایک یہ کہ آخری سانس تک سلسلہ کی خدمت میں رہیں اور دوسرے یہ کہ چلتے پھرتے دنیا سے رخصت ہو جائیں اور کسی پر بوجھ نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں خواہشیں پوری فرمائیں۔ بے شمار اَور خوبیاں بھی تھیں۔ میں نے دیکھا ہے بڑے صبر سے اور حوصلے سے کام کرنے والے، کبھی پریشانی کے حالات نہیں ہوئے۔ اللہ پر توکّل غیر معمولی تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی نسلوں کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

نمازوں کے بعد ان سب کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا ان شاء اللہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 29/ مارچ 2021ء جلد 28 شمارہ 23 تا 25 صفحہ 05 تا 10)

10

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05/ مارچ 2021ء بمطابق 05/ امان 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

خلافت حضرت عثمانؓ میں فتنے:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جو فتنہ اٹھا تھا اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بیان فرمایا ہے اس کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں اور زیادہ تر حوالے آپؓ نے طبری سے لے کر پھر ان کا تجزیہ کیا ہے یا اس کے مطابق آگے اپنا جو نقطۂ نظر ہے اور جو تجزیہ ہے وہ پیش کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ تین لوگ یعنی محمد بن ابو بکر، محمد بن حذیفہ اور عمار بن یاسر جو تھے یہ باغیوں کے ساتھ مل گئے تھے، ان کی باتوں میں آ گئے تھے۔ فرمایا کہ اس کے سوا باقی شخص اہلِ مدینہ میں سے صحابی ہو یا غیر صحابی ان مفسدوں کا ہمدرد نہ تھا اور ہر ایک شخص ان پر لعنت ملامت کرتا تھا مگر ان کے ہاتھ میں اس وقت انتظام نہ تھا۔ یہ کسی کی ملامت کی پروانہ کرتے تھے۔ بیس دن تک یہ لوگ یعنی مخالفین جو تھے یہ صرف زبانی طور پر کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح حضرت عثمانؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں مگر حضرت عثمانؓ نے اس امر سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے خدا تعالیٰ نے پہنائی ہے میں اسے اتار نہیں سکتا اور نہ امّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ چھوڑ سکتا ہوں کہ جس کا جو جی چاہے دوسرے پر ظلم کرے۔ ان لوگوں کو، باغیوں کو بھی یہ سمجھاتے رہے کہ اس فساد سے باز آ جائیں اور فرماتے رہے کہ آج یہ لوگ فساد کرتے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں۔ آپؓ نے فرمایا یہ لوگ جو آج فساد کر رہے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں مگر جب میں نہ رہوں گا تو خواہش کریں گے کہ کاش عثمان کی عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال سے بدل جاتا اور وہ ہم سے جلد رخصت نہ ہوتا کیونکہ میرے بعد سخت خونریزی ہو گی اور حقوق کا اتلاف ہو گا اور انتظام کچھ کا کچھ بدل جائے گا۔ چنانچہ بنو امیہ کے زمانے میں خلافت حکومت سے بدل گئی اور ان مفسدوں کو ایسی سزائیں ملیں کہ سب شرارتیں ان کو بھول گئیں۔

بہرحال بیس دن گزرنے کے بعد یہ مخالفین جو تھے، باغی جو تھے ان لوگوں کو خیال ہوا کہ جلد ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہیے تا ایسا نہ ہو کہ صوبہ جات سے فوجیں آ جائیں اور ہمیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے۔ پتہ تھا کہ ہم غلط ہیں اور اکثریت جو مسلمانوں کی ہے وہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہے۔ اس لیے انہوں نے حضرت عثمانؓ کا گھر سے نکلنا بند کر دیا اور کھانے پینے کی چیزوں کا اندر جانا بھی روک دیا اور سمجھے کہ شاید اس طرح مجبور ہو کر حضرت عثمانؓ

ہمارے مطالبات کو قبول کر لیں گے لیکن آپؓ نے تو فرمایا تھا کہ جو قمیص مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنائی ہے وہ میں کس طرح اتار سکتا ہوں۔ بہر حال مدینہ کا انتظام انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے مل کر مصر کی فوجوں کے سردار غَافِقِی کو اپنا سردار تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح مدینہ کا حاکم گویا اس وقت غَافِقِی تھا اور کوفہ کی فوج کا سردار اَشْتَر تھا اور بصرہ کی فوج کا سردار حکیم بن جَبَلَہ تھا، وہی ڈاکو جسے اہل ذمہ کے مال لوٹنے پر حضرت عثمانؓ نے بصرہ میں نظر بند کر دینے کا حکم دیا تھا۔ وہ ڈاکو سردار بن گیا تھا۔ دونوں غَافِقِی کے ماتحت کام کرتے تھے۔ حکیم بن جَبَلَہ بھی اور اشتر بھی غافقی کے ماتحت کام کرنے لگے اور آپؓ فرماتے ہیں کہ اس سے ایک دفعہ پھر یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس فتنے کی جڑ مصری تھے جہاں عبداللہ بن سبا کام کر رہا تھا۔

مسجد نبویؐ میں غافِقِی نماز پڑھاتا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنے گھروں میں مقیّد رہتے یا اس کے پیچھے نماز ادا کرنے پر مجبور تھے۔ جب تک ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا تب تک تو لوگوں سے زیادہ تعارض نہیں کرتے تھے مگر محاصرہ کرنے کے ساتھ ہی ان باغیوں نے دوسرے لوگوں پر بھی سختیاں شروع کر دیں۔ اب مدینہ دارالامن کی بجائے دارالحرب ہو گیا تھا۔ اہل مدینہ کی عزت اور ننگ و ناموس خطرے میں تھی اور کوئی شخص اسلحہ کے بغیر گھر سے نہیں نکلتا تھا اور جو شخص ان کا مقابلہ کرتا اسے یہ لوگ قتل کر دیتے تھے۔ جب ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور پانی تک اندر جانے سے روک دیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے ایک ہمسائے کے لڑکے کو حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور امہات المومنین کی طرف بھیجا کہ ان لوگوں نے ہمارا پانی بھی بند کر دیا ہے۔ آپ لوگوں سے اگر کچھ ہو سکے تو کوشش کریں اور ہمیں پانی پہنچائیں۔ مَردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ آئے اور آپؓ نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ تم لوگوں نے کیا رویہ اختیار کیا ہے۔ تمہارا عمل تو نہ مومنوں سے ملتا ہے نہ کافروں سے۔ حضرت عثمانؓ کے گھر میں کھانے پینے کی چیزیں مت روکو۔ حضرت علیؓ نے ان کو فرمایا کہ روم اور فارس کے لوگ بھی قید کرتے ہیں تو کھانا کھلاتے ہیں اور پانی پلاتے ہیں اور اسلامی طریق کے موافق تو تمہارا یہ فعل کسی طرح بھی جائز نہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم ان کو قید کر دینے اور قتل کر دینے کو جائز سمجھنے لگے ہو۔ حضرت علیؓ کی اس نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ خواہ کچھ ہو جائے ہم اس شخص تک دانہ پانی نہ پہنچنے دیں گے۔ یہ وہ جواب تھا جو انہوں نے اس شخص کو دیا جسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی اور آپؐ کا حقیقی جانشین قرار دیتے تھے۔ حضرت علیؓ کے بارے میں ہی کہتے تھے ناں کہ یہ حقیقی جانشین ہے، اور اُن کو یہ جواب مل رہا ہے۔ اور کیا اس جواب کے بعد کسی اَور شہادت کی بھی اس امر کے ثابت کرنے کے لیے ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ حضرت علیؓ کو وصی قرار دینے والا گروہ حق کی حمایت اور اہل بیت کی محبت کی خاطر اپنے گھروں سے نہیں نکلا تھا بلکہ یہ لوگ اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنے کے لیے آئے تھے۔

امہات المومنین میں سے سب سے پہلے حضرت اُمّ حبیبہؓ آپ کی مدد کے لیے آئیں۔ ایک خچر پر آپؓ سوار تھیں۔ آپؓ اپنے ساتھ ایک مشکیزہ پانی کا بھی لائیں لیکن اصل غرض آپؓ کی یہ تھی کہ بنو امیہ کے یتامیٰ اور

بیواؤں کی وصیتیں حضرت عثمانؓ کے پاس تھیں اور آپؓ نے جب دیکھا کہ حضرت عثمانؓ کا پانی باغیوں نے بند کر دیا ہے تو آپؓ کو خوف ہوا کہ وہ وصایا بھی کہیں تلف نہ ہو جائیں اور آپؓ نے چاہا کہ کسی طرح وہ وصایا محفوظ کر لی جائیں ورنہ پانی آپؓ کسی اَور ذریعہ سے بھی پہنچا سکتی تھیں۔ جب آپؓ حضرت عثمانؓ کے دروازے تک پہنچیں تو باغیوں نے آپؓ کو روکنا چاہا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ اُمّ المومنین اُمّ حبیبہؓ ہیں مگر اس پر بھی وہ لوگ باز نہ آئے اور آپؓ کی خچر کو مارنا شروع کیا۔ اُمّ المومنین اُمّ حبیبہؓ نے ان لوگوں کو، باغیوں کو فرمایا کہ میں ڈرتی ہوں کہ بنو امیہ کے یتامیٰ اور بیوگان کی وصایا ضائع نہ ہو جائیں اس لیے اندر جانا چاہتی ہوں تا کہ ان کی حفاظت کا سامان کر دوں۔ مگر ان بدبختوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کو جواب دیا کہ تم جھوٹ بولتی ہو اور آپؓ کی خچر پر حملہ کر کے اس کے پالان کے رسّے کاٹ دیے اور زین الٹ گئی اور قریب تھا کہ حضرت ام حبیبہؓ گر کر ان مفسدوں کے پیروں کے نیچے روندی جا کر شہید ہو جاتیں کہ بعض اہل مدینہ نے جو قریب تھے جھپٹ کر آپؓ کو سنبھالا اور گھر پہنچایا۔

یہ وہ سلوک تھا جو ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے کیا۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا اخلاص اور عشق رکھتی تھیں کہ جب پندرہ سولہ سال کی جدائی کے بعد، والدین سے جو ان کی جدائی تھی اس کے بعد جب آپؓ کا باپ جو عرب کا سردار تھا اور مکہ میں ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا ایک خاص سیاسی مشن پر مدینہ آیا اور آپؓ (اُمّ حبیبہؓ) کو ملنے کے لیے بھی گیا تو آپ نے اس کے نیچے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کھینچ لیا۔ جب وہ بیٹھنے لگا تو نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا تھا۔ جب آپؓ کا باپ بیٹھنے لگا تو آپؓ نے بستر کھینچ لیا اس لیے کہ خدا کے رسول کے پاک کپڑے سے ایک مشرک کے نجس جسم کو چھوتے ہوئے دیکھنا آپؓ کی طاقتِ برداشت سے باہر تھا، باپ کو بھی نہیں بیٹھنے دیا۔ تعجب ہے کہ حضرت اُمّ حبیبہؓ نے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غَیبت میں آپؐ کے کپڑے تک کی حرمت کا خیال رکھا مگر ان مفسدوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غَیبت میں آپؐ کی حرمِ محترم کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ نادانوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی جھوٹی ہیں حالانکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا وہ درست تھا۔

حضرت عثمانؓ بنو امیہ کے یتامیٰ کے ولی تھے اور ان لوگوں کی بڑھتی ہوئی عداوت کو دیکھ کر آپؓ کا خوف درست تھا۔ ام حبیبہؓ کا خوف درست تھا کہ یتامیٰ اور بیواؤں کے اموال ضائع نہ ہو جائیں۔ جھوٹے وہ تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے ان کے دین کی تباہی کا بیڑا اٹھایا ہوا تھا، نہ ام المومنین اُمّ حبیبہؓ۔ آپؓ جھوٹی نہیں تھیں۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا گیا تھا جب اس کی خبر مدینہ میں پھیلی تو صحابہ اور اہلِ مدینہ حیران رہ گئے اور سمجھ لیا کہ اب ان لوگوں سے کسی قسم کی خیر کی امید رکھنی فضول ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اسی وقت حج کا ارادہ کر لیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپؓ مدینہ سے جانے والی ہیں تو بعض نے آپؓ سے درخواست کی کہ اگر آپؓ یہیں ٹھہریں تو شاید فتنہ کے روکنے میں کوئی مدد ملے اور باغیوں پر کچھ اثر ہو مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی وہی سلوک ہو جو اُمّ حبیبہؓ سے ہوا ہے۔ خدا کی قسم! مَیں اپنی عزت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تھی۔ اگر

کسی قسم کا معاملہ مجھ سے کیا گیا تو میری حفاظت کا کیا سامان ہو گا؟ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنی شرارتوں میں کہاں تک ترقی کریں گے اور ان کا کیا انجام ہو گا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے چلتے چلتے ایک ایسی تدبیر کی، جب حج پر جانے لگیں تو ایک ایسی تدبیر کی جو اگر کارگر ہو جاتی تو شاید فساد میں کچھ کمی ہو جاتی اور وہ تدبیر یہ تھی کہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کو کہلا بھیجا جو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یا چھوٹے ہونے کی وجہ سے، کمزور ایمان کی وجہ سے ان باغیوں کے ساتھ تھے کہ تم بھی میرے ساتھ حج کو چلو مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا کروں بے بس ہوں۔ اگر میری طاقت ہوتی تو ان لوگوں کو اپنے ارادوں میں کبھی کامیاب نہ ہونے دیتی۔ حضرت عائشہؓ تو حج پر تشریف لے گئیں اور بعض صحابہ بھی جن سے ممکن ہو سکا اور مدینہ سے نکل سکے مدینہ سے تشریف لے گئے اور باقی لوگ سوائے چند اکابر صحابہ کے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور آخر حضرت عثمانؓ کو بھی یہ محسوس ہو گیا کہ یہ لوگ نرمی سے مان نہیں سکتے اور آپؓ نے ایک خط تمام والیانِ صوبہ جات کے نام روانہ کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد بلا کسی خواہش یا درخواست کے مجھے ان لوگوں میں شامل کیا گیا تھا جنہیں خلافت کے متعلق مشورہ کرنے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے جو خط لکھا اس میں یہ فرمایا۔ پھر فرمایا پھر بلا میری خواہش یا سوال کے مجھے خلافت کے لیے چنا گیا اور میں برابر وہ کام کرتا رہا جو مجھ سے پہلے خلفاء کرتے رہے اور میں نے اپنے پاس سے کوئی بدعت نہیں نکالی لیکن چند لوگوں کے دلوں میں بدی کا بیج بویا گیا اور شرارت جاگزیں ہوئی اور انہوں نے میرے خلاف منصوبے کرنے شروع کر دیے اور لوگوں کے سامنے کچھ ظاہر کیا اور دل میں کچھ اَور رکھا اور مجھ پر وہ الزام لگانے شروع کیے جو مجھ سے پہلے خلفاء پر بھی لگتے تھے لیکن میں معلوم ہوتے ہوئے خاموش رہا اور یہ لوگ میرے رحم سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شرارت میں اَور بھی بڑھ گئے اور آخر کفار کی طرح مدینہ پر حملہ کر دیا۔ پس آپ لوگ اگر کچھ کر سکیں تو مدد کا انتظام کریں۔

اسی طرح ایک خط، جس کا خلاصہ مطلب اس طرح ہے، جو حج پر آنے والوں کے نام لکھ کر کچھ دن کے بعد مکّہ میں روانہ کیا۔ آپؓ نے حاجیوں کے لیے لکھا کہ میں آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس کے انعامات یاد دلاتا ہوں۔ اس وقت کچھ لوگ فتنہ پردازی کر رہے ہیں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش میں مشغول ہیں مگر ان لوگوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (النور:56)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنادے گا اور اتفاق کی قدر نہیں کرتے۔ فرمایا کہ اور اتفاق کی قدر نہیں کرتے حالانکہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (آل عمران:104)

کہ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ پھر آپ نے فرمایا اور مجھ پر الزام لگانے والوں کی باتوں کو قبول کیا اور قرآن کریم کے اس حکم کی پرواہ نہ کی کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (الحجرات:7)

یعنی اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق اہم خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ پھر فرمایا کہ اور میری بیعت کا ادب نہیں کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح:11)

یعنی وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ فرمایا اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں یعنی یہی حکم جو ہے یہی بات جو ہے مجھ پر بھی لاگو ہوتی ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں۔ کوئی امّت بغیر سردار کے ترقی نہیں کر سکتی اور اگر کوئی امام نہ ہو تو جماعت کا تمام کام خراب و برباد ہو جائے گا۔ پھر آپؑ نے آگے تحریر فرمایا کہ یہ لوگ امّت اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اور اس کے سوا ان کی کوئی غرض نہیں کیونکہ میں نے ان کی بات کو قبول کر لیا تھا اور والیوں کے بدلنے کا وعدہ کر لیا تھا مگر انہوں نے اس پر بھی شرارت نہ چھوڑی۔ اب یہ تین باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ تین مطالبے انہوں نے، باغیوں نے سامنے رکھے تھے۔ اوّل یہ کہ جن لوگوں کو میرے عہد میں سزا ملی ہے ان سب کا قصاص مجھ سے لیا جائے۔ اگر یہ مجھے منظور نہ ہو تو پھر خلافت کو چھوڑ دوں۔ اگر میں لوگوں کا قصاص نہیں دیتا جن کو سزا دی ہے تو پھر میں خلافت کو چھوڑ دوں اور یہ لوگ میری جگہ کسی اَور کو مقرر کر دیں۔ یہ بھی نہ مانوں تو پھر یہ لوگ دھمکی دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے تمام ہم خیال لوگوں کو پیغام بھیجیں گے کہ میری اطاعت سے باہر ہو جائیں۔ اگر یہ نہ مانوں تو پھر یہ دھمکی دیتے ہیں کہ میری اطاعت سے باہر نکل جاؤ۔

پہلی بات کا تو یہ جواب ہے کہ مجھ سے پہلے خلفاء بھی کبھی کبھی فیصلوں میں غلطی کرتے تھے مگر ان کو کبھی سزا نہ دی گئی۔ جو غلط فیصلے بھی ہوئے ان کے قصاص پہلے خلفاء نے نہیں دیے۔ نہ ان کو کسی قسم کی کوئی سزا ملی اور اسی طرح میں نے کیا ہے اور اس قدر سزائیں مجھ پر جاری کرنے کا مطلب سوائے مجھے مارنے کے اَور کیا ہو سکتا ہے! یہ باتیں تم جو کر رہے ہو کہ قصاص دو یا سزا لو تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ تم مجھے مارنا چاہتے ہو۔ پھر فرمایا خلافت سے معزول ہونے کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ موچنوں سے نوچ نوچ کے میری بوٹیاں کر دیں تو یہ مجھے منظور ہے مگر خلافت سے میں جدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے قمیص پہنائی ہے کبھی نہیں ہو سکتا کہ چھوڑ دوں۔ باقی رہی تیسری بات کہ پھر یہ لوگ اپنے آدمی چاروں طرف بھیجیں گے کہ کوئی میری بات نہ مانے۔ سو میں خدا کی طرف سے ذمہ دار نہیں ہوں۔ اگر یہ لوگ ایک امر خلافِ شریعت کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ پہلے بھی جب انہوں نے میری بیعت کی تھی تو ان پر میں نے جبر نہیں کیا تھا۔ ان کو مجبور نہیں کیا تھا کہ ضرور میری بیعت کرو۔ جو شخص عہد توڑنا چاہتا ہے میں اس کے اس فعل پر راضی نہیں نہ خدا تعالیٰ راضی ہے۔ اب عہد کو توڑنا چاہتے ہو تو توڑو۔ میں نے نہ پہلے جبر کیا تھا نہ اب جبر کروں گا۔ ہاں میں راضی بہر حال نہیں۔ یہ بہر حال غلط کام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس پر راضی نہیں ہے۔ ہاں وہ اپنی طرف سے جو چاہے کرے۔ کیونکہ حج کے دن قریب آ رہے تھے اور چاروں طرف سے لوگ مکہ مکرمہ میں جمع ہو رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اس خیال سے کہ کہیں وہاں بھی یہ باغی کوئی فساد کھڑا

نہ کریں اور اس خیال سے بھی کہ حج کے لیے جمع ہونے والے مسلمانوں میں اہل مدینہ کی مدد کی تحریک کریں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حج کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی عرض کی کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ آپؓ مجھے حج کے لیے امیر بنا کے بھیج رہے ہیں لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے جہاد کروں مگر حضرت عثمانؓ نے ان کو مجبور کیا کہ وہ حج کے لیے جاویں اور حج کے ایام میں امیر حج کا کام کریں تا کہ مفسد وہاں اپنی شرارت نہ پھیلا سکیں اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں میں بھی مدینہ کے لوگوں کی مدد کی تحریک کی جاوے اور مذکورہ بالا خط آپ ہی کے ہاتھ روانہ کیا۔

جب ان خطوں کا ان مفسدوں کو علم ہوا تو انہوں نے اَور بھی سختی کرنا شروع کر دی اور اس بات کا موقع **تلاش کرنے لگے کہ کسی طرح لڑائی کا کوئی بہانہ مل جائے تو حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیں** مگر ان کی تمام کوششیں فضول جاتی تھیں اور حضرت عثمانؓ ان کو کوئی موقع شرارت کا ملنے نہ دیتے تھے۔ آخر تنگ آ کر یہ تدبیر سوجھی کہ جب رات پڑتی اور لوگ سو جاتے تو یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر میں پتھر پھینکتے اور اس طرح اہلِ خانہ کو اشتعال دلاتے تا کہ جوش میں آ کر وہ بھی پتھر پھینکیں تو لوگوں کو کہہ سکیں کہ دیکھو انہوں نے ہم پہ حملہ کیا ہے اس لیے ہم بھی جواب دینے پر مجبور ہیں مگر حضرت عثمانؓ نے اپنے تمام اہلِ خانہ کو جواب دینے سے روک دیا۔ کچھ جواب نہیں دینا۔ ایک دن موقع پا کر دیوار کے پاس حضرت عثمانؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو! مَیں تو تمہارے نزدیک تمہارا گناہگار ہوں، تم سمجھتے ہو ناں مجھے گناہگار تو گناہگار ہوں مگر دوسرے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے؟ تم سمجھتے ہو کہ میں گناہ گار ہوں تو پھر مجھ سے جو زیادتی کرنی ہے کرو۔

دوسرے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے کہ تم پتھر پھینکتے ہو۔ اس سے دوسروں کو بھی چوٹ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم نے پتھر نہیں پھینکے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تم نہیں پھینکتے تو اَور کون پھینکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ پھینکتا ہو گا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔ اگر خدا تعالیٰ ہم پر پتھر پھینکتا تو اس کا کوئی پتھر خطانہ جاتا۔ یہ نہ ہوتا کہ اس کا نشانہ اچک جاتا لیکن تمہارے پھینکے ہوئے پتھر تو اِدھر اُدھر جا پڑتے ہیں۔ یہ فرما کر آپ ان کے سامنے سے ہٹ گئے۔

گو صحابہ کو اب حضرت عثمانؓ کے پاس جمع ہونے کا موقع نہ دیا جاتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے فرض سے غافل نہ تھے۔ مصلحت وقت کے ماتحت انہوں نے دو حصوں میں اپنا کام تقسیم کیا ہوا تھا۔ جو سِن رسیدہ تھے، بوڑھے تھے اور جن کا اخلاقی اثر عوام پر زیادہ تھا وہ تو اپنے اوقات کو لوگوں کو سمجھانے پر صرف کرتے اور جو لوگ ایسا کوئی اثر نہ رکھتے تھے یا نوجوان تھے وہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کی کوشش میں لگے رہتے۔ اوّل الذکر جماعت میں سے حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ فاتح فارس فتنہ کے کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔ خصوصاً حضرت علیؓ تو اس فتنہ کے ایام میں اپنے تمام کام چھوڑ کر اس کام میں لگ گئے تھے۔ چنانچہ ان واقعات کی رؤیت کے گواہوں میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نامی بیان کرتا ہے کہ ان ایام فتنہ میں مَیں نے دیکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے تمام کام چھوڑ دیے تھے اور حضرت عثمانؓ کے دشمنوں کا غضب ٹھنڈا کرنے اور آپؓ کی تکالیف دور کرنے کی فکر میں ہی رات

دن لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپؓ تک پانی پہنچنے میں کچھ دیر ہوئی تو حضرت طلحہؓ پر جن کے سپرد یہ کام تھا حضرت علیؓ سخت ناراض ہوئے اور اس وقت تک آرام نہ کیا جب تک پانی حضرت عثمانؓ کے گھر میں پہنچ نہ گیا۔ دوسرا گروہ ایک ایک دو دو کر کے جس جس وقت موقع ملتا تھا تلاش کر کے حضرت عثمانؓ یا آپؓ کے ہمسائے کے گھروں میں جمع ہونا شروع ہو گئے اور اس نے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ ہم اپنی جانیں دے دیں گے مگر حضرت عثمانؓ کی جان پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ اس گروہ میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی اولاد کے سوائے خود صحابہؓ میں سے بھی ایک جماعت شامل تھی۔ یہ لوگ رات اور دن حضرت عثمانؓ کے مکان کی حفاظت کرتے تھے اور آپؓ تک کسی دشمن کو پہنچنے نہ دیتے تھے۔ اور گو یہ قلیل تعداد اس قدر کثیر تعداد کا مقابلہ تو نہ کر سکتی تھی مگر چونکہ باغی چاہتے تھے کہ کوئی بہانہ رکھ کر حضرت عثمانؓ کو قتل کریں وہ بھی اس قدر زور نہ دیتے تھے۔ اس وقت کے حالات سے حضرت عثمانؓ کی اسلامی خیر خواہی پر جو روشنی پڑتی ہے اس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تین ہزار کے قریب باغیوں کا لشکر آپؓ کے دروازے کے سامنے پڑا ہے اور کوئی تدبیر اس سے بچنے کی نہیں مگر جو لوگ آپؓ کو بچانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں ان کو بھی آپؓ روکتے ہیں کہ جاؤ اپنی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالو۔ ان لوگوں کو صرف مجھ سے عداوت ہے تم سے کوئی تعارض نہیں۔ آپؓ کی آنکھ اس وقت کو دیکھ رہی تھی جبکہ اسلام ان مفسدوں کے ہاتھوں سے ایک بہت بڑے خطرے میں ہو گا اور صرف ظاہری اتحاد ہی نہیں بلکہ روحانی انتظام بھی پراگندہ ہونے کے قریب ہو جاوے گا اور آپؓ جانتے تھے کہ اس وقت اسلام کی حفاظت اور اس کے قیام کے لیے ایک ایک صحابی کی ضرورت ہو گی۔ پس آپؓ نہیں چاہتے تھے کہ آپؓ کی جان بچانے کی بے فائدہ کوشش میں صحابہ کی جانیں جاویں اور سب کو یہی نصیحت کرتے تھے کہ ان لوگوں سے تعارض نہ کرو اور چاہتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے آئندہ فتنوں کو دور کرنے کے لیے وہ جماعت محفوظ رہے جس نے رسول کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے مگر باوجود آپؓ کے سمجھانے کے جن صحابہ کو آپؓ کے گھر تک پہنچنے کا موقع مل جاتا وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتے اور آئندہ کے خطرات پر موجودہ خطرے کو مقدم رکھتے اور اگر ان کی جانیں اس عرصہ میں محفوظ تھیں تو صرف اس لیے کہ ان لوگوں کو جلدی کی کوئی ضرورت نہ معلوم ہوتی تھی۔ یعنی ان لوگوں کو جو باغی تھے جلدی کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی اور بہانہ کی تلاش تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ اس دن حضرت عثمانؓ پہ حملہ کریں۔

لیکن وہ وقت بھی آخر آ گیا جبکہ زیادہ انتظار کرنا ناممکن ہو گیا کیونکہ حضرت عثمانؓ کا دل کو ہلا دینے والا وہ پیغام جو آپؓ نے حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں کو بھیجا تھا حجاج کے مجمع میں سنا دیا گیا اور وادی مکہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی آواز سے گونج رہی تھی۔ اور حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ حج کے بعد جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہ رہیں گے اور مصری مفسدوں اور ان کے ساتھیوں کا قلع قمع کر کے چھوڑیں گے۔ مفسدوں کے جاسوسوں نے انہیں اس ارادے کی اطلاع دے دی اور اب ان مفسدوں کے کیمپ میں سخت گھبراہٹ کے آثار تھے۔ حتیٰ کہ ان میں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ اب اس شخص کے قتل کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اگر اسے ہم نے قتل نہ کیا تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمارے قتل میں اب کوئی شبہ نہیں۔ اس گھبراہٹ کو

اس خبر نے اَور بھی دوبالا کر دیا کہ شام اور کوفہ اور بصرہ میں بھی حضرت عثمانؓ کے خطوط پہنچ گئے ہیں اور وہاں کے لوگ جو پہلے سے ہی حضرت عثمانؓ کے احکام کے منتظر تھے ان خطوط کے پہنچنے پر اَور بھی جوش سے بھر گئے ہیں اور صحابہؓ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے مسجدوں اور مجلسوں میں تمام مسلمانوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلا کر ان مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جس نے آج جہاد نہ کیا اس نے گویا کچھ بھی نہ کیا۔ کوفہ میں عُقبہ بن عمرو، عبداللہ بن ابی اَوْفٰی اور حَنْظَلَہ بن رَبِیع التَّمِیْمِی اور دیگر صحابہ کرامؓ نے لوگوں کو اہل مدینہ کی مدد کے لیے ابھارا ہے تو بصرہ میں عمران بن حُصَین، انس بن مالک، ہشام بن عامر اور دیگر صحابہ نے۔ شام میں اگر عُبَادَہ بن صامت، ابوامامہ اور دیگر صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کی آواز پر لبیک کہنے پر لوگوں کو اکسایا ہے تو مصر میں خارجہ اور دیگر لوگوں نے اور سب ملکوں سے فوجیں اکٹھی ہو کر مدینہ کی طرف بڑھتی چلی آتی ہیں۔ غرض ان خبروں سے باغیوں کی گھبراہٹ اَور بھی بڑھ گئی۔ **آخر حضرت عثمانؓ کے گھر پر حملہ کر کے بزور اندر داخل ہونا** چاہا۔ صحابہؓ نے مقابلہ کیا اور آپس میں سخت جنگ ہوئی۔ گو صحابہ کم تھے مگر ان کی ایمانی غیرت ان کی کمی کی تعداد کو پورا کر رہی تھی۔ جس جگہ لڑائی ہوئی یعنی حضرت عثمانؓ کے گھر کے سامنے وہاں جگہ بھی تنگ تھی اس لیے بھی مفسد اپنی کثرت سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حضرت عثمانؓ کو جب اس لڑائی کا علم ہوا تو آپؓ نے صحابہ کو لڑنے سے منع کیا مگر وہ اس وقت حضرت عثمانؓ کو اکیلا چھوڑ دینا ایمانداری کے خلاف اور اطاعت کے حکم کے متضاد خیال کرتے تھے اور باوجود حضرت عثمانؓ کے اللہ کی قسم دینے کے انہوں نے لَوٹنے سے انکار کر دیا۔

آخر حضرت عثمانؓ نے ڈھال ہاتھ میں پکڑی اور باہر تشریف لائے اور صحابہ کو اپنے مکان کے اندر لے گئے اور دروازے بند کرا دیے اور آپؓ نے سب صحابہؓ اور ان کے مددگاروں کو وصیت کی کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دنیا اس لیے نہیں دی کہ تم اس کی طرف جھک جاؤ بلکہ اس لیے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت کے سامان جمع کرو۔ یہ دنیا تو فنا ہو جائے گی اور آخرت ہی باقی رہے گی۔ پس چاہیے کہ فانی چیز تم کو غافل نہ کرے۔ باقی رہنے والی چیز کو فانی ہو جانے والی چیز پر مقدم کرو اور خدا تعالیٰ کی ملاقات کو یاد رکھو اور جماعت کو پراگندہ نہ ہونے دو اور اس نعمتِ الٰہی کو مت بھولو کہ تم ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے تھے اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو نجات دے کر بھائی بھائی بنا دیا۔ اس کے بعد آپؓ نے سب کو رخصت کیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ تم سب اب گھر سے باہر جاؤ اور ان صحابہ کو بھی بلواؤ جن کو مجھ تک آنے نہیں دیا تھا خصوصاً حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کو۔ یہ لوگ باہر آ گئے اور دوسرے صحابہ کو بھی بلوایا گیا۔ اس وقت کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور ایسی افسردگی چھا رہی تھی کہ باغی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ وقتی طور پر ایسے حالات پیدا ہو گئے۔ جب آپ نے کہا کہ باہر جاؤ، یہ لوگ نکلے تو باغیوں نے حملہ نہیں کیا لیکن بہرحال یہ باہر گئے اور بڑے صحابہ کو اکٹھا کیا اور کیوں نہ ہو تا سب دیکھ رہے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلائی ہوئی ایک شمع اب اس دنیا کی عمر کو پوری کر کے اس دنیا کے لوگوں کی نظر سے اوجھل ہونے والی ہے۔

غرض باغیوں نے زیادہ تعارض نہ کیا اور سب صحابہؓ جمع ہوئے۔ انہوں نے بھی کچھ نہیں کہا۔ صحابہ کو جمع

ہونے دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؓ گھر کی دیوار پر چڑھے اور فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ جب سب قریب ہو گئے تو فرمایا کہ اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔ اس پر صحابہ بھی اور مجلس کی ہیبت سے متاثر ہو کر باغی بھی بیٹھ گئے۔ جب سب بیٹھ گئے **تو آپؓ نے فرمایا کہ اہلِ مدینہ! مَیں تم کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں** کہ وہ میرے بعد تمہارے لیے خلافت کا کوئی بہتر انتظام فرما دے۔ آج کے بعد اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ میرے متعلق کوئی فیصلہ فرما دے، میں باہر نہیں نکلوں گا اور مَیں کسی کو کوئی ایسا اختیار نہیں دے جاؤں گا کہ جس کے ذریعہ سے دین یا دنیا میں وہ تم پر حکومت کرے اور اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دوں گا کہ وہ جسے چاہے اپنے کام کے لیے پسند کرے۔ اس کے بعد صحابہ اور دیگر اہل مدینہ کو قسم دی کہ وہ آپؓ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ عظیم میں نہ ڈالیں اور اپنے گھروں کو چلے جاویں۔ آپؓ کے اس حکم نے صحابہ میں ایک بہت بڑا اختلاف پیدا کر دیا۔ ایسا اختلاف کہ جس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ صحابہ ماننے کے سوا اَور کچھ جانتے ہی نہ تھے مگر آج اس حکم کے ماننے میں ان میں سے بعض کو اطاعت نہیں، غداری کی بُو نظر آتی تھی کہ ہم نے مانا تو یہ اطاعت نہیں ہے غداری ہے۔ بعض صحابہ نے اطاعت کے پہلو کو مقدم سمجھ کر بادلِ نخواستہ آئندہ کے لیے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا اور غالباً انہوں نے سمجھا کہ ہمارا کام صرف اطاعت ہے۔ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم دیکھیں کہ اس حکم پر عمل کرنے کے کیا نتائج ہوں گے۔ مگر بعض صحابہ نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بیشک خلیفہ کی اطاعت فرض ہے مگر جب خلیفہ یہ حکم دے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ خلافت سے وابستگی چھوڑ دو۔ پس یہ اطاعت درحقیقت بغاوت پیدا کرتی ہے۔ اور وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کا ان کو گھروں کو واپس کرنا ان کی جانوں کی حفاظت کے لیے تھا یعنی صحابہ کی جانوں کی حفاظت کے لیے تھا تو پھر کیا وہ ایسے محبت کرنے والے وجود کو خطرے میں چھوڑ کر اپنے گھروں میں جا سکتے تھے کہ حضرت عثمانؓ تو ان کی محبت کی خاطر ان کی جانوں کو ضائع ہونے سے بچا رہے ہیں اور وہ حضرت عثمانؓ کو چھوڑ دیں یہ ممکن نہیں تھا۔ اس مؤخر الذکر گروہ میں سب اکابر صحابہ شامل تھے۔ چنانچہ باوجود اس حکم کے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے لڑکوں نے اپنے اپنے والد کے حکم کے ماتحت حضرت عثمانؓ کی ڈیوڑھی پر ہی ڈیرہ جمائے رکھا اور اپنی تلواروں کو میانوں میں نہ داخل کیا۔

باغیوں کی گھبراہٹ اور جوش کی کوئی حد باقی نہ رہی جبکہ حج سے فارغ ہو کر آنے والے لوگوں میں سے اکّے دکّے مدینہ میں داخل ہونے لگے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ اب ہماری قسمت کے فیصلہ کا وقت بہت نزدیک ہے۔ چنانچہ مُغِیرہ بن الْاَخْنَس سب سے پہلے شخص تھے جو حج کے بعد ثواب جہاد کے لیے مدینہ میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ ہی یہ خبر باغیوں کو ملی کہ اہلِ بصرہ کا لشکر جو مسلمانوں کی امداد کے لیے آ رہا ہے صِرَارْ مقام پر جو مدینہ سے صرف ایک دن کے فاصلے پر ہے آ پہنچا ہے۔ ان خبروں سے متاثر ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو اپنے مدعا کو جلد پورا کیا جائے اور چونکہ وہ صحابہ اور ان کے ساتھی، جنہوں نے باوجود حضرت عثمانؓ کے منع کرنے کے حضرت عثمانؓ کی حفاظت نہ چھوڑی تھی اور صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ہم آپ کو باوجود ہاتھوں میں طاقت مقابلہ ہونے کے چھوڑ دیں تو خدا تعالیٰ کو کیا منہ دکھلائیں گے بوجہ اپنی قلت تعداد اب مکان کے اندر کی طرف سے حفاظت کرتے تھے اور

دروازہ تک پہنچنا باغیوں کے لیے مشکل نہ تھا۔ انہوں نے دروازے کے سامنے لکڑیوں کے انبار جمع کر کے آگ لگا دی تا کہ دروازہ جل جائے اور اندر پہنچنے کا رستہ مل جاوے۔ صحابہؓ نے اس بات کو دیکھا تو اندر بیٹھنا مناسب نہ سمجھا۔ تلواریں پکڑ کر باہر نکلنا چاہا مگر حضرت عثمانؓ نے اس بات سے روکا اور فرمایا گھر کو آگ لگانے کے بعد اَور کون سی بات رہ گئی ہے۔ اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ تم لوگ اپنی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالو اور اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ ان لوگوں کو صرف میری ذات سے عداوت ہے مگر جلد یہ لوگ اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے۔ مَیں ہر ایک شخص کو جس پر میری اطاعت فرض ہے اس کے فرض سے سبکدوش کرتا ہوں اور اپنا حق معاف کرتا ہوں۔ مگر صحابہؓ نے اور دیگر لوگوں نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور تلواریں پکڑ کر باہر نکلے۔ ان کے باہر نکلتے وقت حضرت ابوہریرہؓ بھی آ گئے اور باوجود اس کے کہ وہ فوجی آدمی نہ تھے وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے اور فرمایا کہ آج کے دن کی لڑائی سے بہتر اَور کون سی لڑائی ہو سکتی ہے اور پھر باغیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا:

يٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ (المومن:42)

یعنی اے میری قوم! کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔

یہ لڑائی ایک خاص لڑائی تھی اور مٹھی بھر صحابہؓ جو اس وقت جمع ہو سکے انہوں نے اس لشکر عظیم کا مقابلہ جان توڑ کر کیا۔ حضرت امام حسنؓ جو نہایت صلح جُو بلکہ صلح کے شہزادے تھے انہوں نے بھی اس دن رَجز پڑھ پڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ ان کا اور محمد بن طَلْحہ کا اس دن کا رَجز خاص طور پر قابل ذکر ہے کیونکہ ان سے ان کے دلی خیالات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت امام حسنؓ یہ شعر پڑھ کر باغیوں پر حملہ کرتے تھے کہ

لَا دِيْنُهُمْ دِيْنِيْ وَلَا اَنَا مِنْهُمُ
حَتّٰى اَسِيْرَ اِلٰى طَمَارِ شَمَامِ

یعنی ان لوگوں کا دین میرا دین نہیں اور نہ ان لوگوں سے میرا کوئی تعلق ہے اور میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں گا کہ شَمام پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ جاؤں۔ (شَمام عرب کا ایک پہاڑ ہے جس کو بلندی پر پہنچنے اور مقصد کے حصول سے مشابہت دیتے ہیں۔) بہرحال حضرت امام حسنؓ کا یہ مطلب ہے کہ جب تک مَیں اپنے مدعا کو نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک مَیں برابر ان سے لڑتا رہوں گا اور ان سے صلح نہ کروں گا کیونکہ ہم میں کوئی معمولی اختلاف نہیں کہ بغیر ان پر فتح پانے کے ہم ان سے تعلق قائم کر لیں۔ یہ تو وہ خیالات ہیں جو اس شہزادہ صلح کے دل میں موجزن تھے۔ اب ہم طلحہ کے لڑکے محمد کا رَجز لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

اَنَا ابْنُ مَنْ حَامٰى عَلَيْهِ بِاُحُدٍ
وَرَدَّ اَحْزَابًا عَلٰى رَغْمِ مَعَدٍّ

یعنی میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اُحد کے دن کی تھی اور جس نے باوجود اس کے کہ عربوں نے سارا زور لگایا تھا ان کو شکست دے دی تھی۔ یعنی آج بھی اُحد کی طرح کا ایک واقعہ ہے

اور جس طرح میرے والد نے اپنے ہاتھ کو تیروں سے چھلنی کروالیا تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آنچ نہ آنے دی تھی میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی اس لڑائی میں شریک ہوئے اور بری طرح زخمی ہوئے۔ مروان بھی سخت زخمی ہوا اور موت تک پہنچ کر لَوٹا۔ مغیرہ بن الاخنس مارے گئے۔ جس شخص نے ان کو مارا تھا اس نے دیکھ کر کہ آپ زخمی ہی نہیں ہوئے بلکہ مارے گئے ہیں زور سے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ سردارِ لشکر نے اسے ڈانٹا کہ اس خوشی کے موقع پر افسوس کا اظہار کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ آج رات میں نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مُغِیرہ کے قاتل کو دوزخ کی خبر دو۔

پس یہ معلوم کر کے کہ میں ہی اس کا قاتل ہوں مجھے اس کا صدمہ ہونا لازمی تھا۔ مذکورہ بالا لوگوں کے سوا اور لوگ بھی زخمی ہوئے اور مارے گئے اور حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے والی جماعت اَور بھی کم ہو گئی لیکن اگر باغیوں نے باوجود آسمانی اِنذار کے اپنی ضد نہ چھوڑی اور خدا تعالیٰ کی محبوب جماعت کا مقابلہ جاری رکھا تو دوسری طرف مخلصین نے بھی اپنے ایمان کا اعلیٰ نمونہ دکھانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ باوجود اس کے کہ اکثر محافظ مارے گئے یا زخمی ہو گئے پھر بھی ایک قلیل گروہ برابر دروازے کی حفاظت کرتا رہا۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 314 تا 327)

بہرحال اس کا تسلسل ابھی آگے بھی چلے گا۔ آئندہ جمعہ پہ پیش کروں گا۔ ان شاء اللہ۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے دوبارہ دعا کی درخواست ہے، الجزائر کے لیے بھی، وہاں بھی دوبارہ کیس کھل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے لیے آسانیاں پیدا کرے اور مخالفین کی سختیوں کو اللہ تعالیٰ جلد دور فرمائے۔ آسانیاں پیدا فرمائے۔

اب نمازوں کے بعد میں کچھ جنازے بھی ادا کروں گا۔ ان کا ذکر بھی یہاں کر دیتا ہوں۔ جنازہ غائب ہوں گے۔

پہلا ذکر مکرم مولوی محمد نجیب خان صاحب نائب ناظر دعوت الی اللہ جنوبی ہند قادیان کا ہے جو ماسٹر وی ایم محمد صاحب مرحوم آف جماعتِ احمدیہ کاکناڈ ضلع ارناکلم کیرالہ کے بیٹے تھے۔ 14/ فروری کو ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے شامل ہیں اور تینوں بیٹے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ ایک بیٹا جامعہ احمدیہ میں پڑھ رہا ہے۔ مرحوم پیدائشی احمدی نہیں تھے بلکہ سترہ سال کی عمر میں مرحوم کو اپنے والد کے ذریعہ جماعت احمدیہ کا تعارف ہوا تھا جس پر آپ جماعتی لٹریچر اور کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا مطالعہ کرنے لگے اور ایک دن اپنے والد صاحب سے دریافت کیا کہ ایک بچہ کتنی عمر میں از خود فیصلے لے سکتا ہے جس پر مرحوم کے والد صاحب نے کہا کہ انسان سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے فیصلے لے سکتا ہے۔ اس پر مرحوم نے مولانا محمد علوی صاحب کے ذریعہ بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ بیعت کے حوالے سے مولانا علوی صاحب اپنی ایک خواب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کی طرف کئی ستارے آ رہے ہیں جن میں سے ایک چھوٹا ستارہ بڑی تیزی سے آ رہا ہے تو علوی صاحب اس چھوٹے ستارے سے مراد مولوی محمد نجیب خان صاحب مرحوم کو لیا کرتے تھے۔ بہرحال آپ اپنے گھر میں سب سے پہلے

بیعت کرنے والے تھے۔ ان کے والد گو جماعت کو جانتے تھے لیکن احمدی نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں مرحوم کی کوششوں سے ہی والدہ، بھائیوں اور والد نے بیعت کی۔ بیعت کے بعد مرحوم نے ایک خواب کی بنا پر جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور بطور واقف زندگی سلسلہ کی خدمت کا فیصلہ کر لیا۔ پھر وہاں سے فراغت کے بعد ہندوستان میں ان کی تقرری ہوئی۔ انہوں نے پہلے چندی گڑھ میں، پھر مختلف جگہوں پہ مبلغ کے طور پر کام کیا۔ پھر ان کو مَیں نے نائب ناظر دعوت الی اللہ مقرر کیا۔ اسی طرح نائب انچارج شعبہ نور الاسلام میں انہوں نے کام کیا جو وہاں تبلیغ کا کام بڑی اچھی طرح کر رہا ہے۔

آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ تہجد گزار، خلافت سے سچی وابستگی رکھنے والے، وفاداری اور سچی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ ہر کام خلوص کے ساتھ نہایت سنجیدگی اور سلیقے سے بروقت ادا کرتے تھے۔ ان کی فطرت میں شامل تھا کہ کام کو بڑی سنجیدگی سے کریں اور بروقت کریں۔ عبادت کی طرف خاص توجہ تھی۔ گھر والوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتے تھے۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی خاص حصہ لیتے تھے۔

شیر از صاحب شعبہ نور الاسلام کے انچارج لکھتے ہیں کہ باقاعدگی کے ساتھ یہ بیت الدعا میں آ کے دعا کرتے تھے۔ بہت شریف النفس تھے۔ دین کی بے لوث خدمت کا جذبہ رکھتے تھے۔ خلیفۂ وقت کی تربیتی اور تبلیغی ٹارگٹس کو پورا کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ جماعتی کتب کے ملیالم زبان میں تراجم اور ترجمہ شدہ کتب کے ریویو اور چیکنگ کی بھی ان کو توفیق ملی۔ ناظر نشر و اشاعت قادیان نے مرحوم کی ان خدمات کے حوالے سے لکھا ہے کہ مرحوم کو کتاب الوصیت، تجلیات الٰہیہ، عرفان الٰہی، قاعدہ یسرنا القرآن اور میرے خطبات بابت تحریک وقفِ نو کا ملیالم زبان میں ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ اسی طرح تفسیر صغیر کے ملیالم ترجمہ کی ری پرنٹنگ کے وقت اس کی چیکنگ کی بھی ان کو توفیق ملی۔ ان کی ایک کتاب نصاب تعلیم تین حصص بزبان ملیالم میں بھی ہے۔ 2013ء سے 16ء تک ان کو صدر ریویو کمیٹی صوبہ کیرالہ خدمت کی توفیق ملی۔ امیر ضلع ارناکلم صوبہ کیرالہ ابو بکر صاحب کہتے ہیں کہ ان کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا ترجمہ کر کے لوگوں تک پہنچانے کا ایک جوش تھا۔ کمزور ایمان والوں کو استقامت کے معیار تک پہنچانے اور ان کی ثابت قدمی کے لیے بھی ہمیشہ کوشش کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ ہے، ذکر ہے نذیر احمد خادم صاحب کا جو چودھری احمد دین صاحب چٹھہ کے بیٹے تھے اور منیر بسمل صاحب ایڈیشنل ناظر اشاعت کے بڑے بھائی تھے۔ 6/ فروری کو یہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے دادا چودھری شاہ دین صاحب کے ذریعہ سے ان کے خاندان میں احمدیت آئی تھی۔ نذیر خادم صاحب نے کالج کے زمانہ سے ہی خدمتِ دین کا آغاز کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تحریر و تقریر میں خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جوانی سے لے کر زندگی کے آخری وقت تک تقریر و تحریر اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ خدمتِ دین اور تبلیغِ دین میں لگے رہے۔ خدام الاحمدیہ ربوہ میں معاون صدر رہے۔ پھر معتمد کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ پھر نائب امیر ضلع بہاولنگر بھی رہے۔ نائب قائد عمومی مجلس انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ دارالقضاء ربوہ کے قاضی بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی، ان کے

بچوں کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم الحاج ڈاکٹر نانا مصطفیٰ اوٹی بوائٹنگ صاحب کا ہے جو الحاجی چوچو کے نام سے گھانا میں معروف تھے۔ 17/ جنوری کو ستر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

عیسائی گھرانے میں یہ پیدا ہوئے تھے۔ 1979ء میں ان کو قبول احمدیت کی توفیق ملی اور آپ نے اپنی عملی زندگی ایک ڈرائیور کے طور پر شروع کی۔ آپ کو امیر عبدالوہاب آدم صاحب کے ساتھ لمبا عرصہ بطور ڈرائیور خدمت کا موقع ملا۔ برطانیہ اور پھر گھانا میں جماعت کے پریس میں خدمت کرنے کا بھی موقع ملا۔ کچھ عرصہ جاپان میں بھی رہے جہاں آپ کو اپنی جماعت کا لوکل پریذیڈنٹ بھی بنا دیا گیا۔ میں بھی جب وہاں تھا تو اس وقت میں نے دیکھا ہے یہ بڑے ہنس مکھ اور ہر وقت دینی کام میں مصروف رہنے والے شخص تھے۔

باوجود اس کے کہ کوئی پوزیشن نہیں تھی لیکن کوشش ہوتی تھی کہ ہر وقت ہر کام کے لیے حاضر رہیں۔ انہوں نے بعد میں پھر اپنا بزنس شروع کر دیا اور پھر ترقی کرتے کرتے گھانا کے معروف بزنس مینوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ اور چوچو انڈسٹری کے نام سے ان کی ایک فیکٹری بھی تھی۔ اس بزنس کی کامیابی کو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خلیفہ وقت کی دعاؤں اور قربانی کے جذبہ کی طرف منسوب کیا کرتے تھے۔ مالی قربانیاں بھی بہت کیں۔ بطور نیشنل سیکرٹری جائیداد گھانا گیارہ سال تک ان کو خدمت کا موقع ملا۔ ریجنل پریذیڈنٹ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کے پسماندگان میں تین بیویاں اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کا ایک بیٹا بھی تھا جو چند سال قبل وفات پا گیا تھا۔

مبارک احمد عادل صاحب مشنری کوفوریڈوا (Koforidua) کے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں دین اور انسانیت کی خدمت کے لیے وقت اور مال کی بے دریغ قربانی اور عاجزی بہت نمایاں تھی۔ نماز تہجد اور پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ چندہ جات کی باقاعدہ اور بروقت ادائیگی کرتے۔ آپ نے ایک مسجد کلیۃً اپنے خرچ سے بنوائی اور متعدد مساجد کی تعمیر میں نصف سے زائد خرچ ادا کیے۔ اسی طرح بعض مشن ہاؤسز کی تعمیر اور مرمت میں بھی بڑا حصہ لیا۔ جماعتی زمینوں پر جب کوئی قبضہ یا دیگر مسئلہ وغیرہ پیدا ہوتا تو قانونی چارہ جوئی کرنے کے لیے خود وکیل کر کے اس کی پیروی کرتے۔ تمام اخراجات اپنی جیب سے ادا کرتے، جماعت سے نہیں لیتے تھے۔ احمدیت کے پیغام کی تبلیغ کے لیے آپ کے دل میں ایک خاص جذبہ اور شوق تھا۔ والدین کو بھی آپ نے تبلیغ کر کے احمدیت میں داخل کیا۔ دس سال سے زائد عرصہ تک ایک ریڈیو اسٹیشن جو گھانا کی نصف آبادی تک سنا جاتا ہے اس میں اپنے خرچ پر نصف گھنٹے کا تبلیغی پروگرام کرواتے رہے جو اب بھی جاری ہے۔ پھر ان کا ایک ٹی وی چینل بھی تھا اس میں بھی اپنے خرچ پر تبلیغ کا روزانہ ایک اور ایک ہفتہ وار پروگرام کرواتے رہے اور ویڈیو پروگرام بھی ہوتا تھا۔ تبلیغ کے حوالے سے نشریات ہوتی تھیں۔ ان پروگراموں کے ذریعہ سے لاکھوں افراد تک جماعت کا پیغام پہنچا اور سینکڑوں کو قبول احمدیت کی توفیق بھی ملی۔ ایک گاڑی محض تبلیغی کاموں کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ تبلیغی و تربیتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں سہولت اور تیزی پیدا کرنے کی غرض سے آپ نے بعض معلمین

اور مربیان کو موٹر سائیکلیں اور بعض کو کاریں بھی لے کر دی تھیں۔ پوشیدہ طور پر ان کی مالی مدد کیا کرتے تھے اور افراد جماعت کو نصیحتاً کہا کرتے تھے کہ احمدیت کو اپنی ذاتی اور قیمتی پراپرٹی کی طرح محبوب اور عزیز جان کر اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت اور حفاظت کرنی چاہیے۔ تبلیغ کے لیے ہر قسم کی قربانی کیا کریں۔ اس سے اللہ تعالیٰ بھی آپ پر اپنے بے شمار فضل اور احسان کرے گا اور یہ خود اس کا نمونہ تھے۔ دوسروں کو جو نصائح کرتے اپنا عملی نمونہ بھی اس کے مطابق رکھنے کی کوشش کرتے۔ کوفوریڈوار یجن کا ہسپتال جو ریجن کا سب سے بڑا ہسپتال ہے اس کی بعض سڑکیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں، اندر مریضوں کے لیے بہت دقتیں پیش آتی تھیں تو اپنے خرچ پر نئے سرے سے انہوں نے وہ سڑک تعمیر کروائی اور افتتاح کے لیے ریجنل منسٹر اور سیاسی شخصیات، ڈاکٹرز، میڈیا وغیرہ سب وہاں آیا ہوا تھا وہ سب تقریباً غیر احمدی تھے یا عیسائی تھے۔ آپ نے اس موقع پر اپنا اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک احمدی مسلمان ہوں اور مسیح کی آمد ثانی مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان رکھتا ہوں۔ مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خلفاء نے ہی مجھے حقوق اللہ کی ادائیگی کے لیے انسانیت کی خدمت کرنا بھی سکھایا ہے جس کی وجہ سے بطور احمدی مسلمان مَیں انسانوں سے ہمدردی اور ان کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں نے ہسپتال میں یہ سڑک بنائی ہے۔ اڑتالیس سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم دوبارہ معلم جمال الدین صاحب کے ذریعہ سے پڑھا اور یسرنا القرآن بھی دوبارہ سیکھا تا کہ تلفظ صحیح ہو۔ پھر باقاعدہ ترجمہ کے ساتھ تلاوت کی عادت رکھی اور بہت غور کیا کرتے تھے۔ بہت سے بچوں کو آپ نے اڈاپٹ(adopt) کیا تھا۔ ان کی رہائش کے لیے اپنے گھر میں کمرے مہیا کیے ہوئے تھے۔ ان کی دینی و دنیاوی تعلیم کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ غرض کہ بے شمار نیکیاں کرنے والے یہ شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جو ذکر ہے وہ مکرم غلام نبی صاحب ابن فضل دین صاحب ربوہ کا ہے۔ یہ ضیاء الرحمٰن صاحب طیب مربی سلسلہ گابون(Gabon) کے والد تھے جو 2/ فروری کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ پیدائشی احمدی تھے۔ بینک کی ملازمت کیا کرتے تھے۔ وہاں سے ریٹائرڈ ہوئے تو پھر ڈسکہ میں آ کے آباد ہوئے۔ وہاں کے سیکرٹری مال رہے۔ نائب صدر بھی رہے۔ جنرل سیکرٹری بھی رہے۔ زعیم انصار اللہ بھی رہے۔ امام الصلوٰۃ کے طور پر خدمات انجام دیں۔ تہجد کے پابند، نمازیں کوشش کر کے مسجد میں ادا کرتے تھے۔ باقاعدہ باآواز بلند قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے انتہائی شفیق، ہمدرد، نرم دل اور صابر و شاکر انسان تھے۔ ضیاء الرحمٰن صاحب طیب جو گابون کے مربی سلسلہ ہیں جیسا کہ میں نے کہا ان کے والد تھے اور حالات کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے اور تدفین میں یہ مربی صاحب شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19/ تا 29/ مارچ 2021ء برائے یوم مصلح موعودؓ جلد 28 شمارہ 23 تا 25 صفحہ 11 تا 16)

11

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12 / مارچ 2021ء بمطابق 12 / امان 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی وفات سے یا جب فتنہ زوروں پر تھا اس سے تقریباً ایک سال پہلے آخری حج کیا۔ بہر حال ان کا جو آخری حج تھا اس وقت فتنہ پردازوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا اور حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حج سے واپسی پر حضرت معاویہ بھی حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ آئے۔ کچھ دن ٹھہر کر آپ واپس جانے لگے تو آپ نے حضرت عثمانؓ سے علیحدہ مل کر درخواست کی کہ فتنہ بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس کے متعلق کچھ عرض کروں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اول میرا مشورہ یہ ہے کہ آپؓ میرے ساتھ شام چلیں کیونکہ شام میں ہر طرح سے امن ہے اور کسی قسم کا فساد نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یکدم کسی قسم کا فساد اٹھے اور اس وقت کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو جواب دیا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کو کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا خواہ جسم کی دھجیاں اڑا دی جائیں۔ حضرت معاویہ نے کہا پھر دوسرا مشورہ یہ ہے کہ آپؓ مجھے اجازت دیں کہ میں ایک دستہ شامی فوج کا آپؓ کی حفاظت کے لیے بھیج دوں۔ ان لوگوں کی موجودگی میں کوئی شخص شرارت نہیں کر سکے گا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ نہ میں عثمان کی جان کی حفاظت کے لیے اس قدر بوجھ بیت المال پر ڈال سکتا ہوں اور نہ یہ پسند کرتا ہوں کہ مدینہ کے لوگوں کو فوج رکھ کر تنگی میں ڈالوں۔ اس پر حضرت معاویہ نے عرض کی کہ پھر تیسری تجویز یہ ہے کہ صحابہؓ کی موجودگی میں لوگوں کو جرأت ہے کہ اگر عثمانؓ نہ رہے تو ان میں سے کسی کو آگے کھڑا کر دیں گے۔ ان لوگوں کو مختلف ملکوں میں پھیلا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا ہے میں ان کو پراگندہ کر دوں، پھیلا دوں۔ اس پر معاویہ رو پڑے اور عرض کی کہ اگر ان تدابیر میں سے جو آپؓ کی حفاظت کے لیے میں نے پیش کی ہیں آپؓ کوئی بھی قبول نہیں کرتے تو اتنا تو کیجیے کہ لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ اگر میری جان کو کوئی نقصان پہنچا تو معاویہ کو میرے قصاص کا حق ہو گا۔ شاید لوگ اس سے خوف کھا کر شرارت سے باز رہیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ معاویہ! جو ہونا ہے ہو کر رہے گا، میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کی طبیعت سخت ہے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت معاویہ کو کہا کہ آپ کی طبیعت سخت ہے ایسا نہ ہو کہ آپ مسلمانوں پر سختی کریں۔

اس پر حضرت معاویہ روتے ہوئے آپ کے پاس سے اٹھے اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ اور باہر نکل کر صحابہؓ سے کہا۔ اسلام کا دارومدار آپ لوگوں پر ہے۔ حضرت عثمانؓ اب بالکل ضعیف ہو گئے ہیں اور فتنہ بڑھ رہا ہے۔ آپ لوگ ان کی نگہداشت رکھیں۔ یہ کہہ کر معاویہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 285-286)

حضرت عثمانؓ کا جو مضبوط عزم و ہمت تھا اس کے بارے میں بیان ہے، مجاہد نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر سے محاصرین کو جھانک کر فرمایا کہ اے میری قوم! مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میں حاکم وقت اور تمہارا مسلمان بھائی ہوں۔ بخدا میں نے ہمیشہ مقدور بھر اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے خواہ میرا موقف درست تھا یا مجھ سے کوئی خطا ہوئی۔ یاد رکھو اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تم لوگ کبھی بھی اکٹھے نماز نہ پڑھ سکو گے اور نہ ہی کبھی اکٹھے جہاد کر سکو گے اور نہ ہی اموالِ غنیمت کی تم میں منصفانہ تقسیم ہو سکے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب محاصرہ کرنے والوں نے انکار کیا تو آپؓ نے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگوں نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت جبکہ تم سب متحد تھے اور سب دین اور حق پر قائم تھے وہ دعا نہ کی تھی جو تم نے کی تھی یعنی خلافت کے بارے میں۔ پھر کیا اب تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعائیں قبول نہیں کیں یا پھر یہ کہنا چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اب دین کی کوئی پروا نہیں رہی یا پھر یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے اس چیز یعنی خلافت کو تلوار کے زور سے یا غاصبانہ قبضہ کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور مسلمانوں کے مشورے سے اسے حاصل نہیں کیا یا پھر تمہارا خیال ہے کہ میری خلافت کے ابتدائی زمانے میں اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وہ باتیں نہیں جانتا تھا جن کا اسے بعد میں پتہ چلا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ اس پر بھی جب محاصرین نے آپؓ کی بات نہ مانی تو آپؓ نے دعا کی کہ یا اللہ! تُو انہیں اچھی طرح گن لے اور ان سب کو چن چن کر مارنا اور ان سب میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس فتنہ میں جس جس نے بھی حصہ لیا اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 38، عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

ابو لیلیٰ کِنْدِی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا جبکہ آپ محصور تھے۔ آپؓ نے ایک روشن دان سے جھانک کر فرمایا اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو اور اگر میرا قصور ہے تو مجھے توبہ کا موقع دو۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر کبھی اکٹھے نماز نہیں پڑھ سکو گے اور کبھی بھی متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ نہ کر سکو گے اور ضرور تم آپس میں اختلاف کرو گے اور اس طرح تم الجھ کر رہ جاؤ گے۔ راوی کہتے ہیں آپؓ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر بتایا کہ ایسے۔ پھر آپؓ نے فرمایا:

وَ یٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ۔ (ھود:90)

اور اے میری قوم! میری دشمنی تمہیں ہرگز ایسی بات پر آمادہ نہ کرے کہ تمہیں بھی ویسی ہی مصیبت پہنچے جیسی نوح کی قوم کو اور ہود کی قوم کو اور صالح کی قوم کو پہنچی تھی اور لوط کی قوم بھی تم سے کچھ دور نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے آکر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو آپؓ نے یعنی حضرت عثمانؓ نے فرمایا لڑائی سے بچو۔ لڑائی سے بچو۔ کیونکہ یہ بات تمہارے حق میں بطور دلیل زیادہ مضبوط ہو گی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 39، عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو ہم دوسری مرتبہ اللہ کے انصار بننے کو تیار ہیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ نہیں، قتال ہرگز نہیں کرنا۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ یوم الدَار کو میں نے حضرت عثمانؓ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے امیر المومنینؓ! اب تو تلوار اٹھانا ہی مناسب ہے۔ آپؓ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ! کیا تم پسند کرو گے کہ تم تمام لوگوں کو اور مجھے بھی قتل کر دو۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر تم نے ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا سب لوگ قتل ہو گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں پھر واپس آ گیا۔ اس لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔ پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ آج ہی لڑنے کا موقع ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ میں نے محاصرہ کے روز حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ! ان لوگوں سے جنگ کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے لیے ان سے جنگ کرنا جائز قرار دیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! مَیں ان سے کبھی بھی جنگ نہیں کروں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس پر وہ لوگ آپؓ کے پاس گھر میں گھس آئے جبکہ آپؓ روزے سے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے گھر کے دروازے پر حضرت عبداللہ بن زبیر کو نگران مقرر فرمایا ہوا تھا۔ آپؓ نے فرمایا تھا کہ جو میری اطاعت کرنا چاہتا ہے وہ عبداللہ بن زبیر کی اطاعت کرے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیر المومنین! یقیناً آپ کے پاس گھر میں آپ کی حفاظت کے لیے ایک گروہ ہے جسے اللہ کی تائید و نصرت حاصل ہے اور وہ ان محاصرین کی نسبت تعداد میں کم ہیں۔ پس آپ مجھے باغیوں سے قتال کی اجازت دیں۔ تو آپؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں یا فرمایا میں تمہیں اللہ کے نام پر نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی آدمی میری خاطر اپنا خون نہ بہائے یا میری خاطر کسی اَور کا خون نہ بہائے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 39، عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قبل کے فتنہ اور آپؓ کے واقعہ شہادت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بیان فرمایا ہے وہ اس طرح ہے۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ چونکہ باغیوں کو بظاہر غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ انہوں نے آخری حیلے کے طور پر پھر ایک شخص کو حضرت عثمانؓ کی طرف بھیجا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خود دستبردار ہو جائیں گے تو مسلمانوں کو انہیں سزا دینے کا کوئی حق اور موقع نہ رہے گا یعنی باغیوں کو پھر سزا دینے کا موقع نہیں ملے گا۔ حضرت عثمانؓ کے پاس جو پیامبر پہنچا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے تو جاہلیت میں بھی بدیوں سے پرہیز کیا ہے اور اسلام میں بھی اس کے احکام کو نہیں توڑا۔ مَیں کیوں اور

کس جرم میں اس عہدے کو چھوڑ دوں جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے؟ میں تو اس قمیص کو کبھی نہیں اتاروں گا جو خدا تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے۔ وہ شخص یہ جواب سن کر واپس آ گیا اور اپنے ساتھیوں سے ان الفاظ میں آ کر مخاطب ہوا کہ خدا کی قسم! ہم سخت مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ خدا کی قسم! مسلمانوں کی گرفت سے عثمان کو قتل کرنے کے سوائے ہم بچ نہیں سکتے کیونکہ اس صورت میں حکومت تہ و بالا ہو جائے گی اور انتظام بگڑ جائے گا اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو گا اور اس کا قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں یعنی حل تو یہی ہے لیکن قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ اس شخص کے یہ فقرات نہ صرف ان لوگوں کی گھبراہٹ پر دلالت کرتے ہیں بلکہ اس امر پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ اس وقت تک بھی حضرت عثمانؓ نے کوئی ایسی بات پیدا نہ ہونے دی تھی جسے یہ لوگ بطور بہانہ استعمال کر سکیں اور ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کا قتل کسی صورت میں جائز نہیں۔

جب یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل کا منصوبہ کر رہے تھے تو حضرت عبد اللہ بن سلام جو بحالت کفر بھی اپنی قوم میں نہایت معزز تھے اور جن کو یہود اپنا سردار مانتے تھے اور عالم بے بدل جانتے تھے، تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو نصیحت کرنی شروع کی اور حضرت عثمانؓ کے قتل سے ان کو منع فرمایا کہ اے قوم! خدا کی تلوار کو اپنے اوپر نہ کھینچو۔ خدا کی قسم! اگر تم نے تلوار کھینچی تو پھر اسے میان میں کرنے کا موقع نہ ملے گا، پھر ہمیشہ مسلمانوں میں تلوار کھنچی رہے گی۔ ہمیشہ مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا ہی رہے گا۔ عقل کرو۔ آج تم پر حکومت صرف کوڑے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ عموماً حدود شریعہ میں کوڑے کی سزا دی جاتی ہے اور اگر تم نے اس شخص کو قتل کر دیا یعنی حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا تو حکومت کا کام بغیر تلوار کے نہ چلے گا۔ یعنی چھوٹے چھوٹے مجرموں کے جرموں پر بھی لوگوں کو قتل کیا جائے گا۔ یاد رکھو کہ اس وقت مدینہ کے محافظ ملائکہ ہیں۔ اگر تم اس کو قتل کر دو گے تو ملائکہ مدینہ کو چھوڑ جائیں گے۔ اس نصیحت سے ان لوگوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ عبد اللہ بن سلام صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھتکار دیا اور ان کو پہلے دین کا طعنہ دے کر کہا کہ اے یہودن کے بیٹے! تجھے ان کاموں سے کیا تعلق؟ افسوس کہ ان لوگوں کو یہ تو یاد رہا کہ عبد اللہ بن سلام یہودن کے بیٹے تھے لیکن یہ بھول گئے کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے ایمان لانے پر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر ایک مصیبت اور دکھ میں آپ شریک ہوئے اور اسی طرح یہ بھی بھول گیا کہ ان کا لیڈر اور ان کو ورغلانے والا حضرت علیؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی قرار دے کر حضرت عثمانؓ کے مقابلے پر کھڑا کرنے والا عبد اللہ بن سبا بھی یہودن کا بیٹا تھا بلکہ خود یہودی تھا اور صرف ظاہر میں اسلام کا اظہار کر رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام تو یہ باتیں سن کے ان لوگوں سے مایوس ہو کر چلے گئے اور ادھر ان لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ دروازے کی طرف سے جا کر حضرت عثمانؓ کو قتل کرنا مشکل ہے کیونکہ اس طرف تھوڑے بہت جو لوگ بھی روکنے والے موجود ہیں وہ مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں، یہ فیصلہ کیا کہ کسی ہمسائے کے گھر کی دیوار پھاند کر حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس ارادے سے چند لوگ ایک ہمسائے کی دیوار پھاند کر آپؓ کے کمرے میں گھس گئے۔ جب اندر گھسے تو حضرت عثمانؓ قرآن کریم پڑھ رہے

تھے اور جب سے کہ محاصرہ ہوا تھا رات اور دن آپؓ کا یہی شغل تھا کہ نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اس کے سوا اَور کسی کام کی طرف توجہ نہ کرتے اور ان دنوں میں صرف آپؓ نے ایک کام کیا اور وہ یہ کہ ان لوگوں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے آپؓ نے دو آدمیوں کو خزانے کی حفاظت کے لیے مقرر کیا کیونکہ جیسا کہ ثابت ہے اس دن رات کو رؤیا میں **رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو نظر آئے، حضرت عثمانؓ کو خواب میں نظر آئے اور فرمایا کہ عثمانؓ آج شام کو روزہ ہمارے ساتھ کھولنا۔** اس رؤیا سے آپؓ کو یقین ہو گیا تھا کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا۔ پس آپؓ نے اپنی ذمہ داری خیال کر کے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ خزانے کے دروازے پر کھڑے ہو کر پہرہ دیں تا کہ شور و شر میں کوئی شخص خزانے کو لُوٹنے کی کوشش نہ کرے۔ غرض جب یہ لوگ اندر پہنچے تو حضرت عثمانؓ کو قرآن کریم پڑھتے ہوئے پایا۔ ان حملہ آوروں میں محمد بن ابی بکر بھی تھے اور بوجہ اپنے اقتدار کے جو ان لوگوں پر ان کو حاصل تھا اپنا فرض سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا ناں کہ میں حضرت ابو بکر کا بیٹا ہوں تو مجھے فوقیت حاصل ہے۔ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہر ایک کام میں آگے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ لی اور زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے اس فعل پر صرف اس قدر فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر تیرا باپ یعنی حضرت ابو بکرؓ اس وقت ہوتا تو تُو کبھی ایسا نہ کرتا۔ تجھے کیا ہوا۔ تُو خدا کے لیے مجھ پر ناراض ہے۔ کیا اس کے سوا تجھے مجھ پر کوئی غصہ ہے کہ تجھ سے مَیں نے خدا کے حقوق ادا کروائے ہیں؟ مَیں یہی کہتا ہوں ناں کہ خدا کے حقوق ادا کرو۔ اس پر محمد بن ابی بکر شرمندہ ہو کر واپس لَوٹ گئے لیکن دوسرے شخص وہیں رہے اور چونکہ اس رات بصرہ کے لشکر کی مدینہ میں داخل ہونے کی یقینی خبر آچکی تھی اور یہ موقع ان لوگوں کے لیے آخری موقع تھا۔ ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ بغیر اپنا کام کیے واپس نہ لَوٹیں گے اور ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ایک لوہے کی سیخ حضرت عثمانؓ کے سر پر ماری اور پھر حضرت عثمانؓ کے سامنے جو قرآن کریم دھرا ہوا تھا اس کو لات مار کر پھینک دیا۔ قرآن کریم لڑھک کر حضرت عثمانؓ کے پاس آگیا اور آپؓ کے سر پر سے خون کے قطرات گر کر اس پر آپڑے۔ قرآن کریم کی بے ادبی تو کسی نے کیا کرنی ہے مگر ان لوگوں کے تقویٰ اور دیانت کا پردہ اس واقعہ سے اچھی طرح فاش ہو گیا۔ جس آیت پر آپؓ کا خون گرا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جو اپنے وقت پر جا کر اس شان سے پوری ہوئی کہ سخت دل سے سخت دل آدمی نے اس کے خونی حروف کی جھلک کو دیکھ کر خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ آیت یہ تھی:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (البقرۃ:138)

اللہ تعالیٰ ضرور ان سے تیرا بدلہ لے گا اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس کے بعد ایک اَور شخص سُودَان نامی آگے بڑھا اور اس نے تلوار سے آپؓ پر حملہ کرنا چاہا۔ پہلا وار کیا تو آپؓ نے اپنے ہاتھ سے اس کو روکا اور آپؓ کا ہاتھ کٹ گیا۔ اس پر آپؓ نے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم! یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے قرآن کریم لکھا تھا۔ اس کے بعد پھر اس نے دوسرا وار کر کے آپؓ کو قتل کرنا چاہا تو آپ کی بیوی نائلہ وہاں آگئیں اور اپنے آپ کو بیچ میں کھڑا کر دیا مگر اس شقی نے ایک عورت پر وار کرنے

سے بھی دریغ نہ کیا اور وار کر دیا جس سے آپؓ کی بیوی کی انگلیاں کٹ گئیں اور وہ علیحدہ ہو گئیں۔ پھر اس نے ایک وار حضرت عثمانؓ پر کیا اور آپؓ کو سخت زخمی کر دیا۔ اس کے بعد اس شقی نے یہ خیال کر کے کہ ابھی جان نہیں نکلی، شاید بچ جائیں اسی وقت جبکہ زخموں کے صدموں سے آپ بیہوش ہو چکے تھے اور شدت درد سے تڑپ رہے تھے آپؓ کا گلا پکڑ کر گھونٹنا شروع کیا اور اس وقت تک آپ کا گلا نہیں چھوڑا جب تک آپؓ کی روح جسمِ خاکی سے پرواز کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو لبیک کہتی ہوئی عالم بالا کو پرواز نہیں کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ پہلے حضرت عثمانؓ کی بیوی اس نظارے کی ہیبت سے متاثر ہو کر بول نہ سکیں لیکن آخر انہوں نے آواز دی اور وہ لوگ جو دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اندر کی طرف دوڑے مگر اب مدد فضول تھی، جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے ایک آزاد کردہ غلام نے سُودَان کے ہاتھ میں وہ خون آلود تلوار دیکھی جس نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا تو اس سے نہ رہا گیا اور اس نے آگے بڑھ کر اس شخص کا تلوار سے سر کاٹ دیا۔ اس پر اس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کر دیا۔

اب اسلامی حکومت کا تختِ خلیفہ سے خالی ہو گیا۔ اہل مدینہ نے مزید کوشش فضول سمجھی اور ہر ایک اپنے اپنے گھر جا کر بیٹھ گیا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو مار کر گھر پر دستِ تعدّی دراز کرنا شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ کی بیوی نے چاہا کہ اس جگہ سے ہٹ جاویں تو اس کے لَوٹتے وقت ان میں سے ایک کمبخت نے اپنے ساتھیوں سے ان کے متعلق نہایت غلیظ الفاظ میں تبصرہ کیا۔ بے شک ایک حیادار آدمی کے لیے خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو اس بات کو باور کرنا بھی مشکل ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت سابق قدیمی صحابی، آپؐ کے داماد، تمام اسلامی ممالک کے بادشاہ اور پھر خلیفۂ وقت کو یہ لوگ ابھی ابھی مار کر فارغ ہوئے تھے ایسے گندے خیالات کا ان لوگوں نے اظہار کیا ہو لیکن ان لوگوں کی بے حیائی ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ کسی قسم کی بداعمالی بھی ان سے بعید نہ تھی۔ یہ لوگ کسی نیک مدعا کو لے کر کھڑے نہیں ہوئے تھے نہ ان کی جماعت نیک آدمیوں کی جماعت تھی۔ ان میں سے بعض عبداللہ بن سبا یہودی کے فریب خوردہ اور اس کی عجیب و غریب مخالف اسلام تعلیموں کے دلدادہ تھے۔ کچھ حد سے بڑھی ہوئی سوشلزم بلکہ بولشویزم کے فریفتہ تھے۔ کچھ سزا یافتہ مجرم تھے جو اپنے دیرینہ بغض کو نکالنا چاہتے تھے۔ کچھ لٹیرے اور ڈاکو تھے جو اس فتنہ پر اپنی ترقیات کی راہ دیکھتے تھے۔ پس ان کی بے حیائی قابل تعجب نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اگر ایسی حرکات نہ کرتے تب تعجب کا مقام تھا۔ جب یہ لوگ لوٹ مار کر رہے تھے تو ایک اَور آزاد کردہ غلام سے حضرت عثمانؓ کے گھر والوں کی چیخ و پکار سن کر نہ رہا گیا اور اس نے حملہ کر کے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے پہلے غلام کو مارا تھا۔ اس پر ان لوگوں نے اسے بھی قتل کر دیا اور عورتوں کے جسم پر سے بھی زیور اتار لیے اور ہنسی ٹھٹھا کرتے ہوئے گھر سے نکل گئے۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 327 تا 331)

حضرت مصلح موعودؓ ان قاتلین کی بدتہذیبی کا مزید ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ خود انہوں نے کیا کیا! حضرت عثمانؓ کو شہید کیا اور جب خون میں تڑپ رہے تھے تو قاتل ان کی بیوی، حضرت عثمانؓ کی بیوی کے

متعلق بیہودہ بکواس کر رہے تھے، جسم کے بارے میں تبصرے کر رہے تھے۔ پھر اس سے بھی بدتر انہوں نے کام کیا یعنی حضرت عثمانؓ کی بیوی پر ہی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھے اور حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے متعلق بھی باتیں کیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کے میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بہت بڑا مرتبہ دیا ہے اور میں اس پر فخر کرتا ہوں لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ کاش میں اُس وقت ہوتا اور اب نہ ہوتا تو مَیں ان لوگوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ ان لوگوں کی انتہا کیا تھی؟ حضرت عائشہؓ کے بارے میں جیسا کہ مَیں نے کہا فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بے پردہ کیا اور دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو نوجوان ہے۔

(ماخوذ از رپورٹ مجلس مشاورت 11، 12 اپریل 1925ء صفحہ 32-33)

حضرت عائشہؓ پر بھی تبصرے سے باز نہیں آئے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان باتوں سے کبھی خائف نہیں ہوئے یعنی حضرت عثمانؓ اس بات سے کبھی خائف نہیں ہوئے کہ مجھ سے کیا سلوک ہو گا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جب باغیوں نے مدینہ پر قبضہ کر لیا تو وہ نماز سے پہلے تمام مسجد میں پھیل جاتے اور اہل مدینہ کو ایک دوسرے سے جدا جدا رکھتے تا وہ اکٹھے ہو کر ان کا مقابلہ نہ کر سکیں مگر باوجود اس شورش اور فتنہ انگیزی اور فساد کے حضرت عثمانؓ نماز پڑھنے کے لیے اکیلے مسجد میں تشریف لاتے اور ذرا بھی خوف محسوس نہ کرتے اور اس وقت تک برابر آتے رہے جب تک لوگوں نے آپ کو منع نہ کر دیا۔ جب فتنہ بہت بڑھ گیا اور حضرت عثمانؓ کے گھر پر مفسدوں نے حملہ کر دیا تو بجائے اس کے کہ آپ صحابہ کا اپنے مکان کے ارد گرد پہرہ لگواتے آپ نے انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ آپ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالیں اور اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ کیا شہادت سے ڈرنے والا آدمی بھی ایسا ہی کیا کرتا ہے اور وہ لوگوں سے کہا کرتا ہے کہ میری فکر نہ کرو بلکہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ کو شہادت سے کوئی خوف نہیں تھا۔ پھر اس بات کا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان واقعات سے کچھ بھی خائف نہیں تھے ایک اَور زبردست ثبوت یہ ہے جیسا کہ خطبہ کے شروع میں بیان ہوا تھا کہ اس فتنہ کے دوران میں ایک دفعہ حضرت معاویہ حج کے لیے آئے۔ جب وہ شام کو واپس جانے لگے تو مدینہ میں وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور عرض کیا کہ آپؓ میرے ساتھ شام چلیں وہاں آپ ان فتنوں سے محفوظ رہیں گے۔ آپؓ نے فرمایا کہ معاویہ مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں تو میں شامی سپاہیوں کا ایک لشکر آپ کی حفاظت کے لیے بھیج دیتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اپنی حفاظت کے لیے ایک لشکر رکھ کر مسلمانوں کے رزق میں کمی نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ امیر المومنین! لوگ آپ کو دھوکے سے قتل کر دیں گے یا ممکن ہے کہ آپؓ کے خلاف وہ برسرِ جنگ ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مجھے اس کی پروا نہیں۔ میرے لیے میرا خدا کافی ہے۔ آخر انہوں نے کہا اگر آپؓ اَور کچھ منظور نہیں کرتے تو اتنا کریں کہ شرارتی لوگوں کو بعض اکابر صحابہ کے متعلق گھمنڈ ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے بعد وہ کام سنبھال لیں گے۔ چنانچہ وہ ان کا نام لے لے کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آپ ان سب کو مدینہ سے

رخصت کر دیں اور بیرونی ملکوں میں پھیلا دیں۔ اس سے شریروں کے ارادے پست ہو جائیں گے اور وہ خیال کریں گے کہ آپؓ سے تعارض کر کے انہوں نے کیا لینا ہے جبکہ مدینہ میں کوئی اَور کام کو سنبھالنے والا ہی نہیں ہے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے یہ بات بھی نہ مانی، پہلے ذکر ہو چکا ہے، اور کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا ہے میں انہیں جلاوطن کر دوں۔ حضرت معاویہ یہ سن کر رو پڑے اور انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ اَور کچھ نہیں کرتے تو اتنا ہی اعلان کر دیں کہ میرے خون کا بدلہ معاویہ لے گا۔ آپؓ نے فرمایا معاویہ تمہاری طبیعت تیز ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مسلمانوں پر تم کہیں سختی نہ کرو۔ اس لیے میں یہ اعلان بھی نہیں کر سکتا۔ **اب کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ دل کے کمزور تھے مگر تم خود ہی بتاؤ کہ اس قسم کی جرأت کتنے لوگ دکھا سکتے ہیں؟ اور کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے کہا جا سکتا ہے** کہ ان کے دل میں کچھ بھی خوف تھا یعنی حضرت عثمانؓ کے دل میں کوئی خوف تھا۔ اگر خوف ہوتا تو وہ کہتے کہ تم اپنی فوج کا ایک دستہ میری حفاظت کے لیے بھجوا دو۔ انہیں تنخواہ مَیں دلا دوں گا اور اگر خوف ہوتا تو آپ اعلان کر دیتے اگر مجھ پر کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ سن لے کہ میرا بدلہ معاویہ لے گا مگر آپؓ نے سوائے اس کے کوئی جواب نہ دیا کہ معاویہ تمہاری طبیعت تیز ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر مَیں نے تم کو یہ اختیار دے دیا تو تم مسلمانوں پر سختی کرو گے۔

پھر جب آخر میں دشمنوں نے دیوار پھاند کر آپ پر حملہ کیا تو بغیر کسی ڈر اور خوف کے اظہار کے آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ کا ایک بیٹا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے، آگے بڑھا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی پکڑ کے اسے زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کی طرف آنکھ اٹھائی اور فرمایا میرے بھائی کے بیٹے! اگر تیرا باپ اس وقت ہوتا تو تُو کبھی ایسا نہ کرتا۔ یہ سنتے ہی اس کا سر سے لے کر پیر تک جسم کانپ گیا اور شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گیا۔ اس کے بعد ایک اَور شخص آگے بڑھا اور اس نے ایک لوہے کی سیخ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے حضرت عثمانؓ کے سر پہ ماری اور آگے قرآن جو پڑا ہوا تھا اس کو پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ الگ پھینک دیا۔ وہ ہٹا تو ایک اَور شخص آگے آیا اور اس نے تلوار سے آپ کو شہید کر دیا۔ ان واقعات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان واقعات سے خائف تھے۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 536-537)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور اسی رنگ میں آئے جس رنگ میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور دوسرے انبیاء مبعوث ہوئے تھے اور آپؑ کے بعد بھی اسی رنگ میں سلسلۂ خلافت شروع ہوا جس طرح پہلے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوا۔ اگر ہم عقل کے ساتھ دیکھیں اور اس کی حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ یہ ایک عظیم الشان سلسلہ ہے۔ یعنی خلافت کا سلسلہ ایک عظیم الشان سلسلہ ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر دس ہزار نسلیں بھی اس کے قیام کے لیے قربان کر دی جائیں تو کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ میں دوسروں کے متعلق تو نہیں جانتا مگر کم از کم اپنے متعلق جانتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی تاریخ پڑھنے کے بعد جب میں حضرت عثمانؓ پر پڑی

ہوئی مصیبتوں پر نظر کرتا ہوں اور دوسری طرف اس نور اور روحانیت کو دیکھتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ان میں پیدا کی تو میں کہتا ہوں کہ اگر دنیا میں میری دس ہزار نسلیں پیدا ہونے والی ہوتیں اور وہ ساری کی ساری ایک ساعت میں جمع کر کے قربان کر دی جاتیں تا وہ فتنہ ٹل سکتا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جُوں دے کر ہاتھی خریدنے کا سودا ہے یعنی بہت چھوٹی سی چیز دے کر، جُوں تو ایک بڑا معمولی سا کیڑا ہے وہ دے کے ہاتھی خریدنے کے سودے سے بھی یہ سستا ہے۔ درحقیقت ہمیں کسی چیز کی قیمت کا پتہ پیچھے لگتا ہے۔

(ماخوذ از نبوت اور خلافت اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو جاتی ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 246)

بعد میں پتہ لگتا ہے کہ اصل قیمت کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد پتہ لگا کہ خلافت کی اہمیت کیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے لیے حضرت عثمانؓ پر پڑی اور آپ اکابر صحابہؓ کے مشورہ سے اس کام کے لیے منتخب کیے گئے۔ آپؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آپؐ سے بیاہی گئیں اور جب دوسری لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر میری کوئی اَور بیٹی ہوتی تو میں اُسے بھی حضرت عثمانؓ سے بیاہ دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں آپ کو خاص قدر و منزلت حاصل تھی۔ آپ اہلِ مکہ کی نظر میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتے اور اس وقت ملکِ عرب کے حالات کے مطابق مالدار آدمی تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام اختیار کرنے کے بعد جن خاص خاص لوگوں کو تبلیغ اسلام کے لیے منتخب کیا ان میں ایک حضرت عثمانؓ بھی تھے اور آپؓ پر حضرت ابو بکرؓ کا گمان غلط نہیں گیا بلکہ تھوڑے دنوں کی تبلیغ سے ہی آپ نے "حضرت عثمانؓ نے "اسلام قبول کر لیا اور اس طرح اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں یعنی اسلام میں داخل ہونے والے اس پیشرو گروہ میں شامل ہوئے جن کی قرآن کریم نہایت قابل رشک الفاظ میں تعریف فرماتا ہے۔ عرب میں انہیں جس قدر عزت و توقیر حاصل تھی اس کا کسی قدر پتہ اس واقعہ سے لگ سکتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رؤیا کی بنا پر مکہ تشریف لائے اور اہل مکہ نے بغض و کینہ سے اندھے ہو کر آپؐ کو عمرہ کرنے کی اجازت نہ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا کہ کسی خاص معتبر شخص کو اہل مکہ کے پاس اس امر پر گفتگو کرنے کے لیے بھیجا جاوے اور حضرت عمرؓ کا اس کے لیے انتخاب کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! میں تو جانے کو تیار ہوں مگر مکہ میں اگر کوئی شخص ان سے گفتگو کر سکتا ہے تو وہ حضرت عثمانؓ ہے کیونکہ وہ ان لوگوں کی نظر میں خاص عزت رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص گیا تو اس پر کامیابی کی اتنی امید نہیں ہو سکتی جتنی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ہے۔ اور آپؐ کی اس بات کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی درست تصور کیا اور انہی کو اس کام کے لیے بھیجا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کفار میں بھی خاص عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کا بہت احترام فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپؐ اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے

تب بھی آپؓ اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ تشریف لائے تو آپؓ نے جھٹ اپنے کپڑے سمیٹ کر درست کر لیے اور فرمایا حضرت عثمانؓ کی طبیعت میں حیا بہت ہے۔ اس لیے میں اس کے احساسات کا خیال کر کے ایسا کرتا ہوں۔ آپؓ ان شاذ آدمیوں میں سے ایک ہیں "یعنی حضرت عثمانؓ ان شاذ آدمیوں میں سے ایک ہیں" جنہوں نے اسلام کے قبول کرنے سے پہلے بھی کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا اور زنا کے نزدیک نہیں گئے اور یہ ایسی خوبیاں ہیں جو عرب کے ملک میں جہاں شراب کا پینا فخر اور زنا ایک روزمرہ کا شغل سمجھا جاتا تھا اسلام سے پہلے چند گنتی کے آدمیوں سے زیادہ لوگوں میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ غرض آپؓ کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق آپؓ میں پائے جاتے تھے۔ دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے آپؓ نہایت ممتاز تھے۔ اسلام میں سبقت رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ پر نہایت خوش تھے اور حضرت عمرؓ نے آپ کو ان چھ آدمیوں میں سے ایک قرار دیا ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک آپؓ کی اعلیٰ درجہ کی خوشنودی کو حاصل کیے رہے اور پھر آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک فرد ہیں یعنی ان دس آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 251 تا 253)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ سترہ یا اٹھارہ ذوالحجہ 35/ ہجری کو جمعہ کے دن شہید کیے گئے۔ ابو عثمان نَہْدِی کے مطابق حضرت عثمانؓ کی شہادت ایام تشریق کے وسط میں ہوئی یعنی بارہ ذوالحجہ کو جبکہ ابن اسحاق کے مطابق حضرت عثمانؓ کا واقعہ شہادت حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت کے گیارہ سال گیارہ ماہ اور بائیس دن کے بعد ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچیس سال بعد ہوا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء3 صفحہ159، عثمان بن عفان، دارالکتب العلمیة بیروت2002ء)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بروز جمعہ 18/ ذوالحجہ 36/ ہجری میں نماز عصر کے بعد بیاسی سال کی عمر میں شہادت پائی۔ آپؓ شہادت کے وقت روزے سے تھے۔ ابُو مَعْشَر کے نزدیک شہادت کے وقت آپ کی عمر 75 سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ43 ذکر عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

حضرت عثمانؓ کی تجہیز و تکفین کے بارے میں بیان ہے کہ نِیَار بن مُکْرَم نے کہا کہ ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان حضرت عثمانؓ کی میت کو ہم چار اشخاص نے اٹھایا یعنی مَیں اور جُبَیر بن مُطْعِمؓ اور حکیم بن حِزَام اور ابو جُہَم بن حُذَیفہ۔ حضرت جُبَیر بن مُطْعِمؓ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ معاویہ نے اس بات کی تصدیق کی۔ یہی چار آپؓ کی قبر میں اترے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جُبَیر بن مُطْعِمؓ نے سولہ افراد کے ہمراہ حضرت عثمانؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ علامہ ابن سعد کا قول ہے کہ پہلی روایت زیادہ درست ہے یعنی چار آدمیوں والی جس میں ذکر ہے کہ چار افراد نے آپؓ کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ43 ذکر عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

عبداللہ بن عمرو بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کو ہفتے کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان حَشِّ کَوْکَبْ میں دفن کیا گیا۔ ربیع بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کی یہ آرزو تھی کہ وہ اپنے مُردوں کو حَشِّ کَوْکَبْ میں دفن کیا کریں۔ حش چھوٹے باغ کو کہتے ہیں اور کوکب ایک انصاری کا نام تھا جس کا یہ باغ تھا۔ یہ جنت البقیع کے بالکل قریب ہی ایک جگہ تھی۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک مرد صالح وفات پائے گا اور اسے وہاں دفن کیا جائے گا یعنی حَشِّ کَوْکَبْ میں دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی پیروی کریں گے۔ مالِک بن ابُوعامِر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ پہلے شخص تھے جو وہاں دفن کیے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحہ42-43ذکر عثمان بن عفان، داراحیاء التراث العربی بیروت،1996ء) (الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 5 صفحہ 468 کوکب، دارالکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

حضرت عثمانؓ کی تدفین کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ مفسدین اور باغیوں نے تین روز تک آپؓ کی تدفین نہیں ہونے دی۔ چنانچہ تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ ابوبشیر عَابِدِی نے بیان کیا کہ حضرت عثمانؓ کی نعش تین دن تک بے گور و کفن رہی اور ان کی تدفین نہ ہونے دی گئی۔ پھر حضرت حکیم بن حِزامؓ اور حضرت جُبَیر بن مُطْعِمؓ نے حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کی تدفین کی بابت بات کی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے اہل سے ان کی تدفین کی اجازت طلب کریں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ایسا کیا اور انہوں نے حضرت علیؓ کو اجازت دے دی۔ جب ان لوگوں نے یعنی مفسدین نے یہ بات سنی تو وہ پتھر لے کر راستے میں بیٹھ گئے اور حضرت عثمانؓ کے جنازے کے ساتھ ان کے اہل میں سے چند لوگ ساتھ نکلے۔ وہ لوگ مدینہ میں ایک احاطے میں جانا چاہتے تھے جسے حَشِّ کَوْکَبْ کہتے تھے۔ یہود وہاں اپنے مردے دفن کیا کرتے تھے۔

جب حضرت عثمانؓ کا جنازہ باہر آیا تو ان لوگوں نے آپؓ کی چارپائی پر پتھر مارے اور آپ کو گرانے کی کوشش کی۔ جب یہ بات حضرت علیؓ تک پہنچی تو انہوں نے ان لوگوں کی طرف پیغام بھجوایا اور کہا کہ وہ ایسا کرنے سے باز آجائیں۔ اس پر وہ لوگ باز آ گئے۔ جنازہ چلا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کو حش کوکب میں دفن کر دیا گیا۔ جب امیر معاویہ لوگوں پر غالب آ گئے تو انہوں نے حکم دیا کہ اس احاطے کی دیوار کو گرا دیا جائے یہاں تک کہ وہ بقیع یعنی قبرستان جو تھا اس میں شامل ہو جائے اور انہوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے وفات یافتگان کو حضرت عثمانؓ کی قبر کے ارد گرد دفن کریں یہاں تک کہ وہ احاطہ مسلمانوں کی قبروں کے ساتھ جا ملا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ687 ذکر الخبر عن الموضع الذی دفن فیه عثمان..... دار الکتب العلمیة بیروت 1987ء)

بعض کتب تاریخ میں یہ بھی بیان ہے کہ اس جگہ کو حضرت عثمانؓ نے خود خرید کر جنت البقیع میں شامل کر دیا تھا۔

(اسدالغابہ فی معرفة الصحابہ جلد 3صفحہ 586 عثمان بن عفان، دارالکتب العلمیة بیروت 2003ء)

بہرحال ابھی شاید کچھ ذکر مزید چلے گا۔ تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ۔

اس وقت میں، آج کچھ جنازے بھی پڑھانے ہیں۔ ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔ **پہلا ذکر مولوی محمد ادریس** تیرو صاحب مبلغ سلسلہ آئیوری کوسٹ کا ہے جو 27، 28/ فروری کی درمیانی شب مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۔ آپ آئیوری کوسٹ کے شہری تھے اور ابتدائی تعلیم کے بعد یہ برکینا فاسو چلے گئے۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔ ساٹھ کی دہائی میں انہوں نے قبول احمدیت کیا۔ 1983ء میں اپنی دلی خوشی کے ساتھ پاکستان گئے جہاں جامعہ احمدیہ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آئیوری کوسٹ میں بطور مبلغ خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔ گھانا اور پھر برکینا فاسو میں خدمت بجالانے کے بعد ستمبر 2007ء سے دوبارہ آئیوری کوسٹ میں خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

پاکستان جانے کا واقعہ بھی جو انہوں نے بیان کیا وہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ ان کے پاس جو جمع پونجی تھی انہوں نے اس سے جہاز کا ٹکٹ خریدا اور پاکستان پہنچ کر کسی کو اطلاع نہیں کی۔ نہ جماعت آئیوری کوسٹ کو اطلاع نہ پاکستان میں کسی کو اطلاع۔ وہاں پہنچے۔ ایئرپورٹ سے باہر نکلے۔ بڑے فکر مند تھے تو دیکھا کہ ایک شخص ہے۔ اس کے پاس گئے بلکہ وہ شخص خود ہی ان کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کہاں جانا ہے؟ انگلش ان کو آتی نہیں تھی۔ اردو بھی نہیں آتی تھی۔ عربی کے ایک آدھ فقرے میں بات ہوئی تو بہرحال پھر وہ احمدیہ ہال میں لے آیا تو اس شخص نے بتایا کہ میری بیوی نے رات خواب دیکھی تھی کہ ایک غیر ملکی مہمان آرہا ہے اور آپ اس کو لے کر آئے ہیں۔ وہ کہتے تھے اس وجہ سے میں ایئرپورٹ آگیا تھا اور جب میں نے دیکھا کہ جہاز پر سے صرف آپ ہی اترے ہیں اور پریشان باہر کھڑے ہیں تو میں سمجھا یہی وہ مہمان ہے جو میری بیوی کو خواب میں نظر آیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کا انتظام کر دیا اور اس واقعہ کو بڑا سناتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مَیں دعا سارے رستے میں بھی کرتا رہا اور اس وقت بھی اور دعا کا یہ معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا انتظام کر دیا اور ایک رات پہلے اس احمدی شخص کی بیوی کو بھی کراچی میں خواب دکھا دی کہ میں آرہا ہوں۔ اس طرح ان کا انتظام ہو گیا اور پھر وہ احمدیہ ہال پہنچے۔ اس کے بعد ربوہ پہنچے۔ بہرحال بڑے نیک دعا گو بزرگ تھے۔

قیوم پاشا صاحب جو مشنری انچارج آئیوری کوسٹ ہیں کہتے ہیں کہ برکینا فاسو میں بھی ہم نے تین سال اکٹھے کام کیا پھر آئیوری کوسٹ میں بھی اکٹھے کام کا موقع ملا۔ جماعت سے اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ محبت رکھنے والے تھے۔ بہت فدائی تھے۔ عبادت گزار تھے۔ سخی دل انسان تھے۔ لوگوں کی بہت مدد کرتے تھے۔ بچوں کو اپنے گھر میں رکھ کر ان کی تعلیم اور دوسرے اخراجات اٹھائے۔ دین کی تبلیغ میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ مہمان نوازی بھی ان کا خاص شیوہ، ان کی پہچان تھی۔ تبلیغ کرنے کا انداز بھی بہت اچھا تھا اور بہت علم بھی تھا۔ لوگ ان کا انداز پسند کرتے تھے۔ جہاں تبلیغ کے لیے بیٹھتے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے۔ تہجد گزار، سچی خوابیں دیکھنے والے شخص تھے۔ بے نفس وجود تھے۔

صدیق جیالو صاحب معلم آئیوری کوسٹ ہیں کہتے ہیں مولوی ادریس تیرو صاحب جماعت اور خلافت کے دیوانے تھے جو ہر وقت جماعت کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار رہتے تھے۔ میں نے آئیوری کوسٹ میں ان سے زیادہ جماعت سے محبت کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ آپ کی نیشنیلٹی کیا ہے تو جواب دیا کرتے تھے نہ میں افریقن ہوں نہ میں یورپین ہوں۔ نہ کوئی اَور میری نیشنیلٹی۔ میری پہچان میری قوم احمدیت

ہے۔ آئیوری کوسٹ کے اولین احمدیوں میں سے تھے۔

باسط صاحب مبلغ آئیوری کوسٹ لکھتے ہیں۔ ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے اور کہا کرتے تھے کہ میں نے جو بھی فیض پایا خلافت کی بدولت ہی پایا۔ علمی لحاظ سے بھی بہت بلند پایہ انسان تھے۔ جُولا (Jula) جو ان کی مادری زبان تھی اس کے علاوہ فرنچ، عربی، اردو پر بھی کافی عبور حاصل تھا۔ علم کلام کے ماہر اور مناظر تھے۔ وہابی علماء کے ساتھ مناظرے کیا کرتے تھے۔ ایک احمدی بھائی عبداللہ صاحب نے سان پیدرو (San Pedro) میں ہونے والے ایک مناظرے کا واقعہ سنایا کہ وہابیوں کی مسجد میں پہنچے اور مناظرے کے لیے طے ہوا کہ صرف قرآن کریم سے دلائل دیے جائیں گے۔ صبح آٹھ سے لے کے شام چھ بجے تک مسلسل مناظرہ جاری رہا جس کے دوران صرف نماز کا وقفہ کیا گیا۔ اس دوران مولوی صاحب نے ایسے دلائل مخالف مولوی صاحب کو دیے جس کا وہ کوئی ردّ پیش نہ کر سکا اور اپنی شکست تسلیم کی اور احمدیت کو اس مناظرے میں فتح نصیب ہوئی۔ پھر لکھتے ہیں کہ ان کی حیثیت لائبریری جیسی تھی۔ تبلیغ کے لیے میدان میں آپ کو حوالہ جات زبانی یاد ہوتے تھے۔ پھر وہ چاہے اردو میں ہوں یا عربی میں یا فرنچ میں، کسی زبان میں بھی حوالہ ہو فوراً سنا دیا کرتے تھے۔ دعا کو ہمیشہ اپنا حربہ بناتے تھے اور سب کو دعا کرنے کی نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔

ان کی ایک بیوی اور چار بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی نظام سے تعلق میں فعال کرے اور ان کی خواہشات کے مطابق ان کو نظام کا حصہ بنائے۔ کچھ اتنا زیادہ تعلق نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

دوسرا جو جنازہ ہے وہ مکرمہ امینہ نائیگا کائرے (Kaire) صاحبہ کا ہے جو محمد علی کائرے صاحب امیر و مشنری انچارج یوگنڈا کی اہلیہ تھیں۔ 20/ فروری کو وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ایک عاجز، تعلیم یافتہ اور بہادر خاتون تھیں۔ کائرے صاحب نے بتایا کہ میرے کامیاب مربی ہونے کی ایک خاص وجہ میری اہلیہ ہیں۔ یوگنڈن ہیں لیکن بہت اخلاص اور وفا رکھنے والی۔ کہتے ہیں جب ہماری شادی ہوئی تو ان کی عمر انیس سال تھی۔ آپ کو قرآن کریم پڑھنا نہیں آتا تھا مگر چونکہ آپ کو اس کے لیے جوش اور لگن تھی اس لیے آپ نے قرآن کریم پڑھنا سیکھ لیا اور اس کے مطالب پر غور کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ مختلف حیثیتوں سے جماعت کی خدمت کرنے کی ان کو توفیق ملی اور تبلیغ کا ان کو بڑا شوق تھا۔ 2005ء میں ان کو صدر لجنہ مقرر کیا گیا۔ ایک دو مرتبہ ان کو جیل بھی ہوئی کسی غلط قسم کے جرم میں۔ مطلب ان کی غلطی نہیں تھی ظالمانہ طور پر ان کو جیل بھی جانا پڑا۔ تربیت کے معاملے میں ایک نمونہ تھیں۔ آپ بڑی بہادری سے غیر از جماعت کے اعتراضات کے جواب دیتی تھیں۔ آپ کی بیٹی بتاتی ہیں کہ آپ ہر حالت میں خواہ صحت مند ہوں یا بیمار ہمیشہ نماز کی پابند رہتی تھیں۔ ہر سال ماہ رمضان میں اعتکاف بیٹھتی تھیں۔ ذاتی اعتراضات کو برداشت کرتی تھیں مگر مذہب کے بارے میں کچھ برداشت نہ کرتی تھیں۔ آپ کو پولیٹیکل فورم پر مختلف لیول پر بھی کام کرنے کی توفیق ملی۔ مرحومہ موصیہ تھیں پسماندگان میں میاں کے علاوہ چھ بچے شامل ہیں جن میں سے دو بیٹے مشنری ہیں۔

اگلا ذکر مکرم لِوِی قزق صاحب شام کا ہے۔ 10 / دسمبر کو اڑتالیس سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم کے خاندان میں احمدیت 1928ء میں آئی جب حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب دمشق سے حَیفا تشریف لے گئے تھے۔ حَیفا کے پہلے احمدی مکرم رُشدِی باکیر بُسطِی صاحب کی تبلیغ سے مرحوم کے پڑدادا علی صالح قزق صاحب اور ان کے بھائی محمد قزق صاحب (والدہ قزق صاحب سابق صدر جماعت اردن) نے مع فیملی بیعت کی۔ بعد میں اسرائیل کے قیام پر ان کا خاندان دمشق ہجرت کر گیا۔ مرحوم بہت مخلص احمدی تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، چندوں میں باقاعدہ، خلافت سے محبت کرنے والے، جماعتی خدمت میں پیش پیش رہنے والے، باوجود غربت کے دوسروں کی مالی مدد کرنے والے تھے اور ہمدرد اور نیک انسان تھے۔ مرحوم نے دو بیویاں اور تین کمسن بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ دو بیٹیاں وقف نو میں شامل ہیں۔

وسیم محمد صاحب صدر جماعت ان کی خدمات میں بیان کرتے ہیں کہ سیریا کے حالات ایسے تھے کہ جب بھی کہا جاتا تھا خاص طور پر مریضوں اور زخمیوں کو ہسپتال پہنچانا ہوتا تھا تو ان حالات میں بے دھڑک ہو کے یہ کام کیا کرتے تھے۔ اسی طرح مجالس عاملہ کے ممبران کو دوروں پہ لے جانا۔ کار ان کو لے دی تھی۔ اس کے ساتھ یہ کام کرتے تھے۔ جب کام ہوتا فوراً پہنچ جاتے۔ بڑی بشاشت سے خدمات پیش کرتے اور دلی جوش سے یہ سارے کام سرانجام دیتے۔ چندے بڑی پابندی سے ادا کرتے جو آخری سال میں بہت بڑھ گئے تھے۔ احمدیوں کی مالی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ مرحوم نے اپنی سادگی، کم گوئی، اخلاص اور خدمت خلق اور حسنِ نیت کی وجہ سے سب پر نیک اثر چھوڑا ہے۔

مرحوم کی اہلیہ خدیجہ علی صاحبہ کہتی ہیں۔ میرے میاں اللہ کے فضل سے بہت مخلص احمدی تھے۔ جماعت سے بہت محبت کرنے والے تھے۔ لوگوں کی مدد کرنا انہیں بہت اچھا لگتا تھا۔ گھر کے کاموں میں میرا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اپنی بیٹیوں سے بہت محبت کرتے اور ان کی نیک تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر دیر تک جماعت کے بارے میں باتیں کیا کرتے۔ اللہ کے فضل سے آپ نے اپنی زندگی کا آخری سال بھی جماعت کی خدمت میں گزارا اور اس بات سے بہت خوش تھے۔

ان کے خالہ زاد بھائی اکرم سلمان صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اور ان کے بھائی نے ان کے ذریعہ سے بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں ہم بیعت سے پہلے بھی مرحوم کے اعلیٰ اخلاق کے گواہ ہیں۔ خود ان کے اپنے مالی حالات بہت اچھے نہ تھے۔ پھر بھی وہ غریب رشتہ داروں کی مدد کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں جس بات نے مجھے بہت متاثر کیا وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ بہت اچھی ملازمت ان کو مل گئی جس سے ان کے سارے قرض اتر گئے۔ یہ کزن کہتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے بجائے مال جمع کرنے کے میری غریب خالاؤں کی ایک بڑی رقم ادا کی اور کہا کرتے تھے کہ جب میری صحت اچھی ہے اور میرے پہ کوئی قرض نہیں تو میں امیر ہوں اور میں ضرورت سے زیادہ مال محتاجوں پر خرچ کرنا چاہتا ہوں اور چاہیے۔ کہتے ہیں یہ بات میرے لیے بڑی حیرت انگیز تھی کیونکہ میں نے زندگی بھر ایسی قناعت اور مالی قربانی کی ایسی طاقت کسی میں نہیں دیکھی۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں بھائیوں کی بیعت کے

بعد ہماری تعلیم اور تربیت اور خلافت کے ساتھ جوڑنے کے لیے بڑی محنت کی۔ ہمیں برکات خلافت سے متمتع ہونے کے مؤثر واقعات سناتے تھے جس سے ہمارے دلوں میں خلافت کی محبت پیدا ہوئی۔ ان کے بھائی معتز قزق صاحب جو جامعہ کینیڈا کے استاد ہیں لکھتے ہیں کہ میرے مرحوم بھائی بہت مخلص اور خلافت سے محبت کرنے والے تھے۔ اگرچہ ہمارے اجداد احمدی تھے مگر ہمیں احمدیت کا کوئی علم نہ تھا۔ میرے بھائی اپنے دادا خضر قزق صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے حلب شہر سے دمشق گئے جہاں ان کی ملاقات احمدی احباب سے ہوئی اور جماعت کے بارے میں تبادلہ خیال ہوا۔ واپس آنے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سجدوں میں بہت زیادہ رونے لگ گئے ہیں۔ اس یکا یک تبدیلی پر مَیں بہت حیران ہوا۔ اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے مجھے بھی جماعت کا تعارف کرایا۔ پھر کہتے ہیں میں نے تحقیق کی۔ پہلے تو نام کے احمدی تھے پھر باقاعدہ تحقیق کی کہ جماعت کی تعلیم کیا ہے اور ایک رؤیا دیکھنے کے بعد میں نے دوبارہ بیعت کر لی۔ میری بیعت میں میرے بھائی کی نیک تبدیلی کا بڑا کردار تھا۔ دوبارہ سے مراد ہے کہ ایک تو پہلے خاندانی طور پر، رسمی طور پر تو احمدی چلتے آرہے تھے لیکن عملاً احمدی نہیں تھے اس لیے دوبارہ سمجھ کے بیعت کی۔ مرحوم کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا۔ خلیفۂ وقت کے لیے بہت دعائیں کرتے تھے۔ نظام وصیت میں شامل تھے۔ مرحوم کو اپنی وفات کے قریب ہونے کا احساس ہو گیا تھا جس کا ذکر انہوں نے وفات سے چند روز قبل اپنی والدہ صاحبہ اور اپنی بیویوں سے کر دیا تھا۔

اگلا جنازہ جو ہے وہ مکرمہ فرحت نسیم صاحبہ ربوہ کا ہے جو مکرم محمد ابراہیم صاحب حنیف جو ماسٹر سارچوری صاحب کہلاتے تھے ان کی اہلیہ تھیں۔ 26/ دسمبر کو 86 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ کے والد حضرت میاں علم دین صاحبؓ اور دادا حضرت میاں قطب الدین صاحبؓ لودھی ننگل ضلع گورداسپور کے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں شامل تھے۔

آپ بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، صابرہ اور شاکرہ، دعا گو، سادہ مزاج، غریب پرور، خلافت سے والہانہ عقیدت رکھنے والی نیک مخلص خاتون تھیں۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ متعدد بار مختلف تحریکات میں اپنا زیور پیش کرنے کی بھی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں اور متعدد نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں شامل ہیں۔ ان کے دو نواسے مربی سلسلہ بھی ہیں ایک بیٹے بھی مربی سلسلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان سب مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان سب کے درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02/ اپریل 2021ء جلد 28 شمارہ 27 صفحہ 05 تا 10)

12

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 19 / مارچ 2021ء بمطابق 19 / امان 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد کے واقعات:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ ان کی شہادت کے بعد کے واقعات، شہادت کے بعد کے ایام کے بارے میں **حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کچھ مختصر سا تحریر کیا ہے۔** آپؓ لکھتے ہیں کہ اب مدینہ انہی لوگوں کے قبضہ میں رہ گیا اور ان ایام میں ان لوگوں نے جو حرکات کیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو شہید تو کر چکے تھے۔ ان کی نعش کے دفن کرنے پر بھی ان کو اعتراض ہوا اور تین دن تک آپ کو دفن نہ کیا جا سکا۔ آخر صحابہ کی ایک جماعت نے ہمت کر کے رات کے وقت آپؓ کو دفن کیا۔ ان لوگوں کے راستوں میں بھی انہوں نے روکیں ڈالیں لیکن بعض لوگوں نے سختی سے مقابلہ کرنے کی دھمکی دی تو دب گئے۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 333)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئیاں فرمائی تھیں۔ ان کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے پر پہرہ دینے کا حکم فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اندر آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر ایک اَور شخص آیا اور اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر ایک اَور شخص آیا اور اجازت مانگی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا اسے آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تاہم ایک بڑی مصیبت اسے پہنچے گی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب عثمان بن عفان..... حدیث 3695)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد پر چڑھے جبکہ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے۔ احد پہاڑ ہلنے لگا تو آپؐ نے فرمایا احد ٹھہر جا۔

راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے اس پر اپنا پاؤں بھی مارا اور فرمایا تم پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب عثمان بن عفان..... حدیث3699)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں حالت مظلومیت میں مارا جائے گا۔ یہ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب قولهم كنا نقول ابوبكروعمروعثمان حديث نمبر 3708)

حضرت عثمانؓ نے جو ترکہ چھوڑا تھا اس کے بارے میں جو ذکر ملتا ہے وہ یہ ہے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز حضرت عثمانؓ شہید کیے گئے اس روز آپؓ کے خزانچی کے پاس آپ کے تین کروڑ پانچ لاکھ درہم اور ڈیڑھ لاکھ دینار پڑے تھے۔ وہ سب لُوٹ لیے گئے۔ نیز آپؓ نے رَبَذَہ مقام پر ایک ہزار اونٹ چھوڑے ہوئے تھے۔ رَبَذَہ حجاز کے رستہ میں مدینہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ایک بستی ہے۔ اسی طرح بَرَادِیس اور خیبر اور وادی القریٰ میں دو لاکھ دینار کے صدقات چھوڑے جن سے آپ صدقہ دیا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحه42، عثمان بن عفان، داراحياء التراث العربی بيروت، 1996ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 130 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

پہلے یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ میں امیر آدمی تھا اور اب میرے پاس صرف دو اونٹ ہیں جو حج کے لیے میں نے رکھے ہوئے ہیں۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 294)

ہو سکتا ہے کہ جو بات کی جا رہی ہے یہ اس وقت کی ہو جب قومی خزانے میں اس قدر مال ہو جو راوی نے حضرت عثمانؓ کی ذات کی طرف منسوب کر دیا ہے اور یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے ذاتی بھی ہوں تو اپنی ذات پر اب خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ صدقات اور قومی ضروریات پر ہی خرچ کیا کرتے تھے۔

بہر حال ایک روایت ہے جو میں نے بیان کی۔ اس سے پہلے ان کے اپنے حوالے سے بھی ایک روایت بیان ہو چکی ہے اور خزانے کی حفاظت کے لیے جو آدمی مقرر کیے تھے ان خزانچیوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قومی خزانہ تھا جس کی حفاظت کے لیے آپؓ نے مقرر کیا تھا۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 329)

صحابہ **حضرت عثمانؓ کے واقعہ شہادت کے بارے میں جو بیان کرتے ہیں وہ اس طرح ہے۔ حضرت علیؓ** سے پوچھا گیا کہ آپؓ ہمیں حضرت عثمانؓ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپؓ نے فرمایا وہ تو ایسا شخص تھا جو ملأ اعلیٰ میں بھی ذوالنورین کہلاتا تھا۔

(الاصابه فی تمییز الصحابه جزء 4 صفحه378، عثمان بن عفان، دارالکتب العلمیة بیروت، 2005ء)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ ذوالنّورین تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت عثمانؓ ہم میں سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا: ان لوگوں نے آپؓ کو قتل کر دیا حالانکہ آپؓ ان سب

سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور ان سب سے زیادہ رب کا تقویٰ اختیار کرنے والے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جزء 4صفحہ378، عثمان بن عفان، دارالکتب العلمیۃبیروت، 2005ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے دامادوں کے حق میں جو دعا ہے اس کی بھی ایک روایت ملتی ہے۔ 'الاستیعاب' میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزّوجلّ سے یہ دعا مانگی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو آگ میں داخل نہ کرے جو میرا داماد ہو یا جس کا میں داماد ہوں۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزءالثالث صفحہ156، عثمان بن عفان،دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

حضرت عثمانؓ کے لباس اور حلیہ کے بارے میں محمود بن لَبِیْد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان ؓ کو ایک خچر پر اس حالت میں سوار دیکھا کہ آپؓ کے جسم پر دو زرد چادریں تھیں۔

حَکَمْ بن صَلْت بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے دیکھا جبکہ آپؓ پر سیاہ رنگ کی چادر تھی اور آپؓ نے مہندی کا خضاب لگایا ہوا تھا۔ سُلَیم ابوعامر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ پر ایک یمنی چادر دیکھی جس کی قیمت سو درہم تھی۔ محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو بن عبد اللہ، عُروہ بن خالد اور عبد الرحمٰن بن ابوزِنَاد سے حضرت عثمانؓ کے حلیہ وغیرہ کے بارے میں پوچھا۔ ان سب نے بغیر اختلاف کے کہا کہ آپؓ نہ پست قد تھے نہ ہی بہت لمبے۔ آپؓ کا چہرہ خوبصورت، جلد نرم، داڑھی گھنی اور لمبی، رنگ گندمی، جوڑ مضبوط، کندھے چوڑے، سر کے بال گھنے تھے۔ آپؓ داڑھی کو خضاب سے پیلا کرتے تھے۔ واقِد بن ابویاسر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے دانتوں کو سونے کی تار سے باندھا ہوا تھا۔ موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ آپؓ جمعہ کے روز باہر تشریف لاتے تو آپؓ پر دو زرد چادریں ہوتیں۔ پھر آپؓ منبر پر تشریف رکھتے اور مؤذن اذان دیتا۔ پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو ایک ٹیڑھی مٹھ والے عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے اور عصا ہاتھ میں لیے ہوئے خطبہ دیتے۔ پھر آپؓ منبر سے اترتے اور مؤذن اقامت کہتا۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر سوتے ہوئے دیکھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحہ32 تا 34، ذکر لباس عثمان،داراحیاء التراث العربی بیروت،1996ء)

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز حضرت عثمانؓ نے ایک عصا کا سہارا لیا ہوا تھا۔ آپؓ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ آپؓ پر دو زرد رنگ کے کپڑے ہوتے تھے ایک چادر اور ایک تہ بند یہاں تک کہ آپؓ منبر پر آتے اور اس پر بیٹھ جاتے۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائدالجزءالتاسع صفحہ57، کتاب المناقب باب صفتہ، حدیث نمبر14493، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی جس پر 'محمد رسول اللہ' لکھا ہوا تھا، کندہ تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کیا کرتے تھے۔ اس کے بارے میں روایت آتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ

بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ کی طرف خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ اگر اس خط پر کوئی مہر نہ لگی ہوئی ہو گی تو آپؐ کا خط نہیں پڑھیں گے۔ اس پر آپؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر یہ نقش تھا 'محمد رسول اللہ'۔ راوی کہتے ہیں گویا میں ابھی بھی انگوٹھی کی سفیدی کو آپؐ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب اتخاذ الخاتم.....حدیث5875)

وہ بات مجھے اتنی تازہ ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی آپؐ کے ہاتھ میں رہی۔ آپؐ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو ایک بار اَرِیس نامی کنویں پر آپؓ بیٹھے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؓ نے وہ انگوٹھی نکالی اور اس سے کھیلنے لگے۔ یعنی انگلی میں پھیرنے لگ گئے ہوں گے تو وہ گر گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کے ہمراہ تین روز تک اسے تلاش کیا اور کنویں کا سارا پانی بھی باہر نکالا لیکن وہ انگوٹھی نہ مل سکی۔

اس انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ نے اسے ڈھونڈ کر لانے والے کے لیے مال کثیر دینے کا اعلان کیا اور اس انگوٹھی کے گم ہونے کا آپ کو بہت زیادہ غم ہوا۔ جب آپؓ اس انگوٹھی کے ملنے سے، اس کی تلاش سے مایوس ہو گئے تو آپؓ نے ویسی ہی چاندی کی ایک اَور انگوٹھی بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ بالکل ویسی ہی ایک انگوٹھی تیار کی گئی جس کا نقش بھی 'محمد رسول اللہ' تھا۔ وہ انگوٹھی آپؓ نے اپنی وفات تک پہنے رکھی۔ آپؓ کی شہادت کے وقت وہ انگوٹھی کسی نامعلوم شخص نے لے لی۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب هَلْ يُجْعَلُ نَقْشُ الخَاتَمِ ثَلاَثَةَ أَسْطُرٍ حدیث 5879)

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ111-112 ثم دخلت سنة ثلاثین/ذکر الخبر عن سبب سقوط الخاتم..... دارالفکر بیروت 2002ء)

عشرہ مبشرہ میں بھی آپؓ شامل تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن اَخْنَسؓ سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں تھے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کا بے ادبی سے ذکر کیا۔ اس پر حضرت سعید بن زیدؓ کھڑے ہو گئے اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دس آدمی جنت میں جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ہوں گے۔ ابو بکرؓ جنت میں ہوں گے۔ عمرؓ جنت میں ہوں گے۔ عثمانؓ جنت میں ہوں گے۔ علیؓ جنت میں ہوں گے۔ طلحہؓ جنت میں ہوں گے۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ جنت میں ہوں گے۔ زبیر بن عوامؓ جنت میں ہوں گے۔ سعد بن مالکؓ جنت میں ہوں گے اور اگر میں چاہوں تو دسویں کا نام بھی لے سکتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا کہ دسواں کون ہے؟ حضرت سعید بن زیدؓ کچھ دیر خاموش رہے۔ اس پر لوگوں نے پھر پوچھا کہ دسواں کون ہے؟ تو انہوں نے کہا سعید بن زیدؓ یعنی میں خود ہوں۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی الخلفاء حدیث 4649)

پہلے بھی ایک جگہ پہ یہ روایت ان کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمانؓ کے ساتھ جنت میں رفاقت کے بارے میں آتا ہے۔

حضرت طلحہ بن عُبَید اللہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق یعنی جنت میں میرا ساتھی، رفیق عثمان ہو گا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب ورفیقی فی الجنة عثمان حدیث 3698)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک گھر میں مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ تھے جن میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص اپنے ہم کفو کے ہمراہ کھڑا ہو جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور فرمایا اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَ وَلِیِّ فِی الْاٰخِرَةِ کہ تم دنیا میں بھی میرے دوست ہو اور آخرت میں بھی میرے دوست ہو۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد الجزء التاسع صفحہ 66، کتاب المناقب باب موالاته حدیث نمبر 14528، دار الکتب العلمیة بیروت، 2001ء)

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام ابوسَہْلَہ بیان کرتے ہیں کہ یوم الدّار کو یعنی جس دن حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے آپؓ کے گھر میں محصور کر کے شہید کر دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس دن میں نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا اے امیر المومنینؓ! ان مفسدین سے لڑیں۔ حضرت عبد اللہؓ نے بھی آپؓ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ! ان مفسدین سے لڑیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں لڑائی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بات کا وعدہ کیا تھا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ وہ پورا ہو۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ لابن اثیر جلد 3 صفحہ 483-484، عثمان بن عفان، دار الفکر بیروت، 2003ء)

حضرت عثمانؓ کے غزوۂ بدر سے پیچھے رہنے، اُحد میں فرار اور بیعتِ رضوان میں شامل نہ ہونے کی بابت **اعتراض کیا جاتا ہے۔ یہ منافقین نے بھی آپؓ پہ اعتراض کیے تھے۔** عثمان بن مَوْهَبْ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ مصر سے ایک شخص حج کے لیے آیا تو اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ فتنہ پیدا کرنے کے لیے اس نے باتیں کیں۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ قریشی ہیں۔ اس نے پوچھا: ان میں یہ بوڑھا شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ہیں۔ اس نے کہا اے ابن عمرؓ! آپؓ سے ایک بات کے متعلق پوچھتا ہوں۔ آپؓ مجھے بتائیں کیا آپؓ کو علم ہے کہ حضرت عثمانؓ اُحد کے دن فرار ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کیا آپؓ جانتے ہیں کہ وہ جنگِ بدر سے غیر حاضر رہے اور اس میں شریک نہ ہوئے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کیا آپؓ جانتے ہیں کہ وہ بیعتِ رضوان سے بھی غیر حاضر تھے اور اس میں شریک نہیں تھے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر اس شخص نے تعجب سے کہا اللہ اکبر۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے کہا ادھر آؤ۔ تم نے اعتراض تو کیا ہے۔ مَیں تمہیں حقیقت حال کھول کر بتاتا ہوں۔ جنگِ اُحد کے دن جو اُن کا بھاگ جانا تھا تو مَیں یہ شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو معاف کر دیا تھا اور آپؓ سے مغفرت کا سلوک فرمایا تھا۔ اس وقت جب ایسی ہنگامی حالت تھی یہ مشہور ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کافروں نے شہید کر دیا ہے تو اس وقت پھر بہر حال ایسی حالت

تھی جو ایک وقتی اضطراب کے طور پہ آپؓ چلے گئے تھے۔ کہتے ہیں جہاں تک بدر سے حضرت عثمانؓ کا غائب رہنا ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی جو آپؓ کی بیوی تھیں وہ بیمار تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے فرمایا تھا کہ تم اپنی بیوی کے پاس ہی رہو۔ تمہارے لیے بدر میں شامل ہونے والوں کی مانند اجر اور مال غنیمت میں سے حصہ ہو گا۔ اور جہاں تک بیعتِ رضوان سے آپؓ کی غیر حاضری ہے تو یاد رکھو اگر وادیٔ مکہ میں حضرت عثمانؓ سے بڑھ کر کوئی اَور شخص معزز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کی جگہ اس شخص کو کفار کی طرف سفیر بنا کر بھیجتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور بیعتِ رضوان اس وقت ہوئی جب آپؓ مکہ والوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بیعتِ رضوان کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور آپؐ نے اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر زور سے رکھتے ہوئے فرمایا یہ عثمانؓ کے لیے ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ بیان فرمانے کے بعد اس شخص سے کہا۔ اب یہ باتیں اپنے ساتھ لے جاؤ اور یاد رکھنا یہ کوئی اعتراض کی باتیں نہیں ہیں۔ جاؤ۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب عثمان..... حدیث نمبر 3698)

یہ بخاری کی روایت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسجد نبویؐ کی توسیع ہوئی تھی۔ **اس میں بھی حضرت عثمانؓ کو** حصہ لینے کی توفیق ملی۔ ابو مَلِیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مدینہ کی توسیع کے لیے زمین کے ایک ٹکڑے کے مالک کو جو ایک انصاری تھا فرمایا: تمہارے لیے اس قطعہ کے بدلے جنت میں گھر ہو گا مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عثمانؓ آئے اور اس شخص سے کہا کہ تمہارے لیے اس قطعہ کے بدلے، اس ٹکڑا زمین کے بدلے مَیں دس ہزار درہم دیتا ہوں۔ آپؓ نے اس سے وہ قطعہ خرید لیا۔

پھر حضرت عثمانؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! آپؐ مجھ سے زمین کا یہ ٹکڑا خریدیں جو میں نے انصاری سے خریدا ہے۔ اس پر آپؐ نے وہ زمین کا ٹکڑا حضرت عثمانؓ سے جنت میں گھر کے بدلے خرید لیا۔ وہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت عثمانؓ کو فرمائی کہ تمہارا جنت میں گھر ہو گا۔ حضرت عثمانؓ نے بتایا کہ میں نے دس ہزار درہم کے بدلے میں اسے خرید لیا ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو بلایا تو انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عمرؓ کو بلایا انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے اور انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی لوگوں سے فرمایا کہ اب تم سب اینٹیں رکھو تو ان سب نے رکھیں۔

(مجمع الزوائد جزء9 صفحہ65 کتاب المناقب باب ما عمل من الخیر..... حدیث نمبر14524 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

یہ جو اس کی ایکسٹینشن (extension) ہوئی تھی تو اس طرح اس کی بنیاد پڑی۔

ثُمَامَہ بن حَزْن قُشَیْرِی بیان کرتے ہیں کہ میں محاصرے کے وقت حاضر تھا جب حضرت عثمانؓ نے

جھانک کر لوگوں سے فرمایا۔ جب حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تھا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو رُومہ نامی کنویں کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو رُومہ کنویں کو خریدے گا تا کہ وہ اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ ڈالے۔ یعنی وہ خود بھی پیے اور مسلمان بھی اس سے پئیں اور جنت میں اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہو گا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ اس پر میں نے وہ کنواں اپنے ذاتی مال سے خریدا اور اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ ڈالا اور آج تم مجھے اس سے پانی پینے سے روکتے ہو اور چاہتے ہو کہ میں سمندر کا پانی پینے پر مجبور ہو جاؤں۔ اس پر لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! آپؓ نے درست فرمایا ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے جیش عُسْرَہ، غزوۂ تبوک کے لشکر کی تیاری اپنے مال سے کی تھی۔ اس پر لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ایسے ہی ہے۔ پھر آپؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ یہ مسجد نبویؐ جب نمازیوں کے لیے تنگ ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فلاں خاندان سے زمین کا یہ ٹکڑا خرید کر مسجد میں شامل کر دے گا تو اس کے لیے جنت میں اس سے بہتر ہو گا۔ چنانچہ مَیں نے زمین کا یہ ٹکڑا اپنے ذاتی مال سے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا اور اب تم لوگ مجھے اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی روک رہے ہو۔ اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ثَبِیْر نامی پہاڑی پر تھے اور آپؐ کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور مَیں تھا۔ جب پہاڑی لرزی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارتے ہوئے فرمایا اے ثَبِیر! ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی اور اِیک صدیق اور دو شہید ہیں۔ اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ایسا ہی ہے۔ آپؓ نے فرمایا اللہ اکبر! رَبِّ کعبہ کی قسم ان لوگوں نے میرے حق میں یہ گواہی دے دی ہے یعنی یہ کہ میں شہادت کا مقام پانے والا ہوں۔

(سنن النسائی کتاب الاحباس باب وقف المساجد حدیث نمبر 3638)

مسجد نبویؐ کی مزید توسیع جو ہوئی وہ زیادہ تر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوئی تھی۔ اس لیے اس کی مختصر تاریخ اور ابتدائی حالات اور پھر توسیع کے بارے میں جو بھی بیان ہے وہ بتاتا ہوں۔ پہلے تو یہ بیان کیا گیا ہے ناں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں توسیع کی گئی۔ اس کے بارے میں ایک نوٹ یہ بھی ہے کہ ماہ ربیع الاول یکم ہجری بمطابق اکتوبر 622ء کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے مسجدِ نبویؐ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ بنیاد تقریباً تین ذرع یعنی ڈیڑھ میٹر گہری تھی۔ بنیاد کے لیے پتھر سے گھڑی ہوئی اینٹوں سے دیوار بنائی گئی جبکہ اوپر کی دیوار گارے سے بنی اور دھوپ میں سکھائی گئی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی اور دھوپ میں سکھائی گئی۔ دیوار کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 430 اور نیشنل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

یہ مسجد کی تعمیر کی تاریخ ہے۔ ساتھ ساتھ اس میں توسیع کا بھی ذکر آجائے گا۔ مسجد کی دیواریں تقریباً

پون میٹر، تقریباً دواڑھائی فٹ چوڑی رکھی گئی تھیں، جن کی اونچائی تقریباً سات ذرع یعنی تقریباً ساڑھے تین میٹر تھی۔
(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 432 اوریئنٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

مسجد نبویؐ کی تکمیل ماہ شوال یکم ہجری، اپریل 623ء میں ہوئی۔
(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 435 اوریئنٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

حضرت خارِجہ بن زید بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کا طول ستر ذرع، تقریباً 35 میٹر اور عرض ساٹھ ذرع، تقریباً 30 میٹر رکھا تھا۔
(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 437-438 اوریئنٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں مسجد نبویؐ کی پہلی توسیع محرم 7/ ہجری، جون 628ء میں ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے کامیاب ہو کر لَوٹے تو آپؐ نے مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیرِ نَو کا حکم جاری فرمایا۔ مسجد کی توسیع جنوبی یعنی جانب قبلہ اور مشرقی جانب نہ کی گئی۔ زیادہ تر توسیع شمالی جانب کی گئی اور کچھ مغربی جانب بھی۔ شمالی جانب صحابہ کرام کے چند گھر تھے۔ اس جانب ایک انصاری صحابی کا گھر تھا جس کو اپنا مکان دینے میں کچھ پس و پیش تھا۔ ایسے میں جیسے کے پہلے بیان ہو چکا ہے حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنی جیب سے دس ہزار دینار دے کر وہ گھر خرید لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس طرح مسجد کی توسیع زیادہ تر شمالی جانب اور مغربی جانب ممکن ہو سکی۔ اس توسیع کے بعد مسجد کا کل رقبہ 100×100 ذرع یعنی 50×50 میٹر ہو گیا۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 446-447 اوریئنٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

حضرت عمرؓ کے دور میں مسجد نبویؐ کی دوسری توسیع 17/ ہجری میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں مسجد کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی جس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے بنی ہوئی تھی اور ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کو اسی حالت میں رہنے دیا اور اس میں کوئی تبدیلی یا توسیع نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی تعمیرِ نَو اور توسیع کروائی مگر اس کی ہیئت اور طرزِ تعمیر میں کوئی تبدیلی نہیں کروائی۔ جس طرح تھا انہی بنیادوں پر یا اسی طرح پرانا حصہ رہنے دیا تھا۔ انہوں نے بھی اسے اسی طرح کے طرز تعمیر سے بنوایا صرف ایکسٹینشن ہوئی۔ چھت پہلے کی طرح کھجور کے پتوں کی ہی رہی۔ انہوں نے صرف ستون لکڑی کے ڈلوا دیے۔ حضرت عمرؓ نے 17/ ہجری میں مسجد کی تعمیر کو اپنے زیرِ نگرانی مکمل کروایا۔ اس توسیع کے بعد مسجد کا رقبہ 50×50 میٹر جو پہلے تھا سے بڑھ کر 70×60 میٹر ہو گیا یا 140×120 ذرع ہو گیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں بھی مسجد نبویؐ وہی رہی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی تاہم حضرت عمرؓ کی تعمیرِ نَو کے ساتھ اس میں کافی توسیع ہو گئی۔
(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 459 اوریئنٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مسجد نبویؐ کی توسیع ہوئی اور تعمیرِ نَو بھی ہوئی۔ یہ 29/ ہجری کا واقعہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیرِ نَو کی تو اسے خوبصورت اور مضبوط بنانے کے

لیے پتھر جپسم اور نقش و نگار کا استعمال کیا۔ حضرت عثمانؓ نے دیواریں پتھر کی بنوائیں جن پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور مسجد نبویؐ میں پہلی بار سفیدی کے لیے چونے کا استعمال بھی کیا گیا۔ چھت میں شیشم کی لکڑی استعمال ہوئی تھی۔ جب حضرت عثمانؓ 24ر ہجری میں خلیفہ منتخب ہوئے تو لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ مسجد نبویؐ کی توسیع کر دی جائے۔ انہوں نے صحن کی تنگی کی شکایت کی۔ خاص طور پر نماز جمعہ کے اجتماعات پر ایسا کثرت سے ہوتا۔ اکثر ہوتا کہ لوگوں کو مسجد کے باہر والے حصہ میں نماز ادا کرنی پڑتی تھی۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سب کی رائے یہی تھی کہ پرانی مسجد کو مسمار کر کے اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کر دی جائے۔ پہلی مسجد کو گرا دیا جائے، نئی تعمیر کی جائے۔ ایک دن حضرت عثمانؓ نے نماز ظہر کے بعد منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ میں مسجد کو مسمار کر کے اس کی جگہ نئی مسجد بنانا چاہتا ہوں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو بھی مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک گھر عطا کر دیتا ہے۔ مجھ سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ تھے ان کے ہاتھوں مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیرِ نَو میرے لیے ایک مثال اور نظیر ہے۔ میں نے صائب الرائے اصحاب سے مشورہ کیا ہے اور ان سب کی متفقہ رائے یہی ہے کہ مسجد نبویؐ کو مسمار کر کے اسے دوبارہ بنایا جانا چاہیے۔

جب حضرت عثمانؓ نے مسجد کی تعمیر نَو کا منصوبہ پیش کیا تو چند صحابہ کرام نے اس معاملے میں اپنے تحفظات پیش کیے۔ ان کا خیال تھا گرانی نہیں چاہیے۔ ان میں وہ صحابہ کرام شامل تھے جو بالکل مسجد نبویؐ کے قریب مقیم تھے اور جن کے مکانات اس منصوبے سے متاثر ہوتے نظر آ رہے تھے۔ عوام کی اکثریت نے تو اس منصوبے کی حمایت کی مگر چند صحابہ کرام نے اعتراض کیا۔ حضرت اَفْلَح بن حمید نے بیان کیا کہ جب حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ منبر پر تشریف لا کر لوگوں کی رائے معلوم کریں تو مَرْوَان بن حَکَم نے کہا بلاشبہ یہ ایک نیک کام ہے۔ لہٰذا کیا ضرورت ہے کہ آپ لوگوں کی رائے معلوم کریں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے ان کی سرزنش کی اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تیرا بھلا ہو مَیں کسی معاملے میں لوگوں پر جبر و اکراہ کا قائل نہیں ہوں۔ مجھے ان سے ضرور مشورہ کرنا ہے۔ آپؓ نے فرمایا میں اپنی رائے کو لوگوں پر مسلط کرنا نہیں چاہتا۔ میں تو جو کام بھی کروں گا ان کی مرضی سے کروں گا۔ پھر جب آپؓ نے اپنے منصوبے کے متعلق اہل الرائے اصحاب کو اعتماد میں لے لیا تو مسجد نبویؐ کی شمالی جانب واقع گھروں کو خرید کر ان کی زمین حاصل کی۔ اگرچہ آپ نے معاوضہ کے طور پر ان اصحاب کو کافی رقوم پیش کی تھیں مگر پھر بھی چند اصحاب اپنے مکانات دینے کے حق میں نہ تھے اور تقریباً چار سال گزر گئے مگر کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ حضرت عُبَیْدُ اللّٰہ خَوْلَانِیؒ سے مروی ہے کہ جب لوگ اپنے مکانات دینے کے لیے پس و پیش کر رہے تھے اور دلائل طوالت پکڑتے جا رہے تھے تو میں نے حضرت عثمانؓ کو کہتے ہوئے سنا تم لوگ بہت باتیں بنا چکے۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مسجد کی تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اجر میں اس کے لیے ایسا ہی محل جنت میں تعمیر کروائے گا۔

اسی طرح حضرت محمود بن لَبِیدؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کی تعمیر نَو کا ارادہ کیا

تو لوگوں کو ان کا منصوبہ پسند نہ آیا۔ ان کا اصرار تھا کہ مسجد نبویؐ کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی۔ اس پر آپؓ نے فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مسجد تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اجر میں اس کے لیے ایسا ہی محل جنت میں تعمیر کروائے گا۔ جب حضرت عثمانؓ لوگوں کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آپؓ نے ماہ ربیع الاول 29/ ہجری، نومبر 649ء میں کام کی ابتدا کروادی۔ تعمیرِ نَو کے کام میں صرف دس ماہ صرف ہوئے اور یوں یکم محرم 30/ ہجری کو مسجد نبویؐ تیار ہو گئی۔ آپؓ بنفس نفیس کام کی نگرانی فرماتے تھے۔ دن کے وقت ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کے وقت اگر نیند مجبور کرتی تو مسجد نبویؐ میں ہی ستالیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سَفِیْنَہ ؓ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ مسجد کی تعمیر کے لیے مصالحہ اٹھا اٹھا کر حضرت عثمان غنیؓ کے پاس لایا جاتا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ ہمیشہ اپنے پاؤں پر کھڑے کھڑے کاریگروں سے کام کرواتے اور پھر جب نماز کا وقت آجاتا تو ان کے ساتھ نماز ادا کرتے اور پھر کبھی کبھی وہیں سو بھی جایا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کو جنوب میں قبلہ کی جانب وسعت دی اور اس کی قبلہ کی دیوار کو اس جگہ تک لے آئے جہاں کہ آج تک ہے۔ شمالی جانب اس میں پچاس ذرع، تقریباً 25 میٹر کا اضافہ کیا گیا اور کچھ توسیع مغربی جانب بھی کروائی گئی۔ البتہ شرقی جانب جہاں حجراتِ مبارکہ تھے کوئی توسیع نہیں کی گئی۔ اس کے بعد مسجد نبویؐ کا کُل رقبہ 160×150 ذرع یعنی تقریباً 80×75 میٹر ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجد کے دروازوں کی تعداد چھ تھی۔ پہلی مرتبہ مسجد نبویؐ میں پتھروں پر نقش و نگار بنوائے گئے۔ اس میں سفیدی کروائی گئی۔ حضرت خَارِجَہ بن زیدؓ کے بیان کے مطابق حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کی شرقی اور غربی دیواروں میں روشن دان رکھوائے تھے۔ مسجد نبویؐ کی توسیع کے لیے حضرت عثمانؓ کو جو مکان لینے پڑے ان میں اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کا حجرہ بھی شامل تھا جن کو اس کا متبادل مکان دیوار قبلہ سے متصل جنوب مشرقی کونے پر دے دیا گیا تھا اور ایک دریچہ کے ذریعہ سے ان کی آمد و رفت حجرے تک ممکن اور آسان بنادی گئی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت جعفر بن ابوطالبؓ کے ورثاء سے ان کے مکان کا نصف حصہ ایک لاکھ درہم کے عوض خریدا گیا اور اس طرح دارالعباس کا کچھ حصہ خرید کر مسجد نبویؐ میں شامل کیا گیا تھا۔ دیوار قبلہ کو جنوبی جانب لے جانے کے علاوہ سب سے نمایاں فرق جو کہ مسجد نبویؐ میں ہوا وہ یہ تھا کہ محراب نبوی کی جگہ مقام قبلہ بھی اس کی سیدھ میں اتنا ہی آگے لے جانا پڑا جہاں تک دیوار قبلہ لے جائی گئی تھی جو عین اسی جگہ پر تھی جہاں آج کل ہم محراب عثمانی کو دیکھتے ہیں وہاں علامتی محراب بھی بنائی گئی تھی۔ مٹی کے گارے کی جگہ انہوں نے پسا ہوا پتھر استعمال کروایا تھا اور پتھر سے بنے ہوئے ستون میں سیسے کی بنی سلاخیں ڈلوائی گئی تھیں۔ اس بات کا خاص اہتمام رکھا گیا کہ نئے ستون انہی ستونوں کی جگہ استوار کیے جائیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارکہ میں کھجور کے تنے سے بنے ہوئے ستون ہوا کرتے تھے۔

تعمیر میں جو مواد اور طرزِ تعمیر استعمال ہوا وہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ یروشلم میں گنبد صَخْرَہ کی تعمیر میں بازنطینیوں نے استعمال کیا تھا۔ چھت شیشم کی لکڑی سے بنائی گئی تھی جو کہ لکڑی کے شہتیروں پر رکھی گئی تھی جو

سیسہ پلائے پتھروں کے ستونوں پر استوار تھے۔ چونکہ حضرت عمرؓ کی شہادت محراب نبوی میں نماز کی امامت کرواتے ہوئے ہوئی تھی، اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ آئندہ کوئی ایسا حادثہ رونما نہ ہو حضرت عثمانؓ نے محراب کے مقام پر ایک مقصورہ (مسجد میں صفوں سے آگے امام کے لیے کھڑا ہونے کی جگہ جس میں منبر بنا ہوتا ہے) تعمیر کروایا جو کہ مٹی کی اینٹوں سے بنا تھا اور اس میں جھروکے اور روزن رکھے گئے تھے تا کہ مقتدی اپنے امام کو دیکھ سکیں۔ یہ پہلا حفاظتی طریقہ تھا جو کہ مسجد نبویؐ میں تعمیر ہوا جو کہ بعد میں دمشق میں خلفائے بنو امیہ کے حفاظتی پروٹوکول کا باقاعدہ حصہ بن گیا تھا۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 463 تا 465 اور نیشنل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

(اردو لغت تاریخی اصولوں پر جلد 18 صفحہ 492، زیر لفظ مقصورہ)

یعنی محراب کو دیوار بنا کے محفوظ کیا گیا تھا لیکن مقتدی امام کو دیکھ سکتے تھے۔ بہر حال اس کے بعد پھر مختلف وقتوں میں مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ

"حضرت عثمانؓ کو تو میں حضرت سلیمانؑ سے تشبیہ دیتا ہوں۔ ان کو بھی عمارات کا بڑا شوق تھا۔ حضرت علیؓ کے وقت میں اندرونی فتنے ضرور تھے۔ ایک طرف معاویہ تھے اور دوسری طرف علیؓ اور ان فتنوں کے باعث مسلمانوں کے خون بہے۔ 6 سال کے اندر اسلام کے لیے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اسلام کے لیے تو عثمانؓ تک ہی ساری کارروائیاں ختم ہو گئیں۔ پھر تو خانہ جنگی شروع ہو گئی۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 278)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجد مرصّع اور پکی عمارت کی ہو بلکہ صرف زمین روک لینی چاہیے اور وہاں مسجد کی حد بندی کر دینی چاہیے اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر وغیرہ ڈال دو تا کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالیٰ تکلفات کو پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چند کھجوروں کی شاخوں کی تھی اور اسی طرح چلی آئی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اس لیے کہ ان کو عمارت کا شوق تھا اپنے زمانہ میں اسے پختہ بنوایا۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت سلیمان اور عثمان کا قافیہ خوب ملتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتوں کا شوق تھا۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 119)

مسجد الحرام کی توسیع 26ر ہجری میں ہوئی۔ 26ر ہجری میں حضرت عثمانؓ نے حرم کے نشانات کی از سرِ نو تجدید کی اور مسجد الحرام کی توسیع فرمائی اور ارد گرد کے مکانات خرید کر مسجد الحرام میں شامل کیے۔ بعض لوگوں نے اپنی رضامندی سے مکانات فروخت کر دیے لیکن بعض اپنے مکانات فروخت کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو ہر ممکن طریقے سے راضی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ آخر حضرت عثمانؓ کے حکم سے وہ تمام مکانات گرا دیے گئے اور ان کی قیمت آپ نے بیت المال میں جمع کرا دی۔ اس پر ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف شور مچایا تو آپ نے انہیں گرفتار کر کے جیل بھیجنے کا حکم دیا۔ پھر ان سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ کس بات کی وجہ سے تم میں میرے خلاف یہ جرأت ہوئی ہے؟ اس جرأت کا سبب

صرف میرا حلم ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا تھا مگر ان کے خلاف تو تم لوگوں نے کوئی ہنگامہ نہ کیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ بن خالد بن اُسَید نے حضرت عثمانؓ سے ان ہنگامہ کرنے والوں کے بارے میں بات کی تو انہیں چھوڑ دیا گیا۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 92 ثم دخلت سنہ ست وعشرین..... دارالفکر بیروت 2002ء)

پہلا اسلامی بحری بیڑا بھی 28ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بنایا گیا۔ امیر معاویہ بن ابوسفیان وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں بحری جنگ کی۔ امیر معاویہ نے حضرت عمرؓ سے بھی بحری جنگ کی اجازت مانگی تھی لیکن آپؓ نے اجازت نہیں دی تھی۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو امیر معاویہ نے آپ سے بھی بار بار تذکرہ کیا اور اجازت مانگی۔ آخر کار حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ تم خود لوگوں کا انتخاب نہ کرو اور نہ ہی ان کے درمیان قرعہ اندازی کرو بلکہ انہیں اختیار دو۔ پھر جو اپنی خوشی سے اس جنگ میں شامل ہونا چاہے اسے ساتھ لے جاؤ اور اس کی مدد کرو۔ چنانچہ امیر معاویہ نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن قَیس جَاسی کو امیر البحر مقرر کیا جس نے سمندر میں موسم گرما اور موسم سرما میں پچاس جنگیں کیں اور ان سب جنگوں میں مسلمانوں کا نہ تو کوئی سپاہی ڈوبا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی نقصان ہوا۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 97 ثم دخلت سنة ثمان وعشرین/ ذکر الخبر عن غزوة معاویة ایاها)

روایت میں یہ آتا ہے کہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاق میں سب سے زیادہ مشابہت حضرت عثمانؓ کی تھی۔** حضرت عبدالرحمٰن بن عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ حضرت عثمانؓ کا سر دھو رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی! ابوعبداللہ یعنی عثمان سے بہترین سلوک سے پیش آیا کرو کیونکہ وہ میرے صحابہ میں سے اخلاق کے لحاظ سے سب سے زیادہ میرے مشابہ ہے۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد الجزءالتاسع صفحہ58، کتاب المناقب باب ما جاءفی خلقه رضی الله عنه حدیث نمبر14500، دارالکتب العلمیة بیروت، 2001ء)

حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطِبؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بات کو مکمل اور خوبصورت رنگ میں بیان کرنے میں حضرت عثمانؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا تاہم آپؓ زیادہ بات چیت سے گریز کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحہ32، عثمان بن عفان، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت رُقیہؓ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ غالباً یہاں حضرت رُقیہؓ کی جگہ حضرت ام کلثومؓ مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ روایت میں ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رُقیہؓ کی وفات ہو گئی تھی اور حضرت ابوہریرہؓ اس کے پانچ سال کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور مدینہ آئے تھے تو حضرت ام کلثومؓ مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ ان کی وفات 9ھ ہجری میں ہوئی تھی۔ بہرحال یہ روایت ہے کہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو حضرت عثمانؓ کی بیوی تھیں اور ان کے ہاتھ میں کنگھی

تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے تشریف لے گئے ہیں اور میں نے آپؐ کے سر میں کنگھی کی ہے تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ابو عبداللہ حضرت عثمانؓ کو کیسا پاتی ہو؟ مَیں نے عرض کیا بہت عمدہ۔ آپؐ نے فرمایا: پس تُو بھی ان سے عزت سے پیش آیا کر کیونکہ وہ میرے صحابہ میں سے اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائدلعلی بن ابو بکر،الجزءالتاسع صفحہ58، کتاب المناقب باب ما جاءفی خلقه رضی الله عنه حدیث نمبر14501،دارالکتب العلمیة بیروت،2001ء)

حضرت عثمانؓ کا یہ ذکر ابھی یہاں ختم کرتا ہوں۔

آج بھی میں نے کچھ جنازے پڑھانے ہیں۔ ان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا جنازہ مبشر احمد رِند صاحب ابن احمد بخش صاحب معلم وقف جدید ربوہ کا ہے جو 10/ مارچ کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ کا تعلق بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازی خان سے تھا۔ پیدائشی احمدی تھے۔ 1990ء میں تھرپارکر سے انہوں نے بطور معلم وقف جدید خدمت کا آغاز کیا اور پھر مختلف وقتوں میں مختلف جگہوں پر معلم اور انسپکٹر کے طور پہ کام کیا۔ جہاں بھی آپ کو بھجوایا گیا ہمیشہ لبیک کہتے رہے اور کبھی کوئی عذر پیش نہیں کیا۔ وقف کو ہمیشہ وفا کے ساتھ نبھانے کی کوشش کی۔ اپنوں اور غیروں سب نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ انتہائی محنتی، دعاگو، باقاعدگی سے تہجد ادا کرنے والے، بہترین داعی الی اللہ، اچھے مقرر، بہت ملنسار، مہمان نواز، خوش مزاج اور عاجز انسان تھے۔ ہمیشہ نرم لہجہ رکھتے اور شیریں زبان استعمال کرتے تھے لیکن نظام جماعت اور خلافت کے خلاف کوئی بات سنتے تو ننگی تلوار بن جاتے تھے اور اس وقت تک اس محفل سے نہ اٹھتے تھے جب تک کہ اس شخص کی اصلاح نہ کر لیتے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے چھوٹے بیٹے عزیزم شاذل احمد جامعہ احمدیہ ربوہ میں درجہ ثالثہ کے طالبعلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ ذکر منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت ضلع اسلام آباد کا ہے۔ طویل علالت کے بعد 9/ مارچ کو ان کی کینیڈا میں، 84 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ 1/9 حصہ کی وصیت کے موصی تھے۔ منیر فرخ صاحب انجنیئر کے دادا کا نام حضرت منشی احمد بخش صاحبؓ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ انہوں نے قادیان جا کر جلسہ سالانہ 1903ء میں بیعت کی سعادت پائی تھی۔ ان کے والد کا نام ڈاکٹر چودھری عبدالاحد صاحب تھا جو ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی تھے، ایگریکلچر میں کیا ہوا تھا اور پی ایچ ڈی کرنا اس زمانہ میں بہت ذہین طلبہ کا کام تھا۔ بہرحال انہوں نے پی ایچ ڈی کی۔ آپ کچھ عرصہ امیر جماعت لائل پور کے طور پر بھی خدمت انجام دیتے رہے۔ 1944ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب احمدی نوجوانوں کو خاص طور پر سائنسدانوں کو خدمت دین کے لیے وقف کی تحریک کی تو ڈاکٹر صاحب نے بھی، فرخ صاحب کے والد نے بھی وقف کر دیا اور سرکاری نوکری کو چھوڑ کر مع اہل و عیال قادیان منتقل ہو گئے۔ حضرت

خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی براہ راست نگرانی میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ حضورؓ نے ان کو ڈائریکٹر فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مقرر فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی تعلیم الاسلام کالج میں بطور سائنس ٹیچر کے بھی ان کی تعیناتی ہوئی۔

فرخ صاحب نے یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے الیکٹریکل انجنیئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور پھر شروع میں مختلف جگہوں میں کام کیا۔ پھر ٹیلیگراف اینڈ ٹیلیفون ڈیپارٹمنٹ حکومت پاکستان میں باقاعدہ سروس کا آغاز کیا۔ دوران سروس آپ نے ملک کے بیشتر شہروں میں خدمات سرانجام دیں۔ متعدد ملکوں میں حکومت پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے۔ 1997ء میں ڈائریکٹر جنرل پاکستان ٹیلی کمیونیکیشنز لمیٹڈ کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ان کی اہلیہ، دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

راولپنڈی میں قیام کے دوران قائد ضلع مجلس خدام الاحمدیہ کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی اور یہ دور 1974ء کا پُر آشوب دور تھا۔ بہرحال ان کو اس زمانے میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1977ء میں اسلام آباد مستقل رہائش رکھنے کے بعد مختلف خدمات کی ان کو توفیق ملی۔ 1990ء میں بطور نائب امیر اول خدمت کی توفیق ملی۔ پھر جب ریٹائرمنٹ ہوئی تو انہوں نے وقف کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا جو منظور ہوا۔ پھر 1999ء کو بطور امیر جماعت اسلام آباد شہر اور ضلع ان کو خدمت کی ذمہ داری ملی۔ ربوہ میں ان کے جو کام ہیں ان میں ڈائریکٹ ڈائلنگ سہولت مہیا کرنے کے لیے انہوں نے ڈیجیٹل ایکسچینج کے قیام میں کافی کوشش کی اور مرکزی فنانس کمیٹی کے ممبر تھے۔ IAAAE کے ایگزیکٹو ممبر تھے اور مختلف شعبوں میں ان کو اعزازی طور پر بھی اور ویسے بھی خدمت کی توفیق ملی۔ 1996ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن مقرر فرمایا۔ آخر دم تک یہ اس خدمت پہ کام کرتے رہے۔

1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں جب ربوہ میں جلسہ سالانہ کے موقع پر غیر ملکی مہمانوں کے لیے جلسہ سالانہ کی تقاریر کے ترجمہ کی سہولت کے لیے آغاز ہوا تو احمدی انجنیئرز کی ایک ٹیم تیار کی گئی تھی اور اس میں بھی انہوں نے بڑی محنت سے کام کیا اور نمایاں کام کرنے کی انہیں توفیق ملی اور اس ٹیم کے منتظم اعلیٰ بھی منیر فرخ صاحب ہی تھے۔ اپریل 1984ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انگلستان ہجرت کی تو یہاں یوکے کے جلسہ سالانہ میں بھی باقاعدگی سے ہر سال آتے تھے اور ٹرانسلیشن کا کام ان کے سپرد ہوتا تھا۔ لوگوں تک ٹرانسلیشن پہنچانا اور بڑے احسن رنگ میں انہوں نے یہ کام سرانجام دیا۔ بڑی محنت سے کام کیا کرتے تھے۔ ان کے دورِ امارت میں اسلام آباد میں جماعتی تعمیرات بھی بہت زیادہ ہوئی ہیں۔

ان کے ایک بیٹے کہتے ہیں کہ جماعتی کاموں میں بچوں کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کرتے تھے۔ گورنمنٹ کی ملازمت کرنے کے باوجود جماعت کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ ملازمت سے سیدھا جماعت کے دفتر آتے اور جماعتی ذمہ داریاں نبھاتے۔ ہر سال جلسہ سالانہ یوکے کے لیے خصوصاً چھٹی بچا کے رکھتے تھے۔ ملازمت کے دوران احمدی ہونے کی وجہ سے ان کی پوسٹنگ دور دراز علاقے ڈیرہ اسماعیل خان میں ہو گئی اور

اس وقت کے وزیر اعظم بھٹو صاحب نے کہہ دیا کہ ان کو دوبارہ اسلام آباد نہیں لگانا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا پھر ان کی دوبارہ پوسٹنگ اسلام آباد ہی ہوئی اور وہاں سے پھر ان کو مختلف ممالک میں حکومت کے نمائندے کے طور پر جانے کی بھی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ بریگیڈیئر ریٹائرڈ محمد لطیف صاحب کا ہے جو سابق امیر ضلع راولپنڈی تھے۔ 28/ فروری کو 77 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

بریگیڈیئر لطیف صاحب نے اپنے والد صاحب کے ہمراہ تقریباً 1955ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ بریگیڈیئر صاحب کے والد 2000ء میں فوت ہوئے تھے۔ اس کے بعد خاندان میں بریگیڈیئر صاحب اکیلے احمدی تھے۔ یعنی ان کے بچوں کے علاوہ۔ ان کی ایک اہلیہ، دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سن 2000ء میں اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا سارا وقت جماعتی خدمات بجالانے میں صرف کیا۔ سیکرٹری امور عامہ اور نائب امیر ضلع راولپنڈی تھے۔ 2019ء سے تاوفات 2021ء تک بطور امیر ضلع راولپنڈی خدمت بجا لانے کی توفیق ملی۔ تقریباً بیس سال تک ان کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ بڑے ہمدرد، غریبوں کا خیال رکھنے والے، جماعتی خدمت کو فضلِ الٰہی سمجھ کر ادا کرنے والے تھے اور اپنے بچوں کو بھی یہی تلقین کرتے رہے۔ آخری بیماری کی شدت میں بھی جماعتی خدمت کے لیے جب بھی مرکز سے کسی بھی عہدیدار نے بلایا فوراً چلے جاتے تھے اور اپنی بیماری کی پروا نہیں کی۔ انہیں کینسر کی بیماری تھی اور اپنا علاج بھی ساتھ ہی کرواتے تھے۔ پھر بھی خدمت پہ ہر وقت حاضر رہتے تھے اور کبھی انکار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم کونوک بیک اومُر بیکوف (Konokbek Omurbekov) صاحب کا ہے جو قرغیزستان کے احمدی ہیں۔ 22/ فروری کو ستاسٹھ سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ الیاس کُباتوف (Ilyas Kubatov) جو قرغیزستان کے نیشنل پریذیڈنٹ ہیں لکھتے ہیں کہ خاکسار کا مکرم کونوک بیک صاحب سے پندرہ سال سے بھی زیادہ عرصہ کا تعلق ہے۔ مرحوم جماعتِ احمدیہ قرغیزستان کے ابتدائی احمدیوں میں سے ایک تھے۔ مرحوم نے سنہ 2000ء میں احمدیت قبول کی۔ مرحوم بہت مخلص اور وفاشعار احمدی تھے۔ ہمیشہ جماعتی پروگراموں میں حصہ لیتے اور باقاعدگی سے جماعتی چندوں اور دوسری مالی قربانیوں میں حصہ لیتے تھے اور بروقت اپنا وعدہ پورا کرتے تھے۔ بروقت پنجگانہ نماز ادا کرتے اور باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے تھے۔ سوویت یونین کے دور میں اپنی جوانی کے وقت میں مرحوم ملک کی بڑی بڑی تنظیموں اور کاروباری اداروں میں سرکردہ عہدوں پر فائز تھے اور اپنی دیانت داری، شرافت اور محنت کے سبب سب ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ زندگی کے آخری سالوں میں جب کوئی کام وغیرہ نہیں کرتے تھے تو وہ کتابیں فروخت کرتے تھے۔ خاص طور پر اسلامی کتب فروخت کرتے تھے۔ قرغیزستان میں جماعت کی مذہبی سرگرمیوں پر پابندی سے قبل وہ جماعت کی کتب اور جماعتی ترجمہ قرآن لوگوں کو باقاعدہ تقسیم کرتے تھے۔ اپنی تبلیغ کے ذریعہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچایا۔

مرحوم نے اپنے پیچھے اپنی بیوی اور سات سال کا بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کی یہ دوسری اہلیہ ہیں۔ پہلی اہلیہ سے ان کی طلاق ہو گئی تھی۔ ان کے بھی بچے ہیں۔ ان کی اولاد جوان ہے جو شاید احمدی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ رشین زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہوا تو انہوں نے بعض اغلاط کی نشاندہی کی تو میں نے کہا کہ پھر قرآن کریم کو پورا پڑھیں اور مکمل نشاندہی کریں تو انہوں نے دس پندرہ یوم میں ہی مکمل قرآن کریم کو پڑھ کر ترجمہ پڑھا اور اغلاط کی نشاندہی کر دی۔ مبلغ صاحب ہی لکھتے ہیں کہ نماز کے لیے نہایت اہتمام سے وضو کرتے تھے اور ان کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ کر رشک آتا تھا۔ مکرم ازگینبائیف آرتور (Uzgenbaev Artur) صاحب کہتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ کونوک بیک صاحب نے ہی مجھے احمدیت کا پیغام پہنچایا تھا۔ کہتے ہیں جب بھی میں سوالات کرتا مجھے حیرت انگیز انداز میں جواب دیتے اور آپ کے جوابات منطق اور عقل و حکمت سے پُر ہوتے تھے۔ مکرم کونوک بیک صاحب بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک، صابر اور بُردبار انسان تھے۔ آپ کے اخلاق اور ان خصوصیات کی وجہ سے ہی میں جماعت میں داخل ہوا۔ جب میں نے روزہ رکھنے کی، نفلی روزہ رکھنے کی اور دعاؤں کی تحریک کی ہے تو یہ پیر کو بھی اور جمعرات کو بھی باقاعدہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کو کہا گیا کہ ہفتہ میں ایک دن رکھا کریں تو انہوں نے کہا کہ میں پیر کو بھی روزہ رکھتا ہوں اور جمعرات کو بھی رکھتا ہوں تاکہ خلافت کی ہر آواز پر لبیک کہنے والا بن جاؤں۔ خلافت کے فدائی تھے۔ خطبہ جمعہ باقاعدہ رشین زبان میں سنا کرتے تھے۔ بڑے عاجز اور خاکسار انسان تھے۔ بڑے خوش مزاج تھے۔ بڑے شوق سے جیسا کہ پہلے بھی کہا دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ سب مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں میں بھی ان کی نیکیاں جاری فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ اپریل 2021ء جلد 28 شمارہ 29 صفحہ 05 تا 10)

13

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 26/ مارچ 2021ء بمطابق 26/ امان 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (الجمعۃ:3)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (الجمعۃ:4)

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی اسے مبعوث کیا ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبے والا اور صاحب حکمت ہے۔

دو تین دن پہلے 23/ مارچ کا دن گزرا ہے۔ جماعت احمدیہ میں یہ دن اس وجہ سے یاد رکھا جاتا ہے کہ اس **دن جماعت کی بنیاد پڑی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت لی۔ پس ہمیں یہ دن ہر سال یہ بات یاد دلانے** والا ہونا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد قرآنی پیشگوئیوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق تجدیدِ دین کرنا اور اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنا ہے۔ اور ہم جو آپ کی بیعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہم نے بھی اس اہم کام کی سرانجام دہی کے لیے اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس **میں حصہ دار بننا ہے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کا تعلق خدا تعالیٰ سے جوڑنا ہے** اور بندوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلانی ہے اور ظاہر ہے اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں اپنی اصلاح کرنی ہو گی۔ بہر حال اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض حوالے پیش کروں گا جن میں آپؑ کے آنے کی ضرورت، مقصد اور کس طرح پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں جو پہلے کی گئی تھیں، قرآنی پیشگوئیاں بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں بھی، جن سے آپ کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے اور پھر جماعت میں وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہونے کے بارے میں بھی ذکر کروں گا جو آپؑ نے بتایا، جو آپؑ نے فرمایا، جو پاک تبدیلیاں صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھیں اور آپؑ نے ان تکلیفوں کا بھی ذکر فرمایا جن سے صحابہ گزرے تھے اور جماعت کے افراد بھی گزر رہے ہیں۔ پس ہمیں ہر

وقت ان باتوں کو سامنے رکھنا چاہیے تا کہ من حیث الجماعت ہم ترقی کرنے والے ہوں نہ کہ نیچے گرنا شروع ہو جائیں۔ آپؑ نے اپنی بعثت اور صداقت کے بارے میں خدا کو گواہ بنا کر اعلان فرمایا ہے جو یقیناً ہمارے ایمانوں کو تقویت بخشتا ہے۔ اگر ہم ان باتوں کی جگالی کرتے رہیں اور ہر وقت سامنے رکھیں تو یقیناً یہ ہمارے ایمان میں ترقی کا باعث بنتی رہیں گی اور ہمیں اپنے مقصد کی طرف توجہ دلاتی رہیں گی۔ بہر حال اب میں جیسا کہ میں نے کہا حوالے پیش کرتا ہوں جو اپنوں کے لیے بھی ہیں اور غیروں کے لیے بھی، جو ان کو دعوت دے رہے ہیں، جو آپؑ کے مسیح موعود ہونے کو روز روشن کی طرح کھولتے ہیں۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں اس کی وضاحت میں ایک جگہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ خدا وہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور علومِ حکمیہ دینیہ جن سے تکمیلِ نفس ہو اور نفوسِ انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں بالکل گم ہو گئی تھی اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔ یعنی خدا اور اس کی صراطِ مستقیم سے بہت دور جا پڑے تھے۔ تب ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے اپنا رسول اُمّی بھیجا۔ اور اس رسول نے ان کے نفسوں کو پاک کیا اور علم الکتاب اور حکمت سے ان کو مملو کیا یعنی نشانوں اور معجزات سے مرتبہ یقینِ کامل تک پہنچایا۔

اور خدا شناسی کے نور سے ان کے دلوں کو روشن کیا۔ اور پھر فرمایا کہ ایک گروہ اور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا۔ وہ بھی اول تاریکی اور گمراہی میں ہوں گے اور علم اور حکمت اور یقین سے دور ہوں گے تب خدا ان کو بھی صحابہؓ کے رنگ میں لائے گا۔ یعنی جو کچھ صحابہ نے دیکھا وہ ان کو بھی دکھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کا صدق اور یقین بھی صحابہؓ کے صدق اور یقین کی مانند ہو جائے گا۔"

پس یہ ہے یقین جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آکر آپؑ کی صداقت پر ہونا چاہیے اور ایمان کی حالت یہ ہونی چاہیے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اسلام کی صداقت پر ایمان اور یقین ہمیں وہ ہونا چاہیے جو صحابہؓ کا تھا جیسا کہ آج کل صحابہؓ کے حالات میں مَیں خطبات میں بھی بیان کر رہا ہوں اور مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں "اور حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیت کی تفسیر کے وقت سلمان فارسیؓ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِس۔

یعنی اگر ایمان ثریا پر یعنی آسمان پر بھی اٹھ گیا ہو گا تب بھی ایک آدمی فارسی الاصل اس کو واپس لائے گا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ایک شخص آخری زمانہ میں فارسی الاصل پیدا ہو گا۔ اس زمانہ میں جس کی نسبت لکھا گیا ہے کہ قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی وہ زمانہ ہے جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ "یعنی اسلامی تعلیم، قرآن کی تعلیم بالکل بھول جائے گی" اور یہ فارسی الاصل وہی ہے جس کا نام مسیح موعود ہے۔ کیونکہ صلیبی حملہ جس کے توڑنے کے لئے مسیح موعود کو آنا چاہئے وہ حملہ ایمان پر ہی ہے اور یہ تمام آثار صلیبی حملہ کے زمانہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں اور لکھا ہے کہ اس حملہ کا لوگوں کے ایمان پر بہت برا اثر ہو گا۔" اور اس زمانے میں جو حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کا زمانہ تھا آپؑ کی زندگی میں یہ شدید حملے ہو رہے تھے بلکہ بہت عرصہ بعد تک یہ شدید حملے جاری رہے اور تاریخ اس پر گواہ ہے۔ فرمایا کہ "وہی حملہ ہے جس کو دوسرے لفظوں میں دجالی حملہ کہتے ہیں۔ آثار میں ہے کہ اس دجال کے حملہ کے وقت بہت سے نادان خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ دیں گے اور بہت سے لوگوں کی ایمانی محبت ٹھنڈی ہو جائے گی اور مسیح موعود کا بڑا بھاری کام تجدید ایمان ہو گا کیونکہ حملہ ایمان پر ہے اور حدیث لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ سے جو شخص فارسی الاصل کی نسبت ہے یہ بات ثابت ہے کہ وہ فارسی الاصل ایمان کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے آئے گا۔ پس جس حالت میں مسیح موعود اور فارسی الاصل کا زمانہ بھی ایک ہی ہے اور کام بھی ایک ہی ہے یعنی ایمان کو دوبارہ قائم کرنا اس لئے یقینی طور پر ثابت ہوا کہ مسیح موعود ہی فارسی الاصل ہے اور اسی کی جماعت کے حق میں یہ آیت ہے: وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ کمال ضلالت کے بعد ہدایت اور حکمت پانے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور برکات کو مشاہدہ کرنے والے صرف دو ہی گروہ ہیں۔ اول صحابۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے سخت تاریکی میں مبتلا تھے اور پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے زمانہ نبوی پایا اور معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پیشگوئیوں کا مشاہدہ کیا اور یقین نے ان میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کی کہ گویا صرف ایک روح رہ گئے۔ دوسرا گروہ جو بموجب آیت موصوفہ بالا صحابہؓ کی مانند ہیں مسیح موعود کا گروہ ہے۔ کیونکہ یہ گروہ بھی صحابہ کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھنے والا ہے اور تاریکی اور ضلالت کے بعد ہدایت پانے والا۔ اور آیت اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ میں جو اس گروہ کو مِنْهُمْ کی دولت سے یعنی صحابہؓ سے مشابہ ہونے کی نعمت سے حصہ دیا گیا ہے یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔"

فرمایا "..... چنانچہ آج کل ایسا ہی ہوا کہ تیرہ سو برس بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا دروازہ کھل گیا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ خسوف کسوف رمضان میں موافق حدیث دار قطنی اور فتاوٰی ابن حجر کے ظہور میں آگیا یعنی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں ہوا اور جیسا کہ مضمون حدیث تھا۔ اسی طرح پر چاند گرہن اپنے گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج گرہن اپنے گرہن کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں وقوع میں آیا۔ ایسے وقت میں کہ جب مہدی ہونے کا مدعی موجود تھا۔ اور یہ صورت جب سے کہ زمین اور آسمان پیدا ہوا کبھی وقوع میں نہیں آئی کیونکہ اب تک کوئی شخص نظیر اس کی صفحۂ تاریخ میں ثابت نہیں کر سکا۔ سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا جو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پھر ذو السنین ستارہ بھی جس کا نکلنا مہدی اور مسیح موعود کے وقت میں بیان کیا گیا تھا ہزاروں انسانوں نے نکلتا ہوا دیکھ لیا۔ ایسا ہی جاوا کی آگ بھی لاکھوں انسانوں نے مشاہدہ کی۔ ایسا ہی طاعون کا پھیلنا اور حج سے روکے جانا بھی سب نے بچشم خود ملاحظہ کر لیا۔ ملک میں ریل کا تیار ہونا، اونٹوں کا بے کار ہونا، یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے جو اس زمانہ میں اسی طرح دیکھے گئے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے معجزات کو دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ جل شانہ نے اس آخری گروہ کو مِنْهُمْ کے لفظ سے پکارا تا یہ اشارہ کرے کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہؓ کے رنگ میں ہی ہیں۔ سوچ کر

دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاجِ نبوت کا اور کس نے پایا۔ اِس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے **کئی وجوہ سے اِس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔** وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نُور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے حاصل کی۔" یہ بڑی اہم بات ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرنی ہے۔ قرآن کریم پر غور کرنا ہے اور یہ بڑا ضروری ہے۔

فرمایا "بہتیرے ان میں سے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔ ان میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے۔" یہ بھی بڑی اہم بات ہے موت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے۔ "اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں۔" پس یہ بڑی اہم باتیں ہیں جو آپ نے بیان فرمائیں جس کو ہمیں ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ "جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن ان کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے۔" پس ہمیں ٹٹولنا چاہیے۔ کیا یہ سب باتیں ہمارے اندر بھی پیدا ہو رہی ہیں؟ "اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے جیسا کہ صحابہؓ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں۔ اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا!!!"

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 304 تا 307)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "یہ زمانہ وہی زمانہ ہے جس میں خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ مختلف فرقوں کو ایک قوم بنادے۔ اور ان مذہبی جھگڑوں کو ختم کر کے آخر ایک ہی مذہب میں سب کو جمع کر دے۔ اور اسی زمانہ کی نسبت جو تلاطمِ امواج کا زمانہ ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (الکھف:100)

اس آیت کو پہلی آیتوں کے ساتھ ملا کر یہ معنے ہیں کہ جس زمانہ میں دنیا کے مذاہب کا بہت شور اٹھے گا اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر ایسا پڑے گا جیسا کہ ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنا چاہیں گے۔ تب آسمان وزمین کا خدا اِس تلاطمِ امواج کے زمانہ میں اپنے ہاتھوں سے بغیر دنیوی اسباب کے ایک نیا سلسلہ پیدا کرے گا اور اس میں ان سب کو جمع کرے گا جو استعداد اور مناسبت رکھتے ہیں۔ تب وہ سمجھیں گے کہ مذہب کیا چیز ہے اور ان میں زندگی اور حقیقی راستبازی کی روح پھونکی جائے گی اور خدا کی معرفت کا ان کو جام

پلایا جائے گا اور ضرور ہے کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ یہ پیشگوئی کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن شریف نے دنیا میں شائع کی ہے پوری نہ ہو جائے۔ اور خدا نے اس آخری زمانہ کے بارہ میں جس میں تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع کی جائیں گی صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا بلکہ قرآن شریف میں اور بھی کئی نشان لکھے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ اُس زمانہ میں دریاؤں میں سے بہت سی نہریں نکلیں گی اور ایک یہ کہ زمین کی پوشیدہ کانیں یعنی معدنیں بہت سی نکل آویں گی۔ اور زمینی علوم بہت سے ظاہر ہو جائیں گے اور ایک یہ کہ ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جس کے ذریعہ سے کتابیں بکثرت ہو جائیں گی.....

اور ایک یہ کہ اُن دنوں میں ایک ایسی سواری پیدا ہو جائے گی کہ اونٹوں کو بیکار کر دے گی۔ اور اس کے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے۔ اور ایک یہ کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو بآسانی خبریں پہنچا سکیں گے۔" اور آج کل کے زمانے میں تو اَور بھی زیادہ سہولتیں پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں" اور ایک یہ کہ ان دنوں میں آسمان پر ایک ہی مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا۔ اور ایک یہ کہ اس کے بعد زمین پر سخت طاعون پھیلے گی یہاں تک کہ کوئی شہر اور کوئی گاؤں خالی نہ رہے گا جو طاعون سے آلودہ نہ ہو اور دنیا میں بہت موت پڑے گی۔ اور دنیا ویران ہو جائے گی۔ بعض بستیاں تو بالکل تباہ ہو جائیں گی۔ اور ان کا نام و نشان نہ رہے گا اور بعض بستیاں ایک حد تک عذاب میں گرفتار ہو کر پھر ان کو بچایا جائے گا۔ یہ دن خدا کے سخت غضب کے دن ہوں گے اس لئے کہ لوگوں نے خدا کے نشانوں کو جو اُس کے فرستادہ کے لئے اس زمانہ میں ظاہر ہوئے قبول نہ کیا اور خدا کے نبی کو جو اصلاحِ خلق کے لئے آیا رڈ کر دیا اور اس کو جھوٹا قرار دیا۔ یہ سب علامتیں اِس زمانہ میں "جس میں ہم ہیں "پوری ہو گئیں۔ عقلمند کے لئے صاف اور روشن راہ ہے کہ ایسے وقت میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا جب کہ قرآن شریف کی لکھی ہوئی تمام **علامتیں میرے ظہور کے لئے ظاہر ہو چکی ہیں۔**"

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 182 تا 184)

اور تاریخ گواہ ہے کہ یہ ساری باتیں آپؑ کے زمانے میں پوری ہوئیں اور بعض ان میں سے اب تک پوری ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں "جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے تب میں نے اُس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا ہے اس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پا کر اسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو اصلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دور کروں اور پھر جب اس پر چند سال گزرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح

کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لئے ابتدا سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں اور مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک و شبہ کی جگہ نہ رہی۔ ہر ایک وحی جو ہوتی ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالمات الٰہیہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں اور ان کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے اقرار کے لئے مجبور کیا کہ یہ اسی وحدہٗ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے اور میں اس جگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرف و مبدل ہو گئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔

غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو پایا اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچی بلکہ ہر ایک حصہ اس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت ہوا اور اس کی تصدیق کے لئے بارش کی طرح نشان آسمانی برسے۔

انہی دنوں میں رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کا گرہن بھی ہوا جیسا کہ لکھا تھا کہ اس مہدی کے وقت میں ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن ہو گا اور انہی ایام میں طاعون بھی کثرت سے پنجاب میں ہوئی جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے اور پہلے نبیوں نے بھی یہ خبر دی ہے کہ ان دنوں میں مری بہت پڑے گی اور ایسا ہو گا کہ کوئی گاؤں اور شہر اس مری سے باہر نہیں رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے اور خدا نے اس وقت کہ اس ملک میں طاعون کا نام و نشان نہ تھا قریباً بائیس برس طاعون کے پھوٹنے سے پہلے مجھے اس کے پیدا ہونے کی خبر دی۔" (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 3-4)

پھر اپنے دعوے کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں:

"میں وہ شخص ہوں جو عین وقت پر ظاہر ہوا جس کے لئے آسمان پر رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو قرآن اور حدیث اور انجیل اور دوسرے نبیوں کی خبروں کے مطابق گرہن لگا اور میں وہ شخص ہوں "کہ "جس کے زمانہ میں تمام نبیوں کی خبر اور قرآن شریف کی خبر کے موافق اس ملک میں خارق عادت طور پر طاعون پھیل گئی اور میں وہ شخص ہوں جو حدیث صحیح کے مطابق اس کے زمانہ میں حج روکا گیا اور میں وہ شخص ہوں جس کے عہد میں وہ ستارہ نکلا جو مسیح ابن مریم کے وقت میں نکلا تھا اور میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں اس ملک میں ریل جاری ہو کر اونٹ بیکار کئے گئے اور عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ بہت نزدیک ہے جبکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو کر وہ تمام اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔" پہلے تو سڑکوں کے ذریعہ سے رابطہ تھا۔ اب وہاں بھی ریل کے ذریعہ سے ہو چکا

ہے۔ "وہ تمام اونٹ بیکار ہو جائیں گے جو تیرہ سو برس سے یہ سفر مبارک کرتے تھے۔ تب اس وقت ان اونٹوں کی نسبت وہ حدیث جو صحیح مسلم میں موجود ہے صادق آئے گی یعنی یہ کہ:

لَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا

یعنی مسیح کے وقت میں اونٹ بیکار کئے جائیں گے اور کوئی ان پر سفر نہیں کرے گا۔ ایسا ہی میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے۔ کیا زمین پر کوئی ایسا انسان زندہ ہے کہ جو نشان نمائی میں میرا مقابلہ کر کے مجھ پر غالب آ سکے۔ مجھے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اب تک دو لاکھ سے زیادہ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور شاید دس ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے میری تصدیق کی اور اس ملک میں جو بعض نامی اہل کشف تھے جن کا تین تین چار چار لاکھ مرید تھا ان کو خواب میں دکھلایا گیا کہ یہ انسان خدا کی طرف سے ہے اور بعض ان میں سے ایسے تھے کہ میرے ظہور سے تیس برس پہلے دنیا سے گزر چکے تھے جیسا کہ ایک بزرگ گلاب شاہ نام "گلاب شاہ جس کا نام تھا" ضلع لدھانہ میں تھا جس نے میاں کریم بخش مرحوم ساکن جمال پور کو خبر دی تھی کہ عیسیٰ قادیان میں پیدا ہو گیا اور وہ لدھانہ میں آئے گا۔ میاں کریم بخش ایک صالح موحد اور بڈھا آدمی تھا اس نے مجھ سے لدھانہ میں ملاقات کی اور یہ تمام پیشگوئی مجھے سنائی۔ اس لئے مولویوں نے اس کو بہت تکلیف دی مگر اس نے کچھ پروانہ کی۔

اس نے مجھے کہا کہ گلاب شاہ مجھے کہتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم زندہ نہیں وہ مر گیا ہے وہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ اس امت کے لئے مرزا غلام احمد عیسیٰ ہے جس کو خدا کی قدرت اور مصلحت نے پہلے عیسیٰ سے مشابہ بنایا ہے اور آسمان پر اس کا نام عیسیٰ رکھا ہے اور فرمایا کہ اے کریم بخش!" یعنی اپنے اس مرید کو "فرمایا کہ اے کریم بخش! جب وہ عیسیٰ ظاہر ہو گا تو تُو دیکھے گا کہ مولوی لوگ کس قدر اس کی مخالفت کریں گے۔ وہ سخت مخالفت کریں گے لیکن نامراد رہیں گے" اور آج تک نامراد رہ رہے ہیں۔ "وہ اس لئے دنیا میں ظاہر ہو گا کہ تا وہ جھوٹے حاشیے جو قرآن پر چڑھائے گئے ہیں ان کو دور کرے اور قرآن کا اصل چہرہ دنیا کو دکھاوے۔ اس پیشگوئی میں اس بزرگ نے صاف طور پر یہ اشارہ کیا تھا کہ تُو اس قدر عمر پائے گا کہ اس عیسیٰ کو دیکھ لے گا۔"

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 35 تا 37)

یعنی یہ پیشگوئی اپنے اس مرید کی عمر کے بارے میں بھی تھی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو خدا تعالیٰ کا نام غفور ہے۔ پھر کیوں وہ رجوع کرنے والوں کو معاف نہ کرے؟ اِس قسم کی غلطیاں ہیں جو قوم میں واقع ہو گئی ہیں۔ انہیں غلطیوں (میں) سے جہاد کی غلطی بھی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ جب میں کہتا ہوں کہ جہاد حرام ہے تو کالی پیلی آنکھیں نکال لیتے ہیں حالانکہ خود ہی مانتے ہیں کہ جو حدیثیں خونی مہدی کی ہیں وہ مخدوش ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس باب میں رسالے لکھے ہیں۔ "تسلیم کیا ہے حدیثوں کے مخدوش ہونے کے بارے میں۔ "اور یہی مذہب میاں نذیر حسین دہلوی کا تھا۔" آجکل بھی بعض علماء اب یہی کہنے لگ گئے ہیں۔ "وہ ان کو قطعی صحیح نہیں سمجھتے۔ پھر مجھے کیوں کاذب کہا جاتا ہے۔

سچی بات یہی ہے کہ مسیح موعود اور مہدی کا کام یہی ہے کہ وہ لڑائیوں کے سلسلہ کو بند کرے گا اور قلم، دعا، توجہ سے اسلام کا بول بالا کرے گا۔" پس یہ قلم اور دعا اور توجہ یہی کام اب آج آپ کے ماننے والوں کا بھی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "اور افسوس ہے کہ لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی اس لئے کہ جس قدر توجہ دنیا کی طرف ہے دین کی طرف نہیں۔" ہمیں بھی اپنی حالتوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ ماننے کے بعد کہیں ہماری توجہ دوبارہ دنیا کی طرف تو بہت زیادہ نہیں ہو گئی۔ فرمایا "دنیا کی آلودگیوں اور ناپاکیوں میں مبتلا ہو کر یہ امید کیونکر کر سکتے ہیں کہ ان پر قرآنِ کریم کے معارف کھلیں۔ وہاں تو صاف لکھا ہے:

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعۃ:80)

اس بات کو بھی دل سے سنو کہ میرے مبعوث ہونے کی علتِ غائی کیا ہے؟" کیا بنیادی مقصد ہے میرے مبعوث ہونے کا۔ "میرے آنے کی غرض اور مقصود صرف اسلام کی تجدید اور تائید ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ کوئی نئی شریعت سکھاؤں یا نئے احکام دوں یا کوئی نئی کتاب نازل ہو گی۔ ہرگز نہیں اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے تو میرے نزدیک وہ سخت گمراہ اور بے دین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت اور نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ اس میں اب ایک شعشہ یا نقطہ کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات اور فیوضات اور قرآن شریف کی تعلیم اور ہدایت کے ثمرات کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ وہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود ہیں اور انہیں فیوضات اور برکات کے ثبوت کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ اسلام کی جو حالت اس وقت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ ہر قسم کی کمزوریوں اور تنزل کا نشانہ مسلمان ہو رہے ہیں ہر پہلو سے وہ گر رہے ہیں۔" اور آج کل تو اَور بھی زیادہ بُری حالت ہم دیکھ رہے ہیں "ان کی زبان ساتھ ہے تو دل نہیں ہے اور اسلام یتیم ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس کی حمایت اور سرپرستی کروں اور اپنے وعدہ کے موافق بھیجا ہے کیونکہ اس نے فرمایا تھا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10)

اگر اس وقت حمایت اور نصرت اور حفاظت نہ کی جاتی تو وہ اور کونسا وقت آئے گا؟ اب اس چودھویں صدی میں وہی حالت ہو رہی ہے جو بدر کے موقعہ پر ہو گئی تھی۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ (اٰل عمران:124)

اس آیت میں بھی دراصل ایک پیشگوئی مرکوز تھی یعنی جب چودھویں صدی میں اسلام ضعیف اور ناتوان ہو جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اس وعدہ حفاظت کے موافق اس کی نصرت کرے گا۔ پھر تم کیوں تعجب کرتے ہو کہ اس نے اسلام کی نصرت کی؟"

پھر اپنے خلاف مخالفین کی دریدہ دہنی کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں۔ "مجھے اِس بات کا افسوس نہیں کہ میرا نام دجّال اور کذّاب رکھا جاتا ہے اور مجھ پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ ضرور تھا کہ میرے

ساتھ وہی سلوک ہوتا جو مجھ سے پہلے فرستادوں کے ساتھ ہوا تا میں بھی ایک قدیم سنت سے حصہ پاتا۔ میں نے تو ان مصائب اور شدائد کا کچھ بھی حصہ نہیں پایا لیکن جو مصیبتیں اور مشکلات ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں آئیں اس کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں کسی کے لئے نہیں پائی جاتی۔ آپؐ نے اسلام کی خاطر وہ دکھ اٹھائے کہ قلم ان کے لکھنے اور زبان ان کے بیان سے عاجز ہے۔ اور اِسی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیسے جلیل الشان اور اولو العزم نبی تھے۔ اگر خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت آپؐ کے ساتھ نہ ہوتی تو ان مشکلات کے پہاڑ کو اٹھانا ناممکن ہو جاتا اور اگر کوئی اور نبی ہوتا تو وہ بھی رہ جاتا۔ مگر جس اسلام کو ایسی مصیبتوں اور دکھوں کے ساتھ آپ نے پھیلایا تھا آج اس کا جو حال ہو گیا ہے وہ میں کیونکر کہوں؟"

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 279-280)

مسلمانوں نے اسلام کا کیا حال کر دیا ہے اور جو آنے والا ہے اس کو ماننے کو تیار نہیں۔ جو تجدید دین کے لیے آیا ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں

"میں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ پورے طور پر اس طریق کو پیش کیا ہے جو اسلام کو کامیاب اور دوسرے مذاہب پر غالب کرنے والا ہے۔ میرے رسائل امریکہ اور یورپ میں جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس قوم کو جو فراست دی ہے انہوں نے اس خداداد فراست سے اس امر کو سمجھ لیا ہے لیکن جب ایک مسلمان کے سامنے میں اِسے پیش کرتا ہوں تو اس کے منہ میں جھاگ آجاتی ہے گویا وہ دیوانہ ہے یا قتل کرنا چاہتا ہے۔" اور عملاً آج کل تو یہ لوگ احمدیوں کے ساتھ یہ کر بھی رہے ہیں۔ "حالانکہ قرآن شریف کی تعلیم تو یہی تھی:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (حم السجدۃ:35)

یہ تعلیم اس لئے تھی کہ اگر دشمن بھی ہو تو وہ اس نرمی اور حسن سلوک سے دوست بن جاوے اور ان باتوں کو آرام اور سکون کے ساتھ سن لے۔ مَیں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مَیں مفتری نہیں، کذاب نہیں۔ اگر تم مجھے خدا تعالیٰ کی قسم پر بھی اور ان نشانات کو بھی جو اس نے میری تائید میں ظاہر کئے دیکھ کر مجھے کذاب اور مفتری کہتے ہو تو پھر مَیں تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی ایسے مفتری کی نظیر پیش کرو کہ باوجود اس کے ہر روز افترا اور کذب کے جو وہ اللہ تعالیٰ پر کرے پھر اللہ تعالیٰ اس کی تائید اور نصرت کرتا جاوے۔" دکھاؤ تو سہی کہ ایسا جھوٹا آدمی جو اللہ تعالیٰ پر افترا کر رہا ہے، جھوٹ بول رہا ہے پھر اللہ تعالیٰ تائیدات بھی فرما رہا ہے۔

آج دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ اس بات کی واضح ثبوت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہیں! فرمایا کہ "چاہئے تو یہ تھا کہ اسے ہلاک کرے" چاہیے تو تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے جھوٹے آدمی کو ہلاک کر دیتا" مگر یہاں اس کے برخلاف معاملہ ہے۔ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں صادق ہوں اس کی طرف سے آیا ہوں مگر مجھے کذاب اور مفتری کہا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ہر مقدمہ اور ہر بلا میں جو قوم میرے خلاف پیدا کرتی ہے مجھے نصرت دیتا ہے اور اس سے مجھے بچاتا ہے اور پھر ایسی نصرت کی کہ لاکھوں

انسانوں کے دل میں میرے لیے محبت ڈال دی۔"

معنی یہ کہ اس وقت تو صرف ہندوستان تک ہی تھی۔ پھر دور و نزدیک تک یورپ میں بھی، امریکہ میں بھی، افریقہ میں بھی، ساؤتھ امریکہ میں، جزائر میں، آسٹریلیا میں، عرب ممالک میں لاکھوں انسانوں کے دلوں میں، آپ فرماتے ہیں کہ میری محبت ڈال دی۔ عجیب معاملہ ہے یہ کہ جھوٹے کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے۔ "مَیں اس پر اپنی سچائی کو حصر کرتا ہوں۔" یہی میری سچائی کی دلیل ہے۔ "اگر تم کسی ایسے مفتری کا نشان دے دو کہ وہ کذاب ہو اور اللہ تعالیٰ پر اس نے افترا کیا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی نصرتیں کی ہوں اور اس قدر عرصہ تک اسے زندہ رکھا ہو اور اس کی مرادوں کو پورا کیا ہو۔ دکھاؤ۔"

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 275-276)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "مسلمانوں کو چاہئے کہ جو انوار و برکات اس وقت آسمان سے اتر رہے ہیں وہ ان کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ وقت پر ان کی دستگیری ہوئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اس مصیبت کے وقت ان کی نصرت فرمائی۔ لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر نہ کریں گے تو خدا تعالیٰ ان کی کچھ پروانہ کرے گا۔ وہ اپنا کام کر کے رہے گا مگر ان پر افسوس ہو گا۔

میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ **اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹا دے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔** اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (البروج:17) ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دے دی ہے اور مَیں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے۔ اب اس کو سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو موعود آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں اور یہ بھی پکی بات ہے کہ اسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے۔"

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 290)

پھر آپؑ فرماتے ہیں "میرے نادان مخالفوں کو خدا روز بروز انواع و اقسام کے نشان دکھلانے سے ذلیل کرتا جاتا ہے اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیحؑ ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اِسی بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے اور بجز

اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوتِ محمد یہؐ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور چونکہ میں محض ظلّ ہوں اور امتی ہوں اس لئے آنجنابؐ کی اِس سے کچھ کسرِ شان نہیں۔"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے کچھ کسرِ شان نہیں "اور یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اِس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے۔ اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔" (تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 411-412)

پھر فرماتے ہیں "وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کے لئے کھڑا ہو جاؤں۔ اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دیئے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کے لئے مستعد ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔

یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں۔" اور اب تو بے شمار لوگ ایسے ہو گئے ہیں جو اس عقیدے کی نفی کرنے والے ہیں۔" اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزارہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اتار دی ہیں اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایاتِ الٰہی ان میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکا دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دے گی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔

اس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے تا جلد تر متفرق قوموں کو ایک قوم بنا دے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے۔ ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آ رہی ہے کہ یہ تمام متفرق قومیں کسی دن ایک قوم بننے والی ہے۔"

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180-181)

اللہ تعالیٰ کرے کہ دنیا میں بسنے والے لوگ خاص طور پر مسلمان اس حقیقت کو سمجھنے والے ہوں۔ آپؑ کے دعوے کو سمجھنے والے ہوں اور جلد وہ اس مسیح و مہدی کی بیعت میں آ جائیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے دنیا میں بھیجا ہے اور ہمیں بھی اپنا حقِ بیعت ادا کرنے والا بنائے۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے، الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی دوبارہ مَیں دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ وہاں حالات دوبارہ کافی بگڑتے جا رہے ہیں یا اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی مکمل امن اور سکون آ گیا ہے۔ پاکستان میں بھی ہر روز کوئی نہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح الجزائر میں بھی حکومت کے بعض اہلکاروں کی نیت نیک نہیں لگ رہی۔ دوبارہ کیس کھولنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو پاکستان میں بھی، الجزائر میں بھی اور دنیا کے ہر ملک میں جہاں بھی کوئی احمدی کسی بھی قسم کی تکلیف میں ہے اپنی حفاظت میں رکھے لیکن ساتھ ہی احمدیوں کو بھی توجہ کرنی چاہیے کہ وہ پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی طرف جھکیں۔ اپنی عبادتوں کے حق ادا کرنے والے ہوں اور حقوق العباد کو بھی ادا کرنے والے ہوں۔ اپنی حالتوں کو بہتر کرنے والے ہوں اور خدا سے خاص تعلق جوڑنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16/اپریل 2021ء جلد 28 شمارہ 31 صفحہ 05 تا 09)

14

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 02/ اپریل 2021ء بمطابق 02/ شہادت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مناقب حضرت عثمانؓ:

گذشتہ خطبہ سے پہلے حضرت عثمانؓ کا ذکر چل رہا تھا۔ آج بھی وہی ذکر ہو گا۔ **حضرت عثمانؓ میں عفت اور حیا بہت زیادہ تھی۔ اس بارے میں** ایک روایت ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں۔ اللہ کے دین میں ان سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ حقیقی حیا والے عثمانؓ ہیں۔ ان میں سے سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کو جاننے والے اُبَی بن کعبؓ ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے مُعاذ بن جبلؓ ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابتؓ ہیں۔ سنو ہر اُمّت کے لیے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعُبیدہ بن جَرَّاحؓ ہیں۔

(سنن ابن ماجه، افتتاح الكتاب باب فضائل زيد بن ثابت، حديث 154)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں اور اللہ کے احکام کی تعمیل و تنفیذ میں ان میں سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حیا کرنے والے عثمانؓ ہیں۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب معاذ بن جبل ۔۔۔حدیث 3790)

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ نہ میں نے کبھی لاپروائی کی اور نہ میں نے کبھی تمنا کی۔

(سنن ابن ماجه كتاب الطهارة وسننها باب كراهة مس الذكر باليمين والاستنجاء باليمين حديث نمبر 311)

یعنی خلافت کی یا کسی بھی عہدے کی یا جھوٹی تمنا نہیں کی۔

حضرت عائشہؓ آپؓ کی حیا کے بارے میں روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں اپنی رانوں یا پنڈلیوں سے کپڑا ہٹائے ہوئے لیٹے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اجازت مانگی تو آپؐ نے اسی حالت میں انہیں اجازت دی۔ پھر آپؐ باتیں کرنے لگے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی تو آپؐ نے اسی حالت میں انہیں بھی

اجازت دے دی۔ پھر بھی آپؐ باتیں کرتے رہے۔ پھر جب حضرت عثمانؓ نے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو ٹھیک کیا۔ محمد جو راوی ہیں کہتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سب ایک دن میں ہوا۔ مختلف وقتوں کی باتیں ہو سکتی ہیں۔ وہ آئے باتیں کیں اور جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ ابو بکرؓ آئے لیکن ان کے لیے آپؐ نے کوئی خاص خیال نہ کیا۔ پھر عمرؓ آئے تو ان کے لیے بھی آپؐ نے کوئی خاص خیال نہ کیا۔ لیکن جب عثمانؓ اندر آئے تو آپؐ بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے ٹھیک کرنے لگے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کیا مَیں اس شخص کا لحاظ نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں! ایک دوسری جگہ اس روایت کو بیان کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ صرف حضرت عثمانؓ کے لیے آپؐ نے یہ ایسا خاص اہتمام کیوں کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! یقیناً فرشتے عثمانؓ سے اسی طرح حیا کرتے ہیں جیسے وہ فرشتے اللہ اور اس کے رسولؐ سے حیا کرتے ہیں۔ اگر عثمانؓ اندر آتے اور تُو میرے قریب ہی ہوتی تو ان میں اتنی حیا ہے کہ وہ واپس جانے تک نہ ہی اپنا سر اوپر اٹھاتے یعنی نظر اوپر بھی نہ اٹھاتے اور نہ ہی کوئی بات کرتے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنه، روایت 6209) (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ59-60، کتاب المناقب باب فی حیائہٖ حدیث نمبر14504، دارالکتب العلمیة بیروت، 2001ء)

حضرت عثمانؓ کا یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی صفت کریم کے بیان میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کریم سے شرم کی جاتی ہے۔ کریم جو صفت ہے جس میں ہو اُس سے شرم کی جاتی ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اور آپؐ کی ٹانگوں کا کچھ حصہ ننگا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ آئے اور بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آئے اور بیٹھ گئے مگر آپؐ نے کوئی پروانہ کی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت عثمانؓ نے دستک دے دی۔ آپؐ فوراً اٹھ بیٹھے اور اپنی ٹانگوں کو کپڑے سے ڈھانک لیا اور فرمایا عثمانؓ بہت شرمیلا ہے۔ اس کے سامنے ٹانگ کا کچھ حصہ ننگا رکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں (پہلے بیان بھی ہوئے ہیں) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹایا ہوا تھا۔ اسی حالت میں ابو بکرؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپؐ اسی طرح لیٹے رہے اور آپؐ نے اجازت دے دی، ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر عمرؓ آئے۔ انہوں نے اجازت طلب کی۔ آپؐ نے اجازت دے دی اور اسی طرح لیٹے رہے۔ (لیٹے ہوئے تھے یا بیٹھے ہوئے تھے۔) پھر تھوڑی دیر بعد عثمانؓ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور کپڑے کو درست کر لیا اور ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب سب چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ! ابو بکرؓ آئے اور عمرؓ آئے تو آپؐ نے ان کی آمد پر خاص پروانہ کی اور اسی طرح لیٹے رہے جیسے لیٹے تھے لیکن عثمانؓ کی آمد پر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور کپڑے ٹھیک کر لیے۔ آپؐ نے جواب دیا اے عائشہؓ! کیا میں اس سے شرم نہ

کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔

تو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کی شرم کا لحاظ کیا کہ وہ لوگوں سے شرماتے تھے۔ آپؐ ان سے شرمائے یعنی حضرت عثمانؓ لوگوں سے شرماتے تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شرمائے۔ اس واقعہ کو بیان کر کے آپؐ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کریم ہونے سے لوگوں کو گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حیا کرنی چاہیے اس کی بات ماننی چاہیے۔ نہ یہ کہ گناہوں پر جرأت پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے کرم کر دے گا۔ ہمارے گناہوں کے باوجود ہم پر کرم کر دے گا۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ اس بات کو سامنے رکھنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی صفت کریم ہے تو پھر بندے کو بھی حیا کرنی چاہیے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 259)

تواضع اور سادگی کے بارے میں آتا ہے۔ عبداللہ رومی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ رات کے وضو کا خود انتظام کرتے تھے۔ آپؓ سے عرض کی گئی کہ اگر آپؓ کسی خادم کو حکم دیں تو وہ آپؓ کے لیے انتظام کر دیا کرے۔ اس پر آپؓ نے فرمایا: نہیں، رات تو ان لوگوں کی ہے جس میں یہ آرام کرتے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 33، عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

یعنی کہ کام کرنے والے خدمت گزاروں کو رات کو آرام کرنے کے لیے وقت دینا چاہیے۔

علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا جبکہ آپؓ منبر پر تھے کہ اے عثمانؓ! آپؓ نے اس امّت کو ایک بہت ہی مشکل معاملے میں ڈال دیا۔ آپؓ نے خطاب فرمایا۔ کچھ باتیں کیں، کچھ تنبیہ کی امّت کو۔ پس آپؓ توبہ کریں اور وہ بھی آپؓ کے ساتھ توبہ کریں۔ اللہ کا بڑا خوف دلایا تھا تو اس پر ایک صحابی نے یہ عرض کر دی۔ راوی کہتے ہیں اس پر آپؓ نے اسی وقت اپنا چہرہ قبلہ رخ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ

کہ اے اللہ! یقیناً میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف جھکتا ہوں۔ اور اس موقع پر موجود لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 39، عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

یہ اللہ تعالیٰ سے خوف اور خشیت اور آپؓ کی عاجزی کا مقام ہے کہ فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے۔ کسی بحث میں نہیں پڑے۔ اپنے لیے دعا کی، امّت کے لیے دعا کی۔

سخاوت اور فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں روایات ملتی ہیں۔ حضرت عثمانؓ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس چیزیں اپنے رب کے حضور چھپا کے رکھی ہوئی ہیں۔ میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے چوتھا شخص ہوں۔ نہ میں نے کبھی لہو و لعب والے گانے سنے اور نہ کبھی جھوٹی بات کی ہے اور جب سے میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے تب سے میں نے اپنی شرمگاہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہیں چھوا اور اسلام قبول کرنے کے بعد مجھ پر کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا جس میں مَیں نے کوئی گردن آزاد نہ کی ہو ماسوائے اس جمعہ کے کہ جس میں میرے پاس آزاد کرنے کے لیے کوئی غلام نہ ہو۔ اس صورت میں مَیں جمعہ کے علاوہ کسی اَور دن میں غلام آزاد کر دیتا تھا اور میں نے نہ زمانہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ ہی اسلام میں۔

(مجمع الزوائد جلد 9صفحہ65، کتاب المناقب باب فیما کان فیہ من الخیر حدیث نمبر14525 دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے گھر کے محاصرہ کے دوران بیس غلام آزاد کیے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 3،صفحہ 489، عثمان بن عفان، دار الفکر بیروت، 2003ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں تھے کہ لوگوں کو بھوک کی تکلیف آ پہنچی یہاں تک کہ میں نے مسلمانوں کے چہروں پر پریشانی اور منافقین کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! سورج غروب نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے رزق کے سامان فرما دے گا۔ حضرت عثمانؓ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپؓ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول بالکل سچ فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے چودہ اونٹ غلّہ سمیت خریدے اور ان میں سے نو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوا دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ حضرت عثمانؓ نے یہ آپؐ کی طرف ہدیۃً ارسال کیے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی اور مسرت پھیل گئی اور منافقوں کے چہروں پر بے چینی اور پریشانی چھا گئی۔ تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور آپؐ نے حضرت عثمانؓ کے لیے دعا کی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اَور کے حق میں ایسی دعا کرتے ہوئے نہ پہلے کبھی سنا اور نہ بعد میں، اور وہ دعا یہ تھی:

اَللّٰھُمَّ أَعْطِ عُثْمَانَ، اَللّٰھُمَّ افْعَلْ بِعُثْمَانَ۔

اے اللہ! عثمان کو بہت عطا فرما۔ اے اللہ! عثمان پر اپنا فضل و کرم نازل فرما۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے گوشت دیکھ کر فرمایا یہ کس نے بھیجا ہے؟ مَیں نے عرض کیا حضرت عثمانؓ نے۔ آپؓ کہتی ہیں کہ اس پر مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر عثمان کے لیے دعا کرتے دیکھا۔

(مجمع الزوائد جلد 9صفحہ64، کتاب المناقب باب اعانتہ فی جیش العسرۃ وغیرہ حدیث 14520، 14523 دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

محمد بن ہلال اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں جبکہ آپؓ گھر میں محصور کر دیے گئے تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان کی دادی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ہلال رکھا گیا۔ جب ایک روز حضرت عثمانؓ نے انہیں موجود نہ پایا تو پوچھنے پر آپؓ کو معلوم ہوا کہ آج رات ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔

میری دادی کہتی ہیں کہ اس پر حضرت عثمانؓ نے میری طرف پچاس درہم اور ایک بڑی چادر میں سے ٹکڑا بھجوایا اور فرمایا تیرے بیٹے کا وظیفہ ہے اور یہ اس کے پہننے کے لیے کپڑا ہے۔ جب اس کی عمر ایک سال ہو جائے گی تو ہم اس کا وظیفہ بڑھا کر سو درہم کر دیں گے۔

(البداية والنهاية لابن اثير جلد 4 جزء 7 صفحه 206 سنة35 هجرى، فصل فى ذكر شىء من سيرته۔۔۔ دارالكتب العلمية بيروت 2001ء)

ابن سعید بن یَرْبُوع بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار دوپہر کے وقت گھر سے نکلا جبکہ میں بچہ تھا۔ میرے پاس ایک پرندہ تھا جسے میں مسجد میں اڑا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک خوبصورت چہرے والے بزرگ لیٹے ہوئے ہیں۔ ان کے سر کے نیچے اینٹ یا اینٹ کا کوئی ٹکڑا تھا۔ تکیہ کی جگہ اینٹ رکھی ہوئی تھی۔ میں کھڑا ہو کر ان کی خوبصورتی کو تعجب سے دیکھنے لگا۔ انہوں نے اپنی آنکھیں کھول کر مجھ سے پوچھا۔ اے بچے تم کون ہو؟ میں نے اپنے متعلق بتایا تو انہوں نے قریب ہی سوئے ہوئے ایک لڑکے کو آواز دی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر انہوں نے مجھے کہا کہ اسے بلا کر لاؤ۔ چنانچہ میں اسے بلا لایا۔ اس بزرگ نے اسے کچھ لانے کا حکم دیا اور مجھے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر وہ لڑکا چلا گیا اور ایک پوشاک اور ایک ہزار درہم لے کر آیا۔ انہوں نے میرا لباس اتروایا اور اس کی جگہ مجھے وہ پوشاک پہنا دی اور وہ ایک ہزار درہم اس پوشاک میں ڈال دیے۔ جب میں اپنے والد کے پاس پہنچا تو انہیں یہ سب کچھ بتایا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے! کیا تجھے علم ہے کہ کس نے تیرے ساتھ ایسا سلوک کیا؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم سوائے اس کے کہ وہ کوئی ایسا شخص تھا جو مسجد میں سو رہا تھا اور اس سے بڑھ کر حسین میں نے کبھی زندگی میں کسی کو نہیں دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔

(البداية النهاية لابن اثير جلد 4 جزء 7 صفحه 206-207 سنة35 هجرى دارالكتب العلمية بيروت 2001ء)

ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ حضرت عثمانؓ سے اس وقت ملے جبکہ آپ مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت طلحہ نے کہا آپؓ کے پچاس ہزار درہم جو میرے ذمہ تھے وہ اب میسر آ گئے ہیں۔ آپ انہیں وصول کرنے کے لیے کسی شخص کو میری طرف بھیج دیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا کہ آپ کی مروت کی وجہ سے وہ ہم نے آپ کو ھبہ کر دیے ہیں۔ وہ نہیں لینے۔

اَصْمَعِی کہتے ہیں کہ ابن عامر نے قَطَنْ بن عَوف ھِلَالِی کو کِرمان کے علاقے پر گورنر بنایا۔ وہ چار ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلا۔ راستے میں ایک وادی بارش کے پانی کی وجہ سے بہ پڑی جس کی وجہ سے ان کا راستہ بند ہو گیا اور قَطَنْ کو بروقت نہ پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوا تو اس نے اعلان کیا کہ جو شخص اس وادی کو عبور کرے گا اس کے لیے ایک ہزار درہم بطور انعام ہو گا۔ اس پر لوگ تیر کر پار کرنے لگے۔

جب بھی کوئی شخص وادی کو پار کر لیتا تو قَطَن کہتے اسے اس کا جائزہ یعنی انعام دو۔ یہاں تک کہ سارے لشکر نے وادی پار کر لی اور یوں ان سب کو چالیس لاکھ درہم دیے گئے مگر گورنر ابن عامر نے قَطَن کو یہ رقم دینے سے انکار کر دیا اور یہ بات حضرت عثمانؓ کی خدمت میں تحریر کی۔

اس پر آپؓ نے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ رقم قَطَن کو دے دو کیونکہ اس نے تو اللہ کے راستے میں

مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ پس اس وادی کو عبور کرنے کی وجہ سے اس دن سے انعام میں دی جانے والی رقم کا نام جوائز پڑ گیا۔ جو جائزہ کی جمع ہے۔

(البداية النهاية لابن اثير جلد 4 جزء 7 صفحه 208 سنة35 هجرى دارالكتب العلمية بيروت 2001ء)

حضرت عثمانؓ سے، ایک دفعہ جب بیمار ہوئے تھے تو خلیفہ مقرر کرنے کی درخواست بھی کی گئی۔ اس واقعہ کو ہشام نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مَرْوَان بن حَکَم نے مجھے بتایا کہ جس سال نکسیر کی بیماری پھیلی حضرت عثمان بن عفانؓ کو بھی سخت نکسیر ہوئی۔ ناک میں سے خون آنے لگا یہاں تک کہ اس بیماری نے ان کو حج سے روک دیا اور انہوں نے وصیت کر دی تو اس وقت قریش میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپؓ کی ایسی حالت ہو رہی ہے کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کیا لوگوں نے یہ بات کہی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے پھر پوچھا کہ کس کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں؟ وہ خاموش رہا۔ اتنے میں ایک اَور شخص ان کے پاس آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ حارث تھا۔ کہنے لگا کہ خلیفہ مقرر کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیا لوگوں نے یہ کہا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا وہ کون ہے جو خلیفہ ہو گا؟ وہ خاموش رہا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا شاید وہ کہتے ہیں زبیر کو۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جہاں تک مجھے علم ہے وہ ان میں سے یقیناً بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سب سے زیادہ پیارا تھا۔

(صحيح البخارى كتاب فضائل اصحاب النبى باب مناقب الزبير بن العوام حديث 3717)

آپ کو کتابتِ وحی کا بھی موقع ملا۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ مزمل کے نزول کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو کتابتِ وحی کی سعادت ملی۔ ام کلثوم بن ثُمَامہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ ہم آپؓ سے حضرت عثمانؓ کے بارے میں پوچھتے ہیں کیونکہ لوگ ان کے بارے میں ہم سے بکثرت پوچھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس گھر میں ایک شدید گرم رات میں دیکھا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبرئیل وحی نازل کر رہے تھے۔ جب آپؐ پر نزولِ وحی ہوتا تو آپؐ پر بہت شدید بوجھ نازل ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (المزمل:6)

کہ یقیناً ہم تجھ پر ایک بھاری فرمان اتاریں گے۔ حضرت عثمانؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے لکھتے جا رہے تھے اور آپؐ فرما رہے تھے کہ اے عثمانؓ! لکھ۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا قرب کسی نہایت معزز و مکرم شخص کو ہی عطا فرماتا ہے۔

(كنزالعمال جلد 7 جزء 13 صفحه 23 كتاب الفضائل /فضائل الصحابه، حديث 36217 دارالكتب العلمية بيروت 2004ء)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قرآن کریم کے تحریری صحیفے جمع ہوئے جو انہوں نے اپنے پاس رکھے۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس وہ صحیفے رہے۔ اس کے بعد حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔ جب

حضرت عثمانؓ کی خلافت کا دور آیا تو آپؓ کے پاس یہ نسخے پہنچنے کی روایت اس طرح ملتی ہے۔ حضرت حُذَیفہ بن یَمَان بیان کرتے ہیں کہ وہ اہلِ عراق کے ساتھ مل کر فتح آرمینیا اور آذربائیجان کے لیے اہل شام سے جنگ کر رہے تھے اور وہاں سے لَوٹ کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حُذَیفہؓ کو ان علاقوں کے لوگوں کی قرآن کریم کی قراءت میں اختلاف کی وجہ سے خوف لاحق ہوا۔ آپؓ نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! اس امّت کو سنبھالیں قبل اس کے کہ وہ کتاب اللہ کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی مانند اختلاف کرنے لگ جائیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کی خدمت میں پیغام بھجوایا کہ قرآن کریم کے تحریری صحیفے ہمیں بھیج دیں تا کہ ہم ان کے نسخے تیار کریں۔ اس کے بعد وہ صحیفے آپ کو واپس لوٹا دیں گے۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھجوا دیے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت سعید بن عاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؓ کو حکم دیا کہ وہ ان کی نقول تیار کریں۔ حضرت عثمانؓ نے مؤخر الذکر تینوں صحابہ کو جو قریش سے تھے کہا کہ جب تمہارا اور زیدؓ کا قرآن کے کسی ٹکڑے کے متعلق اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان میں تحریر کرو کیونکہ قرآن کریم قریش کی زبان میں اترا ہے۔ چنانچہ ان اصحاب نے یہ کام کیا۔ جب نقول تیار ہو گئیں تو اصلی صحیفے حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کو واپس بھجوا دیے اور نئے تیار شدہ نسخے مختلف ممالک میں بھجوا کر حکم دیا کہ اس کے علاوہ جو بھی دیگر نسخے ہوں وہ جلا کر تلف کر دیے جائیں۔

(صحیح البخاری فضائل القرآن باب جمع القرآن حدیث 4986، 4987)

علامہ اِبنُ التِّیْن کہتے ہیں کہ **حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن کے واقعہ کا فرق یہ ہے کہ** حضرت ابو بکرؓ نے قرآن کو اس خوف سے جمع کیا کہ کہیں حفاظ قرآن کے وفات پا جانے کی وجہ سے قرآن کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ قرآن یکجا جمع نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا آپ نے قرآن کریم کو اس کی آیات کی اس ترتیب کے مطابق جمع کیا جس ترتیب کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن کریم حفظ کروایا تھا جبکہ حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن کا واقعہ یہ ہے کہ جب قراءت میں بہت زیادہ اختلاف ہونے لگا یہاں کے لوگوں نے اپنے لہجہ اور لغات کے مطابق قرآن پڑھنا شروع کر دیا حتی کہ ایک دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے تو آپؓ ڈرے کہ کہیں یہ معاملہ سنگین صورت نہ اختیار کر جائے۔ چنانچہ آپؓ نے ان صحائف کو جو حضرت ابو بکرؓ نے تیار کروائے تھے ایک مُصْحَف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا اور صرف قریش کی لغت کو ملحوظ رکھا اور یہ دلیل دی کہ قرآن کا نزول قریش کی لغت میں ہوا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں آسانی کی خاطر دوسری لغات کے مطابق قرآن کی تلاوت کی اجازت دی گئی تھی مگر جب آپؓ نے دیکھا کہ اب ایسا کرنے کی حاجت نہیں رہی تو آپؓ نے ایک ہی لغت کی قراءت پر اکتفا کا ارشاد فرمایا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو اپنے والے مصحف پر جمع کرنے کی زحمت کیوں اٹھائی جبکہ آپؓ سے قبل حضرت ابو بکرؓ اس کام کو کر چکے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جو کیا اس کا مقصد مصحف کی تدوین پر لوگوں کو جمع کرنا نہ تھا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کو کہلا بھیجا کہ آپؓ قرآنی صحیفے ہمیں بھیج دیں ہم ان کی کاپیاں بنا کر اصل صحیفے آپؓ کو واپس کر دیں

گے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ قدم صرف اس لیے اٹھایا کہ قراءت قرآن کے بارے میں لوگ اختلاف کرنے لگے تھے۔ کیونکہ صحابہ مختلف شہروں میں منتشر ہو چکے تھے اور اختلافِ قراءت کی صورتحال سنگین ہو چکی تھی اور اہل شام و عراق کے درمیان اختلاف نے وہ شکل اختیار کر لی تھی جس کو حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا ہے۔

(سیرۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان از علی محمد الصلابی صفحہ 231-232، دار المعرفہ بیروت لبنان 2006ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ الاعلیٰ کی آیت:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ ہم تمہیں وہ کلام سکھائیں گے جسے قیامت تک تم نہیں بھولو گے بلکہ یہ کلام اسی طرح محفوظ رہے گا جس طرح اس وقت ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کا ثبوت یہ ہے کہ اسلام کے اشد ترین معاند بھی آج کھلے بندوں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم اسی شکل و صورت میں محفوظ ہے جس شکل و صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیش فرمایا تھا۔ نولڈکے (Theodor Noldeke)، سپرنگر (Springer) اور ولیم میور (William Muir) سب نے اپنی کتابوں میں تسلیم کیا ہے کہ قطعی اور یقینی طور پر ہم سوائے قرآن کریم کے اَور کسی کتاب کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس شکل میں بانیٔ سلسلہ نے وہ کتاب پیش کی تھی اسی شکل میں وہ دنیا کے سامنے موجود ہے۔ صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے متعلق حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جس شکل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو یہ کتاب دی تھی اسی شکل میں اب بھی محفوظ ہے۔ وہ لوگ چونکہ اس بات کے قائل نہیں کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کتاب خود بنائی ہے اس لیے وہ یہ تو نہیں کہتے کہ جس شکل میں یہ کتاب نازل ہوئی تھی اسی شکل میں محفوظ ہے مگر وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ جس شکل میں محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ کتاب پیش کی تھی اسی شکل میں یہ کتاب اب تک دنیا میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ سر ولیم میور اپنی کتاب 'دی کران' (القرآن) میں لکھتے ہیں۔ 'یہ تمام ثبوت دل کو پوری تسلی دلا دیتے ہیں کہ وہ قرآن جسے ہم آج پڑھتے ہیں لفظاً لفظاً وہی ہے جسے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا تھا۔'

پھر سر ولیم میور اپنی کتاب 'لائف آف محمدؐ' میں لکھتے ہیں کہ 'اب جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے گو یہ بالکل ممکن ہے کہ محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنے زمانہ میں اسے خود بنایا ہو اور بعض دفعہ اس میں خود ہی بعض تبدیلیاں بھی کر دی ہوں مگر اس میں شبہ نہیں کہ یہ وہی قرآن ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں دیا تھا۔' اسی طرح سے لکھتے ہیں کہ 'ہم نہایت مضبوط قیاسات کی بنیاد پر کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے وہ اصلی ہے۔ اور محمدؐ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر محرف تصنیف ہے۔'

پھر نولڈکے جرمن مستشرق لکھتا ہے کہ: 'ہے کہ تحریر کی کوئی معمولی غلطیاں (یعنی طرزِ تحریر کی) ہوں تو ہوں لیکن جو قرآن عثمانؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اس کا مضمون وہی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیش کیا تھا۔ گو اس

کی ترتیب عجیب ہے۔ یورپین علماء کی یہ کوششیں کہ وہ ثابت کریں کہ قرآن میں بعد کے زمانہ میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی بالکل ناکام ثابت ہوئی ہیں۔'

الغرض یورپین مصنفین نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ جہاں تک قرآن کی ظاہری حفاظت کا سوال ہے اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً یہ وہی کتاب ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پڑھ کر سنائی۔" (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 421-422)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

"لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن بتاتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ صرف عثمانؓ کے لفظ کے ساتھ قافیہ ملایا ہے۔ ہاں شائع کنندہ قرآن اگر کہیں تو کسی حد تک بجا ہے۔ آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلام دور دور تک پھیل گیا تھا اس لئے آپ نے چند نسخہ نقل کرا کر مکہ، مدینہ، شام، بصرہ، کوفہ اور بلاد میں بھجوا دیئے تھے اور جمع تو اللہ تعالیٰ کی پسند کی ہوئی ترتیب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا تھا اور اسی پسندیدہ ترتیب کے ساتھ ہم تک پہنچایا گیا۔ ہاں اس کا پڑھنا اور جمع کرنا ہم سب کے ذمہ ہے۔" (حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 272)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کہ جب بجائے اس کے کہ مکہ والے مکہ میں رہتے، مدینہ والے مدینہ میں رہتے، نجد والے نجد میں رہتے، طائف والے طائف میں رہتے، یمن والے یمن میں رہتے اور وہ ایک دوسرے کی زبان اور محاورات سے ناواقف ہوتے۔ مدینہ دارالحکومت بن گیا تو تمام قومیں ایک ہو گئیں کیونکہ اس وقت مدینہ والے حاکم تھے جن میں ایک بڑا طبقہ مہاجرین مکہ کا تھا اور خود اہل مدینہ بھی اہل مکہ کی صحبت میں حجازی عربی سیکھ چکے تھے۔ پس چونکہ قانون کا نفاذ ان کی طرف سے ہوتا تھا۔ مال ان کے قبضہ میں تھا" یعنی حکومت جن کے پاس تھی۔ "اور دنیا کی نگاہیں انہی کی طرف اٹھتی ہیں۔ اس وقت طائف کے بھی اور نجد کے بھی اور مکہ کے بھی اور یمن کے بھی اور دوسرے علاقوں کے بھی اکثر لوگ مدینہ میں آتے جاتے تھے اور مدینہ کے مہاجر و انصار سے ملتے اور دین سیکھتے تھے اور اسی طرح سب ملک کی علمی زبان ایک ہوتی جاتی تھی۔ پھر کچھ ان لوگوں میں سے مدینہ میں ہی آ کر بس گئے تھے۔ ان کی زبان تو گویا بالکل ہی حجازی ہو گئی تھی۔ یہ لوگ جب اپنے وطنوں کو جاتے ہوں گے تو چونکہ یہ علماء اور استاد ہوتے تھے یقیناً ان کے علاقہ پر ان کے جانے کی وجہ سے بھی ضرور اثر پڑتا تھا۔ علاوہ ازیں جنگوں کی وجہ سے عرب کے مختلف قبائل کو اکٹھا رہنے کا موقعہ ملتا تھا اور افسر چونکہ اکابر صحابہؓ ہوتے تھے ان کی صحبت اور ان کی نقل کی طبعی خواہش بھی زبان میں یک رنگی پیدا کرتی تھی۔ پس گو ابتداء میں تو لوگوں کو قرآن کریم کی زبان سمجھنے میں دقتیں پیش آتی ہوں گی مگر مدینہ کے دارالحکومت بننے کے بعد جب تمام عرب کا مرکز مدینہ منورہ بن گیا اور قبائل اور اقوام نے بار بار وہاں آنا شروع کر دیا تو پھر اس اختلاف کا کوئی امکان نہ رہا۔ کیونکہ اس وقت تمام علمی مذاق کے لوگ قرآنی زبان سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب لوگ اچھی طرح واقف ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ آئندہ صرف حجازی قراءت پڑھی جائے۔ اور

کوئی قراءت پڑھنے کی اجازت نہیں۔ آپؓ کے اس حکم کا مطلب یہی تھا کہ اب لوگ حجازی زبان کو عام طور پر جاننے لگ گئے ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ انہیں حجازی عربی کے الفاظ کا بدل استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔

حضرت عثمانؓ کے اس حکم کی وجہ سے ہی شیعہ لوگ جو سنیوں کے مخالف ہیں کہا کرتے ہیں کہ موجودہ قرآن بیاضِ عثمانی ہے حالانکہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک عربوں کے میل جول پر ایک لمبا عرصہ گذر چکا تھا اور وہ آپس کے میل جول کی وجہ سے ایک دوسرے کی زبانوں کے فرق سے پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے۔ اس وقت اس بات کی کوئی ضروت نہیں تھی کہ اور قراءتوں میں بھی لوگوں کو قرآن کریم پڑھنے کی اجازت دی جاتی۔ یہ اجازت محض وقتی طور پر تھی اور اس ضرورت کے ماتحت تھی کہ ابتدائی زمانہ تھا، قومیں متفرق تھیں اور زبان کے معمولی معمولی فرق کی وجہ سے الفاظ کے معانی بھی تبدیل ہو جاتے تھے۔ اس نقص کی وجہ سے عارضی طور پر بعض الفاظ کو جو ان قبائل میں رائج تھے اصل وحی کے بدل کے طور پر خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی تا کہ قرآن کریم کے احکام کے سمجھنے اور اس کی تعلیم سے روشناس ہونے میں کسی قسم کی روک حائل نہ ہو اور ہر زبان والا اپنی زبان کے محاورات میں اس کے احکام کو سمجھ سکے اور اپنے لہجہ کے مطابق پڑھ سکے۔ جب بیس سال کا عرصہ اس اجازت پر گزر گیا۔ زمانہ ایک نئی شکل اختیار کر گیا۔ قومیں ایک نیا رنگ اختیار کر گئیں۔ وہ عرب جو متفرق قبائل پر مشتمل تھا ایک زبردست قوم بلکہ ایک زبردست حکومت بن گیا۔ آئین ملک کا نفاذ اور نظام تعلیم کا اجراء ان کے ہاتھ میں آگیا۔ مناصب کی تقسیم ان کے اختیار میں آگئی، حدود اور قصاص کے احکام کا اجراء انہوں نے شروع کر دیا تو اس کے بعد اصلی قرآنی زبان کے سمجھنے میں لوگوں کو کوئی دِقّت نہ رہی اور جب یہ حالت پیدا ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس عارضی اجازت کو جو محض وقتی حالات کے ماتحت دی گئی تھی منسوخ کر دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا منشاء تھا مگر شیعہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا قصور اگر قرار دیتے ہیں تو یہی کہ انہوں نے مختلف قراءتوں کو مٹا کر ایک قراءت جاری کر دی۔ حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو آسانی سے سمجھ سکتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے مختلف قراتوں میں قرآن کریم پڑھنے کی اجازت اسلام کے دوسرے دَور میں دی ہے، ابتدائی دور میں نہیں دی۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ قرآن کریم کا نزول گو حجازی زبان میں ہوا ہے مگر قراءتوں میں فرق دوسرے قبائل کے اسلام لانے پر ہوا۔ چونکہ بعض دفعہ ایک قبیلہ اپنی زبان کے لحاظ سے دوسرے قبیلہ سے کچھ فرق رکھتا تھا اور یا تو وہ تلفظ صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا تھا یا ان الفاظ کا معنوں کے لحاظ سے فرق ہو جاتا تھا۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت بعض اختلافی الفاظ کے لہجہ کے بدلنے یا اس کی جگہ دوسرا لفظ رکھنے کی اجازت دے دی۔ مگر اس کا آیات کے معانی یا ان کے مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا بلکہ اگر یہ اجازت نہ دی جاتی تو فرق پڑتا۔ چنانچہ اس کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورت عبد اللہ بن مسعود کو اور طرح پڑھائی اور حضرت عمرؓ کو اَور طرح پڑھائی کیونکہ حضرت عمرؓ خالص شہری تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ گڈریا تھے اور اس وجہ سے بدوی لوگوں سے ان کا تعلق زیادہ تھا۔ پس دونوں زبانوں میں بہت بڑا فرق تھا۔ ایک دن عبد اللہ بن مسعودؓ قرآن کریم کی وہی سورت پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے اور انہوں

نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو کسی قدر فرق سے اس سورۃ کی تلاوت کرتے سنا۔ انہیں بڑا تعجب آیا کہ یہ کیا بات ہے کہ الفاظ کچھ اَور ہیں اور یہ کچھ اَور طرح پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے گلے میں پٹکا ڈالا اور کہا چلو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں ابھی تمہارا معاملہ پیش کرتا ہوں۔ تم سورت کے بعض الفاظ اَور طرح پڑھ رہے ہو اور اصل سورت اَور طرح ہے۔ غرض وہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! آپؐ نے یہ سورت مجھے اَور طرح پڑھائی تھی اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور طرح پڑھ رہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے فرمایا تم یہ سورت کس طرح پڑھ رہے تھے؟ وہ ڈرے اور کانپنے لگ گئے کہ کہیں مجھ سے غلطی نہ ہو گئی ہو مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈرو نہیں، پڑھو۔ انہوں نے پڑھ کر سنائی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپؐ نے تو مجھے اَور طرح پڑھائی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ بھی ٹھیک ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: قرآن کریم سات قراءتوں میں نازل کیا گیا ہے تم ان معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑا نہ کرو۔ اس فرق کی وجہ دراصل یہی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا عبد اللہ بن مسعودؓ گڈریا ہیں اور ان کا اَور لہجہ ہے اس لئے ان کے لہجہ کے مطابق جو قراءت تھی وہ انہیں پڑھائی۔ حضرت عمرؓ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ یہ خالص شہری ہیں اس لئے انہیں اصل مکی زبان کی نازل شدہ قراءت بتائی۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو ان کی اپنی زبان میں سورت پڑھنے کی اجازت دے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خالص شہری زبان میں وہ سورت پڑھا دی۔ اس قسم کے چھوٹے چھوٹے فرق ہیں جو مختلف قراءتوں کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے مگر ان کا نفس مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ ہر شخص سمجھتا تھا کہ یہ تمدن اور تعلیم اور زبان کے فرق کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔"

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ "..... تمدن اور حکومت کے ذریعہ سے قبائلی حالت کی جگہ ایک قومیت اور ایک زبان نے لے لی اور سب لوگ حجازی زبان سے پوری طرح آشنا ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے سمجھا اور صحیح سمجھا کہ اب ان قراءتوں کو قائم رکھنا اختلاف کو قائم رکھنے کا موجب ہو گا۔ اس لئے ان قراءتوں کا عام استعمال اب بند کرنا چاہئے، باقی کتب قراءت میں تو وہ محفوظ رہیں گی۔ پس انہوں نے اس نیک خیال کے ماتحت عام استعمال میں حجازی اور اصل قراءت کے سوا باقی قراءتوں سے منع فرما دیا اور عربوں اور عجمیوں کو ایک ہی قراءت پر جمع کرنے کے لئے تلاوت کے لئے ایسے نسخوں کی اجازت دی جو حجازی اور ابتدائی قراءت کے مطابق تھے۔"

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 49 تا 51)

کچھ تھوڑا سا ذکر باقی رہ گیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ۔ آج بھی دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں **پاکستان کے لیے بھی الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی اور دنیا میں ہر جگہ جہاں جہاں احمدی مشکلات میں گرفتار ہیں** دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور فرمائے اور خاص طور پر پاکستان میں قانون کی وجہ سے مختلف وقتوں میں احمدیوں کے لیے مشکلات کھڑی کی جاتی ہیں اور کسی صورت میں بھی اب ان کی وہ آزادی نہیں رہی۔ اسی طرح الجزائر میں بھی بعض حکومتی اہلکار مشکلات کھڑی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو ان سب مشکلات سے آزادی عطا فرمائے۔

نماز جمعہ کے بعد میں ویب سائٹ کا بھی لانچ کروں گا جو چینی ڈیسک کی ویب سائٹ ہے اور مرکزی آئی ٹی ٹیم کے تعاون سے یہ ویب سائٹ بنائی گئی ہے جس سے لوگوں کو چینی زبان میں اسلام اور احمدیت کے متعلق تفصیلی معلومات مل سکیں گی۔ اس ویب سائٹ کو جماعت کی مین ویب سائٹ الاسلام کے ذریعہ بھی اور علیحدہ طور پر بھی وزٹ کیا جا سکے گا۔ اس میں مختلف عناوین کے تحت مواد ڈالا گیا ہے۔ قرآن کریم کے چینی ترجمہ کا نیا ایڈیشن ڈالا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تئیس دیگر کتب اور پمفلٹس دیے گئے ہیں۔ سوال وجواب کے تحت مختلف سوالوں کے جواب دیے گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عنوان کے تحت حضور اقدس علیہ السلام اور خلفاء کا تعارف دیا گیا ہے۔ پہلے صفحہ پر جماعت کی دیگر چھ ویب سائٹس کے لنک دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ رابطے کے لیے فون، فیکس اور ای میل وغیرہ کی تفصیل دی گئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ ویب سائٹ چینی عوام کے لیے ہدایت کا موجب ہو اور اسلام اور احمدیت کے لیے ان کے دل کھلیں۔

اس کے علاوہ میں بعض (مرحومین کی) نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

جن کا جنازہ پڑھانا ہے ان میں سے پہلا **جو ذکر ہے محترم محمد یونس خالد صاحب مربی سلسلہ کا ہے** جو 15/ مارچ کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے 67 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

محمد یونس خالد صاحب کے دادا حضرت میاں مراد بخش صاحب اور ان کے بھائی حضرت حاجی احمد صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ میں سے تھے۔ چھ افراد کا قافلہ موضع پریم کوٹ ضلع حافظ آباد سے پیدل قادیان گیا تھا۔ اس قافلہ میں حضرت حاجی احمد صاحبؓ موجود تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تبرکاً پانی طلب کیا اور حضورؑ نے عطا فرمایا۔ مکرم یونس خالد صاحب نے میٹرک ربوہ سے کیا۔ اس کے بعد جامعہ میں داخل ہو گئے اور دوران جامعہ عربی فاضل بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ 1980ء میں جامعہ احمدیہ سے شاہد پاس کیا پھر چالیس سال تک ان کو مختلف جگہوں پر، پاکستان میں بھی اور بیرونی ممالک میں افریقہ میں بھی سلسلہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ مریم صدیقہ صاحبہ ہیں اور ایک بیٹا ہے عتیق احمد مبشر جو مربی سلسلہ ہیں۔

یہ عتیق احمد مبشر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ایک عالم باعمل انسان تھے۔ اکثر مجھے کہا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ والا سلوک رکھا ہے۔ جب بھی مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہ پوری کر دیتا ہے اور اس کا مشاہدہ میں نے بھی کئی بار کیا۔ پھر یہی بیٹے رانا مبارک احمد صاحب کے حوالے سے جو لاہور میں صدر حلقہ تھے، لکھتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی جماعتی کام آتا مکرم مربی صاحب فوراً اسے انجام دیتے اور یہ بھی خیال نہ کرتے تھے کہ جوتا بھی پہنا ہوا ہے یا نہیں۔ فوری طور پر تیزی سے کام کے لیے نکل جایا کرتے تھے۔ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ہری پور ہزارہ کے امیر صاحب کہا کرتے تھے کہ مربی صاحب پوری تربیلا جماعت کے لیے ایک مثالی چندہ دینے والے ہیں۔ وفات یافتگان بزرگان کا چندہ بھی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ ان کے ہم زلف بیان کرتے ہیں کہ چندوں کے معاملے میں بڑے

حساس تھے خصوصاً اپنی وصیت کے چندوں کی ادائیگی میں مستعد رہتے تھے۔ مرحوم نہایت دعا گو اور درویش انسان تھے۔ مرحوم غریب غرباء کو تلاش کر کے ان کی خفیہ مالی امداد کیا کرتے تھے۔ رشتہ داروں میں غرباء کی بچیوں کی شادیوں کے موقع پر جہیز کا سامان خرید کر دیا کرتے تھے۔ رشتہ دار کہہ رہے ہیں کہ ہم ایک مخلص اور مالی امداد کرنے والے پیارے مہربان وجود سے محروم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم ڈاکٹر نظام الدین بدھن صاحب آئیوری کوسٹ کا ہے۔ یہ 15/ مارچ کو تہتر سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم ماریشس سے حاصل کی۔ 1968ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سکالرشپ دیا اور آپ نے پاکستان آ کے پہلے ایف ایس سی تعلیم الاسلام کالج سے کیا پھر میڈیکل کالج میں داخلہ لیا اور ڈاؤ میڈیکل کالج (Dow Medical College) سے انہوں نے ایم بی بی ایس کیا۔ 1978ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کا تقرر نائیجیریا کے احمدیہ کلینک میں بطور انچارج کلینک فرمایا اور 84ء تک وہاں خدمت کی توفیق پائی اور جب 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ گھانا کے دورے پر تشریف لے گئے تھے تو اس موقع پر جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کے وفد نے گھانا پہنچ کر حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اس وفد نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ جس طرح جماعت احمدیہ گھانا میں ہسپتال ہیں ہمارے آئیوری کوسٹ میں بھی کھولا جائے۔ بہر حال حضورؒ نے اس کو منظور فرمایا اور اس کے لیے کارروائی شروع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب 18/ مارچ 1983ء کو لیگوس (Lagos) سے آئیوری کوسٹ پہنچے اور وزارت صحت کے افسران سے ملاقات کی۔ کیونکہ فرنچ زبان جانتے تھے اس لیے فرنچ ڈاکٹر کی ضرورت تھی تو ان کو نائیجیریا سے وہاں بھجوا دیا گیا اور ان کو احمدیہ ڈسپنسری کھولنے کی وہاں اجازت مل گئی۔ 1984ء سے لے کے تاوفات آپ آئیوری کوسٹ میں خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کی اہلیہ بھی وفات پا چکی ہیں۔ ایک بیٹا ہے بشیر الدین محمود بدھن اور بیٹی ہیں ناشمیہ عائشہ مبارکہ۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی خلافت اور جماعت سے جوڑے رکھے۔

عبدالقیوم پاشا صاحب آئیوری کوسٹ کے امیر و مشنری انچارج کہتے ہیں کہ آئیوری کوسٹ میں تقریباً چھتیس سال احمدیہ کلینک آبی جان میں بطور میڈیکل افسر کے اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ ایک بہت اچھے ڈاکٹر، ایک اچھے انسان اور جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کے نمایاں بزرگ ممبر تھے۔ کہتے ہیں کہ خاکسار کا ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تقریباً اٹھارہ سال کا ساتھ تھا۔ ان کو ہر رنگ میں اچھا انسان پایا۔ ہر ایک کی مدد کرنے والے، جماعتی کاموں میں رہنمائی کرنے والے اور مہمان نواز، خوش اخلاق، خوش گفتار اور خوش پوش انسان تھے۔ جماعت کے مختلف عہدوں پر بھی فائز رہے۔ بہت سخی دل تھے۔ بچوں کے ساتھ بہت پیار و محبت کا سلوک کرتے۔ اکثر بچوں کو تحائف کے طور پر دینے کے لیے کلینک میں ہی کچھ رکھا ہوتا تھا۔ جو مریض بچے آتے تھے ان کو تحفہ بھی دیتے تھے۔ کھلونے ٹافیاں وغیرہ۔ مشن میں رہنے والے طلبہ اور غریب احمدی گھرانوں کی بہت مدد کرتے تھے۔

وہاں کے ایک مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ آپ کے پاس اگر کوئی مریض نہیں ہوتا تھا تو انہیں کسی خادم یا ناصر

کی تعلیم و تربیت میں مصروف پایا۔ یہ نہیں کہ اگر مریض نہیں ہے تو بیٹھے رہے۔ کسی نہ کسی جماعتی کام میں اپنے آپ کو مصروف رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں کبھی ملفوظات یا خطبہ جمعہ کا فرنچ ترجمہ کر رہے ہوتے تھے اور احباب جماعت کو پھر اس کی فوٹو کاپیاں کر کے بھیجتے تھے۔ ہر وقت آپ انسانیت کی خدمت کے لیے تیار رہتے تھے۔ بیماروں کو خود ذاتی طور پر ادویات خرید کر دیتے اور کبھی غریب لوگوں کو اور کبھی کسی کو گھریلو ضروریات کی اشیاء جیسے چاول، تیل وغیرہ وہ بھی مہیا فرما دیتے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ ہے سلمیٰ بیگم اہلیہ ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر صاحب کا جو 24/ جنوری کو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ کے والد راجہ فضل داد خان صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے خاندان کے پہلے احمدی تھے۔ ان کے لکھنے والوں نے، ان کے بچوں نے ہی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کی نمازوں کی طوالت تو ضرب المثل کے طور پر پورے خاندان میں مشہور تھی۔ نہایت خوش اخلاق، خوش مزاج، خدمت گزار، تقویٰ شعار، باوفا، باہمت، نہایت اعلیٰ ظرف، صاحب حکمت، وسیع حوصلے کی مالک، باکردار اور پُر وقار، بہت دعا گو، نہایت صابرہ و شاکرہ، قانع اور متوکل علی اللہ خاتون تھیں۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرمہ کشور تنویر ارشد صاحبہ اہلیہ عبد الباقی ارشد صاحب چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ یوکے کا ہے جو 27/ فروری کو 87 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحومہ نے بہت صبر اور حوصلے کے ساتھ اپنی بیماری اور پیرانہ سالی میں مختلف عوارض کا مقابلہ کیا اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اپنے پیارے رب کے حضور حاضر ہو گئیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور اسی طرح پوتے اور پوتیاں اور نواسے نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک داماد نصیر دین صاحب اس وقت نائب امیر یوکے کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ایک بیٹا نبیل ارشد ہے اس کو بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے وقت میں بھی خدمت کی توفیق ملی اور میں نے بھی جب بھی کسی خدمت کے لیے ان کو بلایا فوراً حاضر ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے بچوں کی اچھی تربیت کی ہے۔ آپ بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں۔ بے حد نفاست پسند تھیں۔ سلیقہ شعار تھیں۔ ایک فدائی مخلص اور نیک خاتون تھیں۔ نماز روزہ کی پابند اور چندہ ادا کرنے میں بہت جلدی کرتیں۔ ہمیشہ صدقہ و خیرات دل کھول کر کرتیں۔ ارشد باقی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کا ایک طویل عرصہ لندن میں قیام رہا اس دوران 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی لندن ہجرت کے بعد میرے ساتھ جماعتی کاموں میں بہت تعاون کرتی رہیں اور ہمیشہ جماعت کی خدمت کو ترجیح دی۔ ہر لحاظ سے اپنے گھر کو ایک پُر سکون اور جنت نظیر بنائے رکھا۔ خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ سکون کے لحاظ سے یہ گھر میرا پسندیدہ ہے۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ ہر حالت میں خدا کا شکر ادا کرتی تھیں۔ دکھ اور سکھ دونوں حالتوں میں قضاء و قدر کو خوشی سے قبول کیا اور زبان پر کبھی کوئی شکوہ نہ آنے دیتی تھیں۔ سعودی عرب میں بھی ان کا قیام رہا۔ وہاں بھی جو احمدی احباب حج یا

عمرے کے لیے جاتے تھے ان کی بہت خدمت کی توفیق انہوں نے پائی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ عبدالرحمٰن حسین محمد خیر صاحب آف سوڈان کا ہے۔ 24/ دسمبر کو ان کی 56 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

جماعت احمدیہ سے تعارف سے قبل یہ کسی بھی اسلامی فرقے میں شامل نہ تھے بلکہ انہیں بعض عقائد مثلاً ناسخ و منسوخ اور جنّ وغیرہ کے بارے میں شک تھا۔ ان کے بڑے بھائی عثمان حسین صاحب سعودی عرب میں کام کرتے تھے۔ وہاں ان کا تعارف جماعت سے ہوا تو انہوں نے مرحوم عبدالرحمٰن صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ یہ 2007ء کی بات ہے۔ اپنے بھائی سے احمدیت کے بارے میں سنا تو عبدالرحمٰن صاحب ایم ٹی اے دیکھنے کے لیے بے قرار ہو گئے۔ اس وقت ان کے علاقے میں ایم ٹی اے کی نشریات کا حصول قدرے مشکل تھا جس کے لیے انہوں نے متعدد ڈش انٹینے بدلے، کافی پیسہ خرچ کیا، آخر انہیں ایم ٹی اے مل گیا۔ پھر تو ان کا یہ معمول تھا کہ کام سے واپس آنے کے بعد اکثر وقت ایم ٹی اے دیکھنے میں گزارتے۔ بالآخر اطمینان قلب ہونے پر 2010ء میں ان کو بیعت کی توفیق ملی۔ بیعت کے بعد انہوں نے اپنے تمام رشتہ داروں اور دوستوں کو تبلیغ کی۔ مرحوم کی نیک صفات میں عاجزی، انکساری، مہمان نوازی، غرباء پروری اور حسن معاملہ نمایاں تھیں۔ 2013ء میں سوڈان میں جماعت کے قیام میں انہیں نمایاں کردار ادا کرنے کی توفیق ملی اور اس سلسلہ میں بے دریغ مالی قربانی بھی انہوں نے کی۔ مرحوم بہت سے غریب احباب جماعت کی مالی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ سوڈان کے ایک علاقے میں آباد ایک بہت ہی غریب قبیلے کے احمدی جب اہل علاقہ کی طرف سے ظلم کا نشانہ بنے تو مرحوم نے دل کھول کر ان کی مالی امداد کی اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا۔ اَور لوگوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ ہر جمعہ کو اپنی گاڑی پر مختلف مقامات سے احمدیوں کو نماز سینٹر لے کر آتے اور جمعہ کی نماز کے بعد انہیں واپس گھر پہنچاتے تھے۔ غیر از جماعت احباب بھی ان کے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔ چندہ جات میں بہت باقاعدہ اور دل کھول کر خرچ کرنے والے تھے۔ سوڈان کی پہلی مجلس عاملہ میں بھی ان کو کام کرنے کی توفیق ملی اور اس ذمہ داری کو آخر وقت تک نبھاتے رہے۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا بھی جماعت اور خلافت سے تعلق مضبوط کرے اور مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد میں نماز جنازہ ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 23/ اپریل 2021ء جلد 28 شمارہ 33 صفحہ 05 تا 10)

15

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09/ اپریل 2021ء بمطابق 09/ شہادت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مناقب حضرت عثمانؓ:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ **حضرت عثمانؓ کا کیا مقام تھا**، صحابہؓ ان کو کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی اور اس کے بعد بھی دیکھتے تھے۔ اس بارے میں روایت ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں میں سے ایک کو دوسرے سے بہتر قرار دیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضرت ابو بکر سب سے بہتر ہیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ حدیث نمبر 3655)

اور ایک دوسری روایت بخاری میں اس طرح ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ کسی کو بھی حضرت ابو بکرؓ کے برابر نہیں سمجھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کے برابر۔ پھر حضرت عثمانؓ کے برابر۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان میں سے کسی کو ایک دوسرے سے افضل نہیں سمجھتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب عثمان.....حدیث 3697)

پھر حضرت عثمانؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین لوگوں میں شمار ہونے کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں اس میں محمد بن حَنَفِیّہ کی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو بکرؓ۔ میں نے پوچھا ان کے بعد کون؟ انہوں نے کہا پھر عمرؓ۔ پھر میں نے ڈرتے ہوئے پوچھا کہ پھر کون؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عثمانؓ۔ پھر میں نے کہا اے میرے باپ! ان کے بعد کیا آپؓ؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی التفضیل حدیث نمبر 4629)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو تعلق تھا اور آپؐ کی نظر میں ان کا جو مقام تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے بغض رکھنے والے ایک شخص کا جنازہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا۔ اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کا جنازہ لایا گیا تا کہ آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں لیکن آپؐ نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی۔ کسی نے عرض کی یارسول اللہؐ! اس سے پہلے ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کسی کی نماز جنازہ چھوڑی ہو۔ اس پر آپؐ نے فرمایا یہ شخص عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ بھی اس سے دشمنی رکھتا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب حدیث غریب فی امتناعه..... حدیث نمبر 3709)

پھر حضرت عثمانؓ کے انصاف کے بارے میں روایت آتی ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے بھائی کا بھی قصور ثابت ہونے پر ان کو سزا دینے کا کہا۔ عبید اللہ بن عدی نے بیان کیا حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن اسود بن عَبْدِ یَغُوثْ دونوں نے مجھے کہا کہ تمہیں کیا بات روکتی ہے کہ حضرت عثمانؓ سے ان کے بھائی ولید سے متعلق گفتگو کرو کیونکہ لوگوں نے ان کے متعلق بعض غلط باتوں کی وجہ سے بہت چہ میگوئیاں کی ہیں تو میں حضرت عثمانؓ کے پاس گیا۔ وہ نماز کے لیے باہر آئے۔ میں نے کہا آپؓ سے مجھے ایک کام ہے اور وہ آپؓ کی خیر خواہی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا بھلے آدمی تم سے...۔ مَعْمَر نے کہا۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے کہا ہے ان کا پیغام لے کے آیا ہے تو۔ پھر کہا میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص جو حضرت عثمانؓ کے پاس گیا تھا وہاں سے چل دیا اور ان لوگوں کے پاس واپس آیا اتنے میں حضرت عثمانؓ کا پیغامبر آیا اور میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا تمہاری خیر خواہی کیا ہے؟ کہتا تھا ناں آپ کی خیر خواہی چاہتا تھا۔ تو میں نے کہا اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپؐ پر کتاب نازل کی اور آپؓ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی اور آپؓ نے دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آپؓ نے حضور کی روش دیکھی اور پھر میں نے کہا کہ ولید جو حضرت عثمانؓ کے بھائی تھے اس کے متعلق لوگ بہت کچھ کہہ چکے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے مجھ سے پوچھا اور کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا؟ میں نے کہا نہیں لیکن آپؓ کے علم سے وہ باتیں مجھے پہنچی ہیں۔ زمانہ تو نہیں پایا لیکن وہ باتیں مجھ تک پہنچی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی تھیں اور جو ایک کنواری عورت کو بھی اس کے پردے میں پہنچتی ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اما بعد۔ اللہ نے یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ بھیجا اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کی اور میں ان تمام باتوں پر ایمان لایا جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے اور میں نے دو ہجرتیں بھی کیں جیسا کہ تم نے کہا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا اور آپؐ کی بیعت کی اور اللہ کی قسم! میں نے آپؐ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ آپؐ سے کوئی دغا کیا یہاں تک کہ اللہ نے آپؐ کو وفات دی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ بھی میرے لیے ویسے ہی مطاع رہے۔ حضرت عمرؓ بھی ویسے ہی مطاع رہے، ان کی بھی میں نے اطاعت کی۔ پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا تو کیا میرا بھی وہی حق نہیں جو ان کا ہے، جو پہلے دو خلفاء کا ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا پھر کیا باتیں ہیں جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچتی رہتی ہیں اور یہ جو ولید کے معاملے سے متعلق تم نے ذکر کیا ہے تو ہم ان شاء اللہ اس کو واجبی سزا دیں گے یعنی جو سزا اس جرم کے لیے ہے جو جرم اس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اس نے کیا تو اس کی سزا دیں گے۔ پھر

اس کے بعد انہوں نے حضرت علیؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اس کو درّے لگائیں تو انہوں نے اس کو اسّی درّے لگائے۔
(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب عثمان... حدیث 3696)

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اس کی شرح میں بیان کرتے ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے کہ "ولید بن عقبہ کے خلاف تعزیر عائد کرنے کا جو ذکر ہے اس کا تعلق شراب پینے کے الزام سے ہے۔ شہادت سے ثابت ہونے پر کہ وہ زمانہ جاہلیت والی شراب ہی تھی نہ کہ منقہ یا کھجور کا شربت۔ حضرت عثمانؓ نے قرابت کا لحاظ نہیں فرمایا بلکہ قرابت کی وجہ سے اسے دوگنا سزا دی۔ بجائے چالیس کے اسّی کوڑے لگوائے اور یہ تعداد حضرت عمرؓ کے تعامل سے ثابت تھی۔"

(اردو ترجمہ صحیح بخاری جلد 7 صفحہ 192 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پھر ایک روایت میں آتا ہے عطاء بن یزید نے انہیں خبر دی کہ حُمران نے جو کہ حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک برتن منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ تین بار پانی ڈال کر دھوئے۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا اور کلی کی اور ناک صاف کیا۔ پھر اپنا منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین تین بار دھوئے۔ پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور پھر اس طرح دو رکعتیں پڑھیں کہ ان میں اپنے نفس سے باتیں نہ کیں تو جو گناہ بھی اس سے پہلے ہو چکے ہیں ان سب سے اس کی مغفرت کی جائے گی۔ (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب الوضوء ثلاثا ثلاثا حدیث 159)

جمعہ کے دن دوسری اذان کا جو اضافہ ہوا ہے یہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوا یعنی پہلی اذان جو ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ زہری نے سائب بن یزید سے روایت کی کہ جمعہ کے دن پہلی اذان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہوا اور لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے زَوْرَاء میں تیسری اذان بڑھا دی۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ زَوْرَاء مدینہ کے بازار میں ایک مقام ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ حدیث 912)

فقہ احمدیہ میں بھی اس کے متعلق حدیث کے حوالے سے لکھا ہوا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جمعہ کے دن منبر کے پاس (جو یقیناً مسجد کے اندر رکھا ہوا تھا) ایک ہی اذان دی جاتی تھی۔ بعد میں حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دوسری اذان کا رواج پڑا جو مسجد کے دروازہ پر پڑے ہوئے ایک بڑے پتھر پر کھڑے ہو کر دی جاتی تھی جس کا نام زَوْرَاء تھا۔"

(فقہ احمدیہ (عبادات) صفحہ 122)

صحیح بخاری کی شرح 'نعمۃ الباری' میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔ "ابن شہاب زہری نے سائب سے روایت کی ہے کہ اس باب کی حدیث میں اس کو تیسری اذان جو کہا ہے وہ اقامت کے اعتبار سے ہے۔"

(نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد 2 صفحہ 837 حدیث نمبر 912 رومی پبلیکیشنز لاہور 2013ء)

پہلے دو اذانیں تھیں۔ تیسری اذان دلوائی جاتی تھی۔ پہلی روایت جو میں نے پڑھی تھی اس میں لکھا تھا ناں کہ لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے زَوْرَاء میں تیسری اذان بڑھا دی۔ تیسری اذان سے مراد یہ ہے کہ پہلی اذان، دوسری اذان یہ اور تکبیر جو ہے اس کو بھی اذان کے نام سے کہا گیا ہے اس طرح تین دفعہ نماز کے لیے بلایا جاتا ہے۔

عید کے روز جمعہ کی نماز سے رخصت کے بارے میں بھی روایت ملتی ہے۔ ابن اَزْھَر کا آزاد کردہ غلام ابو عُبید بیان کرتا ہے کہ اس نے حضرت عمرؓ کی اقتدا میں ایک عید الاضحیٰ کے دن نماز عید ادا کی۔ آپؓ نے خطبہ سے قبل نماز پڑھائی۔ پھر آپؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا اے لوگو! یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ان دو عیدوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک تو روزوں کے افطار ہونے کی خوشی میں عید کا دن ہے اور دوسرا وہ دن ہے جب تم اپنی قربانیوں میں سے کھاتے ہو۔ ابو عبید کہتا ہے کہ پھر اس نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں آپؓ کے پیچھے ایک عید پڑھی۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپؓ نے خطبہ سے قبل نماز پڑھائی۔ پھر آپؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا اے لوگو! یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے لیے دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ پس مدینہ کے اطراف میں رہنے والوں میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہتا ہے تو وہ انتظار کر سکتا ہے اور جو واپس جانا پسند کرتا ہے تو اس کو میری طرف سے واپس جانے کی اجازت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منھا حدیث 5571-5572)

فقہ احمدیہ میں ایک چیز جو لکھی گئی ہے اس پہ مجھے تو ابھی تک کوئی واضح ثبوت نہیں ملے۔ وہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر جمعہ اور عید ایک روز جمع ہو جائیں تو عید کی نماز کے بعد نہ جمعہ پڑھا جائے اور نہ ظہر بلکہ عصر کے وقت میں عصر کی نماز پڑھی جائے۔

"چنانچہ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ ایک بار جمعہ اور عید الفطر دونوں ایک دن میں اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا ایک دن میں دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں ان کو اکٹھا کر کے پڑھا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے دونوں کے لئے دو رکعتیں دوپہر سے پہلے پڑھیں۔ اس کے بعد عصر تک کوئی نماز نہ پڑھی۔ یعنی اس دن صرف نماز عصر ادا کی۔" (فقہ احمدیہ (عبادات) صفحہ 177)

اس بارے میں ابھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی یہی فرمایا تھا۔ اور تحقیق کی تھی۔ (خطباتِ طاہر جلد 6 صفحہ 374 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 29/ مئی 1987ء)

پہلے میرا خیال تھا کہ ضرورت نہیں پھر کیونکہ کوئی اور ایسی روایات نہیں ملیں جو براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل سے یا عمل سے ثابت ہوتی ہوں جبکہ ظہر کی نماز بھی چھوڑی گئی ہو۔ یہی ایک روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کیا۔ **تو اس بارے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔** فقہ دوبارہ ریوائز (revise) ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے اس بات کو مزید غور سے دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کہاں تک یہ صحیح ہے کہ ظہر کی نماز بھی نہ پڑھی جائے۔ جمعہ تو ٹھیک ہے نہیں پڑھا جائے گا لیکن یہ کہنا کہ ظہر کی نماز بھی نہ پڑھی جائے اس میں سوائے اس روایت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یا خلفائے راشدین سے براہ راست کوئی ایسی

روایت نہیں ملتی یا ابھی تک سامنے نہیں آئی۔ جہاں تک میں نے تحقیق کروائی ہے۔

جمعہ کے دن غسل کے بارے میں روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ داخل ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان کے متعلق اشارۃً فرمایا۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اذان کے بعد بھی دیر سے آتے ہیں؟ اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا اے امیر المومنین! میں تو اذان سنتے ہی وضو کر کے چلا آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا صرف وضو۔ کیا آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو چاہیے کہ وہ غسل کرے۔ (صحیح مسلم کتاب الجمعة حدیث 1956)

اگر پانی میسر ہے، سہولتیں میسر ہیں تو غسل کرنا ضروری ہے۔ "سلسلہ احادیث میں دوسرے صحابہ کی نسبت حضرت عثمانؓ سے مرفوع احادیث بہت کم مروی ہیں۔ آپ کی کل روایتوں کی تعداد 146 ہے جن میں تین متفق علیہ ہیں یعنی بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہیں اور آٹھ صرف بخاری میں اور پانچ صرف مسلم میں ہیں۔ اس طرح صحیحین میں آپؓ کی کل سولہ حدیثیں ہیں۔ ان کی روایات کی قلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ روایات حدیث میں "یعنی حضرت عثمانؓ روایات حدیث میں "حد درجہ محتاط تھے۔

فرماتے تھے کہ 'آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنے میں یہ چیز مانع ہوتی ہے کہ شاید دیگر صحابہ کے مقابلہ میں میرا حافظہ زیادہ قوی نہ ہو۔" کہتے ہیں کوئی بات میں بیان کروں تو یہ روک ہوتی ہے کہ یہ نہ ہو کہ دوسرے صحابہ کے مقابلے میں میرا حافظہ اتنا مضبوط نہ ہو اور ان کی بات صحیح ہو۔ اس لیے میں روایات بیان کرنے میں بڑا محتاط ہوں۔ فرمایا کہ "لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص میری طرف وہ منسوب کرے گا جو میں نے نہیں کہا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔' اسی لیے وہ "حضرت عثمانؓ "حدیث کی روایت میں سخت احتیاط کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن حاطب کا بیان ہے کہ میں نے کسی صحابی کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ پوری بات کرنے والا نہیں دیکھا لیکن وہ حدیث بیان کرتے ڈرتے تھے۔"

(سیر الصحابہؓ خلفائے راشدینؓ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد 1 صفحہ 204)

حُمران بن اَبان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ کُلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ چہرہ دھویا اور بازوؤں کو تین تین مرتبہ دھویا اور سر پر اور دونوں پاؤں کے اوپر والے حصہ پر مسح فرمایا۔ پھر آپؓ ہنس پڑے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کیا تم مجھ سے ہنسنے کی وجہ نہیں پوچھو گے؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپؓ کیوں ہنسے تھے؟ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے اسی جگہ کے قریب پانی منگوایا۔ پھر آپؐ نے اسی طرح وضو کیا جیسا کہ میں نے وضو کیا ہے۔ پھر آپؐ ہنس دیے۔ پھر آپؐ نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کیا تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں کس وجہ سے ہنسا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپؐ کس وجہ سے ہنسے ہیں! آپؐ نے فرمایا انسان جب وضو کا پانی منگوائے اور اپنا چہرہ دھوئے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے جو چہرے سے ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنے بازو دھوتا ہے تب

بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تب بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور جب وہ اپنے پاؤں پاک کرتا ہے تب بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ 201 مسند عثمان بن عفان، حدیث نمبر 415، عالم الکتب بیروت 1998ء)

یہ روایت اصل میں تو پہلی وضو والی روایت کے ساتھ ہی بیان ہونی چاہیے تھی۔ بہرحال اب بیان ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ کی شادیاں اور اولاد کے متعلق جو روایات ہیں اس کے مطابق حضرت عثمانؓ نے آٹھ شادیاں کیں۔ یہ سب شادیاں اسلام قبول کرنے کے بعد کیں۔ آپؓ کی ازواج اور اولاد کے نام درج ذیل ہیں۔ حضرت رقیہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؓ کے بطن سے آپؓ کے فرزند عبد اللہ بن عثمان پیدا ہوئے۔ حضرت امّ کلثومؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے آپؓ سے شادی کی۔ حضرت فاختہ بنت غزوانؓ۔ آپ حضرت عُتبہ بن غزوانؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے بطن سے آپؓ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بھی عبد اللہ تھا اور اس کو عبد اللہ الاصغر کہا جاتا تھا۔ حضرت ام عمرو بنت جُنْدُب اَزْدِیہ۔ ان کے بطن سے عمرو، خالد، اَبان، عمر اور مریم کی ولادت ہوئی۔ حضرت فاطمہ بنت ولید مخزومیہؓ۔ ان کے بطن سے ولید، سعید اور ام سعید کی ولادت ہوئی۔ حضرت ام البنین بنت عُیَیْنَہ بن حِصْن فزاریہؓ۔ ان کے بطن سے آپؓ کے فرزند عبد الملک کی ولادت ہوئی۔ حضرت رَمْلَہ بنت شَیْبہ بن رَبِیعہ ؓ۔ ان کے بطن سے عائشہ، ام اَبان اور ام عمرو کی ولادت ہوئی۔ حضرت نائلہ بنتِ فَرَافِصَہْ بِنْ اَحْوَص یہ پہلے نصرانی تھیں لیکن رخصتی سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا اور اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ ان سے آپؓ کی بیٹی مریم پیدا ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بیٹا عنبسہ بھی پیدا ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی جب شہادت ہوئی تو اس وقت ایک روایت کے مطابق آپ کی یہ چار ازواج آپ کے پاس تھیں۔ حضرت رملہؓ اور حضرت نائلہؓ اور حضرت ام البنین اور حضرت فاختہؓ جبکہ ایک اَور روایت کے مطابق محاصرہ کے ایام میں حضرت عثمانؓ نے حضرت ام البنین کو طلاق دے دی تھی۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 200 ثم دخلت سنة خمس وثلاثین/ ذکر اولادہ وازواجه، دارالفکر بیروت 1998ء)

(سیرۃامیر المؤمنین عثمان بن عفان، از صلابی صفحہ 17 الفصل الاول، المبحث الاول اسمه ونسبه و کنیته.....، دارالمعرفة بیروت 2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سورۂ نور کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک نور معرفت کا ہوتا ہے جس سے بھلے برے کی تمیز ہوتی ہے۔ وہ نور ان گھروں میں ہوتا ہے جن گھروں میں صبح شام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں جو لوگ رہتے ہیں وہ تاجر ہیں۔ ان کے گھر چھوٹے ہیں مگر کسی دن اللہ ان کے گھروں کو بڑا بنا دے گا۔ چنانچہ اس قرآن شریف کا جمع کرنے والا حضرت ابو بکر صدیقؓ ہے۔ پھر حضرت عمرؓ۔ پھر حضرت عثمانؓ اس کے شائع کرنے والے ہیں۔ پھر حضرت علیؓ جن سے سچے روحانی علوم دنیا میں پہنچے۔ حضرت خلیفہ اولؓ کہتے ہیں کہ میں نے بھی خود بلاواسطہ حضرت علیؓ سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔ پھر حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان رکوعوں میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ انصار میں خلافت نہ ہو گی بلکہ مہاجرین میں۔ پھر یہ بتایا کہ ان کا مقابلہ مسلمان بھی کریں گے اور کفار بھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی مخالفت اسی طرح ہوئی۔ بعض لوگ

خلافت کے قائل نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مثال دی کہ ایک وہ جو کلر کے بخارات کو پانی سمجھے۔ دوسرے وہ جو شریعت کے سمندر میں بھی ہو کر مقابلہ کریں گے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ انجام یہ کہ چرند پرند ان کا گوشت کھائیں گے۔ خلفائے راشدین میں سے حضرت ابو بکرؓ کے لیے بہت مشکلات تھے۔ لشکر حضرت اسامہؓ کے ساتھ روانہ کر دیا گیا تھا۔ ادھر عرب میں جابجا بغاوت پھیل گئی۔ مکہ میں لوگ آمادہ بغاوت تھے کہ وہاں ایک عقل مند انسان پہنچ گیا، اس نے مکہ والوں کو کہا کہ تم ایمان لانے میں سب سے پیچھے تھے اب مرتد ہونے میں سب سے پہلے ہو۔ اس پر وہ باز آ گئے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں:

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (النور:49)

میں جس گروہ کا ذکر ہے وہ نہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں، نہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں، نہ حضرت عثمانؓ و علیؓ کے زمانے میں غرض کبھی بھی مظفر و منصور نہیں ہوا۔ یہ گروہ کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ مگر دوسرا فریق

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (البقرہ:286)

کہنے والا ہے۔ مظفر و منصور رہا۔ ہمیشہ کامیاب رہا۔ چنانچہ قرآن مجید نے فرمایا ہے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ:6)

(ماخوذ از حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 223)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ "میں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔"

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 294)

پھر آپؑ فرماتے ہیں "یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ "یعنی حضرت عثمانؓ اور "حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لیے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔"

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 مکتوب بنام حضرت خان صاحب محمد علی خان صاحب مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "بخدا اللہ تعالیٰ نے شیخین (ابو بکرؓ و عمرؓ) کو اور **تیسرے جو ذوالنورین ہیں** ہر ایک کو اسلام کے دروازے اور خیر الانام (محمد رسول اللہؐ) کی فوج کے ہراول دستے بنایا ہے۔ پس جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور ان کو برا بھلا کہنے کے درپے رہتا اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بد انجام اور سلب ایمان کا ڈر ہے اور جنہوں نے ان کو دکھ دیا، ان پر لعن کیا اور بہتان لگائے تو دل کی سختی اور خدائے رحمٰن کا غضب ان کا انجام ٹھہرا۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور میں اس کا کھلے طور پر اظہار بھی کر چکا ہوں کہ ان سادات سے بغض و کینہ

رکھنا برکات ظاہر کرنے والے اللہ سے سب سے زیادہ قطع تعلقی کا باعث ہے اور جس نے بھی ان سے دشمنی کی تو ایسے شخص پر رحمت اور شفقت کی سب راہیں بند کر دی جاتی ہیں اور اس کے لئے علم و عرفان کے دروازے وانہیں کئے جاتے اور اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کی لذات و شہوات میں چھوڑ دیتا ہے اور نفسانی خواہشات کے گڑھوں میں گرا دیتا ہے اور اسے (اپنے آستانے سے) دور رہنے والا اور محروم کر دیتا ہے۔"

(سر الخلافۃ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ صفحہ 28-29)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کچھ اسلام کا بنا ہے وہ اصحابِ ثلاثہ سے ہی بنا ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 414)

یعنی حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اہل تشیع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ہم تمہاری گالیوں کا شکوہ کیا کریں کیونکہ تم تمام صحابہ کو گالیاں دیتے ہو مگر قدرے قلیل اور نیز تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں امہات المومنین کو لعنت سے یاد کرتے ہو اور گمان کرتے ہو کہ خدا کی کتاب میں کچھ زیادہ اور کم کیا گیا ہے اور کہتے ہو کہ وہ بیاضِ عثمان ہے اور خدا کی طرف سے نہیں ہے..... تم نے اسلام کو ایسا سمجھ لیا جیسا کہ ایک بیابان جس کی زمین خشک اور زراعت سے خالی ہے یعنی خدا کے مقربوں سے خالی ہے۔" پھر فرمایا "پس کون سی عزت تمہارے ہاتھوں سے باقی رہی اے حد سے نکلنے والو!؟"

(حجۃ اللہ۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 184-185)

پھر آپؑ فرماتے ہیں "مجھے میرے رب کی طرف سے خلافت کے بارے میں ازروئے تحقیق تعلیم دی گئی ہے اور محققین کی طرح مَیں اس حقیقت کی تہ تک پہنچ گیا اور میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چن لیا اور جو خدائے رحمٰن کی عنایات سے خاص کئے گئے اور اکثر صاحبانِ معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔ انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسم گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پروانہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محوِ خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ رب العالمین کی خاطر سب کو خیر باد کہہ دیا۔ ان کے اعمال میں خوشبو اور ان کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کے گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اَسرار کا پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں۔

پس تم ان کے مقام کی چمک دمک کا ان کی خوشبو کی مہک سے پتہ لگاؤ اور جلد بازی کرتے ہوئے بدگمانیوں کی پیروی مت کرو اور بعض روایات پر تکیہ نہ کرو! کیونکہ ان میں بہت زہر اور بڑا غلو ہے اور وہ قابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ ان میں سے بہت ساری روایات تہ و بالا کرنے والی آندھی اور بارش کا دھوکا دینے والی بجلی کے مشابہ ہیں۔

پس اللہ سے ڈر اور ان (روایات) کی پیروی کرنے والوں میں سے نہ بن۔"

(سر الخلافۃ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت اشاعت صفحہ 25-26)

اس کے ساتھ ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ختم ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ شروع ہوگا۔

آج بھی ایک تو یہ ہے کہ 'الاسلام' نے قرآن سرچ کی نئی ویب سائٹ کا پہلا ورژن (version) تیار کیا ہے۔ HolyQuran.io ۔ یہ ویب سائٹ الاسلام سے علیحدہ دیکھی جا سکتی ہے۔ کسی بھی سورت، آیت، لفظ یا مضمون کو عربی انگریزی یا اردو میں ایک جدید سرچ انجن کے ذریعہ تلاش کیا جا سکتا ہے اور سرچ نتائج کو احمدی اور غیر احمدی تراجم کے ساتھ بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ہر آیت کے ساتھ اس کی تفسیر، مضامین اور متعلقہ آیات دیکھی جا سکتی ہیں۔ مزید مواد پر بھی کام جاری ہے اور ان شاء اللہ اس کا اگلا حصہ جلسہ سالانہ یوکے 2021ء تک تیار کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ الاسلام ویب سائٹ پر قرآن پڑھنے سننے اور سرچ کی ویب سائٹ ReadQuran.app کا بھی نیا دیدہ زیب ورژن تیار کر لیا گیا ہے جس میں انگریزی تفاسیر کے ساتھ تفسیر صغیر کے نوٹس انگریزی لفظ بلفظ ترجمہ، مضامین کا انڈیکس اور بہت سے مفید اضافے جو روزمرہ کی تلاوت سے قرآن میں مفید ہوں گے شامل کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ پراجیکٹ قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا باعث بنے اور احباب جماعت بھی ان سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے والے ہوں۔

اس کے ساتھ ہی میں پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی حالات بدلے۔ ان کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔ اسی طرح الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ثبات قدم عطا کرے اور ان کے حالات میں تبدیلی پیدا کرے۔

اب میں بعض وفات یافتگان کا ذکر کروں گا جن کے جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ اب جو بہت ساری درخواستیں آتی ہیں تو مشکل ہے کہ ہر ایک کا یہاں ذکر کیا جائے اور جنازہ پڑھایا جائے بہرحال کچھ کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ باقی میں نے ان میں شامل کر لیے ہیں۔ ان کا نام لیے بغیر ہی وہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بہرحال جن کا ذکر کرنا ہے وہ میں اب پڑھ دیتا ہوں۔ **ان میں مکرم محمد صادق صاحب دُرگا** رام پوری ہیں۔ یہ محمد صادق صاحب دُرگارام پوری ڈھاکہ بنگلہ دیش کے ہیں۔ 14/ نومبر 2020ء کو 75 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم نے دیگر عہدوں کے علاوہ لمبا عرصہ تک نیشنل سیکرٹری وقف نو کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ واقفین نو اور والدین کے ساتھ کلاسز کے اہتمام کے لیے دور دراز کی جماعتوں کا باقاعدہ دورہ کیا کرتے تھے اور باقاعدگی سے یہ مسجد جایا کرتے تھے جب تک انہیں بیماری نے مجبور نہیں کیا۔ مرحوم موصی تھے اور ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

اگلی ایک خاتون ہیں مختاراں بی بی صاحبہ اہلیہ رشید احمد اٹھوال صاحب دارالیمن ربوہ۔ یہ نعیم باجوہ صاحب

پرنسپل جامعہ مبشرین برکینا فاسو کی ساس ہیں۔ 16/ جنوری کو ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

لجنہ دارالیمن غربی کی مجلس عاملہ میں مجموعی طور پر سترہ سال ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ مختلف ممالک میں ان کو مالی قربانیوں کی توفیق ملی اور لاکھوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مالی قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ وفات سے چند گھنٹے پہلے بھی ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے کہا کہ میری چوڑیاں کہاں ہیں؟ اور فوراً اپنے بیٹے کو کہا کہ یہ چوڑیاں بیچ کے تو صدر صاحب کو دے کے آؤ جو تقریباً ساڑھے تین لاکھ روپے کی تھیں۔ وہ ایم ٹی اے کے لیے قربان کر دیں کہ ڈش لگوا دیں۔

پھر ان کے دو بیٹے 1995ء میں جرمنی میں کار کے حادثے میں وفات پا گئے تھے۔ بڑے حوصلے سے صدمہ برداشت کیا اور کبھی اس حادثے کا ذکر نہیں کیا نہ شکوہ کیا۔ اس صدمے کو اللہ تعالیٰ کی رضا، راضی برضارہ کر برداشت کیا۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا اور جوش تھا۔ ربوہ کے ارد گرد کے دیہات میں تبلیغ کے لیے دور دور تک نکل جاتی تھیں۔ قرآن مجید سے عشق تھا۔ خود قرآن کریم کی تلاوت باقاعدگی سے کرنے کے علاوہ محلے کے بچوں کو قرآن مجید اور یسرنا القرآن پڑھایا۔ مرحومہ موصیہ بھی تھیں۔ میاں کے علاوہ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ تین بیٹیاں لندن میں ہیں ایک برکینا فاسو میں ہیں۔ یہاں بھی جو بیٹیاں ہیں وہ جماعت کا کام کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ منظور احمد شاد صاحب کا ہے جو 17/ جنوری کو 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

خاندان میں احمدیت آپ کے والد حضرت میاں عبدالکریم صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے 1903ء میں آئی تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تھے۔ شاد صاحب 1956ء میں کراچی منتقل ہوئے۔ پھر وہاں بطور قائد ضلع کراچی خدمت کی توفیق ملی اور انہوں نے وہاں خدام الاحمدیہ میں بڑا اچھا کام کیا۔ پھر صدر جماعت ڈرگ روڈ کالونی اور نائب امیر کراچی کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ 1984ء میں جس وفد نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا سکھر میں استقبال کیا تھا آپ اس وفد میں شامل تھے اور ان کی روانگی تک ایئرپورٹ پہ ہی رہے۔ 2010ء میں لندن منتقل ہوئے۔ یہاں بیت الفتوح ہومیوپیتھک ڈسپنسری میں بھی باقاعدہ وقت دیا کرتے تھے۔ وفات کے وقت آپ سیکرٹری تربیت اور سیکرٹری تربیت نومبائعین جماعت نَوربری (Norbury) خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کے دو پوتے اور ایک نواسہ مربی ہیں اور یہیں یوکے میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ حمیدہ اختر صاحبہ اہلیہ عبدالرحمٰن سلیم صاحب یو ایس اے کا ہے جو 19/ جنوری کو 92 سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کو لمبا عرصہ تقریباً پچاس سال لجنہ اماء اللہ کراچی اور راولپنڈی میں جنرل سیکرٹری

کے طور پر بھی، لجنہ صدر کے طور پر بھی، نگران قیادت کے طور پر بھی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ خلافت کی عاشق تھیں۔ بچوں کو بھی خلافت سے اخلاص کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ تمام عمر نمازوں کی پابند اور تہجد گزار رہیں۔ قرآن کو پڑھنے اور پڑھانے کا خاص اہتمام کرتی تھیں اور اپنے بچوں اور ان کے بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھایا۔ ان کو عمرہ کی سعادت بھی ملی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ آپ کی اولاد میں سے بھی کئی خادم دین ہیں اور جماعت کی مختلف حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ہیں، ڈاکٹر خلیل ملک صاحب ہیں۔ اچھی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم ناصر پیٹر لُطسین (Nasir Peter Lutzin) صاحب کا ہے۔ جرمن احمدی ہیں۔ جو 20/ جنوری کو وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ 1983ء کے ایک روز میرے والدین ہنوور (Hanover) شہر کے مرکزی بازار سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظر ایک سٹال پر پڑی جو محض ایک میز پر مشتمل تھا اور جس پر چند تعارفی کتب پڑی تھیں اور اس کے پیچھے ایک دو غیر ملکی نوجوان کھڑے تھے۔ ان سے آپ کا تعارف ہوا تو پتہ چلا کہ یہ اسلام کی نمائندہ جماعت احمدیہ کا تبلیغی سٹال ہے۔ چنانچہ ان نوجوانوں سے سوالات بھی کیے اور لٹریچر بھی ساتھ لے لیا۔ لٹریچر پڑھنے کے بعد انہوں نے دوبارہ ان لوگوں سے رابطہ کر کے ملاقات کی۔ ان تینوں احمدیوں نے انہیں اپنے ہاں کھانے پہ بلایا۔ رمضان کا مہینہ تھا تو کہتی ہیں کہ افطاری پر میرے والدین ان کے گھر گئے۔ ان لوگوں نے فرش پر پرانے اخبار بچھا کر کھانا لگایا ہوا تھا۔ کوئی جگہ نہیں تھی بیٹھنے کی۔ نیچے زمین پر قالین پہ بیٹھ کر ساتھ اخبار بچھائے اور اس پر کھانا لگایا ہوا تھا۔ کھانا میرے والدین کو بڑا پسند آیا لیکن اس سے زیادہ ان لوگوں کی سادگی اور مہمان نوازی ان کو محسوس ہوئی۔ اس کا مزہ زیادہ آیا۔ پھر کہتی ہیں کھانے کے بعد بھی گفتگو ہوئی۔ پھر گھر آنا جانا شروع ہوا اور چند مہینوں تک مطالعہ اور تحقیق کرنے کے بعد 1984ء میں کہتی ہیں میرے والدین بیعت کر کے جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہو گئے۔ یہ موقع عید کا تھا اور کہتی ہیں مقامی دوستوں کے ہمراہ محترم ناصر صاحب ہیمبرگ گئے اور بیعت کرنے کی سعادت پائی۔ ایک جلسہ سالانہ پر ان کو تقریر کرنے کا بھی موقع ملا۔ کہتی ہیں کہ میری والدہ کی مذہب سے خاص دلچسپی تھی اور سچے مذہب کی تلاش کے شوق نے ان کو احمدیت کی طرف مائل کیا اور پھر ان کا زندہ خدا سے زندہ تعلق بھی قائم ہوا اور دعاؤں کی قبولیت کا نشان کئی مرتبہ دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی کیسے نشان ان کو دکھاتا ہے۔ کہتی ہیں کہ میری والدہ ایک آنکھ سے معذور تھیں۔ 1986ء میں جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہوئیں تو اچانک ان کی بینائی کسی حد تک لَوٹ آئی۔ پہلے تو آنکھ بالکل بند تھی مگر پھر اسی آنکھ سے تھوڑا تھوڑا نظر آنا شروع ہو گیا۔ اب کہتی ہیں کہ جس کی ایک آنکھ بالکل ختم ہو جائے اس کے لیے یہ بات معجزے سے کم نہیں اور یہ معجزہ گیارہ سال بینائی سے محروم رہنے کے بعد ہوا جس کا وہ کہتی ہیں کہ خالص دعا کی وجہ سے اور جلسہ میں آ کے دعائیں کرنے کی وجہ سے یہ برکت مجھے ملی۔ پھر لندن میں ایک جرمن احمدی خدیجہ صاحبہ کے گھر ٹھہرا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں کہ ایک روز میرے

والدین ان کے گھر سے سیر کی غرض سے باہر نکلے تو کچھ دور چلے گئے۔ واپس آنے کے لیے رستہ بھول گئے۔ اندھیرا بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کو پریشانی بڑھ رہی تھی۔ ایک ایسی سڑک پر کھڑے تھے جہاں ٹریفک بہت زیادہ تھی اور کچھ پتہ نہ تھا کہ کہاں کھڑے ہیں۔ جب اندھیرا مزید گہرا ہو گیا اور راستہ بھی گم گیا تو کہتی ہیں میری والدہ نے کہا آؤ دعا کرتے ہیں۔ ابھی دعا سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دیکھا کہ محترمہ خدیجہ صاحبہ کے داماد اپنی گاڑی کے ساتھ ان کے سامنے کھڑے کہہ رہے تھے کہ آئیں گاڑی میں بیٹھیں۔ میں آپ کو گھر لے جاؤں۔ قبولیت دعا کے اس نظارے نے ان کے ایمان کو مزید تازگی اور تقویت بخشی۔

لئیق منیر صاحب مربی جرمنی لکھتے ہیں کہ لُطسین صاحب کا سارا خاندان احمدی تھا۔ اس وقت ہم کہا کرتے تھے کہ یہ واحد جرمن احمدی فیملی ہے۔ آپ بہت اخلاص رکھنے والے کم گو اور شریف النفس تھے۔ مالی قربانی میں بھی لُطسین صاحب پیش پیش رہتے تھے۔ تبلیغی پروگراموں میں لیکچر دیتے تھے۔ ان کے سامنے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھوں میں نمی آ جاتی۔ ایک تبلیغی میٹنگ میں مرحوم نے اسلام کی تعلیمات اس قدر خوبصورت انداز میں پیش کیں کہ ایک ستر سالہ جرمن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے اسلام کے بارے میں جیسی معلومات آج ملی ہیں آج سے پہلے کبھی نہیں ملیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولادوں کو بھی احمدیت پر قائم رکھے۔

اگلا جنازہ مکرمہ رضیہ تنویر صاحبہ کینیڈا کا ہے جو خلیل احمد تنویر صاحب مربی سلسلہ، وائس پرنسپل جامعہ ربوہ کی اہلیہ تھیں۔ 27/ جنوری کو 58 سال کی عمر میں کینیڈا میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

انہیں کینسر کی بیماری تھی۔ مرحومہ کو بچپن سے ہی دینی کاموں میں بہت شوق تھا جو کہ وفات تک قائم رہا۔ 22 سال دفتر لجنہ اماء اللہ پاکستان اور دفتر ماہنامہ 'مصباح' میں مختلف شعبوں میں بطور محررہ، اکاؤنٹنٹ ان کو خدمت کا موقع ملا اور بیماری تک خدمت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ ان کو کافی کام کی توفیق ملی اور بہت کچھ سیکھنے کو ملا اور ان کی دعائیں لینے کی ان کو توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ میاں منظور احمد غالب صاحب ابن میاں شیر محمد صاحب آف دودہ ضلع سرگودھا کا ہے۔ 7/ فروری کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے بڑے بھائی کو 1955ء میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی تھی۔ پھر بڑے بھائی کے ساتھ یہ ربوہ جاتے رہے اور وہاں انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ ان کے بیٹے بشیر احمد صاحب بیلجیم کہتے ہیں کہ آپ خلافت کے فدائی عاشق تھے اور خلافت کی اطاعت میں کوئی توجیہ نہیں کرتے تھے بلکہ من و عن عمل کرنا سعادت سمجھتے تھے۔ اور میں ذاتی طور پر بھی ان کا واقف تھا۔ یہ یقیناً بہت اخلاص و وفا سے جماعت کی خدمت کرنے والے اور خلافت کی اطاعت کرنے والے بھی تھے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے، خادم دین، مہمان نواز، انتہائی درویش طبع، غریب پرور، ملنسار، نہایت شفیق اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ کے فضل سے ان کو خدام الاحمدیہ ضلع میں بھی، پھر انصار اللہ ضلع، پھر سرگودھا میں جماعت میں ضلع کی سطح پر سیکرٹری مال اور سیکرٹری وقف جدید،

سیکرٹری تحریک جدید خدمت کی توفیق ملی اور بڑے احسن رنگ میں انہوں نے اپنی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے ایک پوتے سفیر احمد مربی سلسلہ ہیں آج کل یہاں دفتر پی ایس میں کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ محترمہ بشریٰ حمید انور عدنی صاحبہ اہلیہ حمید انور صاحب عدن یمن کا ہے جو ایم ٹی اے میں ہمارے والنٹیئر کارکن مکرم محمد احمد انور صاحب ہیں ان کی والدہ تھیں اور منیر احمد عودہ صاحب ڈائریکٹر پروڈکشن ایم ٹی اے کی ساس تھیں۔ 14/ فروری کو ان کی 69 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت حاجی محمد دین صاحب تہالوی اور حضرت حسین بی بی صاحبہ کی پوتی تھیں۔ ایم ٹی اے میں بھی ان کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ لقاء مع العرب پروگرام کے تمام ڈیٹا کو ٹرانسفر کرنے کے سلسلہ میں باقاعدگی سے لمبا عرصہ کام کرتی رہیں اور ساتھ العربیہ میں بھی خدمات انجام دیتی رہیں۔ ہر قسم کی جماعتی خدمات بجالانے میں خوشی محسوس کرتی تھیں۔ بڑی صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ محترمہ نورالصباح ظفر صاحبہ اہلیہ محمد افضل ظفر صاحب مربی سلسلہ ایلڈوریٹ کینیا کا ہے۔ 25/ مارچ کو ان کی 62 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ مولانا محمد سعید انصاری صاحب مرحوم مربی سلسلہ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ نسیم باجوہ صاحب مربی سلسلہ برطانیہ کی چھوٹی خواہر نسبتی تھیں۔ ان کے میاں محمد افضل صاحب لکھتے ہیں: اللہ کے فضل سے پنجگانہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار اور باقاعدگی سے ہر روز قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی تھیں۔ دعاؤں پر حد درجہ یقین تھا۔ خود بھی ہر وقت دعاؤں میں لگی رہتیں اور بچوں کو بھی ہمیشہ دعاؤں کی تلقین کرتیں اور باقاعدگی سے پھر خلیفۂ وقت کے خطبات بھی سنتیں اور بعد میں بچوں کی تربیت کے لیے خود بھی دوبارہ چیدہ چیدہ پوائنٹس انہیں بتاتیں۔ حدیث، تاریخ اور کتب سلسلہ سے ایمان افروز واقعات کثرت سے بچوں کو سناتیں اور ہمیشہ خدمت دین اور خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتیں۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ چندے کی ادائیگی میں حد درجہ باقاعدہ تھیں۔ ہر مالی تحریک میں حصہ لیتی تھیں۔ مہمان نوازی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت زیادہ وسعت قلبی عطا فرمائی ہوئی تھی۔ یہ کہتے ہیں مرحومہ سے میری اکیس سالہ رفاقت تھی اور اس میں نہایت ہمدردانہ اور قابل تعریف رہیں۔ یہ رفاقت قابل تعریف رہی ہے۔ ظفر صاحب کی پہلی اہلیہ فجی میں جب یہ مبلغ تھے تو وہاں ایک حادثہ میں تین بیٹیوں اور ایک بیٹے چار بچوں سمیت شہید ہو گئی تھیں۔ ظفر صاحب کی ان سے یہ دوسری شادی تھی اور جو پہلی بیوی سے دو بیٹیاں تھیں ان کو بھی انہوں نے ماں بن کے پیار دیا جس کا خود بچیوں نے اظہار کیا کہ ہمیں کبھی احساس نہیں ہونے دیا کہ ہماری ماں نہیں ہے۔ ان کی ہمیشہ اچھی تربیت بھی کی اور پڑھایا لکھایا بھی اور نہ صرف یہ کہ بچیوں سے اچھا سلوک کیا بلکہ ظفر صاحب کہتے ہیں میرے سابقہ سسرال سے بھی اتنا سلوک کیا کہ وہ بھی آپ کے حسن اخلاق کے گرویدہ ہو گئے۔ ان کی ایک بیٹی کہتی ہیں کہ ہماری زندگی میں جب یہ آئی ہیں تو ایک روشنی، ایک سہارا اور

ایک شفیق ماں بن کر آئیں اور ہمیں وہ محبت اور پیار دیا کہ ہمیں کبھی اپنی حقیقی والدہ کی کمی محسوس نہ ہوئی اور ان کی اپنی بھی ایک بیٹی تھیں لیکن تینوں بچیوں میں کبھی کوئی فرق نہیں کیا۔ بے نفس اور ایثار پیشہ خاتون تھیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر توکّل، خلافت احمدیہ سے وابستگی اور مذہبی تعلیمات کی پابندی کی ہمیں تلقین کرتیں۔ ہمیشہ رشتوں کی عظمت اور صلہ رحمی کا درس دیا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ سلطان علی ریحان صاحب کا ہے جو محمد احمد نعیم صاحب مربی سلسلہ مرکزی عربی ڈیسک یو کے کے والد ہیں اور جو 26/ مارچ کو 83 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

محمد احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے تایا جان نے خود تحقیق کر کے 1958ء میں بیعت کی۔ اس کے بعد میرے ابا جان کو تبلیغ کی اور جلسہ پر ربوہ بھجوایا اور ایک دو کتابیں پڑھنے کے بعد ان کے والد نے بھی اللہ کے فضل سے بیعت کر لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بیعت کے بعد دونوں بھائیوں کی بڑی مخالفت ہوئی۔ قتل کی کوششیں بھی ہوئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ مولوی لوگ گاؤں آ کر کہا کرتے تھے کہ تمہارے سے دو لڑکے قتل نہیں ہوتے لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت فرماتا رہا۔

لیکن اس کے باوجود انہوں نے غیر احمدی رشتہ داروں سے اور گاؤں والوں سے آخر تک تعلق نبھایا۔ ان کی دشمنی کے باوجود ان سے حسن سلوک کرتے رہے۔ ان کے دو بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ محمد احمد نعیم صاحب اپنے والد صاحب کے جنازے پر نہیں جا سکے۔

پھر اگلا جنازہ مولوی غلام قادر صاحب مبلغ سلسلہ واقفِ زندگی آف کالا بن ضلع راجوری صوبہ جموں کشمیر کا ہے جو 26/ مارچ کو چھپن سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مولوی غلام قادر صاحب مرحوم کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا مکرم بہادر علی صاحب کے ذریعہ آئی تھی۔ اس خاندان کے تیرہ افراد بفضلہ تعالیٰ اس وقت جماعت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ بطور مبلغ چونتیس سال چھ ماہ ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم کا جہاں بھی تقرر ہوا بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اور پوری محنت اور لگن سے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آخر وقت تک نبھاتے رہے۔ تبلیغ کا اچھا ملکہ رکھتے تھے۔ میدان تبلیغ میں درپیش پریشانیوں اور مخالفتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے تھے۔ نہایت صابر شاکر، قناعت شعار اور نڈر مبلغ تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ایک بیٹا بشیر الدین قادر جامعہ احمدیہ قادیان کی آخری کلاس میں زیر تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد صادق صاحب عارف درویش قادیان کا ہے جو یکم/ اپریل کو 85 سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحومہ حضرت قاضی اشرف علی صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام موضع علی پور کھیڑ ضلع مین پوری صوبہ یوپی کی پوتی اور قاضی شاد بخت عباسی صاحب مرحوم کی بیٹی تھیں۔ ان کی شادی محمد صادق صاحب عارف درویش مرحوم سے ہوئی تھی۔ مرحومہ نے دور درویشی اپنے خاوند کے ساتھ نہایت صبر اور شکر سے

گزارا۔ اگر فاقوں کی نوبت بھی آئی تو ہمیشہ صبر کا نمونہ دکھایا اور کبھی کسی کے سامنے تنگدستی کا اظہار نہیں کیا۔ نمازوں کی پابند بلکہ مرض الموت میں بھی نمازوں کے لیے بڑی بے چین ہوتی تھیں۔ تلاوت قرآن کریم کا بھی بڑا اہتمام کیا کرتی تھیں۔ چندوں میں بڑی باقاعدہ تھیں۔ خلافت سے انتہائی تعلق رکھنے والی تھیں۔ بچوں کو بھی اس حوالے سے تلقین کیا کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ خالد سعد اللہ المصری صاحب اردن کا ہے جو گذشتہ دنوں 60 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

یہ اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔ بہت مخلص، نمازوں کے پابند، چندوں میں باقاعدہ اور نظام جماعت کی پابندی کرنے والے تھے۔ نہایت خوش خلق، مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ بہت ٹھنڈی طبیعت والے اور بہت کم گو تھے۔ ان کے لیے خلیفۂ وقت کی بات قولِ فصل کا حکم رکھتی تھی۔ ایم ٹی اے خصوصاً خطبہ جمعہ باقاعدگی سے دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم محمد منیر صاحب دارالفضل ربوہ کا ہے جو یکم / اپریل کو 73 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

1972ء میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ کا باقی خاندان احمدی نہیں تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے بارہا آپ پر ٹارچر (torture) بھی کیا کہ آپ احمدیت چھوڑ دیں بلکہ 2003ء میں آپ کو یہ بھی آفر کی گئی کہ اگر آپ احمدیت چھوڑ دیں تو ہم آپ کو اتنا دیں گے کہ آپ کے بچوں کو بھی کمانا نہیں پڑے گا لیکن یہ احمدیت پر قائم رہے۔ ان کی بیٹی قمر منیر صاحبہ یہاں اسلام آباد کے ہمارے واقف زندگی کارکن ہیں ان کی اہلیہ ہیں اور ایک بیٹا طاہر وقاص ہے وہ بھی وقف زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بڑے نیک اور مخلص وجود تھے۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ کبھی کسی بات پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ پنج وقت نماز کا التزام اور بروقت تمام چندوں کی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ حافظ سعید الرحمٰن صاحب ان کے رشتہ دار ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے والد نے انہیں کام سکھایا کیونکہ ان کے غیر احمدی رشتہ دار ان سے سلوک نہیں کرتے تھے تو ان کے والد کے پاس آ گئے تھے۔ وہیں قریب ہی ان کی دکان تھی۔ اپنی دکان پر ان کو کام سکھایا اور پھر ان کے گھر میں رہنے لگ گئے اور کہتے ہیں بڑی باقاعدگی کے ساتھ نماز کے لیے مسجد جاتے اور اگلی صفوں میں جا کے بیٹھا کرتے تھے۔ پھر تبلیغ کا بھی اتنا شوق پیدا ہو گیا کہ اپنی اہلیہ کے ساتھ اکثر ربوہ کے ساتھ والے گاؤں میں تبلیغ کرنے کے لیے گئے ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ ماسٹر نذیر احمد صاحب دارالبرکات ربوہ کا ہے جو 4 / اپریل کو 80 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد میاں عمر دین صاحب مرحوم ابن میاں کرم دین صاحب آف

داتہ زید کا ضلع سیالکوٹ کے ذریعہ سے آئی تھی۔ انہوں نے 15 سال کی عمر میں رہنمائی پائی، خواب کے ذریعہ سے ان کو رہنمائی ہوئی تھی۔ اور 1914ء یا 15ء کے جلسہ میں خلیفہ ثانیؓ کے ہاتھ پر جا کے بیعت کی۔ پھر ماسٹر نذیر صاحب جب سرگودھا میں 99 شمالی میں قیام پذیر تھے تو وہاں ان کا سکول کے اساتذہ کی طرف سے بائیکاٹ کیا گیا۔ ان کے اسی سکول میں ان کے اپنے 9 سالہ بیٹے نصیر احمد کو ایک طالبعلم کی طرف سے چاقو کے وار سے زخمی بھی کیا گیا اس پر ماسٹر صاحب نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا۔ بہر حال کچھ عرصہ بعد یہ بیٹا اس وقت تو بچ گیا تھا لیکن بخار کی وجہ سے وفات پا گیا۔ اس بیٹے کی میت کو قبر میں اتارتے ہوئے بڑے صبر اور حوصلے سے انہوں نے فرمایا کہ بیٹا مجھے فخر ہے کہ تم اپنے جسم پر جماعت کی سچائی کا نشان لے کر جا رہے ہو۔

جب تک یہ اس گاؤں میں ٹیچر رہے ہیں وہاں کسی معلم یا مربی کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ خود ہی یہ فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔ پھر ان کی پوسٹنگ ربوہ کے نزدیک ہو گئی تو ربوہ منتقل ہو گئے۔ اور پھر آپ وہاں بھی خدمت کرتے رہے۔ لاتعداد بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ پھر ریٹائرمنٹ کے بعد قاری عاشق صاحب سے ترتیل قرآن کریم سیکھی۔ پھر محلے میں ترتیل القرآن کی کلاس بھی جاری کی اور پھر کوشش یہ ہوتی تھی کوئی بچہ یا بچی ایسی نہ ہو جو میٹرک پاس کر چکا ہو اور قرآن نہ پڑھنا آتا ہو۔ اگر کوئی ایسا ہوتا تو اس کے گھر پہنچ کر اسے قرآن پڑھاتے۔ بڑی چھوٹی عمر سے ہی تہجد گزار تھے اور جب کورونا کی وجہ سے وہاں ربوہ میں پابندی لگائی گئی کہ ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے لوگ مسجد نہ آئیں تو گھر میں بڑے اہتمام سے نمازیں اور جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک خواب کی بنا پر ان کو یقین تھا کہ اسّی سال کی عمر میں میری وفات ہو گی اور وہی ہوا۔ ان کے چار بیٹے ہیں اور ایک بیٹی ہیں۔

بہر حال ان کے جو دو بیٹے ہیں بلکہ تین بیٹے واقفِ زندگی ہیں۔ ایک تو عزیز صاحب ہیں۔ ہمارے یہاں اسلام آباد میں ہی خدمت کر رہے ہیں۔

دوسرے نسیم احمد صاحب ربوہ میں مربی سلسلہ ہیں اور تیسرے سعید احمد عدیل صاحب یہ بھی نائیجر میں مربی سلسلہ ہیں۔ یہ بھی تدفین پہ نہیں پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان سب لوگوں کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 30/ اپریل 2021ء جلد 28 شمارہ 35 صفحہ 05 تا 10)

16

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16/ اپریل 2021ء بمطابق 16/ شہادت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔

(البقرۃ:184 تا 187)

ان آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال پھر ہمیں ماہ رمضان میں سے گزرنے کا موقع مل رہا ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد **رکھنا چاہیے کہ صرف رمضان کے مہینے کو پانا اور اس میں سے گزرنا ہی کافی نہیں ہے** یا صرف صبح سحری کھا کر روزہ رکھنا اور شام کو افطاری کر کے روزہ کھولنا ہی روزوں کے مقصد کو پورا نہیں کرتا بلکہ ان روزوں کے ساتھ اور ان روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ روزوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بعض حکم دیے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہمیں اپنا قرب عطا فرمانے اور قبولیت دعا کی نوید سنائی ہے۔ ان میں سے چند آیات میں نے تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان آیات میں جو میں نے تلاوت کی ہیں روزوں کی فرضیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بتا دیا کہ اگر بیماری یا کوئی اور جائز وجہ ہے تو روزوں سے رخصتی کی صورت میں پھر ان کو بعد میں پورا کرنا چاہیے۔ یا پھر اس کا فدیہ ہے اگر کوئی بالکل پورا نہ کر سکے، کوئی لمبی بیماری ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اگر بعد میں روزے رکھنے کی طاقت ہو جائے تو پھر بھی فدیہ دینا بہتر ہے اگر مالی لحاظ سے کسی کو اس کی طاقت ہے۔

پھر قرآن کریم کی اہمیت اور اس کے نزول کے بارے میں بھی بتا کر ہمیں یہ بتایا کہ اس کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لیے ہدایت اور ایمان میں مضبوطی کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اس کی بھیجی ہوئی تعلیم کو سمجھنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اور پھر ہمیں یہ خوشخبری دی کہ میرے بندوں کو بتا دے کہ اے نبیؐ! مَیں ان کے قریب ہوں۔ دعاؤں کو سنتا ہوں۔ قبول کرتا ہوں۔ اور رمضان کے مہینے میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نچلے آسمان پر آجاتا ہے یعنی اپنے بندوں کی دعاؤں کو بہت زیادہ سنتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعائیں سنوں تو پھر تمہیں بھی میری باتوں کو ماننا ہو گا۔ مَیں نے جو احکامات دیے ہیں ان پر عمل کرنا ہو گا۔ صرف رمضان کے مہینے میں نہیں بلکہ ان نیکیوں کو مستقل زندگیوں کا حصہ بنانا ہو گا اور اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنا ہو گا۔ پس قبولیت دعا کے لیے بھی بعض شرائط ہیں۔ پس ہم جب ان شرائط کے مطابق اپنی دعاؤں میں حسن پیدا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے قریب اور دعاؤں کو سننے والا پائیں گے۔

اس وقت میں دعاؤں کے حوالے سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض فرمودات پیش کر کے اس کی اہمیت اور ہمیں جو اپنی عملی حالتوں کو درست کرنا چاہیے اس کے متعلق قبولیت دعا کی شرائط کیا ہیں اور اس کا فلسفہ اور اس کی گہرائی کے بارے میں جو آپؑ نے بیان فرمایا اس میں سے کچھ پیش کروں گا۔ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو سطحی طور پر دعا کر کے پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں قبول نہیں کیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو ہم نے ایک کام کہا جس کو اسے ماننا چاہیے تھا۔ یعنی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ ان کے حکموں کا پابند ہے۔ جو چاہیں وہ کہیں، جس طرح چاہیں وہ کہیں، جو چاہیں ان کے عمل ہوں لیکن اللہ تعالیٰ پابند ہے کہ ہماری باتیں سنے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا یہ نہیں ہو گا۔ پہلے تمہیں میری باتیں ماننی ہوں گی۔ اپنے عملوں کو قرآنی تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہو گا۔ رمضان کے مہینے میں جب نیکیوں کا ماحول بنا ہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہوا ہے تو میری ہدایات اور احکامات کو دیکھو، غور کرو، سنو اور ان پر عمل کرو۔ اپنے ایمانوں کا جائزہ لو کہ کتنے مضبوط ایمان ہیں تمہارے۔ کسی

مشکل میں پڑنے پر، ابتلا آنے پر ایمان متزلزل تو نہیں ہو رہے؟ بہر حال یہ ایک ایسا مضمون ہے جس میں قدم بندے نے ہی پہلے اٹھانا ہے اور جب اس کی انتہا ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت جوش میں آتی ہے، اس کا فضل جوش میں آتا ہے۔ پس اس بات کو سمجھنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ:

"**دعا اسلام کا خاص فخر ہے** اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ دعا زبانی بک بک کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور دعا کرنے والے کی روح پانی کی طرح بہ کر آستانہ الوہیت پر گرتی ہے اور اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کے لیے قوی اور مقتدر خدا سے طاقت اور قوت اور مغفرت چاہتی ہے اور یہ وہ حالت ہے کہ دوسرے الفاظ میں اس کو موت کہہ سکتے ہیں۔ جب یہ حالت میسر آجاوے تو یقیناً سمجھو کہ بابِ اجابت اس کے لیے کھولا جاتا ہے اور خاص قوت اور فضل اور استقامت بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر استقلال کے لئے عطا ہوتی ہے۔ یہ ذریعہ سب سے بڑھ کر زبردست ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 263)

پس یہ ہے دعا کا طریق اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا طریق اور دعا کو قبول کرانے کا طریق اور گناہوں سے پاک ہونے کا طریق۔ آج کل یہ سوال بڑا عام کیا جاتا ہے کہ ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ ہمارے گناہ معاف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے۔ یہاں اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اصولی بات بھی بیان فرما دی کہ اگر اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق قائم ہو جاتا ہے جو مستقل تعلق ہے، جس کے لئے انسان نے حقیقی کوشش کی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوتا ہے جو اسے بدیوں سے بچنے کی استقامت عطا فرماتا ہے اور نہ صرف یہ کہ بدیوں سے انسان بچتا ہے بلکہ نیکیاں کرنے اور مستقل نیکیاں کرنے کی قوت عطا ہوتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب پالیا ہے۔ پس حقیقی عابد انسان اس وقت بن سکتا ہے جب اس نہج پر سوچنے والا ہو اور اس کے مطابق عمل کرنے والا ہو اور اس کے لیے ہمیں اس رمضان میں کوشش بھی کرنی چاہیے۔

دعا کے حوالے سے جیسا کہ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض باتیں آپ کے سامنے **پیش کروں گا۔ قبولیت دعا کے مسئلہ کو بیان فرماتے ہوئے** ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "استجابت دعا کا مسئلہ درحقیقت دعا کے مسئلہ کی ایک فرع ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اس کو فرع کے سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں اور دھوکے لگتے ہیں۔" کسی چیز کو سمجھنے کے لئے اس کی بنیاد کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ بنیادی چیز نہیں سمجھ آ رہی تو جتنے مرضی اس کے نکات ہوں، تشریحیں ہوں، وضاحتیں ہوں وہ سمجھ نہیں آسکتے۔ فرمایا کہ "..... دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے۔" یعنی جذب کرنے کا ایک تعلق ہے۔ "یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے۔" اگر بندے کی سچائی اور سچے دل سے کوششیں ہوں گی تو پھر خدا تعالیٰ بندے کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ "اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک

خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواصِ عجیبہ پیدا کرتا ہے۔" عجیب و غریب قسم کے خواص ظاہر ہوتے ہیں۔"سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے۔" صرف اس کو خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ ہر چیز نظر سے غائب ہو جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی حیثیت اس کے سامنے نہیں رہتی۔ کسی بھی چیز کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ صرف خدا ہوتا ہے اور جب خدا کو دیکھتا ہے تو اس کے آستانے پر پھر اس کی روح سر رکھ دیتی ہے "اور قوتِ جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔" بندے کے اندر بھی جذب کرنے کی ایک قوت رکھی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جو عنایات ہیں ان کو جذب کرنا شروع کر دیتی ہے۔"تب اللہ جل شانہٗ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے۔"جو بھی بنیادی اسباب اس کام کو کرنے کے لیے ضروری ہیں، جو چیزیں بھی ضروری ہیں، جو لوازمات بھی ضروری ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اپنا اثر ڈالتا ہے۔"جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لیے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لیے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لئے بد دعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔"

پھر فرمایا کہ "..... جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔"

(برکات الدعاء۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 9-10)

قرآن شریف بھی بے شمار پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی بہت پیشگوئیاں پوری ہوئیں، بہت ساری باتیں پوری ہوئیں، بہت نیک لوگوں کو نیک خوابیں آتی ہیں اور پوری ہوتی ہیں، دعاؤں کے اثر ظاہر ہوتے ہیں۔ تو یہ ساری باتیں اسی صورت میں ہوتی ہیں جب خالص ہو کر بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70)

جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرے گا ہم اس کو اپنی راہیں دکھلا دیں گے۔" مجاہدہ پہلے بندے کے ذمہ ڈالا۔ تم نے مجاہدہ کرنا ہے۔" یہ تو وعدہ ہے اور ادھر یہ دعا ہے کہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ:6)"

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ مجاہدہ کرو میں تمہیں اپنی راہ دکھلاؤں گا۔ دوسری طرف یہ دعا بھی سکھلا دی

کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہ ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے۔" سو انسان کو چاہئے کہ اس کو مد نظر رکھ کر نماز میں بالحاح دعا کرے۔" گڑ گڑا کر دعائیں کرے" اور تمنا رکھے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہو جاوے جو ترقی اور بصیرت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس جہان سے بے بصیرت اور اندھا اٹھایا جاوے۔ چنانچہ فرمایا:

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل:73)

کہ جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اس جہان میں بھی اندھا ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 20)

یعنی روحانی لحاظ سے اندھا ہے۔ جو اس جہان میں دنیا میں ڈوبا ہوا جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا، جس نے دعاؤں کی حکمت کو نہیں پہچانا، جس نے دعاؤں کے اثر کو نہیں پہچانا اور دنیا میں ڈوبا ہوا ہے وہ پھر اگلے جہان میں بھی اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں پا سکتا۔ پس آپؑ فرماتے ہیں کہ آخرت کی تیاری اس دنیا سے ہونی چاہیے اس کی تیاری کرو فرمایا کہ "منشاء یہ ہے کہ اُس جہان کے مشاہدہ کے لئے اسی جہان سے ہم کو آنکھیں لے جانی ہیں۔" اگلے جہان کو اللہ تعالیٰ کے قرب پانے والے جہان کو اگر دیکھنا ہے تو پھر اسی جہان سے ہمیں اس کو دیکھنے کے لیے آنکھیں لے جانی ہوں گی۔" آئندہ جہان کو محسوس کرنے کے لئے حواس کی طیاری اسی جہان میں ہو گی۔ پس کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرے اور پورا نہ کرے۔" فرمایا کہ "اندھے سے مراد وہ ہے جو روحانی معارف اور روحانی لذات سے خالی ہے۔ ایک شخص کو رانہ تقلید سے کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گیا۔" اندھی تقلید ہو رہی ہے۔ اس بات پر صرف اندھا ایمان ہے، اندھی تقلید ہے، پیروی کر رہا ہے، عمل کوئی نہیں صرف اندھی پیروی ہے کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گیا اس لیے میں مسلمان ہوں۔ "مسلمان کہلاتا ہے۔ دوسری طرف اسی طرح ایک عیسائی عیسائیوں کے ہاں پیدا ہو کر عیسائی ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کو خدا، رسول اور قرآن کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ اس کی دین سے محبت بھی قابل اعتراض ہے۔" جو اندھی تقلید کر رہا ہے اس کی دین سے محبت بھی قابلِ اعتراض ہے۔ "خدا اور رسولؐ کی ہتک کرنے والوں میں اس کا گذر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایسے شخص کی روحانی آنکھ نہیں۔ اس میں محبتِ دین نہیں۔ وَاِلَّا محبت والا اپنے محبوب کے برخلاف کیا کچھ پسند کرتا ہے؟" اگر محبت ہو تو محبت کرنے والا اپنے محبوب کے خلاف کچھ نہیں پسند کرتا۔ "غرض اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے کہ میں تو دینے کو تیار ہوں اگر تُو لینے کو تیار ہے۔ پس یہ دعا کرنا ہی اس ہدایت کو لینے کی تیاری ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 20)

پس ان دنوں میں یہ دعا بہت کریں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر چلائے۔ دلوں کو بھی پاک کرے۔ حقیقی عابد بنائے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق ادا کرنے والا بھی بنائے۔ نہ کہ آجکل جس طرح شدت پسند کر رہے ہیں ان کی طرح ہو جائیں۔ خدا اور رسول کے نام پر ظلم کیے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کے شر سے بھی ہر ایک کو بچائے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اس قدر گناہگار ہو گئے ہیں کہ اب خدا تعالیٰ ہمیں بخشے گا نہیں۔ سوال

بھی بعض پوچھ لیتے ہیں کہ کتنا گناہگار آدمی بخشا جا سکتا ہے اور پھر مزید اس بات پہ کہ ہم بخشے نہیں جائیں گے مزید گناہوں میں مبتلا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اصل میں تو شیطان ان کے دلوں میں ایک وسوسہ ڈال رہا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دور کرنے کے لیے شیطان اپنے حربے استعمال کر رہا ہوتا ہے اور ایسے لوگ پھر شیطان کے ہاتھوں میں کھیلتے رہتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں شیطان کے اس حملے اور چنگل سے نکلنے کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"گناہ کرنے والا اپنے گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دعا سے ہرگز باز نہ رہے۔" ہرگز نہ رکو کہ بہت گناہ ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ "دعا تریاق ہے۔ آخر دعاؤں سے دیکھ لے گا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا۔" دعا ہی تو گناہوں سے بچنے کا علاج ہے۔ جب مستقل مزاجی سے دعا کرو گے تو دیکھو گے کہ گناہ بھی اسے بُرا لگنے لگے گا۔ شیطان دوڑ جائے گا۔ "جو لوگ معاصی میں ڈوب کر دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے آخر وہ انبیاء اور ان کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 4-5)

پھر وہ دین سے ہٹ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دین سے دور ہو جاتے ہیں اور پھر انبیاء سے دور ہوتے ہوتے، دین سے ہٹتے ہٹتے دہریت تک پہنچ جاتے ہیں۔ پس اسلام ایسے لوگوں کو بھی امید کی کرن دکھلاتا ہے جو گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اس لیے یہی موقع پیدا کرنے کے لیے کہ کس طرح گناہوں سے توبہ کرنی ہے، وہ ماحول پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہر سال ہمیں یہ رمضان کا مہینہ دکھاتا ہے۔ پس اس مہینے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے کہ: اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِكَ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "میرے ساتھ میرے مولیٰ کریم کا صاف وعدہ ہے کہ: اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِكَ۔ مگر میں خوب سمجھتا ہوں کہ کُلَّ سے مراد یہ ہے کہ جن کے نہ سننے سے ضرر پہنچتا ہے۔" میں سمجھتا ہوں کہ ہر دعا سے یہ مراد نہیں کہ ہر دعا سنی جائے گی لیکن اگر کُلَّ سے مراد یہ ہے کہ وہ دعائیں جن کے نہ سننے سے ضرر پہنچتا ہے۔ "لیکن اگر اللہ تعالیٰ تربیت اور اصلاح چاہتا ہے تو ردّ کرنا ہی اجابتِ دعا ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کسی دعا میں ناکام رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دعا ردّ کر دی حالانکہ خدا تعالیٰ اس کی دعا کو سن لیتا ہے اور وہ اجابت بصورت رد ہی ہوتی ہے کیونکہ اس کے لئے درپردہ اور حقیقت میں بہتری اور بھلائی اس کے رد ہی میں ہوتی ہے۔ انسان چونکہ کوتاہ بین ہے اور دور اندیش نہیں بلکہ ظاہر پرست ہے اس لئے اس کو مناسب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرے اور وہ بظاہر اس کے مفید مطلب نتیجہ خیز نہ ہو تو خدا پر بدظن نہ ہو کہ اس نے میری دعا نہیں سنی۔ وہ تو ہر ایک کی دعا سنتا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن:61)

فرماتا ہے۔ راز اور بھید یہی ہوتا ہے کہ داعی کے لئے خیر اور بھلائی رَدِّ دعا ہی میں ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 106)

یعنی دعا کرنے والے کے لیے خیر اور بھلائی اسی میں ہے کہ دعا نہ سنی جائے۔

پھر اسی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپؑ **فرماتے ہیں کہ**

"**دعا کا اصول یہی ہے اللہ تعالیٰ قبول** دعا میں ہمارے اندیشہ اور خواہش کے تابع نہیں ہوتا۔ دیکھو بچے کس قدر اپنی ماؤں کو پیارے ہوتے ہیں اور وہ چاہتی ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے لیکن اگر بچے بے ہودہ طور پر اصرار کریں اور رو کر تیز چاقو یا آگ کا روشن اور چمکتا ہوا انگارہ مانگیں تو کیا ماں باوجود سچی محبت اور حقیقی دل سوزی کے کبھی گوارا کرے گی کہ اس کا بچہ آگ کا انگارہ لے کر ہاتھ جلالے یا چاقو کی تیز دھار پر ہاتھ مار کر ہاتھ کاٹ لے۔ ہر گز نہیں۔ اسی اصول سے اجابت دعا کا اصول سمجھ سکتے ہیں۔" فرمایا کہ "میں خود اس امر میں ایک تجربہ رکھتا ہوں کہ جب دعا میں کوئی جزو مضر ہوتا ہے تو وہ دعا ہر گز قبول نہیں ہوتی ہے۔" یہ نہیں کہ ساری دعائیں میری قبول ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کو غیب کا علم ہے۔ جب کوئی بات اس دعا میں مضر ہوتی ہے، نقصان دہ ہوتی ہے تو میری وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ "یہ بات خوب سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہمارا علم یقینی اور صحیح نہیں ہوتا۔ بہت سے کام ہم نہایت خوشی سے مبارک سمجھ کر کرتے ہیں اور اپنے خیال میں ان کا نتیجہ بہت ہی مبارک خیال کرتے ہیں **مگر انجام کار وہ ایک غم اور مصیبت ہو کر چمٹ جاتا ہے۔**"

اس کی بہت ساری مثالیں آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں۔ روزانہ کی ڈاک میں مَیں نے دیکھا ہے لوگوں کے خط آتے ہیں کہ دعا کرتے ہیں اور پھر زبردستی ایک کام کو کرنے کے لیے کوشش بھی کرتے ہیں پھر اس کے نتیجے بہتر نہیں نکلتے تو پھر اللہ تعالیٰ سے شکوہ ہوتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے دعا بھی بہت کی تھی اور بڑا صدقہ خیرات دے کر یہ کام شروع کیا تھا پھر بھی اس کا نتیجہ نیک نہیں نکلا یا ہماری وہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بھی دیکھنے والی بات ہے کہ دعا کو جو انتہا تک پہنچانے والی بات ہے وہ پہنچائی؟ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق قائم کرنا چاہیے وہ ہوا؟ اگر نہیں تو پھر تو زبانی جمع خرچ ہی ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ اور اگر دعا کو انتہا تک پہنچا دیا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو ردّ کر دیا یا اس کے نتائج نہیں نکلے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔ اسی میں انسان کا فائدہ تھا اور اگر غلطی کی وجہ سے انسان زور دیتا ہے تو پھر انسان کو بجائے اللہ تعالیٰ پر شکوہ کرنے کے استغفار کرنی چاہیے کہ میرے سے غلطی ہوئی اور میں اس بات پر زیادہ زور دیتا رہا جو میرے حق میں نہیں تھی بات۔

بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ قبول کر لے۔ اگر بہتر نہیں ہے تب بھی قبول کر لے۔ بعض رشتوں میں بھی ایسا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا سن لی، رشتہ ہو گیا جہاں وہ پسند کرتا تھا اور اس کے کچھ عرصہ بعد علیحدگی بھی ہو گئی تو ایسی دعائیں پھر کرنی بھی نہیں چاہئیں۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ سبق دینے کے لیے بھی انسان کو سکھا دیتا ہے۔ اس کی بعض دعائیں قبول کر لیتا ہے جو اس کے حق میں اچھی نہیں ہوتیں لیکن پھر نتیجہ جب سامنے آتا ہے تو پھر وہ توبہ استغفار کرتا ہے۔

بہر حال آپؑ نے فرمایا کہ "غرض یہ کہ خواہشات انسانی سب پر صاد نہیں کر سکتے کہ سب صحیح ہیں۔ چونکہ انسان سہو اور نسیان سے مرکب ہے۔" غلطیاں ہوتی ہیں انسان سے "اس لئے ہونا چاہئے اور ہوتا ہے کہ بعض خواہش مضر ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس کو منظور کر لے تو یہ امر منصبِ رحمت کے صریح خلاف ہے۔" بعض

خواہش مضر بھی ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا صحیح پیارا بندہ ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اس دعا کو اس کے لیے قبول نہیں کرتا کیونکہ یہ بات اس کی رحمت کے منصب کے خلاف ہے۔ اپنے پیاروں کو کبھی اس طرح سے نقصان نہیں پہنچواتا۔ فرمایا کہ "یہ ایک سچا اور یقینی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے مگر ہر رطب و یابس کو نہیں۔" ہر شخص کے لیے نہیں ہے "کیونکہ جوش نفس کی وجہ سے انسان انجام اور مآل کو نہیں دیکھتا اور دعا کرتا ہے۔" فکر ہی نہیں ہوتی اس کو کہ اس کے کیا نتیجے نکلنے ہیں۔ "مگر اللہ تعالیٰ جو حقیقی بہی خواہ اور مآل بین ہے اُن مضرتوں اور بد نتائج کو ملحوظ رکھ کر جو اس دعا کے تحت میں بصورت قبول داعی کو پہنچ سکتے ہیں اسے رد کر دیتا ہے اور یہ ردِّ دعا ہی اس کے لئے قبول دعا ہوتا ہے۔" اپنے قریبیوں کے لیے تو خدا تعالیٰ کا یہ اصول ہے۔ "پس ایسی دعائیں جن میں انسان حوادث اور صدمات سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے مگر مضر دعاؤں کو بصورت ردّ قبول فرما لیتا ہے۔" فرمایا کہ "مجھے یہ الہام بارہا ہو چکا ہے۔ "جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ "اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِكَ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ہر ایک ایسی دعا جو نفس الامر میں نافع اور مفید ہے قبول کی جائے گی۔" آپ نے اس کی یہ تشریح فرمائی کہ جو منافع بخش دعا ہے وہ قبول کی جائے گی۔ فرمایا کہ "میں جب اس خیال کو اپنے دل میں پاتا ہوں تو میری روح لذت اور سرور سے بھر جاتی ہے۔ جب مجھے یہ اوّل ہی اوّل الہام ہوا قریباً پچیس یا تیس برس کا عرصہ ہوتا ہے تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ میری دعائیں جو میرے یا میرے احباب کے متعلق ہوں گی ضرور قبول کرے گا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ اس معاملہ میں بخل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک انعامِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفت میں فرمایا ہے:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:4)

پس میں نے اپنے دوستوں کے لئے یہ اصول کر رکھا ہے کہ خواہ وہ یاد دلائیں یا نہ یاد دلائیں کوئی امر خطیر پیش کریں یا نہ کریں۔ "مشکل معاملہ پیش کریں یا نہ کریں۔" **ان کی دینی اور دنیوی بھلائی کے لئے دعا کی جاتی ہے۔**"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 106 تا 108)

قبولیت دعا کی شرائط کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا "یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مد نظر رکھے۔" یہ بڑی اہم بات ہے۔ جو دعا کے لیے کہنے والا ہے اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو سامنے رکھے "اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔" یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیے اس کے دل میں۔ "اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنالے۔" یہ ضروری چیزیں ہیں۔ صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنائے۔ "تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے بابِ استجابت کھولا جاتا ہے۔" جب ایسی صورت پیدا ہو جائے گی یہ ساری شرطیں پوری ہوں گی تو اللہ تعالیٰ پھر دعا کی قبولیت کا دروازہ کھولتا ہے "اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور

جنگ قائم کرتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ کے حکموں پر نہیں چلتا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی بھی نہیں کرتا تو فرمایا "تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان ہو جاتی ہیں۔ "دیوار بن جائیں گی، روک بن جائیں گی، چٹان کی طرح کھڑی ہو جائیں گی" اور استجابت کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ "اس کے لیے قبولیت دعا کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ نہ اس کی اپنی دعائیں قبول ہوتی ہیں نہ جس سے وہ دعا کروا رہا ہے اس کی دعائیں اس کے حق میں قبول ہوتی ہیں۔ فرمایا" پس ہمارے دوستوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 108)

اگر یہ عمل صحیح نہیں ہیں تو پھر میری دعائیں بھی تمہارے حق میں قبول نہیں ہوں گی بلکہ تمہارے عمل ان کی قبولیت کے رستے میں روک بن جائیں گے۔

پھر دعا کی قبولیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اعتقادی لحاظ سے انسان مضبوط ہو۔ یہ بنیادی شرط ہے۔ اور عمل صالح کرنے والا ہو۔ عمل صالح کا پہلے بھی ذکر آ گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری باتوں پر لبّیک کہو۔ میری مانو۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کا مثبت جواب دینا، ان پر عمل کرنا یہی ایک بنیادی چیز ہے جو پھر دعاؤں کی قبولیت کے لیے ضروری ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ اس لیے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے اور یہی معنی اس دعا کے ہیں۔ پہلے لازم ہے کہ انسان اپنے اعتقاد۔ اعمال میں نظر کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اصلاح اسباب کے پیرایہ میں ہوتی ہے۔ "سامان مہیا ہوں گے جو اصلاح کے لیے ضروری ہیں، اپنی حالتیں درست کرو گے، درست کرنے کی کوشش کرو گے تو پھر اصلاح بھی ہو گی۔ فرمایا کہ "وہ کوئی نہ کوئی ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ جو اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے۔ "اگر دعا سچے دل سے کی جا رہی ہے تو اللہ تعالیٰ پھر ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے جو اصلاح کا موجب بن جاتا ہے۔ "وہ لوگ اس مقام پر ذرا خاص غور کریں جو کہتے ہیں کہ جب دعا ہوئی تو اسباب کی کیا ضرورت ہے۔ وہ نادان سوچیں کہ دعا بجائے خود ایک مخفی سبب ہے۔ "جو دعا کرنا ہے وہ بھی تو ایک سبب، وجہ ہے ناں "جو دوسرے اسباب کو پیدا کر دیتا ہے اور

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا تقدم اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (الفاتحہ:5)

پر جو کلمۂ دعائیہ ہے اس امر کی خاص تشریح کر رہا ہے۔ "کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور پھر تجھ سے مدد چاہتے ہیں کہ ہمارے کام ہو جائیں۔ اس امر کی خاص تشریح کر رہا ہے۔ "غرض عادۃ اللہ ہم یونہی دیکھ رہے ہیں کہ وہ خلقِ اسباب کر دیتا ہے۔" اسباب پیدا کر دیتا ہے انسان کے لیے۔ "دیکھو پیاس کے بجھانے کے لئے پانی اور بھوک کے مٹانے کے لئے کھانا مہیا کرتا ہے مگر اسباب کے ذریعے۔ "یہ نہیں ہے کہ یونہی پیاس بجھ گئی یا پانی ویسے ہی آسمان سے ایک دم جادو کی طرح آ گیا یا کھانا میسر ہو گیا۔ اسباب پیدا ہوتے ہیں، ذریعے پیدا ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے پانی بھی ملتا ہے اور کھانا بھی ملتا ہے۔ "پس یہ سلسلۂ اسباب یونہی چلتا ہے اور خلقِ اسباب ضرور ہوتا ہے کیونکہ

خدائے تعالیٰ کے یہ دو نام ہی ہیں..... كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (النساء:159)

عزیز تو یہ ہے کہ ہر ایک کام کر دینا اور حکیم یہ کہ ہر ایک کام کسی حکمت سے موقع اور محل کے مناسب اور موزوں کر دینا۔ دیکھو نباتات، جمادات میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں۔ تربد ہی کو دیکھو کہ وہ ایک دو تولہ تک دست لے آتی ہے، ایسا ہی سقمونیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر تو قادر ہے کہ یونہی دست آجائے یا پیاس بدوں پانی ہی کے بجھ جائے۔ "اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ پیٹ کھول دے اور پانی کے بغیر پیاس بجھ جائے۔ "مگر چونکہ عجائباتِ قدرت کا علم کرانا بھی ضروری تھا۔ "اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں یہ عجائبات ہیں قدرت کے ان کو علم کرانا بھی ضروری تھا۔ "کیونکہ جس قدر واقفیت اور علم عجائباتِ قدرت کا وسیع ہوتا جاتا ہے اسی قدر انسان اللہ تعالیٰ کی صفات پر اطلاع پاکر قرب حاصل کرنے کے قابل ہوتا جاتا ہے۔ طبابت، ہیئت سے ہزارہا خواص معلوم ہوتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 124-125)

اگر انسان کی روحانی آنکھ دیکھے تو یہ جو چیزیں پیدا کی گئی ہیں ایک موحد سائنسدان جو ہے، اللہ تعالیٰ کو ماننے والا سائنسدان جو ہے وہ ہر ایجاد پر یا ہر چیز کو دیکھ کر اس پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود کا ایک ثبوت حاصل کرتا ہے اور اس کا ایمان بڑھتا ہے لیکن دہریہ چاہے اس کو اتفاق کہہ دیتا ہے لیکن بہرحال فرمایا کہ یہ عجائبات قدرت اللہ تعالیٰ نے دکھائے ہی اس لیے ہیں تا کہ انسان کو پتہ لگے کہ ہر چیز کا ایک مقصد ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "**چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں** کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت ہیں لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدہ:28)۔

گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔"

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔

"یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (الرعد:32)"

اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ "

پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کے لیے ایک غیر منفک شرط ہے۔ "ایسی شرط ہے جسے الگ نہیں کیا جا سکتا، چھوڑا نہیں جا سکتا، ردّ نہیں کیا جا سکتا۔ "تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیتِ دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیتِ دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 108-109)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پہ ایمان بھی لاؤ۔ اسی طرح ایمان بڑھے گا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام **رحم کی قسمیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں** "یہ یاد رہے کہ رحم دو قسم کا ہوتا ہے ایک رحمانیت دوسرا رحیمیت کے نام سے موسوم ہے۔ رحمانیت تو ایسا فیضان ہے کہ جو ہمارے وجود اور ہستی سے بھی پہلے ہی شروع ہوا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل اپنے علم قدیم سے دیکھ کر اس قسم کا زمین و آسمان اور ارضی اور سماوی اشیاء ایسی پیدا کی ہیں جو سب ہمارے کام آنے والی ہیں اور کام آتی ہیں۔ اور ان سب اشیاء سے انسان ہی عام طور پر فائدہ اٹھاتا ہے۔ بھیڑ بکری اور دیگر حیوانات جبکہ بجائے خود انسان کے لئے مفید شے ہیں تو وہ کیا فائدہ اٹھاتے ہیں؟" یہ سب چیزیں تو انسان کے فائدے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ انہوں نے کیا فائدہ اٹھانا ہے۔ "دیکھو جسمانی امور میں انسان کیسی کیسی لطیف اور اعلیٰ درجہ کی غذائیں کھاتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کا گوشت انسان کے لیے ہے۔ ٹکڑے اور ہڈیاں کتوں کے واسطے۔ جسمانی طور پر جو حظوظ اور لذات انسان کو حاصل ہیں گو حیوان بھی اس میں شریک ہیں مگر انسان کو وہ بدرجہ اعلیٰ حاصل ہیں اور روحانی لذات میں جانور شریک بھی نہیں ہیں۔" روحانی لذات جو ہیں وہ تو صرف انسان کے لیے ہیں۔ جانور تو اس میں شریک ہی نہیں۔ "پس یہ دو قسم کی رحمتیں ہیں۔ ایک وہ جو ہمارے وجود سے پہلے پیش از وقت کے طور پر تقدمہ کی صورت میں "یعنی پہلے ہی تیار کر کے رکھی گئی ہیں، "عناصر وغیرہ اشیاء پیدا کیں جو ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں اور یہ ہمارے وجود، خواہش اور دعا سے پہلے ہیں۔" ہمارے پیدا ہونے سے بھی پہلے کی چیزیں ہیں۔ ہماری خواہش سے بھی پہلے سے ہی یہ موجود ہیں۔ ہماری دعا مانگنے سے بھی پہلے سے ہی موجود ہیں۔ "جو رحمانیت کے تقاضے سے پیدا ہوئے۔" یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔

"اور دوسری رحمت رحیمیت کی ہے۔ یعنی جب ہم دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ غور کیا جاوے تو معلوم ہو گا کہ قانونِ قدرت کا تعلق ہمیشہ سے دعا کا تعلق ہے۔ بعض لوگ آج کل اس کو بدعت سمجھتے ہیں۔ ہماری دعا کا جو تعلق خدا تعالیٰ سے ہے مَیں چاہتا ہوں کہ اسے بھی بیان کروں۔"

فرمایا "ایک بچہ "یعنی ایک انسان کا دعا سے جو تعلق ہے وہ بیان کیا۔ "ایک بچہ جب بھوک سے بیتاب ہو کر دودھ کے لئے چلّاتا اور چیختا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مار کر آجاتا ہے۔ بچہ دعا کا نام بھی نہیں جانتا لیکن اس کی چیخیں دودھ کو کیونکر کھینچ لاتی ہیں؟ اس کا ہر ایک کو تجربہ ہے بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ مائیں دودھ کو محسوس بھی نہیں کرتیں مگر بچہ کی چلاہٹ ہے کہ دودھ کو کھینچے لاتی ہے۔ تو کیا ہماری چیخیں جب اللہ تعالیٰ کے حضور ہوں تو وہ کچھ بھی نہیں کھینچ کر لا سکتیں؟ آتا ہے اور سب کچھ آتا ہے مگر آنکھوں کے اندھے جو فاضل اور فلاسفر بنے بیٹھے ہیں وہ دیکھ نہیں سکتے۔ بچہ کو جو مناسبت ماں سے ہے اس تعلق اور رشتہ کو انسان اپنے ذہن میں رکھ کر اگر دعا کی فلاسفی پر غور کرے تو وہ بہت آسان اور سہل معلوم ہوتی ہے۔ دوسری قسم کا رحم یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک رحم مانگنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ مانگتے جاؤ گے ملتا جاوے گا۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن:61)

کوئی لفّاظی نہیں بلکہ یہ انسانی سرشت کا ایک لازمہ ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 128 تا 130)

پھر اس بات کی اہمیت کو بیان فرماتے ہوئے کہ مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔
فرمایا کہ "مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا۔ جو نہیں سمجھتا اور نہیں مانتا وہ جھوٹا ہے۔ بچہ کی مثال جو میں نے بیان کی ہے "جو آپ نے پہلے بیان کی ہے۔ "وہ دعا کی فلاسفی خوب حل کر کے دکھاتی ہے۔ رحمانیت اور رحیمیت دو نہیں ہیں۔ پس جو ایک کو چھوڑ کر دوسری کو چاہتا ہے اسے مل نہیں سکتا۔ رحمانیت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ہم میں رحیمیت سے فیض اٹھانے کی سکت پیدا کرے۔" رحمانیت اللہ تعالیٰ کی یہ ہے اس نے تو ہمیں رستے دکھا دیے، بتا دیا، چیزیں بھی دے دیں اور جو اس کی چیزیں ہم نے مانگ کے لینی ہیں اس کی ہمت پیدا کرتا ہے۔ اس کے لیے رحمانیت دعا کرانے اور اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کو حاصل کرنے کے ذرائع پیدا کرتی ہے۔

فرمایا کہ "جو ایسا نہیں کرتا وہ کافرِ نعمت ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے یہی معنی ہیں کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ ان ظاہری سامانوں اور اسباب کی رعایت سے جو تُو نے عطا کیے ہیں۔" ہم عبادت کرتے ہیں ان ظاہری اسباب کے ذریعہ سے۔ "دیکھو یہ زبان۔" زبان کی مثال آپ دے رہے ہیں۔ "جو عروق اور اعصاب سے خلق کی ہے۔" اس کی رگیں ہیں، نسیں ہیں، لعاب ہے یا اعصاب ہیں یہ سب چیزیں زبان کا حصہ ہیں۔ اسی سے زبان بنی ہے۔ "اگر ایسی نہ ہوتی تو ہم بول نہ سکتے۔" ایسی زبان خشک ہو جاتی۔ زبان اگر خشک ہو جائے۔ اس کی نسیں اور رگیں ترنہ ہوں تو انسان بول نہیں سکتا۔ ان کو ہر وقت تری مل رہی ہے تب بھی انسان زبان ہلا نہیں سکتا۔ فرمایا کہ "ایسی زبان دعا کے واسطے عطا کی جو قلب کے خیالات تک کو ظاہر کر سکے۔" پھر خیالات کو ظاہر کرنے کے لیے زبان عطا کی۔ ہم اس سے بول لیتے ہیں۔ "اگر ہم دعا کا کام زبان سے کبھی نہ لیں تو یہ ہماری شور بختی ہے۔ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں کہ اگر وہ زبان کو لگ جاویں تو یکدفعہ ہی زبان اپنا کام چھوڑ بیٹھتی ہے یہاں تک کہ انسان گونگا ہو جاتا ہے۔ پس یہ کیسی رحیمیت ہے کہ ہم کو زبان دے رکھی ہے۔" میرا خیال ہے شاید یہاں رحمانیت کا لفظ ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے زبان دے رکھی ہے۔

یہ بھی اس کی رحمانیت ہے۔ اور پھر اس کے استعمال کرنے کا طریقہ ہمیں سکھایا۔ اس کا جو استعمال ہے اور اس کو ہم استعمال کرتے ہیں یہ بھی رحیمیت ہے۔ "ایسا ہی کانوں کی بناوٹ میں فرق آجاوے تو خاک بھی سنائی نہ دے۔ ایسا ہی قلب کا حال ہے وہ جو خشوع و خضوع کی حالت رکھی ہے اور سوچنے اور تفکر کی قوتیں رکھی ہیں۔ اگر بیماری آجاوے تو وہ سب قریباً بیکار ہو جاتی ہیں۔ مجنونوں کو دیکھو کہ ان کے قویٰ کیسے بیکار ہو جاتے ہیں۔ تو کیا یہ ہم کو لازم نہیں کہ ان خداداد نعمتوں کی قدر کریں؟ اگر ان قویٰ کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال فضل سے ہم کو عطا کیے ہیں بیکار چھوڑ دیں تو لَاَرَیب ہم کافرِ نعمت ہیں۔ پس یاد رکھو کہ اگر اپنی قوتوں اور طاقتوں کو معطل چھوڑ کر دعا کرتے ہیں۔ تو دعا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی کیونکہ جب ہم نے پہلے عطیہ سے کچھ کام نہیں لیا تو دوسرے کو کب اپنے لیے مفید اور کار آمد بنا سکیں گے؟"

یہ مثالیں دے کر آپ نے واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کرو اور انہیں کام میں لاؤ جو اس کا اعلیٰ کام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا صحیح استعمال مانگو اور جب یہ ہو گا تو پھر ہی ایک بندہ حقیقی بندگی کا حق ادا کر سکتا

ہے۔ اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کر سکتا ہے اور پھر یہ شکرِ انسان، یہ جو شکر ہے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتا ہے اور رحمانیت سے عطا کی ہوئی چیزیں رحیمیت سے پھر حصہ بھی لیتی ہیں اور قبولیتِ دعا کے نظارے انسان دیکھتا ہے۔

پھر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "پس اِیَّاکَ نَعْبُدُ یہ بتلا رہا ہے کہ اے ربّ العالمین! تیرے پہلے عطیہ کو بھی ہم نے بیکار اور برباد نہیں کیا۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے سچی بصیرت مانگے کیونکہ اگر اس کا فضل اور کرم دستگیری نہ کرے تو عاجز انسان ایسی تاریکی اور اندھکار میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ دعا ہی نہیں کر سکتا۔" اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہی اس کی رہنمائی کرتا ہے، وہی مدد کرتا ہے ورنہ انسان تو عاجز ہے، وہ تو دنیا میں پھنسا ہوا ہے۔ دنیا کی تاریکی میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کو دعا کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ "پس جب تک انسان خدا کے اس فضل کو جو رحمانیت کے فیضان سے اسے پہنچا ہے کام میں لا کر دعا نہ مانگے کوئی نتیجہ بہتر نہیں نکال سکتا۔" انسان کو بہر حال اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی پڑتی ہے اس اندھیرے سے نکلنے کے لیے۔

فرمایا "میں نے عرصہ ہوا انگریزی قانون میں یہ دیکھا تھا کہ تقاوی کے لئے پہلے کچھ سامان دکھانا ضروری ہوتا ہے۔" تقاوی ہوتا ہے ایک زراعتی قرضہ جو زمیندار لیتے ہیں۔ یہاں بھی قرض لیتے ہیں جسے mortgage وغیرہ کہتے ہیں تو بیچ میں کچھ اپنی رقم ڈالنی پڑتی ہے یا کوئی ضمانت دینی پڑتی ہے۔ سامان دکھانا ضروری ہوتا ہے۔ کچھ نہ کچھ عمل پیش کرنا پڑتا ہے۔ عملی طور پر کچھ نہ کچھ پیش کرنا پڑتا ہے۔ "اسی طرح قانونِ قدرت کی طرف دیکھو کہ جو کچھ ہم کو پہلے ملا ہے اس سے کیا بنایا؟ اگر عقل و ہوش، آنکھ کان رکھتے ہوئے نہیں بہکے ہو اور حُمق اور دیوانگی کی طرف نہیں گئے تو دعا کرو اَور بھی فیضِ الٰہی ملے گا۔" اگر سب چیزیں انسان کو ملی ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں اس سے بہکے نہیں ہیں تو پھر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں دی ہیں تو فضل الٰہی اَور بڑھے گا "ورنہ محرومی اور بدقسمتی کے لچھن ہیں۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 130-131)

اگر نعمتوں کا صحیح استعمال نہیں ہے تو پھر دعائیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں بلکہ محرومی اور بدقسمتی پھر انسان کے شامل حال رہتی ہے۔ پس ہمیں اس پر بہت غور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر آپ فرماتے ہیں "قانون قدرت میں قبولیت دعا کی نظیریں موجود ہیں اور ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ زندہ نمونے بھیجتا ہے۔ اسی لئے اس نے

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:6)

کی دعا تعلیم فرمائی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا منشاء اور قانون ہے اور کوئی نہیں جو اس کو بدل سکے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا سے پایا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال کو اکمل اور اتم کر۔ "ہمارے اعمال کو اکمل اور اتم کر۔ مکمل کر۔ پورا کر۔" ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر تو اشارۃ النص کے طور پر اس سے دعا کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ "ظاہری طور پر دعا کرنے کا حکم ہے۔" صراط مستقیم کی ہدایت مانگنے کی تعلیم ہے۔ "یہ ضرور ہے۔ یہی ہے اس کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔" لیکن اس کے سر پر اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ:5) بتا رہا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ یعنی صراطِ مستقیم کے منازل کے لئے قوی سلیم سے کام لے کر استعانتِ الٰہی کو مانگنا

چاہئے۔ "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ بتا رہا ہے کہ اگر صراط مستقیم کو حاصل کرنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے جو قویٰ تمہیں دیے ہیں ان سے کام لے کر صراط مستقیم پہ چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنی پڑے گی۔ "پس ظاہری اسباب کی رعایت ضروری ہے۔ جو اس کو چھوڑتا ہے وہ کافرِ نعمت ہے۔ "نیکیاں کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی پڑے گی۔ فرمایا ہمیں"..... ایسی زبان دعا کے لئے عطا کی۔ "اللہ تعالیٰ نے "جو قلب کے خیالات اور ارادوں کو ظاہر کر سکے۔ "پھر فرمایا"..... ایسا ہی قلب میں خشوع و خضوع کی حالت رکھی اور سوچنے اور تفکر کی قوتیں ودیعت کی ہیں۔ پس یاد رکھو۔ اگر ہم ان قوتوں اور طاقتوں کو معطل چھوڑ کر دعا کرتے ہیں تو یہ دعا کچھ بھی مفید اور کارگر نہ ہو گی کیونکہ جب پہلے عطیہ سے کچھ کام نہیں لیا تو دوسرے سے کیا نفع اٹھائیں گے۔ اس لئے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ سے پہلے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ بتا رہا ہے کہ ہم نے تیرے پہلے عطیوں اور قوتوں کو بیکار اور برباد نہیں کیا۔ یاد رکھو! رحمانیت کا خاصہ یہی ہے کہ وہ رحیمیت سے فیض اٹھانے کے قابل بنا دے۔

اس لئے خدا تعالیٰ نے جو اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن:61) فرمایا یہ نری لفاظی نہیں ہے بلکہ انسانی شرف اسی کا متقاضی ہے۔ مانگنا انسانی خاصہ ہے اور جو استجابت جُو اللہ تعالیٰ کا نہیں وہ ظالم ہے۔ "یعنی جو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی تلاش میں نہیں رہتا وہ پھر ظالم انسان ہے۔ "دعا ایک ایسی سرور بخش کیفیت ہے کہ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں کن الفاظ میں اس لذت اور سرور کو دنیا کو سمجھاؤں۔ یہ تو محسوس کرنے ہی سے پتہ لگے گا۔ مختصر یہ کہ دعا کے لوازمات سے اوّل ضروری یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ اور اعتقاد پیدا کریں کیونکہ جو شخص اپنے اعتقادات کو درست نہیں کرتا اور اعمال صالحہ سے کام نہیں لیتا اور دعا کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (الفاتحہ:6)

کی دعا میں یہ مقصود ہے کہ ہمارے اعمال کو اکمل اور اتم کر اور پھر یہ کہہ کر کہ

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ (الفاتحہ:7)

اور بھی صراحت کر دی کہ ہم اس صراط کی ہدایت چاہتے ہیں جو منعم علیہ گروہ کی راہ ہے اور مغضوب گروہ کی راہ سے بچا جن پر بد اعمالیوں کی وجہ سے عذابِ الٰہی آ گیا اور الضّآلّین کہہ کر یہ دعا تعلیم کی کہ اس سے بھی محفوظ رکھ کہ تیری حمایت کے بدوں بھٹکتے پھریں۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 199-200)

بغیر تیری حمایت کے ہم بھٹکتے پھریں۔ ہمیں بھٹکنے سے بھی بچا۔ پس اس لحاظ سے غور کر کے سورۂ فاتحہ بھی جب پڑھیں تو اس طرح دعا کرنی چاہیے۔

پھر آپؑ دعا میں اسباب کی رعایت کے ضروری ہونے کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ "سنو! وہ دعا جس کے لئے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن:61) فرمایا ہے اس کے لئے یہی سچی روح مطلوب ہے۔ اگر اس تضرع اور خشوع میں حقیقت کی روح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے۔ پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسباب کی رعایت ضروری نہیں ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ شریعت نے اسباب کو منع نہیں کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دعا اسباب نہیں؟ یا اسباب دعا نہیں؟ تلاشِ اسباب بجائے خود ایک دعا ہے اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا چشمہ ہے۔ انسان کی

ظاہری بناوٹ اس کے دو ہاتھ دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا ایک قدرتی رہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدۃ:3)

کے معانی سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے۔

ہاں! میں کہتا ہوں کہ تلاشِ اسباب بھی بذریعہ دعا کرو۔ امدادِ باہمی۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ جب میں تمہیں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہوں تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھول دینے کے لیے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت ان رسولوں کو باقی نہ رہنے دے مگر پھر بھی ایک وقت ان پر آتا ہے کہ وہ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (الصف:15) کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکٹر گدا فقیر کی طرح صدا دیتے ہیں؟ نہیں۔ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں۔ "جو سامان دنیاوی ہیں یہ مہیا کرنے بھی ضروری ہیں" جو دعا کا ایک شعبہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پر ان کو کامل ایمان اور اس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (المومن:52)"

کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں ضرور مدد کریں گے۔ فرمایا کہ "ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد کر سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 168-169)

پس نبیوں کو بھی اسباب کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ہی ان کے لیے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور سلطان نصیر مہیا فرما دیتا ہے جو ان کے کام کو آگے بڑھانے والے ہوتے ہیں۔

دعا کے حوالے سے نماز کی غرض اور اہمیت کو بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ

"نماز کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے اور دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 352)

پھر آپؑ فرماتے ہیں "بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا۔ بالکل غلط اور باطل ہے" یہ چیز۔ "ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے صفات قدرت و تصرف پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ جب کبھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست"

کون ہے جو عاشق ہوا ہو اور یار نے اس کے حال پر نظر نہ کی ہو۔ اے صاحب! درد ہی نہیں ورنہ طبیب تو موجود ہے۔

"خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسب حال اپنے آپ کو بناؤ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لاانتہا فضل و برکات ہیں مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 352-353)

پھر آپؑ نے فرمایا "مومنوں کی تعریف میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران:192)

یعنی مومن وہ لوگ ہیں جو خدائے تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور جو کچھ زمین و آسمان میں عجائب صنعتیں موجود ہیں ان میں فکر اور غور کرتے رہتے ہیں اور جب لطائفِ صنعت الٰہی ان پر کھلتے ہیں تو کہتے ہیں کہ خدایا تُو نے ان صنعتوں کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ یعنے وہ لوگ جو مومن خاص ہیں صنعت شناسی اور ہیئت دانی سے دنیا پرست لوگوں کی طرح صرف اتنی ہی غرض نہیں رکھتے کہ مثلاً اسی پر کفایت کریں کہ زمین کی شکل یہ ہے اور اس کا قطر اس قدر ہے اور اس کی کشش کی کیفیت یہ ہے اور آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں سے اس کو اس قسم کے تعلقات ہیں بلکہ وہ صنعت کی کمالیت شناخت کرنے کے بعد اور اس کے خواص کھلنے کے پیچھے صانع کی طرف رجوع کر جاتے ہیں اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں۔"

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 191-192)

یعنی علم حاصل کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں۔ اور یہی ایک مومن کی خاص نشانی اور امتیاز ہے۔

یہ چند باتیں میں نے اس عظیم خزانے میں سے پیش کی ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں عطا فرمایا جس سے دعا کی اہمیت، حکمت، دعائیں مانگنے کا طریق، اس کی فلاسفی سب پر کچھ نہ کچھ روشنی پڑتی

ہے۔ اگر ہم اس کو سمجھنے والے ہوں تو ہم اپنی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے تعلق میں ایک خاص کیفیت پیدا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والے بن سکتے ہیں۔

پس ہمیں اس رمضان میں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کے لیے اس کے حکموں پر چلنے والے ہوں۔ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے چلے جانے والے ہوں۔ دعا کی حکمت اور فلاسفی کو سمجھنے والے ہوں۔ اپنے اعمال کی اصلاح کرنے والے بنیں اور ان لوگوں میں شامل ہوں جن کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوتی ہیں۔ یہ رمضان ہمارے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور روحانی تعلق میں، روحانی حالت میں ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہو۔

اپنے بھائیوں کے لیے بھی دعائیں کریں۔ پہلے بھی میں دعاؤں کے لیے تحریک کرتا رہتا ہوں۔ جو پاکستان میں ہیں یا الجزائر میں ہیں یا کسی بھی جگہ میں ہیں اور کسی بھی طرح خاص طور پر جماعتی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ پاکستان میں تو روزانہ کوئی نہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے جہاں احمدیوں کو کسی نہ کسی رنگ میں تکلیفیں دی جاتی ہیں۔ اس لیے خاص طور پر ان کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں۔ اسی طرح الجزائر میں بھی شاید دوبارہ ان کے کیس کھولنے کے ارادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی محفوظ رکھے۔

دوسروں کے لیے دعائیں کرنے سے بھی اپنی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یہ نسخہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے بلکہ دوسروں کے لیے دعائیں کرنے والے کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور فرشتوں کی دعائیں جب ہو رہی ہوں تو یہ کس قدر فائدہ مند سودا ہے۔ پس ہمیں خاص طور پہ صرف اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے بھی بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی بھی اس رمضان میں خاص طور پر توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07/ مئی 2021ء جلد 28 شمارہ 37 صفحہ 05 تا 10)

17

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/ اپریل 2021ء بمطابق 23/ شہادت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج مَیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کروں گا۔ حضرت عمرؓ کا تعلق قبیلہ بنو عدی بن کعب بن لُوَی سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ ایک قول کے مطابق آپؓ کی والدہ کا نام حَنْتَمَہ بنت ہاشم تھا۔ اسی طرح آپؓ کی والدہ ابو جہل کی چچازاد ہمشیرہ بنتی ہیں اور دوسرے قول کے مطابق ان کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہشام تھا۔ اس طرح وہ ابو جہل کی بہن بنتی ہیں لیکن یہ روایت جو بہن والی ہے یہ زیادہ تسلیم نہیں کی جاتی۔ ابو عمرؓ کہتے ہیں کہ جو یہ کہتا ہے کہ ابو جہل کی بہن تھیں تو اس نے خطا کی۔ اگر ایسا ہوتا تو ابو جہل اور حارث کی بہن ہوتیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ وہ ان دونوں کی چچا کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد کا نام ہاشم ہے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 4 صفحه 484 عمر بن الخطاب مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت2005ء)
(اسدالغابة جلد 4 صفحه 138 عمر بن الخطاب مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت 2003ء)

حضرت عمرؓ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مختلف روایات بیان ہوئی ہیں جن کے مطابق حضرت عمرؓ کی تاریخ پیدائش کا سال الگ الگ بنتا ہے۔ چنانچہ ایک رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بڑی جنگِ فِجار سے چار سال قبل پیدا ہوئے تھے جبکہ دوسری جگہ لکھا ہے کہ بڑی جنگ فُجار کے چار سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ اسے جنگ فُجار اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لڑائی حرمت والے مہینے میں ہوئی جو بہت فسق و فجور والی بات ہے۔ یہ جنگ چار مرحلوں میں ہوئی تھی۔ چوتھی جنگ کو اَلْفُجَارُ الْاَعْظَم، بڑی جنگ فجار کے علاوہ اَلْفُجَارُ الْاَعْظَمُ الْآخِر آخری بڑی جنگ فجار بھی کہتے ہیں۔ یہ قریش اور بنو کنانہ نیز ہوازن کے درمیان ہوئی تھی۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ عام الفیل کے تیرہ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر جلد 47 صفحه45 عمر بن خطاب مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت 2001ء)
(الاصابة فی تمییز الصحابه جلد 4 صفحه 484 عمر بن الخطاب مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت2005ء)
(ماخوذ از اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 102 مطبوعہ دار السلام ریاض 1424ھ)

عام الفیل 570 عیسوی کا سال ہے اور اس کے تیرہ سال بعد کے حساب سے حضرت عمرؓ کی پیدائش کا سال 583ء بنتا ہے۔ تیسری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے 6/ نبوی میں اسلام قبول کیا اور اس

وقت ان کی عمر 26 سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 204 اسلام عمر رضی اللہ عنہ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)
(ماخوذ از اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 75 مطبوعہ دار السلام ریاض 1424ھ)

سنہ عیسوی کے اعتبار سے 6/ نبوی 616/ عیسوی کا سال بنتا ہے۔ اگر اس وقت حضرت عمرؓ 26 سال کے تھے تو ان کی پیدائش کا سال 590ء بنتا ہے۔ چوتھی رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تب پیدا ہوئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیس سال کے تھے۔

(تاریخ الخمیس فی احوال آنفس نفیس جزء اول صفحہ 259، ولادۃ عمرؓ۔ مؤسسۃ شعبان بیروت)

بہر حال یہ مختلف آرا ہیں، تقریباً اکیس اور چھبیس سال کے درمیان کی عمر بنتی ہے جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ کی کنیت ابو حفص تھی۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 484 عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اپنے اصحاب سے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو ہاشم اور کچھ دوسرے لوگ قریش کے ساتھ مجبوراً آئے ہیں وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ پس تم میں سے جو کوئی بنو ہاشم کے کسی آدمی سے ملے تو اس کو قتل نہ کرے اور جو اَبُوالْبَخْتَرِی سے ملے وہ اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبد المطلب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان سے ملے تو وہ ان کو بھی قتل نہ کرے کیونکہ یہ لوگ مجبوراً قریش کے ساتھ آئے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو حُذَیفہؓ بن عُتْبہ نے کہا کہ ہم اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور رشتہ داروں کو تو قتل کریں اور عباسؓ کو چھوڑ دیں۔ اللہ کی قسم! اگر مَیں اسے یعنی عباسؓ کو ملا تو میں تلوار سے ضرور اسے قتل کر دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا۔ اے ابو حفص! حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ پہلا دن تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابو حفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا تھا۔

آپؐ نے فرمایا کیا رسول اللہ کے چچا کے چہرے پر تلوار ماری جائے گی؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیں کہ میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں جس نے یہ کہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے یعنی ابو حذیفہؓ نے منافقت دکھائی ہے۔ حضرت ابو حذیفہؓ بعد میں کہا کرتے تھے کہ مَیں اس کلمہ کی وجہ سے جو میں نے اس دن کہا تھا چین میں نہیں رہا اور ہمیشہ اس سے ڈرتا رہا سوائے اس کے کہ شہادت میری اس بات کا کفارہ کر دے چنانچہ حضرت ابو حذیفہؓ جنگ یمامہ کے دن شہید ہو گئے تھے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 429 باب غزوہ بدر، نھی النبیﷺ اصحابہ عن قتل ناس من المشرکین مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **حضرت عمرؓ کو 'فاروق' کے لقب سے نوازا تھا۔**

(ماخوذ از اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 4 صفحہ 143 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

اس لقب کا پس منظر کیا تھا؟ اس کے بعد یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں

نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپؓ کا لقب فاروق کس طرح رکھا گیا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت حمزہؓ نے مجھ سے تین روز قبل اسلام قبول کیا تھا۔ میں اتفاقاً مسجد حرام کی طرف جا نکلا تو ابو جہل تیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گالیاں دیتے ہوئے گیا۔ پھر انہوں نے حضرت حمزہؓ کی وہ ساری بات بیان کی جو انہوں نے کیا کہ جب حضرت حمزہؓ کو خبر ہوئی تو اپنی کمان لے کر خانہ کعبہ کی طرف چلے اور قریش کے اس حلقے میں جس میں ابو جہل بیٹھا تھا اس کے سامنے اپنی کمان پر سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور اس کو مسلسل گھورنے لگے۔ ابو جہل نے آپؓ کے چہرے سے ناراضگی محسوس کی تو اس نے کہا اے ابو عمارہ! یہ حضرت حمزہؓ کی کنیت تھی، کیا معاملہ ہے؟ یہ سنتے ہی حضرت حمزہؓ نے اپنی کمان زور سے اس کی گال پر ماری کہ وہ کٹ گئی اور اس سے خون بہنے لگا۔ اور ان کے غصہ کے خوف کی وجہ سے قریش نے فوراً جھگڑا ختم کروا دیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ اس طرح ہوا جو میں نے بھی دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن میں باہر نکلا تو راستے میں مجھے بنو مخزوم کا ایک شخص ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اختیار کر لیا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر مَیں نے کر لیا ہے تو اس میں کون سی بڑی بات ہے۔ اس نے بھی تو کر لیا ہے جس پر تم کو مجھ سے زیادہ حق ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا وہ کون ہے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی۔

یہ سن کر جب میں اپنی بہن کے گھر گیا تو میں نے دروازے کو بند پایا اور مجھے وہاں کچھ پڑھنے کی سرگوشیاں سنائی دیں۔ میرے لیے دروازہ کھولا گیا اور میں اندر داخل ہو گیا اور ان سے کہا یہ میں نے تم سے کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا تم نے کیا سنا ہے؟ اس مکالمے میں بات بڑھ گئی اور میں نے بہنوئی کا سر پکڑ لیا اور اس کو مارا اور اسے لہولہان کر دیا۔ میری بہن اٹھی اور اس نے مجھے سر سے پکڑ لیا اور کہا یہ تمہاری خواہش کے خلاف ہوا ہے یعنی ہمارا اسلام لانا تمہاری خواہش کے خلاف ہے۔ بہرحال دوسری روایت میں بہن کے زخمی ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جب بہنوئی کا خون دیکھا یا ہو سکتا ہے کہ اس وقت بہن کا بھی ہو گیا ہو تو مجھے شرمندگی ہوئی اور میں بیٹھ گیا اور کہا مجھے یہ کتاب دکھاؤ۔ میری بہن نے کہا کہ اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اگر سچ بول رہے ہو تو جاؤ اور غسل کرو۔ چنانچہ میں نے غسل کیا اور آ کر بیٹھ گیا تو انہوں نے وہ صحیفہ میرے لیے نکالا۔ اس میں تھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

میں نے کہا یہ نام تو بڑے طیب اور پاکیزہ ہیں۔ اس کے بعد تھا۔

طٰہٰ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی

یہاں سے لے کر

لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی

تک، طٰہٰ کی آیت 2 سے 9 تک تھیں۔ کہتے ہیں میرے دل میں اس کلام کی بڑی عظمت پیدا ہوئی۔ میں

نے کہا قریش اس سے بھاگتے ہیں۔ میں نے اسلام قبول کر لیا اور میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ میری بہن نے بتایا کہ وہ دارِ ارقم میں ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو وہاں موجود صحابہ جمع ہو گئے۔ حضرت حمزہؓ نے ان سے کہا تم لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا عمرؓ۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ خواہ عمرؓ ہی ہو اس کے لیے دروازہ کھول دو۔ اگر وہ باہر دروازے پہ کھڑا ہے۔ اگر وہ اچھے ارادے سے آئے ہیں تو ہم انہیں قبول کر لیں گے اور اگر وہ بری نیت سے آئے ہیں تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لیں۔ آپؐ باہر تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے کلمہ شہادت پڑھا اس پر گھر میں موجود تمام صحابہ نے بلند آواز سے اللہ اکبر! کہا جس کو اہل مکہ نے سنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے کہا پھر یہ اخفاء کیوں ہے؟ ہم اپنے دین کو چھپا کے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ اس کے بعد ہم وہاں سے دو صفوں میں ہو کر نکلے۔ ایک صف میں مَیں تھا اور دوسری صف میں حضرت حمزہؓ تھے یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ اس پر قریش نے مجھے اور حمزہؓ کو دیکھا اور ان کو ایسا شدید دکھ اور تکلیف پہنچی کہ اس طرح کی تکلیف پہلے کبھی نہیں پہنچی تھی۔ چنانچہ اس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام 'فاروق' رکھا کیونکہ اسلام کو تقویت پہنچی اور حق اور باطل کے درمیان امتیاز پیدا ہو گیا۔

(تاریخ الخلفاء از جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی صفحہ 91 – 92 مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت لبنان 1999ء)

ایوب بن موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان و دل پر قائم کر دیا اور وہ 'فاروق' ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ سے حق و باطل میں فرق کر دیا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 4 صفحہ143 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت عمرؓ دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں تھے۔ رنگ سرخی مائل اور مونچھیں گھنی تھیں جن کے کناروں پر سرخی جھلکتی تھی اور آپؓ کے رخسار ہلکے پھلکے تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 484 عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت2005ء)

زمانۂ جاہلیت میں حضرت عمرؓ کے جو شغل تھے ان کے بارے میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ گھڑ سواری اور کُشتی حضرت عمرؓ کے محبوب مشاغل میں سے تھے۔ عُکاظ کے میلے میں ہر سال کُشتی کا مقابلہ عموماً حضرت عمرؓ ہی جیتا کرتے تھے۔ نوجوانی میں عرب کے عام رواج کے مطابق اپنے والد کے اونٹ چَرایا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل (مترجم) صفحہ 51-52 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا چنداں رواج نہیں تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت اس زمانے میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ 133 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت عمرؓ اشرافِ قریش میں سے تھے۔ قبل از اسلام قریش کی طرف سے سفارت کا عہدہ آپؓ کے سپرد تھا اور قریش کا دستور تھا کہ جب ان کے درمیان یا ان کے اور غیروں کے درمیان کوئی جنگ ہوتی تو وہ حضرت عمرؓ کو بطور سفیر بھیجتے تھے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه جلد 3صفحه642 عمربن الخطاب مطبوعه دارالفکر بیروت 2003ء)

جب حبشہ کی طرف بعض مسلمانوں نے ہجرت کی تو اس وقت حضرت عمرؓ کے جو واقف تھے ان کو ہجرت کرتے دیکھ کے حضرت عمرؓ کا جو ردّ عمل تھا باوجود اس کے کہ آپؓ ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور سخت طبیعت کے بھی مالک تھے لیکن ردّ عمل نہایت رِقّت والا تھا۔ اس بارے میں حضرت امّ عبد اللہ بنت ابو حَثْمَہؓ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! جب ہم سرزمین حبشہ کی جانب روانہ ہونے لگے اور میرے شوہر عامِر بن رَبِیْعَہ اپنے کسی کام سے گئے ہوئے تھے تو اسی دوران حضرت عمر بن خطابؓ آئے اور میرے پاس کھڑے ہو گئے اور وہ ابھی تک اپنے شرک پر ہی قائم تھے اور ہمیں ان کی طرف سے طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے ام عبد اللہ! لگتا ہے کہیں روانگی کا ارادہ ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا کہ ہاں اللہ کی قَسم! ضرور ہم اللہ کی زمین میں نکل جائیں گے۔ کہیں جا رہے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں کہ کہاں جانا ہے۔ بڑی وسیع زمین ہے اللہ کی۔ تم لوگوں نے تو ہمیں بہت ستایا ہے اور ہم پر بہت ظلم ڈھائے ہیں یہاں تک کہ اللہ نے ہمارے لیے اب نجات کی راہ پیدا کر دی ہے۔ ام عبد اللہ بیان کرتی ہیں کہ وہ کہنے لگے اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ ام عبد اللہ کہتی ہیں کہ جیسی رقّت اس وقت میں نے ان پر طاری دیکھی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے نکلنے نے انہیں غمگین کر دیا تھا۔

ام عبد اللہ کہتی ہیں کہ جب عامر بن ربیعہ اپنے کام سے واپس آئے تو میں نے ان سے کہا اے عبد اللہ! کاش ابھی تم عمر کی حالت دیکھتے اور ہمارے لیے ان کی رِقّت اور غم کو دیکھتے۔ عامر بن ربیعہ نے کہا کیا تم ان کے اسلام لانے کی امید رکھتی ہو؟ اس بات سے متاثر ہو گئی ہو گی کہ وہ اسلام لے آئیں گے۔ وہ کہتی ہیں میں نے کہا ہاں۔ اس پر اس نے یعنی عامر بن ربیعہ نے کہا کہ وہ کبھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ جسے تم نے دیکھا ہے وہ اسلام قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ خطاب کا گدھا اسلام قبول کر لے۔ ام عبد اللہ کہتی ہیں حضرت عمرؓ کی اسلام کے متعلق سختی اور شدت کو دیکھ کر اس سے مایوس ہوتے ہوئے عامر بن ربیعہ نے یہ بات کہی تھی۔

(سیرت ابن هشام صفحه 159 باب ذکر اسلام عمر بن الخطابؓ مطبوعه دار ابن حزم بیروت 2009ء)

اتنا سخت دشمن ہو تو کس طرح ہو سکتا ہے وہ اسلام قبول کر لے۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ "حضرت عمرؓ کو اسلام سے شدید دشمنی تھی۔" آپؓ فرماتے ہیں "لیکن ان میں روحانی قابلیت بھی موجود تھی یعنی باوجود آپؓ میں شدید غصہ ہونے کے، باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو تکالیف پہنچانے کے ان کے اندر جذبہ رِقّت بھی موجود تھا۔ چنانچہ جب حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ہوئی تو مسلمانوں نے نماز فجر سے پہلے مکہ سے روانگی کی تیاری کی تا کہ مشرک

انہیں روکیں نہیں اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ مکہ میں یہ رواج تھا کہ رات کو بعض رؤساء شہر کا دورہ کیا کرتے تھے تا کہ چوری وغیرہ نہ ہو۔ "جائزہ لیتے تھے گلیوں میں۔ "اسی دستور کے مطابق حضرت عمرؓ بھی رات کو پھر رہے تھے کہ آپؓ نے دیکھا۔ ایک جگہ گھر کا سب سامان بندھا پڑا ہے۔ "سارا سامان۔ "آپؓ آگے بڑھے۔ ایک صحابیہؓ سامان کے پاس کھڑی تھیں۔ اس صحابیہؓ کے خاوند کے ساتھ شاید حضرت عمرؓ کے تعلقات تھے۔ اس لئے آپ نے اس صحابیہؓ کو مخاطب کر کے کہا۔ بی بی یہ کیا بات ہے، مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی لمبے سفر پر جا رہی ہو۔

اس صحابیہؓ کا خاوند وہاں نہیں تھا۔ اگر وہ وہاں ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ مشرکینِ مکہ کی عداوتوں اور دشمنیوں کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر وہ کوئی بہانہ بنا دیتا۔ "کہ جا رہے ہیں کہ نہیں جا رہے۔ یا تھوڑا سفر ہے یا کس جگہ جا رہے ہیں یا قریب ہی کوئی جگہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "لیکن عورت کو یہ حِس نہیں تھی۔ "اس عورت کو یہ خیال نہیں آیا۔ یا تھی بھی تو اس نے سچائی سے کام لیا۔ "اس صحابیہؓ نے کہا عمرؓ! ہم تو مکہ چھوڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا تم مکہ چھوڑ رہی ہو؟ صحابیہؓ نے کہا ہاں ہم مکہ چھوڑ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کیوں مکہ چھوڑ رہے ہو؟ صحابیہؓ نے جواب دیا کہ عمرؓ! ہم اس لئے مکہ چھوڑ رہے ہیں کہ تم اور تمہارے بھائی ہمارا یہاں رہنا پسند نہیں کرتے اور ہمیں خدائے واحد کی عبادت کرنے میں یہاں آزادی میسر نہیں۔ اس لئے ہم وطن چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں جا رہے ہیں۔ اب باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ اسلام کے شدید دشمن تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ خود مسلمانوں کو مارنے پر تیار رہتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں اس صحابیہؓ سے یہ جواب سن کر کہ ہم وطن چھوڑ رہے ہیں اس لئے کہ تم اور تمہارے بھائی ہمارا یہاں رہنا پسند نہیں کرتے اور ہمیں خدائے واحد کی عبادت آزادی سے نہیں کرنے دیتے حضرت عمرؓ نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ "یہ بات سن کے "اور اس صحابیہؓ کا نام لے کر کہا کہ اچھا جاؤ خدا تمہارا حافظ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ پر رقّت کا ایسا جذبہ آیا کہ آپؓ نے خیال کیا کہ اگر میں نے دوسری طرف منہ نہ کیا تو مجھے رونا آ جائے گا۔

اتنے میں اس صحابیہؓ کے خاوند بھی آ گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ عمرؓ! اسلام کے شدید دشمن ہیں۔ انہوں نے جب آپؓ کو وہاں کھڑا دیکھا تو خیال کیا یہ ہمارے سفر میں کوئی روک پیدا نہ کر دیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ یہاں کیسے آ گیا؟ اس نے بتایا کہ وہ اِس اس طرح آیا تھا اور اس نے سوال کیا تھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ کوئی شرارت نہ کر دے۔ "اس وقت جانے لگے ہوں گے، وہاں کھڑے دیکھا ہو گا۔ اس کے بعد ان کے آنے سے پہلے ہی یا قریب پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عمرؓ وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ یا ان کے ملنے کے بعد روانہ ہوئے۔ بہر حال انہوں نے کہا کوئی شرارت نہ کر دے۔ "اس صحابیہؓ نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے (عرب عورتیں عام طور پر اپنے خاوندوں کو چچا کا بیٹا کہا کرتی تھیں) تم تو یہ کہتے ہو کہ وہ کہیں کوئی شرارت نہ کر دے مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کسی دن مسلمان ہو جانا ہے کیونکہ جب میں نے کہا عمرؓ! ہم اس لئے مکہ چھوڑ رہے ہیں کہ تم اور تمہارے بھائی ہمیں خدائے واحد کی عبادت آزادی سے نہیں کرنے دیتے تو اس نے منہ پھیر لیا اور کہا۔ اچھا جاؤ خدا تمہارا حافظ ہو۔ اس کی آواز میں ارتعاش تھا اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر

آئے تھے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرور کسی دن مسلمان ہو جائیگا۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 140-141)

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں بھی کی تھیں۔ اس بارے میں روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔

اے اللہ! تو ان دو اشخاص ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے اپنے زیادہ محبوب شخص کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے اللہ کو زیادہ محبوب حضرت عمرؓ تھے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب فی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب حدیث 3681)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الدِّيْنَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ سے دین کی تائید فرما۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً

کہ اے اللہ! خاص طور پر عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر۔

(مستدرك للحاكم على الصحيحين جلد 3 صفحہ 89 كتاب معرفة الصحابه باب من مناقب امير المومنين عمر بن الخطابؓ حديث نمبر 4485۔ 4483 دارالكتب العلمية بيروت 2002ء)

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایک دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ، عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ

اے اللہ! ان دو لوگوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کی تائید فرما۔ عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام۔ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ عمر بن خطابؓ سے یا عمرو بن ہشام سے۔ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ! عمرؓ کے اسلام لانے سے آسمان والے بھی خوش ہیں۔ طبقات الکبریٰ کی یہ روایت ہے۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد جلد 3 صفحہ 143 باب اسلام عمرؓ مطبوعہ داراحياء التراث العربی بيروت لبنان 1996ء)

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ذوالحجہ 6/ نبوی میں اسلام قبول کیا تھا۔

(الطبقات الكبرٰى جلد 3 صفحہ 204 مطبوعہ دارالكتب العلمية 1990ء)

قبول اسلام کی وجہ بننے والے متعدد واقعات و روایات کتب حدیث اور سیرت میں مذکور ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے متعلق ایک روایت یہ ہے۔ سیرۃ الحلبیۃ میں یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے لوگوں سے کہا کہ اے گروہِ قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور تمہیں بے عقل ٹھہراتا ہے۔ نیز تمہارے بزرگوں کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ اس لیے میں اعلان کرتا ہوں

کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا میری طرف سے وہ ایک سو سرخ وسیاہ اونٹوں اور ایک ہزار اوقیہ چاندی کے انعام کا حق دار ہو گا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا یعنی تقریباً 126 گرام اور بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بنتی ہے لیکن بہر حال ایک بہت بڑی رقم تھی جو اس نے (اوقیہ جو ہے 126 گرام ہے تو یہ بہت بڑی رقم بنتی ہے) انعام کے طور پر مقرر کی تھی اور ایک دوسری روایت جو ہے وہ اس طرح ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے اس کو اتنے اوقیہ سونا اور اتنے اوقیہ چاندی اور اتنا مشک اور اتنے قیمتی کپڑے اور اس کے علاوہ دوسری بہت سی چیزیں دینے کا اعلان کیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بولے کہ میں اس انعام کا حق دار بنوں گا۔ لوگوں نے کہا بے شک عمرؓ یہ انعام تمہارا ہو گا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے اس بارے میں باقاعدہ معاہدہ کیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ننگی تلوار اپنے کندھے سے لٹکا کر رسول اللہؐ کی تلاش میں نکلا۔ راستے میں ایک جگہ سے گزرا جہاں ایک بچھڑا ذبح کیا جا رہا تھا۔ میں نے اس بچھڑے کے پیٹ میں سے آواز سنی۔ اے آل ذَرِیح! (ذَرِیح اس بچھڑے کا نام تھا جو ذبح کیا جا رہا تھا) ایک پکارنے والا پکار رہا ہے اور صاف آواز میں کہہ رہا ہے اور اس بات کی گواہی کی طرف بلا رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ سے کہا اس میں میری طرف ہی اشارہ ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 470 باب الھجرۃ الاولیٰ الی ارض الحبشۃ...دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)
(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 527)

اگر سیرۃ الحلبیۃ کی یہ روایت صحیح ہے تو **لگتا ہے کوئی کشفی نظارہ تھا جو آپؓ نے وہاں اس وقت** دیکھا یا کسی طرف سے آواز آئی۔

تیسری روایت حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں جو ملتی ہے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حرم میں طواف کرنے کے ارادے سے آیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ جب نماز پڑھا کرتے تھے تو ملک شام کی طرف منہ کر لیا کرتے تھے یعنی بیت المقدس کے پتھر کی طرف اس طرح کہ آپؐ کعبہ کو اپنے اور شام یعنی بیت المقدس کے درمیان کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح آپؐ کی نماز کی جگہ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ہوا کرتی تھی۔ رکن یمانی کعبہ کا جنوب مغربی کونہ ہے جو یمن کی طرف ہے کیونکہ اس کے بغیر بیت المقدس کا سامنا نہیں ہوتا تھا۔ غرض حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ آج کی رات میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سنوں کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر میں سننے کے لیے ان کے قریب گیا تو میں انہیں ہوشیار کر دوں گا اس لیے میں حجر اسود کی طرف سے آیا اور خانہ کعبہ کے غلاف کے پیچھے ہو گیا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کی۔ یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے ہو گیا جس طرف آپؐ نے منہ کیا ہوا تھا۔ میرے اور آپؐ کے درمیان غلاف کعبہ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جب میں نے قرآن کریم سنا تو میرا دل اس کی وجہ سے پگھل گیا اور

میں رو پڑا اور اسلام میرے اندر داخل ہو گیا۔ میں اسی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کی اور وہاں سے واپس تشریف لے گئے تو میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیروں کی آہٹ سنی تو مجھے پہچان لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھے کہ میں آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچانے کے لیے آپؐ کا پیچھا کر رہا ہوں۔ آپؐ نے مجھے ڈانٹا اور پھر کہا: اے ابن خطاب! تم اتنی رات گئے کس ارادے سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس پر جو اللہ کی طرف سے آیا ہے ایمان لانے کے لیے آیا ہوں۔

ایک چوتھی روایت جو ہے وہ اس طرح ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں ایک رات میری بہن کو دردِ زہ اٹھا تو میں گھر سے نکل آیا اور دعا کرنے کے لیے کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹ گیا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حجر اسود کے پاس جتنی اللہ نے چاہی نماز پڑھی اور پھر تشریف لے گئے۔ اس وقت میں نے ایسا کلام سنا جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپؐ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ عمر ہوں تو آپؐ نے فرمایا اے عمر! تم مجھے نہ رات کو چھوڑتے ہو اور نہ دن کو۔ یہ سن کر میں ڈرا کہ کہیں آپؐ میرے لیے بد دعا نہ فرما دیں تو میں نے فوراً کہا

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تب آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمر! کیا تم اپنے اسلام کو چھپانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے کہ میں اپنے اسلام کا بھی اسی طرح اعلان کروں گا جیسے اپنے شرک کا اعلان کیا کرتا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور فرمایا اے عمر! اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت پر قائم رکھے۔ اس کے بعد آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا اور آپؐ اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ 469 باب الھجرۃ الاولیٰ الی ارض الحبشۃ... دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 135)

اسلام قبول کرنے کے متعلق جو پانچویں اور مشہور روایت ہے اس کی کچھ مختصر تفصیل پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ تلوار سونتے ہوئے نکلے۔ راستے میں بنو زُہرہ کا ایک آدمی ملا اس نے آپؓ سے پوچھا عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں (نعوذ باللہ)۔ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے کیا تم بنو ہاشم اور بنو زُہرہ سے امن پا لو گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم صابی ہو گئے ہو۔ اس کو بھی کہا اور اپنے دین سے پھر گئے ہو جس پر تم تھے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے عمر! کیا میں تمہیں اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں۔ مجھے تم کہہ رہے ہو کہ صابی ہو گئے ہو تو اس سے بھی بڑی بات بتاتا ہوں کہ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں صابی ہو گئے ہیں

اور اس دین سے منحرف ہو گئے ہیں جس پر تم ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ دونوں کو ملامت کرتے ہوئے ان کے گھر آئے۔ دونوں کے پاس مہاجرین میں سے ایک صحابی حضرت خَبَّابؓ تھے۔ حضرت خبابؓ کے ضمن میں یہ واقعہ میں نے پہلے بیان بھی کیا ہے۔ انہوں نے جب حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوئے تو کہا تم کیا پڑھ رہے تھے؟ یہ کیا آواز تھی جو میں نے تمہاری طرف سے سنی ہے؟ اس وقت وہ لوگ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا ایک بات کے سوا کچھ نہ تھا جو ہم آپس میں کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم دونوں اپنے دین سے منحرف ہو گئے ہو۔ حضرت عمرؓ کے بہنوئی نے کہا اے عمرؓ! کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ حق تمہارے دین کے سوا دوسرے دین میں ہو۔ سچائی کی تلاش کرنی ہے ناں تو کبھی تم نے غور کیا ہے کہ شاید دوسرے دین میں سچائی ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی کو پکڑ لیا اور سختی سے زدوکوب کیا۔ آپؓ کی بہن اپنے خاوند کو بچانے کے لیے آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان پر بھی ہاتھ اٹھا دیا جس سے ان کے چہرے سے (بہن کے چہرے سے) خون بہنے لگا۔ انہوں نے غصہ سے کہا اے عمرؓ! اگر سچائی تیرے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہے تو تُو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب حضرت عمرؓ عاجز آ گئے تو کہنے لگے کہ مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تا کہ میں اسے پڑھوں اور حضرت عمرؓ پڑھنا جانتے تھے۔ آپؓ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اسے کوئی ناپاکی کی حالت میں نہیں چھو سکتا۔ پس اٹھو اور غسل کر و یا وضو کر لو۔ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر وضو کیا۔ پھر کتاب لے کر پڑھنے لگے وہ سورۂ طٰہٰ تھی۔ جب اس آیت پر پہنچے کہ

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ (طٰہٰ:15)

یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس میری عبادت کر اور میرے ذکر کے لیے نماز کو قائم کر۔ اس آیت کو پڑھنے کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتاؤ۔ یہ بات سن کر حضرت خَبَّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گھر سے نکلے اور کہنے لگے کہ اے عمرؓ! تمہیں خوشخبری ہو۔ میری خواہش ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعرات کی رات کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ

اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِو بْنِ ھِشَامٍ

کہ اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام کے ذریعہ سے عزت دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس گھر میں تھے جو کوہِ صفا کے دامن میں تھا۔ حضرت عمرؓ چلے یہاں تک کہ اس گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت گھر کے دروازے پر حضرت حمزہؓ، حضرت طلحہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہؓ تھے۔ حضرت حمزہ ؓ نے ان کو دیکھا کہ یہ لوگ عمرؓ سے ڈر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اچھا تو یہ عمرؓ ہیں۔ اگر اللہ ان کو خیر سے لایا ہے تو یہ اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور ارادہ ہو تو ان کو قتل کرنا ہم پر آسان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تھے اور آپؐ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپؐ بھی باہر نکلے اور عمرؓ کے پاس آئے اور ان کو سینے سے پکڑا اور فرمایا اے عمرؓ! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تم

پر رسوائی اور دردناک عذاب نازل نہ کر دے جس طرح ولید بن مغیرہ کے لیے نازل کیا۔ پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے اللہ! یہ عمر بن خطابؓ ہے۔ اے اللہ! دین کو عمر بن خطابؓ کے ذریعہ عزت دے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام قبول کر لیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی اشاعت کے لیے باہر نکلیں۔

مَعْمَر اور زُہری سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَارِ اَرْقَم میں آنے کے بعد اسلام قبول کیا اور دَارِ اَرْقَم میں مسلمان ہونے والے چالیسویں یا چالیس سے کچھ زیادہ مرد و خواتین کے بعد اسلام قبول کرنے والے تھے۔ دَارِ اَرْقَم وہ مکان یا مرکز ہے جو ایک نو مسلم ارقم بن ارقم کا مکان تھا اور مکہ سے ذرا باہر تھا۔ وہاں مسلمان جمع ہوتے تھے اور یہ دین سیکھنے اور عبادت وغیرہ کرنے کے لیے ایک مرکز تھا اور اسی شہرت کی وجہ سے اس کا نام ”دارالاسلام“ بھی مشہور ہوا اور یہ مکہ میں تین سال تک مرکز رہا۔ وہیں خاموشی سے عبادت کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں لگا کرتی تھیں اور پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو پھر کھل کر باہر نکلنا شروع کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس مرکز میں اسلام لانے والے آخری شخص تھے جن کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور وہ دار ارقم سے نکل کر برملا تبلیغ کرنے لگ گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 142-143 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 129)

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا یہی واقعہ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ ایک اَور جگہ بھی ملتا ہے۔ اس جگہ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات کا ذکر ہے جبکہ دوسری جگہ سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات کا ذکر ہے جن کی حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کے گھر میں تلاوت کی تھی۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 140 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بارے میں ایک چھٹی روایت بھی ہے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قبول اسلام سے پہلے مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے ہیں۔ میں آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحاقۃ کی تلاوت شروع کی۔ میں قرآن کریم کی بناوٹ اور ترکیب سے متعجب ہوا اور میں نے کہا بخدا یہ تو شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب میں نے یہ سوچا تو آپؐ نے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (الحاقۃ: 41-42) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی یقیناً یہ عزت والے رسول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کی بات نہیں۔ بہت کم ہے جو تم ایمان لاتے ہو۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ تو کاہن ہے، جادوگر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا کہ: وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ۔

(الحاقۃ: 43 تا 48)

تو پھر آپؐ نے اس سورت کی آخر تک تلاوت فرمائی اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور نہ یہ کہ یہ کسی کاہن کا قول ہے۔ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔ ایک تنزیل ہے تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ایک بھی اس سے ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت سے اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 108-109 مسند عمر بن الخطاب حدیث 107 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اور ایک ساتویں روایت بھی ملتی ہے جو بخاری کی روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو کسی چیز کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا خیال ہے کہ یہ ایسے ہے تو وہ ویسے ہی ہوتی ہے جیسا کہ وہ گمان کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت شخص گزرا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ شاید میرا گمان غلط ہو یا تو یہ شخص جاہلیت والے اپنے دین پر ہے یا یہ ان لوگوں کا کاہن تھا۔ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اسے آپؓ کے پاس بلا کر لایا گیا تو انہوں نے اس شخص سے وہی کہا۔ اس نے کہا کہ میں نے آج کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا جس میں کسی مسلمان شخص کا یوں استقبال کیا گیا ہو۔ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: مَیں قسم دیتا ہوں کہ تمہیں مجھے ضرور بتانا ہو گا۔ اس نے کہا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کوئی بہت عجیب بات جو تمہاری جِنّی تمہارے پاس لائی ہو۔ کاہن تھے جادو کرتے تھے۔ کوئی جِنّی تمہارے پاس کوئی عجیب بات لائی ہو۔ اس نے کہا کہ ایک دفعہ جبکہ میں بازار میں تھا کہ وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس میں گھبراہٹ معلوم کی۔ اس جِنّی نے کہا۔ کیا تم نے جِنّوں کو نہیں دیکھا اور ان کی پریشانی اور حیرت کو اور اونٹنیوں اور ان کے پالانوں سے ان کے جا ملنے کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ ایک بار مَیں ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک شخص گائے کا بچھڑا لایا اور اس نے اسے ذبح کیا تو ایک آواز دینے والے نے چیخ لگائی۔ میں نے اس سے بلند آواز میں چیخنے والا کبھی نہیں سنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اے حد سے بڑھے ہوئے دشمن! ایک بامراد اور عمدہ کام ہے۔ ایک خوش بیان شخص ہے وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ یعنی تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس پر لوگ اٹھے۔ میں نے کہا میں نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ میں جان لوں کہ اس کے پیچھے کون ہے۔ پھر آواز آئی اے حد سے بڑھے ہوئے دشمن! ایک بامراد اور عمدہ کام ہے۔ ایک خوش بیان شخص ہے وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ یعنی تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس پر میں بھی کھڑا ہو گیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ کہا جانے لگا کہ یہ نبی ہیں۔ بخاری کے بعض نسخوں میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی جگہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بھی آتا ہے۔ تو یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث 3866)

بہر حال حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں تاریخ و سیرت کی کتب میں مختلف روایات ملتی ہیں اور

ان میں سب سے مشہور یعنی جو اکثر کتب میں مذکور ہے وہ وہی روایت ہے جس میں حضرت عمرؓ تلوار لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے لیے نکلے تھے تو راستہ میں کسی نے بتایا کہ اپنے گھر کی خبر لیں، تو آپ اپنے بہن اور بہنوئی کے گھر گئے اور یہی روایت زیادہ تر مانی جاتی ہے اور اس کا ہی اکثر جگہوں پہ ذکر ہے۔ گو بے شمار روایتیں اَور بھی ہیں جو مَیں نے بیان کی ہیں۔ بہر حال مَیں نے جو روایتیں بیان کی ہیں اپنی اپنی ان روایتوں کو جنہوں نے بھی صحت پر سمجھا ہے، مؤرخین نے بھی اور سیرت لکھنے والوں نے بھی، اس پر بڑی بحثیں کی ہیں لیکن بہر حال ہم تو اسی روایت کو صحیح مانتے ہیں جو بہن اور بہنوئی کے گھر والا معاملہ تھا اور پھر وہاں سے دارارقم میں آپؓ گئے۔ یہ کہا جا سکتا ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی مذکورہ تمام روایات ہی اپنی جگہ درست ہوں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مختلف مواقع پر حضرت عمرؓ کے دل میں تبدیلی کے واقعات ہوتے رہے۔ بعض دفعہ تبدیلی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں لیکن آخری قدم نہیں اٹھایا جاتا اور آخری واقعہ وہی ہوا جب اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر میں قرآن کریم سنا اور اسلام قبول کرنے کے لیے دربار رسالت میں حاضر ہو گئے۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے۔

"حضرت عمرؓ کی عمر اس وقت تینتیس سال کی تھی اور آپ اپنے قبیلہ بنو عدی کے رئیس تھے۔ "جب آپؓ نے بیعت کی ہے، اسلام قبول کیا ہے تو "قریش میں سفارت کا عہدہ بھی انہی کے سپرد تھا۔ "اور ویسے بھی نہایت بارعب اور جری اور دلیر تھے۔ ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور انہوں نے دارِ ارقم سے نکل کر برملا مسجد حرام میں نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ آخری صحابی تھے جو دارارقم میں ایمان لائے اور یہ بعثت نبوی کے چھٹے سال کے آخری ماہ کا واقعہ ہے۔ اس وقت مکہ میں مسلمان مردوں کی تعداد چالیس تھی۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 159)

باقی اس بارے میں ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ **اس میں پہلے احمد محمد عثمان** شبوطی صاحب ہیں جو محمد عثمان شبوطی صاحب آف یمن کے بیٹے تھے۔ 9/ اپریل 2021ء کو ستاسی سال کی عمر میں مصر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

احمد محمد عثمان شبوطی صاحب کی پیدائش یمن کے شہر عدن میں ہوئی تھی۔ جب مکرم غلام احمد صاحب مبلغ عدن گئے ہیں تو اس وقت شبوطی صاحب نے چودہ سال کی عمر میں بیعت کی تھی۔ پھر اس کے بعد آپ کو جماعت احمدیہ یمن میں مختلف عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی اور ایک لمبا عرصہ سے بحیثیت صدر جماعت احمدیہ یمن خدمت کی توفیق پا رہے تھے یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی یعنی تا وفات اس عہدے پر قائم تھے۔ آپ کی شادی مکرمہ وسیمہ محمد صاحبہ بنت ڈاکٹر محمد احمد عدنی صاحب سے ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حاجی محمد دین صاحب دہلوی اور صحابیہ حضرت حسینہ بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پوتی ہیں۔ شبوطی صاحب کا نکاح بھی پھر ربوہ میں ہی ہوا تھا لیکن غیر حاضری میں ہوا تھا۔ بہر حال پھر ان کا مرکز سے تعلق پیدا ہوا۔ شبوطی صاحب کو ربوہ جانے کی بھی توفیق ملی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا بھی شرف حاصل ہوا۔ بزرگوں سے

بھی وہاں ملے، صحابہ سے بھی ملے۔ شبوطی صاحب نے برطانیہ کی متعدد یونیورسٹیوں سے نرسنگ اور ہیلتھ مینجمنٹ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور لیورپول یونیورسٹی سے ہیلتھ ایڈمنسٹریشن میں ماسٹرز کی ڈگری کی۔ یمن سینٹرل ہیلتھ انسٹی ٹیوٹ کے Dean کے عہدے سمیت صحت کے میدان میں تقریباً انتیس سال تک متعدد عہدوں پر فائز رہے۔ مشرق وسطیٰ کے ممالک کے علاوہ دیگر کئی ممالک میں عالمی ادارۂ صحت کے عارضی مشیر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ کچھ عرصہ سے بیمار تھے اور چند ماہ سے مصر میں منتقل ہو گئے تھے اور کوشش یہ تھی کہ یہاں یوکے آ جائیں۔ وہاں علاج بھی ہو رہا تھا لیکن پھر زیادہ بیماری کی وجہ سے چند دن ہسپتال میں رہ کر آخر 9/ اپریل کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹے محمد شبوطی امریکہ میں ڈاکٹر اور تین بیٹیاں ہیں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں ہیں۔ بڑی بیٹی تو یمن میں ہیں۔ ایک بیٹی جرمنی میں ہیں اور مروٰی شبوطی صاحبہ ہمارے یہاں یوکے میں ہیں۔ ایم ٹی اے العربیۃ میں خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔

ان کی بیٹی مروٰی شبوطی کہتی ہیں کہ یہ درست ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے لیکن میں نے اپنے باپ سے بھی ماؤں جیسی شفقت پائی۔ یا یوں کہیے کہ مجھے باپ کے اور ماں کے پیار میں کبھی فرق محسوس نہیں ہوا۔ کہتی ہیں میرے والد متقی، صالح، اعلیٰ اخلاق کے مالک، نہایت عاجز اور خاکسار تھے۔

صبر و صدق اور امانت کے پیکر، غریب پرور اور تمام لوگوں سے بلکہ انسانیت سے محبت کرنے والے تھے اور یہ بہت سے لکھنے والوں نے لکھا ہے۔ غیروں نے بھی جو ان کے واقف کار تھے یہی باتیں لکھی ہیں۔ اپنے کام کو نہایت باریک بینی سے سرانجام دیتے تھے۔ وقت کی پابندی اور وعدوں کا پاس کرنے والے تھے۔ اکثر عبادت و نوافل ادا کرتے تھے اور فرض نمازوں کی پابندی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کہتی ہیں کہ 2002ء میں ان کو، ان کے دونوں ماں باپ کو حج بیت اللہ کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔

یمن کے قائمقام صدر جماعت خالد علی الصبری صاحب کہتے ہیں مرحوم کبر سنی کے باوجود رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ نیک دل، ہمیشہ مسکرانے والے، سخی اور مہمان نواز تھے۔ ہر احمدی سے مہربان باپ کی طرح سلوک کرتے تھے۔ جب بھی کوئی جماعتی ضرورت ہوتی تو اپنی ذاتی جیب سے خرچ کرتے اور جماعتی استعمال کی چیزیں جیسے پرنٹر اور فیکس مشین وغیرہ خود ہی خریدتے تھے۔ غریب لاچاروں کے لیے بڑے ہی رحمدل اور شفقت کرنے والے تھے۔ ہر غریب احمدی پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ احمدی یتامیٰ اور بیوگان کی کفالت کرتے تھے۔ جنگ سے متاثر ایک فیملی کے مکان کا کرایہ بھی خود جیب سے ادا کرتے تھے۔ بڑی عمر کے باوجود انہوں نے 2018ء میں عدن سے صنعاء کا بیس گھنٹے کا طویل اور پُر مشقت سفر کیا جبکہ سعودی حملوں کی وجہ سے راستہ نہایت خطرناک تھا اور جگہ جگہ چیکنگ بھی ہوتی تھی۔ بڑھاپے کے باعث ان کے لیے چلنا بھی مشکل تھا۔ انہوں نے یہ سفر صرف صنعاء جماعت کے ساتھ عید پڑھنے اور غریب فیملیوں کو عیدی دینے اور ان کی خوشی میں شریک ہونے کے لیے کیا تھا۔ تمام احباب جماعت اس وقت ان کی آمد سے خوش ہوئے۔

اگلا ذکر مکرم قریشی ذکاء اللہ صاحب کا ہے جو دفتر جلسہ سالانہ کے اکاؤنٹنٹ تھے۔ یہ بھی 9/ اپریل کو

ستاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

قریشی صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے نانا اور ان کی اہلیہ کے دادا حضرت خورشید علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے آئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ تشریف لائے تو حضرت خورشید علی صاحبؓ نے سولہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ قریشی صاحب کی اہلیہ وفات پا چکی ہیں۔ پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اور بیٹا حافظ قرآن ہے۔ یہیں یوکے میں رہتے ہیں۔ ایک بیٹی دفتر پی ایس ربوہ کے ہمارے کارکن کی اہلیہ ہیں۔ دوسری بیٹی مانچسٹر میں ہیں۔ ایک بیٹی وفات پا چکی ہیں۔

1954ء میں انہوں نے جماعتی خدمات کا آغاز کیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صدر نگران بورڈ کے زیر سایہ انہوں نے بطور ریلیونگ کلرک کے کام کیا۔ 58 سال سے اوپر انہوں نے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی ملازمت کی۔ ان کے بیٹے حافظ شمس الضحیٰ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ساتھ انہیں کام کا موقع ملا اور حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک دن گھر گئے تو شروع میں پہلے دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ان کو کہا کہ تشریف رکھیں تو کہتے ہیں میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے سامنے میں کس طرح برابری پہ بیٹھ سکتا ہوں۔ اس پہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ یعنی حکم ادب اور احترام پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس پر وہ بیٹھ گئے۔ بڑا احترام تھا۔ کہتے ہیں میرے والد صاحب خاموش طبیعت کے مالک تھے۔ پنجوقتہ نماز باجماعت کے پابند تو تھے ہی، تہجد کا التزام کرتے تھے۔ مرحومین کی طرف سے چندہ جات کی ادائیگی کرتے تھے۔ خاندان کے بزرگوں کو اپنے گھر رکھ کر ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ بعض کی وفات بھی ہمارے گھر میں ہوئی۔ خلافت سے بہت وفا اور پیار کا تعلق تھا اور ہم میں بھی اس کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے تھے۔

کہتے ہیں بچپن میں مجھے نماز پر ساتھ لے جاتے اور اکثر راستے میں یہی کہا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی خلیفہ وقت تمہیں کام کے لیے پکاریں تو ہمیشہ تیار رہنا۔ اور بعض غریبوں کے گھروں کے اخراجات بھی انہوں نے اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کی بیٹی امۃ السلام کہتی ہیں کہ میرے والد صاحب نے اپنی ذاتی جائیداد سے ایک کنال پلاٹ محلہ نصیر آباد سلطان ربوہ میں مسجد کی تعمیر کی غرض سے صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کیا تھا۔ ایک ماہ میں دو مرتبہ عموماً قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا سب بہن بھائیوں کو اچھی طرح پڑھایا لکھایا۔ ان کی اچھی تربیت کی۔

اگلا ذکر مکرم ملک خالق داد صاحب کینیڈا کا ہے جو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے نانا حضرت شیخ نور الدین صاحب تاجر قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور آپ کے دادا محترم مولا داد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ لمبا عرصہ کراچی میں بطور صدر حلقہ ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ کینیڈا میں شعبہ مال میں خدمت بجا لاتے رہے۔ پابند صوم و صلوٰۃ، ہمدرد، شفیق، غریب پرور، نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ چندہ کی ادائیگی اور مالی تحریکات میں حصہ لینے کے لیے ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ خلافت کے ساتھ عقیدت کا والہانہ تعلق تھا اور یہ

میں نے بھی ان میں دیکھا ہے۔ خلافت کے لیے غیر معمولی تعلق کا اظہار تھا۔ مرحوم اللہ کے فضل سے ابتدائی موصیان میں سے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے ان کے کینیڈا کی نیشنل عاملہ میں خدمت کر رہے ہیں۔

اگلا ذکر محمد سلیم صابر صاحب کا ہے جو نظارت امور عامہ کے کارکن تھے۔ 27/مارچ کو 77 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ سلیم صابر صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے والد حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ آئی تھی۔ ان کے والد قادیان کے قریب ونجواں نامی گاؤں کے رہنے والے تھے اور انہوں نے 1903ء میں خود قادیان جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ 19 مئی 1962ء سے صدر انجمن احمدیہ میں ان کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد 1968ء میں دیوان سے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں ان کی ٹرانسفر ہو گئی، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خود ان کو اپنے دفتر کے لیے منتخب کیا۔ پھر 87ء سے لے کر 06ء تک امور عامہ میں محتسب رہے۔ ان کا عرصہ خدمت تقریباً 59 سال بنتا ہے۔

مرحوم موصی تھے۔ ان کے بھتیجے اور داماد کہتے ہیں کہ تہجد کے عادی تھے۔ نمازوں میں عموماً اور تہجد میں خصوصاً اتنی درد سے دعائیں کرتے تھے کہ انسان جو ساتھ بیٹھا تھا اس کا بھی دل پگھل جاتا تھا۔ نئی نسل کو باقاعدگی سے خلیفۂ وقت کی اطاعت کا درس دینے والے، اپنے دفتری اوقات کے علاوہ بھی دفتر کو وقت دینے والے، جماعت کے کسی بھی فرد کے دکھ کو اپنا سمجھنے والے، لوگوں کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھنے والے اور لوگوں کے مسائل کو خلیفۂ وقت کی اطاعت اور جماعت کی اطاعت کو سامنے رکھ کر حل کرنے والے، ہر لمحہ درود شریف کا ورد کرنے والے، خاموشی سے غرباء کی مدد کرنے والے بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

اگلا ذکر محترمہ نعیمہ لطیف صاحبہ کا ہے جو صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب امریکہ کی اہلیہ تھیں۔ 10/مارچ کو ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحومہ کے شوہر مکرم صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید کے پوتے ہیں۔ مرحومہ نے 1969ء میں پشاور یونیورسٹی سے Botany میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ پھر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پشاور کے باٹنی ڈیپارٹمنٹ میں ریسرچ کا کام شروع کیا۔

1972ء تک اس سے منسلک رہیں۔ 1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر نصرت جہاں کے تحت اپنے آپ کو وقف کیا۔ ان کے چھوٹے بھائی سعید ملک صاحب بھی نائیجیریا روانہ ہوئے اور 1975ء تک وہاں قیام رکھا اور اس دوران آپ ویمن عربیک ٹیچرز کالج گساؤ (Women Arabic Teachers College Gusau) کی پرنسپل کے طور پر خدمت بجالاتی رہیں۔ 1975ء میں امریکہ کے لیے روانہ ہو گئیں۔ یہاں پھر آپ نے یونیورسٹی آف نیبراسکا (University of Nebraska) کے باٹنی ڈیپارٹمنٹ میں ریسرچر کے طور پر کام کیا۔ پھر وہاں سے میری لینڈ آ گئیں۔ یہاں میری لینڈ میں لگاتار لجنہ میں آپ کو خدمات کا موقع ملا اور امریکہ کی نائب صدر لجنہ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ واشنگٹن لجنہ کی صدارت کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ بہت

محبت کرنے والی، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے والی خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ چار بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں۔ ان کی اولاد نہیں ہے۔ ایک بھائی نائب امیر امریکہ ہیں اور ایک دارالقضا امریکہ میں کام کر رہے ہیں۔

اگلا ذکر صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب کینیڈا کا ہے جو 80 سال کی عمر میں 11/ مارچ کو وفات پاگئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ محترم مولوی چراغ دین صاحب سابق مربی سلسلہ پشاور کی بڑی بیٹی تھیں۔ واہ کینٹ میں لمبا عرصہ صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

ان کے شوہر 1993ء میں ایک ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئے تھے۔ شوہر کی وفات کے بعد بچوں کی بہترین تربیت کی۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، صابر اور شاکر خاتون تھیں۔ ملنسار بہت زیادہ تھیں۔ نیک دل اور ہمدرد خاتون تھیں۔ وصیت بھی انہوں نے 1/3 حصہ کی کی ہوئی تھی۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہے۔ آپ کے سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14/ مئی 2021ء جلد 28 شمارہ 39 صفحہ 05 تا 10)

18

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30/ اپریل 2021ء بمطابق 30/ شہادت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج کل ہم ماہِ رمضان میں سے گزر رہے ہیں اور دو دن تک آخری عشرے میں بھی شامل ہونے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ **رمضان کے آخری عشرے میں جہنم سے نجات** دیتا ہے۔

(کنز العمال جزء 8 صفحہ 463 حدیث 23668 مؤسسة الرسالة بیروت 1985ء)

پس ہمیں ان دنوں میں خاص طور پر اپنی عبادتوں کو سنوارنے اور درود اور استغفار پڑھنے، توبہ کرنے، دعائیں کرنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بھی حق ادا کرنے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن کر جہنم سے بچنے والے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوہ اور طریق رمضان کے آخری عشرے میں کیا تھا؟ عبادتوں کے کیا معیار تھے؟ آپؐ کے تو عام دنوں میں بھی عبادتوں کے وہ معیار تھے کہ ہم ان کا الفاظ میں بیان بھی نہیں کر سکتے لیکن رمضان میں ان کی کیا حالت ہوتی تھی اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ اتنی کوشش فرماتے کہ جو اس کے علاوہ کبھی دیکھنے میں نہ آتی۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب فضل لیلة القدر باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان حدیث 2024)

پس یہ تو ظاہر ہے کہ یہ ہمارے تصور سے باہر ہے کہ کیا کوششیں ہوتیں اور حضرت عائشہؓ بھی ان کوششوں کو پوری طرح بیان نہیں فرما سکیں کہ کیا کوششیں تھیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا مومنوں کو حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں تم نے ان کی پیروی کرنی ہے اور اپنی استعدادوں کے مطابق انہی اعلیٰ معیاروں تک پہنچنے کی کوشش کرنی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے قائم فرمائے۔ تبھی اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے گا اور ہم اس راستے پر چلنے والے اور اس مقام کی طرف بڑھنے والے ہوں گے جو ایک مومن کا راستہ ہے اور وہ مقام ہے جسے ایک مومن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں میں لگ جائیں۔

آج کل احمدیوں کو تو خاص طور پر اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ بعض ملکوں میں خاص طور پر

پاکستان میں اور باقی مسلمان ممالک میں بھی عموماً جو جماعت کے خلاف مختلف کوششیں ہو رہی ہیں اور جو نفرت کی آگیں ہمارے خلاف بھڑکائی جا رہی ہیں یا ایسی کوشش کی جا رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچا کے رکھے اور دشمن کے شر اُن پر الٹائے۔ اور اسی طرح یہ بھی دعا کرنی چاہیے کہ یہ وبا جو اب پھیلی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی ہمیں محفوظ رکھے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ذریعہ دعاؤں کی طرف نہ صرف توجہ دلائی بلکہ ان کے مقبول ہونے کے طریقے بھی سکھلائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا بھی قبولیتِ دعا کے لیے بہت ضروری ہے ورنہ وہ دعائیں زمین و آسمان کے درمیان معلق ہو جاتی ہیں۔

(جامع الترمذی ابواب الوتر باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبیﷺ حدیث 486)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **جس شخص نے مجھ پر درود بھیجنا چھوڑ دیا وہ جنت کی راہ کھو بیٹھا۔**

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبیﷺ حدیث 908)

اسی طرح ایک یہ بھی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پہ درود بھیجا کرو۔ تمہارا درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ ہے۔

(کنزالعمال جزء اول صفحہ 249 کتاب الاذکار/قسم الاقوال، الباب السادس فی الصلوٰۃ علیہ وعلی آلہ علیہ الصلاۃ والسلام روایت نمبر 2164 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

پھر یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر دلی خلوص سے درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجے گا اور اسے دس درجات کی رفعت بخشے گا اور اس کی دس نیکیاں لکھے گا۔

(کتاب السنن الکبریٰ للنسائی جلد6 صفحہ21-22 کتاب عمل الیوم واللیلۃ/ ثواب الصلاۃ علی النبیﷺ روایت نمبر 9892 دارالکتب العلمیۃ بیروت1991ء)

پس ان روایات سے درود شریف کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے ہیں، ہم جو اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا ادراک حاصل کیا ہے وہ اس کے بغیر ممکن نہیں تھا، ہمارا فرض بنتا ہے کہ درود شریف کی اہمیت کو سمجھیں اور زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کی کوشش کریں۔ صرف اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے بلکہ اس لیے کہ مستقل پاکیزگی ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائے۔

اس درود کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بن جائیں۔ ہم اس درود کے ذریعہ اپنی زندگیوں کو مستقلاً پاکیزہ کرنے والے بن جائیں۔ ہم دینی اور روحانی ترقی حاصل کرنے والے بن جائیں۔ صرف ہمارا دعویٰ یا منہ کی باتیں نہ ہوں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کو مانا ہے بلکہ ہمارا ہر عمل اور ہماری ہر حرکت و سکون ہمارے اس دعویٰ کی عکاسی کرنے والی ہو کہ ہم اس مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے والے ہیں جس کے بارے میں آسمان پر فرشتوں نے بھی کہا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

(ماخوذ از براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس الہام کا تذکرہ فرماتے ہوئے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔ اور درود بھیج محمد اور آل محمد پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اس کے طفیل سے ہیں اور اسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہیں۔ فرمایا: سبحان اللہ اس سرورِ کائنات کے حضرتِ احدیت میں کیا اعلیٰ مراتب ہیں، اس سرورِ کائنات کے حضرتِ احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اس کا محبوب خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بن جاتا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مقام حاصل کرتا ہے کہ ایک دنیا اس کے ہاتھ پر جمع ہو کر غلامی کا اعلان کرتی ہے۔ پس آج جو دنیا میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود کا مقام ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی وجہ سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس محبت ہی کی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے والا وہ امتی نبی قرار دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو پھیلانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ آگے چلانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اسلام کی اشاعت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر مجھے یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر یعنی ایک میٹھے اور صاف پانی کی صورت میں بھری ہوئیں نور کی مشکیں فرشتے اس عاجز کے مکان پر لیے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی تھیں اور ایسا ہی عجیب ایک اَور قصہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملأِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیائے دین کے لیے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملأِ اعلیٰ پر شخص مُحیی کا تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لیے وہ اختلاف میں ہے۔ اس اثنا میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔ هٰذَا رَجُلٌ يُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی یعنی مُحیی کی یا احیائے دین کرنے والے کی جو سب سے بڑی شرط ہے وہ محبتِ رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔

(ماخوذ از براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 597-598 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پس ہم اُس مسیح و مہدی کے ماننے والے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے احیائے دین کے لیے بھیجا ہے۔ اسلام کی نشأتِ ثانیہ کا اہم کام دے کر بھیجا ہے۔ ساری دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانے کے لیے بھیجا ہے۔ اور آپ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

میں ڈوب کر ہی یہ مقام پایا ہے۔ ہم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کی جماعت میں شامل ہیں، ہم جو ہر موقع پر یہ عہد کرتے ہیں کہ مَیں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا کیا ہمارا یہ فرض اور بہت بڑا فرض نہیں ہے کہ اس مسیحی کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے، اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے اس مسیح و مہدی کے معاون و مددگار بنیں۔ دنیا کو بتائیں کہ تم جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ توہین کرنے والا سمجھتے ہو وہی سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ہیں۔ وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درود و سلام کا صحیح ادراک حاصل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق سے اس درود کا صحیح ادراک حاصل کر کے آپ پر درود و سلام بھیجنے والے ہیں۔ ہم ہیں جو رمضان میں نہ صرف اپنی ذاتی دعاؤں کی طرف توجہ دینے والے ہیں بلکہ بے چین ہو کر کہ کس طرح دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا بول بالا ہو، کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے، کس طرح لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آکر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بنیں، کس طرح لوگ آپؐ کی غلامی میں آنے کو اپنے آپ کے لیے باعثِ فخر سمجھیں، کس طرح لوگ اسلام کے نام کے ساتھ جڑنے کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھیں کہ یہی ایک دین ہے جو دنیا میں امن و سلامتی کی ضمانت ہے۔ یہی ایک دین ہے جو بندے کو خدا تعالیٰ سے جوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی ایک دین ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ آج بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ماننے والوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور انہیں جواب دیتا ہے۔ پس ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہم احمدیوں کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ ہم نے ہی دنیا کو اب یہ بتانا ہے۔ پس ہمیں اب یہ دیکھنا ہے کہ کس سچائی اور گہرائی سے ہم اس فرض کو ادا کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں سے فیض اٹھانے والے بنتے ہیں۔ اگر ہم نے حقیقتاً تا قیامت ان انعاموں اور فضلوں کا وارث بننا ہے تو ہمیں انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے چلے جانا ہو گا اور اگر ہم اس طرح کریں گے تو پھر ہم دیکھیں گے کہ کس طرح دشمن کے مکر اور اس کے حربے اور اس کے حملے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، کس طرح اللہ تعالیٰ خود ہی دشمن سے نپٹ لیتا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ روحانی طور پر بھی ہم اور ہماری نسلیں ترقی کی منازل طے کرنے والی ہوں گی۔ ہم انفرادی دعاؤں کی قبولیت کے نشان بھی دیکھیں گے اور اجتماعی دعاؤں کی قبولیت کے نشان بھی دیکھیں گے اور یہ بات کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے ہمیں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو دعا اللہ تعالیٰ کی ثنا اور مجھ پر درود بھیجتے ہوئے کرو گے وہ تمہاری حاجتیں پوری کرنے والی دعا ہو گی لیکن شرط یہ ہے کہ دل سے اور خلوصِ دل سے ادا کیا ہوا یہ درود ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے بلند تر کرنے کی ایک تڑپ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دلی دعا ہو اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب اس بات کی گہرائی اور حکمت کا بھی علم ہو۔

اس بارے میں **بھی مختصراً بتا دیتا ہوں۔ درود سے دعا اس وقت نکلتی ہے جب یہ علم ہو کہ انسان دعا کر کیا رہا** ہے۔ صرف منہ سے الفاظ ادا کرنے سے نہ ہی الفاظ کی گہرائی اور مطلب کا علم ہو سکتا ہے نہ یہ دل پر اثر کر سکتے ہیں جو

ہونا چاہیے۔ اور اگر دل پر اثر نہ ہو تو وہ جوش اور وہ رقّت پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس دل پر اثر کے لیے انسان کو پتہ ہونا چاہیے کہ دعا کر کیا رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے؟ لاکھوں کروڑوں لوگ منہ سے درود کے الفاظ دہرا دیتے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ درود پڑھنے کا ہمیں کیا فائدہ ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کیا فائدہ ہے؟ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تھا۔ اس کا خلاصہ اس وقت مَیں کچھ حد تک پیش کر دیتا ہوں۔

درود میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ پہلے رکھا گیا ہے اور اَللّٰھُمَّ بَارِكْ بعد میں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ صلوٰۃ کے معنے دعا کے ہیں اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ کے معنے ہوئے کہ اے اللہ! تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کر۔ اب دعا کرنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا وہ دوسرے سے مانگتا ہے۔

دوسرے اس کی دعا ہے جس کا اپنا اختیار ہے اور وہ خود عطا کرتا ہے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ دعا کرتا ہے تو اس کے معنی ہیں کہ وہ اپنی مخلوق اور پیدا کی ہوئی چیزوں ہوا، پانی، زمین، پہاڑ باقی جو سب چیزیں ہیں ان سب کو کہتا ہے کہ میرے بندے کی تائید کرو۔

پس اَللّٰھُمَّ صَلِّ کے یہ معنی ہوئے کہ اے اللہ! تو ہر نیکی اور بھلائی اور دنیا و زمین و آسمان کی ہر چیز کی بھلائی اپنے رسول کے لیے چاہ اور ان کو عزت و عظمت عطا فرما، عزت و عظمت کو بڑھا اور پھر دیکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس سے بڑھ کر کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم تو اس بات کا احاطہ بھی نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے۔

پس یہ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دی کہ وہ یہ چاہے کہ جو زیادہ سے زیادہ مقام ہو سکتا ہے اور جو اس کی نظر میں ہوتا ہے یا وہ کیا چاہتا ہے وہ عطا فرما۔ اور اَللّٰھُمَّ بَارِكْ کے یہ معنے ہیں کہ اے اللہ! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی رحمتیں، فضل اور انعامات جو تُو نے ان پر کیے ہیں انہیں اتنا بڑھا کہ سارے جہان کی رحمتیں اور برکتیں آپؐ پر اکٹھی ہو جائیں۔ اب پہلے اللہ تعالیٰ جو چاہے گا وہ عطا کرے گا اور کیا چاہا اس کا بھی ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔

پھر اس میں اتنی برکتیں دے، ان کو بڑھاتا چلا جائے کہ وہ بالکل ہی ہمارے تصور اور احاطے سے باہر ہیں۔ پس جب آپؐ پر یہ سب باتیں، یہ دعائیں اکٹھی ہوں گی اور ان کے قائم رکھنے کے لیے ہم دعائیں کریں گے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں جو آپؐ کی امّت کے لیے ہیں ان سے ہم بھی حصہ لے رہے ہوں گے۔ جب ہم دل میں درد رکھتے ہوئے آپؐ کے دین کی سربلندی اور آپؐ کی تمام دنیا میں حاکمیت کے لیے دعا کریں گے تو خدا تعالیٰ ہمیں بھی ان دعاؤں میں حصہ دار بنا کر ہمیں بھی درود سے فیض یاب کرے گا کیونکہ امّت کے لیے بھی ساتھ ہی دعا ہے۔ جو بیج ہم لگائیں گے اس کے پھلوں سے ہم بھی فیض یاب ہوں گے کیونکہ صَلِّ ایک بیج کی صورت ہے اور بَارِكْ اس کے پھلوں کی صورت ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 7 صفحہ 77-78)

لیکن شرط یہ ہے کہ خلوص دل سے، خلوص نیت سے یہ سب کچھ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ ہو۔ حقیقی آل کا ہم حق ادا کرنے والے ہوں۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر ظلم ہوں اور ساتھ درود پڑھ کر کہیں کہ ہم ان برکات کا

مورد بھی بن جائیں جو درود پڑھنے والے کو ملتے ہیں۔ قانون توڑ کر لوگوں کو تکلیف میں ڈال کر پھر کہنا کہ ہم رسول کے عاشق ہیں اور آپؐ پر درود اور سلام بھیجنے والے ہیں اس لیے ہمیں کچھ نہ کہا جائے۔ سڑکیں بلاک کر دیں، مریض ہسپتال نہ پہنچ سکیں اس لیے کہ ہم اللہ اور رسول کے نام پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں ہم صحیح ہیں۔ تو یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کی صریح نافرمانی ہیں، مکمل طور پر نافرمانی ہیں اور قطعاً اس کی نہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے نہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے اور نہ ایسے لوگوں کے درود پھر کوئی فائدہ دیتے ہیں اور یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو بڑھانے کی بجائے اسے کم کرنے کی ایک گھناؤنی کوشش ہے۔ اسلام کو بدنام کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نام پر جو ظلم ہوتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی سخت ہوتی ہے۔ یہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

پس درود کا حقیقی ادراک اگر کسی نے آج دنیا کو دینا ہے تو ہم احمدیوں نے دینا ہے۔ اس لیے اس رمضان میں جہاں درود کی طرف زیادہ توجہ دیں وہاں اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں جو اس درود کی قبولیت کے لیے ضروری ہیں اور اگر یہ قبول ہو جائے تو انسان کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے، اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس کی روحانی حالت بہتر ہوتی ہے، عشقِ رسول میں حقیقی ترقی ہو کر انسان اللہ تعالیٰ کا حقیقی قرب پاتا ہے اور حقیقی درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر پھر ان کی امّت کی ترقی کے سامان کر رہا ہوتا ہے۔ درود شریف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے مزید ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی مومنوں کو فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(الاحزاب:57)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اب یہاں یہ بات اَور بھی واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی دعا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر آن آپؐ کے درجات بلند کرتا چلا جا رہا ہے اور آپؐ کی عظمت اور شان کو قائم رکھنے کے لیے سامان مہیا کرتا چلا جا رہا ہے اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر حقیقی عمل کرنے والے بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔ اس سے تم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے اور فرشتوں کی دعاؤں سے بھی فیض حاصل کرو گے کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتے درود بھیجیں گے تو ان کا فیض آپؐ کی حقیقی امّت کو بھی اور ماننے والوں کو بھی پہنچے گا اور جب یہ فیض ہمیں پہنچے گا تو پھر شکر گزاری کا تقاضا ہے کہ ہم پہلے سے بڑھ کر درود بھیجنے والے بنیں اور یہ درود اور شکر گزاری ایسا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ ہے جو ایک حقیقی مومن کو فیضیاب کرتا چلا جاتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی وضاحت میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم

کی بد تحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پروانہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔۔۔

(الاحزاب:57)

اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبیؐ پر۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کیے۔ یعنی آپؐ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ "ان کا احاطہ کرنا بہت مشکل تھا۔ اس سے باہر تھی۔ "اس قسم کی آیت کسی اَور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق و صفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 37-38)

پس یہ شکر گزاری آخر ہمیں ہی فائدہ پہنچانے والی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اس رمضان میں بھی اور بعد میں بھی ہمیں ہمیشہ درود کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے درود بھیجنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

دوسری بات جس کی طرف میں اس وقت خاص طور پر توجہ دلانی چاہتا ہوں وہ ہے استغفار۔ یہ دعا کہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ یعنی میں تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں جو میرا رب ہے اور اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکتا ہوں۔ یہ ایک ایسی دعا ہے جو انتہائی اہم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ

"**استغفار کے حقیقی اور اصلی معنے یہ ہیں** کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے۔ یہ لفظ غَفَرَ سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ سو اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفِر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنی اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد لیا گیا کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔ لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اس سے الگ نہیں ہوا بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا خالق ہے اور اس کے تمام قویٰ اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنے والا ہے ویسا ہی وہ انسان کا قیوم بھی ہے یعنی جو کچھ بنایا ہے اس کو

خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے۔" قائم رکھنے والا ہے۔ فرمایا" پس جبکہ خدا کا نام قیوم بھی ہے یعنی اپنے سہارے سے مخلوق کو قائم رکھنے والا۔ اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیت سے پیدا ہوا ہے ایسا ہی وہ اپنی پیدائش کے نقش کو خدا کی قیومیت کے ذریعہ سے بگڑنے سے بچاوے..... پس انسان کے لئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے کہ:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (البقرۃ:256).....

سو وہ خدا خالق بھی ہے اور قیوم بھی۔ اور جب انسان پیدا ہو گیا تو خالقیت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیومیت کا کام ہمیشہ کے لئے ہے اسی لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی۔" اپنی حالتوں کو بگڑنے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفت قیومیت یہاں اس صورت میں کام آتی ہے جب دائمی استغفار آدمی کرتا ہے۔" غرض خدا کی ہر ایک صفت کے لئے ایک فیض ہے۔ پس استغفار صفت قیومیت کا فیض حاصل کرنے کے لئے کرتے رہنے کی طرف اشارہ سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی اس بات کی مدد چاہتے ہیں کہ تیری قیومیت اور ربوبیت ہمیں مدد دے اور ہمیں ٹھوکر سے بچاوے تا ایسا نہ ہو کہ کمزوری ظہور میں آوے اور ہم عبادت نہ کر سکیں۔"

(عصمتِ انبیاءؑ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 671-672)

پس عبادتوں کے بجالانے کے لیے، شیطان کے حملوں سے بچنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کے لیے استغفار ایک انتہائی اہم اور ضروری چیز ہے۔ صرف یہ نہیں کہ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پھر ہی استغفار کرنی ہے۔ بے شک اس وقت بھی استغفار اور توبہ بہت ضروری ہے کیونکہ پچھلے گناہ کی بخشش اور آئندہ گناہوں سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے جو استغفار کے ذریعہ سے ملتی ہے۔

پس گناہ سرزد ہونے پر بھی اور نہ سرزد ہونے پر بھی دونوں صورتوں میں استغفار انتہائی اہم ہے۔ شیطان تو ہمارے راستے پر کھڑا ہے۔ انسان اپنی کوششوں سے اس سے بچ نہیں سکتا۔ انسان یہ کہہ دے کہ میں اپنی کوشش سے اس سے بچ جاؤں گا تو ممکن نہیں۔ اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی جائے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری مدد حاصل کرنے کے لیے، میری مدد چاہنے کے لیے تم کثرت سے استغفار کرو۔ یہی ذریعہ ہے جو آئندہ شیطانی حملوں سے بھی محفوظ رکھے گا اور گذشتہ گناہوں کی معافی کا بھی ذریعہ بنے گا۔ انسان کمزور ہے اس لیے استغفار بہت ضروری ہے کیونکہ استغفار طاقت دیتا ہے۔ استغفار طاقت دیتا ہے کہ بشری کمزوریوں سے بچائے اور شیطان کے حملوں سے بچنے کی طاقت دے۔

پس مسلسل استغفار اللہ تعالیٰ کی صفت قیومیت کو حرکت میں لائے گی اور استغفار کرنے والا ہر برائی سے بچایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی طرف آنے والے کو اپنے ساتھ چمٹانے والا ہے۔ جو شخص گناہوں کے ارتکاب کے بعد توبہ کرتے ہوئے اس کی طرف آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بھی توبہ قبول کرتا ہے اور جو گناہوں سے بچنے کے لیے،

شیطانی حملوں سے بچنے کے لیے اس کی طرف دوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی استغفار بھی قبول کرتا ہے۔ اسے شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی وسعت کتنی زیادہ ہے اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ یہ ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک شخص کا قصّہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نے ننانوے قتل کیے۔ آخر ندامت ہوئی اور توبہ کا خیال آیا۔ آخر وہ ایک عالم کے پاس گیا۔ اس سے توبہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا اتنے گناہ اور اتنے قتل کر کے تم کس طرح بخشے جاسکتے ہو؟ اس شخص نے اس عالم کو بھی قتل کر دیا اور اس طرح سو قتل ہو گئے۔ اس کے بعد پھر اسے ندامت ہوئی۔ جب سو قتل ہو گئے تو پھر ندامت ہوئی کہ یہ میں نے کیا کر دیا۔

پھر ایک بڑے عالم کے پاس پہنچا۔ اس سے بات کی۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہاں توبہ کا دروازہ تو ہر وقت کھلا ہے۔ اگر تم حقیقی توبہ کرنا چاہتے ہو تو پھر سنو کہ فلاں علاقے میں جاؤ۔ وہاں لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوں گے، دین کے کام کر رہے ہوں گے۔ تم ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ لیکن یاد رکھو! پھر اپنے علاقے میں واپس نہیں آنا۔ حقیقی توبہ یہی ہے کہ پھر پرانے رابطے جو گناہ کا ذریعہ بنتے رہے ہیں وہ سب ختم کرنے ہوں گے۔ حقیقی توبہ یہی ہے کہ پھر اس علاقے میں واپس نہیں آنا۔

چنانچہ وہ اس طرف چل پڑا۔ ابھی آدھا راستہ طے کیا تھا کہ موت آگئی۔ جب مر گیا تو رحمت اور عذاب کے فرشتے پہنچ گئے اور آپس میں جھگڑنے لگے کہ اسے ہم نے اپنے ساتھ لے جانا ہے۔ رحمت کا فرشتہ یہ کہتا تھا کہ اس شخص نے توبہ کر لی تھی اس لیے یہ جنت میں جائے گا۔ عذاب کا فرشتہ یہ کہتا تھا کہ اس نے زندگی میں کوئی نیکی نہیں کی، کوئی نیک کام نہیں کیا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ جنت میں جائے؟ یہ نہیں بخشا جاسکتا۔

اتنے میں ایک تیسرا فرشتہ بھی آیا اور ایک صورت پیدا ہوئی جس نے ثالث بن کر یہ فیصلہ کیا کہ جس علاقے سے یہ آرہا ہے اور جس طرف جارہا ہے ان کا فاصلہ ماپ لو۔ اس میں سے جس علاقے کے وہ زیادہ قریب ہو گا اسے وہیں لے جانا۔ جب انہوں نے فاصلہ ماپا تو وہ اس علاقے کے زیادہ قریب تھا جس طرف وہ گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک کام کرنے کے لیے جارہا تھا تو اس پر رحمت کے فرشتے اسے جنت میں لے گئے۔

(صحیح مسلم کتاب التوبة باب قبول توبة القاتل، وان کثر قتله حدیث7008)

تو یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی بخشش کے سامان۔ انتہائی ظالم اور قاتل کے بھی، جب اس نے صحت کی حالت میں توبہ کی تو اس نے بخشش کے سامان کر دیے۔ آج کل بہت سے بچے بھی اور نوجوان بھی یہ سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس حد تک بخشتا ہے تو اس حدیث سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ مَیں توبہ قبول کرتا ہوں اور میری رحمت بہت وسیع ہے تو اس کی کوئی حد نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ انسان حقیقی توبہ کرنے والا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنا وہ شخص بھی خوش نہیں ہوتا جسے جنگل بیابان میں اپنی گمشدہ اونٹنی مل جائے۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التوبة حدیث 6309)

اللہ تعالیٰ تو اپنی طرف بڑھنے والوں کی طرف بڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) اگر کوئی ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں دو گنا اس کے قریب ہوتا ہوں دو ہاتھ اس کے قریب جاتا ہوں۔ اگر وہ چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ و یحذرکم اللہ نفسہ حدیث 7405)

پس یہ ہمارا کام ہے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کے لیے بھی اور اپنے گناہ معاف کروانے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھیں اور جہنم سے بچیں اور یہ مہینہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس کام کے لیے ہمیں دیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام **توبہ اور مغفرت کی وضاحت کرتے ہوئے** ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"یاد رہے کہ توبہ اور مغفرت سے انکار کرنا در حقیقت انسانی ترقیات کے دروازہ کو بند کرنا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر ایک کے نزدیک واضح اور بدیہیات سے ہے کہ انسان کامل بالذات نہیں "اپنی ذات میں مکمل نہیں ہے "بلکہ تکمیل کا محتاج ہے اور جیسا کہ وہ اپنی ظاہری حالت میں پیدا ہو کر آہستہ آہستہ اپنی معلومات وسیع کرتا ہے، پہلے ہی عالم فاضل پیدا نہیں ہوتا، اِسی طرح وہ پیدا ہو کر جب ہوش پکڑتا ہے تو اخلاقی حالت اس کی نہایت گری ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کوئی نو عمر بچوں کے حالات پر غور کرے تو صاف طور پر اس کو معلوم ہو گا کہ اکثر بچے اس بات پر حریص ہوتے ہیں کہ ادنیٰ ادنیٰ نزاع کے وقت دوسرے بچہ کو ماریں اور اکثر ان سے بات بات میں جھوٹ بولنے اور دوسرے بچوں کو گالیاں دینے کی خصلت مترشح ہوتی ہے اور بعض کو چوری اور چغل خوری اور حسد اور بخل کی بھی عادت ہوتی ہے اور پھر جب جوانی کی مستی جوش میں آتی ہے تو نفسِ امارہ ان پر سوار ہو جاتا ہے اور اکثر ایسے نالائق اور ناگفتنی کام ان سے ظہور میں آتے ہیں جو صریح فسق و فجور میں داخل ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اکثر انسانوں کے لئے اول مرحلہ گندی زندگی کا ہے اور پھر جب سعید انسان اوائل عمر کے تند سیلاب سے باہر آجاتا ہے تو پھر وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور سچی توبہ کر کے ناکردنی باتوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اپنے فطرت کے جامہ کو پاک کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ یہ عام طور پر انسانی زندگی کے سوانح ہیں جو نوع انسان کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ پس اِس سے ظاہر ہے کہ اگر یہی بات سچ ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوتی تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا ارادہ ہی نہیں کہ کسی کو نجات دے۔"

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 192-193)

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں نجات دینا چاہتا ہوں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "واضح ہو کہ توبہ لغت عرب میں رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا نام بھی توّاب ہے یعنی بہت رجوع کرنے والا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب انسان گناہوں سے دستبردار ہو کر صدق دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس سے بڑھ کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ امر سراسر قانونِ قدرت کے مطابق ہے کیونکہ جب کہ خدا تعالیٰ نے نوع انسان کی

فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ جب ایک انسان سچے دل سے دوسرے انسان کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کا دل بھی اس کے لئے نرم ہو جاتا ہے تو پھر عقل کیونکر اِس بات کو قبول نہیں کر سکتی ہے کہ بندہ تو سچے دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے مگر خدا اس کی طرف رجوع نہ کرے۔" آپس میں دو انسان تو اس پہ عمل کر لیتے ہیں، فطرت ہے لیکن پھر اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہنا کہ وہ رجوع نہیں کرے گا باوجود انسان کے رجوع کرنے کے، یہ نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ "مگر خدا اس کی طرف رجوع نہ کرے بلکہ خدا جس کی ذات نہایت کریم و رحیم واقع ہوئی ہے وہ بندہ سے بہت زیادہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔" اصل چیز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات تو نہایت کریم و رحیم ہے وہ بہت زیادہ بندے کی طرف رجوع کرتا ہے۔

فرمایا: "اِسی لئے **قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا نام..... توّاب ہے یعنی بہت رجوع کرنے والا**۔ سو بندہ کا رجوع تو پشیمانی اور ندامت اور تذلل اور انکسار کے ساتھ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا رجوع رحمت اور مغفرت کے ساتھ۔ اگر رحمت خدا تعالیٰ کی صفات میں سے نہ ہو تو کوئی مخلصی نہیں پا سکتا۔

افسوس! کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی صفات پر غور نہیں کیا اور تمام مدار اپنے فعل اور عمل پر رکھا ہے مگر وہ خدا جس نے بغیر کسی کے عمل کے ہزاروں نعمتیں انسان کے لئے زمین پر پیدا کیں کیا اس کا یہ خُلق ہو سکتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان جب اپنی غفلت سے متنبہ ہو کر اس کی طرف رجوع کرے اور رجوع بھی ایسا کرے کہ گویا مر جاوے اور پہلا ناپاک چولہ اپنے بدن پر سے اتار دے اور اس کی آتشِ محبت میں جل جائے تو پھر بھی خدا اس کی طرف رحمت کے ساتھ توجہ نہ کرے کیا اِس کا نام خدا کا قانون قدرت ہے؟"

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 133-134)

پھر آپؑ نے فرمایا" خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ انسان اگر سچے دل سے اخلاص لے کر رجوع کرے تو وہ غفور رحیم ہے اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ یہ سمجھنا کہ کس کس گناہگار کو بخشے گا خدا تعالیٰ کے حضور سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اس کی رحمت کے خزانے وسیع اور لا انتہا ہیں۔ اس کے حضور کوئی کمی نہیں۔ اس کے دروازے کسی پر بند نہیں ہوتے۔ انگریزوں کی نوکریوں کی طرح نہیں ہے کہ اتنے تعلیم یافتہ کو کہاں سے نوکریاں ملیں۔

خدا کے حضور جس قدر پہنچیں گے سب اعلیٰ مدارج پائیں گے۔ یہ یقینی وعدہ ہے۔ وہ انسان بڑا ہی بدقسمت اور بدبخت ہے جو خدا تعالیٰ سے مایوس ہو اور اس کی نزع کا وقت غفلت کی حالت میں اس پر آجاوے۔" جو خدا تعالیٰ سے مایوس ہو اور اس کی نزع کا وقت غفلت کی حالت میں اس پر آجاوے "بیشک اس وقت دروازہ بند ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 296-297)

پس اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے دروازے کھلے ہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ انسان صحت کی حالت میں توبہ کرے نہ یہ کہ آخری سانس لیتے ہوئے۔ پس ان دنوں میں ہمیں بہت زیادہ توبہ اور استغفار کرنی چاہیے کہ یہ رمضان کا مہینہ قبولیتِ دعا کا مہینہ بھی ہے اور پھر اس کا آخری عشرہ جہنم سے بچانے والا بھی ہے۔ گناہوں

سے معافی اور نیکیاں کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی ملتی ہے۔ اگر اس سے ہم جُڑ جائیں، اللہ تعالیٰ سے ہم جُڑ جائیں تو ہماری دنیا و عاقبت سنور جائے گی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ہم احمدیوں کے لیے تو بعض جگہ زمینیں انتہا سے زیادہ تنگ کی جارہی ہیں۔

ان مشکلات سے نکلنے کے لیے ایک ہی حل ہے کہ ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے جوڑ لیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق جُڑ گیا، ہمارے درود اور ہمارے استغفار اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہو گئے تو دشمن ہزار کوششیں کر لے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہم سے راضی نہیں تو دنیا کا کوئی حیلہ ہمیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ان کی کوئی کوشش ہمیں فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ پس ہمیں چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے اپنے اس تعلق کو مضبوط کریں۔

رمضان کی دعاؤں میں مخالفین کے شر سے بچنے کے لیے بھی بہت دعائیں کریں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ بعض جگہ احمدیوں پر بہت زیادہ مشکلات طاری کی جارہی ہیں۔ بہت زیادہ مشکلات میں احمدی گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ ان کو مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے۔ پاکستان کے احمدی خود بھی خاص طور پر ان دنوں میں اپنے لیے اور جماعتی حوالے سے بھی بہت زیادہ دعائیں کریں۔ پھر آج کل اسی طرح جو کورونا کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے بھی محفوظ رہنے کے لیے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اس بلا سے بھی دنیا کو نجات دے، ہمیں بھی محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی رنگ میں درود اور استغفار کرنے والا بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21/ تا 31/ مئی 2021ء خصوصی اشاعت برائے یوم خلافت جلد 28 شمارہ 45 صفحہ 05 تا 10)

19

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07/ مئی 2021ء بمطابق 07/ ہجرت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا اور ان کے اسلام لانے کے بارے میں ذکر ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق جس طرح بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ "حضرت عمرؓ اسلام کی برابر سختی سے مخالفت کرتے رہے۔" یعنی جب تک اسلام نہیں لائے مسلسل مخالفت کر رہے تھے۔" ایک دن ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس مذہب کے بانی کا ہی کام تمام کر دیا جائے اور اس خیال کے آتے ہی انہوں نے تلوار ہاتھ میں لی اور رسول کریم ﷺ کے قتل کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں کسی نے پوچھا کہ عمرؓ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مارنے کیلئے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے ہنس کر کہا اپنے گھر کی تو پہلے خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی تو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ جھوٹ ہے۔ اس شخص نے کہا تم خود جا کر دیکھ لو۔

حضرت عمرؓ وہاں گئے۔ دروازہ بند تھا اور اندر ایک صحابیؓ قرآن کریم پڑھا رہے تھے۔ آپ نے دستک دی۔ اندر سے آپؓ کے بہنوئی کی آواز آئی۔ کون ہے؟ عمرؓ نے جواب دیا عمر۔ انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت عمرؓ آئے ہیں اور وہ جانتے تھے کہ آپ اسلام کے شدید مخالف ہیں تو انہوں نے صحابیؓ کو جو قرآن کریم پڑھا رہے تھے کہیں چھپا دیا۔ اسی طرح قرآن کریم کے اوراق بھی کسی کونہ میں چھپا کر رکھ دیئے اور پھر دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ چونکہ یہ سن کر آئے تھے کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ "یعنی ان کے بہنوئی اور بہن۔" اس لئے انہوں نے آتے ہی دریافت کیا کہ دروازہ کھولنے میں دیر کیوں کی ہے؟ آپ کے بہنوئی نے جواب دیا آخر دیر لگ ہی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ بات نہیں۔ کوئی خاص امر دروازہ کھولنے میں روک بنا ہے۔ مجھے آواز آ رہی تھی کہ تم اس صابی کی باتیں سن رہے تھے۔ (مشرکین مکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کہا کرتے تھے۔) انہوں نے پردہ ڈالنے کی کوشش کی "ان کے بہنوئی نے "لیکن حضرت عمرؓ کو غصہ آیا اور وہ اپنے بہنوئی کو مارنے کیلئے آگے بڑھے۔ آپ کی بہن اپنے خاوند کی محبت کی وجہ سے درمیان میں آ گئیں۔ حضرت عمرؓ چونکہ ہاتھ اٹھا چکے تھے اور ان کی بہن اچانک درمیان میں آ گئیں

وہ اپنا ہاتھ روک نہ سکے اور ان کا ہاتھ زور سے ان کی ناک پر لگا" یعنی بہن کی ناک پر "اور اس سے خون بہنے لگا۔ حضرت عمرؓ جذباتی آدمی تھے یہ دیکھ کر کہ انہوں نے عورت پر ہاتھ اٹھایا ہے جو عرب کے طریق کے خلاف تھا اور پھر بہن پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بات ٹلانے کیلئے کہا اچھا مجھے بتاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے سمجھ لیا کہ عمرؓ کے اندر نرمی کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا جاؤ تمہارے جیسے انسان کے ہاتھ میں مَیں وہ پاک چیز دینے کیلئے تیار نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر مَیں کیا کروں؟ بہن نے کہا وہ سامنے پانی ہے نہا کر آؤ تب وہ چیز تمہارے ہاتھ میں دی جا سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ نہائے اور واپس آئے۔ بہن نے قرآن کریم کے اوراق جو وہ سن رہے تھے آپ کے ہاتھ میں دیئے چونکہ حضرت عمرؓ کے اندر ایک تغیر پیدا ہو چکا تھا اس لئے قرآنی آیات پڑھتے ہی ان کے اندر رقت پیدا ہوئی اور جب وہ آیات ختم کر چکے تو بے اختیار انہوں نے کہا کہ:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

یہ الفاظ سن کر وہ صحابیؓ بھی باہر نکل آئے جو حضرت عمرؓ سے ڈر کر چھپ گئے تھے۔

پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کہاں مقیم ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مخالفت کی وجہ سے گھر بدلتے رہتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل آپؐ دارِ ارقم میں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فوراً اسی حالت میں جب کہ ننگی تلوار انہوں نے لٹکائی ہوئی تھی اس گھر کی طرف چل پڑے۔ بہن کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ شاید وہ بُری نیت سے نہ جا رہے ہوں۔ انہوں نے آگے بڑھ کر کہا خدا کی قسم! مَیں تمہیں اس وقت تک نہیں جانے دوں گی جب تک تم مجھے اطمینان نہ دلا دو کہ تم کوئی شرارت نہیں کرو گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مَیں پکا وعدہ کرتا ہوں کہ مَیں کوئی فساد نہیں کرونگا۔ حضرت عمرؓ وہاں پہنچے۔ "یعنی اس جگہ جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے" اور دستک دی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اندر بیٹھے ہوئے تھے دینی درس ہو رہا تھا۔ کسی صحابیؓ نے پوچھا کون؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا عمر! صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! دروازہ نہیں کھولنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی فساد کرے۔ حضرت حمزہؓ نئے نئے ایمان لائے ہوئے تھے وہ سپاہیانہ طرز کے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا دروازہ کھول دو۔ مَیں دیکھوں گا وہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمر! تم کب تک میری مخالفت میں بڑھتے چلے جاؤ گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! مَیں مخالفت کیلئے نہیں آیا مَیں تو آپؐ کا غلام بننے کیلئے آیا ہوں۔ وہ عمرؓ جو ایک گھنٹہ پہلے اسلام کے شدید دشمن تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کیلئے گھر سے نکلے تھے ایک آن میں اعلیٰ درجہ کے مومن بن گئے۔ حضرت عمرؓ مکہ کے رئیسوں میں سے نہیں تھے لیکن بہادری کی وجہ سے نوجوانوں پر آپ کا اچھا اثر تھا۔

جب آپ مسلمان ہوئے تو صحابہؓ نے جوش میں آکر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ اس کے بعد نماز کا وقت آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی چاہی تو وہی عمرؓ جو دو گھنٹے قبل گھر سے اس لئے نکلا تھا کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے۔ اس نے دوبارہ تلوار نکال لی اور کہا۔ یارسول اللہؐ! خدا تعالیٰ کا رسول اور اس کے ماننے والے تو چھپ کر نمازیں پڑھیں اور مشرکین مکہ باہر دندناتے پھریں یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ مَیں دیکھوں گا کہ ہمیں خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے سے کون روکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جذبہ تو بہت اچھا ہے لیکن ابھی حالات ایسے ہیں کہ ہمارا باہر نکلنا مناسب نہیں۔" (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 141 تا 143)

خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنا:

لیکن اس کے بعد پھر خانہ کعبہ میں نماز بھی ادا کی گئی جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کو حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ "ابتدائے زمانہ اسلام میں صرف دو شخص مسلمانوں میں بہادر سمجھے جاتے تھے۔ ایک حضرت عمرؓ اور دوسرے امیر حمزہؓ۔ جب یہ دونوں اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم گھروں میں چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کریں۔

جب کعبہ پر ہمارا بھی حق ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے اس حق کو حاصل نہ کریں اور کھلے بندوں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کفار کو فساد کے جرم سے بچانے کے لئے گھر میں نماز ادا کر لیا کرتے تھے خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ کے ایک طرف حضرت عمرؓ تلوار کھینچ کر چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف امیر حمزہؓ اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں عَلَی الْاِعْلَان نماز ادا کی۔"
(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 10)

حضرت عمرؓ پر سختی:

جب حضرت عمرؓ کے اسلام کی خبر قریش میں پھیلی تو وہ سخت جوش میں آ گئے اور اسی جوش کی حالت میں انہوں نے حضرت عمرؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عمرؓ باہر نکلے تو ان کے ارد گرد لوگوں کا ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا اور قریب تھا کہ بعض جوشیلے ان پر حملہ آور ہو جائیں لیکن حضرت عمرؓ بھی نہایت دلیری کے ساتھ ان کے سامنے ڈٹے رہے۔ آخر اسی حالت میں مکہ کا رئیس اعظم عاص بن وائل وہاں آ گیا اور اس ہجوم کو دیکھ کر اس نے اپنے سردارانہ انداز میں آگے بڑھ کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا: عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس رئیس نے موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے کہا: تو خیر، پھر بھی اس ہنگامے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں عمرؓ کو پناہ دیتا ہوں۔ اس آواز کے سامنے عربی دستور کے مطابق لوگوں کو خاموش ہونا پڑا اور وہ آہستہ آہستہ منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ چند دن تک امن میں رہے کیونکہ عاص بن وائل کی پناہ کی وجہ سے کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا تھا لیکن اس حالت کو حضرت عمرؓ کی غیرت نے زیادہ دیر تک برداشت نہ کیا۔ چنانچہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ انہوں نے عاص بن وائل سے جا کر کہہ دیا کہ مَیں تمہاری پناہ سے نکلتا ہوں۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں مکہ کی گلیوں میں بس پٹتا اور پیٹتا ہی رہتا تھا۔ یعنی لڑائی جھگڑا ہی رہتا تھا مگر حضرت عمرؓ نے کبھی کسی کے سامنے آنکھ نیچی نہیں کی۔
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 159)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

"دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے کتنے شدید دشمن تھے مگر پھر ان میں کیسی تبدیلی پیدا ہوئی۔ نہ صرف ان کی اصلاح ہوئی بلکہ وہ روحانیت کے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے کہ ان کا پہچاننا بھی مشکل ہو گیا۔" یعنی بالکل کایا پلٹ گئی۔ پہچانے نہیں جاتے تھے کہ یہ وہی لوگ ہیں۔ "حضرت عمرؓ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لٹھ لئے پھرتے تھے جب انہیں اسلام لانا نصیب ہوا تو ان میں ایسی تبدیلی پیدا ہوئی کہ دنیا کے فائدہ کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے لگے اور دن رات اسلام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 45)

یہاں "جان جوکھوں میں ڈالنے لگے" دین کے فائدہ کے لیے ہونا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دیکھو کس قدر فائدہ پہنچا۔ ایک زمانہ میں یہ ایمان نہ لائے تھے اور چار برس کا توقف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ خوب مصلحت سمجھتا ہے کہ اس میں کیا سرّ تھا۔ ابوجہل نے تلاش کی کہ کوئی ایسا شخص تلاش کیا جاوے جو رسول اللہؐ کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت عمرؓ بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے اور شوکت رکھتے تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے رسول اللہؐ کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور معاہدہ پر حضرت عمرؓ اور ابوجہل کے دستخط ہو گئے اور قرار پایا کہ اگر عمرؓ قتل کر آویں تو اس قدر روپیہ دیا جاوے۔" فرماتے ہیں دیکھو "اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے جاتے ہیں دوسرے وقت وہی عمرؓ اسلام میں ہو کر خود شہید ہوتے ہیں۔ وہ کیا عجیب زمانہ تھا۔ غرض اس وقت یہ معاہدہ ہوا کہ مَیں قتل کرتا ہوں۔ اس تحریر کے بعد آپؐ کی تلاش اور تجسس میں لگے راتوں کو پھرتے تھے۔" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں حضرت عمرؓ تجسس میں لگے رہتے تھے، راتوں کو پھرتے تھے "کہ کہیں تنہا مل جاویں تو قتل کر دوں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ "لوگوں سے دریافت کیا کہ آپؐ تنہا کہاں ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نصف رات گزرنے کے بعد خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئے۔ چنانچہ خانہ کعبہ میں آ کر چھپ رہے۔ جب تھوڑی دیر گزری تو جنگل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی ہوئی معلوم ہوئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آواز تھی۔ اس آواز کو سن کر اور یہ معلوم کر کے کہ وہ ادھر ہی کو آ رہی ہے۔ حضرت عمرؓ اور بھی احتیاط کر کے چھپے اور یہ ارادہ کر لیا کہ جب سجدہ میں جائیں گے تو تلوار مار کر سر مبارک تن سے جدا کر دوں گا۔ آپؐ نے آتے ہی نماز شروع کر دی۔ پھر اس سے آگے کے واقعات خود حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں۔" حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ "اس سے آگے کے واقعات حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں اس قدر رو رو کر دعائیں کیں کہ مجھ پر لرزہ پڑنے لگا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی کہا کہ سَجَدَ لَکَ رُوْحِیْ وَجَنَانِیْ۔ یعنی اے میرے مولیٰ! میری روح اور میرے دل نے بھی تجھے سجدہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دعاؤں کو سن سن کر جگر پاش پاش ہوتا تھا۔

آخر میرے ہاتھ سے ہیبت حق کی وجہ سے تلوار گر پڑی۔ میں نے آنحضرت ﷺ کی اس حالت سے سمجھ لیا کہ یہ سچا ہے اور ضرور کامیاب ہو جائے گا مگر نفس امارہ برا ہوتا ہے۔ "بار بار ابھارتا ہے۔ "جب آپؐ نماز پڑھ کر نکلے مَیں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ پاؤں کی آہٹ جو آپؐ کو معلوم ہوئی۔ رات اندھیری تھی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ مَیں نے کہا عمر۔ آپؐ **نے فرمایا اے عمرؓ! نہ تو رات کو پیچھا چھوڑتا ہے اور نہ دن کو۔** اس وقت مجھے رسول اللہؐ کی روح کی خوشبو آئی اور میری روح نے محسوس کیا کہ آنحضرت ﷺ بد دعا کریں گے۔ مَیں نے عرض کیا: یا حضرت! بد دعا نہ کریں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ وقت اور وہ گھڑی میرے اسلام کی تھی۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے توفیق دی کہ میں مسلمان ہو گیا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 180-181)

یہ ایک روایت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور ایک اَور جگہ دوسری بھی اسی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک وقفہ کے بعد آپؑ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ بھی یہی باتیں ہیں لیکن اس میں آخر میں ایک دو الفاظ ذرا مزید مختلف نتیجہ نکالے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو جہل کے ساتھ اسلام سے پہلے ملتے تھے۔ بلکہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے منصوبہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاوے اور کچھ روپیہ بھی بطور انعام مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ اس کام کے لیے منتخب ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تلوار کو تیز کیا اور موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر حضرت عمرؓ کو پتہ ملا کہ آدھی رات کو آپؐ کعبہ میں آکر نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ یہ کعبہ میں آکر چھپ رہے اور انہوں نے سنا کہ جنگل کی طرف سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی ہے اور وہ آواز قریب آتی گئی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں آداخل ہوئے اور آپؐ نے نماز پڑھی۔ **حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے سجدہ میں اس قدر مناجات کی کہ مجھے تلوار چلانے کی جرأت نہ رہی۔**

چنانچہ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ آگے چلے۔ پیچھے پیچھے مَیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی اور آپؐ نے پوچھا کون ہے؟ مَیں نے کہا کہ عمر۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔

اے عمرؓ! نہ تُو دن کو میرا پیچھا چھوڑتا ہے اور نہ رات کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے محسوس کیا کہ آپؐ بد دعا کریں گے۔ اس لیے میں نے کہا کہ حضرت آج کے بعد میں آپؐ کو ایذا نہ دوں گا۔ عربوں میں چونکہ وعدہ کا لحاظ بہت بڑا ہوتا تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے یقین کر لیا مگر دراصل حضرت عمرؓ کا وقت آپہنچا تھا۔" یہ باتیں پچھلے حوالے سے ذرا نئی ہیں۔

"آنحضرتؐ کے دل میں گذرا کہ اس کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ آخر حضرت عمر مسلمان ہوئے اور پھر وہ دوستیاں وہ تعلقات جو ابو جہل اور دوسرے مخالفوں سے تھے یکلخت ٹوٹ گئے اور ان کی جگہ ایک نئی اخوت قائم ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ اور دوسرے صحابہؓ ملے اور پھر ان پہلے تعلقات کی طرف کبھی خیال تک نہ آیا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 340)

ایک جگہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا وہی واقعہ اسی طرز پہ بیان کرتے ہوئے پھر آپؑ نے بیان فرمایا ہے۔ ہلکے سے چند ایک الفاظ مختلف ہوں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل

کے لیے جانا آپ لوگوں نے سنا ہو گا۔ ابو جہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالت مآب کو قتل کرے گا وہ بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے ابو جہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس کو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی۔ دریافت پر اسے معلوم ہوا کہ حضرت نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرض نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھ کر حضرت عمرؓ سر شام خانہ کعبہ میں جا چھپے۔ آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آنا شروع ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گریں تو اس وقت قتل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اس طرح حمدِ الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔ اس کی ساری جرأت جاتی رہی اور اس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہو گیا۔" یہاں اس میں حضرت عمرؓ کی نرمی کو آپؐ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ "نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو ان کے پیچھے حضرت عمرؓ ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمرؓ! کیا تُو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ حضرت عمرؓ بد دعا کے ڈر سے بول اٹھے کہ حضرت مَیں نے آپؐ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔ میرے حق میں بد دعا نہ کیجئے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 61)

یہ بتانے کے لیے اب مَیں نے تین مختلف حوالے پڑھے ہیں۔ ایک جنوری 1901ء کا ہے، ایک اگست 1902ء کا، ایک جون 1904ء کا ہے یا شاید 1907ء کا ہے۔ بہر حال ان تینوں جگہوں پر رات کو خانہ کعبہ میں حملے کا ذکر آپؑ نے فرمایا ہے۔ شاید اس کے بعد پھر نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر دن کو بھی نکلے ہوں گے اور وہ بہن بھائی والا واقعہ پیش آیا جس کو عام بیان کیا جاتا ہے لیکن بہر حال آپ نے تینوں دفعہ یہی فرمایا اور یہ ہوا کیونکہ نفس امارہ کا بھی آپ نے ذکر کیا۔ ہو سکتا ہے پھر ایک جوش آیا ہو اور اس وقت نکلے ہوں اور دونوں واقعات میں یہ ذکر تو بہر حال ہے چاہے وہ بہن والا واقعہ، بہن بہنوئی والا یا یہ رات کو قتل والا کہ ابو جہل کے بھڑکانے اور انعام مقرر کرنے پہ آپؓ نے، حضرت عمرؓ نے یہ ارادہ کیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "ابو جہل کو فرعون کہا گیا ہے مگر میرے نزدیک وہ تو فرعون سے بڑھ کر ہے فرعون نے تو آخر کہا:

اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ (یونس:91)

مگر یہ آخر تک ایمان نہ لایا مکہ میں سارا فساد اسی کا تھا اور بڑا متکبر اور خود پسند، عظمت اور شرف کو چاہنے والا تھا اس کا اصل نام بھی عمرو تھا اور یہ دونوں عمر مکہ میں تھے۔ خدا کی حکمت کہ ایک عمرؓ کو کھینچ لیا اور ایک بے نصیب رہا۔ اس کی روح تو دوزخ میں جلتی ہو گی اور حضرت عمرؓ نے ضد چھوڑ دی تو بادشاہ ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 247)

حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کرتے ہوئے آپؓ کے سینے پر تین دفعہ ہاتھ مارا۔

اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ مَا فِیْ صَدْرِہٖ مِنْ غِلٍّ ،وَ أَبْدِلْہُ اِیْمَانًا۔

اے اللہ! اس کے سینے میں جو کچھ بھی بغض ہے اس کو دور کر دے اور اس کو ایمان سے بدل دے۔ آپؐ نے یہ دعا تین دفعہ فرمائی۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء 3صفحه 237 باب عمربن الخطاب دارالکتب العلمیة بیروت 2002ء)

جیسا کہ ہم حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے کی زندگی میں دیکھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے سخت خلاف تھے لیکن جب آپؓ اسلام لائے تو آپ کا اسلام قبول کرنا مسلمانوں کے لیے فتح اور تنگی سے نجات کا ذریعہ ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک کھل کر اللہ کی عبادت نہیں کی جب تک کہ حضرت عمرؓ ایمان نہ لے آئے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة الجزء 4صفحه 484 ذکر عمر بن الخطاب دارالکتب العلمیة بیروت2005ء)

حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنے کا اعلان عام کرنا:

عبدالرحمٰن بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس رات مَیں نے اسلام اختیار کیا تو مَیں نے سوچا کہ اہلِ مکہ میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں سب سے زیادہ کون بڑھا ہوا ہے کہ مَیں اس کے پاس جاؤں اور اس کو بتاؤں کہ مَیں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے سوچا وہ ابوجہل ہی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب صبح ہوئی تو مَیں اس کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؓ کہتے ہیں کہ ابوجہل میرے پاس آیا اور کہا: اے میرے بھانجے خوش آمدید۔ حضرت عمرؓ کو اس نے کہا کہ میرے بھانجے خوش آمدید۔ تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کہ مَیں تمہیں بتانے آیا ہوں کہ مَیں اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور مَیں نے اس کی تصدیق کی ہے جو وہ لایا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس نے دروازہ مجھ پر بند کر دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو اور اس چیز کو جو تُو لایا ہے برباد کرے۔

(سیرت ابن هشام صفحه162 ذکر اسلام عمر بن خطاب دار ابن حزم بیروت 2009ء)

یہ ابوجہل کے الفاظ تھے۔

حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتیں پھیلانے کی عادت کس شخص کو ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جمیل بن مَعْمَرْ جُمَحِی۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ آپؓ صبح صبح اس کے پاس چلے گئے اور مَیں بھی آپؓ کے پیچھے پیچھے گیا اور مَیں دیکھ رہا تھا کہ آپؓ کیا کرتے ہیں اور مَیں کم عمر تو تھا لیکن جو کچھ دیکھتا تھا اس کو سمجھتا تھا۔ یہ ابنِ عمرؓ کہہ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپؓ اس کے پاس پہنچے تو اس سے کہا کہ اے جمیل! کیا تجھے معلوم ہے کہ مَیں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو چکا ہوں۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! آپؓ نے اس بات کو دہرایا نہیں تھا یعنی دوسری دفعہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی کہ وہ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے نکل پڑا اور حضرت عمرؓ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں بھی اپنے والد کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ جب وہ یعنی وہ شخص جمیل خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے پھر چیخا کہ اے قریش کے گروہ! اس

نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کے یہ اعلان کیا کہ اے قریش کے گروہ! اور وہ لوگ کعبہ کے گرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے کہا کہ سن لو عمرؓ بن خطاب صابی ہو گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے سے یہ کہہ رہے تھے کہ اس نے جھوٹ کہا ہے۔ مَیں نے تو اسلام قبول کیا ہے۔ صابی نہیں ہوا بلکہ مَیں نے اسلام قبول کیا ہے اور اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ **محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر قریش آپؐ پر جھپٹے۔ آپؐ ان سے اور وہ آپؐ سے برابر لڑتے رہے** یعنی پھر لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ سورج ان کے سروں پر آ گیا۔

راوی نے کہا کہ آپ تھک گئے یعنی حضرت عمرؓ تھک گئے تو بیٹھ گئے اور لوگ آپؓ کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ آپؓ کہہ رہے تھے تم جو چاہو کرو میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو مرد ہو گئے تو ہم اسے یعنی مکہ کو تمہارے لیے چھوڑ دیں گے یا تم اسے ہمارے لیے چھوڑ دو گے۔ یعنی پھر ہم آزادی سے ہر چیز کریں گے۔ راوی نے کہا کہ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ قریش میں سے ایک بوڑھا شخص آیا جو یمنی کپڑے کا نیا لباس اور نقش و نگار والی قمیص پہنے ہوئے تھا یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ پھر کیا ہوا۔ ایک شخص نے اپنے لیے ایک بات اختیار کر لی ہے۔ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عدی بن کعب اپنے آدمی کو اس طرح تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اس شخص کو چھوڑ دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! پھر وہ لوگ آپ سے یکدفعہ الگ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد سے یعنی حضرت عمرؓ سے پوچھا جبکہ انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی تھی۔ بہت عرصہ بعد مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان سے پوچھا کہ اے میرے باپ! وہ شخص کون تھا جس نے مکہ میں آپؓ کے اسلام قبول کرنے کے دن لوگوں کو جھڑک کر آپ سے دُور کر دیا تھا جبکہ وہ آپ سے لڑ رہے تھے۔ فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! وہ عاص بن وائل سَہْمِی تھا۔

(سیرت ابن هشام صفحه 161-162 ذكر اسلام عمر بن خطاب دار ابن حزم بيروت 2009ء)

بخاری میں ایک روایت یہ بھی بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ اپنے گھر میں خوفزدہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ابو عمرو عاص بن وائل سَہْمِی آیا اور وہ ایک نقش دار چادر اور ایک ریشمی حاشیہ دار قمیص پہنے ہوئے تھا اور وہ بنو سہم قبیلہ میں سے تھا جو زمانہ جاہلیت میں ہمارا حلیف تھا۔

عاص نے حضرت عمرؓ سے کہا تمہارا یہ کیا حال ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا تمہاری قوم یہ خیال کرتی ہے کہ مَیں مسلمان ہو گیا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ انہوں نے کہا کہ تم تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ جب عاص نے یہ بات کہی تو میں مطمئن ہو گیا۔ عاص چلا گیا اور لوگوں سے ملا۔ یہ حالت تھی کہ وادی مکہ ان لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ عاص نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس خطاب کے بیٹے کی طرف جا رہے ہیں جو بے دین ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا: اس کے پاس نہیں جانا۔ یہ سن کر لوگ واپس آ گئے۔

(صحيح البخاری كتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب رضی الله عنه حديث3864)

حضرت عمرؓ کے خوفزدہ ہونے والی یہ بات جو روایت میں آتی ہے وہ صحیح نہیں لگتی۔ یہ تو حضرت عمرؓ کی طبیعت کے خلاف بات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پریشانی کے آثار ہوں جسے راوی نے خوف سمجھا ہو جیسا کہ پہلے بھی ایک روایت میں آچکا ہے کہ کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ نے یہ پناہ واپس بھی کر دی تھی اور اس کا ذکر آگے بھی ملے گا۔ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کی روایات کی تشریح میں عاص بن وائل سَہْمِی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے چند لوگ جو ایمان لائے تھے ان پر سختی کیے جانے کا بھی ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی مسلمان ہونے پر سختی کا نشانہ بنتے اگر عاص بن وائل سہمی انہیں اپنی پناہ میں لینے کا اعلان نہ کرتا۔ عاص بن وائل قریش کے معزز ترین اشخاص میں سے تھا اور بنو سہم قبیلہ میں سے تھا۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے۔ عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم۔ ہجرت سے قبل بحالت کفر ہی فوت ہو گیا تھا اور حضرت عمرؓ بنو عدی خاندان میں سے تھے اور بنو عدی اور بنو سہم کے خاندان ایک دوسرے کے حلیف تھے اور اس معاہدہ اور دوستی اور مدد کی وجہ سے عاص بن وائل نے اپنا اخلاقی فرض جانا کہ حضرت عمرؓ کی مدد کریں۔

(ماخوذ از صحیح البخاری (مترجم) کتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب جلد 7 صفحہ 346-347)

حضرت عمرؓ کا اپنی پناہ کو واپس کر دینا:

جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے عاص بن وائل کی پناہ کو ایک وقت میں ردّ کر دیا تھا۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت عمرؓ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نہیں چاہتا تھا کہ کسی مسلمان کو مار پڑتے ہوئے دیکھتا رہوں اور مجھے نہ مارا جائے۔ آپؓ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا یہ تو کوئی بات نہیں۔ یہاں تک کہ مجھے بھی وہی تکلیف پہنچے جو دوسرے مسلمانوں کو پہنچ رہی ہے۔ آپؓ کہتے ہیں میں اس وقت تک رکا رہا یہاں تک کہ وہ لوگ کعبہ میں اکٹھے ہوئے۔ مَیں اپنے ماموں عاص بن وائل کے پاس گیا۔ مَیں نے کہا میری بات سنیں اس نے کہا مَیں کیا بات سنوں۔ آپؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ آپ کی پناہ آپ کو واپس لوٹاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اے میرے بھانجے ایسا نہ کر۔ میں نے کہا: بس ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا: جیسے تمہاری مرضی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے پناہ **واپس لوٹا دی تو اس کے بعد بس مَیں مار کھاتا اور مارتا ہی رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عطا کی۔**

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 141 عمر بن الخطاب دارالکتب العلمیۃ 2003ء)

محمد بن عبید بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے ہم بیت اللہ میں نماز ادا نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے تو آپؓ نے ان کفار سے لڑائی کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نماز ادا کرنے لگے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 143 اسلام عمرؓ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے ہم عزت سے ہی رہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب حضرت عمرؓ حدیث 3684)

جو بعد کی سختیاں تھیں سختیاں تو وہی جاری رہی ہیں لیکن پہلی سختیوں کے مقابلے میں یہ لوگ ان سختیوں کو سختیاں نہیں سمجھتے تھے حالانکہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی سختیاں جھیلنی پڑیں۔

حضرت عبداللہ بن ہشامؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپؐ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میرے نفس کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: نہیں۔ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک مَیں تمہارے نفس سے زیادہ تمہیں محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ بڑی ضروری چیز ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کیا۔ اللہ کی قسم! اب آپؐ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اب ہے عمرؓ، اب ہے عمرؓ۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبیﷺ۔ حدیث 6632)

یعنی اب ٹھیک ہے۔ یہ ہے ایمان کی حالت۔

حضرت عمرؓ کا ہجرت کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن ابو طالبؓ نے بتایا کہ مَیں مہاجرین میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے **چھپ کر ہجرت نہ کی ہو سوائے حضرت عمر بن خطابؓ کے**۔ جب آپؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپؓ نے تلوار لٹکائی، کندھے پر اپنی کمان رکھی، تیر ہاتھ میں لیے اور نیزہ پکڑے ہوئے کعبہ کی طرف گئے۔ سردارانِ قریش اس کے صحن میں تھے۔ آپؓ نے وقار کے ساتھ کعبہ کے سات چکر لگائے۔ پھر آپؓ مقام ابراہیم پر آئے اور اطمینان سے نماز ادا کی۔ پھر آپؓ ہر گروہ کے پاس ایک ایک کر کے کھڑے ہوئے اور ان سے کہا: چہرے بگڑ جائیں اللہ ناکوں کو خاک آلودہ کر دے۔ جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے کھوئے اس کی اولاد یتیم ہو اور اس کی بیوی بیوہ ہو وہ اس وادی کے پار مجھے مل لے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا سوائے چند کمزور مسلمانوں کے کسی نے پیچھا نہ کیا اور آپؓ نے انہیں معلومات فراہم کیں اور ان کی رہنمائی کی۔ پھر اپنے رستے پر چل پڑے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد نمبر 3 صفحہ 648 649۔ عمر بن الخطاب ہجرتہ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت عمرؓ کی اس طرح کھل کے ہجرت کرنے کے بارے میں حضرت علیؓ کی صرف یہی ایک روایت ہے جو بیان کی جاتی ہے لیکن کئی سیرت نگار اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ محمد حسین ہیکل نے حضرت عمرؓ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے۔ اس نے اس بحث کو اٹھایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ خاموشی سے چپکے سے اور چھپ کر مکہ سے نکلیں تا کہ مخالفین کو علم نہ ہو مبادا وہ روک پیدا کریں اور مزید تنگ کریں۔ تو اس واضح حکم کے ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کیسے اس کی نافرمانی کر سکتے تھے جبکہ اس کے ساتھ ساتھ طبقات ابن سعد اور ابن ہشام میں وضاحت سے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی دیگر مسلمانوں کی طرح چپکے سے ہجرت کی تھی۔ بہر حال اگر حضرت علیؓ کی روایت کو کسی طرح صحیح قرار دینا بھی ہے تو

ہو سکتا ہے کہ کسی وقت کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا ہو اور اس وقت ہجرت نہ کی ہو۔ کعبہ میں کھڑے ہو کر سرداروں کے سامنے جو اعلان کیا تھا کہ مَیں جا رہا ہوں مجھے روک لینا لیکن ہجرت نہ کی ہو اور جب ہجرت کا پروگرام بنا تو خاموشی سے ہجرت کی۔ بہرحال ہیکل کی یہ بات اپنے اندر وزن رکھتی ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ طبقات ابن سعد اور ابن ہشام بھی ایسا ہی لکھتے ہیں۔ لگتا یہی ہے کہ **حضرت عمرؓ نے بھی دیگر مسلمانوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خاموشی سے ہجرت کی ہو گی** کیونکہ مکہ میں جیسے حالات تھے ان کے پیش نظر کھلم کھلا ایسا کرنا ممکن نہیں تھا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ تک جس نے بھی ہجرت کی اس نے خاموشی سے ہجرت کرنے میں ہی عافیت جانی۔ بہرحال اگر حضرت علیؓ کی اس روایت کو صحیح بھی مانا جائے تو ہو سکتا ہے کہ انفرادی فعل ہو لیکن بظاہر شواہد یہی ہیں کہ لگتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔

(الفاروق عمر از محمد حسین هیکل جزء1 صفحه53-54 باب فی صحبة النبیﷺ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت 2007ء)

حضرت بَرَاء بن عَازِبؓ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مہاجرین میں سے جو ہمارے پاس آئے وہ حضرت مُصْعَب بن عُمیرؓ تھے جو بنو عبد الدار میں سے تھے۔ پھر حضرت ابن ام مکتومؓ آئے جو نابینا تھے اور بنو فِہْر میں سے تھے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ بیس لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر آئے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ میرے پیچھے ہی ہیں یعنی کچھ عرصہ بعد آجائیں گے۔ پھر کچھ عرصہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابو بکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 4 صفحه145 دار الکتب العلمیة بیروت لبنان2003ء)

اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر زیادہ قوی امکان یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کسی وقت مجلس میں ہجرت کا ذکر کر دیا ہو اور جوش میں کہہ دیا ہو کہ مجھے روک کر دکھانا لیکن ہجرت خاموشی سے ہی کی ہے کیونکہ یہ روایت بھی آتی ہے کہ بیس لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ بہرحال واللہ اعلم۔ حضرت عمرؓ مدینہ پہنچ کر قُبَا میں رِفَاعہ بن عبدالمنذِر کے مہمان ہوئے۔ (سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ 93 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء)

قُبَا جیسا کہ ہم جانتے ہیں مدینے سے تین میل کے فاصلے پر اس کی بالائی آبادی ہے اور یہاں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ ان سب میں ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا۔ اس خاندان کے سردار کلثوم بن ہِدْم تھے۔ قُبَا پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے مکان پر قیام فرمایا تھا۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 230)

حضرت عمرؓ کی مؤاخات:

حضرت عمرؓ کی مؤاخات کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی لیکن یہ مؤاخات بھی دو مواقع پر ہوئی تھی ایک دفعہ مکہ میں اور ایک دفعہ ہجرت کے بعد مدینہ میں۔ مکہ میں جو مؤاخات قائم فرمائی تھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ حضرت علیؓ کو رکھا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کی حضرت عمرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ بہرحال مؤاخات قائم ہونے کے یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں۔ مدینہ میں مہاجر اور

انصار کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عُوَیم بن سَاعِدَہؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کی مؤاخات حضرت عِتْبَان بن مالِکؓ کے ساتھ قائم فرمائی تھی۔ ایک اَور روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کی مؤاخات حضرت مُعَاذ بن عَفْرَاءؓ سے قائم فرمائی تھی۔

(سبل الهدى والرشاد فى سيرة خير العباد جلد3 صفحه363 فى مواخاته ﷺ بين اصحابه رضى الله عنهم۔ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت 1993ء)(الطبقات الكبرٰى لابن سعد جلد3صفحه206 دارالكتب العلمية بيروت 2012ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی مؤاخات حضرت عِتْبَان بن مالِکؓ سے ہوئی تھی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ 277)

اذان کی ابتداء اور حضرت عمرؓ:

اذان کی ابتدا کے بارے میں ایک روایت یوں ملتی ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور میں نے آپؐ کو خواب سنائی۔ یہ حضرت عبد اللہ کے ضمن میں بھی ذکر ہو چکا ہے تو یہاں بھی حضرت عمرؓ کا کیونکہ ذکر ہے اس لیے کچھ تھوڑا سا حصہ بیان کر دیتا ہوں یا دوسری روایات میں دیکھ کے کر دیتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً یہ رؤیا سچی ہے جو خواب بیان کی۔ تم بلالؓ کے ساتھ جاؤ کیونکہ وہ تمہاری نسبت زیادہ بلند آواز والے اور منادی کرنے والے ہیں۔ ان کو بتاتے جاؤ جو تمہیں بتایا گیا ہے۔ پس وہ اس کی منادی کرے۔ وہ یعنی حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے نماز کے لیے حضرت بلالؓ کی آواز سنی تو حضرتِ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہؐ! اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یقیناً مَیں نے بھی وہی دیکھا ہے جیسا کہ اس نے اذان میں کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔ یہ بات زیادہ پختہ ہے۔

(سنن الترمذى كتاب الصلوٰة باب ما جاء فى بدء الاذان حديث 189)

حضرت مصلح موعودؓ اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن زیدؓ ایک صحابی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رؤیا کے ذریعہ سے اذان سکھائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی رؤیا پر انحصار کرتے ہوئے مسلمانوں میں اذان کا رواج ڈالا۔ بعد میں قرآنی وحی نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے یہی اذان سکھائی تھی مگر بیس دن تک میں خاموش رہا۔ اس خیال سے کہ ایک اَور شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کر چکا ہے۔ "کیونکہ یہ پہلے بیان ہو چکی تھی اس لیے میں خاموش رہا کہ بیان کی ضرورت نہیں۔ "اسی کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے کہ اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی اَوْ یُرٰی لَہٗ۔ یعنی مومن کو کبھی تو براہ راست خبر دی جاتی ہے کبھی دوسروں کی معرفت اسے خبر پہنچائی جاتی ہے۔" (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 624-625)

باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

رمضان کا آخری جمعہ اور ہماری ذمہ داریاں:

اس وقت مختصراً میں اس طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ آج رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ اس کو صرف رمضان کے آخری جمعہ کے طور پر نہ لیں بلکہ یہ جمعہ ہمارے لیے آئندہ کے لیے نئی راہیں متعین کرنے والا ہونا چاہیے۔ رمضان میں جن باتوں کی طرف توجہ ہوئی ہے اور جو نیکیاں کرنے کی توفیق ملی ہے انہیں رمضان کے بعد بھی ہمیں جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے بلکہ اس میں ترقی کرنی چاہیے ورنہ رمضان میں سے گزرنا ہمارے لیے بے فائدہ ہے اگر ہم ان نیکیوں اور پاکیزہ تبدیلیوں کو قائم نہیں رکھتے اور اس میں ترقی نہیں کرتے۔

گذشتہ جمعہ کو مَیں نے درود اور استغفار کی طرف توجہ دلائی تھی وہ صرف رمضان تک ہی محدود نہ رہے کہ رمضان گزرا اور ہم دنیاوی کاموں میں اس طرح غرق ہو جائیں کہ دعاؤں اور استغفار کو بھول ہی جائیں۔ اس طرف بھی مَیں نے خاص طور پر کہا تھا کہ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ فی زمانہ جب دجالی چالیں نئے نئے حربے استعمال کر رہی ہیں۔ دنیا کی چکاچوند نے اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ ہمارے نوجوان اور بچے بھی بعض اوقات اس کے زیر اثر آجاتے ہیں۔ ایسے میں ہمیں اپنے لیے بھی بہت دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شیطانی حملوں سے دجالی حملوں سے بچا کے رکھے۔

اور اپنے بچوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر اپنے ساتھ لگا کر ایک ان کا خاص تعلق اپنے ساتھ پیدا کر کے انہیں خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بھی بتانے کی ضرورت ہے اور پھر مکمل یقین کروا کر، بچوں کے دلوں میں مکمل یقین پیدا کروا کر پھر انہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا چمٹائیں کہ ان کا کوئی فعل، کوئی عمل، کوئی کام، ان کی کوئی سوچ خدا تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو، اس کی تعلیم کے خلاف نہ ہو۔ ہر دنیاوی سوچ اور فتنہ کا ان کے پاس جواب ہو، یہ نہیں کہ بعض چیزوں کے جواب نہیں آتے اور دوسروں سے وہ متاثر ہو جائیں، اور اس جواب کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ان فتنوں سے محفوظ رکھنے والے بن سکیں۔

اور یہی ہماری نسلوں کی زندگیوں کو سنوارنے اور ان کی بقا کی ضمانت ہے اور ہر قسم کے فتنوں سے اپنی نسل کو بچانے کا یہی صحیح طریق ہے لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم خود بھی ایمان اور یقین میں اپنے اعلیٰ معیار حاصل نہیں کرتے، اس معیار تک نہیں پہنچتے جو ایک مومن کا خاصہ ہونا چاہیے۔ یہ اس وقت ممکن ہو گا جب ہمارا تعلق خدا تعالیٰ سے مضبوط ہو گا۔ ہماری نمازیں، ہماری عبادتیں معیاری ہوں گی۔ ہم اپنی اس ذمہ داری کو سمجھنے والے ہوں گے کہ ہم نے کیوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے۔

یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہم پر عائد ہوتی ہے کہ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے ہوئے، اپنے اعمال پر مستقل نظر رکھتے ہوئے اپنی نسلوں کو بچانے کا ذریعہ بنیں۔ بے حیائی اور لغویات کی انتہا جتنی آج کل ہے شاید ہی پہلے کبھی ہو۔ ہر گھر میں ٹی وی کے ذریعہ سے انٹرنیٹ کے ذریعہ سے یہ چیز پہنچی ہوئی ہے۔ پہلے تو باہر جا کے خطرہ ہوتا

تھا اب تو گھروں کے اندر خطرہ ہے۔ چھپ کے بچے بیٹھ کے دیکھ رہے ہیں۔ پتہ ہی نہیں لگتا کیا کچھ دیکھ رہے ہیں۔ پس بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

جو بزرگوں کی یا ابتدائی احمدیوں کی یا ان احمدیوں کی اولادیں ہیں جنہوں نے خود بیعت کر کے سلسلہ میں شمولیت اختیار کی ہے، زمانہ کے امام کو مانا ہے اور اپنے ایمانوں کو بچانے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہے اور کرتے رہے۔ **قربانی دی۔ انہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم بھی دین** کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اپنی حالتوں کی طرف نظر رکھیں گے تبھی ہم اپنے آپ کو بھی بچا سکتے ہیں اور اپنی نسلوں کو بھی بچا سکتے ہیں۔ کوئی خاندان چاہے وہ بزرگوں کا خاندان ہو یا کسی بزرگ کی جو اولاد ہے اُسے اس کا خاندان اور بزرگی یہ ضمانت نہیں دے سکتے کہ ضرور اللہ تعالیٰ انہیں نوازتا رہے گا یا ان سے راضی رہے گا۔ ہر شخص کا عمل بہر حال اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اپنے عمل ہی ہیں جو ہمیں بچائیں گے۔ کسی کی رشتہ داری، کسی کا خاندان کسی کو نہیں بچا سکتا۔

اس لیے اس کے لیے ہمیشہ بہت دعا بھی کرنی چاہیے۔ اپنی دینی کمزوریوں پر نظر بھی رکھنی چاہیے۔ اپنے بچوں اور نسلوں کی دنیا سے زیادہ دین میں ترقی کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ دنیاوی ترقی کے لیے ہم بہت دعائیں کرتے ہیں دین کی ترقی کے لیے اُس سے زیادہ دعا کرنی چاہیے۔

اسی طرح جو خود احمدی ہوئے ہیں انہیں بھی اپنی سوچوں کو، اپنے عمل کو اس نہج پر چلانا ہو گا تبھی ہماری بھی بقا ہے اور ہماری نسلوں کی بھی بقا ہے۔ پس رمضان کے ان بقیہ ایام میں اس کے لیے بھی بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہماری نسلوں کے دین کو سلامت رکھے اور ہماری روحانی ترقی ہو۔

رمضان کے بعد بھی ہماری عبادتوں کے معیار اونچے سے اونچے ہوتے رہیں۔ ہمارا خدا تعالیٰ سے پختہ تعلق قائم ہو۔ ہم دجال کی چالوں میں آنے سے محفوظ رہیں۔ صرف دنیاوی آسائشیں ہمارا مقصود نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دینی اور دنیاوی نعماء سے نوازے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بناتے ہوئے ہمیشہ اس کے آگے جھکنے والا بنائے رکھیں ہمیشہ اس کا کامل عابد بنائے رکھیں۔

اسی طرح اس **بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آج کل جو کورونا کی وبا پھیلی ہوئی ہے جس نے** تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اس سے بچنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنے کے لیے بھی خاص طور پر بہت دعائیں کریں۔ اسی طرح خاص طور پر جن ممالک میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے اور زندگیاں ان کے لیے اجیرن کی ہوئی ہیں ان کے لیے بھی بہت دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ **پاکستان کے احمدی جو ہیں ان کو تو خاص طور پر صدقہ اور** خیرات اور دعاؤں پر، ان دنوں میں بھی اور بعد میں بھی، ہمیشہ بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دعائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی یہ جو کوششیں ہیں دشمن کے ہر حیلے اور حربے کو ناکام و نامراد کر دیں گی۔

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

اور

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

دعائیں جو ہیں یہ بہت پڑھیں لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ صرف زبانی دعائیں کام نہیں آتیں، لوگ خطوں میں پوچھ لیتے ہیں کہ مَیں کون سی دعا کروں؟ جب تک ہم اپنی نمازوں کو سنوار کے نہیں پڑھیں گے، جب تک ان کے حق نہیں ادا کریں گے منہ سے صرف ساری دعائیں کرنا کام نہیں آتا۔ نمازوں کا جس طرح اہتمام رمضان میں ہے یہ بعد میں بھی جاری رہنا چاہیے تبھی اللہ تعالیٰ کے رحم اور نصرت کو ہم حقیقی رنگ میں جذب کرنے والے بن سکتے ہیں۔

اسی طرح ہر قسم کے فتنے سے بچنے کے لیے بھی بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس رمضان میں جو بقایا چار پانچ دن رہ گئے ہیں ان میں کامیابی سے گزرنے والے ہوں اور پھر رمضان کے بعد ان نیکیوں کو جاری رکھنے والے ہوں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ہم اپنی دعاؤں کے دائرے کو جتنا وسیع کریں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل ہم پر ہوں گے۔

اس لیے خاص طور پر ہر احمدی کو ہر احمدی کی ہر قسم کی مشکلات دور ہونے کے لیے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے اس سے غیر محسوس طور پر آپس کی محبت اور بھائی چارے اور تعلق کی فضا بھی پیدا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ تو ملے گا ہی لیکن ایک عملی فائدہ بھی ہو گا کہ زیادہ پیار و محبت پیدا ہو گا۔

عمومی طور پر مسلم امہ کے لیے بھی دعا کریں۔ جس طرف یہ چل پڑی ہے اور جو زمانے کے امام کا انکار کر کے اپنی دنیا و عاقبت خراب کر رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے۔

انسانیت کے لیے مجموعی طور پر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی صحیح رستے پر چلائے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی توفیق دے۔ بہرحال ہمارا کام ہے دعائیں کرنا اور دعائیں کرنا اور دعائیں کرتے چلے جانا۔ رمضان میں بھی اور رمضان کے بعد بھی۔ سب کو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21/ تا 31/ مئی 2021ء خصوصی اشاعت برائے یوم خلافت جلد 28 شمارہ 41 تا 43 صفحہ 11 تا 16)

20

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14 / مئی 2021ء بمطابق 14 / ہجرت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ دنوں ایک مولوی صاحب سوشل میڈیا پر فرمارہے تھے کہ دنیا میں **کہیں بھی فساد اور لڑائی ہو رہی ہے اس کی وجہ قادیانی ہیں** بلکہ فلسطین کے فساد کی بھی وہ ذمہ داری قادیانیوں پہ، احمدیوں پہ ڈال رہے تھے۔ اور پھر آگے جس طرح ان لوگوں کا طریقہ کار ہے، جس طرح عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ اس لیے احمدیوں کے ساتھ یہ سلوک کرو، وہ سلوک کرو اور ان کو قتل کرنا، ان کو مارنا ہر چیز جائز ہے۔ بہر حال یہ ان کا طریقہ ہے یہ ان کی باتیں ہیں اور جب سے احمدیت کی ابتدا ہوئی ہے یہی باتیں یہ لوگ کرتے رہے ہیں جو ائمۃ الکفر کہلاتے ہیں۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم اس مسیح و مہدی کے ماننے والے ہیں جس نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ان کی یہ خرافات سن کر، دل آزاری والی باتیں سن کر اور نہ صرف یہ باتیں بلکہ ان کی عملی کوششیں بھی دیکھ کر، ان کا بھی سامنا کر کے **صبر اور دعا سے تم نے کام لینا ہے۔ یہ ائمۃ الکفر ہیں جنہوں نے معصوم مسلمانوں کو جماعت احمدیہ کے بارے میں غلط باتیں پھیلا کر** بھڑکایا ہوا ہے۔ عوام الناس تو شاید کم علمی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ واقعہ میں احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں اس لیے ان کے ساتھ یہ سلوک ضرور ہونا چاہیے، جو مولوی کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے۔ یہ تو عوام الناس کی، عامۃ المسلمین کی حالت ہے لیکن جو علم رکھنے والے مولوی ہیں اور حقیقت میں علم رکھتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے اور صرف یہ لوگ فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ان کے منبر سلامت رہیں اور ان کو کوئی ان کی جگہ سے نہ ہلائے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ ہمارا کام تو جیسا کہ میں نے کہا دعا کرنا ہے اور جیسا کہ میں نے عید کے خطبہ میں بھی کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ دشمن کے لیے بھی دعا کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 96)

ہم تو دعا کرنے والے ہیں:

ہم تو دعا کرنے والے ہیں اور دعا کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ یہ مخالفت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے شروع ہے۔ آپؑ پر بھی حملے کیے جاتے تھے۔ آپؑ کی باتیں سننے کے لیے آنے والوں پر بھی حملے کیے جاتے تھے۔ بعض لوگ جو ویسے ہی جلسوں میں آجاتے ہیں کہ دیکھیں کہتے کیا ہیں۔

ضروری نہیں ہوتا کہ وہ مان بھی لیں گے لیکن ان مولویوں کو خطرہ ہوتا تھا کہ اگر انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں سن لیں تو یہ لوگ ان کی بیعت کر لیں گے۔ ان کو پتہ تھا کہ سچائی ان کے ساتھ ہے اس لیے روکتے تھے، نہ صرف روکتے تھے بلکہ حملے بھی کرتے تھے لیکن اس کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان لوگوں کے لیے دعا ہی کی جو روکنے والے تھے اور اس طرح سختیاں کرنے والے تھے۔ یہ دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے کہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو باوجود مخالفت کے جماعت میں شامل ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ پس ہم تو مولوی کے اس بیان کے باوجود بھی کوئی فضول گوئی کرنے یا ان کی زبان کو استعمال کرنے والے نہیں ہیں۔ ہم تو اس کے باوجود دعا ہی کرتے رہیں گے اور جیسا کہ ہم نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ انہی میں سے قطرات محبت ٹپکتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ٹپکیں گے۔ عوام الناس کے لیے، عامۃ المسلمین کے لیے ہم ان لوگوں کی سخت باتیں سننے کے بعد بھی دعا کرتے ہیں۔ ان کی تکلیفوں پر ہمیں تکلیف ہوتی ہے اور اس کی وجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم ہی ہے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی یہی تھا کہ ان کے یہ ظلم بھی غلط فہمی کی وجہ سے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ہیں جس کا یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ عمل کریں یا نہ کریں لیکن دعویٰ ضرور ہے اس لیے ان کے لیے بددعا نہیں کرنی۔

اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں میں ابھی بچہ تھا۔ لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دعوت سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ جب بازار سے گزر رہے تھے تو لوگ چھتوں پر کھڑے ہو کر آپ کو گالیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مرزا دوڑ گیا۔ مرزا دوڑ گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ شاید کسی جلسہ میں تقریر میں فساد ہوا تھا تو وہاں سے واپس آ رہے تھے۔ بہرحال کہتے ہیں اسی اثنا میں مَیں نے ایک بڈھے کو دیکھا جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور تازہ تازہ ہلدی لگی ہوئی تھی۔ لگتا تھا کہ ہاتھ کو کٹے بھی ابھی کچھ تھوڑا عرصہ ہی ہوا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بڈھا بھی اپنا تندرست ہاتھ کٹے ہوئے ہاتھ پہ مارتا جاتا تھا اور پنجابی میں کہہ رہا تھا کہ مرزا نٹھ گیا۔ مرزا نٹھ گیا۔ کہتے ہیں میں اس وقت اپنی عمر کے لحاظ سے حیران ہوتا تھا کہ آخر یہ کیوں کہتا ہے کہ مرزا نٹھ گیا۔ ایسا کیا واقعہ ہو گیا ہے؟ مجھے تو کوئی ایسی بات سمجھ نہیں آئی۔ پھر صرف اس لیے کہ مخالفت تھی اور مولویوں نے لوگوں کو بھڑکایا ہوا تھا اور جو ان کے دل میں آتی تھی وہ کہتے رہتے تھے چاہے بات کا پتہ ہو یا نہ پتہ ہو۔ بس بات کرنی تھی کر دی۔

اسی طرح ایک اَور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ لاہور شہر میں جا رہے تھے تو پیچھے سے کسی نے حملہ کیا اور آپ گر گئے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ٹھوکر لگی لیکن گرے نہیں تھے۔

(ماخوذ از سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حصہ سوم از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 425)

اسی طرح لوگوں کو پتھراؤ کرتے بھی حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا۔ پتھراؤ بھی کرتے تھے۔ غرض ان دنوں میں مخالفت بڑے زوروں پر تھی اور قدرتی طور پر جماعت کے بعض دوستوں کو بھی غصہ آ جاتا تھا کہ آخر یہ لوگ بلاوجہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ ابھی تک کی معلومات کے مطابق یہ الہام اَور کسی روایت میں تو نہیں ملا لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے یہی فرمایا ہے کہ یہ الہام تھا۔

بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر تو ہے کہ:

"اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعوئے حُبِّ پیمبرمؐ"

(ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 182)

یعنی اے ہمارے مامور! یہ مسلمان جو تمہیں گالیاں دیتے ہیں، اگر یہ الہاماً ہے تو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ پھر بھی تُو ان کا لحاظ کر۔ آخر یہ تمہیں کیوں گالیاں دیتے ہیں، تمہیں مارنے کیوں دوڑتے ہیں اور تم پر حملہ آور کیوں ہوتے ہیں؟ یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی تمہیں مارتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ اس لیے ان کا لحاظ رکھنا بڑا ضروری ہے۔ جس عشق کی وجہ سے یہ مار رہے ہیں، وہ جس وجہ سے مار رہے ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں اس لیے اس غلط فہمی کی وجہ سے ہو یا جو بھی وجہ ہے تم ان کا لحاظ کرو۔ بد دعا نہ کرو۔

آنحضرت ﷺ سے غیر معمولی محبت کا اعلان:

غرض ہماری جو مخالفت ہوتی ہے تو تمہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے پیچھے کیا بات ہے۔ کیا یہ لوگ جو ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری چائے جو ہے وہ شراب سے بھی بدتر ہے اور شراب پینا جائز ہو سکتا ہے لیکن احمدیوں کی چائے پینی جائز نہیں ہو سکتی۔ حضرت مصلح موعودؓ یہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ **اگر انہیں پتہ لگ جائے کہ میرے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو** شعلہ جل رہا ہے وہ ان کے لاکھوں لاکھ کے اندر بھی نہیں جل رہا تو آپؓ نے فرمایا وہ فوراً تمہارے، احمدیوں کے قدموں میں گر جائیں گے۔ یہ لوگ مخالفت اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔ **یہ مخالفت بعض غلط فہمیوں کے نتیجہ میں ہے۔**

پھر اپنی تفصیل بیان کرنے کے بعد آپؓ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ اگر لوگ مخالفتیں کرتے ہیں اور مجھے یا بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو یا تمہیں برا بھلا کہتے ہیں تو جماعت کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تمہارے بھائی ہیں اور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ پس تم بجائے ناراض ہونے کے دعائیں کرو اور ان مخالفت کرنے والوں کو اصل حقیقت سے واقف کرو۔

جب تم انہیں اصل حقیقت سے واقف کر دو گے تو انہیں پتہ لگ جائے گا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نہیں بلکہ آپؐ کے سچے عاشق ہیں اور وہی لوگ جو ہمیں مارنے پر آمادہ ہیں ہماری خاطر مرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ (ماخوذ از بھیرہ کی سرزمین میں ایک نہایت ایمان افروز تقریر، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 84 تا 86)

بہر حال ہمیں اپنے مخالفین کے لیے دعا کرنی چاہیے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی ہمیں سکھایا ہے کہ دعائیں کرو۔ انہی میں سے قطراتِ محبت ٹپکتے ہیں، انہی میں سے لوگ ایمان لائیں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں چوبارے میں رہتا تھا یعنی اوپر کی منزل میں رہتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکان کے نچلے حصہ میں رہتے تھے کہ ایک رات نچلے حصہ سے مجھے اس طرح

رونے کی آواز آئی جیسے کوئی عورت دردِزہ کی وجہ سے چلّاتی ہے۔ مجھے تعجب ہوا اور میں نے کان لگا کر آواز کو سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کر رہے تھے اور آپؑ کہہ رہے تھے کہ اے خدا! طاعون پڑی ہوئی ہے اور لوگ اس کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ اے خدا! اگر یہ سب لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔ دوسری جگہ واقعہ تو یہی ہے لیکن حوالہ یہ ہے کہ ساتھ کی کوٹھڑی میں تھے اور دروازے سے آواز آ رہی تھی۔ بہرحال واقعہ یہی بیان ہوا ہے جو آپؑ بیان کر رہے ہیں۔ آپؑ دعا کر رہے تھے کہ اگر یہ لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا؟ اب دیکھو طاعون وہ نشان تھا جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ طاعون کے نشان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے بھی پتہ لگتا ہے لیکن جب یہ طاعون آتی ہے تو وہی شخص جس کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لیے وہ آتی ہے خدا تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ! اگر یہ لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا؟ پس مومن کو عام لوگوں کے لیے بددعا نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ انہی کے بچانے کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ عام لوگوں کو بچانا ہی ایک مومن کا کام ہے۔ اگر وہ ان کے لیے بددعا کرے گا تو بچائے گا کس کو؟ پھر تو مر گئے سارے اگر دعا قبول ہوتی ہے۔

احمدیت قائم ہی اس لیے ہوئی ہے کہ وہ اسلام کو بچائے۔ احمدیت قائم ہی اس لیے ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بچائے۔ انسان کی عظمت انہیں واپس دلائے۔ پس جن لوگوں کو اعلیٰ مقام پر پہنچانے کے لیے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے ان کے لیے ہم بددعا کیسے کر سکتے ہیں؟ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ آخر تم سے زیادہ خدا تعالیٰ کی غیرت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے اپنے الہام میں وہی فرمایا کہ:

اے دل تو نیز خاطرِ یاناں نگاہ دار

کآخر کنند دعویٔ حُبِّ پیمبرمؐ

اس میں خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کو مخاطب کرتے ہوئے آپؑ کے منہ سے کہلاتا ہے۔ آپؑ نے بھیرہ میں غالباً یہ تقریر کی تھی اس میں فرمایا تھا۔ اس شعر کو بیان کرتے ہوئے یہ دوبارہ ایک اَور واقعہ ہے۔ پہلے اَور واقعہ تھا۔ لاہور کا تھا، یہ بھیرے کا ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل کو مخاطب کرتے ہوئے آپؑ کے منہ سے کہلاتا ہے کہ اے میرے دل! تُو ان لوگوں کے خیالات اور جذبات اور احساسات کا خیال رکھا کرتا ان کے دل میلے نہ ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تُو تنگ آ کر بددعا کرنے لگ جائے۔ آخر ان کو تیرے رسولؐ سے محبت ہے اور وہ اسی محبت کی وجہ سے ہے جو انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ تجھے گالیاں دیتے ہیں، یہ جو گالیاں تجھے دیتے ہیں وہ اسی وجہ سے ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ان کو محبت ہے۔ یہ اس کی وجہ ہے۔ یہی اصل چیز ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں میں سے ایک حصہ ناواجب مخالفت کر رہا ہے لیکن ایک حصہ محض ان کے جال میں پھنس گیا ہے۔ اس لیے وہ ہماری مخالفت کرتا ہے۔ اور پاکستان میں تو جو اکثریت ہے یا دنیا کے اَور ملکوں میں بھی وہ ان کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ گویا ان کی مخالفت ہمارے آقاؐ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ جب ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ہیں تو

وہ کہیں گے کہ یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے والے ہیں۔ ان کی مدد کرو۔ یہ دن ضرور آئے گا۔ ان شاء اللہ۔ آخر غلط فہمیاں کب تک جائیں گی!

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک انگریز مصنف ہے اس نے لکھا ہے کہ تم ساری دنیا کو تو صرف چند دن کے لیے دھوکا دے سکتے ہو، کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لیے دھوکا دے سکتے ہو۔ بالکل ٹھیک ہے لیکن تم ساری دنیا کو ہمیشہ کے لیے دھوکا نہیں دے سکتے۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ سو فیصد لوگ چند دن کے لیے گمراہ ہو جائیں یا دس آدمی ہمیشہ کے لیے گمراہ ہو جائیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ساری دنیا ہمیشہ کے لیے گمراہ ہو جائے۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ سچائی آہستہ آہستہ کھل کر سامنے آجاتی ہے اور اب یہی ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ جو لوگوں کے دھوکے میں آئے، لوگوں کی باتیں سنیں آخر کار انہی میں سے احمدی ہو رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی تعداد جو بڑھ رہی ہے وہ کہاں سے بڑھ رہی ہے؟ انہی لوگوں میں سے بڑھ رہی ہے جو پہلے مخالفین کے ساتھ تھے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 33 صفحہ 221 تا 223 خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ جولائی 1952ء)

پس یہ مخالفت ان شاء اللہ ایک روز ختم ہو جائے گی اور انہی میں سے لوگ آکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہوں گے۔ کئی لوگ مجھے بھی لکھتے ہیں۔ آج کل بھی لکھتے ہیں کہ مخالفت کے بعد جب ہمیں کہا گیا کہ دعا کرو یا لٹریچر پڑھو۔ جب ہم نے دعا کی اور لٹریچر پڑھا تو حقیقت کھلی اور اب ہم بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہو گئے ہیں اور یہ ہمیشہ سے چلتا چلا آرہا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس بارے میں لکھا ہوا ہے باقی خلفاء نے بھی لکھا ہوا ہے کہ بہت سارے لوگ اس طرح خطوط میں لکھتے تھے اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔

مخالفت کا فائدہ:

پس اگر یہ مولوی ہمارے خلاف بیان دیتے ہیں تو اس ذریعہ سے آج کل جتنا احمدیت کا پیغام پہنچا رہے ہیں اور خاص طور پر اس طبقہ میں جہاں ہماری طرف سے پیغام پہنچنا مشکل تھا تو یہ ہمارا کام کر رہے ہیں اور یہ ہمارے فائدہ کے لیے ہے۔ دعا تو ہم ان کے لیے بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ! اگر ان میں کوئی بھی شرافت کی رمق ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں عقل دے اور انہیں سمجھ آجائے لیکن عوام الناس کے لیے، عامۃ المسلمین کے لیے، زیادہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے چنگل سے نجات دے۔ بہر حال یہ ہمارے فائدے کے لیے مخالفت کرتے ہیں ایسی ایسی جگہوں پر احمدیت کا پیغام پہنچ رہا ہے جہاں پہلے نہیں پہنچتا تھا۔ یا ہمارے ذریعہ سے نہیں پہنچ سکتا تھا اور پھر ان میں سے بعض لوگ خود رابطہ بھی کرتے ہیں۔ پس ہمارا کام دعا کرنا ہے اور صبر کرنا ہے اور یہی بہترین ذریعہ ہے جو اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی بھی عطا فرمائے گا۔ ہمارا کام یہی ہے کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے خیالات اور اپنے احساسات کو صاف رکھیں۔ ان کے لیے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ جلد ان کی آنکھیں کھولے اور یہ زمانے کے امام کو ماننے اور پہچاننے والے بن جائیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04/ جون 2021ء جلد 28 شمارہ 45 صفحہ 05 تا 07)

21

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21 رمئی 2021ء بمطابق 21 رہجرت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمرؓ کی غزوات میں شمولیت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ آپؓ نے جن غزوات اور سرایا میں شرکت کی اس کے بارے میں آج کچھ بیان کرتا ہوں۔ حضرت عمر بن خطابؓ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس کے علاوہ متعدد سرایا میں بھی شریک ہوئے جن میں سے بعض سرایا کے آپؓ امیر بھی تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ206 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

غزوۂ بدر کے لیے روانگی کے وقت صحابہ کے اونٹوں کی تعداد جو ان کے پاس تھے ستر تھی۔ اس لیے ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں کے لیے مقرر کرنا پڑا اور ہر ایک باری باری سوار ہوتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

(السیرۃ الحلبیہ باب ذکر مغازیہ جلد2صفحہ204 دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

بدر کے لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی فرمائی تو اس کے ذکر میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے قافلہ کی روک تھام کے لیے مدینہ سے نکلے جو شام کی طرف سے آرہا تھا۔ جب مسلمانوں کا قافلہ ذَفِرَانْ پہنچا، یہ مدینہ کے نواح میں وادی صفراء کے قریب ایک وادی ہے، تو آپؐ کو خبر ملی کہ قریش اپنے تجارتی قافلے کو بچانے کے لیے نکل پڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا اور ان کو یہ خبر دی کہ مکہ سے ایک لشکر انتہائی تیز رفتاری سے نکل پڑا ہے۔ اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ کیا لشکر کے مقابلہ میں تجارتی قافلہ تم کو زیادہ پسند ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ یعنی ایک گروہ نے کہا ہم دشمن کے مقابلے میں تجارتی قافلے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ذکر ملتا ہے کہ ایک گروہ نے کہا کہ اگر آپؐ ہم سے جنگ کا ذکر کرتے تو ہم اس کی تیاری کر لیتے۔ ہم تو تجارتی قافلے کے لیے نکلے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! آپؐ کو تجارتی قافلے کی طرف ہی جانا چاہیے اور آپؐ دشمن کو چھوڑ دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حضرت ابو ایوبؓ

بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب بھی یہی واقعہ ہے کہ:

كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَقِّ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَكٰرِهُوۡنَ۔(الانفال:6)

کہ جیسے تیرے رب نے تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکالا تھا حالانکہ مومنوں میں سے ایک گروہ اسے یقیناً ناپسند کرتا تھا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر مقدادؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہؐ! جس کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے اس کی طرف چلیے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپؐ سے یہ نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ:

فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ(المائدۃ:25)

پس جاتُو اور تیرا رب دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم لوگ آپؐ کے ساتھ قتال کریں گے جب تک کہ ہم میں جان ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ باب ذکر مغازیہ جلد2صفحہ205-206دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)(فرہنگ سیرت صفحہ125)

بدر کے قیدی اور حضرت عمرؓ کا مشورہ اور ایک وضاحت:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے قیدیوں کو پکڑا یعنی بدر کے موقع پر مسلمانوں نے قیدیوں کو پکڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا: ان قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! وہ ہمارے چچازاد اور رشتہ دار ہیں۔ میرا خیال ہے آپؐ ان سے فدیہ لے لیں۔ وہ ہمارے لیے ان کفار کے مقابلے میں قوت کا باعث ہو گا اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اسلام کی طرف راہنمائی فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: نہیں یارسول اللہؐ! اللہ کی قسم! میری وہ رائے نہیں ہے جو ابو بکرؓ کی رائے ہے، بلکہ میری رائے یہ ہے کہ آپؐ انہیں ہمارے سپرد کر دیں۔ ہم ان کی گردنیں مار دیں اور علیؓ کے سپرد عقیل کو کریں کہ وہ اس کی گردن مارے اور میرے سپرد فلاں کو کریں جو نسباً حضرت عمرؓ کا رشتہ دار تھا تو مَیں اس کی گردن ماردوں کیونکہ یہ سب کفار کے لیڈر اور ان کے سردار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کی بات کو ترجیح دی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میری بات کو ترجیح نہ دی۔

اگلے دن مَیں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ بیٹھے رو رہے تھے۔ مَیں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! مجھے بتائیے کس چیز نے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھی کو رلایا ہے۔ اگر مجھے رونا آیا تو مَیں بھی روؤں گا وگرنہ مَیں آپ دونوں کے رونے کی طرح رونے کی صورت بناؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رونے کی وجہ یہ ہے جو تمہارے ساتھیوں نے میرے سامنے ان سے فدیہ لینے کی تجویز پیش کی تھی۔ میرے سامنے ان کا عذاب اس درخت سے زیادہ قریب پیش کیا گیا ہے جو درخت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ (الانفال:68)

یعنی کسی نبی کے لیے جائز نہیں کہ زمین میں خونریز جنگ کے بغیر قیدی بنائے اور پھر اگلی دو آیتیں چھوڑ کے ہے کہ:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال:70)

یعنی پس جو مال غنیمت تم حاصل کرو اس میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔ پس اللہ نے ان کے لیے غنیمتیں جائز کر دیں۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

(صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير باب الْاِمْدَادِ بِالْمَلَائِكَةِ حديث 4588)

اس حدیث کے شروع کے الفاظ جو ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ رو رہے تھے اور پھر آگے جو قرآنی آیات کے الفاظ ہیں ان میں جو مضمون بیان ہوا ہے وہ اس روایت کو مبہم سا کر دیتا ہے۔ واضح نہیں کرتا، بات واضح نہیں ہوتی۔ بہرحال اس روایت کو صحیح سمجھ کے اکثر کتب تاریخ اور سیرت اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گویا جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے والے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ حضرت عمرؓ کی سیرت و سوانح لکھنے والے جب ایک الگ باب باندھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی رائے پر کون کون سے قرآنی احکام نازل ہوئے تو ان میں سے ایک یہ بھی درج کیا جاتا ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے ترجیح دی، لیکن یہ مبہم ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا واضح نہیں ہوتا بلکہ لگتا ہے کہ **سیرت نگاروں اور مفسرین کو اس کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔** بہرحال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو جو بیان فرمایا ہے تو آپؓ کے غیر مطبوعہ تفسیری نوٹس میں سے ایک نوٹ ملا ہے جو ان روایات کی تردید کرتا ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کی جو یہ وضاحت ہے وہی صحیح لگتی ہے۔ بلاوجہ حضرت عمرؓ کے مقام کو اونچا کرنے کے لیے لگتا ہے کہ انہوں نے یہ روایت بنا دی یا اس کو غلط سمجھا گیا۔ بہرحال حضرت مصلح موعودؓ سورۂ انفال کی آیت نمبر اڑسٹھ (68) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا اور لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ دنیا کے بعض حصوں میں اب تک یہ چلا آتا ہے کہ اگر جنگ نہ بھی ہو اور لڑائی نہ بھی ہو تب بھی قیدی پکڑ لیتے ہیں اور ان کو غلام بنا لیتے ہیں۔ یہ آیت اس قبیح رسم کو منسوخ کرتی ہے اور صاف صاف الفاظ میں حکم دیتی ہے کہ صرف جنگ کی حالت میں اور لڑائی کے بعد ہی دشمن کے آدمی قیدی بنائے جا سکتے ہیں۔ اگر لڑائی نہ ہو رہی ہو تو کسی آدمی کو قیدی بنانا جائز نہیں۔ اس آیت کی بڑی غلط تفسیر کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے جنگِ بدر کے موقع پر مکہ والوں کے کچھ قیدی پکڑ لیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ان کے متعلق کیا فیصلہ کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان کو قتل کر دینا چاہیے۔ حضرت ابو بکرؓ کی رائے تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور یہ سورۂ انفال کی 68 آیت ہے جس میں یہ ہے کہ کسی نبی کے لیے جائز نہیں کہ زمین میں خونریز جنگ کرے۔

بہرحال حضرت مصلح موعودؓ اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو رائے لی گئی تھی اس میں

تو حضرت ابو بکرؓ کی رائے مختلف تھی، حضرت عمرؓ کی رائے مختلف تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ لیکن (مفسّرین) کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو گویا خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ناپسند فرمایا۔ قیدیوں کو قتل کر دینا چاہیے تھا اور فدیہ نہیں لینا چاہیے تھا۔ یہ طبری کی تفسیر میں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں مگر یہ تفسیر غلط ہے۔ اول اس وقت تک خدا نے کوئی ایسا حکم نازل نہیں کیا تھا کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر نہ چھوڑا جائے۔ اس لیے فدیہ قبول کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام نہیں آسکتا تھا۔ دوم اس سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلہ کے مقام پر دو آدمیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا تھا اور خدا نے آپؐ کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا تھا۔ سوم صرف دو آیتیں اور آگے چل کر خدا مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ مال غنیمت سے جو کچھ تم کو ملے اس کو کھاؤ وہ حلال اور طیب ہے۔ یہ بات کسی کے وہم میں بھی نہیں آسکتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فدیہ لینے کو خدا ناپسند کرے اور اس طرح جو روپیہ حاصل ہو اس کو حلال اور طیب فرمائے اس لیے یہ تفسیر ہی غلط ہے اور صحیح تفسیر یہی ہے کہ اس آیت میں ایک عام اصول مقرر فرما دیا ہے کہ قیدی اسی صورت میں پکڑے جاسکتے ہیں کہ باقاعدہ جنگ ہو اور دشمن کو کاری ضربیں لگا کر مغلوب کر دیا گیا ہو۔

(ماخوذ از دروس حضرت مصلح موعودؓ (غیر مطبوعہ) سورۃ الانفال، رجسٹر نمبر 36 صفحہ 968-969)

مفسرین قرآن میں سے علامہ امام رازی اور معروف سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی کا بھی یہی موقف ہے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

(تفسیر کبیر علامہ امام رازی جلد 8 جزء 15 صفحہ 158 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)
(سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی جلد اول صفحہ 194 مطبوعہ آر۔ زیڈ پبلیکیشنز لاہور 1408ھ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

"مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا کہ ان کے متعلق کیا کرنا چاہئے۔ عرب میں بالعموم قیدیوں کو قتل کر دینے یا مستقل طور پر غلام بنا لینے کا دستور تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی اور پھر ابھی تک اس بارہ میں کوئی الٰہی احکام بھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میری رائے میں تو ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے ہی بھائی بند ہیں اور کیا تعجب کہ کل کو انہی میں سے فدایانِ اسلام پیدا ہو جائیں مگر حضرت عمرؓ نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ دین کے معاملہ میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہیں ہونا چاہئے اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔ پس میری رائے میں ان سب کو قتل کر دینا چاہئے بلکہ حکم دیا جاوے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فطری رحم سے متاثر ہو کر حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور قتل کے خلاف فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ جو مشرکین اپنا فدیہ وغیرہ ادا کر دیں انہیں چھوڑ دیا جاوے۔ چنانچہ بعد میں اسی کے

مطابق الٰہی حکم نازل ہوا۔ "جب الٰہی حکم بھی فدیہ دینے کے بارے میں نازل ہو گیا جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی لکھا ہے تو پھر اس حدیث کو بنیاد بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے رونے کا جواز پیدا کرنا تو عجیب سی بات لگتی ہے۔ بہر حال حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں" چنانچہ ہر شخص کے مناسب حال ایک ہزار درہم سے لے کر چار ہزار درہم تک اس کا فدیہ مقرر کر دیا گیا اس طرح سارے قیدی رہا ہوتے گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 367-368)

حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے بارے میں جو ذکر ملتا ہے کہ حضرت حفصہؓ کے شوہر جنگ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ سے واپسی پر بیمار ہو کر انتقال کر گئے تو بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کے ساتھ شادی کی۔ اس کی تفصیل بخاری میں یوں درج ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ جب حضرت حفصہ بنت عمرؓ خُنَیْس بن حُذَافَہ سَھْمِی سے بیوہ ہوئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے جو بدر میں شریک تھے۔ مدینہ میں انہوں نے وفات پائی تو حضرت عمرؓ نے کہا: مَیں حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملا ان کے پاس حفصہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہ بنت عمرؓ کا نکاح آپؓ سے کر دوں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا مَیں اپنے اس معاملے پر غور کروں گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں چنانچہ میں کئی روز تک ٹھہرا رہا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کچھ دنوں کے بعد کہا کہ مجھے یہی مناسب معلوم ہوا ہے کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے۔ پھر مَیں حضرت ابو بکرؓ سے ملا کہ اگر آپؓ چاہیں تو میں حفصہ بنت عمرؓ کا نکاح آپؓ سے کر دوں۔ حضرت ابو بکرؓ خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ اور حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ عثمانؓ کی نسبت مَیں نے ان سے زیادہ محسوس کیا یعنی احساس زیادہ ہوا کہ انہوں نے بھی انکار کر دیا ہے۔

پھر مَیں کچھ دن ٹھہرا رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کا پیغام بھیجا اور مَیں نے آپؐ سے ان کا نکاح کر دیا۔ جب نکاح ہو گیا تو پھر حضرت ابو بکرؓ مجھ سے ملے اور کہا جب آپؓ نے حفصہؓ کا ذکر کیا تھا اور میں نے آپؓ کو کوئی جواب نہ دیا تو شاید آپؓ نے مجھ سے میرے نہ کرنے پہ، انکار کرنے پہ کچھ محسوس کیا تھا۔ مَیں نے کہا جی ہاں مَیں نے محسوس کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ دراصل جو بات آپؓ نے پیش کی تھی اس کی نسبت آپؓ کو جواب دینے سے مجھے نہیں روکا تھا مگر اس بات نے کہ مجھے علم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کا ذکر کیا تھا اور مَیں ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ راز ظاہر کرتا۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ کو یہ علم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے رشتہ کا اظہار کیا تھا۔ تو کہتے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز تھا مَیں اس کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ترک کر دیتے تو مَیں ضرور تمہارے اس رشتہ کو قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب، حدیث نمبر 4005)

یہ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔ اس واقعہ کی کچھ تفصیل سیرت خاتم النبیین میں بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ "حضرت عمر بن خطابؓ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام حفصہؓ تھا، وہ

خُنَیس بن حُذَافَہؓ کے عقد میں تھیں جو ایک مخلص صحابی تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ بدر کے بعد مدینہ واپس آنے پر خُنَیسؓ بیمار ہو گئے اور اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکے۔ ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ کو حفصہ کے نکاح ثانی کا فکر دامن گیر ہوا۔ اس وقت حفصہؓ کی عمر بیس سال سے اوپر تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی فطرتی سادگی میں خود عثمان بن عفانؓ سے مل کر ان سے ذکر کیا کہ میری لڑکی حفصہ اب بیوہ ہے، آپ اگر پسند کریں تو اس کے ساتھ شادی کر لیں، مگر حضرت عثمانؓ نے ٹال دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے ذکر کیا لیکن حضرت ابو بکرؓ نے بھی خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ کو بہت ملال ہوا اور انہوں نے اسی ملال کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے ساری سرگذشت عرض کر دی۔ آپؐ نے فرمایا۔ عمر! کچھ فکر نہ کرو۔ خدا کو منظور ہوا تو حفصہ کو عثمان و ابو بکر کی نسبت بہتر خاوند مل جائے گا اور عثمان کو حفصہ کی نسبت بہتر بیوی ملے گی۔

یہ آپؐ نے اس لئے فرمایا کہ آپؐ حفصہ کے ساتھ شادی کر لینے اور اپنی لڑکی ام کلثوم کو حضرت عثمانؓ کے ساتھ بیاہ کر دینے کا ارادہ کر چکے تھے جس سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو اطلاع تھی اور اسی لئے انہوں نے حضرت عمرؓ کی تجویز کو ٹال دیا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کی شادی فرما دی..... اور اس کے بعد آپؐ نے خود اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کو حفصہ کے لئے پیغام بھیجا۔ حضرت عمرؓ کو اس سے بڑھ کر اَور کیا چاہئے تھا۔ انہوں نے نہایت خوشی سے اس رشتہ کو قبول کیا اور شعبان تین ہجری میں حضرت حفصہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ کر حرم نبویؐ میں داخل ہو گئیں۔ جب یہ رشتہ ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ شاید آپ کے دل میں میری طرف سے کوئی ملال ہو۔ بات یہ ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے اطلاع تھی لیکن میں آپؐ کی اجازت کے بغیر آپؐ کے راز کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں اگر آپؐ کا یہ ارادہ نہ ہوتا تو میں بڑی خوشی سے حفصہ سے شادی کر لیتا۔

حفصہؓ کے نکاح میں ایک تو یہ خاص مصلحت تھی کہ وہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں جو گویا حضرت ابو بکرؓ کے بعد تمام صحابہ میں افضل ترین سمجھے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین خاص میں سے تھے۔ پس آپس کے تعلقات کو زیادہ مضبوط کرنے اور حضرت عمرؓ اور حفصہ کے اس صدمہ کی تلافی کرنے کے واسطے جو خُنَیس بن حُذَافَہؓ کی بے وقت موت سے ان کو پہنچا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ حفصہ سے خود شادی فرما لیں اور دوسری عام مصلحت یہ مد نظر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی زیادہ بیویاں ہوں گی اتنا ہی عورتوں میں جو بنی نوع انسان کا نصف حصہ بلکہ بعض جہات سے نصف بہتر حصہ ہیں دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا کام زیادہ وسیع پیمانے پر اور زیادہ آسانی سے اور زیادہ خوبی کے ساتھ ہو سکے گا۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 477-478)

حضرت عمرؓ کے حوالے سے غزوۂ احد کے بارے میں لکھا ہے۔ غزوۂ احد کے موقع پر جب خالد بن ولید نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو مسلمان اس اچانک حملے سے سنبھل نہ سکے۔ اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

نے یوں لکھی ہے کہ قریش کے لشکر نے قریباً چاروں طرف گھیر اڈال رکھا تھا اور اپنے پے در پے حملوں سے ہر آن دباتا چلا آتا تھا۔ اس پر بھی مسلمان شاید تھوڑی دیر بعد سنبھل جاتے مگر غضب یہ ہوا کہ قریش کے ایک بہادر سپاہی عبداللہ بن قمئہ نے مسلمانوں کے علمبردار مصعب بن عمیرؓ پر حملہ کیا جنہوں نے جھنڈا اٹھایا ہوا تھا اور اپنی تلوار کے وار سے ان کا دایاں بازو کاٹ گرایا۔ مصعبؓ نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا اور ابن قمئہ کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھے مگر اس نے دوسرے وار میں ان کا دوسرا ہاتھ بھی قلم کر دیا۔ اس پر مصعبؓ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر گرتے ہوئے اسلامی جھنڈے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسے چھاتی سے چمٹا لیا جس پر ابن قمئہ نے ان پر تیسرا وار کیا اور اب کی دفعہ مصعب شہید ہو کر گر گئے۔ جھنڈا تو کسی دوسرے مسلمان نے فوراً آگے بڑھ کر تھام لیا مگر چونکہ مصعبؓ کا ڈیل ڈول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا ابن قمئہ نے سمجھا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مار لیا ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی طرف سے یہ تجویز محض شرارت اور دھوکا دہی کے خیال سے ہو۔ بہر حال اس نے مصعبؓ کے شہید ہو کر گرنے پر شور مچا دیا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مار لیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے اور ان کی جمعیت بالکل منتشر ہو گئی۔ بہت سے صحابیؓ سراسیمہ ہو کر میدان سے بھاگ نکلے۔ اس وقت مسلمان تین حصوں میں منقسم تھے۔

ایک گروہ وہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر میدان سے بھاگ گیا تھا مگر یہ گروہ سب سے تھوڑا تھا۔ لیکن جیسا کہ قرآن شریف میں ذکر آتا ہے اس وقت کے خاص حالات اور ان لوگوں کے دلی ایمان اور اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ دوسرا گروہ جو تھا اس گروہ میں وہ لوگ تھے جو بھاگے تو نہیں تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر یا تو ہمت ہار بیٹھے تھے اور یا اب لڑنے کو بیکار سمجھتے تھے اور اس لیے میدان سے ایک طرف ہٹ کر سرنگوں ہو کر بیٹھ گئے تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو برابر لڑ رہا تھا۔ ان میں سے کچھ تو وہ لوگ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع تھے اور بے نظیر جان نثاری کے جوہر دکھا رہے تھے اور اکثر وہ تھے جو میدان جنگ میں منتشر طور پر لڑ رہے تھے۔ ان لوگوں اور نیز گروہِ ثانی کے لوگوں کو جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ موجود ہونے کا پتہ لگتا جاتا تھا یہ لوگ دیوانوں کی طرح لڑتے بھڑتے آپؐ کے ارد گرد جمع ہوتے جاتے تھے۔

بہر حال اس وقت نہایت خطرناک لڑائی ہو رہی تھی اور مسلمانوں کے واسطے ایک سخت ابتلا اور امتحان کا وقت تھا اور جیسا بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر بہت سے صحابہ ہمت ہار چکے تھے اور ہتھیار پھینک کر میدان سے ایک طرف ہو گئے تھے۔ انہی میں حضرت عمرؓ بھی تھے جو مایوس ہو کے ایک طرف ہو کے بیٹھ گئے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ اسی طرح میدان جنگ کے ایک طرف بیٹھے تھے کہ اوپر سے ایک صحابی اَنَس بن نَضْر انصاریؓ آ گئے اور ان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ تم لوگ یہاں کیا کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی۔ اب لڑنے سے کیا حاصل ہے؟ انس نے کہا کہ یہی لڑنے کا وقت ہے تا

جو موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائی وہ ہمیں بھی نصیب ہو اور پھر آپؐ کے بعد زندگی کا بھی کیا لطف ہے! اور پھر ان کے سامنے سعد بن معاذؓ آئے تو انہوں نے یعنی حضرت انسؓ نے کہا کہ سعدؓ مجھے تو پہاڑی سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ یہ کہہ کر انسؓ دشمن کی صف میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے اور جنگ کے بعد دیکھا گیا تو ان کے بدن پر اسّی سے زیادہ زخم تھے اور کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ یہ کس کی لاش ہے۔ آخر ان کی بہن نے ان کی انگلی دیکھ کر شناخت کیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 493 تا 495)

احد کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے ہی تھے کہ کفار کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا۔ ان میں خالد بن ولید بھی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دعا کی کہ:

اَللّٰھُمَّ إِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ أَنْ يَّعْلُوْنَا

اے اللہ! یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں۔ **اس پر حضرت عمر بن خطابؓ نے چند مہاجرین کے ساتھ ان** مشرکین کا مقابلہ کیا اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا۔

(سیرۃ ابن ھشام صفحہ 537 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لے کر اس درہ کی طرف بڑھا جہاں مسلمان جمع تھے اور اس کے قریب کھڑے ہو کر پکار کر بولا کہ مسلمانو! کیا تم میں محمدؐ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی جواب نہ دے۔ چنانچہ سب صحابہ خاموش رہے۔ پھر اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کا پوچھا مگر اس پر بھی آپ کے ارشاد کے ماتحت کسی نے جواب نہ دیا۔ جس پر اس نے بلند آواز سے فخر کے لہجہ میں کہا کہ یہ سب لوگ مارے گئے ہیں کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ **اس وقت حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور وہ** بے اختیار ہو کر بولے۔ اے عَدُوَّ اللّٰہِ! تو جھوٹ کہتا ہے۔ ہم سب زندہ ہیں اور خدا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں ذلیل کرے گا۔ ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کی آواز پہچان کر کہا کہ عمر سچ سچ بتاؤ کیا محمد زندہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں ہاں خدا کے فضل سے وہ زندہ ہیں اور تمہاری یہ باتیں سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کسی قدر دھیمی آواز میں کہا۔ تو پھر ابنِ قَمِئَہ نے جھوٹ کہا ہے کیونکہ مَیں تمہیں اس سے زیادہ سچا سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے نہایت بلند آواز سے پکار کر کہا: اُعْلُ هُبَلْ۔ یعنی اے ہبل تیری شان بلند ہو۔

صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا خیال کر کے خاموش رہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے نام پر تو خاموش رہنے کا حکم دیتے تھے اب خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں بت کا نام آنے پر بے تاب ہو گئے اور فرمایا کہ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا جواب دیں؟

آپؐ نے فرمایا کہو: اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ۔ یعنی بلندی اور بزرگی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

ابوسفیان نے کہا: لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ۔

ہمارے ساتھ عزیٰ ہے اور تمہارے ساتھ عزیٰ نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے

فرمایا کہو: اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔

عُزّٰی کیا چیز ہے۔ ہمارے ساتھ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارے ساتھ کوئی مددگار نہیں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ لڑائی ایک ڈول کی طرح ہوتی ہے جو کبھی چڑھتا اور کبھی گرتا ہے۔ پس یہ دن بدر کے دن کا بدلہ سمجھو اور تم میدان جنگ میں ایسی لاشیں پاؤ گے جن کے ساتھ مُثلہ کیا گیا ہے۔ مَیں نے اس کا حکم نہیں دیا مگر جب مجھے اس کا علم ہوا تو مجھے اپنے آدمیوں کا یہ فعل کچھ بُرا بھی نہیں لگا۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان آئندہ سال انہی ایام میں بدر کے مقام میں پھر جنگ کا وعدہ رہا۔ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے ماتحت جواب دیا کہ بہت اچھا یہ وعدہ رہا۔ بہرحال یہ کہہ کر ابوسفیان اپنے ساتھیوں کو لے کر نیچے اتر گیا اور پھر قریش کا لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 498-499)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے بعد مدینہ پہنچے تو منافقین اور یہود خوشیاں منانے لگے اور مسلمانوں کو برا بھلا کہنے لگے اور کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہت کے طلبگار ہیں اور آج تک کسی نبی نے اتنا نقصان نہیں اٹھایا جتنا انہوں نے اٹھایا۔ خود بھی زخمی ہوئے اور ان کے اصحاب بھی زخمی ہوئے۔ اور کہتے تھے کہ اگر تمہارے وہ لوگ جو قتل ہوئے ہمارے ساتھ رہتے تو کبھی قتل نہ ہوتے۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان منافقین کے قتل کی اجازت چاہی جو اس طرح یہ باتیں کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ اس شہادت کا اظہار نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مَیں اللہ کا رسول ہوں۔ کلمہ تو پڑھتے ہیں ناں یہ لوگ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیوں نہیں۔ یہ تو کہتے ہیں لیکن ساتھ منافقانہ باتیں بھی کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا لیکن یہ تلوار کے خوف سے اس طرح کہتے ہیں۔ پس ان کا معاملہ ظاہر ہو گیا ہے۔ اب جب ان کے دل کی باتیں نکل گئی ہیں اور اللہ نے ان کے کینوں کو ظاہر کر دیا ہے تو پھر ان سے انتقام لینا چاہیے۔ ان کو سزا دینی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اُس کے قتل سے منع کیا گیا ہے جو اس شہادت کا اظہار کرے۔

(السیرۃ الحلبیۃ باب ذکر مغازیہ غزوہ احد، جلد2 صفحہ348 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان2002ء)

جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا مجھے ایسے شخص کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔ یہ ذکر ان شاء اللہ آئندہ چلے گا۔ کچھ مرحومین کا اب مَیں نے ذکر کرنا ہے۔ اس لیے یہاں ختم کرتا ہوں۔

مظلوم فلسطینیوں کیلئے دعا:

لیکن اس سے پہلے مَیں دعا کے لیے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ ہفتہ بھی میں نے کہا تھا۔ مظلوم فلسطینیوں کے لیے دعا کریں۔ گو کہ جنگ بندی ہو گئی ہے لیکن تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد کہیں نہ کہیں سے، کسی نہ کسی طریقے سے، کسی نہ کسی بہانے سے دشمن ان فلسطینیوں کو ظلم کا نشانہ بناتے رہتے ہیں اور کوئی نہ کوئی وجہ بنتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور فلسطینیوں کے لیے بھی حقیقی آزادی میسر آئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے لیڈر بھی عطا فرمائے جن میں عقل اور فراست بھی ہو اور مضبوطی بھی ہو، جو اپنی بات کو کہنے اور اپنے حق لینے والے

بھی ہوں۔ اسی طرح احمدیوں کے لیے جو خاص طور پر پاکستان میں ظلم کا نشانہ بن رہے ہیں ان کے لیے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی حفاظت میں رکھے۔

جنازوں میں سے آج جن کا پہلا ذکر ہے وہ قریشی محمد فضل اللہ صاحب نائب ناظر اشاعت قادیان تھے جو 27/ اپریل کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی والدہ کے دادا اور والد کے نانا حضرت منشی مہر دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے جن کے ذریعہ سے ان کے خاندان میں احمدیت آئی اور ان کا نام منارۃ المسیح کے چندہ دہنگان میں بھی درج ہے۔

جامعہ سے فراغت کے بعد قریشی صاحب نے تئیس سال پانچ ماہ جامعہ احمدیہ میں تدریس کا کام کیا اور قرآن مجید، اردو، کلام، صرف و نحو اور ادب عربی وغیرہ کے مضامین پڑھائے اور کل عرصہ خدمت ان کا سینتیس سال سات ماہ بنتا ہے۔ اللہ کے فضل سے مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ اور ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔

ان کے بارے میں ناظر اشاعت مخدوم صاحب لکھتے ہیں کہ جامعہ میں جب تھے بہت شفیق استاد تھے۔ طلبہ کے ساتھ بہت محبت اور دوستی کا سلوک تھا اور دوستانہ تھا اور نہایت ایمانداری سے اور وقف کی روح کے ساتھ کام کیا۔ ہمیشہ وقت کی پابندی کی۔ طلبہ سے بھی وقت کی پابندی کرواتے تھے۔ ہندوستان کے اکثر مبلغین ان کے شاگرد ہیں اور ان سے انہوں نے فیض پایا۔ اور طبیعت میں ان کی بہت سادگی تھی۔ کلام میں اختصار تھا، زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے لیکن ان کی بات بڑی علمی اور ٹھوس ہوتی تھی۔ نائب صدر خدام الاحمدیہ بھارت کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ چونتیس سال کا طویل عرصہ آپ نے بطور نائب ایڈیٹر اخبار بدر خدمت کی توفیق پائی۔ ایڈیٹر مشکوٰۃ بھی رہے۔ تاریخ احمدیت بھارت کی کمیٹی کے بھی ممبر تھے۔ روحانی خزائن کا جو کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن چھپا تھا اس میں انہوں نے پروف ریڈنگ کی بعض غلطیاں نکالیں۔ اس کے بعد پھر ان کے کہنے پر ان کی درستیاں کی گئیں۔ بڑی باریک بینی سے ہر چیز دیکھا کرتے تھے۔ پروف ریڈنگ کرتے تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب جو علیحدہ علیحدہ شائع ہوئی ہیں ان کی مکمل پروف ریڈنگ کی خصوصاً براہین احمدیہ اور آریہ دھرم اور ست بچن وغیرہ۔ اور ان کتب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانب سے دیے گئے جو حوالہ جات تھے ان کے اصل ماخذ اور گرنتھوں اور ویدوں سے نہایت باریکی سے چیک کرتے ہوئے ایک ایک لفظ کے تلفظ اور ترجمہ میں جو فرق نظر آتا تھا اس کی نشاندہی کرتے تھے۔ ان کی خاصیت تھی ہر معاملے میں اپنی تحقیق کو کمال تک پہنچاتے۔ انہوں نے آریہ دھرم اور ست بچن کے حوالہ جات کی تلاش اور جائزہ اور چیکنگ بڑی محنت سے کی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس کتاب کو ہندوؤں اور سکھوں کے لیے بطور سند پیش کیا گیا ہے اور کتب ان دونوں مذاہب کے مقابل پر بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اس لیے بڑی باریکی سے ان کو چیک کرنا ہوگا اور حوالے درست کرنے ہوں گے۔

قرآن کریم جو شائع ہوا ہے اب **ہماری طرف سے "خط منظور" میں اس کے سافٹ ویئر کی تیاری میں بھی ان کی بہت خدمات ہیں۔** یہ بمبئی کی کمپنی سے بنوایا گیا تھا اور اس میں انہوں نے بہت کام کیا ہے۔ دن رات انہوں

نے اس کی اصلاح اور اس کی درستگی اور صحت کے لیے کام کیا۔ ''خط منظور'' میں سادہ قرآن کریم تو شائع ہو گیا ہے۔ اسی طرح اب قرآن مجید انگریزی ترجمہ حضرت مولوی شیر علی صاحب والا جو تھا اس کو تیار کرنے میں یہ مصروف تھے۔ وہ بھی تقریباً تیار ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی شائع ہو جائے گا۔ اس میں ان کا بہت کام ہے۔ اسی طرح ترجمہ حضرت میر اسحٰق صاحب والا جو ہے اس کے بھی کچھ سیپارے انہوں نے کر لیے تھے۔ قرآن کریم کے کام میں، اشاعت میں بھی بڑی محنت سے انہوں نے کام کیا ہے خاص طور پر خطِ منظور کی اشاعت میں۔

ان کے ناظر صاحب اشاعت لکھتے ہیں کہ خاکسار کے استاد بھی تھے اور ماموں خسر بھی تھے اس کے باوجود نائب ہونے کی حیثیت سے ہمیشہ اطاعت کا جذبہ اور بڑی عاجزی اور انکساری سے بات کرتے تھے۔ کبھی یہ نہیں کہا کہ مَیں تمہارا استاد ہوں یا رشتہ میں تمہارے سے بڑا ہوں۔ ان کے طلبہ میں سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کلاس میں بتایا کہ انہوں نے دوران طالب علمی کبھی جامعہ سے رخصت نہیں لی اور اس کے بعد تدریس کے دوران بھی جب جامعہ میں پڑھاتے تھے کبھی رخصت نہیں لی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جو ذکر ہے وہ ہے سید بشیر الدین احمد صاحب مبلغ سلسلہ۔ یہ بھی قادیان کے ہیں۔ ترا سی سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ سید سعید الدین صاحب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ نہایت عبادت گزار، تہجد گزار، دعا گو، سادہ مزاج آدمی تھے۔ مرحوم موصی بھی تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹے چھوڑے ہیں اور تینوں بیٹے انجمن کے دفاتر میں کام کر رہے ہیں۔

اگلا ذکر بشارت احمد صاحب حیدر واقف زندگی قادیان ابن فیض احمد صاحب شحنہ کا ہے۔ ان کی گذشتہ دنوں اکہتر سال کی عمر میں وفات ہو گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ مرحوم حضرت عبد الکریم صاحب کے پوتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشان سگ گزیدہ تھے۔ جو حضرت عبد الکریم صاحبؓ کا ہلکائے کتے کے کاٹنے کا معاملہ تھا یہ ان کے پوتے تھے اور یہ زندگی وقف کر کے کرناٹک سے قادیان آئے اور پھر مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف دفاتر میں کام کیا اور پھر انچارج شعبہ رشتہ ناطہ مقرر ہوئے۔ وہاں خدمات سرانجام دیں اور چھیالیس سال تک سلسلہ کی خدمت کی۔ وسائل کم ہونے کے باوجود بڑی سفید پوشی سے اور سادگی سے گزارا کیا۔ بڑی سادہ زندگی تھی۔ بڑے بااخلاق اور بامروت انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں ہیں جن کو انہوں نے تعلیم بھی اچھی دلوائی اور پھر واقفین زندگی سے ان سب کی شادیاں کیں۔

اگلا ذکر مکرم محترم ڈاکٹر محمد علی خان صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع پشاور کا ہے۔ 67 سال کی عمر میں گذشتہ ماہ ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ انہوں نے خود بیعت کی تھی۔ جب یہ وہاں ایف ایس سی کے طالبعلم تھے۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے تایا کی دکان تھی وہاں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص آیا جو بڑا معزز تھا اور جب چلا گیا تو تایا نے ان کو کہا تم جانتے ہو یہ قادیانی تھا اور قادیانی بہت اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ میرا جماعت سے پہلا تعارف تھا۔ پھر میڈیکل کالج میں ایک ان کے کلاس فیلو تھے جو احمدی تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں ان سے پوچھا کہ کیا نظریہ ہے؟ زندہ مانتے ہو یا فوت شدہ؟ تو ڈاکٹر محمد علی صاحب نے کہا کہ میں تو ان کو فوت

شدہ مانتا ہوں۔ اس پر اس احمدی طالبعلم کو خیال ہوا کہ پھر ان کو تبلیغ کرنی چاہیے۔ بہر حال پھر مشن ہاؤس لے گئے وہاں انہوں نے جماعت کا تعارف کروایا۔ وہاں بشارت بشیر سندھی صاحب مربی تھے اور ان کو پتلون قمیص میں دیکھا تو متاثر ہوئے کہ مولوی بھی ہیں اور بڑے ماڈرن مولوی ہیں۔ بہر حال بشارت بشیر صاحب نے ان کو دعوۃ الامیر پڑھنے کے لیے دی اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی دن پڑھی تو ختم کرتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ احمدیت سچی ہے۔ 1973ء میں انہوں نے بیعت کی اور 1974ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کی بیعت منظور فرمائی۔ 1974ء میں جب وہ احمدی ہو گئے تو اس میں فسادات بھی شروع ہو گئے اور مجمع کی صورت میں اپنے کالج سے لڑکوں نے ان کو پکڑ کے کہا کہ احمدیت سے انکار کرو۔ (پتہ لگ گیا کہ احمدی ہے) تمہیں شہید کر دیں گے یا قتل کر دیں گے۔ بہر حال کالج کی انتظامیہ کچھ نہیں کر سکی۔ اس وقت یونیورسٹی کے چانسلر باچا خان کے بیٹے علی خان تھے۔ وہ وہاں آئے اور ان کو ان لوگوں سے چھڑوا کر اپنے ساتھ اپنی سواری میں لے گئے اور شہر سے باہر جا کے ان کو چھوڑ دیا۔ یہ کہتے ہیں وہاں سے مَیں پیدل، ننگے پاؤں اپنے گاؤں پہنچا اور باپ نے کہا کہ تم اپنے آپ کو بھی تکلیف میں ڈال رہے ہو اور ہمیں بھی بدنام کر رہے ہو۔ کیوں نہیں احمدیت چھوڑ دیتے۔ انہوں نے کہا میں احمدیت نہیں چھوڑ سکتا۔ بہر حال کہتے ہیں میرا والد صاحب سے بھی مباحثہ جاری رہا اور حالات کی خرابی کی وجہ سے تعلیم بھی جاری نہیں رکھ سکا۔ بڑے برے حالات تھے لیکن احمدیت پہ قائم رہا۔

ایک دن ان کے والد صاحب نے کہا کہ دیکھو اس مسئلہ کو ختم کرو۔ چھوڑو احمدیت۔ تو انہوں نے کہا کہ اس کو ختم کرنے کا میرا ایک ہی حل ہے کہ جب آپ میرا کھانا بھجواتے ہیں تو اس میں زہر ملا دیں تا کہ میں مر جاؤں اور آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔ والد کو انہوں نے کہا کیونکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور اس کے بعد آپ کے والد صاحب نے پھر کبھی آپ کو نہیں کہا کہ احمدیت چھوڑ دو۔ ان کے والد صاحب کی وفات ہوئی ہے تو آپ ان کی وفات پر گئے مگر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ لوگوں نے کہا کہ قبائلی روایات کے بڑا خلاف ہے اور بڑی نفرت کا اظہار کیا۔ کیسا بیٹا ہے باپ کا جنازہ نہیں پڑھا تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام زیادہ اہمیت رکھتے ہیں باقی سب بعد میں۔ اسی طرح ان کی والدہ نے ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ انہوں نے کہا تم میرے بیٹے نہیں ہو اور ہر چیز سے، جائیداد وغیرہ سے ان کو عاق کر دیا تو اس کے بعد پھر اپنے گاؤں نہیں گئے لیکن والدہ کی مدد کرتے رہے۔ اور اپنے تایا کے گھر جایا کرتے تھے۔ وہاں سے والدہ کا خیال رکھتے رہے۔ ان کی مالی امداد بھی کرتے رہے۔ وہ خود بھی جب فوت ہوئی ہیں تو ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے ایک چھوٹے بھائی کو بھی احمدی کر لیا تھا۔ انہوں نے بھی جنازہ نہیں پڑھا۔ اور اس پر پھر لوگوں نے اعتراض کیا کہ کیسے بیٹے ہیں۔ پَر انہوں نے یہی کہا کہ جہاں تک جماعت کی غیرت کا سوال ہے یہ لوگ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیتے رہے اس لیے ہم جنازہ نہیں پڑھ سکتے۔ انہوں نے غیر معمولی غیرت دکھائی۔ ستائیس سال انہوں نے فوج میں خدمت کی۔ لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ڈاکٹر تھے۔ ریٹائرمنٹ پر ان کو صدارتی تمغہ امتیاز ملٹری بھی ملا۔

اس کے بعد یہ نصیر ٹیچنگ ہاسپٹل پشاور میں اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر کام کرتے رہے اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ شعبہ سائیکالوجی بھی رہے۔ بتیس سال کی عمر میں ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے سرحد اور ضلع پشاور اور پشاور جماعت کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ 1985ء میں ان کو وقف جدید کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں تعینات کر دیا۔ تاحیات اسی پوزیشن میں رہے، وقف جدید کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ممبر رہے۔ اسی طرح فضل عمر فاؤنڈیشن اور طاہر فاؤنڈیشن اور سٹینڈنگ شوریٰ کے بھی ممبر تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی کرنل ایوب صاحب ہیں جن کا میں نے ذکر کیا انہوں نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ اور شمس الدین خان صاحب امیر صوبہ سرحد کی صاحبزادی سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ، ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ بیٹا جو ہے وقف نو میں ہے اور آج کل ہیومینٹی فرسٹ کے زیر انتظام تنزانیہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ یہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد علی خان صاحب سچائی، دیانتداری، بے نفسی اور کھرے پن میں اپنا ایک خاص انفرادی مقام رکھتے تھے۔ کبھی بھی دولت، اخراجات، دنیاوی اموال یا کسی چیز کا ذکر نہ کرتے۔ ان کے ہر بچے نے یہی بات لکھی ہے۔ اور ہمیشہ نہایت ہی مطمئن اور خوش زندگی گزاری۔ انہوں نے پشاور کے ہر قسم کے نہایت مشکل حالات میں نہایت پیار اور خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت پر بھروسا کرتے ہوئے پشاور جماعت کی قیادت کی۔ پشاور کے لوگ ان کی وفات پر بہت دکھی ہیں۔ خلافت سے بے انتہا تعلق تھا اور ان کی اطاعت بھی مثالی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی محبت کا تعلق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہنے والے بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

اگلا ذکر مکرم محمد رفیع خان شہزادہ صاحب ربوہ کا ہے جو 30/ مارچ کو وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی عمر بیاسی سال تھی۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت غلام رسول صاحب افغانؓ اور عائشہ پٹھانی صاحبہ کے نواسے اور حضرت عبدالستار خان صاحبؓ المعروف بزرگ صاحب کے پڑنواسے تھے۔ عبادت گزار اور جوانی سے ہی تہجد گزار تھے۔ دین کی غیرت رکھنے والے تھے اور بڑا جوش رکھتے تھے۔ بڑی پاکیزہ شخصیت کے مالک تھے۔ آخری بیماری میں ہسپتال میں سانس کی تکلیف کے باوجود قرآن شریف اونچی آواز میں پڑھتے رہتے تھے۔ یہ ابوظہبی میں ایئر فورس میں جب بھرتی ہو گئے تو کچھ عرصہ بعد پھر ابوظہبی چلے گئے۔ وہاں ایئر فورس کی اسمبلی میں کسی مولوی نے کہا کہ قادیانی واجب القتل ہیں تو انہوں نے بڑی جرأت سے کھڑے ہو کر کہا کہ میں احمدی ہوں مجھے قتل کرو لیکن بہرحال پھر وہاں سے انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور پاکستان آ گئے۔ یہاں آ کے اپنا میڈیکل سٹور کھولا اور اس دوران میں دارالرحمت شرقی (راجیکی) کے صدر محلہ بھی رہے۔ اسی طرح ایم ٹی اے کے پروگرام پشتو مذاکرہ کی کم و بیش پچاس قسطوں میں شرکت کی۔ محلے کے ہر شخص کے ساتھ ان کا نہایت شفقت بھرا اور پدرانہ سلوک تھا۔ لوگوں کی خاموش مالی مدد کیا کرتے تھے۔ موصی تھے۔ اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

اگلا ذکر ایازیونس صاحب آسٹریلیا کا ہے۔ ان کی چوبیس مارچ کو آسٹریلیا کی اسٹیٹ نیو ساؤتھ ویلز میں

سیلابی پانی میں ڈوب جانے کی وجہ سے وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بڑے خدمت کرنے والے خادم تھے۔ انہوں نے صدر صاحب کو کہا کہ آپ کو کسی کام کی بھی ضرورت ہو تو مجھے جب بھی حکم کریں گے میں حاضر ہوں گا۔ ہمیشہ ہر وقت خدمت کے لیے حاضر رہنے والے تھے اور ہر ایک کو کہا ہوا تھا کہ میرے گھر کے دروازے کھلے ہوئے ہیں جب بھی ضرورت ہو مدد کی، آجاؤ۔ ہر ایک کی بڑھ چڑھ کر مدد کرنے والے تھے۔ نوجوان تھے ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال ان کی وفات پہ حکومت نے والدین کو پاکستان سے آنے کے لیے ویزا بھی دیا اور حکومتی نمائندوں کی موجودگی میں ان کی تدفین ہوئی۔

اگلا ذکر میاں طاہر احمد صاحب ابن میاں قربان حسین صاحب کا ہے جو وکالت مال ثالث ربوہ کے سابق کارکن تھے اور ادریس احمد صاحب کے والد تھے جو ہمارے اسلام آباد میں یہاں کے پراجیکٹ کے انجنیئر ہیں۔ 67 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مقامی جماعت میں سیکرٹری تربیت تھے۔ نائب صدر اور زعیم انصار اللہ کے طور پر بھی خدمت بجالاتے رہے۔ تہجد گزار اور نوافل کی ادائیگی کرنے والے، قرآن مجید کی باقاعدہ تلاوت کرنے والے تھے۔ موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے چھوڑے ہیں۔

اگلا ذکر رفیق آفتاب صاحب (یوکے) کا ہے جو فاروق آفتاب صاحب کے والد تھے۔ ان کی بھی گذشتہ مہینہ اپریل میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ فاروق صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ عاجز، شریف النفس، ہر ایک کے ساتھ میل ملاپ رکھنے والے، خوش مزاج اور قابل احترام۔ خوش مزاج تھے۔ لوگوں کا احترام کرنے والے، مہمان نواز اور بہت سارے لوگوں نے ہمیں فون کر کے یہی بتایا ہے اور ان خوبیوں کی گواہی دی ہے۔ بہت مخلص اور فدائی تھے۔ بچوں کو بھی خلافت کے قریب رہنے کی طرف ہمیشہ توجہ دلائی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بچے جماعت کی خدمت بھی کر رہے ہیں۔

اگلا ذکر محترمہ زرینہ اختر صاحبہ اہلیہ مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح جامعہ احمدیہ یوکے کے استاد کا ہے جو گذشتہ مہینہ وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ بھی صحابہ کی اولاد میں سے تھیں اور بڑی صابر شاکر، اپنے والدین اور ساس اور سسر سب کی خدمت کا انہوں نے حق ادا کیا۔ واقف زندگی خاوند کے ساتھ وفا اور قناعت سے گزارہ کیا۔ گھانا میں رہیں تو بڑے بُرے معاشی حالات کے باوجود بڑے صبر اور شکر سے انہوں نے بچوں کے ساتھ گزارہ کیا۔ کبھی منہ پہ شکوہ نہیں لائیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کے ایک بیٹے مرزا توقیر احمد واقف زندگی ہیں۔ ایم ٹی اے میں کام کر رہے ہیں۔

اگلا جنازہ حافظ محمد اکرم صاحب کا ہے جو اسی مہینے طاہر ہارٹ میں اسّی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ذریعہ سے آئی تھی اور اس کے بعد ان کے دادا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں تحریری بیعت کی تھی۔ دستی بیعت تو نہیں ہوئی لیکن تحریری بیعت کی تھی۔ ان کے ایک نواسے عبدالخبیر رضوان یہاں دفتر پی ایس یوکے میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ انہوں نے بھی جماعت کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا اور تصدیق کے لیے جب محمد احمد صاحب مظہر جو

ضلع فیصل آباد کے سابق امیر تھے ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا آپ نے دین کی خدمت کرنی ہے۔ آپ یہاں میرے پاس دین کی خدمت کریں اور وہاں پھر فیصل آباد جماعت میں بحیثیت کارکن آپ نے ساری عمر گزاری اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ اپنے آپ کو وقف سمجھا۔ موصی تھے۔ اپنا حصہ جائیداد بھی اپنی زندگی میں ادا کر دیا۔ بڑے تہجد گزار اور بلاناغہ تہجد ادا کرنے والے۔ فیصل آباد میں بہت سے بچوں کو انہوں نے قرآن کریم پڑھانے اور حفظ کرانے کی توفیق پائی۔ اپنے چھوٹے بیٹے کو بھی قرآن شریف حفظ کروایا۔

اگلا ذکر محترم چودھری نور احمد ناصر صاحب کا ہے جو گذشتہ دنوں بیاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ یہ چودھری محمد عبداللہ صاحب درویش قادیان کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ان کے دو بیٹے اللہ تعالیٰ کے فضل سے واقف زندگی ہیں۔ ایک تو منصور احمد ناصر ہیں جو ہمارے لائبیریا کے سکول میں پرنسپل ہیں اور دوسرے مسرور احمد مظفر گھانا میں بطور مبلغ خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہے ہیں اور یہ دونوں بیٹے میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے باپ کے جنازہ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

اگلا جنازہ مکرم محمود احمد منہاس صاحب ابن حکیم عبیداللہ منہاس صاحب کا ہے جو پچھتر سال کی عمر میں گذشتہ ماہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے ایک بیٹے راشد محمود منہاس مبلغ ہیں وہ کہتے ہیں مرحوم ایک درویش صفت انسان تھے۔ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ باقاعدگی سے تہجد ادا کرنے والے، خلافت کے شیدائی، غریبوں اور بیکسوں کی مدد کرنے کے لیے ہر وقت تیار تھے۔ ان کے یہ بیٹے بھی گھانا میں میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے جنازہ میں شامل نہیں ہوئے۔ اسی طرح ایک دوسرے بیٹے ملائیشیا میں ہونے کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین کی اولادوں کو، ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ جمعہ کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ ادا کروں گا۔ ان شاء اللہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11/جون 2021ء جلد 28 شمارہ 47 صفحہ 05 تا 10)

22

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28 رمئی 2021ء بمطابق 28 رہجرت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (النور:56-57)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو، جو اس نے ان کے لیے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

کل 27 رمئی تھی جسے ہم یوم خلافت کے نام سے یاد رکھتے ہیں۔ یوم خلافت کی مناسبت اور حوالے سے جماعت میں جلسے بھی منعقد ہوتے ہیں تا کہ جماعت کی تاریخ اور خلافت کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے ہم واقف رہیں اور خلافت کی بیعت میں آنے کے بعد ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے والے بنیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو احسان کیا ہے کہ ہم نے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادے کو مانا جو اس نے اسلام کی حقیقی تعلیم کے بتانے کے لیے ہم میں بھیجا اور پھر اس کے بعد خلافت کی بیعت میں آئے تا کہ اس تعلیم کو اپنے اوپر بھی لاگو کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتائی اور آگے دنیا میں پھیلاتے بھی چلے جائیں۔ پس خلافتِ احمدیہ سے منسلک ہونا ہر احمدی پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ اگر ہم اس ذمہ داری کو ادا کریں گے تو تبھی ہم اس احسان کا حق ادا کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں اس میں جہاں اللہ تعالیٰ نے تمکنت عطا فرمانے، خوف کی حالت سے

امن میں آنے کا وعدہ کیا ہے وہاں یہ وعدہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ مضبوط ایمان والے ہو، نیک اعمال بجالانے والے بنو، عبادت کا حق ادا کرنے والے ہو، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے نہ ہو، کسی بھی قسم کا شرک کا پہلو تمہارے اندر نہ ہو اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز بہت ضروری ہے۔ نماز جو اللہ تعالیٰ نے عبادت کا طریقہ بتایا ہے، ان نمازوں کی ادائیگی کرنے والے بنو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے بنو اور رسولؐ کی اطاعت انتہائی ضروری ہے۔ ان کے ہر حکم کو ماننے والے بنو۔

پس یہ باتیں جب ہم یاد رکھیں گے اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے، اپنا عہد جو ہم نے کیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اس پر حقیقی روح کے ساتھ عمل کرنے کی کوشش کریں گے تو پھر ہی ہم اللہ تعالیٰ کے ان انعاموں سے حصہ لینے والے ہوں گے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور تبھی ہم خلافت کے انعام سے حقیقی فیض پانے والے ہوں گے۔ پس یہ آیت مومنوں کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے لیکن ساتھ ہی ہمارے لیے فکر کا مقام بھی ہے کیونکہ جو شرائط ہیں اگر اس پر پورا نہیں اتر رہے تو پھر اس انعام سے حقیقی طور پر فیض نہیں پا سکتے۔ اگر نماز، زکوٰۃ، حقوق اللہ کی ادائیگی نہیں، حقوق العباد کی ادائیگی نہیں تو پھر جیسا کہ ذکر ہوا اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل کو جذب کرنے والے نہیں بن سکتے۔ پس صرف اپنی تاریخ سے واقفیت حاصل کر لینا اور یومِ خلافت منا لینا کافی نہیں ہے جب تک ہم حقیقی عبد نہیں بن جاتے۔ پس جب تک ہم اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے نہیں بن جاتے، بندوں کے حق ادا کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے نہیں بن جاتے، اس وقت تک ہمارا یہ یومِ خلافت منا لینا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہماری ایمانی حالت کیا ہے؟ کیا ہم میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہے؟ کیا ہم تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کامل فرمانبرداری کرنے والے ہیں؟ اور پھر ساتھ ہی ہماری نظر اپنے عمل کی طرف پھرنے والی ہونی چاہیے کہ کیا ہمارا ہر عمل اسلام کی حقیقی تعلیم کے مطابق ہے؟ ہمارے عمل کہیں دکھاوے کے عمل تو نہیں؟ ہماری نمازیں کہیں دکھاوے کی نمازیں تو نہیں؟ ہمارا مال خرچ کرنا، زکوٰۃ دینا کہیں دکھاوا تو نہیں؟ ہمارے روزے کہیں دکھاوے کے روزے تو نہیں؟ ہمارے حج صرف حاجی کہلانے کے لیے تو نہیں؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی کامل فرمانبرداری تو تب ہو گی، دلی سکون اور امن تو تب ملے گا جب ہمارا ہر عمل صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے ہو گا اور تبھی وہ معاشرہ خلافت کے زیرِ سایہ قائم ہو گا جب ہمارا ہر عمل حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے والا ہو گا۔ پس صرف زبانی باتیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا ہو گا کہ وہ ایمان لانے والے اس سے فیض اٹھائیں گے جن کے عمل صالح ہوں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ قرآن شریف **میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔** عملِ صالح اسے کہتے ہیں کہ جب ایک ذرّہ بھی فساد نہ ہو۔ یاد رکھو انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ وہ کون سے چور ہیں؟ وہ یہ ہیں۔ ریاکاری یعنی جب انسان دکھاوے کے لیے ایک

عمل کرتا ہے، عُجب، ایک عمل کر کے کوئی نیکی کر لی تو پھر دل میں بڑا خوش ہوتا ہے کہ میں نے بڑی نیکی کر لی۔ اور قسم قسم کی بدکاریاں جن کو بعض دفعہ انسان محسوس بھی نہیں کرتا اور گناہ ہیں جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ اس سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم، عُجب، ریاء، تکبر حقوق انسان کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ وہ عمل صالح ہے۔ یہ نہیں کہ عمل نہیں کیا بلکہ فرمایا ان کا خیال بھی تمہارے دل میں نہ آئے تب وہ حقیقی مومن بنو گے اور عمل صالح کرنے والے کہلاؤ گے۔ فرمایا جیسے آخرت میں عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک کہ تم میں عمل صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 274-275)

پس ایمان کے ساتھ عمل صالح انتہائی ضروری شرط ہے۔ پھر فرمایا کہ عمل صالح ہماری اپنی تجویز اور قرارداد سے نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ عمل صالح ہے۔ اصل میں اعمال صالحہ وہ ہیں جس میں کسی نوع کا کوئی فساد نہ ہو کیونکہ صالح فساد کی ضد ہے۔ جیسے غذا طیب اس وقت ہوتی ہے کہ وہ نہ کچی ہو نہ سڑی ہوئی ہو اور نہ کسی ادنیٰ درجہ کی جنس کی ہو بلکہ ایسی ہو جو فوراً جزوِ بدن ہو جانے والی ہو جو جسم کا حصہ بن جائے۔ وہ غذا طیب ہے جس میں کسی قسم کی کمی نہ ہو۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ عمل صالح میں بھی کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو۔ جو اللہ نے حکم فرمایا ہے اس کے مطابق عمل ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور کر کے دکھایا اور فرمایا اس کے مطابق ہو اور پھر نہ اس میں کسی قسم کا کسل ہو۔ کوئی سستی نہیں ہونی چاہیے۔ اس عمل کو بجالانے میں نہ عُجب ہو نہ ریا ہو نہ وہ اپنی تجویز سے ہو جب ایسا عمل ہو تو وہ عمل صالح کہلاتا ہے۔ خود اپنی تجویزیں نہ بناتے رہو۔ عمل صالح کے لیے خود تشریحیں نہ کرتے رہو۔ خود یہ نہ کہتے رہو کہ اس سے یہ منشا ہے اور یہ منشا ہے بلکہ حرفاً حرفاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر عمل کرو تو عمل صالح ہو گا اور فرمایا کہ یہ کبریتِ احمر ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 425-426)

یہ بہت بڑی اور اہم چیز ہے۔ اگر اس حالت کو حاصل کر لیا تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے سے فیض اٹھانے والے بن گئے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے عہد کو بھی پورا کرنے والے **ہیں نہ کہ وہ جو جب اپنے مفاد سامنے آئیں تو عمل صالح کی خود تشریح کرنے لگ جائیں۔ معروف فیصلہ کی خود تفسیر کرنے لگ** جائیں۔ ان کی اَنا انہیں اپنے قبضہ میں لے لے۔ ایسے لوگ جو ہیں انہیں ان کا خلافت سے جڑنے کا اعلان کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ بے شک وہ کہتے رہیں ہم خلافت سے جڑے ہوئے ہیں۔ جو خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ خلافت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ان کی تکلیفیں خلیفہ وقت کو ان کے لیے دعائیں کرنے کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں گی۔ یہ اعمال صالحہ بجالانے والے ہی ہیں

جن کا خلافت سے رشتہ اور خلافت کا ان سے رشتہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے۔

پس یہ وہ حقیقی خلافت ہے جس میں جماعت اور خلیفۂ وقت کا تعلق خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہے اور یہی وہ خلافت ہے جو تمکنت اور امن کا باعث ہے۔ یہی وہ افراد اور خلیفۂ وقت کا تعلق ہے جو دونوں کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والا بناتا ہے۔ دوسرے مسلمان خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن دنیاوی حیلوں سے، دنیاوی تدبیروں سے۔ اور یہ حیلے اور تدبیریں انہیں کبھی فائدہ نہیں دے سکتیں اور نہ اس طرح خلافت قائم ہو سکتی ہے جتنا چاہے یہ کوشش کر لیں۔ اب خلافت اسی طرح جاری رہنی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے۔ پس جہاں اس بات سے ہمارے اندر شکر گزاری کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والا ہونا چاہیے کہ اس نے ہمیں خلافت کی نعمت سے نوازا ہے وہاں ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اپنے اعمال پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کے مطابق ہیں؟ کیا ہمارے حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی کے معیار اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے معیار کے مطابق ہیں؟

پس ہر احمدی کا ہر لمحہ جہاں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں گزرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں خلافت کی نعمت سے نوازا ہے وہاں اپنے جائزے لیتے ہوئے بھی گزرنا چاہیے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کر رہے ہیں؟ اور جب اس سوچ کے ساتھ زندگی گزاریں گے اور پھر اپنے عملوں کو بھی اس کے مطابق کریں گے اور خلافت کے قائم رہنے کے لیے دعائیں بھی کر رہے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے انعاموں کے وارث بھی بنتے چلے جائیں گے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو تسلی بھی دی کہ خلافت کا نظام جاری رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو جو خوشخبریاں دی ہیں وہ ضرور پوری ہوں گی اگر ہم ان شرائط کو پورا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ رسالہ الوصیت میں آپؑ نے خلافت کے نظام کے بارے میں بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ "یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اِس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ:22) "خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے نبی غالب رہیں گے۔ منہ "اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اِسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔"
(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304)

ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال نے ہر احمدی کو ہلا کر رکھ دیا وہاں

غیروں نے بھی خوشی کے بڑے شادیانے بجائے۔

آپؑ کی وفات پر ایسی ہرزہ سرائیاں کی گئیں کہ انسانیت کو ان کے بارے میں سن کر شرم آتی ہے۔ وہ وہ بیہودہ گوئیاں کی گئیں کہ انسان حیران ہوتا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے نام لینے والے اس حد تک بھی گر سکتے ہیں۔ یہ تمام بیہودہ گوئی تو مجھے بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن ان کی بعض دوسری کوششوں کا ذکر کر دیتا ہوں کہ کس طرح انہوں نے آپؑ کے وصال کے بعد کوشش کی کہ جماعت کو ختم کیا جائے۔ جماعت کے شیرازے کے بکھرنے کے بارے میں اور احمدیوں کو احمدیت سے تائب ہونے کے بارے میں انہوں نے جھوٹی خبریں کس طرح پھیلائیں۔ مثلاً پیر جماعت علی شاہ کے مریدوں نے کہا کہ مرزائی تائب ہو کر بیعت کر رہے ہیں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 204)

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد احمدیت سے توبہ کر کے اب ان کے اندر شامل ہو رہے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی صاحب احمدیوں کو مشورہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اب مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت سے احمدی صاف انکار کر دیں ورنہ اندیشہ ہے کہ مرزا صاحب جیسے سمجھدار اور منتظم شخص کی عدم موجودگی کے سبب احمدی جماعت مخالفین کی شورش کو برداشت نہ کر سکے گی اور اس کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 206)

بڑے سیاسی انداز میں اپنی طرف سے بڑی نرم زبان میں یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ یہ صاحب سنجیدہ طبع تھے بظاہر۔ انہوں نے بڑے سادہ بن کر اور ہمدرد بن کر احمدیوں کو مشورہ دیا ہے کہ مرزا صاحب تو اب فوت ہو گئے، اب تمہیں کوئی نہیں سنبھال سکتا اس لیے چھوڑو احمدیت کو اور آؤ اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ لیکن ان کو نہیں پتہ تھا ان کی آنکھ ان وعدوں کی شان کو نہیں دیکھ سکتی تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیے تھے کہ "میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔"

(الحکم جلد 11 نمبر 46 مورخہ 24 دسمبر 1907ء صفحہ 4)

اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپؑ کو فرمایا۔ آپؑ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما کر تسلی دی تھی کہ آپؑ کے بعد آپؑ کی خلافت کا سلسلہ شروع ہو گا اور جو وعدے اور پیشگوئیاں ہیں ضرور پوری ہوں گی۔ آپؑ نے واضح فرمایا کہ یہ نبیوں کی جماعت دوسری قدرت کو بھی دیکھتی ہے۔ یہاں نبی کی یہ مثال دے کر ان لوگوں کو بھی یہ جواب دے دیا جو بعض کمزور طبع احمدی لوگ بعض دفعہ یہ کہتے ہوئے جھجکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے۔ یہاں اس کا بھی جواب آ گیا۔ آپؑ نے خود یہ فرما دیا کہ میری جماعت نبی کی جماعت ہے اور میں نبی ہوں اور آپؑ نے فرمایا کہ نبیوں کی جماعت دوسری قدرت کو بھی دیکھتی ہے اور یہی تم لوگ بھی دیکھو گے جو ایمان پر قائم رہو گے اور عمل صالح کرو گے۔

چنانچہ آپؑ قدرت ثانیہ کے جاری رکھنے کے بارے میں فرماتے ہیں: "غرض "اللہ تعالیٰ" دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (1) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ

اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا:

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور:56)

یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304-305)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"**سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ** خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اِس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔

وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔"

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305-306)

سو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق اور اللہ تعالیٰ نے جو آپؑ سے وعدہ کیا تھا اس کے مطابق گذشتہ 113 سال سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حرف بہ حرف پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ وہی لوگ جو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر کہتے تھے کہ ان کا سرکٹ گیا ہے اور اب ان کے پاس کچھ نہیں رہا۔ کچھ باتیں تو میں نے پہلے بیان کیں کہ یہ چھوڑ دیں۔ اب کوئی ان کو سنبھال نہیں سکے گا۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بارے میں اخبار کرزن گزٹ نے لکھا کہ اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے۔ ان کا سرکٹ چکا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خلافت کے بعد یہ لکھا کہ ایک شخص جو ان کا امام بنا ہے اس سے اَور تو کچھ نہیں ہو گا۔ ہاں یہ کہ وہ تمہیں مسجد میں قرآن سنایا کرے گا۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو کیا پتہ تھا کہ یہی تو وہ عظیم کام ہے جس کے کرنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل میں سے ایک عظیم رسول مبعوث ہونے کی دعا مانگی تھی اور یہی وہ عظیم شریعت ہے جسے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اور یہی وہ کامل اور مکمل کتاب ہے جس کو پڑھنے اور پڑھانے والے دنیا و آخرت میں بامراد ہوتے ہیں۔ یہی تو وہ کتاب ہے جس کی تعلیم کو پھیلانے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے اور یہی کام ہے جس کے کرنے کے لیے خلافت کا نظام جاری ہوا ہے۔ بہر حال ان کی یہ بات سن کر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ خدا کرے کہ یہی ہو کہ مَیں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں۔

(ماخوذ از بدر قادیان 7/ جنوری 1909ء جلد 8 شمارہ نمبر 10 صفحہ 5)

یہ کام تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے کیا اور خوب کیا لیکن دشمن کا جو یہ خیال تھا کہ اب جماعت میں انتظامی کمزوریاں پیدا ہو جائیں گی اور اس کا شیرازہ بکھر جائے گا اس کے دیکھنے کی انہیں حسرت ہی رہی۔ **حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے منافقین اور انجمن کے بعض عمائدین کے فتنوں کو اس سختی سے دبایا کہ کسی کو جرأت** نہیں ہوئی کہ کسی قسم کا شر پیدا کر سکے۔ آپؓ نے اپنی خلافت کی پہلی تقریر میں فرمایا کہ "اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہو گی۔" (بدر قادیان 2 جون 1908ء شمارہ نمبر 22 جلد 7 صفحہ 8)

پھر آپؓ نے ایک موقع پر مسجد مبارک میں بڑے جلالی رنگ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اپنے عمل سے مجھے اتنا دکھ دیا ہے کہ میں اس حصہ مسجد میں بھی کھڑا نہیں ہوا جو تم لوگوں کا بنایا ہوا ہے بلکہ میں اپنے مرزا کی مسجد میں کھڑا ہوا ہوں یعنی وہ حصہ مسجد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں ابتدا میں بنا ہوا تھا آپؓ وہاں کھڑے تھے نہ کہ اس حصہ میں کہ جس کی بعد میں جماعت کے چندوں سے ایکسٹینشن ہوئی۔ آپؓ نے فرمایا کہ مَیں تو وہاں بھی نہیں کھڑا ہوتا۔ مَیں تو اصل حصہ مسجد میں کھڑا ہوں جو مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کا بنا ہوا ہے یا آپؑ کے ابتدا میں تھا بعد کی ایکسٹینشن نہیں تھی۔ اور فرمایا کہ میرا فیصلہ ہے کہ قوم اور انجمن دونوں کا خلیفہ مطاع ہے اور یہ دونوں خادم ہیں یعنی انجمن بھی، ماننے والے بھی یہ سب خادم ہیں۔ انجمن مشیر ہے۔ ہاں مشیر کے طور پر انجمن سے مشورہ لیا جاتا ہے اور یہ مشورہ بھی ضروری چیز ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ جس نے یہ لکھا ہے کہ خلیفہ کا کام بیعت لینا ہے، اصل حاکم انجمن ہے وہ توبہ کرے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ اگر اس جماعت میں سے کوئی تجھے چھوڑ کر مرتد ہو جائے گا تو میں اس کے بدلے تجھے ایک جماعت دوں گا۔ پھر فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھانا یا نکاح پڑھا دینا یا پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک ملاں بھی کر سکتا ہے۔ اس کے لیے

خلیفہ کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے لیے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں۔ فرمایا اس کے لیے تو کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں کہ اس طرح کی بیعت لوں۔ بیعت وہی ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور جس میں خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 262)

پس اس خطاب نے جہاں منافقین کے منصوبے ناکام و نامراد کر دیے وہاں مخالفین کے منہ بھی بند کر دیے اور جس شخص کو بوڑھا کمزور شخص سمجھتے تھے وہ جب خدا تعالیٰ کی تائید سے بولا تو ایسا بولا کہ سب جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ تعلّیاں کرنے والے اپنا منہ چھپانے لگے۔ مخلصین جماعت نے ایک نئے عزم کے ساتھ بیعت کا عہد کیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کس طرح جماعت ترقی کی طرف رواں دواں ہو گئی۔

پھر جب مارچ 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا وصال ہوا تو اس وقت جماعت میں پھر ایک زلزلہ کی کیفیت پیدا ہوئی۔ انجمن کے جو عمائدین انجمن کو ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل جانشین منوانے پر تلے ہوئے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وجہ سے خاموش ہو گئے تھے پھر سر اٹھانے لگے۔ اسی طرح منافقین نے بھی سر اٹھانے کی کوشش کی لیکن پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کا ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق خلافت کے منصب کو سنبھالنے کا ذریعہ بنا۔ انجمن کے عمائدین کو خطرہ تھا کہ جماعت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو اگلا خلیفہ منتخب کر لے گی۔ اس لیے انہوں نے بہت کوشش کی کہ خلیفہ نہ ہو۔ کسی نہ کسی طرح یہ بات ٹل جائے چاہے کچھ عرصہ کے لیے ہی سہی۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے صاف کہا کہ خلیفہ تو بہر حال ہونا چاہیے لیکن ساتھ ہی یہ بھی مَیں واضح کر دیتا ہوں کہ مجھے کوئی شوق نہیں کہ مَیں خلیفہ بنوں۔ تم جسے چاہو خلیفہ بنالو مَیں اور میرا پورا خاندان اس کی سچے دل سے بیعت کر لیں گے۔ لیکن یہ لوگ جو اپنے آپ کو عقلِ کل سمجھتے تھے اور ان کو خطرہ بھی تھا کہ فیصلہ تو ان کے حق میں ہی ہونا ہے، جو صرف اقتدار چاہنے والے تھے وہ یہ بات نہیں مانے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے جب کہا کہ میں کسی کی بھی بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں تم جس کو مقرر کرو لیکن خلیفہ بہر حال ہونا چاہیے تو وہ یہ بات نہیں مانے۔ بہر حال پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے مطابق مومنین کی جماعت مسجد نور میں اکٹھی ہوئی اور یہ کم و بیش تقریباً دو ہزار یا زیادہ لوگ ہوں گے۔ سب نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیا اور لوگ ایک دوسرے کے سروں پر سے پھلانگتے ہوئے بیعت کے لیے آگے بڑھ رہے تھے۔ دیکھنے والے لکھتے ہیں کہ لگتا تھا کہ فرشتے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے اس انتخاب کی بیعت میں لا رہے ہیں۔

(ماخوذ از سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ 330-331)

آخر یہ سب کچھ دیکھ کر انجمن کے بعض عمائدین، ان میں سے جو بڑے بڑے چند لوگ تھے، انجمن کا تمام خزانہ لے کر وہاں سے غائب ہو گئے لیکن دنیا نے دیکھا کہ کس طرح خلافت احمدیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو تمکنت عطا فرمائی۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا باون سالہ دور خلافت اس بات کا گواہ ہے کہ وہ نوجوان جس کے سپرد اللہ تعالیٰ نے خلافت کی باگ ڈور کی، کس تیزی سے جماعت کو لے کر ترقی کی منزلوں پر قدم مارتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ وہ لوگ جو انجمن کا خزانہ خالی کر کے گئے تھے اور یہ دعویٰ کرتے تھے کہ قادیان میں اب عیسائیوں کی حکومت ہو گی۔ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ آج ان کی نسلیں دیکھ رہی ہیں کہ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہیں وہ ہمیں عیسائیوں کو مسیح محمدی کے جھنڈے تلے جمع ہوتے دکھا رہی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے دنیا کے بے شمار ملکوں میں مشن کھولے۔ افریقہ میں عیسائی مبلغین کو احمدی مبلغین کے سامنے کھڑے ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ آخر انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ عیسائیت کے پھیلاؤ میں احمدیت ایک بہت بڑی روک ہے اور اس کا ان کی رپورٹوں میں ذکر ہے۔ غرض ہم دیکھتے ہیں کہ قادیان پر حملے کے منصوبے ہوں یا تبلیغ کا میدان ہو یا ہجرت کا وقت ہو ہر موقع پر اس اولوالعزم خلیفہ نے جماعت کی کشتی کو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ کامیابی کی منزلوں تک پہنچایا اور محفوظ رکھا۔

آخر الٰہی تقدیر کے مطابق نومبر 1965ء میں جب آپؓ کی وفات ہوئی تو الٰہی وعدوں کے مطابق **اللہ تعالیٰ نے قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر کو کھڑا کیا۔** پھر جماعت کو اللہ تعالیٰ نے خوف سے امن میں لاتے ہوئے حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاتھ پر اکٹھا کر دیا اور پھر جماعت ترقی کی منزلوں پر قدم مارنے لگی۔ افریقہ میں سکول اور ہسپتال جاری ہونے کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ احمدیت کے افریقہ میں تعارف کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ دنیا میں جماعت کا تعارف بڑھنے لگا۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا افریقہ کے بعض ممالک کا پہلا دورہ ہوا جس کے غیر معمولی اثرات نظر آنے لگے۔ کسی بھی خلیفہ کا افریقہ کے ممالک میں یہ پہلا دورہ تھا جو خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کیا۔ 1974ء میں حکومتِ وقت نے احمدیوں کے خلاف ایک سخت مہم چلا کر احمدیوں کے خلاف غیر مسلم ہونے کا قانون پاس کیا تو خلافت کی ڈھال کے پیچھے اس خوفناک حملے سے بھی جماعت کامیاب ہو کر نکلی اور دشمن کی جماعت کی ترقی کو روکنے کی کوشش ناکام و نامراد ہوئی۔ دشمن جو جماعت کے ہاتھوں میں کشکول دینے کی باتیں کرتا تھا اس کی خواہش خاک میں مل گئی اور اللہ تعالیٰ نے مالی کشائش کے نئے نئے رستے کھول دیے۔ لوگوں کو، جماعت کے افراد کو جو معاشی لحاظ سے بالکل ہی کرپیل (cripple) کر دیا گیا تھا یا کوشش کی تھی کہ ختم کر دیں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مالی کشائش بھی عطا فرمائی اور پھر باہر نکلنے کے رستے بھی کھولے۔ پس وہ لوگ جو 74ء کے بعد جرمنی میں اور بعض دوسری جگہوں پر باہر آئے ہیں ان کو مالی کشائش ملی ہے ان کو یہ باتیں اپنی نسلوں اور اولاد کو بھی بتانی چاہئیں کہ کس طرح دشمن نے ایک کوشش کی تھی اور کس طرح خلافت کے سائے تلے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نئے رستے کھولے اور پہلے سے ہزاروں گنا زیادہ مالی کشائش عطا فرما دی۔

پھر جون 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی ہم سے رخصت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پھر اپنے وعدے کے مطابق **حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ذریعہ جماعت کے خوف کو امن میں بدلا۔** دشمن جماعت کی ترقی کو دیکھ کر اس وقت حواس باختہ ہو چکا تھا۔ اس نے نئے سرے سے حملے کا منصوبہ بنایا اور کوشش کی کہ

خلافتِ احمدیہ کو عضوِ معطل کر دیا جائے۔ یہاں دشمن نے اپنے زعم میں سر کاٹنے کی کوشش کی لیکن ان جاہلوں اور عقل کے اندھوں کو کیا پتہ کہ خدا تعالیٰ کے منصوبے کیا ہیں! غیر معمولی تائید و نصرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پاکستان سے ہجرت کروائی اور دشمن دیکھتا رہ گیا اور پھر ہجرت کے بعد خلافتِ رابعہ میں ترقیات کا ایک نیا دور شروع ہوا اور سیٹلائٹ کے ذریعہ خلیفہ وقت اور احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام احمدیوں کے گھروں کے ساتھ ساتھ غیروں کے گھروں میں اور ہر ملک میں پہنچنا شروع ہو گیا اور تبلیغ کے نئے رستے کھلے۔ کئی ملکوں میں احمدیت کے پودے لگے اور حقیقی اسلام کی تعلیم پھیلنی شروع ہوئی۔ قرآن کریم کی اشاعت پہلے سے بڑھ گئی۔ اس کے تراجم نئی نئی زبانوں میں شروع ہوئے۔

پھر الٰہی تقدیر کے مطابق اپریل 2003ء میں خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وصال ہوا تو پھر جماعت کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا اور **دشمن کے خیال میں ان کے لیے احمدیت کو ختم کرنے کا ایک بہت بہترین موقع تھا** لیکن اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے اس نے ایک دفعہ پھر **جماعت کو سنبھالا اور ایسا سنبھالا کہ مخالف مولوی بھی کہنے لگے کہ باوجود اس کے کہ ہم** تمہیں سچا نہیں سمجھتے لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت تمہارے ساتھ ہے۔ لیکن یہ ماننے کے باوجود کہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہمارے ساتھ ہے پھر بھی ماننے کو تیار نہیں۔ مومنین کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے سنا اور خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور اسلام کی تاریخ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خلافتِ خامسہ کا دور شروع ہوا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں اگر خلافتِ راشدہ چار خلافتوں تک محدود تھی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق تھی اور اب جو خلافتِ خامسہ کا دور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے شروع ہوا تو یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد جس طرح اسلام کی تاریخ میں بہت سے نئے **باب کھلے ہیں خلافت خامسہ بھی انہی کا ایک حصہ ہے۔** دشمن سمجھتا تھا کہ اب تو جماعت کی قیادت اتنے مضبوط ہاتھوں میں نہیں ہے لیکن ان کو کیا پتہ کہ اصل ہاتھ تو خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو جس کی تائید میں اور جس کے ساتھ ہو اسے مضبوط کر دیتا ہے۔ آج دشمن کی حسد کی آنکھ پہلے سے بڑھ کر جماعت کی ترقیات کو دیکھ رہی ہے۔ جماعت کا جو تعارف اور دنیا میں اس کا غیر معمولی طور پر اظہار اس دور میں، ہر طبقے میں اور ہر سطح پر ہوا ہے یہ غیر معمولی ہے۔ مَیں تو ایک بہت کمزور انسان ہوں میری کسی خوبی کی وجہ سے یہ ترقی نہیں ہو رہی۔ دنیا کی حکومتوں کے سرکردہ لوگوں اور ایوانوں میں جماعتِ احمدیہ کا تعارف ہو رہا ہے تو یہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیے گئے وعدوں کی وجہ سے ہو رہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہو رہا ہے۔ ہر روز اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے ہم دیکھ رہے ہیں۔ اشاعتِ قرآن اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کام مختلف زبانوں میں بہت بڑھ چکا ہے۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا کے تمام ممالک میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچ رہا ہے۔ پہلے ایک زبان میں تھا اور ایک چینل تھا۔ اس وقت دنیا میں ایم ٹی اے کے آٹھ مختلف چینل کام کر رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں

ایم ٹی اے سٹوڈیوز بن گئے ہیں جہاں سے ایم ٹی اے کے پروگرام جاری رہتے ہیں۔ اب ایک جگہ سٹوڈیو نہیں ہر جگہ بن چکے ہیں، ہر جگہ تو نہیں لیکن کئی جگہ افریقہ میں بھی اور نارتھ امریکہ میں بھی اور یورپ میں بھی بن چکے ہیں۔ اگر ہم اپنے وسائل کو دیکھیں تو یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی اسلام کا حقیقی پیغام پہنچ رہا ہے۔ پاکستان کی حکومت نے اس پر مختلف طریقوں سے پابندی لگائی ہے تو دنیا کے دوسرے ممالک میں پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے راستے کھول دیے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خلافت سے تعلق قائم کرنے کے لیے ایک نیا رستہ بھی سمجھا دیا ہے جو آن لائن (online) ملاقات یا ورچوئل (virtual) ملاقات کے ذریعہ سے اس کووِڈ کی بیماری کی وجہ سے سامنے آیا۔ اس ذریعہ سے میٹنگیں بھی ہو رہی ہیں۔ ملاقاتیں بھی ہو رہی ہیں جس سے براہِ راست جماعتوں سے رابطہ ہو رہا ہے۔ لوگ خلیفۂ وقت سے براہ راست راہنمائی لے رہے ہیں۔

میں یہاں لندن سے کبھی افریقہ کے کسی ملک سے، کبھی انڈونیشیا سے، کبھی آسٹریلیا سے، کبھی امریکہ سے **ملاقات کر لیتا ہوں تو یہ سب خدا تعالیٰ کی تائیدات کے نظارے ہیں۔** پس ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے فضلوں کے نظارے دکھا رہا ہے اور خلافت کے انعام سے جو ہمیں نوازا ہوا ہے اس کا ہم نے ہمیشہ حق ادا کرنے والا بننا ہے تا کہ قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہم اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو اللہ تعالیٰ نے ترقیات کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن ہمیں اس سے فیض پانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنتے ہوئے اُس کے آگے جھکنا ہو گا۔ خلافت کی نعمت کا اظہار ہمارے ہر قول اور فعل سے ہونے کی ضرورت ہے۔ خلافت سے کامل اطاعت کا عہد آخری سانس تک نبھانے کے لیے ہمیں ہر قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے تبھی ہم قیامت تک اپنی نسلوں کو خلافت کا مطیع بنانے کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم میں سے انہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننے کی یقین دہانی کروائی ہے جو ایمان پر قائم رہتے ہوئے ہر قربانی کے لیے تیار رہیں گے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں "یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٔ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور

وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی۔ کچھ تو ان میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 303-304)

پس ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ترقیات تو ہونی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ سلسلہ کی پوری ترقی کے نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عہدوں کو پورا کرنے والا بنائے تا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے پورا ہونے کا نظارہ ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں۔ ہماری عبادتیں، ہماری نمازیں، ہمارے عمل اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔ ہم خلافت کا صحیح ادراک حاصل کرنے والے ہوں اور اس بارے میں اپنی نسلوں کو بتانے والے ہوں تا کہ قیامت تک ہماری نسلیں اس نعمت سے فیضیاب ہوتی چلی جائیں۔

آج پھر مَیں دعاؤں کا کہنا چاہتا ہوں۔ پاکستان کے احمدیوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ مظلوم احمدیوں کو جہاں کہیں بھی ہیں دعاؤں میں یاد رکھیں۔ مظلوم مسلمانوں کو **جہاں بھی ہیں، فلسطین کے یا کہیں بھی ان کو دعاؤں** میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مشکلات کو دور فرمائے اور آسانیاں پیدا فرمائے۔ اور جو احمدی ہیں ان سب کو توفیق دے کہ وہ حقیقی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں اور حقیقی احمدی بنیں اور وہ مسلمان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابھی تک پہچان نہیں رہے اللہ تعالیٰ انہیں پہچاننے اور بیعت میں آنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام دنیا میں ہم جلد از جلد اسلام کا جھنڈا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھیں اور تمام دنیا میں ہم توحید کو قائم ہوتا ہوا دیکھیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18 / جون 2021ء جلد 28 شمارہ 49 صفحہ 05 تا 09)

23

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04/ جون 2021ء بمطابق 04/ احسان 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا اور غزوات اور سرایا کا ذکر تھا۔ **غزوۂ حمراء الاسد کے بارے میں آتا ہے** کہ غزوۂ احد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لے آئے اور کفار نے مکہ کی راہ لی مگر آپؐ کو قریش کی دوبارہ لشکر کشی کی خبر ملی تو آپؐ صحابہؓ کے ساتھ حمراء الاسد مقام تک تشریف لے گئے۔ حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ اس غزوہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ اس طرح ہے، کچھ حصہ بیان کرتا ہوں کہ بظاہر لشکرِ قریش نے مکہ کی راہ لے لی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ ان کا یہ فعل مسلمانوں کو غافل کرنے کی نیت سے نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک لوٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں۔ لہٰذا اس رات کو مدینہ میں پہرہ کا انتظام کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا خصوصیت سے تمام رات صحابہ نے پہرہ دیا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ اندیشہ محض خیالی نہ تھا کیونکہ فجر کی نماز سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ قریش کا لشکر مدینہ سے چند میل جا کر ٹھہر گیا ہے اور رؤسائے قریش میں یہ سرگرم بحث جاری ہے کہ اس فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیوں نہ مدینہ پر حملہ کر دیا جائے اور بعض قریش ایک دوسرے کو طعنہ دے رہے ہیں کہ نہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال و متاع پر قابض ہوئے بلکہ جب تم ان پر غالب آئے اور تمہیں یہ موقع ملا کہ تم ان کو ملیامیٹ کر دو تو تم انہیں یونہی چھوڑ کر واپس چلے آئے تا کہ وہ پھر زور پکڑ جائیں۔ پس اب بھی موقع ہے واپس چلو اور مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کی جڑ کاٹ دو۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ جو کچھ ہو گیا ہے اسے غنیمت جانو اور مکہ واپس لَوٹ چلو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شہرت جو تھوڑی سی جنگ کے جیتنے کی حاصل ہوئی ہے یہ بھی کھو بیٹھو اور یہ فتح شکست کی صورت میں بدل جائے لیکن بالآخر جوشیلے لوگوں کی رائے غالب آئی اور قریش مدینہ کی طرف لَوٹنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فوراً اعلان فرمایا کہ مسلمان تیار ہو جائیں مگر ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ **سوائے ان لوگوں کے جو اُحد میں شریک ہوئے تھے اَور کوئی ہمارے ساتھ نہ نکلے۔**

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 346 حمراء الاسد۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 504)

یہ بھی ایک جگہ روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش کے اس مشورہ کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؐ نے **حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا** اور انہیں معاملے سے آگاہ فرمایا۔ دونوں نے مشورہ دیا کہ دشمن کے تعاقب میں جانا چاہیے۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 278۔ غزوۃ احد۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2013ء)

"چنانچہ احد کے مجاہدین جن میں سے اکثر زخمی تھے اپنے زخموں کو باندھ کر اپنے آقا کے ساتھ ہو لئے اور لکھا ہے کہ اس موقعہ پر مسلمان ایسی خوشی اور جوش کے ساتھ نکلے کہ جیسے کوئی فاتح لشکر فتح کے بعد دشمن کے تعاقب میں نکلتا ہے۔ آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے آپؐ حمراء الاسد میں پہنچے..... اب چونکہ شام ہو چکی تھی آپؐ نے یہیں ڈیرا ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میدان میں مختلف مقامات پر آگ روشن کر دی جاوے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے حمراء الاسد کے میدان میں پانچ سو آگیں شعلہ زن ہو گئیں جو ہر دور سے دیکھنے والے کے دل کو مرعوب کرتی تھیں۔ غالباً اسی موقعہ پر قبیلہ خزاعہ کا ایک مشرک رئیس مَعْبَد نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے احد کے مقتولین کے متعلق اظہار ہمدردی کی اور پھر اپنے راستہ پر روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن جب وہ مقام رَوْحَاء میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ قریش کا لشکر وہاں ڈیرا ڈالے پڑا ہے اور مدینہ کی طرف واپس چلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مَعْبَد فوراً ابوسفیان کے پاس گیا اور اسے جا کر کہنے لگا کہ تم کیا کرنے لگے ہو؟ واللہ! مَیں تو ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر کو حمراء الاسد میں چھوڑ کر آیا ہوں اور ایسا بارعب لشکر میں نے کبھی نہیں دیکھا اور احد کی ہزیمت کی ندامت میں ان کو اتنا جوش ہے کہ تمہیں دیکھتے ہی بھسم کر جائیں گے۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں پر مَعْبَد کی ان باتوں سے ایسا رعب پڑا کہ وہ مدینہ کی طرف لَوٹنے کا ارادہ ترک کر کے فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکر قریش کے اس طرح بھاگ نکلنے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؐ نے خدا کا شکر کیا اور فرمایا کہ یہ خدا کا رعب ہے جو اس نے کفار کے دلوں پر مسلط کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے حمراء الاسد میں دو تین دن اَور قیام فرمایا۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 504-505)

غزوۂ بنو مُصْطَلِق۔ غزوۂ بنو مصطلق شعبان پانچ ہجری میں ہوا۔ اسے غزوۂ مُرَیْسِیْع بھی کہتے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ: "قریش کی مخالفت دن بدن زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی جاتی تھی۔ وہ اپنی ریشہ دوانی سے عرب کے بہت سے قبائل کو اسلام اور بانی اسلام کے خلاف کھڑا کر چکے تھے لیکن اب ان کی عداوت نے ایک نیا خطرہ پیدا کر دیا اور وہ یہ کہ حجاز کے وہ قبائل جو مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے تھے اب وہ بھی قریش کی فتنہ انگیزی سے مسلمانوں کے خلاف اٹھنے شروع ہو گئے۔ اس معاملہ میں پہل کرنے والا مشہور قبیلہ بنو خُزَاعَہ تھا جن کی ایک شاخ بنو مصطلق نے مدینہ کے خلاف حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور ان کے رئیس حارث بن اَبِی ضِرَارْ نے اس علاقہ کے دوسرے قبائل میں دورہ کر کے بعض اَور قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مزید احتیاط کے طور پر اپنے ایک صحابی بُرَیْدَہ بن حُصَیْب نامی کو دریافتِ حالات کے لئے "پتہ کرنے کے لیے "بنو مصطلق کی طرف

روانہ فرمایا اور ان کو تاکید فرمائی کہ بہت جلد واپس آ کر حقیقت الامر سے آپ کو اطلاع دیں۔ بُرَیدَہ گئے تو دیکھا کہ واقعی ایک بہت بڑا اجتماع ہے اور نہایت زور شور سے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے فوراً واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور آپؐ نے حسب عادت مسلمانوں کو پیش قدمی کے طور پر دیار بنو مصطلِق کی طرف روانہ ہونے کی تحریک فرمائی اور بہت سے صحابہ آپؐ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے بلکہ ایک بڑا گروہ منافقین کا بھی جو اس سے پہلے اتنی تعداد میں کبھی شامل نہیں ہوئے تھے "وہ بھی" ساتھ ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے ابوذر غِفَارِیؓ یا بعض روایات کی رو سے زید بن حَارِثَہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے اللہ کا نام لیتے ہوئے شعبان 5ھ میں مدینہ سے نکلے۔ فوج میں صرف تیس گھوڑے تھے۔ البتہ اونٹوں کی تعداد کسی قدر زیادہ تھی اور انہی گھوڑوں اور اونٹوں پر مل جل کر مسلمان باری باری سوار ہوتے تھے۔ راستہ میں مسلمانوں کو کفار کا ایک جاسوس مل گیا جسے انہوں نے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا اور آپؐ نے اس تحقیق کے بعد کہ وہ واقعی جاسوس ہے اس سے کفار کے متعلق کچھ حالات وغیرہ دریافت کرنے چاہے مگر اس نے بتانے سے انکار کیا اور چونکہ اس کا رویہ مشتبہ تھا اس لئے مروجہ قانون جنگ کے ماتحت "قانون جنگ جو تھا اس کے ماتحت "حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے بعد لشکر اسلام آگے روانہ ہوا۔ بنو مصطلق کو جب مسلمانوں کی آمد آمد کی اطلاع ہوئی اور یہ خبر بھی پہنچی کہ ان کا جاسوس مارا گیا ہے تو وہ بہت خائف ہوئے کیونکہ اصل منشاء ان کا یہ تھا کہ کسی طرح مدینہ پر اچانک حملہ کرنے کا موقعہ مل جائے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیدار مغزی کی وجہ سے اب ان کو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ پس وہ بہت مرعوب ہو گئے اور دوسرے قبائل جو ان کی مدد کے لئے ان کے ساتھ جمع ہو گئے تھے وہ تو خدائی تصرف کے ماتحت کچھ ایسے خائف ہوئے کہ فوراً ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مگر خود بنو مصطلق کو قریش نے مسلمانوں کی دشمنی کا کچھ ایسا نشہ پلا دیا تھا کہ وہ پھر بھی جنگ کے ارادے سے باز نہ آئے اور پوری تیاری کے ساتھ اسلامی لشکر کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریسیع میں پہنچے جس کے قریب بنو مصطلق کا قیام تھا اور جو ساحل سمندر کے قریب مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" نے ڈیرہ ڈالنے کا حکم دیا اور صف آرائی اور جھنڈوں کی تقسیم **وغیرہ کے بعد آپؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر بنو مصطلق** میں یہ اعلان کریں کہ اگر اب بھی وہ اسلام کی عداوت سے باز آ جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کو تسلیم کر لیں تو ان کو امن دیا جائے گا اور مسلمان واپس لَوٹ جائیں گے۔ مگر انہوں نے سختی کے ساتھ انکار کیا اور جنگ کے واسطے تیار ہو گئے۔ حتیٰ کہ لکھا ہے کہ سب سے پہلا تیر جو اس جنگ میں چلایا گیا وہ انہی کے آدمی نے چلایا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپؐ نے بھی صحابہ کو لڑنے کا حکم دیا۔" جنگ انہوں نے دوسروں نے مخالفین نے، دشمنوں نے شروع کر دی تھی۔ "تھوڑی دیر تک فریقین کے درمیان خوب تیز تیر اندازی ہوئی۔ جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یکلخت دھاوا کر دینے کا حکم

دیا" ایک دم حملہ کر دو۔ "اور اس اچانک دھاوے کے نتیجے میں کفار کے پاؤں اکھڑ گئے مگر مسلمانوں نے ایسی ہوشیاری کے ساتھ ان کا گھیر اڈالا کہ ساری کی ساری قوم محصور ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئی اور صرف دس کفار اور ایک مسلمان کے قتل پر اس جنگ کا جو ایک خطرناک صورت اختیار کر سکتا تھا خاتمہ ہو گیا۔"

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ

"اس موقعہ پر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اسی غزوہ کے متعلق صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر ایسے وقت میں حملہ کیا تھا کہ وہ غفلت کی حالت میں اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے مگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ روایت مورخین کی روایت کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ درحقیقت دو روایتیں دو مختلف وقتوں سے تعلق رکھتی ہیں یعنی واقعہ یوں ہے کہ جب اسلامی لشکر بنو مصطلق کے قریب پہنچا تو اس وقت چونکہ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مسلمان بالکل قریب آ گئے ہیں (گو انہیں اسلامی لشکر کی آمد آمد کی اطلاع ضرور ہو چکی تھی) وہ اطمینان کے ساتھ ایک بے ترتیبی کی حالت میں پڑے تھے اور اسی حالت کی طرف بخاری کی روایت میں بھی اشارہ ہے لیکن جب ان کو مسلمانوں کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی مستقل سابقہ تیاری کے مطابق فوراً صف بند ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور یہ وہ حالت ہے جس کا ذکر مؤرخین نے کیا ہے اور اس اختلاف کی یہی تشریح علامہ ابن حجر اور بعض دوسرے محققین نے کی ہے اور یہی درست معلوم ہوتی ہے۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 557 تا 559)

غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر ایک اَور واقعہ بھی ہوا۔ صحیح مسلم میں اس کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ یعنی غزوہ بنو مصطلق میں تھے کہ مہاجروں میں سے کسی آدمی نے انصار میں سے کسی آدمی کی پیٹھ پر مارا۔ انصاری نے کہا اے انصار! اور مہاجر نے کہا اے مہاجرو! یعنی دونوں نے مدد کے لیے اپنے اپنے لوگوں کو بلایا۔

انصار نے بھی، مہاجروں نے بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ معاملہ پہنچا اور جب آپؐ نے یہ شور سنا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جاہلیت کی آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مہاجروں میں سے ایک آدمی نے انصار میں سے ایک آدمی کی پیٹھ پر مارا ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا اس بات کو چھوڑ دو۔ یہ گندی بات ہے۔ یہ فضول باتیں نہ کیا کرو کہ ذرا ذرا سی بات پہ لڑائی جھگڑے شروع کر دو۔

جب عبداللہ بن اُبَی نے یہ سنا، وہ بھی وہاں ساتھ تھا تو اس نے کہا کہ انہوں نے تو ایسا کر لیا کہ ایک مہاجر نے انصار کی کمر پر مارا، چاہے ایک تھپڑ ہی مارا ہو، دو ہتھڑ ہی مارا ہو لیکن اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ کی طرف لَوٹے تو ضرور معزز ترین شخص (نعوذ باللہ) ذلیل ترین شخص کو وہاں سے باہر نکال دے گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیجیے کہ مَیں اس منافق کی گردن مار دوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو۔ لوگ یہ باتیں نہ کرنے لگیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب نصر الاخ ظالما او مظلوما حدیث 6583)

اس واقعہ کی تفصیل سیرت خاتم النبیین میں بیان ہوئی ہے جو مَیں چھوڑتا ہوں۔ یہ پہلے بیان کر چکا ہوں۔ بہرحال عبداللہ بن اُبَی کی آخری زمانے کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے سیرت ابنِ ہشام میں لکھا ہے کہ اس کے بعد عبداللہ بن اُبی جب کوئی ایسی ویسی بات کہتا اسی کی قوم اس کو سخت سست کہتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کے حالات کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا کہ اے عمرؓ! جس دن تم نے مجھ سے اس کے قتل کرانے کے واسطے کہا تھا، اجازت مانگی تھی کہ مَیں قتل کر دوں اگر مَیں اس کو قتل کرا دیتا تو لوگ ناک منہ چڑھاتے اور یہی لوگ جو ناک منہ چڑھانے والے تھے، اب اگر انہی لوگوں کو مَیں اس کے قتل کا حکم کروں تو وہ خود اس کو قتل کر دیں گے۔ دیکھو صبر کی وجہ سے اور حالات سامنے آنے کی وجہ سے وہی جو اس کے حمایتی تھے آج اس کے خلاف ہو گئے ہیں اور یہ اس کو قتل بھی کر سکتے ہیں۔ **حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مَیں نے جان لیا کہ** بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات برکت کے لحاظ سے میری بات سے بہت عظیم تھی۔

(سیرت ابن هشام صفحه 672 دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2001ء)

رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی کی نماز جنازہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافقین کی نماز جنازہ سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ مَیں ان کے لیے استغفار کروں یا نہ کروں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کی نماز جنازہ پڑھنے کی کلیۃً ممانعت فرما دی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھانی بند کر دی تھی۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد3 صفحه941 عبد الله بن عبد الله انصاری۔ دار الجیل بیروت)

ابو سلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی کہ **حضرت عمر بن خطابؓ غزوۂ خندق کے دن سورج** غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہؐ! مجھے تو عصر کی نماز بھی نہیں ملی یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! مَیں نے بھی نہیں پڑھی۔ اس پر ہم اٹھ کر بُطْحَان کی طرف گئے۔ بطحان بھی مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا اور سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰة باب من صلی بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت حدیث 596)
(معجم البلدان جلد1 صفحه529 دار الکتب العلمیة بیروت)

اس بارے میں یہ بحث چلتی ہے کہ غزوۂ خندق کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے تھے۔ اس بارے میں متفرق روایات ملتی ہیں۔ چنانچہ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ خندق کے دن ان کافروں کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا مجھے عصر کی نماز نہیں ملی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ کہتے تھے اس پر ہم بُطْحَان میں اتر گئے اور انہوں نے سورج غروب ہونے کے بعد نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ یہ بھی بخاری میں ہی روایت ہے۔ یعنی پہلی میں یہ ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے۔

(صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب قضاء الصلوات الاولیٰ فالاولیٰ، حدیث 598)

پھر حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے موقع پر فرمایا: اللہ ان کافروں کے لیے ان کے گھر اور ان کی قبریں آگ سے بھر دے۔ انہوں نے ہمیں مصروف رکھا اور صلوٰۃ وسطیٰ یعنی درمیانی نماز کا موقع نہیں دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق و ھی الاحزاب، حدیث 4111)

حضرت علیؓ کی یہ روایت بھی بخاری کی ہے۔

پھر ابو عبیدہ بن عبداللہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ خندق کے دن مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے روکے رکھا یہاں تک کہ رات کا حصہ جتنا اللہ نے چاہا گزر گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو ارشاد فرمایا تو انہوں نے اذان دی۔

پھر آپؐ نے اقامت کا ارشاد فرمایا اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر اقامت کا ارشاد فرمایا اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کا ارشاد فرمایا اور مغرب کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کا ارشاد فرمایا اور عشاء کی نماز پڑھائی۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 7-6، مسند عبد اللہ بن مسعود حدیث 3555، عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام روایات کو ضعیف قرار دیتے ہوئے صرف ایک روایت کو درست قرار دیا ہے جس میں عصر کی نماز معمول سے تنگ وقت میں پڑھنے کا ذکر ہے۔ چنانچہ جنگ خندق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا کرنے پر پادری فتح مسیح کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "آپ کا یہ شیطانی وسوسہ کہ خندق کھودنے کے وقت چاروں نمازیں قضا کی گئیں اول آپ لوگوں کی علمیت تو یہ ہے کہ قضا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اے نادان قضا نماز ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ "چھوڑنے کو نہیں کہتے۔ "ترک نماز کا نام قضا ہرگز نہیں ہوتا۔ اگر کسی کی نماز ترک ہو جاوے تو اس کا نام فوت ہے "یعنی نماز فوت ہو گئی۔ "اسی لئے ہم نے پانچ ہزار روپے کا اشتہار دیا تھا کہ ایسے بے وقوف بھی اسلام پر اعتراض کرتے ہیں جن کو ابھی تک قضا کے معنی بھی معلوم نہیں۔ جو شخص لفظوں کو بھی اپنے محل پر استعمال نہیں کر سکتا وہ نادان کب یہ لیاقت رکھتا ہے کہ امور دقیقہ پر نکتہ چینی کر سکے۔

باقی رہا یہ کہ خندق کھودنے کے وقت چار نمازیں جمع کی گئیں اس احمقانہ وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین میں حرج نہیں ہے یعنی ایسی سختی نہیں جو انسان کی تباہی کا موجب ہو۔ اس لئے اس نے ضرورتوں کے وقت اور بلاؤں کی حالت میں نمازوں کے جمع کرنے اور قصر کرنے کا حکم دیا ہے مگر اس مقام میں ہماری کسی معتبر حدیث میں چار جمع کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ واقعہ صرف یہ ہوا تھا کہ ایک نماز یعنی صلوٰۃ العصر معمول سے تنگ وقت میں ادا کی گئی۔ اگر آپ اس وقت ہمارے سامنے ہوتے تو ہم آپ کو ذرہ بٹھا کر پوچھتے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ مخالف کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں "کہ کیا یہ متفق علیہ روایت

ہے کہ چار نمازیں فوت ہو گئی تھیں۔ چار نمازیں تو خود شرع کی رو سے جمع ہو سکتی ہیں یعنی ظہر اور عصر۔ اور مغرب اور عشاء۔ ہاں ایک روایت ضعیف میں ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی کر کے پڑھی گئی تھیں لیکن دوسری صحیح حدیثیں اس کو رد کرتی ہیں اور صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ عصر تنگ وقت میں پڑھی گئی تھی۔"

(نور القرآن نمبر 2: روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 389-390)

صلح حدیبیہ کے تعلق میں حضرت عمرؓ کے کردار کے بارے میں جو لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو بلایا تا کہ وہ انہیں مکہ بھیجیں اور وہ اَشرافِ قریش کو بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس لیے تشریف لائے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھ کو قریش سے اپنی جان کا خوف ہے کیونکہ وہ میرے ان سے عداوت کے حال سے واقف ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ مَیں قریش کا کتنا دشمن ہوں۔ مَیں جس قدر ان پر سختی کرتا ہوں اور میری قوم بنو عدی بن کعب میں سے بھی کوئی مکہ میں نہیں ہے جو مجھے بچائے۔ اس لیے انہوں نے کچھ تھوڑا سا انقباض کا اظہار کیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ پسند فرماتے ہیں تو میں ان کے پاس چلا جاتا ہوں تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے مزید عرض کیا کہ میں آپؐ کو ایسا شخص بتاتا ہوں جو قریش کے نزدیک مجھ سے زیادہ معزز ہے یعنی حضرت عثمان بن عفانؓ۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو طلب کیا اور ابوسفیان اور دیگر اَشرافِ قریش کے پاس بھیجا تا کہ عثمانؓ ان کو خبر دیں کہ حضور جنگ کے واسطے نہیں آئے۔ آپؐ صرف زیارتِ کعبہ اور اس کی حرمت کی تعظیم کی خاطر تشریف لائے ہیں۔

(سیرت ابن هشام صفحه685 دارالكتب العلمية بيروت 2001)

(سبل الهدٰى و الرشاد جلد5 صفحه 46 فى غزوة الحديبية دارالكتب العلمية بيروت 1993ء)

اس کی یہ تفصیل حضرت عثمانؓ کے ضمن میں بیان ہو چکی ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ جب صلح حدیبیہ کی شرائط لکھی جا رہی تھیں تو اس دوران "قریش مکہ کے سفیر سُہَیل بن عَمْرو کا لڑکا ابوجَنْدَل بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا اس مجلس میں گرتا پڑتا آ پہنچا۔ اس نوجوان کو اہلِ مکہ نے مسلمان ہونے پر قید کر لیا تھا اور سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے اس قدر قریب تشریف لائے ہوئے ہیں تو وہ کسی طرح اہلِ مکہ کی قید سے چھوٹ کر اپنی بیڑیوں میں جکڑا ہوا گرتا پڑتا حدیبیہ میں پہنچ گیا اور اتفاق سے پہنچا بھی اس وقت جب کہ اس کا باپ معاہدہ کی یہ شرط لکھا رہا تھا کہ ہر شخص جو مکہ والوں میں سے مسلمانوں کی طرف آئے وہ خواہ مسلمان ہی ہو اسے واپس لَوٹا دیا جائے گا۔ ابوجندل نے گرتے پڑتے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے لا ڈالا اور دردناک آواز میں پکار کر کہا کہ 'اے مسلمانو! مجھے محض اسلام کی وجہ سے یہ عذاب دیا جا رہا ہے، خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔' مسلمان اس نظارہ کو دیکھ کر تڑپ اٹھے مگر سہیل بھی اپنی ضد پر اڑ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ یہ پہلا مطالبہ ہے جو میں اس معاہدہ کے مطابق آپ سے کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ابوجندل کو میرے حوالہ کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا 'ابھی تو معاہدہ تکمیل کو نہیں پہنچا'۔ "ابھی تو بات ہو رہی ہے کوئی فائنل تو نہیں ہوا۔" سُہیل نے کہا اگر آپؐ نے ابوجندل کو نہ لَوٹایا تو پھر

اس معاہدہ کی کارروائی ختم سمجھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "معاملہ کو ختم کرنے کے لیے کہ "آؤ آؤ۔ جانے دو اور ہمیں احسان و مروت کے طور پر ہی ابو جندل کو دے دو۔ سُہیل نے کہا نہیں نہیں یہ کبھی نہیں ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا سُہیل! ضد نہ کرو میری یہ بات مان لو۔ سُہیل نے کہا میں یہ بات ہر گز نہیں مان سکتا۔ اس موقع پر ابو جندل نے پھر پکار کر کہا اے مسلمانو! کیا تمہارا ایک مسلمان بھائی اس شدید عذاب کی حالت میں مشرکوں کی طرف واپس لَوٹا دیا جائے گا؟ یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس وقت ابو جندل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپیل نہیں کی بلکہ عامۃ المسلمین سے اپیل کی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ وہ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خواہ کتنا ہی درد ہو آپؐ کسی صورت میں معاہدہ کی کارروائی میں رخنہ نہیں پیدا ہونے دیں گے۔ مگر غالباً عامۃ المسلمین سے وہ یہ توقع رکھتا تھا کہ وہ شاید غیرت میں آکر اس وقت جبکہ ابھی معاہدہ کی شرطیں لکھی جا رہی تھیں کوئی ایسا رستہ نکال لیں جس میں اس کی رہائی کی صورت پیدا ہو جائے مگر مسلمان خواہ کیسے ہی جوش میں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آپؐ نے کچھ وقت خاموش رہ کر ابو جندل سے دردمندانہ الفاظ میں فرمایا۔ اے ابو جندل! صبر سے کام لو اور خدا کی طرف نظر رکھو۔ خدا تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے دوسرے کمزور مسلمانوں کے لیے ضرور خود کوئی رستہ کھول دے گا لیکن ہم اس وقت مجبور ہیں کیونکہ اہلِ مکہ کے ساتھ معاہدہ کی بات ہو چکی ہے اور ہم اس معاہدہ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔

مسلمان یہ نظارہ دیکھ رہے تھے اور مذہبی غیرت سے ان کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سہم کر خاموش تھے۔ **آخر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔** وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور کانپتی ہوئی آواز میں فرمایا: کیا آپؐ خدا کے برحق رسول نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں ہاں ضرور ہوں۔ عمرؓ نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔ عمرؓ نے کہا تو پھر ہم اپنے سچے دین کے معاملہ میں یہ ذلّت کیوں برداشت کریں؟ آپؐ نے حضرت عمرؓ کی حالت کو دیکھ کر مختصر الفاظ میں فرمایا دیکھو عمرؓ! مَیں خدا کا رسول ہوں اور مَیں خدا کے منشاء کو جانتا ہوں اور اس کے خلاف نہیں چل سکتا اور وہی میرا مددگار ہے "یعنی اللہ تعالیٰ ہی میرا مددگار ہے۔" مگر حضرت عمرؓ کی طبیعت کا تلاطم لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جا رہا تھا۔ کہنے لگے کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں مَیں نے ضرور کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ طواف ضرور اسی سال ہو گا؟ عمرؓ نے کہا نہیں ایسا تو نہیں کہا۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر انتظار کرو تم انشاء اللہ ضرور مکہ میں داخل ہو گے اور کعبہ کا طواف کرو گے۔ مگر اس جوش کے عالم میں حضرت عمرؓ کی تسلی نہیں ہوئی لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص رعب تھا اس لئے حضرت عمرؓ وہاں سے ہٹ کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی جوش کی باتیں کیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اسی قسم کے جواب دیئے مگر ساتھ ہی حضرت ابو بکرؓ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا۔ دیکھو عمر سنبھل کر رہو اور رسولِ خدا کی رکاب پر جو ہاتھ تم نے رکھا ہے اسے ڈھیلا نہ ہونے دو کیونکہ خدا کی قسم یہ شخص جس کے ہاتھ میں ہم نے اپنا ہاتھ دیا ہے بہر حال سچا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں اپنے جوش میں یہ ساری باتیں کہہ تو گیا مگر بعد میں مجھے

سخت ندامت ہوئی اور میں توبہ کے رنگ میں اس کمزوری کے اثر کو دھونے کے لئے بہت سے نفلی اعمال بجالایا۔ یعنی صدقے کئے، روزے رکھے، نفلی نمازیں پڑھیں اور غلام آزاد کئے تا کہ میری اس کمزوری کا داغ دھل جائے۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 766 تا 768)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جلسہ پر اپنی خلافت سے پہلے ایک تقریر کی تھی۔ جلسہ پہ تقریر کیا کرتے تھے۔ اُس کا اِس تعلق میں ایک حصہ میں بیان کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ درد و کرب کی وہ چیخ جو سوال بن کر حضرت عمرؓ کے دل سے نکلی دوسرے بہت سے سینوں میں بھی گھٹی ہوئی تھی۔ اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جن جذبات کو عمرؓ نے زبان دی تھی وہ صرف ایک عمرؓ ہی کے جذبات نہیں بلکہ اَوروں کے بھی تھے اور سینکڑوں سینوں میں اسی قسم کے خیالات ہیجان بپا کئے ہوئے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے جو ان کے اظہار کی جرأت کی، یہ ایک ایسی چوک ہو گئی کہ بعد ازاں عمر بھر حضرت عمرؓ اس سے پشیمان رہے۔ بہت روزے رکھے۔ بہت عبادتیں کیں۔ بہت صدقات دیئے اور استغفار کرتے ہوئے سجدہ گاہوں کو تَر کیا لیکن پشیمانی کی پیاس نہ بجھی۔ حدیبیہ کا اضطراب تو عارضی تھا جسے بہت جلد آسمان سے نازل ہونے والی رحمتوں نے طمانیت میں بدل دیا مگر وہ اضطراب جو اس بے صبری کے سوال نے عمرؓ کے دل میں پیدا کیا وہ ایک دائمی اضطراب بن گیا جس نے کبھی آپؓ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ہمیشہ حسرت سے یہی کہتے رہے کہ کاش میں نے آنحضورؐ سے وہ سوال نہ کیا ہوتا۔" کہتے ہیں کہ "بارہا میں یہ سوچتا ہوں کہ بستر مرگ پر آخری سانسوں میں حضرت عمرؓ جب لَا لِیْ وَلَا عَلَیَّ کا ورد کر رہے تھے کہ اے خدا! میں تجھ سے اپنی نیکیوں کا بدلہ نہیں مانگتا تو میری خطائیں معاف کر دے تو سب خطاؤں سے بڑھ کر اس ایک خطا کا تصور آپؓ کو بے چین کئے ہوئے ہو گا جو میدان حدیبیہ میں آپؓ سے سرزد ہوئی۔ صلح نامہ کی تحریر کے دوران صحابہؓ کی بے چینی اور دل شکستگی کا عالم دیکھ کر آنحضورؐ کے دل کی کیفیت کا راز آپؐ کے آسمانی آقا اور بیحد محبت کرنیوالے رفیقِ اعلیٰ کے سوا اَور کوئی نہیں جانتا لیکن ان تین سادہ سے جملوں میں جو عمرؓ کے جواب میں آپؐ کی زبان مبارک سے نکلے آپؐ نے غور کرنے والوں کے لئے بہت کچھ فرما دیا۔"

(خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) صفحہ 428)

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں اور **قریش مکہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا اس پر حضرت عمرؓ کے بھی دستخط تھے۔ اس بارے میں** حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "اس معاہدہ کی دو نقلیں کی گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر اپنے دستخط ثبت کئے۔

مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ ..... عبد الرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو عبیدہؓ تھے۔ معاہدہ کی تکمیل کے بعد سُہَیل بن عمرو معاہدہ کی ایک نقل لے کر مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا اور دوسری نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 769)

صلح حدیبیہ سے واپسی کے بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ "قربانی وغیرہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف واپسی کا حکم دیا۔ اس وقت آپؐ کو حدیبیہ میں آئے کچھ کم بیس یوم

ہو چکے تھے۔ جب آپؐ واپسی سفر میں عُسفَان کے قریب کُرَاعُ الْغَمِیْم میں پہنچے۔ "عُسفَان مکہ سے 103 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور کُرَاعُ الْغَمِیْم، عُسفَان سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے۔" اور یہ رات کا وقت تھا تو اعلان کرا کے صحابہ کو جمع کروایا" آپ نے "اور فرمایا کہ **آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے اور وہ یہ ہے۔**" سورۂ فتح کے بارے میں۔

"اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ....." (الفتح:2-4)۔

سورۂ فتح کی یہ دو سے چار آیتیں ہیں۔ پھر اسی طرح چلتا ہے اور اٹھائیسویں آیت یہ ہے کہ:

"لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ۔" (الفتح:28)

"یعنی اے رسول! ہم نے تجھے ایک عظیم الشان فتح عطا کی ہے تا کہ ہم تیرے لئے ایک ایسے دور کا آغاز کرا دیں جس میں تیری اگلی اور پچھلی سب کمزوریوں پر مغفرت کا پردہ پڑ جائے اور تا خدا اپنی نعمت کو تجھ پر کامل کرے اور تیرے لئے کامیابی کے سیدھے رستے کھول دے اور ضرور خدا تعالیٰ تیری زبردست نصرت فرمائے گا... حق یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول کی اس خواب کو پورا کر دیا جو اس نے رسول کو دکھائی تھی۔ کیونکہ اب تم انشاء اللہ ضرور ضرور امن کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہو گے اور قربانیوں کو خدا کی راہ میں پیش کر کے اپنے سر کے بالوں کو منڈواؤ گے یا کتر واؤ گے اور تم پر کوئی خوف نہیں ہو گا۔ یعنی اگر تم اس سال مکہ میں داخل ہو جاتے تو یہ داخلہ امن کا نہ ہوتا بلکہ جنگ اور خون ریزی کا داخلہ ہوتا مگر خدا نے خواب میں امن کا داخلہ دکھایا تھا۔ اس لئے خدا نے اس سال معاہدہ کے نتیجہ میں امن کی صورت پیدا کر دی ہے اور اب عنقریب تم خدا کی دکھائی ہوئی خواب کے مطابق امن کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب آپؐ نے یہ آیات صحابہ کو سنائیں تو چونکہ بعض صحابہ کے دل میں ابھی تک صلح حدیبیہ کی تلخی باقی تھی وہ **حیران ہوئے کہ ہم تو بظاہر ناکام ہو کر واپس جا رہے ہیں اور خدا ہمیں فتح کی مبارک باد دے رہا ہے** حتی کہ بعض جلد باز صحابہ نے اس قسم کے الفاظ بھی کہے کہ کیا یہ فتح ہے کہ ہم طواف بیت اللہ سے محروم ہو کر واپس جا رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپؐ نے بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ایک مختصر سی تقریر میں جوش کے ساتھ فرمایا: یہ بہت بیہودہ اعتراض ہے کیونکہ غور کیا جائے تو واقعی حدیبیہ کی صلح ہمارے لئے ایک بڑی بھاری فتح ہے۔ قریش جو ہمارے خلاف میدان جنگ میں اترے ہوئے تھے انہوں نے خود جنگ کو ترک کر کے امن کا معاہدہ کر لیا ہے اور آئندہ سال ہمارے لئے مکہ کے دروازے کھول دینے کا وعدہ کیا ہے اور ہم امن و سلامتی کے ساتھ اہل مکہ کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ ہو کر اور آئندہ فتوحات کی خوشخبریاں پاتے ہوئے واپس جا رہے ہیں۔ پس یقیناً یہ ایک عظیم الشان فتح ہے۔ کیا تم لوگ ان نظاروں کو بھول گئے کہ یہی قریش احد اور احزاب کی جنگوں میں کس طرح تمہارے خلاف چڑھائیاں کر کر کے آئے تھے اور یہ زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی تھی اور تمہاری آنکھیں

پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آتے تھے مگر آج یہی قریش تمہارے ساتھ امن و امان کا معاہدہ کر رہے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم سمجھ گئے۔ ہم سمجھ گئے۔ جہاں تک آپؐ کی نظر پہنچی ہے وہاں تک ہماری نظر نہیں پہنچتی مگر اب ہم نے سمجھ لیا ہے کہ واقعی یہ معاہدہ ہمارے لئے ایک بھاری فتح ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تقریر سے پہلے حضرت عمرؓ بھی بڑے پیچ و تاب میں تھے۔ چنانچہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کی واپسی پر جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سفر میں تھے تو اس وقت مَیں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کچھ عرض کرنا چاہا مگر آپؐ خاموش رہے۔ مَیں نے دوبارہ سہ بارہ عرض کیا مگر آپؐ بدستور خاموش رہے۔ مجھے آنحضرتؐ کی اس خاموشی پر بہت غم ہوا اور میں اپنے نفس میں یہ کہتا ہوا کہ عمر تُو تو ہلاک ہو گیا کہ تین دفعہ تُو نے رسول اللہؐ کو مخاطب کیا مگر آپؐ نہیں بولے۔ چنانچہ مَیں مسلمانوں کی جمعیت میں سے سب سے آگے نکل آیا اور اس غم میں پیچ و تاب کھانے لگا کہ کیا بات ہے؟ اور مجھے ڈر پیدا ہوا کہ کہیں میرے بارے میں کوئی قرآنی آیت نازل نہ ہو جائے۔ اتنے میں کسی شخص نے میرا نام لے کر آواز دی کہ عمر بن خطابؓ کو رسول اللہؐ نے یاد فرمایا ہے۔ مَیں نے کہا کہ بس ہو نہ ہو میرے متعلق کوئی قرآنی آیت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ مَیں گھبرایا ہوا جلدی جلدی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کر کے آپؐ کے پہلو میں آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا: مجھ پر اِس وقت ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپؐ نے سورۂ فتح کی آیات تلاوت فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کیا یہ صلح واقعی اسلام کی فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں یقیناً یہ ہماری فتح ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ تسلی پا کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں واپس تشریف لے آئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 770 تا 772)(فرہنگ سیرت صفحہ 200، 243)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے صلح کر لی جس کی وجہ سے صحابہؓ کے اندر اس قدر بے چینی پیدا ہو گئی کہ حضرت عمرؓ جیسا آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم طواف کعبہ کریں گے یا کیا اسلام کے لئے غلبہ مقدر نہیں تھا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! حضرت عمرؓ نے کہا پھر ہم نے دب کر صلح کیوں کر لی؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم طواف کریں گے مگر یہ نہیں تھا کہ اسی سال کریں گے۔"

(خطبات محمود جلد 30 صفحہ 220)

حضرت عمرؓ کا یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی چلتا جائے گا۔ اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کروں گا جن کے جنازے پڑھانے ہیں۔ **اس میں سے پہلا ذکر مکرم ملک محمد یوسف سلیم صاحب کا ہے** جو شعبہ زود نویسی کے انچارج تھے۔ چھیاسی 86 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ انہوں نے 1952ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ ان کے بڑے بھائی نے ان کو ریل میں

ملازمت دلوائی۔ اس وقت وہاں چیف انجنیئر میر حمید اللہ صاحب جو تھے وہ احمدی تھے۔ الفضل وہاں آیا کرتا تھا اور میر حمید اللہ صاحب تبلیغ بھی کرتے تھے۔ الفضل پڑھ کر یہ احمدی ہوئے۔ بہر حال جب ان کے گھر والوں کو پتہ لگا تو انہوں نے بڑا ڈرایا دھمکایا۔ جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں کہ احمدیت چھوڑ دو لیکن انہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور احمدیت کو نہیں چھوڑا۔ آخر جب بہت زیادہ خطرہ بڑھ گیا اور گھر بار جو چھوڑا تو وہ اس طرح تھا کہ ان کی والدہ نے انہیں ایک دن رات کو اپنے بیٹوں سے چھپا کر کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ اور یہاں کبھی نہ آنا ورنہ تمہاری جان کو خطرہ ہے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے عربی میں ماسٹرز کیا اور پھر 1958ء میں جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ 1963ء میں جامعہ سے فارغ ہوئے۔ پھر ملک سیف الرحمٰن صاحب کے ساتھ جو مفتی سلسلہ تھے، افتاء کے دفتر میں ان کی تقرری ہوئی۔ 1967ء میں ان کا تبادلہ زود نویسی کے شعبہ میں ہوا۔ جب مولانا محمد یعقوب طاہر صاحب انچارج زود نویسی کی وفات ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو ان کی جگہ اپنے پاس زود نویسی کے شعبہ میں رکھ لیا۔ 1985ء تک یہ شعبہ زود نویسی کے انچارج رہے۔ زود نویسی کے دفتر میں آپ کے ذمہ خلیفۃ المسیح کے خطبات، خطابات، پروگراموں کی رپورٹس، دورہ جات کی رپورٹس وغیرہ تیار کرنے کا کام تھا۔

1978ء میں کسرِ صلیب کانفرنس جو لندن میں ہوئی تھی اور اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرکت کی تھی اس میں بھی آپ حضورؒ کے ساتھ تھے اور رپورٹ تیار کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوانح فضل عمر کی تیاری میں بھی انہوں نے کافی معاونت کی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کا بڑے احسن رنگ میں ذکر کیا ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1983ء میں آسٹریلیا، فجی اور سنگاپور کا دورہ کیا تو ملک یوسف سلیم صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے اور ہجرت کے بعد خطبات کی آڈیو کیسٹس کی کاپیاں تیار کرنے کا کام انہوں نے بہت احسن رنگ میں کیا اور کیونکہ احتیاط کرنی ہوتی تھی تو خود فیصل آباد جا کے کسی گھر میں یہ آڈیو کیسٹ تیار کرتے تھے اور پھر واپس لے کے آتے تھے۔ کچھ سال فیلڈ میں یہ مربی سلسلہ بھی رہے۔ طاہر فاؤنڈیشن میں خطبات طاہر پر کام کرنے کی ان کو توفیق ملی۔ پرائیویٹ سیکرٹری میں شوریٰ کی کارروائیاں لکھنے کی توفیق ملی۔ بہر حال ریٹائرمنٹ کے بعد ری ایمپلائی ہوتے رہے۔ پھر انہوں نے بیماری کی وجہ سے 2013ء میں رخصت لے لی۔ ان کی دو شادیاں تھیں۔ پہلی شادی سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کے بعد ان کی اہلیہ فوت ہو گئیں۔ پھر دوسری شادی ہوئی جس سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

ان کی بیٹی قدسیہ محمود سردار کہتی ہیں کہ ہمارے ابا نے اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑا اور ہمیں بھی اس کی بہت زیادہ تلقین کی۔ نمازوں کی سختی سے پابندی کرواتے تھے۔ نماز لیٹ پڑھنے پر ناراض ہوتے۔ تہجد میں بہت گریہ وزاری کرتے تھے۔ قرآن کریم کا ایک پارہ روزانہ پڑھتے تھے اور بیماری میں بھی یہی تھا کہ پوچھتے رہتے تھے کہ نماز کا وقت ہوا کہ نہیں۔ بڑی فکر تھی ان کو نماز کی۔ خلافت سے محبت اور اطاعت انہوں نے ہم میں کوٹ کوٹ کر بھری۔ خلافت سے بے حد محبت تھی۔ کہتے تھے کہ اطاعتِ خلافت میں ہی ساری برکتیں ہیں۔ احمدیت کے لیے بڑی مشکلات برداشت کیں۔ رشید طیب صاحب اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری ہیں، کہتے ہیں خلافت ثالثہ کے زمانے میں

ملک محمد یوسف سلیم صاحب شعبہ زود نویسی میں آ گئے۔ اس شعبہ میں لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی اور تقاریر وغیرہ کو ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ جماعتی اخبار الفضل کے لیے رپورٹیں تیار کرتے تھے۔ نہایت ذمہ داری سے اور منظم اور اعلیٰ طریق پر کام کرنے والے تھے۔ ادبی معیار بھی ان کا نہایت اعلیٰ ہوتا تھا۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ ان کو بیرونی قافلوں میں یورپ میں بھی جانے کا موقع ملا۔ بڑی باریک بینی سے اپنا کام کیا کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ کو غور و فکر کے ساتھ محتاط ہو کر لکھتے تھے اور دعا کر کے لکھتے تھے کہ کہیں اصل مفہوم سے کوئی فرق نہ رہ جائے اور جب 2013ء میں انہوں نے ریٹائرمنٹ لی ہے تب بھی شوریٰ کی رپورٹ کی تیاری میں اگر کوئی دقت آ رہی ہو تو پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں جب بھی آپ کو بلایا جاتا فوراً تشریف لے آتے اور ہمیشہ اس بات کا اظہار کرتے کہ میں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں۔

میرے دماغ میں بھی ہمیشہ ان کے بارے میں یہی تصور ہے کہ ایک پُرسکون شخصیت جو اپنے کام میں مگن ہے اور انہوں نے وقف کا بھی حق ادا کیا۔ خاموشی سے سارے کام کرنے والے تھے۔ کوئی مطالبہ نہیں۔ بڑی سادگی سے رہنے والے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا ذکر مکرم شعیب احمد صاحب واقف زندگی کا ہے جو بشیر احمد صاحب کالا افغاناں مرحوم درویش قادیان کے بیٹے تھے۔ 56 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 1987ء میں سلسلہ کی ملازمت اختیار کر لی۔ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف ادارہ جات میں بطور کارکن اور افسر اور ناظر خدمت بجا لاتے رہے۔ انچارج دفتر علیا اور آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ اور ناظر بیت المال خرچ، ناظم وقف جدید مال، افسر جلسہ سالانہ اور صدر خدام الاحمدیہ بھارت کے طور پر انہیں خدمت کی توفیق ملی۔ ان کا عرصہ خدمت تینتیس سال سے زائد ہے۔ عبادت کی طرف ان کی بھی بڑی توجہ تھی۔ نماز تہجد اور نوافل کی ادائیگی میں بڑی باقاعدگی تھی۔ خلافت کی اطاعت کا بھی اعلیٰ معیار تھا۔ ہمیشہ یہ کہتے تھے جو بھی ہدایت آئے فوری تعمیل کرنی ہے۔ قرآن مجید کا گہرا علم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کی کتب کا بھی مطالعہ تھا۔ دینی معلومات بڑی وسیع تھیں۔ ہر موضوع پر تقریر کا ملکہ تھا۔ انتہائی خوش اخلاق اور ملنسار انسان تھے۔ ہر طبقہ کے لوگوں سے پیار اور محبت کرنے والے وجود تھے۔ ضرورتمندوں اور ماتحتوں کا پورا خیال رکھتے تھے۔ قادیان میں ہر شخص ان کی بڑی تعریف کر رہا ہے۔ بلند حوصلہ اور شکر گزار بھی تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے شامل ہیں۔ یہ جلال الدین صاحب نیر صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے داماد تھے۔

رفیق بیگ صاحب ناظر بیت المال آمد قادیان لکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ اٹھارہ سال مجلس خدام الاحمدیہ بھارت اور دفتر جلسہ سالانہ قادیان میں خدمت کا موقع ملا۔ آپ اپنے عملی نمونے سے خدمت کرنے والوں کو اپنے ساتھ لے کر چلتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں بھی رات تین چار بجے تک دفتر میں رہتے اور قیام گاہوں کا جائزہ لیتے۔ کہیں کمی بیشی نظر آتی تو فوراً جا کے اس کی درستگی کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کا کماحقہ

خیال رکھنے کی ہمیشہ ہر کارکن کو تلقین کیا کرتے تھے۔ اگر کسی کارکن سے زیادتی ہو جاتی تو مہمان سے خود معذرت کرتے۔ ان کے بہنوئی نے بھی لکھا ہے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے دنیا میں کبھی کسی سے عداوت نہیں کی۔ وکالت مال تحریک جدید کے ایک انسپکٹر لکھتے ہیں کہ انڈیا کے صوبہ جات کیرالہ، تامل ناڈو میں ان کا پچھتر یوم کا لمبا دورہ تھا۔ اس دوران مَیں بیمار ہو گیا تو میری تیمار داری بھی انہوں نے اس طرح کی جس طرح کوئی والدین کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو، اہلیہ کو صبر و سکون عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر مکرم مقصود احمد صاحب بھٹی مبلغ سلسلہ قادیان کا ہے جو 18 رمئی کو باون سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ مرحوم جماعت احمدیہ چار کوٹ ضلع راجوری صوبہ جموں و کشمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا عرصہ خدمت تیس سال پر مشتمل ہے۔ ان کو امیر زون لکھنؤ اور تقریباً ایک سال مبلغ انچارج سرینگر خدمت کی توفیق ملی۔ 2017ء سے وفات تک فُل ٹائم مرکزی قاضی کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ قضا میں بڑی مستعدی کے ساتھ اور اخلاص کے ساتھ اپنے کام سرانجام دے رہے تھے۔

درجنوں مقدمات کے فیصلے کیے۔ اپنے ذمہ کاموں کی بڑی فکر رہتی تھی۔ بلکہ جب بیمار تھے اور گذشتہ دنوں ہسپتال میں تھے، ان کو بھی کورونا ہو گیا تھا تو ہسپتال میں بھی کاموں کی فکر رہتی تھی۔ بڑے ملنسار، خوش مزاج، دلیر، معاملہ فہم اور مستعد واقف زندگی تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں والدہ اور تین بھائیوں کے علاوہ اہلیہ اور تین بچیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی بچیوں کی بھی حفاظت فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ ہے، ذکر ہے جاوید اقبال صاحب فیصل آباد کا، جو چھیاسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے بیٹے طلحہ جاوید لکھتے ہیں کہ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے پڑدادا بابا چکی را کے ذریعہ سے آئی۔ جن کا نام ان کے پیشہ چکی بنانے اور اس کی مرمت کی وجہ سے مشہور تھا۔ گلیوں میں آوازیں لگا کر اپنا کام کیا کرتے تھے اور اس دوران وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار باآواز بلند گنگناتے رہتے تھے تا کہ تبلیغ کے رستے بھی کھلتے رہیں۔ اللہ کے فضل سے باقاعدہ نمازوں کے علاوہ تہجد گزار تھے، تہجد کا التزام کرنے والے تھے۔ گھر والوں کو بھی باجماعت نماز پڑھنے کی تلقین کرتے بلکہ گھر میں باجماعت نماز کا اہتمام تھا۔

قرآن کریم کی تلاوت باقاعدہ کرتے، ساتھ ترجمہ بھی پڑھتے۔ خطبہ سننے کا خصوصی اہتمام تھا۔ تمام گھر والوں کو ساتھ بٹھاتے اور ایم ٹی اے پر خطبہ سنتے۔ خدمت دین کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ 84ء کے حالات کے بعد جب جماعتی آڈیو کیسٹس کے ذریعہ سے خلیفۂ وقت کا خطبہ جماعتوں میں پہنچایا جاتا تھا تو کیسٹ تھیلے میں ڈال کر سائیکل پر گاؤں گاؤں جا کر پہنچایا کرتے تھے اور جب ایم ٹی اے کا آغاز ہوا تو اپنے گھر میں ڈش لگوایا اور لوگوں کو گھر بلا کے خطبہ سنوایا کرتے تھے۔ ان کے پسماندگان میں والدہ اور اہلیہ امۃ الباسط اور دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرمہ مدیحہ نواز اہلیہ نواز احمد صاحب مربی سلسلہ گھانا کا ہے جو 16/ اپریل کو چھتیس سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ گھانا میں ہی تھیں۔ وہیں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے شوہر مربی صاحب لکھتے ہیں کہ شادی کے سولہ سالوں میں خاکسار نے انہیں بے شمار خوبیوں سے مرصع پایا۔ بے حد حوصلہ مند، صبر کرنے والی، ہمدرد اور جذبۂ ایثار سے سرشار خاتون تھیں۔ بہترین ماں اور باوفا بیوی تھیں۔ گھانا میں جہاں بھی موقع ملتا بچوں کی کلاسیں لیتیں۔ اپنے بچوں کو ساتھ بٹھا کر قرآن پڑھاتیں۔

سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتیں اور کسی کی سخت گوئی کا کبھی جواب نہ دیتیں بلکہ برداشت کرتیں اور خاکسار کو بھی برداشت کرنے کا کہتیں۔ دعا کی تلقین کرتی رہتیں۔ بچوں کی تربیت کے معاملہ میں بھی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنے والی تھیں۔ خلافت سے وابستگی کے لیے اکثر بچوں کے ساتھ خلافت کی برکات کا تذکرہ کرتی تھیں۔ ایک غریب پرور اور نیک خاتون تھیں۔

پسماندگان میں میاں کے علاوہ تین بچے فرات صفی عمر تیرہ سال، فیضیہ عمر آٹھ سال، زہراء عمر ایک سال شامل ہیں۔ سب بچے ماشاء اللہ وقف نو میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں ان کے بچوں کے حق میں قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25/ جون 2021ء جلد 28 شمارہ 51 صفحہ 05 تا 10)

24

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11/جون 2021ء بمطابق 11/احسان 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفوڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے صلح حدیبیہ کا بھی ذکر ہوا تھا۔ اس حوالے سے یہ بھی ذکر آتا ہے کہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جب بنو بکر نے جو قریش کے حلیف تھے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خُزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے ہتھیاروں اور سواریوں سے بنو بکر کی مدد بھی کی اور صلح حدیبیہ کی شرائط کا پاس نہ کیا تو اس وقت ابوسفیان مدینہ میں آیا اور صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید چاہی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا لیکن آپؐ نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

پھر وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا ان سے بات کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں لیکن انہوں نے بھی کہا کہ مَیں ایسا نہیں کروں گا۔ پھر ابوسفیان حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے بات کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا میں رسول اللہؐ کے پاس تیری سفارش کروں؟ خدا کی قسم! اگر میرے پاس ایک تنکا بھی ہو تب بھی مَیں اس کے ساتھ تم لوگوں سے جنگ کروں گا۔

(سیرت ابن هشام صفحه735 دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحه 115 ذکر فتح مکه دار الکتب العلمیة بیروت 2012ء)

فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر علی محمد صلابی نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرُّالظَّهْرَان پہنچے تو ابوسفیان کو اپنے بارے میں فکر ہونے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے اسے مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کر لو۔ حضرت عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے ابوسفیان سے کہا تیرا بُرا ہو۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں موجود ہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان! اس سے بچنے کی کیا ترکیب ہے؟ مَیں نے کہا اللہ کی قسم! اگر وہ تمہیں گرفتار کر لیں تو یقیناً تمہیں قتل کر دیں گے۔ میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاؤ مَیں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتا ہوں اور پھر تمہارے لیے آپؐ سے امان طلب کروں گا۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ میرے پیچھے سوار ہو گیا۔ مَیں جب بھی مسلمانوں کی آگوں میں سے کسی آگ کے پاس سے گزرتا تو وہ پوچھتے یہ کون ہے؟ رات کا وقت تھا، آگیں جلی ہوئی تھیں۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر دیکھتے اور یہ کہ مَیں اس پر سوار ہوں تو وہ کہتے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا آپؐ کے خچر پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب مَیں عمر بن خطابؓ کی آگ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا یہ کون ہے؟ اور وہ میرے پاس کھڑے ہوئے۔ جب انہوں نے ابوسفیان کو دیکھا تو کہا ابوسفیان، اللہ کا دشمن! ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے بغیر کسی عہد وپیمان کے تجھ پر غلبہ عطا فرمایا ہے۔ پھر حضرت عباسؓ کھینچتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یعنی ابوسفیان کو اور حضرت عمرؓ بھی آپؐ کے پاس داخل ہوئے اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نے اس کو پناہ دی ہے۔ جب حضرت عمرؓ اپنی بات پر اصرار کرتے رہے تو مَیں نے کہا اے عمرؓ! ٹھہرو۔ اللہ کی قسم! اگر اس کا تعلق بنو عَدِی سے ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے اور تم جانتے ہو کہ وہ بنو عَبدِ مَنَاف میں سے ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ اے عباسؓ! ٹھہرو۔ اللہ کی قسم! جب تم نے اسلام قبول کیا تھا تو مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اگر میرا باپ خطاب بھی ایمان لاتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی اور مَیں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا ایمان لانا خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا۔ اگر وہ اسلام قبول کرتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عباسؓ! ابوسفیان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور صبح لے کر آنا۔

(عمر بن خطابؓ از علی محمد محمد الصلابی صفحہ 51 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)

بہرحال حضرت عمرؓ کا اور حضرت عباسؓ کا یہ مکالمہ ہوتا رہا اور آخر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو یہی کہا کہ اس کو لے جاؤ۔ پناہ میں دے دیا ہے تو لے جاؤ۔ کچھ نہیں کہنا اس کو۔

ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ شعبان سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ایک سریہ میں تیس آدمیوں کے ساتھ تُرَبَہ میں قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ کی طرف روانہ فرمایا۔ تُرَبَہ مکہ سے دو دن کی مسافت پر ایک وادی ہے جہاں بنو ہوازن آباد تھے۔ جب دو دن کی مسافت وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے۔ دو دن کے حوالے سے میری مراد یہ ہے کہ جب دنوں کے حوالے سے کہیں بھی حوالہ آئے، بات ہو۔ تو یہ پرانے زمانے کی سواریاں گھوڑے یا اونٹ تھے ان کے حوالے سے ذکر ہوتا ہے۔ بُرَیْدَہ اسلَمِی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **اہل خیبر کے میدان میں اترے تو آپؐ نے جھنڈا حضرت عمر بن خطابؓ کو دیا۔**

(طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 206 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 75 زیر لفظ تربہ زوار اکیڈمی کراچی 2003)

کتبِ سیرت میں لکھا ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ غزوۂ خیبر میں پرچم کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے قبل صرف جھنڈے ہوتے تھے۔ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ بُریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے میدان میں اترے تو آپؐ نے جھنڈا حضرت عمر بن خطابؓ کو دیا۔ آگے اس کی کتبِ سیرت میں سے وضاحت ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ غزوۂ خیبر میں پرچم کا ذکر ملتا ہے، جھنڈے یعنی بڑے پرچم کا اس سے قبل صرف چھوٹے جھنڈے ہوتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سیاہ رنگ کا تھا جو ام المومنین حضرت عائشہؓ کی چادر سے بنایا

گیا تھا۔ اس کا نام عُقَاب تھا اور آپؐ کا ایک جھنڈا سفید رنگ کا تھا جو آپؐ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا۔ ایک جھنڈے کا پہلے ذکر ہوا ہے جو سیاہ رنگ کا تھا جو امّ المومنینؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔ پھر دوسرے جھنڈے کا ذکر ہے جو سفید رنگ کا تھا یہ حضرت علیؓ کو آپؐ نے عطا فرمایا۔ ایک پرچم آپؐ نے حضرت حُبَاب بن مُنذِرؓ کو اور ایک حضرت سعد بن عُبادہؓ کو عطا فرمایا۔ نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ کو دردِ شقیقہ ہو گیا اور آپ باہر تشریف نہ لا سکے۔ اس موقع پر پہلے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنا پرچم عطا فرمایا پھر وہی پرچم حضرت عمرؓ کو عطا فرمایا۔ اس روز شدید لڑائی ہوئی تاہم مسلمان قلعہ فتح نہ کر سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اگلے روز وہ پرچم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا جن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

(ماخوذ از سبل الھدٰی والرشاد جلد 5صفحہ120، 124، 125 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مَیں نے ابنِ شہاب زُہری سے دریافت کیا کہ **حضورؐ نے خیبر کی کھجوروں کے باغات کس شرط پر یہودیوں کو عطا کیے تھے؟** زُہری نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کے بعد خیبر پر فتح حاصل کی تھی اور خیبر مالِ فَے میں سے تھا جو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اس کا پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا اور اسے آپؐ نے مسلمانوں میں تقسیم فرمایا اور یہود میں سے جو لوگ لڑائی کے بعد جلاوطنی پر آمادہ ہوتے ہوئے اپنے قلعوں سے نیچے اترے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور بلا کر فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ اموال تمہارے سپرد کیے جا سکتے ہیں اس شرط پر کہ تم ان میں کام کرو اور اس کا پھل ہمارے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو گا۔ اس جائیداد کا بٹائی پر کام ہو جائے گا اگر تم چاہو تو یہاں رہنا۔ اور میں تم لوگوں کو ٹھہراؤں گا جہاں اللہ تم لوگوں کو ٹھہرائے گا تو یہود نے قبول کر لیا۔ یہود ان میں کام کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رَوَاحہؓ کو بھیجا کرتے تھے کہ وہ ان باغات کے پھل تقسیم کرتے اور یہود کے لیے پھلوں کا اندازہ کرنے میں عدل سے کام لیا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ اچھا والا پھل اپنے لیے رکھ لیا بلکہ انصاف سے تقسیم ہوتی تھی۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دے دی تو حضرت ابو بکرؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی طرح یہود سے معاملہ رکھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت کے ابتدا میں یہی معاملہ رکھا پھر حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بیماری میں آپؐ کی وفات ہوئی تھی اس میں فرمایا تھا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین اکٹھے نہ رہیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی تحقیق کی اور جب یہ بات ثابت ہو گئی۔ تب انہوں نے خیبر کے یہود کو لکھا کہ اللہ عزوجل نے تمہاری جلاوطنی کے بارے میں حکم دیا ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین اکٹھے نہ رہیں گے۔ پس یہود میں سے جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہے تو وہ اسے لے کر میرے پاس آئے تا کہ مَیں اس کے لیے اسے نافذ کر دوں اور جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد

نہیں وہ جلاوطنی کے لیے تیاری کر لے۔ اگر کسی نے کوئی عہد لیا ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنے کا کوئی وعدہ کیا تھا تو ٹھیک ہے اس کو مَیں پورا کروں گا لیکن اگر کوئی نہیں تو پھر تمہیں یہ جگہ چھوڑنی ہو گی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہیں جلاوطن کر دیا جن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد نہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ خیبر میں اپنا مال دیکھنے گئے اور وہاں پہنچ کر ہم الگ الگ اپنے اموال کے پاس گئے۔ رات کے وقت مجھ پر حملہ کیا گیا جبکہ مَیں اپنے بستر میں سو رہا تھا۔ میرے بازوؤں کے جوڑ کہنیوں سے اتر گئے۔ جب صبح ہوئی تو میرے دونوں ساتھی چیختے ہوئے میرے پاس آئے اور دونوں نے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ مَیں نے کہا مَیں نہیں جانتا۔

وہ کہتے ہیں ان دونوں نے میرے بازو درست کیے پھر مجھے لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ یہودیوں کا فعل ہے۔ پھر وہ یعنی حضرت عمرؓ لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے اس شرط پر معاملہ کیا تھا کہ جب ہم چاہیں گے ان کو نکال دیں گے۔ اب یہود نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر حملہ کیا اور اس کے بازوؤں کے جوڑ نکال دیے جیسا کہ تم تک یہ بات پہنچ چکی ہے۔ اس سے پہلے انصاری پر بھی ان لوگوں نے حملہ کیا تھا۔ ہم کو اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ وہ ان کے ہی ساتھی ہیں۔ وہاں ان کے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے۔

پس جس کا خیبر میں کوئی مال ہے تو وہ اسے سنبھال لے کیونکہ میں یہود کو نکالنے والا ہوں اور آپؓ نے انہیں نکال دیا۔ عبداللہ بن مُکَنَّفْ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے یہود کو خیبر سے نکالا تو خود انصار اور مہاجرین کے ساتھ سوار ہوئے اور حضرت جَبَّار بن صَخْرؓ اور حضرت یزید بن ثابتؓ بھی ان کے ساتھ نکلے۔ حضرت جبارؓ اہلِ مدینہ کے لیے پھلوں کا اندازہ لگانے والے اور ان کے محاسب تھے۔ ان دونوں نے خیبر کو اس کے اہل کے درمیان اسی تقسیم کے موافق تقسیم کیا جو پہلے سے تھی۔

(سیرت ابن هشام صفحہ710 دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

حضرت حاطبؓ کے حوالے سے ایک عورت کو خط دے کر مکہ روانہ کرنے کا یہ واقعہ ملتا ہے کہ انہوں نے جب خط دے کر خفیہ طور پر مکہ کے مشرکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارادے کے بارے میں خبر بھیجی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ہوئی اور حضرت علیؓ کو آپؐ نے بھیجا اور وہ عورت راستے میں پکڑی گئی۔

اس کے بعد جب حاطب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے اپنا عذر پیش کیا اور اپنے ایمان کے بارے میں بتایا کہ ایمان میں میرے کوئی لغزش نہیں ہے بلکہ میرا کامل ایمان ہے۔ حضرت حاطبؓ نے اس کی یقین دہانی کرائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلیم فرمایا لیکن حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے اس منافق کی گردن اڑانے دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا دیکھو وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہے اور تمہیں کیا علم کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جھانک کر دیکھا جو بدر میں شریک ہوئے اور فرمایا جو چاہو کرو مَیں نے تمہارے گناہوں سے پردہ پوشی کر

کے تم سے درگذر کر دیا ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ الفتح حدیث 4274)

ایک اَور واقعہ ہے جس کا حضرت عمرؓ سے براہ راست تو تعلق نہیں ہے لیکن ضمناً حضرت عمرؓ کا ذکر آتا ہے اس لیے بیان کرتا ہوں۔ حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ جب حنین کا واقعہ ہوا تو مَیں نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مشرک شخص سے لڑ رہا ہے اور ایک اَور مشرک ہے جو دھوکا دے کر چپکے سے اس کے پیچھے سے اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے کہ اس کو مار ڈالے۔ یہ دیکھ کر مَیں اس شخص کی طرف جلدی سے لپکا جو ایک مسلمان پر اس طرح دھوکے سے جھپٹنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا اور مَیں نے اس کے ہاتھ پر وار کر کے اس کو کاٹ ڈالا۔ اس کے بعد اس نے مجھے پکڑ لیا اور اس زور سے مجھے بھینچا کہ مَیں بے بس ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا وہ ڈھیلا پڑ گیا اور مَیں نے اس کو دھکا دیا اور اس کو مار ڈالا۔ ادھر یہ حال ہوا کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مَیں بھی ان کے ساتھ بھاگ گیا۔ پھر مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا لوگوں کو کیا ہوا کہ بھاگ کھڑے ہوئے؟ انہوں نے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ کا منشا۔ پھر لوگ لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مقتول کے متعلق یہ ثبوت پیش کر دے کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے تو اس مقتول کا سامان اس کے قاتل کا ہو گا۔ مَیں اٹھا کہ اپنے مقتول کے متعلق کوئی شہادت ڈھونڈوں مگر کسی کو نہ دیکھا جو میری شہادت دیتا اور مَیں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا اور مَیں نے اس مقتول کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اس مقتول کے ہتھیار جس کا یہ ذکر کرتے ہیں میرے پاس ہیں۔ آپ ان ہتھیاروں کی بجائے ان کو کچھ دے دلا کر راضی کر دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک معمولی سے شخص کو تو سامان دلا دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑ رہا ہو۔ حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپؐ نے مجھے وہ سامان دلا دیا۔ مَیں نے اس سے کھجوروں کا ایک چھوٹا سا باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں بطور جائیداد پیدا کیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین حدیث 4322)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم حنین سے لوٹے تو حضرت عمرؓ نے **نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نذر کے بارے میں پوچھا جو انہوں** نے جاہلیت میں مانی ہوئی تھی یعنی اعتکاف بیٹھنے کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نذر پوری کرنے کا ارشاد فرمایا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین حدیث 4320)

کہ چاہے وہ جاہلیت کے زمانے کی تھی اسے پورا کرو۔ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ اسلامی تعلیم کے اندر رہتے ہوئے جو بھی شرط ہو سکتی ہے اسے پورا کرنا ضروری ہے۔

غزوۂ تبوک میں حضرت عمرؓ کا کیا کردار تھا۔ اس کے بارے میں کیا ذکر ملتا ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چندے کی ایک خاص تحریک ہوئی تو اس کے متعلق حضرت عمرؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کریں۔ اس وقت میرے پاس مال تھا۔ مَیں نے کہا اگر مَیں کسی دن حضرت ابو بکرؓ سے سبقت لے جاسکا تو آج لے جاؤں گا تو مَیں اپنا نصف مال لایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اہل کے لیے کیا باقی چھوڑ آئے ہو؟ مَیں نے کہا جتنا لے کے آیا ہوں اتنا ہی چھوڑ کے آیا ہوں۔ اور حضرت ابو بکرؓ سب کچھ جو اُن کے پاس تھا لے آئے۔ مَیں تو نصف لے آیا اور حضرت ابو بکرؓ جو کچھ تھا لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی پوچھا۔ اپنے اہل کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا مَیں ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ **حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے سوچا کہ مَیں آپؓ سے کسی چیز میں کبھی سبقت نہیں لے جاسکوں گا۔**

(سنن ابو داؤد کتاب الزکاۃ باب الرخصة فی ذٰلك حدیث1678)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک جہاد کے موقع کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ مجھے خیال آیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مجھ سے بڑھ جاتے ہیں۔ آج مَیں ان سے بڑھوں گا۔ یہ خیال کر کے مَیں گھر گیا اور اپنے مال میں سے آدھا مال نکال کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے لے آیا۔ وہ زمانہ اسلام کے لئے انتہائی مصیبت کا دور تھا لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ابو بکرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے سخت شرمندگی ہوئی اور مَیں نے سمجھا کہ آج مَیں نے سارا زور لگا کر ابو بکرؓ سے بڑھنا چاہا تھا مگر آج بھی مجھ سے ابو بکرؓ بڑھ گئے۔"

(فضائل القرآن(3)، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 577)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکری کی طرح نثار کرتے تھے مالوں کا تو کیا ذکر۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کُل گھر بار نثار کیا۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ نہیں ہے ایک سے زیادہ دفعہ "حتی کہ سوئی تک کو بھی اپنے گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے اپنی بساط و انشراح کے موافق اور عثمانؓ نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق۔ عَلٰی هٰذَا الْقِيَاسِ عَلٰى قَدْرِ مَرَاتِب۔ تمام صحابہؓ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دین الٰہی پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔" پھر آگے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جماعت کے بارے میں بات فرماتے ہیں کہ "ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد و امداد کے موقعہ پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں۔ بھلا ایسی محبتِ دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے؟ اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع

رساں ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93)

جب تک تم اپنی عزیز ترین اشیاء اللہ جل شانہ کی راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 40 حاشیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا، آپؐ کی وفات ہوئی تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا ردّ عمل تھا؟ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا اور گھر میں کچھ مرد تھے جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آؤ مَیں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے آخری دنوں کی بات ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا جو ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہیں اور تمہارے پاس قرآن بھی ہے۔ تمہارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے اختلاف کیا اور تکرار کی۔ بحث شروع ہو گئی۔

اس پر ان میں سے بعض کہتے تھے کہ کاغذ قلم قریب لے آؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے اور ان میں سے بعض وہ بات کہہ رہے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دو۔ پھر جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت باتیں کیں یعنی بحث شروع ہو گئی اور اختلاف کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلے جاؤ یہاں سے۔

(صحیح مسلم کتاب الوصیت باب الوصیة لمن لیس له شیء یوصی فیه حدیث 4234)

یہ مسلم کی روایت ہے۔ اس کی کچھ تفصیل بخاری میں بھی ہے۔ وہاں عبید اللہ بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپؐ کی بیماری نے سخت حملہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس کوئی لکھنے کا سامان لاؤ تا مَیں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم بھولو نہیں۔ حضرت عمرؓ نے ارد گرد لوگوں کو کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت بیماری نے غلبہ کیا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے یعنی قرآن کریم ہے جو ہمارے لیے کافی ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ اس پر انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور شور بہت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میرے پاس جھگڑنا نہیں چاہیے۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ باہر چلے گئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ بڑا نقصان سارے کا سارا یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے سے روک دیا۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب کتاب العلم حدیث 114)

اس کی تشریح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے جو لکھا ہے۔ اس کا کچھ حصہ بیان کرتا ہوں کہ "لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ" یہ الفاظ جو حدیث میں ہیں"..... یہ امر واضح کر دیا ہے کہ آخری وقت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی فکر رہی۔

لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ۔

کہ کہیں تم بھول نہ جاؤ۔ تحریر لکھ دوں۔ ضلال کے معنی بھولنا" بھی ہوتے ہیں "بھول کر راہ سے بے راہ ہو جانا" بھی ہیں۔ "... غَلَبَهُ الْوَجَعُ۔ یعنی آپؐ کو بیماری نے نڈھال کر دیا ہے کہیں تکلیف بڑھ نہ جائے۔ "عمرؓ نے جو بات کی تھی یہ اس کے الفاظ ہیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اور آپؐ کے فوت ہو جانے کا تو وہم بھی حضرت عمرؓ کو نہیں تھا۔

عِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا۔

حضرت عمرؓ نے "جب یہ کہا تھا تو" یہ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:39)"

یہ سورت انعام میں ہے اور پھر: "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل:90)

یعنی یہ کتاب ہر بات کو واضح کر کے بیان کرتی ہے۔ ہم نے اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ "پھر لکھتے ہیں کہ

"لَا يَنْبَغِيْ عِنْدِيْ التَّنَازُعُ۔

یعنی بعض لوگ جن کے جذبات حضرت عمرؓ کی طرح رقیق تھے انہوں نے کہا کہ ایسے وقت میں تکلیف نہیں دینی چاہئے اور بعض نے کہا کہ حکم کی تعمیل کرنی چاہئے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تو لے آؤ قلم دوات۔ "مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چلے جانے کا حکم دیا" جب آپس میں بحث شروع ہو گئی "اور فرمایا کہ میرے پاس شور نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو کتاب اللہ کی عزت کا اس حالتِ بیقراری میں بھی اس قدر پاس تھا کہ حضرت عمرؓ کی بات سننے کے بعد کاغذ، قلم، دوات منگوانے کا ارادہ نہیں فرمایا جیسا کہ بخاری کی دوسری روایتوں سے معلوم ہو گا کہ آپؐ اس واقعہ کے بعد بھی چند روز زندہ رہے اور اس دن کچھ اَور وصیتیں بھی کی ہیں مگر اس خیال کا اعادہ نہیں فرمایا" یعنی اس بات کو دوبارہ نہیں فرمایا" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن احکام کے لکھوانے کی ضرورت سمجھی تھی وہ کتاب اللہ میں موجود تھے۔

گویا کہ قرآن مجید سے چمٹے رہنے کی تاکید فرمانا چاہتے تھے اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور خاموش ہو رہے۔ **یہ وہ ادب ہے جس کی پروانام نہاد علماء کو نہیں ہوتی۔** "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم کا یہ ادب تھا جس کی پروانام نہاد علماء کو نہیں ہوتی۔ شاہ صاحب آگے لکھتے ہیں۔ "ایک رائے کا جو اظہار کر بیٹھیں تو پھر وہ اسے وحی الٰہی کی طرح سمجھتے ہیں۔ "پھر لکھتے ہیں کہ "ہمیں اس پاکیزہ نمونہ کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے "جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ نمونہ تھا۔ "کتاب اللہ کے سامنے سب دوسری باتیں کالعدم ہیں۔"

(صحیح البخاری کتاب العلم باب کتاب العلم حدیث 114 مترجم از سید زین العابدین ولی اللہ شاہ جلد 1 صفحہ 190 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

عروہ بن زبیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ اس وقت سُنْح میں تھے۔ سُنْح بھی مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے۔ اسماعیل نے کہا یعنی مضافات میں تھے۔ جب وفات کی خبر سنی تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ تو باہر مضافات میں گئے ہوئے تھے لیکن جب وفات کی خبر ہوئی تو یہ خبر سن کر **حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے**

لگے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے بخدا! میرے دل میں یہی بات آئی تھی۔ اور انہوں نے کہا یعنی حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ آپؐ کو ضرور ضرور اٹھائے گا تا بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آ گئے۔ حضرت عمرؓ یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آ گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا۔ آپؐ کو بوسہ دیا۔ کہنے لگے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی پاک و صاف ہیں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپؐ کو کبھی دو موتیں نہیں چکھائے گا۔

یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ باہر چلے گئے یعنی لوگوں کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ اے قسم کھانے والے ٹھہر جا۔ یعنی حضرت عمرؓ کو مخاطب کیا اور فرمایا قسم کھانے والے ٹھہر جا۔ جب حضرت ابو بکرؓ بولنے لگے تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ:

اَلَا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَإِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ۔

کہ دیکھو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یقیناً فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کو پوجتا تھا تو اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (الزمر:31)

کہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ۔ (آل عمران:145)

کہ محمد صرف اللہ کے رسول ہیں۔ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں تو پھر کیا اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ سلیمان کہتے تھے یہ سن کر لوگ اتنے روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3667، 3668)
(فرہنگ سیرت صفحہ 157 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز اردو بازار کراچی 2003ء)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوا کہ گویا لوگ اس وقت تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے وہ آیت پڑھی جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل کی تھی۔ گویا تمام لوگوں نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ پھر لوگوں میں سے جس آدمی کو بھی مَیں نے سنا یہی آیت پڑھ رہا تھا۔ زُہری کہتے تھے سعید بن مُسَیَّبؒ نے مجھے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! جونہی کہ مَیں نے ابو بکر کو یہ آیت پڑھتے سنا مَیں اس قدر گھبرایا کہ دہشت کے

مارے میرے پاؤں مجھے سنبھال نہ سکے اور مَیں زمین پر گر گیا۔ جب مَیں نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ آیت پڑھتے سنا تو مَیں نے جان لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاته حدیث 4454)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں۔ عربی کے الفاظ بھی حدیث میں آپؑ نے quote فرمائے ہیں تو اس کے بجائے مَیں ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔ الفاظ تو جب چھپے گا اس میں آ جائیں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

صحیح بخاری میں جو اَصَحُّ الکتب کہلاتی ہے مندرجہ ذیل عبارت ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَ عُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ يَا عُمَرُ فَاَبٰى عُمَرُ اَنْ يَجْلِسَ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ اَمَّا بَعْدُ مَنْ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ قَالَ اللّٰهُ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اِلَى الشَّاكِرِيْنَ۔ وَقَالَ وَاللّٰهِ كَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا اَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ اِلَّا يَتْلُوْهَا اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتّٰى مَا يُقِلُّنِي رِجْلَايَ وَحَتّٰى اَهْوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ حَتّٰى سَمِعْتُهُ تَلَاهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ۔

یعنی۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ابو بکرؓ نکلا (یعنی بروز وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور عمرؓ لوگوں سے کچھ باتیں کر رہا تھا (یعنی کہہ رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔) پس ابو بکرؓ نے کہا کہ اے عمرؓ! بیٹھ جا۔ مگر عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ پس لوگ ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ پس ابو بکرؓ نے کہا کہ بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہے اس کو معلوم ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے اور جو شخص تم میں سے خدا کی پرستش کرتا ہے تو خدا زندہ ہے جو نہیں مرے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ محمدؐ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے تمام رسول اس دنیا سے گذر چکے ہیں یعنی مر چکے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ نے اَلشَّاکِرِیْن تک یہ آیت پڑھ کر سنائی۔" پھر آپ لکھتے ہیں کہ "کہا راوی نے پس بخدا گویا لوگ اس سے بے خبر تھے کہ یہ آیت بھی خدا نے نازل کی ہے اور ابو بکرؓ کے پڑھنے سے ان کو پتہ لگا۔

پس اس آیت کو تمام صحابہؓ نے ابو بکرؓ سے سیکھ لیا اور کوئی بھی صحابی یا غیر صحابی باقی نہ رہا جو اِس آیت کو پڑھتا نہ تھا اور عمرؓ نے کہا کہ بخدا میں نے یہ آیت ابو بکرؓ سے ہی سنی جب اس نے پڑھی۔ پس میں اس کے سننے سے ایسا بے حواس اور زخمی ہو گیا ہوں کہ میرے پیر مجھے اٹھا نہیں سکتے اور میں اس وقت سے زمین پر گرا جاتا ہوں جب سے کہ میں نے یہ آیت پڑھتے سنا اور یہ کلمہ کہتے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اور اس جگہ قَسْطَلَانِی شرح بخاری کی یہ عبارت ہے۔

وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ يَقُوْلُ لَهُمْ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا يَمُوْتُ حَتّٰى يَقْتُلَ

الْمُنَافِقِيْنَ۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور جب تک منافقوں کو قتل نہ کرلیں فوت نہیں ہوں گے۔" پھر آپؓ فرماتے ہیں "اور مِلَل وَ نَحل شہرستانی میں اس قصہ کے متعلق یہ عبارت ہے۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْ قَالَ اَنَّ مُحَمَّدًا مَاتَ فَقَتَلْتُهٗ بِسَيْفِيْ هٰذَا۔ وَاِنَّمَا رُفِعَ اِلَى السَّمَآءِ كَمَارُفِعَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ بْنُ قُحَافَةَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اِلٰهَ مُحَمَّدٍ فَاِنَّهٗ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ وَقَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ(آل عمران:145)فَرَجَعَ الْقَوْمُ اِلٰى قَوْلِهٖ۔

"اس کا"..... ترجمہ یہ ہے کہ عمر خطاب کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو میں اپنی اِسی تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا بلکہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریم اٹھائے گئے اور ابو بکرؓ نے کہا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے تو وہ تو ضرور فوت ہوگئے ہیں اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے۔ نہیں مرے گا یعنی ایک خدا ہی میں یہ صفت ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور باقی تمام نوع انسان و حیوان پہلے اس سے مر جاتے ہیں کہ ان کی نسبت خلود کا گمان ہو۔ "ہمیشہ رہنے کا گمان بھی ہو۔ وہ اس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔" اور پھر حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اور سب رسول دنیا سے گذر گئے۔ کیا اگر وہ فوت ہوگئے یا قتل کئے گئے تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ تب لوگوں نے اس آیت کو سن کر اپنے خیالات سے رجوع کر لیا۔ اب سوچو کہ حضرت ابو بکرؓ کا اگر قرآن سے یہ استدلال نہیں تھا کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں اور نیز اگر یہ استدلال صریح اور قَطْعِيَّةُ الدَّلَالَتْ نہیں تھا تو وہ صحابہ جو بقول آپ کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے۔ "یعنی وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دلیل دے رہے ہیں اور بتانے والے کو بتا رہے ہیں کہ صحابہؓ جو بقول آپ کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے،" محض ظنی اور شکی امر پر کیونکر قائل ہوگئے اور کیوں یہ حجت پیش نہ کی کہ یا حضرت! یہ آپ کی دلیل ناتمام ہے اور کوئی نص قطعیۃ الدلالت آپ کے ہاتھ میں نہیں۔

کیا آپ اب تک اِس سے بے خبر ہیں کہ قرآن ہی آیت رَافِعُكَ اِلَيَّ میں حضرت مسیح کا بِجِسْمِهِ الْعُنْصُرِی آسمان پر جانا بیان فرماتا ہے۔ کیا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بھی آپ نے نہیں سنا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جانا آپ کے نزدیک کیوں مُسْتَبْعَدْ ہے بلکہ صحابہ نے جو مذاقِ قرآن سے واقف تھے آیت کو سن کر اور لفظ خَلَتْ کی تشریح فقرہ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ میں پاکر فی الفور اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا۔ ہاں ان کے دل آنحضرتؐ کی موت کی وجہ سے سخت غمناک اور چُور ہوگئے اور ان کی جان گھٹ گئی اور **حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس آیت کے سننے کے بعد میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ میرے جسم کو میرے پیر** اٹھا نہیں سکتے اور مَیں زمین پر گرا جاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیسے سعید اور وَقَّافٌ عِنْدَ الْقُرآن تھے کہ جب آیت میں غور کر کے سمجھ آگیا کہ تمام گذشتہ نبی

فوت ہو چکے ہیں تب بجز اس کے کہ رونا شروع کر دیا اور غم سے بھر گئے اور کچھ نہ کہا۔"
(تحفہ غزنویہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 579 تا 583)

پھر ایک اَور موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کلمہ منہ پر لائے گا کہ وہ مر گئے ہیں تو مَیں اس کو اپنی اسی تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنے کسی خیال کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر بہت غلو ہو گیا تھا اور وہ اس کلمہ کو جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مر گئے، کلمہ کفر اور ارتداد سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ ہزار ہا نیک اجر حضرت ابو بکر کو بخشے کہ جلد تر انہوں نے اس فتنہ کو فرو کر دیا اور نص صریح کو پیش کر کے بتلا دیا کہ گذشتہ تمام نبی مر گئے ہیں۔ اور جیسا کہ انہوں نے مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی وغیرہ کو قتل کیا۔ درحقیقت اس تصریح سے بھی بہت سے فیج اعوج کے کذّابوں کو تمام صحابہ کے اجتماع سے قتل کر دیا۔" یعنی جس طرح وہ جھوٹا قتل کیا اسی طرح یہ جو ایک نظریہ تھا اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ "گویا چار کذاب نہیں بلکہ پانچ کذاب مارے۔" پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "یا الٰہی ان کی جان پر کروڑہا رحمتیں نازل کر۔ آمین۔ اگر اِس جگہ خَلَتْ کے یہ معنے کئے جائیں کہ بعض نبی زندہ آسمان پر جا بیٹھے ہیں تب تو اِس صورت میں حضرت عمرؓ حق بجانب ٹھہرتے ہیں اور یہ آیت ان کو مضر نہیں بلکہ ان کی مؤید ٹھہرتی ہے۔ لیکن اس آیت کا اگلا فقرہ جو بطور تشریح ہے یعنی اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ (اٰل عمران:145) جس پر حضرت ابو بکرؓ کی نظر جا پڑی ظاہر کر رہا ہے کہ اس آیت کے یہ معنے لینا کہ تمام نبی گذر گئے گو مر کر گذر گئے یا زندہ ہی گذر گئے یہ دجل اور تحریف اور خدا کی منشاء کے برخلاف ایک عظیم افترا ہے اور ایسے افترا عمداً کرنے والے جو عدالت کے دن سے نہیں ڈرتے اور خدا کی اپنی تشریح کے برخلاف الٹے معنے کرتے ہیں وہ بلاشبہ ابدی لعنت کے نیچے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک اِس آیت کا علم نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ بھی اسی غلط خیال میں مبتلا تھے اور اس سہو و نسیان میں گرفتار تھے جو مقتضائے بشریت ہے اور ان کے دل میں تھا کہ بعض نبی اب تک زندہ ہیں اور پھر دنیا میں آئیں گے۔ پھر کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مانند نہ ہوں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے تمام آیت پڑھ کر اور اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ سنا کر دلوں میں بٹھا دیا کہ خَلَتْ کے معنے دو قسم میں ہی محصور ہیں۔ 1۔ حَتْفِ اَنف سے مرنا یعنی طبعی موت "مرنا اور "2۔ مارے جانا۔ تب مخالفوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور تمام صحابہ اِس کلمہ پر متفق ہو گئے کہ گذشتہ نبی سب مر گئے ہیں اور فقرہ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ کا بڑا ہی اثر پڑا اور سب نے اپنے مخالفانہ خیالات سے رجوع کر لیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔"
(تحفہ غزنویہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 581-582 حاشیہ)

یہ تحفہ غزنویہ میں آپؑ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر ایک اَور جگہ بیان فرماتے ہیں کہ "تمام صحابہؓ کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وفات پر یہ ہوئی ہے کہ سب نبی مر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ ابھی نہیں مرے اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہو جاتے ہیں مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھتے ہیں کہ:

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

اب اس موقعہ پر جو ایک قیامت ہی کا میدان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور کل صحابہؓ جمع ہیں۔ یہاں تک کہ اسامہ کا لشکر بھی روانہ نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر **حضرت ابو بکرؓ باآواز بلند کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی** اور اس پر استدال کرتے ہیں مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ سے۔ اب اگر صحابہؓ کے وہم و گمان میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہوتی تو ضرور بول اٹھتے مگر سب خاموش ہو گئے اور بازاروں میں یہ آیت پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ گویا یہ آیت آج اتری ہے۔

معاذ اللہ صحابہؓ منافق نہ تھے جو وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے رعب میں آکر خاموش ہو رہے اور حضرت ابو بکرؓ کی تردید نہ کی۔ نہیں اصل بات یہی تھی جو حضرت ابو بکرؓ نے بیان کی۔ اس لئے سب نے گردن جھکا لی۔ یہ ہے اجماع صحابہؓ کا۔ حضرت عمرؓ بھی تو یہی کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آئیں گے۔ اگر یہ استدلال کامل نہ ہوتا (اور کامل تب ہی ہوتا کہ کسی قسم کا استثناء نہ ہوتا کیونکہ اگر حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر چلے گئے تھے اور انہوں نے پھر آنا تھا تو پھر یہ استدلال کیا یہ تو ایک مسخری ہوتی) تو خود حضرت عمرؓ ہی تردید کرتے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 440-441)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کو مختلف جگہوں پر بار بار بیان کیا ہے۔ مَیں نے جو مختلف واقعات بیان کیے ہیں تو وہ اس لیے ہے کہ وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر بیٹھا تصور کرتے ہیں ان کے دماغ سے یہ خیال نکالا جائے کہ کوئی بشر بھی زندہ آسمان پر نہیں گیا اور نہ جا سکتا ہے اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا چکے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ میں ان کے ساتھ جا رہا تھا اور اپنے کسی کام کے واسطے جاتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں کوڑا تھا اور میرے سوا اور کوئی ان کے ساتھ نہ تھا اور وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہے تھے اور اپنے پیروں کی پچھلی طرف کوڑا مارتے جاتے تھے۔ پس یکایک میری طرف مڑ کر کہنے لگے۔ **اے ابن عباسؓ! کیا تم جانتے ہو کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے مَیں نے وہ بات کیوں کہی تھی یعنی حضور کا وصال نہیں ہوا ہے** اور جو ایسا کہے گا اسے مَیں تلوار سے ماروں گا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ مَیں نے کہا: اے امیر المومنین! مَیں نہیں جانتا۔ آپؓ، حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ ہی واقف ہوں گے۔ یعنی حضرت عمرؓ کو کہا کہ آپ ہی واقف ہوں گے کہ کیوں کہی تھی۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم! اس کا باعث یہ تھا کہ میں اس آیت کو پڑھا کرتا تھا کہ

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

(البقرۃ:144)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں وسطی امت بنا دیا تا کہ تم لوگوں پر نگران ہو جاؤ اور رسول تم پر نگران ہو جائے۔ اور اللہ کی قسم! مَیں یہ سمجھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں زندہ رہ کر ان کے اعمال کے

گواہ ہوں گے۔ پس اس سبب سے مَیں نے اس روز وہ گفتگو کی تھی جو مَیں نے کی تھی۔

(سیرت ابن هشام صفحه901دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے بارے میں بخاری میں جو ذکر ملتا ہے وہ پہلے بھی بیان ہوا ہے۔ دوبارہ مَیں بیان کرتا ہوں کہ انصار بَنِی سَاعِدَہ کے گھر حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرَاحؓ ان کے پاس گئے۔ حضرت عمرؓ بولنے لگے تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں خاموش کیا۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! مَیں نے جو بولنا چاہا تھا تو اس لیے کہ مَیں نے ایسی تقریر تیار کی تھی جو مجھے بہت پسند آتی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ حضرت ابو بکرؓ اس تک نہ پہنچ سکیں گے یعنی ویسا نہیں بول سکیں گے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے تقریر کی اور ایسی تقریر کی جو بلاغت میں تمام لوگوں کی تقریروں سے بڑھ کر تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر کے اثنا میں کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو۔ انصار کو کہا تم وزیر ہو۔ حُبَاب بن مُنذِر نے یہ سن کر کہا ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر آپ میں سے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں بلکہ امیر ہم ہیں اور تم وزیر ہو کیونکہ یہ قریش لوگ (بلحاظ نسب) تمام عربوں سے اعلیٰ ہیں اور بلحاظِ حَسَب وہ قدیمی عرب ہیں۔ اس لیے عمرؓ یا ابوعبیدہؓ کی بیعت کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو کہا کہ ہم تو آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپؓ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بیعت کی اور لوگوں نے بھی ان سے بیعت کی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3668)

جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ہماری بیعت لیں اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی اور عرض کی کہ اے ابو بکرؓ! آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ آپؓ نماز پڑھایا کریں۔ پس آپ ہی خلیفۃ اللہ ہیں۔ ہم آپؓ کی بیعت اس لیے کرتے ہیں کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سے زیادہ محبوب ہیں۔

مرتدین کے فتنہ کے بارے میں سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مسلمانوں کے مصائب بڑھ گئے۔ ابن اسحاق یہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مجھے وہ روایت پہنچی۔ آپؓ کہتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عرب مرتد ہو گئے اور یہود و نصاریٰ اٹھ کھڑے ہوئے اور نفاق ظاہر ہو گیا۔

(سیرت ابن هشام صفحه 903 باب تکفینه و دفنه دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپؐ کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے اور عربوں میں سے جس نے کفر کرنا تھا کفر کیا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپؓ لوگوں سے کیسے لڑیں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں سے لڑائی کروں یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کریں یعنی جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کرنے والے ہیں ان سے لڑنا

نہیں ہے اور جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کرے گا وہ مجھ سے اپنا مال اور جان بچالے گا سوائے کسی حق کی بنا پر اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! جو بھی نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا مَیں اس سے لڑوں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اور اگر انہوں نے مجھے ایک گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو اس کے نہ دینے پر بھی ان سے لڑوں گا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! پھر مَیں نے دیکھا کہ اللہ نے حضرت ابو بکرؓ کا لڑائی کے لیے سینہ کھول دیا تو مَیں سمجھ گیا کہ یہ حق ہی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃباب الاقتداء بسنن رسول اللہ حدیث7285،7284)

حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی کے وقت حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہ کو بعض ہدایات فرمائیں۔ حضرت اسامہؓ سوار تھے اور حضرت ابو بکرؓ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ نے درخواست کی کہ آپؓ سوار ہوں وگرنہ مَیں بھی سواری سے اتر جاؤں گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم نہ اترو اور اللہ کی قسم! مَیں سوار نہیں ہوں گا۔ فرمایا: اور مجھے کیا ہوا ہے کہ مَیں اپنے پاؤں کو کچھ دیر اللہ کے راستے میں غبار آلود نہ کروں کیونکہ غازی کے ہر قدم کے عوض جو وہ اٹھاتا ہے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ سات سو درجات بلند ہوتے ہیں اور اس کی سات سو خطائیں معاف کی جاتی ہیں۔ ہدایت دینے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے فرمایا: **اگر تم مناسب سمجھو تو عمرؓ کے ذریعہ میری مدد کرو۔** یعنی حضرت اسامہؓ سے عمرؓ کو اپنے پاس روکنے کی اجازت چاہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اس لشکر میں شامل فرمایا تھا۔ تو حضرت اسامہؓ نے آپ کو اس کی اجازت دے دی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 246 ، ذکر أول أمر أبی بکر فی خلافتہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں جنگِ یَمامہ میں ستّر حفاظِ قرآن شہید ہوئے تو اس بارے میں حضرت زَید بن ثابت انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھ کو جب یَمامہ کے لوگ شہید کیے گئے بلا بھیجا اور اس وقت ان **کے پاس حضرت عمرؓ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے** کہا ہے کہ یَمامہ کی جنگ میں لوگ بہت شہید ہو گئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اَور لڑائیوں میں بھی قاری نہ مارے جائیں اور اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ سوائے اس کے کہ تم قرآن کو ایک جگہ جمع کر دو اور میری رائے یہ ہے کہ آپؓ قرآن کو ایک جگہ جمع کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: مَیں نے عمرؓ سے کہا کہ مَیں ایسی بات کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی؟ عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپؓ کا یہ کام اچھا ہے۔

عمرؓ مجھے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور اب مَیں بھی وہی مناسب سمجھتا ہوں جو عمرؓ نے مناسب سمجھا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا اور اس وقت حضرت عمرؓ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور خاموش بیٹھے تھے، بات نہیں کرتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم جوان عقلمند آدمی ہو اور ہم تم پر کوئی بدگمانی نہیں کرتے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔

اس لیے قرآن جہاں جہاں ہو تلاش کرو اور اس کو لے کر ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں اور اللہ کی قسم! اگر وہ پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا مجھے مکلف کرتے تو مجھ پر یہ کام اتنا بوجھل نہ ہوتا جتنا کہ یہ کام جس کے کرنے کے لیے انہوں نے مجھے حکم دیا یعنی قرآن کریم جمع کرنا۔ مَیں نے کہا آپؓ دونوں وہ کام کیسے کرتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ اچھا کام ہے۔ مَیں ان سے بار بار کہتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ اس امر کے لیے کھول دیا جس کے لیے اللہ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا سینہ کھولا تھا۔ مَیں کھڑا ہو گیا اور قرآن مجید کی تلاش کرنے لگا۔

اسے چمڑے کے پرچوں اور کندھے کی ہڈیوں اور کھجوروں کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کرنے لگا۔ یہاں تک کہ مَیں نے سورۂ توبہ کی دو آیتیں حضرت خُزَیْمَہ اَنْصَارِیؓ کے پاس پائیں۔ وہ ان کے سوا مَیں نے کسی کے پاس نہ پائیں اور وہ یہ ہیں: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (التوبۃ:128)

یعنی یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو اور وہ تم پر بھلائی چاہتے ہوئے حریص رہتا ہے۔ مومنوں کے لیے بے حد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ حدیث میں صرف اس آیت کا ذکر ہے ویسے دو آیات لکھا ہوا ہے شاید اگلی آیت بھی ہو۔

پھر روایت ہے کہ وہ ورق جس پہ قرآن مجید جمع کیا گیا تھا وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو وفات دے دی۔ **پھر حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔** پھر بعد میں ان سے بھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت عثمانؓ نے لے لیے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیرباب قوله لقد جاء کم رسول من انفسکم .....حدیث4679)

ابھی یہ ذکر چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ذکر ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02/ جولائی 2021ء جلد 28 شمارہ 53 صفحہ 05 تا 10)

25

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18 / جون 2021ء بمطابق 18 / احسان 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا ہے۔ جب **حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابو بکرؓ** نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور فرمایا مجھے عمرؓ کے متعلق بتاؤ۔ تو انہوں نے یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اے رسول اللہؐ کے خلیفہ، اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ آپ کی رائے سے بھی افضل ہیں سوائے اس کے کہ ان کی طبیعت میں سختی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا سختی اس لیے ہے کہ وہ مجھ میں نرمی دیکھتے ہیں۔ اگر امارت ان کے سپرد ہو گئی تو وہ اپنی بہت سی باتیں جو ان میں ہیں ان کو چھوڑ دیں گے کیونکہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں کسی شخص پر سختی کرتا ہوں تو وہ مجھے اس شخص سے راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب میں کسی شخص سے نرمی کرتا ہوں، نرمی کا سلوک کرتا ہوں تو وہ اس وقت مجھے سختی کرنے کا کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور ان سے حضرت عمرؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے دونوں اصحاب سے فرمایا۔ جو کچھ مَیں نے تم دونوں سے کہا ہے اس کا ذکر کسی اَور سے نہ کرنا اور اگر مَیں عمرؓ کو چھوڑتا ہوں تو عثمانؓ سے آگے نہیں جاتا (یعنی آپؓ کے نزدیک دونوں ایسے لوگ تھے جو خلافت کا حق ادا کرنے والے تھے) اور ان کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ تمہارے امور کے متعلق کوئی کمی نہ کریں۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ مَیں تمہارے امور سے علیحدہ ہو جاؤں اور تمہارے اسلاف میں سے ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکرؓ کی بیماری کے دنوں میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ نے حضرت عمرؓ کو لوگوں پر خلیفہ بنا دیا ہے حالانکہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی موجودگی میں لوگوں سے کس طرح سلوک کرتے ہیں اور اس وقت کیا حال ہو گا جب وہ تنہا ہوں گے؟ اور آپؓ اپنے رب سے ملاقات کریں گے اور آپؓ سے رعیّت کے بارے میں پوچھے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ مجھے بٹھاؤ۔ تو انہوں نے آپؓ کو سہارا دے کر بٹھایا اور آپؓ نے کہا۔ کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جب مَیں اپنے رب سے ملوں گا اور وہ مجھ سے پوچھے گا تو مَیں جواب دوں گا کہ مَیں نے تیرے بندوں میں سے بہترین کو تیرے بندوں پر خلیفہ بنایا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمانؓ کو علیحدگی میں بلایا تا کہ وہ **حضرت عمرؓ کے متعلق وصیت لکھ دیں**۔ پھر فرمایا لکھو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ یہ ابو بکر بن ابو قحافہ

کی وصیت مسلمانوں کے نام ہے۔ اتنا کہہ کر آپ پر غشی طاری ہو گئی اور حضرت عثمانؓ نے اپنی طرف سے لکھا کہ مَیں نے تم پر عمر بن خطابؓ کو خلیفہ مقرر کیا ہے اور مَیں نے تمہارے متعلق خیر میں کمی نہیں کی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو افاقہ ہوا تو فرمایا مجھے پڑھ کر سناؤ کیا لکھا ہوا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے سنایا تو حضرت ابو بکرؓ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم ڈر گئے کہ اگر مَیں اس بیہوشی میں وفات پا جاؤں تو کہیں لوگوں میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ہاں یہی بات ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ تمہیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزا عطا کرے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 272-273 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کا جو فقرہ اپنی طرف سے لکھا تھا اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ محمد بن ابراہیم بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمانؓ کو علیحدگی میں بلایا اور فرمایا لکھو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ یہ عہد نامہ ابو بکر بن ابو قحافہ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے ہے اور اما بعد راوی کہتے ہیں پھر آپؓ پر یعنی حضرت ابو بکرؓ پر غشی طاری ہو گئی اور آپؓ بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد اس طرح جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے حضرت ابو بکرؓ ہوش میں آئے۔ جب افاقہ ہوا تو وہی باتیں ہوئیں اور حضرت عثمانؓ سے پڑھ کر سنانے کے لیے کہا۔ اس کو سن کر پھر جیسا کہ بیان ہوا ہے حضرت ابو بکرؓ نے اللہ اکبر کہا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ تمہیں اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے جو تم نے یہ فقرہ لکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس تحریر کو اس جگہ بر قرار رکھا، کوئی تبدیلی نہیں کی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 353۔ سنۃ 13ھ، ذکر استخلاف عمر بن الخطاب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ مجھے خلیفہ کے لیے کسی شخص کا مشورہ دو۔ اللہ کی قسم! تم میرے نزدیک مشورے کے اہل ہو۔ اس پر انہوں نے کہا حضرت عمرؓ۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا لکھو۔ تو انہوں نے لکھا یہاں تک کہ نام تک پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ کو افاقہ ہوا تو آپؓ نے فرمایا لکھو عمرؓ۔

پھر ایک روایت میں ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی وصیت حضرت عثمانؓ تحریر کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ پر غشی طاری ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کو افاقہ ہوا تو انہوں نے دریافت فرمایا تم نے کیا لکھا ہے؟ انہوں نے کہا مَیں نے لکھا ہے عمرؓ۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم نے وہی لکھا جس کا مَیں نے ارادہ کیا تھا کہ تم سے کہوں گا۔ اگر تم اپنا نام بھی لکھ دیتے تو تم بھی اس کے اہل تھے۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ 44-45 فی ذکر عھد ابی بکر الی عمر..... المطبعۃ المصریہ الازھر)

ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ بیمار ہوئے تو آپؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ اور مہاجرین و انصار کے چند لوگوں کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا اب وقت آ گیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور تمہیں حکم دینے کے لیے کوئی نہیں کھڑا۔ اگر تم چاہو تو اپنے میں سے کسی کو چن لو اور اگر تم لوگ چاہو تو مَیں تمہارے لیے چن لوں۔ انہوں نے عرض کیا بلکہ آپؓ ہمارے لیے چن لیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا لکھو یہ وہ عہد ہے جو ابو بکر

بن ابو قحافہ نے اس دنیا سے جاتے ہوئے اپنا آخری عہد کیا اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے اپنا پہلا عہد کیا جہاں فاجر توبہ کرے گا اور کافر ایمان لائے گا اور جھوٹا تصدیق کرے گا اور وہ عہد یہ ہے کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور مَیں خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ پر غشی طاری ہو گئی تو حضرت عثمانؓ نے خود ہی عمر بن خطابؓ لکھ دیا۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ کو افاقہ ہوا تو آپؓ نے فرمایا کیا تم نے کچھ لکھا؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں مَیں نے لکھا ہے عمر بن خطابؓ۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اگر تم اپنا نام بھی لکھ دیتے تو تم اس کے اہل تھے۔ پس تم لکھو مَیں نے اپنے بعد عمر بن خطابؓ کو تمہارا خلیفہ مقرر کیا ہے اور مَیں تم لوگوں کے لیے ان پر راضی ہوں۔

(صحیح تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 126 حاشیہ۔ ذکر استخلاف عمر بن الخطاب، دارابن کثیر دمشق2007ء)

جب وصیت لکھی جا چکی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اسے لوگوں کو پڑھ کر سنایا جائے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور آپؓ نے اپنے آزاد کردہ غلام کے ہاتھ خط بھیجا۔ اس وقت حضرت عمرؓ بھی اس کے ساتھ تھے۔ حضرت عمرؓ لوگوں کو کہتے خاموش ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی بات سنو کیونکہ انہوں نے تمہارے لیے خیر خواہی میں کمی نہیں کی۔ تب لوگ سکون سے بیٹھ گئے اور ان کے سامنے وصیت پڑھی گئی۔ انہوں نے اسے سنا اور اطاعت کی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ لوگوں کی طرف مائل ہوئے اور فرمایا کیا تم اس پر راضی ہو جسے مَیں نے تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے کیونکہ مَیں نے کسی رشتہ دار کو تم پر خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ مَیں نے یقیناً تم پر عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس اس کو سنو اور اطاعت کرو اور اللہ کی قسم! یقیناً مَیں نے اس بارے میں غور و فکر میں کمی نہیں کی۔ اس پر لوگوں نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ مَیں نے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر خلیفہ مقرر کیا ہے اور آپ یعنی حضرت عمرؓ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کی۔ پھر فرمایا اے عمرؓ! یقیناً اللہ کے کچھ حقوق ہیں جو رات کے وقت ہوتے ہیں جنہیں وہ دن کے وقت میں قبول نہیں کرتا اور کچھ حقوق دن کے ہیں جنہیں وہ رات میں قبول نہیں کرتا اور یقیناً وہ اس وقت تک نوافل قبول نہیں کرتا جب تک فرائض پورے نہ کیے جائیں۔ اے عمرؓ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہی لوگوں کے ترازو بھاری ہیں جن کے حق کی پیروی کرنے اور بھاری ہونے پر قیامت کے دن ترازو بھاری ہوں گے۔ جو سچائی کی پیروی کریں گے ان کے ترازو قیامت کے دن بھاری ہوں گے۔ پھر آپؓ نے فرمایا اور ترازو کے لیے یہ بات حق ہے کہ کل کو اس میں وہی بات رکھی جائے گی جو بھاری ہو گی۔ اے عمرؓ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہی لوگوں کے ترازو ہلکے ہیں جن کے قیامت کے دن ترازو ہلکے ہوں گے۔ ان کے باطل کی پیروی اور ان کے ہلکا ہونے کی وجہ سے یعنی وہ سچائی کی پیروی نہیں کر رہے تھے اور نیکیاں نہیں بجالا رہے تھے اس لیے قیامت کے دن پھر ان کے ترازو ہلکے ہوں گے۔ اور ترازو کے لیے یہ بات حق ہے کہ جب بھی اس میں باطل رکھا جائے گا تو وہ ہلکا ہی ہو گا۔ اے عمرؓ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ نرمی والی آیات شدت والی آیات کے ساتھ نازل ہوئی ہیں اور شدت والی آیات نرمی والی آیات کے ساتھ تا کہ مومن رغبت رکھنے والے اور ڈرنے والے بھی ہوں۔ ایک طرف نیکی کی رغبت رکھیں اور دوسرے اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ان میں ہو اور کوئی ایسی خواہش نہ رکھیں جس کا اللہ سے تعلق نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی

ایسے امر سے ڈرے جو اس کے اپنے ہاتھوں سے ہو۔ اے عمرؓ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آگ والوں کا محض ان کے برے اعمال کی وجہ سے ذکر کیا ہے۔ پس جب تم ان کا ذکر کرو تو کہو یقیناً مَیں امید کرتا ہوں کہ مَیں ان میں سے نہیں ہوں اور اللہ نے جنت والوں کا ذکر محض ان کے نیک اعمال کی وجہ سے کیا ہے کیونکہ اللہ نے ان کی برائیوں سے درگزر کر دیا ہے۔ پس جب تم ان کا ذکر کرو تو کہو کیا میرے اعمال ان کے اعمال جیسے ہیں۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 273-274 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

اپنے دل سے پوچھو۔ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ فرمانے لگے۔ ہمارے پاس مسلمانوں کا جو مال ہے اسے واپس کر دو۔ مَیں اس مال میں سے کچھ بھی لینا نہیں چاہتا۔ میری وہ زمین جو فلاں فلاں مقام پر ہے مسلمانوں کے لیے ان اموال کے عوض ہے جو مَیں نے بطور نفقہ بیت المال سے لیا تھا۔ یہ زمین، اونٹنی، تلوار صیقل کرنے والا غلام اور چادر جو پانچ درہم کی تھی سب حضرت عمرؓ کو دے دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سارا سامان دیکھا تو کہا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بعد والے کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 143 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ **حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپؓ کی طبیعت میں وہ تیزی نہیں رہی جو زمانۂ جاہلیت میں تھی** تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا تیزی تو وہی ہے مگر اب کفار کے مقابلے میں دکھائی جاتی ہے۔ (ماخوذ از حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 206)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے کہا تھا کہ اگر آپؓ نے اپنے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین مقرر کیا تو بڑا غضب ہو گا کیونکہ یہ بہت غصیلے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کا غصہ اسی وقت تک گرمی دکھاتا ہے جب تک کہ مَیں نرم ہوں اور جب مَیں نرم ہوں گا تو یہ خود نرم ہو جائیں گے۔" (انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 151)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمرؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غصہ کے متعلق آیا ہے کہ آپؓ سے کسی نے پوچھا کہ قبل از اسلام آپؓ بڑے غصہ ور تھے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ غصہ تو وہی ہے البتہ پہلے بے ٹھکانے چلتا تھا مگر اب ٹھکانے سے چلتا ہے۔"

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 487)

صحیح جگہ پہ غصہ استعمال ہوتا ہے۔ جامع بن شدّاد اپنے کسی قریبی عزیز سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے خدا! مَیں ضعیف ہوں مجھے طاقتور بنا دے اور مَیں سخت مزاج ہوں مجھے نرم مزاج بنا دے اور مَیں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔

حضرت عمرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد جو پہلا خطاب فرمایا اس بارے میں بھی متفرق روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے۔ حُمَید بن ہلال بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے وقت جو حاضر تھا اس نے ہمیں بتایا کہ حضرت ابو بکرؓ کی تدفین سے جب حضرت عمرؓ فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ان کی قبر کی مٹی کو جھاڑا۔ پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعہ سے اور مجھے تمہارے ذریعہ

سے آزمایا ہے اور اس نے میرے دونوں ساتھیوں کے بعد مجھے تم پر باقی رکھا ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارا جو بھی معاملہ میرے سامنے پیش ہو گا تو میرے علاوہ کوئی اَور اس کو نہیں دیکھے گا اور جو معاملہ مجھ سے دُور ہو گا تو اس کے لیے مَیں قوی اور امین لوگوں کو مقرر کروں گا یعنی لوگ مقرر کیے جائیں گے جو تمہاری نگرانی کریں گے اور معاملات کو دیکھیں گے۔ اگر لوگ اچھا برتاؤ کریں گے تو مَیں بھی ان سے اچھا برتاؤ کروں گا اور اگر انہوں نے برائی کی تو مَیں انہیں سزا دوں گا۔

حسن کہتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ **سب سے پہلا خطبہ جو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا وہ یہ تھا۔** آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا۔ امّا بعد مجھے تم لوگوں کے ذریعہ آزمایا گیا ہے اور تم لوگ میرے ذریعہ سے آزمائے گئے ہو اور مجھے اپنے دونوں ساتھیوں کے بعد تم لوگوں پہ پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ پس جو معاملہ ہمارے سامنے ہو گا ہم اسے خود دیکھیں گے اور جو معاملہ ہم سے دور ہو گا تو ہم اس کے لیے قوی اور امین لوگ مقرر کریں گے اور جو اچھائی کرے گا ہم اس کو بھلائی میں بڑھائیں گے اور جو برائی کرے گا ہم اسے سزا دیں گے اور اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔

جامع بن شَدَّاد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ منبر پر چڑھے تو آپؓ کا سب سے پہلا کلام یہ تھا کہ آپؓ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ شَدِیْدٌ فَلَیِّنِیْ وَ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَ اِنِّیْ بَخِیْلٌ فَسَخِّنِیْ۔

کہ اے اللہ! مَیں سخت ہوں پس تُو مجھے نرم کر دے اور مَیں کمزور ہوں پس تُو مجھے طاقتور بنا دے اور مَیں بخیل ہوں پس تُو مجھے سخی بنا دے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 208۔ ذکر استخلاف عمر، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

جامع بن شَدَّاد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپؓ منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ مَیں چند کلمات کہنے والا ہوں تم ان پر آمین کہو۔ یہ پہلا کلام تھا جو حضرت عمرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد کیا۔ حُصَیْن مُرِّیّ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا عربوں کی مثال نکیل میں بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے جو اپنے قائد کے پیچھے چلتا ہے۔ پس اس کے قائد کو چاہیے کہ وہ دیکھے کس طرف ہانک رہا ہے اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو رَبِّ کعبہ کی قسم! مَیں انہیں ضرور سیدھے رستے پر رکھوں گا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 355۔ سنۃ 13ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

جو پہلے والی روایت ہے اس میں یہ تو ہے کہ آمین کہنا لیکن تفصیل اس کی نہیں بیان ہوئی۔ یا یہی نکیل والی تفصیل ہے۔ بہرحال حضرت عمرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد تیسرے روز ایک تفصیلی خطاب فرمایا۔ وہ یوں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو لوگوں کے ان سے خائف ہونے کی اطلاع پہنچی تو لوگوں میں ان کے حکم سے الصلوٰۃُ جامِعَۃٌ کہ نماز تیار ہے کی بلند آواز لگائی گئی۔ اس پر لوگ حاضر ہو گئے تو آپؓ منبر پر اس جگہ بیٹھے جہاں حضرت ابو بکرؓ اپنے پاؤں رکھا کرتے تھے۔ جب پورا اجتماع ہو گیا یعنی لوگ اکٹھے ہو گئے تو سیدھے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا ان

کلمات سے کی جو اس کے مناسب ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ لوگ میری تیز مزاجی سے ڈر رہے ہیں اور وہ میری تُند خوئی سے خوفزدہ ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمرؓ ہم پر سخت گیری اس زمانے میں بھی کیا کرتا تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے اور پھر ہم پر سختی کرتا رہا جبکہ ابو بکرؓ ہم پر حاکم تھے نہ کہ وہ، تو اب کیا حال ہو گا جبکہ امور کا پورا اختیار اسی کے ہاتھ میں پہنچ گیا ہے؟ جس نے یہ کہا اس نے سچ کہا۔ بے شک مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپؐ کا غلام اور آپؐ کا خادم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تھے کہ کوئی شخص آپؐ کی نرمی اور رحمدلی کی صفت تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس سے موسوم کیا اور آپؐ کو اپنے اسماء میں سے دو نام رؤوف اور رحیم عطا کیے اور مَیں ایک کھچی ہوئی تلوار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہیں تو مجھے نیام میں کر لیں یا مجھے چھوڑ دیں تو مَیں کاٹ ڈالوں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور وہ مجھ سے خوش تھے اور اللہ کا شکر ہے کہ مَیں اس بنا پر سعادت مند رہا۔ پھر لوگوں کے حاکم ابو بکرؓ ہوئے تو وہ ایسے لوگوں میں سے تھے کہ تم میں سے کوئی ان کی رقیق القلبی اور کرم اور نرم مزاجی کا منکر نہیں ہے اور مَیں ان کا خادم اور ان کا مددگار تھا۔ اپنی سختی کو ان کی نرمی کے ساتھ ملا دیتا تھا اور سونتی ہوئی تلوار بن جاتا تھا اور ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا کہ وہ مجھے نیام میں بند کر دیں یا اگر چاہیں تو مجھے چھوڑ دیں اور مَیں کاٹ ڈالوں۔ تو مَیں ان کے ساتھ اسی طرح رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ عزوجلّ نے ان کو اس حال میں وفات دی کہ وہ مجھ سے خوش تھے۔ **الحمد للہ مَیں اس بنا پر سعادت مند رہا۔**

پھر اے لوگو! مَیں تمہارے امور کا والی بن گیا ہوں۔ اب سمجھ لو کہ وہ تیزی کمزور کر دی گئی لیکن وہ مسلمانوں پر ظلم و دراز دستی کرنے والوں پر ظاہر ہو گی۔ تم پر کمزور ہے لیکن دشمنوں پر تیزی ظاہر ہو گی۔ رہے وہ لوگ جو نیک خُو اور دین دار اور صاحبِ فضیلت ہیں مَیں ان کے ساتھ اس سے بھی زیادہ نرم ثابت ہوں گا جو نرمی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اور مَیں کسی ایسے شخص کو نہیں پاؤں گا جو دوسرے پر ظلم و دراز دستی کرتا ہو گا مگر مَیں اس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا پاؤں اس کے دوسرے رخسار پر رکھوں گا یہاں تک کہ وہ حق کو اچھی طرح سمجھ لے یعنی بہت سختی کروں گا۔ اور اے لوگو! تمہارے مجھ پر بہت سے حقوق ہیں جو مَیں تم سے ذکر کرتا ہوں تم ان پر میری گرفت کر سکتے ہو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ مَیں اس مال میں سے جو تم پر خرچ کرنا ہے کوئی شے تم سے چھپا کر نہ رکھوں اور نہ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ غنیمتوں میں سے تمہارے لیے بھیجے بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ کے کام کے لیے روکوں۔ اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ وہ مال اپنے حق کے موقع پر خرچ ہو اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ مَیں تمہارے وظائف اور روزینے تم کو دیتا رہوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق بھی ہے کہ مَیں تم کو ہلاکت کے مقامات میں نہ ڈالوں اور جب تم لشکر میں شامل ہو کر گھر سے غائب رہو تو مَیں تمہارے بال بچوں کا باپ بنا رہوں یہاں تک کہ تم ان کے پاس واپس آؤ۔ مَیں اپنی یہ بات کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے مغفرت چاہتا ہوں۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد 3 صفحہ 226 تا 228 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت یہ آیت رہتی تھی کہ:

تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔(النساء :59)

یعنی جو لوگ حکومت کے قابل ہوں، جو انتظامی امور کو سنبھالنے کی اہلیت اپنے اندر رکھتے ہوں ان کو یہ امانت سپرد کیا کرو اور پھر جب یہ امانت بعض لوگوں کے سپرد ہو جاتی تھی تو شریعت کا یہ حکم ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے رہتا تھا کہ دیانت داری اور عدل کے ساتھ حکومت کرو۔ اگر تم نے عدل کو نظر انداز کر دیا، اگر تم نے دیانت داری کو ملحوظ نہ رکھا، اگر تم نے اِس امانت میں کسی خیانت سے کام لیا تو خدا تم سے حساب لے گا اور وہ تمہیں اِس جرم کی سزا دے گا۔ یہی وہ چیز تھی جس کا اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر اِس قدر غالب اور نمایاں تھا کہ اسے دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ جو **اسلام میں خلیفہ ثانی گزرے ہیں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے اِس قدر قربانیوں سے کام** لیا ہے کہ وہ یورپین مصنف جو دن رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنی کتابوں میں نہایت ڈھٹائی کے ساتھ یہ لکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ! آپؐ نے دیانت داری سے کام نہیں لیا وہ بھی ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ذکر پر یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جس محنت اور قربانی سے اِن لوگوں نے کام کیا ہے اِس قسم کی محنت اور قربانی کی مثال دنیا کے کسی حکمران میں نظر نہیں آتی۔ خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کام کی تو وہ بے حد تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص تھا جس نے رات اور دن انہماک کے ساتھ اسلام کے قوانین کی اشاعت اور مسلمانوں کی ترقی کے فرض کو سرانجام دیا مگر عمرؓ کا اپنا کیا حال تھا؟ اس کے سامنے باوجود ہزاروں کام کرنے کے، باوجود ہزاروں قربانیاں کرنے کے، باوجود ہزاروں تکالیف برداشت کرنے کے یہ آیت رہتی تھی کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔(النساء :59)

اور یہ کہ:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔(النساء :59)

یعنی جب تمہیں خدا کی طرف سے کسی کے کام پر مقرر کیا جاوے اور تمہارے ملک کے لوگ اور تمہارے اپنے بھائی حکومت کے لئے تمہارا انتخاب کریں تو تمہارا فرض ہے کہ تم عدل کے ساتھ کام کرو اور اپنی تمام قوتوں کو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے صرف کر دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ کیسا دردناک ہے کہ وفات کے قریب جبکہ آپؓ کو ظالم سمجھتے ہوئے ایک شخص نے نادانی اور جہالت سے خنجر سے آپؓ پر وار کیا اور آپؓ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو آپؓ بستر پر نہایت کرب سے تڑپتے تھے اور بار بار کہتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَ۔ اَللّٰهُمَّ لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَ

اے خدا! تُو نے مجھ کو اس حکومت پر قائم کیا تھا اور ایک امانت تُو نے میرے سپرد کی تھی۔ مَیں نہیں جانتا کہ مَیں نے اس حکومت کا حق ادا کر دیا ہے یا نہیں۔ اب میری موت کا وقت قریب ہے اور مَیں دنیا کو چھوڑ کر تیرے پاس آنے والا ہوں۔ اے میرے رب! مَیں تجھ سے اپنے اعمال کے بدلہ میں کسی اچھے اجر کا طالب نہیں،

کسی انعام کا خواہش مند نہیں بلکہ اے میرے رب! مَیں صرف اِس بات کا طالب ہوں کہ تُو مجھ پر رحم کر کے مجھے معاف فرمادے اور اگر اِس ذمہ داری کی ادائیگی میں مجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہو تو اس سے درگزر فرمادے۔ عمرؓ وہ جلیل القدر انسان تھا جس کے عدل اور انصاف کی مثال دنیا کے پردہ پر بہت کم پائی جاتی ہے مگر اس حکم کے ماتحت کہ:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔(النساء :59)

جب وہ مرتا ہے تو ایسی بے چینی اور ایسے اضطراب کی حالت میں مرتا ہے کہ اسے وہ تمام خدمات جو اس نے ملک کی بہتری کے لئے کیں، وہ تمام خدمات جو اس نے لوگوں کی بہتری کے لئے کیں، وہ تمام خدمات جو اس نے اسلام کی ترقی کے لئے کیں بالکل حقیر نظر آتی ہیں۔ وہ تمام خدمات جو اس کے ملک کے تمام مسلمانوں کو اچھی نظر آتی تھیں، وہ تمام خدمات جو اس کے ملک کی غیر اقوام کو بھی اچھی نظر آتی تھیں، وہ تمام خدمات جو صرف اس کے ملک کے اپنوں اور غیروں کو ہی نہیں بلکہ غیر ممالک کے لوگوں کو بھی اچھی نظر آتی تھیں، وہ تمام خدمات جو صرف اس کے زمانہ میں ہی لوگوں کو اچھی نظر آتی تھیں بلکہ آج تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی وہ لوگ جو اس کے آقا پر حملہ کرنے سے نہیں چوکتے جب عمرؓ کی خدمات کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں **بے شک عمرؓ اپنے کارناموں میں ایک بے مثال شخص تھا۔ وہ تمام خدمات** خود عمرؓ کی نگاہ میں بالکل حقیر ہو جاتی ہیں اور وہ تڑپتے ہوئے کہتا ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَ۔

اے میرے رب! ایک امانت میرے سپرد کی گئی تھی۔ مَیں نہیں جانتا کہ مَیں نے اس کے حقوق کو ادا بھی کیا ہے یا نہیں۔ اِس لئے مَیں تجھ سے اتنی ہی درخواست کرتا ہوں کہ تُو میرے قصوروں کو معاف فرمادے اور مجھے سزا سے محفوظ رکھ۔" (اسلام کا اقتصادی نظام۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ 11 تا 13)

پھر اپنی ایک تقریر "دنیا کا محسن" میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ وہ انسان تھے جن کے متعلق "ویسے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا۔ "عیسائی مؤرخ بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسی حکومت کی جو دنیا میں اَور کسی نے نہیں کی۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں **مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہیں۔** ایسا شخص ہر وقت کی صحبت میں رہنے والا مرتے وقت یہ حسرت رکھتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اسے جگہ مل جائے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی کہ آپؐ خدا کی رضا کے لئے کام نہیں کرتے تو کیا حضرت عمرؓ جیسا انسان اس درجہ کو پہنچ کر کبھی یہ خواہش کرتا کہ آپؐ کے قدموں میں جگہ پائے۔" (دنیا کا محسن۔ انوار العلوم جلد 10 صفحہ 262)

حضرت مصلح موعودؓ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی وجہ تھی اور آپؐ کی تربیت تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ میں یہ انصاف کے کام تھے اور یہ خوفِ خدا تھا۔

حضرت عمرؓ کی اہل بیت سے عقیدت کا کیا اظہار تھا؟ اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: حضرت عائشہؓ دیر تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ایران فتح ہوا تو وہاں سے آٹا پیسنے والی ہوائی چکیاں لائی گئیں۔ جن میں باریک آٹا پیسا جانے لگا۔ جب سب سے پہلی

چکی مدینہ میں لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ پہلا پسا ہوا باریک آٹا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا جائے۔ چنانچہ آپؓ کے حکم کے مطابق وہ باریک میدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا گیا اور ان کی خادمہ نے اس آٹے کے باریک باریک پھلکے تیار کیے۔ مدینہ کی عورتیں جنہوں نے پہلے کبھی ایسا آٹا نہیں دیکھا تھا وہ ہجوم کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہو گئیں کہ آؤ ہم دیکھیں وہ آٹا کیسا ہے اور اس کی روٹی کیسی تیار ہوتی ہے؟ سارا صحن عورتوں سے بھرا ہوا تھا اور سب اِس انتظار میں تھے کہ اس آٹے کی روٹی تیار ہو تو وہ اسے دیکھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ عورتوں کو خطاب کر رہے تھے۔ ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم خیال کرتی ہو گی کہ شاید وہ کوئی عجیب قسم کا آٹا ہو گا۔ وہ عجیب قسم کا آٹا نہیں تھا بلکہ اس سے بھی ادنیٰ آٹا تھا جو تم روزانہ کھاتی ہو بلکہ اس سے بھی ادنیٰ آٹا تھا۔ آج جو آٹا تم میں سے ایک غریب سے غریب عورت کھاتی ہے اس سے بھی وہ ادنیٰ تھا۔ مگر مدینہ میں جس قسم کے آٹے ہوتے تھے ان سے وہ بہت اعلیٰ تھا۔ بہر حال آٹے کے پھلکے تیار ہوئے۔ عورتوں نے ان کو دیکھا اور وہ حیران رہ گئیں۔ وہ وفورِ شوق میں اپنی انگلیاں ان پھلکوں کو لگاتیں اور بے ساختہ کہتیں۔ اُف کیسا نرم پھلکا ہے۔ کیا اِس سے اچھا آٹا بھی دنیا میں ہو سکتا ہے؟

روٹی تو پک گئی لیکن یہاں سے حضرت عائشہؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی کہانی

شروع ہوتی ہے اور آپؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا جذبات تھے۔ حضرت عائشہؓ نے پھلکے میں سے، اس چھوٹی سی روٹی میں سے ایک لقمہ توڑا اور منہ میں ڈالا۔ وہ ساری کی ساری عورتیں جو وہاں کھڑی تھیں اِس شوق سے حضرت عائشہؓ کا منہ دیکھنے لگیں کہ اِس کے کھانے سے حضرت عائشہؓ کی عجیب حالت ہو گی۔ نرم پھلکا ہے کھا کے وہ مزہ لیں گی۔ وہ خوشی کا اظہار کریں گی اور خاص قسم کی لذت اِس سے محسوس کریں گی۔

مگر حضرت عائشہؓ کے منہ میں وہ لقمہ گیا تو جس طرح کسی نے گلا بند کر دیا ہو۔ وہ لقمہ ان کے منہ میں ہی پڑا رہ گیا اور ان کی آنکھوں میں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ عورتوں نے کہا۔ بی بی آٹا تو بڑا ہی اچھا ہے۔ روٹی اِتنی نرم ہے کہ اِس کی کوئی حد ہی نہیں۔ آپؓ کو کیا ہو گیا ہے کہ اسے نگل ہی نہیں سکیں اور رونے لگ گئیں؟ کیا اِس آٹے میں کوئی نقص ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ آٹے میں نقص نہیں۔ مَیں مانتی ہوں کہ یہ بڑا ہی نرم پھلکا ہے اور ایسی چیز پہلے ہم نے کبھی نہیں دیکھی مگر میری آنکھوں سے اِس لیے آنسو نہیں بہے کہ اِس آٹے میں کوئی نقص ہے بلکہ مجھے وہ دن یاد آ گئے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں سے گزر رہے تھے۔ آپؐ ضعیف ہو گئے تھے اور سخت غذا نہیں کھا سکتے تھے مگر ان دنوں میں بھی ہم پتھروں سے گندم کچل کر اور اس کی روٹیاں پکا پکا کر آپؐ کو دیتے تھے۔ پھر آپؓ نے فرمایا۔ وہ جس کے طفیل ہم کو یہ نعمتیں ملیں وہ تو اِن نعمتوں سے محروم چلا گیا لیکن ہم جنہیں اس کے طفیل سے یہ سب عزتیں مل رہی ہیں ہم وہ نعمتیں استعمال کر رہے ہیں۔ یہ کہا اور لقمہ تھوک دیا اور فرمایا۔ اٹھا لے جاؤ یہ پھلکے میرے سامنے سے۔ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آ کر گلے میں پھندا پڑتا ہے اور مَیں یہ پھلکا نہیں کھا سکتی۔

(ماخوذ از آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی۔ انوار العلوم جلد 21 صفحہ 155-156)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدائن کو فتح کیا۔ (مدائن کسریٰ کی تخت گاہ تھا) تو آپؓ نے ان کو مسجد میں چمڑے کی چٹائی بچھانے کا حکم دیا اور اموالِ غنیمت کے بارے میں حکم دیا جو اس چٹائی پر انڈیل دیے گئے۔ پھر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جمع ہوئے تو سب سے پہلے جس نے آپؓ سے مالِ غنیمت لینے کی ابتدا کی وہ حضرت حسن بن علیؓ تھے۔ انہوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! جو مال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے اس میں سے میرا حق مجھے عطا فرمائیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو کہا بڑی خوشی سے اور عزت سے اور ان کو ایک ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا۔ پھر وہ یعنی حسنؓ چلے گئے اور حسین بن علیؓ آپ کی طرف آگے بڑھے اور عرض کیا اے امیر المومنین! جو مال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمایا اس میں سے میرا حق مجھے عطا فرمائیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو کہا بڑی خوشی سے اور عزت کے ساتھ اور ان کو ایک ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا۔ پھر آپؓ کے بیٹے یعنی حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ آپ کی طرف آگے بڑھے اور عرض کیا اے امیر المومنین! جو مال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے اس میں سے میرا حق مجھے عطا فرمائیں۔ تو حضرت عمرؓ نے ان کو کہا بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور انہیں پانچ سو درہم دینے کا حکم فرمایا۔ اس پر عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! مَیں ایک طاقتور مرد ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار چلایا کرتا تھا اور حَسن اور حُسین اس وقت بچے تھے جو مدینہ کی گلیوں میں پھرا کرتے تھے۔ آپؓ نے ان دونوں کو ایک ایک ہزار درہم دیے ہیں اور مجھے پانچ سو۔ آپؓ نے فرمایا: ہاں! جاؤ اور میرے پاس ایسا باپ لے کے آؤ جیسا ان دونوں کا باپ ہے اور ماں جو اِن دونوں کی ماں کے جیسی ہو اور نانا جو اِن دونوں کے نانا جیسا ہو اور نانی جو اِن دونوں کی نانی جیسی ہو اور چچا جو ان دونوں کے چچا جیسا ہو اور ماموں جو اِن دونوں کے ماموؤں جیسا ہو اور خالہ جو ان دونوں کی خالہ جیسی ہو اور یقیناً تُو میرے پاس نہیں لا سکے گا۔

(ماخوذ از ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد 3 صفحہ 292-293 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
(فرہنگ سیرت صفحہ 264 زوار اکیڈیمی کراچی 2004ء)

ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ارادہ کیا کہ لوگوں کے لیے وظیفے مقرر کر دیں اور آپؓ کی رائے سب لوگوں کی رائے سے بہتر تھی تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپؓ اپنی ذات سے شروع کریں۔ آپؓ نے فرمایا نہیں۔ چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے **سب سے قریبی رشتہ دار سے شروع کیا۔** آپؓ نے پہلے حضرت عباسؓ کا اور پھر حضرت علیؓ کا حصہ مقرر کیا۔

(ماخوذ از ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد 3 صفحہ 241 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عمر بن خطابؓ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی عزت کرتے تھے اور ان کو سوار کرتے اور ان دونوں کو عطا کرتے تھے جیسے ان کے والد کو عطا کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یمن سے کچھ حُلّے یعنی کپڑوں کے جوڑے آئے تو آپؓ نے انہیں صحابہ کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا اور ان دونوں کو ان میں سے کچھ نہ دیا اور فرمایا: ان میں ان دونوں کے لائق کوئی چیز نہیں۔ پھر آپؓ نے یمن کے نائب کو پیغام بھیجا تو اس نے ان دونوں کے مناسب حال حُلّے بنوائے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 جزء 8 باب فضل ذکر فی شیء من فضائلہ صفحہ 214-215 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء)

یہ ذکر ان شاء اللہ آئندہ بھی چلے گا اس وقت مَیں بعض مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ نماز کے بعد نمازِ جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

ان میں سے **پہلا ذکر ہے سہیلہ محبوب صاحبہ اہلیہ فیض احمد صاحب گجراتی** درویش مرحوم جو ناظر بیت المال تھے۔ سہیلہ صاحبہ کی نوّے سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ یہ بہار کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد احمدی نہیں تھے لیکن ان کی والدہ اپنے والد کی بیعت کے بعد خود مطالعہ کر کے احمدیت میں شامل ہوئیں اور تین چار سال تک اپنے خاوند کی بے رخی سے بہت تکلیف بھی اٹھائی لیکن احمدیت پر ثابت قدم رہیں۔ ان کے خاوند احمدی تو نہیں ہوئے لیکن بعد میں مخالفت ترک کر دی اور بیٹیوں کے رشتے بھی احمدی گھرانوں میں ہوئے۔ اس طرح سہیلہ صاحبہ کا بھی رشتہ احمدیوں میں ہوا۔ 1958ء میں مرحومہ کی والدہ اپنی بیٹی سہیلہ محبوب کے ساتھ پہلی بار قادیان آئیں۔ سہیلہ محبوب صاحبہ کہتی ہیں ان کو قادیان کی بستی سے بہت اُنس ہو گیا۔ بہت دعائیں کیں کہ کسی طرح وہ قادیان میں ہی آباد ہو جائیں۔ بہرحال انہوں نے زندگی وقف کی۔ اس وقت ناظر خدمت درویشاں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تھے۔ اس لیے انہوں نے زندگی وقف کے خط کے جواب میں ان کو لکھا کہ مجھے آپ کے وقف کا علم ہوا ہے اور آپ کا یہ اقدام بڑی قدر کے قابل ہے۔ وقف کے ماتحت آپ کا اولین فرض ہے کہ دین کا علم سیکھیں۔ اپنے اعمال کو اسلام اور احمدیت کے مطابق بنائیں تا کہ بہترین نمونہ قائم ہو۔ چنانچہ 1964ء میں یہ بہرحال وقف ہوئیں۔ 1964ء میں مرحومہ کی شادی چودھری عبداللہ صاحب درویش سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی لیکن کچھ دیر بعد علیحدگی ہو گئی۔ پھر ان کی دوسری شادی چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش سے ہوئی۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن وہ بچپن میں فوت ہو گیا۔ مرحومہ کو ریٹائرمنٹ تک تقریباً تیس سال نصرت گرلز ہائی سکول قادیان میں بطور ہیڈ مسٹرس خدمت کا موقع ملا۔

دوسرا ذکر راجہ خورشید احمد منیر صاحب مربی سلسلہ کا ہے جو آج کل آسٹریلیا میں تھے وہاں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کو لمبا عرصہ پاکستان اور آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں بطور مربی سلسلہ خدمت کی توفیق ملی۔ ایک نڈر مربی سلسلہ تھے۔ آزاد کشمیر میں خدمت کے دوران آپ کو بہت مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ 74ء کے پُر آشوب حالات کے دوران بڑی بہادری سے مخالفت کا سامنا کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک میٹنگ میں آپ کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہاں ہمارا ایک بہادر مربی ہے۔ ”بہادر مربی“ کے لقب سے نوازا۔ راجہ خورشید احمد منیر صاحب نے راولپنڈی میں اپنا ایک گھر بھی خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں جماعت کو بطور عطیہ دیا اور انہوں نے ان کے عطیے کو قبول فرمایا۔

راجہ صاحب تقسیم پاک و ہند کے بعد احمد نگر چلے گئے تھے۔ جامعہ احمدیہ کا جہاں قیام عمل میں آیا تھا وہاں یہ پڑھتے رہے۔ اخراجات پورے کرنے کے لیے انہوں نے کمرے میں ہی ایک چھوٹی سی دکان کھول لی۔ پھر 1948ء میں فرقان بٹالین میں بھی شامل ہوئے۔ 49ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور جامعہ کی شاہد کی پہلی کلاس سے امتحان پاس کرنے کے بعد مربی سلسلہ کی حیثیت سے پاکستان کے مختلف مقامات اور کشمیر میں دینی خدمات

انجام دیں۔ 1974ء میں ان کے گھر پر حملہ ہوا لیکن آپ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور ہجوم کے پتھراؤ سے زخمی بھی ہوئے لیکن بہرحال سب گھر والے محفوظ رہے۔ آپ ہمیشہ ثابت قدمی کی تلقین کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی جماعتوں پر ایسے ابتلا آتے ہیں، امتحانات آتے ہیں۔ اور ان حالات میں بھی بڑی جرأت کے ساتھ جماعتوں کا دورہ کیا کرتے تھے۔ لوگوں کے گھروں میں جایا کرتے تھے اور کئی دفعہ ایسا ہوا کہ اس دورے کے دوران جہاں لوگوں کو، جماعت کے افراد کو ملنے جاتے تھے لوگوں نے ان کو پکڑا اور مارا لیکن کبھی انہوں نے کوئی شکوہ نہیں کیا۔ ان کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ آج کل آسٹریلیا میں تھے۔ وہیں ان کی وفات ہوئی ہے۔

اگلا ذکر ضمیر احمد ندیم صاحب کا ہے۔ پچپن سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کو کینسر کی تکلیف تھی۔ ان کے پڑدادا رحیم بخش صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے 1897ء میں ان کے خاندان میں احمدیت آئی اور جب ان کے پڑدادا نے سنا کہ امام مہدی آ گئے ہیں تو اپنے گاؤں شکارپور ماچھیاں، یہ ضلع گورداسپور میں گاؤں تھا، وہاں سے قادیان جلسہ میں شرکت کے لیے گئے اور بیعت کرلی۔ پھر اپنے ایک عزیز مہر دین صاحب کو بتایا وہ بھی گئے انہوں نے بھی بیعت کرلی اور پھر ان کی تبلیغ سے تقریباً پورا گاؤں ہی احمدی ہو گیا۔

ضمیر صاحب نے جامعہ پاس کرنے کے بعد اصلاح و ارشاد مقامی کے تحت کچھ عرصہ میدانِ عمل میں کام کیا۔ پھر دفتر منصوبہ بندی کمیٹی میں ان کی تقرری ہوئی۔ پھر نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ کے تحت خدمت کی توفیق ملی۔ 2005ء سے وفات تک یہ معاون ناظر وصیت شعبہ استقبالیہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹے اور بیٹی سے نوازا۔ ان کے بیٹے بھی مربی سلسلہ ہیں۔ تعلقات بھی ان کو خوب بنانے آتے تھے۔ باسکٹ بال کے کھلاڑی بھی اچھے تھے۔ اس وجہ سے تعلقات ہوتے تھے اور پھر جماعت کے لیے اس تعلق کا استعمال بھی کرتے تھے، فائدہ بھی اٹھاتے تھے۔ تہجد گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل بہت زیادہ تھا۔ مشکل وقت میں فوراً دو نفل پڑھنا اور خلیفہ وقت کو خط لکھنا ان کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی دعاؤں اور نوافل کو اللہ تعالیٰ قبول بھی فرماتا تھا۔

اگلا ذکر مکرم عیسیٰ موا کی تلیمہ (Issa Mwaki Talima) صاحب کا ہے۔ یہ تنزانیہ کے ہیں۔ گذشتہ دنوں میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ انیس سال کی عمر میں اردگرد کے ماحول کی وجہ سے مذہبی گفتگو میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ اور اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ چند سال بعد جماعت کے عقائد سے تعارف ہوا اور تحقیق کرنے کے بعد 1992ء میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔ بیعت کے بعد مرحوم کے اندر ایک پاکیزہ تبدیلی پیدا ہوئی جو ان کے قریبیوں کو بھی واضح طور پر محسوس ہوتی تھی اور ان کی اس پاک تبدیلی کو دیکھ کر ان کی اہلیہ نے بھی بیعت کرلی۔ بیعت کے بعد مرحوم نے اپنے دینی علم کو بڑھانے کے لیے بہت محنت کی۔ اپنے کام کے دوران بھی اسلام احمدیت کی تبلیغ کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ چندہ جات کی ادائیگی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ متعدد مرتبہ اظہار کیا کہ خدا کی راہ میں دینے سے کاروبار اور مال میں برکت پڑتی ہے۔ ان کا کاروبار تھا۔ بہت ہی ملنسار خوش اخلاق اور عاجز انسان تھے۔ واقفین زندگی، جماعتی

عہدیداران اور کارکنان سے بہت عزت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں دو بیویاں اور دس بچے شامل ہیں۔

امیر و مشنری انچارج تنزانیہ لکھتے ہیں کہ مرحوم کو دارالسلام کا ریجنل پریذیڈنٹ مقرر کیا گیا۔ ان کی طبیعت میں سادگی نمایاں تھی جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتے تھے۔ خاموش خدمت کرنے والے بزرگ تھے۔ پھر یہ نائب امیر تنزانیہ مقرر ہوئے اور اس کام میں بھی بڑے اعلیٰ رنگ میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔ بہت ہی صائب الرائے بزرگ تھے۔ ہمیشہ جماعتی نظام کی عزت و وقار کا خیال رکھا کرتے تھے۔ احمدیوں کو آپس میں باہمی رواداری کے ساتھ رہنے اور خلافت احمدیہ سے وابستہ ہو جانے کی ہمیشہ تلقین کرتے رہتے تھے۔ جماعتی کارکنان کی ذاتی ضروریات کا بھی خیال رکھا کرتے تھے۔ ہر ممکن تعاون کی کوشش کرتے تھے بلکہ کارکنان کو صبح اپنے کام پہ جاتے ہوئے اپنی گاڑی میں لے کے دفتر آتے تھے تاکہ بسوں میں آتے ہوئے ان کا وقت ضائع نہ ہو۔ اپنے گھر میں ایک کمرہ نماز سینٹر کے طور پر بنایا ہوا تھا جہاں نمازیں ادا کی جاتی تھیں۔ موصیان کو حصہ جائیداد کی ادائیگی کے لیے جب تحریک کی گئی تو انہوں نے سب سے پہلے اپنی دو قیمتی جائیدادوں کی تشخیص کروائی اور حصہ جائیداد کی ادائیگی کر دی۔

اگلا ذکر مکرم شیخ مبشر احمد صاحب سپروائزر نظامت تعمیرات قادیان کا ہے جو شیخ اسرار احمد صاحب کیرنگ اوڈیشہ انڈیا کے بیٹے تھے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں میں کورونا کی وجہ سے وفات ہوئی۔ ان کی عمر تینتیس سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ پرانے احمدی خاندان میں سے ان کا خاندان ہے۔ نہایت بااخلاق نمازی اور خدمت دین کے لیے تیار رہنے والے خادم سلسلہ تھے۔ بچپن سے ہی مسجد کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ آٹھ سالوں سے مرحوم نظامت تعمیرات قادیان میں بہت خوش اسلوبی سے بطور سپروائزر خدمت بجالا رہے تھے اور بڑی سنجیدگی سے کام کرنے والے تھے۔ گہرائی میں جا کر اپنے کام کو دیکھتے تھے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ والدین دو بھائی اور ایک بہن شامل ہیں۔

اگلا ذکر مکرم سیف علی شاہد صاحب کا ہے جن کی سڈنی میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے ننھیال کی طرف سے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چودھری محمد علی صاحب تھے اور چودھری گامے خان صاحب تھے جن کے یہ نواسے اور پڑنواسے تھے۔ حیدر علی ظفر صاحب ان کے بھائی ہیں جو مبلغ سلسلہ جرمنی ہیں اور آج کل نائب امیر ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ 1961ء میں یہ میٹرک کر کے حیدرآباد میں ملازم ہو گئے۔ پھر اس کے بعد ہم دو بھائیوں کی تعلیم کا خرچ بھی اٹھاتے رہتے تھے۔ ہمارے اخراجات پورے کرتے تھے اور والدین کی بھی بڑی بے لوث ہو کے انہوں نے خدمت کی۔ نہایت ملنسار، نرم گو اور عاجز انسان تھے۔ بچوں سے شفقت اور نوجوانوں سے محبت سے پیش آتے تھے۔ نظام جماعت اور خلافت سے بے انتہا محبت اور اطاعت کا تعلق تھا۔ ہمیشہ اپنے بچوں کو بھی خلافت سے محبت اور اطاعت کا درس دیا۔ عہدیداروں کی بہت عزت کرتے تھے۔ کسی بھی عہدے دار کے خلاف کبھی کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ بہت ہی دعا گو انسان

تھے۔ نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ نمازوں کو سنوار کر ادا کرنے والے تھے۔ پاکستان میں جب یہ تھے تو بطور سیکرٹری مال، سیکرٹری وقف جدید ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ پھر میر پور خاص میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو صدر جماعت مقرر فرمایا اور امارت کے قیام تک یہ وہاں صدر جماعت رہے۔ ڈاکٹر عبد المنان صدیقی صاحب کی شہادت کے بعد ان کو امیر مقامی اور امیر ضلع کی خدمت کی بھی توفیق ملی اور آسٹریلیا روانگی تک آپ وہاں امیر ضلع میر پور خاص رہے۔ ذیلی تنظیموں میں بھی ان کو کافی خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح آسٹریلیا میں قضا بورڈ کے ممبر تھے۔ نائب صدر اول انصار اللہ تھے اور اسی طرح جماعت میں 2016ء سے سیکرٹری رشتہ ناطہ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ دو بیٹے بھی ان کی زندگی میں فوت ہوئے اور بڑے صبر سے انہوں نے ان کے صدمے کو برداشت کیا۔ بہر حال پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ان کے چار بیٹے شامل ہیں۔

اگلا ذکر مکرم مسعود احمد حیات صاحب ابن رشید احمد حیات صاحب کا ہے جن کی اسّی سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں بھی احمدیت ان کے دادا حضرت بابو عمر حیات صاحب ابن چودھری پیر بخش صاحب کے ذریعہ سے آئی تھی۔ عمر حیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ چودہ سال کی عمر میں 1898ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ پہلے فوج میں ملازمت کی پھر وہ کینیا چلے گئے۔ مسعود حیات صاحب 1967ء میں کینیا سے یوکے آ گئے اور پھر یہیں مستقل رہائش ہو گئی۔ نہایت نفیس طبع، صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ خوش اخلاق، ملنسار، مہمان نواز، شفیق انسان تھے۔ دو مرتبہ ان کو حج کرنے کی توفیق ملی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ مختلف ممالک کے دورہ جات میں ڈرائیونگ اور سیکیورٹی کی خدمت سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ 1983ء میں جب بیت الاحد مسجد والتھم سٹو (Walthamstow) میں خریدی گئی تو اس میں سب سے زیادہ حصہ مرحوم اور ان کی اہلیہ طاہرہ حیات صاحبہ مرحومہ کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر مالی لحاظ سے خاص فضل فرمایا ہوا تھا اور اس مال کا بہت حصہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کیا کرتے تھے۔ جب ریڈ برج (Redbridge) ایسٹ لندن کی جماعت الگ ہوئی تو اس جماعت کے پاس اپنی کوئی مسجد نہیں تھی۔ جب ان کو علم ہوا تو آپ نے اپنے گھر کا ایک حصہ جماعت کے لیے وقف کر دیا۔ جہاں تین سال تک جماعت سینٹر قائم رہا اور جماعت کے مختلف کام بھی وہاں ہوتے تھے۔ ان کے دو بیٹے ہیں۔ پہلی اہلیہ تو فوت ہو گئی تھیں۔ اہلیہ ثانی ہیں اور دو بیٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی احمدیت کے ساتھ جوڑے رکھے اور آگے نسلوں کے حق میں ان بزرگوں کی دعائیں بھی قبول ہوں۔ نماز کے بعد جیسا کہ مَیں نے کہا نمازِ جنازہ پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ جولائی 2021ء جلد 28 شمارہ 55 صفحہ 05 تا 10)

26

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25/ جون 2021ء بمطابق 25/ احسان 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ اس ضمن میں آج مزید بیان کروں گا۔ زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ حَرَّۃ وَاقِم کی طرف گیا۔ یہ دو حَرّوں کے درمیان جگہ ہے۔ حَرّہ سیاہ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔ مدینہ کے مشرق کی جانب حَرَّۃ وَاقِم ہے جس کو حرّہ بنو قریظہ بھی کہتے ہیں۔ دوسرا حَرَّۃُ الْوَبْرَہ ہے جو مدینہ کے مغرب میں تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ بہر حال کہتے ہیں مَیں وہاں گیا۔ جب ہم صِرار مقام پر پہنچے تو ایک جگہ ایک آگ روشن تھی۔ صِرار بھی مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اسلم! میرا خیال ہے کہ یہ کوئی مسافر ہیں جن کو رات اور سردی نے روک رکھا ہے۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ چنانچہ ہم تیز تیز چلتے ہوئے ان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کے ساتھ اس کے کچھ بچے ہیں اور ایک ہنڈیا آگ پر چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے بچے بھوک کی وجہ سے بِلک بِلک کر رو رہے تھے۔ **حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ السلام علیکم اے روشنی والو! آپؓ نے** آگ والے کہنا پسند نہ کیا بلکہ روشنی والے کہا۔ اس خاتون نے وعلیکم السلام کہا۔ آپؓ نے فرمایا: کیا میں قریب آسکتا ہوں؟ اس عورت نے کہا: خیر سے آؤ ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ مطلب کوئی خیر کی بات کرنی ہے تو آؤ ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ آپ قریب ہو گئے۔ پھر آپؓ نے فرمایا تم لوگوں کو کیا ہوا؟ تو اس عورت نے کہا رات اور سردی نے ہمیں یہاں روک لیا ہے۔ آپؓ نے کہا ان بچوں کا کیا معاملہ ہے، یہ کیوں بلک رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا بھوک کی وجہ سے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس ہنڈیا میں کیا چیز ہے؟ اس عورت نے کہا کہ اس کے اندر صرف پانی ہے اور اس کے ذریعہ میں بچوں کو دلاسا دے رہی ہوں یہاں تک کہ وہ سو جائیں۔ اللہ ہمارے اور عمرؓ، حضرت عمرؓ کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ آپؓ نے فرمایا: اے خاتون! اللہ تم پر رحم کرے، عمرؓ کو تمہاری حالت کیسے معلوم ہو سکتی ہے! اس نے کہا یعنی اس عورت نے کہا کہ وہ **ہمارے امور کے نگران** ہیں اور ہم سے غافل ہیں۔ اسلم جو حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ **پھر آپؓ یعنی حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا ہمارے ساتھ چلو۔** پھر ہم نہایت تیزی سے چلتے ہوئے دَارُالدَّقِیْق آئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں دَارُالدَّقِیْق نام سے ایک عمارت بنوائی تھی جس میں آٹا، ستو، کھجور، کشمش اور دیگر ضروریاتِ سفر جن کی ایک مسافر کو ضرورت ہو سکتی ہے میسر ہوتی تھیں۔ آپؓ نے مدینہ اور مکہ کے درمیانی راستوں پر مسافروں کے

لیے کچھ سرائے خانے بھی بنوائے ہوئے تھے۔ بہر حال پھر آپؓ نے وہاں سے ایک بورا اناج کا نکالا اور چکنائی کا ڈبہ **آپؓ نے لیا۔ آپؓ نے فرمایا: اسے مجھے اٹھوا دو۔** اسلم کہتے ہیں: میں نے کہا کہ آپؓ کی جگہ مَیں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ مجھے یہ اٹھوا دو۔ میں نے ہر دفعہ عرض کیا کہ آپؓ کی جگہ مَیں اسے اٹھا لیتا ہوں۔ آخر حضرت عمرؓ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو! کیا قیامت کے دن میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے؟ اس پر میں نے وہ بورا آپؓ پر لاد دیا۔ پھر آپؓ اس بورے کو اپنی کمر پر لاد کر تیز قدموں سے چلے اور مَیں بھی تیزی سے آپؓ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ہم اس عورت کے پاس پہنچ گئے۔ آپؓ نے وہ بوری اس کے پاس اتاری اور اس میں سے کچھ آٹا نکالا اور اس خاتون سے کہا کہ اسے ہنڈیا میں آہستہ آہستہ ڈالو اور میں اسے تمہارے لیے ہلاتا ہوں۔ دوسری جگہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم آہستہ آہستہ آٹا ڈالو۔ میں تمہارے لیے حریرہ تیار کرتا ہوں۔ پھر آپؓ ہنڈیا کے نیچے آگ سلگانے کے لیے پھونک مارنے لگے۔ اسلم یعنی روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ آپؓ (حضرت عمرؓ) بڑی اور گھنی داڑھی والے تھے۔ میں نے دیکھا کہ دھواں آپؓ کی داڑھی کے اندر سے نکل رہا ہے۔ یعنی دھواں اٹھتا تھا تو ان کے چہرے پر بھی پڑتا تھا، داڑھی کے اندر سے بھی گزر جاتا تھا۔ جب ہنڈیا پک گئی تو آپؓ نے ہنڈیا کو نیچے اتارا۔ آپؓ نے فرمایا کوئی برتن لاؤ۔ وہ عورت بڑی پلیٹ لائی۔ آپؓ نے اس میں کھانا ڈالا اور کہنے لگے تم ان بچوں کو کھلاؤ۔ میں تمہارے لیے پھیلاتا ہوں تا کہ ٹھنڈا ہو جائے، یعنی اس کو مزید پھیلا کے دوسری جگہ، دوسرے برتن میں ٹھنڈا کرتا ہوں۔ پھر آپؓ مسلسل ایسا کرتے رہے یہاں تک کہ ان بچوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا اور جو بچ گیا وہ آپؓ نے اس کے پاس چھوڑ دیا۔ اسلم کہتے ہیں: پھر آپؓ کھڑے ہوئے اور میں بھی آپؓ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس پر وہ عورت کہنے لگی اللہ تعالیٰ آپؓ کو بہترین جزا دے۔ تم اس امر میں امیر المومنین سے زیادہ حقدار ہو یعنی جزا کے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا بھلائی کی بات کہو۔ جب تم امیر المومنین کے پاس جاؤ گی تو تم انشاء اللہ مجھے وہاں پاؤ گی۔ بہر حال وہ کہتے ہیں پھر حضرت عمرؓ وہاں سے ایک طرف ہٹ گئے۔ پھر اس خاتون کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ میں نے آپؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا اس کے علاوہ اَور بھی کوئی کام ہے۔ آپؓ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے کھیل رہے تھے اور ہنس رہے تھے اور تمام بچے پُر سکون ہو کر سو گئے تو حضرت عمرؓ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے اسلم! **بھوک کی وجہ سے یہ بچے جاگ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ میں نے پسند کیا کہ میں یہاں سے اس وقت تک نہ جاؤں جب تک کہ میں ان کی اس آرام کی حالت کو نہ دیکھ لوں جو میں نے ابھی دیکھی ہے۔**

(تاریخ الطبری لا بن جریر جلد2 صفحہ567-568 سنة23 دار الکتب العلمیة بیروت 1987ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 101، 102، 172 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز اردو بازار کراچی 2003ء)
(سیدنا عمر بن خطاب شخصیت اور کارنامے صفحہ 442 مکتبہ الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان)
(لسان العرب زیر مادہ ''حر'')

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ انسانی ضروریات کا ان لوگوں کے لیے مہیا کرنا جو ان کو یعنی ان ضروریات کو مہیا نہیں کر سکتے اسلامی حکومت کا فرض ہے۔

اسلامی حکومت کی ذمہ داری بتا رہے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ نہایت ہی مؤثر اور کاشفِ حقیقت ہے۔ یعنی حقیقت کو کھولنے والا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی باہر تجسّس کر رہے تھے کہ کسی مسلمان کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ مدینہ، دارالخلافہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں مرار نامی ہے۔ ہمارے تحقیق کرنے والے کہتے ہیں کہ شاید مرار نہیں بلکہ صِرار ہی اس کا نام ہے۔ ہو سکتا ہے کاتب کی غلطی کی وجہ سے مرار لکھا گیا ہو۔ بہر حال وہاں آپؓ نے دیکھا کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ ادھر گئے تو دیکھا ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں۔ اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ دو تین وقت کا فاقہ ہے۔ کھانے کو کچھ پاس نہیں۔ بچے بہت بے تاب ہوئے تو خالی ہنڈیا چڑھا دی تا کہ بہل جائیں اور سو جائیں۔ حضرت عمرؓ یہ بات سن کر فوراً مدینہ کی طرف واپس ہوئے۔ آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لیں اور ایک بوری میں ڈال کر اپنے خادم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دے۔ اس نے کہا حضور میں موجود ہوں میں اٹھا لیتا ہوں۔ آپؓ نے جواب دیا: بے شک تم اِس وقت اٹھا کر لے چلو گے مگر قیامت کے دن میرا بوجھ کون اٹھائے گا! یعنی ان کی روزی کا خیال رکھنا میرا فرض تھا اور اس فرض میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔ اس لیے اس کا کفّارہ یہی ہے کہ میں خود اٹھا کر یہ اسباب لے جاؤں اور ان کے گھر پہنچاؤں۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں اس واقعہ سے کوئی یہ مطلب نہ نکال لے کہ ضرورت مندوں کو جو وظائف دیے جاتے ہیں یہ سستی پیدا کرنے کے لیے ہیں بلکہ ہر ضرورتمند کو وظیفہ دینا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ اسلام جہاں غریبوں کی خبر گیری کا حکم دیتا ہے وہاں جیسا کہ پہلے اس ضمن میں بیان ہوا ہے کہ سستی اور کاہلی کو بھی مٹاتا ہے۔ وظائف اس لیے نہیں دیے جاتے کہ سستی اور کاہلی پیدا ہو۔ ان وظائف کی یہ غرض نہ تھی کہ لوگ کام چھوڑ کر بیٹھیں بلکہ صرف مجبوروں کو یہ وظائف دیے جاتے تھے ورنہ سوال سے لوگوں کو روکا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ مانگنے والوں کو مانگنے سے روکنے کے لیے بھی بہت سخت اقدام کیا کرتے تھے۔ یہی نہیں کہ صرف بھوکا دیکھ لیا تو کھانا کھلا دیا، کوئی مانگنے آیا تو اس کو دے دیا بلکہ مانگنے والا اگر صحت مند ہے تو آپؓ بڑا سخت قدم اٹھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کو دیکھا اس کی جھولی آٹے سے بھری ہوئی تھی۔ آٹا اس کی جھولی میں پڑا ہوا تھا اور وہ مانگ رہا تھا۔ آپؓ نے اس سے آٹا لے کر اونٹوں کے آگے ڈال دیا اور اس کی جھولی خالی کر دی اور فرمایا کہ اب مانگ۔ اسی طرح یہ ثابت ہے کہ سوالیوں کو کام کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

(ماخوذ از احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ 296-297)

یعنی تم اچھے بھلے انسان ہو۔ تمہارا مانگنے سے کیا کام ہے۔ محنت کرو، کماؤ اور کھاؤ اور یہ سبق دیا کہ دوبارہ مانگو گے تو دوبارہ تمہارے سے یہی سلوک ہو گا کہ تمہارے سے چھین کے جانوروں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔ اکثر مانگنے والے یہ ایک مثال دے کر اس پر زور دیتے ہیں کہ دیکھو حضرت عمرؓ کس طرح خیال رکھتے تھے لیکن مانگنے سے جس سختی سے اسلام نے روکا ہے اس کو نہیں دیکھتے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی ہے اور حضرت عمرؓ نے بھی پھر اس کو جاری کیا، اس کو نہیں دیکھتے۔

پھر اس واقعہ کو ایک اَور جگہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے یوں بیان فرمایا کہ "حضرت عمرؓ

کو دیکھ لو۔ اُن کے رعب اور دبدبہ سے ایک طرف دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ کانپتے تھے۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں تک لرزہ براندام رہتی تھیں مگر دوسری طرف اندھیری رات میں ایک بدوی عورت کے بچوں کو بھوکا دیکھ کر عمرؓ جیسا عظیم المرتبت انسان تلملا اٹھا اور اپنی پیٹھ پر آٹے کی بوری لاد کر اور گھی کا ڈبہ اپنے ہاتھ میں اٹھا کر ان کے پاس پہنچا اور اس وقت تک واپس نہیں لوٹا جب تک کہ اس نے اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر ان بچوں کو نہ کھلا لیا اور وہ اطمینان سے سو نہ گئے۔"

(سیر روحانی (6)۔ انوار العلوم جلد 22 صفحہ 596)

پھر حضرت عمرؓ کے یہی آزاد کردہ غلام اسلم، جن کا پہلے بھی ذکر ہوا ہے، یہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور ان لوگوں نے عید گاہ میں قیام کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کیا تم **پسند کرتے ہو کہ ہم رات کے وقت ان کا پہرہ دیں؟ انہوں** نے عرض کیا جی ہاں۔ چنانچہ آپؓ دونوں ساری رات ان کی حفاظت کرتے رہے اور عبادت کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپؓ اس طرف گئے اور اس کی ماں سے کہا اللہ تعالیٰ کا خوف کرو اور اپنے بچے کا اچھی طرح خیال رکھو۔ یہ کہہ کر آپؓ واپس تشریف لے آئے یعنی واپس اس جگہ تشریف لے آئے جہاں آپؓ سامان کی حفاظت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ پھر آپ نے اس کے رونے کی آواز سنی۔ آپؓ دوبارہ اس کی ماں کی طرف گئے اور اس کو پھر پہلی بات کی طرح کہا اور اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ جب رات کا آخری وقت ہوا اور بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کی ماں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تیرا بھلا ہو تو بہت لاپرواماں ہے۔ مجھے کیا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ ساری رات رونے کی وجہ سے تمہارا بچہ بے چین رہا۔ اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! میں اس کو دودھ کے علاوہ دوسری خوراک کی طرف مائل کر رہی ہوں لیکن وہ بچہ انکار کر دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے دودھ ہی دو۔ آپؓ نے پوچھا وہ کیوں؟ اس عورت نے کہا کیونکہ حضرت عمرؓ ان ہی بچوں کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جن کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ آپؓ نے پوچھا تمہارے اس بچے کی عمر کتنی ہے؟ اس عورت نے کہا اتنے (سال) اور اتنے ماہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا بھلا ہو۔ دودھ چھڑانے میں اتنی جلدی نہ کر۔ پھر جب آپؓ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی تو آپؓ کے رونے کی وجہ سے قراءت لوگوں پر واضح نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے آپ سے کہا، عمر کا بُرا ہو اس نے کتنے ہی مسلمانوں کے بچوں کا خون کر دیا ہے۔ پھر آپؓ نے منادی کرنے والے کو حکم دیا تو اس نے اعلان کیا کہ اپنے بچوں کو دودھ چھڑوانے میں جلدی نہ کرو۔ اسلام میں جو بھی بچہ ہے یعنی اب ہر پیدا ہونے والے بچے کا ہم وظیفہ مقرر کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے سارے ممالک میں یہ حکم بھجوا دیا۔

(البداية والنهاية لابن كثير جلد 10 صفحه 185 – 186 مطبوعه دار هجر 1998ء)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے شروع شروع میں دودھ پیتے بچوں کے لئے کوئی وظیفہ مقرر نہیں کیا تھا لیکن بعد میں دودھ پیتے بچوں کا حق تسلیم کر لیا اور حکم دیا کہ ان کا حصہ ان کی ماؤں کو دیا جائے۔ پہلے حضرت عمرؓ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک بچہ دودھ پیتا ہے وہ قوم کے وجود میں حصہ نہیں لیتا۔ اس کی ذمہ داری اس کی ماں پر ہے پبلک پر نہیں" ہے کہ بیت المال سے اس کا خرچ

دیا جائے "لیکن ایک دفعہ حضرت عمرؓ سیر کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ شہر سے باہر ایک قافلہ بدویوں کا اترا ہوا تھا۔ **حضرت عمرؓ نے ایک خیمہ سے بچے کے رونے کی آواز سنی۔** بچہ چیخ رہا تھا اور ماں تھپک تھپک کر سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب کچھ مدت تک تھپکی دینے کے باوجود بچہ چپ نہ ہوا تو ماں نے بچے کو تھپڑ مار کر کہا۔ رؤ عمرؓ کی جان کو۔ حضرت عمرؓ حیران ہوئے کہ اس بات سے میرا کیا تعلق ہے؟ حضرت عمرؓ نے اس عورت سے خیمہ میں داخل ہونے کی اجازت لی اور اندر جا کر اس عورت سے پوچھا بی بی! کیا بات ہے؟ چونکہ وہ حضرت عمرؓ کو پہچانتی نہ تھی اس لئے کہنے لگی بات کیا ہے؟ عمرؓ نے سب کے گزارے مقرر کئے ہیں لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ دودھ پیتے بچوں کے لئے بھی غذا کی ضرورت ہے۔

اب میرے پاس دودھ پورا نہیں اور میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے تا اس کا وظیفہ مقرر ہو جائے۔ حضرت عمرؓ اسی وقت واپس آئے اور آپؓ نے خزانے سے آٹے کی بوری نکلوائی اور خود اٹھا کر چلنے لگے۔ وہ آدمی جو خزانہ پر مقرر تھے وہ آگے بڑھے کہ ہم اٹھا کر لے چلتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا تم چھوڑ دو میں خود اٹھا کر لے جاؤں گا۔ قیامت کے دن جب مجھے کوڑے لگیں گے تو کیا میری جگہ تم جواب دو گے؟ پتہ نہیں کہ اس طرح میرے ذریعہ کتنے بچے مر گئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا کہ دودھ پیتے بچوں کا بھی وظیفہ مقرر کیا جائے۔"
(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 353)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "حدیث میں عَمَّار بن خُزَیْمَہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے میرے باپ کو فرمایا کہ تجھے کس چیز نے اپنی زمین میں درخت لگانے سے منع کیا ہے؟" وہ آگے مزید درخت نہیں لگا رہا تھا، اپنے باغ کو بڑھا نہیں رہا تھا یا جو خراب پودے تھے ان کی جگہ نئے پودے نہیں لگا رہا تھا۔" تو میرے باپ نے جواب دیا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ کل مر جاؤں گا۔" مجھے کیا فائدہ اس کا؟" پس اس کو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ پر ضرور ہے کہ درخت لگائے۔" یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ لازمی طور پر تم نے یہ درخت لگانے ہیں۔" کہتے ہیں" پھر میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ **خود میرے باپ کے ساتھ مل کر ہماری زمین میں درخت لگاتے تھے۔**" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 92)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ واقعہ سُستی اور کسل مندی سے بچنے کے ضمن میں بھی بیان فرمایا ہے اور یہ بھی کہ پچھلی نسل کے لگائے ہوئے پودوں کے پھل تم کھا رہے ہو تو اگلی نسل کے لیے بھی پودے چھوڑ کے جاؤ۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ **رات کو دورہ کیا کرتے تھے۔** ایک دفعہ رات کو شہر میں پھر رہے تھے تو آپؓ نے ایک عورت کو سنا کہ وہ عشقیہ شعر پڑھ رہی ہے۔ آپؓ نے دن کو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ اس کا خاوند مدت سے باہر رہتا ہے۔" فوج میں باہر گیا ہوا ہے" آپؓ نے پھر یہ حکم دے دیا" اس کے بعد آپؓ نے یہ حکم دیا" کہ کوئی سپاہی چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے۔ اگر کوئی سپاہی زیادہ مدت تک باہر رہنا چاہتا ہو تو اپنی بیوی کو بھی اپنے ساتھ رکھے ورنہ چار ماہ کے بعد اسے فوج کا افسر مجبوراً واپس گھر بھیج دے۔"
(خطباتِ محمودؓ جلد 4 صفحہ 63 سال 1914ء)

اس کی تفصیل میں ایک جگہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس عورت سے، جو شعر پڑھ رہی تھی اس کے شعر سن کے پوچھا کہ تم نے کوئی برائی کا ارادہ تو نہیں کیا؟ اس عورت نے کہا کہ اللہ کی پناہ۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کو فرمایا کہ اپنے آپ پر قابو رکھو۔ اس کی طرف مَیں ابھی خط روانہ کر رہا ہوں یعنی تمہارے خاوند کی طرف میں ابھی خط روانہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ آپؓ نے اس کی طرف قاصد کو بھجوایا تا کہ اس کو واپس بلایا جائے۔ پھر آپؓ نے مزید تحقیق کی اور پھر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ چار مہینہ کا زیادہ سے زیادہ عرصہ رکھا کہ اس عرصہ سے زیادہ خاوند باہر نہ رہے یا پھر بیوی بچے ساتھ ہوں۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ 111 فصل فی نبذ من أخبارہ وقضایاہ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت 1999ء)

اسلم، حضرت عمرؓ کے وہی آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ کے بیرونی حصہ میں گیا تو ہمیں ایک خیمہ نظر آیا۔ ہم نے اس خیمہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس خیمے میں ایک عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے اور رو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے اس کا حال دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا۔ میں ایک مسافر پردیسی عورت ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس پر **حضرت عمرؓ روپڑے اور تیزی سے اپنے گھر واپس لوٹے** اور اپنی اہلیہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ سے فرمایا کیا تم اجر حاصل کرنا چاہتی ہو جو اللہ تمہارے پاس لایا ہے۔ آپؓ نے ساری بات ان کو بتائی۔ اس پر انہوں نے کہا جی ضرور۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنی پشت پر آٹا اور چربی اٹھائی اور حضرت ام کلثوم نے زچگی کی ضرورت کا سامان اٹھایا اور وہ دونوں آئے۔ حضرت ام کلثومؓ اس عورت کے پاس گئیں اور حضرت عمرؓ اس عورت کے خاوند کے ساتھ بیٹھ گئے۔ وہ خاوند بھی وہاں موجود تھا۔ وہ آپؓ کو نہیں پہچانتا تھا۔ آپؓ اس کے ساتھ گفتگو کرنے لگے۔ اس عورت نے لڑکے کو جنم دیا۔ حضرت ام کلثومؓ نے حضرت عمرؓ کو آ کے بتایا اور عرض کی کہ اے امیر المومنین! اپنے ساتھی کو لڑکے کی خوشخبری دے دیں۔ یعنی وہ جو اس عورت کا خاوند ہے اسے خوشخبری دے دیں کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جب اس شخص نے حضرت ام کلثومؓ کی یہ بات سنی تو اس کو احساس ہوا۔ اس کو تو نہیں پتہ تھا کہ کس کے ساتھ بیٹھا ہے، کہ وہ کتنے عظیم شخص کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور وہ حضرت عمرؓ سے معذرت کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ پھر آپؓ نے ان کو خرچ اور ضرورت کا سامان پہنچایا اور واپس تشریف لے آئے۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد 10 صفحہ 186 مطبوعہ دار ھجر 1998ء)

سَعِید بن مُسَیّب اور اَبُو سَلَمَہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! **حضرت عمرؓ نے جو کچھ کہا اس کو پورا کر دیا۔ سختی کرنے کے** مواقع پر سختی میں اور نرمی کے مواقع پر نرمی میں بڑھ گئے اور وہ لوگوں کے بال بچوں کے باپ بن گئے یہاں تک کہ ان عورتوں کے پاس جاتے جن کے شوہر باہر گئے ہوئے تھے۔ ان کے دروازوں پر پہنچ کر ان کو سلام کرتے پھر کہتے کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے؟ یا تم کوئی ضرورت کی چیز منگوانا چاہو تو میں وہ چیز تمہیں بازار سے خرید کر لا دوں گا۔ مجھے یہ ناپسند ہے کہ خرید و فروخت میں تمہیں دھوکا دیا جائے تو وہ عورتیں آپؓ کے ساتھ اپنی بچیوں کو یا بچوں کو بھی بھیج دیتی تھیں۔ آپؓ بازار میں اس طرح جاتے کہ آپؓ کے پیچھے لوگوں کی

بچیاں اور بچے اتنے ہوتے کہ ان کا شمار مشکل ہوتا۔ پھر آپؓ ہر ایک کے لیے ان کی ضرورت کی چیزیں خریدتے اور جن عورتوں کا کوئی بچہ نہ ہوتا تو اس کے لیے خود خریداری کرتے۔ جب کسی لشکر میں سے کوئی ایلچی آتا تو اس سے ان عورتوں کے شوہروں کے خطوط لے کر خود ان کو پہنچاتے اور ان سے فرماتے کہ تمہارے شوہر اللہ کی راہ میں گئے ہوئے ہیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہو۔ اگر تمہارے پاس کوئی ہے جو یہ خط پڑھ سکے تو ٹھیک ہے ورنہ دروازے کے قریب کھڑی ہو جاؤ تا کہ میں تمہیں پڑھ کر سنا دوں۔ پھر فرماتے کہ ہمارا ایلچی یہاں سے فلاں فلاں دن جائے گا تم خط لکھ دینا تا کہ ہم تمہارے خطوط بھیج دیں۔ پھر سب عورتوں کے ہاں خطوط کے لیے کاغذ اور دواتیں لے کر جاتے پھر ان میں سے جو خط لکھ دیتی اس کا خط لیتے اور جو نہ لکھ سکتی تو فرماتے کہ یہ کاغذ اور دوات ہے تم دروازے کے قریب آ جاؤ اور مجھے لکھواؤ۔ **اس طرح آپؓ ایک ایک دروازے پر جاتے اور ان کے شوہروں کو** ان کی طرف سے خطوط لکھتے۔ پھر ان خطوط کو بھیج دیتے۔

(ماخوذ از ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (مترجم) جلد 3 صفحہ 228-229 مناقب فاروق اعظم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اونٹ کا پالان کندھے پر رکھے ہوئے اَبْطَحْ کی طرف تیزی سے جا رہے تھے۔ یہ اَبْطَحْ بھی مکہ اور منیٰ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ تو حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! کہاں جا رہے ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا: صدقے کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے۔ میں اس کو تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ ایسی باتیں آپؓ کر رہے ہیں کہ آپؓ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کے لیے ایسی راہیں متعین کر دی ہیں کہ جن پر چلنا آسان نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے ابوالحسن! مجھے ملامت نہ کرو۔ اس کی قسم ہے جس نے محمدؐ کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا! اگر **بکری کا بچہ بھی دریائے فرات کے کنارے ضائع ہو گیا تو قیامت** کے دن عمر کا اس پر مؤاخذہ ہو گا۔

(ماخوذ از ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (مترجم) جلد 3 صفحہ 286-287 مناقب فاروق اعظمؓ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) (معجم البلدان جلد 1 صفحہ 95)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مسلمان ایسی حالت میں چلے آ رہے تھے کہ انہوں نے گردن نیچی ڈالی ہوئی تھی" یعنی ایک مسلمان شخص تھا جو نیچے گردن جھکائے ہوئے چلا آ رہا تھا۔ کوئی صدمہ پہنچا ہو گا، کوئی تکلیف پہنچی ہو گی اس وجہ سے پریشان ہو گا۔ نیچے گردن ڈالی ہوئی تھی۔ "حضرت عمرؓ نے ان کی ٹھوڑی پر مُکّا مارا اور کہا اسلام کی فتوحات کا زمانہ ہے اور تم اپنی گردن جھکائے پھر رہے ہو!!" یعنی یہ زمانہ ہے اور اسلام کی فتوحات ہو رہی ہیں۔ اگر تمہیں کوئی تھوڑی سی تکلیف پہنچی بھی ہے تو اس کی وجہ سے تم نے اپنا سر نیچے کر لیا ہے۔ نیچے گردن جھکا کر چل رہے ہو۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ "خدا تعالیٰ نے اس وقت اسلام کو حکومت دی ہے۔ دنیا جو چاہے کہے مگر تم تو یقین رکھتے ہو کہ اسلام کو فتح ہو گی۔ اگر تم یقین رکھتے ہو کہ اسلام کو فتح ہو گی تو پھر رونا کیا۔"

(قادیان سے ہماری ہجرت ایک آسمانی تقدیر تھی۔ انوار العلوم جلد 21 صفحہ 379)

پھر چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے کی ضرورت نہیں ہے اور یا ایک جگہ سے مسلمانوں کو کہیں بھی کوئی تکلیف

پہنچی ہے تو کوئی رونے کی، پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ یہ بات **حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان سے ہجرت کے بعد اس ضمن میں بیان فرمائی تھی** اور فرمایا کہ ایک مومن کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اس نے کیا کھویا ہے۔ اگر کوئی چیز ضائع بھی ہو گئی ہے، نقصان بھی تھوڑا ہو گیا تو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ کیا کھویا ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کس کے لیے کھویا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے لیے اور اسلام کی ترقی کے لیے کوئی چیز ضائع ہوئی ہے، ہاتھ سے نکل گئی تو پھر اللہ تعالیٰ بہترین اجر دے گا۔ عارضی نقصانوں پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ حضرت عمرؓ کا ایک مشہور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں آپ لکھتے ہیں کہ گو حضرت عمرؓ کو تکلیف بھی اٹھانی پڑی مگر آپؓ نے اس تکلیف کی کوئی پروانہ کی اور وہ مساوات قائم کی جو اسلام دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ جَبَلَة ابنِ اَیْھَمْ ایک بہت بڑے عیسائی قبیلے کا سردار تھا۔ جب شام کی طرف مسلمانوں نے حملے شروع کیے تو یہ اپنے قبیلہ سمیت مسلمان ہو گیا اور حج کے لیے چل پڑا۔ حج میں ایک جگہ بہت بڑا ہجوم تھا۔ اتفاقاً کسی مسلمان کا پاؤں اس کے پاؤں پر پڑ گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس کا پاؤں اس کے جبہ کے دامن پر پڑ گیا۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو ایک بادشاہ سمجھتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ میری قوم کے ساٹھ ہزار آدمی میرے تابع فرمان ہیں بلکہ بعض تاریخوں میں سے پتہ چلتا ہے کہ ساٹھ ہزار محض اس کے سپاہیوں کی تعداد تھی۔ بہرحال جب ایک ننگ دھڑنگ مسلمان کا پیر اس کے پیر پر آپڑا تو اس نے غصہ میں آکر زور سے اسے تھپڑ مار دیا اور کہا تُو میری ہتک کرتا ہے۔ تو جانتا نہیں کہ میں کون ہوں؟ تجھے ادب سے پیچھے ہٹنا چاہیے تھا۔ تُو نے گستاخانہ طور پر میرے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ وہ مسلمان تو تھپڑ کھا کر خاموش ہو رہا مگر ایک اَور مسلمان بول پڑا کہ تجھے پتہ ہے کہ جس مذہب میں تُو داخل ہوا ہے وہ اسلام ہے اور اسلام میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں۔ بِالخصوص اِس گھر یعنی خانہ کعبہ میں جس کا تم طواف کر رہے ہو امیر اور غریب میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا۔ اس نے کہا میں اِس کی پروا نہیں کرتا۔ اس مسلمان نے کہا کہ عمرؓ کے پاس تمہاری شکایت ہو گئی تو وہ اس مسلمان کا بدلہ تم سے لیں گے۔ جَبَلَة ابنِ اَیْھَمْ نے جب سنا تو آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ کیا کوئی شخص ہے جو جَبَلَة ابنِ اَیْھَمْ کے منہ پر تھپڑ مارے۔

اس نے کہا کہ کسی اَور کا تو مجھے پتہ نہیں مگر عمرؓ تو ایسے ہی ہیں۔ یہ سن کر اس نے جلدی سے طواف کیا اور سیدھا حضرت عمرؓ کی مجلس میں پہنچا اور پوچھا کہ اگر کوئی بڑا آدمی کسی چھوٹے آدمی کو تھپڑ مار دے تو آپؓ کیا کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہی کرتے ہیں کہ اس کے منہ پر اس چھوٹے شخص سے تھپڑ مرواتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ آپؓ میرا مطلب سمجھے نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بہت بڑا آدمی تھپڑ مار دے تو پھر آپؓ کیا کیا کرتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: اسلام میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔

پھر آپؓ نے کہا: جبلہ! تم ہی تو یہ غلطی نہیں کر بیٹھے؟ اِس پر اس نے جھوٹ بول دیا اور کہا کہ میں نے تو کسی کو تھپڑ نہیں مارا۔ میں نے تو صرف ایک بات پوچھی ہے مگر وہ اسی وقت مجلس سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا اور اپنی قوم سمیت مرتد ہو گیا اور مسلمانوں کے خلاف رومی جنگ میں شامل ہوا لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی پروا نہیں کی۔ (ماخوذ از سیر روحانی (2)۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 42-43)

یہ وہ مساوات تھی جو اسلامی حکومت نے قائم کی اور آج کی اسلامی حکومتوں کے لیے بھی یہ سبق ہے۔

یہ ذکر اب انشاء اللہ آئندہ چلے گا۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کروں گا۔ اس میں سے **پہلا ذکر ہے عبدالوحید وڑائچ صاحب کا جو والڈزہوٹ** (Waldshut) جرمنی کے صدر جماعت تھے۔ سابق صدر خدام الاحمدیہ اور سابق نیشنل سیکرٹری تربیت سوئٹزرلینڈ بھی تھے۔ یہ 12 رمئی کو ماؤنٹ ایورسٹ کو کامیابی کے ساتھ سر کرنے اور اس پر لوائے احمدیت لہرانے کے بعد نیچے اترتے ہوئے طبیعت خراب ہونے پر 41 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ والدین ہیں۔ ایک بھائی اور دو بہنیں ہیں۔

امیر صاحب سوئٹزرلینڈ طارق تارنستر صاحب لکھتے ہیں کہ عبدالوحید وڑائچ صاحب شروع سے لے کر اپنی وفات تک ہمیشہ جماعت کے ایک فعال ممبر رہے۔ بطور ممبر جماعت اور عہدیدار مرحوم ایک مثالی احمدی تھے۔ وہ ایک وفادار احمدی تھے۔ عبدالوحید وڑائچ صاحب جماعتی خدمات ہمیشہ نہایت عاجزی کے ساتھ بجالاتے تھے۔ ان کے اوصاف میں تکبر کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہ انسانی خدمت کا نہ صرف درس دیتے تھے بلکہ خود اپنے نمونے کے ساتھ کر کے دکھاتے تھے۔ IAAAE کے مختلف پراجیکٹس کے لیے افریقہ بھی گئے اور وہاں انسانیت کی خدمت کی جسے دیکھ کر کئی نوجوان بھی ان کی مثال پر چلتے ہوئے افریقہ گئے۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ جب مقرر ہوئے تو نئے نئے مواقع تلاش کرتے تھے جن سے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو سکے اور انہیں یورپ کی مادیت پسند سوچ اور دلچسپی سے بچایا جا سکے۔ مالی قربانی بھی ان کی مثالی تھی۔ اور یہی امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے بیٹے عزیزم طلحہ وڑائچ جو اس وقت جامعہ احمدیہ جرمنی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس کی تربیت بھی بڑی اچھی کی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کا بچہ جامعہ میں پڑھ رہا ہے۔ اختصار کے ساتھ اگر کہا جائے تو عبدالوحید وڑائچ صاحب مرحوم حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے ایک مثالی احمدی تھے۔

غیر از جماعت احباب نے بھی ان کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا۔ مسٹر سٹیفن لارچ (Mr. Stefan Lorch) لکھتے ہیں کہ وحید وڑائچ صاحب نے ان کے ساتھ کئی سال سوئس کام (Swisscom) کمپنی میں کام کیا جو سوئٹزرلینڈ کی سب سے بڑی ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی ہے اور تقریباً ایک سال ان کے ساتھ ان کی ٹیم میں کام کرتا رہا ہوں۔ میں ان کی صرف ان کی فیلڈ میں قابلیت کی وجہ سے قدر نہیں کرتا تھا بلکہ خاص طور پر ان کے طرز عمل کی وجہ سے۔ وحید وڑائچ صاحب ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ وہ دوسروں کی مدد کرنے والے دیانتدار اور قابل اعتماد شخصیت کے مالک تھے۔ مجھے ان سے کام سے ہٹ کر بھی گفتگو کرنا بہت پسند تھا۔

مربی صاحب لکھتے ہیں کہ موصوف نہایت اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ خلافت سے عشق تھا۔ باقاعدگی سے نماز جمعہ مسجد میں ادا کرتے اور باقی نمازیں بھی مسجد میں ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ تہجد گزار تھے۔ ان کے نیشنل سیکرٹری مال رضوان صاحب کہتے ہیں کہ مائیکروسافٹ کمپنی کی سوئٹزرلینڈ برانچ میں سافٹ ویئر انجینئر کے طور پر جاب کر رہے تھے تو ایک دفعہ مجھے کہنے لگے کہ مائیکروسافٹ سوئٹزرلینڈ کی برانچ ختم کر کے سیلیکون ویلی

(Silicon valley) لے جارہے ہیں اور انہوں نے مجھے آفر دی ہے کہ ہمارے ساتھ چلیں۔ وہ ساری سہولتیں مہیا ہوں گی اور تنخواہ بھی بڑھ جائے گی اور سوئٹزرلینڈ سے آپ کا سامان، سب کچھ ہم وہاں منتقل کریں گے تو آپ نے بتایا کہ میں نے انہیں انکار کر دیا ہے کیونکہ میرے ذمہ یہاں جماعتی خدمات ہیں۔ میں ان کو چھوڑنا نہیں چاہتا کہ یہاں سے انکار کر دوں اور وہاں چلا جاؤں۔ پھر اس کے کچھ دنوں کے بعد آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس برانچ کو سوئٹزرلینڈ کی بڑی کمپنی سوئس کام نے خرید لیا ہے اور کہنے لگے کہ وہ تو مجھے وہاں لے جارہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں انتظام کر دیا اور نہ صرف یہاں بلکہ اللہ کا ایسا فضل ہوا ہے کہ میری جو یہاں تنخواہ ہے وہ اپنے باس (boss) سے بھی زیادہ ہے۔

نیشنل سیکرٹری امور خارجہ زاہد صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں ان کو چھبیس سال سے جانتا تھا۔ خدام الاحمدیہ ہی میں ان کے ساتھ خدمت کا موقع ملتا رہا۔ انتہائی شریف النفس، صوم وصلوٰۃ کے پابند، دعا گو، انتہائی محنتی، خلافت کے فدائی اور فرمانبردار، شفیق دوست اور ملنسار انسان تھے۔ جوانی کی عمر سے ہی باقی نوجوانوں سے الگ طبیعت کے مالک تھے۔ مرحوم کو کبھی بھی غصہ میں نہیں دیکھا۔ نہ ہی کبھی اس کا تاثر ان کے چہرے پر دیکھا یا لہجے میں محسوس کیا۔ کبھی بآواز بلند یا سختی سے بات کرتے نہیں دیکھا۔ غلطیاں بھی سرزد ہوتی تھیں ہمیشہ ہمیں علیحدگی میں نرمی سے سمجھا دیتے تھے۔ بڑوں اور چھوٹوں سے ہمیشہ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر ہوتی تھی۔ جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لیے تیار رہنے کی زندہ مثال تھے۔ سوئٹزرلینڈ کے بیسیوں ایسے نوجوان ہیں جن کی مرحوم نے تعلیم اور مستقبل کے بارے میں نہ صرف راہنمائی کی بلکہ درجنوں کو حصولِ روزگار میں بھی مدد کی۔ خدام الاحمدیہ کے تحت انہوں نے احمدیہ ہائیکنگ کلب بھی قائم کیا اور بیسیوں نوجوانوں کو ہائیکنگ سے متعارف کروایا۔ غیر معمولی عزم رکھنے والے انسان تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ان سے پوچھا کہ کیا آپ کو ہائیکنگ کرتے ہوئے ڈر نہیں لگتا؟ کہا کہ لگتا ہے اور میری فیملی بھی اس کو ناپسند کرتی تھی لیکن میں نے اس کا حل یہ نکالا کہ میں نے خلیفۂ وقت سے ملاقات کی۔ مجھ سے یہ ملے۔ اور سوچا کہ ان کے سامنے یہ تجویز پیش کروں۔ اگر تو انہوں نے اجازت دے دی۔ اگر میری طرف سے ان کو اجازت مل گئی تو پھر کہتے ہیں میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں سات براعظموں کی چوٹیوں کو سر کر کے ان پر لوائے احمدیت لہراؤں گا۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں خوف تھا کہ میں کہیں ان کو منع نہ کر دوں مگر میں نے انہیں کہا کہ اگر جاسکتے ہو تو جھنڈے گاڑ دو۔ تو اب میں انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔ تو اس نوجوان نے پھر کبھی مڑ کر واپس نہیں دیکھا اور اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انتھک محنت کی اور ایک کے بعد دوسری چوٹی سر کرتے گئے۔ مرحوم کو دنیا کی سب سے بلند چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ پر بھی لوائے احمدیت کے لہرانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ خاکسار کو یہ علم تو نہیں کہ ان کی موت شہادت کہلائی جاسکتی ہے یا نہیں لیکن اپنے مشاہدے سے کہہ سکتا ہوں کہ مرحوم میں وہ جذبۂ ایمان تھا جو ایسے نیک لوگوں کو ہی حاصل ہوتا ہے جو شہادت کے طلبگار ہوں۔ لیکن میرے خیال میں یقیناً ایک نیک مقصد اور جذبہ کے ساتھ انہوں نے اسلام اور احمدیت اور خدا تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی ہے اور اس میں کامیاب بھی

ہوئے اور اس مقصد کے سفر میں اللہ تعالیٰ کے حضور بھی حاضر ہوئے۔ انہوں نے یقیناً شہادت کا درجہ پایا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شہادت کا درجہ عطا فرمائے اور شہداء میں شمار فرمائے۔

ان کے والد محترم خادم حسین وڑائچ صاحب نے بتایا کہ ہمیں نظر آ رہا تھا کہ ہمارا یہ بیٹا آگے بڑھتا جا رہا ہے اور ایک پہاڑ کے بعد دوسرے پہاڑ پر چڑھ رہا ہے۔ اس نے بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ میرے دوست میرے سے پوچھا کرتے تھے کہ آپ ان کو روکتے کیوں نہیں ہیں۔ یہ بہت خطرناک شوق ہے۔ میں جواب دیا کرتا تھا کہ میرے روکنے سے بھی یہ نہیں رکے گا کیونکہ اس کے اندر ایک جذبہ ہے کہ میں نے جماعت کا جھنڈا دنیا کی ہر اونچی جگہ پر لہرانا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچانا ہے۔

ایک دوست لکھتے ہیں کہ خاکسار نے ایک دفعہ صدر صاحب سے پوچھا کہ جب آپ پہاڑوں پر چڑھتے ہیں تو اپنے آپ کو motivate کرنے کے لیے فون پر کیا سنتے ہیں تو صدر صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ڈاؤن لوڈ (download) کی ہیں اور سفر میں ان کو سنتا ہوں۔ اس طرح کہتے ہیں میں نے صدر صاحب سے ایک مرتبہ پوچھا کہ اتنی اونچائی پر اور ٹھنڈ میں اپنی عبادت کس طرح کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ مربی صاحب مجھے پہاڑوں پر عبادت کرنے کا بہت مزہ آتا ہے۔ میرے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء بھی پہاڑوں پر گوشہ نشینی میں دنیا کے شور سے دور جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں مجھے عبدالوحید وڑائچ صاحب نے بتایا، ایک سفر کا واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ دنالی (Denali) پہاڑ پر جو کہ نارتھ الاسکا میں ہے اور دنیا کا سب سے ٹھنڈا پہاڑ ہے اس پر چڑھنے کے دوران آپ کی شہادت کی انگلی جم گئی جو فریز ہو جاتی ہیں اور زخم ہو گیا۔ یہ بالکل جم گئی تھی۔ اور جسم کا ایک حصہ ہی نہیں رہا تھا جب آپ نے ڈاکٹر کو وہ زخم دکھایا، تو ڈاکٹر نے کہا کہ اس کو ہمیں فوری طور پر کاٹنا پڑے گا یہ بے کار ہو گئی ہے۔ صدر صاحب نے جواب دیا کہ یہ شہادت کی انگلی ہے۔ اس کے ساتھ ہم نماز میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں۔ میں اس انگلی کو ہرگز نہیں کٹواؤں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور پھر ایسا ہوا کہ دعاؤں سے وہ انگلی مکمل طور پر ٹھیک ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو ان کی خوبیاں لوگوں نے بیان کی ہیں اور میں نے بھی جو ان میں دیکھی ہیں وہ اس سے بہت بڑھ کر ان خوبیوں میں تھے۔ خلافت کے ہر حکم پر لبیک کہنے والے، صرف باتیں کرنے والے نہیں بلکہ وفا اور اخلاص میں بڑھے ہوئے تھے اور بڑھتے چلے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ایسے لوگوں میں سے تھے جن کے جانے سے خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی وحدانیت کا جھنڈا ہر اونچی جگہ پر گاڑنا ان کا مقصد تھا جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا ذکر محترمہ امۃ النور صاحبہ کا ہے جو ڈاکٹر عبدالمالک شمیم صاحب کی اہلیہ تھیں اور صاحبزادی امۃ الرشید بیگم اور میاں عبدالرحیم صاحب کی بیٹی تھیں۔ 15/ جون کو واشنگٹن میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پڑنواسی اور اسی

طرح ننھیال کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی پڑنواسی بھی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیدہ امۃ الحئ صاحبہ کی نواسی، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت پروفیسر علی احمد صاحب آف بہار کی پوتی تھیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ان کے میاں ڈاکٹر عبد المالک شمیم صاحب تھے جو مولوی عبد الباقی صاحب کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹیوں سے نوازا۔ ان کے نکاح کے خطبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات جو نکاح میں تلاوت کی جاتی ہیں وہ پڑھنے کے بعد فرمایا کہ ان آیات میں جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہیں ایک بات یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ اصلاحِ اعمال کے لیے قول سدید کا ہونا ضروری ہے۔ اکثر تکالیف اور پریشانیاں بداعمالیوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں اور جہاں تک آپس کے تعلقات کا تعلق ہے بداعمالیوں کی وجہ قولِ سدید کا نہ ہونا ہے۔ اگر صاف اور سیدھی مومنانہ بات کی جائے تو کسی غلط فہمی کا امکان نہیں رہتا اور کسی بدمزگی اور پریشانی کا خطرہ نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو اعمالِ صالحہ بجالانے کی توفیق عطا کرے اور ہم سب کے اعمال کی اصلاح کے سامان پیدا کرے اور ہمیں قول سدید کی ایسی عادت ہو جائے کہ یہ چیز ہمارے لیے ایک طرہ امتیاز بن جائے۔ پھر ان کے ساتھ پانچ چھ اَور بھی نکاح ہوئے تھے، ان کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ ایک نکاح تو رشتہ کے لحاظ سے اور پیار کے تعلق کے نتیجہ میں میری اپنی بچی کا ہے۔ یہ بچی میاں عبد الرحیم صاحب اور میری چھوٹی ہمشیرہ امۃ الرشید بیگم کی بچی امۃ النور ہے جن کا نکاح ڈاکٹر عبد المالک شمیم کے ساتھ ہو رہا ہے جو مولوی عبد الباقی صاحب کے بیٹے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رشتہ کو بھی اور بقیہ پانچ رشتوں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بہت سی خوشیوں کا وارث بنائے ہر دو افراد کے لیے بھی اور احمدیت کے لیے بھی۔ اصل نیت تو اسلام کی بھلائی کی ہونی چاہیے۔ احمدیت نے ایک لمبے عرصہ کی جدوجہد کے بعد غلبہ اسلام کی راہ میں آخری اور انتہائی کامیابی حاصل کرنی ہے اس لیے ایک کے بعد دوسری نسل کا صحیح تربیت پانا اور ان کا صحیح ذہنیت کا حامل ہونا ضروری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال نہ ہو تو انسان کی ساری کوششیں ناکارہ اور بیکار اور بے نتیجہ ہیں۔ پس ہم دعا کرتے ہیں کہ ان رشتوں میں سے اور جو رشتے جماعت کے اندر ہو چکے ہیں یا آئندہ ہونے والے ہیں ان رشتوں کے نتیجہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی مضبوطی اور اسلام کے استحکام کے سامان پیدا ہوں۔

(ماخوذ از خطبات ناصر جلد 10 صفحہ 478-479)

صاحبزادی امۃ النور صاحبہ کو جماعتی خدمات کی بھی توفیق ملی۔ نیشنل سیکرٹری تربیت امریکہ رہیں، نیشنل نائب صدر امریکہ رہیں، لوکل صدر لجنہ واشنگٹن رہیں اور مختلف کمیٹیوں کی ممبر رہیں۔ ان کی بڑی بیٹی امۃ المجیب کہتی ہیں کہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ لوگوں کے لیے بے حد ہمدرد تھیں۔ اُمی اگر کسی کی مدد کر سکتیں تو غیر معمولی طور پر مدد کیا کرتی تھیں۔ اپنی عبادت کا بہت زیادہ خیال رکھنے والی تھیں۔ پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ کہتی ہیں جب بھی میں نے دیکھا روزانہ کبھی بھی رات کو آنکھ کھلی تو ان کو تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا۔ امۃ النور صاحبہ کے خاوند کافی عرصہ ہوا ایک ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئے تھے۔ بیٹی کہتی ہے کہ ہمارے والد کی وفات کے بعد بیس سال بیوگی میں گزارے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے اللہ پر کمال درجہ کا توکّل کیا۔ شکر گزاری کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ کہتی تھیں

کہ اللہ کے احسانات اور کرم ہم پر بہت زیادہ ہیں۔ میں نے یہ بات ہمیشہ ان کے منہ سے سنی کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ اگر شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا اس لیے ہمیشہ میرے شکر گزار بنو۔ دل کو کھلا اور کشادہ رکھنا، مہمان نوازی کرنا۔ لوگوں کے لیے حقیقی ہمدردی، صلہ رحمی کی خوبیوں کا اظہار بہت زیادہ تھا۔ کہتی ہیں اپنی ماں کے منہ سے میں نے بے شمار دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جملہ سنا ہے کہ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ کوئی تم سے صلہ رحمی کرے تو تم صلہ رحمی کرو۔ صلہ رحمی یہ ہے کہ وہ تم سے قطع رحمی کرے اور تم اس سے صلہ رحمی کرو۔ اپنے ہر رشتہ اور تعلق میں مَیں نے اُمی میں یہ خوبی دیکھی ہے جو ہر کسی میں خوبی ڈھونڈتی تھیں۔ رحمی رشتوں اور جماعت کے لوگوں کا بھی اور ہمسایوں کا بھی خیال رکھنے والی تھیں۔ کوئی نیا مہمان مسجد میں آتا تو اسے ڈھونڈتی تھیں اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ کے باتیں کرتی تھیں اور اس کو خوش آمدید کہتی تھیں۔ بے شمار لوگوں نے کہا ہے کہ وہ محبت کرنے والا وجود تھا۔ ان کی دوسری بیٹی نے بھی لکھا ہے کہ جماعت کے لوگوں، خاص طور پر نومبائعین کے ساتھ بہت زیادہ محبت کا تعلق تھا اور لوگوں نے بھی ان سے بہت پیار کیا۔ ہر انسان کی مدد کرنا چاہتی تھیں۔ یہ فکر ہوتی تھی کہ یہ نہ ہو کہ وہ کسی سے ملیں اور کوئی ضرورت ہو اور وہ اسے پورا نہ کر سکیں۔ امۃ النور صاحبہ کی بڑی بہن امۃ البصیر صاحبہ لکھتی ہیں کہ سسٹر شکورہ ایک افریقن امریکن خاتون تھیں۔ یہ جب حج پر گئیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ نوشی کا گھر یعنی امۃ النور صاحبہ کا گھر مکہ میں ہے۔ ان کو گھر میں نوشی کہتے تھے۔

جب سسٹر شکورہ ان کے پاس آ گئیں تو انہوں نے کہا کہ اس سے یہی مراد ہے کہ آپ میرے پاس آ گئی ہیں اور میں آپ کی خدمت کر رہی ہوں۔ ان کی بہن امۃ البصیر صاحبہ لکھتی ہیں کہ اٹھارہ سال سسٹر شکورہ جو افریقن امریکن تھیں نوشی کے پاس رہیں۔ آٹھ سال تو بالکل ہی بستر پر تھیں، نظر بھی چلی گئی تھی اور نوشی نے بہت ہی خیال رکھا۔ نمازیں بھی ان کو پڑھاتی تھیں کیونکہ وہ بھول جاتی تھیں۔ میں نے بھی دیکھا ہے کہ سسٹر شکورہ کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ جب میں امریکہ گیا ہوں تو خود وہیل چیئر پر بٹھا کر انہیں میرے سے ملانے کے لیے بھی لے کے آئی ہیں اور سسٹر شکورہ بھی ان کی خدمت کی بڑی شکر گزار تھیں۔

تبلیغ کا شوق تھا۔ کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کے متعلق بتانے کی کوشش کرتیں۔ کوئی پوچھ لیتا کہ پاکستان میں کس جگہ سے آئی ہیں تو ہمیشہ ربوہ کا نام لیتیں اور پھر آگے بات شروع ہو جاتی۔ یہودی مذہب کی ایک فیملی کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اس خاندان میں ایک خاتون کا نام رقیہ اسد ہے وہ امریکہ کی نیشنل عاملہ میں بھی شامل رہی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ امۃ النور صاحبہ کا وجود بہت پیارا تھا جن سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔ جسے بھی ان کی صحبت کا موقع میسر آیا وہ سب ان کی خوبیوں کو سراہتے ہیں۔ انہوں نے عملی طور پر اپنی زندگی اسلام احمدیت کے مطابق گزاری جس کے نتیجہ میں لوگ ان سے متاثر ہوتے اور وہ لوگوں کے لیے نمونہ تھیں۔ واقعاتی رنگ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں لجنہ کی تربیت کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ انہوں نے ہر پروگرام میں شمولیت اختیار کی اور رضاکارانہ طور پر ہمیشہ خدمات فراہم کیں۔ صبر، استقامت اور عزم کے ساتھ اپنی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کیا اور اس حوالے سے وہ

دوسروں کے لیے نمونہ تھیں۔ محبت اور اخلاص کے ذریعہ انہوں نے تبلیغ کا کام کیا اور نئے مہمانوں کا خیال رکھنے میں سب سے اول درجہ پر تھیں۔ نوجوان عورتوں اور بوڑھی خواتین دونوں کے لیے اچھا نمونہ تھیں۔ یہ خاتون لکھتی ہیں کہ جیسے جیسے میں عمر رسیدہ ہو رہی ہوں، ویسے ویسے ان کی عزت میرے دل میں بڑھتی جا رہی ہے۔ پھر لکھتی ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں خدمت خلق کرنی چاہیے۔ غریبوں اور ضرورتمندوں کا خیال رکھنا چاہیے جبکہ آنٹی نوشی نے غیر رشتہ دار افراد کی خدمت کے لیے سالہا سال سے اپنی ذات کے لیے وقت ختم کیا ہوا تھا یعنی اپنا وقت اپنے لیے کوئی وقت نہیں تھا، خدمت کرتی تھیں۔ اسی طرح بعض اَور احمدی خواتین خاص طور پر افریقن امریکن خواتین نے لکھا ہے کہ ہم سے انہوں نے بڑا پیار کا تعلق رکھا اور احمدیت کی تعلیم کے بارے میں بہت کچھ ہمیں بتایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی ہمیشہ ان کی نیکیاں جاری رکھنے اور خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق دے۔ خلافت کے ساتھ انہوں نے وفا کا رشتہ نبھایا ہے۔ میں نے تو یہ دیکھا ہے۔ اپنے ساتھ بھی میں نے دیکھا کہ کامل اطاعت اور عاجزی کا نمونہ انہوں نے دکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرمہ بسم اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد خان صاحب بہادر شیر سابق افسر حفاظت خاص کا ہے جن کی جرمنی میں 14 / جون کو 84 سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد حضرت چودھری مظہر الحق خان صاحب کاٹھگڑھی کے ذریعہ آئی تھی۔ قادیان کے بورڈنگ سکول میں بھی انہیں کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں اپنا ایک کرتہ بطور تبرک عنایت فرمایا تھا۔ ان کی پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے محمود احمد صاحب مربی سلسلہ اور مشنری انچارج ہیں۔ فجی میں امیر جماعت بھی ہیں۔ محمود احمد صاحب جو ہمارے مبلغ ہیں یہ لکھتے ہیں کہ والد محترم کی وفات کے بعد زمینوں سے جو بھی رقم آتی تھی سب سے پہلے اس میں سے چندہ ادا کرتی تھیں۔ والد صاحب کی پینشن کی رقم جمع کرتیں اور کسی استعمال میں نہ لگاتیں۔ ان پیسوں سے طاہر آباد جنوبی میں مسجد بنوائی۔ انہوں نے ہمیں ہمیشہ یہی نصیحت کی کہ خلافت کے دامن کو پکڑے رکھنا۔ پھر لکھتے ہیں کہ والد صاحب کی وفات کے بعد ہم سب کو ماں اور باپ دونوں کی محبت دی اور کبھی بھی ہمیں والد کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ اس وقت مَیں جامعہ احمدیہ کے پہلے سال میں تھا۔ مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ تم دین کے سپاہی ہو۔ تم نے دین کی خاطر وقف کیا ہے۔ جہاں خلیفہ وقت کھڑا کر دے وہیں کھڑے ہو جانا اور آخر تک اسی بات کو دہراتی رہیں۔ لکھتے ہیں کہ ابتدا میں ہمارے گاؤں سے صرف والد صاحب ہی ربوہ آکر آباد ہوئے اس لیے ہمارے تمام عزیز و اقارب اکثر گاؤں سے ربوہ آتے رہتے تھے۔ ان کے قیام و طعام کا بڑی خندہ پیشانی سے انتظام کیا کرتیں اور سفید پوشی کے ساتھ اپنی ہمت سے بڑھ کر مہمان نوازی کرتی تھیں۔ ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنا آپ کو بخوبی آتا تھا۔ میرے کلاس فیلوز کو بھی ہمیشہ اپنے بچوں کی طرح سمجھا۔ اکثر کہتیں کہ جو ہوسٹل میں رہنے والے بچے ہیں، جو باہر کے ملکوں سے آئے ہوئے ہیں ان کو گھر لے آیا کرو تا کہ ان کا جامعہ میں دل لگا رہے۔ کہتے ہیں والدہ محترمہ کی شفقت اکثر جامعہ کے طلبہ کو ملتی رہی جس کے کئی مربیان گواہ ہیں۔ ماں کی اس شفقت میں پاکستان کے علاوہ انڈونیشیا اور افریقن ممالک کے طلبہ بھی شامل

ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے پاس جتنے پیسے ہوتے وہ بانٹ دیتی تھیں یا چندہ میں دے دیتی تھیں مگر کسی میں ہمت نہ تھی کہ ان سے کہہ سکے کہ کچھ اپنے پاس بھی رکھیں۔ مربی صاحب ان کے جنازے میں میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے جیسا کہ بتایا فجی میں مشنری انچارج اور امیر ہیں، شریک نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی صبر اور سکون عطا فرمائے اور ان کی باقی اولاد کو بھی صبر عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر کرنل جاوید رشدی صاحب کا ہے جو چودھری عبدالغنی رشدی صاحب راولپنڈی کے بیٹے تھے۔ کچھ عرصہ ہوا ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم موصی تھے۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد ہمہ وقت جماعتی خدمات میں مصروف رہے اور سیکرٹری تعلیم، سیکرٹری وقف جدید، سیکرٹری رشتہ ناطہ کے علاوہ حلقہ کے سیکرٹری وصایا کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ تین بار صدر حلقہ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی بھی رہے۔ بہت دعا گو انسان تھے۔ لوگوں کی خاموشی سے مالی مدد کیا کرتے تھے۔ مزاج ہمدردانہ تھا۔ رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دیگر احباب کی ہمیشہ مشکل حالات میں مدد اور راہنمائی کرتے تھے۔ ایک اچھے منتظم اور معاملہ فہم انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان سب کے جنازے نماز کے بعد انشاء اللہ ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 16/ جولائی 2021ء جلد 28 شمارہ 57 صفحہ 5 تا 10)

27

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ جولائی 2021ء بمطابق 02/ وفا 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج کل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا ہے۔ اسی ضمن میں آج بھی بیان کروں گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے ماتحت جب یہودیوں اور عیسائیوں کو یمن سے نکالا تو آپؓ نے ان کی زمینیں ضبط نہیں کیں بلکہ ان کی زمینیں خریدیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ یمن کی زمین جو عیسائیوں اور یہودیوں کے نیچے تھی وہ خراجی تھی لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ زمین یہودیوں اور عیسائیوں سے لے لی اور ان کو عرب کے جزیرے سے نکال دیا تو باوجود اِس کے کہ وہ زمین خراجی تھی اور اصولی طور پر حکومت اس کی مالک سمجھی جاتی تھی انہوں نے وہ زمین ان سے چھینی نہیں بلکہ خریدی۔ چنانچہ فتح الباری شرح بخاری میں یہ حدیث درج ہے کہ:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ عُمَرَ أَجْلٰى أَهْلَ نَجْرَانَ وَالْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰي وَاشْتَرٰي بَيَاضَ أَرْضِهِمْ وَكُرُوْمَهُمْ۔

یعنی یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نجران کے مشرکوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کو وہاں سے جلاوطن کر دیا اور ان کی زمینیں اور باغ خرید لیے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہودیوں کی زمین عُشری نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر وہ عُشری تھی تو اس کا مالک کوئی مسلمان ہو گا۔ پس یہودیوں سے اس کے خریدنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ وہ یقیناً خراجی تھی جیسا کہ ہندوستان کی زمین کو خراجی قرار دیا جاتا ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو **خراجی قرار دے کر اور حکومت کو اس کا مالک قرار دے کر اس کو ضبط نہیں کیا بلکہ اس کو خریدا۔** شاید کوئی کہے کہ یہ زمین نہ خراجی ہو گی نہ عُشری بلکہ کسی اَور قسم کی ہو گی تو یہ خیال بیہودہ ہو گا اور اسلامی شریعت سے ناواقفی کی علامت ہو گا۔ عُشری اور خراجی کے سِوا اَور کوئی زمین اسلام میں نہیں سوائے اِس کے کہ وہ بے کار پڑی ہوئی ہو اور اس کا مالک کوئی فردِ واحد نہ ہو۔ پس لازماً یہودی اور نصرانی اور مشرک اہل نجران کی زمینیں یا خراجی تھیں یا عُشری تھیں مگر دونوں صورتوں میں ان کا مالک حضرت عمرؓ نے ان کے قابضوں کو قرار دیا اور ان سے وہ زمینیں خریدی گئیں۔

(ماخوذ از اسلام اور ملکیت زمین۔ انوار العلوم جلد 21 صفحہ 444، 478-479)

اسلام میں جنگی قیدیوں کے علاوہ غلام بنانے کی ممانعت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ "فرماتا ہے:

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا۔(الانفال:68)

اے مسلمانو! کیا تم دوسرے لوگوں کی طرح یہ چاہتے ہو کہ تم غیر اقوام کے افراد کو پکڑ کر اپنی طاقت اور قوت کو بڑھالو۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ۔(الانفال:68)

اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم دنیا کے پیچھے چلو بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان احکام پر چلائے جو انجام کے لحاظ سے تمہارے لئے بہتر ہوں اور اگلے جہان میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کا مستحق بنانے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور انجام کے خوشگوار ہونے کے لحاظ سے یہی حکم تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم سوائے جنگی قیدیوں کو جنہیں دورانِ جنگ گرفتار کیا گیا ہو اَور کسی کو قیدی مت بناؤ۔ گویا جنگی قیدیوں کے سِوا اسلام میں کسی قسم کے قیدی بنانے جائز نہیں۔ اس حکم پر شروع اسلام میں اس سختی کے ساتھ عمل کیا جاتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک دفعہ یمن کے لوگوں کا ایک وفد آپؓ کے پاس آیا اور اس نے شکایت کی کہ اسلام سے پہلے ہم کو مسیحیوں نے بلا کسی جنگ کے یونہی زور سے غلام بنا لیا تھا ورنہ ہم آزاد قبیلہ تھے۔ ہمیں اس غلامی سے آزاد کرایا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گو یہ اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے مگر پھر بھی مَیں اس کی تحقیقات کروں گا۔ اگر تمہاری بات درست ثابت ہوئی تو تمہیں فوراً آزاد کرا دیا جائے گا۔

لیکن اس کے برخلاف "حضرت مصلح موعودؓ مقابلہ کر رہے ہیں آج کل کے یورپ کا کہ یہ تو اسلامی تعلیم تھی جس پر حضرت عمرؓ نے عمل کروایا یا اس بارے میں ان کو تسلی کروائی لیکن اس کے برخلاف یورپ میں کیا ہوتا ہے "یورپ اپنی تجارتوں اور زراعتوں کے فروغ کے لئے انیسویں صدی کے شروع تک غلامی کو جاری رکھتا چلا گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی تاریخ سے ایک غیر اسلامی غلامی کا بھی پتہ لگتا ہے مگر پھر بھی غلاموں کے ذریعہ سے ملکی طور پر تجارتی یا صنعتی ترقی کرنے کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ 26-27)

اسلام میں یہ کوئی تصور نہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے **زمانے میں بہت سخت قحط پڑ گیا مدینہ اور اس کے** گرد و نواح میں سخت قحط پڑا۔ جب تیز ہوا چلتی تو راکھ کی طرح مٹی اڑ آتی تھی۔ اس وجہ سے اس سال کا نام عام الرمادۃ، راکھ کا سال رکھ دیا گیا۔

(تاریخ طبری جلد2 صفحہ508 سنة18 دار الکتب العلمیة بیروت 1987ء)

عوف بن حارث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اس سال کا نام عام الرمادۃ یعنی راکھ کا سال اس لیے رکھا گیا کہ ساری زمین بارش نہ ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو کر راکھ کے مشابہ ہو گئی تھی اور یہ کیفیت نو(9) ماہ رہی۔ حزام بن ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اٹھارہ ہجری میں لوگ جب حج سے واپس ہوئے تو انہیں سخت

تکلیف پہنچی۔ ملک میں خشک سالی پھیل گئی۔ مویشی ہلاک ہو گئے اور لوگ بھوک سے مرنے لگے یہاں تک کہ لوگ بوسیدہ ہڈیوں کا سفوف پیس کر اس کو پانی میں ڈال کر پینے لگے اور چوہوں وغیرہ کے بلوں کو کھودتے اور اس میں جو ہوتا اسے نکالنے لگے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کی طرف عام الرمادۃ میں خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے عمرؓ امیر المومنین کی طرف سے عاصی بن عاصی کے نام۔ تم پر سلامتی ہو۔ اَمَّا بَعد۔ کیا تم مجھے اور ان لوگوں کو مرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہو جو میرے پاس ہیں اور تم زندہ ہو اور وہ لوگ جو تمہارے پاس ہیں وہ بھی زندہ ہوں۔ کیا کوئی مدد کرنے والا ہے؟ یہ آپؓ نے تین دفعہ لکھا اس پہ۔ مدد! مدد! مدد!

اس کے جواب میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کے بندے کی طرف۔ اَمَّا بَعد۔ آپؓ کے پاس مدد پہنچ گئی۔ کچھ دیر انتظار فرمائیں۔ میں آپؓ کی طرف اونٹوں کا ایک قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ آپؓ کے پاس ہو گا اور اس کا آخری اونٹ میرے پاس ہو گا یعنی اتنا بڑا قافلہ ہو گا۔ ایک لمبی قطار ہو گی۔

والیٔ مصر حضرت عمرو بن عاصؓ نے اناج اور غلہ کے ایک ہزار اونٹ بھیجے۔ گھی اور کپڑے وغیرہ اس کے علاوہ تھے۔ والیٔ عراق حضرت سعدؓ نے دو ہزار اونٹ اناج اور غلّے کے بھیجے۔ کپڑے وغیرہ اس کے علاوہ تھے۔ والیٔ شام حضرت امیر معاویہ نے تین ہزار اونٹ غلّے کے بھیجے اور کپڑے وغیرہ اس کے علاوہ تھے۔ جب پہلا غلہ آیا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت زبیر بن عوامؓ سے فرمایا۔ تم قافلے کو روک کر اہلِ بادیہ کی طرف پھیر دو۔ یعنی جو گاؤں کے رہنے والے ہیں ان کی طرف پھیر دو۔ ان کو پہلے دو اور ان لوگوں میں تقسیم کر دو۔ بخدا ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے بعد اس سے افضل کوئی شَے تمہیں حاصل نہ ہوئی ہو گی۔ اس کے بوروں سے لحاف بنا دو جسے وہ لوگ پہنیں اور اونٹوں کو ان کے لیے ذبح کر دینا۔ وہ لوگ گوشت کھائیں اور اس کی چکنائی اٹھا کر لے جائیں۔ تم انتظار نہ کرنا کہ وہ کہیں کہ ہم لوگ بارش کے آنے تک انتظار کریں گے۔ وہ لوگ آٹا پکائیں اور جمع کریں یہاں تک کہ اللہ ان کے لیے کشادگی کا حکم لائے۔ یعنی کچھ پکائیں، کھائیں اور کچھ جو ہے وہ سٹور بھی کر لیں۔ حضرت عمرؓ کھانا تیار کرواتے اور ان کا منادی اعلان کرتا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ کھانے کے وقت حاضر ہو اور کھانا چاہے تو وہ ضرور ایسا کرے۔ اور جو پسند کرتا ہے کہ جو کھانا اس کے لیے اور اس کے گھر والوں کے لیے کفایت کرے تو وہ آئے اور وہ لے جائے۔ حضرت عمرؓ لوگوں کو ثرید، یعنی روٹی کو توڑ کر شوربہ میں ڈال کر جو کھانا تیار ہوتا ہے وہ کھلاتے تھے۔ یہ روٹی ہوتی تھی جس کے ساتھ زیتون کا سالن ہوتا تھا جو فوراً دیگوں میں پکایا جاتا تھا۔ اونٹ ذبح کیے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی سب لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے تھے جس طرح وہ کھاتے تھے۔

عبداللہ بن زید بن اسلم اپنے دادا اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ **حضرت عمرؓ مسلسل روزے رکھتے رہے۔** عام الرمادۃ کے زمانے میں شام کے وقت حضرت عمرؓ کے پاس روٹی لائی جاتی جو زیتون کے تیل کے ساتھ ملی ہوتی تھی۔ لوگوں نے ایک روز اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلائے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے لیے عمدہ حصہ رکھ لیا۔

جب حضرت عمرؓ کے پاس وہ حصہ لایا گیا تو اس میں کوہان اور کلیجی کے ٹکڑے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے آئے؟ تو بتایا گیا کہ اے امیر المومنین! یہ ان اونٹوں سے ہے جو آج ہم نے ذبح کیے تھے۔ آپؓ نے فرمایا افسوس! افسوس! میں کیا ہی بُرا نگران ہوں گا اگر اس کا اچھا حصہ میں کھاؤں اور لوگوں کو اس کا ردّی حصہ کھلاؤں۔ یہ پیالہ اٹھالو اور ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی اَور کھانا لاؤ۔ چنانچہ روٹی اور زیتون کا تیل لایا گیا۔ آپؓ نے روٹی اپنے ہاتھ سے توڑی اور اس سے ثرید بنایا۔ پھر آپؓ نے اپنے غلام سے فرمایا۔ اے یَرْفَا! تمہارا بھلا ہو یہ پیالہ ثَبْغ میں ایک گھر والوں کے پاس لے جاؤ۔ ثَبْغ بھی مدینہ کے قریب کھجوروں کا ایک باغ تھا جس کے مالک حضرت عمرؓ تھے۔ انہوں نے اس باغ کو وقف کیا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تین دن سے مَیں نے ان کو کچھ نہیں دیا اور میرا خیال ہے کہ وہ خالی پیٹ ہوں گے۔ یہ ان کے سامنے پیش کر دو۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ قحط کے دنوں میں حضرت عمرؓ **نے ایک نیا کام کیا جسے وہ پہلے نہ کیا کرتے** تھے اور وہ یہ تھا کہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر میں داخل ہو جاتے اور آخر شب تک مسلسل نماز پڑھتے رہتے۔ پھر آپؓ باہر نکلتے اور مدینہ کے اطراف میں چکر لگاتے رہتے۔ ایک رات سحری کے وقت میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَلَاكَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلٰى يَدَيَّ

کہ اے اللہ! میرے ہاتھوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔

محمد بن یحییٰ بن حبان بیان کرتے ہیں کہ قحط کے ایام میں حضرت عمرؓ کے پاس ایک دفعہ چربی میں ڈوبی ہوئی روٹی لائی گئی۔ آپؓ نے ایک بدوی کو اپنے پاس بلایا اور وہ آپؓ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ وہ جلدی جلدی پیالے کے کناروں سے چربی لینے لگا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم تو ایسے کھا رہے ہو جیسے کبھی چربی نہیں دیکھی۔ اس نے کہا بے شک میں نے کئی دنوں سے نہ گھی کھایا ہے اور نہ زیتون اور نہ ہی کسی کو یہ کھاتے دیکھا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت عمرؓ **نے قسم کھائی کہ وہ نہ تو گوشت چکھیں گے اور نہ ہی گھی یہاں تک** کہ لوگ پہلے کی طرح خوشحال ہو جائیں۔

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نہ گوشت کھایا اور نہ ہی گھی یہاں تک کہ لوگ خوشحال ہو گئے اور گھی وغیرہ نہ کھانے اور صرف تیل کھانے کی وجہ سے آپؓ کا پیٹ گڑ گڑاتا تھا۔ آپؓ کہتے یعنی اپنے پیٹ کو مخاطب کر کے کہ تم گڑ گڑاتے رہو۔ اللہ کی قسم! تمہیں کچھ اَور نہیں ملے گا تاوقتیکہ لوگ خوشحال نہ ہو جائیں اور پہلے جیسا کھانا شروع نہ کر دیں۔

عِيَاض بن خلیفہ کہتے ہیں کہ میں نے قحط کے سال حضرت عمرؓ کو دیکھا۔ آپؓ کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا حالانکہ پہلے آپؓ کا رنگ سفید تھا۔ ہم کہتے یہ کیسے ہوا تو راوی نے بتایا کہ حضرت عمرؓ ایک عربی آدمی تھے۔ وہ گھی اور دودھ کا استعمال کرتے تھے۔ جب لوگوں پر قحط آیا تو انہوں نے یہ **چیزیں اپنے اوپر حرام کر لیں یہاں تک کہ لوگ** خوشحال ہو جائیں۔ حضرت عمرؓ نے تیل کے ساتھ کھانا کھایا جس سے آپؓ کا رنگ تبدیل ہو گیا اور جب فاقہ کشی کی تو یہ رنگ مزید تبدیل ہو گیا۔

اسامہ بن زید بن اسلم نے اپنے دادا سے روایت کی کہ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ نے قحط رفع نہ کیا **تو حضرت عمرؓ مسلمانوں کی فکر میں مر ہی جائیں گے۔**

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قحط کے زمانے میں سارے عرب سے لوگ مدینہ آئے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کا انتظام کریں اور انہیں کھانا کھلائیں۔ مدینہ کے چاروں طرف حضرت عمرؓ نے مختلف اصحاب کی ڈیوٹی لگا دی تھی جو ایک ایک لمحہ کی خبر شام کو جمع ہو کر آپؓ کو دیتے تھے۔ صبح سے لے کے شام تک جو خبریں بھی ہوتی تھیں شام کو آپؓ کے پاس لائی جاتی تھیں۔ آپؓ کو وہ خبریں پہنچائی جاتی تھیں۔ مدینہ کے مختلف علاقوں میں بدوی لوگ آئے ہوئے تھے۔ ایک رات جب لوگ رات کا کھانا کھا چکے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جنہوں نے ہمارے ساتھ رات کا کھانا کھایا ہے ان کا شمار کرو۔ چنانچہ ان کا شمار کیا گیا تو سات ہزار کے قریب افراد تھے۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ جو نہیں آئے انہیں اور مریضوں اور بچوں کو بھی شمار کرو۔ جب گنتی کی گئی تو وہ چالیس ہزار کی تعداد تھی۔ چند دن بعد یہ تعداد بڑھ گئی۔ دوبارہ گنتی کی گئی تو جو لوگ آپؓ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے ان کی تعداد دس ہزار اور دوسروں کی تعداد پچاس ہزار ہو گئی۔ اسی طرح سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرما دی۔ جب بارش ہوئی تو میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ آپؓ نے اپنے عاملین کو حکم دیا کہ سب لوگوں کا ان کے اپنے اپنے علاقے میں واپسی کا انتظام کریں اور انہیں غلّہ اور سواریاں بھی مہیا کریں۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ بنفس نفیس ان لوگوں کو روانہ کرنے کے لیے آتے تھے۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 165 تا 169 ذکر ھجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء) (لغات الحدیث جلد 1 صفحہ 234 زیر لفظ ثرید۔ نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء) (فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 5 صفحہ 460-461 حدیث 2764 دار الریان للتراث القاھرہ 1986ء)

ارد گرد کے لوگ بھوک سے تنگ آ کے شہر میں آ گئے تھے۔ کھانا ان کو یہاں ملتا تھا۔ جب حالات ٹھیک ہو گئے، بارشیں ہو گئیں اور زراعت وغیرہ ہو سکتی تھی تو پھر آپؓ نے کہا واپس جاؤ اور محنت کرو اور اپنی کھیتیوں کو آباد کرو۔

تاریخ طبری میں اس قحط کے ختم ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ ایک شخص نے خواب دیکھا جس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی طرف توجہ دلائی جس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ نماز استسقاء پڑھی جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: مصیبت اپنے انتہا کو پہنچ چکی اور اب ان شاء اللہ ختم ہونے والی ہے۔ جس قوم کو دعا کی توفیق مل گئی پس سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی مصیبت دور ہو گئی۔ آپؓ نے دیگر شہروں کے گورنروں کے نام خط تحریر فرمائے کہ تم مدینہ اور ان کے اطراف کے بندگان خدا کے لیے نماز استسقاء پڑھو کیونکہ وہ مصیبت کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو نماز استسقاء کے لیے باہر میدان میں جمع کیا اور حضرت عباسؓ کو لے کر حاضر ہوئے، مختصر خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی پھر دوزانو ہو کر بیٹھے اور دعا شروع کی۔

اَللّٰھُمَّ إِیَّاکَ نَعْبُدُ وَإِیَّاکَ نَسْتَعِینُ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا۔

اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد کے خواہاں ہیں۔ اے اللہ! ہمیں

معاف فرما! ہم پر رحم کر اور ہم سے راضی ہو جا۔ اس کے بعد آپؓ واپس لوٹے۔ ابھی گھر نہیں پہنچ پائے تھے کہ میدان میں بارش کی وجہ سے تالاب بن گیا۔

(تاریخ طبری جلد2 صفحہ508-509 سنة18 دارالکتب العلمیة بیروت 1987ء)

ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے دعا کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ! تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب ہم پر خشک سالی ہوتی تو ہم تیرے نبی کے واسطے بارش کی دعا کیا کرتے تھے تو تُو ہم پر بارش برساتا تھا۔ آج ہم تجھے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا واسطہ دے کر دعا کر رہے ہیں۔ پس تُو ہماری یہ قحط سالی ختم کر دے اور ہم پر بارش نازل فرما۔ چنانچہ لوگ ابھی اپنی جگہوں سے ہٹے نہ تھے کہ بارش برسنی شروع ہو گئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد4 صفحہ21 دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

مسجد نبوی میں چٹائیاں بچھانے کا سلسلہ کب شروع ہوا؟ پہلے لوگ اسی طرح نماز پڑھتے تھے اور فرش پہ یا کچی جگہ پہ نماز پڑھتے تھے۔ ماتھے پہ مٹی لگ جایا کرتی تھی۔ اس کے بعد پھر چٹائیوں کا رواج ہوا۔ اس بارے میں عبداللہ بن ابراہیم سے روایت ہے کہ سب سے پہلے مسجد نبویؐ میں جس نے چٹائی بچھائی وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔ پہلے لوگ جب اپنا سر سجدے سے اٹھاتے تو اپنے ہاتھ جھاڑا کرتے تھے۔ اس پر آپؓ نے چٹائیاں بچھانے کا حکم دیا جو عَقیق سے لائی گئیں اور مسجد نبوی میں بچھائی گئیں۔ عَقیق بھی ایک وادی کا نام ہے جو مدینہ کے جنوب مغرب سے شروع ہو کر شمال مغرب تک تقریباً ڈیڑھ سو کلو میٹر تک پھیلی ہوئی وادی ہے۔ کہتے ہیں بہت بڑی وادی ہے۔

(ماخوذ از ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم از شاہ ولی اللہ جلد 3 صفحہ 236 مناقب فاروق اعظم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(السیرت نبوی صفحہ168۔ دار السلام الریاض 1424ھ)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں سترہ ہجری میں مسجد نبویؐ کی توسیع بھی ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں مسجد کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی جس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے بنی ہوئی تھی اور ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اسی حال میں رہنے دیا اور اس میں کوئی توسیع یا تبدیلی نہ کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی تعمیرِ نَو اور توسیع کروائی مگر اس کی ہیئت اور طرزِ تعمیر میں کوئی تبدیلی نہ کرائی۔ انہوں نے بھی اسے اسی طرح کے طرزِ تعمیر سے بنوایا۔ چھت پہلے کی طرح کھجور کے پتوں کی ہی رہی۔ انہوں نے صرف ستون لکڑی کے ڈلوا دیے۔ حضرت عمرؓ نے سترہ ہجری میں مسجد کی تعمیر کو اپنی زیر نگرانی مکمل کروایا۔ اس توسیع کے بعد مسجد کا رقبہ سو ضرب سو (100X100) ذرع یعنی تقریباً پچاس ضرب پچاس (50X50) میٹر سے بڑھ کر ایک سو چالیس ضرب ایک سو بیس (140X120) ذرع تقریباً ستر ضرب ساٹھ (70X60) میٹر ہو گیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں بھی مسجد نبویؐ وہی رہی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی تاہم حضرت عمرؓ کی تعمیر نو کے ساتھ اس میں کافی توسیع ہو گئی تھی۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ **حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مسجد نبویؐ کی تعمیرِ نَو کی جائے اور لوگوں کو** بارش سے بچانے کا بندوبست کیا جائے تاہم سرخ و سفید تزئین سے اجتناب کیا جائے کیونکہ یہی تزئین انسان کو

مصائب میں دوچار کر دیتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کفایت شعاری سے کام لیا اور مسجد کو اسی طرز پر استوار کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَورِ مبارک میں ہوا کرتی تھی۔ مسجد کی توسیع کرتے وقت انہیں اس سے ملحقہ مکانات حاصل کرنے پڑے جو کہ شمال جنوب اور مغربی جانب تھے۔ کچھ لوگوں نے برضا و رغبت اپنی زمینیں مسجد کے لیے ہبہ کر دیں اور کچھ کے لیے حضرت عمرؓ کو افہام و تفہیم اور مالی ترغیب کا طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ اس طرح کچھ زمین آپؓ کو خرید کر مسجد میں شامل کرنا پڑی۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 459 اور نیشنل پبلی کیشنز لاہور 2007ء)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں مردم شماری کا رواج بھی شروع ہوا یا آپؓ نے کروائی اور راشننگ سسٹم (rationing system) بھی خوراک کے لیے مقرر ہوا۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ اسلامی حکومت کا نظم و نسق کس طرح چلتا تھا اور کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ کیا کیا نئی باتیں انتظامی معاملات میں پیدا اور شروع کی گئیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آکر پہلا کام یہی کیا تھا کہ جائیداد والوں کو بے جائیداد والوں کا بھائی بنا دیا۔ انصار جائیدادوں کے مالک تھے اور مہاجر بے جائیداد تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین دونوں میں مؤاخات قائم فرمادی اور ایک ایک جائیداد والے کو ایک ایک بے جائیداد والے سے ملا دیا اور اس میں بعض لوگوں نے اتنا غلو کیا کہ دولت تو الگ رہی، بعض کی اگر دو بیویاں تھیں تو انہوں نے اپنے اپنے مہاجر بھائیوں کی خدمت میں یہ پیشکش کی کہ وہ ان کی خاطر اپنی ایک بیوی کو طلاق دینے کو تیار ہیں۔ وہ ان سے بے شک شادی کر لیں۔ یہ مساوات کی پہلی مثال تھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں جاتے ہی قائم فرمائی کیونکہ حکومت کی بنیاد دراصل مدینہ میں ہی پڑی تھی۔ اس زمانہ میں زیادہ دولتیں نہ تھیں۔ یہی صورت تھی کہ امیر اور غریب کو اس طرح ملا دیا جائے کہ ہر شخص کو کھانے کے لیے کوئی چیز مل سکے۔ پھر ایک جنگ کے موقع پر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریق کو استعمال فرمایا گو اس کی شکل بدل دی۔ ایک جنگ کے موقع پر آپؐ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں رہی یا اگر ہے تو بہت ہی کم اور بعض کے پاس کافی چیزیں ہیں۔ تو یہ صورت حال دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس جس کے پاس جو کوئی چیز ہے وہ لے آئے اور ایک جگہ جمع کر دی جائے۔ چنانچہ سب چیزیں لائی گئیں اور آپؐ نے راشن مقرر کر دیا۔ گویا یہاں بھی وہی طریق آگیا کہ سب کو کھانا ملنا چاہیے۔ جب تک ممکن تھا سب لوگ الگ الگ کھاتے رہے مگر جب یہ امر ناممکن ہو گیا اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ بعض لوگ بھوکے رہنے لگ جائیں گے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تمہیں علیحدہ کھانے کی اجازت نہیں، اب سب کو ایک جگہ سے برابر کھانا ملے گا۔ یہ موقع کی مناسبت کے لحاظ سے فیصلہ ہوا تھا۔ کوئی سوشلزم کا یا کمیونزم کا نظریہ نہیں قائم کیا گیا تھا۔ بہرحال صحابہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر ہم نے اس سختی سے عمل کیا کہ اگر ہمارے پاس ایک کھجور بھی ہوتی تو ہم اس کا کھانا سخت بددیانتی سمجھتے تھے اور اس وقت تک چین نہیں لیتے تھے جب تک کہ اس کو سٹور میں داخل نہیں کر دیتے تھے۔ یہ دوسرا نمونہ تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔ جب تک کہ حالات خراب تھے

اس وقت تک یہ اسی طرح ہوتا تھا اور یہ نمونہ آپؐ نے قائم کیا۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دولت بھی آئی اور خزانوں کے منہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیے۔ مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس بارہ میں تفصیلی نظام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہو تا لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ یہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ کوئی اَور شخص اسے جاری نہیں کر سکتا۔ جب دولتیں آ گئیں تو پرانا نظام جاری ہو گیا لیکن بعد میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے جاری کرنے کا انتظام فرمایا۔ وہ کس طرح؟ آپ لکھتے ہیں کہ چنانچہ ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایک نمونہ قائم کر دیا اور ادھر مدینہ پہنچتے ہی انصار نے اپنی دولتیں مہاجرین کے سامنے پیش کر دیں۔ مہاجرین نے کہا ہم یہ زمینیں مفت میں لینے کے لیے تیار نہیں۔ ہم ان زمینوں پر بطور مزارع کام کریں گے اور تمہارا حصہ تمہیں دیں گے۔ لیکن یہ مہاجرین کی طرف سے اپنی ایک خواہش کا اظہار تھا۔ انصار نے اپنی جائیدادوں کے دینے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے گورنمنٹ راشن دے تو کوئی شخص نہ لے۔ اس سے گورنمنٹ زیرِ الزام نہیں آئے گی۔ یہی کہا جائے گا کہ گورنمنٹ نے تو راشن مقرر کر دیا تھا۔ اب دوسرے شخص کی مرضی تھی کہ وہ چاہے لیتا یا نہ لیتا۔ اسی طرح انصار نے سب کچھ دے دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مہاجرین نے نہ لیا۔ غرض عملی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام اپنی زندگی میں ہی شروع فرما دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب بحرین کا بادشاہ مسلمان ہوا تو آپؐ نے اسے ہدایت فرمائی کہ تمہارے ملک میں جن لوگوں کے پاس گزارہ کے لیے کوئی زمین نہیں ہے تم ان میں سے ہر شخص کو چار درہم اور لباس گزارہ کے لیے دو تا کہ وہ بھوکے اور ننگے نہ رہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کے پاس دولتیں آنی شروع ہو گئیں۔ چونکہ مسلمان کم تھے اور دولت زیادہ تھی اس لیے کسی نئے قانون کے استعمال کی اس وقت ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ جو غرض تھی وہ پوری ہو رہی تھی۔ اصول یہ ہے کہ جب خطرہ ہو تب قانون جاری کیا جائے اور جب نہ ہو اس وقت اجازت ہے کہ حکومت اس قانون کو جاری کرے یا نہ کرے۔ پھر جو بات میں نے شروع کی تھی، جو میں بیان کرنا چاہتا تھا بیچ میں دوسری تفصیل آ گئی۔ اب وہ بات یہ ہے کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ نظام کس طرح جاری ہوا؟**

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور مسلمان دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلنا شروع ہوئے تو اس وقت غیر قومیں بھی اسلام میں شامل ہو گئیں۔ عرب لوگ تو ایک جتھہ اور ایک قوم کی شکل میں تھے اور وہ آپس میں مساوات بھی قائم رکھتے تھے۔ جب اسلام مختلف گوشوں میں پہنچا اور مختلف قومیں اسلام میں داخل ہونی شروع ہوئیں تو ان کے لیے روٹی کا انتظام بڑا مشکل ہو گیا۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام لوگوں کی مردم شماری کرائی اور راشننگ سسٹم (rationing system) قائم کر دیا جو بنو امیہ کے عہد تک جاری رہا۔

یورپین مؤرخ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سب سے پہلی مردم شماری حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کروائی تھی اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ سب سے پہلی مردم شماری رعایا سے دولت چھیننے کے لیے نہیں بلکہ ان کی غذا کا انتظام کرنے کے لیے جاری کی تھی۔ اَور حکومتیں تو اس لیے مردم شماری کراتی ہیں کہ لوگ قربانی کے

بکرے بنیں اور فوجی خدمات بجالائیں۔ **مگر حضرت عمرؓ نے اس لیے مردم شماری نہیں کرائی کہ لوگ قربانی کے** بکرے بنیں بلکہ اس لیے کرائی کہ ان کے پیٹ میں روٹی ڈالی جائے، یہ دیکھا جائے کہ کتنے لوگ ہیں اور خوراک کا کتنا انتظام کرنا ہے؟ چنانچہ مردم شماری کے بعد تمام لوگوں کو ایک مقررہ نظام کے ماتحت غذا ملتی اور جو باقی ضروریات رہ جاتیں ان کے لیے انہیں ماہوار کچھ رقم دے دی جاتی اور اس بارہ میں اتنی احتیاط سے کام لیا جاتا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب شام فتح ہوا اور وہاں سے زیتون کا بے شمار تیل آیا اور ہر ایک کو زیتون کا تیل ملنے لگ گیا۔ تو آپؓ نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا کہ زیتون کے استعمال سے میرا پیٹ پھول جاتا ہے۔ یعنی حضرت عمرؓ کو خود بھی ملتا تھا، اس میں سے تیل لیتے تھے تو آپؓ نے کہا کہ زیتون کا جب مَیں زیادہ استعمال کروں تو میرا پیٹ پھول جاتا ہے۔ تم مجھے اجازت دو تو میں بیت المال سے اتنی ہی قیمت کا گھی لے لیا کروں۔ اور زیتون کیونکہ میری صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے تو جتنی قیمت کا زیتون ہے اتنی قیمت کا گھی لے لیا کروں۔ غرض یہ پہلا قدم تھا جو اسلام میں لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اٹھایا گیا اور ظاہر ہے کہ اگر یہ نظام قائم ہو جائے تو اس کے بعد کسی اَور نظام کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ سارے ملک کی ضروریات کی ذمہ دار حکومت ہو گی۔ ان کا کھانا، ان کا پینا، ان کا پہننا، ان کی تعلیم، ان کی بیماریوں کا علاج اور ان کی رہائش کے لیے مکانات کی تعمیر یہ سب کا سب اسلامی حکومت کے ذمہ ہو گا اور اگر یہ ضروریات پوری ہوتی رہیں تو کسی بیمہ وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ بیمے اس لیے لوگ کرواتے ہیں ناں کہ بعد میں ہم اپنے بچوں کے لیے کچھ چھوڑ جائیں یا جب بڑھاپے میں کمائی نہیں کر سکتے تو اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ جب حکومت یہ ذمہ داری لے لے تو پھر کسی بھی بیمے کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ مگر بعد میں آنے والوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ بادشاہ کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو کچھ دے اور چاہے تو نہ دے اور چونکہ اسلامی تعلیم ابھی پورے طور پر راسخ نہیں ہوئی تھی تو وہ لوگ پھر قیصر و کسریٰ کے طریق کی طرف مائل ہو گئے۔ جس طرح دوسرے بادشاہ کرتے تھے وہی طریق پھر رائج ہو گیا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 334 تا 336)

اسلامی حکومت کے ہر شخص کے لیے روٹی کپڑے کے انتظام کرنے کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں کہ "اسلامی حکومت..... جب وہ اموال کی مالک ہوئی تو اس نے ہر ایک شخص کی روٹی کپڑے کا انتظام کیا چنانچہ" وہی بیان ہوا ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب نظام مکمل ہوا تو اس وقت اسلامی تعلیم کے ماتحت ہر فرد و بشر کے لیے روٹی اور کپڑا مہیا کرنا حکومت کے ذمہ تھا اور وہ اپنے اِس فرض کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کیا کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس غرض کے لیے مردم شماری کا طریق جاری کیا اور رجسٹرات کھولے جن میں تمام لوگوں کے ناموں کا اندراج ہوا کرتا تھا۔ یورپین مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں" جیسا کہ پہلے ذکر بھی آ چکا ہے "کہ پہلی مردم شماری حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی اور انہوں نے ہی رجسٹرات کا طریق جاری کیا۔ اِس مردم شماری کی وجہ یہی تھی کہ ہر شخص کو روٹی کپڑا دیا جاتا تھا اور حکومت کے لیے ضروری تھا کہ وہ اِس بات کا علم رکھے کہ کتنے لوگ اِس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ آج یہ کہا جاتا ہے کہ سوویت رشیا نے غرباء کے کھانے

اور ان کے کپڑے کا انتظام کیا ہے۔ حالانکہ سب سے پہلے اِس قسم کا اقتصادی نظام اسلام نے جاری کیا ہے اور عملی رنگ میں **حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہر گاؤں، ہر قصبہ اور ہر** شہر کے لوگوں کے نام رجسٹر میں درج کیے جاتے تھے۔ ہر شخص کی بیوی، اس کے بچوں کے نام اور ان کی تعداد درج کی جاتی تھی اور پھر ہر شخص کے لیے غذا کی بھی ایک حد مقرر کر دی گئی تھی تا کہ تھوڑا کھانے والے بھی گزارہ کر سکیں اور زیادہ کھانے والے بھی اپنی خواہش کے مطابق کھا سکیں۔

تاریخوں میں ذکر آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں جو فیصلے فرمائے ان میں دودھ پیتے بچوں کا خیال نہیں رکھا گیا تھا اور ان کو اس وقت غلّہ وغیرہ کی صورت میں مدد ملنی شروع ہوتی تھی جب مائیں اپنے بچوں کا دودھ چھڑا دیتی تھیں۔ "جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں میں نے بیان کیا تھا کہ "ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے گشت لگا رہے تھے کہ ایک خیمہ میں سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں ٹھہر گئے۔ مگر بچہ تھا کہ روتا چلا جاتا تھا اور ماں اسے تھپکیاں دے رہی تھی تا کہ وہ سو جائے۔ جب بہت دیر ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خیمہ کے اندر گئے اور عورت سے کہا کہ تم بچے کو دودھ کیوں نہیں پلاتی۔ یہ کتنی دیر سے رو رہا ہے؟ اس عورت نے آپؓ کو پہچانا نہیں۔ اس نے سمجھا کہ کوئی عام شخص ہے۔ چنانچہ اس نے جواب میں کہا کہ تمہیں معلوم نہیں عمرؓ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دودھ پینے والے بچہ کو غذا نہ ملے۔ ہم غریب ہیں ہمارا گزارہ تنگی سے ہوتا ہے۔ میں نے اس بچے کا دودھ چھڑا دیا ہے تا کہ بیت المال سے اس کا غلہ بھی مل سکے۔ اب اگر یہ روتا ہے تو روئے عمرؓ کی جان کو جس نے ایسا قانون بنایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت واپس آئے اور راستہ میں نہایت غم سے کہتے جاتے تھے کہ عمر! عمر! معلوم نہیں تُو نے اس قانون سے کتنے عرب بچوں کا دودھ چھڑوا کر آئندہ نسل کو کمزور کر دیا ہے۔ ان سب کا گناہ اب تیرے ذمہ ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپؓ سٹور میں آئے، دروازہ کھولا اور ایک بوری آٹے کی اپنی پیٹھ پر اٹھالی۔ کسی شخص نے کہا کہ لائیے میں اس بوری کو اٹھالیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نہیں! غلطی میری ہے اور اب ضروری ہے کہ اس کا خمیازہ بھی میں ہی بھگتوں۔ چنانچہ وہ بوری آٹے کی انہوں نے اس عورت کو پہنچائی اور دوسرے ہی دن حکم دیا کہ جس دن بچہ پیدا ہو اسی دن سے اس کے لیے غلہ مقرر کیا جائے کیونکہ اس کی ماں جو اس کو دودھ پلاتی ہے زیادہ غذا کی محتاج ہے۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ 61-62)

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "**اسلام ہی ہے جس نے ملکی حقوق بھی قائم کیے ہیں**۔ اسلام کے نزدیک ہر فرد کی خوراک، رہائش اور لباس کی ذمہ وار حکومت ہے اور اسلام نے ہی سب سے پہلے اس اصول کو جاری کیا ہے۔ اب دوسری حکومتیں بھی اس کی نقل کر رہی ہیں مگر پورے طور پر نہیں۔ بیمے کیے جا رہے ہیں۔ فیملی پنشنیں دی جا رہی ہیں۔ مگر یہ کہ جوانی اور بڑھاپے دونوں میں خوراک اور لباس کی ذمہ وار حکومت ہوتی ہے یہ اصول اسلام سے پہلے کسی مذہب نے پیش نہیں کیا۔ دنیاوی حکومتوں کی مردم شماریاں اس لئے ہوتی ہیں تا ٹیکس لیے جائیں یا فوجی بھرتی کے متعلق یہ معلوم کیا جائے کہ ضرورت کے وقت کتنے نوجوان مل سکتے ہیں۔ مگر اسلامی حکومت

میں سب سے پہلی مردم شماری جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کروائی گئی تھی وہ اس لئے کروائی گئی تھی تا کہ تمام لوگوں کو کھانا اور کپڑا مہیا کیا جائے اس لئے نہیں کہ ٹیکس لگایا جائے یا یہ معلوم کیا جائے کہ ضرورت کے وقت فوج کے لئے کتنے نوجوان مل سکیں گے بلکہ وہ مردم شماری محض اس لئے تھی کہ تا ہر فرد کو کھانا اور کپڑا مہیا کیا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک مردم شماری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ہوئی تھی مگر اس وقت ابھی مسلمانوں کو حکومت حاصل نہیں ہوئی تھی اس لئے اس مردم شماری کا مقصد محض مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنا تھی۔ جو مردم شماری اسلامی حکومت کے زمانہ میں سب سے پہلے ہوئی وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی اور اس لئے ہوئی تا کہ ہر فرد کو کھانا اور کپڑا مہیا کیا جائے۔ یہ کتنی بڑی اہم چیز ہے جس سے تمام دنیا میں امن قائم ہو جاتا ہے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ درخواست دے دو اس پر غور کیا جائے گا اسے ہر انسان کی غیرت برداشت نہیں کر سکتی" کہ درخواستیں منگوائی جائیں پھر غور کیا جائے۔ "اس لئے اسلام نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ کھانا اور کپڑا حکومت کے ذمہ ہے اور یہ ہر امیر اور غریب کو دیا جائے گا خواہ وہ کروڑ پتی ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ آگے کسی اَور کو ہی کیوں نہ دے دے تا کہ کسی کو یہ محسوس نہ ہو کہ اسے ادنیٰ خیال کیا جاتا ہے۔"
(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 308)

جو امیروں کو ملے گا تو امیر بھی اگر وہ تقویٰ پر چلنے والے ہیں تو بجائے اس سے فائدہ اٹھانے کے وہ پھر آگے ضرورت مندوں کو دیں گے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ممالک کو صوبہ جات میں تقسیم کیا گیا۔ بیس ہجری میں مقبوضہ ممالک کو حضرت عمرؓ نے آٹھ صوبوں میں تقسیم فرمایا تا کہ انتظامی امور میں آسانی رہے۔ نمبر ایک مکہ، نمبر دو مدینہ، نمبر تین شام، نمبر چار جزیرہ، نمبر پانچ بصرہ، نمبر چھ کوفہ، نمبر سات مصر اور نمبر آٹھ فلسطین۔
(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 185 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

پھر شوریٰ کا قیام آپؓ کے زمانے میں ہوا۔ مجلس شوریٰ میں ہمیشہ لازمی طور پر ان دونوں گروہ یعنی مہاجرین اور انصار کے ارکان شریک ہوتے تھے۔ انصار بھی دو قبیلوں میں منقسم تھے اَوس اور خزرج۔ چنانچہ ان دونوں خاندانوں کا مجلس شوریٰ میں شریک ہونا ضروری تھا۔ اس مجلس شوریٰ میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ شامل ہوتے تھے۔ مجلس کے انعقاد کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے ایک منادی اعلان کرتا تھا کہ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ یعنی سب لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں۔ جب لوگ جمع ہو جاتے تو حضرت عمر مسجد نبویؐ میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد منبر پر چڑھ کر خطبہ دیتے تھے اور بحث طلب امر پیش کیا جاتا تھا۔ اس پر بحث ہوتی تھی۔ معمولی اور روزمرہ کے کاروبار میں اس مجلس کے فیصلے کافی سمجھے جاتے تھے لیکن جب کوئی اہم امر پیش آتا تھا تو مہاجرین اور انصار کا اجلاس عام ہوتا تھا اور سب کے اتفاق سے وہ امر طے پاتا تھا۔ فوج کی تنخواہ، دفتر کی ترتیب، عُمّال کا تقرر، غیر قوموں کی تجارت کی آزادی اور ان پر محصول کی تشخیص۔ غرض اس قسم کے بہت سے معاملات ہیں جو شوریٰ میں پیش ہو کر طے پاتے

تھے۔ مجلس شوریٰ کا اجلاس اکثر خاص خاص ضرورتوں کے پیش آنے کے وقت ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اَور مجلس تھی وہاں روزانہ انتظامات اور ضروریات پر گفتگو ہوتی تھی۔ یہ مجلس ہمیشہ مسجد نبویؐ میں منعقد ہوتی تھی اور صرف مہاجرین صحابہ اس میں شریک ہوتے تھے۔ صوبہ جات اور اضلاع کی روزانہ خبریں جو دربار خلافت میں پہنچتی تھیں۔ حضرت عمرؓ اس مجلس میں بیان کرتے تھے اور کوئی بحث طلب امر ہوتا تھا تو اس میں لوگوں سے رائے لی جاتی تھی۔ مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ عام رعایا کو انتظامی امور میں مداخلت حاصل تھی۔ صوبہ جات اور اضلاع کے حاکم اکثر رعایا کی مرضی سے مقرر کیے جاتے تھے بلکہ بعض اوقات بالکل انتخاب کا طریقہ عمل میں آتا تھا۔ کوفہ، بصرہ اور شام میں جب عُمال خراج مقرر کیے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان تینوں صوبوں میں احکام بھیجے کہ وہاں کے لوگ اپنی اپنی پسند سے ایک ایک شخص انتخاب کر کے بھیجیں جو ان کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ دیانت دار اور قابل ہو۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 180 تا 182 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

عاملین کی تقرری اور ان کے لیے کیا ہدایات دیں؟ حضرت عمرؓ کس طرح ہدایات دیتے تھے؟ اس بارے میں لکھا ہے کہ اہم خدمات کے لیے عہدیداروں کی تقرری شوریٰ کے ذریعہ کی جاتی۔ جس پر سب ارکان اتفاق کر لیتے اُس کا انتخاب کر لیا جاتا۔ بعض اوقات صوبہ یا ضلع کے حاکم کو حکم بھیجتے کہ جو شخص زیادہ قابل ہو اس کا انتخاب کر کے بھیجو۔ چنانچہ انہی منتخب لوگوں کو حضرت عمرؓ عامل مقرر فرما دیتے۔

حضرت عمرؓ نے عاملین کی زیادہ تنخواہیں مقرر فرمائی تھیں۔ یہ بھی بڑی حکمت ہے تا کہ ایمانداری سے یہ لوگ اپنے کام کر سکیں، کوئی دنیاوی لالچ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ عہدے داروں کو یہ نصائح فرماتے کہ یاد رکھو! میں نے تم لوگوں کو امیر اور سخت گیر مقرر کر کے نہیں بھیجا بلکہ امام بنا کر بھیجا ہے تا کہ لوگ تمہاری تقلید کریں۔ مسلمانوں کے حقوق ادا کرنا۔ ان کو زدوکوب نہیں کرنا کہ وہ ذلیل ہوں۔ سزائیں نہیں دینی بلکہ ان کے حق ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ کسی کی بے جا تعریف نہیں کرنی کہ وہ فتنوں میں پڑیں۔ ان کے لیے اپنے دروازے ہمیشہ بند نہ رکھنا کہیں طاقتور کمزوروں کو نہ کھا جائیں۔ اپنے آپ کو کسی پر ترجیح نہ دینا کہ یہ ان پر ظلم ہے۔

جو شخص عامل مقرر ہوتا اس سے یہ عہد لیا جاتا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہو گا۔ باریک کپڑے نہیں پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔ دروازے پر دربان مقرر نہیں کرے گا۔ ضرورت مندوں کے لیے ہمیشہ دروازے کھلے رکھے گا۔ یہ ہدایات تمام عاملین کے لیے تھیں اور لوگوں میں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں۔ عاملین مقرر کرنے کے بعد ان کے مال و اسباب کی جانچ کی جاتی تھی۔ اگر عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی جس کے بارے میں وہ تسلی نہ کروا سکتے تو اس کا مؤاخذہ کیا جاتا اور زائد مال بیت المال میں جمع کروا لیا جاتا۔

عاملین کو حکم تھا کہ حج کے موقع پر لازمی جمع ہوں۔ وہاں پبلک عدالت لگتی جس میں کسی شخص کو کسی عامل سے شکایت ہوتی تو فوراً اس کا ازالہ کیا جاتا۔ عاملین کی شکایات پیش ہوتیں ان کی تحقیقات کے متعلق بھی ایک عہدہ قائم تھا جس پر کبار صحابہ ہوتے جو تحقیقات کے لیے جاتے اور اگر شکایت سچ ہوتی تو عاملین کا مؤاخذہ کیا جاتا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 189 تا 193 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

عاملین کی شکایت کے متعلق حضرت عمرؓ کے رویے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ **حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی واقعہ ہے۔ کوفے کے لوگ بڑے باغی تھے** اور وہ ہمیشہ اپنے افسروں کے خلاف شکایتیں کرتے رہتے تھے کہ فلاں قاضی ایسا ہے۔ فلاں میں یہ نقص ہے اور فلاں میں وہ نقص ہے۔ حضرت عمرؓ ان کی شکایات پر حکام کو بدل دیتے اور اَور افسر مقرر کر کے بھیج دیتے اور ان افسروں کو بدل دیتے۔ دوسرے افسر مقرر کر کے بھیج دیتے۔ بعض لوگوں نے حضرت عمرؓ کو یہ بھی کہا کہ یہ طریق درست نہیں ہے۔ اس طرح بدلتے رہیں گے تو وہ شکایتیں کرتے رہیں گے، آپؓ بار بار افسر کو نہ بدلیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں افسروں کو بدلتا ہی چلا جاؤں گا یہاں تک کہ کوفے والے خود ہی تھک جائیں۔ جب اسی طرح ایک عرصہ تک ان کی طرف سے شکایتیں آتی رہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا اب میں کوفہ والوں کو ایک ایسا گورنر بھجواؤں گا جو انہیں سیدھا کر دے گا۔ یہ گورنر انیس سال کا ایک نوجوان تھا جو حضرت عمرؓ نے سیدھا کرنے کے لیے بھیجا۔

اس انیس سالہ نوجوان کا نام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ تھا۔ جب کوفے والوں کو پتہ لگا کہ انیس سال کا ایک لڑکا ان کا گورنر مقرر ہو کر آیا ہے تو انہوں نے کہا آؤ ہم سب مل کر اس سے مذاق کریں۔ کوفہ کے لوگ شریر اور شوخ تو تھے ہی۔ انہوں نے بڑے بڑے جبہ پوش لوگوں کو جو ستّر ستّر، اسّی اسّی، نوّے نوّے سال کے تھے اکٹھا کیا اور فیصلہ کیا کہ ان سب بوڑھوں کے ساتھ شہر کے تمام لوگ مل کر عبدالرحمٰن کا استقبال کرنے کے لیے جائیں اور مذاق کے طور پر اس سے سوال کریں کہ جناب کی عمر کیا ہے؟ اس سے اس کی عمر پوچھیں۔ جب وہ جواب دے گا تو خوب ہنسی اڑائیں گے۔ اس کا مذاق اڑائیں گے کہ چھوکرا ہمارا گورنر بن گیا ہے۔ چنانچہ اسی سکیم کے مطابق وہ شہر سے دو تین میل باہر اس کا استقبال کرنے کے لیے آئے۔ ادھر سے گدھے پر سوار عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی آنکلے۔ کوفہ کے تمام لوگ صفیں باندھ کر کھڑے تھے اور سب سے اگلی قطار بوڑھے سرداروں کی تھی۔

جب عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قریب پہنچے تو ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ ہی ہمارے گورنر مقرر ہو کر آئے ہیں اور عبدالرحمٰن آپ ہی کا نام ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر ان میں سے ایک بہت بوڑھا آدمی آگے بڑھا اور اس نے کہا جناب کی عمر؟ عبدالرحمٰن نے کہا میری عمر! تم میری عمر کا اندازہ اس سے لگالو کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کو دس ہزار صحابہؓ کا سردار بنا کر بھیجا تھا جس میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی شامل تھے تو جو عمر اس وقت اسامہ بن زیدؓ کی تھی اس سے ایک سال میری عمر زیادہ ہے۔ یہ سنتے ہی جیسے اوس پڑ جاتی ہے وہ سب شرمندہ ہو کے پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ جب تک یہ لڑکا یہاں رہے خبردار تم نہ بولنا ورنہ یہ کھال ادھیڑ دے گا۔ چنانچہ انہوں نے بڑے عرصہ تک گورنری کی اور کوفہ والے ان کے سامنے بول نہیں سکتے تھے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 23 صفحہ 222-223)

پھر محاصل کا نظام ہے۔ حضرت عمرؓ نے عراق اور شام کی فتوحات کے بعد خراج کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی۔ جو زمینیں بادشاہوں نے مقامی باشندوں سے جبراً چھین کر درباریوں اور امراء کو دی تھیں وہ مقامی لوگوں کو واپس دی گئیں اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ نے حکم جاری فرما دیا کہ اہلِ عرب جو ان ملکوں میں پھیل گئے ہیں زراعت

نہیں کریں گے یعنی کہ عرب لوگ جو ہیں وہ زراعت نہیں کریں گے۔ اس کا یہ فائدہ تھا کہ جو زراعت کے متعلق تجربہ مقامی لوگوں کا تھا عرب اس سے واقف نہ تھے۔ ہر علاقے کی زراعت کا اپنا مقامی طریقہ ہے تو اس لیے یہ حکم تھا کہ باہر کے جو آئے ہوئے ہیں وہ زراعت نہیں کریں گے بلکہ زراعت مقامی لوگ ہی کریں گے۔

خراج پہلے لوگوں سے زبردستی لیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے خراج کے قواعد مرتب کرنے کے بعد خراج کی وصولی کا طریق بھی نہایت نرم کر دیا اور نئی ترامیم کیں۔ ذِمیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خراج کی وصولی کے وقت باقاعدہ دریافت فرماتے، کسی سے زیادتی تو نہیں ہوئی؟ ذمی رعایا سے جو پارسی یا عیسائی تھے ان سے رائے طلب کرتے اور ان کی آراء کا لحاظ کیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 198، 202، 207-208 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

زراعت کی ترقی کے لیے حضرت عمرؓ نے بے آباد زمینوں کے متعلق فرمایا کہ جو ان کو آباد کرے گا وہ اس کی ملکیت ہو گی۔ اس کے لیے تین سال کا وقت مقرر کیا گیا۔ نہریں جاری کی گئیں۔ محکمہ آبپاشی قائم کیا گیا جو تالاب وغیرہ تیار کروانے کا کام بھی کرتا تھا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 209-210 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

تا کہ زراعت بہتر ہو۔ تو اس طرح یہ چند کام تھے جو میں نے گنوائے بھی ہیں۔ ابھی ذکر حضرت عمرؓ کا چل رہا ہے ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے۔

ایک اعلان بھی مَیں کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ایک احمدیہ انسائیکلوپیڈیا بنائی گئی ہے جسے آج لانچ کیا جائے گا۔ یہ مرکزی شعبہ احمدیہ آرکائیوز اور ریسرچ سینٹر نے بنائی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے اس پر کام کا آغاز کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب یہ ویب سائٹ افراد جماعت کے لیے آن لائن مہیا کی جا رہی ہے۔ اس تک رسائی جو ہے وہ www.ahmadipedia.org پر ہو سکتی ہے جہاں ایک سرچ انجن کی طرز پر home page مواد تلاش کرنے کے لیے کھل جائے گا۔ اسے نہایت سادہ اور استعمال کے لیے آسان رکھا گیا ہے۔

جماعتی کتب، شخصیات، واقعات، عقائد اور عمارات کے حوالے سے بنیادی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔ ہر انٹری کے ساتھ متعلقہ ویب سائٹس ویڈیوز اور جماعتی اخبارات سے مضامین کے لنک فراہم کیے گئے ہیں تا کہ تفصیلی معلومات ان ذرائع سے حاصل کی جا سکیں۔ تفصیلات کے لیے دیے گئے ان لنکس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ جماعت احمدیہ کی دیگر ویب سائٹس تک بھی صارفین کو رسائی حاصل ہو گی اور وہ تمام اخبارات اور رسائل سے استفادہ کر سکیں گے۔ دنیا بھر میں پھیلے احباب جماعت کے پاس بہت سی مفید معلومات ہیں جو کہیں ریکارڈ شدہ نہیں۔

احمدی پیڈیا کی ویب سائٹ پر ایک آپشن 'contribute' کے نام سے بھی دی گئی ہے جہاں وہ کسی بھی موضوع پر اپنی معلومات یا شواہد یا دستاویزات مہیا کر سکیں گے۔ یہ نہیں کہ خود براہ راست ڈال دیں بلکہ وہ اس کی انتظامیہ کو مہیا کریں گے۔ اس مہیا کردہ مواد پر تحقیق اور تصدیق کے بعد اسے متعلقہ موضوع کی انٹری میں شامل کر

دیا جائے گا۔ اس طرح یہ ویب سائٹ تمام جماعت کے تعاون سے جاری و ساری رہنے والا پراجیکٹ بنے گی اور ان شاء اللہ ہر احمدی کے لیے فائدہ مند ہو گی۔

اگر کسی کو ویب سائٹ پہ کوئی مطلوبہ مواد نہ ملے تو وہ احمدی پیڈیا سے رابطہ کر سکے گا اور پھر یہ لوگ ویب سائٹ پر مطلوبہ مواد مہیا کرنے کا انتظام کریں گے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ تمام معلومات مصدقہ ذرائع سے مہیا کی گئی ہیں تاہم اگر کسی صارف کے پاس ایسے شواہد ہوں جو کسی بھی معلومات کے برعکس ہوں تو ہمیں ایسے شواہد مہیا کریں تا کہ بعد تحقیق جماعت کی تاریخ کو مصدقہ طور پر محفوظ کرنے کا انتظام کیا جا سکے۔

اس ویب سائٹ کی تیاری کے لیے تمام ٹیکنیکل مراحل مرکزی شعبہ آئی ٹی نے بحسن و خوبی سرانجام دیے ہیں اور شعبہ آئی ٹی نے اس کے لیے بڑی محنت کی ہے جس میں ان کے مستقل عملے کے علاوہ والنٹیئرز بھی شامل ہیں۔ مواد کی تیاری کے لیے مرکزی شعبہ آرکائیو کے مربیان اور والنٹیئرز نے بڑی محنت کی ہے اور اس ویب سائٹ کے لیے ان سب نے، جو بھی یہ کام کرنے والے ہیں، حصول مواد، اردو سے ترجمہ، مواد کی اَپ لوڈنگ غرض تمام کاموں میں انتھک محنت سے کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا بھی دے۔ آج جمعہ کی نماز کے بعد ان شاء اللہ میں اس کو لانچ بھی کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23/ جولائی 2021ء جلد 28 شمارہ 59 صفحہ 03 تا 08)

28

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09 / جولائی 2021ء بمطابق 09 / وفا 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ **محکمہ قضا کے اجراء کے بارے میں روایت ہے** کہ حضرت عمرؓ نے باقاعدہ قضا کے صیغہ کا اجراء فرمایا۔ تمام اضلاع میں باقاعدہ عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔ حضرت عمرؓ نے قضا کے متعلق قانونی احکامات بھی صادر فرمائے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 195 تا 198 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

قاضیوں کے انتخابات میں ماہرین فقہ کو منتخب کیا جاتا لیکن حضرت عمرؓ اسی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا امتحان بھی لیتے تھے۔ قاضیوں کی گراں قدر تنخواہیں مقرر فرماتے تاکہ کوئی غلط فیصلہ نہ کر دے۔ دولت مند اور معزز شخص کو قاضی مقرر فرماتے تاکہ فیصلہ کے وقت کسی کے رعب میں نہ آ سکے۔ حضرت عمرؓ نے عدالت میں مساوات اور انصاف کا لحاظ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت اُبَی بن کعبؓ کے ساتھ کسی قسم کا جھگڑا تھا۔ حضرت اُبَیؓ نے زید بن ثابتؓ کی عدالت میں مقدمہ کر دیا۔ زیدؓ نے حضرت عمرؓ اور اُبَی کو بلایا اور حضرت عمرؓ کی تعظیم کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ کہہ کر اُبَیؓ کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 199، 200 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

یعنی کہ ہم دونوں اب فریق ہیں۔ فریقین کو فریق کی طرح دیکھو اور ساتھ ساتھ بٹھاؤ، نہ کہ مجھے عزت دو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کا ایک دفعہ ایک جھگڑا اُبَی بن کعبؓ سے ہو گیا تھا۔ قاضی کے پاس معاملہ پیش ہوا۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلوایا اور آپؓ کے آنے پر "قاضی نے" اپنی جگہ ادب سے چھوڑ دی" کہ یہ خلیفۂ وقت ہیں۔ "حضرت عمرؓ فریقِ مخالف کے پاس جا بیٹھے اور قاضی سے فرمایا کہ یہ پہلی بے انصافی ہے جو آپ نے کی ہے۔ اس وقت مجھ میں اور میرے فریق مخالف میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے تھا۔"

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ 300)

حضرت عمرؓ نے افتاء کا محکمہ بھی جاری فرمایا۔ قانونِ شریعت سے واقفیت کے لیے محکمہ افتاء کا قیام فرمایا اور چند صحابہ کو نامزد فرمایا کہ ان کے علاوہ کسی سے فتویٰ نہیں لیا جائے گا۔ ان میں حضرت علیؓ یعنی فتویٰ دینے والوں میں

حضرت علیؓ تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت اُبی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابودرداءؓ تھے۔ ان لوگوں کے سِوا اگر کوئی اَور فتوٰی دیتا تو حضرت عمرؓ اسے منع کر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان مفتیان کی بھی وقتاً فوقتاً جانچ کرتے رہتے تھے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 202 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں فرماتے ہیں:

ایک صیغہ فتوٰی کا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد زمانۂ خلفاء میں قاعدہ تھا کہ شرعی امور میں فتوٰی دینے کی ہر شخص کو اجازت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ایک صحابی، غالباً عبداللہ بن مسعودؓ تھے، جو دینی علوم میں بڑے ماہر بھی تھے اور ایک جلیل القدر انسان تھے انہوں نے ایک دفعہ کوئی مسئلہ لوگوں کو بتایا اور اس کی اطلاع آپؓ کو پہنچی یعنی حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپؓ نے فوراً ان سے جواب طلب کیا کہ کیا تم امیر ہو یا امیر نے تم کو مقرر کیا ہے کہ فتوٰی دیتے ہو؟ دراصل اگر ہر ایک شخص کو فتوٰی دینے کا حق ہو تو بہت سی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں اور عوام کے لیے بہت سے فتاوٰی ابتلا کا موجب بن سکتے ہیں کیونکہ بعض اوقات ایک ہی امر کے متعلق دو مختلف فتوے ہوتے ہیں اور دونوں صحیح ہوتے ہیں۔

یعنی کہ صورتِ حال کے مطابق فتوٰی دیا جاتا ہے۔ مسائل کو اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو اس میں لچک ہوتی ہے اس صورت میں یہ فتوٰی ہو گا اور اس صورت میں یہ فتوٰی ہو گا مگر عوام کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ دونوں کس طرح درست ہیں۔ اس لیے وہ پھر ابتلا میں پڑ جاتے ہیں۔

(ماخوذ از خطاب جلسہ سالانہ 17 مارچ 1919ء انوار العلوم جلد 4 صفحہ 404)

پھر اسی طرح محکمہ پولیس کا اجراء کیا۔ حضرت عمرؓ نے ملک میں امن قائم رکھنے کی خاطر اَحْدَاثْ یعنی پولیس کا محکمہ قائم فرمایا۔ اس محکمہ کو احتساب، امن و امان، بازار کی نگرانی وغیرہ کے اختیارات دیے تھے یعنی کہ لوگوں کو دیکھنا کہ وہ صحیح طرح باتوں پر عمل درآمد کر رہے ہیں کہ نہیں۔ کسی کے حق مارے جا رہے ہیں تو ان کی ادائیگی کروانا۔ جو انتظامی معاملات تھے انہیں دیکھنا جب تک معاملہ قاضی کے پاس نہیں جاتا۔ امن و امان، بازار کی نگرانی وغیرہ، یہ سارے نگرانی کے اختیارات تھے۔ حضرت عمرؓ نے باقاعدہ جیلیں بھی بنوائیں۔ اس سے قبل جیلوں کا رواج نہیں تھا۔ سخت سزائیں بھی مجرموں کو دی جاتی تھیں۔

پھر اسی طرح بیت المال کا قیام ہے۔ حضرت عمرؓ سے قبل جو بھی مال آتا وہ فوری تقسیم ہو جاتا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ایک مکان خرید کر بیت المال کے لیے وقف کیا گیا لیکن وہ بند ہی رہتا تھا کیونکہ جو بھی مال آتا اسی وقت تقسیم ہو جاتا۔ 15ھ ہجری میں بحرین سے پانچ لاکھ کی رقم آئی تو حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اس رقم کا کیا کیا جائے۔ ایک رائے یہ تھی کہ سلاطین شام میں خزانے کا محکمہ قائم ہے۔

چنانچہ اس رائے کو حضرت عمرؓ نے پسند فرمایا اور مدینہ میں بیت المال کی بنیاد ڈالی۔ حضرت عبداللہ بن ارقم کو خزانے کا افسر مقرر کیا گیا۔ بعد میں مدینہ کے علاوہ تمام صوبہ جات اور ان کے صدر مقامات میں بیت المال قائم

کیے گئے۔ حضرت عمرؓ عمارتوں کی تعمیر میں کفایت شعاری سے کام لیتے تھے مگر بیت المال کے لیے نہایت مستحکم اور شاندار عمارتیں بنوایا کرتے تھے۔ بعد میں ان پر پہرے دار بھی مقرر کیے گئے تھے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 203 تا 205 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

اس کے لیے سیکیورٹی کا پورا نظام تھا۔ بیت المال کے مال کے متعلق حضرت عمرؓ خود حفاظت فرماتے تھے۔ ایک واقعہ تاریخ میں آتا ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ایک آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ ایک روز شدید گرمی تھی۔ میں حضرت عثمانؓ کے ہمراہ 'عالیہ' مقام میں ان کے مال مویشیوں کے پاس تھا۔ مدینہ سے نجد کی جانب چار سے آٹھ میل کے درمیان کی وادی ہے اسے 'عالیہ' کہتے ہیں۔ آپؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو دو نوجوان اونٹ ہانک کر لے جا رہا تھا یعنی حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی آ رہا ہے اور جوان اونٹ اس کے آگے آگے چل رہے ہیں اور زمین شدید گرم تھی۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا اس شخص کو کیا ہوا ہے! اگر یہ مدینہ میں رہتا اور موسم ٹھنڈا ہونے کے بعد نکلتا تو اس کے لیے بہتر ہوتا۔

جب وہ شخص قریب آیا تو حضرت عثمانؓ کے ملازم کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو یہ کون ہے؟ میں نے کہا چادر میں لپٹا ہوا ایک شخص ہے جو دو نوجوان اونٹ ہانک رہا ہے۔ پھر وہ شخص اَور قریب ہوا تو حضرت عثمانؓ نے پھر فرمایا کہ دیکھو کون ہے؟ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔ میں نے عرض کی کہ یہ تو امیر المومنین ہیں۔ حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور دروازے میں سے سر باہر نکالا لیکن گرم ہوا کی لپٹ پڑی تو آپؓ نے سر اندر کر لیا اور پھر فوراً ہی دوبارہ حضرت عمرؓ کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔ آپؓ کو کس مجبوری نے اس وقت گھر سے نکالا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا صدقے کے اونٹوں میں سے یہ دو اونٹ پیچھے رہ گئے تھے ان کے علاوہ باقی سارے اونٹ ہانک کر لے جائے جا چکے تھے تو میں نے چاہا کہ ان کو چراگاہ میں لے جاؤں۔ مجھے ڈر تھا کہ یہ دونوں کھو جائیں گے۔ پھر اللہ مجھ سے ان کے بارے پوچھے گا۔

حضرت عثمانؓ نے کہا اے امیر المومنین! آپؓ سائے میں آئیں اور پانی پئیں۔ ہم آپؓ کے لیے کافی ہیں۔ ہم خدمت کر لیتے ہیں۔ ہم بھیجنے کا انتظام کر دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اپنے سائے میں لَوٹ جاؤ، تم جاؤ سائے میں بیٹھو۔ حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ہمارے پاس وہ ہے جو آپؓ کے لیے کافی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اپنے سائے کی طرف لوٹ جاؤ۔ پھر حضرت عمرؓ چلے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا جو چاہتا ہے کہ وہ اَلْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ **یعنی قوی اور امانت دار کو دیکھے تو اس شخص کو دیکھ لے۔**

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ عمر بن نافع نے ابو بکر عیسیٰ سے روایت کر کے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے میں حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ صدقے کے وقت آیا۔ حضرت عثمانؓ سائے میں بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ ان کے پاس کھڑے ہو کر وہ باتیں ان سے کہتے جاتے جو حضرت عمرؓ کہتے تھے اور حضرت عمرؓ باوجود سخت گرمی کے دن ہونے کے دھوپ میں کھڑے تھے اور آپؓ کے پاس دو سیاہ چادریں تھیں۔ ایک کی تہبند باندھ لی تھی اور ایک سر پر ڈال لی تھی اور صدقے کے اونٹوں کا معائنہ کر رہے تھے

اور اونٹ کے رنگ اور ان کی عمریں لکھتے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ کتاب اللہ میں تم نے حضرت شعیب کی بیٹی کا یہ قول سنا ہے؟ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ۔ (القصص:27) یقیناً جنہیں بھی تُو نوکر رکھے ان میں بہترین وہی ثابت ہو گا جو مضبوط اور امانت دار ہو۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ وہی الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ ہے۔

(اسدالغابة فی معرفة الصحابة جلد3صفحہ667 عمربن الخطاب مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان2003ء)
(عمدة القاری شرح صحیح البخاری جلد 16 صفحہ 279 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ ہے۔ حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں ایک دفعہ باہر قُبّہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اتنی شدید گرمی پڑ رہی تھی کہ دروازہ کھولنے کی بھی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اتنے میں میرے غلام نے مجھے کہا دیکھئے اس شدید دھوپ میں باہر ایک شخص پھر رہا ہے۔ مَیں نے پردہ ہٹا کر دیکھا تو مجھے ایک شخص نظر آیا جس کا منہ شدتِ گرمی کی وجہ سے جھلسا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ کوئی مسافر ہو گا مگر تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ شخص میرے قُبّہ کے قریب پہنچا اور میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی میں گھبرا کر باہر نکل آیا اور میں نے کہا: اس گرمی میں آپ کہاں؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے: بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس کی تلاش میں میں باہر پھر رہا ہوں۔" (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 314-315)

اونٹ کے گمنے کا یہ بھی ایک واقعہ آتا ہے۔ پہلے بھی ایک دفعہ بیان ہو چکا ہے۔

حضرت عمرؓ ایک دفعہ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ ان کی ایک بیٹی آ گئی اور اس نے اس مال میں سے ایک درہم اٹھا لیا۔ حضرت عمرؓ اسے لینے کے لیے اٹھے۔ آپؓ کے ایک کندھے سے چادر ڈھلک گئی اور وہ بچی اپنے گھر والوں کے پاس روتی ہوئی بھاگ گئی اور وہ درہم اس نے اپنے منہ میں ڈال لیا۔ حضرت عمرؓ نے انگلی ڈال کر اس کے منہ سے وہ درہم نکالا اور اس کو مال میں لا کر رکھ دیا اور کہا اے لوگو! عمر اور اس کی آل کے لیے خواہ وہ قریبی ہو یا دور کا ان کا اتنا ہی حق ہے جتنا عام مسلمانوں کا ہے۔ اس سے زیادہ کا نہیں۔ ایک اَور روایت ہے۔ حضرت ابو موسیٰ نے ایک دفعہ بیت المال میں جھاڑو دیا تو ان کو ایک درہم ملا۔ حضرت عمرؓ کا ایک چھوٹا بچہ گزر رہا تھا تو انہوں نے وہ اس کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ درہم اس بچے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو آپ نے اس کے بارے میں پوچھا: اس نے کہا کہ یہ مجھے ابو موسیٰ نے دیا ہے تو یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ درہم بیت المال کا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ! کیا اہل مدینہ میں سے آلِ عمر کے گھر سے زیادہ حقیر تر تیرے نزدیک کوئی گھر نہیں تھا۔ تُو نے یہ چاہا کہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی باقی نہ رہے مگر وہ ہم سے اس ظلم کا مطالبہ کرے۔ پھر آپؓ نے وہ درہم بیت المال میں لوٹا دیا۔

(ماخوذ از ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم اشتیاق احمد صاحب جلد 3 صفحہ 286 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

رفاہِ عامہ کے کام کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عوام الناس کی بھلائی اور بہتری کے لیے بہت سے کام سرانجام فرمائے جو درج ذیل ہیں۔

زراعت میں بہتری اور عوام کے لیے پانی کی فراہمی کے لیے نہریں کھدوائیں: 1۔ نہر ابو موسیٰ: دریائے دجلہ سے نو میل لمبی نہر بنا کر بصرہ تک لائی گئی۔ 2۔ نہر مَعْقِل: یہ نہر بھی دریائے دجلہ سے نکالی گئی تھی۔ 3۔ نہر امیر المومنین: حضرت عمرؓ کے حکم سے دریائے نیل کو بحیرۂ قلزم سے ملایا گیا۔ اٹھارہ ہجری میں جب قحط پھیلا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو امداد کے لیے خط لکھا۔ فاصلہ چونکہ زیادہ تھا اس لیے امداد میں تاخیر ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے عمرو کو بلا کر کہا کہ دریائے نیل کو سمندر سے ملا دیا جائے تو عرب میں کبھی قحط نہ ہو۔ عَمرو نے جو وہاں کے گورنر تھے واپس جا کر فسطاط سے بحیرۂ قلزم تک نہر تیار کروائی جس کے ذریعہ بحری جہاز مدینہ کی بندرگاہ جدہ تک پہنچ جاتے۔ یہ نہر انتیس میل لمبی تھی اور چھ ماہ کے عرصہ میں تیار کر لی گئی۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کو آپس میں ملانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ فَرَمَا کے پاس سے جہاں بحر قلزم اور بحر روم میں ستر میل کا فاصلہ تھا نہر نکال کر ان کو ملا دیا جائے۔ فَرَمَا مصر کے نواح میں ایک ساحلی شہر تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ یونانیوں کے ہاتھوں حاجیوں کے لُوٹے جانے کے ڈر سے اس پر رضامند نہ ہوئے۔ اگر عمرو بن عاصؓ کو اجازت مل جاتی تو نہر سویز کی ایجاد عربوں کے حصہ میں آتی جو بعد میں بنائی گئی تھی۔

مختلف تعمیرات۔ حضرت عمرؓ نے عوام الناس کی سہولت کے لیے مختلف عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان میں مساجد، عدالتیں، فوجی چھاؤنیاں، بیرکس، ملکی تعمیراتی کاموں کے لیے مختلف دفاتر، سڑکیں، پل، مہمان خانے، چوکیاں، سرائیں وغیرہ۔ مدینہ سے مکہ تک ہر منزل پر چشمے اور سرائیں بنوائیں، چوکیاں بھی تعمیر کروائیں۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 206 تا 210 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

یعنی سیکیورٹی کا بھی انتظام رہے اور لوگوں کی رہائش کے لیے، آرام کرنے کے لیے ہوٹل وغیرہ بھی، سرائے بھی میسر آجائیں۔

شہروں کی آبادکاری کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں متعدد نئے شہر آباد فرمائے۔ آپؓ نے ان کو آباد کرتے وقت دفاعی، معاشی اور اقتصادی فوائد کو مدنظر رکھا۔ ان شہروں کے محل وقوع کا انتظام حضرت عمرؓ کی جنگی بصیرت، سیاست اور آبادکاری کے اصولوں پر، دقیق نظر پر دلالت کرتا ہے۔ یہ شہر حالتِ جنگ اور حالتِ امن دونوں میں فائدہ مند تھے۔ حضرت عمرؓ کی کوشش ہوتی کہ عرب کی جو سرحد عجم سے ملی ہوئی ہے وہاں شہر آباد ہوں تا کہ اچانک حملے سے بچا جا سکے۔ ان شہروں کا محل وقوع اس طرح ہو تا جو عربوں کو موافق ہو تا۔ ان شہروں کے ایک طرف عرب کی سرزمین ہوتی جو چراگاہ کا کام دیتی اور دوسری طرف عجمی سرزمین کے سرسبز علاقے ہوتے جہاں سے پھل غلّہ اَور دوسری اشیاء میسر ہوتیں یعنی زراعت دوسری طرف کی جاتی تھی۔ شہروں کی آبادکاری میں یہ بھی مدنظر رکھا گیا کہ ان کے درمیان کوئی دریا یا سمندر حائل نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے بصرہ، کوفہ، فُسطاط وغیرہ شہر آباد فرمائے۔

حضرت عمرؓ نے مستحکم اور صحیح بنیادوں پر ان شہروں کی آبادکاری کی۔ ان کی سڑکوں اور راستوں کو وسیع رکھا۔ بڑی کھلی سڑکیں تھیں اور نہایت بہترین انداز میں منظم کیا اور یہ طرز فکر ثابت کرتی ہے کہ آپ اس علم میں

ماہر اور منفرد تھے۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 214 تا 217 و 221 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)

اسی طرح محکمہ فوج ہے۔ اس کا قیام آپؓ نے کیا۔ حضرت عمرؓ نے باقاعدہ فوج کی ترتیب کی اور تنظیم سازی کی۔ مراتب کے لحاظ سے فوج کے رجسٹر بنوائے اور ان کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک جو باقاعدہ جنگ میں شامل ہوتے اور دوسرے والنٹیئر جو ضرورت کے وقت بلائے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو فوج کی تربیت کا بہت خیال تھا۔ انہوں نے نہایت تاکیدی احکام جاری کیے تھے کہ ممالک مفتوحہ میں کوئی شخص زراعت یا تجارت کا شغل اختیار نہ کرنے پائے۔ جو علاقے فتح ہوں گے وہاں جا کے کوئی شخص تجارت یا زراعت نہیں کرے گا کیونکہ یہ فوجی تھے تو یہ فوجیوں کے بارے میں تھا کیونکہ اس سے ان کے سپاہیانہ جوہر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

آج کل ہم مسلمان ملکوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ فوجی تجارتوں میں مصروف ہیں بلکہ ایک ملک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پہلے تو فوجی اپنی پیشہ وارانہ مہارت کی طرف دیکھتے تھے لیکن اب کمیشن ملتے ہی جو افسر ہوتا ہے وہ یہ دیکھتا ہے کہ کہاں کوئی نئی کالونی بن رہی ہے۔ کون سی ڈیفنس کالونی بن رہی ہے جہاں مجھے پلاٹ ملے اور میں پلاٹ الاٹ کراؤں۔ اور اسی وجہ سے بہرحال پھر ان کی سپاہیانہ صلاحیتیں کم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

پھر آتا ہے کہ سرد اور گرم ممالک پر حملہ کرتے وقت موسم کا بھی خیال رکھا جاتا تھا تاکہ فوج کی صحت اور تندرستی کو نقصان نہ پہنچے۔ فوج کے متعلق حضرت عمرؓ نے سختی سے یہ ہدایات دی تھیں کہ ساری فوج تیراکی، گھوڑ سواری، تیر چلانا اور ننگے پاؤں چلنا سیکھے۔ ہر چار مہینے کے بعد سپاہیوں کو وطن جا کر اپنے اہل و عیال سے ملنے کے لیے رخصت دی جاتی تھی۔ جفاکشی کے خیال سے یہ حکم تھا کہ اہل فوج رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں۔ گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے رکاب میں پاؤں ڈال کے نہیں سوار ہونا بلکہ چھلانگ مار کے سوار ہونا ہے۔ نرم کپڑے نہ پہنیں۔ دھوپ سے بچیں اور حماموں میں نہ نہائیں۔ وہاں زیادہ آرام طلبی کی عادت پڑ جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ بہار کے موسم میں فوج کو سرسبز و شاداب علاقوں میں بھیج دیتے تھے۔ فوجی بیرکس اور چھاؤنیوں کے بناتے وقت آب و ہوا کو مدنظر رکھا جاتا۔ یہ بھی ضروری تھا کہ سرسبز علاقوں میں فوجوں کو بھیجا جائے تاکہ وہاں تازہ فضا سے ان کی صحت بھی اچھی رہے۔ آب و ہوا کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔ تمام اضلاع میں فوجی چھاؤنیاں بنوائیں۔ فوجی صدر مقامات میں مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، فُسطاط، دمشق، حِمص، اُردن، فلسطین شامل کیے جہاں ہمیشہ فوج تعینات رہتی تھی۔ ہر چار ماہ کے بعد فوجیوں کو چھٹی دی جاتی تھی۔ فوجی مرکز میں بیک وقت چار ہزار گھوڑے ہوتے تھے جن کی دیکھ بھال کی جاتی۔ گھوڑوں کی رانوں پر جَیْشٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ داغ کر لکھا جاتا تھا یعنی اللہ کی راہ میں لشکر۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی فوج نے آلاتِ جنگ میں ترقی کی۔

نئے ساز و سامان مرتب کیے جن میں قلعہ شکن ہتھیار مَنْجَنِیْق اور دَبَّابَہ وغیرہ شامل تھے۔ دَبَّابَہ سے مراد وہ ہتھیار ہے جس کے ذریعہ سے دشمن کے قلعوں کو توڑا اور منہدم کیا جاتا ہے۔ اس کے اندر آدمی بیٹھتے اور

قلعہ کی دیواروں میں سوراخ کر کے اس کی دیواریں گرائی جاتیں۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 216 تا 218 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

(سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ 126، 127 از معین الدین ندوی دار الاشاعت کراچی پاکستان 2004ء)(لسان العرب زیر مادہ 'دب')

اسلامی حکومت کے ماتحت غیر اقوام کے لوگ بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ یہ نہیں کہ صرف مسلمانوں کو اعلیٰ عہدے دیے جاتے تھے بلکہ غیر مسلموں کو بھی اور غیر قوموں کے لوگوں کو بھی اعلیٰ عہدے دیے جاتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے زمانے میں بھی حالانکہ ابھی ملک میں پُرامن طور پر ساری قومیں نہیں بسی تھیں ان حقوق کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ چنانچہ علامہ شبلی اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے صیغۂ جنگ کو جو وسعت دی تھی اس کے لیے کسی قوم اور کسی ملک کی تخصیص نہ تھی یہاں تک کہ مذہب و ملت کی بھی کچھ قید نہ تھی۔ والنٹیئر فوج میں تو ہزاروں مجوسی شامل تھے یعنی ایسے لوگ جو خدا کو نہیں مانتے، آتش پرست تھے، سورج پرست تھے وہ بھی شامل تھے جن کو مسلمانوں کے برابر مشاہرے ملتے تھے۔ فوجی نظام میں بھی مجوسیوں کا پتہ ملتا ہے۔

اسی طرح لکھتے ہیں کہ یونانی اور رومی بہادر بھی فوج میں شامل تھے۔ چنانچہ فتح مصر میں ان میں سے پانچ سو آدمی شریکِ جنگ تھے اور آج پاکستان میں یہ کہتے ہیں کہ جی احمدیوں کو فوج سے نکالو۔ یہ بڑی نازک، sensitive پوسٹیں ہیں۔ حالانکہ اگر تاریخ پڑھیں تو پاکستان کی خاطر سب سے زیادہ قربانیاں احمدی افسروں نے دی ہیں۔ بہرحال یہ تو ان کے اپنے فعل ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب عمرو بن عاصؓ نے فُسطاط آباد کیا تو یہ جداگانہ محلے میں آباد کیے گئے۔ یہودیوں سے بھی یہ سلسلہ خالی نہ تھا۔

چنانچہ مصر کی فتح میں ان میں سے ایک ہزار آدمی اسلامی فوج میں شریک تھے۔ اسی طرح تاریخ سے ثابت ہے کہ غیر اقوام کے افراد کو جنگی افسر بھی مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایرانیوں کو بھی فوجی افسر مقرر کیا گیا۔ ان میں سے بعض کے نام بھی تاریخ میں موجود ہیں۔ علامہ شبلی نے چھ افسروں کے نام یہ لکھے ہیں۔ سیاہ، خسرو، شہریار، شیر وَیہ، شَہر وَیہ، اَفْرُوِدِین۔ ان افسروں کو تنخواہیں بھی سرکاری خزانے سے ملتی تھیں اور باقاعدہ پے رول (payroll) میں ان کا نام تھا۔ چاروں خلفاء کے بعد حضرت معاویہؓ کے متعلق تاریخ سے ثابت ہے کہ ان کے زمانے میں ایک عیسائی ابن آثال نامی وزیر خزانہ تھا۔ یہ وضاحت میں لکھتے ہیں کہ تفسیر کبیر میں جو میں نے پڑھا ہے تو حضرت مصلح موعودؓ نے علامہ شبلی کے حوالے سے افرودین لکھا ہے اور ایسے ہی الفاروق میں بھی درج ہے لیکن عربی کتب میں اس کا نام اَفْرَوْذِین لکھا ہے۔ یعنی بجائے دال کے ذال کے ساتھ۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 534)(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 504 سنہ 17ھ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

بہرحال یہ نام کا ذال اور دال کا ذرا سا فرق ہے کیونکہ لوگ اس پہ بحث شروع کر دیتے ہیں اس لیے وضاحت کر دی ہے۔

اسی طرح مارکیٹ کنٹرول، پرائس کنٹرول کے لحاظ سے جو ناجائز حد تک قیمت گرانا ہے اس سے بھی اسلام نے منع فرمایا ہے اور حضرت عمرؓ نے اس کی پابندی کروائی۔ مال کی قیمت گرانے کی ممانعت کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "اسلام نے قیمت کو ناجائز حد تک گرانے سے بھی منع کیا ہے..... قیمت کا گرانا بھی ناجائز مال کمانے کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ طاقتور تاجر اس ذریعہ سے کمزور تاجروں کو تھوڑی قیمت پر مال فروخت کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور ان کا دیوالہ نکلوانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے کہ آپؓ بازار کا دورہ کر رہے تھے کہ ایک باہر سے آئے ہوئے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خشک انگور نہایت ارزاں قیمت پر فروخت کر رہا تھا جس قیمت پر مدینہ کے تاجر فروخت نہیں کر سکتے تھے۔ آپؓ نے اسے حکم دیا کہ یا تو اپنا مال منڈی سے اٹھا کر لے جائے یا پھر اسی قیمت پر فروخت کرو جس مناسب قیمت پر مدینہ کے تاجر فروخت کر رہے تھے۔ "مدینہ کے جو تاجر تھے وہ مال کی زیادہ قیمت نہیں لے رہے تھے بلکہ مناسب قیمت تھی۔ آپؓ نے کہا اسی قیمت پر فروخت کرو۔ "جب آپؓ سے اس حکم کی وجہ پوچھی گئی تو آپؓ نے جواب دیا کہ اگر اس طرح فروخت کرنے کی اسے اجازت دی گئی تو مدینہ کے تاجروں کو جو مناسب قیمت پر مال فروخت کر رہے ہیں نقصان پہنچے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کے خلاف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پیش کیا کہ منڈی کے بھاؤ میں دخل نہیں دینا چاہئے۔

مگر ان کا یہ اعتراض درست نہ تھا کیونکہ منڈی کے بھاؤ میں دخل دینے کے یہ معنی ہیں کہ پیداوار اور مانگ (SUPPLY AND DEMAND) کے اصول میں دخل دیا جائے۔ "یعنی سپلائی اور ڈیمانڈ کے جو اصول ہیں ان میں دخل دینا ہے" اور ایسا کرنا بیشک نقصان دہ ہے اور اس سے حکومت کو بچنا چاہئے۔ "مارکیٹ خود اپنے آپ کو سپلائی ڈیمانڈ سے ایڈجسٹ کرتی ہے" ورنہ عوام کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا اور تاجر تباہ ہو جائیں گے۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ 53)

اس کی اجازت نہ دی جائے لیکن قیمت کنٹرول جو ہے وہ جائز ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس کی تفصیل ایک اَور جگہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ "شہری حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ لین دین کے معاملات میں خرابی نہ ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اس حق کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ اسلام نے بھاؤ کو بڑھانے اور مہنگا سودا کرنے سے روکا ہے۔ اسی طرح دوسروں کو نقصان پہنچانے اور ان کو تجارت میں فیل کرنے کے لیے بھاؤ کو گرا دینے سے بھی منع فرمایا" ہے۔ مقابلے میں کم قیمت کرنا بھی منع ہے۔ "ایک دفعہ مدینہ میں ایک شخص ایسے ریٹ پر انگور بیچ رہا تھا جس ریٹ پر دوسرے دکاندار نہیں بیچ سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ پاس سے گزرے تو انہوں نے اس شخص کو ڈانٹا کیونکہ اس طرح باقی دکانداروں کو نقصان پہنچتا تھا۔ غرض اسلام نے سودا مہنگا کرنے سے بھی روک دیا اور بھاؤ کو گرا دینے سے بھی روک دیا تا کہ نہ دکانداروں کو نقصان ہو اور نہ پبلک کو نقصان ہو۔" (تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 307)

تعلیم کے نظام کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تعلیم کو نہایت ترقی دی۔ تمام ممالک میں

مدرسے قائم کیے جن میں قرآن مجید، حدیث، فقہ کی تعلیم دی جاتی۔ کبار علماء صحابہ کو تعلیم و تربیت پر مامور کیا گیا اور پڑھانے والوں کی تنخواہیں بھی مقرر کی گئیں۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 233 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

اسی طرح ہجری کیلنڈر کا آغاز کس طرح ہوا؟ اس بارے میں روایات میں آتا ہے۔ ایک تو صحیح بخاری کی روایت ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ نے بیان کیا کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تاریخ کا شمار نہیں کیا اور نہ آپؐ کی وفات سے بلکہ آپؐ کے مدینہ میں آنے سے ہی انہوں نے تاریخ کا شمار کیا۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب التاریخ: من این ارّخوا التاریخ حدیث نمبر 3934)

یعنی ہجرت کے وقت سے۔

بخاری کے شارح علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں امام سہیلی کے نزدیک صحابہ نے ہجرت سے تاریخ کا آغاز کرنے کا خیال اللہ تعالیٰ کے قول لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ سے لیا ہے۔ پس مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ سے مراد وہ دن ہو گا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ واللہ اعلم۔

ہجری کیلنڈر کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ نے حضرت عمرؓ کی طرف لکھا کہ آپؓ کی طرف سے ہمیں خطوط آتے ہیں ان پر تاریخ وغیرہ درج نہیں ہوتی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مشورہ کے لیے اکٹھا کیا۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ بخاری نے کتاب الادب میں اور حاکم نے میمون بن مہران کے واسطے سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک چیک پیش کیا گیا جس کی میعاد شعبان تھی۔ آپؓ نے فرمایا کون سا شعبان؟ کیا وہ جو گزر گیا یا وہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں یا وہ شعبان جو آئے گا۔ آپؓ نے فرمایا لوگوں کے لیے کوئی تاریخ متعین کرو جو سب کو معلوم رہے۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا اور اس نے کہا میں نے یمن میں ایک چیز دیکھی جسے وہ تاریخ کہتے ہیں۔ وہ اسے یوں لکھتے ہیں کہ فلاں سال اور فلاں مہینہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ عمدہ طریق ہے۔ تم بھی تاریخ لکھو۔

ہجری تقویم کا آغاز، اس کیلنڈر کا آغاز کس نے کیا؟ اس بارے میں متفرق آراء ہیں۔ پہلے قول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ مرتب کرنے کا ارشاد فرمایا اور ربیع الاول میں تاریخ لکھی گئی۔ چنانچہ حاکم نے اپنی کتاب اَلْاِکْلِیْل میں ابن شہاب زُہری سے روایت کی ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ اَمَرَ بِالتَّارِیْخِ فَکُتِبَ فِی رَبِیْعِ الْاَوَّلِ۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے تاریخ لکھنے کا ارشاد فرمایا۔ پس وہ ربیع الاول میں لکھی گئی۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ روایت مُعْضَل ہے۔ مُعْضَل سے مراد وہ روایت ہوتی ہے جس کی سند میں پے در پے دو یا زیادہ راوی ساکت ہوں۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ تاریخ کی ابتدا اس دن سے ہوئی جس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور مشہور بات اس کے برعکس ہے اور وہ یہ کہ

تاریخ تقویم ہجری حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں قائم ہوئی۔

سُبُلُ الْهُدٰى وَ الرَّشَاد فِيْ سِيْرَةِ خَيْرِ الْعِبَاد کے مصنف محمد بن یوسف صالحی کہتے ہیں کہ ابن صلاح نے کہا ہے کہ انہوں نے ابوطاہر مَحْمِش کی کتاب اَلشُّرُوط میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ لکھنے کا ارشاد فرمایا تھا کیونکہ جب آپؐ نے نجران کے عیسائیوں کی طرف خط لکھنے کا ارشاد فرمایا تو حضرت علیؓ سے فرمایا اس میں لکھو لِخَمْسٍ مِّنَ الْهِجْرَةِ ۔یعنی ہجرت کے بعد پانچواں سال۔ پس اس لحاظ سے پہلے مؤرخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت عمرؓ نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت یَعلیٰ بن اُمَیَّہ نے تاریخ کا آغاز کیا جو یمن کے رہنے والے تھے۔ امام احمد نے اس کو بیان کیا ہے لیکن اس میں انقطاع ہے یعنی عمرو اور یَعلیٰ کے درمیان میں۔ تیسرے اور مشہور قول کے مطابق یہ ہے کہ تاریخ تقویم ہجری کا آغاز حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت میں ہوا۔

ہجری کیلنڈر کے لیے ہجرت سے کیوں آغاز کیا گیا؟ اس بارے میں یہ تفصیل ملتی ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے سال کی تعیین کے لیے مشورہ مانگا تو ایک رائے یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے اس کا آغاز کیا جائے۔ دوسری رائے یہ تھی کہ آپؐ کے مبعوث ہونے کے سال سے اس کا آغاز کیا جائے۔ تیسری رائے یہ تھی کہ آپؐ کی وفات کے سال سے اس کا آغاز کیا جائے۔ چوتھی رائے یہ تھی کہ آپؐ کی ہجرت کے سال سے اس کا آغاز کیا جائے۔ ہجرت کے سال سے اس کا آغاز کرنا مناسب سمجھا گیا کیونکہ ولادت اور بعثت کے سال کی تعیین میں اختلاف تھا۔ جہاں تک وفات کا تعلق ہے تو اس لیے منتخب نہیں کیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے مسلمانوں کے رنج والم کا عنصر اس میں شامل تھا۔ پس صحابہ نے ہجرت پر اتفاق کیا۔

صحابہؓ نے ربیع الاول کی بجائے محرم سے سال کا آغاز کیوں کیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا عزم محرم کے مہینہ میں ہی کر لیا تھا۔ ذوالحجہ میں بیعت عَقَبہ ثانیہ ہو چکی تھی اور وہی ہجرت کا پیش خیمہ تھی۔ اس طرح بیعت عَقَبہ ثانیہ اور ہجرت کا پختہ ارادہ کر لینے کے بعد جس مہینے کا چاند طلوع ہوا وہ محرم کا چاند تھا۔ لہٰذا مناسب یہی سمجھا گیا کہ اسی کو نقطہ آغاز بنایا جائے۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں اسلامی کیلنڈر کے محرم سے آغاز کی مناسبت سے میرے نزدیک یہ سب سے مضبوط دلیل ہے۔

(فتح الباری لابن حجر جلد7 صفحہ 314-315۔ کتاب مناقب الانصار باب التاریخ حدیث 3934۔دار الریان للتراث قاھرہ 1986ء) (سبل الھدٰی و الرشاد جلد 12 صفحہ 36-37۔ باب مبدأ التاریخ الاسلامی۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کب تشریف لائے؟ اس بارے میں مختلف آراء ہیں۔ آپؐ مختلف جگہ ٹھہرتے ہوئے بارہ ربیع الاول 14/ نبوی مطابق 20/ ستمبر 622ء کو مدینہ کے پاس پہنچے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک 8/ ربیع الاول کی تاریخ تھی۔ بعض کے نزدیک آپؐ ماہ صفر میں نکلے اور ربیع الاول میں پہنچے۔ یکم ربیع الاول کو مکہ سے

آپؐ نے ہجرت کا آغاز فرمایا اور بارہ ربیع الاول کو مدینہ پہنچے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 243 از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے) (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية جزء 2 صفحه 102 باب هجرة المصطفیٰ و اصحابهٖ۔ دار الكتب العلمية بيروت 1996ء)

تقویم ہجری کس سال میں ہوئی؟ اس بارے میں بھی مختلف آراء ہیں۔ کب یہ کیلنڈر شروع ہوا؟ کچھ کہتے ہیں سولہ ہجری میں ہوئی۔ کچھ کے نزدیک سترہ ہجری میں ہوئی۔ کچھ کہتے ہیں کہ اٹھارہ ہجری میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک اکیس ہجری میں ہوئی۔

(فتح الباری لابن حجر جلد7 صفحه315۔ کتاب مناقب الانصار باب التاريخ حديث 3934۔ دار الريان للتراث قاهرة 1986ء) (الكامل فی التاريخ لابن اثير جزء1 صفحه 13۔ دار الكتاب العربی بيروت 2012ء) (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 248 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

لیکن اس بات پر بہر حال اکثر متفق ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس کیلنڈر کا اجراء ہوا۔

اسلامی سکّہ۔ عام مؤرخین کے نزدیک عرب میں سب سے پہلے سکّہ عبد الملک بن مروان نے جاری کیا۔ مدینہ طیبہ کے بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اسلامی سکّے حضرت عمرؓ کے دور میں رائج ہوئے تھے۔ ان کے اوپر 'الحمد لله' کندہ تھا اور بعض پر 'محمّدٌ رّسول الله' اور بعض پر 'لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ' بھی کندہ ہوتا تھا لیکن ساسانی، ایرانی بادشاہوں کی تصویروں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ ایک تحقیق کے مطابق سب سے پہلے اسلامی سکّے دمشق میں سترہ ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں رائج ہوئے تھے مگر ان کے اوپر بھی بازنطینی شہنشاہ کی تصویر اور لاطینی میں ان کی لکھائی موجود ہوا کرتی تھی اور ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اٹھائیس ہجری میں سب سے پہلے اپنا سکّہ استعمال ہوا۔ وقتی طور پر ساسانیوں کے علاقوں میں رائج سکّوں کو ہی چلایا گیا۔ ان کے اوپر ساسانی بادشاہوں کی تصاویر ہوا کرتی تھیں مگر ان پر کوفی رسم الخط میں بسم اللہ لکھ دیا گیا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 250 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء) (ماخوذ از جستجوئے مدینہ صفحہ 310 از عبد الحمید قادری۔ اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان)

پھر یہ کہ حضرت عمرؓ نے کون کون سی باتیں شروع کیں؟ کون سی اوّلیات ہیں جو اوّلیاتِ فاروقی کہلاتی ہیں؟ علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہر ذریعہ میں جو جو نئی باتیں ایجاد کیں ان کو مؤرخین نے یکجا لکھا ہے اور ان کو اوّلیات کہا جاتا ہے اور وہ درج ذیل ہیں۔ یعنی یہ شروع کروائیں:

بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا۔ نمبر دو: عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔ پھر تاریخ اور سن قائم کیا جو آج تک جاری ہے۔ نمبر چار: امیر المومنین کا لقب حضرت عمرؓ نے خلیفۂ وقت کے لیے اختیار کیا۔ نمبر پانچ: فوجی دفتر ترتیب دیا۔ نمبر چھ: والنٹیئرز کی تنخواہیں مقرر کیں۔ نمبر سات: دفتر مال قائم کیا۔ نمبر آٹھ: پیمائش جاری کیں۔ نمبر نو: مردم شماری کروائی۔ نمبر دس: نہریں کھدوائیں۔ گیارہ: شہر آباد کرائے یعنی کوفہ، بصرہ، جِیزہ، فُسطاط، مُوصل وغیرہ۔ نمبر بارہ یہ ہے کہ ممالک مقبوضہ کو صوبوں میں تقسیم کیا۔ نمبر تیرہ: عُشور یعنی دسواں حصہ بطور ٹیکس یا محصول مقرر کیا۔ عُشور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے جس کی ابتدا یوں ہوئی کہ مسلمان جو غیر ملکوں

میں تجارت کے لیے جاتے تھے ان سے وہاں کے دستور کے مطابق مال تجارت پر دس فیصد ٹیکس لیا جاتا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ ان ملکوں کے تاجر جو ہمارے ملک میں آئیں ان سے بھی اسی قدر محصول لیا جائے یعنی پھر دس فیصد ان سے بھی وصول کیا جائے۔ نمبر چودہ یہ ہے کہ دریا کی پیداوار پر محصول لگایا اور محصل مقرر کیے۔ نمبر پندرہ: حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔ نمبر سولہ: جیل خانہ قائم کیا۔ نمبر سترہ: دُرّے کا استعمال کیا۔ نمبر اٹھارہ: راتوں کو گشت کر کے رعایا کے دریافت حال کا طریق نکالا۔ نمبر انیس: پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ نمبر بیس: جابجا فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ نمبر اکیس: گھوڑوں کی نسلوں میں اَصِیل اور مُجَنَّس کی تمیز قائم کی جو اس وقت تک عرب میں نہ تھی۔ نمبر بائیس: پرچہ نویس مقرر کیے۔ نمبر تئیس: مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لیے مکانات بنوائے۔ چوبیس: لاوارث بچوں کی پرورش کے لیے روزینہ مقرر کیے۔ پچیس: مختلف شہروں میں مہمان خانے تعمیر کرائے۔ چھبیس: یہ قاعدہ قرار دیا کہ اہل عرب کو کافر ہوں غلام نہیں بنائے جا سکتے۔ ستائیس: مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کیے۔ اٹھائیس: مکاتب قائم کیے۔ انتیس: معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر فرمائے، تنخواہیں مقرر کیں۔ تیس: حضرت ابو بکرؓ کو اصرار کے ساتھ قرآن مجید کی ترتیب پر آمادہ کیا اور اپنے اہتمام سے اس کام کو پورا کیا۔ اکتیس: قیاس کا اصول قائم کیا۔ بتیس: فرائض میں 'عول' کا مسئلہ ایجاد کیا یعنی نان نفقہ کے لیے بعض لوگوں کو عیال میں شامل کرنا۔ تینتیس: نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔ چونتیس: تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جاتی تھیں طلاق بائن قرار دیا۔ یہ تو آپؓ نے سزا کے طور پر بھی کیا تھا۔ پینتیس: شراب کی حد کے لیے اسّی کوڑے مقرر کیے۔ چھتیس: تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔ سینتیس: بنو ثعلب کے عیسائیوں پر بجائے جزیہ کے زکوٰۃ مقرر کی۔ اڑتیس: وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔ انتالیس: نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام لوگوں کا اجماع کروا دیا۔ ویسے عمومی طور پر مسنون یہی ہے تین تکبیریں ہوتی ہیں یا پہلی تکبیر کے ساتھ آخری تکبیر تک سلام پھیرنے سے پہلے چار... ابھی بھی یہی رائج ہیں۔ چالیس یہ ہے کہ مساجد میں وعظ کا طریقہ قائم کیا اور ان کی اجازت سے تمیم داری نے وعظ کہا اور یہ اسلام میں پہلا وعظ تھا۔ اکتالیس: اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ بیالیس: مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام کیا۔ تینتالیس: ہجو کرنے پر تعزیر کی سزا قائم کی۔ چوالیس: غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے منع کیا حالانکہ یہ طریقہ عرب میں مدتوں سے جاری تھا۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ اس کے سوا اور بھی عمرؓ کی اوّلیات ہیں جن کو ہم طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 401 تا 403، 212 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

بہر حال یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ بیان ہو گا۔ اس وقت میں بعض مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں اور ان شاء اللہ نماز کے بعد نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر مکرم سرِپتو ہادی سِسوُویو (Suripto Hadi Siswoyo) صاحب انڈونیشیا کا ہے۔ اناسی سال کی عمر میں گذشتہ ماہ ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ انہوں نے اکیس سال کی عمر میں بیعت کر لی

تھی اور اس وقت بڑی مضبوطی سے قائم رہے۔ مرحوم کی اہلیہ نے لکھا ہے کہ مرحوم نے اہلیہ کے علاوہ آٹھ بچے یادگار چھوڑے ہیں۔ ایک بیٹا ان کا بطور مبلغ خدمت بجالا رہا ہے۔ مرحوم کئی مرتبہ جماعت کے صدر کی حیثیت سے خدمت سرانجام دیتے رہے۔ دارالقضاء انڈونیشیا میں بطور قاضی بھی خدمت کی توفیق پائی۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ ایک فعال داعی الی اللہ تھے۔ کسی بھی قسم کے مشکل حالات میں تبلیغ کا جذبہ کبھی ختم نہیں ہوا۔ ان کے بیٹے اروان حبیب اللہ، جو مربی ہیں، کہتے ہیں کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ موٹر سائیکل کسی کے گھر چھوڑ کر تبلیغ کے لیے بیسیوں کلومیٹر تک پیدل سفر کیا کرتے تھے۔ دوسرے گاؤں جانے کے لیے نہروں اور چٹانوں کو پار کرنا پڑتا تو کرتے۔ سفر بہت مشکل ہوتا تھا۔ والد صاحب محنت اور مشقت کرنے والے شخص تھے۔ جب والد صاحب بطور ٹیچر ملازمت کرتے تھے تو انہوں نے سکول کے پرنسپل کو درخواست کی کہ ان کے پڑھانے کی باری چار ہی دنوں میں کروادی جائے۔ سکول کی جتنی کلاسیں ہیں چار دن میں مکمل کر دیں اور باقی دن چھٹی ہو جائے تا کہ تبلیغ کے لیے زیادہ وقت مل سکے۔ جمعرات میں سکول سے فارغ ہو کر سیدھا تبلیغ کے لیے جاتے اور اتوار کی شام کو ہی گھر واپس آتے تھے بلکہ بعض دفعہ سوموار کی صبح گھر آتے۔

بشارت احمد صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں کہ وسطی جاوا کے وونوسوبو (Wonosobo) علاقے میں دس جماعتیں آپ کے ذریعہ سے قائم ہوئیں۔ ہر حالت میں تہجد کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ ہر سطح کے لوگوں سے بڑی عزت اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ ایک بار آپ نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آخری ایام تک تبلیغ میں مصروف رہوں اسی میں میری خوشی اور میری صحت کی کنجی تھی۔ احمد ہدایت صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں کہ مرحوم ایک بہادر داعی الی اللہ تھے۔ جب مخالفت کرنے والے لوگوں کی طرف سے دھمکی ملتی تو کبھی خوف محسوس نہیں کرتے تھے اور بڑا ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر چودھری بشیر احمد بھٹی صاحب ابن اللہ داد صاحب بھوڑو ضلع ننکانہ صاحب کا ہے۔ پچانوے سال کی عمر میں ان کی گزشتہ ماہ وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے بیٹے محمد افضل بھٹی صاحب مربی سلسلہ تنزانیہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پیدائشی احمدی تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ انصاف پسند اور صاف گو تھے۔ احمدیت اور خلافت کے ساتھ والہانہ عشق تھا، چھوٹی عمر سے ہی قادیان جلسہ پر جایا کرتے تھے۔ گاؤں میں تعویذ گنڈے کرنے والوں سے لوگ بہت ڈرتے تھے، یہ عام رواج ہے ہمارے ملکوں میں۔ تو آپ ان لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ ان لوگوں سے نہ ڈرا کرو۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن گاؤں کے لوگ ان کو یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ آپ لوگ تو احمدی ہیں، آپ ان چیزوں کو نہیں مانتے اس لیے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن ہمیں بڑا خوف ہے۔ 1953ء میں جب فسادات شروع ہوئے تو مخالفین احمدیت نے علاقے میں جلوس نکالے۔ احمدیوں کے گھروں کو آگ لگانے کا پروگرام بنایا۔ قریبی گاؤں سے آپ کی برادری کے سرکردہ افراد جو اپنے گاؤں میں بڑا اثر ورسوخ رکھتے تھے مگر احمدی نہیں تھے، کچھ لوگ ان کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ احمدی ڈیرے پر رہتے ہیں، کل ہمارا وہاں آگ لگانے کا پروگرام ہے ان کو سمجھا لیں کہ وہاں سے چلے جائیں یا

احمدیت سے انکار کر دیں ورنہ انجام اچھا نہیں ہو گا۔ تو ان کے رشتہ داروں نے جب اپنے رشتہ دار کو سمجھایا کہ عارضی طور پر احمدیت کا انکار کر دو۔ جب جلوس چلا جائے گا تو پھر واپس اپنے دین پہ آ جانا تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں ہم نے بڑی سوچ سمجھ کے احمدیت قبول کی ہے۔ ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ ہم احمدیت کے لیے قربان تو ہو سکتے ہیں مگر یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ایک منٹ کے لیے بھی اپنے ایمان سے پیچھے ہٹیں۔ بہر حال انہوں نے کہا اگر تم کچھ نہیں کر سکتے تو نہ کرو ہمارا توکّل اللہ تعالیٰ پر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا کہ جلوس بھی کچھ فاصلے تک آ کے خود بخود تتر بتر ہو گیا اور ان کو ان کے ڈیرے تک آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

پسماندگان میں دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے شامل ہیں۔ ایک بیٹے مکرم افضل بھٹی صاحب مربی سلسلہ تنزانیہ ہیں، وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے جنازہ اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے بیٹے جو شامل نہیں ہو سکے ان کو بھی صبر اور حوصلہ کی توفیق دے۔

اگلا ذکر حمید اللہ خادم ملہی صاحب ابن چودھری اللہ رکھا ملہی صاحب دارالنصر غربی ربوہ کا ہے۔ 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ چودھری اللہ بخش بھُلر صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسے اور نصر اللہ ملہی صاحب شہید مربی سلسلہ کے والد تھے۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، سادہ لوح، شریف النفس، غریب پرور، ایک مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ دورانِ ملازمت بڑی بہادری سے مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ ان کے ایک بیٹے واقفِ زندگی ہیں۔ ربوہ میں طاہر ہارٹ میں کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر محمد علی خان صاحب پشاور کا ہے جو شریف اللہ خان صاحب کے بیٹے تھے۔ نواسی سال کی عمر میں یا انانوے eighty nine 89 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے 1/8 حصہ کے موصی تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور سات بیٹے شامل ہیں۔ ان کی ایک بیٹی سلیمہ صاحبہ جو برہان صاحب کی اہلیہ ہیں یہاں اسلام آباد میں ہی رہتے ہیں۔ یہ لکھتی ہیں کہ پہلے یہ لوگ، ان کا خاندان غیر مبائع تھے۔ پھر 1954ء میں ان کے والد نے خلیفہ ثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور تاحیات جماعت اور خلافت سے وابستہ رہے اور ان کے والد نے دینی غیرت اور جماعت سے گہری وابستگی کا مظاہرہ کیا۔

بہر حال اس کے بعد پھر ان کو جماعتی خدمت کی بھی توفیق ملی۔ قائد ضلع خدام الاحمدیہ بھی رہے۔ پھر سیکرٹری وصایا، سیکرٹری تعلیم القرآن وغیرہ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بڑی گہرائی سے کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ ہمیشہ آپ کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھا۔ قرآن کریم کا بہت سا حصہ آپ کو زبانی یاد تھا۔ دعا گو، نیک، مہمان نواز، سچے اور کھرے انسان تھے۔ درود شریف کا بہت ورد کیا کرتے تھے۔ لوگوں کی مالی مدد بھی بہت کرتے تھے۔ ان کے غیر احمدی رشتہ داروں نے ان کو کہا کہ اگر آپ احمدیت چھوڑ دیں تو ہم آپ کے قدموں میں قربان ہونے کے لیے تیار ہیں تو کہتی ہیں میرے والد نے ان کو جواب

دیا مجھے تمہاری قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو خود قربان ہو چکا ہوں۔ اب میری بات سنو کہ مسیح موعودؑ کو مان لو جس نے آنا تھا وہ آ گیا، اور اپنی زندگیاں سنوار لو۔ لیکن بہر حال انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی۔ آہستہ آہستہ وہ سارے رشتہ دار ساتھ چھوڑ گئے لیکن آپ احمدیت کے ساتھ تعلق میں دن بہ دن ترقی کرتے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اگلا ذکر صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب میری لینڈ امریکہ کا ہے جو ستاسی 87 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور صاحبزادہ محمد طیّب لطیف صاحب مرحوم کے بیٹے تھے۔ صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا بہت وسیع مطالعہ کیا ہوا تھا۔ پنجوقتہ نمازوں اور تہجد کی ادائیگی باقاعدگی سے کیا کرتے تھے۔ خلافت احمدیت کے شیدائی تھے۔ بہت ہی عاجز اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا اور ہمیشہ دوسروں کو بھی تبلیغ کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند کرے۔

اگلا ذکر فیضان احمد سمیر ابن شہزاد اکبر صاحب کا ہے۔ شہزاد اکبر صاحب جو ہیں یہ ہمارے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ کے کارکن ہیں، ان کے بیٹے تھے۔ کووِڈ سے سولہ سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ نہایت ہی ذہین، کم گو، شریف النفس، نیک بچہ تھا۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھا۔ اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دینے والا اور غیر ضروری سرگرمیوں میں بلکہ کھیلوں میں بھی بہت کم حصہ لیتا تھا۔ بالکل سنجیدہ طبع بچہ تھا۔ سکول کے علاوہ زیادہ وقت گھر پر گزارتا تھا۔ ان کے نانا خواجہ عبدالشکور صاحب بھی جماعت کی لمبا عرصہ خدمت کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے والدین کو بھی صبر عطا فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27/ جولائی تا 12/ اگست 2021ء سالانہ نمبر بعنوان "اطاعت خلافت" جلد 28 شمارہ 41 تا 43 جلسہ سالانہ نمبر صفحہ 07 تا 11)

29

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16 / جولائی 2021ء بمطابق 16 / وفا 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ **آپؓ کے دَورِ خلافت میں جو جنگیں ہوئیں اور جو فتوحات** ہوئیں اس ضمن میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا دَورِ خلافت تقریباً ساڑھے دس سال پر محیط تھا۔ یہ تاریخ تیرہ ہجری سے تیئیس ہجری تک ہے۔ اس دور میں ہونے والی فتوحات کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں کا کل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل بنتا ہے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں یہ علاقے شامل ہیں۔ شام، مصر، ایران اور عراق، خوزستان، آرمینیا، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران جس میں بلوچستان کا بھی کچھ حصہ آتا ہے۔

(ماخوذ از الفاروق صفحہ 159 مطبوعہ ادارہ اسلامیات 2004ء)

اسلامی جنگوں اور فتوحات کا سلسلہ تو حضرت ابو بکرؓ کے دور میں شروع ہو گیا تھا۔ آپؓ کے دور میں، (حضرت ابو بکرؓ کے دور میں) شام اور عراق میں اسلامی افواج جہاد میں مصروف تھیں اور بیک وقت کئی محاذوں پر جہاد جاری تھا اور پھر یہ سلسلہ چلتا گیا اور حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت میں بھی اسی طرح جاری رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت میں ایک بات جو بہت نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود گویا ہر فتح کے وقت مسلمانوں کے لشکر میں موجود تھے۔ اگرچہ آپؓ نے اپنے دور خلافت میں کسی جنگ میں بھی باقاعدہ حصہ نہیں لیا تاہم مسلمان کمانڈروں کو لشکر کے حوالے سے جملہ ہدایات مدینہ سے آپؓ بھجواتے یا جہاں بھی آپؓ موجود ہوتے وہاں ان سے رابطہ میں رہتے بلکہ بعض جنگوں کے حالات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی مسلمان سپہ سالاروں سے خط و کتابت روزانہ کی بنیاد پر جاری رہی اور حضرت عمرؓ نے مدینہ میں بیٹھ کر مسلمانوں کو اپنے لشکروں کو ترتیب دینے کی ہدایات دیں اور ان کو ان علاقوں کے بارے میں ایسے بتایا، اس طرح کی ہدایات دیں گویا حضرت عمرؓ کے سامنے ان علاقوں کا نقشہ موجود تھا یا وہ علاقے حضرت عمرؓ کے سامنے تھے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ إِنِّیْ لَأُجَھِّزُ جَیْشِیْ وَأَنَا فِی الصَّلَاۃِ۔

(صحیح البخاری کتاب العمل فی الصلوٰۃ باب تفکر الرجل الشئ فی الصلوٰۃ)

کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے لشکر تیار کرتا ہوں اور میں نماز میں ہوتا ہوں۔ یعنی آپؓ اس قدر متفکر ہوتے تھے کہ نماز کے دوران میں بھی اسلامی فوجوں کی منصوبہ بندی اور پلاننگ کا کام جاری رہتا تھا۔ اس دوران دعا بھی کرتے رہتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں جابجا نظر آتا ہے کہ آپؓ کی ہدایات کی پیروی کرتے ہوئے مسلمان فوجوں نے مشکل سے مشکل حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتوحات حاصل کیں۔

سید میر محمود احمد صاحب نے بھی حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت پر ایک مقالہ لکھا تھا اور اس سے بھی ہمارے نوٹس تیار کرنے والوں نے مدد لی ہے۔ ریسرچ سیل نے بعض نوٹس لیے ہیں لیکن بہرحال یہ اصل مأخذ سے بھی چیک کیے گئے ہیں اور ٹھیک ہیں۔ فتوحات ایران و عراق کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے دَور میں اہلِ فارس کے ساتھ جنگ جاری تھی کہ اس دوران حضرت ابو بکرؓ بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے اسلامی افواج کو پیغامات موصول ہونے میں تاخیر ہو رہی تھی۔ اس لیے حضرت مُثَنّٰی اسلامی فوج میں اپنے نائب مقرر کر کے خود حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپؓ کو جنگ کے حالات سے باخبر کریں اور مزید مدد کی درخواست کریں۔ حضرت مُثَنّٰی مدینہ پہنچے اور حضرت ابو بکرؓ کو واقعات کی اطلاع دی۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور یہ وصیت فرمائی کہ اے عمرؓ! میں جو کچھ کہتا ہوں اسے غور سے سنو پھر اس پر عمل کرنا۔ آج سوموار کا دن ہے مَیں توقع کرتا ہوں کہ مَیں آج ہی فوت ہو جاؤں گا، یہ حضرت ابو بکرؓ فرما رہے ہیں۔ اگر میں فوت ہو جاؤں تو شام ہونے سے قبل لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر مُثَنّٰی کے ساتھ بھیج دینا اور اگر میری وفات رات تک مؤخر ہو جائے تو صبح سے پہلے مسلمانوں کو جمع کر کے مُثَنّٰی کے ساتھ کر دینا۔ میری موت کی مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی ہو وہ تمہیں دین کے احکام اور خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل سے ہرگز باز نہ رہنے دے۔ تم نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر میں نے کیا کیا تھا حالانکہ لوگوں کو اور مخلوق کو اس جیسی مصیبت کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ خدا کی قسم! اگر میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ذرا تاخیر جائز رکھتا تو خدا ہم کو ذلیل کر دیتا۔ ہم کو سزا دیتا اور مدینہ میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے۔

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس وصیت کی تعمیل میں حضرت ابو بکرؓ کی تدفین سے اگلے روز لوگوں کو جمع کیا۔ بیعتِ خلافت کے لیے تمام اطراف سے بے شمار آدمی آئے ہوئے تھے اور تین دن تک ان کا تانتا بندھا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مجمع عام میں جہاد کا وعظ کیا کیونکہ عرب قدیم سے مملکت ایران کی شان و شوکت اور زبردست فوجی طاقت سے خائف رہتے تھے اور لوگوں کا عام طور پر خیال تھا کہ عراق حکومت فارس کا پایہ تخت ہے اور وہ حضرت خالدؓ کے بغیر فتح نہیں ہو سکتا اس لیے سب خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے کئی دن تک وعظ کیا لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر چوتھے دن اس جوش سے تقریر کی کہ حاضرین کے دل دہل گئے اور لوگوں کی ایمانی حرارت جوش میں آئی اور حضرت ابوعُبَید بن مسعود ثَقَفِیؓ آگے بڑھے اور اَنَا لِھٰذَا کا نعرہ مارا کہ میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ اور اس جہاد کے لیے اپنا نام پیش کیا۔ ان کے

بعد حضرت سعد بن عُبَیدؓ اور سَلِیط بن قَیس سامنے آئے۔ ان لوگوں کا سامنے آنا تھا کہ ایمانی جوش مسلمانوں کے دلوں میں موجزن ہو گیا اور وہ بڑے جوش و خروش سے بڑھ بڑھ کر جہادِ عراق کے لیے اپنا اپنا نام پیش کرنے لگے۔ قبل ازیں عراقی افواج کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی مگر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے آخری زمانے میں شامی جنگوں کی اہمیت کے پیش نظر ان کو شام جانے کا حکم دے دیا تھا اور اب عراق کی اسلامی فوج کی کمان حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ کر رہے تھے۔

اس موقع پر جب حضرت عمرؓ **مسلمانوں کو عراق کی جنگوں کے لیے اپنا نام پیش** کرنے کی دعوت دے رہے تھے حضرت مُثَنّٰی بھی مدینہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے بھی ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور کہا کہ لوگو! یہ محاذ بہت سخت اور گراں نہ سمجھو۔ ہم نے فارس والوں سے لڑائی کی اور ان پر غلبہ پایا اور ان شاء اللہ اس کے بعد بھی ہماری ہی فتح ہو گی۔ یہ ساری تقریریں سننے کے بعد اب مدینہ اور اس کے نواح سے عراقی جنگوں میں شمولیت کے لیے مجاہدین کا لشکر تیار ہوا۔ طَبَرِی اور بَلَاذُرِی نے اس لشکر کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے اور کتاب اَخْبَارُ الطِّوَال کے مصنف علامہ ابو حنیفہ دِیْنَوَرِی پانچ ہزار تعداد بتاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ لشکر کی مدینہ سے روانگی کے وقت تعداد ایک ہزار تھی مگر محاذ جنگ تک پہنچتے پہنچتے یہ تعداد پانچ ہزار تک جا پہنچی کیونکہ بَلَاذُرِی اور ابو حنیفہ نے تصریح کی ہے کہ امیرِ لشکر راستہ میں جس عرب قبیلہ کے پاس سے گزرتے اسے لشکر میں شمولیت کی دعوت دیتے۔ اب یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ اس لشکر کا امیر کون ہو؟ گو حضرت مُثَنّٰی تھے لیکن جو نیا لشکر تیار ہوا تھا اس کا امیر کون ہو؟ حضرت عمرؓ کی جوہر شناس نظر نے ابو عُبَید ثَقَفِی کا انتخاب کیا۔ بعض لوگوں پر یہ امر گراں گزرا کہ سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن مہاجرین اور انصار کو چھوڑ کر جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کے پودے کو سینچا تھا ایک ایسے شخص کو امیر بنا دیا ہے جو بعد میں آنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صحابہ کو اگر کوئی امتیازی مقام حاصل ہے تو محض اس لیے کہ وہ اسلام کی خدمت میں پیش پیش رہے اور دین کی طرف سے مدافعت کے لیے بڑھ چڑھ کے دشمن سے برسرپیکار ہوئے مگر اب اس موقع پر پیچھے رہ کر انہوں نے اپنا یہ حق کھو دیا۔ اس لیے اس موقع پر جو شخص اسلام کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے سامنے آیا وہی امارت کا حق دار ہے۔

حضرت ابو عُبَید کے بعد سَعْدبن عُبَید اور سَلِیط بن قَیس نے عراقی جنگوں کی دعوت کے موقع پر حضرت عمرؓ کی آواز پر لبیک کہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم میری آواز پر لبیک کہنے میں سبقت اختیار کرتے تو قبولِ اسلام میں سبقت کے باعث میں تمہی کو یہ کمان سونپتا۔ گو سَلِیط بن قَیس پر ابو عُبید کو ترجیح دینے کے متعلق علاوہ پہلی وجہ کے حضرت عمرؓ نے اس امر کا بھی اظہار فرمایا تھا کہ اس کام کے لیے کسی دھیمے شخص کی ضرورت ہے جو تحمل اور سوچ بچار سے جنگ کا اقدام کرے مگر سلیط بن قیس فوجی پیش قدمی کے سلسلہ میں بڑے جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے شرف تقدم کے باعث ابو عُبید کو یہ اہم کمان سونپی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ صحابہ کی قدیمی خدمات اور گذشتہ تجربات کو نظر انداز کر دینا بھی مناسب نہ تھا اس لیے آپؓ نے حضرت ابو عُبید ثَقَفِیؓ کو تاکید بھی کر دی تھی کہ وہ صحابہ کے مشورے سے مستفید ہوں اور

انتظامی امور میں ان کی رائے پر چلیں۔ یہ مختلف تاریخی کتب میں ملتا ہے۔ تاریخ طبری میں یہ سارا واقعہ ہے جس سے یہ اخذ کیا گیا ہے۔

(تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقالہ از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 7 تا 9) (تاریخ الطبری جلد دوم حصہ دوم مترجم صفحہ 194 مطبوعہ نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء) (تاریخ الطبری جلد2صفحہ334و 360-361 دارالکتب العلمیة بیروت2012ء) (اخبار الطوال از ابو حنیفہ دینوری صفحہ 165-166 مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء) (فتوح البلدان علامہ بلاذری صفحہ 350 مطبوعہ مؤسسة المعارف بیروت 1987ء) (ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ353، 354 دارالمعرفہ بیروت 2007ء) (ماخوذ ازالفاروق از شبلی نعمانی صفحہ79، 78 ادارہ اسلامیات 2004ء)

تیرہ ہجری میں ایک جنگ ہوئی جو جنگ نَمَارِق اور گسکر کہلاتی ہے۔ حضرت ابو عُبَیدؓ کے لشکر لے کر روانہ ہونے سے قبل ہی حضرت مُثَنّٰیؓ واپس حِیْرَہ (حیرہ عراق کی قدیمی عربی حکومت کا پایہ تخت تھا اور فرات کے مغرب میں اس مقام پر واقع تھا جہاں بعد میں کوفہ آباد ہوا وہاں) چلے گئے اور بدستور اپنی فوج کی قیادت سنبھال لی لیکن جلد ہی ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ حضرت مُثَنّٰیؓ کو اپنی افواج سمیت پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ایرانی دربار رؤساء اور امراء کے باہمی مناقشات اور اختلافات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ ایک نئی اور زبردست شخصیت کا ظہور ہوا جو خراسان کے گورنر فَرُّخ زَادْ کے بیٹے رستم کی تھی۔ ایرانی دربار کی طرف سے رستم سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا اور وہ سب اراکین سلطنت جو تفرقہ اور انتشار سے ملک کی طاقت کمزور کرنے کا سبب بنے ہوئے تھے اب رستم کی اطاعت کا دم بھرنے لگے۔ رستم ایک بہادر اور صاحب تدبیر انسان تھا۔ اس نے عنان قیادت ہاتھ میں لیتے ہی مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں اپنے کارندے بھجوا کر بغاوت کروادی اور فرات کے ملحقہ اضلاع میں مسلمانوں کے خلاف سخت جوش بھر دیا اور حضرت مُثَنّٰیؓ کے مقابلہ کے لیے ایک لشکر روانہ کیا۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت مُثَنّٰیؓ نے کچھ پیچھے ہٹ جانا مناسب سمجھا اور حِیرہ کو چھوڑ کر خَفَّانْ (کوفہ کے قریب ایک مقام ہے اس جگہ) آکر قیام پذیر ہو گئے۔ ادھر رستم برابر فوجی سرگرمیوں میں مشغول تھا۔ اس نے زبردست لشکر تیار کر کے دو مختلف راستوں سے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ کیے۔ ایک لشکر جَابَانْ کی سرکردگی میں تھا جو مقام نَمَارِق میں اترا، نَمَارِق بھی عراق میں کوفہ کے قریب ایک جگہ ہے اور دوسرا لشکر نَرْسِیْ کی سرکردگی میں گسکَرْ کی طرف روانہ کیا گیا۔ گسکَرْ بغداد اور بصرہ کے درمیان دجلہ کے قریب غربی کنارے پر ایک شہر ہے جس کے آثار پر وَاسِطْ کا شہر آباد ہے۔ حضرت مُثَنّٰیؓ کو مدینہ سے آئے ہوئے ابھی ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ حضرت ابوعُبَید مجاہدین کا لشکر لیے ہوئے خَفَّان میں ان سے آملے۔ خَفَّان بھی کوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ اور چند ہزار مسلمانوں کا یہ لشکر اس وقت محاذِ جنگ پر پہنچا جب عراق میں عام صورتِ حالات مسلمانوں کے لیے خوش کن نہ تھی اور مفتوحہ اضلاع ایک ایک کر کے ان کے ہاتھوں سے نکل رہے تھے۔ حضرت ابوعُبَید نے خَفَّان میں اجتماع لشکر کی غرض سے چند روز قیام کے بعد نَمَارِق کا رخ کیا۔ وہاں ایک زبردست ایرانی لشکر ایک بوڑھے تجربہ کار ایرانی سپہ سالار جَابَانْ کی سرکردگی میں خیمہ زن تھا۔ حضرت ابوعُبَید نے لشکر کی تنظیم کی۔ رسالہ حضرت مُثَنّٰیؓ کی سرکردگی میں دیا۔ میمنہ کی کمان وَالِقْ بِنْ جِیْدَارَہ کو

دی اور مَیْسَرہ کا کمانڈر عَمرو بن ھَیْثَم کو مقرر کیا۔ ایرانی لشکر کے دونوں بازوؤں کی کمان جُشْنَسْ مَاہ اور مَرْدَان شاہ کر رہے تھے۔ اسلامی اخلاق کا جو نمونہ اس جنگ میں پیش ہوا اس پر میر محمود احمد صاحب نے اپنا تبصرہ کیا ہوا ہے کہ اسلامی اخلاق کا ایک نمونہ جو ہمیں نظر آتا ہے یہ ہے کہ نَمارِق کے مقام پر زبردست معرکہ ہوا اور ایرانی لشکر نے شکست کھائی۔ ایرانی لشکر کا سپہ سالار جَابَانْ زندہ گرفتار کر لیا گیا مگر مَطَر بن فِضَّہ جنہوں نے جَابَانْ کو گرفتار کیا تھا اسے پہچانتے نہ تھے۔ جَابَانْ نے ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر ان کو فدیہ دیا اور رہائی حاصل کر لی۔ کچھ دیر بعد مسلمانوں نے دوبارہ جَابَانْ کو گرفتار کر لیا اور حضرت ابوعُبَید کے پاس لائے اور آپ کو بتایا کہ جَابَانْ کو ایرانی لشکر میں کیا پوزیشن حاصل ہے مگر حضرت ابوعُبَید نے یہ برداشت نہ کیا کہ ایک شخص جس کو ایک مسلمان سپاہی ایک دفعہ فدیہ لے کر رہا کر چکا ہے دوبارہ قیدی بنالیا جائے۔ لوگوں نے دوبارہ اصرار کیا کہ جَابَانْ کو تو گویا بادشاہ کی پوزیشن حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو پھر بھی بدعہدی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ رہا کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے اس ضابطہ اخلاق پر روشنی پڑتی ہے جو اسلامی افواج کا لائحہ عمل ہوتا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح مسلمان زبردست جنگی فوائد کے حصول کے لیے بھی اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 9 تا 12)

(تاریخ الطبری جلد2صفحہ 362-363 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

(معجم البلدان جلد5 صفحہ 351، جلد 2 صفحہ 434 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر معرکہ سَقَاطِیَہ ہے جو تیرہ ہجری میں ہوا۔ نَمارِق کے معرکہ سے شکست کھا کر ایرانی لشکر کَسْکَرْ کی طرف بھاگا جہاں ایرانی کمانڈر نَرْسِیْ پہلے سے ایک لشکر جرّار لیے ہوئے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ ابوعُبَید اس کے مقابلے کے لیے کَسْکَرْ کی طرف بڑھے۔ نَرْسِیْ جو کَسْکَرْ میں ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا ایرانی اراکین سلطنت میں خاص امتیازی مقام رکھتا تھا اور وہ اور اس کے لشکر کے دونوں بازوؤں کے کمانڈر بِنْدَوَیہ اور تِیْرَوَیہ ایران کے ساسانی بادشاہوں کے قریبی اور گہرے رشتہ داروں میں سے تھے۔ ایرانی دربار کو نَمارِق میں شکست کی خبر پہنچ چکی تھی اور رستم نَرْسِیْ کے لیے مزید امدادی افواج کے بھجوانے کا بندوبست کر رہا تھا کہ حضرت ابوعُبَید نے اپنی فوج کی نقل و حرکت کو تیز کرتے ہوئے نَرْسِیْ کے لشکر کو اس کی امدادی فوج کے آنے سے قبل ہی کَسْکَرْ کے نشیبی علاقوں میں جالیا اور سَقَاطِیَہ کے نام سے جو معروف جگہ تھی اس پر حملہ کر دیا۔ سَقَاطِیَہ کے میدان میں ایک زبردست معرکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ بڑے معرکہ کے بعد حضرت ابوعُبَید نے کَسْکَرْ کے اردگرد علاقے میں مختلف جگہوں پر جمع شدہ دشمن کے مقابلے کے لیے اسلامی دستے بھی بھیجنا شروع کر دیے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 12، 13)

(تاریخ الطبری جلد2صفحہ364 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

پھر جنگِ بَارُوْسَمَا کا ذکر ہے۔ یہ بھی تیرہ ہجری کی ہے۔ بَارُوْسَمَا کَسْکَرْ اور سَقَاطِیَہ کے درمیان ایک مقام تھا جہاں پر ایرانی جرنیل جَالِیْنُوس سے مقابلہ ہوا جو جَابَانْ کی مدد کے لیے آیا تھا۔ رستم نے نَرْسِیْ کی مدد کے لیے ایک ایرانی کمانڈر کی سرکردگی میں ایک لشکر کَسْکَرْ کی طرف روانہ کیا تھا۔ ابوعُبَید کو اس کی اطلاع مل چکی تھی

اور انہوں نے کمال ہوشیاری سے کام لے کر جالینوس کے لشکر کی آمد سے پہلے ہی نَرْسِی کی افواج سے ٹکر لے لی اور اس کو شکست دے کر دشمن کی فوجی طاقت کو صدمہ پہنچا دیا تھا۔ اب جالینوس بَارُوسَمَا کے علاقے میں بَاقُسْیَاثَا کے مقام پر لشکر انداز ہوا۔ بصرہ اور کوفہ کے درمیان کی بستیوں کو ارضِ سَوَاد کہا جاتا تھا اور بَارُوسَمَا اور بَاقُسْیَاثَا ان بستیوں میں سے دو بستیاں ہیں۔ ابوعُبَید باقُسیاثا پہنچے اور مختصر سی لڑائی کے بعد ایرانی افواج نے شکست کھائی اور جالینوس میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور ابوعُبَید نے وہاں قیام کر کے ارد گرد کے علاقوں پر مکمل قبضہ کر لیا۔ مؤرخ طبری جو ہے یہ ان کا بیان ہے۔ بَلَاذُرِی نے لکھا ہے کہ جالینوس سے مصالحت ہو گئی تھی البتہ بعد کے مؤرخین میں ابن خلدون اور ابن اثیر نے طبری کی تائید کی ہے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 14)

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 357 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 261 دار احیاء التراث العربی بیروت و المنجد زیر مادہ ''ساد'')

جنگِ جِسر کا کچھ بیان کچھ عرصہ پہلے ہو چکا ہے یہاں بھی یہ ضروری ہے بیان کرتا ہوں۔ جنگ جِسر، یہ بھی تیرہ ہجری میں ہوئی۔ دریائے فرات کے کنارے مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان لڑی گئی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو عُبَید ثَقَفِی تھے جبکہ ایرانیوں کی طرف سے بَهْمَن جَاذْوَیہ سپہ سالار تھا۔ مسلمان فوج کی تعداد دس ہزار تھی جبکہ ایرانیوں کی فوج میں تیس ہزار فوجی اور تین سو ہاتھی تھے۔ دریائے فرات کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے دونوں گروہ کچھ عرصہ تک لڑائی سے رکے رہے یہاں تک کہ فریقین کی باہمی رضامندی سے فرات پر جِسر یعنی ایک پل تیار کیا گیا۔ اسی پل کی وجہ سے اس کو جنگ جِسر کہا جاتا ہے۔ جب پل تیار ہو گیا تو بَهْمَن جَاذْوَیہ نے حضرت ابوعُبَید کو کہلا بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہمیں عبور کرنے کی اجازت دو گے۔ حضرت ابوعُبَید کی رائے تھی کہ مسلمانوں کی فوج دریا عبور کر کے مخالف گروہ سے جنگ کرے جبکہ لشکر کے سردار جن میں حضرت سَلِیط بھی تھے ان کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن حضرت ابوعُبَید نے دریائے فرات کو عبور کر کے اہل فارس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی ایسے ہی چلتی رہی کچھ دیر بعد بَهْمَن جَاذْوَیہ نے اپنی فوج کو منتشر ہوتے دیکھا تو اس نے ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ ہاتھیوں کے آگے بڑھنے سے مسلمانوں کی صفیں بے ترتیب ہو گئیں اور اسلامی لشکر ادھر ادھر ہٹنے لگا۔ حضرت ابوعُبَیدؓ نے مسلمانوں کو کہا کہ اے اللہ کے بندو! ہاتھیوں پر حملہ کرو اور ان کی سونڈیں کاٹ ڈالو۔ حضرت ابوعُبَیدؓ یہ کہہ کر خود آگے بڑھے اور ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ باقی اسلامی لشکر نے بھی یہ دیکھ کر تیزی سے لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈیں اور پاؤں کاٹ کر ان کے سواروں کو قتل کر دیا۔ اتفاق سے حضرت ابوعُبَیدؓ ایک ہاتھی کے سامنے آ گئے۔ آپ نے وار کر کے اس کی سونڈ کاٹ دی مگر آپ اس ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آ گئے اور دب کر شہید ہو گئے۔

تاریخ طبری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعُبَیدؓ کی بیوی دَوْمَہ نے جنگ سے قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص آسمان سے ایک برتن میں جنت کا ایک مشروب لایا جس کو حضرت ابوعُبَید اور جَبْر بن ابو عُبَید نے پیا ہے۔ اسی طرح ان کے خاندان کے چند لوگوں نے بھی پیا ہے۔ دَوْمَہ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کی۔

حضرت ابوعُبَیدؓ نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر شہادت ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو عُبَیدؓ نے لوگوں کو وصیت کی کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو جبر سپہ سالار ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو فلاں فلاں شخص سپہ سالار ہو گا۔ چنانچہ جس جس شخص نے خواب میں اس برتن سے مشروب پیا تھا ان کو حضرت ابو عُبَیدؓ نے ترتیب وار سپہ سالار مقرر کر دیا اور پھر فرمایا کہ اگر ابوالقاسم بھی شہید ہو جائیں تو پھر حضرت مُثَنّٰی تمہارے سپہ سالار ہوں گے۔ دَوْمہ کا یہ خواب حرف بہ حرف پورا ہوا۔ اس جنگ میں حضرت ابوعُبَیدؓ کے بعد علی الترتیب بیان کردہ چھ اشخاص ایک ایک کر کے عَلَمِ امارت ہاتھ میں لیتے چلے گئے اور شہید ہوتے چلے گئے۔ آٹھویں شخص حضرت مُثَنّٰی تھے جنہوں نے اسلامی جھنڈے کو لے کر دوبارہ ایک پُرجوش حملے کا ارادہ کیا لیکن اسلامی لشکر کی صفیں بے ترتیب ہو گئی تھیں اور لوگوں نے مسلسل سات امیروں کو شہید ہوتے دیکھ کر بھاگنا شروع کر دیا تھا جبکہ کچھ دریا میں کود گئے تھے۔ حضرت مُثَنّٰی اور آپؓ کے ساتھی مردانگی سے لڑتے رہے۔

بالآخر حضرت مُثَنّٰی زخمی ہو گئے اور آپ لڑتے ہوئے دریائے فرات عبور کر کے واپس آ گئے۔ اس واقعہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان ہوا۔ مسلمانوں کے چار ہزار آدمی شہید ہوئے جبکہ ایرانیوں کے چھ ہزار فوجی مارے گئے۔ یہ شکست مسلمانوں کے لیے زیادہ دیر تک ضرر رساں نتائج پیدا کرنے کا موجب بنتی مگر خوش قسمتی یہ ہوئی کہ قدرتی موقع ایسا پیدا ہو گیا کہ دشمن مسلمانوں کا تعاقب نہ کر سکا کیونکہ خود ایرانی اراکین سلطنت میں باہمی اختلاف پیدا ہو جانے کی وجہ سے بَہْمَن جَاذْوَیہ کو واپس جانا پڑا۔ ابن اثیر نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ خود ایرانی دارالحکومت مَدَائِن میں اراکین سلطنت کے ایک فریق نے رستم کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 18 تا 21)(تاریخ طبری مترجم جلد دوم حصہ دوم صفحہ 229 نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ 270 تا 273 دارالاشاعت کراچی 2003ء)(الکامل فی التاریخ لابن اثیر صفحہ 311 بیت الافکار الدولیۃ)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی جنگ جِسْر کے بارے میں کچھ بیان فرمایا ہے کہ:

"سب سے بڑی اور ہولناک شکست جو اسلام کو پیش آئی وہ جنگ جِسْر تھی۔ ایرانیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا زبردست لشکر گیا۔ ایرانی سپہ سالار نے دریا پار اپنے مورچے بنائے اور ان کا انتظار کیا۔ اسلامی لشکر نے جوش میں بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور دھکیلتے ہوئے آگے نکل گئے مگر یہ ایرانی کمانڈر کی چال تھی۔ اس نے ایک فوج بازو سے بھیج کر پل پر قبضہ کر لیا اور تازہ حملہ مسلمانوں پر کر دیا۔ مسلمان مصلحتاً پیچھے لوٹے مگر دیکھا کہ پل پر دشمن کا قبضہ ہے۔ گھبرا کر دوسری طرف ہوئے تو دشمن نے شدید حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد دریا میں کودنے پر مجبور ہو گئی اور ہلاک بھی ہو گئی۔ مسلمانوں کا یہ نقصان ایسا خطرناک تھا کہ مدینہ تک اِس سے ہل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ والوں کو جمع کیا اور فرمایا: اب مدینہ اور ایران کے درمیان کوئی روک باقی نہیں۔ مدینہ بالکل ننگا ہے اور ممکن ہے کہ دشمن چند دنوں تک یہاں پہنچ جائے۔ اِس لئے میں خود کمانڈر بن کر جانا چاہتا ہوں۔ باقی لوگوں نے تو اِس تجویز کو پسند کیا مگر حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر خدانخواستہ آپؓ کام آ گئے تو مسلمان تتر بتر ہو جائیں گے اور ان کا شیرازہ بالکل منتشر ہو جائے گا اِس لئے کسی اَور کو بھیجنا چاہئے آپ خود تشریف نہ لے جائیں۔

اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو جو شام میں رومیوں سے جنگ میں مصروف تھے لکھا کہ تم جتنا لشکر بھیج سکتے ہو بھیج دو کیونکہ اِس وقت مدینہ بالکل ننگا ہو چکا ہے اور اگر دشمن کو فوری طور پر نہ روکا گیا تو وہ مدینہ پر قابض ہو جائے گا۔"

(مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع.. میں بعض اہم ہدایات، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 56-57)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔ یہ تو اس جنگ کے بارے میں تھا۔ باقی جنگوں کی بھی مزید تفصیلات آئندہ آئیں گی۔

اب میں اس وقت کچھ مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کے جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

اس میں سے پہلا ذکر فتحی عبد السلام صاحب کا ہے۔ ان کا پورا نام فتحی عبد السلام مبارک صاحب ہے۔ یہ مصر کے تھے۔ 75 سال کی عمر میں گذشتہ دنوں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد نقشبندی طریقے کے پیروکار تھے۔ انہوں نے اپنے ایک بچہ کو دینی تعلیم کے لیے وقف کرنے کا عہد کیا اور فتحی صاحب کو اس کے لیے منتخب کیا گیا۔ فتحی صاحب نے دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کر لیا۔ قرآن کریم سے عشق کی وجہ سے فتحی صاحب کے والد نے بھی ان کے ساتھ ہی قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا اور مکمل قرآن حفظ کیا۔ بعد میں خدا کا ایسا فضل ہوا کہ ان کے والد نے 88 سال کی عمر میں بیعت بھی کر لی۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد فتحی صاحب نے الازہر کے تحت ایک ہائی سکول سے امتیازی کامیابی کے ساتھ تعلیم مکمل کی۔ پھر قاہرہ یونیورسٹی سے انجینئرنگ میں ڈگری لی۔ زمانہ طالبعلمی میں مطالعہ کے بے حد شوق کی وجہ سے اپنے جیب خرچ سے پیسے بچا بچا کر کتب خریدتے اور مطالعہ کرتے۔ پھر مصر کی ایئر فورس میں افسر مقرر ہوئے۔ فوج میں ان پر یہ الزام لگا کہ آپ بعض انقلابی اسلامی تحریکوں کے مخفی منصوبوں میں شامل ہیں حالانکہ آپ ان کے مخالف تھے اور ان کی اصلاح کے لیے کوشاں تھے۔ بہرحال اس الزام میں ایک عرصہ جیل میں گزارنے کے بعد آپ کو بری کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ عراق چلے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں بطور انجینئر کام کیا۔ 1991ء میں عراق میں جنگ کے دوران انہوں نے بڑا خطرناک وقت گزارا۔ جس علاقے میں آپ رہتے تھے وہاں ایک رات میں دس بم گرے۔ آپ اپنی فیملی کو لے کر دعاؤں میں مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طور پر ان کو محفوظ رکھا۔ پھر آپ اردن آ گئے اور معتزلی فرقہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر مصر آئے اور کسی قدر اہل قرآن کی طرف مائل تھے کہ جماعت سے تعارف ہوا۔ احمدیت میں آپ کو تمام پریشان کن مسائل کا حل ملا تو آپ نے بیعت کر لی۔ بیعت کا واقعہ فتحی صاحب خود بیان کرتے ہیں کہ 1995ء میں مصر میں ابن خلدون نامی ایک علمی مرکز میں مختلف لیکچرز ہوتے تھے۔ وہاں مجھے بھی متعدد بار لیکچر دینے اور مختلف موضوعات پر سوالات کے جوابات دینے کی توفیق ملی۔ 1998ء میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے اس مرکز میں میرا لیکچر سنا تو بہت تعریف کی اور اپنے گھر دعوت دی جہاں مجھے تین گھنٹے کی ایک ویڈیو کیسٹ دکھائی جس میں مکرم حلمی الشّافعی صاحب مرحوم نے دجال کے متعلق احادیث میں مذکورہ امور کی ایک ایسی تاویل بیان کی جو مجھے بہت پسند آئی۔ فتحی صاحب کہتے ہیں کہ میرے پوچھنے پر ثابت صاحب مرحوم نے بتایا کہ یہ تفسیر جو ہے یہ قاتلِ دجال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے۔ کہتے ہیں کہ 1999ء میں مصطفیٰ ثابت صاحب نے مجھے کتاب

"اسلامی اصول کی فلاسفی" دی جس نے میرے اندر ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیا اور میں نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں تفصیلی تحقیق کا فیصلہ کر لیا۔ میں اپنی ذاتی تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوا تھا کہ ناسخ و منسوخ کا عقیدہ غلط اور قرآن کی حرمت کے خلاف ہے۔ نیز آزادی مذہب کا میں قائل تھا۔ احمدیت کے بارے میں تحقیق کرنے لگا تو دیکھا کہ احمدیت تو انہی باتوں کا پرچار کرتی ہے۔ پھر بعض آیات قرآنیہ کے بارے میں سوال کرنے پر مصطفیٰ ثابت صاحب نے مجھے Five Volume commentary دی اور کہا کہ اس میں سب سوالوں کا جواب موجود ہے۔ میں نے دیکھا اس میں میرے تمام سوالوں کے جوابات میرے ہی طرز فکر اور میری توقع کے عین مطابق موجود تھے۔ فتحی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے بہت سوچا کہ وحی الٰہی کا جھوٹا دعویٰ کرنا تو ظلم عظیم ہے لیکن جو امور امام مہدی علیہ السلام لے کر آئے ہیں سب حق و ہدایت اور روحانی علوم پر مشتمل ہیں۔ اِکا دُکا مفہوم تو کوئی نہ کوئی بیان کر دیتا ہے لیکن اس قدر سچے مفاہیم اور اتنی بڑی تعداد میں اس پوری صدی میں کسی بھی شخص کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائے تو کیا اللہ تعالیٰ نے اس عظیم انعام سے ایسے شخص کو نوازا ہے جو ظلم عظیم کرتے ہوئے وحی الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے۔ آخر دعاؤں سے، پڑھ کے، سوچ کے 2001ء میں مصطفیٰ ثابت صاحب جب مصر تشریف لائے تو کہتے ہیں کہ میں نے انہیں بتایا کہ میں امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لے آیا ہوں۔ انہیں شدت جذبات کی وجہ سے ایک لمحہ کے لیے میری بات کا یقین نہ آیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور معانی اور مفاہیم کا ایک بحر ذخار میرے سامنے ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

فتحی صاحب کی جماعت کے لیے جو علمی خدمات ہیں ان میں 2005ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم (Life of Muhammad) کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ الحوار المباشر کے پروگراموں میں شامل ہوتے رہے اور بڑے پُرجوش انداز میں مدلّل اور مفصّل جوابات دیتے تھے جنہیں احباب بہت پسند کرتے تھے۔ ایک مصری عیسائی پادری نے قرآن کریم پر اعتراضات پر مبنی ایک سیریز چلائی جس کا عنوان تھا۔ "هل القرآن كلام الله"؟ یعنی کیا قرآن خدا کا کلام ہے؟ اس کے جواب میں فتحی صاحب نے 2006ء میں پروگراموں کی ایک سیریز ریکارڈ کروائی جس کا نام تھا۔

"نَعَمْ! اِنَّهُ كَلَامُ اللّٰهِ"۔

یعنی ہاں! بے شک یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی قصائد کی تشریح پر مشتمل پروگرام روح القدس معہ کیا جس میں قصائد کے لفظی و معنوی اعجاز کو بہت خوبصورت انداز سے واضح کیا۔ اس کے علاوہ متعدد پروگراموں میں شرکت کرتے رہے جن میں "نَبَؤُاتْ تَحَقَّقَتْ" یعنی پیشگوئیاں جو پوری ہو گئیں، براہین احمدیہ کے علمی معارف، فِیْ سَمَوَاتِ الْقُرآنِ، تاریخ اسلام اور خاتم النبیین وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی جماعتی خدمات بھی ہیں۔ مقامی جماعت میں ایک لمبا عرصہ تک سیکرٹری تبلیغ کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ اپنے آپ کو وقف کے لیے بھی پیش کیا۔ کئی سال تک بطور واقف زندگی جماعتی خدمات بجالاتے رہے۔ جماعتی سینٹر میں درس بھی دیا کرتے تھے۔

ان کے بیٹے ابراہیم فتحی صاحب کہتے ہیں کہ ابا جان مرحوم سورۂ فاتحہ کی روشنی میں سچی زندگی جینے والے انسان تھے۔ **ان کی زندگی نعمتِ خلافت کے نور سے فیضیاب تھی۔ خلیفۂ وقت کے لیے عشق اور تعظیم کے عجیب** جذبات رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک سب مشکلات کے حل اور سب مشکل مسائل کو سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ جاننے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے خلافت۔ لکھتے ہیں کہ والد صاحب قول و فعل میں کامل سچ سے کام لینے میں مشہور تھے۔ ہر کام سے پہلے ہمیشہ دعا اور خدا کے حضور گڑگڑاتے تھے۔ اگر ان سے کوئی کہتا کہ مجھے نصیحت کریں تو اسے کہتے کہ دعا کرو اور اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم طلب کرو اور خلیفۂ وقت کو دعا کے لیے لکھو۔ آپ گہرا علم اور وسیع معلومات رکھتے تھے۔ مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ہر علم کی کتابیں پڑھتے اور نئے افکار اور جدید تحقیقات کو سمجھنے کی کوشش میں لگے رہتے۔ حاصل مطالعہ اور علم کو باریک دینی امور کو سمجھنے اور سمجھانے میں صرف کرتے۔ درس و تدریس میں ان کا انداز بہت خوبصورت تھا اور اس دوران کبھی کبھی مزاح بھی کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو ہمیشہ پڑھتے رہتے اور ان سے معارف کے موتی نکال کر انہیں اپنی روزمرہ زندگی میں مشعل راہ بناتے۔ جمعہ کے روز اپنے لیکچر میں اور ایم ٹی اے کے پروگراموں میں یہ معارف بیان کرتے تھے۔ خدمت دین کا جذبہ بہت تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ ہسپتال میں جب بیمار تھے، داخل تھے تو سانس میں دشواری کے باوجود نرسوں کو احمدیت کی تبلیغ کرتے رہے۔ جن اعلیٰ اخلاق کی لوگوں کو نصیحت کرتے گھر میں ان پر عمل کر کے دکھاتے۔ عسر و یسر میں سچائی اور تقویٰ سے چمٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی انہیں بہت تڑپ تھی۔ اکثر کہتے کہ اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس دنیا میں آخرت کے لیے عمل کرنا ہی حقیقی نجات ہے۔ اکثر خدا تعالیٰ سے ملنے کے لیے شوق کی باتیں کرتے تھے۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ آخری دنوں میں جب مجھے پریشان دیکھتے تو کہتے کہ میرے پاس بیٹھ کر سورۂ فاتحہ اور درود شریف بار بار پڑھو کیونکہ بیماری سے شفا خدا تعالیٰ کے اذن سے ہوتی ہے اور اسی کو دوا کا بھی علم ہے۔ طب اس کے اذن کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے دنیا کی کوئی پروا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے ملنے کا شوق ہے۔ یہی بیٹے لکھتے ہیں کہ میری والدہ بیان کرتی ہیں کہ میرے میاں ہمیشہ جماعت کی خدمت کو ہر دوسرے کام پر ترجیح دیتے تھے۔ زیادہ وقت گھر سے باہر تبلیغ میں گزارتے تھے، اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ بھی ہمارے بچوں کی خارق عادت طور پر حفاظت فرماتا تھا۔

ڈاکٹر حاتم حلمی الشّافعی صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے بھائی اور استاذ مکرم فتحی عبد السلام صاحب واقعۃً ایسے لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خدا سے کیا ہوا عہد پورا کر دیا۔ ڈاکٹر حاتم صاحب کہتے ہیں کہ بیعت سے وفات تک کے عرصہ میں مَیں نے آپ کو ایک عجیب انسان پایا۔ آپ کو خدا تعالیٰ اور اس کی صفات اور توحید کی محبت کا نشہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے عاشق تھے۔ سورۂ فاتحہ کے عشق میں فنا تھے۔ اپنے قیمتی درسوں میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر سورہ فاتحہ کے آسمانوں میں پرواز کرتے نظر آتے تھے۔

حسین المصری صاحب اردن سے ہیں۔ لکھتے ہیں فتحی صاحب **حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور قادیان**

کے عاشق تھے۔ خلافت پر آپ کو پختہ ایمان تھا۔ بہت علمی آدمی تھے۔ پھر اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ قادیان کے جلسہ 2018ء میں انہوں نے اکٹھے شرکت کی۔ کہتے ہیں جب میں قادیان پہنچا تو مجھے سرائے وسیم میں ٹھہرایا گیا۔ وہاں فتحی صاحب مجھے بڑی محبت سے ملے۔ جلسہ کی کارروائی کے بعد رات کو میرے ساتھ "براہین احمدیہ" کی باتیں شروع کر دیتے۔ آپ کو قادیان سے عشق تھا۔ قادیان کے بارے میں کہتے کہ یہ ہمارے پیارے کی بستی ہے۔ ہم نے مل کر قادیان کے مقدس مقامات دیکھے اور کہتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا کہ فتحی صاحب کو ہر جگہ اور اس کی تاریخ کا تفصیلی علم تھا۔ جس دن انہوں نے قادیان سے رخصت ہونا تھا ہم نماز فجر کے بعد بیت الذکر اور بیت الدعا میں گئے۔ وہاں آپ کی شدت عجز و نیاز دیکھ کر میں بھی ضبط نہ کر سکا۔ وہاں سے فارغ ہو کر جب باہر نکلے اور بہشتی مقبرہ والے چوک کے قریب پہنچے تو حیران و پریشان اِدھر اُدھر دیکھنے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میرے پوچھنے پر روتے جاتے تھے اور سسکیاں لیتے جاتے تھے اور پھر زمین پر سجدے میں گر گئے۔ پھر اٹھے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کانپتی آواز سے کہا کہ اے خدا! تجھے پتہ ہے کہ اپنے پیارے کی ہمسائیگی میں رہنا مجھے کتنا عزیز ہے۔ اے خدا! تجھے علم ہے کہ میں آج کی رات یہیں گزارنا چاہتا ہوں لیکن تھوڑی دیر بعد ہمارے رخصت ہونے کا وقت ہو جانا ہے۔ کیونکہ اس دن جس دن یہ واقعہ ہوا ان کو اطلاع دی گئی تھی کہ آج ان کی واپسی ہے۔ تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر کام تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرے اذن سے ہی سب کچھ ہوتا ہے اور قانون قائم ہیں اور بدلتے ہیں۔ میرا سفر ملتوی کر دے تا چند گھنٹے اَور میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو۔ اور بہر حال پھر ہوا یہ کہ گاڑی آئی اور کیونکہ ان کو کہا گیا تھا کہ اس دن ان کی سیٹیں ہیں تو فتحی صاحب کا سامان اس میں رکھ دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سرائے وسیم میں فتحی صاحب کی آواز گونجی کہ اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرے رحیم رب نے میری دعا سُن لی اور میرا سفر ملتوی کر دیا۔ وہ خدا تعالیٰ کی حمد و شکر میں مصروف تھے۔ کہتے ہیں میں نیچے اترا تو فتحی صاحب نے بڑے زور سے مجھے گلے سے لگا کر فرمایا کہ آپ نے دیکھا کیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے ہماری دعائیں قبول فرمائیں اور کس طرح وہ قبول فرماتا ہے۔ پھر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہیں دیکھ کر میں بھی اشکبار ہو گیا۔ بتانے لگے کہ منتظمین کو غلطی لگی تھی کہ میری فلائٹ آج ہے۔ وہ آج نہیں تھی بلکہ اگلے دن تھی یا کسی اَور دن تھی۔ یہ کہتے ہیں ان کو اپنی وفات کا بھی پتہ چل گیا تھا جس کا اظہار انہوں نے حسین صاحب سے کیا اور ایم ٹی اے کے لیے جو پروگرام وہ بنا رہے تھے اس کے لیے ہدایات بھی دیں کہ کس طرح اب بنانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک الہام ہوا تھا کہ:

"یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰہِ مِنَ الْعَرَبِ۔

یعنی تیرے لئے ابدال شام کے دعا کرتے ہیں اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ "خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے اور کب اور کیونکر اس کا ظہور ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔" (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 100)

لیکن بہر حال ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں جہاں بھی **عرب جماعتیں قائم ہو رہی ہیں ان**

میں بھی اور اس مثال سے جو ابھی میں نے فتحی صاحب کی دی ہے یہ سامنے آتا ہے کہ کس طرح **اللہ تعالیٰ عربوں میں سے مخلصین پیدا کر رہا ہے جو** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام بھی بھیجتے ہیں اور محبت اور پیار اور عشق کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اس بات کی گواہی دیتے ہوئے حاتم صاحب بھی لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آپؑ کی کتب اور اشعار سے فتحی صاحب کی محبت خارج از بیان ہے۔

خلافت سے مرحوم کی محبت اور اطاعت اور احترام ان کے ہر قول و فعل سے جھلکتا تھا اور ہر ایک کو نظر آتا تھا۔ راسخ یقین تھا کہ خلافت خدا تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس کے ملنے پر حمد و شکر کے گیت گاتے تھے۔ وہ اس حبل اللہ کو بڑی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے اور اطاعت خلافت میں فنا تھے۔ یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے۔ ایسا پیار اور محبت ملاقات کے وقت ان کی آنکھوں میں اور ہر حرکت سے نظر آتا تھا اور جھلکتا تھا جو غیر معمولی معیار کا تھا اور ساتھ ادب اور احترام بھی بے شمار تھا۔ بڑے علمی مضامین لے کے آتے تھے۔ اگر ان کی کسی بات یا دلیل کی مجھے سمجھ نہیں آئی یا اگر آئی اور میں نے ردّ کر دیا یا مزید تحقیق کے لیے کہا تو کامل شرح سے اسے تسلیم کیا۔ گویا کہ خلافت کے فدائی اور سلطان نصیر تھے۔

اسامہ عبدالعظیم صاحب لکھتے ہیں کہ فتحی عبدالسلام صاحب بہت بڑے عالم تھے۔ عمر میں بھی بڑے ہونے کے باوجود بہت عاجز انسان تھے۔ ہم میں سے سب سے چھوٹے کے ساتھ بھی بڑے ادب سے پیش آتے اور اس کا مشورہ قبول کرتے تھے۔ بہت وسیع حوصلے کے مالک تھے۔ اگر کسی سے کوئی زیادتی ہو جاتی تو سب کے سامنے بڑے انکسار کے ساتھ اس سے معذرت کرتے اور اس کا سر چومتے۔ مرحوم کو اسلام سے بہت محبت تھی اور احمدی نوجوانوں کو جماعت کے ایسے خادم اور سپاہی بنانا چاہتے تھے جن میں علم بھی ہو اور روحانیت بھی۔ رات دیر تک ہمیں نصیحت کرتے اور جماعتی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے۔ کہتے ہیں کہ بہت حلیم تھے۔ اگر کوئی آپ سے اکھڑ پن سے بات کرتا تو بھی اس کا جواب سختی سے نہ دیتے تھے۔ میرے علم میں بھی ہے۔ بعض لوگوں نے ان کو سخت تکلیف بھی پہنچائی۔ ان سے سخت رویہ اختیار کیا لیکن اگر وقتی طور پر کسی وجہ سے ان کے منہ سے، فتحی صاحب کے منہ سے کوئی سخت لفظ نکل بھی گیا تو پھر معافی بھی مانگی اور بعض دفعہ مجھے بھی لکھ دیتے تھے کہ میں نے اس شخص سے فلاں بات کی ہے اور اس سے معافی بھی مانگ لی ہے۔ تو یہ حوصلہ کم لوگوں میں ہی ہوتا ہے۔

تمیم صاحب لکھتے ہیں کہ **اکثر کہا کرتے تھے کہ اسلام میں کوئی کام خلافت کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔** جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے وہ مختلف خیالات کی طرف مائل کرنا نہیں بلکہ ہمیں خلیفہ کی ضرورت ہے جو اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے اور خدائی راہنمائی کے نتیجہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ مرحوم ہمیشہ ہر اس بات کو چھوڑنے کے لیے تیار تھے جسے خلیفۂ وقت قبول نہیں کرتے تھے۔ کہتے ہیں حضور جب بھی آپ سے مل کر آتے ایک عجیب خوشی سے مخمور نظر آتے اور بڑے وجد اور محبت سے ملاقات اور اس میں ہونے والی باتوں کا تذکرہ کرتے۔ فلسطین سے ایک خاتون سماح صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں میں نے خواب میں دیکھا جو حقیقت لگتا تھا کہ میں اور میری بہن سحر بیٹھی ہیں اور اس نے مجھے کہا کہ اسے کسی نے بتایا ہے کہ ایک فرشتہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے احمدیوں کو گھیرے ہوئے تھا۔

جب فتحی صاحب آئے تو فرشتہ نے فتحی صاحب سے کہا کہ تم چنبیلی کا سب سے خوبصورت پھول ہو۔ اس پر میں اپنی بہن کو کہتی ہوں کہ فتحی صاحب کتنے پاک صاف ہیں۔

طاہر ندیم صاحب عربی ڈیسک کے ہیں، لکھتے ہیں کہ ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ باوجود ایک بڑے عالم ہونے کے وہ شخص عاجزی کا پتلا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے ایسا والہانہ لگاؤ اور عشق تھا کہ براہین احمدیہ کو انہوں نے نہ جانے کتنی مرتبہ پڑھا اور اس کے نئے نئے مطالب نکال کر پیش کرتے رہتے تھے۔ اس پر انہوں نے کئی پروگرامز بھی ریکارڈ کروائے۔

جلسہ کی بھی رونق تھے۔ ہم سارے جانتے ہیں۔ بڑی پُرزور آواز تھی اور آخری دن بڑے پُرجوش نعرے بھی لگایا کرتے تھے۔ ان کے نعروں میں بھی ایک جوش ہوتا تھا اور لگتا تھا دل سے آواز پھوٹ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی دعائیں جو ہیں بچوں کے لیے وہ بھی قبول فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ جو خلیل احمد صاحب مبشر سابق مبلغ انچارج کینیڈا اور سابق امیر و مشنری انچارج سیرالیون کی اہلیہ تھیں۔ یہ بھی گذشتہ دنوں وفات پا گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ خلیل صاحب لکھتے ہیں کہ میری اہلیہ رضیہ بیگم میدانِ تبلیغ کے طویل عرصہ کے دوران اپنے واقف زندگی خاوند کے ساتھ شانہ بشانہ صبر جوش اور ولولے کے ساتھ خدمت سلسلہ کی توفیق پاتی رہیں۔ افریقہ میں خصوصیت سے آپ کو بھرپور انداز میں مہمان نوازی اور خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ کبھی بے جا مطالبہ نہیں کیا اور ہر حال میں صبر و شکر کے ساتھ وقف زندگی خاوند کے ساتھ مل کر خدمت دین کی توفیق پائی۔ مرحومہ عبادات میں باقاعدہ تھیں۔ صدقہ اور مالی قربانی میں دلی شغف اور جوش کے ساتھ حصہ لیتیں۔ وفات سے قبل تمام چندہ جات کی ادائیگی کو مکمل کیا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں باقی آگے ان کی نسلیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر محترمہ سائرہ سلطان صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کو اللہ کے فضل سے لجنہ پاکستان میں مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی اور خدمت خلق کے شعبہ میں خاص طور پر ان کو خدمت کی زیادہ توفیق ملی۔ ان کے میاں ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت اور خلافت کی وفادار تھیں۔ اس بات پر بہت خوش تھیں کہ ہمارا گھر مسجد مبارک کے قریب ہے۔ جب ان کی شادی ہوئی تو اس وقت ان کی ساس صاحبہ تو وفات پا چکی تھیں ان کے سسر مولانا دوست محمد شاہد صاحب حیات تھے۔ ان کی ہمیشہ بیٹیوں کی طرح خدمت کی اور ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھا۔ ان کے پاس مختلف ممالک سے آنے والے مہمان جو دن کے کسی بھی حصہ میں آتے تھے ان کی مہمان نوازی بھرپور طریق پر کرتی تھیں۔ ایک واقف زندگی کی بہو ہونے کا انہوں نے حق ادا کر دیا۔ نہایت درجہ غریب پرور تھیں اور اس معاملہ میں ان کا ہاتھ بہت کھلا تھا حتیٰ کہ کبھی کبھی مقروض بھی ہو جایا کرتی تھیں۔ بعض اوقات اپنا

زیور بھی بیچا لیکن غریبوں کی ہر لحاظ سے مدد کی۔ چندہ جات میں باقاعدہ تھیں۔ موصیہ تھیں۔ زیور بیچ کے بھی انہوں نے اپنے بعض چندے ادا کیے۔ بعض تحریکات میں زیور دیا۔ نہ صرف اپنا بلکہ اپنے مرحوم والدین کی طرف سے بھی چندہ ضرور دیتی تھیں۔ بہت نفاست پسند تھیں۔ دعا گو تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ تہجد گزار تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے اور ان کے بچے جو دو بیٹے ہیں ان کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان بچوں کو بھی اور ڈاکٹر صاحب کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرمہ عضون المعضّمانی صاحبہ کا ہے۔ یہ سیریا کی ہیں جو آج کل ترکی میں تھیں۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں میں انتالیس سال کی عمر میں وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ لمبے عرصہ سے بیمار تھیں۔ اللہ کے فضل سے مرحومہ موصیہ بھی تھیں۔ ترکی کے صدر جماعت اور مربی سلسلہ صادق بٹ صاحب لکھتے ہیں کہ 2015ء میں سیریا سے ہجرت کر کے ترکی آئی تھیں۔ 2016ء میں ان کا تقرر بطور صدر لجنہ اسکندرون ہوا اور تادم آخر بطور صدر لجنہ خدمت بجالاتی رہیں۔ کافی عرصہ سے بیمار تھیں اور صاحبِ فراش تھیں تاہم اس بیماری کی حالت میں بھی ہمہ وقت خدمت دین میں مصروف رہتیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ مختلف فورمز پر تبلیغ کرتی رہتی تھیں۔ نیز سیرین احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ بڑی ہر دلعزیز تھیں۔ سچی ہمدرد اور سب کی خیر خواہ تھیں۔ بعض اَور خواتین نے بھی مجھے لکھا ہے اور انہوں نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

ان سب کے جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27 / جولائی تا 12 / اگست 2021ء (سالانہ نمبر بعنوان "اطاعتِ خلافت") جلد 28 شمارہ 60 تا 64 صفحہ 12 تا 16)

30

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/ جولائی 2021ء بمطابق 23/ وفا 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج کل ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ان کے زمانے میں جو بعض جنگیں ہوئی تھیں ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ اسی حوالے سے آج بھی بیان کروں گا۔ **ایک جنگ جنگِ بُوَیب کہلاتی ہے** جو تیرہ ہجری میں اور بعض مؤرخین کے نزدیک یہ سولہ ہجری میں ہوئی۔ جِسر کے مقام پر یا جِسر کی جنگ میں جس کا پہلے گذشتہ خطبہ میں ذکر ہو چکا ہے، مسلمانوں کی شکست کے بعد حضرت مُثَنّٰی نے حضرت عمرؓ کو جنگ کے بارے میں اطلاع بھجوائی۔ حضرت عمرؓ نے قاصد کو فرمایا کہ اپنے اصحاب کے پاس واپس جاؤ اور ان کو کہو کہ اسلامی لشکر جہاں ہے وہیں ٹھہرا رہے۔ جلد ہی امداد آتی ہے۔

(الاخبار الطوال از ابو حنیفہ دینوری صفحہ 166-167 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

جِسر کی جنگ میں شکست سے حضرت عمرؓ کو سخت تکلیف پہنچی۔ آپؓ نے تمام عرب میں خطیب بھیجے جنہوں نے پُرجوش تقریروں سے سارے عرب میں جوش بھر دیا۔ عرب کے قبائل اس قومی معرکہ میں شامل ہونے کے لیے جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ ان میں عیسائی قبائل بھی تھے۔ صرف مسلمان ہی نہیں تھے بلکہ عیسائی قبائل بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کا ایک لشکر عراق روانہ کیا اور حضرت مُثَنّٰی نے بھی عراق کے سرحدی مقامات سے فوج اکٹھی کر لی۔ رستم کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے مہران کے ہمراہ ایک لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ حِیرہ ایک مقام ہے، ایک شہر ہے جو کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اس کے قریب بُوَیب، یہ بویب جو ہے یہ کوفہ کے پاس ایک نہر ہے جو دریائے فرات سے نکلتی ہے۔ اس مقام پر دونوں حریف صف آرا ہوئے۔ یہ جنگ رمضان کے مہینہ میں لڑی گئی۔ اس مقام کے قریب ہی بعد میں کوفہ شہر آباد ہوا تھا۔ ایرانی جرنیل مہران نے کہا ہم دریا عبور کر کے آئیں یا تم آؤ گے؟ حضرت مُثَنّٰی نے کہا تم پار کر کے آؤ۔ پچھلی جنگ میں مسلمان دریا پار کر کے گئے تھے۔ اس دفعہ انہوں نے یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ ان کو، ایرانیوں کو کہا کہ تم آؤ۔ حضرت مُثَنّٰی نے اپنے لشکر کی تنظیم اور صف آرائی کی اور پھر ان کے الگ الگ حصوں پر تجربہ کار سردار مقرر کیے اور اپنے مشہور گھوڑے شموس نامی پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کی صفوں کا چکر کاٹ کر معائنہ کیا اور ہر جھنڈے کے پاس ٹھہر کر جنگ کے بارے میں ہدایاتِ جنگ دیں اور ولولہ خیز الفاظ میں ان کے حوصلے بڑھاتے ہوئے یوں فرمایا

کہ مجھے امید ہے کہ آج عرب پر تمہاری وجہ سے داغ نہیں لگے گا۔ خدا کی قسم! مَیں اپنی ذات کے لیے آج وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو تم میں سے عام آدمی کے لیے میری نظر میں پسندیدہ ہے یعنی مَیں اور تم برابر ہیں۔ اور سرفروشانِ اسلام نے پرجوش الفاظ سے اپنے محبوب قائد کی آواز پر پورے جوش سے لبیک کہا اور کیوں نہ کہتے جبکہ اس نے اپنے ہر قول و فعل میں ہمیشہ ہی ان سے نہایت منصفانہ سلوک روا رکھا تھا اور راحت و تکلیف دونوں میں ان کا ساتھ دیا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ ان کی کسی بات پر انگلی رکھ سکے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ372 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 23-24)

(معجم البلدان جلد2 صفحہ376) (معجم البلدان جلد1 صفحہ607)

حضرت مُثَنّٰی نے لشکر کو ہدایت کی کہ میں تین تکبیریں کہوں گا۔ تم تیار اور مستعد ہو جانا اور چوتھی تکبیر سنتے ہی دشمن پر حملہ کر دینا۔ حضرت مُثَنّٰی نے پہلی مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کیا تو ایرانی فوج نے جلدی سے حملہ کر دیا۔ اس لیے مسلمانوں نے بھی جلدی کی اور پہلی تکبیر کے بعد ہی قبیلہ بنو عجل کے بعض افراد اپنی صفوں سے نکل کر مقابلہ کے لیے بڑھے۔ اس طرح صفوں میں خلل پیدا ہو گیا۔ حضرت مُثَنّٰی نے ایک شخص کو پیغام دے کر ان کی طرف بھیجا کہ پیغام یہ تھا کہ امیر لشکر سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ آج مسلمانوں کو رسوا نہ کرو۔ اس کے بعد وہ قبیلہ سنبھل گیا۔ پھر ایک شدید جنگ کے بعد ایرانیوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ اس جنگ میں ایرانیوں کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ ایرانی لشکر کا سالار مہران بھی اس جنگ میں قتل ہوا۔ اس جنگ کو یَوْمُ الْاَعْشَار بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس جنگ میں سَو لوگ ایسے تھے جن میں سے ہر ایک نے دس دس آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ ایرانی لشکر شکست کھا کر پل کی طرف بھاگا تا کہ دریا عبور کر کے اپنے محفوظ علاقے میں چلا جائے لیکن حضرت مُثَنّٰی نے اپنا دستہ لے کر ان کا تعاقب کیا اور پل پار کرنے سے پہلے ہی ان کو گھیر لیا اور دریا کا پل توڑ کر بہت سے ایرانی فوجیوں کو قتل کر دیا۔ بعد میں حضرت مُثَنّٰی افسوس کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ میں نے شکست خوردہ لوگوں کا تعاقب کیوں کیا؟ مجھے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ فرماتے کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ میرے لیے زیبا نہیں کہ میں ان سے مقابلہ کروں جو مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ آئندہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا اور پھر آپ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ اے مسلمانو! تم بھی کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اور اس معاملہ میں میری پیروی نہ کرنا۔ اس معرکے میں یہ غلطی میرے سے ہو گئی کہ دوڑتے ہوؤں کا تعاقب کیا یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اصل میں تو یہ اسلامی اخلاق ہیں۔ اس معرکے میں اسلامی لشکر کے بعض بڑے بڑے کردار مثلاً خالد بن ہلال اور مسعود بن حارثہ بھی شہید ہوئے تھے۔ حضرت مُثَنّٰی نے شہداء کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا خدا کی قسم! میرے رنج و غم کو یہ بات ہلکا کرتی ہے کہ یہ لوگ اس جنگ میں شامل ہوئے اور انہوں نے جرأت اور بہادری سے کام لیا اور ثابت قدم رہے اور ان کو کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی نہیں ہوئی اور پھر یہ بات میرے غم کو ہلکا کرتی ہے کہ شہادت گناہوں کی معافی کے لیے کفّارہ بن جاتی ہے۔

اس جنگ کے ذکر میں مؤرخین ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے مسلمان خواتین کی ہمت و دلیری پر روشنی پڑتی ہے۔ میدانِ جنگ سے دور مقام قادس پر اسلامی لشکر کی خواتین اور بچوں کا کیمپ تھا۔ لڑائی کے خاتمہ پر

جب مسلمانوں کا ایک دستہ گھوڑے دوڑاتا ہوا کیمپ کے سامنے پہنچا تو مسلمان خواتین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ دشمن کی فوج ہے جو ہم پر حملہ کرنے آئی ہے۔ انہوں نے بڑی تیزی سے بچوں کو تو گھیرے میں لے لیا اور خود پتھر اور چوبیں لے کر مرنے مارنے پر تل گئیں۔ فوجی دستہ کے قریب پہنچنے پر ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ تو مسلمان ہیں تو اس پارٹی کے راہنما عمرو بن عبد المسیح نے بے ساختہ کہا کہ اللہ کے لشکر کی خواتین کو یہی زیبا ہے۔

معرکہ بُوَیب ختم ہو گیا مگر اپنے پیچھے گہرے نشانات اور گہرے اثرات چھوڑ گیا۔ ایران کی اسلامی مہم میں اس سے قبل کبھی اتنا جانی نقصان نہ ہوا تھا۔ اس معرکہ کا یہ اثر ہوا کہ عراق کے اکثر نواح میں مسلمانوں کے پاؤں مضبوط ہو گئے اور سواد عراق پر دجلہ تک ان کا قبضہ ہو گیا اور معمولی جھڑپوں کے بعد ارد گرد کے علاقوں پر بھی مسلمان از سر نو قابض ہو گئے جو پہلے چھوڑ گئے تھے اور ایرانی افواج نے اس میں خیریت دیکھی کہ پسپا ہو کر دجلہ کے دوسرے کنارے پر جا اتریں۔ اس فتح کے بعد مسلمان عراق کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ373-374 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء) (ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ361 تا 363 دارالمعرفہ بیروت 2007ء) (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 82 تا84 ادارہ اسلامیات2004ء)(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ288 تا 291 سنۃ 13ھ، ذکر وقعۃ البویب، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (ماخوذ از تاریخ طبری مترجم جلد دوم حصہ دوم صفحہ 237-238، 240-241 نفیس اکیڈیمی کراچی2004ء)(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 28-29)

پھر جنگ قادسیہ ہوئی جو چودہ ہجری میں ہوئی۔ قادسیہ موجودہ عراق میں ایک مقام ہے اور کوفہ سے پینتالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ چودہ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان قادسیہ کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ لڑی گئی جس کے نتیجہ میں ایرانی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔ جب اہل فارس کو مسلمانوں کے کارناموں کا علم ہوا تو انہوں نے رستم اور فَیْرُزَان سے جو اُن کے دو سردار تھے کہا کہ تم دونوں آپس میں اختلاف کرتے رہے اور تم دونوں نے اہلِ فارس کو کمزور کر کے دشمن کے حوصلے بڑھا دیے ہیں۔ اب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اگر ہم یونہی رہتے ہیں تو ایران تباہ ہو جائے گا کیونکہ بغداد، سَابَاطُ جو مدائن کے قریب مقام ہے اور تِکْرِیْت جو بغداد اور موصل کے درمیان بغداد سے تیس فرسخ یا نوے میل کے فاصلے پر ایک مشہور شہر ہے۔ اس کے بعد اب محض مدائن شہر ہی باقی بچا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اگر تم دونوں متفق نہ ہوئے تو پہلے ہم تم دونوں کو ہلاک کریں گے پھر خود ہلاک ہو کر سکون حاصل کر لیں گے یعنی پھر ہم جنگ خود ہی کریں گے۔ رستم اور فَیْرُزَان نے بُوْرَان کو معزول کر کے یَزْدَجَرْد کو تخت پر بٹھا دیا جو اس وقت اکیس سال کا تھا۔ تمام قلعوں اور فوجی چھاؤنیوں کو مستحکم کر دیا گیا۔ حضرت مُثَنّٰی نے جب اہلِ فارس کی ان سرگرمیوں سے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں اہل عجم کے بادشاہوں کا مقابلہ عربوں کے امراء اور بادشاہوں سے کراؤں گا۔

چنانچہ ہر رئیس، صائب الرائے، معزز، خطیب اور شاعر کو مقابلے کے لیے روانہ کیا گیا نیز حضرت مُثَنّٰی کو حکم دیا کہ وہ عجمی علاقے سے نکل کر ان ساحلی علاقوں میں آ جائیں جو تمہاری اور ان کی حدود کے

پاس ہیں۔ قبیلہ ربیعہ اور مُضَر کے لوگوں کو بھی ساتھ شامل کرنے کا حکم دیا۔
(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ294 تا 295 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 229) (معجم البلدان جلد3 صفحہ187)(معجم البلدان جلد2 صفحہ45)

حضرت عمرؓ نے عرب میں چاروں طرف نقیب بھیجے اور سرداروں اور رؤساء کو مکہ میں جمع ہونے کے لیے فرمایا۔ چونکہ حج قریب آ چکا تھا تو حضرت عمرؓ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ حج کے دوران عرب قبائل ہر طرف سے جمع ہو گئے۔ جب آپؓ حج سے واپس تشریف لائے تو مدینہ میں ایک بڑا لشکر جمع تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس لشکر کی کمان خود سنبھالی اور حضرت علیؓ کو مدینہ میں امیر مقرر کر کے روانہ ہوئے اور صِرار میں پڑاؤ ڈالا۔ (صِرار مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک چشمہ ہے۔) کہتے ہیں کہ ابھی حضرت عمرؓ کا خود محاذِ جنگ پر جانے کا معین فیصلہ نہیں ہوا تھا۔
(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 85 تا 86 ادارہ اسلامیات 2004ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 172)

لشکر لے کے روانہ تو ہو گئے تھے لیکن فیصلہ نہیں کیا تھا کہ خود جائیں گے یا آگے جا کے کسی اَور کو کمانڈر بنا کے روانہ کریں گے۔ بہرحال تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب نے آپؓ کو فارس جانے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے کہا سارے لشکر کو اپنی کمان میں ہی لے کر جائیں۔ صِرار آنے تک حضرت عمرؓ نے کسی سے مشورہ نہیں کیا تھا لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپؓ کو جانے سے روکا۔ باقیوں نے تو کہا کہ ضرور لشکر لے کے جائیں لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا نہیں۔ **حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ آج سے پہلے مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سِوا کسی پر اپنے ماں باپ کو قربان نہیں کیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی ایسا کروں گا مگر آج میں کہتا ہوں کہ اے وہ کہ جس پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اس معاملہ کا آخری** فیصلہ آپؓ مجھ پر چھوڑ دیں۔ حضرت عمرؓ کو انہوں نے کہا اور پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ آپؓ صِرار مقام پر ہی رک جائیں اور ایک بڑے لشکر کو یہاں سے روانہ فرما دیں۔

پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ شروع سے لے کر اب تک آپؓ دیکھ چکے ہیں کہ آپؓ کے لشکروں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ رہا ہے۔ اگر آپؓ کی فوج نے شکست کھائی تو وہ آپؓ کی شکست کی مانند نہ ہو گی۔ اگر ابتدا میں آپؓ شہید ہو گئے یا شکست کھا گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ پھر کبھی مسلمان نہ تکبیر پڑھ سکیں گے اور نہ ہی لا الہ الا اللہ کی گواہی دے سکیں گے۔ چیدہ اور برگزیدہ اہل الرائے اصحاب کی مجلس شوریٰ کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک عام جلسہ منعقد کیا۔ جب ان کو حضرت عبدالرحمٰنؓ کا یہ مشورہ مل گیا تو پھر اس کے بعد چیدہ لوگوں سے مشورہ کیا اور اس کے بعد ایک جلسہ عام منعقد کیا جس میں تقریر کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اسلام پر جمع کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کر دی ہے اور اسلام نے سب کو بھائی بھائی بنا دیا ہے اور مسلمانوں کی باہمی حالت جسم کی طرح ہے کہ ایک حصہ کو تکلیف ہو تو دوسرا بھی اس کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کے معاملات باہمی مشورے سے فیصل ہوا کریں۔ خصوصاً ان میں سے سمجھدار لوگوں کا مشورہ لے لیا جایا کرے اور لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ جس امر پہ متفق اور راضی ہو جائیں

اس کی پیروی اور اطاعت کریں اور امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں میں سے اہل الرائے کے مشورے کو منظور کرے اور لوگوں کے متعلق اُن کی جو رائے ہو اور جنگوں کے متعلق جو اُن کی تدبیر ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے لوگو! میں تمہاری طرح ایک فرد بن کر تمہارے ساتھ ہونا چاہتا تھا، جنگ میں شامل ہونا چاہتا تھا مگر تمہارے اہل الرائے اشخاص نے مجھے اس سے روکا ہے۔ اس لیے اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں نہ جاؤں اور کسی اَور شخص کو بھیج دوں۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ381 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 35 تا37)

اس وقت حضرت عمرؓ کسی شخص کی تلاش میں تھے۔ اسی دوران ان کی خدمت میں حضرت سعدؓ کا خط آیا۔ حضرت سعدؓ اس وقت نجد کے صدقات پر مامور تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے کوئی آدمی بتاؤ جس کو کمانڈر بنایا جائے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ آدمی تو آپ کو مل گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ کچھار کا شیر سعد بن مالکؓ یعنی سعد بن ابی وقاصؓ۔ باقی لوگوں نے بھی اس مشورے کی تائید کی۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ382 باب ذکر امر القادسیۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو امیر مقرر فرما کر نصیحت فرمائی کہ اے سعد! تم کو یہ گمان نہ ہو کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور صحابی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان اطاعت کے سِوا اَور کوئی رشتہ نہیں ہے۔ روانگی کے وقت **حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو یہ نصیحت فرمائی اور آپؓ نے فرمایا میری نصیحت کو یاد رکھنا۔** ایک اَور نصیحت یہ فرمائی کہ تم نے ایک مشکل اور سخت کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

پس اپنے نفس کو اور اپنے ساتھیوں کو نیکی کی عادت ڈالو اور اس کے ذریعہ فتح چاہو اور یاد رکھو کہ ہر عادت ڈالنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اور نیکی کی عادت ڈالنے کا ذریعہ صبر ہے۔ صبر کرو گے تو نیکی کی عادت پڑے گی۔ پس ہر مصیبت جو تمہیں پہنچے اور تکلیف جو تم پر آئے اس پر صبر کرو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا خوف تمہیں حاصل ہو گا۔

(تاریخ طبری مترجم جلد دوم حصہ دوم صفحہ 253-254 نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)

پھر آپؓ نے فرمایا: اپنے ساتھی مسلمانوں کو لے کر شَرَاف سے ایران کی طرف مارچ کرو۔ شَرَاف نجد میں پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اس مقام سے آپ نے کہا کہ یہاں سے فوج اکٹھی ہوئی ہے اور یہاں سے شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرو اور اپنے تمام امور میں اسی سے مدد چاہو اور یاد رکھو کہ تم اس قوم کے مقابلہ کے لیے جا رہے ہو جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ساز و سامان بڑی کثرت سے ہے۔ جنگی طاقت نہایت مضبوط ہے اور ایسے علاقے کے مقابلے کے لیے جا رہے ہو جو جنگی لحاظ سے سخت اور محفوظ ہے اور گو اپنی زرخیزی اور سیرابی کے باعث عمدہ علاقہ ہے اور دیکھو! ان کے دھوکے میں نہ آ جانا کیونکہ وہ چالاک اور دھوکا دینے والے لوگ ہیں اور جب تم قادسیہ پہنچو تو تم لوگ پہاڑی علاقے کے آخری کنارے اور میدانی علاقے کے شروع کنارے پر ہو گے۔ پس تم اس جگہ پر ہی مقیم رہنا اور یہاں سے نہ ہٹنا، جگہ بھی بتا دی کہ وہیں رہنا۔ جب دشمن کو تمہارے آنے کا علم ہو گا تو وہ مشتعل ہوں گے اور اپنے تمام رسالوں اور پیادہ فوجوں اور پوری قوت کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں گے۔ اس صورت میں اگر تم دشمن

کے سامنے پوری ثابت قدمی سے جمے رہو گے اور تمہیں دشمن سے لڑائی میں ثواب کی خواہش ہو گی اور تمہاری نیت ٹھیک ہو گی تو مجھے امید ہے کہ تمہیں ان پر غلبہ حاصل ہو گا اور پھر وہ کبھی اس طرح جمع ہو کر تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور اگر ہوئے بھی تو ان کے قلوب ان کے ساتھ نہ ہوں گے۔ ڈرے ہوئے دلوں کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ اور اگر کوئی دوسری صورت پیدا ہو گئی تو تم ایرانی علاقے کے قریب ترین میدانوں سے ہٹ کر یعنی اگر پیچھے ہٹنے کی صورت پیدا ہوتی ہے، شکست کی صورت پیدا ہوتی ہے تو قریب ترین میدانوں سے ہٹ کر اپنے علاقے کے قریب ترین پہاڑوں میں آجاؤ گے۔ اس کے نتیجہ میں تمہیں اپنے علاقے میں زیادہ جرأت ہو گی اور اس علاقے سے تم زیادہ واقف ہو گے اور ایرانی تمہارے علاقے میں خوفزدہ ہوں گے اور انہیں اس علاقے سے ناواقفیت بھی ہو گی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ دوبارہ ان کے خلاف تمہاری فتح کا موقع پیدا کرے۔ آپ کو یہ یقین تھا کہ فتح تو ہونی ہے اگر عارضی طور پر کوئی ایسے حالات پیدا بھی ہو جاتے ہیں تب بھی آخری فتح تمہاری ہے۔ غرض اس لشکر کی تمام نقل و حرکت حضرت عمرؓ کے مدینہ سے آنے والے تفصیلی احکام کے مطابق ہو رہی تھی۔ چنانچہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شَرَاف سے لشکر کی روانگی کی تاریخ بھی مقرر فرما دی تھی اور یہ بھی ہدایت کی کہ قادسیہ پہنچ کر لشکر کا قیام عُذَیْبُ الْھَجَانَات اور عُذَیْبُ الْقَوَادِس کے مقامات کے درمیان ہو اور یہاں پر لشکر کو شرقاً غرباً پھیلا دیا جائے۔ عذیب قادسیہ اور مُغِیْثَہْ کے رستہ میں پانی کا ایک گھاٹ ہے جو قادسیہ سے چار میل کے فاصلے پر اور مُغِیْثَہْ سے بتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت عمرؓ کے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نام خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں دو عُذَیب تھے۔ یہ بھی تاریخ سے پتہ لگتا ہے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ386-387 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ48تا50)(معجم البلدان جلد3 صفحہ131) (معجم البلدان جلد3 صفحہ304)

حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو چار ہزار مجاہدین کے ساتھ ایران کی طرف بھیجا۔ بعد میں دو ہزار یمنی، دو ہزار نجدی بھی جا ملے۔ راستہ میں بنو اسد کے تین ہزار افراد اور اَشْعَثْ بن قَیس کِندی ایک ہزار سات سو یمنی سپاہیوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ مسلمانوں کے پاس یا پہلے بھی لشکر تھا اور اس لشکر کی تعداد آہستہ آہستہ پھر وہاں تیس ہزار سے زائد ہو گئی۔ اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس میں ننانوے ایسے صحابی تھے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہو چکے تھے۔ طبری نے ان کی تعداد ستر سے زائد بیان کی ہے۔ تین سو دس سے زائد وہ تھے جنہیں ابتدائے اسلام سے لے کر بیعت رضوان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ تین سو ایسے اصحاب تھے جو فتح مکہ میں شامل تھے۔ سات سو ایسے تھے جو خود صحابی نہ تھے لیکن صحابہ کی اولاد ہونے کا فخر انہیں حاصل تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے شَرَاف پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مُثَنّٰی آٹھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مقام ذُوقَار جو کوفہ کے قریب پانی کا ایک گھاٹ ہے اس پر مسلمانوں کی کمک کا انتظار کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے بشیر بن خَصَاصِیَّہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ (معجم البلدان جلد 4 صفحہ333)

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ299-302 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

مُثَنّٰی تو وہاں فوت ہو گئے۔ شَرَاف پہنچ کر حضرت سعد نے حضرت عمرؓ کو لشکر کے قیام کے مفصل

حالات بھجوائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لشکر کی ترتیب خود مقرر فرمائی اور خط میں تحریر فرمایا کہ تمام لشکر کو دس دس مجاہدین کے احزاب میں تقسیم کر کے ان پر ایک ایک نگران مقرر کر دو اور ان دستوں پر ایک بڑا افسر مقرر کر دینا۔ پھر ان کی تعداد کا حساب کر کے ان کو قادسیہ کی طرف روانہ کر دینا۔ اپنی کمان میں مُغیرہ بن شعبہ کے دستہ کو رکھنا۔ حضرت عمرؓ نے سعد کو یہ ہدایت فرمائی کہ مُغیرہ بن شعبہ کو، اس کے دستہ کو اپنی کمان میں رکھنا۔ اس کے بعد کے حالات کی تفصیل مجھے روانہ کرنا اور پھر جو روز کی development ہو گی یا جو حالات پیدا ہوں گے مجھے بتاتے رہنا۔ حضرت سعدؓ نے ان ہدایات کے مطابق لشکر کی ترتیب لگائی اور حضرت عمرؓ کو مفصل حالات لکھے۔ ہر دس آدمیوں پر نگران مقرر کرنا اسی نظام کے تحت تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رائج تھا۔

(تاریخ الطبری جلد4 صفحہ115-116 دارالفکر 2002ء)

ایک اَور خط میں حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو تحریر فرمایا کہ **اپنے دل کو نصیحت کرتے رہو اور اپنی فوج کو** وعظ و نصیحت کرتے رہو۔ صبر اختیار کرو۔ صبر اختیار کرو کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بدلہ نیت کے مطابق ملتا ہے۔ جو ذمہ داری تمہارے سپرد ہے اور جو کام تم کرنے جا رہے ہو اس میں پوری احتیاط سے کام کرو۔ خوب احتیاط سے کام کرو۔ خدا سے عافیت چاہو اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو۔ مجھے تحریر کرو کہ تمہارا لشکر کہاں تک پہنچ گیا ہے اور تمہارے مقابلے میں دشمن کا سپہ سالار کون مقرر کیا گیا ہے کیونکہ بعض ہدایات جو میں تحریر کرنا چاہتا تھا صرف اس وجہ سے تحریر نہیں کر سکا کہ مجھے تمہارے اور تمہارے دشمن کے بعض کوائف کا پوری طرح علم نہیں۔ سارے کوائف بھیجو۔ پھر میں تمہیں مزید ہدایات دوں گا۔ پس مسلمانوں کے لشکر کی منازل میرے پاس بہ تفصیل لکھ بھیجو اور اس علاقے کی کیفیت جو تمہارے درمیان اور ایرانی دارالحکومت مدائن کے درمیان ہے اس طرح لکھ بھیجو کہ گویا مجھے آنکھوں سے نظر آ جائے یعنی پوری باریکی سے ساری تفصیل لکھو اور اپنی تمام کیفیت مجھے وضاحت سے تحریر کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے امید رکھو اور اپنے کام کے سلسلہ میں اسی پر توکّل کرو اور اس بات سے ڈرتے رہو کہ خدا تمہیں ہٹا کر کوئی اَور قوم یہ کام سرانجام دینے کے لیے لے آئے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ387 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

(مقالہ ’تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ‘ از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 50-51)

یعنی ہمیشہ خدا کا تمہیں خوف رہنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ تمہارا کوئی ٹھیکیدار بنا دیا۔ اگر تم نے یہ ذمہ داری نہ سنبھالی تو خدا تعالیٰ تمہیں اس کام سے ہٹا دے گا اور کوئی اس کام کو سرانجام دینے کے لیے لے آئے گا اور یہ کام تو بہرحال ہونا ہے۔ قادسیہ پہنچ کر حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے لشکر کے قیام اور حدود اربعہ کے متعلق مفصل لکھ کر بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے جواب تحریر فرمایا کہ اپنی جگہ پر مقیم رہو یہاں تک کہ دشمن خود حملہ آور ہو اور اگر دشمن کو شکست ہو گئی تو مدائن تک پیش قدمی کرنا۔

(تاریخ الطبری جلد4 صفحہ117-118 دارالفکر 2002ء)

حضرت سعدؓ کے ضمن میں یہ بیان ہو چکا ہے لیکن یہاں حضرت عمرؓ کے حوالے سے بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ حضرت سعدؓ نے دربارِ خلافت کی ہدایت کے مطابق قادسیہ میں ایک ماہ قیام کیا۔ تاہم ایرانیوں میں سے کوئی

بھی ان کے مقابلے کے لیے نہ آیا۔ اس پر اس علاقے کے لوگوں نے ایران کے بادشاہ یَزْدَجَرْد کے نام خط لکھا کہ اہلِ عرب کچھ عرصہ سے قادسیہ میں مقیم ہیں اور آپ لوگوں نے ان کے مقابلے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے فرات تک کا علاقہ برباد کر دیا ہے، مویشی وغیرہ لوٹ لیے ہیں۔ اگر مدد نہ آئی تو ہم سب کچھ ان کے حوالے کر دیں گے۔ اس خط کے بعد یَزْدَجَرْد نے رستم کو بلایا اور وہ حیلے بہانوں سے جنگ میں شرکت سے گریز کرتا رہا۔ رستم بچتا رہا اور اپنی جگہ جالینوس کو فوج کا سپہ سالار مقرر کرنے کا مشورہ دیا مگر بادشاہ کے سامنے رستم کی ایک نہ چلی اور اسے لشکر کو ساتھ لے کر جانا پڑا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھا کہ رستم کے پاس دعوت اسلام دینے کے لیے تم ایسے لوگوں کو بھیجو جو وجیہ، عقل مند اور بہادر ہوں۔ یونہی جنگ نہیں کر دینی۔ دشمن کو بھی دعوت اسلام دینی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دعوت کو ان کی توہین اور ہماری کامیابی کا ذریعہ بنائے گا۔ تم روزانہ مجھے خط لکھتے رہو۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے چودہ نامور اشخاص کو **منتخب کر کے دربارِ ایران میں سفیر بنا کر بھیجا** تا کہ وہ شاہِ ایران یَزْدَجَرْد کو دعوت اسلام دیں۔ مسلمان گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان مسلمانوں پر چادریں تھیں اور ان کے ہاتھوں میں کوڑے تھے۔ سب سے پہلے حضرت نعمان بن مُقَرِّن نے بادشاہ سے بات کی۔ پھر مُغیرہ بن زُرَارَہ نے۔ مُغیرہ نے بادشاہ سے یہ کہا کہ تمہارے ساتھ یا تو جنگ ہو گی یا پھر تمہیں جزیہ دینا ہو گا۔ اب تمہارے اختیار میں ہے کہ ہماری ماتحتی تسلیم کرتے ہوئے جزیہ دو یا پھر جنگ کے لیے تیار رہو۔ تاہم ایک تیسری بات بھی ہے۔ اگر اسلام قبول کر لو گے تو ہر چیز سے اپنے آپ کو محفوظ کر لو گے۔ اس پر یَزْدَجَرْد نے کہا کہ اگر قاصدوں کو قتل کرنا ممنوع نہ ہوتا تو مَیں تم سب کو قتل کر دیتا۔ میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔ دوڑ جاؤ یہاں سے۔ پھر اس نے مٹی کا ایک ٹوکرا منگوا کر کہا کہ میری طرف سے یہ لے جاؤ اور اس نے حکم دیا کہ ان قاصدوں کو مدائن کے دروازے سے باہر نکال دو۔ عاصم بن عمرو نے وہ مٹی لی اور جا کر حضرت سعدؓ کو دیتے ہوئے کہا کہ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ملک کی چابیاں عطا کر دی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد کئی مہینے تک دونوں طرف سکوت رہا۔ رستم اپنی فوج کے ساتھ سَابَاط میں پڑا رہا اور یَزْدَجَرْد کی تاکید کے باوجود جنگ سے جی چراتا رہا۔ یَزْدَجَرْد کو بار بار لوگوں نے کہا کہ ہماری حفاظت کریں ورنہ ہم اہلِ عرب کے مطیع ہو جائیں گے۔ اس پر مجبور ہو کر رستم کو مقابلے کے لیے بڑھنا پڑا اور ایرانی فوجیں سَابَاط سے نکل کر قادسیہ کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں۔ رستم جب سَابَاط سے نکلا تو اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور اس کے ہمراہ تینتیس ہاتھی تھے۔ رستم نے مدائن سے قَادِسِیّہ پہنچنے تک چار ماہ کا عرصہ لگایا۔ رستم نے قادسیہ میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد اگلی صبح اسلامی لشکر کا جائزہ لیا اور مسلمانوں کو واپس جانے اور صلح کی پیش کش کی۔ رستم نے مسلمانوں کو کہا صلح کر لو اور واپس چلے جاؤ جس کا جواب مسلمانوں کی طرف سے یہ دیا گیا کہ ہم دنیا طلبی کے لیے نہیں آئے بلکہ ہمارا مقصد آخرت ہے۔ رستم نے مطالبہ کیا کہ اس کے دربار میں مسلمانوں کی طرف سے ایلچی مذاکرات کے لیے آئیں۔ رستم کے دربار میں عمدہ اور قیمتی قالین بچھائے گئے اور مکمل آرائش و زیبائش کا انتظام کیا گیا۔ رستم کے لیے سونے کا تخت بچھایا گیا اور اس پر قالین بچھا کر اور سونے کے دھاگوں سے تیار کردہ تکیے لگا کر خوب مزین کیا گیا۔ مسلمانوں کی

جانب سے سب سے پہلے حضرت رِبْعِیؓ بن عَامِرؓ گئے۔ وہ رستم کی طرف اس حال میں گئے کہ اپنے نیزے کا سہارا لیتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے رہے جس سے نیزے کی نوک سے قالین اور گدے پھٹتے چلے جاتے تھے۔ وہ رستم کے پاس پہنچے اور نیچے بیٹھ کر اپنا نیزہ قالین میں گاڑ دیا۔ حضرت رِبْعِیؓ نے تین باتیں رستم کے سامنے رکھیں کہ (1) آپ لوگ اسلام لے آئیں ہم آپ کا پیچھا چھوڑ دیں گے اور آپ کے ملک سے بھی ہمیں کوئی سروکار نہیں ہو گا۔ پھر ٹھیک ہے ملک کو سنبھالو۔ (2) ہمیں جزیہ دیں جسے قبول کر کے ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ جزیہ دے دو تو پھر ہم تمہاری حفاظت بھی کریں گے۔ (3) اگر کوئی بھی صورت منظور نہ ہو تو پھر چوتھے دن آپ سے لڑائی ہو گی۔ ان تین دنوں میں ہماری طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں ہو گی۔ لیکن یہ بھی ہے کہ چوتھے دن لڑائی تو ہو گی لیکن ان تین دنوں میں ہماری طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں ہو گی۔ لیکن اگر آپ لوگوں نے جنگ شروع کر دی تو پھر ہم لڑنے پر مجبور ہوں گے۔ اگلے روز حضرت سعدؓ نے حُذَیفہ بن مِحْصِن کو بھجوایا۔ انہوں نے بھی حضرت رِبْعِیؓ والی تینوں باتیں دہرائیں۔ تیسرے روز حضرت مُغِیرہ بن شعبہؓ گئے۔ جب انہوں نے اپنی گفتگو کے آخر میں اپنے پہلے دونوں ساتھیوں کی مانند اسلام، جزیہ اور قتال کا ذکر کیا تو رستم نے کہا تب ضرور تم لوگ مرو گے۔ اس پر حضرت مُغِیرہؓ نے کہا جو ہم میں سے قتل ہو گا وہ جنت میں جائے گا اور جو تم میں سے قتل ہو گا وہ جہنم میں جائے گا اور جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تم لوگوں پر کامیاب رہیں گے۔ حضرت مغیرہؓ کی بات سن کر رستم نے سخت برہم ہو کر قسم کھا کر کہا کہ آفتاب کی قسم! کل ابھی دن مکمل نکلنے بھی نہ پائے گا کہ ہم اس سے قبل ہی تم سب کو تہِ تیغ کر دیں گے۔

حضرت مُغِیرہؓ کے بعد بھی چند سمجھدار مسلمانوں کو حضرت سعدؓ نے رستم کے دربار میں بھیجا جن کی شام کو واپسی ہوئی۔ حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کو مورچہ بند ہونے کا حکم دیا اور ایرانیوں کی طرف پیغام بھجوایا کہ دریا عبور کرنا تمہارا کام ہے۔ پل پر مسلمانوں کا قبضہ تھا اس لیے ایرانیوں کو دوسری جگہ ساری رات دریائے عتیق پر پل بنانا پڑا۔ رستم نے پل عبور کرتے وقت کہا کہ کل ہم مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔ آگے سے ایک شخص نے کہا۔ اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ اگر اللہ چاہے تو۔ شاید اس کو اللہ پر بھی یقین تھا۔ اس پر رستم نے کہا! اگر اللہ نہ بھی چاہے (نعوذ باللہ) تب بھی ہم پیس دیں گے۔ مسلمان اپنی صف بندی مکمل کر چکے تھے اور حضرت سعدؓ کے جسم میں پھوڑے نکل آئے۔ اس دوران ان کو بیماری ہو گئی، پھوڑا نکل آیا اور وہ عِرْقُ النَّسَا یعنی شیاٹیکا کی بیماری کے باعث بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ سینے کے بل لیٹے رہتے تھے۔ ان کے سینے کے نیچے تکیہ رکھا ہوتا تھا جس کے سہارے وہ محل کی چھت سے یا درخت کے اوپر جو مچان بنائی تھی اس کے اوپر سے لشکر کی طرف دیکھتے رہتے۔ حضرت سعدؓ نے خالد بن عَرْفَطہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ حضرت سعدؓ نے مسلمانوں سے خطاب کیا اور انہیں جہاد کی ترغیب دی اور اللہ کی فتح کا وعدہ یاد دلایا۔

اہلِ فارس کی افواج دریائے عتیق کے کنارے تھیں۔ یہ دریائے عتیق بھی ایک دریا ہے جو فرات سے نکلتا ہے اور مسلمانوں کی افواج قُدَیس کی دیوار اور خندق کے ساتھ تھیں۔ قُدَیس قادسیہ کے نزدیک ایک احاطہ ہے جو دریائے عتیق سے ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ ایرانی فوج میں سے تیس ہزار زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی یعنی

آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ زنجیریں باندھی ہوئی تھیں تا کہ کسی کو دوڑنے کا موقع نہ ملے۔ حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کو سورۂ انفال پڑھنے کا حکم دیا۔ جب تلاوت کی گئی تو مسلمانوں نے سکینت محسوس کی۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مسلمانوں اور اہل فارس کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچایا۔ قبیلہ بنو تمیم کے ماہر تیر اندازوں کو بلا کر حضرت عاصمؓ نے کہا کہ اپنے تیروں کے ذریعہ ان ہاتھیوں پر بیٹھے سواروں پر حملہ کرو اور بہادر سپاہیوں سے کہا کہ ہاتھیوں کی پشت پر جا کر ان کے ہودجوں کے بندھ کاٹ ڈالو۔ چنانچہ کوئی ہاتھی ایسا نہ بچا جس کے اوپر سے اس کا سامان اور سوار باقی بچا ہو۔ سورج غروب ہونے کے بعد تک لڑائی جاری رہی۔ پہلے روز قبیلہ بنو اسد کے پانچ سو مسلمان شہید ہوئے۔ اس دن کو یوم اَرْمَاثْ کہا جاتا ہے۔ دوسرے روز صبح ہوئی تو حضرت سعدؓ نے سب شہداء کو دفنایا اور زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کیا تا کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔ اسی دوران ملک شام سے مسلمانوں کو کمک موصول ہوئی۔

حضرت ہاشم بن عُتْبَہ بن ابی وقاصؓ اس کمک کے امیر تھے۔ اس کے اگلے حصہ پر حضرت قَعْقَاع بن عمروؓ امیر تھے۔ قَعْقَاع بہت جلد سفر طے کر کے اغواث کی صبح عراق کے لشکر میں پہنچ گئے۔ قَعْقَاع نے یہ ہوشیاری کی کہ اپنے ہراول دستوں کو دس دس سپاہیوں کے گروپوں میں تقسیم کر دیا تھا جو ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر حرکت کر رہے تھے اور باری باری اسلامی لشکر سے یہ دس دس کے دستے ملتے جاتے تھے۔ ہر دستہ کے آنے پر نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتا اور یوں معلوم ہوتا کہ اسلامی لشکر کو مسلسل کمک مل رہی ہے۔

خود حضرت قَعْقَاع پہلے حصہ میں پہنچے۔ جاتے ہی مسلمانوں کو سلام کیا اور لشکر کی آمد کی خوشخبری سنائی اور کہا اے لوگو! تم وہ کرو جو میں کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور مُبَارزت طلب کی۔ یہ سن کر بَهْمَن جَاذْوَيه مقابلہ کے لیے نکلا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا اور حضرت قَعْقَاعؓ نے اسے قتل کر دیا۔ مسلمان بَهْمَن جَاذْوَيه کے قتل اور مسلمانوں کے امدادی لشکر کی وجہ سے بہت خوش تھے۔ حضرت قَعْقَاعؓ کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کا ایک قول ہے کہ وہ لشکر ناقابل شکست ہوتا ہے جہاں ان جیسے شخص موجود ہوں۔

اس دن ایرانی اپنے ہاتھیوں کے ذریعہ جنگ نہ کر سکے کیونکہ ان کے ہودج گذشتہ روز ٹوٹ گئے تھے۔ اس لیے وہ صبح سے ان کی درستگی میں مشغول تھے اور مسلمانوں نے یہ ترکیب اختیار کی کہ اپنے اونٹوں کو جھول پہنا دیے جس کے باعث اونٹ اوجھل ہو گئے۔ ان کے اوپر کپڑے ڈال دیے ان کے جسم اور گردنیں سب چھپ گئیں اور یوں معلوم ہوتا تھا گویا ہاتھی ہیں۔ یہ اونٹ جہاں جاتے ایرانیوں کے گھوڑے اس طرح بدکنے شروع کر دیتے جیسے گذشتہ روز مسلمانوں کے گھوڑے بدکتے رہے تھے۔ صبح سے لے کر دوپہر تک فریقین کے گھڑ سوار مقابلہ کرتے رہے۔ جب دن آدھے سے زیادہ گزر گیا تو عمومی جنگ شروع ہوئی جو آدھی رات تک جاری رہی۔ یہ دوسرا دن یوم اَغْوَاث کہلاتا ہے اور یہ دن مسلمانوں کے نام رہا یعنی اس میں مسلمانوں کو کامیابی ملی۔ تیسرے دن کی صبح ہوئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے مورچوں میں تھے۔ اس روز خون ریز جنگ ہوئی۔ مسلمان شہداء کی تعداد دو ہزار تھی اور ایرانی فوج کے دس ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ مسلمان اپنے مقتولین کو دفن کرتے رہے اور زخمیوں کو علاج کے لیے

عورتوں کے سپرد کرتے رہے جبکہ ایرانیوں کے مقتولین کی لاشیں اسی طرح میدان میں پڑی رہیں۔ اس رات ایرانی اپنے ہاتھیوں کے ہودج وغیرہ درست کرتے رہے۔ پیدل فوج ہاتھیوں کی حفاظت کے لیے ساتھ تھی تاہم آج کے روز وہ ہاتھی اتنی تباہی نہ پھیلا سکے جتنی انہوں نے پہلے دن پھیلائی تھی۔ حضرت سعدؓ نے حضرت قَعْقَاعؓ اور حضرت عَاصِمؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ ایرانیوں کے سفید ہاتھی سے میرا پیچھا چھڑاؤ۔ چنانچہ حضرت قَعْقَاعؓ اور حضرت عاصمؓ نے حملہ کر کے اس کی دونوں آنکھوں میں نیزے گھونپے جس سے ہاتھی نے بدحواس ہو کر اپنے سوار کو نیچے گرا دیا۔ اس کی سونڈ کاٹ دی گئی اور پھر تیروں کے حملے کر کے اسے نیچے گرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد دوسرے مسلمانوں نے ایک اور ہاتھی کی آنکھوں میں نیزے مارے۔ کبھی وہ بھاگ کر مسلمانوں کے لشکر میں آتا تو وہ اس کو نیزے کی نوک چبھوتے اور کبھی ایرانیوں کے لشکر میں جاتا تو وہ اس کو نیزے چبھوتے۔ بالآخر وہ ہاتھی جسے اَجْرَبْ کہتے تھے دریائے عتیق کی طرف بھاگا اور اس کی دیکھا دیکھی دیگر ہاتھی بھی اس کے پیچھے دریا میں کود گئے اور وہ اپنے سواروں سمیت ہلاک ہو گئے۔ دن ڈھلنے تک یہ لڑائی جاری رہی۔ **اسے یوم عَمَاس کہتے ہیں۔**

عشاء کی نماز کے بعد دوبارہ گھمسان کا رَن پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت تلواروں کی آوازیں یوں سنائی دے رہی تھیں جیسے لوہاروں کی دکانوں میں لوہا کاٹا جا رہا ہو۔ ساری رات **حضرت سعدؓ بھی جاگتے رہے اور اللہ کے حضور دعا میں مشغول رہے۔ عرب و عجم** نے اس رات جیسا واقعہ کبھی مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ صبح ہوئی تو مسلمانوں کا جوش و جذبہ برقرار تھا اور وہ غالب رہے۔ اس رات کے بعد آنے والی صبح تمام لوگوں پر تھکن کی کیفیت تھی کیونکہ پوری رات وہ جاگتے رہے تھے۔ اس رات کو لَیْلَۃُ الْھَرِیْر کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رات مسلمانوں نے آپس میں گفتگو نہ کی بلکہ صرف سرگوشیاں ہی کرتے رہے۔ ھَرِیْر کا مطلب بھی یہی لکھا ہے کہ جب تیر چلایا جاتا ہے تو جس طرح ہلکی سی آواز کمان میں سے نکلتی ہے یا چکی چلنے کی ہلکی سی آواز آ رہی ہو۔ طبری میں بھی لَیْلَۃُ الْھَرِیْر کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے کہ مسلمان اس رات آغازِ شب سے لے کر صبح تک نہایت بہادری کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ وہ زور سے نہیں بول رہے تھے بلکہ وہ آہستہ آہستہ سے گفتگو کرتے تھے۔ اس وجہ سے اس رات کا نام لَیْلَۃُ الْھَرِیْر مشہور ہو گیا۔ بہرحال چوتھی صبح پھر دوپہر تک لڑائی جاری رہی اور ایرانی پسپائی اختیار کرتے رہے۔ اس کے بعد رستم پر حملہ کیا گیا تو وہ دریائے عتیق کی طرف بھاگ نکلا۔ جب اس نے دریا میں چھلانگ لگائی تو ہلال نامی مسلمان نے اسے پکڑ لیا اور گھسیٹ کر خشکی پر لے آیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ مسلمان جس نے رستم کو قتل کیا تھا اعلان کرنے لگا کہ میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔ میری طرف آؤ۔ مسلمانوں نے ہر طرف سے اس کو گھیر لیا اور زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔ رستم کے قتل کی خبر سے اہل فارس شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل بھی کیا اور ایک بڑی تعداد کو قیدی بھی بنایا۔ اس دن کو **یوم قَادِسِیّہ** کہا جاتا ہے۔ **حضرت عمرؓ روزانہ صبح ہوتے ہی میدان سے باہر آنے والے سواروں سے جنگ قادسیہ کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔** جب جنگ کی بشارت لانے والے قاصد نے بتایا کہ اللہ نے مشرکوں کو شکست دی ہے تو حضرت عمرؓ اس وقت دوڑتے جا رہے تھے اور معلومات لیتے جا رہے تھے جبکہ وہ قاصد اپنی اونٹنی پر سوار تھا اور وہ

حضرت عمرؓ کو پہچانتا بھی نہ تھا۔ جب وہ قاصد مدینہ میں داخل ہوا اور لوگ حضرت عمرؓ کو امیر المومنین کہہ رہے تھے اور سلام کر رہے تھے تو قاصد نے حضرت عمرؓ سے عرض کی کہ آپؓ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ آپ امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھائی! کوئی بات نہیں۔

بہر حال فتح کی اطلاع کے بعد حضرت عمرؓ نے مجمع میں فتح کی خبر پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد ایک پُر اثر تقریر کی۔ آپؓ نے حکم بھیجا کہ لشکر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے اور فوج کی دوبارہ تنظیم و ترتیب کی جائے اور دوسرے قابلِ اصلاح امور کی طرف توجہ دی جائے۔ حضرت سعدؓ نے دربارِ خلافت سے راہنمائی لی تھی کہ قادسیہ کی جنگ میں بہت سے لوگ ایرانیوں کی طرف سے ایسے بھی تھے جو اس سے قبل مسلمانوں سے صلح کر چکے تھے اور ان میں بعض تو اس امر کے ایسے مدعی تھے کہ ایرانی حکومت نے ان کے خلافِ مرضی، جبراً انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے بلکہ مجبور ہو کے آئے تھے اور بہت سے لوگوں کا یہ دعویٰ صحیح بھی تھا۔ بہت سے لوگ جنگ کے باعث اس علاقے کو چھوڑ کر دشمن کے علاقے کی طرف چلے گئے تھے اور واپس آ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان امور کے فیصلے کے لیے مدینہ میں مجلس شوریٰ منعقد کی اور بعد از فیصلہ یہ ہدایت بھیجی کہ جن لوگوں سے مسلمانوں کے معاہدات تھے اور انہوں نے اپنے معاہدات پورے کیے اور اپنے علاقے میں مقیم رہے، دشمن کی طرف نہیں گئے ان کے معاہدات کا پوری وفاداری سے احترام کیا جائے گا۔ جن لوگوں سے مسلمانوں کے معاہدات نہیں تھے مگر وہ اپنے علاقے میں رہے اور دشمن کی طرف جا کر تمہارے خلاف صف آرا نہیں ہوئے تو ان سے بھی وہی سلوک کیا جائے جو ان لوگوں سے کیا جا رہا ہے جن سے معاہدات ہیں۔ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایرانی حکومت نے جبراً ان کو لشکر میں شامل کر لیا تھا اور ان کا دعویٰ سچا نظر آتا ہے تو ان سے بھی مسلمانوں کے سلوک میں کوئی کمی نہیں کی جائے۔ ان کو بھی کچھ نہ کہا جائے اور جو لوگ اس امر کے جھوٹے مدعی ہیں کہ ان پر جبر کیا گیا بلکہ وہ خود اپنی مرضی سے دشمن کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف سرگرم کار رہے تو ان کا پہلا معاہدہ تو منسوخ ہو گیا کیونکہ انہوں نے دشمن کا ساتھ دیا ہے۔ اب یا تو ان سے دوبارہ مصالحت کی جائے یا انہیں ان کی امن کی جگہ پر پہنچا دیا جائے یعنی پھر ان کو معاہدہ کر کے وہاں سے نکال دیا جائے اور جہاں وہ جانا چاہتے ہیں امن سے رہنے کے لیے چلے جائیں اور جن لوگوں سے معاہدات نہیں اور وہ اس علاقے کو چھوڑ کر دشمن کی طرف چلے گئے اور تمہارے خلاف جنگ آزما ہوئے ان کے متعلق اگر تم مناسب سمجھو تو انہیں بھی بلا لو اور وہ جزیہ ادا کر دیں اور تمہارے علاقے میں رہیں۔ نرمی کا سلوک جتنا ہو سکتا ہے کرنا ہے اور تم مناسب سمجھو تو انہیں نہ بلاؤ اور وہ بدستور تمہارے خلاف برسرپیکار رہیں اور تم ان کے خلاف لڑائی جاری رکھو۔ اگر وہ پھر لڑائی کرتے رہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے، پھر تمہیں بھی لڑائی کا حق ہے لیکن اگر وہ باوجود دشمن کے ساتھ ملنے کے باز آ جاتے ہیں تو پھر ان کو چھوڑ دو۔

یہ احکام مفید ثابت ہوئے اور نواح کے لوگ واپس آ کر اپنی زمینوں پر آباد ہو گئے اور یہ **وسعتِ حوصلہ کی ایک عمدہ مثال ہے۔ کتنی وسعت حوصلہ ہے** کہ مسلمانوں نے ان لوگوں کو بھی اپنی زمین آباد کرنے کے لیے بلا لیا جو ایک نہایت نازک وقت میں اپنے معاہدات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دشمن سے جا ملے تھے۔ گو مدینہ کی

مجلس مشاورت نے انہیں اس امر کی اجازت دے دی تھی کہ چاہے ایسے ایرانیوں کو واپس بلا لیں چاہے نہ بلائیں اور ان کی اراضی آپس میں تقسیم کر لیں۔ مسلمانوں میں اراضی تقسیم کر دیں۔ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ اس خطرے کے وقت میں بد عہدی کرنے والوں کو واپس بلایا گیا تو ان کی اراضی پر عام اراضی کی نسبت زیادہ ٹیکس لگایا گیا تھا۔ صرف یہ ایک شرط تھی کہ ٹھیک ہے تم نے بد عہدی کی ہے۔ واپس آ جاؤ اپنی زمینیں آباد کرو لیکن جو ٹیکس زمین کا ہے وہ تمہیں دوسروں کی نسبت زیادہ دینا پڑے گا لیکن بہر حال زمینوں کے مالک بے شک بنے رہو۔ عراق کی فتوحات کے سلسلہ میں اس جنگ کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ مسلمان مجاہدین نے شدید مخالف حالات کا نہایت ثابت قدمی سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ دربار خلافت سے جب لوگوں کے لیے گزارے مقرر ہوئے تو اس ضمن میں قادسیہ میں شرکت بھی ایک وجہ امتیاز سمجھی گئی۔ حضرت عمرؓ نے قادسیہ میں شریک لوگوں کے زیادہ وظیفے مقرر کیے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 91 تا 95)
(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 301 تا 333 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)
(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 84 تا 89 ادارہ اسلامیات 2004ء)
(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 435-436 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)
(ماخوذ از تاریخ طبری مترجم جلد دوم حصہ دوم صفحہ 263، 310، 325 نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)
(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 94، 356) (معجم البلدان جلد اول صفحہ 267)

حضرت مصلح موعودؓ نے جنگ قادسیہ کا ذکر کرتے ہوئے جو فرمایا ہے اس میں سے کچھ حصہ بیان کرتا ہوں۔ "حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب خسرو پرویز کے پوتے یَزْدَجَرْد کی تخت نشینی کے بعد عراق میں مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانہ پر جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے مقابلہ کے لئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت سعدؓ نے جنگ کیلئے قادسیہ کا میدان منتخب کیا اور حضرت عمرؓ کو اس مقام کا نقشہ بھجوا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس مقام کو بہت پسند کیا مگر ساتھ ہی لکھا کہ پیشتر اس کے کہ شاہِ ایران کے ساتھ جنگ کی جائے تمہارا فرض ہے کہ ایک نمائندہ وفد شاہِ ایران کے پاس بھیجو اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ چنانچہ انہوں نے اس حکم کے ملنے پر ایک وفد یزدجرد کی ملاقات کے لئے بھجوا دیا۔ جب یہ وفد شاہِ ایران کے دربار میں پہنچا تو شاہِ ایران نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے پوچھو کہ یہ کیوں آئے ہیں اور انہوں نے ہمارے ملک میں کیوں فساد برپا کر رکھا ہے۔ جب اس نے یہ سوال کیا تو وفد کے رئیس حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آپؐ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اسلام کو پھیلائیں اور دنیا کے تمام لوگوں کو دین حق میں شامل ہونے کی دعوت دیں۔ اس حکم کے مطابق ہم آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ہیں اور آپ کو اسلام میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ یَزْدَجَرْد اس جواب سے بہت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ تم ایک وحشی اور مُردار خور قوم ہو۔ تمہیں اگر بھوک اور اَفلاس نے اس حملہ کے لئے مجبور کیا ہے تو میں تم سب کو اس قدر کھانے پینے کا سامان دینے کے لئے تیار ہوں کہ تم اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر

سکو۔ اسی طرح تمہیں پہننے کے لئے لباس بھی دونگا۔ تم یہ چیزیں لو اور اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔ تم ہم سے جنگ کر کے اپنی جانوں کو کیوں ضائع کرنا چاہتے ہو۔ جب وہ بات ختم کر چکا تو اسلامی وفد کی طرف سے **حضرت مُغیرہ بن زُرَارَہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا۔ آپ نے ہمارے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے یہ بالکل درست ہے۔ ہم واقعہ میں ایک** وحشی اور مُردار خور قوم تھے۔ سانپ اور بچھو اور ٹڈیاں اور چھپکلیاں تک کھا جاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور اس نے اپنا رسولؐ ہماری ہدایت کے لئے بھیجا۔ ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اس کی باتوں پر عمل کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہم میں ایک انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔ اور اب ہم میں وہ خرابیاں موجود نہیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اب ہم کسی لالچ میں آنے کے لئے تیار نہیں۔ ہماری آپ سے جنگ شروع ہو چکی ہے۔ اب اس کا فیصلہ میدانِ جنگ میں ہی ہو گا۔" اگر آپ کو یہی منظور ہے کہ دعوت نہیں مانتے اور ہمارے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے ہم بھی جنگ کریں گے۔ "دنیوی مال و متاع کا لالچ ہمیں اپنے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتا۔ یَزْدَجَرْد نے یہ بات سنی تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے ایک نوکر سے کہا کہ جاؤ اور مٹی کا ایک بورا لے آؤ۔ مٹی کا بورا آیا تو اس نے اسلامی وفد کے سردار کو آگے بلایا اور کہا کہ چونکہ تم نے میری پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ اس لئے **اب اس مٹی کے بورے کے سوا تمہیں اَور کچھ نہیں مل سکتا۔** وہ صحابیؓ نہایت سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنا سر جھکا دیا۔" جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن یہ تھوڑی سی تفصیل ہے اپنا سر جھکا دیا" اور مٹی کا بورا اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا پھر انہوں نے ایک چھلانگ لگائی اور تیزی کے ساتھ اس کے دربار سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے کہا آج ایران کے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے ملک کی زمین ہمارے حوالے کر دی ہے اور پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے نکل گئے۔ بادشاہ نے جب ان کا یہ نعرہ سنا تو وہ کانپ اٹھا اور اس نے اپنے درباریوں سے کہا دوڑو اور مٹی کا بورا ان سے واپس لے آؤ۔ یہ تو بڑی بدشگونی ہوئی ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے ملک کی مٹی ان کے حوالے کر دی ہے مگر وہ اس وقت تک گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت دور نکل چکے تھے۔ لیکن آخر وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا اور چند سال کے اندر اندر سارا ایران مسلمانوں کے ماتحت آ گیا....."

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "یہ عظیم الشان تغیر مسلمانوں میں کیوں پیدا ہوا؟ اسی لئے کہ قرآنی تعلیم نے ان کے اخلاق اور ان کی عادات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ ان کی سفلی زندگی پر اس نے ایک موت طاری کر دی تھی اور انہیں بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 204-205)

جس کی وجہ سے یہ انقلاب پیدا ہوا۔ پس قرآنی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی حقیقی انقلاب آیا کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی یہ ذکر چلے گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13/ اگست 2021ء جلد 28 شمارہ 65 صفحہ 05 تا 10)

31

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30/ جولائی 2021ء بمطابق 30/ وفا 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مدائن کی فتح کی پیشگوئی:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا اور آپؓ کے زمانے کی جو جنگیں تھیں ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ مدائن کی فتح کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے علم سے فرمائی تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"خندق کھودتے کھودتے ایک جگہ سے ایک پتھر نکلا جو کسی طرح ٹوٹنے میں نہ آتا تھا اور صحابہ کا یہ حال تھا کہ وہ تین دن کے مسلسل فاقہ سے سخت نڈھال ہو رہے تھے۔ آخر تنگ آکر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک پتھر ہے جو ٹوٹنے میں نہیں آتا۔ اس وقت آپؐ کا بھی یہ حال تھا کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا مگر آپؐ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور ایک کدال لے کر اللہ کا نام لیتے ہوئے اس پتھر پر ماری۔ لوہے کے لگنے سے پتھر میں سے ایک شعلہ نکلا جس پر آپؐ نے زور کے ساتھ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا کہ مجھے مملکت شام کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! اس وقت شام کے سرخ محلات میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس ضرب سے وہ پتھر کسی قدر شکستہ ہو گیا۔ دوسری دفعہ آپؐ نے پھر اللہ کا نام لے کر کدال چلائی اور پھر ایک شعلہ نکلا جس پر آپؐ نے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا اس دفعہ مجھے فارس کی کنجیاں دی گئی ہیں اور مدائن کے سفید محلات مجھے نظر آرہے ہیں۔

اس دفعہ پتھر کسی قدر زیادہ شکستہ ہو گیا۔ تیسری دفعہ آپؐ نے پھر کدال ماری جس کے نتیجہ میں پھر ایک شعلہ نکلا اور آپؐ نے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا اب مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! صنعاء کے دروازے مجھے اس وقت دکھائے جا رہے ہیں۔ اس دفعہ وہ پتھر بالکل شکستہ ہو کر اپنی جگہ سے گر گیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقعہ پر بلند آواز سے تکبیر کہی اور پھر بعد میں صحابہؓ کے دریافت کرنے پر آپؐ نے یہ کشوف بیان فرمائے اور مسلمان اس عارضی روک کو دور کر کے پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔" یعنی

پتھر توڑنے کا جو کام تھا (اسے کر کے) پھر کام میں مصروف ہو گئے، پھر خندق کی کھدائی شروع ہو گئی۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نظارے عالم کشف سے تعلق رکھتے تھے۔ گویا اس تنگی کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مسلمانوں کی آئندہ فتوحات اور فراخیوں کے مناظر دکھا کر صحابہؓ میں امید و شگفتگی کی روح پیدا فرمائی مگر بظاہر حالات یہ وقت ایسا تنگی اور تکلیف کا وقت تھا کہ منافقین مدینہ نے ان وعدوں کو سن کر مسلمانوں پر پھبتیاں اڑائیں کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی طاقت نہیں اور قیصر و کسریٰ کی مملکتوں کے خواب دیکھے جا رہے ہیں مگر خدا کے علم میں یہ ساری نعمتیں مسلمانوں کے لئے مقدر ہو چکی تھیں۔ چنانچہ یہ وعدے اپنے اپنے وقت پر یعنی کچھ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اور زیادہ تر آپؐ کے خلفاء کے زمانہ میں پورے ہو کر مسلمانوں کے ازدیادِ ایمان و امتنان کا باعث ہوئے۔" (سیرت خاتم النبیین از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 577-578)

مدائن کی فتح کا جو وعدہ ہے یہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت سعدؓ کے ہاتھوں پورا ہوا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا تھا کہ مدائن فتح ہو گا۔ یہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں پورا ہوا۔ قادسیہ کو فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے بابل کو فتح کیا۔ بابل موجودہ عراق کا قدیم شہر تھا۔ بابل کو فتح کرنے کے بعد کُوثٰی نام کے ایک تاریخی شہر کے مقام پر پہنچے۔ کُوثٰی بابل کا نواحی علاقہ ہے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے قید کیا تھا اور قید خانے کی جگہ اُس وقت تک محفوظ تھی۔ حضرت سعدؓ جب وہاں پہنچے اور قید خانے کو دیکھا تو قرآن کریم کی آیت پڑھی۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (آل عمران:141)

یعنی یہ دن ایسے ہیں کہ ہم انہیں لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ کُوثٰی سے آگے بڑھے تو بَہُرْسِیْر نامی ایک جگہ پر پہنچے۔ یہ عراق کے شہر مدائن کے اس حصہ کا نام ہے جو دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ یہاں کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا۔ حضرت سعدؓ کا لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے اس درندے کو لشکر پر چھوڑ دیا۔ شیر گرج کر لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص لشکر کے ہراول دستے کے افسر تھے۔ انہوں نے شیر پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر اس کے بعد مدائن کا معرکہ بھی ہوا۔ مدائن بھی عراق میں ہے اس کی location یہ ہے کہ بغداد سے کچھ فاصلے پر جنوب کی طرف دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ **اس کا نام مدائن رکھنے کی وجہ کیا ہے؟** کیونکہ یہاں یکے بعد دیگرے کئی شہر آباد ہوئے تھے اس لیے عربوں نے اسے مدائن یعنی کئی شہروں کا مجموعہ کہنا شروع کر دیا۔ مدائن کسریٰ کا پایہ تخت تھا۔ یہاں پر اس کے سفید محلات تھے۔ مسلمانوں اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے دریا کے تمام پل توڑ دیے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت سعدؓ نے کشتیاں تلاش کیں کہ وہ دریا کو عبور کر سکیں لیکن معلوم ہوا کہ وہ لوگ کشتیوں پر قابض ہو چکے ہیں۔ حضرت سعدؓ چاہتے تھے کہ مسلمان دریا عبور کریں لیکن وہ مسلمانوں کی ہمدری میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ چند دیہاتی لوگوں نے بھی دریا عبور کرنے کا راستہ بتایا کہ اس جگہ سے چلے جائیں تو آسانی سے کر سکتے ہیں تاہم حضرت سعدؓ نے اس پر بھی عمل نہیں کیا۔ اسی دوران دریا میں طغیانی بھی آ گئی۔ ایک رات آپؓ کو خواب دکھایا گیا کہ مسلمانوں کے گھوڑے پانی میں داخل ہوئے ہیں اور دریا کو پار کر لیا ہے حالانکہ

وہاں طغیانی بھی ہے۔ اس خواب کی تکمیل میں حضرت سعدؓ نے دریا کو عبور کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت سعدؓ نے فوج سے کہا کہ مسلمانو! دشمن نے دریا کی پناہ لے لی ہے۔ آؤ اس کو تیر کر پار کریں اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ حضرت سعدؓ کے سپاہیوں نے اپنے قائد کی پیروی کرتے **ہوئے گھوڑے دریا میں ڈال دیے اور** اسلامی فوجیں دریا کے پار اتر گئیں۔ مقابل فوج نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو خوف سے چیخنے لگے اور بھاگ کھڑے ہوئے کہ "دیوان آمدند! دیوان آمدند!" یعنی دیو آ گئے۔ دیو آ گئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر اور کسریٰ کے محلات پر قبضہ کر لیا۔

پیشگوئی پوری ہوئی:

مسلمانوں کی آمد سے قبل ہی کسریٰ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو وہاں سے منتقل کر دیا تھا چنانچہ مسلمانوں نے آسانی کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی **وہ پیشگوئی پوری ہو گئی** جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے پتھر پر کدال مارتے ہوئے فرمائی تھی کہ مجھے مدائن کے سفید محلات گرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ ان محلات کو سنسان حالات میں دیکھ کر حضرت سعدؓ نے سورۂ دخان کی یہ آیات پڑھیں کہ:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (الدخان:26-29)

کتنے ہی باغات اور چشمے ہیں جو انہوں نے پیچھے چھوڑے اور کھیتیاں اور عزت و احترام کے مقام بھی اور نازونعمت جس میں وہ مزے اڑایا کرتے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو اس نعمت کا وارث بنا دیا۔

حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ شاہی خزانہ اور نوادرات کو ایک جگہ پر جمع کیا جائے۔ اس خزانے میں بادشاہوں کی یادگاریں جو کہ ہزاروں کی تعداد میں تھیں جن میں زرہیں، تلواریں، خنجر، تاج اور شاہی ملبوسات شامل تھے۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین تھا اور سینے پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ اسی طرح چاندی کی ایک اونٹنی تھی جس پر سونے کی پالان تھی اور مہار میں بیش قیمت یاقوت پروئے ہوئے تھے۔ مال غنیمت میں ایک فرش بھی تھا جس کو ایرانی "بہار" کہتے تھے۔ اس کی زمین سونے کی اور درخت چاندی کے اور پھل جواہرات کے تھے۔ یہ تمام سامان فوج نے اکٹھا کیا لیکن مسلمان سپاہی ایسے راست باز اور دیانت دار تھے، یہاں مسلمان سپاہیوں کی دیانتداری کا پتہ لگتا ہے کہ جس نے جو چیز پائی اسی طرح لا کر افسر کے پاس حاضر کر دی۔ چنانچہ جب سامان لا کر سجایا گیا اور دور دور تک میدان جگمگا اٹھا تو حضرت سعدؓ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور کہا کہ جن لوگوں نے ان نوادرات میں سے کچھ لیا نہیں بلاشبہ انتہا کے دیانت دار ہیں۔ مالِ غنیمت حسبِ قاعدہ تقسیم ہو کر پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں بھیجا گیا۔ فرش اور قدیم یادگاریں اس حالت میں بھیجی گئیں کہ اہل عرب ایرانیوں کے جاہ و جلال اور اسلام کی فتح و اقبال کا تماشا دیکھیں۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب یہ سامان چنے گئے تو ان کو بھی فوج کی دیانت اور استغنا پر حیرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے بھی بڑی حیرت کا اظہار کیا کہ کتنے ایمان دار سپاہی ہیں۔ مُحَلِّمْ نام ایک شخص

مدینہ میں تھا جو دراز قد اور خوبصورت تھا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نوشیرواں کے ملبوسات اس کو لا کر پہنائے جائیں۔ یہ ملبوسات مختلف حالتوں کے تھے۔ چنانچہ تمام ملبوسات اسے باری باری پہنائے گئے۔ ان ملبوسات کی خوبصورتی کو دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ اس طرح وہ فرش جس کا نام "بہار" تھا اس کو بھی تقسیم کروا دیا گیا۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 413 تا 417 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 100 تا 103 ادارہ اسلامیات 2004ء) (ماخوذ از تاریخ طبری مترجم جلد دوم حصہ دوم صفحہ 388 نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)(معجم البلدان جلد4 صفحہ 553، جلد5 صفحہ 88، 89)

جنگ جلولاء:

پھر جنگ جَلُولَاء ہے جو 16ھ ہجری میں لڑی گئی۔ مدائن کی فتح کے بعد ایرانیوں نے جَلُولَاء میں جمع ہو کر مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت سعدؓ نے ہاشِم بن عُتبہ کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ حضرت عمرؓ کے حکم پر ایرانی لشکر سے مقابلے کے لیے بھیجا۔ جَلُولَاء عراق کا شہر ہے جو بغداد سے خراسان جاتے ہوئے راہ پر پڑتا ہے۔ یہاں مسلمانوں اور فارسیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ مسلمان جب یہاں پہنچے تو انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مہینوں محاصرہ رہا۔ ایرانی وقتاً فوقتاً قلعہ سے باہر نکل کر حملہ آور ہوتے رہے۔ اس طرح اسّی (80) معرکے ہوئے۔ مسلمانوں نے جَلُولَاء کی فتوح کا حال حضرت عمرؓ کو لکھا اور یہ بھی لکھا کہ حضرت قَعْقَاعؓ حُلْوَان میں خیمہ زَن ہیں۔ نیز خط میں حضرت عمرؓ سے اہلِ عجم کا تعاقب کرنے کی اجازت مانگی گئی مگر آپؓ نے یہ بات منظور نہیں کی کہ تعاقب نہیں کرنا۔ پیچھے نہیں جانا بلکہ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ سوادِ عراق اور ایران کے پہاڑ کے درمیان دیوار حائل ہوتی تا کہ نہ ایرانی ہماری طرف آتے اور نہ ہم ان کے علاقوں میں جاتے۔ ہمارے لیے سوادِ عراق کا دیہاتی علاقہ کافی ہے۔ **میں مالِ غنیمت حاصل کرنے پر مسلمانوں کی سلامتی کو ترجیح دیتا ہوں۔** اس بات کا مجھے کوئی شوق نہیں کہ مالِ غنیمت اکٹھا کروں۔ مسلمانوں کی حفاظت، ان کی جان کی حفاظت زیادہ ضروری ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سعدؓ نے قُضَاعِی بِن عَمْرو دُؤَلِی کے ہاتھ خُمس میں سے سونے چاندی کے برتن اور کپڑے اور اَبُومُفَزِّر اَسْوَدْ کے ہاتھ قیدی بھجوائے۔ دوسری روایت کے مطابق خُمس قُضَاعِی اور اَبُومُفَزِّر کے ہاتھوں بھیجا گیا تھا اور اس کا حساب زِیاد بن ابوسُفْیَان کے ذریعہ بھیجا گیا کیونکہ وہ حساب کتاب کے منشی تھے اور اسے رجسٹروں میں محفوظ رکھتے تھے۔ جب یہ سارا کچھ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو زِیاد نے مالِ غنیمت کے بارے میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کی اور اس کی تمام تفصیلات کہہ سنائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا تم مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو بیان کر سکتے ہو۔ یہ تفصیلات جو مجھے بتا رہے ہو۔ زیاد نے جواب دیا خدا کی قسم! روئے زمین پر آپؓ سے زیادہ میرے دل میں کسی کا ڈر نہیں اور جب آپ کے سامنے میں نے بیان کر دیا تو اَوروں کے سامنے کیوں نہیں بیان کر سکوں گا۔ چنانچہ حضرت زِیاد نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تمام حالات بیان کیے اور مسلمانوں نے جو کارنامے سرانجام دیے تھے ان کا بھی ذکر کیا کہ کس طرح جنگ ہوئی، کس طرح مالِ غنیمت ہاتھ آیا، نیز کہا مسلمان اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ دشمن کے ملک میں آگے تک دشمنوں کا تعاقب کریں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی تقریر سن کر فرمایا: یہ بہت بڑا صاحبِ لسان خطیب ہے۔ زِیاد نے کہا: ہماری فوج نے اپنے کارناموں کے ذریعہ

ہماری زبان کھول دی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس خُمس پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا: یہ اس قدر کثیر مالِ غنیمت ہے کہ کسی چھت تلے نہ سما سکے گا۔ لہٰذا مَیں بہت جلد اس کو تقسیم کر دوں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور عبداللہ بن ارقم مسجد کے صحن میں اس مال کی رات بھر چوکیداری کرتے رہے۔ مال آیا مسجد کے صحن میں رکھا گیا تو یہ دو صحابہ اس کی حفاظت کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ لوگوں کے ساتھ مسجد میں آئے اور مالِ غنیمت سے کپڑا اٹھایا گیا تو آپؓ نے یاقوت، زَبَرْجَد اور بیش قیمت جواہرات دیکھے اور رو پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا: **اے امیر المومنینؓ! آپؓ کیوں رو رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ تو شکر کا مقام ہے۔** اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اس چیز نے نہیں رلایا۔ اللہ کی قسم! اللہ جس قوم کو یہ عطا فرماتا ہے تو ان میں آپس میں حسد اور بغض بڑھ جاتا ہے۔ اس خیال نے مجھے رلایا ہے کہ یہ دولت جو تمہارے پاس آ رہی ہے اس سے کہیں تم لوگوں کے درمیان بھائی چارے کی بجائے حسد اور بغض نہ بڑھ جائے اور جس قوم میں آپس میں حسد بڑھ جائے تو ان میں پھر خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2صفحہ468تا 471دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 420، 421 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)

(ماخوذ ازالفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 104 ادارہ اسلامیات 2004ء)

یہ بڑے غور اور فکر والی بات ہے اور یہ استغفار کرنے والی بات بھی ہے یہ جو آپؓ نے بیان فرمائی ہے اور یہی ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں میں حسد اور بغض دولت کے آنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی چلا گیا۔ جن کے پاس تیل کی دولت ہے ان میں بھی ہے یا انفرادی طور پر دیکھیں تو جس کے پاس کچھ اَور دولت آئی ہے تب بھی یہی حال ہے۔ تقویٰ میں کمی ہے۔

مدائن کی جنگ کے دوران شاہ ایران یَزْدَجَرْد اپنا پایہ تخت مَدَائن چھوڑ کر اپنے خاندان اور ملازمین کے ہمراہ حُلْوَان کو روانہ ہو گیا تھا۔ یَزْدَجَرْد کو جَلُولَاء کی شکست کی خبر پہنچی تو وہ حُلوان چھوڑ کر رَے کو روانہ ہوا اور خُسْرُوشَنُوْم کو جو ایک معزز افسر تھا چند رسالوں کے ساتھ حُلْوان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا، کچھ فوجی دستوں کے ساتھ وہاں چھوڑ دیا۔ حضرت سعدؓ خود جَلُولَاء میں ٹھہرے اور قَعْقَاع کو حُلْوان کی طرف روانہ کیا۔ قَعْقَاع قصر شیریں کے قریب پہنچے جو حُلْوان سے تین میل کے فاصلہ پر ہے کہ خُسْرُوشَنُوْم خود آگے بڑھ کر مقابل ہوا لیکن شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ قَعْقَاع نے حلوان پہنچ کر قیام کیا اور ہر طرف امن کی منادی کرا دی۔ اطراف کے رئیس آ آ کر جزیہ قبول کرتے جاتے تھے اور اسلام کی حمایت میں آتے جاتے تھے۔

(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 106 مکتبۃ الحرمین اردو بازار لاہور 1437ھ)

(الأخبار الطوال، وقعة القادسيه، صفحہ183 دارالکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

مَاسَبَذَانْ کی فتح کس طرح ہوئی۔ اس بارے میں آتا ہے کہ حضرت ہاشِم بن عُتبہؓ جو جَلُولَاء کے معرکے میں امیرِ لشکر تھے واپس مدائن آ چکے تھے اور حضرت سعدؓ ابھی مدائن میں ہی مقیم تھے کہ اطلاع ملی کہ ایک ایرانی لشکر

آذِیْن بن ھُرْمُزَان کی سرکردگی میں مسلمانوں سے ٹکر لینے کے لیے میدانی علاقے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حضرت سعدؓ نے یہ رپورٹ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھجوادی۔ حضرت عمرؓ نے یہ ہدایت کی کہ ضِرَار بنِ خَطَّاب کی سرکردگی میں ایک لشکر مقابلہ کے لیے بھیجا جائے جس کے ہراول دستوں کی قیادت اِبنِ ھُذَیْل کے ہاتھ میں ہو اور عبداللہ بن وَھْب رَاسِبِی اور مُضَارِب بن فُلانَ عِجْلِیْ بازوؤں کے کمانڈر ہوں۔ اسلامی لشکر ایرانی لشکر کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور مَاسَبَذَانْ کے میدانی علاقے کے قریب دشمن سے جا ملا اور ھَنْدَفْ مقام پر لڑائی ہوئی جس میں ایرانیوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر مَاسَبَذَانْ پر قبضہ کر لیا۔ باشندے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے مگر ضِرار بن خَطَّاب نے انہیں دعوت دی کہ آکر امن سے اپنے شہر میں آباد ہو جائیں۔ انہوں نے دعوت قبول کر لی اور اپنے گھروں میں آباد ہو گئے۔ (طبری جلد2صفحہ475 دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

بلاذری نے مَاسَبَذَانْ کی فتح کے بارے میں مختلف روایات لی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے نہاوند کے معرکے سے واپسی پر اس شہر کو بغیر لڑائی کے فتح کیا تھا۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 120)

(فتوح البلدان علامہ بلاذری صفحہ 185 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

خُوْزَسْتَان کی فتوحات کا حال یوں بیان ہوا ہے۔ خُوْزَسْتَان ایران کا ایک صوبہ ہے۔ ھُرْمُزَان اسلام قبول کرنے سے پہلے اسی صوبہ کا گورنر تھا۔ اس علاقے اور اس علاقے کے مکینوں کو خُوْز کہا جاتا تھا۔ اس سے مراد خُوْزَسْتَان کے رہنے والے اہواذ کے نواح میں فارس اور بصرٰی اور واسِط اور اصفہان کے پہاڑوں کے درمیان کا علاقہ ہے۔

14ھ ہجری میں حضرت عمرؓ نے فوجی نقطہ نظر سے بعض فوائد دیکھ کر عراق میں چھوٹے پیمانے پر ایک دوسرا فرنٹ کھول دیا اور عُتْبَہ بن غَزْوَان کی سرکردگی میں ایک چھوٹا سا لشکر اس مقام کی طرف روانہ فرمایا جہاں ابتداءً اس لشکر کے لیے بطور چھاؤنی شہر بصرہ کی داغ بیل ڈالی۔ یہ لشکر نہ صرف اردگرد کے دشمن کے علاقوں پر فتح حاصل کر رہا تھا بلکہ عراقی جنگی مہم میں اس رنگ میں مفید ہو رہا تھا کہ نواح کی ایرانی افواج اعلیٰ اور بڑے محاذ پر اپنے ساتھیوں کی مسلسل شکستوں کی خبریں سن کر بھی ان کی امداد کے لیے نہ جا سکتی تھیں۔

زیادہ مقصد یہی لگتا ہے فوج یہاں بٹھانے کا، اس رستہ پہ قبضہ کرنے کا، کہ ایرانی افواج کی کمک اور مدد وہاں نہ جائے اور وہ مسلمانوں پر حملے نہ کرتے رہیں۔ اس لشکر کے امیر حج کرنے اور حضرت عمرؓ سے ملاقات کی غرض سے واپس حجاز گئے تھے اور حضرت عمرؓ نے آپ کی غیر حاضری میں اس لشکر کی قیادت حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو دی تھی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ پر جب ایک اخلاقی جرم کا الزام لگایا اور اس کی تحقیقات کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر کے مدینہ بلایا ہوا تھا تو ان کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو کمانڈر مقرر کیا تھا۔ بہر حال تحقیقات پر حضرت مغیرہ پر جو الزام لگا تھا وہ غلط ثابت ہوا تھا۔

(ماخوذ از تاریخ طبری جلد دوم صفحہ438تا 442 دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 116 زوار اکیڈیمی کراچی 2003ء)(معجم البلدان جلد2 صفحہ 259-260)

روایات میں اختلاف ہے کہ سولہ ہجری یا سترہ ہجری میں اسلامی لشکر کی مصروفیات بھی کافی رہیں اور اس

میدان کی جنگی سرگرمیاں بھی وسعت پکڑ گئیں اور مسلمانوں نے خُوْزَسْتَان کے معروف شہر اَھْوَاز پر قبضہ کر لیا۔ مؤرخ طبری نے سترہ ہجری کے واقعات میں بیان کیا ہے مگر ساتھ ہی لکھا ہے کہ بعض روایات سے اس فتح کا سنہ سولہ ہجری معلوم ہوتا ہے۔ اس فتح کے ذکر میں انہوں نے لکھا ہے کہ اس وقت امیر لشکر عُتْبَہ بن غَزْوَان ہی تھے۔ لیکن بلاذری نے جو اس کی وضاحت کی ہے لکھا ہے کہ اَہْوَاز اور اس کے بعد کی فتوحات حضرت عتبہ بن غزوانؓ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی سرکردگی میں ہوئیں اور لکھا ہے کہ حضرت مغیرہؓ نے اَہْوَاز کو فتح کیا۔ اَھْوَاز کے رئیس بَیْرُوْذ نامی نے پہلے تو مقابلہ کیا مگر پھر مصالحت کر لی۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت مغیرہؓ کی جگہ ابو موسیٰ اشعری بصرہ کے علاقے کے اسلامی لشکر کے امیر مقرر ہوئے تو بَیْرُوْذ رئیس نے عہد شکنی کر کے بغاوت کر دی۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مقابلے کے لیے نکلے اور لڑائی کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ سترہ ہجری میں پیش آیا۔

سب غلاموں کو آزاد کر دیا گیا:

اَہْوَاز کے معرکے میں اسلامی فوج نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا مگر حضرت عمرؓ کے حکم سے سب کو رہا کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا کوئی غلامی نہیں۔ سب جو قیدی تھے سب کو رہا کر دیا۔ آزادی دے دی۔ طبری نے لکھا ہے کہ اس علاقے میں ایرانی دو راستوں سے مسلمان لشکر پر بار بار حملہ آور ہوتے تھے۔ ان دونوں راستوں پر دو مقام نَہْر تِیْرٰی اور مَنَاذِر چھاپہ مار ایرانیوں کے مرکز تھے۔ ان دونوں مقامات پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ اکثر جگہ ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ جہاں مسلمانوں کو تنگ کیا جاتا تھا، بار بار حملے کیے جاتے تھے وہیں پھر مسلمانوں نے حملے کیے اور ان جگہوں پر قبضہ کیا۔ چنانچہ بلاذری نے لکھا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے نہر تِیْرٰی کو اَہْوَاز کے ساتھ فتح کر لیا اور اَہْوَاز کی فتح کے بعد آپ دوسرے مقام یعنی مَنَاذِر کی طرف بڑھے اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور لڑائی شدت پکڑ گئی۔ اس محاصرے کے دوران میں ایک روز ایک مسلمان بہادر مُہَاجِر بن زِیاد روزہ رکھے ہوئے اپنی جان خدا تعالیٰ کے حضور میں قربان کرنے کے ارادے سے دشمن کے مقابلے کے لیے نکلے۔ مہاجر کے بھائی ربیع نے امیر لشکر ابو موسیٰ کو اطلاع کر دی کہ مہاجر روزہ رکھ کر میدان میں جا رہے ہیں۔ ابو موسیٰ نے اعلان کروا دیا کہ جس نے روزہ رکھا ہے وہ یا تو روزہ کھول دے یا میدان جنگ میں نہ جائے۔ مُہَاجِر نے یہ اعلان سن کر پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کیا اور بولے امیر کے حکم کی خاطر ایسا کرتا ہوں ورنہ مجھے پیاس بالکل نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ہتھیار اٹھائے اور دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ شہر والوں نے آپ کا سر کاٹ کر محل کے بلند کنگروں پر لٹکا دیا۔ محاصرہ طول پکڑ رہا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری نے غالباً حضرت عمرؓ کے حکم سے لشکر کا ایک حصہ مُہَاجر کے بھائی ربیع کی کمان میں مَنَاذِر کے محاصرے کے لیے چھوڑا اور خود شہر سُوْس کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر ربیع نے لڑتے بھڑتے شہر پر قبضہ کر لیا اور بہت سے لوگ قیدی بنا لیے مگر حضرت عمرؓ کے احکامات کے نتیجہ میں یہاں بھی سب قیدی رہا کر دیے گئے۔ حضرت ابو موسیٰ سُوْس کی طرف بڑھے۔ شہر والوں نے پہلے مقابلہ کیا اور لڑائی کے بعد شہر میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ بالآخر جب غذا کی تنگی ہوئی تو ہتھیار ڈال دیے۔

ان واقعات کی فتوحات کی تفصیل میں میر محمود احمد صاحب نے مقالے میں جو تحقیق اور اپنا تجزیہ کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ طبری اور بلاذری میں متعدد اختلافات ہیں جن کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس علاقے میں ایرانی سرداروں کی عہد شکنی کر کے بغاوت کے نتیجہ میں اسلامی لشکر کی دوبارہ جنگی نقل و حرکت کے واقعات روایات میں پہلی مرتبہ کی فتوحات کے واقعات سے مل کر مشتبہ ہو گئے ہیں۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 124 تا 127)

(طبری جلد 2 صفحہ 494 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء) (فتوح البلدان صفحہ 225-226)

فتوحات جو تھیں وہ، اور پھر دوبارہ جو امن قائم کرنے کے لیے ہوا، وہ مشتبہ ہو گیا ہے لیکن بہرحال یہ ان کا ایک نقطہ نظر ہے۔

جنگ رَامَهُرْمُزْ اور تُسْتُر۔ یَزْدَجَرْد شاہِ ایران جو جَلُولَاء کے معرکے کے بعد رَے سے ہوتا ہوا اِصْطَخْرْ چلا گیا تھا۔ یہ اِصْطَخْرْ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔ ابھی اس نے شکست نہیں مانی تھی اور مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لوگوں کو غیرت دلا رہا تھا اور پوری کوشش میں تھا کہ اس علاقے خُوْزَسْتَان میں، جہاں کی فتوحات کا ہم ذکر کر رہے ہیں، مسلمانوں کے مقابلے کے لیے امدادی فوج بھجوائی جائے۔ دوسری وجہ جو اس علاقے میں جنگ کی آگ تیز کرنے کا موجب بنی ہوئی تھی وہ یہاں کے ایک نامی رئیس هُرْمُزَان کی مسلمانوں کے خلاف جنگی کارروائی تھی۔ هُرْمُزَان قادِسیہ کے معرکہ میں شریک ہو چکا تھا اور وہاں سے شکست کھا کر اپنے وطن میں آ گیا تھا اور یہاں مسلمانوں پر مسلسل چھاپے مار رہا تھا۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 127-128)

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 473 و 494، دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)

جَلُولَاء میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ایرانی هُرْمُزَان کی قیادت میں رَامَهُرْمُزْ میں جمع ہوئے۔ رَامَهُرْمُزْ جو ہے یہ بھی خُوْزَسْتَان کے نواح میں ایک مشہور شہر تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کی ہدایت پر نعمان بن مُقَرِّن کو لشکر کا سردار بنا کر کوفہ سے روانہ کیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ سے روانہ کیا اور فرمایا کہ جب دونوں لشکر اکٹھے ہو جائیں تو اَبُوسَبْرَہ بن رُہْم ان کے کمانڈر ہوں گے۔ نعمان بن مُقَرِّن کی فوج کے بارے میں جب هُرْمُزَان کو علم ہوا تو اس نے مقابلہ کیا اور شدید جنگ کے بعد هُرْمُزَان شکست کھا کر تُسْتَرْ کی طرف بھاگ گیا۔ تُسْتَرْ بھی خُوْزَسْتَان سے ایک دن کے فاصلے پر ایک بڑا شہر ہے اور شہر میں محصور ہو گیا۔ حضرت اَبُوسَبْرَہؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے شہر کا محاصرہ کر لیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔ ایرانی فوج بار بار باہر نکل کر حملہ آور ہوتی اور واپس آ کر دروازے بند کر لیتی۔ اس طرح اس جنگ میں اسّی معرکے ہوئے۔ آخری معرکہ میں مسلمانوں نے بھرپور شدت سے حملہ کیا۔ جب مسلمانوں کی طرف سے حصار سخت ہو گیا تو دو فارسیوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ شہر سے پانی نکلنے والے راستے سے اندر جا کر شہر کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔

اس بارے میں اخبار الطِّوَال کے مصنف ابو حنیفہ دِیْنَوَرِی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا محاصرہ طویل ہو گیا۔ ایک رات شہر کا ایک معزز شخص حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس آیا اور اپنے اہل و عیال اور اپنے مال کو امان

ملنے کے عوض شہر میں قبضہ کرنے میں مدد کی پیشکش کی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اسے امان دی۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ وہ شخص مسلمان بھی ہو گیا تھا۔ اس شخص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ میرے ساتھ کوئی شخص بھیج دیں تا کہ میں اسے آگاہ کر دوں۔ یعنی رستہ بتاؤں کہ کس طرح مسلمان قلعہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے قبیلہ بنو شَیْبَان میں سے ایک شخص اَشْہَسْ بن عَوف کو اس کے ساتھ بھیجا۔ وہ دونوں ایک چھوٹی سی نہر میں سے ہوتے ہوئے ایک سرنگ کے راستے سے شہر میں داخل ہوئے۔ اس نے اَشْہَسْ بن عَوف پر ایک چادر اوڑھا دی اور اسے کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے میرے خادموں کی طرح آؤ۔ وہ اسے لے کر شہر کے طول و عرض میں پھرا۔ پھر وہ شہر کے دروازے پر گیا جہاں پہرے دار موجود تھے پھر وہ ھُرْمُزَان کے پاس پہنچا جو کہ اپنے محل کے دروازے پر مجلس لگائے بیٹھا تھا۔ یہ سب دکھانے کے بعد وہ اس کو اسی راستہ سے واپس لے آیا۔ اَشْہَسْ بن عَوف نے واپس پہنچ کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو سب کچھ بتایا۔ اَشْہَسْ بن عوف نے کہا کہ آپ میرے ساتھ دو سو بہادر بھیج دیں میں پہرے داروں کو قتل کر کے دروازہ کھلوا دوں گا اور آپ باہر سے دروازے سے ہمارے ساتھ مل جائیں۔ اس طرح اَشْہَسْ بن عَوف اپنے ساتھیوں سمیت اس خفیہ رستے سے شہر میں داخل ہوئے اور پہرے داروں کو قتل کر کے شہر کے دروازے کھول دیے۔ اسلامی لشکر اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ ھُرْمُزَان نعروں کی آواز سن کر اپنے قلعہ کی طرف بھاگا جو کہ اس شہر کے اندر ہی موجود تھا۔ مسلمانوں نے قلعہ کو گھیر لیا۔

ہرمزان کی گرفتاری اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں:

ھُرْمُزَان اوپر سے دیکھ کر بولا کہ میرے ترکش میں سو تیر ہیں۔ جب تک ان میں سے ایک تیر بھی باقی ہے مجھے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس کے بعد اگر مَیں گرفتار ہوا تو میری گرفتاری کے کیا کہنے۔ مسلمانوں نے کہا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس شرط پر ہتھیار ڈالتا ہوں کہ میرا فیصلہ حضرت عمرؓ پر چھوڑ دیا جائے۔ ھُرْمُزَان نے ہتھیار پھینک دیے اور خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ھُرْمُزَان کو حضرت انس بن مالکؓ اور اَحْنَفْ بن قَیس کی نگرانی میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ بھجوا دیا۔ جب قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ھُرْمُزَان کو اس کا اپنا ریشمی لباس پہنایا جس پر سونے کا کام ہوا ہوا تھا۔ قیدی تھا لیکن اس کو لباس پہنا دیا جو بڑا شان والا لباس تھا۔ اس کے سر پر ہیروں سے جڑا ہوا تاج رکھا گیا تا کہ حضرت عمرؓ اور مسلمان اس کی اصل ہیئت کو دیکھ لیں۔ یہ بتانے کے لیے کہ دیکھو اتنے بڑے سردار کو ہم نے زیر کیا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ مسجد میں ہیں۔ وہ جب مسجد میں پہنچے تو حضرت عمرؓ اپنی پگڑی پر سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے۔ ھُرْمُزَان نے پوچھا عمر کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ سو رہے ہیں۔ اس وقت مسجد میں آپ کے علاوہ اَور کوئی بھی نہیں تھا۔ ھُرْمُزَان نے پوچھا ان کے پہرے دار اور دربان کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا ان کو کسی پہرے دار، درباری، کاتب اور دیوان کی ضرورت نہیں ہے۔ ھُرْمُزَان نے بے ساختہ کہا کہ یہ شخص ضرور کوئی نبی معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ نبی تو نہیں مگر انبیاء کے طریق پر ضرور ہیں۔ حضرت عمرؓ لوگوں کی باتوں سے بیدار

ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ھُرْمُزَان ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اور اس کے لباس کو بغور دیکھا اور کہا میں آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ قافلہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ ھُرْمُزَان ہے اس سے بات کر لیں۔ آپؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنا زرق برق لباس اور زیورات اتار دے۔ تو اس کے تمام زیورات اور شاہانہ لباس کو اتار دیا گیا۔ ہُرْمُزَان سے گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا عہد شکنی اور دھوکا دہی کا انجام دیکھا ہے۔ جو جنگ ہوئی تھی یا اس کے ساتھ لڑائی ہو رہی تھی، اس کی عہد شکنی کی وجہ سے ہو رہی تھی اور دھوکا دینے کی وجہ سے ہو رہی تھی۔ اس نے کہا جاہلیت میں جب خدا ہم دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہ تھا تو ہم تم پر غالب تھے مگر اب خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے اس لیے اب تم غالب ہو۔ ھُرْمُزَان نے حضرت عمرؓ کو یہ جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم اس وجہ سے غالب تھے کہ تم میں اتحاد تھا اور ہم میں افتراق تھا۔ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ تم لوگ اکٹھے تھے اور ہم میں افتراق تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ہُرْمُزَان سے پوچھا۔ تم نے بار بار عہد شکنی کی اب تم کیا عذر کرتے ہو؟ جیسا کہ میں نے کہا مسلمانوں نے ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان سے جنگ کی تھی کیونکہ وہ لوگ جو تھے وہ پُرامن ہمسائے کے طور پر رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ھُرْمُزَان نے کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ آپ مجھے یہ بتانے سے پہلے ہی قتل نہ کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا ڈرو نہیں۔ اس پر ھُرْمُزَان نے پانی مانگا تو اس کے لیے ایک پرانے پیالے میں پانی لایا گیا۔ ھُرْمُزَان نے کہا کہ میں اس طرح کے پیالے میں پانی نہیں پیوں گا خواہ میں پیاسا ہی مر جاؤں۔ چنانچہ اسے اس کے شایان شان برتن میں پانی دیا گیا تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ ھُرْمُزَان نے کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ جب میں پانی پی رہا ہوں گا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک تو پانی پی نہ لے تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ یہ سن کر اس نے پانی زمین پر گرا دیا۔ ہوشیار تھا، اس نے کہا اچھا پانی پینا اگر شرط ہے تو مسلمان تو وعدے کے پکے ہیں۔ تو اس نے کہا میں پانی پیتا ہی نہیں اور پانی زمین پہ گرا دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اسے دوبارہ پانی دو اور اسے پیاسا قتل نہ کیا جائے۔ سزا تو اس کی یہی تھی عہد شکنی اور فتنہ و فساد اور مسلمانوں سے جنگ۔ ھُرْمُزَان نے کہا مجھے پانی کی پیاس نہیں تھی میں تو اس طرح امان حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آخر وہ سچ بول پڑا۔ اس کے بعد ھُرْمُزَان نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ حضرت عمرؓ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کر دیا۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 422 تا 425 دار المعرفہ بیروت 2007ء)
(ماخوذ از الاخبار الطوال از علامہ ابو حنیفہ دینوری صفحہ 188 تا 190 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)
(فتوح البلدان صفحہ 536 مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت 1987ء)
(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 19، جلد 2 صفحہ 34۔ دار صادر بیروت 1977ء)

عِقْدُ الْفَرِید میں لکھا ہے کہ جب ھُرْمُزَان کو حضرت عمرؓ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا تو آپؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن ھُرْمُزَان نے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ جب اسے قتل کیا جانے لگا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپؓ مجھے پانی پلا دیں۔ حضرت عمرؓ نے پانی پلانے کا حکم دیا۔ جب پانی کا برتن اس کے ہاتھ میں رکھا گیا تو اس نے حضرت عمرؓ سے کہا کیا میں پانی پینے تک امن میں ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا

ہاں۔ اس پر ھُرْمُزَان نے پانی کا برتن ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا کہ آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تجھے کچھ مہلت دیتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ تُو کیسے عمل کرتا ہے۔ جب اس سے تلوار دور کر دی گئی تو ھُرْمُزَان نے کہا کہ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ھُرْمُزَان سے پوچھا کہ تُو پہلے کیوں نہ ایمان لے آیا۔ اس پر ھُرْمُزَان نے کہا کہ اے امیر المومنین! مجھے ڈر تھا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ میں تلوار کے ڈر سے، کیونکہ تلوار میرے سر پر رکھی ہوئی تھی، اس کے ڈر سے مسلمان ہوا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ ھُرْمُزَان سے ایران پر لشکر کشی میں مشورہ کیا کرتے تھے اور اس کی رائے کے مطابق عمل کیا کرتے تھے۔ (العقد الفريد جلد دوم صفحه 144 مطبوعه دار ارقم بيروت 1999ء)

پھر وہ حضرت عمرؓ کا مشیر بھی بن گیا۔

یہ بھی شبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت میں ھُرْمُزَان کا ہاتھ تھا۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 135)

لیکن حضرت مصلح موعودؓ اس شبہ کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ قصاص کی آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مسلمان لایا گیا جس نے ایک مُعَاہِد کافر کو جو اسلامی حکومت کی رعایا بن چکا تھا قتل کر دیا تھا۔ جس سے معاہدہ ہوا ہوا تھا، عہد ہوا ہوا تھا اس کا قتل کر دیا تھا تو آپؐ نے اس کے قتل کیے جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں عہد پورا کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ عہد کی نگہداشت کرنے والا ہوں۔ جس سے عہد کیا اس کو کیوں قتل کیا، اس لیے سزا ہے۔ مسلمان کو بھی قتل کیا گیا۔ اسی طرح طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت روایت کی ہے کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تو آپ نے اس مسلمان کے قتل کیے جانے کا حکم دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ: لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ کہ کوئی مومن کسی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا مگر ساری حدیث دیکھنے سے بات حل ہو جاتی ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ: لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ۔

اس حدیث کا یہ دوسرا فقرہ کہ: وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ

اس کے معنوں کو حل کر دیتا ہے کہ اگر اس کے یہ معنے ہوں کہ کافر کے بدلہ میں مسلمان نہ مارا جائے تو پھر ذُوْ عَهْدٍ کے یہ معنے کرنے ہوں گے کہ: وَلَا ذُوْ عَهْدٍ بِكَافِرٍ

کہ کسی ذو عہد کو بھی کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے۔ حالانکہ اسے کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ پس یہاں کافر سے مراد محارب کافر ہے نہ کہ عام کافر۔ جنگ کرنے والے کافر (مراد) ہیں نہ کہ عام کافر۔ تبھی فرمایا کہ ذمی کافر بھی محارب کافر کے بدلہ میں نہیں مارا جائے گا۔

اب ہم صحابہ کا طریق عمل دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ بھی غیر مسلم کے قاتل کو قتل کی سزا ہی دیتے تھے۔ چنانچہ طبری میں قُمَاذْبَان بن ھرمزان اپنے والد کے قتل کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ھُرْمُزَان ایک

ایرانی رئیس اور مجوسی المذہب تھا اور حضرت عمر خلیفہ ثانیؓ کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا شبہ اس پر کیا گیا۔ اس پر بلا تحقیق جوش میں آکر عُبَیْدُ اللہ بن عمر نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ کہتا ہے کہ ایرانی لوگ مدینہ میں ایک دوسرے سے ملے جلے رہتے تھے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوسرے ملک میں جاکر وطنیت نمایاں ہو جاتی ہے تو ایک دن فیروز جو حضرت عمرؓ کا قاتل تھا، میرے باپ سے ملا اور اس کے پاس ایک خنجر تھا جو دونوں طرف سے تیز کیا ہوا تھا۔ میرے باپ نے اس خنجر کو پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تُو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے یعنی یہ ملک تو امن کا ملک ہے اس میں ایسے ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے اونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے تو اس وقت کسی نے ان کو دیکھ لیا اور جب حضرت عمرؓ مارے گئے، شہید کیے گئے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خود ہرمزان کو یہ خنجر فیروز کو پکڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اِس پر ھُرْمُزَان کا بیٹا کہتا ہے کہ عُبَیْدُ اللہ جو حضرت عمرؓ کے چھوٹے بیٹے تھے انہوں نے جاکر میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور عُبَیْدُ اللہ کو پکڑ کر میرے حوالے کر دیا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! یہ تیرے باپ کا قاتل ہے اور تُو ہماری نسبت اس پر زیادہ حق رکھتا ہے۔ پس جا اور اس کو قتل کر دے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور شہر سے باہر نکلا۔ راستہ میں جو شخص مجھے ملتا میرے ساتھ ہو جاتا لیکن کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ وہ مجھ سے صرف اتنی درخواست کرتے تھے کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ پس میں نے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا میرا حق ہے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں تمہارا حق ہے کہ اسے قتل کر دو اور پھر عُبَیْدُ اللہ کو برا بھلا بھی کہنے لگے کہ اس نے ایسا برا کام کیا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کو حق ہے کہ اسے مجھ سے چھڑا لو؟ انہوں نے کہا نہیں ہرگز نہیں اور پھر عُبَیْدُ اللہ کو برا بھلا کہا کہ اس نے بلا ثبوت اس کے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ اس پر میں نے خدا اور ان لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا۔ اتنی سفارشیں جب ہو گئیں۔ پوچھ لیا، سوال جواب ہو گئے تو کہتے ہیں میں نے اللہ اور اس کے لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے مجھے اس خوشی میں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور خدا تعالیٰ کی قسم! میں اپنے گھر تک لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پہنچا اور انہوں نے مجھے زمین پر قدم تک نہیں رکھنے دیا۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ صحابہ کا طریق عمل بھی یہی رہا ہے کہ وہ غیر مسلم کے مسلم قاتل کو سزائے قتل دیتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خواہ کسی ہتھیار سے کوئی شخص مارا جائے وہ مارا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کو گرفتار کرنے والی اور اس کو سزا دینے والی حکومت ہی ہوتی ہے۔ گو یہاں بھی یہ ہے کہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن اگر یہ غیر مسلم بھی ہو تب بھی یہ ساری جو پچھلی باتیں بیان ہوئی ہیں ان سے بھی یہی لگتا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک ہو جیسا مسلمان کے قاتل کے ساتھ ہو گا۔ خاص طور پہ جب معاہدہ ہوا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کو گرفتار کرنے والی اور اس کو سزا دینے والی حکومت ہی ہے۔ ہر شخص نہیں دے سکتا حکومت دیتی ہے کیونکہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ عُبَیْدُ اللہ بن عمر کو گرفتار بھی حضرت عثمانؓ نے ہی کیا تھا اور اس کو قتل کرنے کے لیے ھرمزان کے بیٹے کے سپرد بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ نہ ھُرْمُزَان کے کسی وارث نے اس پر مقدمہ چلایا اور نہ اس نے گرفتار کیا۔ حضرت خلیفۃ ثانیؓ فرماتے ہیں کہ

اس جگہ اس شبہ کا ازالہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کو سزا دینے کے لیے آیا مقتول کے وارثوں کے سپرد کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے کیا یا خود حکومت کو سزا دینی چاہیے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ معاملہ ایک جزوی معاملہ ہے اس لیے اس کو اسلام نے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق عمل کرنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ قوم اپنے تمدن اور حالات کے مطابق جس طریق کو زیادہ مفید دیکھے اختیار کر سکتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں طریق ہی خاص خاص حالات میں مفید ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 359 تا 361)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ چلے گا۔ اس وقت میں کچھ مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں اور پھر ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

ان میں سے **پہلا ذکر مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ** کا ہے جو محمد سعید صاحب کی اہلیہ تھیں اور حضرت الحاج حافظ ڈاکٹر سید شفیع صاحب محقق دہلوی کی بیٹی تھیں۔ گذشتہ دنوں 88 سال کی عمر میں پاکستان میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کے والد حضرت الحاج حافظ ڈاکٹر سید شفیع احمد محقق دہلویؓ تھے۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ بہترین مناظر، محقق اور اعلیٰ پائے کے صحافی تھے۔ دہلی سے سولہ اخبارات انہوں نے شائع کیے۔ حضرت سید شفیع احمد صاحب نے بارہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ برصغیر کے معروف صوفی شاعر اور بزرگ خواجہ میر درد کی نسل میں سے تھے۔ اور اس لحاظ سے حضرت میر ناصر نوابؓ کے عزیزوں میں سے تھے۔ حضرت سید شفیع احمد صاحبؓ رشتہ میں حضرت اماں جانؓ کے بھانجے تھے۔ 1957ء میں مکرم محمد سعید احمد سب انجینئر لاہور چھاؤنی کے ساتھ ان کی شادی ہوئی اور ان کی بیٹی خالدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میری نانی نے والدین کا رشتہ کرتے ہوئے شرط تقویٰ کو مدّ نظر رکھا۔ محض یہ دیکھا کہ لڑکا بائیس تئیس سال کی عمر میں ایسا قائد ہے جس کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک نیم مردہ جماعت تھی جس میں زندگی کی روح پھونک دی گئی اور اس خدمت کا سہرا ان کے قائد محمد سعید احمد اور ان کے چار پانچ مددگاروں پر ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی خدمت خلق کا ذکر کیا کہ پچھلے سیلاب کے موقع پر انہوں نے غیر معمولی طور پر کام کیا۔ پس اس لحاظ سے وہ خاص طور پر تعریف کے قابل ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے نسیم سعید صاحبہ کے خاوند کی بڑی تعریف کی تھی اور اسی چیز کو مدّ نظر رکھتے ہوئے نسیم سعید صاحبہ کی والدہ نے ان کا رشتہ بھی ان سے کیا۔ نسیم سعید صاحبہ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ دینی خدمات کا سلسلہ ان کا 1954ء میں شروع ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت سیدہ چھوٹی آپا کے ساتھ کام سے شروع کیا اور 2015ء تک تقریباً 61 سال یہ جاری رہا۔ سعید صاحب کیونکہ فوج میں تھے اور ان کی ٹرانسفر ہوتی رہتی تھی اس لیے مختلف شہروں میں یہ بھی ان کے ساتھ جاتی تھیں اور وہاں مختلف شہروں میں ان کو خدمات کا موقع ملا اور خود بھی یہ بڑی پڑھی لکھی اور صاحب علم خاتون تھیں۔ بیس کے قریب ان کی تصنیفات ہیں جن میں انبیاء کے متعلق کہانیاں بھی ہیں اور بزرگوں کے بارے میں بھی بہت ساری کتابیں انہوں نے لکھی ہیں۔ ان کی بیٹی حامدہ غفور منان کہتی ہیں کہ میری والدہ عبادت گزار، عالم باعمل، اخلاص و وفا، ایثار و قربانی، محبت و شفقت اور انکسار کا پیکر تھیں۔ ہمیشہ ان کو

سوز و گداز سے دعائیں کرتے دیکھا۔ تہجد، نوافل اور نمازوں کا التزام کرتے دیکھا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے لے کر اب تک انہوں نے چار خلفاء کے ساتھ ذاتی تعلق رکھا اور ان کو جماعت کی خدمت کی توفیق بھی ملتی رہی۔ یہاں مجھ سے ملاقات تو ان کی نہیں ہوئی تھی لیکن خط و کتابت کے ذریعہ سے یہ ہمیشہ اپنا اظہار کرتی تھیں۔ ان کے بچوں نے بھی یہی لکھا ہے اور خود مجھے بھی جب ان کے خط آتے تھے تو ان کے خطوط میں غیر معمولی اظہار ہوتا تھا۔ صرف باتوں کی حد تک نہیں بلکہ حقیقت میں نظر آتا تھا کہ خلافت کے ساتھ ان کا اخلاص اور وفا کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی اس تعلق کو قائم کرنے کی توفیق دے۔

ان کے بڑے بیٹے خالد سعید صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں صرف یہ کہا کرتی تھیں کہ تعلق باللہ پر ہمیشہ قائم رہو کہ تعلق باللہ ایسا ہو جیسے اللہ آپ کے سامنے دوست کی طرح ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچا عشق کرو۔ خود بھی کیا اور بچوں کو کہا یہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت سے گہری روحانی وابستگی خود بھی رکھی اور بچوں کو نصیحت کی۔ خلافت سے گہرا تعلق، مکمل اطاعت خود بھی کی اور ہمیں بھی سکھائی۔ جماعت کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ چھوٹی عمر سے ہی نمازوں اور اسلامی باتوں پر باقاعدہ عمل کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں اور ہمیں اس کی عادت ڈالی۔ راہ چلتے خدمت خلق کرتیں اور کہا کرتی تھیں لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو۔ مالی قربانی کی طرف خاص توجہ تھی۔ مالی قربانی کرنے کے بعد پھر گھر کا خرچ چلاؤ۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتیں اور اس کی ہمیں بھی تلقین کرتیں۔ صلہ رحمی اور ہر امیر غریب رشتہ داروں سے مضبوط جو تعلق رکھنا ان کا خاص امتیاز تھا اور ہمیں بھی اس کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ دعوت الی اللہ کے لیے ہمہ تن تیار رہتی تھیں۔ تہجد پڑھنے کی ہمیں بار بار تلقین کرتیں۔ علم بڑھانے کے لیے ہم سے درس دلواتی تھیں اور یہی کہا کرتی تھیں کہ ہر وقت مسکراتے رہو اور کسی کا برا نہ چاہو۔ مہمان نوازی اور اکرام ضیف کوٹ کوٹ کر ان میں بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا **ذکر داؤد سلیمان بٹ صاحب جرمنی** کا ہے جو 46 سال کی عمر میں کینسر کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے پڑدادا حضرت عبدالحکیم بٹ صاحب کے ذریعہ احمدیت ان کے خاندان میں آئی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔ آپ کی اہلیہ سمیرا داؤد صاحبہ کہتی ہیں۔ ہمیشہ جماعت کی خدمت کرنے کے لیے تیار رہتے۔ یہی کوشش ہوتی کہ کسی طرح جماعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ حقیقی معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے انسان تھے۔ سب جاننے والوں کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی اور صدقہ و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور ہر وقت خدمت کے لیے تیار رہنے والے تھے۔ یہاں جرمنی میں حفاظت خاص کی ڈیوٹی دیا کرتے تھے اور ان کی ٹیم کے جو ممبران ہیں انہوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ بڑی بشاشت سے اور پوری ذمہ داری سے ڈیوٹی ادا کیا کرتے تھے اور ایک خوبی ان کی یہ تھی کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے قرآن کریم کی

تلاوت کیا کرتے تھے۔ یہ میں نے بھی دیکھا ہے کہ بڑی خوش اسلوبی سے انہوں نے ہمیشہ ڈیوٹی ادا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے اور ان کے بچوں کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر **زاہدہ پروین صاحبہ اہلیہ غلام مصطفیٰ اعوان صاحب** ڈھپئی ضلع سیالکوٹ کا ہے جو 61 سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی بیٹی ہبۃ الکلیم صاحبہ جو ہمارے مبلغ جمیل تبسم بشکر تستان رشیا کی اہلیہ ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میری والدہ اللہ کے فضل سے پیدائشی احمدی تھیں۔ موصیہ تھیں۔ ان کے گھر اور خاندان میں احمدیت ان کے والد اور والدہ کے دادا دیوان بخش صاحب اعوان کے ذریعہ سے آئی تھی۔ کہتی ہیں میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی بھی تہجد کی نماز کو ضائع ہوتے نہیں دیکھا اور بچوں کو بھی ہمیشہ اس بات کی تلقین کرتیں کہ جماعت اور خلافت احمدیہ سے ہمیشہ والہانہ عقیدت رکھو۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ تین داماد ان کے واقف زندگی ہیں اور دو بیٹیاں جو مبلغین سے بیاہی ہوئی ہیں اپنے خاوندوں کے ساتھ ملک سے باہر تھیں اس لیے آخری وقت میں اپنی والدہ کے پاس نہیں آسکیں، دیکھ نہیں سکیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی نیکیاں ان کی اولاد کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر **رانا عبدالوحید صاحب لندن** ولد چودھری عبدالحی صاحب تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کا ہے۔ 26/ جون کو ان کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا تو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے اور انصار اللہ میں انہوں نے بڑی تن دہی سے کام کیا۔ اس کے علاوہ مسجد فضل کے سیکرٹری مال اور سیکرٹری ضیافت کے طور پر بھی خدمت انجام دے رہے تھے۔ بڑے محنتی کارکن تھے اور بڑی خوشی سے تمام خدمات کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی، لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر **الحاج میر محمد علی صاحب سابق امیر جماعت بنگلہ دیش** کا ہے۔ یہ 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ مقامی اور نیشنل جماعت میں کئی عہدوں پر فائز رہے۔ 1997ء سے 2003ء تک بطور نیشنل امیر بنگلہ دیش خدمت کی توفیق پائی۔ پھر سیکرٹری رشتہ ناطہ اور سیکرٹری تبلیغ کی ذمہ داری سرانجام دی۔ 2013ء سے آخر دم تک بطور امیر جماعت ڈھاکہ خدمت بجالاتے رہے۔ ان کے دور امارت میں بنگلہ دیش جماعت نے کافی ترقی کی ہے، خاص طور پر جماعت کی جائیداد اور تعمیرات کا بڑا کام ہوا ہے۔ مرکزی مشن ہاؤس بھی انہوں نے بنوایا تھا۔ پھر مساجد وغیرہ بھی بہت بنوائیں۔ بہت نیک، مخلص، دیندار، تہجد گزار، ہمدرد، دعا گو، مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے، بہت ہی غریب پرور، نافع الناس وجود تھے۔ خلافت کے شیدائی اور جماعت کے فعال خادم تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد ان سب کے جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20/ اگست 2021ء جلد 28 شمارہ 67 صفحہ 05 تا 10)

32

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06/ اگست 2021ء بمطابق 06/ ظہور 1400 ہجری شمسی
بمقام حدیقۃ المہدی آلٹن، (ہمپشائر)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج ان شاء اللہ جلسہ سالانہ برطانیہ شروع ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ان دنوں میں جلسہ کے ہر لحاظ سے بابرکت انعقاد کے لیے بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ان دنوں میں خالص دینی ماحول بھی رکھے اور شاملین کے دلوں کو نیکی اور تقویٰ میں زیادہ کرے۔ گو آج کل جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے یہاں شامل ہونے والوں کی تعداد بہت محدود ہے لیکن گھروں میں اور مجھے بتایا گیا ہے کہ بعض جگہ جماعتی انتظام بھی ہے اس کے تحت مساجد میں یا جہاں ہال میسر ہیں وہاں ہالوں میں جلسہ سنا جائے گا۔ بہرحال جو بھی اس طرح جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں وہ بھی اس سوچ کے ساتھ جلسہ میں شامل ہوں کہ گویا وہ جلسہ گاہ میں ہی ہیں اور تینوں دن پروگراموں کو سنیں اور دعاؤں میں گزاریں۔

اس سال اس طرح جلسہ کا انعقاد انتظامیہ کے لیے بھی ایک نیا تجربہ ہے اور شامل ہونے والوں کے لیے بھی۔ انتظامیہ کو جو بعض سہولتیں مہمانوں کے آرام کے لیے مہیا ہوتی تھیں وہ اس سال مہیا نہیں ہو سکیں۔ اس خیال میں رہے کہ مل جائیں گی لیکن نہیں مل سکیں اس لیے مہمان یا شاملین جلسہ بھی ان حالات کو سمجھتے ہوئے جہاں بھی انتظامیہ سے انتظامات میں کمیاں رہ گئی ہیں ان سے صرفِ نظر کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد حالات بہتر کرے اور پھر جلسہ اپنی پہلی شان کے ساتھ منعقد ہو سکے۔ بعض لوگوں کو شکوہ ہے کہ ہمیں جلسہ میں بعض شرائط کی وجہ سے شامل نہیں ہونے دیا گیا یا بعض جگہ شاملین کا جو انتخاب ہوا ہے وہ صحیح نہیں۔ بہرحال انتظامیہ اس معاملے میں اپنا عذر پیش کرتی ہے۔ یعنی بعض مقامی جماعتوں کی انتظامیہ یہ عذر پیش کرتی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ عذر صحیح ہے یا غلط؛ افراد جماعت سے یہی کہوں گا کہ یہاں بھی صَرفِ نظر سے کام لیں اور سمجھیں کہ پہلے تجربے کی وجہ سے بعض غلطیاں ہو گئی ہوں گی اس لیے معاف کر دیں اور کسی قسم کی رنجش دل میں نہ لائیں۔

اس بات کے بعد میں جلسہ اور مہمان نوازی کے حوالے سے بعض باتیں کروں گا۔ عموماً جلسہ والے دن کے خطبہ میں مَیں مہمانوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں یا بعض انتظامی باتیں کرتا ہوں اور جلسہ سے ایک جمعہ پہلے کا جو خطبہ ہے اس میں میزبانوں اور مہمان نوازی کرنے والوں، ڈیوٹی دینے والوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں کچھ کہتا ہوں۔ لیکن کیونکہ **اس دفعہ پہلے ڈیوٹی دینے والوں کی ذمہ داریوں کے متعلق**

کچھ نہیں کہا اس لیے آج دونوں کے لیے کچھ باتیں کہوں گا۔

پہلی بات تو میزبانوں کو یہ کہنی چاہتا ہوں، ڈیوٹی دینے والوں کو یہ کہنی چاہتا ہوں کہ حالات کی وجہ سے **مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں ہونی** چاہیے۔ اس دفعہ چھ سات ہزار مہمان جو بیرونی ممالک سے آتے تھے وہ تو نہیں آرہے۔ ملک کے اندر سے ہی مختلف شہروں سے آنے والے مہمان ہوں گے اور ہیں بھی بہت کم تعداد میں۔ اس لیے اس بات کو آسان سمجھ کر relax نہ ہو جائیں۔ اگر کہیں کوئی کمی رہ جائے تو جو قریب کے مہمان ہوتے ہیں، تعلق رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کو زیادہ شکوہ پیدا ہو جاتا ہے اس لیے بڑی احتیاط سے اور توجہ سے ہر ایک کی مہمان نوازی کریں۔ کسی قسم کی کمی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں تک برطانیہ کے جلسہ کے کارکنان کا تعلق ہے جیسا کہ کل میں نے کارکنوں کی inspection کے دوران بھی کہا تھا کہ ہر طبقے کے کارکن، ناصرات میں سے بھی، لجنہ میں سے بھی، اطفال میں سے بھی، خدام میں سے بھی، انصار میں سے بھی اپنی ڈیوٹیوں اور اپنے کام میں بہت ماہر ہو چکے ہیں اور بڑا کام سنبھال لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نئے شامل ہونے والے بچوں اور بچیوں کو بھی وہ اچھی طرح کام سکھا سکتے ہیں اس لیے اس لحاظ سے تو کوئی فکر نہیں کہ کام آتا نہیں۔ جلسہ کے ہر شعبہ میں بڑی گہرائی سے دیکھ کر کام کرنے والے کارکن موجود ہیں اور کر سکتے ہیں لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ مومن کو یاددہانی کرواتے رہنا چاہیے یہ اس کے لیے فائدہ مند ہے اور پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ جلسہ کا انتظام مختصر ہے۔ بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ اعتماد کہ یہ جلسہ تو تھوڑی سی تعداد میں ہو رہا ہے اسے تو ہم سنبھال ہی لیں گے، بعض امور میں لاپروائی کی وجہ سے پھر کمی رہ جاتی ہے، خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور جو نئے ڈیوٹیوں میں شامل ہونے والے ہیں وہ اس سے غلط پیغام بھی لے سکتے ہیں۔ پس مہمانوں کے آرام کے لیے بھی اور نئے آنے والوں کو سکھانے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ چاہے انتظام اتنا وسیع نہیں ہے لیکن پھر بھی ہر شعبہ کا ہر کام بہت اہم ہے اور خاص طور پر آج کل موسم بھی کافی خراب ہے اس لیے بھی بعض شعبہ جات کو بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہر ڈیوٹی دینے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مہمان کم ہیں یا زیادہ، جلسہ پر آنے والے مہمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں اور ان کی ہمیں حتی الوسع پوری خدمت کرنی چاہیے۔ مہمان نوازی ایک ایسا خلق ہے جو انبیاء اور ان کی جماعتوں کا ایک خاص وصف ہے۔ پس دینی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہمارے اندر مہمان نوازی کی صفت ایک خاص رنگ رکھتی ہو اور یہ جو وصف ہے یہ اَور نمایاں ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی جب زیادہ مہمان آنے شروع ہو گئے تو آپؐ صحابہ میں مہمان بانٹ دیا کرتے تھے اور صحابہ بڑی خوشی سے مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور جب صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہمانوں سے ان کی رات گزرنے اور صحابہ کی مہمان نوازی کے بارے میں پوچھتے تھے، حال احوال پوچھتے تھے، خدمت کا حال پوچھتے تھے تو ہر ایک کا یہی جواب ہوتا تھا کہ ہم نے ایسی خدمت کرنے والے میزبان نہیں دیکھے جنہوں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 357 حدیث 15644 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ اسوہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی وجہ سے صحابہ نے ہمارے سامنے اور ہمارے لیے قائم فرمایا اور اس زمانے میں جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے تو آپ علیہ السلام نے بھی ہمیں اس نمونے پر چلنے کی تلقین فرمائی جس کے نمونے صحابہؓ نے قائم فرمائے تھے۔

ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے افراد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ **میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے اور سَبّ و شتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے** یعنی مہمان اگر سخت الفاظ استعمال کرے اور سختی سے پیش آئے، رویہ ٹھیک نہ ہو تو تب بھی اسے گوارا کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 91)

گو یہاں آپؑ نے غیر مہمانوں کے بارے میں یہ نصیحت فرمائی تھی لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مہمان کوئی بھی ہو، احمدی مہمان بھی ہو تب بھی ایک میزبان کا کام ہے کہ عمدہ اخلاق سے کام لیا جائے اور سختی کا جواب سختی سے نہ دیں۔ اپنے ہوں یا غیر، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی کے ہمیں غیر معمولی نمونے ملتے ہیں۔ اپنوں سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر معمولی مہمان نوازی کا اظہار فرمایا ہے اور کیوں نہ ہو۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی وہ اعلیٰ اخلاق قائم فرمانے تھے جس سے اسلام کی خوبصورت تصویر ہمارے سامنے آئے اور وہ ہم دنیا کو پیش کر سکیں۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ لاہور سے قادیان آیا۔ مجھے حضرت صاحبؑ نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو اس وقت تک ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ ابھی بھی چھوٹی مسجد ہے لیکن اس وقت بہت ہی چھوٹی تھی، ایک کمرے کے برابر۔ پھر فرمایا آپ بیٹھیے۔ میں آپ کے لیے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپؑ اندر تشریف لے گئے۔ مفتی صاحبؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے لیکن چند منٹ کے بعد جب کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لیے کھانا لائے ہیں۔ ایک ٹرے میں کھانا رکھ کر میرے لیے کھانا لے کے آئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا آپ کھانا کھائیے مَیں پانی لاتا ہوں۔ مفتی صاحبؓ کہتے ہیں کہ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرتؑ ہمارے مقتدا اور پیشوا ہو کر ہمارے لیے یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیے۔

(ماخوذ از ذکر حبیب۔ صفحہ 327۔ مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ مطبوعہ قادیان)

ایک مرتبہ بستروں کی کمی ہو گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا بستر بھی مہمانوں کو دے دیا بلکہ گھر کے سارے بستر دے دیے اور خود ساری رات بغیر بستر کے تکلیف میں گزاری لیکن کسی کو احساس نہیں ہونے دیا کہ مجھے تکلیف ہے۔ (ماخوذ از اصحابِ احمد جلد چہارم صفحہ 180 روایت نمبر 76 مطبوعہ ربوہ)

یہ ہے مہمان نوازی کے لیے اصل قربانی۔ بعض دفعہ بعض لوگ قربانی کر دیتے ہیں لیکن یہ جتا بھی دیتے ہیں کہ مجھے اس قربانی کی وجہ سے کتنی تکلیف ہوئی۔

ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کے لیے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمان کو آرام دیا جائے۔ فرمایا: مہمان کا

دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اس سے پیشتر میں نے یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ خود بھی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتا تھا تو پتہ لگ جاتا تھا کیسی مہمان نوازی ہو رہی ہے۔ کھانا وافر ہے، کتنا ہے، ہر ایک کو ملا بھی ہے کہ نہیں لیکن فرمایا کہ جب سے بیماری کی وجہ سے مجھے پرہیزی کھانا پڑا تو پھر وہ التزام نہ رہا اور ساتھ ہی ایک اَور وجہ بھی بن گئی کہ مہمانوں کی کثرت اس قدر ہو گئی کہ جگہ کافی نہیں ہوتی تھی۔ مشکل ہوتا تھا کہ ایک جگہ بیٹھ کے سارے کھانا کھالیں۔ مختلف جگہوں پر کھانا serve کیا جاتا ہو گا یا باری باری دیا جاتا ہو گا۔ اس لیے بمجبوری علیحدگی ہوئی۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 406)

پھر آپؑ نے لنگر خانے کے انچارج کو ایک مرتبہ فرمایا جبکہ بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے۔ دیکھو! بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاحترام جان کر خدمت کرو۔ پس میزبان کے لیے سب مہمان مہمان ہیں۔ کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کرنا۔ یہ نہیں کہ فلاں عہدے دار ہے یا فلاں میرا واقف ہے تو اس کی زیادہ خدمت کروں، اس سے زیادہ بہتر سلوک کروں۔ سب کو مہمان سمجھ کر برابر خدمت کرو۔ ہر مہمان سے عزت و احترام کا سلوک رکھنا چاہیے۔ یہی مہمان نوازی کی جڑ ہے۔ آپؑ نے انہیں فرمایا کہ تم پر میرا حسن ظن ہے کہ مہمانوں کو آرام دیتے ہو ان سب کی خوب خدمت کرو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 226)

پس یہ وہ حسن ظن ہے جو آج بھی سب خدمت کرنے والوں پر ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثریت خدمت کرنے والے اس حسن ظن پر پورے اترنے والے ہیں اور جن میں کوئی کمی ہے وہ خود اپنے جائزے لیں اور دیکھیں کہ کس طرح وہ اپنی کمیاں دور کر سکتے ہیں اور کمی دور کر کے مہمان نوازی کے معیار کو بڑھا سکتے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ بعض شعبہ جات کے کارکنان کو بعض مہمانوں کی طرف سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن ہمارا کام ہے کہ خوش خلقی کو کبھی نہ چھوڑیں۔ اس کا مظاہرہ کریں۔ مہمان جو چاہے کہہ دے ہر کارکن نے اپنے پہ یہ فرض کر لینا ہے کہ اب اپنے اعلیٰ اخلاق ہی دکھانے ہیں۔ اس مرتبہ شاید محدود تعداد ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ کا کارکنان کو سامنا نہ کرنا پڑے یا کارکنوں کا خیال ہو گا کہ نہیں کرنا پڑے گا لیکن کارکن جب بعض پابندیوں کی طرف مہمانوں کو توجہ دلائیں گے تو ہو سکتا ہے بعض مہمان برا بھی مان جائیں۔ جیسے ماسک پہن کے رکھنا ہے۔ اس طرف کارکنان توجہ دلائیں گے۔ فاصلہ دے کے رکھنا ہے اس طرف توجہ دلائیں گے۔ عام طور پر اس کی ہم پابندی نہیں کرتے۔ کھانا کھاتے ہوئے بعض پابندیوں کا خیال رکھنا ہے۔ لیکن سب باتیں سن کر بھی اگر کوئی سختی سے پیش آتا ہے اور ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتا تو لوگوں کی باتیں سن کر بھی پیار سے ہی اپنی بات مہمانوں کو سمجھائیں۔ عموماً مہمانوں کو بھی اس بات کا ادراک ہے کہ انہوں نے بعض پابندیوں کا خیال رکھنا ہے لیکن بعض لوگ طبعاً بعض باتوں کا جلد برا مان جاتے ہیں اور ایسے چند ایک ہی لوگ ہوتے ہیں جو مسائل پیدا کرتے ہیں اور اگر آگے سے کارکن کا رویہ بھی سخت ہو جائے تو پھر زیادہ بدمزگی پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اس لیے اگر کسی نے سمجھانا بھی ہے کسی کو، کوئی درخواست بھی کرنی ہے، کوئی بات بھی کرنی ہے تو انتہائی صبر اور نرمی سے سمجھائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک مومن کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ مہمان کا احترام کرتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار و الضیف ... حدیث 173)

مومن کی یہ نشانی ہے کہ مہمان کا احترام کرتا ہے۔ پس یہ مومنانہ خصوصیت ہر ایک میں پیدا ہونی چاہیے۔ بارش کی وجہ سے پارکنگ میں، حدیقۃ المہدی میں محدود تعداد میں پارکنگ ہو گی۔ بارش کی وجہ سے گو کہ گراؤنڈز تو ہیں لیکن بارش کی وجہ سے گیلی ہیں اور کاروں کے وہاں slip ہونے یا دھنسنے کا خطرہ ہے۔ اس لیے دوسری جگہ پارکنگ لی گئی ہے جہاں سے بسوں کے ذریعہ سے مہمانوں کو لایا جائے گا۔ یہاں ڈیوٹی والوں کو بڑے آرام اور پیار سے کاروں پہ آنے والوں کو سمجھانا ہو گا۔ بعض لوگ سیدھے آجاتے ہیں اور پھر زور دیتے ہیں کہ ہم آگئے ہیں تو ہمیں اندر آنے دیا جائے۔ بڑے پیار سے انہیں سمجھائیں اور مہمانوں کو بھی ڈیوٹی والوں کی بات کو سمجھنا چاہیے۔ آپس کے تعاون سے ہی کام میں آسانی اور روانی پیدا ہو سکتی ہے۔

پس دونوں طرف سے تعاون ہونا چاہیے۔ مہمان صرف میزبانوں سے امید نہ رکھیں کہ یہی ہماری خدمت پر مامور ہیں اور ہماری ہر بات سنیں اور اس پر عمل کریں بلکہ مہمانوں کو بھی جو قاعدہ قانون بنایا گیا ہے اس کی پابندی کرنی چاہیے تبھی کام صحیح رنگ میں اور روانی سے ہو سکتا ہے۔ مہمان بھی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اسلام نے جہاں میزبان کو مہمان کی عزت و احترام کرنے کی ہدایت کی ہے وہاں مہمانوں کو بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بحیثیت مہمان تمہاری بھی کچھ ذمہ داری ہے۔ اسلام نے واضح بتایا کہ تم مہمان بن کر جب کسی کے پاس جاؤ تو میزبان کی مصروفیات کا بھی خیال رکھو اور اس کے بلانے پر جاؤ یا بتا کر جاؤ۔ ایک طرف میزبان کو ہدایت کی کہ تم نے گھر آئے مہمان سے حسن سلوک کرنا ہے چاہے وہ جب بھی آئے۔ دوسری طرف مہمان کو کہا کہ کسی کے گھر جاؤ تو بتا کر جاؤ۔ اگر بغیر بتائے جاتے ہو اور گھر والا گھر کے اندر آنے سے منع کر دے تو بغیر کسی شکوے کے واپس آ جاؤ۔ جلسے کے مہمانوں پر عموماً یہ بات لاگو نہیں ہوتی لیکن اس سال جیسا کہ میں نے کہا خاص حالات کی وجہ سے ایک عمر کی حد بھی رکھی گئی ہے کہ اس عمر سے اس عمر تک کے لوگ آئیں۔ کم از کم اور زیادہ سے زیادہ عمر کی حد رکھ دی اور پھر بعض دوسری شرائطِ صحت بھی ہیں، شرائط ہیں جو صحت سے متعلقہ ہیں وہ بھی رکھی گئی ہیں اور ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اصول بنایا گیا ہے اور اس لحاظ سے جماعتوں کو کہا گیا ہے کہ منتخب کر کے افراد کو، ان لوگوں کو بھیجیں جو یہ شرائط پوری کرتے ہیں۔ بعض جگہ ہو سکتا ہے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ اس انتخاب میں اونچ نیچ ہو گئی ہو اور بعض لوگوں کو شکوہ پیدا ہوا ہو۔ اسی طرح بعض لوگ نئے اس ملک میں آئے ہیں اور شرائط پوری نہیں کرتے لیکن زور یہ ہے کہ ہمیں ضرور جلسہ میں شامل کیا جائے۔ شاید بعض باہر سے آنے والے کوشش بھی کریں کہ اپنے کسی عزیز کے ساتھ آجائیں یا اپنے علاقے کی انتظامیہ سے ضد کریں کہ ہمیں شمولیت کا پاس دیا جائے تو ان کو خیال رکھنا چاہیے کہ اس طرح نظام کو توڑنے سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کے لیے یہ اصولی ہدایت فرمادی ہے اور بنیادی اخلاق کی راہنمائی کر دی اور حکم دے دیا کہ گھر والوں کی اجازت کے بغیر کسی کے گھر نہ جاؤ اور اگر کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ بغیر کسی

شکوے کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنۡ قِیۡلَ لَکُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا ہُوَ اَزۡکٰی لَکُمۡ (النور: 29)

اور اگر تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔ تمہارے لیے یہ بات زیادہ پاکیزگی والی ہے۔ جلسہ پر آنا اور اس میں شامل ہونے کا ایک بہت بڑا مقصد تو اپنی اصلاح اور اپنے نفس کو پاک کرنا ہے۔ زبردستی شامل ہونے کی بجائے جو طریق مقرر کر دیا گیا ہے اس کی پابندی کرنا زیادہ پاکیزگی والی بات ہے۔ پس بعض لوگ جنہوں نے مجھے بھی پیچھے پڑ کر خط لکھے ہیں یا نظام کو بھی کہہ رہے ہیں وہ لوگ جو بھی انتظام مقرر کر دیا گیا ہے اس کی پابندی کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے اور برا بھی نہیں ماننا چاہیے۔ اس بات کا شکوہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں اور ایسے حالات میں زیادہ تڑپ کر دعا ہوتی ہے اور ہو گی کہ اللہ تعالیٰ حالات جلد معمول پر لائے تا کہ بعض لوگ اپنی خواہش کے مطابق جلسہ میں آزادی سے شامل ہو سکیں۔ قرآنی احکام پر عمل کرنے کے لیے صحابہ کا بھی عجیب طریق تھا۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں سالوں لوگوں کے گھروں میں مختلف وقتوں میں بے وقت صرف اس لیے جاتا رہا کہ کوئی مجھے کہے کہ یہ وقت نہیں ہے۔ اندر آنا منع ہے۔ ہم نہیں مل سکتے۔ گھر میں آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ملاقات نہیں ہو سکتی۔ واپس چلے جاؤ اور کہتے ہیں کہ میری یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے اس طرح کہے تو میں قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کر کے ثواب کمانے والا بن جاؤں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں کسی کے گھر گیا ہوں اور آگے سے مجھے معذرت کر دی گئی ہو۔

(تفسیر الدر المنثور جلد 6 صفحہ 175-176 دار الفکر بیروت 2011ء)

تو دونوں فریق میزبان بھی اور مہمان بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے فرائض پورے کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ عمومی اخلاق کے اپنانے اور قرآن کریم کی ہدایت پر شوق اور جذبے سے عمل کرنے کے ضمن میں مَیں نے یہ بات بتائی اور ایک اصولی ہدایت دی ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اپنی بات منوانے کے لیے کہہ دیتے ہیں یا کہہ دیں گے کہ پھر انتظامیہ کو بھی انکار نہیں کرنا چاہیے۔ عمومی حالات میں انتظامیہ انکار نہیں کرتی اور نہ کرنا چاہیے۔ اگر کرے تو یقیناً مہمانوں کا حق ادا نہیں کرے گی اور اس تعلیم کے خلاف کرے گی جو اسلام کی تعلیم ہے اور جس کی تعلیم پر عمل کرنے پر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاص زور دیا ہے اور اپنے عمل سے مثالیں قائم کی ہیں کہ بے وقت رات گئے مہمان آئے تو اس وقت بھی ان کی مہمان نوازی کا احترام فرمایا۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ جلسہ جن حالات میں ہو رہا ہے یہ خاص حالات ہیں اس میں مجبوراً مہمانوں کو شمولیت سے انکار کیا جا رہا ہے۔ اس لیے بغیر کسی شکوے کے اس پر عمل کر لیا جائے لیکن ساتھ ہی میں ان لوگوں کو یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جن کو دعوت نامہ اور اجازت نامے ملے ہیں کہ سوائے اشد مجبوری کے ضرور جلسہ میں شامل ہوں ورنہ ان کے نہ شامل ہونے سے ان لوگوں کی حق تلفی ہو گی جن کو اجازت نامے نہیں دیے گئے۔ موسم کی خرابی کو عذر نہ بنائیں۔

موسم کی خرابی کی بات ہوئی ہے تو شاملین کو یاد رکھنا چاہیے کہ ربوہ یا قادیان میں سردیوں کے دنوں میں کھلے میں جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ ربوہ میں تو اب پابندیوں کی وجہ سے نہیں ہوتے۔ سالوں سے نہیں ہوئے لیکن ہوا

کرتے تھے اور جب سردیوں میں جلسہ ہوتا تھا تو پھر لوگ بارش کی صورت میں بھی آرام سے بیٹھ کر کسی نہ کسی ذریعہ سے اپنے آپ کو ڈھانک کر جلسہ سنتے تھے۔ یہاں جب اسلام آباد میں جلسے ہوتے تھے تو بارش کی وجہ سے جلسہ گاہ کی مارکی کے باوجود بھی بہت برا حال ہو جاتا تھا۔ نیچے بیٹھنے کے لیے صرف گھاس رکھا جاتا تھا۔ نیچے باقاعدہ کوئی فرش نہیں بنایا جاتا تھا جس طرح اب لکڑی کا بنایا جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک جلسہ میں مَیں شامل ہوا تو بارش کی وجہ سے جلسہ گاہ کے اندر بھی کچھ حصہ میں پانی آ گیا اور زمین گیلی ہو گئی۔ کناروں پر تو پانی کھڑا تھا اور جو لوگ کناروں پہ کھڑے ہو کے نماز پڑھتے تھے ان کے گھٹنے اور ماتھے پانی میں ہوتے تھے یا کیچڑ میں ہوتے تھے۔ خود میرے ساتھ بھی اسی طرح ہوا اور سجدے سے سر اٹھا کر پہلے ماتھا صاف کرنا پڑتا تھا کہ آنکھوں میں پانی یا کیچڑ نہ آ جائے یا گھاس پھوس لگا ہوتا تھا لیکن سب لوگ مَیں نے دیکھا ہے ایک جذبے سے جلسہ میں شامل ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بھی یہ جذبہ ہے اور کہنا چاہیے کہ احمدیوں کی تقریباً اکثریت میں یہ جذبہ موجود ہے لیکن بعض ذرا نازک مزاج بھی ہوتے ہیں یا حالات کی وجہ سے اب زمانے کی دوری کی وجہ سے نازک مزاجی آ گئی ہے ان کے لیے میں کہہ رہا ہوں کہ اگر ان کو آنے کا اجازت نامہ ملا ہے تو وہ ضرور شامل ہوں۔ کسی قسم کا عذر نہ بنائیں۔ پھر یہ بھی ہے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ بعض لوگ عادتاً لڑنے والے ہوتے ہیں، بعض عادتاً شکوہ کرنے والے بھی ہیں اور انتظامیہ پر نکتہ چینی کریں گے کہ یہ انتظام اس طرح ہونا چاہیے تھا اس طرح کیوں نہیں ہوا؟ یا نہ آنے کا بہانہ پیش کریں گے کہ اس وجہ سے ہم نہیں آئے تو بہرحال ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ آج بھی اور کل بھی اور پرسوں بھی جن لوگوں کو دعوت نامے ملے ہیں یا کہنا چاہیے جن لوگوں کو اجازت نامے ملے ہیں وہ ضرور شامل ہوں۔

بعض انتظامی باتیں بھی کر دوں کہ کھانے کی مارکی میں انتظامیہ نے کھانا لیتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے جو فاصلہ رکھنے کی طرف توجہ دلانے کا انتظام کیا ہوا ہے اس کی پابندی کریں۔ جگہ جگہ یہ لکھ کر لگایا ہوا ہے کہ فاصلہ رکھیں لیکن بعض لوگوں کو جو بھی ہدایت لگائی جائے اسے پڑھنے کی عادت نہیں ہے، اس طرف توجہ نہیں کرتے اور پھر یہ بھی آجکل عام حالات میں بھی عموماً دیکھا گیا ہے کہ بعض فاصلہ کا خیال بھی نہیں رکھتے۔ اس لیے کھانے کے وقت بھی اور کھانا لیتے ہوئے بھی اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ فاصلہ رکھنا ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے تو مجبوری ہے کہ ماسک اتارنا پڑتا ہے لیکن کھانا لیتے وقت جب لائن میں ہوں تو ماسک پہن کر رکھیں۔ اسی طرح ڈیوٹی والے کارکنان بھی اس بات کو لازمی بنائیں، یقینی بنائیں کہ ماسک پہن کر ہر وقت رکھنا ہے اور کارکنوں نے اگر ماسک پہننے میں کوئی ڈھیل دکھائی، کمی کی یا پابندی کا خیال نہ رکھا تو پھر مہمان بھی عمل نہیں کریں گے۔ اس لیے ڈیوٹی والے بھی اور مہمان بھی اس بات کو لازمی بنائیں کہ انہوں نے ماسک پہن کر رکھنا ہے چاہے وہ پارکنگ ہے یا غسل خانے ہیں یا راستوں پہ چلنا ہے، جلسہ گاہ ہے یا کھانے کی مارکی ہے۔ جلسہ گاہ میں بھی ماسک پہن کر بیٹھنا ہے۔ ہاں انتظامیہ چیک کرنے کے لیے بعض دفعہ ماسک اتار کر چہرہ دکھانے کا کہے تو پھر اس بارے میں ان سے تعاون کریں۔ اسی طرح اگر انتظامیہ کے زیر انتظام کسی تقریر کے دوران کوئی نعرہ لگتا ہے تو اس بات کو بھی یقینی بنائیں کہ نعرہ لگاتے ہوئے یا اس کا جواب دیتے ہوئے کسی کا ماسک نہ اترے۔ بعض بے احتیاطی کر جاتے ہیں۔ اس دفعہ یہ ایک بالکل نئی بات ہے اس

لیے بہت احتیاط سے اور توجہ سے اس بات کا خیال رکھنا ہو گا۔ اپنے آپ کو بچانے کے لیے بھی اور دوسروں کو بچانے کے لیے بھی ناک اور منہ دونوں ڈھانکنے ضروری ہیں۔ پھر گیٹ میں اندر داخل ہوتے ہوئے دونوں طرح کی چیکنگ ہو گی۔ ایمز کارڈ بھی چیک ہو گا اور شاید ویکسینیشن کا کارڈ اور دوسرا اجازت نامہ بھی دیکھیں، اس کو بھی چیک کریں۔ اس لیے اس لحاظ سے بھی چیک کرنے والوں کی تسلی کروائیں اور کسی قسم کا ایسا اظہار نہ کریں کہ اتنی چیکنگ آپ کو بُری لگی ہے۔ یہ سب احتیاطیں شامل ہونے والوں کے مفاد کے لیے کی جا رہی ہیں۔

پھر ایک اور بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تھوڑی تعداد اور ان سب احتیاطوں کی وجہ سے **سیکیورٹی کے لحاظ سے relax نہ ہو جائیں**۔ اس بارے میں ڈیوٹی کے کارکنان کو بھی اور شامل ہونے والوں کو بھی مکمل طور پر محتاط رہنا چاہیے جیسا کہ پہلے بھی ہدایات ملتی تھیں اور رہتے تھے۔

پھر کھانے کے بارے میں یہ بھی بتا دوں کہ دوپہر کو تو کھانا ان شاء اللہ کھانے کی مارکی میں دیا جائے گا اور وہاں ان باتوں کا خیال رکھیں جو میں نے بتائی ہیں لیکن رات کا کھانا پیک کر کے دیے جانے کا ان کا پروگرام ہے۔ اپنے گھروں میں لے کر جا سکتے ہیں۔ کوشش تو کی جائے گی کہ جتنی جلدی تقسیم ہو سکے کی جائے لیکن اگر کچھ وقت لگ جائے تو پریشان نہ ہوں۔ اسی طرح جلسہ سننے کے بارے میں بھی جو عمومی ہدایت ہر سال ہوتی ہے وہ دوہرا دیتا ہوں کہ جلسہ سنیں اور ایک دوسرے کو لمبے عرصہ کے بعد ملنے کی وجہ سے اِدھر اُدھر بیٹھ کر عزیزوں سے یا دوستوں سے باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں کیونکہ جلسہ کے لیے آئے ہیں تو جلسہ ہی سنیں۔ اس وبا کی وجہ سے بعض لوگ بہت سے ایسے ہوں گے بلکہ کہنا چاہیے جو قریبی بھی ہوں گے ایک دوسرے کے دوست بھی ہوں گے اور مختلف شہروں میں رہنے کی وجہ سے ایک لمبے عرصہ کے بعد مل رہے ہوں گے کیونکہ اس عرصہ میں جماعتی طور پر بھی کوئی فنکشن نہیں ہوئے۔ اس لیے لمبے عرصہ کے بعد یہ ملنا انہیں جلسہ کے پروگرام سننے سے محروم نہ کر دے یا دعاؤں کی طرف توجہ رکھنے سے محروم نہ کر دے۔ جلسہ پر آئے ہیں تو اس سے بھرپور استفادہ کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلسہ کے ایام میں **ذکر الٰہی کی طرف توجہ دلاتے** ہوئے ایک نکتہ بیان فرمایا۔ کہتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جلسہ کے ایام میں ذکر الٰہی کرو اور جب مجالس میں بیٹھے ہوں تو وہاں ذکر الٰہی ہونا چاہیے۔ اس کا فائدہ خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ: اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ۔

کہ اگر تم ذکر الٰہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا ذکر کرنا شروع کر دے گا۔ اب اس بندے جیسا خوش قسمت کون ہے جس کو اپنا آقا یاد رکھے، جس کا ذکر خدا تعالیٰ کرے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمودؓ جلد 4 صفحہ 258)

پس ان دنوں میں ذکر الٰہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو مزید کھینچنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لیے ان دنوں میں خاص طور پر ذکر الٰہی پر زور دیں اور دنیا میں پھیلے ہوئے احمدی جہاں اکٹھے ہو کر جلسہ سن رہے ہیں یا گھر والوں کے ساتھ مل کر جلسہ سن رہے ہیں تو وہ بھی ذکر الٰہی پر توجہ دیں تا کہ زیادہ سے زیادہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچنے والے ہوں۔ اپنی روحانی حالت کو بہتر کرنے والے ہوں اور دنیا کی آفات سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتے

ہوئے بچنے والے ہوں۔

پس اس جلسے کے ماحول سے بھرپور استفادہ کرنے کی کوشش کریں، علمی اور تربیتی تقاریر سن کر بھی اور دعاؤں کی طرف توجہ رکھ کر بھی۔ اس مرتبہ تو تھوڑی تعداد ہونے کی وجہ سے ہر ایک کے لیے کرسی پر بیٹھنے کا انتظام ہے اس لیے لمبا عرصہ بیٹھنے کا بھی کوئی عذر نہیں ہے۔ ویسے بھی جلسے کا ایک سیشن کوئی اتنا لمبا نہیں ہوتا۔ عموماً دو اڑھائی گھنٹے کا یا حد تین گھنٹے یا اس کے قریب کا ہو جاتا ہے تو اس لیے اگر زمین پر بھی بیٹھنا پڑے تو بیٹھنا کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس میں آخر میں پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں۔ میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں کہ ظاہری قیل و قال جو لیکچروں میں ہوتی ہے اس کو ہی پسند نہ کیا جاوے اور ساری غرض وغایت آکر اس پر ہی نہ ٹھہر جائے کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور تکلّف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا ہی یہی اقتضا ہے کہ جو کام ہو اللہ کے لئے ہو۔ جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 398-399)

پھر فرمایا "مسلمانوں میں اِدبار اور زوال آنے کی یہ بڑی بھاری وجہ ہے ورنہ اس قدر کانفرنسیں اور انجمنیں اور مجلسیں ہوتی ہیں اور وہاں بڑے بڑے لَسّان اور لیکچرار اپنے لیکچر پڑھتے اور تقریریں کرتے، شاعر قوم کی حالت پر نوحہ خوانیاں کرتے ہیں۔ وہ بات کیا ہے کہ اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ قوم دن بدن ترقی کی بجائے تنزل ہی کی طرف جاتی ہے۔ بات یہی ہے کہ ان مجلسوں میں آنے جانے والے اخلاص لے کر نہیں جاتے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 401)

بہرحال ایک بات تو یہ ہے **کہ ہر تقریر کو سنیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ مقرر اچھا ہے، اس کی تقریر سننی ہے** کس کی نہیں سننی۔ ہر تقریر جلسہ میں بیٹھ کے سننی چاہیے اور پورے اخلاص اور توجہ سے سننی چاہیے اور یہ اخلاص تبھی حاصل ہو گا جب اللہ تعالیٰ کی رضا کی تڑپ ہے۔ اور جب یہ تڑپ ہو گی تو یہی وہ حالت ہے جب ہماری حالتیں سنور سکتی ہیں۔ ہماری نسلوں کو بھی سنوار سکتی ہیں اور ان کو صحیح رستوں پر ڈال سکتی ہیں۔ اس کے لیے ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک جو اس جلسہ میں شامل ہو رہا ہے یا سن رہا ہے اپنے اندر خالص اخلاص و وفا پیدا کرنے والا بن جائے۔ اور موسم کے لیے بھی ان دنوں میں دعا کریں کہ موسم ہمارے کسی پروگرام میں روک نہ بنے بلکہ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے حق میں کر دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27/ اگست 2021ء تا جلد 28 شمارہ 69 صفحہ 05 تا 08)

33

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13/ اگست 2021ء بمطابق 13/ ظہور 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الحمد للہ گذشتہ جمعہ کو جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ ایک سال کے وقفہ کے بعد یا کہنا چاہیے دو سال کے بعد شروع ہو کر تین دن تک اپنے روحانی ماحول کے نظارے دکھاتا ہوا گذشتہ اتوار کو اختتام کو پہنچا۔ 2020ء میں تو کورونا کی وبا کی وجہ سے جلسہ نہیں ہو سکا تھا اور جلسہ کی انتظامیہ بھی یہ سمجھتی تھی کہ کیونکہ حالات کم و بیش وہی ہیں اس لیے اس سال بھی جلسہ نہیں ہو گا اور اس مفروضہ کی وجہ سے تیاری کی طرف بھی توجہ نہیں تھی جس کا میں نے گذشتہ خطبہ میں ذکر بھی کر دیا تھا لیکن بہر حال جب انہیں کہا گیا کہ جلسہ ان شاء اللہ تعالیٰ منعقد ہو گا تو انہوں نے تیاری شروع کر دی لیکن مجھے یہی لگتا تھا کہ پوری دلجمعی سے تیاری نہیں کر رہے۔ مجھے فکر تھی کہ انتظامیہ جب اس طرح relaxed ہے تو کارکنان بھی اس سوچ کے مالک نہ ہوں لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ امید بھی تھی کہ وہ ان شاء اللہ جلسہ کے انتظامات بہتر کروادے گا اور کام کرنے والے بھی مل جائیں گے۔ اس لیے مجھے ایک موقع پر انتظامیہ کو زیادہ زور سے، سختی سے یہ کہنا پڑا کہ اگر آپ لوگ اس طرح بے دلی سے کام کرتے رہے اور اس سوچ میں رہے کہ پتہ نہیں جلسہ ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا اور ناامیدی زیادہ ظاہر ہو رہی ہو تو پھر مَیں نئی انتظامیہ مقرر کر دیتا ہوں۔ بہر حال میری اس بات نے انہیں ایک جھٹکا دیا اور تیزی سے کام شروع ہو گیا، گو لیٹ شروع ہوا۔ اور کارکنان جو تھے، جو ہمارے نچلی سطح پر کام کرنے والے رضاکار ہیں اصل تو وہی force ہے، وہی مَین پاور ہے، وہ تو لگتا تھا پہلے سے بے چین تھے۔ فوری طور پر جلسہ کے انتظام کے لیے بھی ہر طرف سے رضاکار آنے لگ گئے۔ جلسہ کے دوران ڈیوٹی والوں کی بھی لائنیں لگ گئیں۔ اب یہ مشکل تھا۔ کہ کیونکہ یہ جلسہ چھوٹے پیمانے پر ہونا ہے اس لیے کارکنان کی سلیکشن کس طرح کی جائے۔ بہر حال اس کے لیے مردوں نے بھی اور لجنہ نے بھی کارکنان چنے۔ لجنہ نے تو شاید ڈیوٹیاں دینے کے لیے پانچواں حصہ لیا اور مردوں نے شاید اپنے کارکنان کا تیسرا حصہ کم کر دیا۔ جو اس کام کے لیے نہیں لیے گئے وہ مایوس بھی ہوئے کہ انہیں خدمت کا موقع نہیں ملا۔ تو یہاں سب سے پہلے تو میں ان تمام مردوں، عورتوں، لڑکوں، لڑکیوں اور بچوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں، کیونکہ بچوں کی بھی ڈیوٹیاں لگتی تھیں، کہ اللہ تعالیٰ نیتوں کا اجر دیتا ہے۔ آپ کی نیت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کرنے کی تھی وہ پوری ہو گئی اور گو بوجوہ آپ کو موقع نہیں مل سکا لیکن اللہ تعالیٰ آپ کی نیت کی وجہ سے آپ کو اجر سے محروم نہیں کرے گا۔ بہر حال

یہ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو اس خدمت کے جذبہ کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

دوسرے جیسا کہ میرا طریق ہے کہ جلسہ کے **بعد کے جمعہ میں کارکنان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں** جو مختلف شعبہ جات میں کام کر رہے تھے یا کر رہے ہوتے ہیں۔ لوگ بھی مجھے لکھ رہے ہیں اور دنیا سے لکھنے والے بھی ان رضاکاروں کا شکریہ ادا کر رہے ہیں جن کی جہاں بھی ڈیوٹی تھی انہوں نے وہاں اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ بارش کی وجہ سے ایک وقت میں پارکنگ سے کاریں نکالنا بھی ایک بڑا مسئلہ ہو گیا تھا۔ وہاں رضاکاروں نے غیر معمولی کام کیا ہے اور عملاً کاریں اٹھا کر ہی کیچڑ میں سے باہر رکھی ہیں اور اس میں ان کے ساتھ بعض دفعہ دوسرے شعبوں کے کارکنان بھی جو فارغ ہوتے تھے شامل ہو جاتے تھے۔ بعض نے مجھے لکھا کہ ہم شامل ہوتے رہے۔ بہرحال پھر بعد میں اس پارکنگ کی صورت حال دیکھ کے دوسری جگہ پارکنگ کا انتظام ہو گیا تھا لیکن بہرحال پہلے اور دوسرے دن یا دوسرے دن کچھ وقت کے لیے جو کاریں وہاں آئی تھیں ان کو وہاں سے نکالنا بڑا مشکل تھا اور اس مشکل کو کیمرے کی آنکھ نے دیکھ لیا اور ایم ٹی اے نے دنیا کو دکھا بھی دیا جس سے دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے اور غیر جو یہ نظارے دیکھ رہے تھے انہوں نے بڑی حیرت کا اظہار کیا ہے بلکہ غیر از جماعت اور غیر مسلموں نے تو اس نظارے کو دیکھ کر کہا کہ آج کی دنیا میں یہ نظارہ ناقابل یقین ہے۔ کوئی افسر ہے یا مزدور، سب کاروں کو کیچڑ سے نکالنے کے لیے خود کیچڑ میں لت پت ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنّوں کی طرح کام کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔

پھر اسی طرح دوسرے شعبہ جات ہیں، صفائی کا شعبہ ہے، کھانا کھلانے کا ہے، کھانا پکانے، روٹی پکانے کا ہے۔ پھر سب سے اہم شروع میں جلسہ کے انتظامات کا، مارکیاں لگانے کا؛ دوسرے ٹریک وغیرہ بچھانے کا جو کام تھا یا جلسہ کا جو پورا انتظام تھا اس کو کرنے کا جو ابتدائی کام تھا اس کے لیے رضاکار مستقل کئی ہفتے آتے رہے۔ پھر اب وائنڈاپ کے لیے بھی کئی دن دے رہے ہیں۔ تو اس طرح جو مختلف شعبہ جات ہیں ان سب کے کام دیکھ کر دنیا جو ایم ٹی اے اور لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ سے جلسہ دیکھ رہی تھی وہ بہت متاثر ہوئی ہے۔ آنے والے مہمان بھی شکرانے کے جذبات لیے ہوئے تھے اور ایم ٹی اے نے دنیا کو جو نظارے دکھلائے اور پروگرام دکھانے کے لیے مختلف نظارے دکھانے کے لیے جو مختلف پروگرام بنائے اور بڑی محنت کی ہے، اس کا بھی ایم ٹی اے نے حق ادا کر دیا ہے اور نہ صرف جلسہ دنیا کو دکھایا بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں اجتماعی طور پر جلسہ کی کارروائی دیکھنے والوں کو ہمیں جلسہ گاہ میں دکھا دیا اور تمام دنیا کو بھی دکھا دیا۔ تو جلسہ کی یہ کارروائی جو کارکنوں کے ابتدائی کام سے لے کر دورانِ جلسہ کام کرنے والے، پھر جلسہ گاہ کے اندر جو علمی اور تربیتی پروگرام، تقاریر وغیرہ تھیں ان کو دکھانا یہ ایم ٹی اے نے ایسے ذریعہ سے دکھایا کہ تمام دنیا کے لوگ، دیکھنے والے احمدی اور غیر بھی حیرت زدہ بھی ہیں اور شکر گزار بھی ہیں کہ ہمیں یہ نظارے دیکھنے کو ملے۔ یہ ایک عجیب بین الاقوامی گھر کا نقشہ کھینچ دیا تھا۔

پس میں تمام کارکنان کا، مردوں کا بھی، عورتوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان نامساعد حالات میں اور ایک لحاظ سے ان کے لیے توہنگامی فیصلہ ہوا ہے اور پھر موسم کی شدت۔ ان سب کے باوجود سب نے بے نفس ہو کر

کام کیا ہے اور جلسہ کی ڈیوٹیوں کا حق ادا کر دیا ہے اور دنیا میں اس جلسہ کو دیکھنے والوں کی طرف سے بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بہت سارے خطوط شکریہ کے مجھے آرہے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ کارکنان کا شکریہ ادا کر کے آج پھر اپنے معمول کے خطبہ کا جو مضمون ہے وہی بیان کروں گا لیکن دنیا کے مختلف ممالک سے جلسہ کے تأثرات اور اس کے سننے کے بعد خوش کن نتائج، اپنوں اور غیروں کے غیر معمولی جذبات کے اظہار کی اتنی بڑی تعداد میں رپورٹس آرہی ہیں، خطوط آرہے ہیں تو میں نے سوچا کہ اس سال بھی ہمیشہ کی طرح ان تأثرات اور فضلوں کا ذکر آج کے خطبہ میں کر دوں۔ تمام تو بیان کرنے ممکن نہیں۔ کچھ نمونے میں نے لیے ہیں۔

اس سال کے منفرد انتظام کے ساتھ ہونے والے جلسہ نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ایسے دروازے کھولے ہیں جس سے پھر انسان اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرتے ہوئے اس کے آگے جھکتا چلا جاتا ہے۔ ان تمام حالات کے باوجود کیسے کیسے فضل اللہ تعالیٰ جماعت پر فرما رہا ہے۔ ایک کمی کا اظہار عموماً لوگوں نے کیا ہے کہ اس سال عالمی بیعت نہیں ہوئی جس کا انہیں بڑا انتظار تھا۔ ان حالات میں تو بہر حال یہ مشکل بھی تھا کہ بیعت کی جاتی، مجبوری تھی۔

اب میں مختصراً کچھ رپورٹس اور کچھ تأثرات بیان کرتا ہوں۔ اس سال **پہلی مرتبہ جماعتیں لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ سے جلسہ میں شامل ہوئیں** یعنی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ کر جلسہ سن رہی تھیں اور یہاں جلسہ گاہ میں بھی سکرین پر لوگ نظر آرہے تھے۔ یوکے میں پانچ مقامات پر اجتماعی طور پر یہ انتظام تھا اور بعض دوسرے ممالک میں کئی گھنٹوں کے وقت کے فرق کے باوجود بھی وہاں بیٹھے اجتماعی طور پر جلسہ سن رہے تھے جن میں آسٹریلیا ہے، انڈونیشیا ہے، گوئٹے مالا ہے، بنگلہ دیش وغیرہ شامل ہیں۔ یوکے کے علاوہ بائیس ممالک میں سینتیس مقامات پر لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ سے احباب جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے تھے اور عورتوں کی طرف سے بھی اس دفعہ لائیو سٹریمنگ کا جو پہلی دفعہ انتظام ہوا تھا اس کی وجہ سے عورتوں نے بھی مختلف ممالک سے بڑی خوشی کا اظہار کیا ہے اور ایک اندازے کے مطابق جو عورتوں کا سیشن تھا، ان کی تقریریں تھیں، عورتوں کے اس پروگرام کو بھی تیس پینتیس ہزار کے قریب عورتوں نے دیکھا اور سنا۔ ان شامل ہونے والے ممالک میں امریکہ ہے، کینیڈا ہے، گوئٹے مالا، کہیں دو جگہ، کہیں تین جگہ، کہیں چار جگہ مختلف سینٹرز بنے ہوئے تھے۔ گیانا ہے، آسٹریلیا، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، ماریشس، کبابیر، انڈیا، برکینا فاسو، گھانا، نائیجیریا، گیمبیا، تنزانیہ، فرانس، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، سویڈن، بیلجیم، فن لینڈ، ہالینڈ وغیرہ شامل ہیں۔

نائیجر میں ایک غیر احمدی دوست عیسیٰ صاحب جلسہ کے دوران تینوں دنوں میں میرے جو خطابات تھے ان کو سننے کے لیے مشن ہاؤس میں آتے رہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے قبل میں نے سن رکھا تھا کہ جماعت احمدیہ اسلام کے خلاف ہے اور انہوں نے مسجد میں ٹی وی رکھا ہوا ہے جو کہ جائز نہیں لیکن جلسہ کے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اگر سب مسلم دنیا ایسی ہو جائے جیسے احمدیت اتحاد سے رہتی ہے اور اسلام کا پیغام پہنچا رہی ہے تو مسلمان اتنے مضبوط ہو جائیں کہ دنیا کی کوئی طاقت اسلام کے خلاف نہ بول سکے۔ جماعت احمدیہ میں جو اتحاد اور یگانگت ہے وہ میں نے جلسہ میں دیکھی ہے جو میری نظر میں سچائی کی ایک دلیل ہے۔

پھر زیمبیا سے احمدی احباب اور نومبائعین کے علاوہ بعض غیر از جماعت نے بھی جلسہ دیکھا۔ وہاں ایک جگہ پینتیس غیر از جماعت لوگ جمع تھے۔ ایک عیسائی ٹیچر نے جلسہ کی کارروائی سن کر، دیکھ کر یہ تبصرہ کیا کہ آج میں جلسہ کی کارروائی سن کر بہت محظوظ ہوا ہوں۔ مجھے اسلامی تعلیمات کا علم ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ میری عقل و فہم کے مطابق اب مجھے پتہ لگا کہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جو ضرورت مندوں کی مدد کرے۔ مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

پھر گیبون کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ غیر مسلم پولیس افسر اپنی اہلیہ کے ساتھ جلسہ کی کارروائی سننے کے لیے مشن ہاؤس آئے۔ اس سے پہلے وہ جماعت میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے لیکن جلسہ پر ایک لبنانی نومبائع کے قبول احمدیت کا واقعہ سنا تو پوچھنے لگے کہ جلسہ کے بعد میں کس طرح ایم ٹی اے دیکھ سکتا ہوں؟ اس پر ان کو بتایا گیا کہ یوٹیوب کے ذریعہ بھی ایم ٹی اے دیکھ سکتے ہیں تو انہوں نے اسی وقت اپنے موبائل پر یوٹیوب نکال کر ایم ٹی اے فرنچ چینل نکالا اور جلسہ دیکھنے لگ گئے۔ کہنے لگے کہ اب میں اس چینل پر جماعت احمدیہ کے بارے میں مزید سیکھوں گا۔

نائیجیریا سے ایک غیر از جماعت دوست نے جلسہ کی کارروائی سننے کے بعد کہا کہ اس جلسہ کی کارروائی سے مجھے یقین آ گیا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا فرقہ ہے تو وہ احمدیہ جماعت ہی ہے۔ میں جلد اس میں شامل ہو جاؤں گا۔ ایک غیر از جماعت دوست نے جلسہ کے حوالے سے تاثرات میں کہا یقیناً یہ جماعت سچوں کی جماعت ہے یہ ایمان والوں کی جماعت ہے۔ میں نے دیکھا کہ شدید بارش میں بھی رضاکار اپنے کاموں میں مگن تھے اور مہمانوں کے لیے آسانیاں پیدا کر رہے تھے۔ اور پھر اسی طرح میرے خواتین کے خطاب سے کہتے ہیں بڑا متاثر ہوا۔

جاپان کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ ہیروشیما سے تعلق رکھنے والے ایک غیر از جماعت جاپانی دوست مشیما اوسامو (Macshima Osamu) صاحب۔ جب مَیں جاپان گیا تو ہیروشیما بھی گیا ہوں تو یہ وہاں تھے اور انہوں نے میزبانی کی تھی۔ 2017ء کی پیس کانفرنس میں بھی شامل ہو چکے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں بھی جلسہ دیکھ رہا ہوں۔ کہتے ہیں آج 6/ اگست کا خطبہ بھی سنا۔ اس پر مجھے جاپان کے لیے جماعت کی خدمات یاد آ گئیں کہ کس طرح جماعت کے دوسرے خلیفہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جمعہ کے دن ہی 10/ اگست 1945ء کو ہیروشیما کی ایٹمی تباہی کے بارے میں آواز بلند کی تھی۔ یہ آواز ہیروشیما کے حق میں بلند ہونے والی پہلی آوازوں میں سے تھی۔ اس کے بعد موجودہ خلیفہ کا دورہ ہیروشیما ہوا اور اس موقع پر امن و سلامتی کا پیغام بھی میرے لیے بہت خاص معنی رکھتا ہے۔ آج ہیروشیما کے دن کے موقع پر ایم ٹی اے دیکھتے ہوئے ایک تو میری یہ خواہش ہے کہ ایم ٹی اے افریقہ کی طرح ایم ٹی اے جاپان بھی جلد قائم ہو اور دوسرا جلسہ کا ماحول اور دنیا بھر سے لوگوں کا اجتماع دیکھ کر میرے دل میں روز بروز یہ احساس اجاگر ہوتا ہے کہ دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لیے اور دنیا میں امن و سلامتی کے قیام کے لیے جماعت احمدیہ کا کردار کتنا اہم ہے۔

لوساکا (زیمبیا) سے ایک غیر از جماعت استاد ہیں۔ وہ کہتے ہیں: آج ہم نے آپ کے خلیفہ سے ایک بات

سیکھی ہے کہ **اسلام میں عورت کو آزادئ رائے کا پورا حق حاصل ہے** اور اسلام عورت کو شادی کے سلسلہ میں اپنی پسند کا ہم سفر چننے کا حق دیتا ہے مگر بعض معاشروں میں زبردستی کی شادیاں کروادی جاتی ہیں اور انسانی حقوق کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ پھر یہ کہا کہ صرف اسلام واحد مذہب ہے جس نے عورت کے حقوق پر زور دیا ہے۔ کہتے ہیں جہاں اسلام مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دیتا ہے وہاں مرد کو بھی یہ تاکید کی گئی ہے کہ انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ اگر انصاف نہیں کر سکتے تو پھر ایک پر ہی اکتفا کرو۔ یہ بہت خوبصورت اسلامی تعلیم ہے اور احمدیت ہی اس کی علمبردار ہے۔

پھر نائیجر کے ریجن تیساوا سے غیر احمدی دوست ممن غالی صاحب کہتے ہیں میرا یہ پہلا موقع تھا اور بڑا متاثر ہوا ہوں۔ یہ مثال اگر باقی مسلمان فرقے بھی پکڑ لیں تو یقیناً دنیا میں مسلمان ترقیات کی منازل طے کر لیں۔ پھر نائیجر سے ایک غیر احمدی انجنیئر اسامہ صاحب ہیں۔ کہتے ہیں سب سے زیادہ اس بات نے متاثر کیا کہ اتنے سارے ملکوں کی نمائندگی اور مختلف افراد لسانی و ثقافتی تفریق کے باوجود جس اطاعت کا مظاہرہ کر رہے تھے اور کورونا جیسی مہلک بیماری کے باوجود اتنا perfect انتظام قابل دید تھا۔

نائیجر کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک غیر احمدی مہمان مریم صاحبہ کہتی ہیں کہ آج امام جماعت احمدیہ **کا خطبہ سن کر مجھے عورتوں کے حقوق اور عورتوں کی ذمہ داریاں دونوں کا حقیقی ادراک ہوا ہے** ورنہ یہاں افریقہ میں تو اکثر عورتیں جتنی بری زندگی گزار رہی ہیں اس کا تصور بھی ترقی یافتہ ممالک میں مشکل ہے۔ آپ لوگوں کا فعل آپ کے قول سے مطابقت رکھتا ہے۔ کہتی ہیں کہ اگر احمدیوں کا فعل ان کے قول سے مطابقت رکھتا ہے تو آپ لوگوں سے بہتر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ پس یہ صرف تقریر کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر احمدی کو اپنے گھروں میں اس تعلیم کے نمونے بھی دکھانے ہوں گے تاکہ اسلام کی اس حقیقی تعلیم کا لوگوں پر جو اثر ہوا ہے وہ قائم بھی ہو۔

نائیجر کے ایک غیر احمدی دوست فرید موسیٰ نے بھی عورتوں کے خطاب کی تعریف کی ہے۔ پھر ایک غیر احمدی خاتون مریم الیاس صاحبہ نے بتایا کہ عورت کے حقوق کے بارے میں جو باتیں امام جماعت احمدیہ نے بتائی ہیں یہ اسلام کی حقیقی تعلیمات جان کے مجھے اپنے عورت ہونے پر فخر ہوا ہے۔ کاش! اس بات کو سب لوگ سمجھ لیں تو دنیا ہی جنت بن جائے۔

نائیجر سے ایک غیر احمدی خاتون نفیسہ آدمو کہتی ہیں: پہلی بار میں نے امام جماعت احمدیہ کا خطاب سنا اور مجھ پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ جو عزت و احترام سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو دیا ہے آج اگر دنیا میں اسے کوئی پورا کر رہا ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ پس دوبارہ میں یہی کہوں گا کہ ہر احمدی مرد کے لیے بڑے سوچنے کا مقام ہے کہ اپنے رویے اپنے گھروں میں بھی ٹھیک رکھیں۔ دنیا کو دھوکا نہ دیں۔

امیر صاحب نائیجر لکھتے ہیں کہ ایک غیر احمدی دوست الحاج حسین پیشہ کے لحاظ سے بزنس مین ہیں۔ کافی مصروف ہوتے ہیں لیکن جب انہیں جلسہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے دعوت قبول کی۔ جلسہ کے بعد موصوف نے بتایا کہ میں رسمی طور پر آپ کے جلسہ میں آیا تھا کہ کوئی دنیاوی میلہ ہو گا لیکن جب میں نے جلسہ سننا شروع کیا تو

مَیں نے ارادہ کر لیا کہ تینوں دن باقاعدگی سے آؤں گا۔ سب سے زیادہ مجھے جس بات نے متاثر کیا وہ جلسہ کا ماحول تھا۔ رضاکاران کو کام کرتے دیکھ کر لگا کہ ان کے دل میں ایک جذبہ ہے جو انہیں ہمت دے رہا ہے ورنہ یہ دنیاوی آدمی کے بس کی بات نہیں۔

گنی کناکری کے مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ کنڈیاریجن کے لوکل مشنری کہتے ہیں: علاقے کے میئر کو دعوت دی تھی اس نے کہا میں تو بیمار ہوں لیکن میرا بیٹا آ جائے گا۔ وہ جب آیا اس وقت میرا عورتوں میں لجنہ کا خطاب شروع ہونے والا تھا۔ بجلی کی وہاں بڑی کمی رہتی ہے۔ بارشوں کا آجکل موسم ہے اور اگر بجلی چلی جائے تو پھر گھنٹوں بجلی نہیں آتی۔ کہتے ہیں جب پروگرام شروع ہونے لگا تو بجلی بند ہو گئی اور مہمان بھی آ گئے۔ جنریٹر بھی کوئی نہیں تھا۔ مشنری نے کہا ہم نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ جماعت کی سچائی کے لیے آج تُو معجزہ دکھا دے اور بجلی بحال کر دے۔

کہتے ہیں ہم نے دردِ دل سے دعا کی اور ابھی خطاب کے لیے میں ڈائس پر نہیں آیا تھا کہ بجلی آ گئی اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم عاجز غلامانِ مسیح الزمان کی دعا کو سنا اور مسیح موعود اور اسلام کی سچائی کے لیے نشان دکھایا جس کا ہمارے مہمان کے دل پر بڑا اثر ہوا اور حیرت والی بات یہ ہے کہ جیسے ہی خطاب ختم ہوا بجلی پھر بند ہو گئی۔ اس نے بھی یہی کہا کہ میں نے اتنے جامع خطاب کبھی نہیں سنے اور جو کچھ بھی جماعت کے بارے میں مسلمانوں نے مشہور کر رکھا ہے سب غلط ہے۔

کیمرون سے وہاں کے معلم کہتے ہیں کہ کیمرون کے شمالی علاقے کے شہر مروا (Maroua) کے قریب ایک گاؤں کے چیف الحاجی عثمان جو غیر احمدی ہیں انہوں نے جلسہ کی کارروائی ایم ٹی اے افریقہ کے ذریعہ دیکھی تو کہنے لگے ہم بچپن سے سنتے آ رہے تھے کہ جب امام مہدی آئیں گے تو پوری دنیا اس کو دیکھ لے گی۔ آج جلسہ کی کارروائی دیکھ کر یقین آیا کہ یہ جماعت واقعی امام مہدی کی جماعت ہے جس کو ساری دنیا اس وقت دیکھ رہی ہے۔ کئی ممالک کے لوگ بھی اپنے ملکوں سے ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ میں شامل تھے اور امام جماعت احمدیہ کو دیکھ اور سن رہے تھے۔ **آج میں نے خدا کے نبی کی بات پوری ہوتے دیکھی۔**

امیر صاحب مالی جلسہ کے ذریعہ بیعتوں کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ کیتا شہر کے ایک استاد عمر باری صاحب نے فون کر کے بتایا کہ گو کہ میں احمدی نہیں ہوں لیکن پھر بھی نہ صرف میں نے بلکہ گھر کے تمام افراد نے بڑی دلجمعی سے جلسہ کی کارروائی سنی اور خاص طور پر جب خلیفہ وقت کی باتوں کے دوران مختلف نعرے بلند ہوتے تو ہم گھر کے تمام افراد پُرجوش ہو جاتے تھے اور ہم بھی نعرے دہراتے تھے۔ عمر باری صاحب نے کہا کہ ان شاء اللہ وہ جلد احمدیہ مشن آ کر اپنی فیملی سمیت جماعت احمدیہ میں شمولیت حاصل کریں گے۔

مبلغ انچارج کیمرون کہتے ہیں کیمرون سے چیف امام ڈوآلا (Douala) فاروق صاحب نے بتایا کہ میں نے ایم ٹی اے افریقہ کے ذریعہ سے جلسہ کی تقاریر سنیں۔ جو لوگ جماعت کو کافر کہتے ہیں اور دہشت گرد تنظیم کہتے ہیں ان کا جواب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم والی آیت ہے جو بڑے الفاظ میں سٹیج کی دیوار پر لکھی تھی۔ اب ان شاء اللہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے جماعت کے متعلق کافی غلط فہمیاں دور ہوں گی۔

امیر صاحب تنزانیہ لکھتے ہیں اَروشا ریجن سے ایک غیر از جماعت خاتون جابو (Jabu) صاحبہ نے بتایا کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جلسہ سالانہ دیکھا ہے۔ اتنا پر سکون اجتماع میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ عام طور پر جلسوں میں لوگ شور مچاتے اور لوگوں کے بہلانے کے لیے طرح طرح کے مضحکہ خیز پروگرام کرتے ہیں لیکن اس جلسہ میں ایسا کچھ نہیں تھا بلکہ **ہر پروگرام میں اسلام کی حقیقی تعلیم کے بارے میں بتایا جاتا تھا۔** بلاشبہ احمدیوں کی اپنے خلیفہ سے محبت کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔

پھر کیمرون کے شہر مروا (Maroua) کے ایک لوکل چیف یہ کارروائی دیکھ کر کہتے ہیں یہ جماعت کا کمال ہے کہ اتنی زیادہ زبانوں میں جلسہ سالانہ کی کارروائی کا ترجمہ ہو رہا ہے اور لوگ اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ میں نے جلسہ سے استفادہ کیا اور میرا علم بڑھا ہے۔ ایم ٹی اے ایک برکت ہے۔ میں اب کیبل کنکشن لگواؤں گا اور اپنے گھر میں بیٹھ کر ایم ٹی اے سے استفادہ کروں گا اور اپنا علم بڑھاؤں گا۔ اب غیر بھی ایم ٹی اے سے متاثر ہیں اور جو دینی مائدہ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہی ایک ترقی کا راز ہے۔ اگر روحانی لحاظ سے ترقی کرنی ہے تو احمدیوں کو بھی چاہیے کہ ایم ٹی اے کی طرف زیادہ توجہ دیں۔

مبلغ انچارج گیبون (Gabon) لکھتے ہیں۔ ایک نومبائع احمدی نے کہا کہ حقیقت میں یہ ساری دنیا کا جلسہ ہے جس میں ہم بھی شامل ہیں اور دیگر بے شمار ملکوں سے بھی لوگ شامل ہیں۔ یہ چیز بھی ہمارے ایمانوں کو مضبوط کر رہی ہے۔ وقت کے فرق کے باوجود ساری دنیا میں لوگ جلسے میں بیٹھے ہیں۔ یہ نظارہ صرف احمدیت ہی پیش کر سکتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے۔

زیمبیا کے مشرقی صوبہ کے شہر لوسانگازی (Lusangazi) کے نومبائع علی صاحب ہیں۔ اپنے علاقے کے ہیڈ مین بھی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم عیسائیت سے احمدیت میں آئے ہیں اور ہمارے گاؤں میں احمدیت کا باقاعدہ قیام فروری 2021ء میں ہوا۔ اس کے بعد متعدد بار غیر احمدی علماء ہمارے علاقے میں آئے اور ہمارے دلوں میں احمدیت کے خلاف مختلف قسم کے شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب تک عیسائی تھے کوئی نہیں پوچھنے آیا۔ جب احمدی ہو گئے تو غیر احمدی علماء ان کا دین ٹھیک کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ کہتے ہیں: اب ہمیں جلسہ سالانہ یوکے لائیو دیکھنے کی توفیق ملی ہے۔ ہم **نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ منظم جلسہ کا نظارہ دیکھا ہے** جہاں وبائی حالات کے باوجود بھی اتنی بڑی تعداد میں لوگ شامل ہوئے اور مختلف ممالک کے حکومتی نمائندگان نے اپنے ویڈیو پیغامات بھجوائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ دیکھنے کے بعد ہمارے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے کہ احمدیت ایک چھوٹے سے گروہ کا نام نہیں بلکہ ایک عالمگیر جماعت ہے۔ جس طرح خلیفہ وقت نے عورتوں اور دوسرے لوگوں کے حقوق کے بارے میں اسلامی تعلیمات بیان کی ہیں اس نے ہمیں حیران کر دیا ہے کہ عورتوں کے بھی حقوق ہیں ورنہ ہم تو اپنی عورتوں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ ان شاء اللہ جو کچھ ہم نے یہاں دیکھا اور سنا ہے ہم واپس جا کے دوسرے احباب کو بھی بتائیں گے تا کہ ان کا بھی ایمان مضبوط ہو اور عمل کی کوشش کریں گے۔

ملائیشیا سے ایک نومبائع رُسلی بن مَوپاسولی (Rusli Bin Mappasulle) صاحب کہتے ہیں کہ جلسہ

سالانہ یوکے کو دیکھ کر میں خدا تعالیٰ کا بہت شکر گزار ہوں کہ مجھے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے اور امام الزمان کو پہچاننے کی توفیق حاصل ہوئی۔ میں یوکے میں تو نہیں تھا لیکن اس کے باوجود مجھے خلیفہ وقت کو دیکھنے اور ان کے خطاب سننے کا موقع مل رہا تھا۔ اگر میں جماعت احمدیہ میں شامل نہ ہوتا تو میں ان برکات سے محروم ہو جاتا۔ اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ مَیں خلافت کے ساتھ ہمیشہ وفادار اور فرماں بردار رہوں گا۔

برازیل کی ایک خاتون ہیں پریسیلا مارلِم (Priscila Marleme) صاحبہ۔ چند ماہ پہلے انہوں نے بیعت کی تھی، کہتی ہیں کہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے پہلی بار جلسہ سالانہ دیکھنے کا موقع ملا اور باوجود زبان نہ سمجھنے کے بہت کچھ سیکھنے اور جاننے کا موقع ملا۔ میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی۔

گنی بساؤ کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں: گنی بساؤ جماعت کے ایک دور دراز علاقے کسینی کی چار نومبائع لجنات آٹھ کلو میٹر پیدل سفر کر کے اپنی قریبی جماعت مسرہ میں جلسہ سالانہ یوکے کی کارروائی سننے کے لیے گئیں اور جب انہوں نے میرا خطاب سنا تو کہتی ہیں اللہ کے فضل سے ہم نے احمدیت قبول کر لی تھی مگر آج ہمیں خلیفہ کا خطاب سن کر احساس ہوا کہ ہم کتنی بڑی نعمت سے دور تھے۔ آج ہمارا ایمان احمدیت پر سو فیصد مکمل ہوا ہے اور آج ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ ہم ہمیشہ خلیفہ وقت کا خطبہ سننے کے لیے آیا کریں گی۔ یہ کس طرح تبدیلیاں اللہ تعالیٰ پیدا فرما رہا ہے۔

گیانا سے بھی لوگ لائیو سٹریم کے ذریعہ جلسہ میں شامل ہوئے۔ ایک نومبائع مظفر کیوسی (Kwesi) صاحب کہتے ہیں کہ میرا پہلا جلسہ سالانہ تھا اور میرے لیے تجربہ بہت شاندار تھا۔ خاص طور پر جب میں اپنے احمدی بھائیوں کے ساتھ مل کر جلسہ دیکھنے بیٹھا اور خلیفہ وقت کو دیکھا اور ان کی تقریر سنی تو یہ سب میرے لیے بہت ہی زبردست تجربہ تھا۔ میں نے پہلے کبھی کسی مسلمان خاتون کو اتنی اچھی تلاوت کرتے نہیں دیکھا۔ تلاوت کی بھی انہوں نے تعریف کی۔ پھر کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کے احباب مختلف قصبوں اور گاؤں سے جلسہ سننے کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے یہ سب خلافت اور احمدیت کی برکات ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس جماعت کو عطا فرمائی ہیں۔ اس طرح دنیا کے مختلف ممالک کی جماعت کو جلسہ سالانہ میں ورچوئلی (virtually) بھی شامل دیکھنا بہت زبردست تھا۔ میں نے بہت سے ایسے ممالک دیکھے جن کے بارے میں مجھے علم نہیں تھا کہ وہاں احمدیہ جماعت پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح یہ بھی دیکھا کہ کس طرح احباب جماعت مل کر جلسہ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ یوکے میں ایک صاحب جو بنک میں کام کرتے ہیں وہ کام سے چھٹی لے کر جلسہ کے لیے رضاکارانہ طور پر کام کر رہے ہیں اور اپنی کار میں سو رہے ہیں۔ یہ ساری باتیں ثابت کرتی ہیں کہ جماعت کے لوگوں میں اخلاص ہے اور وہ قربانی کر رہے ہیں۔ حقوق کا مجھے تقریروں سے پتہ لگا۔ اس طرح انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہوا ہے۔

ماریشس سے ایک نومبائع صفوان نائیک صاحب کہتے ہیں کہ لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ سے جلسہ میں شمولیت کا پہلا تجربہ تھا۔ یقیناً اس طرح کی شمولیت مجھے خلافت کے زیادہ قریب کر رہی تھی۔ خلیفہ وقت کا ہر لفظ میرے دل پر لگتا تھا۔ جماعت میں شامل ہونے کے فیصلے سے میں بہت خوش ہوں۔ ایم ٹی اے کے پروگراموں سے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ سیکھ رہا ہوں۔

آسٹریا سے اشرف ضیاء صاحب کہتے ہیں کہ ڈوناٹیلا (Donatella) صاحبہ نے اس سال کے شروع میں بیعت کی۔ وہ کہتی ہیں کہ جو بھی خلیفہ وقت نے کہا وہ جذبات کو گرما دینے والا تھا۔ ان کے خطابات کے دوران میرے آنسو گرتے رہے۔ اسلام واقعی زندگی بخش اور سچائی کا راستہ ہے۔ میری زندگی آہستہ آہستہ بالکل بدل رہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بہت شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی۔ یہ آسٹرین ہیں۔

جلسہ میں شمولیت کے بعد قبول احمدیت کے بھی بڑے واقعات ہیں۔ آئیوری کوسٹ سے ایک غیر احمدی دوست حسن صاحب نے بیان کیا کہ جلسہ کے تینوں دنوں کا پروگرام دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی ایمان افروز تھا۔ کہنے لگے کہ جھوٹ کی عمر لمبی نہیں ہوتی اور وہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے جبکہ سچائی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ اسی اصول کے تحت جماعت احمدیہ کی روز بروز کی ترقی خود اس کی صداقت کا ثبوت ہے۔ کہتے ہیں جلسہ سالانہ کے اختتام کے بعد ہم چند دوست ایک ریسٹورنٹ میں گفتگو کر رہے تھے کہ ایک اجنبی شخص ہماری باتیں سن کر کہنے لگا اگر آج اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل کرنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ ہی ہے۔ اتنا کہہ کر وہ اجنبی تو چلا گیا مگر ہماری باتوں کی تصدیق کر گیا کہ احمدیت نہ صرف قولی بلکہ عملی طور پر بھی حقیقی اسلام پر عمل پیرا ہے۔ اس کے بعد حسن صاحب ہمارے معلم سے ملے اور کہا کہ میں بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونا چاہتا ہوں اور اب میں زیادہ دیر تک اپنے آپ کو اس سچائی سے محروم نہیں رکھ سکتا۔

کانگو برازاویل کے مبلغ انچارج کہتے ہیں ایک جماعت گمبوما (Gamboma) میں تینوں دن ٹی وی اور ریڈیو پر جلسہ کے تمام لائیو پروگرام دکھانے کی توفیق ملی۔ اس علاقے میں صرف ایک ہی ٹی وی سٹیشن ہے اور اس پر ہمارے جلسہ کے پروگرام چلتے رہے۔ ایک اندازے کے مطابق چار ہزار افراد نے جلسہ دیکھا اور سنا ہو گا۔ گمبوما کے ارد گرد تیس دیہات کی جماعت نے بھی ریڈیو کے ذریعہ جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ ان علاقوں میں بجلی کی سہولت میسر نہیں اس لیے لوگ ریڈیو کے ذریعہ سنتے ہیں۔ پھر انہوں نے لکھا کہ جتنے میرے خطابات تھے ان کا لوکل زبان لِنگالا (Lingala) میں یہاں ترجمہ ہو رہا تھا وہ بھی سنا۔ کہتے ہیں الحمد للہ پروگرام بہت کامیاب رہا جس کا اظہار اپنوں اور غیروں، سب نے کیا۔ تینوں دن ہر طرف جلسہ سالانہ کا ماحول تھا۔ ویسے ہی کھانے کا انتظام کیا گیا تھا جیسے جلسے میں کیا جاتا ہے۔ دوران جلسہ اللہ کے فضل سے بارہ افراد کو بیعت کر کے جماعت احمدیہ مسلمہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔

گنی بساؤ کے مبلغ لکھتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے اکثر نومبائعین احمدیت قبول کرنے کے بعد اب اپنے اپنے علاقے اور اپنے عزیز و اقارب میں کثرت سے تبلیغ کر رہے ہیں۔ جلسہ سالانہ یوکے کے بابرکت موقع پر جب احباب کو جلسہ کے پروگرام دیکھنے کی تحریک کی گئی تو تمام نومبائعین نے اپنے غیر از جماعت عزیز و اقارب اور دوستوں کو جلسہ میں میرے تین چار خطابات سننے کے جو وقت تھے اس پہ خاص طور پر بلایا۔ کہتے ہیں لوگ تیس کلو میٹر اور اٹھارہ کلو میٹر کا فاصلہ سائیکلوں پر یا پیدل کر کے وہاں پہنچے۔ اکثر لوگ صرف پہلے دن کا خطاب سننے کے لیے آئے تھے مگر انہوں نے جب میرا پہلے دن کا خطاب سنا تو ان کا ارادہ بدل گیا اور انہوں نے تینوں دن قیام کرنے کا ارادہ کیا

اور تیسرے دن اختتامی خطاب سننے کے بعد یہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کے خلیفہ نے ہمارے دل جیت لیے ہیں اور جو اسلام انہوں نے پیش کیا ہے وہی حقیقی اسلام ہے۔ اس موقع پر 127 افراد، مرد اور عورتوں، نے احمدیت قبول کی۔ تو اس طرح اجتماعی طور پر بھی بیعتیں ہوئیں۔

کونگو سے معلم سلسلہ ابراہیم صاحب کہتے ہیں کہ ایک عیسائی دوست مُوک نگاچیبی (Mouk Ngantsibi) صاحب کو جلسہ دیکھنے کے لیے مدعو کیا گیا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ جلسہ میں شریک ہوئے۔ جلسہ دیکھنے کے بعد اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے تو لگتا ہے کہ اس طرح کی تعلیمات اور راہنمائی ہمیں کہیں نہیں ملے گی۔ ہم نے اپنی زندگی کا ایک لمبا حصہ عیسائیت میں ضائع کر لیا ہے۔ یہاں پر ہم نے جو تین دنوں میں سیکھا ہے وہ عیسائیت میں رہ کر پوری زندگی بھی نہیں سیکھ سکتے۔ ہماری بھلائی اب اسی میں ہے کہ ہم ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اس طرح میاں بیوی اور بچوں نے بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔

گنی بساؤ کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ گنی بساؤ کے بافتار ریجن سے تعلق رکھنے والے غیر احمدی دوست کمباجاؤ صاحب نے جلسہ سالانہ یوکے کے تین دنوں کی کارروائی سنی اور میرے خطابات سنے اور پھر کہنے لگے اسلام کو اس وقت ایک لیڈر کی ضرورت ہے اور وہ جماعت احمدیہ کے پاس ہے خلیفہ کی صورت میں اور اسی پر تمام عالم اسلام اکٹھا ہو سکتا ہے۔ اس طرح جلسہ ختم ہوتے ہی انہوں نے اسی وقت بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کر لی۔

کانگو برازاویل سے ایک عیسائی دوست انگوتانی صاحب کہتے ہیں: میں نے کبھی بھی کسی مذہب میں دلچسپی نہیں لی کیونکہ عیسائیت کو دیکھ کر یہی لگتا تھا کہ مذہبی لوگ مخلص نہیں ہوتے۔ میرا بھائی پہلے ہی جماعت میں داخل ہو چکا تھا اس نے مجھے اس جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ میں اس کے کہنے پر آ گیا اور جوں جوں **مَیں جلسہ دیکھتا گیا میرے اندر تبدیلی پیدا ہونا شروع ہو گئی اور مذہب کے ساتھ لگاؤ پیدا ہونے لگا۔** خلیفہ کی تقاریر سن کر پہلی دفعہ میرے دل نے گواہی دی کہ مذہب ایک حقیقت ہے۔ سچے مذہب میں دلوں کو پھیرنے کی طاقت ہے۔ میں زندگی میں پہلی دفعہ اسلام احمدیت کو بطور مذہب قبول کر رہا ہوں۔

نائیجیریا کے ایک غیر احمدی دوست کو جلسہ سن کے بیعت کی توفیق ملی۔ کہتے ہیں: میں جلسہ کے پروگرام دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور جس حق کا مَیں متلاشی تھا وہ مل گیا۔ اب میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

سینیگال سے ظفر اقبال صاحب کہتے ہیں کہ اَمْبَور ریجن میں جلسہ کے تینوں ایام میں جو میرے خطابات تھے چار ریڈیو اور ایک ٹی وی پر لائیو نشر ہو رہے تھے۔ ایک ریڈیو میزبان نے ان خطابات کو سن کر احمدیت قبول کی۔ وہ میزبان نہایت پڑھے لکھے اور عوام میں بہت مقبول ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے جماعت کے متعلق بہت کچھ سنا تھا لیکن آج امام جماعت کی باتیں سن کر مجھے حقیقت پتہ چلی ہے۔ لہٰذا میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ اسی دن انہوں نے اپنی فیملی سمیت بیعت کر لی۔

کیمرون کے مرواشہر کے ایک لوکل امام ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جلسہ کی خاص بات جماعت کے امام کی تقاریر ہیں۔ جماعت کے خلیفہ ہر بات قرآن اور حدیث سے کرتے ہیں اور اس نے میرے دل پر بہت اثر کیا ہے۔ یقیناً یہ

جماعت اور خلیفہ خدا کی طرف سے ہیں۔ میرا دل مطمئن ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دوستوں سمیت بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔ انصاف کی نظر سے دیکھنے والے اللہ کے فضل سے علماء میں ایسے بھی ہیں جو حق دیکھتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔

مالی میں غیر از جماعت احباب نے جلسہ دیکھنے کے بعد جماعت میں شمولیت کی۔ جلسہ سے قبل جماعتی ریڈیو پر جلسہ کے بارے میں پروگرام کیے گئے اور جلسہ کے بارے میں روزانہ ریڈیو پر اعلان بھی نشر ہوتا رہا۔ کہتے ہیں ہم نے ہر ایک کو جلسہ دیکھنے کے لیے مشن آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ جلسہ کے ایام میں احمدی احباب کے علاوہ غیر از جماعت افراد بھی جلسہ کی نشریات دیکھنے آئے۔ جلسہ کے آخری روز چار افراد بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوئے۔ یہ افراد پڑھے لکھے ہیں اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم کافی عرصہ سے کائی شہر میں ریڈیو سن رہے تھے اور ہمیں احمدیت میں دلچسپی تھی۔ جب ہم نے ریڈیو پر جلسہ کے بارے میں سنا تو ہمیں تجسس ہوا کہ ان کے جلسہ کو ضرور دیکھنا چاہیے۔ جلسہ دیکھنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی فلاح اور ترقی صرف احمدیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس اسلام کو احمدیت دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے وہی اصل اور حقیقی اسلام ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک خلیفہ کی ضرورت ہے جو ان کی راہ نمائی کر سکے اور موجودہ زمانے میں اسلام میں خلافت احمدیت کے ذریعہ جاری ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اب ہم پکے احمدی ہیں اور جو ماہانہ چندہ ایک احمدی کے لیے دینا ضروری ہے ہمیں بتائیں، ہم ہر ماہ دین کی خدمت کے لیے چندہ بھی دیں گے۔

امیر صاحب مالی لکھتے ہیں کائی ریجن کے مشن ہاؤس میں جلسہ کی نشریات دیکھنے کے لیے غیر از جماعت افراد آئے۔ جلسہ کے تیسرے روز جب بیعت کے ایمان افروز نظاروں پر مشتمل ایک ڈاکومنٹری پرانی بیعتوں کی دکھائی گئی تو غیر از جماعت نے جو پڑھے لکھے تھے انہوں نے سوال کیا کہ بیعت کی شرائط کیا ہیں؟ وقفہ کے دوران سب حاضرین کو معلم صاحب نے شرائط بیعت مقامی زبان میں ترجمہ کر کے سنائیں۔ اس غیر از جماعت نے کہا کہ یہ تو اسلام کا خلاصہ ہے اور اس میں معاشرتی زندگی گزارنے کے بارے میں احسن رنگ میں راہ نمائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس پر عمل کرنا تو ہر ایک کے لیے بہت اہم اور ضروری ہے۔ چنانچہ جلسہ کے بعد انہوں نے بیعت کر لی۔

گھانا سے لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ لوگ جلسہ میں شامل ہوئے۔ بُستانِ احمد اکرا کے سرسبز احاطہ میں جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ کہتے ہیں ماحول بہت اچھا تھا۔ بڑا وجد آفرین تھا۔ دو مقامات پر دو بڑی بڑی ویڈیو سکرین پر احباب و خواتین براہ راست جلسہ کے نظارے دیکھ رہے تھے۔ تینوں ایام میں پچیس سو سے زائد احباب و لجنہ جلسہ میں شامل ہوئے۔ احمدیہ سینٹرل مسجد کماسی میں بڑے پیمانے پر انتظام کیا گیا تھا۔ وہاں تینوں دن دو ہزار سے زائد لوگ شامل ہوئے۔ اپر ویسٹ وا (Wa) شہر میں بارہ مساجد میں جلسہ سالانہ کی کارروائی سننے کا اجتماعی انتظام کیا گیا تھا۔ اور باقی سارے ریجن میں چودہ مقام پر تھا۔ اس طرح یہاں بھی دو ہزار سے زائد لوگوں نے اجتماعی طور پر سنا اور پھر اسی طرح باقی سارے ریجنز میں بھی انتظام کیا گیا تھا۔ اور دوسرے چینل کے ذریعہ سے بھی ایم ٹی اے دیکھتے رہے۔ ایم ٹی اے افریقہ اور ایم ٹی اے گھانا کے علاوہ جلسہ کی کارروائی گھانا کے تین دیگر ٹی وی چینلز پر بھی دیکھی جا سکتی تھی۔

یمن سے اکرم علی الکہلانی صاحب کہتے ہیں کہ آج خلیفہ وقت نے اس جلسہ اور خطابات سے ہمارے دلوں اور روح کو نئی زندگی عطا کر دی ہے۔ ہماری آنکھوں سے آنسو خشک ہو گئے تھے جو اب واپس لوٹ آئے ہیں اور دل سخت ہونے کے بعد نرم پڑ گئے ہیں۔ اگر خلیفہ وقت کا لجنہ والا خطاب سارا معاشرہ سنے اور اس پر باقاعدگی سے عمل کرے تو سارا معاشرہ سو فیصد سلجھ جائے۔ اسی طرح آخری خطاب نے جلسہ کے سارے انتظامات کو چار چاند لگا دیے۔ اس سارے نظام کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ تمام چہرے ہنستے مسکراتے نظر آئے۔ یہ اس خدا کا فضل ہے جس نے یہ جماعت بنائی۔

یمن سے عامر علی صاحب کہتے ہیں کہ جلسے کے تینوں دن ہمارے لیے عید تھے جن میں ہم نے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو نازل ہوتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اس کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھا۔ جلسہ سے خلافت احمدیہ پر ہمارے ایمان میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا کیونکہ ہم نے دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید خلافت احمدیہ کے شامل حال ہے۔ خلافت کے علاوہ سوائے ظلمت کے کچھ بھی نہیں۔ ہر چند ہم جلسہ میں جسمانی طور پر شامل نہ تھے لیکن ہمارے دل آپ کے ساتھ تھے اور ہم جلسہ کی پاکیزہ روحانی فضا کو یوں محسوس کر رہے تھے گویا ہم وہاں موجود ہوں۔ کہتے ہیں آپ کو دیکھ کر اور آپ کی نصائح کو سن کر جذبات وہ تھے جو نا قابل بیان ہیں۔ بڑا گہرا دل پر اثر ہو رہا تھا۔ خطابات سے بہت استفادہ کیا کیونکہ مجھے اپنی بہت سی ذمہ داریوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی نیز بہت سی غلطیوں کا مجھے پتہ لگا جن سے میں غافل تھا۔ اب کہتے ہیں کہ **مختلف ملکوں میں احمدیوں کے اکٹھے ہو کر جلسہ میں شامل ہونے کے نظارے نے میرے دل میں بہت درد پیدا کیا اور** میں نے دعا بھی کی کہ اللہ تعالیٰ جلد یمن میں بھی ہمیں ایسی جگہ عطا فرمائے جہاں ہم اکٹھے ہو کر جلسہ میں شامل ہو سکیں۔

اردن سے حامد صاحب کہتے ہیں کہ ہر سال دنیا کے تمام ممالک سے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی صداقت کے گواہ بن کر جلسہ میں شرکت کرتے ہیں۔ اس سال کا جلسہ ایک خصوصیت کا حامل تھا کیونکہ اس سال انٹرنیٹ اور ایم ٹی اے کے ذریعہ سے تمام دنیا سے احمدیوں نے کثرت کے ساتھ اس میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے حالات میں جماعت کی نصرت فرماتا ہے کیونکہ یہ ایک سچی جماعت ہے۔ میں اس سال کے جلسہ میں خلیفہ وقت کی موجودگی کو ایک روحانی کشف یا دنیا میں جنت سے تشبیہ دیتا ہوں جس کے پھل ہم نے ان تین دنوں میں کھائے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سچے اسلام کی تبلیغ کے لیے روحانی فضاؤں میں نصب کیا گیا ایک آسمانی خیمہ ہے۔

شام سے محمد بدر صاحب کہتے ہیں کہ جلسہ میں احمدی مسلمان رنگ و نسل اور کلچر کے اختلاف کے باوجود خلیفہ وقت کی قیادت میں جماعت کے جھنڈے تلے متحد تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول ان پہ صادق آتا ہے کہ اگر تُو زمین بھر کے خزانے بھی خرچ کرتا تو ان کے دلوں کو نہ جوڑ سکتا بلکہ یہ اللہ ہی ہے جس نے ان کے دلوں کو باہم باندھ دیا ہے۔ قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔ تو ہم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ شاملین جلسہ کے چہروں سے محبت کے جذبات ٹپکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جلسہ میں طمانیت اور سلامتی کا بھی شدید احساس ہوا۔ ایسا لگتا تھا

کہ ہم سب احمدی اپنے روحانی قائد کے جلو میں صحرا کے درمیان واقع ایک روحانی نخلستان میں ہیں جس میں سکینت ہی سکینت ہے اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔ بشدت احساس ہوا کہ ابھی مجھ میں بہت سی کمزوریاں ہیں اور مجھے اپنے اندر نیک تبدیلیاں پیدا کرنے کے لیے بہت کوشش کرنا ہوگی۔ تقویٰ کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہوں گے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہوگا۔ عائلی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے خواتین سے محبت اور نرمی سے پیش آنا ہوگا۔

جرمنی سے عبدالرحمٰن صاحب لبنانی ہیں، یہ کہتے ہیں میں نے برلن کی مسجد میں احباب جماعت کے ساتھ تینوں دنوں کی جلسہ کی کارروائی سنی۔ جلسہ کی روحانی فضاؤں کو محسوس کیا۔ جلسہ سے ہم نے بہت استفادہ کیا۔ وہ روحانیت جس کی کمی محسوس کر رہے تھے واپس لوٹ آئی۔

فلسطین ویسٹ بنک سے عمر صاحب کہتے ہیں میری خواہش ہے کہ یہ جلسہ روز منعقد ہو تاہم انبیاء اور اولیاء کی طرح بنیں۔ ایک منفرد احساس تھا۔ سب بھائیوں نے اکٹھے بیٹھ کر جلسہ سنا۔ ایک محبت اور اخوت کا ماحول تھا۔

رضوان شاہد صاحب آئیوری کوسٹ سے لکھتے ہیں کہ ''مَانْ'' شہر کی جماعت کے صدر آندرے صاحب نے بتایا کہ جلسہ میں سب سے متاثر کن نظارہ یہ تھا کہ دنیائے احمدیت خلافت کے جھنڈے تلے متحد ہے اور اطاعت خلافت میں مگن ہے۔ کسی جگہ دن ہے تو کسی جگہ آدھی رات ہے۔ سب خلیفہ وقت کا خطاب سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہیں اور اپنے ایمانوں کی تازگی کے سامان کر رہے ہیں۔

قرغیزستان کے نیشنل پریذیڈنٹ الیاس کُوبَاتُوف (Ilyas Kubatov) کہتے ہیں کہ جلسہ پر ایسی تقاریر پیش کی گئیں جن کو سن کر میں جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے جلسہ سالانہ یوٹیوب پر دیکھا تھا اور اس وقت میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب میں نے یوٹیوب پر اپنے بہن بھائیوں کے کمنٹس دیکھے جو ایک دوسرے کو جلسہ کی مبارک کے تحائف پیش کر رہے تھے اور ایک دوسرے کو سلامتی کے پیغام دے رہے تھے۔ یہ سب میرے بہن بھائی مختلف قوموں سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً رشین، یوکرینی، آرمینی، تاتاری، قزاقی اور قرغزی وغیرہ۔ یہ نظارہ بہت ہی روح پرور تھا۔

نائیجر کے احمدی دوست سلیمان صاحب کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت کا براہ راست خطبہ اپنی مادری زبان ہاؤسا میں سننا میرے لیے ایک اعزاز کی بات ہے۔ کہتے ہیں ایم ٹی اے 5 پر ہاؤسا زبان کے ایڈیشن نے ہمارے جلسہ کو چار چاند لگا دیے اور ہمارے لیے جلسہ اور عید ایک ساتھ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خلیفہ وقت کو ہاؤسا زبان میں سننا ایک لگژری ہے جس کی لذت ایک ہاؤسا ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس دفعہ پہلی دفعہ ہاؤسا زبان میں براہ راست ترجمہ کیا گیا تھا۔

انڈونیشیا کی ایک جماعت کے ایک دوست سویتونو (Suwitono) صاحب کہتے ہیں کہ جلسہ دیکھنے اور خلیفہ وقت کے خطابات سننے کے بعد ہمارے خاندان میں خلافت سے محبت کی ایک نئی روح پیدا ہوئی ہے۔ ہم نے انسانی بھائی چارے کا اعلیٰ نمونہ دیکھا جو کہ دنیا میں کسی جگہ نہیں ملتا۔ خلافت واقعی نسل اور رنگ سے بالا ہو کر انسان کے درمیان محبت اور امن کا مجسمہ ثابت ہو رہی ہے۔

آسٹریلیا سے عاطف زاہد صاحب کہتے ہیں کہ افتتاحی خطاب لائیو نشریات میں رات بارہ بج کر پچپن منٹ

پر شروع ہوا۔ اس کے باوجود لوگوں نے اجتماعی طور پر وہاں پہنچ کے بڑی سنجیدگی سے جلسہ کی کارروائی سنی اور ایک صاحب اپنے چھوٹے بیٹے کو لے کے آئے تھے۔ رات کو ساڑھے دس بجے خطبہ ختم ہوا تھا۔ انہوں نے خطبہ کے بعد بیٹے سے کہا کہ تم گھر چلے جاؤ۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو یہیں بیٹھ کے خطاب سنوں گا اور وہ بھی رات کو بیٹھا رہا۔ کہتے ہیں کہ جلسہ کا اختتامی خطاب اتوار کی رات دیر سے شروع ہونا تھا اور اگلا دن ورکنگ ڈے تھا اس لیے پریشانی تھی کہ لوگ مسجد میں نہیں آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب جماعت کثیر تعداد میں اختتامی خطاب کو بھی سننے کے لیے آئے اور بلکہ یہ تعداد ابتدائی سیشن میں شامل ہونے والوں سے زیادہ تھی۔

برازیل سے ابراہیم صاحب کہتے ہیں۔ ان کا تعلق گنی بساؤ سے ہے اور تعلیم کی غرض سے برازیل گئے ہوئے ہیں۔ ایک بات جو خاص طور پر میرے لیے توجہ کا باعث بنی جس کا میں خاص طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ نظام خلافت ہے جس کے تحت ایک ہی وقت میں مختلف ممالک کے لوگ کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اکٹھے جلسہ کی تقاریر اور کارروائی سن اور دیکھ رہے تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ **جماعت احمدیہ ہی اسلام کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے اور اگر امام مہدی نہ آئے ہوتے تو ہم میں یہ اتفاق و اتحاد نہ ہوتا۔** میں اس بات کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس جلسہ کے ذریعہ علم میں بہت اضافہ ہوا اور اس جماعت کا ممبر ہونے پر خدا کا شکر گزار ہوں۔

قرغیزستان سے اَتَاخَانُوفَا دِلْیَارَا (Atakhanova Dilyara) صاحبہ ہیں۔ یہ کہتی ہیں کہ مقررین کی تقاریر کو اخلاص سے سننا اور دیکھنا کتنا دلچسپ ہے۔ خلیفہ وقت کے خطابات کو سنتے ہوئے بندہ ایسی دنیا میں ڈوب جاتا ہے جس میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہو رہی ہو۔ ہم سب ایک فیملی کی صورت میں خلیفہ وقت کے خطابات مل کر سن رہے ہیں۔ خاص طور پر خلیفہ وقت کا لجنہ کا خطاب تھا جس میں اسلام میں عورتوں کے حقوق بیان فرمائے۔ خطاب سن کر ہمیں مزید اللہ کے حضور جھکنا چاہیے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم عورتوں کی حفاظت فرمائی ہے۔ کہتی ہیں خطابات جذبات سے لبریز کر دیتے ہیں۔

گوئٹے مالا سے بائرن صاحب کہتے ہیں کہ میرے لیے جلسہ کا دن ایک خاص دن ہے اور کسی معجزے سے کم نہیں کیونکہ جلسہ سے کچھ عرصہ قبل گوئٹے مالا جماعت کے متعدد احباب کورونا وائرس کی وجہ سے بیمار ہوئے اور کچھ کی حالت تشویشناک حد تک چلی گئی لیکن آج گوئٹے مالا کے سب احباب یہاں بیٹھ کر اکٹھے جلسہ سن رہے ہیں اور کوئی ممبر بھی بیمار نہیں ہے۔ جب میں عیسائی تھا تو معجزات کا عجیب ہی تصور تھا۔ جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر مجھے معجزات کی حقیقت سمجھ آئی کہ اصل معجزہ انسان کے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنا ہے۔ ایک سال قبل میں اکیلا مسجد میں آتا تھا۔ میری فیملی کا مسجد آنا اور اسلام قبول کرنا ناممکن لگتا تھا۔ آج میں اپنے ساتھ اپنی اہلیہ، بچوں، والدہ اور ایک بھائی برادر نسبتی اور اس کی فیملی کو بھی ساتھ لایا ہوں اور بیٹھا یہ جلسہ دیکھ رہا ہوں اور اس کو یقیناً ایک معجزہ سمجھتا ہوں۔ یہ صاحب بڑے مخلص سادہ سے احمدی ہیں اور معمولی آمد ہے لیکن تبلیغ کا ایک بڑا جذبہ ان میں پایا جاتا ہے۔ جہاں بھی جاتے ہیں تبلیغ کرتے ہیں اور مختلف احباب کو اپنے خرچ پر مسجد کا وزٹ کرواتے ہیں۔

گوئٹے مالا سے ہی رامیرو مارتینیز (Ramiro Martinez) کہتے ہیں میرے لیے آج کا دن بہت خاص

تھا۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ یوکے کا جلسہ اور دوسری جگہ کے ویڈیو مناظر دیکھ کے یقین ہو گیا کہ یہ عالمگیر نظام یقیناً خدائی نظام ہے۔ خلیفہ وقت یقیناً خدا کی طرف سے مقرر ہیں جو ہمیں بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کو کس طرح کی شکل معاشرے میں پیش کرنی چاہیے۔ میں بہت خوش ہوں۔ آئندہ سے خلیفہ وقت کے خطاب ہمیشہ سنوں گا۔ یہ صاحب پینتیس سال تک بائبل پڑھاتے رہے۔ مختلف عیسائی فرقوں کے ممبر رہے مگر ہمیشہ اختلاف کی وجہ سے ایک سے دوسرا فرقہ تبدیل کرتے رہے۔ خود تحقیق کر کے اسلام احمدیت قبول کی ہے۔ مسجد سے بیس کلو میٹر دور ان کی رہائش ہے۔ جب سے انہوں نے احمدیت قبول کی ہے اس عرصہ میں صرف ایک جمعہ گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے نہیں پہنچے باقی باقاعدہ جمعہ پہ آتے ہیں۔ اور اپنے گھر میں پانچ وقتہ نمازوں کا اہتمام کیا ہوا ہے۔

گوئٹے مالا سے اوالین گونزالیز (Evalin Gonzalez) کہتی ہیں کہ جلسہ یوکے میں براہ راست شامل ہو کر معلوم ہوا کہ جماعت احمدیہ کا ایک نظام ہے۔ سب ایک لڑی میں پروئے ہوئے نظر آئے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس نظام کا حصہ بننے کا موقع دیا۔ مجھے افسوس ہے کہ خلیفہ وقت کی باتوں کو سننے سے ایک بڑا حصہ دنیا کا محروم ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں مسائل ہیں۔ جنگ کی کیفیت ہے۔ **مجھے احمدیت میں داخل ہو کر یہ بات سمجھ آئی کہ دعا سے سب کچھ ہو سکتا ہے** اور ہمارے بہت سے مسائل دعا سے حل ہو گئے۔ میرا اجڑتا ہوا گھر خلیفہ وقت کی دعا سے بچا۔ میرے پاس اس وقت الفاظ نہیں کہ خلیفہ وقت کا شکریہ ادا کر سکوں۔ کہتی ہیں پہلی مرتبہ شامل ہونے کی وجہ سے میں کہہ سکتی ہوں کہ میرے لیے کامیابیوں اور فتح کا سال ہے۔ ہم مکمل تو نہیں ہیں مگر ہمارا روحانیت کا ایک نیا سفر شروع ہو گیا ہے۔ میں آئندہ بھی ہر سال جلسہ میں شامل ہوا کروں گی۔

نائیجر کے احمدی دوست ایسیابابا کہتے ہیں: میں نے خطبہ میں مہمان نوازی کے بارے میں سنا کہ امام مہدی علیہ السلام کس طرح اپنے آرام پر مہمانوں کے آرام کو فوقیت دیتے تھے اور خلیفہ وقت نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مثال پیش کی کہ مہمانوں کے آرام کے لیے اپنی چارپائی بھی دے دی۔ ساری رات مشکل میں گزاری اور پھر اس کی مثال میں نے جلسہ میں دیکھی کہ کس طرح بھائی چارے کی فضا قائم تھی۔ کیچڑ میں پھنسی ہوئی گاڑیوں کو خدام اپنے آپ کی پروا کیے بغیر باہر نکال رہے تھے۔ شاید یہی بھائی چارہ ہے جس کی کمی کی وجہ سے آج مسلمان دنیا میں ذلیل و خوار ہیں اور یہ حل ہمیں خلیفۃ المسیح نے بتا دیا۔

صمد غوری صاحب البانیا سے لکھتے ہیں: ایک دوست ڈاکٹر بیار (Bujar) صاحب نے بتایا کہ میں نے خلیفہ وقت کے خطابات کے علاوہ جلسہ سالانہ یوکے کے دیگر پروگرام بھی دیکھے ہیں۔ آجکل کے اس دور میں **جلسہ سالانہ لوگوں کی ہدایت کے لیے ایک اہم ضرورت ہے۔** کہتے ہیں خلیفہ وقت کے خطابات نہایت سادہ الفاظ میں لیکن موجودہ وقت کے بارے میں ایک عظیم پیغام لیے ہوئے تھے۔ ایسے وقت میں جبکہ تمام اخلاقی قوانین کو پامال کیا جا چکا ہے اور دنیا کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ انسانیت کو حقوق دلائیں گے اور دنیا کو بچائیں گے جبکہ یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ یہ اصول تو دراصل پندرہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائے تھے جن کی علمبردار آج جماعت احمدیہ ہے۔ اس دفعہ جلسہ سالانہ میں جو نظارے دیکھے ان میں جماعت احمدیہ اور ہیومینٹی فرسٹ کے افریقہ کے غریب

علاقوں میں خدمات کے نظارے نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ان بچوں کی دمکتی ہوئی آنکھیں حقیقت پر سے اس رنگ میں پردہ اٹھانے والی تھیں کہ ان کے آگے دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں کی لفاظیاں اور پروپیگنڈے ہیچ ہیں، وہ آنکھیں زندگی کی طلبگار ہیں اور پانی زندگی ہے جس کو وہ پہلی بار کتنے مزے سے چکھ رہے تھے۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر جو خیر سگالی کے پیغامات موصول ہوئے۔ وہ یوکے کے علاوہ نو ممالک سے اہم شخصیات کے خیر سگالی کے 109 پیغامات موصول ہوئے۔ ان میں ویڈیو پیغامات، آڈیو پیغامات، تحریری پیغامات شامل ہیں۔ یوکے کے علاوہ جن ممالک سے پیغامات آئے ان میں یو ایس اے، سیرالیون، گیمبیا، سینیگال، کینیا، سپین، ہالینڈ، جرمنی شامل ہیں۔ پرائم منسٹر یوکے، پرائم منسٹر کینیڈا، پھر یوکے کے لیبر پارٹی کے لیڈر Lib Dems کے یوکے کے لیڈر اس طرح اور بہت سارے politicians ہیں۔ پھر آٹھ منسٹرز، گیارہ شیڈو منسٹرز، چار سابق سیکرٹریان سٹیٹ، لندن پولیس کمشنر، چھ نیشنل مذہبی لیڈرز اور تیرہ میئرز کے پیغامات ملے۔ اس کے علاوہ بھی مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والی مختلف شخصیات کے پیغام ملے۔

ایم ٹی اے افریقہ کی رپورٹ یہ ہے کہ گذشتہ سالوں کی طرح اس سال ایم ٹی اے افریقہ کے ذریعہ بھی افریقہ بھر میں جلسہ سالانہ یوکے کی نشریات دیکھی اور سنی گئیں جس کو ہم نے لوگوں کے تاثرات سے بھی دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے افریقہ کے علاوہ جلسہ سالانہ کی نشریات بعض دیگر مقامی ٹی وی چینلز پر بھی نشر کی گئیں۔ اس سال گیمبیا، سیرالیون، لائبیریا، گھانا، یوگنڈا، مالی، روانڈا، برونڈی، سینیگال، برکینا فاسو میں چودہ مختلف ٹی وی سٹیشنز پر میرے جو خطابات تھے براہ راست نشر کیے گئے۔ ایک اندازے کے مطابق پچپن ملین سے زائد لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچا۔ کورونا کی وجہ سے افریقہ کے جو بیرونی مہمان شرکت نہیں کر سکے تھے ان کے مطالبات آرہے تھے کہ ہمیں بھی شامل ہونے کا موقع دیا جائے۔

ہاؤسا زبان میں پہلی دفعہ ترجمہ ہوا۔ یہ زبان افریقہ میں پچاس ملین سے زائد لوگ بولتے ہیں۔ افریقہ کے سولہ مختلف ٹی وی چینلز نے جلسہ سالانہ یوکے کے حوالہ سے خبریں نشر کیں۔ ان چینلز کو دیکھنے والوں کی تعداد ساٹھ ملین سے زائد ہے۔ یوگنڈا سے مشنری ذکی صاحب لکھتے ہیں کہ جلسہ سے پہلے مخالفین نے مختلف سوشل میڈیا پر جماعت کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا انہوں نے کہا کہ ان کا اپنا قرآن ہے وغیرہ وغیرہ اس لیے جلسہ نہ سنیں۔ جب انہوں نے بھی اشتہار دیا کہ جلسہ سنیں تو انہوں نے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ جلسہ نہ سنیں کیونکہ ان کا قرآن بھی اَور ہے۔ اس پروپیگنڈا کے نتیجہ میں یوگنڈا میں ایک بڑی تعداد میں لوگوں کی توجہ جلسہ سالانہ کی طرف پیدا ہوئی۔ الٹا اثر ہو گیا اور بہت سے غیر احمدی احباب نے اس بات کا اظہار کیا کہ جماعت کے خلاف اس پراپیگنڈا کی وجہ سے ہمیں جلسہ کے حوالے سے تجسس ہوا اور جلسہ دیکھنے کے بعد ہمارے دل بدل گئے ہیں اور ہمیں پتہ لگ گیا ہے کہ احمدیوں کا وہی قرآن ہے بلکہ وہ دوسروں کی نسبت قرآن کریم سے زیادہ عشق کرتے ہیں۔

یوگنڈا کے ایک کیتھولک دوست نے لکھا کہ میں نے یوگنڈا کے نیشنل ٹی وی پر جلسہ کا اشتہار دیکھا کہ یوکے میں کوئی اسلامی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ دیکھوں کیسی کانفرنس ہے۔ چنانچہ ہفتہ کے

روز میں نے ٹی وی لگایا تو سفید پگڑی والے ایک شخص کو دیکھا جو خطاب کر رہے تھے۔ میں نے خطاب سننا شروع کیا تو ٹی وی کے سامنے سے اٹھ نہیں پایا اور شروع سے لے کر آخر تک مکمل خطاب سنا۔ کہنے لگے کہ عورتوں کے متعلق اسلامی تعلیمات کہیں نہیں ملتیں اور میں نے کسی شخص کو عورتوں کے حقوق کے بارے میں اس طرح آواز اٹھاتے کبھی نہیں دیکھا۔ انہوں نے اسی وقت سکرین پر دیے گئے نمبر پہ رابطہ کیا اور کہا کہ جو عورتوں کا خطاب تھا مجھے اس خطاب کا سکرپٹ (script) چاہیے۔ چنانچہ انہیں وہ ان شاء اللہ بھجوا دیا جائے گا۔

غیر از جماعت دوست عبداللہ کوئی (Quye) صاحب لائبیریا سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرا مقصد جلسہ کے پروگرام دیکھنے کا یہ تھا کہ مجھے احمدی مسلمانوں اور دیگر مسلمانوں میں فرق پتہ چلے اور میرے پر واضح ہو کہ جماعت احمدیہ کے بارے میں جو غیر احمدی علماء بتاتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے۔ جلسہ کے دیکھنے کے بعد مجھے پورا یقین ہو گیا کہ جماعت کے خلاف سب منفی پروپیگنڈا ہے۔ سب جھوٹ ہے۔ حقیقت میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کا پیغام دنیا میں پہنچ رہا ہے اور میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ باقی لوگوں کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کروں کہ صرف جماعت احمدیہ حقیقی طور پر دین اسلام کی اشاعت کر رہی ہے۔

لائبیریا سے غیر احمدی دوست ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مذہبی رواداری کی بنا پر جلسہ کی کارروائی دیکھنے کے لیے شامل ہوا تھا۔ جب میں نے سٹیج کے پردہ پر لکھی قرآنی آیت پڑھی تو یہ بات میرے لیے بے حد حیران کن تھی کہ احمدیوں کے بارے میں غیر احمدی علماء یہ مشہور کرتے ہیں کہ احمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں تسلیم کرتے اور ان کی عزت نہیں کرتے لیکن اس سب کے برعکس احمدی تو پوری دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پرچار کر رہے ہیں اور جس طرح جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے قرآن کریم کی تعلیم اور بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنے خطاب میں کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

یہ دوسری چیزیں بعد میں بیچ میں آ گئی تھیں۔ بہر حال اب آگے پھر پریس اینڈ میڈیا کا ذکر ہے۔ پریس اینڈ میڈیا کے ذریعہ سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوریج ہوئی۔ اور بی بی سی نے اپنے ریجنل ٹی وی میں دیا، بی بی سی ساؤتھ نے دیا، ایک ڈاکومنٹری بھی چلائی اور یہ رپورٹ بی بی سی ورلڈ نے بھی نشر کی جو دو سو ممالک میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بی بی سی نیشنل نیوز چینل پر بھی یہ خبر نشر ہوئی اور repeat بھی ہوتی رہی۔ کہتے ہیں کہ معین طور پر کتنے افراد تک پیغام پہنچا یہ بتانا تو مشکل ہے لیکن ایک اندازے کے مطابق یہ کوریج باون ملین افراد تک تھی۔ چالیس ویب سائٹس نے جلسہ کی خبر نشر کی۔ ان کی اپنی ریڈرشپ ستائیس ملین افراد ہے۔ بیس اخبارات وغیرہ میں جلسہ کے بارے میں آرٹیکل شائع ہوئے، اس کی ریڈرشپ سات لاکھ پینتیس ہزار ہے۔ جلسہ کے حوالہ سے سولہ ریڈیو پروگرام نشر ہوئے، سولہ ملین لوگوں تک پیغام پہنچا۔ اسی طرح بارہ ٹیلی ویژن چینلز نے جلسہ کی خبر نشر کی جن کی کوریج بائیس لاکھ افراد تک ہے۔ ان تمام ذرائع کے علاوہ سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی اندازاً تریسٹھ لاکھ افراد تک پیغام پہنچا۔

ڈھاکہ سے امیر صاحب بنگلہ دیش کہتے ہیں ڈھاکہ کی مرکزی مسجد نارائن گنج، برہمن باڑیہ، چٹاگانگ میں لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ شمولیت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ رپورٹ کے مطابق آٹھ سو سے زائد غیر از جماعت مہمانوں نے جلسہ کی کارروائی سنی اور استفادہ کیا۔ پھر کہتے ہیں بنگلہ دیش کے دس آن لائن پورٹلز اور اخباروں میں جلسہ کی خبریں بمع تصاویر شائع ہوئیں۔ ان میں سے تین بہت مشہور اور معروف ہیں۔ بہت ہی محتاط اندازے کے مطابق آن لائن پورٹلز اور اخباروں کے ذریعہ سے کم از کم چوّن لاکھ احباب نے یہ خبریں پڑھی ہیں۔

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ذریعہ جو کوریج ہے وہ یہ ہے کہ یوٹیوب پر پندرہ ملین سے زائد لوگوں نے وزٹ کیا۔ تقریباً پانچ لاکھ گھنٹے یوٹیوب کے ذریعہ ایم ٹی اے دیکھا گیا۔ انسٹاگرام پر پینتیس ہزار لوگوں نے ایم ٹی اے کا پیج دیکھا اور ایک اعشاریہ نو سات (1.97) ملین لوگوں تک اس کی رسائی ہوئی۔ ٹوئٹر پر ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے ایم ٹی اے کا پیج دیکھا۔ پینتیس ہزار سے زائد لوگوں نے اس کو پسند کیا اور آگے دوسروں کو پہنچایا۔ فیس بک کے ذریعہ بھی ساڑھے پانچ لاکھ سے زائد احباب تک پیغام پہنچا۔ اسی طرح ایم ٹی اے کی اپنی ویب سائٹ کو ایک لاکھ مرتبہ دیکھا گیا۔ ایم ٹی اے آن ڈیمانڈ کے ذریعہ بھی دو لاکھ سے زائد احباب نے جلسہ کو دیکھا۔ تو یہ مختصر سی بعض باتیں تھیں اس پر بھی کافی وقت لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کے دُوررس نتائج بھی پیدا فرمائے اور سعید روحوں کو احمدیت اور حقیقی اسلام کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ پیدا ہو اور نام نہاد علماء کے شر سے جماعت کو اور تمام سعید روحوں کو محفوظ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ ستمبر 2021ء جلد 28 شمارہ 71 صفحہ 05 تا 11)

34

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20/ اگست 2021ء بمطابق 20/ ظہور 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اُس وقت جو مختلف جنگیں لڑی گئیں ان کا ذکر چل رہا تھا۔ ان میں سے ایک **جنگ جُنْدَی سَابُوْر ہے**۔ جب حضرت ابو سَبْرَہ بن رُھْم سَاسَانی بستیوں کی فتح سے فارغ ہوئے تو آپ لشکر کے ساتھ آگے بڑھے اور جُنْدَی سَابُوْر میں پڑاؤ کیا۔ جندی سابور خوزستان کا ایک شہر تھا۔ بہر حال ان دشمنوں کے ساتھ صبح شام جنگی معرکے ہوتے رہے لیکن یہ اپنی جگہ ڈٹے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی طرف سے کسی نے امان دینے کی پیشکش کر دی۔ دشمن فصیل میں تھا۔ جب موقع ملتا تھا نکل کے حملہ کرتا تھا۔ تو جب ایک عام مسلمان نے پیشکش کی تو انہوں نے فوراً فصیل کے دروازے کھول دیے۔ جانور باہر نکل پڑے، بازار کھل گئے اور لوگ اِدھر اُدھر نظر آنے لگے۔ مسلمانوں نے ان سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں نے ہمیں امان دے دی ہے اور ہم نے اسے قبول کر لیا ہے۔ ہم جزیہ دیں گے اور آپ ہماری حفاظت کریں گے۔ مسلمانوں نے کہا ہم نے تو ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم جھوٹ نہیں کہہ رہے۔ پھر مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے سے استفسار کیا تو معلوم ہوا کہ مُنْذِر نامی ایک غلام نے یہ کیا ہے۔ جب اس کے متعلق حضرت عمرؓ سے استفسار کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وفاداری کو بڑی اہمیت دی ہے۔ تم وفادار نہیں ہو سکتے **جب تک اس عہد کو پورا نہ کرو جو عہد کر لیا۔ چاہے غلام نے کیا اس کو پورا کرو۔** جب تک تم شک میں ہو انہیں مہلت دو اور ان کے ساتھ وفاداری کرو۔ چنانچہ مسلمانوں نے عہد و پیمان کی تصدیق کی اور واپس لَوٹ آئے۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 425 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)
(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطاب، شخصیت کارنامے صفحہ 689 مکتبہ الفرقان خان گڑھ پاکستان)
(معجم البلدان جلد2 صفحہ198)

یہ معرکہ خوزستان کی فتوحات کا خاتمہ تھا۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 135)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس طرح کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ "حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک حبشی غلام نے ایک قوم سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ فلاں فلاں رعایتیں تمہیں دی جائیں

گی۔ جب اسلامی فوج گئی تو اس قوم نے کہا ہم سے تو یہ معاہدہ ہے۔ فوج کے افسر اعلیٰ نے اس معاہدہ کو تسلیم کرنے میں لیت و لعل کی تو بات حضرت عمرؓ کے پاس گئی۔ انہوں نے فرمایا مسلمان کی بات جھوٹی نہ ہونی چاہئے خواہ غلام ہی کی ہو۔"
(بعض ضروری امور، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 405)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک دشمن فوج گھر گئی اور اس نے سمجھ لیا کہ اب ہماری نجات نہیں ہے۔ پہلے جو واقعہ بیان ہوا ہے یہ اسی کی تفصیل ہے۔ انہوں نے اپنے الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ اسلامی کمانڈر دباؤ سے ہمارا قلعہ فتح کر رہا ہے۔ اگر اس نے فتح کر لیا تو ہم سے مفتوح ملک والا معاملہ کیا جائے گا۔ ہر مسلمان مفتوح ہونے اور صلح کرنے میں فرق سمجھتا تھا۔ مفتوح کے لیے تو عام اسلامی قانون جاری ہوتا تھا اور صلح میں جو بھی وہ لوگ (دوسرا فریق) شرط کر لیں یا جتنے زائد حقوق لے لیں، لے سکتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسا طریق اختیار کرنا چاہیے جس سے نرم شرائط پر صلح ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن ایک حبشی مسلمان پانی بھر رہا تھا اس کے پاس جا کر انہوں نے کہا۔ کیوں بھئی! اگر صلح ہو جائے تو وہ لڑائی سے اچھی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں اچھی ہے۔ وہ حبشی غیر تعلیم یافتہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ پھر کیوں نہ اِس شرط پر صلح ہو جائے کہ ہم اپنے ملک میں آزادی سے رہیں اور ہمیں کچھ نہ کہا جائے۔ ہمارے مال ہمارے پاس رہیں اور تمہارے مال تمہارے پاس رہیں۔ وہ کہنے لگا بالکل ٹھیک ہے۔ انہوں نے قلعہ کے دروازے کھول دیے۔

اب اسلامی لشکر آیا تو دشمن نے کہا ہمارا تو تم سے معاہدہ ہو گیا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ معاہدہ کہاں ہوا ہے اور کس افسر نے کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ ہمیں کیا پتہ کہ تمہارے کون افسر ہیں اور کون نہیں۔ ایک آدمی یہاں پانی بھر رہا تھا اس سے ہم نے یہ بات کی اور اس نے ہمیں یہ کہہ دیا۔ مسلمانوں نے کہا دیکھو ایک غلام نکلا تھا اس سے پوچھو کیا ہوا؟ اس حبشی غلام سے کہا تو اس نے بتایا کہ ہاں مجھ سے یہ بات ہوئی تھی۔ تو مسلمانوں نے کہا کہ وہ تو غلام تھا۔ اسے کس نے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا تھا۔ اس پر دشمنوں نے کہا کہ ہمیں کیا پتہ کہ یہ تمہارا افسر ہے یا نہیں۔ ہم اجنبی لوگ ہیں ہم نے سمجھا کہ یہی تمہارا جرنیل ہے، ہوشیاری دکھائی۔ اس افسر نے کہا کہ میں تو نہیں مان سکتا لیکن میں یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو لکھتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ خط ملا تو آپؓ نے فرمایا کہ آئندہ کے لیے یہ اعلان کر دو کہ کمانڈر اِنچیف کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں کر سکتا لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک مسلمان زبان دے بیٹھے تو مَیں اس کو جھوٹا کر دوں۔ اب وہ حبشی جو معاہدہ کر چکا ہے وہ تمہیں ماننا پڑے گا۔ ہاں آئندہ کے لیے اعلان کر دو کہ سوائے کمانڈر اِنچیف کے اَور کوئی کسی قوم سے معاہدہ نہیں کر سکتا۔

(ماخوذ از سیر روحانی (7)۔ انوار العلوم جلد 24 صفحہ 293-294)

حضرت عمرؓ نے جو ایران کو فتح کیا ہے تو اس کی کیا وجوہات تھیں، آپؓ کیوں مجبور ہوئے۔ ان کا بیان اس طرح ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ کی قلبی خواہش تھی کہ اگر عراق اور اَہْوَاز کے معرکوں پر ہی اس خونریز جنگ کا خاتمہ ہو جائے تو بہتر ہے۔ جنگیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ دشمن حملہ کر رہا ہے۔ دشمن کو ایک دفعہ ختم کر دیا، ان کی طاقت کو روک دیا اب یہیں ختم ہو جانا چاہیے۔ آپؓ نے بار بار اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ کاش ہمارے اور

ایرانیوں کے درمیان کوئی ایسی روک ہو کہ نہ وہ ہماری طرف آسکیں نہ ہم ان کے پاس جا سکیں مگر ایرانی حکومت کی مسلسل جنگی کارروائیوں نے آپؓ کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ سترہ ہجری میں محاذِ جنگ سے مسلمان سردارانِ لشکر کا ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ **حضرت عمرؓ نے اس وفد کے سامنے یہ سوال رکھا کہ مفتوحہ علاقوں میں کیوں بار بار عہد شکنی اور بغاوت ہو جاتی ہے۔** حضرت عمرؓ نے اس شبہ کا اظہار کیا کہ مسلمان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے لیے تکلیف کا باعث بنتے ہوں گے تبھی عہد شکنی ہو رہی ہے۔ وفد نے اس امر کی تردید کی۔ انہوں نے کہا نہیں اس طرح نہیں ہے اور بتایا کہ ہمارے علم میں تو مسلمان پوری وفاداری اور حسنِ انتظام سے کام لیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تو پھر اس گڑبڑ کی کیا وجہ ہے؟ باقی ارکان وفد تو اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے مگر اَحْنَفْ بن قَیس بولے کہ امیر المومنینؓ! میں آپؓ کو اصل صورتِ حال سے مطلع کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ آپؓ نے ہمیں مزید فوجی اقدام کی ممانعت کر دی ہے کہ مزید جنگ نہیں کرنی اور اس علاقے پر رُکے رہنے کی ہدایت کی ہے جو اَب تک فتح ہو چکا ہے مگر ایران کا بادشاہ ابھی زندہ موجود ہے اور جب تک وہ موجود ہے ایرانی ہم سے مقابلہ جاری رکھیں گے اور یہ کبھی ممکن نہیں کہ ایک ملک میں دو حکومتیں ہو سکیں۔ بہر صورت ایک دوسری کو نکال کر رہے گی۔ یا ایرانی رہیں گے یا ہم رہیں گے۔ اس نے کہا کہ آپؓ کو علم ہے کہ ہم نے کسی علاقے کو بھی خود نہیں لیا بلکہ دشمن کے حملہ آور ہونے کے باعث فتح کیا ہے۔ ہم نے تو خود کبھی جنگ کی نہیں اور یہی آپؓ کا حکم تھا۔ دشمن حملہ کرتا تھا تو مجبوراً جنگ کرنا پڑتی تھی اور پھر علاقے فتح بھی ہو جاتے تھے۔

بہر حال اس میں مسلمانوں میں سے بھی ان لوگوں کے لیے یہ واضح ہو گیا جو جنگوں کو بلاوجہ کرنے کے جواز پیش کرتے **ہیں اور اسلام پر اعتراض کرنے والوں کا جواب بھی اس میں آ گیا ہے** کہ مسلمان کبھی زمینیں حاصل کرنے کے لیے، ملک فتح کرنے کے لیے جنگیں نہیں کرتے تھے۔ ان پہ حملے ہوئے تو امن قائم کرنے کے لیے جنگیں کرتے تھے اور پھر فتوحات بھی ہوتی تھیں۔ بہر حال انہوں نے کہا کہ یہ فوجیں ان کے بادشاہ کی طرف سے آتی ہیں اور ان کا یہ رویہ آئندہ بھی اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آپؓ ہمیں اس امر کی اجازت نہ دیں کہ ہم آگے فوج کشی کے اقدام کریں اور بادشاہ کو فارس سے نکال دیں۔ اس صورت میں اہل فارس کی دوبارہ فتح کی امید منقطع ہو سکتی ہے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 136 تا 138)

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 502-503، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اور بات بھی یہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے کو صائب قرار دیتے ہوئے یہ سمجھ لیا کہ اب ایران میں مزید پیش قدمی کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ مجبوری ہے اس کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا اور مسلمانوں کا خون ہوتا رہے گا، جنگیں ہوتی رہیں گی مگر اس کا عملی فیصلہ پھر بھی حضرت عمرؓ نے ڈیڑھ دو سال کے بعد 21ھ ہجری میں نِہَاوَنْد کے معرکے کے بعد کیا جبکہ ایرانی زبردست طاقت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکلے تھے اور نِہَاوَنْد کے مقام پر ایک زبردست جنگ ہوئی تھی۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 138-139)

جنگِ نہاوَنْد کو فتح الفتوح بھی کہتے ہیں۔ ایران اور عراق میں مسلمانوں کی جنگی مہم میں تین معرکوں کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ یعنی قادسیہ کا معرکہ، جَلُولَاء کا معرکہ اور نہاوَنْد کا معرکہ۔ اور نہاوَنْد کی فتح اپنے نتائج کے لحاظ سے اس قدر اہم تھی کہ مسلمانوں میں فتح الفتوح کے نام سے معروف ہو گئی تھی یعنی تمام فتوحات سے بڑھ کر فتح۔

نِہاوَنْد کی یہ جنگ پہلی دو زبردست شکستوں کے بعد ایرانیوں کی طرف سے ایسے حملے کی آخری کوشش تھی۔ اس معرکے کی تفاصیل یہ ہیں کہ شاہِ ایران یَزْدَجَرْد نے جو اَب مَرْو میں مقیم تھا یا بروایت ابو حنیفہ دِیْنَوَرِی قُم میں رہائش پذیر تھا بڑی سرگرمی سے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لشکر جمع کرنا شروع کیا اور اپنے خطوط سے خراسان سے لے کر سندھ تک ملک میں ایک حرکت پیدا کر دی اور ہر طرف سے ایرانی فوج امڈ کر نہاوَنْد میں جمع ہونے لگی۔

(فتوح البلدان صفحہ 184، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 521، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)(اخبار الطوال، وقعۃ نہاوند، صفحہ 192 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 139)

نِہاوَنْد ایران کا ایک شہر ہے جو کِرْمَان شاہ کے مشرق میں واقع ہے اور صوبہ ہَمْدَان کے دارالحکومت ہمدان سے تقریباً ستر کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔

(اٹلس فتوحات اسلامیہ جلد 2 صفحہ 118 مکتبہ دار السلام ریاض 1428ھ)

نِہاوَنْد مکمل طور پر پہاڑوں کے درمیان ایک شہر تھا۔

(سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 426 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)

حضرت سعدؓ نے اس لشکر کی اطلاع حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ ارسال کر دی۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 522، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

چند روز بعد جب خود حضرت سعدؓ کو حضرت عمرؓ نے ان کے عہدے سے سبکدوش کر دیا اور حضرت سعدؓ کو مدینہ جانے کا موقع ملا تو حضرت سعدؓ نے پھر یہ زبانی اطلاعات حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیں۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 523، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت سعدؓ کو معزول کر کے یہ اہم عہدہ دربارِ خلافت کی طرف سے حضرت عَمَّار بن یَاسِرؓ کو دیا گیا۔ حضرت عمارؓ کو اس ایرانی جنگی کارروائی کے سلسلہ میں جو اطلاعات ملتی رہیں وہ آپؓ مدینہ بھجواتے رہے۔

(اخبار الطوال، وقعۃ القادسیہ، صفحہ 192 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(فتوح البلدان صفحہ 170، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 140)

حضرت عمرؓ نے مجلسِ مشاورت منعقد کی اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں فرمایا: اے قوم عرب! اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ تمہاری تائید کی اور افتراق کے بعد تمہیں متحد کر دیا اور فاقہ کشی کے بعد تمہیں غنی کر دیا۔ اور جس میدان میں بھی تمہیں دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا اس نے تمہیں فتح دی۔ پس تم نہ کبھی ماندہ ہوئے نہ مغلوب۔ اور اب شیطان نے کچھ لشکر جمع کیے ہیں تا کہ خدا کے نور کو بجھائے اور یہ عَمَّار بن یَاسِر کا خط ہے کہ قُوْمِس، طَبَرِسْتَان، دُنْبَاوَنْد، جُرْجَان، اصفہان، قُم، ہَمْدَان، مَاهِیْن اور مَاسَبَذَان کے باشندے اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو رہے ہیں

تا کہ تمہارے بھائیوں کے مقابلے کے لیے جو کوفہ اور بصرہ میں ہیں نکلیں اور ان کو اپنے وطن سے نکال کر خود تمہارے ملک پر حملہ آور ہوں۔ اے لوگو! اس بارے میں مجھے اپنا مشورہ دو۔

(اخبار الطوال صفحہ192، وقعة نهاوند، دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

یہ معاملہ اہم ہے۔ میں نہیں پاتا کہ آپ لوگ زیادہ باتیں کریں اور آپس میں اختلاف رائے رکھیں۔ میں پاتا ہوں کہ آپ مختصراً مجھے مشورہ دیں کہ کیا یہ مناسب ہو گا کہ میں خود اس وقت ایران کو روانہ ہوں اور بصرہ و کوفہ کے درمیان کسی مناسب مقام پر قیام کر کے اپنے لشکر کا مددگار ہوں اور اگر خدا کے فضل سے اس معرکہ میں فتح ہو جائے تو اپنے لشکر کو دشمن کے علاقے میں مزید پیش قدمی کے لیے روانہ کروں۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ523، دارالکتب العلمیة بیروت2012ء)

حضرت عمرؓ کی تقریر کے بعد حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کھڑے ہوئے اور تشہد کے بعد بولے کہ اے امیر المومنینؓ! امورِ مملکت نے آپؓ کو دانشمند بنا دیا ہے اور تجارب نے آپؓ کو ہوشیار بنا دیا ہے۔ آپؓ جو چاہیں کیجیے اور جو آپؓ کی اپنی رائے ہے اس پر عمل کیجیے۔ ہم آپؓ کے ساتھ ہیں۔ آپؓ ہمیں حکم دیں، ہم آپؓ کی اطاعت کریں گے۔ ہمیں بلائیں، ہم آپؓ کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ ہمیں بھیجیں، ہم روانہ ہو جائیں گے۔ آپؓ ہمیں ساتھ لے جانا چاہیں، ہم آپؓ کے ساتھ ہوں گے۔ آپؓ خود ہی اس امر کا فیصلہ کیجیے کیونکہ آپؓ باخبر اور تجربہ کار ہیں۔ طلحہ یہ کہہ کر بیٹھ گئے مگر حضرت عمرؓ مشورہ لینا چاہتے تھے۔ آپؓ نے فرمایا: لوگو کچھ کہو کیونکہ آج کا موقع ایسا ہے جس کے نتائج دیرپا ہیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے امیر المومنینؓ! میری رائے یہ ہے کہ آپؓ شام اور یمن میں یہ احکامات بھیج دیں کہ وہاں کی اسلامی افواج ایران کی طرف روانہ ہوں۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ523-524، دارالکتب العلمیة بیروت2012ء)

اسی طرح بصرہ کی افواج کو احکام بھیج دیں کہ وہاں سے بھی فوجیں روانہ ہو جائیں اور آپؓ خود یہاں سے حجاز کی افواج کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوں۔

(اخبار الطوال، وقعة نهاوند، صفحہ193، دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

اس صورت میں وہ جو دشمن کی کثرت تعداد کے خطرے کا احساس آپؓ کو ہے وہ دُور ہو جائے گا۔ یہ موقع واقعی ایسا ہے جس کے نتائج دیرپا ہوں گے۔ اس لیے آپؓ کی اس میں خود اپنی رائے اور اپنے رفقائے کار کے ساتھ موجودگی ضروری ہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ524، دارالکتب العلمیة بیروت2012ء)

یعنی خود جانا چاہیے فرنٹ لائن پہ۔ حضرت عثمانؓ کی یہ تجویز مجلس کے اکثر لوگوں کو پسند آئی اور مسلمان ہر طرف سے بولے کہ یہ ٹھیک ہے۔

(اخبار الطوال صفحہ193، وقعة نهاوند، دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

اس کو بھی حضرت عمرؓ نے مانا نہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مزید مشورہ دو۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے۔ ایک لمبی تقریر کی جس میں فرمایا امیر المومنینؓ! اگر آپؓ نے شام کی افواج کو وہاں سے ہٹ جانے کا حکم دیا تو وہاں

رومی حکومت کا قبضہ ہو جائے گا اور اگر یمن سے اسلامی افواج ہٹ آئیں تو حبشہ کی حکومت وہاں قبضہ کر لے گی۔ اگر آپؓ خود یہاں سے روانہ ہوئے تو ملک کے گوشہ گوشہ سے مسلمان آپؓ کا نام سن کر آپؓ کی معیت کے لیے امڈ پڑیں گے اور جس طرح کے خطرے کے مقابلے کے لیے آپؓ جا رہے ہیں اس سے زیادہ خطرہ ملک خالی ہو جانے کی وجہ سے خود یہاں پیدا ہو جائے گا۔ اس کے بجائے حضرت علیؓ نے تجویز یہ دی کہ آپ بصرہ یہ حکم بھیجیں کہ کل فوج کے تین حصے کر دیے جائیں۔ ایک حصہ تو اسلامی آبادی میں مکان و اطراف کی حفاظت کے لیے چھوڑا جائے۔ ایک حصہ ان مفتوحہ علاقوں میں مقرر کر دیا جائے جن سے صلح ہو چکی ہے تا کہ جنگ کے وقت وہاں کے لوگ عہد شکنی کر کے بغاوت نہ کر بیٹھیں اور ایک حصہ مسلمانوں کے لیے، کوفہ والوں کی امداد کے لیے روانہ کر دیا جائے۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 523، 524، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اسی طرح کوفہ والوں کو لکھ دیں کہ ایک حصہ فوج کا وہیں مقیم رہے اور دو حصے دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوں۔ اور اسی طرح شام کی افواج کو حکم بھیج دیں کہ دو حصے فوج شام میں مقیم رہے اور ایک حصہ ایران روانہ کر دی جائے اور اس قسم کے احکام عمان اور ملک کے دوسروں علاقوں اور شہروں کے نام صادر کر دیے جائیں۔

(اخبار الطوال، وقعۃ نہاوند، صفحہ 193 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

آپؓ کا خود محاذ جنگ پر جانا اس لیے مناسب نہیں کہ آپؓ کی پوزیشن تو اس لڑی کی سی ہے جس میں موتی پروئے ہوتے ہیں۔ اگر لڑی کھل جائے تو موتی بکھر جائیں گے اور پھر کبھی اکٹھے نہ ہوں گے اور پھر اگر ایرانیوں کو یہ معلوم ہوا کہ خود حاکمِ عرب محاذ جنگ پر آیا ہے تو وہ اپنی پوری طاقت صرف کریں گے اور اپنا پورا زور لگا کر مقابلہ کے لیے آئیں گے۔ اور یہ جو آپؓ نے دشمن کی افواج کی نقل و حرکت کا ذکر کیا ہے تو خدا تعالیٰ آپؓ کی نقل و حرکت کے مقابلہ میں دشمن کی نقل و حرکت کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ جس چیز کو ناپسند کرتا ہے اس کو بدل ڈالنے کی بہت قدرت رکھتا ہے۔ اور یہ جو آپؓ نے دشمن کی تعداد کی زیادتی کا ذکر کیا ہے تو ماضی میں ہماری روایات کثرتِ تعداد کے بل پر لڑائی کرنا نہیں بلکہ ہماری جنگ خدائی امداد کے بھروسے پر ہوتی ہے اور ہمارے معاملے میں فتح و شکست فوج کی کثرت و قلت پر نہیں۔ یہ تو خدا کا دین ہے جس کو خدا نے غالب کیا ہے اور اس کا لشکر ہے جس کی اس نے مدد کی اور ملائکہ کے ذریعہ ان کی وہ تائید کی کہ اس سے یہ مقام حاصل ہو گیا ہے۔ ہم سے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدے کو ضرور پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد کرے گا۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 523، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اگر میں خود روانہ ہوا تو اِدھر مسلمان تمام اطراف و اکناف سے ٹوٹ پڑیں گے اور اُدھر خود ایرانی پورے زور سے اپنے ساتھیوں کی امداد کے لیے نکلیں گے اور یہ کہیں گے کہ عرب کا سب سے بڑا حاکم خود میدان جنگ میں نکلا ہے۔ اگر اس معرکے کو ہم نے جیت لیا تو گویا سارے عرب کو مار لیا۔ اس وجہ سے میرا جانا مناسب نہیں۔ یعنی کہ دشمن یہ کہے گا کہ اگر ہم نے جیت لیا تو سارے عرب پہ ہمارا قبضہ ہو گیا۔ اس وجہ سے میرا جانا مناسب نہیں۔ آپ لوگ مشورہ دیں کہ کس شخص کو لشکر کا کمانڈر بنایا جائے مگر ایسے شخص

کا نام لیا جائے جو عراق کی جنگوں میں شریک ہو کر تجربہ حاصل کر چکا ہو۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ حضور خود ہی اہل عراق اور وہاں کے لشکر کے متعلق زیادہ علم رکھتے ہیں۔ وہ لوگ آپ کے پاس وفد بن کر آتے رہے ہیں۔ آپؓ کو انہیں پرکھنے اور ان سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 524، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت عمرؓ کی تیز نگاہ نے حضرت نُعمان بن مُقَرِّنؓ کو اس ذمہ داری کے لیے منتخب کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ صحابہ میں سے تھے۔

(اخبار الطوال ،وقعة نهاوند، صفحہ 193 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت نعمانؓ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے اور انہیں دیکھ کر ان کے پاس جا بیٹھے۔ نعمان نماز سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے انہیں فرمایا کہ میں تمہیں ایک عہدے پر مامور کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت نعمانؓ بولے اگر کوئی فوجی عہدہ ہے تو میں حاضر ہوں لیکن اگر ٹیکس جمع کرنے کا کام ہے تو وہ مجھے پسند نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں فوجی عہدہ ہے۔

(فتوح البلدان صفحہ 183، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

لیکن جو بات حقائق سے زیادہ قریب لگتی ہے وہ طَبَرِی کی یہ روایت ہے۔ نہاوند کے محاذ پر حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ کو مقرر کرنے کے بارے میں جو طبری میں لکھا ہے جیسا کہ میں نے کہا وہ یہ ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نِہَاوَنْد کے واقعات میں یہ بھی مذکور ہے کہ نعمان بن مُقَرِّنؓ کَسکَر پر عامل مقرر تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے مجھے خراج کی وصولی پر لگایا ہوا ہے جبکہ مجھے جہاد پسند ہے اور اس کی خواہش و رغبت ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ نعمانؓ نے مجھے لکھا ہے کہ آپؓ نے اسے خراج کی وصولی پر لگایا ہوا ہے جبکہ اسے یہ کام ناپسند اور جہاد میں رغبت ہے۔ اس لیے انہیں نِہَاوَنْد میں اہم ترین محاذ پر بھیج دیں۔ الغرض یہ اہم کمان حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ کے سپرد ہوئی اور وہ دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے جب وہ غالباً کوفہ میں تھے انہیں یہ خط لکھا۔ یہ خط بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ وہ مدینہ میں نہیں تھے بلکہ کوفہ میں تھے تو اس وقت یہ خط لکھا اور خط اس طرح شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نعمان بن مُقَرِّنْ کے نام۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ۔ پھر تحریر فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اَمَّا بَعْدُ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایرانیوں کا ایک زبردست لشکر شہر نِہَاوَنْد میں تمہارے مقابلے کے لیے جمع ہوا ہے۔ میرا یہ خط جب تمہیں ملے تو خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کی تائید و نصرت کے ساتھ اپنے ساتھی مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ مگر انہیں ایسے خشک علاقے میں نہ لے جانا جہاں چلنا مشکل ہو۔ ان کے حقوق ادا کرنے میں کمی نہ کرنا مبادا وہ ناشکر گزار بنیں اور نہ ہی کسی دلدل کے علاقے میں لے جانا کیونکہ ایک مسلمان مجھے ایک لاکھ دینار سے زیادہ محبوب ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

اس حکم کی تعمیل میں حضرت نعمانؓ دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ آپؓ کی معیت میں بعض

ممتاز اور بہادر مسلمان مثلاً حُذَیْفَہ بن یَمَان، ابنِ عمر، جَرِیْربن عبدُاللہ بَجَلِّی، مُغِیرہ بن شُعْبَہ، عَمرو بن مَعْدِیْکَرِبْ، طُلَیحہ بن خُوَیلَد اَسَدِی اور قَیس بن مَکشُوح مُراد بھی تھے۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 518، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت عمرؓ نے ہدایت کی تھی کہ اگر نعمان بن مُقَرِّنْ شہید ہو جائیں تو امیر، حُذَیْفَہ بن یَمَان ہوں گے۔ ان کے بعد جریر بن عبد اللہ بَجَلی۔ ان کے بعد حضرت مُغیرہ بن شُعبہ اور ان کی شہادت پر اَشْعَثْ بن قیس۔ عمرو بن مَعْدِیْکَرِبْ اور طُلَیحہ بن خُوَیلَد کے بارے میں نعمان کو حضرت عمرؓ نے یہ لکھا کہ عمرو بن مَعْدِیْکَرِبْ اور طُلَیحہ بن خُوَیلَد دونوں تمہارے ساتھ ہیں۔ یہ دونوں عرب کے شہسوار ہیں۔ ان سے جنگی امور میں مشورہ لیتے رہنا مگر ان کو کسی کام میں افسر نہ بنانا۔

(اخبار الطوال، وقعة نهاوند، صفحہ 194 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

بہر حال اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ حضرت نُعمانؓ نے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا کہ نہاوَنْد تک راستہ صاف ہے جہاں دشمن کا لشکر جمع تھا۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 525، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

قبل ازیں جو اطلاعات ملی تھیں ان سے معلوم ہوتا تھا کہ دشمن بہت بڑی تعداد میں جمع ہو رہا ہے۔ مؤرخین نے اس لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار اور ایک لاکھ بھی لکھی ہے۔

(فتوح البلدان صفحہ 183، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

مگر بخاری کی جو روایت ہے اس کے مطابق یہ تعداد چالیس ہزار تھی۔

(صحیح بخاری کتاب الجزیه و الموادعة باب الجزیه و الموادعة مع اهل الذمه والحرب 3159)

یعنی جو پہلے ساٹھ ہزار یا لاکھ ہے یہ مبالغہ ہے۔ بخاری کے مطابق تو دشمن کی تعداد چالیس ہزار تھی۔

دشمن نے چاہا کہ کسی شخص کو گفتگو کے لیے بھیجا جائے۔ حضرت مُغیرہ بن شعبہ تشریف لے گئے۔ ایرانیوں نے بڑی شان و شوکت سے مجلس منعقد کی۔ ایرانی سپہ سالار سر پر تاج پہنے سنہری تخت پر متمکن تھا۔ درباری ایسے ہتھیار لگائے بیٹھے تھے کہ دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ مترجم موجود تھا۔ ایرانی سپہ سالار نے وہی پرانی کہانی دہرائی۔ اہل عرب کی زندگی کے ہر پہلو کے لحاظ سے رذیل حالت کا ذکر کیا اور کہا کہ میں اپنے سرداروں کو جو میرے گرد بیٹھے ہیں اس لیے تم لوگوں کو ختم کر دینے کا حکم نہیں دیتا کہ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے گندے اجسام سے ان کے تیر ناپاک ہوں۔ (نعوذ باللہ)۔ اگر اب بھی تم واپس چلے جاؤ تو ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں ورنہ پھر میدان جنگ میں تمہاری لاشیں نظر آئیں گی۔ دشمن کی ان مضحکہ خیز دھمکیوں سے کیا ہوتا تھا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ اب وہ زمانہ گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد نے نقشہ ہی بدل دیا ہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 520، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

سفارت ناکام ہوئی بہر حال اور دونوں لشکر معرکہ آرائی کے لیے تیار ہوئے۔ اسلامی لشکر کے مقدمے پر نُعَیم بن مُقَرِّنؓ مقرر تھے۔ بازوؤں کی کمان حُذَیفَہ بن یَمَان اور سُوَید بن مُقَرِّنْ کے ہاتھ میں تھی۔ مُجَرَّدَہ کے افسر

قعقاع بن عمرو تھے۔ مجردہ گھڑ سواروں کی جو فرنٹ لائن کے گھڑ سواروں کا رسالہ ہے اس کو کہتے ہیں اور لشکر کا پچھلا حصہ مُجَاشِع کی سرکردگی میں تھا۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ525، دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

جھڑپیں شروع ہو گئیں مگر میدان جنگ کی صورت حال مسلمانوں کے لیے سخت ضرر رساں تھی کیونکہ دشمن خندقوں، قلعوں اور مکانوں کی وجہ سے محفوظ تھا۔ مسلمان کھلے میدان میں تھے۔ دشمن جب اپنے لیے مناسب دیکھتا اچانک باہر نکل کر حملہ کر دیتا اور پھر واپس اپنے محفوظ مقامات میں داخل ہو جاتا۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ526، دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

اسلحہ کے لحاظ سے دشمن کی یہ حالت تھی کہ ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے انہیں ایک جگہ گزرتے دیکھا ایسے معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے پہاڑ ہیں۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ520، دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

ان حالات کو دیکھ کر اسلامی لشکر کے سپہ سالار نعمان بن مُقَرِّنؓ نے ایک مشورے کی مجلس منعقد کی جس میں لشکر کے تجربہ کار اور باتدبیر لوگوں کو بلوایا اور ان کو مخاطب ہو کر بولے۔ آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح دشمن اپنے قلعوں، خندقوں اور عمارتوں کی وجہ سے محفوظ بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس کی مرضی ہوتی ہے باہر نکلتا ہے اور مسلمان اس وقت اس سے لڑائی نہیں کر سکتے جب تک خود اس کی مرضی باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی نہ ہو۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ526، دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

ادھر دشمن کو امدادی کمک بھی مسلسل مل رہی ہے۔

(اخبار الطوال، وقعة نهاوند، صفحہ194 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

انہوں نے کہا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان اس صورت حال سے کس مشکل میں مبتلا ہیں۔ اب کیا طریق اختیار کیا جائے کہ دیر کیے بغیر ہم دشمن کو کھلے میدان میں آکر مقابلہ کے لیے مجبور کر دیں۔ سپہ سالار کی اس بات کو سن کر اس مجلس میں سب سے عمر رسیدہ شخص عَمرو بن شُبَّہ بولے۔ وہ قلعوں میں محصور ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دشمن قلعوں میں محصور ہے اور محاصرہ لمبا ہو رہا ہے اور یہ امر اسلامی لشکر کی نسبت دشمن پر زیادہ گراں اور تکلیف دہ ہے۔ اس لیے آپ اس طرح چلنے دیجیے اور محاصرہ لمبا کرتے چلے جائیں۔ ہاں ان میں جو لڑنے نکلتے ہیں ان سے مقابلہ جاری رکھا جائے مگر عَمرو بن شُبَّہ کی یہ تجویز مجلس نے منظور نہ کی۔ اس کے بعد عمرو بن مَعدِیکَرِب نے کہا گھبرانے اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ پوری طاقت سے آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کیا جائے مگر یہ تجویز بھی ردّ کر دی گئی۔ تجربہ کاروں نے یہ اعتراض کیا کہ آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی صورت میں ہمیں انسانوں سے مقابلہ نہیں کرنا پڑتا بلکہ دیواروں سے ٹکر لینی پڑتی ہے۔ یہ دیواریں ہمارے خلاف دشمن کو مدد دیتی ہیں۔ یعنی قلعہ میں بند ہیں۔ دشمن تو سامنے نہیں ہے۔ اس پر طُلَیحہ کھڑے ہوئے اور بولے میرے نزدیک ان دونوں صاحبوں کی رائے درست نہیں ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا رسالہ دشمن کی طرف بھیجا جائے جو قریب جا کر تیر اندازی کر کے کچھ لڑائی بھڑکانے کی صورت پیدا کرے۔ اس رسالے کے مقابلہ کے لیے دشمن باہر نکلے گا اور ہمارے رسالے کا مقابلہ

کرے گا۔ اس صورت میں ہمارا رسالہ پیچھے ہٹنا شروع کر دے اور یہ ظاہر کرے گویا وہ شکست کھا کر بھاگ رہا ہے۔ امید ہے کہ دشمن فتح کی طمع میں باہر نکلے گا اور جب وہ باہر کھلے میدان میں آ جائے تو ہم اس سے اچھی طرح نمٹ لیں گے۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 526، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت نعمانؓ نے یہ تجویز منظور کر لی اور اسے حضرت قَعْقَاعؓ کے سپرد کیا کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنائیں۔ انہوں نے طُلَیحہ کی تجویز پر عمل کیا اور بعینہٖ ویسا ہی ظہور میں آیا جو طُلَیحہ کا خیال تھا۔ قَعْقَاع آہستہ آہستہ شکست کھا کر ہٹتے چلے گئے اور دشمن کا لشکر فتح کے نشے میں بڑھتا چلا آیا حتّٰی کہ سب اپنے قلعوں سے باہر نکل آئے۔ صرف دروازوں پر مقرر کردہ پہرے دار، پہرہ دینے والے سپاہی اپنے محفوظ مقامات میں اندر رہ گئے۔ دشمن کی فوج اپنی مستحکم پوزیشنوں سے باہر آ کر بڑھتے بڑھتے اصل اسلامی لشکر سے اس قدر قریب آ گئی کہ اس کے تیروں سے بعض مسلمان زخمی ہو گئے مگر حضرت نعمانؓ نے ابھی عام مقابلے کی اجازت نہ دی تھی۔ حضرت نعمانؓ عاشقِ رسول تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہ تھا کہ اگر صبح جنگ شروع نہ ہو تو پھر زوال کے بعد لڑائی کا اقدام فرماتے جبکہ گرمی کی شدت نہ رہتی اور ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتیں۔ بعض مسلمان مقابلے کے لیے بے قرار تھے اور دشمن کے تیروں سے کچھ لوگوں کے زخمی ہو جانے سے یہ جوش اَور بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ سردار لشکر کی خدمت میں جا کر اجازت مانگتے اور آپؓ کہتے کہ ذرا اَور انتظار کرو یعنی کمانڈر نے ان کو کہا کہ اَور انتظار کرو۔ حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ بے قرار ہو کر بولے۔ میں ہوتا تو مقابلے کی اجازت دے دیتا۔ نُعمان نے جواب دیا ذرا دیر اَور صبر کرو۔ بے شک جب آپ امیر ہوتے تھے تو عمدہ انتظام کرتے تھے مگر آج بھی خدا ہمیں اور آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ جو چیز آپ جلدی کر کے حاصل کرنا چاہتے ہیں ہمیں اس کو تحمل سے کام لے کر حاصل کرنے کی امید ہے۔

جب دوپہر ڈھلنے کو تھی تو حضرت نعمانؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سارے لشکر کا چکر لگایا اور ہر جھنڈے کے پاس کھڑے ہو کر نہایت پُرجوش تقریر کی۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 526-527، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اور نہایت دردناک الفاظ میں اپنی شہادت کے لیے دعا کی جس کو سن کر لوگ رونے لگے۔ اس کے بعد آپ نے ہدایت کی کہ میں تین مرتبہ تکبیر کہوں گا اور ساتھ ہی جھنڈا ہلاؤں گا۔ پہلی مرتبہ ہر شخص مستعد ہو جائے۔ دوسری دفعہ ہتھیار تول لے یعنی ہتھیاروں کو تیار رکھے اور دشمن پر ٹوٹ پڑنے کے لیے بالکل تیار ہو جائے اور تیسری مرتبہ تکبیر کہنے اور جھنڈا ہلانے کے ساتھ ہی میں دشمن کی صفوں پر جا پڑوں گا۔ تم میں سے ہر شخص اپنے مقابل کی صفوں پر حملہ کر دے۔ اس کے بعد دعا کی کہ اے خدا! اپنے دین کو عزت دے۔ اپنے بندوں کی نصرت فرما اور اس کے بدلے میں نعمان کو پہلا شہید ہونے کی توفیق عطا کر۔ یعنی کمانڈر نے یہ دعا کی۔ حضرت نُعمانؓ نے تیسری بار تکبیر کہی تھی کہ مسلمان دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔ راوی کہتا ہے کہ جوش کا یہ عالم تھا کہ کسی ایک کے متعلق بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مرے یا فتح حاصل کیے بغیر واپس جانے کا خیال بھی رکھتا ہو۔

نعمان جھنڈا لیے خود اس تیزی سے دشمن پر لپکے کہ دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جھنڈا انہیں بلکہ کوئی عقاب جھپٹا مار رہا ہے۔ غرض مسلمان تلواریں لے کر یکجائی طور پر حملہ آور ہوئے مگر دشمن کی صفیں بھی اس ریلے کے سامنے جمی ہوئی تھیں۔ لوہے کے لوہے سے ٹکرانے سے سخت شور ہو رہا تھا۔ زمین پر خون بہنے کی وجہ سے مسلمان شہ سواروں کے گھوڑے پھسلنے لگے۔ حضرت نعمان جنگ میں زخمی ہو گئے تھے۔ آپؓ کا گھوڑا بھی پھسلا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ آپ اپنی سفید قبا اور ٹوپی کی وجہ سے نمایاں طور پر نظر آتے تھے۔ آپ کے بھائی نُعَیم بن مُقَرِّنؓ نے جب آپ کو گرتے دیکھا تو کمال ہوشیاری سے جھنڈا گرنے سے قبل ہی اٹھا لیا اور حضرت نعمانؓ کو کپڑے سے ڈھانک دیا اور جھنڈا لے کر حذیفہ بن یمان کے پاس آئے جو حضرت نعمانؓ کے جانشین تھے۔ حضرت حُذَیفہ نُعَیم بن مُقَرِّنؓ کو لے کر اس مقام پر آ گئے جہاں نعمانؓ تھے اور اس جگہ جھنڈا بلند کر دیا گیا اور حضرت مغیرہؓ کے مشورہ کے مطابق لڑائی کا نتیجہ نکلنے تک حضرت نعمانؓ کی وفات کو مخفی رکھا گیا۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 521، 527، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اخبار الطوال میں لکھا ہے کہ حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ جب زخمی ہو کر گرے تو ان کے بھائی انہیں اٹھا کر خیمہ میں لے گئے اور ان کا لباس خود پہن لیا اور ان کی تلوار لے کر ان کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اکثر لوگوں کو یہی غلط فہمی رہی کہ یہ حضرت نعمان ہیں۔

(اخبار الطوال، وقعۃ نہاوند، صفحہ 195 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

مؤرخ طبری نے نہایت نازک مرحلے پر امیر کے حکم کی اطاعت کی عمدہ مثال لکھی ہے۔ حضرت نعمانؓ نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر نعمان بھی قتل ہو جائے تو کوئی شخص لڑائی چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ دشمن سے مقابلہ جاری رکھے۔ معقل کہتے ہیں کہ جب حضرت نعمانؓ گرے تو میں آپؓ کے پاس آیا پھر مجھے آپؓ کا حکم یاد آیا اور میں واپس چلا گیا۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 533، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اور لڑائی شروع کر دی۔

بہر حال لڑائی دن بھر بڑے زور سے جاری رہی مگر رات ہوتے ہی دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور ایرانیوں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 527-528، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

مَعْقِل کہتے ہیں کہ فتح کے بعد مَیں حضرت نعمانؓ کے پاس آیا۔ ان میں رمق باقی تھی۔ تھوڑی سی سانس لے رہے تھے۔ میں نے ان کا چہرہ اپنی چھاگل سے دھویا۔ آپؓ نے میرا نام پوچھا اور دریافت کیا کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا آپؓ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کی بشارت ہو۔ آپؓ نے فرمایا الحمدللہ عمرؓ کو اطلاع کر دو۔

(فتوح البلدان صفحہ 183، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

حضرت عمرؓ نہایت شدت سے لڑائی کے نتیجہ کے منتظر تھے۔ جس رات لڑائی کی توقع تھی وہ رات حضرت عمرؓ نے نہایت بے چینی سے جاگ کر گزاری۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 528، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

راوی کہتے ہیں کہ اس تکلیف سے دعا میں مصروف رہے کہ معلوم ہوتا کہ کوئی حاملہ عورت تکلیف میں ہے۔ قاصد فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے الحمدللہ کہا اور نعمانؓ کی خیریت پوچھی۔ قاصد نے ان کی وفات کی خبر سنائی تو حضرت عمرؓ کو سخت صدمہ ہوا۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 521، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اور سر پہ ہاتھ رکھ کر روتے رہے۔

(فتوح البلدان صفحہ 184، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

قاصد نے دوسرے شہداء کے نام سنائے اور کہا کہ امیر المومنینؓ! اَور بھی بہت سے مسلمان شہید ہوئے ہیں جنہیں آپؓ نہیں جانتے۔ حضرت عمرؓ روتے ہوئے بولے، **عمر انہیں نہیں جانتا تو انہیں اس کا کوئی نقصان نہیں خدا تو انہیں جانتا ہے۔**

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 521، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

گو مسلمانوں میں غیر معروف ہیں مگر **خدا نے ان کو شہادت دے کر معزز کر دیا ہے۔** اللہ ان کو پہچانتا ہے۔ عمرؓ کے پہچاننے سے انہیں کیا غرض۔ معرکے کے بعد مسلمانوں نے ہَمَذَان تک دشمنوں کا تعاقب کیا۔ یہ دیکھ کر ایرانی سردار خُسْرَو شَنُوم نے ہَمَذَان اور دَسْتَبِیٰ کے شہروں کی طرف سے اس ضمانت پر مصالحت کر لی کہ ان شہروں سے مسلمانوں پر حملہ نہیں ہو گا۔ اسلامی لشکر نے شہر نِہَاوَنْد پر قبضہ کر لیا۔

(تاریخ الطبری جلد 2، صفحہ 528، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

نِہَاوَنْد کی فتح اپنے نتائج کے لحاظ سے بہت اہم تھی۔ اس کے بعد ایرانیوں کو ایک جگہ مجتمع ہو کر مقابلہ کرنے کا موقع نہیں ملا اور مسلمان اس فتح کو فتح الفتوح کے نام سے یاد کرنے لگے۔

(فتوح البلدان صفحہ 184، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

ایران پر عام لشکر کشی کی تجویز بھی ہوئی۔ کس طرح ہوئی؟ اس بارہ میں لکھا ہے کہ گو اخلاقی اور قانونی نقطہ نظر سے مسلمان اس امر کے بالکل مجاز تھے کہ مملکت کی جارحانہ طاقت کو پوری طرح توڑ کر دم لیں کیونکہ دشمن بار بار حملہ کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ کا دردمند دل ہر مرحلے پر مزید خونریزی سے متنفر تھا لیکن حضرت عمرؓ کو یہ چیز پسند نہیں تھی اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سچے خادم کی قلبی خواہش تھی کہ ایرانی سلطنت سرحدی علاقوں پر ہی شکست کھا کر مزید فوجی کارروائیاں بند کر دے اور یہ جنگ و جدال کا سلسلہ بند ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے نہ صرف اس خواہش کا متعدّد مرتبہ اظہار کیا بلکہ ایران و عراق کی افواج کو خود بخود کسی پیش قدمی سے کلیۃً منع کر دیا تھا مگر دشمن کی مزید فوجی کارروائیوں اور مفتوحہ علاقوں میں بار بار بغاوت کرا دینے کے سبب سے آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور محاذِ جنگ سے آمدہ اہل الرائے کے ایک وفد سے گفتگو کر کے آپؓ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مزید فوجی اقدام کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہ سترہ ہجری کی بات ہے مگر اس کے باوجود بھی ایک لمبے عرصہ تک آپؓ نے افواج کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر اب حالات جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے مزید صبر کی اجازت نہ دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا تھا کہ یَزْدَجَرْد متواتر ہر سال فوج کو بھیج کر جنگ کی آگ بھڑکانے کا موجب بن رہا

ہے۔ لوگوں نے بار بار آپؓ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ جب تک وہ اپنی سلطنت میں موجود ہے اس رویہ میں تبدیلی نہیں کرے گا اور اب نِہَاوَنْد کے معرکے نے اس رائے کو اَور بھی مضبوط کر دیا تھا۔ ان حالات سے مجبور ہو کر حضرت عمرؓ نے معرکہ نِہَاوَنْد اکیس ہجری کے بعد فوجی پیش قدمی کی اجازت دے دی تھی اور کُل ایران کی فتح کے لیے پلان (plan) بنا کر فوج کوفہ روانہ کی جو ان جنگی سرگرمیوں کے لیے چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایران کے مختلف علاقوں کے لیے مختلف سپہ سالار مقرر کیے اور مدینہ سے ان کے لیے خود جھنڈے بنوا کر بھجوائے۔ خُرَاسَان کا جھنڈا اَحْنَف بن قَیس کو، اِصْطَخْر کا جھنڈا عثمان بن ابو عاص کو، اَرْدَشِیْر اور سَابُور کا جھنڈا مُجَاشِع بن مسعود کو اور فَسَا اور دَارَابَجِرْد کا سَارِیہ بن زُنَیم کو، سَجِسْتَان کا عاصِم بن عمرو کو مکران کا حکم بن عَمرو کو بھیجا اور کَرْمَان کا جھنڈا سُہیل بن عَدِی کو دیا۔ آذر بائیجان کی فتح کے لیے عُتْبَہ بن فَرْقَد اور بُکَیر بن عبد اللہ کو جھنڈے بھیجے اور حکم دیا کہ ایک آذر بائیجان پر دائیں طرف حُلْوَان سے حملہ کرے اور دوسرا بائیں طرف موصل کی طرف سے حملہ آور ہو۔ اصفہان کی مہم کا جھنڈا عبد اللہ بن عبد اللہ کو عنایت ہوا۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 164 تا 166)

اصفہان کی فتح کے بارے میں لکھا ہے کہ اصفہان کی مہم عبد اللہ بن عبد اللہ کے سپرد ہوئی۔ وہ نِہَاوَنْد میں تھے کہ حضرت عمرؓ کا خط ملا کہ اصفہان کی طرف روانہ ہوں اور ہراول دستوں کا کمانڈر عبد اللہ بن وَرْقَاء رِیَاحِی کو بنائیں۔ بازوؤں کی کمان عبد اللہ بن وَرْقَاء اَسَدِی کو اور عِصْمَہ بن عبد اللہ کے سپرد کریں۔ عبد اللہ روانہ ہوئے۔ شہر کے مضافات میں اصفہان والوں کے ایک لشکر سے مقابلہ ہوا جو ایرانی سپہ سالار اُسْتَنْدَار کی سرکردگی میں تھا۔ دشمن کے ہراول کا افسر یعنی جو پہلا دستہ تھا اس کا افسر ایک تجربہ کار بوڑھا شَہْرَبَرَاذْ جَاذَوَیْہ تھا۔ اس نے اپنے دستوں کو لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ شدید جنگ ہوئی۔ جَاذَوَیْہ نے مُبَارَز طلبی کی۔ عبد اللہ بن وَرْقَاء نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سخت لڑائی کے بعد دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا اور سپہ سالار اُسْتَنْدَار نے عبد اللہ بن عبد اللہ سے مصالحت کر لی۔ اسلامی لشکر خاص اصفہان کی طرف بڑھا جو کہ جَیّ کے نام سے موسوم تھا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

ایک روز شہر کا حاکم فَاذُوسْفَان باہر نکلا اور عبد اللہ بن عبد اللہ امیر اسلامی لشکر کو کہا کہ ہماری افواج کی لڑائی سے بہتر ہے کہ ہم تم آپس میں لڑیں جو اپنے حریف پر غالب ہو گیا وہ فاتح سمجھا جائے گا۔ عبد اللہ نے یہ تجویز منظور کر لی اور کہا کہ پہلے تم حملہ کرو گے یا میں۔ فَاذُوسْفَان نے پہلے حملہ کیا۔ عبد اللہ اس کے سامنے جمے رہے اور دشمن کی ضرب سے صرف ان کے گھوڑے کی زین کٹ گئی۔ عبد اللہ گھوڑے کی ننگی پشت پر جم کر بیٹھ گئے اور وار کرنے سے پہلے اس کو مخاطب کیا۔ اب ٹھہرے رہنا۔ فَاذُوسْفَان بولا کہ آپ کامل اور عقلمند اور بہادر انسان ہیں میں آپ سے مصالحت کر کے شہر آپ کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہوں چنانچہ صلح ہو گئی اور مسلمان شہر پر قابض ہو گئے۔ طبری سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتح 21ر ہجری میں ہوئی۔

(طبری۔ جلد نمبر 2۔ صفحہ 531 تا 532)

مؤرخ بلاذری نے اس معرکے میں شریک ہونے والے اسلامی لشکر کی امارت پر عبد اللہ بن عبد اللہ کے

بجائے عبداللہ بن بُدَیل بن وَرْقَاء خُزَاعِی کا نام لیا ہے۔

(فتوح البلدان صفحہ188)

مگر مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے عبداللہ بن وَرْقَاء اَسَدِی کو جو اس معرکے میں شریک تھے اور ایک بازو کے کمانڈر تھے عبداللہ بن بُدَیل بن وَرْقَاء سے مخلوط کر دیا ہے۔ حالانکہ عبداللہ بن بُدَیل، حضرت عمرؓ کے زمانے میں کم عمر تھے اور صِفِّین کی جنگ میں جب وہ قتل ہوئے تو ان کی عمر صرف چوبیس سال تھی۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 166 تا 168)

ہَمَذَان کی بغاوت اور دوبارہ فتح۔ نِہَاوَنْد کے بعد مسلمانوں نے ہَمَذَان بھی فتح کر لیا تھا تاہم ہَمَذَان والوں نے صلح کے معاہدے کو توڑ دیا اور آذربائیجان سے بھی فوجی مدد حاصل کر کے لشکر تیار کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے نُعَیم بن مُقَرِّن کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ وہاں جانے کی ہدایت فرمائی۔ ایک سخت معرکے کے بعد مسلمانوں نے شہر فتح کر لیا۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 431 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)

حضرت عمرؓ کو اس معرکے کے نتیجہ کی خاص فکر تھی۔ قاصد فتح کی خوشخبری لایا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے ذریعہ نُعیم بن مُقَرِّن کو حکم بھیجا کہ ہَمَذَان میں کسی کو اپنا قائمقام بنا کر خود رَے کی طرف بڑھیں اور وہاں جو لشکر ہے اس کو شکست دے کر رَے میں ہی قیام کریں کیونکہ اس شہر کو اس تمام علاقے میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 169)

بہرحال ابھی اَور دوسری جنگوں کا بھی ذکر ہے اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں جو فتوحات ہوئیں ان کا ذکر چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ یہ ذکر ہو گا۔

اس وقت میں بعض مرحومین کا بھی ذکر کروں گا اور جمعہ کی نماز کے بعد ان کا جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ ان میں جو پہلا ذکر ہے **وہ محمد دیانتو نو صاحب انڈونیشیا کا ہے** جو 15/ جولائی میں 46 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی اہلیہ نے لکھا کہ مرحوم ایک غیر احمدی خاندان میں پیدا ہوئے لیکن آپ کو بچپن سے مسجد جانے کا شوق تھا اور وہ دوسرے بچوں سے الگ تھلگ تھے۔ دیر دیر تک مسجد میں رہنا، اسلام کی تعلیم سیکھنا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا انہیں پسند تھا۔ کہتے تھے کہ یہ سب ان کے لیے حقیقی نعمت تھی تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ گاؤں میں ان کا ایک دوست تھا جو احمدی تھا۔ جب یہ ہائی سکول میں پڑھتے تھے تب ان کے اس دوست سے ان کو جماعت کے بارے میں پتہ چلا۔ موصوف نے جماعت چی لیدوگ (Ciledug) اور چی ریبون میں بیعت کی۔ جب ان کے والد صاحب کو ان کی بیعت کا پتہ چلا تو انہیں بہت غصہ آیا اور گھر سے نکال دیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کا بیٹا گمراہ ہو گیا ہے۔ بہرحال گھر کا دروازہ بھی ان کے لیے نہیں کھولا جاتا تھا۔ ان کو باہر سونا پڑتا تھا۔ کچھ دیر یہ اسی طرح چلتا رہا پھر کچھ معاف بھی کر دیا، گھر بھی آنے لگ گئے۔ بہرحال 1997ء میں لوکل جماعت کے عہدیداران نے ان کو جامعہ جانے کی تجویز دی کیونکہ ان کے نزدیک وہ مبلغ بننے کے قابل تھے۔ ان کو جوانی سے ہی تبلیغ کا شوق تھا۔ بہرحال انہوں نے جامعہ میں داخلہ لیا اور 2002ء میں جامعہ سے فارغ ہوئے۔ ان کی پہلی تقرری

جماعت جے نے پونتوہ (Jeneponto) میں ہوئی۔ کیونکہ ان کو تبلیغ کا شوق تھا اس لیے داعیان کے ساتھ تبلیغ کے لیے گاؤں گاؤں جاتے تھے۔ اللہ کے فضل سے ایک گاؤں میں سینکڑوں بیعتیں کروانے کی بھی توفیق پائی اور جب مشن ہاؤس کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ خود بھی کام کرتے تھے۔ اس وقت جماعت میں اس جگہ پہ کوئی مشن ہاؤس نہیں تھا۔ ان کی بیوی کہتی ہیں مجھے یاد ہے کہ ہم بہت ہی سادہ کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ اتنا سادہ تھا کہ گھر میں سامان بھی کوئی نہیں ہوتا تھا۔ گھر کا کُل سامان کیا تھا۔ صرف ایک کمبل تھا، ایک تکیہ تھا، ایک چٹائی تھی جس پہ سو جاتے تھے اور کھانا پکانے کے لیے جو برتن تھا اسی سے کام چلاتے تھے۔ ہر کام اسی سے لیتے۔ اسی سے کھانا پکاتے تھے اور اسی میں پانی وغیرہ رکھتے تھے۔

ایک دن کہتی ہیں کہ رئیس التبلیغ سیوطی عزیز صاحب اور صوبائی مبلغ سیف العیون صاحب ہمارے گھر آئے۔ گھر کی حالت دیکھ کر دونوں حیران ہو گئے۔ بہر حال اس کے بعد جماعت جے نے پونتوہ نے مشن ہاؤس بنانے کے لیے مرکز سے درخواست کی اور وہاں مشن ہاؤس کی تعمیر بھی ہو گئی۔ اس کے بعد مسجد بھی وہاں بن گئی۔ پہلے یہ لوگ مسلمانوں کی ایک مشترکہ مسجد تھی وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر مخالفت کی وجہ سے وہاں نماز پڑھنی بند ہو گئی۔ پھر ایک گھر میں نماز پڑھتے تھے اور مسجد بنانے میں بھی بہت سی رکاوٹیں تھیں۔ مسجد بنانا چاہتے تھے لیکن مستریوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ گاؤں کا جو سردار تھا اس نے بھی دھمکی دی کہ نہیں بننے دوں گا۔ بہر حال ان تمام رکاوٹوں کے باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور بڑے مضبوط ارادے کے ساتھ مسجد کی تعمیر کرواتے رہے اور اگر مزدور وغیرہ نہیں آتے تھے تو خدام، اطفال سے وقار عمل کرواتے تھے بلکہ غیر احمدی بچے بھی وقار عمل میں شامل ہو جاتے تھے جن سے اچھا تعلق تھا اور یوں یہ مسجد بن گئی۔

یہ کہتی ہیں جب جکارتہ میں ان کی تقرری ہوئی تو وہاں بھی بہت زیادہ مخالفت تھی لیکن وہاں سیلاب آیا تو غیر احمدی مخالف پناہ لینے کے لیے ہماری مسجد میں آنے لگ گئے اور کہتے ہیں دو سال لگاتار سیلاب آتا رہا اور یہ لوگ ہماری مسجد میں ہی پناہ لیتے رہے۔ ایک طرف مخالفت کرتے رہے پھر پناہ لینے کے لیے آتے رہے۔ پھر کچھ معاملہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ان کے کارناموں میں سے ایک نمایاں کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے انڈونیشیا میں ریڈیو اور انٹرنیٹ کے ذریعہ جماعت کا پیغام اور خلیفۂ وقت کے خطبات کا ترجمہ براہ راست پیش کرنے کا انتظام کروایا۔ اس وقت یہاں یوٹیوب کے ذریعہ خطبہ کا لائیو ترجمہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ بہر حال انہوں نے ساری زندگی بڑی محنت کی اور ایک مثالی مبلغ سلسلہ تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بچے شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ **صاحبزادہ فرحان لطیف صاحب شکاگو امریکہ کا ہے** کچھ عرصہ ہوا ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے پڑپوتے تھے۔ مرحوم شکاگو جماعت

کے فعال رکن تھے۔ ہمہ وقت مدد اور خدمت کے لیے تیار رہتے تھے۔ چہرے پر مسکراہٹ اور سلام کرنے میں پہل آپ کا نمایاں وصف تھا۔ مسجد میں کوئی بھی بڑا چھوٹا کام ہوتا اس کے لیے فوراً لبیک کہتے اور خدمت کے لیے ہمیشہ صف اول میں ہوتے تھے۔ شکاگو جماعت میں آڈیٹر کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں تین چھوٹے بچے اور بوڑھے والدین شامل ہیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 45 سال تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بچوں کو بھی جماعت سے ہمیشہ وابستہ رکھے۔

اگلا ذکر ملک مبشر احمد صاحب لاہور کا ہے۔ کافی عرصہ ہوا 21/ نومبر کو ان کی وفات ہو گئی تھی لیکن جنازہ نہیں ادا کیا گیا تھا۔ ان کے بیٹے نے لکھا تھا کہ ان کا جنازہ پڑھ دیا جائے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور مفسر قرآن حضرت مولانا غلام فرید صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ داؤد خیل ضلع میانوالی میں امیر جماعت کے علاوہ حیدرآباد میں مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ قرآن کریم کی ڈکشنری کی تکمیل میں بھی ان کو کام کا موقع ملا جس کو خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد کی تعمیل میں انہوں نے اپنے والد ملک غلام فرید صاحب کی وفات کے بعد چھوٹے بھائی کے ساتھ مل کر ترتیب دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

ان سب کا جیسا کہ میں نے کہا نماز جنازہ نماز جمعہ کے بعد ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10/ ستمبر 2021ء جلد 28 شمارہ 73 صفحہ 05 تا 10)

35

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 27/ اگست 2021ء بمطابق 27/ ظہور 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت **عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات کا ذکر چل رہا ہے**۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک جنگ ہوئی **جسے جنگ رَے کہتے ہیں**۔ رَے ایک مشہور شہر ہے جو پہاڑوں کی سرزمین ہے۔ یہ نیشاپور سے 480 میل کے فاصلے پر اور قَزْوِیْن سے 51 میل کے فاصلے پر ہے۔ رَے کے رہنے والے کو رازی کہتے ہیں۔ مشہور مفسر قرآن حضرت امام فخر الدین رازیؒ رَے کے رہنے والے تھے۔ رَے کا حاکم سِیَاوَخْش بِن مِهْرَان بِن بَهْرَام شُوْبِیْن تھا۔ اس نے دُنْبَاوَنْد، طَبَرِسْتَان، قُوْمِس اور جُرْجَانْ والوں کو اپنی امداد کے لیے بلایا اور ان کو کہا کہ مسلمان رَے پر حملہ آور ہیں۔ تم ان کے مقابلے کے لیے جمع ہو جاؤ ورنہ پھر الگ الگ تم ان کے سامنے کبھی نہ ٹھہر سکو گے۔

چنانچہ ان علاقوں کی امدادی افواج بھی رَے میں جمع ہو گئیں۔ ابھی یہ مسلمان جو تھے رَے کے راستے میں ہی تھے کہ ایک ایرانی سردار اَبُوالْفَرْخَان زَیْنَبِی مصالحانہ طور پر مسلمانوں سے آملا جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس کی رَے کے حاکم سے لگتی تھی۔ لشکر جب رَے پہنچا تو دشمن کی تعداد اور اسلامی لشکر کی تعداد میں کوئی مناسبت نہیں تھی۔ یہ صورت دیکھ کر زَیْنَبِی نے نُعَیْم کو کہا کہ آپ میرے ساتھ کچھ شہسوار بھیجیے مَیں خفیہ راستے سے شہر کے اندر جاتا ہوں، آپ باہر سے حملہ آور ہوں اور شہر فتح ہو جائے گا۔

چنانچہ رات کے وقت نُعَیْم بن مُقَرِّن نے اپنے بھتیجے مُنْذِرْبِن عَمْرو کی سرکردگی میں رسالے کا کچھ حصہ زینبی کے ہمراہ بھیج دیا اور ادھر باہر سے لشکر لے کر خود شہر پر حملہ آور ہوئے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ دشمن نے بڑی ثابت قدمی سے حملہ کا جواب دیا مگر جب اپنی پشت سے ان مسلمانوں کے نعروں کی آواز سنی جو زینبی کے ہمراہ شہر کے اندر داخل ہو گئے تھے تو ہمت ہار دی اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ شہر والوں کو تحریراً امان دے دی گئی اور جو امان دی اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ تحریر ہے جو نُعَیْم بن مُقَرِّن، زَیْنَبِی کو دیتے ہیں۔ وہ باشندگان رَے اور باہر کے باشندوں کو جو ان کے ساتھ ہیں امان دیتے ہیں اس شرط پر کہ ہر بالغ سالانہ حسب طاقت جزیہ دے اور یہ کہ وہ خیر خواہی کرے۔ راستہ بتائیں اور خیانت اور دھوکا بازی نہ کریں اور ایک دن رات مسلمانوں کی میزبانی کریں اور ان

کی تعظیم کریں۔ جو مسلمانوں کو گالی دے گا سزا پائے گا اور جو اس پر حملہ کرے گا مستوجب قتل ہو گا۔ بہر حال یہ تحریر ہو کر گواہی ڈالی گئی۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 170 تا 172) (تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 537 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء) (معجم البلدان جلد 1 صفحہ 511 جلد 3 صفحہ 132 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر فتح قُوْمِیْس اور جُرْجَانْ ہے۔ یہ بائیس ہجری کی ہیں۔ رَے کی فتح کی خوشخبری حضرت عمرؓ کے پاس قاصد لے کر پہنچا تو آپ نے نعیم بن مقرن کو لکھا کہ اپنے بھائی سُوَیْد بن مُقَرِّن کو قُوْمِیْس کی فتح کے لیے بھیج دو۔ یہ شہر رے اور نیشاپور کے درمیان طَبَرِسْتَان کے پہاڑی سلسلہ کے آخری حصہ پر واقع تھا۔ قُوْمِیْس والوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور سُوَیْد نے ان لوگوں کے لیے امان اور صلح کی تحریر لکھ دی۔ اس کے ساتھ ہی جُرْجَان جو طَبَرِسْتَان اور خُرَاسَان کے درمیان ایک بڑا شہر تھا اور طَبَرِسْتَان کے لوگوں نے بھی سُوَیْد کی طرف اپنے لوگ بھیجے اور انہوں نے بھی جزیہ پر صلح کر لی۔ سُوَیْد نے سب علاقے کے لوگوں کے لیے امان اور صلح کی تحریر لکھ کر دے دی۔

(سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 432 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

فتح آذربائیجان:

کوئی مذہب کی بات نہیں ہوئی۔ جنہوں نے صلح کی ان کے ساتھ صلح کر لی گئی۔ **پھر فتح آذربائیجان ہے۔** یہ بھی بائیس ہجری کی ہے۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے آذربائیجان کی مہم کا جھنڈا عُتْبَہ بن فَرْقَدْ اور بُکَیر بن عبد اللہ کو دیا گیا تھا جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے ہدایت کی تھی کہ دونوں الگ الگ اطراف سے حملہ آور ہوں۔ بُکَیر بن عبد اللہ لشکر لے کر بڑھے اور جَرْمِیْذَانْ کے قریب رستم کا بھائی اِسْفَنْدِیَاذْ بن فَرُّخْزَاذ جو وَاجْرُوْذ کے معرکہ میں شکست کھا کر بھاگا تھا مقابلہ کے لیے نکلا۔ یہ بُکَیر کا آذربائیجان میں پہلا معرکہ تھا۔ لڑائی ہوئی۔ دشمن کو شکست ہوئی اور اِسْفَنْدِیَاذْ گرفتار ہو گیا۔ اِسْفَنْدِیَاذْ نے اسلامی سالار بُکَیر سے پوچھا کہ آپ صلح پسند کرتے ہیں یا جنگ؟ بُکَیر نے جواب دیا کہ صلح۔ وہ بولا تو پھر آپ مجھے اپنے پاس ہی رکھیں۔ اپنی قید میں لے لیا ہے تو اپنی قید میں رکھو۔ جب تک میں ان لوگوں کا نمائندہ بن کر آپ سے صلح نہ کروں گا یہ لوگ کبھی مصالحت نہیں کریں گے۔ جنگ لڑتے رہیں گے جبکہ ارد گرد کے پہاڑوں میں منتشر ہو جائیں گے یا یہ لوگ قلعوں میں محصور ہو جائیں گے۔ بُکَیر نے اِسْفَنْدِیَاذْ کو اپنے پاس ہی رکھا۔ آہستہ آہستہ اَور علاقہ ان کے زیر اقتدار آتا چلا گیا۔ عُتبہ بن فَرْقَدْ نے دوسری جانب سے حملہ کیا۔ اسفندیاذ کا بھائی بَہْرَام ان کے راستے میں حائل ہوا مگر لڑائی کے بعد شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اسفندیاذ نے جب یہ خبر سنی تو کہنے لگا کہ اب لڑائی کی آگ بجھ گئی اور صلح کا وقت آ گیا۔ چنانچہ اس نے صلح کر لی اور آذربائیجان کے باشندوں نے اس کا ساتھ دیا اور یہ صلح نامہ لکھا گیا۔ اس کے الفاظ یہ تھے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتا ہے۔ یہ تحریر ہے جو امیر المومنین عمر بن خطاب کے عامل عُتْبَہ بن فَرْقَد آذربائیجان کے باشندوں کو دیتے ہیں۔ آذربائیجان کے میدانی علاقے اور پہاڑی علاقے اور سرحدی اور کناروں کے علاقے کے رہنے والوں اور تمام مذاہب والوں کے لیے یہ تحریر ہے۔ ان سب کو امان ہے اپنے نفوس کے لیے، اپنے اموال کے لیے، اپنے

مذاہب کے لیے، اپنی شریعتوں کے لیے اس شرط پر کہ وہ جزیہ ادا کریں اپنی طاقت کے مطابق۔ جو بھی ان کی طاقت ہے اس کے مطابق جزیہ ادا کریں۔ لیکن جزیہ نہ بچے پر ہوگا نہ عورت پر، نہ لمبے بیمار پر جو ایک مستقل بیمار ہے جس کے پاس مال نہیں، نہ اس عابد گوشہ نشین پر جس کے پاس کچھ مال نہیں اور یہ یہاں کے باشندوں کے لیے بھی ہے اور ان کے لیے بھی جو باہر سے آکر ان کے ساتھ آباد ہو جائیں۔ آئندہ آنے والوں اور وہاں آباد ہونے والوں کے لیے بھی ہے۔ ان کے ذمہ اسلامی لشکر کی ایک دن رات مہمان نوازی ہے اور اس کو راستہ بتانا ہے۔ اگر کسی سے کوئی فوجی خدمت لی جائے گی تو اس سے جزیہ ساقط کر دیا جائے گا۔ جو یہاں قیام کرے اس کے لیے یہ شرائط ہیں اور جو یہاں سے باہر جانا چاہے وہ امن میں ہے حتی کہ اپنے امن کے مقام پر چلا جائے۔ یہ تحریر جُنْدُبْ نے لکھی اور اس کے گواہ ہیں بُکَیر بن عبد اللہ اور سِمَاکْ بِن خَرَشَہْ۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 176 تا 179)

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 539-540 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)

آرمینیا کی مصالحت کے بارے میں لکھا ہے کہ آذربائیجان کی فتح کے بعد بُکَیر بن عبد اللہ آرمینیا کی طرف بڑھے۔ ان کی امداد کے لیے حضرت عمرؓ نے ایک لشکر سُرَاقَہ بن مالِک بن عَمرو کی سرکردگی میں بھجوایا اور اس مہم میں سپہ سالار اعلیٰ بھی سُرَاقَہ کو مقرر کیا اور ہر اول دستوں کی کمان عبد الرحمٰن بن رَبِیْعَہ کو دی۔ ایک بازو کا افسر حُذَیْفَہ بن اُسَیْد غِفَارِی کو بنایا اور یہ حکم دیا کہ جب یہ لشکر بُکیر بن عبد اللہ کے لشکر سے جو آرمینیا کی طرف روانہ تھا جا ملے تو دوسرے بازو کی کمان بکیر بن عبد اللہ کے سپرد کی جائے۔ یہ لشکر روانہ ہوا اور ہر اول دستوں کے افسر عبد الرحمٰن بن رَبِیعہ سرعت سے نقل و حرکت کرتے ہوئے بُکیر بن عبد اللہ کے لشکر سے آگے نکل کر بَابْ مقام کے قریب جا پہنچے جہاں شَہْرَبَرَازْ حاکمِ آرمینیا مقیم تھا۔ یہ شخص ایرانی تھا۔ اس نے خط لکھ کر عبد الرحمٰن سے امان حاصل کی اور عبد الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایرانی تھا اور آرمینیوں سے اسے نفرت تھی۔ اس نے عبد الرحمٰن کے پاس صلح کی پیشکش کی اور کہا کہ مجھ سے جزیہ نہ لیا جائے۔ میں حسب ضرورت فوجی امداد دیا کروں گا۔ یہاں یہ ایک اَور طرز کا معاہدہ ہو رہا ہے۔ خود آ گیا ہے۔ صلح کر لی تو جزیہ نہ لیا جائے۔ میں مدد کرتا ہوں، فوجی مدد کروں گا۔ سراقہ نے یہ تجویز منظور کر لی اور بغیر جنگ کے آرمینیا پر قبضہ ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں جب اس قسم کی صلح کی رپورٹ کی گئی تو نہ صرف یہ کہ آپ نے اسے منظور کر لیا بلکہ بڑی مسرت اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت سُراقَہ نے جو تحریر صلح کی دی وہ یہ تھی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ تحریر ہے جو امیر المومنین عمر بن خطاب کے گورنر سراقہ بن عمرو نے شَہْرَبَرَازْ اور آرمینیا اور اَرْمَنْ کے باشندوں کو دی ہے وہ انہیں امان دیتے ہیں ان کی جانوں پر، اموال پر اور مذہب پر کہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ وہ حملے کی صورت میں فوجی خدمت سرانجام دیں گے اور ہر اہم کام میں جب حاکم مناسب سمجھے مدد دیں گے اور جزیہ ان پر نہیں لگایا جائے گا بلکہ فوجی خدمت جزیہ کے بدلے میں ہو گی۔ مگر جو فوجی خدمت نہ دیں ان پر اہل آذربائیجان کی طرح جزیہ ہے اور راستہ بتانا ہے اور پورے ایک دن کی میزبانی ہے لیکن اگر ان سے فوجی خدمت لی جائے گی تو جزیہ نہ لیا جائے گا۔ اگر فوجی خدمت نہ لی جائے گی تو جزیہ لگایا جائے گا۔ پھر اس کے بھی گواہ ہیں عبد الرحمٰن بن رَبِیعَہ اور سَلْمَان بن رَبِیعہ، بُکَیر بن عبد اللہ۔

یہ تحریر جو ہے مَرْزِبِن مُقَرِّن نے لکھی اور یہ بھی گواہ ہیں۔

اس کے بعد سراقہ نے آرمینیا کے ارد گرد کے پہاڑوں کی طرف افواج بھیجنا شروع کیں۔ چنانچہ بکیر بن عبداللہ، حبیب بن مَسْلَمَہ، حُذَیْفہ بن اُسَید اور سَلْمَان بن رَبِیعہ کی سرکردگی میں ان پہاڑوں کی طرف افواج روانہ ہوئیں۔ بکیر بن عبداللہ کو مُوقَان بھیجا گیا۔ حبیب کو تَفْلِیْس کی طرف روانہ کیا اور حُذَیفہ بن اُسَید کو لَانْ کے پہاڑوں میں رہنے والوں کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ سراقہ کی ان افواج میں نمایاں کامیابی بکیر بن عبداللہ کو ہوئی۔ انہیں مُوقَان بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے موقان کے باشندوں کو امن کی تحریر دے دی اور یہ تحریریوں تھی جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ تحریر ہے جو بکیر بن عبداللہ نے فتح کے پہاڑوں میں اہلِ مُوقَان کو دی ہے۔ ان کو امان ہے ان کی جانوں پر، ان کے مالوں پر، ان کے مذہب پر، ان کی شریعتوں پر اس شرط پر کہ وہ جزیہ دیں جو ہر بالغ پر ایک دینار یا اس کی قیمت ہے۔ ہر جگہ یہ جو معاہدے ہو رہے ہیں وہاں مذہب پہ آزادی ہے، شریعت کی آزادی ہے۔ جو الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام نے مذہب تلوار سے پھیلایا، کسی کو نہیں کہا گیا کہ زبردستی اسلام لاؤ۔ اور خیر خواہی کریں اور مسلمانوں کو راستہ دکھائیں اور ایک دن رات کی میزبانی کریں۔ ان کے لیے امان ہو گی جب تک وہ اس عہد نامے پر قائم رہیں اور خیر خواہ رہیں اور ہمارے ذمہ ان سے وفاداری ہے۔ واللّٰہُ الْمُسْتَعَانْ۔ اللہ مددگار ہے لیکن اگر وہ اس عہد کو ترک کر دیں اور کوئی فریب ان سے سرزد ہو تو ان کی امان باقی نہ ہو گی مگر یہ کہ وہ دھوکا کرنے والوں کو حکومت کے سپرد کر دیں ورنہ وہ بھی ان کے شریک سمجھے جائیں گے۔ اس کے بھی گواہ مقرر تھے۔ چار پانچ گواہوں نے دستخط کیے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 180 تا 184)

پھر فتح خُرَاسَان ہے جو بائیس ہجری میں ہوئی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ جنگ جَلُولَاء کے بعد بادشاہِ ایران یَزْدَجَرد رَے پہنچا۔ وہاں کے حاکم آبَانْ جَاذَوَیْہ نے یَزْدَجَرد پر حملہ کر دیا اور یَزْدَجَرد کی مہر پر قبضہ کر کے اپنی مرضی کی دستاویز تیار کر لیں اور پھر وہ انگوٹھی اسے واپس کر دی۔ پھر آبان حضرت سعدؓ کے پاس آیا اور وہ تمام چیزیں واپس کر دیں جو تحریری طور پر لکھی ہوئی تھیں۔ یعنی جو دستاویز تیار کی گئی تھیں وہ انہیں دے دیں۔ یَزْدَجَرد رَے سے اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ آبَان کو یَزْدَجَرد کا وہاں قیام پسند نہ آیا۔ اس لیے یَزْدَجَرد کو کَرْمَان کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ مقدس آگ اس کے ساتھ تھی۔ یہ لوگ آگ پرست تھے تو آگ کو ساتھ لیے پھرتے تھے۔ جو ان کی مقدس آگ تھی وہ اس کے ساتھ تھی۔ پھر اس نے خُرَاسَان کا ارادہ کیا اور مَرْو میں آکر مقیم ہو گیا۔ مقدس آگ کو وہاں روشن کر دیا اور اس کے لیے آتش کدہ تعمیر کروایا اور باغ لگوایا جو مَرْو سے دو فرسخ یعنی چھ میل کے فاصلے پر تھا۔ یہاں آکر وہ امن و امان سے رہنے لگا۔ غیر مفتوحہ علاقوں کے اہل عجم سے خط و کتابت کی اور راہ و رسم بڑھانے لگا یہاں تک کہ وہ سب اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔ نیز اس نے مفتوحہ علاقوں کے اہلِ فارس کو اور ھُرْمُزَان کو بھی ورغلایا۔ چنانچہ اس ورغلانے کے نتیجہ میں انہوں نے مسلمانوں سے اپنے وفا کے بندھن توڑ ڈالے اور بغاوت کر دی۔ نیز اہلِ جِبَال اور اہلِ فِیْرُوزَان نے بھی ان کی دیکھا دیکھی معاہدے توڑ دیے اور بغاوت کر دی۔ جِبَال جو ہے یہ عراق میں

ایک معروف علاقے کا نام ہے جو اَصْبَہان سے لے کر زَنْجَان، قَزْوِین، ھَمَذَان، رَے وغیرہ شہروں پر مشتمل ہے۔ فِیْرُوزَان اَصْبَہَان کی ایک بستی کا نام ہے۔ بہر حال ان وجوہات کی بنا پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ ایران کے علاقوں میں پیش قدمی کر کے اس کے اندر گھس جائیں۔ چنانچہ اہل کوفہ اور اہل بصرہ روانہ ہوئے اور انہوں نے ان کی سرزمین پر پہنچ کر زبردست حملے شروع کر دیے۔ اَحْنَف بن قیس خُرَاسَان کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں انہوں نے مِہْرجَان قَذَقْ پر قبضہ کر لیا۔ مِہْرجَان قَذَقْ جو ہے یہ حُلْوَان سے لے کر ھَمَذَان تک پہاڑوں کے درمیان کا ایک وسیع علاقہ ہے جو کئی شہروں اور بستیوں پر مشتمل تھا۔ پھر مزید آگے بڑھتے ہوئے اَصْبَہان کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت اہل کوفہ ''جَیّ'' کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ جَیّ بھی اَصْبَہان کے نواح میں ایک قدیم شہر کا نام تھا جو آج کل تقریباً ویران ہے۔ عجم میں اس کو شَھْرَسْتَان کہا جاتا ہے۔ اس لیے وہ طَبَسَانْ کے راستے خُرَاسَان میں داخل ہوئے اور ھَرَاتْ پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ طَبَسَانْ ایک نواحی قصبہ ہے جو نیشاپور اور اَصْبَہان کے درمیان واقع ہے۔ فارس میں اسے مفرد کے طور پر طَبَسْ پڑھتے ہیں۔ ھَرَاتْ، خُرَاسَان کے مشہور شہروں میں سے ایک عظیم اور مشہور شہر ہے۔ انہوں نے وہاں صُحَار بِنْ فُلَاں عَبْدِی کو اپنا جانشین بنایا اور پھر مزید آگے بڑھتے ہوئے مَرْوشَاہِ جَہَاں کی طرف روانہ ہوئے۔ مَرْوشَاہِ جَہَاں خُرَاسَان کے شہروں اور قصبوں میں سب سے مشہور ہے۔ یہ نیشاپور سے 210 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس دوران درمیان میں کسی سے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ اس لیے نیشاپور کی طرف مُطَرِّف بن عبد اللہ بن شِخِّیْر کو بھیجا اور سَرْخَس کی طرف حَارِث بن حسان کو روانہ کیا۔ سَرْخَس بھی خُرَاسَان کے نواح میں ایک پرانا اور بڑا شہر ہے جو نیشاپور اور مَرْو کے درمیان واقع ہے۔ بہر حال جب اَحْنَف بن قیس مَرْوشَاہِ جَہَاں کے قریب پہنچا تو یَزْدَجَرد مَرْورُوْذ چلا گیا اور وہاں رہنے لگا۔

مَرْورُوْذ جو ہے اس کا یہ نام اس لیے ہے کہ مَرْو اس سفید پتھر کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جاتی ہے۔ نہ وہ سیاہ ہوتا ہے اور نہ سرخ اور رُوذ فارسی میں دریا کو کہتے ہیں گویا یہ دریا کا مَرْو ہوا۔ یہ مَرْوشَاہِ جَہَاں سے پانچ دن کی مسافت پر ایک بہت بڑے دریا پر واقع ہے۔ اَحْنَف بن قیس مَرْوشَاہِ جَہَاں میں فروکش ہو گئے۔ یَزْدَجَرد نے مَرْورُوْذ پہنچنے کے بعد خوف کے مارے مختلف حاکموں کے پاس امداد کی درخواست کی۔ اس نے خَاقَانْ سے بھی امداد کی درخواست کی۔ شَاہِ صُغْد کو بھی تحریر کیا کہ فوج کے ذریعہ اس کی مدد کی جائے۔ صُغْد وہ علاقہ ہے جس میں سمرقند اور بُخَارا وغیرہ واقع ہیں۔ نیز اس نے شہنشاہ چین سے بھی امداد کی درخواست کی۔ اَحْنَف بن قیس نے مَرْوشَاہِ جَہَاں پر حَارِثَہ بن نعمان بَاھِلِی کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اس عرصہ میں کوفہ کی فوجیں ان کے چاروں سرداروں کی قیادت میں اَحْنَف بن قیس کے پاس پہنچ گئیں۔ جب تمام فوجیں مَرْوشَاہِ جَہَاں آ گئیں تو اَحْنَف بن قیس نے مَرْوشَاہِ جَہَاں سے مَرْورُوْذ کی طرف فوج کشی کی۔ جب یَزْدَجَرد کو یہ خبر ملی تو وہ بَلْخ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بَلْخ بھی دریائے جِیْحُوْن کے قریب خُرَاسَان کا ایک خوبصورت شہر تھا چنانچہ اَحْنَف بن قیس مَرْورُوْذ میں مقیم ہو گئے۔ جب کوفہ کی فوجیں براہ راست بَلْخ روانہ ہو گئیں تو پھر اَحْنَف بن قیس بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ بالآخر بَلْخ

میں اہل کوفہ کی افواج اور یَزْدَجَرد کی افواج کا سامنا ہوا اور فریقین کے درمیان مقابلہ ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے یَزْدَجَرْد کو مات دے دی اور وہ ایرانیوں کو لے کر دریا کی طرف روانہ ہوا اور دریا پار کر کے بھاگ گیا۔ اتنے میں اَحْنَف بن قیس بھی کوفہ کی فوجوں کے ساتھ آملے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں بَلْخ کو فتح کرا دیا۔ اس لیے بَلْخ اہلِ کوفہ کی فتوحات میں شامل تھا۔ اس کے بعد خُرَاسَان کے وہ باشندے جو بھاگ گئے تھے یا قلعہ بند ہو گئے تھے اور نیشاپور سے لے کر طَخَارِسْتَان کے باشندے سب صلح کے لیے آنے لگے۔ طَخَارِسْتَان: یہ جو علاقہ ہے یہ بہت سے شہروں پر مشتمل ہے اور یہ خُرَاسَان کے نواح میں ہے۔ اس کا سب سے بڑا شہر طَالِقَانْ ہے۔ اس کے بعد اَحْنَف بن قیس واپس مَرْوَرُوذ چلے گئے اور وہاں رہنے لگے۔ البتہ رِبعی بن عامر جو عرب کے شرفاء میں سے تھے ان کو طَخَارِسْتَان میں اپنا جانشین بنایا۔ اَحْنَف بن قیس نے حضرت عمرؓ کو فتح خُرَاسَان کی خبر لکھ کر بھجوائی۔ فتح خُرَاسَان کی خبر سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں چاہتا تھا کہ ان کے خلاف کوئی لشکر نہ بھیجا جاتا اور میری خواہش تھی کہ ان کے اور ہمارے درمیان آگ کا سمندر حائل ہوتا۔ یہ کہتے ہیں جی زمینوں پہ قبضہ کرنا چاہتے تھے، ملکوں پہ قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ کی یہ خواہش تھی کہ میں فوج نہیں بھیجنا چاہتا تھا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کے فرمایا۔ اے امیر المومنین! آپؓ یہ بات کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے باشندے تین مرتبہ عہد شکنی کریں گے اور معاہدہ کو توڑیں گے اور تیسری مرتبہ ان کو مغلوب کرنے کی ضرورت ہو گی۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس فتحِ خُرَاسَان کی خبر پہنچی تو وہ فرمانے لگے مَیں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا سمندر حائل ہوتا۔ اس بات پر حضرت علیؓ نے فرمایا اے امیر المومنین! یہ تو خوشی کا مقام ہے۔ آپؓ کو کیا پریشانی ہے؟ فتح ہو گیا اور آپ کہتے ہیں روک پیدا ہو جاتی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں خوشی کی بات ہے مگر پریشان اس بات پر ہوں کہ یہ لوگ تین مرتبہ عہد شکنی کریں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ہوئی کہ اَحْنَف بن قیس کا مَرْو کے دونوں شہروں پر قبضہ ہو گیا ہے اور انہوں نے بَلْخ بھی فتح کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا اَحْنَف بن قیس اہلِ مشرق کے سردار ہیں۔ پھر اَحْنَف بن قیس کو یہ تحریر کیا کہ تم دریا عبور نہ کرنا بلکہ تم اس سے پہلے کے علاقے میں مقیم رہو۔ جن خصوصیات کے ساتھ تم خُرَاسَان میں داخل ہوئے تھے آئندہ بھی تم ان عادات پر قائم رہنا۔ اس طرح فتح و نصرت ہمیشہ تمہارے قدم چومے گی البتہ تم دریا کو عبور کرنے سے پرہیز کرو ورنہ تم نقصان اٹھاؤ گے۔

(تاریخ طبری مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ 183 تا 185، دارالاشاعت کراچی 2003ء)(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 546-547، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)(معجم البلدان جلد جلد 2 صفحہ26، 105 جلد 3 صفحہ 451، 250، 37، 191، 252 جلد 4 صفحہ347، 471، 253 دار الاحیاء التراث العربی بیروت)

یَزْدَجَرد نے پہلے اپنے ہمسایہ ممالک کو مدد کے لیے بلایا تھا۔ اس وقت تو ان ممالک نے کوئی خاص امداد نہیں کی مگر اب یزدجرد خود اپنی مملکت سے بھاگ کر ان کے پاس مدد کا طالب ہوا اور ان ممالک سے مدد حاصل کر کے دوبارہ اپنا ملک فتح کرنے کا قصد کیا۔ ترک سردار خَاقَان نے اس کا ساتھ دیا اور بَلْخ میں اپنی فوج لے کر آ گیا۔ بَلْخ دریائے جِیْحُوْن کے قریب خُرَاسَان کا ایک خوبصورت شہر تھا۔ مسلمان بیس ہزار کی تعداد میں تھے۔ اَحْنَف نے ترک شہسواروں کے تین فوجی قتل کر دیے جس سے ترک سردار خَاقَان بدشگونی لیتا ہوا واپس چلا گیا۔ چین کے شہنشاہ نے مسلمانوں کے

حالات وواقعات سننے کے بعد یَزْدَجَرد کو لکھا کہ تمہارے قاصد نے مسلمانوں کی جو صفات بیان کی ہیں میرے خیال میں اگر وہ پہاڑ سے بھی ٹکرا جائیں تو اسے ریزہ ریزہ کر دیں اور اگر مَیں تمہاری مدد کے لیے آؤں تو جب تک وہ یعنی مسلمان ان اوصاف پر قائم ہیں جو تمہارے قاصد نے مجھے بتائے ہیں کہ یہ اوصاف ہیں تو وہ میرا تخت بھی چھین لیں گے اور میں ان کا کچھ بگاڑ نہ سکوں گا اس لیے تم ان سے مصالحت کر لو۔ یَزْدَجَرد پھر مختلف شہروں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں قتل ہوا۔

(سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 433 تا 435 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ548 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)

اَحْنَف بن قیس نے فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب فرمایا۔ فتح کے متعلق تحریر حضرت عمرؓ کے ارشاد پر پڑھ کر سنائی گئی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے اور اس ہدایت کا ذکر فرمایا ہے جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تھا۔ اور اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں سے جلد ثواب اور دنیا و آخرت میں دیر سے بھلائی کے ملنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

(التوبۃ:33)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے خواہ وہ مشرک کیسا ہی ناپسند کریں۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ تمام حمد اللہ کے لیے ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے لشکر کی مدد کی۔ سنو! اللہ نے مجوسی بادشاہت کو ہلاک کر دیا اور ان کے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اپنی حکومت کی ایک بالشت زمین بھی اب ان کی ملکیت میں باقی نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو نقصان پہنچا سکیں۔ سنو! اللہ نے تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے اموال اور ان کے بیٹوں کا وارث بنا دیا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تمہاری طرح بہت سی قومیں فوجی طاقت کی مالک تھیں۔ حضرت عمرؓ مسلمانوں کو نصیحت فرما رہے ہیں۔ اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تمہاری طرح بہت سی قومیں فوجی طاقت کی مالک تھیں اور گذشتہ زمانے کی بہت سی مہذب قومیں دور دراز کے ممالک میں قابض ہو گئی تھیں۔ اللہ اپنا حکم نافذ کرنے والا ہے اور اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو نمودار کرے گا۔ تم لوگ اس کے احکامات کو نفاذ کرانے کے لیے ایسے شخص کی پیروی کرو جو تمہارے لیے اس کے عہد کو پورا کرے اور تمہارے لیے خدائی وعدے کو پورا کر کے دکھائے۔ تم اپنی حالت میں کوئی تغیر و تبدل نہ کرنا ورنہ اللہ تمہیں تمہارے علاوہ لوگوں سے بدل دے گا۔ اگر بدل دو گے اپنے دین کو بھول جاؤ گے، جو احکامات ہیں ان پر عمل نہیں کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا۔ پھر فرمایا: مجھے اس وقت امت مسلمہ کی تباہی اور بربادی کا صرف تمہی سے اندیشہ ہے۔ مجھے یہ خطرہ نہیں کہ دشمن مسلم امہ کو تباہ کرے گا بلکہ مسلمانوں کی مسلم امہ کی تباہی و بربادی

کا صرف تمہی، مسلمانوں سے ہی اندیشہ ہے اور خوف ہے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ549 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)
(تاریخ طبری مترجم جلد3 حصہ اول صفحہ 190 دارالاشاعت کراچی 2003ء)

اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہی بات سچ ثابت ہو رہی ہے۔ مسلمان ہی مسلمان کی گردنیں مار رہا ہے۔ ان کو ختم کر رہا ہے۔ ایک دوسرے پہ حملے کر رہا ہے۔ ملک ملک پہ چڑھائی کر رہے ہیں اور کہنے کو یہ جہاد ہے لیکن مسلمان مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے۔

فتح اِصْطَخْر اِصْطَخْر فارس کا مرکزی شہر تھا۔ یہ سَاسَانی بادشاہوں کا قدیم مرکزی اور مقدس مقام تھا۔ یہاں پر ان کا قدیم آتش کدہ بھی تھا جس کی نگرانی خود شہنشاہِ ایران کرتا تھا۔ حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے اِصْطَخْر کے مقام کا ارادہ کرتے ہوئے اس کی طرف پیش قدمی کی اور اہل اِصْطَخْر کے ساتھ جَور کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں نے وہاں ان کے ساتھ بھرپور جنگ لڑی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل جَور کے مقابلے پر فتح عطا کی اور مسلمانوں نے اِصْطَخْر بھی فتح کر لیا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا گیا اور بہت سے لوگ بھاگ گئے۔ حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے کافروں کو جزیہ ادا کرنے اور ذمی رعایا بننے کی دعوت دی۔ چنانچہ انہوں نے ان سے خط و کتابت کی اور حضرت عثمان بن ابو العاص بھی ان سے نامہ و پیام کرتے رہے۔ آخر کار ان کے حاکم هُرمُز نے اس پیشکش کو قبول کر لیا اور جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ جو لوگ فتح اِصْطَخْر کے وقت بھاگ گئے تھے یا الگ ہو گئے تھے سب جزیہ ادا کرنے کی شرط کے ساتھ دوبارہ امن کی جگہ پہ واپس آ گئے۔ دشمن کی شکست کے بعد حضرت عثمان بن ابو العاص نے سب مال غنیمت جمع کیا اور اس کا خُمس نکال کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا اور باقی حصہ مسلمانوں میں تقسیم کی غرض سے رکھ لیا اور تمام مسلمان فوجوں کو لوٹ مار سے روک دیا اور چھینی ہوئی چیزوں کو واپس کرنے کا حکم دیا۔ جو کچھ لوگوں سے چھینا تھا سپہ سالار نے کہا کہ سب واپس کرو۔ پھر حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا ہمارا معاملہ ہمیشہ بامِ عروج پر رہے گا اور ہم تمام مصائب سے محفوظ رہیں گے جب تک کہ ہم چوری اور خیانت نہ کریں۔ جب ہم مال غنیمت میں خیانت کرنے لگیں گے اور یہ ناپسندیدہ باتیں ہمارے اندر نظر آئیں گی تو یہ برے کام ہماری اکثریت کو لے ڈوبیں گے۔ خیانت کرو گے، چوری کرو گے تو پھر یہی باتیں تمہیں لے ڈوبیں گی اور آج کل کے مسلمانوں میں یہی کچھ ہمیں نظر آ رہا ہے۔ آپس میں ہی لوٹ مار ہے یا جہاں بھی جاتے ہیں وہاں لوٹ مار ہے، بد دیانتی ہے اور انہی بد اخلاقیوں نے ان کو بالکل ہی کسی کام کا نہیں چھوڑا اور ہر جگہ دنیا میں بدنام ہو رہے ہیں۔

حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے فتح کے دن فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں ہر قسم کی برائیوں سے بچاتا ہے اور ان کے اندر امانت اور دیانت داری کی خصوصیات پیدا فرما دیتا ہے۔ اس لیے تم امانتوں کی حفاظت کرو کیونکہ تم سے اپنے دین و مذہب کی جو چیز سب سے پہلے چھوٹے گی وہ ہے امانت۔ اور جب تمہارے اندر سے دیانت داری جاتی رہے گی تو روزانہ کوئی نہ کوئی نیکی تمہارے اندر سے جاتی رہے گی۔ دیانتداری گئی تو نیکیاں بھی ختم ہونی شروع ہو جائیں گی۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت کے آخری زمانے اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے پہلے سال **شَهْرَكْ نے بغاوت کر دی** اور اس نے اہلِ فارس کو ورغلایا اور ان کو بھڑکانے کے نتیجہ میں اہلِ فارس نے عہد شکنی کی۔ حضرت عثمان بن ابو العاص کو ان کی سرکوبی کے لیے دوبارہ بھیجا گیا اور پیچھے سے حضرت عبد اللہ بن مَعْمَرؓ اور شِبْل بن مَعْبَد بَجَلِّی کی معیت میں امدادی فوج بھیجی گئی۔ ان کا فارس کے مقام پر دشمن سے سخت مقابلہ ہوا جس میں شَهْرَكْ اور اس کا بیٹا مارا گیا اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو بھی قتل کیا گیا اور شَهْرَكْ کو حضرت عثمان بن ابو العاصؓ کے بھائی حَکَم بن ابو العاص نے قتل کیا۔

(تاریخ طبری مترجم جلد سوم حصہ اول صفحہ 192-193 دار الاشاعت کراچی 2003ء)

ایک روایت کے مطابق حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ نے سترہ ہجری میں حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں پہلی مرتبہ اِصْطَخْر کو فتح کیا تھا۔ اس کے باشندوں نے صلح کے بعد بدعہدی کی جس کے نتیجہ میں بغاوت پھیل گئی۔ اس کی سرکوبی کے لیے حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے اپنے بیٹے اور بھائی کو بھیجا جنہوں نے بغاوت دور کی اور اِصْطَخْر کے امیر کو قتل کر دیا جس کا نام شَهْرَكْ تھا۔

(سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از صلابی صفحہ 436 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 382-383 دار الکتب العلمیہ بیروت 2006ء)

فَسَا اور دَارَابَجِرْد حضرت سَارِیَہ بن زُنَیمؓ کو حضرت عمرؓ نے فَسَا اور دَارَابَجِرْد شہر کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ 23ر ہجری کا واقعہ ہے۔ فَسَا فارس کا ایک قدیم شہر تھا جو شیراز سے 216 میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ دَارَابَجِرْد فارس کا ایک وسیع علاقہ ہے جس میں فَسَا اور دیگر شہر تھے۔ دلائل النبوۃ میں روایت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر حضرت سَارِیَہؓ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا۔ ایک دن جبکہ حضرت عمرؓ خطاب کر رہے تھے کہ **اچانک اونچی آواز میں کہنے لگے یَا سَارِیَ الْجَبَلَ۔ اے سَارِیَہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔**

تاریخ طبری میں ہے حضرت عمرؓ نے حضرت سَارِیَہ بن زُنَیمؓ کو فَسَا اور دَارَابَجِرْد کے علاقے کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر انہوں نے اپنے حمایتی لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا تو وہ مسلمان لشکر کے مقابلے کے لیے صحرا میں اکٹھے ہو گئے اور جب ان کی تعداد زیادہ ہو گئی تو انہوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ حضرت عمرؓ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے فرمایا: یَا سَارِیَۃَ بِنْ زُنَیْم! اَلْجَبَل اَلْجَبَل۔ یعنی اے سَارِیَہ بن زُنَیْم! پہاڑ پہاڑ۔ مسلمان لشکر جس جگہ پر مقیم تھا اس کے قریب ہی ایک پہاڑ تھا۔ اگر وہ اس کی پناہ لیتے تو دشمن صرف ایک طرف سے حملہ آور ہو سکتا تھا۔ پس انہوں نے پہاڑ کی جانب پناہ لے لی۔ اس کے بعد انہوں نے جنگ کی اور دشمن کو شکست دی اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اس مال غنیمت میں جواہرات کا ایک صندوقچہ بھی تھا جسے مسلمان لشکر نے باہمی اتفاق رائے سے حضرت عمرؓ کے لیے ہبہ کر دیا۔ حضرت سَارِیَہؓ نے اس صندوقچے کے ساتھ اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ ایک ایلچی کو حضرت عمرؓ کی طرف بھجوایا۔ جب وہ ایلچی مدینہ پہنچا تو اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے اور آپؓ کے ہاتھ میں وہ عصا تھا جس کے ذریعہ وہ اونٹوں کو ہنکایا کرتے تھے۔ اس قاصد نے حضرت عمرؓ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت عمرؓ نے اسے کھانے پہ بٹھا دیا۔

چنانچہ وہ کھانے پر بیٹھ گیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو حضرت عمرؓ جانے لگے۔ وہ شخص پھر کھڑے ہو کر ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے پیچھے آتے دیکھ کر گمان کیا کہ اس شخص کا پیٹ ابھی نہیں بھرا۔ لہٰذا جب آپؓ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو فرمایا اندر آجاؤ اور آپؓ نے نانبائی کو حکم دیا کہ دستر خوان پر کھانا لائے۔ چنانچہ کھانا لایا گیا جو روٹی اور زیتون اور نمک پر مشتمل تھا۔ پھر آپؓ نے اس شخص سے فرمایا کھاؤ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس شخص نے کہا اے امیر المومنینؓ! میں سَارِیَہ بن زُنَیم کا ایلچی ہوں۔ آپؓ نے فرمایا خوش آمدید۔ پھر وہ آپؓ کے قریب آیا یہاں تک کہ اس کا گھٹنا حضرت عمرؓ کے گھٹنے سے چھونے لگا۔

پھر حضرت عمرؓ نے اس سے مسلمانوں کے بارے میں پوچھا۔ پھر سَارِیہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے آپؓ کو بتایا۔ پھر اس نے صندوقچے کا حال بیان کیا تو حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا اور بلند آواز سے فرمایا: نہیں۔ اس میں کوئی عزت والی بات نہیں ہے۔ اس لشکر کے پاس جاؤ اور اسے ان کے درمیان تقسیم کرو۔ یہ جواہرات جو مجھے بھیجے ہیں یہ لشکر کو ہی تقسیم کر دو۔ اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ! میرا اونٹ لاغر ہو گیا ہے اور میں نے انعام کی توقع پر قرض بھی لیا تھا۔ پس آپ مجھے اتنا دیں جس سے میں ان کی تلافی کر سکوں۔ وہ اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اس کے اونٹ کے بدلے صدقے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ اسے دیا اور اس کا اونٹ لے کر صدقے کے اونٹوں میں شامل کیا اور وہ ایلچی معتوب اور محروم ہوتے ہوئے بصرہ پہنچا اور حضرت عمرؓ کے حکم پر عمل کیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب قاصد فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ آیا تو اہلِ مدینہ نے اس سے سَارِیَہ کے بارے میں پوچھا اور فتح کے بارے میں **اور یہ کہ کیا جنگ کے دن مسلمانوں نے کوئی آواز سنی تھی؟ اس نے کہا کہ ہاں ہم نے سنا تھا یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَل۔** یعنی اے سَارِیَہ پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ اس وقت قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ پس ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

(تاریخ طبری مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ 194 تا 196 دار الاشاعت کراچی 2003ء)(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 553-554 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء) (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 6 صفحہ 370 دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از صلابی صفحہ 436 دار المرفہ بیروت 2007ء) (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 273، جلد 3 صفحہ 434 دار الاحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ان کی خلافت کے ایام میں وہ منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بے اختیار ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَلَ، یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَلَ۔ یعنی اے سَارِیَہ! پہاڑ پر چڑھ جا۔ اے سَارِیَہ! پہاڑ پر چڑھ جا۔ چونکہ یہ فقرات بے تعلق تھے لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ آپؓ نے یہ کیا کہا؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا کہ ایک جگہ سَارِیَہ جو اسلامی لشکر کے ایک جرنیل تھے کھڑے ہیں اور دشمن ان کے عقب سے اس طرح حملہ آور ہے کہ قریب ہے کہ اسلامی لشکر تباہ ہو جائے۔ اس وقت میں نے دیکھا تو پاس ایک پہاڑ تھا کہ جس پر چڑھ کر وہ دشمن کے حملہ سے بچ سکتے تھے۔ اس لیے میں نے ان کو آواز دی کہ وہ اس پہاڑ پر چڑھ جاویں۔ ابھی زیادہ

دن نہ گزرے تھے کہ سَارِیَہ کی طرف سے بعینہ اسی مضمون کی اطلاع آئی اور انہوں نے یہ بھی لکھا کہ اس وقت ایک آواز آئی جو حضرت عمرؓ کی آواز سے مشابہ تھی جس نے ہمیں خطرہ سے آگاہ کیا اور ہم پہاڑ پر چڑھ کر دشمن کے حملہ سے بچ گئے....."

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی زبان اس وقت ان کے اپنے قابو سے نکل گئی تھی اور اس قادرِ مطلق ہستی کے قبضہ میں تھی جس کے لئے فاصلہ اور دوری کوئی شئے ہے ہی نہیں۔"
(تقدیر الٰہی، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 575)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس بارے میں فرماتے ہیں:

"ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ الزام کہ صحابہ کرام سے ایسے الہامات ثابت نہیں ہوئے بالکل بے جا اور غلط ہے کیونکہ احادیث صحیحہ کے رو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے الہامات اور خوارق بکثرت ثابت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سَارِیَہ کے لشکر کی خطرناک حالت سے باعلام الٰہی مطلع ہو جانا جس کو بیہقی نے ابنِ عمر سے روایت کیا ہے اگر الہام نہیں تھا تو اَور کیا تھا اور پھر انکی یہ آواز کہ یَا سَارِیَہ اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ۔ مدینہ میں بیٹھے ہوئے مونہہ سے نکلنا اور وہی آواز قدرتِ غیبی سے سَارِیَہ اور اس کے لشکر کو دور دراز مسافت سے سنائی دینا اگر خوارق عادت نہیں تھی تو اَور کیا چیز تھی۔"
(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 653-654 حاشیہ در حاشیہ نمبر 4)

پھر فَتحِ کَرمَان کا ذکر ہے جو 23ھ ہجری میں ہوئی۔ حضرت سُھَیل بن عَدِی کے ہاتھوں کَرمَان فتح ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبد اللہ بن بُدَیل کے ہاتھوں فتح ہوا۔

(سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از صلابی صفحہ 436 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

حضرت سُہَیلؓ کے ہراول دستے پر نُسَیْر بن عَمْرو عِجلّی تھے۔ ان کے مقابلے کے لیے اہل کرمان جمع ہو گئے۔ وہ اپنی سرزمین کے قریب علاقے میں جنگ کرتے رہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں منتشر کر دیا اور مسلمانوں نے ان کا راستہ روک لیا۔ نُسَیْر نے ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا۔ اسی طرح حضرت سُہَیل بن عدیؓ نے دیہاتیوں کے دستے کے ذریعہ دشمن کے راستے کو جِیرَفْت مقام تک روک لیا۔ حضرت عبد اللہ بھی شِیر کے راستے وہاں پہنچے اور حسب منشا اس مقام پر انہیں بہت سارے اونٹ بھیڑ بکریاں ملیں تو انہوں نے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی قیمت لگائی۔ ان کی قیمت میں عرب کے اونٹوں سے بڑے ہونے کے باعث ان میں اختلاف پیدا ہوا۔ چنانچہ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے اس کے بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا گیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف لکھا کہ عربی اونٹ کی گوشت کے مطابق قیمت لگائی جاتی ہے اور یہ اونٹ بھی اسی کی مانند ہیں۔ اگر وہ تمہاری رائے کے مطابق بڑھ کر ہے تو اس کی قیمت میں اضافہ کر دو۔ جو مال ہاتھ آیا تھا اس کے مطابق اس کے جانوروں کی قیمت لگائی جا رہی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حضرت عبد اللہ بن بُدَیْل بن وَرْقَاء خُزَاعِی نے کرمان کو فتح کیا۔ پھر فتح کرمان کے بعد وہ طَبَسَیْن آئے۔ پھر وہاں سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے طَبَسَیْن کو فتح کر لیا ہے۔ آپ مجھے یہ دونوں علاقے جاگیر میں دے دیں۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ دونوں علاقے ان کو جاگیر میں دینے کا ارادہ کیا تو کسی نے آپ سے کہا کہ یہ دونوں علاقے بہت بڑے اضلاع ہیں اور خُرَاسَان کے

دروازے ہیں۔ اس پر آپ نے ان کو یہ دونوں علاقے جاگیر میں دینے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

(تاریخ طبری مترجم جلد سوم حصہ اول صفحہ 196-197 دار الاشاعت کراچی 2003ء)

فَتْحِ سَجِسْتَان یہ بھی 23ھ ہجری کی ہے۔ سَجِسْتَان خُرَاسَان سے بڑا علاقہ ہے اور اس کی سرحدیں دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ علاقہ سندھ اور دریائے بَلْخ کے درمیان تھا۔ اس کی سرحدیں بہت دشوار گزار تھیں اور آبادی بھی بہت زیادہ تھی۔ اس سَجِسْتَان کو ایرانی سِیْستَان بھی کہا جاتا ہے یا ایرانی لوگ اس کو سِیْستَان کہتے ہیں۔ مشہور ایرانی پہلوان رستم اسی علاقے کا رہنے والا تھا۔ یہ کرمان کے شمال میں واقع تھا اس کا صدر مقام زَرَنْج تھا۔ قدیم زمانے میں یہ بہت بڑا علاقہ تھا اور حضرت معاویہؓ کے زمانے میں یہ بہت اہم علاقہ تھا۔ یہاں کے لوگ قندھار ترک اور دوسری قوموں سے جنگ کرتے رہتے تھے۔ عاصم بن عَمرو نے سَجِسْتَان کا رخ کیا اور عبداللہ بن نُمَیر بھی فوج لے کر اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اہل سَجِسْتَان سے ان کے قریبی علاقے میں مقابلہ ہوا اور مسلمانوں نے انہیں شکست دی اور اہل سَجِسْتَان بھاگ گئے۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور زَرَنْج مقام پر ان کا محاصرہ کر لیا گیا اور ساتھ ساتھ مسلمان جہاں جہاں ممکن ہوا مختلف علاقوں کو بھی فتح کرتے گئے۔ بالآخر اہل سَجِسْتَان نے زَرَنْج اور دیگر مفتوحہ علاقوں کے بارے میں مصالحت کر لی اور باقاعدہ مسلمانوں سے معاہدہ منظور کرایا اور اپنے صلح نامہ میں یہ شرط منظور کرالی کہ ان کے جنگل محفوظ چراگاہوں کی طرح سمجھے جائیں گے۔ اس لیے جب مسلمان وہاں سے گزرتے تھے تو ان کے جنگلوں سے بچ کر نکلتے تھے کہ وہ کہیں انہیں نقصان پہنچا کر عہد شکنی کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ اس حد تک مسلمان احتیاط کرتے تھے۔ بہر حال اہل سَجِسْتَان خراج دینے پر راضی ہو گئے اور مسلمانوں نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری کو قبول کر لیا۔

(تاریخ طبری مترجم جلد سوم حصہ اول صفحہ 197 دار الاشاعت کراچی 2003ء)

فَتْحِ مُکْرَان یہ بھی 23ھ ہجری کی ہے۔ حَکَم بن عَمْرو کے ہاتھوں مُکْرَان (آج کل اسے مکران کہا جاتا ہے۔ پرانی تاریخوں میں مُکران لکھا ہوا ہے، یہ) فتح ہوا۔ لیکن پھر شِہَابُ بِن مُخَارِقْ، سُہَیل بِن عَدِی اور عبداللہ بن عبداللہ بھی لشکروں سمیت ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ مسلمانوں نے سندھ کے بادشاہ کے خلاف متحد ہو کر جنگ کی اور اسے شکست دی۔ حکم بن عمرو نے صُحَار عَبدِی کے ہاتھ فتح کی خبر اور مالِ غنیمت بھیجا اور مالِ غنیمت میں حاصل شدہ ہاتھیوں کے بارے میں ہدایت طلب کی۔ جب حضرت عمرؓ کو فتح کی بشارت پہنچی تو حضرت عمرؓ نے اس سے مکران کی زمین کے بارے میں پوچھا۔

اس نے کہا اے امیر المومنینؓ! اس کے نرم میدانوں کی زمین بھی پہاڑوں کی طرح سخت ہے اور وہاں پانی کی سخت قلت ہے۔ اس کے پھل خراب ہیں اور وہاں کے دشمن بہت دلیر ہیں اور وہاں بھلائی کے مقابلے میں برائی بہت زیادہ ہے۔ وہاں کثیر تعداد بھی تھوڑی معلوم ہوتی ہے اور قلیل تعداد ضائع ہو جاتی ہے اور اس کا پچھلا حصہ تو اس سے بھی بدتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے اس اندازِ گفتگو پہ فرمایا کہ کیا تم قافیہ پیمائی کر رہے ہو یا واقعی صورتِ حال کی خبر دے رہے ہو۔ اس نے اس پر کہا کہ میں صحیح خبر آپؓ تک پہنچا رہا ہوں۔

اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اگر تم صحیح بتلا رہے ہو تو بخدا امیر الشکر وہاں حملہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ آپؓ

نے حکم بن عمرو اور حضرت سُھَیل کو یہ حکم تحریر فرمایا اور یہ حکم تحریر فرما کر روانہ کیا کہ تم دونوں کے لشکروں میں سے کوئی بھی مکران سے آگے پیش قدمی نہ کرے اور دریا کے اس پار کے علاقے تک محدود رہے۔ نیز آپؓ نے یہ بھی حکم دیا کہ ہاتھیوں کو اسلامی سرزمین پر ہی فروخت کر دیا جائے اور اس سے حاصل ہونے والے مال کو مسلمان لشکروں میں تقسیم کر دیا جائے۔

(تاریخ طبری مترجم جلد سوم حصہ اول صفحہ 198-199 دار الاشاعت کراچی 2003ء)

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 555 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)

اس جنگ کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں وہ طبری سے لی گئی ہیں۔ اس جنگ کی بابت علامہ شبلی نے ایک نوٹ بھی دیا ہے کہ فتوحات فاروقی کی اخیر حد یہی مکران ہے لیکن یہ طبری کا بیان ہے۔ مؤرخ بلاذری کی روایت ہے کہ دیبل کے نشیبی علاقوں اور تھانہ تک فوجیں آئیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلام کا قدم سندھ و ہند میں بھی آ چکا تھا۔ نیز وہ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ آج کل مکران کا نصف حصہ بلوچستان کہلاتا ہے۔ اگرچہ مورخ بلاذری فتوحاتِ فاروقی کی حد سندھ کے شہر دیبل تک لکھتا ہے مگر طبری نے مکران کو ہی اخیر حد قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی صفحہ 157 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

تو بہر حال یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ابھی آئندہ بھی بیان ہو گا۔ **جمعہ کے بعد میں ایکٹرکش انٹرنیٹ ریڈیو کا افتتاح کروں گا۔** اس ریڈیو چینل کا نام اسلام احمدیتین سیسی (Islam Ahmediyetin Sesi) یعنی صدائے اسلام احمدیت ہے جو الحمد للہ اب چوبیس گھنٹے کی نشریات کے لیے تیار ہے۔ یہ ریڈیو دنیا بھر میں ٹیبلٹ اور سمارٹ فون اور لیپ ٹاپ وغیرہ پر ایک لنک کے ذریعہ سنا جا سکے گا۔ چار گھنٹے پر مشتمل ایک پیکج (package) کو چھ دفعہ دن میں repeat کیا جائے گا۔ اس پیکج میں ایک گھنٹہ تلاوت مع ترکی ترجمہ۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، کلام الامام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، ترکی زبان میں میرے خطبات کا ترجمہ نیز ایک مجلس سوال و جواب بھی نشر ہوا کرے گی۔ دنیا کے بیس ممالک سے زائد ممالک تبلیغی اور تربیتی مقاصد کے لیے اس ریڈیو سے استفادہ کر سکیں گے۔ تبلیغی میدان میں بھی اور تربیتی مقاصد کے لیے بھی ان شاء اللہ اس ریڈیو سے استفادہ ہو گا۔ مثلاً آذر بائیجان ہے، جارجیا ہے، یہ ترکی زبان بولنے والے ملک ہیں۔ کئی سابقہ روسی ریاستیں ہیں جہاں ترکی زبان بولی جاتی ہے۔ اسی طرح ملک ترکی اور وہ سبھی یورپین ممالک جن میں ترک آباد ہیں ان نشریات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس ریڈیو کی تیاری کی توفیق شعبہ تبلیغ جرمنی کو ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دے اور اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس کو بابرکت فرمائے۔ اس کو ابھی میں جمعہ کی نماز کے بعد لانچ کروں گا۔

بعض غائب جنازے ہیں ان کو مَیں جمعہ کے بعد ادا کروں گا۔ ساتھ یہ **بھی بتا دوں کہ ہمارے پیارے عزیز طالع کا جنازہ ابھی پہنچا نہیں ہے۔** شاید چند دن لگ جائیں تو جب آئے گا تو اس کے بعد نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی ان شاء اللہ اور پھر وہاں اس کا ذکر بھی ان شاء اللہ ہو گا۔ جو جنازہ غائب آج میں نے پڑھنے ہیں ان میں پہلا مکرم **محمد المختار قِبْطَه صاحب کا ہے جو مراکش کے تھے۔** 73 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم نے 2009ء میں بیعت کی۔ بہت مخلص احمدی تھے۔ بیعت کے بعد جماعت کی خدمت اور احمدیت کی تبلیغ میں ہر وقت

لگے رہتے تھے۔ معاشرے میں غلط عقائد کی درستی میں انہوں نے بہت کردار ادا کیا ہے۔

ان کا علاقہ مغربی مراکش کا تھا۔ وہاں کے صدر صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم ریٹائرڈ فوجی تھے۔ پڑھے لکھے تھے۔ عربی کے علاوہ فرانسیسی اور سپینش زبانوں کے ماہر تھے۔ حمامۃ البشریٰ پڑھ کر جلد ہی بیعت کر لی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو بھی بڑے شوق اور محبت سے کم از کم دو بار پڑھا۔ پھر تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا پھر اس کی کاپیاں کروا کر اور جلد بنوا کر احمدیوں میں تقسیم کیں۔ کہتے ہیں جب ہمارے علاقے میں نظام جماعت قائم ہوا تو انہوں نے جماعتی خدمت کے لیے زندگی وقف کر دی اور مختلف جماعتوں کے دورے کیے۔ مالی قربانیوں میں بھی پیش پیش رہے۔ کبھی بھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آج میں مصروف ہوں یا یہ خدمت نہیں کر سکتا۔ بڑے پختہ عزم کے مالک تھے جو کہ نوجوانوں میں بھی نہیں ملتا۔ پھر لکھتے ہیں کہ نظام خلافت کی کامل اور فوری اطاعت کرتے تھے تبلیغ کا بڑا جوش تھا۔ گاڑی، بس، ریل اور دکان میں ہر چھوٹے بڑے کو تبلیغ کرتے۔ خاندان میں ہر ایک کو پیغام حق پہنچایا۔ مرحوم نماز تہجد میں باقاعدہ تھے۔ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ وہ دعائیں بھی جو میری طرف سے بتائی گئی تھیں اور جوبلی کی دعائیں بھی وہ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ روزانہ پانچ سے دس احزاب تلاوت قرآن کریم کرتے رہتے تھے۔ چلتے ہوئے قرآن کریم یاد کرتے تھے، دہرائی کرتے رہتے تھے اور بعض دفعہ رستے میں چلتے ہوئے تلاوت قرآن میں اتنے مصروف ہوتے کہ اِدھر اُدھر کے ماحول سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ گویا قرآن کریم سے تو انہیں ایک عشق تھا بلکہ بعض تو کہتے ہیں کہ رات کو سوتے ہوئے بھی ان کے منہ سے قرآن کریم کی آیات پڑھنے کی آوازیں آتی تھیں۔ مرحوم نے نو سال تک مغربی مراکش میں بطور نائب صدر جماعت اور صدر انصار اللہ اور سیکرٹری مال خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کی اہلیہ بھی بہت مخلص اور موصیہ ہیں۔

اگلا ذکر محمود احمد صاحب سابق خادم مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک قادیان کا ہے جو 74 سال کی عمر میں گذشتہ دنوں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم مخدوم حسین صاحب آف بیلگام کے بیٹے تھے جو کہ صوبہ کرناٹک سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ 28 سال تک انہوں نے مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک میں خادم مسجد کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ تہجد گزار اور دعا گو انسان تھے۔ مسجد کے ساتھ ان کا خاص لگاؤ تھا۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

اگلا ذکر سودہ صاحبہ اہلیہ عبدالرحمٰن صاحب کیرالہ انڈیا کا ہے۔ 22/ جولائی کو 76 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ شمس الدین صاحب مالاباری مبلغ انچارج کبابیر کی والدہ تھیں۔ شمس الدین صاحب کہتے ہیں کہ خاکسار کی والدہ صاحبہ وی ٹی محمد صاحب مرحوم کی بیٹی تھیں جو ضلع پالکھاٹ اور مضافات کے سب سے پہلے احمدی تھے جنہوں نے 1937ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ پھر لمبے عرصہ تک دشمنوں کی طرف سے شدید مظالم کا سامنا کرتے رہے۔ کہتے ہیں اسی بائیکاٹ کے دوران کہ جب والدہ ڈیڑھ سال کی تھیں تو اس وقت ان کی والدہ، خاکسار کی نانی اور ان کی بڑی بیٹی کی وفات ہو گئی۔ وفات کے بعد دشمنوں نے نانی کو دفنانے بھی نہیں دیا جس پر چالیس کلو میٹر دور شہر کے عام قبرستان میں انہیں دفنانا پڑا۔ کہتے ہیں نانا اپنی کمسن بچی کے ساتھ

ہجرت کر گئے۔ اس طرح والدہ بچپن سے ہی طرح طرح کی ابتلاؤں میں سے گزرتی رہیں۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور موصیہ تھیں۔ ہمدردئ خلق ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہر پریشان حال شخص کے لیے دعائیں کرنا اور اگر سامنے ہو تو اس کی مدد کرنا آپ کی عادت تھی۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں اور ان کے پوتے بھی واقف زندگی ہیں اور ایک بیٹے مبلغ ہیں جو باہر تھے۔ جنازے پہ حاضر بھی نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر سعیدہ مجید صاحبہ اہلیہ شیخ عبدالمجید صاحب فیصل آباد کا ہے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات 86 سال کی عمر میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے بیٹے شیخ وحید صاحب کہتے ہیں ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت برکت علی قادیانی صاحبؓ کے ذریعہ سے ہوا۔ آپ کے دادا اور دادی دونوں کو یہ اعزاز ملا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ سعیدہ مجید صاحبہ نے لمبا عرصہ جماعت کی خدمت کی توفیق پائی۔ شروع میں صدر حلقہ اور سیکرٹری مال کی حیثیت سے اور پھر 1982ء سے لجنہ اماء اللہ ضلع فیصل آباد کی تشکیل نو ہونے پر سیکرٹری مال کے عہدے پر سات سال فائز رہیں۔ بہت محنت سے بیاسی مجالس میں باقاعدگی سے دورہ جات کر کے ہر مجلس میں عہدیداران کے کام کی نگرانی کرتی رہیں۔ شعبہ مال کے ریکارڈ اور چندہ جات کی بروقت آمد اور ترسیل پر خصوصی نظر رکھتی تھیں۔ ان کی ضلع کی سابقہ صدر بشریٰ سمیع صاحبہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ جماعتی دورے سے واپسی پر ڈاکوؤں نے گاڑی کو روکا۔ انہوں نے جلدی سے پرس جس میں چندے کے پیسے تھے وہ پیروں میں گرا دیا تا کہ چندہ محفوظ رہے اور اپنا زیور چھن جانے کی ذرا پروا نہیں کی۔ باقی زیور ڈاکوؤں نے ان سے اتروالیا لیکن چندے کے پیسے بچ گئے اور اس بات پر بڑی خوش تھیں کہ چندے کے پیسے بچ گئے۔ وفات سے چند ماہ قبل جو بھی زیور ان کے پاس تھا وہ سارا جماعتی تحریکات میں پیش کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کئی بار مطالعہ کیا۔ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت میں بڑھی ہوئی، دعا گو، متوکل علی اللہ تھیں۔ خلافت سے بہت محبت اور عشق کا تعلق تھا۔ اپنے بیٹوں، بہوؤں اور پوتوں پوتیوں کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور خلیفہ وقت کے لیے دعا کرنے اور خلیفہ وقت کے خطبات سننے کی تلقین کرتی رہتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ آٹھ بیٹے اور متعدد پوتے پوتیاں اور پڑپوتے پڑپوتیاں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد ان کا نماز جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17 ستمبر 2021ء جلد 28 شمارہ 75 صفحہ 05 تا 10)

36

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03/ ستمبر 2021ء بمطابق 03/ تبوک 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ دنوں ہمارے ایک بہت ہی پیارے بچے اور واقفِ زندگی عزیزم سید طالع احمد ابن سید ہاشم اکبر کی گھانا میں شہادت ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 23/ اور 24/ اگست کی درمیانی شب ایم ٹی اے کی ٹیم گھانا کے ناردرن ریجن میں ریکارڈنگ کر کے کماسی (Kumasi) آ رہی تھی کہ راستے میں سوا سات بجے کے قریب ڈاکوؤں کی فائرنگ سے یہ جو ٹیم کے تین ممبر تھے ان میں سے دو، عزیزم سید طالع احمد اور عمر فاروق صاحب زخمی ہو گئے۔ تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کے بعد پہلے پولی کلینک میں ان کی میڈیکل ٹریٹمنٹ (treatment) ہوئی۔ اس کے بعد ٹمالے بڑے ہسپتال لے جا رہے تھے تو راستے میں سید طالع احمد کی وفات ہو گئی۔ ایم ٹی اے انٹرنیشنل سے دوسرے ملکوں میں تو شاید بعض شہادتیں ہوئی ہیں **لیکن یہاں کی پہلی شہادت تھی اور واقفین نَو یوکے کی میرا خیال ہے شاید پہلی شہادت ہے۔**

سید طالع احمد محترمہ امۃ اللطیف بیگم صاحبہ اور سید میر محمد احمد صاحب کے پوتے تھے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑنواسے اور اس طرح حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے پڑپوتے یعنی پوتے کے بیٹے تھے اور حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ حضرت اماں جان حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اس لحاظ سے حضرت اماں جانؓ سے بھی ان کا سلسلہ ملتا ہے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اور اماں جان سے پھر ایک رشتہ قائم ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ مرزا غلام قادر شہید کے داماد بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ جیسا کہ میں نے کہا وقفِ نو کی تحریک میں بھی شامل تھے۔

بائیو میڈیکل سائنسز میں ڈگری حاصل کی۔ پھر جرنلزم میں ماسٹرز کیا۔ 2013ء میں زندگی وقف کی اور پھر مختلف دفتروں میں کام کرنے کے بعد آخر پریس اور میڈیا میں ان کی تقرری ہوئی۔ اس سے پہلے سید طالع اپنی جماعت میں لوکل لیول پر بھی خدمات بجالاتے رہے تھے۔ خدام الاحمدیہ ہارٹلے پول میں تبلیغ، تعلیم اور اشاعت اور اطفال کے شعبوں کا کام کیا۔ ان کی 2016ء میں ایم ٹی اے نیوز میں مکمل طور پہ تقرری ہوئی اور اس سے پہلے یہ ریویو آف ریلیجنز میں انڈیکسنگ (Indexing) اور ٹیگنگ (Tagging) کے ہیڈ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق

پاتے رہے۔ ایم ٹی اے نیوز کے لیے انہوں نے ڈاکومنٹریز بنائیں اور مزید تین یا چار ڈاکومنٹریز پر کام کر رہے تھے۔ یہ جو میری مصروفیات کا ہفتہ وار پروگرام ہے This week with Huzur اس کو بھی انہوں نے initiate کیا تھا، انہوں نے شروع کیا اور پھر آخر تک اس میں خاص دلچسپی سے اس کی ایڈیٹنگ وغیرہ اور سارا کام کرتے رہے اور یہ پروگرام ایم ٹی اے دیکھنے والوں کے لیے بڑا مشہور تھا۔ ایڈیٹر طاہر میگزین کے علاوہ مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبہ اشاعت میں بھی خدمت بجالاتے رہے۔ مختلف جماعتی رسائل مثلاً ریویو آف ریلیجنز اور طارق میگزین میں مضامین بھی لکھتے رہے اور پریس اینڈ میڈیا کے آفس کے تحت مختلف ممالک میں میرے ساتھ بھی اور ویسے بھی انہوں نے دورے کیے۔

عزیزم طالع کو اپنے کام کو ختم کرنے کے لیے اور صرف ختم کرنے کے لیے نہیں بلکہ معیار کے مطابق پہنچانے کے لیے ایک غیر معمولی جوش اور جذبہ ہوتا تھا اور اس کے لیے وہ کسی خطرے کی بھی پروا نہیں کرتا تھا اور اس کی شہادت کے واقعہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو ایک لمحے کی بھی فکر نہیں تھی کہ کیا خطرہ ہے۔ بس یہ فکر تھی کہ جس کام کے لیے میں آیا ہوا ہوں اس کو احسن رنگ میں سرانجام دے سکوں اور وقت پہ مکمل کر لوں۔ اسی لیے ایسے وقت میں سفر بھی شروع کیا جبکہ خطرے کے امکانات بہت بڑھ گئے تھے۔ ابو بکر ابراہیم صاحب ٹمالے (Tamale) کے زونل مشنری ہیں۔ وہ کچھ تفصیل بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ 23/ اگست کو صبح جب ایم ٹی اے کی ٹیم سلاگا (Salaga) روانہ ہونے لگی تو انہوں نے طالع کو اپنا سامان پیک کرتے دیکھ کے کہا کہ ہوٹل سے چیک آؤٹ کر رہے ہو تو سلاگا سے واپس آنا ہے اور یہاں رکنا بھی ہے۔ طالع نے کہا وقت کم ہے اس لیے میں نے واپس کماسی ہی جانا ہے۔ ان کو مولوی صاحب نے کہا کہ آپ کو سلاگا سے واپسی پر دیر ہو گئی تو پھر رات کو سفر مناسب نہیں ہے لیکن بہر حال انہوں نے کہا ٹھیک ہے، پھر دیکھیں گے لیکن انہوں نے یہ بھی انہیں کہا کہ میں نے آگے سیرالیون بھی جانا ہے اور میرے پاس صرف مزید دو دن ہیں اور بہت سارے کام یہاں کماسی اور اکرا (Accra) میں کرنے والے ہیں۔ اس لیے میرا جانا ضروری ہے لیکن آپ کہتے ہیں تو دیکھوں گا۔ بہر حال جب واپس آئے تو انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ واپسی کا سفر کرنا ہے اور یہ واپسی کے لیے کماسی روانہ ہو گئے۔ پونے سات بجے طالع نے عمر فاروق صاحب کو کہا کہ نماز پڑھ لیتے ہیں۔ ان سب نے مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت ادا کیں۔ پھر ان کو فکر تھی کہ سلاگا سے جو ریکارڈنگ کر کے لائے ہیں اور یہاں ٹمالے میں کی ہیں ان کی فائلز کرپٹ (corrupt) نہ ہو جائیں اس لیے سفر میں ہی انہوں نے اس کو لیپ ٹاپ پر محفوظ کرنے کے لیے کوشش شروع کر دی اور سفر کے دوران یہی کام کر رہے تھے۔ تو ان کو یہ نہیں تھا برداشت کہ **کسی طرح بھی وقت ضائع ہو۔ اور پھر جو جماعتی سامان ہے اس کی بھی ان کو ہر وقت فکر رہتی تھی کہ یہ بڑا مہنگا سامان ہے، ضائع نہ ہو جائے۔**

بہر حال پولیس رپورٹ کے مطابق یہ کہتے ہیں جب ایم ٹی اے کی گاڑی Mpaha جنکشن کے قریب پہنچی تو ڈاکوؤں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجہ میں ٹیم کے دو افراد زخمی ہو گئے جیسا کہ میں نے بتایا۔ ان کے ڈرائیور کہتے ہیں کہ ایک گاڑی سامنے سے آ رہی تھی، اس نے مجھے خطرے کا اشارہ کیا جس کو میں سمجھ نہیں

پایا لیکن بہر حال جب میں نے دیکھا کہ ڈاکو آگے آگئے ہیں، ایک دم رات کو ہیڈ لائٹس کی روشنی میں مجھے نظر آئے تو بہر حال میں نے زور سے کلمہ پڑھا لیکن ساتھ ہی ڈاکوؤں نے فائرنگ بھی شروع کر دی۔ سید طالع گاڑی کے پچھلے حصہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کو بھی اندازہ ہو گیا فائرنگ سن کے کہ آرمڈ رابرز (armed robbers) سے مقابلہ ہو رہا ہے، حملہ ہو گیا ہے۔ عمر فاروق صاحب کہتے ہیں کہ اس فائرنگ کے دوران مجھے کولہے میں ران کے اوپر گولی لگی لیکن اس گولی کا مجھے احساس نہیں ہوا۔ گولیاں برسانے کے بعد ڈاکوؤں کی طرف سے خاموشی ہو گئی اور یہ لوگ پھر تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکو ٹارچ لے کر آگے بڑھے اور ڈرائیور اور مجھے گاڑی سے اتارا اور ہمارے پاس فون اور جو رقم تھی ہم نے ان کے حوالے کر دی۔ انہوں نے ہمیں باہر سڑک پر لٹا دیا، زدوکوب کیا۔ کہتے ہیں میرے سر پہ زور سے ڈنڈا بھی مارا جس سے خون نکلنا شروع ہو گیا لیکن اس کے باوجود کہتے ہیں مجھے طالع کی فکر زیادہ تھی۔ بہر حال یہ بھی بیمار ہیں، گولی بھی لگی ہے، سر بھی زخمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی شفا دے۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ بہر حال اس کے بعد عبد الرحمٰن اور عمر فاروق جو ڈرائیور تھے وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہو گیا۔ جب ڈاکو ہمیں لُوٹ کے چلے گئے تو ہم ہمت کر کے اٹھے۔ فوراً گاڑی کی طرف آئے کہ دیکھیں طالع کا کیا حال ہے تو دیکھا کہ اس کے بھی کمر پہ دائیں طرف گولی لگی ہوئی تھی اور اندر دھنس گئی تھی جس کے نتیجہ میں گاڑی میں ہی بہت سارا خون بہہ گیا تھا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق یہی جان لیوا بھی ثابت ہوا۔

بہر حال سانحہ کے بعد انہیں ایک گزرتی بس کے ذریعہ سے Buipe پولی کلینک پہنچایا گیا۔ وہاں کچھ تھوڑی سی treatment ہوئی۔ پھر وہاں سے ٹمالے ٹیچنگ ہسپتال لے جانے کا فیصلہ ہوا لیکن راستے میں ہی ان کی وفات ہو گئی اور ہسپتال جا کے انہوں نے ڈکلیئر کیا کہ وفات تو ہو چکی ہے۔ عمر فاروق صاحب کہتے ہیں کہ طالع کا سر میری ران پہ تھا اور وہ بار بار مجھ سے یہی پوچھتے تھے کیا حضور کو ہمارے اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی ہے؟ دعا کے لیے کہہ دیا ہے؟ کہتے ہیں ہمارے پہ اس سانحہ کا شدید اثر تھا اور بے شمار اندیشے اور خوف تھے جو ہمیں خوفزدہ کر رہے تھے۔ کہتے ہیں سید طالع نے اس دوران میں جب ہم ہسپتال لے کے جا رہے تھے یہ بھی انہیں بتایا کہ دوران فائرنگ انہوں نے فوری طور پر لیپ ٹاپ اور دوسری چیزوں کو پچھلی سیٹوں کے نیچے دھکیل دیا ہے جو وہاں محفوظ ہیں وہاں سے نکال لینا۔ پھر انہوں نے مجھ سے کیمرے اور فون اور لیپ ٹاپ وغیرہ کے بارے میں پوچھا کہ کیا سب محفوظ ہے؟ **کیونکہ انہیں فکر تھی کہ سب ریکارڈ ضائع نہ ہو جائے۔** میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب متعلقہ سامان محفوظ ہے۔ **اسے فکر تھی تو جماعتی اشیاء اور اموال کی اور جو محنت کی تھی جماعتی تاریخ کو محفوظ کرنے کی** اس کی حفاظت کی۔ بہر حال کہتے ہیں کہ نو، ساڑھے نو بجے کے قریب اس کی حالت بگڑنی شروع ہوئی جس کی وجہ سے پولی کلینک والوں نے فیصلہ کیا کہ فوری طور پر کسی ہسپتال منتقل کیا جائے جیسا کہ میں نے کہا کہ ٹمالے ہسپتال لے جا رہے تھے تو راستے میں ہی ان کی وفات ہو گئی۔ ایمبولینس میں بعض ضروری چیزیں بھی موجود نہیں تھیں اور ان ملکوں میں بعض دفعہ یہی حالات ہوتے ہیں۔ ایک تو شروع میں ایمبولینس ملنے کی وجہ سے دیر بھی ہو گئی اور پھر بلیڈنگ بھی بہت زیادہ ہو رہی تھی تو بہر حال آخر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی۔ عمر فاروق صاحب کہتے ہیں اس

دوران میں جبکہ ہم زخمی سفر کر رہے تھے طالع نے مجھ سے کہا کہ:

Tell Huzur that I love him and tell my family that I love them.

عمر فاروق صاحب کہتے ہیں کہ تھوڑی سی ہوش آتی تھی تو پھر یہی بات دوہراتے تھے اور ایسا کئی مرتبہ ہوا۔ یہ ایک دفعہ نہیں کہا، کئی مرتبہ ہوا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ لوگوں نے ہمارا بہت زیادہ خیال رکھا ہے اور ہر ممکن مدد کی ہے جس کے لیے میں آپ کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ میں نے ان کا حوصلہ بلند کیا لیکن اب ان کی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی اور یہ حالت تھی کہ میں جب سوال کرتا تو بولنے کی بجائے اپنے ہاتھ کی مٹھی بند کر کے انگوٹھا اوپر کر کے اشارہ کرتے کہ سب ٹھیک ہے جس کی وجہ سے مجھے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ پھر ان کی سانس میں تیزی آئی اور ایک لمبی خاموشی ہو گئی اور میں سمجھ گیا کہ جو ہم نہیں چاہتے تھے وہ ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں میل نرس (male nurse) اور ڈرائیور آپس میں لوکل زبان میں باتیں کر رہے تھے جس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ہمیں بتانا نہیں چاہتے لیکن سید طالع احمد کی وفات ہو چکی ہے اور بہر حال جیسا کہ میں نے کہا جب ٹمالے پہنچے تو ایک بج کے انچاس منٹ پر ان کی وفات کا اعلان ہوا، ہسپتال والوں نے ڈکلیئر کیا۔ کہتے ہیں اس خبر کی وجہ سے ٹمالے کے سب لوگ جو تھے بہت افسردہ ہو گئے کیونکہ تھوڑی دیر پہلے ہی ان کو ہنستا کھیلتا انہوں نے رخصت کیا تھا۔ تو بہر حال یہ تو اس کی شہادت کے واقعہ کی کچھ تفصیل تھی۔

ایک ہیرا تھا جو۔۔۔۔

ایک ہیرا تھا جو ہم سے جدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے وفا شعار، خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق رکھنے والے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے جماعت کو عطا فرماتا رہے لیکن اس کا نقصان ایسا ہے جس نے ہلا کے رکھ دیا ہے۔ وہ پیارا وجود وقف کی روح کو سمجھنے والا اور اس عہد کو حقیقی رنگ میں نبھانے والا تھا جو اس نے کیا تھا۔ مجھے حیرت ہوتی تھی اسے دیکھ کر اور اب تک ہوتی ہے کہ کس طرح اس دنیاوی ماحول میں پلنے والے بچے نے اپنے وقف کو سمجھا اور پھر اسے نبھایا اور ایسا نبھایا کہ اس کے معیار کو انتہا تک پہنچا دیا۔ وہ بزرگوں کے واقعات پڑھتا تھا اس لیے نہیں کہ تاریخ سے آگاہی حاصل کرے اور ان کی قربانیوں پر صرف حیرت کا اظہار کرے بلکہ اس لیے کہ اسے اپنی زندگی کا حصہ بنائے۔ خلافت سے وفا اور اخلاص کا ایسا ادراک تھا کہ کم دیکھنے میں آتا ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ ایسا تھا جسے بعض دین کا گہرا علم رکھنے والے بھی نہیں سمجھتے، بعض دفعہ ایسے لوگوں کا علم ان میں تکبر کی بُو پیدا کر دیتا ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ بعض وہ بھی نہیں سمجھتے جن کا خیال ہے کہ ہم خلافت کے مقام اور اس کے وفا کے معیار کو سمجھتے ہیں۔ اس نے خلافت سے وفا کی اور ایسی وفا کی کہ اپنے آخری الفاظ میں جبکہ وہ موت و حیات کی حالت میں تھا اسے خلیفۂ وقت سے پیار اور وفا کا ہی خیال تھا۔ اپنے بچوں اور اپنی فیملی کا سب کو خیال آتا ہے لیکن ہر دفعہ بار بار اپنے بچوں سے، فیملی سے پہلے یا ساتھ، خلیفہ وقت سے پیار کے اظہار کا شاید ہی کسی کو خیال آتا ہو۔

شاید دو تین سال پہلے اس نے ایک نظم لکھی تھی جو اس نے اپنے کسی دوست کو دی تھی کہ اپنے پاس رکھ لو اور کسی کو نہیں دکھانی، جو خلافت سے تعلق اور پیار سے متعلق لکھی ہوئی تھی اور اس نے شروع ہی اس طرح

کیا تھا کہ میں خلیفۂ وقت سے سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں اور ختم اس طرح کیا تھا کہ خلیفۂ وقت سے جو مجھے پیار ہے اور محبت ہے وہ انہیں کبھی پتہ نہیں چلے گی۔ **لیکن اے پیارے طالع! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے ان آخری الفاظ سے پہلے بھی مجھے پتہ تھا کہ تمہیں خلافت سے پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ تمہارے ہر عمل سے، ہر حرکت و سکون** سے، جب تمہارے ہاتھ میں کیمرہ ہوتا تھا اور میں سامنے ہوتا تھا تب بھی اور جب تم کیمرے کے علاوہ ملتے تھے، چاہے ذاتی ملاقات ہو یا دفتر کے کام سے، تمہاری آنکھوں کی چمک سے اس محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ تمہارے چہرے کی ایک عجیب قسم کی رونق سے اس محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ غرض کہ ہر طرح تمہارے ہر عمل سے یہ لگ رہا ہوتا تھا کہ کس طرح تم اس محبت کا اظہار کرو جو تمہیں خلیفۂ وقت سے ہے۔ مجھے شاید ہی کسی میں اس محبت کا اظہار نظر آتا ہو اور گھر میں مَیں ذکر کر رہا تھا کہ اب خاندان میں نوجوانوں میں تو مجھے ایسا اظہار کسی میں نظر نہیں آتا۔ دلوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے بلکہ بڑوں میں بھی شاید چند ایک میں ہی ہو۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حادثے کے بعد بہت سے اس معیار کے پیدا کر دے۔

وہ مجھے بہت پیارا تھا:

طالع کا وجود جیسا کہ اس نے اپنی نظم میں ذکر کیا ہے ایسا تھا کہ وہ اس محبت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ چھپانا چاہتا تھا لیکن نہیں چھپتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں اس تعلق کا اظہار کروا دیتا تھا اس لیے وہ **مجھے بہت پیارا تھا۔ ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا** کہ کب خلیفہ وقت کے منہ سے کوئی بات نکلے اور میں اس پر عمل کروں اور صرف خود ہی عمل نہ کروں بلکہ کب اور کس طرح میں خلافت کے مقام کے بارے میں دنیا کو بتاؤں۔ کب خلافت کی حفاظت کے لیے جان کی قربانی بھی دینی پڑے تو جان کا نذرانہ بھی پیش کر دوں۔ پھر اپنے کام سے ایسا عشق کہ کم کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ صرف اس لیے ہی اپنے کام سے عشق نہیں تھا کہ اپنے کام کو بہت پسند کرتا تھا اور لوگ بہت سارے ایسے ہیں جو پسند کرتے ہیں۔ ان کو بھی اپنے کام سے بہت عشق اور لگاؤ ہوتا ہے۔ اس کو اپنے کام سے اگر لگاؤ تھا تو اس لیے کہ اس ذریعہ سے میں اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا دفاع کروں گا، اس لیے کہ یہ پیغام میں دنیا کو پہنچاؤں گا۔ اس لیے کہ میرا کام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں۔ اس لیے کہ میں نے خلیفہ وقت کا مددگار بننا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدفین کے وقت جب میں مٹی ڈالنے سے پہلے قبر کے سرہانے کھڑا تھا تو میرے دائیں طرف آ کے کھڑا ہو گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون کھڑا ہے۔ اب تصویر دیکھی ہے تو پھر مجھے اندازہ ہوا ہے کہ کون تھا اور کیا موقع تھا لیکن اس تیرہ سالہ بچے نے شاید اس وقت یہ عہد کیا تھا کہ میں وقف نو ہوں اور اب میں نے خلیفہ وقت کا مددگار بننا ہے، دست راست بننا ہے اور پھر اس نے **سالوں بعد اپنی تعلیم مکمل کر کے اس عہد کو پورا کیا اور نبھایا اور خوب نبھایا۔** جرنلزم میں بھی اس نے میرے مشورے سے داخلہ لیا تھا اور پھر تعلیم مکمل کی اور شہید ہو کر بتا گیا کہ میں خلافت کا حقیقی مددگار بنا ہوں۔ اے پیارے طالع! میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تم نے اپنے وقف اور عہد کے اعلیٰ ترین معیاروں کو حاصل کر لیا ہے۔ کس کس طرح وہ خلیفۂ وقت کے الفاظ پر عمل

کرنے کی کوشش کرتا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو جاتا ہے کہ میں نے بعض میٹنگز میں جو مربیان کے ساتھ تھیں انہیں کہا کہ مربیان کو کوشش کرنی چاہیے کہ کم و بیش ایک گھنٹے کے قریب تہجد پڑھا کریں تو عزیز طالع نے بعض مربیان کی طرح یہ سوال نہیں کیا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں کس طرح اتنی جلدی جاگ کر ایک گھنٹے کے قریب تہجد پڑھ سکتے ہیں بلکہ اس نے عمل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ایک دوست مربی نے ایک دن اسے بڑا تھکا ہوا دیکھا تو وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ خلیفۂ وقت نے مربیان کو ایک گھنٹے کے قریب تہجد پڑھنے کا کہا ہے۔ میں بھی تو وقف ہوں تو یہ حکم میرے لیے بھی ہے۔ آج تہجد کی وجہ سے پوری طرح سو نہیں سکا اس لیے تھکاوٹ لگ رہی ہے۔ اس مربی نے مجھے لکھا کہ اس کی بات نے مجھے سخت شرمندہ کیا کہ میں براہِ راست مخاطب تھا اور میں نے خلیفۂ وقت کی بات پر اس طرح عمل نہیں کیا اور اس نے محض ایک واقف زندگی کے عہد کو نبھانے کے لیے اس پر عمل کیا ہے۔ یہ تھا اس کا عہد **نبھانے کا معیار۔ پس واقفین زندگی کے لیے بھی وہ ایک نمونہ تھا اور خاندان حضرت مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرد ہونے کی حیثیت سے خاندان کے افراد کے لیے بھی وہ وفا اور اخلاص کا ایک نمونہ قائم کر گیا۔ اب یہ افراد خاندان پہ منحصر ہے کہ کس حد تک وہ اس نمونے پر عمل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے منسوب ہونے کا حق ادا کرتے ہیں۔ خاندان کی عزت یا جسمانی رشتہ داری سے کوئی مقام نہیں ملتا۔ اگر کوئی ان کی عزت کرتا ہے تو ان کی دنیاداری کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ کبھی ہو گی۔ حقیقی عزت اس میں ہے کہ دین کے خادم ہوں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں ورنہ دنیاداروں میں تو کروڑوں لوگ مالی لحاظ سے ان سے بہتر ہیں اور جو دنیاوی لحاظ سے بہتر نہیں ان کے نزدیک بھی ان کی کوئی عزت نہیں ہے۔ پس میں خاندان کے افراد سے بھی کہتا ہوں کہ اس جانے والے سے نصیحت حاصل کریں اور اخلاص اور وفا میں بڑھیں اور جس طرح اس وفا کے پیکر نے اپنا عہد نبھایا اور دین کو دنیا پر مقدم کیا باقی افراد خاندان بھی اس نمونے کو دیکھیں اور یہی چیز عزت دلانے والی اور خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے والی ہے ورنہ دنیاداری اور دنیاوی خواہشات افراد خاندان کو معمولی سی بھی عزت نہیں دلا سکتیں۔ اگر اپنے عمل صحیح نہیں ہیں تو کسی بزرگ کا بیٹا ہونا یا کسی بزرگ کی بیٹی ہونا کوئی فخر کا مقام نہیں ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ واقفین زندگی کے لیے بھی حیرت انگیز نمونہ تھا۔ کبھی شکوہ نہیں کیا تھا کہ الاؤنس تھوڑا ہے، گزارہ نہیں ہوتا۔ جو ملتا اس میں شکر کر کے گزارہ کرتا۔ اگر کہیں سے کوئی زائد آمد ہو جاتی تو شکر گزاری کے جذبات سے لبریز ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے اس نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ کبھی مجھے تنگی نہ دینا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی کبھی تنگی نہیں دی۔ باقاعدہ روزے رکھنے والا تھا۔ اس میں بے شمار خوبیاں تھیں۔ بعض لوگ جو قریبی دوست تھے، عزیز تھے، جو مجھے تعزیت کے خط لکھ رہے ہیں وہ اس کی بے شمار خوبیاں بیان کر رہے ہیں۔ ایسی ایسی خوبیاں جو میرے لیے بھی حیرت انگیز ہیں۔ میں اس کی وفا کو تو کچھ حد تک جانتا تھا لیکن اس کی نیکی اور تقویٰ کے معیار بھی بہت اونچے تھے۔ اس لیے مناسب ہے کہ میں اس کی سیرت کے بارے میں لوگوں کے الفاظ میں ہی بعض باتیں آپ کے سامنے رکھ دوں جس میں اس کی بیوی اور والدین اور بھائی بہنوں اور دوستوں کے جذبات ہیں اور بعض

حقائق اور واقعات ہیں۔

عامر سفیر صاحب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر کہتے ہیں چار سال تک طالع نے ریویو میں کام کیا، انڈیکسنگ ڈیپارٹمنٹ میں بطور آرکائیوٹیگنگ پراجیکٹ میں بطور نگران خدمت کی توفیق پائی۔ بہت بڑی ذمہ داری تھی جو اس نے سرانجام دی۔ ریویو آف ریلیجنز کے سو سال سے زائد عرصہ کا انڈیکس تیار کرنا، مختلف کیٹیگریز (categaries) کی فہرست تیار کرنا، الگ الگ موضوعات پر مضامین کو ترتیب دینا ایک بہت وسیع کام تھا جس پر انہوں نے بڑی محنت سے اور لگن سے کام کیا۔ گیارہ افراد پر مشتمل یہ ٹیم تھی۔ بہت محنت طلب کام تھا اور اللہ کے فضل سے سب نے اس کام کو سرانجام دیا جس کی نگرانی طالع نے کی۔ پھر کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ طالع بہت ساری صلاحیتوں کے مالک تھے۔ تنظیمی کام عمدگی سے بجالاتے تھے۔ خدمت کا بہت زیادہ جذبہ اور لگن تھی۔ خلافت سے بے پناہ وفاداری اور پیار تھا۔ پھر کہتے ہیں ایک خوبی جس کا میں نے طالع میں مشاہدہ کیا وہ یہ ہے کہ وہ کسی پراجیکٹ کو گراؤنڈ زیرو سے شروع کر کے ایک جذبہ اور شوق کے ساتھ قابل فخر چیز بنا دیتے تھے۔ کبھی اس بات کا انتظار نہیں کرتے تھے کہ کوئی انتظام انہیں کام کرنے کی ترغیب دے یا انہیں یاددہانی کروائے۔ ایک جنونی آدمی کی طرح آگے بڑھ کے کام کرتے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جنون کی حد تک عزم اور اخلاص کے جذبہ سے دین کا کام کرتے ہیں۔ طالع کو دنیا کی پروا نہیں تھی۔ جب بھی جماعت اور خلافت کے لیے اسے خدمت کرنے کی توفیق ملتی تو محض یہی اس کے لیے سب کچھ تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے دیکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا سب کچھ خلافت کے گرد گھومتا تھا۔ خلیفۂ وقت کے ساتھ اپنا ایک ذاتی تعلق تھا لیکن جب کبھی میں اسے آپ کی کوئی ہدایت پہنچاتا تو منجمد ہو کر کھڑا ہو جاتا اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتیں جیسے کوئی بچہ candy کی طرف دیکھتا ہے اور پھر آپ کی ہدایت پہنچانے کے لیے میرا شکریہ بھی ادا کرتا۔ پھر کہتے ہیں ایک ڈاکومنٹری کے بجائے دو دو ڈاکومنٹریز پر کام کرتا اور میں بہت حیران ہوتا تھا کہ دو ڈاکومنٹریز پر ساتھ ساتھ کس طرح کام کر لیتا ہے۔ بسا اوقات ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ طالع کس ڈاکومنٹری پر کام کر رہا ہے۔ ہمیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ طالع کی تحقیق کرنے کی صلاحیت بھی بہت اعلیٰ تھی۔

ایک اور اہم خوبی جو طالع میں پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ ہمیشہ اپنی فیملی اور رشتہ داروں کو جماعت سے منسلک اور جماعت کی خدمت کرتے دیکھنا چاہتا تھا۔ جب میں اسے بتاتا کہ فلاں رشتہ دار نے ریویو میں فلاں سلسلہ میں یہ خدمت کی ہے یا کر رہا ہے تو بہت خوش ہوتا تھا۔

قدوس عارف صاحب صدر خدام الاحمدیہ کہتے ہیں کہ بچپن سے ہی میرا اس کے ساتھ تعلق تھا۔ کہتے ہیں میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ طالع نے حضرت ملک غلام فرید صاحب کی شارٹ کمنٹری (Short Commentary) میں نشان لگائے ہوئے تھے اور فائیو والیم کمنٹری (Five Volume Commentary) بھی اس نے بڑی تفصیل سے پڑھی تھی اور مختلف آیات ہائی لائٹ کی تھیں اور چٹیں لگائی ہوئی تھیں۔

فائیو والیم کمنٹری جو اس نے پڑھی ہے اس کی تفصیل بھی مَیں بتا دوں۔ بی ایس سی کرنے کے بعد اس نے

ایک سال گیپ ایئر (gap year) لیا تو اس وقت میں نے اسے وقف نَو کی کلاس میں کہا تھا اور اس کے بعد شاید دفتر میں ملاقات میں بھی کہ فائیو والیم کمنٹری پڑھو اور میرا خیال تھا کہ چند سال لگائے گا لیکن چند مہینوں کے بعد ہی آ کر اس نے مجھے بتایا کہ میں نے تمام پڑھ لی ہے۔ حیرت ہوئی تھی مجھے اس وقت بھی یہ سن کے۔ اسی طرح وہ ایسی ڈاکومنٹریز بھی پروڈیوس کرتا جو نوجوانوں کو پسند ہوں۔ مثلاً فٹبال کے بارے میں ڈاکومنٹری بنائی جس میں تربیتی پہلو کو مدنظر رکھا۔

پھر کہتے ہیں کہ ایم ٹی اے پر پروڈیوس کردہ ڈاکومنٹریز ایک سے ایک بڑھ کے ہے۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ جب Brutality and Injustice: Two Trials in a Time نشر ہوا تو خاکسار نے طالع کو میسج بھیجا کہ ڈاکومنٹری بہت ہی ایمان افروز تھی۔ اس نے بڑی عاجزی سے یہی جواب دیا کہ ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا، یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ ٹویٹر پر کسی نے ڈاکومنٹری کے نام پر اعتراض کیا تو اس پر طالع نے اس کا جواب دیا۔ کہتے ہیں میں نے اسے کہا تو اس نے کہا کہ چونکہ یہ نام خلیفۂ وقت نے خود منظور کیا تھا اس لیے میں نے اس کو ڈیفنڈ کیا ہے۔ اگر عابد یا میری طرف سے یہ نام ہوتا تو میں کبھی کچھ نہ کہتا لیکن خلیفۂ وقت نے اسے منظور کیا ہے تو اس لیے میں نے، بہرحال اس کی وضاحت کرنی ہے اور دفاع کرنا ہے۔ پھر کہتے ہیں پچھلے سال ورچوئل اطفال ریلی پر خاکسار نے مہتمم اطفال کے ذریعہ طالع سے درخواست کی کہ وہ اپنے کچھ واقعات جو آپ کے ساتھ، خلیفۂ وقت کے ساتھ ہیں، پیش کرے۔ پہلے تو راضی نہیں ہوا پھر جب اس کو صدر مجلس کی حیثیت سے کہا تو راضی ہو گیا اور یہ واقعات بھی بہرحال لوگوں کو بڑے پسند آئے۔ اطفال نے اس کو بڑا پسند کیا۔ اس نے پھر صدر خدام الاحمدیہ کو میسج کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ میری ابھی اصلاح نہیں ہوئی کہ لوگوں کو نصیحت کروں اور واقعات سناؤں۔ میرا ارادہ تھا کہ جب میری اصلاح ہو جائے یا میں بڑھاپے میں موت کے قریب ہوں تو اس وقت یہ واقعات بتاؤں گا اور اس وقت تک یہی میرا خیال تھا کہ خاموشی سے وقت گزاروں گا لیکن تم نے مجھ سے یہ کہلوا دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ اب وہ وقت ہے کہ وہ یہ واقعات شیئر کرے۔

ان کی اہلیہ عزیزہ سطوت کہتی ہیں۔ بہت پیار کرنے والا تھا۔ بہت شفقت کا سلوک کرنے والا تھا بچوں کے ساتھ بھی میرے ساتھ بھی۔ بڑا شفقت کا اظہار تھا۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو appreciate کرتا تھا۔ کھانا چاہے جیسا بھی ہو اس کو پسند کرتا تھا۔ کہتی ہیں میرے والد کی شہادت کے بعد جلدی engagement بھی ہو گئی، منگنی بھی ہو گئی تو میں ذرا پریشان رہتی تھی۔ کہتی ہیں مجھے باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے اداسی بھی بہت تھی لیکن رشتہ کے بعد طالع نے میرا بہت خیال رکھا اور مجھے محسوس نہیں ہونے دیا۔ کہتی ہے جب میری منگنی ہو گئی تو میں سوچتی تھی کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے۔ ویسے تو جوان تھا لیکن بچوں کی طرح روتا تھا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرتا تھا۔ بیٹے طلال کو بھی آنحضورؐ کے بارے میں کہانیاں سناتا تو ہچکیاں لے کر روتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت کہانیاں پتہ تھیں، واقعات رٹے ہوئے تھے۔ اس بارے میں بھی اَوروں نے بھی بہت سارا لکھا ہے کہ اس کو تاریخ کا بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بھی بڑا گہرا علم تھا۔ کہتی ہے کہ مجھے کہتا تھا کہ طلال کا ایک کرسچن سکول ہے۔ جب میں سکول جاتا ہوں تو راستے میں اسے سورہ اخلاص دوہراتا جاتا ہوں کہ تم میرے پیچھے دوہراتے جاؤ۔

خلافت سے محبت بھی بہت تھی اور اس کی بہت غیرت بھی تھی۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں لیکن اخلاص کا پتہ دیتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ اتنا خوش ہوتا تھا جب اس کو یہ لگتا تھا کہ آپ اس سے خوش ہیں یا اس کے بیٹے سے خوش ہیں۔ ہمیشہ ملاقات کے بعد ٹریٹ دیا کرتا تھا یا طلال کو چاکلیٹ دیتا تھا کہ بڑے اچھے بچے بن کے تم رہے ہو یا ہمیں آئس کریم وغیرہ کھلانے لے جاتا۔ اس بات پر خوش ہوتا تھا کہ خلیفہ وقت کے سامنے آج تم نے بہت اچھا behave کیا ہے اور یا ہماری ملاقات بہت اچھی ہوئی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔

کہتی ہیں کہ بعض دفعہ اس کو یہ خیال ہوتا تھا کہ میں نے کسی بات کو ناپسند کیا ہے۔ یہ خیال ہی ہوتا ہو گا، مجھے نہیں یاد کہ کبھی ایسا کوئی واقعہ ہوا ہو۔ تو کہتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب کبھی یہ خیال اس کو ہوا کہ خلیفہ وقت نے کسی بات کو ناپسند کیا ہے تو تہجد میں رو رو کے اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگا کرتا تھا اور بچوں کی طرح بلک بلک کے روتا تھا اور یہی اس کو ڈاکومنٹریز بنانے کے بعد فکر ہوتی تھی کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے اس کی منظوری آجائے اور This week والا پروگرام بھی جب اس نے شروع کیا تو بہت خوش تھا کہ اس کی وجہ سے اس کو موقع مل رہا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ میرے دفتر میں آ کے میرے سے ریکارڈنگ کر سکے۔ پھر یہ کہتی ہیں کہ اس میں بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے اپنے دین کو دنیا سے پہلے رکھا۔ بالکل غیر مادیت پسند تھا۔ کبھی اس نے کسی چیز کی خواہش نہیں کی۔ کبھی اس کے دل میں material چیزوں کے لیے لالچ نہیں تھی۔ کبھی اس کو دنیا کی چیزوں میں دلچسپی نہیں تھی۔ کوئی اس کو مہنگا تحفہ دے دیتا تو گھبرا جاتا تھا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز آ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرتا تھا کہ جو بھی اس کو دیا ہے اسی پر وہ خوش تھا اور جو کچھ اس کے پاس تھا اس پر وہ قانع تھا۔ کہتا تھا کہ بچپن میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ پڑھا تھا کہ ان کے ساتھ مالی معاملات میں کیسا سلوک ہوتا تھا تو کہتا تھا کہ میں نے فوراً پڑھ کر اللہ میاں سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تُو نے مجھے بھی اسی طرح ٹریٹ کرنا ہے اور اس کو پکا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے اور ہمیشہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ کی طرح کا سلوک ہو گا اور یہ واقعی سچ ہے۔ کہتی ہے میں نے یہ خود دیکھا ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی تھی تو اچانک اس کے پاس پیسے آ جاتے تھے۔ کہتی ہیں ابھی حال ہی میں دس سال بعد ایک لون (loan) کمپنی نے اس کو فون کیا کہ ہمارے پاس تمہارا ایک ہزار پاؤنڈ ہے۔ اس کو اتنی خوشی تھی کہ میں اپنی گاڑی کی انشورنس pay کر سکتا ہوں اور گاڑی کی maintenance کی جو ضرورت ہے وہ پوری کر سکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ اب میں جماعت سے لوں۔ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا پیار کا سلوک میں نے خود بھی دیکھا ہے۔ انہوں نے ایک تو سلوک کا واقعہ بیان کیا ہے لیکن وہ اپنا واقعہ بھی بیان کرتا ہے کہ جب میں یونیورسٹی میں سٹوڈنٹ تھا جو تقریباً دس سال پرانی بات ہے۔ کہتا ہے ایک دفعہ مجھے سخت بھوک لگی اور میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ بالکل ختم ہو گئے تھے پیسے۔ میں نے نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ بستر کے نیچے دس پاؤنڈ پڑے ہوئے تھے۔ کہتا تھا کہ میں حیران تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیسے مجھے بھیجے ہیں۔

اس میں اعتماد بھی بہت تھا۔ میں نے کہا کہ لوگ کچھ کر لیتے ہیں مالی لحاظ سے تیاری وغیرہ لیکن اس کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے رزق مہیا کر دے گا۔ اس لیے مجھے بلاوجہ دنیا کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں

اپنا وقف نبھاؤں۔ پھر یہ کہتی ہیں کہ جب ہم پہلے کرائے کے گھر میں تھے اور ہمارا tenancy agreement ختم ہوا اور کونسل بل، بجلی کے بل وغیرہ کے بارے میں کونسل نے لکھا کہ تمہارے اکاؤنٹ میں کچھ زیادہ پیسے ہیں، دو سو تین سو پاؤنڈ ہیں، تو فوراً اس نے کہا میں جماعت کو واپس کروں گا حالانکہ جماعت نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ اس طرح تم strictly فالو کرو اور پیسے واپس کرو لیکن اس نے برداشت نہیں کیا۔ اس نے کہا یہ میں نے جماعت کو واپس کرنے ہیں اور کہا کہ جماعت پر بوجھ نہیں بننا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر ہو سکتا تو یہ سب مفت میں کرتا اور کبھی اس کو پسند نہ تھا کہ جماعت پر بوجھ بنے یا جماعت سے کوئی چیز بھی request کرے۔ آخر میں بھی اس کو یہی فکر تھی کہ جماعت کا میں اتنا مہنگا سامان لے کر افریقہ جا رہا ہوں کس طرح خیال رکھوں گا اور اس کو اپنی کوئی پروا نہیں تھی۔

مہمان نواز بہت تھا۔ اپنی فیملی اور میری فیملی کا ہمیشہ خیال رکھا کرتا تھا۔ سادہ کپڑے ہمیشہ ہوتے تھے۔ کہتی ہیں کہ مجھے لگتا ہے کہ بعض لوگ اس کو misunderstand کرتے تھے یا سمجھتے تھے کہ شاید اس میں تکبر ہے یا منہ پھٹ ہے لیکن وہ تو ایسا confident تھا وہ پیار سے ایسی باتیں کر جایا کرتا تھا۔ تکبر ان میں بالکل نام کو بھی نہیں تھا۔ طالع بہت معاف کرنے والا تھا اور ہر کسی کی پردہ پوشی کرتا تھا اور کبھی کسی کے خلاف دل میں بات نہیں رکھتا تھا۔

ان کے والد لکھتے ہیں کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ہمارے بیٹے کو خاص فضل و کرم کے ساتھ شہادت کے لیے چن لیا۔ کہتے ہیں ایک خواب کی بنا پر میں نے ذہنی طور پر اپنی بیگم کو اور طالع کو تیار کرنا شروع کیا اور جب طالع کو یہ خواب سنائی تو اس نے کہا کہ کیا آپ نے خواب دیکھی ہے کہ آپ شہید ہو گئے ہیں؟ کہتے ہیں میں بڑا حیران ہوا۔ اس سے پوچھا تمہیں کس طرح پتہ لگا؟ اس نے کہا میں نے بھی یہ خواب دیکھی ہے کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔ تو بہر حال یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے کو اپنے باپ سے جس قدر محبت کی اجازت دی ہے، طالع اس عشق و عقیدت کی حد کو پہنچا ہوا تھا اور میرا خیال ہے کہ اسی وجہ سے اس نے یہ دعا کی ہو گی کہ باپ کی شہادت کی بجائے اسے شہادت کا درجہ ملے اور کیونکہ وہ اس مقام کا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے شہادت کا درجہ دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے ہی شہادت دی اور اس نے گولی لگنے کے بعد مشنری صاحب کو یہ بھی کہا تھا کہ چاہے میں زندہ رہوں یا مر جاؤں میں نے اپنا مشن مکمل کر لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں پھونک دیا تھا کہ میں نے تجھے ایک خاندان میں پیدا تو کر دیا ہے اب اس کی ذمہ داری کو بھی سمجھنا اور اس ذمہ داری کو نبھانا اور جان لو کہ تمہاری زندگی اب تمہاری نہیں ہے۔ یہ میری ہے اور صرف میرے حکم پر چل کر تم نے یہ ساری زندگی گزارنی ہے۔ کہتے ہیں کہ طالع نے اپنی زندگی اور اپنی موت سے یہ مہر کر دی کہ اس نے ذمہ داری کا حق ادا کر دیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ایسا نفس تھا جس کے دل میں کوٹ کوٹ کر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور اپنے پیاروں کی محبت بھری ہوئی تھی۔ ایک ایسا دل تھا کہ بچپن سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور ذکر پر اس کے معصوم لب لرزتے تھے اور آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ ایک پاکباز نفس جس میں کسی برائی کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ ظاہری و باطنی خوبصورتی بھی تھی اور مشابہت دینی ہے تو کہتے ہیں میں حضرت یوسفؑ سے مشابہت دیتا ہوں، کردار میں بھی اسی طرح پختہ تھا۔ اس کی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں چودہ سو سال قبل کی مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں پھرتی تھی اور اس کا جسم پیکر عشق تھا۔

اس کا اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، سانس لینا سب خلیفۃ المسیح کے لیے تھا۔

ان کی والدہ امۃ الشکور صاحبہ لکھتی ہیں کہ بہت خوش قسمت اور خوش نصیب ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک عظیم الشان بچے سے نوازا۔ طالع کے ساتھ اکتیس سالہ زندگی دنیا کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ پھر انہوں نے کسی خاتون کی خواب کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے دیکھا تھا کہ ایک بچہ جھولے میں ہے اور اس کے ہاتھ باسکٹ سے باہر آ رہے ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ انہوں نے بچے کو السلام علیکم کہتے ہوئے سنا۔ اس کے ساتھ ایک نیلے رنگ کا کارڈ تھا جس پر عربی میں 'اللہ' لکھا ہوا تھا اور ساتھ انگریزی میں God ۔ وہ بتاتی تھیں کہ میرا خیال ہے کہ نیلے رنگ سے مراد لڑکا ہے۔ یہ طالع کی پیدائش سے پہلے کسی خاتون نے خواب دیکھی اور ان کو بتایا تھا۔ انہوں نے خواب ظاہر کیا کہ تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہو گا اور جہاں جہاں یہ لڑکا جائے گا امن اور سلامتی پھیلائے گا۔

بہر حال کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے خوبصورت اور پیارے بچے سے نوازا اور کہتی ہیں کہ ہم دونوں نے جب یہ پندرہ سال کی عمر کا تھا تو 2005ء میں ہم دونوں نے اکٹھے وصیت کی تھی۔ دین کے معاملات میں بہت ہوشیار تھا۔ کہتی ہیں تین سال کی عمر میں اس نے قرآن کریم کی کچھ سورتیں یاد کر لی تھیں۔ اپنی والدہ کو بتایا تو بڑی حیران ہوئیں۔ پھر کہتی ہیں یہ بھی مجھے یاد ہے کہ تین سال کی عمر میں مَیں تبلیغ کی باتیں اس سے شیئر کیا کرتی تھی اور بڑی سنجیدگی سے وہ باتیں میرے ساتھ شیئر کرتا تھا یا بتاتا تھا، discuss کرتا تھا۔ پڑھائی میں بھی بہت اچھا تھا۔ بڑے اچھے نمبر لیتا تھا۔ کہتی ہیں میری خواہش تو یہ تھی کہ ڈاکٹر بنے لیکن اللہ تعالیٰ کا کچھ اور plan تھا۔ بائیو میڈیکل سائنسز کی ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے جرنلزم میں ماسٹرز کی توفیق دی۔ کہتی ہیں کہ بیٹے کے انتقال کے بعد مجھے اس بات کا پہلے سے زیادہ احساس ہوا ہے کہ اسے آپ کے ساتھ کس قدر محبت تھی۔ کہتی ہیں آپ نے جب اسے ایم ٹی اے کے لیے تاریخی ڈاکومنٹریز بنانے کا کام دیا تو یہ بھی ہدایت دی تھی کہ بے شک تم independent ہو کر کام سرانجام دو اور وہ اس بات سے بڑا متاثر تھا، inspired تھا۔ کہتی ہیں ان کی بیوی سطوت نے مجھے بتایا کہ 2019ء میں اس نے اسے، سطوت کو ای میل پر آٹھ پروگراموں کے بارے میں ایک plan بھیجا اور جس میں ساتھ لکھا کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو ان پروگراموں کو مکمل کر لینا متعلقہ لوگوں تک پہنچا دینا۔

اس کی ہمشیرہ ندرت کہتی ہیں کہ طالع کے ساتھ رہنے کے بعد میں نے اس کی جماعت کے کاموں کے لیے لگن کو پہچانا۔ دین کی خدمت میں مصروف رہنے کی وجہ سے اکثر دیر سے گھر لَوٹتے۔ یہاں یونیورسٹی میں پڑھنے آئی تھی تو ان کے پاس رہتی رہی تھی۔ کہتی ہیں کبھی رات دس بجے کے بعد کبھی آدھی رات کے بعد گھر آنا اور کھانا کھانا پھر کام پہ لگ جانا۔ چھٹی کے دن بھی اس کے لیے حقیقت میں کوئی چھٹی نہیں ہوتی تھی جب تک کہ جماعت کا کام ختم نہ ہو جائے۔ ہمیشہ بہت جوش اور جذبے سے جماعتی کام میں مصروف رہتا۔ فارغ وقت میں اکثر ڈاکومنٹریز اور ویڈیوز دیکھتا رہتا تو میں نے کبھی کسی کو کسی پروگرام کو اتنی گہرائی میں دیکھتے اور تجزیہ کرتے نہیں دیکھا جیسے کوئی مطالعہ کر رہا ہے اور پوچھنے پر کہتا کہ اپنے ہنر میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے لیے بہت ساری دستاویزی فلموں اور ویڈیوز کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ جماعت کے لیے مواد تیار کر کے عمدہ اور معیاری تاریخی ڈاکومنٹریز تیار کرنے کا

ملکہ اس کے اندر بہت زیادہ تھا۔

دین کا علم بھی بہت وسیع تھا۔ اگر اسلامی تعلیمات کے حوالے سے کسی باریک سے باریک پہلو کے متعلق میرے ذہن میں کوئی سوال اٹھتا تو اکثر میرا دھیان اس کے متعلق ان سے بات کرنے کی طرف جاتا۔ احادیث کا گہرا مطالعہ تھا۔ کہیں نہ کہیں سے کوئی ایسی حدیث پیش کر دیتا جس کو اکثر لوگ نہیں جانتے تھے اور ساتھ اس کا حوالہ بھی بتا دیتا۔ مختلف موضوعات پر قرآنی آیات کا حوالہ بھی دے دیتا۔ ہر طرح کی گفتگو پر تبصرہ کر لیتا۔ بحث کے دوران اتنے وثوق کے ساتھ اپنے نکات بیان کرتا کہ دوسروں کے پاس انہیں قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا تھا۔ عربی زبان کا بھی مطالعہ تھا اور اس میں کافی گرفت حاصل کرنے کی اس نے کوشش کی۔ اس کی گرائمر سے بھی آشنا تھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس کی اصل زبان میں سمجھنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تھا کہ اس نے عربی کا مطالعہ اتنی گہرائی میں کیسے کیا ہے؟ تو اس نے مجھے بھی مختلف نکات پر مشتمل ایک جامع فہرست بھیجی اور میری راہنمائی کی۔ اس فہرست میں چھبیس اسباق اور بہت سارے نکات الگ تھے اور بہت ساری ترکیبیں بھی تھیں۔ ان تمام ذہنی صلاحیتوں کو طالع نے صرف خدا کا قرب حاصل کرنے اور جماعت کی خدمت کے لیے استعمال کیا۔ کہتی **ہیں دو خوابیں بالخصوص ایسی ہیں جن** کے بارے میں طالع نے مجھے براہ راست بتایا کہ ایسا لگتا ہے کہ اس میں اس کی شہادت کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی خواب طالع نے اپنے بیٹے طلال کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بتائی کہ طلال کو اپنے والدین میں سے کسی ایک کے مرنے کا شدید خوف تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ چچا قادر کی شہادت کے بارے میں جانتا تھا۔ یہ بات بتاتے وقت طالع قدرے سنجیدہ ہو گیا اور اپنی آواز آہستہ کر لی۔ کہتی ہیں اس خواب کی تفصیل میری یادداشت میں پوری طرح واضح نہیں ہے لیکن طالع کہتے ہیں کہ اس میں مجموعی پیغام جو تھا وہ یہ تھا کہ میں اپنے سسر کی طرح کچھ واقعہ ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن میں نے یہ خواب دیکھی ہے جس میں اس طرح کا ذکر تھا کہ اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ ہو گا۔ طالع نے خواب میں یہ دیکھا کہ خدام الاحمدیہ کے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور جھنڈا اٹھائے جنت میں داخل ہو رہا ہے اور ہر کوئی اسے اپنے سسر کے نام سے پکار رہا ہے کہ مرزا غلام قادر آ گیا۔

دوسری خواب طالع کے ایک پیغام کی صورت میں میرے پاس محفوظ ہے۔ جب میں حمل کے دوران بیمار تھی اور کافی سنجیدہ حالت ہو گئی تھی۔ کئی دفعہ ہسپتال میں داخل کیا گیا تو مجھے بار بار فون کرتا اور میرا حال پوچھا کرتا اور تسلی دلاتا۔ اس وقت اس نے اپنی ایک خواب کا ذکر کیا کہ اس کی بہنیں اس کے انتقال کے بعد زندہ رہیں گی اور کہتا ہے کہ کچھ سال پہلے ایک خواب دیکھی تھی جہاں میں جنت میں داخل ہو رہا ہوں اور وہاں میرے رشتہ داروں کی طرف سے ایک خوش آمدید پارٹی کا انتظام کیا گیا ہے۔ میں فوت ہونے پر کافی حیران ہوں اور پریشان ہوں کہ میری چھوٹی بہنیں مجھ سے پہلے نہ کہیں انتقال کر جائیں۔ اس لیے میں نے ادھر ادھر دیکھا تو ان میں سے کسی کو وہاں موجود نہیں پایا۔ اس نے اپنی بہن کو کہا کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو تم فکر نہ کرو۔ ڈاکٹروں نے بڑی سنجیدہ صورتحال بتائی ہے لیکن فکر نہ کرو اگر میری یہ خواب سچی ہے تو تم ٹھیک ہو جاؤ گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ سب کچھ ٹھیک بھی ہو گیا۔ کہتی ہیں مجھے طالع کی ذہانت پر بھی فخر ہے۔ خلافت سے اس کی محبت بھی بے مثال تھی۔

ان کی چھوٹی بہن کہتی ہیں کہ بہترین رول ماڈل تھے۔ مجھے ان سے کئی باتیں سیکھنے کا موقع ملا۔ کہتی ہے جب میں تیرہ چودہ سال کی تھی تو ایک دن ان کے گھر میں طالع نے چاہا کہ وہ مجھے پسندیدہ سورت پڑھ کے سنائے۔ چنانچہ اس نے مجھے سورۂ یوسف کی تلاوت سنائی جو کہ نہایت عمدہ لہجے اور بہت خوش الحانی سے کی تھی۔ یہ بھی کہتا تھا کہ خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا درس القرآن سنتا رہتا ہوں۔ دفتر آتے جاتے یہ درس سنتا رہتا تھا۔ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اسے کوئی لطیفہ سنایا جس میں عیسائیت کا ذکر تھا اور مذہب کی وجہ سے کچھ تھوڑا عیسائی مذہب کا استہزا کیا گیا تھا تو اس نے مجھے کہا کہ ہمیں کسی مذہب کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ اس طرح لوگ بھی ہمارے خلاف بولیں گے۔

عابد وحید مرکزی پریس سیکرٹری ان کے رشتہ دار بھی ہیں۔ اس کے ماموں، وہ کہتے ہیں کہ طالع کے ساتھ میرا رشتہ خاص تھا۔ صرف ایک رشتہ ہی نہیں تھا بلکہ بہت سارے رشتوں پر مشتمل رشتہ تھا۔ ماموں بھی اس کا مَیں لگتا تھا لیکن ہمارے درمیان عمر کا زیادہ فرق نہیں تھا۔ وہ میرے لیے ایک چھوٹے بھائی اور دوست کی طرح تھا۔ صرف سات سال کا فرق تھا۔ کہتے ہیں میں نے ہمیشہ طالع میں یہ بات محسوس کی اور مشاہدہ بھی کیا کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے بے پناہ محبت تھی۔ لیکن اگر خاندان کے اندر سے کسی نے کبھی کوئی غلط کام کیا ہوتا تو بہت زیادہ درد اور غم محسوس کرتا تھا کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۂ وقت کو بدنام کرنے والی بات ہوتی ہے۔ محبت تو تھی لیکن یہ نہیں کہ ان لوگوں سے اندھی محبت ہے۔ پھر دکھ درد بھی ہوتا تھا اور برداشت نہیں ہوتا تھا کہ کوئی خاندان والا ایسی حرکت کرے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام، خاندان کا نام اور خلیفۂ وقت کا نام بدنام ہو۔ کہتے ہیں کہ اکثر میرے ساتھ اس طرح کے مسائل پر گفتگو کرتا اور اس کی آواز میں ہمیشہ درد واضح ہوتا تھا۔ اگرچہ اسے مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا ایک رکن ہونے پر فخر تھا لیکن یہ اعزاز اس کے لیے ایسا نہیں تھا کہ دوسروں کے سامنے اعلان کرتا پھرے یا اس سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے اور بہت سارے لوگ اس کو اس حوالے سے جانتے بھی نہیں تھے۔ ایم ٹی اے نیوز میں کام کرنے کے چند مہینوں بعد کہتے ہیں طالع میرے پاس آیا اور کہتا ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ ایم ٹی اے نیوز کو ایم ٹی اے میں بہت معمولی سا سیکشن سمجھا جاتا ہے اور ایم ٹی اے میں لوگ کھلے عام یا اپنے رویے کے ذریعہ سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ایم ٹی اے نیوز ایم ٹی اے کا سب سے کمزور شعبہ ہے لیکن طالع نے اس کمزوری کو اپنا مشن بنالیا اور پُراعتماد ہو کر کہتا تھا کہ ان شاء اللہ جب کام مکمل ہو جائے گا تو لوگ ایم ٹی اے نیوز کو بہت دلچسپی سے دیکھا کریں گے اور کہیں گے کہ ایم ٹی اے میں بہترین پروگرام ایم ٹی اے نیوز والا ہے۔ یہ میرا چیلنج ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اس کے بعد طالع نے کچھ دستاویزی فلمیں بنائیں اور پھر اَور پروگرام شروع کیے اور کہتے ہیں دستاویزی فلموں کی تیاری کے دوران اکثر میں نے دیکھا ہے کہ اٹھارہ یا انیس گھنٹے کام کرتا۔

حالیہ افریقہ کا جو دورہ تھا وہ بنیادی طور پر اس وجہ سے تھا کہ میں نے اسے ہدایت کی تھی اور اس کے پیش نظر وہی تھا کہ شعبہ نیوز جو ہے نصرت جہاں سکیم کے بارے میں افریقہ جا کر ایک دستاویزی فلم بنائے۔ پروگرام کے

مطابق پہلے گھانا جانا تھا، پھر سیرالیون اور پھر گیمبیا۔ پھر یہ بھی اس کی خاطر تیار ہو کے گیا تھا کہ نصرت جہاں کے اوپر ڈاکومنٹری بنائے گا۔ افریقہ جانے سے پہلے طالع نے پورے اہتمام کے ساتھ ہر چیز کی تیاری کی۔ تفصیلی سفر نامہ تیار کیا اور مکمل شیڈیول بنا کے روزانہ کا پروگرام تیار کیا تا کہ کوئی وقت ضائع نہ ہو۔ حقیقت میں اس نے بہت سنجیدگی کے ساتھ یہ تیاری کی تھی۔ کہتے ہیں کہ اکثر طالع کی رائے میں اور میری رائے میں اختلاف ہو جاتا تھا اور میں جب بھی اس سے بحث شروع کرتا تو چند منٹ کے بعد میں ہار مان لیتا کیونکہ مَیں جانتا تھا کہ جب تک میں اس کی بات پر یقین نہ کر لوں وہ بحث جاری رکھے گا، دلیلیں دیتا رہے گا۔ تاہم کہتے ہیں ایک بات میں نے اس میں دیکھی ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ خلیفۂ وقت کی رائے یہ ہے تو وہ کہتا تھا کہ اگر حضور کی رائے میری رائے سے تھوڑی سی بھی مختلف ہے تو میں پورے دل سے قبول کروں گا کہ میں بالکل غلط ہوں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب پر یہ ڈاکومنٹری بنا رہا تھا تو اس کی کزن جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پڑپوتی لگتی ہے نے اسے کہا کہ ابا جان والی ڈاکومنٹری بھی بہت اچھی بنانا، روز روز نہیں بنتی، تو اس نے کہا کہ میرا نہیں خیال کہ اتنی اچھی ہو گی کیونکہ وہ براہ راست خلیفہ کے بارے میں نہیں ہے لیکن اللہ کرے لوگوں کو پسند آجائے۔ تو یہ تھا اس کا خلافت سے تعلق۔

مرزا طلحہ احمد نے بھی لکھا ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ پر بھی ایک ڈاکومنٹری بنانے کا ارادہ کر رہا تھا جس کے لیے اس نے مجھے بھی کچھ کام دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ڈاکومنٹری بنایا کرتا تھا۔ اس کو سکرپٹ رائٹنگ اور story telling میں مہارت حاصل تھی۔

Adam Walker صاحب لکھتے ہیں (غالباً آدم واکر صاحب ہی ہیں) کہ طالع کو میں بچپن سے جانتا ہوں۔ ہم نے اکٹھے خدام الاحمدیہ میں اور پھر بعد میں مرکزی پریس آفس اور ایم ٹی اے میں کام کیا ہے۔ ایم ٹی اے سے متعلقہ کاموں میں خصوصاً میں نے یہ بات نوٹ کی کہ طالع ہمیشہ نہایت باریک بینی سے کام کا جائزہ لیا کرتا تھا۔ بہت گہرائی میں جا کر معاملات دیکھتا تھا۔ اگر اس کے ذہن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ یا خلیفہ وقت کے ارشادات اور ہدایات کو لوگوں تک پہنچانے کے بارے میں کوئی خیال پیدا ہوتا تھا تو بلا جھجک مجھ سے بات کرتا اور اپنے خیالات کا اظہار کرتا۔ اس بارے میں سوچتا کہ مختلف آن لائن ذرائع سے پیغام کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ہدایات کو گہرائی میں جا کر سمجھتا تھا اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتا تھا۔ ہمیشہ سچ بولنے کو ترجیح دیتا تھا۔ اگر کوئی مشورہ دینا ہوتا یا اپنی رائے کا اظہار کرنا ہوتا تو ہمیشہ سچائی کے ساتھ بات بیان کرتا۔ الفاظ میں کبھی ملاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ دوسرے کارکنان کے ساتھ کام کرتے ہوئے بھی انہیں ہمیشہ سچا فیڈ بیک دیتا۔

نسیم باجوہ صاحب لکھتے ہیں کہ 2001ء سے 2009ء تک بریڈ فورڈ میں بطور مبلغ متعین تھا۔ اس دوران ہارٹلے پول جماعت میں بھی جایا کرتا تھا۔ کہتے ہیں: میں نے بطور طفل اسے نہایت شوق سے پروگراموں میں شامل ہوتے دیکھا ہے۔ وقت کا پابند، سنجیدہ، ذہین، دینی معلومات کو بڑھانے کا شوق رکھنے والا، نمازوں کو ٹھہر ٹھہر کر ادا

کرنے والا، فرمانبردار، مہمان نواز، بڑوں کا احترام کرنے والا، خلیفۂ وقت سے محبت کرنے والا اور ان کی باتوں کو شوق سے سننے والا، ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں ادا کرنے والا، غور و فکر کرنے والا، ذکرِ الٰہی کرنے والا، تبلیغ کے کاموں کو شوق سے کرنے والا، قرآن کریم کو خوبصورتی سے پڑھنے والا طفل تھا۔ بعد میں نوجوانی میں خوبیاں اَور بھی نکھر کر سامنے آئیں۔

اس کی ایک کزن ہیں مبارکہ رحمان۔ وہ کہتی ہیں کہ طالع کی ایک خوبی جو میں نے ہمیشہ محسوس کی وہ اس کی وقف زندگی کی حیثیت سے قناعت اور سادگی تھی۔ بہت دفعہ خدا کے اپنے اوپر فضلوں کو گنواتا تھا۔ کبھی اس میں دنیا کی کسی قسم کی لالچ نہیں دیکھی بلکہ جب اس کے سامنے دنیاداری کی بات ہوتی تو اپنے خاص انداز میں ہنستا اور شکر کرتا تھا کہ وقف ہونے کی وجہ سے خدا نے اس کو ان سب معاملات سے بے پروا کر دیا ہے اور اس کی ہر ضرورت کو خدا نے خود ہی پورا کر دیا ہے۔ حقیقی وقف زندگی تھا۔

پھر ان کے ایک دوست اور مربی نوشیروان رشید کہتے ہیں: مجھے پچھلے تین سال سے طالع بھائی کے ساتھ ایم ٹی اے نیوز میں کام کرنے کا موقع ملا۔ تین سال کے عرصہ میں طالع نہ صرف میرے کولیگ (colleague) تھے بلکہ استاد بھی تھے اور اس سے بڑھ کر دوست اور بھائی تھے۔ کہتے ہیں میں نے تین سال کے عرصہ میں طالع کو باقاعدگی سے جمعرات کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ اپنی پنجوقتہ نمازوں کا بہت خیال رکھتے ہوئے دیکھا۔ وقت سے پہلے مسجد جاتے اور اس بات کو بھی میں نے دیکھا کہ چندہ جات کی وقت سے پہلے ادائیگی کیا کرتے تھے۔

بہرحال واقعات تو بہت سے ایسے ہیں اور بہت لوگوں نے لکھا ہے لیکن وقت کی رعایت سے کچھ میں نے بیان کر دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح **موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی اور روحانی آل ہونے کا حق بھی اس نے ادا کر دیا اور اس کو** بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے تھا تو محرم کے مہینہ میں اس کو بھی قربانی کے لیے چنا۔ ایک ہیرا واقف زندگی تھا جیسا کہ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ دی ہو گی بلکہ کسی نے اس کی وفات کے بعد خواب بھی دیکھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ کھڑے ہیں اور طالع دوڑتا ہوا جا کر ان سے چمٹ جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ساتھ اسے چمٹا کر کہتے ہیں کہ آؤ میرے بیٹے، خوش آمدید۔

پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ جو دین کی خاطر قربانی کر کے اس مقام کو پا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بیوی بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو اور انہیں صبر اور حوصلہ دے۔ اس کے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو بھی صبر اور حوصلہ دے اور اس کے بہن بھائیوں میں بھی، اس کی اولاد میں بھی اس کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

نماز کے بعد ان شاء اللہ آج اس کا جنازہ بھی ہو گا۔ جنازہ آ چکا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24/ ستمبر 2021ء جلد 28 شمارہ 77 صفحہ 05 تا 10)

37

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 10/ ستمبر 2021ء بمطابق 10/ تبوک 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت کا ذکر چل رہا تھا اور اس زمانے کی جو جنگیں تھیں ان کا ذکر تھا۔ کتبِ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں دِمَشْق کا محاصرہ کئی ماہ تک جاری رہا اور ان کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ بہر حال کیونکہ یہ حضرت ابو بکرؓ کے دَور کی ہے اس لیے اس جنگ کی تفصیلات جب حضرت ابو بکرؓ کا ذکر ہو گا تو وہاں پیش کی جائیں گی انشاء اللہ۔ دِمَشْق کی فتح کے بعد جو واقعات ہیں وہ بیان کرتا ہوں۔

دِمَشْق کی فتح ہو جانے کے بعد ابوعُبَیدہ نے خالد بن **ولیدؓ کو بِقَاع کی مہم پر روانہ کیا۔ بِقَاع: دِمَشْق،** بَعْلَبَکْ اور حِمْص کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے جس میں بہت ساری بستیاں واقع ہیں۔ انہوں نے اسے فتح کیا اور ایک سریہ اگلی کارروائی کے لیے آگے بھیجا۔ مَیْسَنُون نامی چشمہ پر رومیوں اور سریہ والوں کی مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ پھر دونوں میں لڑائی ہوئی۔ اتفاق سے رومیوں میں سے سِنَان نام کا ایک آدمی بیروت کے عقبی حصہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اور مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد کو شہید کر دیا۔ بیروت جو ہے یہ سمندر کے کنارے ملک شام کا ایک مشہور شہر تھا۔ اسی لیے ان شہداء کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس چشمہ کا نام عین الشہداء پڑ گیا۔ ابوعُبَیدہ نے دِمَشْق پر یزید بن ابوسفیان کو اپنا قائم مقام بنایا اور یزید نے دِحْیَہ بن خَلِیفہ کو ایک سریہ کے ساتھ تَدْمُر روانہ کیا تا کہ وہاں فتح کا راستہ ہموار کریں۔ تَدْمُر شام کے علاقے میں ایک قدیم اور مشہور شہر ہے جو حَلَبْ سے پانچ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ جس یزید کا ذکر ہو رہا ہے یہ حضرت ابوسفیان کے بیٹے تھے۔

اسی طرح ابو زُہرا قُشَیری کو بَثَنِیَّہ اور حَوْرَان بھیجا لیکن وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی۔ بَثَنِیَّہ دِمَشْق کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ حَوْرَان دِمَشْق کا ایک وسیع علاقہ تھا جس میں بہت ساری بستیاں اور کاشتکاری والی زمینیں تھیں۔ شُرَحْبِیْل بن حَسَنَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اردن کے دارالحکومت طَبَرِیَّہ کو چھوڑ کر بقیہ پورے ملک پر بذریعہ جنگ یعنی کہ جنگ ٹھونسی گئی تو جنگ کے ذریعہ سے قبضہ کر لیا اور طبریہ والوں نے مصالحت کر لی۔ حضرت خالدؓ بِقَاع کے علاقے سے کامیاب ہو کر لَوٹے۔ بَعْلَبَکْ والوں نے آپ سے مصالحت کر لی اور آپ نے ان کے

ساتھ معاہدہ تحریر کر دیا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از محمد صلابی صفحہ 730 مکتبہ الفرقان خان گڑھ)(معجم البلدان جلد اول صفحہ 623، 557، 402)(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 20، 364)

بَعْلَبَكُّ بھی دِمَشْق سے تین دن کی مسافت (یہ تاریخ میں جو لکھا ہوا ہے) پر واقع ایک قدیم شہر ہے۔

(معجم البلدان جلد اول صفحہ 537-538)

یہاں دنوں کی مسافت سے مراد یہ ہے کہ اس زمانے میں اونٹوں یا گھوڑوں کے ذریعہ سے (سفر کا جو ذریعہ تھا اس کے ذریعہ) جو مسافت ہوتی تھی۔

فِحْل ایک جگہ ہے۔ اس کی فتح چودہ ہجری میں ہوئی۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہرقل حِمْص میں مقیم ہے اور وہاں سے دِمَشْق فوجیں روانہ کر رہا ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا میرے لیے دشوار ہے کہ پہلے دِمَشْق پر حملہ کروں یا فِحْل پر۔ فِحْل بھی شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواباً تحریر فرمایا: پہلے دِمَشْق پر حملہ کر کے اسے فتح کرو کہ وہ شام کا قلعہ ہے اور اس کا صدر مقام ہے۔ ساتھ ہی فِحْل میں بھی سوار دستے بھیج دو جو انہیں تمہاری طرف نہ بڑھنے دیں۔ اگر دِمَشْق سے پہلے فِحْل فتح ہو جائے تو بہتر ورنہ دِمَشْق فتح کر لینے کے بعد تھوڑی سی فوج وہاں چھوڑ دینا اور تمام سرداروں کو اپنے ساتھ لے کر فِحْل روانہ ہو جانا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فِحْل کو فتح کرا دے تو خالد اور تم حِمْص چلے جانا اور شُرَحْبِیل اور عَمرو کو اردن اور فلسطین بھیج دینا۔ حضرت عمرؓ کا جو خط تھا، جب یہ حضرت ابوعُبَیدہؓ کو ملا تو انہوں نے فوج کے دس افسروں کو جن میں سب سے نمایاں اَبُوالْاَعْوَر سُلَمِی تھے فِحْل بھیج دیا اور خود حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ دِمَشْق روانہ ہو گئے۔ رومی فوجوں نے مسلمانوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے گرد و پیش کی زمین میں بُحَیْرَہ طَبَرِیَّہ اور دریائے اردن کا پانی چھوڑ دیا جس سے ساری زمین دلدل بن گئی اور اسے عبور کرنا دشوار ہو گیا۔

(سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 194-195 اسلامی کتب خانہ لاہور)(الفاروق از علامہ شبلی صفحہ 114 دار الاشاعت کراچی 1991ء)(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 268)

بہرحال ہرقل نے دِمَشْق کی امداد کے لیے جو فوجیں بھیجی تھیں وہ بھی دِمَشْق تک نہ پہنچ سکی تھیں۔ پانی کھولنے کی وجہ سے تمام راستے بند ہو گئے مگر مسلمان ثابت قدم رہے۔ مسلمانوں کا استقلال دیکھ کر عیسائی صلح پر آمادہ ہوئے اور ابوعُبَیدہ کے پاس پیغام بھیجا کہ کوئی شخص سفیر بن کر آئے۔ ابوعُبَیدہ نے حضرت مُعَاذ بن جبلؓ کو سفارت کے لیے بھیجا۔ حضرت مُعَاذ بن جبلؓ نے ان کے سامنے اسلامی تعلیم پیش کی مگر انہوں نے یعنی دشمنوں نے اسے قبول نہ کیا۔ دیگر امور کے علاوہ رومیوں نے حضرت معاذ کو یہ پیشکش کی کہ ہم تم کو بَلْقَاء کا ضلع اور اردن کا وہ حصہ جو تمہاری زمین سے متصل ہے دیتے ہیں تم یہ ملک چھوڑ کر فارس چلے جاؤ۔ پہلے خود ہی فوجیں اکٹھی کر رہے تھے جب دیکھا کہ ہارنے کا وقت آیا ہے تو یہ پیشکش کی۔ حضرت معاذؓ نے انکار کیا اور اٹھ کے واپس چلے آئے کہ نہیں۔ رومیوں نے براہ راست ابوعُبَیدہ سے گفتگو کرنی چاہی۔ چنانچہ اس غرض سے ایک خاص قاصد بھیجا۔ جس وقت وہ قاصد وہاں مسلمانوں کے کیمپ میں پہنچا تو ابوعُبَیدہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہاتھ میں تیر تھے جن کو الٹ پلٹ کر

رہے تھے۔ قاصد نے خیال کیا کہ سپہ سالار بڑے جاہ و حشم رکھتا ہو گا اور یہی اس کی شناخت کا ذریعہ ہو گا لیکن وہ جس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا تھا سب ایک رنگ میں ڈوبے نظر آتے تھے۔

آخر گھبرا کر پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ لوگوں نے ابوعُبَیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ حیران رہ گیا اور تعجب سے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ ابوعُبَیدہ نے کہا ہاں۔ قاصد نے کہا کہ ہم تمہاری فوج کو فی کس دو دو اشرفیاں دے دیں گے، تم یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے انکار کیا۔ قاصد اس پر بڑا ناراض ہوا اور اٹھ کر چلا گیا۔ ابوعُبَیدہ نے اس کے تیور دیکھ کر فوج کو کمر بندی کا حکم دیا، تیار رہنے کا حکم دیا اور تمام حالات حضرت عمرؓ کو لکھے۔ حضرت عمرؓ نے اجازت فرمائی کہ ٹھیک ہے پیش قدمی کرو کیونکہ رومی فوجیں اکٹھی ہو رہی ہیں اور حوصلہ دلایا کہ ثابت قدم رہو۔ خدا تمہارا مددگار ہے۔ ابوعُبَیدہ نے اسی دن کمر بندی کا حکم دے دیا تھا لیکن رومی مقابلے میں نہ آئے اور اگلی صبح پھر حضرت خالد بن ولیدؓ صرف سواروں کے ساتھ میدان میں گئے۔ رومی لشکر بھی تیار تھا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔

مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھ کر رومی سپہ سالار نے زیادہ لڑنا بیکار سمجھا اور واپس جانا چاہا۔ حضرت خالدؓ نے پکارا۔ رومی اپنا زور لگا چکے ہیں اب ہماری باری ہے۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے اچانک حملہ کیا اور رومیوں کو پسپا کر دیا۔ عیسائی مدد کے انتظار میں لڑائی کو ٹال رہے تھے۔ حضرت خالدؓ ان کی چال سمجھ گئے تو انہوں نے حضرت ابوعُبَیدہؓ کی خدمت میں کہا کہ رومی ہم سے مرعوب ہو چکے ہیں حملے کا یہی وقت ہے۔ چنانچہ اسی وقت اعلان کیا گیا کہ اگلے روز حملہ ہو گا فوج تیار ہو جائے۔ رات کے پچھلے پہر حضرت ابوعُبَیدہؓ نے لشکر کو ترتیب دیا۔ رومی لشکر کی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی۔ حضرت عمرؓ کی سیرت و سوانح لکھنے والے دو سیرت نگار ہیکل اور صلابی نے یہ تعداد اسّی ہزار سے ایک لاکھ تک بھی بیان کی ہے۔

بہرحال ایک گھنٹے کی شدید جنگ ہوئی۔ اس کے بعد رومی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ نہایت بدحواسی سے بھاگے۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تمام زمین جو قبضے میں کی گئی ہے ان کے مالکوں کے پاس ہی رہے گی۔ کوئی زمین کسی سے لی نہیں جائے گی اور لوگوں کی جانیں اور مال اور زمین اور مکانات اور عبادت گاہیں سب محفوظ رہیں گی۔ صرف مساجد کے لیے جگہ لی جائے گی۔

(ماخوذ از الفاروق از علامہ شبلی صفحہ 114 تا 118 دار الاشاعت کراچی 1991ء)(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از محمد صلابی صفحہ 730 مکتبہ الفرقان خان گڑھ)(سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 213 اسلامی کتب خانہ لاہور)

کوئی زمین اگر لینی ہے تو مساجد کے لیے لینی ہے۔ باقی زمینیں ان کے مالکوں کے پاس ہی رہیں گی۔ **پھر فتح بَیْسَان کا بیان ہے۔** جب شُرَحْبِیل فِحْل کی جنگ سے فراغت پا چکے تو وہ اپنی فوج اور عمرو کو لے کر اہل بَیْسَان کی طرف بڑھے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت اَبُوالْاَعْوَر اور ان کے ساتھ چند اَور سردار طَبَرِیّہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ بَیْسَان طبریہ کے جنوب میں اٹھارہ میل کے فاصلے پر واقع جگہ ہے۔ اردن کے علاقوں میں دِمَشق اور اس کے بعد کی دیگر مہمات میں رومیوں کی پے در پے شکستوں کی خبر پھیل چکی تھی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ شُرَحْبِیل اور ان کے ساتھ عَمْرو بن العاص اور حَارِث بن ہشام اور سُہَیل بن عمرو اپنی فوج کو لیے ہوئے

بَیْسَان کے ارادے سے جا رہے ہیں اس لیے ہر جگہ لوگ قلعہ میں جمع ہو گئے۔ شُرَحْبِیل نے بَیْسَان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا جو چند روز تک جاری رہا مگر بعد میں وہاں کے کچھ لوگ مقابلے کے لیے باہر نکلے۔ مسلمان ان سے لڑے اور ان کا خاتمہ کر دیا۔ باقی لوگوں نے مصالحت کی درخواست کی جس کو مسلمانوں نے دِمَشْق کی شرائط پر منظور کر لیا۔ جو فتح دِمَشْق کی شرائط تھیں اسی بنیاد پر وہ بھی منظور ہوئیں۔ (تاریخ طبری (مترجم) جلد دوم حصہ دوم صفحہ 216 نفیس اکیڈیمی کراچی)

(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 114 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

پھر فتح طَبَرِیَّہ ہے۔ جب اہل طَبَرِیّہ کو بَیْسَان کی فتح اور اس کے معاہدہ کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے ابوالاَعْوَر سے اس شرط پر صلح کی کہ ان کو شُرَحْبِیل کی خدمت میں پہنچا دیا جائے۔ ابوالاعور نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا۔ چنانچہ اہل طبریہ اور اہل بَیْسَان سے دِمَشْق والی شرائط پر ہی مصالحت ہو گئی اور یہ بھی طے ہوا کہ شہروں اور اس کے قریبی دیہات کی آبادیوں کے تمام مکانات میں سے آدھے مسلمانوں کے لیے خالی کر دیے جائیں اور باقی نصف میں خود رومی رہائش اختیار کریں اور وہ فی کس سالانہ ایک دینار اور زمین کی پیداوار میں سے معین حصہ ادا کریں گے۔ اس کے بعد مسلمان قائدین اور ان کی فوجیں آبادی میں مقیم ہو گئیں اور اردن کی صلح پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور تمام امدادی دستے اردن کے علاقے میں مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے اور فتح کی بشارت، خوشخبری حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کر دی گئی۔ (تاریخ طبری (مترجم) جلد دوم حصہ دوم صفحہ 216-217 نفیس اکیڈیمی کراچی)

پھر فتح حِمْص، یہ چودہ ہجری میں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حِمْص کی طرف پیش قدمی کی جو شام کا ایک مشہور شہر تھا اور جنگی اور سیاسی اہمیت رکھتا تھا۔ حِمْص دِمَشْق اور حَلَب کے درمیان شام میں واقع ہے۔ حِمْص میں ایک بڑا ہیکل تھا جس کی زیارت کے لیے دور دور سے لوگ آتے اور اس کے پجاری بننے پر فخر محسوس کرتے۔ بہرحال حِمْص کے قریب رومیوں نے ہی خود بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہا اور آگے بڑھے۔ چنانچہ ایک فوج کثیر حِمْص سے نکل کر جُوسِیَہ میں مسلمانوں کے مقابل ہوئی لیکن ان کو شکست ہوئی۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے حِمْص پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ رومیوں کو یقین تھا کہ مسلمان کھلے میدان میں دیر تک نہیں لڑ سکیں گے۔ اس کے ساتھ ہِرَقْل کی طرف سے مدد کی امید بھی تھی۔ چنانچہ اس نے جزیرے سے ایک فوج بھی روانہ کی لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جو عراق کی مہم پر مامور تھے کچھ فوج اس لشکر کی طرف بھیج دی جس نے اس لشکر کو وہیں روک لیا۔ (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 347)

(ماخوذ از الفاروق از مولانا شبلی نعمانی صفحہ 118-119 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

مؤرخین نے لکھا ہے کہ رومیوں کے پاؤں میں چمڑے کے موزے ہوتے تھے پھر بھی ان کے پاؤں شل ہو جاتے جبکہ صحابہ کے پاؤں یا مسلمانوں کی جو فوج تھی ان کے پاؤں میں جوتوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از محمد صلابی صفحہ 734 مکتبہ الفرقان خان گڑھ)

ہِرَقْل اہلِ حِمْص سے مدد کا وعدہ کر کے اور انہیں مقابلے کی ہمت دلا کر خود رُھَاء چلا گیا۔ وعدہ کیا اور خود وہاں سے چلا گیا۔ حِمْص والے قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے۔ وہ اسی دن مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلتے جس دن سخت سردی ہوتی۔ رومی ہرقل کی مدد کے انتظار میں تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان سردی سے عاجز آ کر بھاگ جائیں لیکن

مسلمانوں نے ثباتِ قدم دکھایا اور ہرقل کی مدد بھی ان کو نہ پہنچی یعنی اس شہر کے لوگوں کو اور سردی کے دن بھی گزر گئے تو اہل حِمص کو یقین ہو گیا کہ اب ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے اسے قبول کر لیا اور شہر کے سارے مکان اہل شہر کے لیے چھوڑ دیے گئے اور دِمَشق کی طرح خراج اور جزیہ پر صلح کر لی گئی۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو تمام واقعات سے مطلع کیا جس کے جواب میں حضرت عمرؓ کا حکم آیا کہ تم ابھی وہیں ٹھہرو اور شام کے طاقتور قبائلِ عرب کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرو۔ میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ برابر یہاں سے کمک بھیجتا رہوں گا۔

(ماخوذ از سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 331-332 اسلامی کتب خانہ لاہور)

پھر مَرْجُ الرُّوْم ایک جگہ ہے اسی سال مَرْجُ الرُّوْم کا واقعہ پیش آیا۔ مَرْجُ الرُّوم دِمَشق کے قریب ایک مقام تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت ابوعُبَیدہؓ فِحْل سے حِمص جانے کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سب نے ذُوالکَلَاع مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ان کی اس نقل و حرکت کی اطلاع ہرقل کو ہوئی تو اس نے تُوْذَرَا بِطْرِیق کو روانہ کیا۔ وہ مَرْجِ دِمَشق اور اس کی مغربی جانب میں قیام پذیر ہوا۔ ابوعُبَیدہ نے مَرْجُ الرُّوم اور اس کے لشکر سے ابتدا کی۔ اس وقت ان کی یعنی مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ سردی کا موسم آ چکا تھا اور ان کے جسم زخموں سے بھرے ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ مرج الروم پہنچے تو شَنَس رومی بھی ادھر آ گیا اور تُوْذَرَا کے قریب ہی شاہ سواروں کے ساتھ اس نے پڑاؤ ڈال لیا۔ یہ شَنَس دراصل تُوْذَرَا کی مدد اور حِمص والوں کے بچاؤ کے لیے آیا تھا۔ وہ ایک کنارے پر اپنے لشکر کے ساتھ فروکش ہو گیا۔ جب رات آئی تو ان کا دوسرا سپہ سالار تُوْذَرَا وہاں سے روانہ ہو گیا اور اس کے جانے کی وجہ سے وہ جگہ خالی ہو گئی۔ تُوْذَرَا کے مدّ مقابل حضرت خالد بن ولیدؓ تھے جبکہ شَنَس کے مقابلے میں حضرت ابوعُبَیدہؓ تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب اس بات کی خبر ملی کہ تُوْذَرَا یہاں سے دِمَشق روانہ ہو چکا ہے تو حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ نے باتفاق رائے اس بات کا فیصلہ کیا کہ تُوْذَرَا کے تعاقب میں حضرت خالدؓ روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ گھڑ سواروں کا ایک دستہ لے کر اسی رات اس کے تعاقب میں چل پڑے۔ ادھر یزید بن ابوسفیان کو تُوْذَرَا کی اس حرکت کی خبر مل گئی تھی۔ چنانچہ وہ تُوْذَرَا کے مقابلے پر آ گئے اور دونوں لشکروں میں جنگ کا میدان گرم ہو گیا۔ ابھی دونوں کے درمیان لڑائی جاری تھی کہ پیچھے سے حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے لشکر کے ساتھ موقع پر پہنچ گئے اور انہوں نے تُوْذَرَا کی پشت سے ہلہ بول دیا۔ نتیجۃً کشتوں کے پشتے لگ گئے اور دشمن سامنے اور پیچھے دونوں طرف سے مارا گیا۔ مسلمانوں نے ان کو موت کی نیند سلا دیا۔ ان میں سے زندہ صرف وہی بچے جنہوں نے راہ فرار اختیار کر لی۔ مسلمانوں کو اس معرکے میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا اس میں سواری کے جانور، ہتھیار، لباس وغیرہ تھے۔ اس کو حضرت یزید بن ابوسفیانؓ نے اپنے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپاہیوں میں بانٹ دیا۔ اس کے بعد حضرت یزیدؓ دِمَشق کی جانب روانہ ہو گئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت ابوعُبَیدہؓ کی جانب واپس چلے گئے۔ اسلام کی تاریخ میں جو بدنام یزید ہے وہ معاویہ کے بیٹے تھے اور یہ یزید ابوسفیان کے بیٹے یزید ہیں۔ تُوْذَرَا جو رومیوں کا سردار تھا، اس کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے قتل کیا تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ جب تُوْذَرَا کے تعاقب میں روانہ ہو گئے تو حضرت ابوعُبَیدہؓ نے شَمَنَس کا مقابلہ کیا۔ دونوں فوجوں میں مَرْجُ الرُّوم کے مقام پر جنگ چھڑ گئی۔ اسلامی لشکر نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور حضرت ابوعُبَیدہؓ نے شَمَنَس کا کام تمام کر دیا۔ مَرْجُ الرُّوم دشمن کی لاشوں سے بھر گیا۔ ان لاشوں کی بنا پر وہ مقام بدبودار ہو گیا تھا۔ رومیوں میں سے جو بھاگ گئے وہ تو بچ گئے۔ باقی کوئی موت کے منہ سے نہ بچ سکا۔ مسلمانوں نے بھاگنے والوں کا حِمْص تک پیچھا کیا۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 321 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(تاریخ الطبری (مترجم) جلد دوم حصہ دوم صفحہ 359-360 نفیس اکیڈیمی کراچی)

پھر حضرت ابوعُبَیدہؓ فوج لے کر حَمَاۃ کی طرف روانہ ہوئے۔ حَمَاۃ بھی شام کا ایک قدیم شہر ہے جو اس وقت دِمَشْق سے پانچ روز کی مسافت پر واقع تھا۔ اہلِ حَمَاۃ نے ان کے آگے سر اطاعت خم کر دیا، تسلیم کر لیا۔ شَیْزَر والوں کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اہل حَمَاۃ کی مانند صلح کر لی۔ شَیْزَر حَمَاۃ سے نصف روز کی مسافت پر واقع ایک بستی تھی۔ پھر حضرت ابوعُبَیدہؓ نے سَلَمْیَہ کو فتح کیا۔ سَلَمْیَہ بھی حَمَاۃ سے دو دن کی مسافت پر واقع ایک بستی تھی۔

(سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 333 اسلامی کتب خانہ لاہور)

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 345) (معجم البلدان جلد 3 صفحہ 272)

اس کے بعد پھر لاذِقِیَّہ کی فتح ہوئی جو چودہ ہجری کی ہے۔ اسلامی لشکر نے حضرت ابوعُبَیدہؓ کی سرکردگی میں لَاذِقِیَّہ کا رخ کیا جو شام کا ایک شہر ہے اور ساحل سمندر پر واقع ہے اور حِمْص کے نواحی علاقوں میں اس کو شمار کیا جاتا ہے۔ لَاذِقِیَّہ والوں نے جب اسلامی لشکر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اور شہر کے دروازے بند کر کے مقابلے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ انہیں اطمینان تھا کہ اگر مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا تو وہ مقابلے کی طاقت رکھتے ہیں اور اتنی دیر میں سمندر کے راستے انہیں ہِرَقْل سے کمک پہنچ جائے گی۔ مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حفاظتی انتظامات کے لحاظ سے یہ شہر بہت مضبوط تھا اور فوجی چوکیوں کی وجہ سے کافی مشہور تھا۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اس کو فتح کرنے کی ایک نئی ترکیب نکالی کیونکہ آپؓ جنگی حکمت عملی جانتے تھے۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ اسے سر کرنا، فتح کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر وہ اس کے مقابلے پہ خیمہ زن ہو جاتے ہیں تو عرصہ قیام بہت لمبا ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لمبا عرصہ کا جو یہ محاصرہ ہے اس دوران دشمنوں کی طرف سے ان کو مدد بھی پہنچ جائے اور یہاں سے ناکام لَوٹنا پڑے یا پھر شہر کا محاصرہ زیادہ لمبا کیا جائے تو اَنْطَاکِیَہ جانا ناممکن ہو جائے گا تو آپ نے ایک رات میدان میں بہت سے گہرے گڑھے کھدوائے اتنے کہ گھوڑے پر سوار بیٹھا ان میں چھپ جائے اور انہیں گھاس سے چھپا دیا اور صبح محاصرہ اٹھا کر حِمْص کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر والوں نے محاصرہ اٹھتے دیکھا تو خوش ہوئے اور اطمینان سے شہر کے دروازے کھول دیے۔ دوسری طرف حضرت ابوعُبَیدہؓ راتوں رات اپنی فوج سمیت واپس آ گئے اور ان غار نما گڑھوں میں چھپ گئے۔ صبح جب شہر کے دروازے کھلے تو مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا کچھ مسلمانوں نے شہر کے دروازے پر قبضہ کر لیا جو قلعہ سے باہر تھے انہوں نے بھاگنے میں اپنی عافیت جانی اور جو شہر میں موجود تھے ان پر خوف طاری ہو چکا تھا۔ لہٰذا جو لوگ شہر میں تھے ان میں سے ہر ایک راہ نجات کی جستجو میں لگ گیا۔ ان کے لیے اطاعت اور تسلیم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کر لی اور بھاگنے والوں نے امان چاہی۔

مسلمانوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر کو فتح کر لیا۔ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ نے جزیے پر صلح کر لی اور ان کا گرجا انہی کے قبضے میں رہنے دیا اور بعد میں مسلمانوں نے اس کے قریب ہی اپنی ایک مسجد بنالی۔

(سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل، مترجم صفحہ 333-334 اسلامی کتب خانہ لاہور)

(الفاروق از علامہ شبلی صفحہ 118-119 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

اس فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اس سال مزید پیش قدمی نہ کی جائے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 119 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

پھر فتح قِنِّسْرِیْن ہے۔ یہ پندرہ ہجری کی ہے۔ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرَّاحؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قِنِّسْرِیْن کی طرف روانہ کیا جو صوبہ حَلَب کا ایک بارونق شہر تھا۔ حلب کے راستے میں پہاڑ کے درمیان قِنِّسْرِیْن کا قلعہ واقع تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ حَاضِرُ مقام کے قریب پہنچے۔ حَاضِرُ بھی حَلَب کے قریب ایک مقام ہے اس جگہ رومی لوگ مِیْنَاس کی زیر قیادت آپ کے مقابلے میں آ گئے۔ ہِرَقل کے بعد روم کا سب سے بڑا سپہ سالار مِیْنَاس ہی تھا۔ بہر حال وہاں کے باشندوں نے اور جو اُن کے ہاں عرب عیسائی تھے انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ شہر کی حفاظت کے لیے شہر سے باہر نکل کر خیمے ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ یہ عیسائی عرب بھی اسی دستور کے مطابق باہر خیمہ زن تھے۔ سخت معرکے کے بعد حضرت خالدؓ نے رومیوں کا بہت سا لشکر قتل کر دیا اور ان کے سردار مِیْنَاس کو بھی قتل کر دیا۔ علاقے کے لوگوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم عرب لوگ ہیں اور جنگ کرنے پر راضی ہی نہ تھے۔ ہمیں زبردستی اس جنگ میں شامل کیا گیا تھا۔ لہٰذا ہم سے درگزر کیا جائے۔ اس پر حضرت خالدؓ نے ان کا عذر قبول کیا اور ان سے اپنا ہاتھ روک لیا۔

کچھ رومی بھاگ کر قِنِّسْرِیْن میں قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان کا تعاقب کیا لیکن جب وہ قِنِّسْرِیْن پہنچے تو رومی شہر کے دروازے بند کر چکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم بادلوں میں بھی جا چھپو گے تو اللہ تعالیٰ ہم کو تمہارے پاس پہنچا دے گا یا تمہیں ہماری طرف پھینک دے گا۔ کچھ دن تو وہ یونہی قلعہ بند رہے لیکن آخر کار قِنِّسْرِیْن والوں کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی راہ نجات نہیں۔ چنانچہ انہوں نے درخواست کی کہ حِمْص کی صلح کی شرائط پر انہیں امان دی جائے لیکن انہوں نے جو پہلے حکم عدولی کی تھی حضرت خالدؓ انہیں اس حکم عدولی کی سزا دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس لیے حضرت خالدؓ شہر کو تباہ کرنے کے سوا اَور کسی بات پر راضی نہ ہوئے۔ اہل قِنِّسْرِیْن اپنے مال و متاع اور اہل و عیال کو تقدیر کے حوالے کر کے اَنْطَاکِیہ بھاگ گئے۔ جس وقت حضرت ابوعُبَیدہ بن الجراحؓ قِنِّسْرِیْن پہنچے تو انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے اس فیصلے کو عدل و انصاف کے عین مطابق پایا اور شہر کے قلعے اور فصیلیں منہدم کر دیں۔ اس کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ انصاف کے ساتھ شفقت کا سلوک بھی ہونا چاہیے۔ یہ تو انصاف تھا جو پہلے دشمنوں سے کیا گیا، اب شفقت بھی مسلمانوں کو کرنی چاہیے۔ پھر انہوں نے شفقت کے لیے یہ کیا کہ اہلِ شہر کو ان کی درخواست کے مطابق امان بھی دے دی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہر کے کلیسا اور مکان تقسیم کر دیے گئے۔ چرچ بھی اور مکان بھی تقسیم کر دیے گئے اور نصف حصہ پر

مسلمان قابض ہو گئے، نصف حصہ انہی کے پاس رہنے دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ شہر کی کچھ زمین لے کر وہاں مسجد تعمیر کر دی گئی اور باقی سب کچھ بدستور اہل علاقہ کے قبضہ میں ہی رہنے دیا۔ جو لوگ اَنْطَاکِیہ بھاگ گئے تھے وہ بھی جزیہ قبول کر کے واپس آ گئے تھے۔ دوسرے مفتوحہ علاقوں کی طرح یہاں کے لوگوں سے بھی بہتر سلوک کیا گیا اور صحیح مساوات کی بنیاد پر ان کے درمیان عدل قائم کیا گیا جس میں کوئی طاقتور کسی بھی کمزور پر ظلم و جبر نہیں کر سکتا تھا۔

(سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 333 تا 339 اسلامی کتب خانہ لاہور)(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ445، دارالکتب العلمیۃ لبنان 1987ء)(معجم البلدان جلد2 صفحہ238 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر فتح قَیْسَارِیّہ ہے۔ یہ بھی پندرہ ہجری کی ہے۔ قَیْسَارِیّہ شام کا ساحلی شہر ہے جو طَبَرِیَّہ سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ جنگ کس سال میں ہوئی؟ اس کے بارے میں متفرق روایات ملتی ہیں۔ ایک تو ہے کہ پندرہ ہجری۔ دوسرے قول کے مطابق سولہ ہجری میں ہوئی اور تیسری روایت کے مطابق انیس ہجری اور چوتھے قول کے مطابق بیس ہجری میں ہوئی۔ (تاریخ طبری جلد2صفحہ511سنۃ 19ھ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

(معجم البلدان جلد4 صفحہ 478دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہر حال جس وقت حضرت ابوعُبَیدہؓ شمالی روم میں فاتحانہ پیش قدمی فرما رہے تھے حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنَہؓ روم کی ان فوجوں سے جنگ آزما تھے جو فلسطین میں جمع تھیں اور انہیں شکست دینے کی کوشش کر رہے تھے لیکن یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ فوجیں کثرتِ تعداد اور سامان کے اعتبار سے بہت قوی تھیں اور ان کی قیادت روم کا سب سے بڑا سپہ سالار اَطْرَبُوْن کر رہا تھا جس کی بعید النظری اور جنگی سوجھ بوجھ مملکت میں اپنا کوئی حریف نہ رکھتی تھی۔ اس نے سوچا کہ فوج کو مختلف مقامات پر پھیلا دیا جائے تا کہ زمامِ اقتدار بھی تنہا اسی کے ہاتھ میں رہے اور اگر اس فوج کے کچھ حصوں پر عرب فتح بھی پائیں تو دوسرے حصے اس سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اس نے رَمْلَہ اور اسی طرح اِیْلِیَا پر ایک بھاری لشکر متعین کیا اور اس کی حمایت کے لیے غَزَّہ، سَبَسْطِیَہ، نَابُلُس، لُدّ اور یَافَا میں فوجیں چھوڑ دیں۔ اس کے بعد عربوں کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ عربوں پر فتح پانے اور ان کی قوتوں کو پراگندہ کرنے کی طاقت و قوت رکھتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے موقع کی نزاکت کو محسوس کر لیا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر وہ اپنی تمام فوجوں کے ساتھ اَطْرَبُون کے مقابلے میں صف آرا ہوتے ہیں تو رومی فوجیں ایک دوسرے سے مل جائیں گی اور وہ ان پر فتح یاب نہ ہو سکیں گے بلکہ ہو سکتا ہے کہ رومی ان پر فتح پا لیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا تو آپ نے یزید بن ابوسفیان کو حکم دیا کہ اپنے بھائی معاویہ کو قَیْسَارِیّہ فتح کرنے بھیجو تا کہ بحری راستے سے اَطْرَبُون کو مدد نہ پہنچ سکے۔ حضرت عمرؓ نے امیر معاویہ کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ میں تمہیں قَیْسَارِیّہ کا امیر بناتا ہوں، وہاں جاؤ اور اس کے خلاف اللہ سے مدد طلب کرو اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم اور اَللّٰہُ رَبُّنَا وَثِقَتُنَا وَرَجَاؤُنَا وَمَوْلٰنَا، نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ بکثرت پڑھو۔ یعنی گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی کو ہے جو بہت بلند شان والا اور بہت عظمت والا ہے اور اللہ ہمارا رب ہے اور ہمارا بھروسہ ہے اور وہ ہماری امید گاہ ہے۔ وہ ہمارا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

الفاروق میں لکھا ہے کہ قَیْسَارِیّہ پر اول تیرہ ہجری میں عَمرو بن عاصؓ نے چڑھائی کی اور مدت تک محاصرہ

کیے پڑے رہے لیکن فتح نہ ہو سکا۔ ابوعُبَیدہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو ان کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ قَیْسَارِیّہ کی مہم پر جاؤ۔ یزید سترہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے اور شہر کا محاصرہ کیا لیکن اٹھارہ ہجری میں جب بیمار ہوئے تو اپنے بھائی امیر معاویہ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے دِمَشْق چلے آئے۔ وہیں ان کی وفات ہو گئی۔

قَیْسَارِیّہ بحرِ شام کے ساحل پر واقع ہے اور فلسطین کے اضلاع میں شمار کیا جاتا ہے۔ آج بہر حال یہ ویران پڑا ہے لیکن اس زمانے میں بہت بڑا شہر تھا اور بقول بَلَاذُرِی کے تین سو بازار آباد تھے جس کی حفاظت پر ایک بہت بڑا رومی لشکر متعین تھا۔ یہاں ان کا ایک بہت مضبوط اور خطرناک سرحدی قلعہ تھا۔ حضرت معاویہؓ نے قَیْسَارِیّہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ رومی کبھی اسلامی فوج پر حملہ کرتے لیکن شکست کھا کر پھر اپنے مورچوں میں واپس ہو جاتے۔ آخر کار جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ایک دن مرنے مارنے کے ارادے سے نکلے لیکن شکست کھائی اور ایسی عبرت ناک شکست کھائی کہ میدانِ جنگ میں ان کے اسّی ہزار سپاہی مارے گئے اور یہ تعداد ہزیمت و فرار کے بعد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ قَیْسَارِیّہ کی فتح اور اس کے لشکر کی تباہی کے بعد مسلمان اس طرف سے مطمئن اور محفوظ ہو گئے اور اس رستے سے رومیوں کو کمک کا سلسلہ رک گیا۔ حضرت معاویہؓ نے مالِ غنیمت کے خمس کے ساتھ فتح کی خبر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھجوائی۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بڑے سازوسامان سے محاصرہ کیا۔ شہر والے کئی دفعہ قلعہ سے نکل نکل کر لڑے لیکن ہر دفعہ شکست کھائی تاہم شہر پر قبضہ نہ ہو سکا۔ ایک دن ایک یہودی نے جس کا نام یوسف تھا، امیر معاویہ کے پاس آ کر ایک سرنگ کا نشان دیا جو شہر کے اندر اندر قلعہ کے دروازے تک گئی تھی۔ چنانچہ چند بہادروں نے اس راہ قلعہ کے اندر پہنچ کر دروازہ کھول دیا اور ساتھ ہی تمام فوج ٹوٹ پڑی اور فتح حاصل کی۔

حضرت عُبَادہ بن صَامِتؓ جو بدری صحابہ میں سے ہیں وہ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ ان کی بہادری کا واقعہ قَیْسَارِیّہ کی جنگ میں اس طرح ملتا ہے کہ قَیْسَارِیّہ کے محاصرے کے مقام پر حضرت عُبَادہ بن صَامِتؓ اسلامی فوج کے مَیْمَنَہ کے قائد تھے۔ آپؓ اپنی فوج کو نصیحت کرنے کھڑے ہوئے۔ انہیں گناہوں سے بچنے اور اپنا محاسبہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر مجاہدین کا ایک ہجوم لے کر آگے بڑھے اور بہت سارے رومیوں کو قتل کیا لیکن اپنے مقصد میں اچھی طرح کامیاب نہ ہوئے۔ دوبارہ اپنی جگہ واپس آئے، اپنے ساتھیوں کو لڑنے مرنے پر جوش دلایا اور اپنے ساتھ اتنا بڑا ہجوم لے کر حملہ کرنے کے بعد بھی نامراد لَوٹنے پر کافی حیرت اور تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ اے اسلام کے پاسبانو! میں بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے نقباء میں سے یعنی نقیبوں میں سے کم عمر تھا لیکن مجھے سب سے لمبی عمر ملی۔ اللہ نے میرے حق میں فیصلہ کیا کہ مجھے زندہ رکھا، یہاں تک کہ آج یہاں تمہارے ساتھ اس دشمن سے لڑ رہا ہوں۔ قَسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے مومنوں کی جماعت لے کر جب بھی مشرکوں کی جماعت پر حملہ کیا تو انہوں نے ہمارے لیے میدان خالی کر دیا یعنی ہماری جیت ہوئی اور اللہ نے ان پر ہمیں فتح دی۔ کیا بات ہے کہ تم نے ان پر حملہ کیا اور ان کو ہٹا نہ سکے۔ پھر اس کے بارے میں آپؓ کو جو اندیشہ لاحق تھا اسے ان

لفظوں میں بیان کیا کہ مجھے تمہارے بارے میں دو چیزوں کا اندیشہ ہے یا تو تم میں سے کوئی خائن ہے یا جب تم نے حملہ کیا تو مخلص نہیں تھے۔ یا خائن ہو یا اس وقت اخلاص نہیں تھا جب حملہ کر رہے تھے۔ اس کے بعد آپ نے انہیں صدق دل سے شہادت مانگنے کی تلقین کی اور کہا کہ مَیں تم میں سب سے پیش پیش رہوں گا اور ہرگز پیچھے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح سے نواز دے یا شہادت کی موت عطا فرمائے۔ چنانچہ جب رومی اور مسلمان آپس میں ٹکرائے تو عُبَادہ بن صَامِتؓ اپنے گھوڑے سے کود کر پیدل ہو گئے۔ عُمَیر بن سعد انصاری نے آپؓ کو پیدل دیکھا تو امیر لشکر کے پیدل لڑنے کی بات مسلمانوں میں عام کر دی اور کہا کہ سب لوگ انہی کی طرح ہو جائیں۔ چنانچہ سب نے رومیوں سے زبردست معرکہ آرائی کی اور انہیں پست کر دیا۔ بالآخر وہ بھاگ کر شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔

جس طرح عربوں نے قَیسَارِیّہ پر قبضہ کیا تھا اسی طرح غزہ بھی فتح کر لیا۔ عہد صدیقی میں بھی مسلمان ایک دفعہ غزہ پر قبضہ کر چکے تھے لیکن بعد میں انہیں وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔ جب یہ دونوں سرحدی مقام مسلمانوں کے زیر اقتدار آ گئے تو حضرت عمرو بن عاصؓ کو سمندر کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔

(سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم از ہیکل صفحہ 357-359 اسلامی کتب خانہ لاہور) (سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 735-736، 744-745 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان) (الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 140-141 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

یہ قصہ، یہ واقعات ابھی مزید چل رہے ہیں۔ اس وقت میں بعض مرحومین کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔ ان کے جنازے جمعہ کی نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر مکرمہ خدیجہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی کے محمد علوی صاحب سابق مبلغ کیرالہ کا ہے جو گذشتہ دنوں اسّی سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد کنہی محی الدین صاحب کیرالہ کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے اور مرحومہ کو بھی بہت چھوٹی عمر میں احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ بڑی صابرہ شاکرہ، صوم و صلوٰۃ کی پابند، دیندار، غریب پرور، مہمان نواز اور قناعت پسند خاتون تھیں۔ مرحومہ کے شوہر مبلغ سلسلہ تھے۔ کئی کئی دن دوروں کی وجہ سے باہر رہتے تھے لیکن مرحومہ میں ہمیشہ شکر گزاری تھی۔ کبھی شکوہ نہیں کیا۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔ مرحومہ موصیہ بھی تھیں۔ آپ کے بڑے بیٹے کے محمود صاحب مبلغ سلسلہ تھے جو 54 سال کی عمر میں گردے کے فیل ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔ ان کے چھوٹے بیٹے بھی معلم سلسلہ ہیں اور پانچوں بیٹیاں بھی مربیان سے بیاہی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر ملک سلطان رشید خان صاحب کوٹ فتح خان کا ہے۔ یہ سابق امیر ضلع اٹک تھے۔ ملک سلطان رشید خان صاحب 22، 23 اگست کی درمیانی شب وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے والد کرنل ملک سلطان محمد خان صاحب نے تئیس سال کی عمر میں 1923ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ پھر ان کی شادی عائشہ صدیقہ صاحبہ جو چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ کی بیٹی تھیں ان سے ہو گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ہی یہ شادی کروائی تھی۔ سلطان رشید صاحب

کے دادا کا نام ملک سلطان سرخرو خان تھا۔ انہیں برطانوی بادشاہ کے دربار میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ دربار میں کرسی دی جاتی تھی۔ انہیں اپنے بیٹے ملک سلطان محمد خان صاحب کے چار سال کے بعد احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ملک سلطان رشید خان صاحب کی جماعتی خدمات جو ہیں اس طرح ہیں کہ ان کو 96ء سے لے کر 99ء تک اور پھر 2005ء سے 2014ء تک امیر ضلع اٹک خدمت کی توفیق ملی۔ وفات کے وقت بھی کوٹ فتح خان کے صدر جماعت تھے۔ سابق گورنر مغربی پاکستان امیر محمد خان کے یہ رشتہ دار تھے لیکن وہ دنیاداری میں پڑا ہوا خاندان تھا اور ان کے والد نے احمدی ہونے کے بعد بالکل دنیاداری کو چھوڑا تو نہیں لیکن دنیا میں رہتے ہوئے دین کو مقدم کرنے والوں میں سے تھے اور یہی خصوصیت ملک سلطان رشید خان صاحب کی بھی تھی۔ انہوں نے پہلے شروع میں 1/10 حصہ کی وصیت کی۔ بعد میں 1/7 حصہ کی وصیت کر دی اور پھر حصہ جائیداد بھی ادا کیا۔ جائیداد پر میرا خیال ہے کہ شاید 1/10 حصہ کی وصیت تھی اور باقی آمد پر 1/7 حصہ کی۔ ان کی ہمشیرہ راشدہ سیال کہتی ہیں کہ خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک دفعہ مجھے تحریر فرمایا کہ تمہارے ابا احمدیت کے لیے ایک ننگی تلوار تھے اور تمہارے بھائیوں میں بھی یہی رنگ پایا جاتا ہے۔ پھر ملک سلطان رشید صاحب کے بارے میں کہتی ہیں کہ ہمارے بھائی کا خلافت سے بہت ہی گہرا تعلق تھا۔ خلیفۃ المسیح کے ہر حکم کی فوری تعمیل بجالاتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ خلافت کے معتبر خادم رہے اور کامل لگن کے ساتھ خدمات بجالاتے رہے۔ روحانیت بھی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب کوئی آپ کو دیکھتا تو محسوس کرتا کہ ان کا اس دنیاوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہت زیادہ عاجزی اختیار کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کے بارے میں زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ سے بہت تعلق تھا۔ ان کے دن اور رات ہر ایک کے لیے دعاؤں میں بھرے ہوئے تھے خواہ وہ دوست ہو یا رشتہ دار یا اجنبی۔ دوستوں، خاندان اور غیروں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو کبھی ان کے دروازے سے خالی ہاتھ واپس گیا ہو۔ ان کی سخاوت کا کئی افراد نے ناجائز فائدہ بھی اٹھایا اور ان سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوتا تھا۔

کہتی ہیں ایک خاتون میری بھانجی کے پاس آئی۔ وہ کہنے لگی کہ ان ضرورت مند گھروں کا کیا بنے گا جہاں صرف سلطان رشید صاحب کے پیسوں سے چولہے جل رہے تھے؟ یعنی کہ کھانا گزارہ ان کا سلطان رشید صاحب کی مدد سے ہوتا تھا۔ کہتی ہیں انہوں نے کس قدر سخاوت کا مظاہرہ کیا ہمیں اس کا حقیقی ادراک نہیں ہے۔ کہتی ہیں میری بھانجی نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ جو لوگوں کی اتنی خدمت کرتے ہیں تو کیا لوگ اس کی قدر کریں گے اور یاد رکھیں گے تو آپ نے کہا کہ شاید مجھے یاد نہ رکھیں لیکن میری نیت صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے سے راضی ہو جائے۔ ان کی ایک بہن نعیمہ صاحبہ کہتی ہیں: میرے بھائی میں تبلیغ کا بہت جذبہ تھا۔ کئی سعید روحوں کی ہدایت کا باعث بنے۔ ہر آنے جانے والے کے ساتھ تبلیغ کا موقع نکال لیتے تھے۔ غیر از جماعت دوست اکثر شام کو آجاتے اور گھنٹوں وفات مسیح پر بحث ہوتی حالانکہ اس میں خطرہ بھی تھا۔ عبادت کے ذوق و شوق کا بھی عجیب رنگ تھا۔ عام طور پر کمرہ بند کر کے تنہائی میں اپنے رب سے راز و نیاز کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے رؤیا اور کشوف سے بھی انہیں نوازا۔

ایک دفعہ ایبٹ آباد میں گرمیوں کے لیے گئے۔ اچانک ایک مالی پریشانی سے دوچار ہو گئے۔ دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ کہتی ہیں کہ صبح سیر کے لیے گھنے درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گزرے تو ایک بلند اور صاف آواز آئی۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر:24)۔

زبیری صاحب سابق امیر ضلع اٹک کی بیگم نے ان کی ہمشیرہ کو بتایا، کہتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں ضلعی میٹنگ کے لیے ان کے ہاں مقیم تھے تو چہرے پر کچھ کچھ پریشانی سی تھی۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ ایک تقریر کرنی ہے لیکن تیاری بالکل نہیں ہو سکی۔ دوسرے دن صبح بڑے ہشاش بشاش تھے۔ ناشتے کے لیے آئے تو کہنے لگے کہ رات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ خواب میں آئے اور ساری تقریر کچھ ہی دیر میں انہوں نے لکھوا دی۔ الحمد للہ میری تقریر تیار ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کا یہ عالم تھا کہ گاؤں میں تنِ تنہا دشمن میں گھرے ہوئے کمال اطمینان سے سالہا سال زندگی بسر کی۔ نہ کوئی ڈر تھا نہ گھبراہٹ۔ بے حد بہادر تھے۔ کہتے تھے حکم الٰہی کے بغیر تو پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ ایک دفعہ ان کے ملازم نے کسی سوالی کو واپس کرنا چاہا تو اسے سمجھایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی کا وسیلہ بنانا چاہتا ہے تو اس کو لوٹانے والا میں کون ہوتا ہوں۔ ہر قسم کی علمی گفتگو کی مہارت رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کئی بار مطالعہ کر چکے تھے۔ ماشاء اللہ جامع خصوصیات کے حامل وجود تھے۔ پابند صوم وصلوٰۃ، تہجد گزار، دعا گو اور نہایت حکیمانہ انداز میں بات کرنے والے انسان تھے اور ہر بات کو تبلیغ پر ختم کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم عبدالقیوم صاحب انڈونیشیا کا ہے۔ 25/ اگست کو ان کی بیاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ مولانا عبدالواحد صاحب سماٹری مرحوم جو غیر ہندوستانی پاکستانی پہلے مبلغ تھے ان کے بیٹے تھے۔ انڈونیشیا کے ایک مشہور ٹیکنیکل سکول سے انہوں نے کیمیکل انجنیئرنگ میں بیچلرز کی ڈگری حاصل کی۔ پھر سرکاری سکالرشپ پر اعلیٰ تعلیم کے لیے فرانس گئے اور پٹرولیم اکنامکس میں وہاں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ پھر منسٹری آف انرجی اور منرل ریسورسز (Ministry of Energy and Mineral Resources) میں ملازم ہوئے۔ وہاں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے باوجود اپنی فیلڈ کے ماہر کے طور پر ان سے کام لیا جاتا تھا۔ پھر تہتر سال کی عمر میں بڑی محنت سے انہوں نے یونیورسٹی آف انڈونیشیا سے کیمیکل انجنیئرنگ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کر لی۔ موصوف نے ملک کے لیے بھی بہت نمایاں کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ 73ء میں انہوں نے گورنمنٹ کو لیکیو فائڈ نیچرل گیس (Liquified Natural Gas) کے بارے میں ایک فارمولا تجویز کیا اور کہتے ہیں اس وقت سے یعنی 1974ء سے لے کے 2000ء تک حکومت کو اس کی وجہ سے ایک سو دس بلین ڈالرز کا منافع ہوا۔ بہرحال احمدی تو ہر جگہ ملک و قوم کی خدمت کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے لیکن انڈونیشیا میں بھی ملّاں کے زیر اثر بعض علاقوں میں احمدیت کی مخالفت بہت زیادہ ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی ہمارا کام تو یہی ہے کہ ملک سے وفادار رہیں۔ ان کو سول سرونٹ (Civil Servant) کے لیے ملک کا سب سے اعلیٰ ایوارڈ بھی ملا۔

2005ء میں دوسرا بڑا ایوارڈ ملا جو انڈونیشین گورنمنٹ فوج سے باہر شعبہ میں بہت زیادہ نمایاں کارنامہ

سرانجام دینے والوں کو دیتی ہے اور ان کے جو ہیروز ہوتے ہیں ان کو ایک قبرستان میں جہاں ایک ملٹری ceremony ہوتی ہے اس میں دفن کیا جاتا ہے۔ بہر حال مرحوم نے کیونکہ وہاں دفن نہیں ہونا تھا اس لیے ان کی وفات پر جو ملٹری سرمنی (ceremony) تھی وہ اب مقبرہ موصیان پارونگ (Parung) میں منعقد ہوئی اور وہاں ان کو اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔ بہت پیار کرنے والے تھے اور اپنے بہن بھائیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے والد نے نصیحت کی تھی کہ بہن بھائیوں کا خیال رکھنا اور ہمیشہ اس پر انہوں نے عمل کیا۔ مربیان اور واقفین زندگی کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی باسط صاحب مربی سلسلہ بھی ہیں اور انڈونیشیا کے امیر جماعت بھی ہیں۔ ماتحتوں کے ساتھ بھی ان کا بڑا اچھا سلوک ہوتا تھا۔ ان کے ایک ماتحت نے کہا کہ نو سال کی عمر سے میں مرحوم کی زیرِ کفالت رہا ہوں، سکول کی فیس وغیرہ کی ضروریات مرحوم نے ہی ادا کیں۔ اچھے سلوک کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کے بعد میں نے بھی بیعت کر لی۔ مرحوم کی مہربانی اور سخاوت بہت اعلیٰ درجہ کی تھی۔

ہمیشہ لوگوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے۔ کبھی اپنے آپ پر فخر نہیں کیا اور نہ ہی اپنے عہدے پر فخر کیا۔ سرکاری گیس کمپنی میں ان کے سابق کارکن تھے وہ کہتے ہیں بہت ہی ذہین، ثابت قدم اور محنتی تھے۔ موصوف بہت ہی مشہور اور بڑے افسر تھے لیکن اس کے باوجود بہت ہی عاجزی رکھنے والے تھے۔ خلافت سے اور جماعت سے نہایت محبت کرنے والے تھے۔ جب بھی جماعت کو قربانی کی ضرورت ہوتی یا مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ نہایت خلوص دل سے مدد کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب انڈونیشیا گئے ہیں تو انہوں نے ان کے گھر میں ہی قیام فرمایا تھا اور سرکاری ملازم کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے مرحوم نے یہ کبھی نہیں چھپایا کہ وہ احمدی ہیں اور نہ بعد میں۔ حالانکہ مخالفت تو بعد میں زیادہ شروع ہو گئی تھی لیکن کبھی اپنا احمدی ہونا نہیں چھپایا۔ اپنے دوستوں کو تبلیغ کرنے میں مستعد تھے اور ایک معروف احمدی شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بجلی کمپنی کے سی ای او نے وزیر کو کہا کہ ڈیم کا پانی کم ہو رہا ہے اور کچھ عرصہ تک یہی حال رہا تو بجلی بند کرنی پڑے گی۔ تو منسٹر صاحب کو ان کی دعاؤں پہ کچھ یقین تھا۔ انہوں نے کہا کہ قیوم صاحب کے پاس جاؤ۔ تو یہ قیوم صاحب کے پاس آئے کہ میری مدد کریں تو انہوں نے کہا اچھا میری مدد! تم نے میرے سے مدد لینی ہے تو میرے ذریعہ سے پھر خلیفۃ المسیح کو، ہمارے امام کو خط لکھو اور اس نے یہ خط لکھا کہ دعا کریں یہ ہو جائے۔ کہتے ہیں منگل کو یہ خط انہوں نے دیا اور اگلے دن ہی موسلا دھار بارش ہو گئی اور ڈیم بھر گیا۔

جماعت کے لیے ان کی خدمات یہ ہیں کہ پارونگ میں ہیڈ کوارٹر کمپلیکس کی تعمیر میں کئی رکاوٹوں کا سامنا تھا۔ اس وقت کے رئیس التبلیغ محمود چیمہ صاحب تھے۔ اُنہوں نے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ فکر نہ کریں۔ مالی معاملات میں کوئی روک تھی، رقم کی کمی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں سارا خرچ ادا کروں گا اور سارا خرچ ادا کیا اور دو سالوں کے اندر ایک بڑی مسجد وہاں بن گئی۔ مرکزی گیسٹ ہاؤس اور مبلغین کے کوارٹرز کی تعمیر کا زیادہ تر حصہ بھی انہوں نے

ادا کیا۔ چار عدد کوارٹرز کے سو فیصد تعمیراتی اخراجات مرحوم کی طرف سے تھے۔ ایم ٹی اے انڈونیشیا کے ابتدائی دنوں میں قریباً تمام اخراجات مرحوم اور ان کی اہلیہ نے برداشت کیے۔ مغربی جکارتہ میں واقع سٹوڈیو کے لیے ان کا گھر استعمال کیا جاتا تھا۔ کارکنان کے الاؤنس کی ادائیگی کے اخراجات بھی مرحوم کی طرف سے تھے۔ انڈونیشیا میں ہومیو پیتھی کے ابتدائی دنوں میں ادویات سے لے کر کلینک کی جگہ تک کے تمام اخراجات مرحوم کی فیملی نے برداشت کیے۔ واحد سینئر ہائی سکول کے ابتدائی تعمیراتی اخراجات بھی مرحوم کے خاندان کے عطیات سے آئے۔ اس میں زیادہ تر حصہ انہی کا ہوتا تھا۔ قادیان میں انڈونیشین گیسٹ ہاؤس سرائے ایوب جو زیرِ تعمیر ہے اس کے لیے بھی انہوں نے نمایاں مالی قربانی کی۔ مرحوم نے مرکز کے گرد کافی زمین خریدی۔ پھر رہائش کے لیے جماعت کو دے دی۔ معصوم احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ انڈونیشیا لکھتے ہیں کہ بعض دفعہ جب میٹنگ ہوتی تھی تو عاملہ میں بڑی لمبی بحث چل جاتی تھی۔ لیکن امیر صاحب جو ان کے چھوٹے بھائی بھی ہیں اگر وہ کہتے تھے کہ اب اس معاملے کو ختم کریں تو فوری طور پر چپ ہو جاتے تھے اور اپنی مزید رائے نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم داؤدہ رزاقی یونس (Daouda Razaki Younus) صاحب بینن کا ہے۔ 27/ اگست کو چوہتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم بینن کے پہلے احمدیوں میں سے تھے۔ اپنے گھر میں اکیلے احمدی تھے۔ 1967ء میں اپنے بڑے بھائی ذکر اللہ داؤد صاحب مرحوم جو بینن کے سب سے پہلے احمدی تھے ان کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ ان کے بیوی بچے احمدی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے۔

میاں قمر احمد امیر و مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ فوت ہونے سے چند دن قبل قبولیت احمدیت کا واقعہ مجھے بتایا کہ جب میرے بڑے بھائی ذکر اللہ داؤد اجونائیجیریا میں احمدیت قبول کر چکے تھے ان کے احمدیت قبول کرنے کی خبر ملی اور ساتھ ہی لوگوں کی احمدیت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سنیں تو مَیں ان کو ملنے گیا۔ میں نے ان کو اَلَیْسَ اللّٰہُ کی انگوٹھی پہنے دیکھی تو میں نے فوراً اپنے بڑے بھائی سے پوچھا کہ یہ انگوٹھی کیسی پہن رکھی ہے اور آپ کے مذہب میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس پر قرآن مجید کی آیت لکھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں اور جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ پھر کہتے ہیں میں نے بھائی سے پوچھا کہ کیا احمدیت اسلام سے کوئی مختلف مذہب ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جس امام کا تم انتظار کر رہے ہو وہ آ گیا ہے اور یہی سچا اسلg ام ہے۔ پھر کہتے ہیں اس بات کو سن کے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کیا اور اسلامی اصول کی فلاسفی کا مطالعہ کیا اور میں نے احمدیت قبول کر لی۔

بینن کے پڑھے لکھے احمدیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ فرانس سے بزنس مینجمنٹ میں انہوں نے ماسٹرز کیا۔ بینن کے بجلی اور پانی کے نیشنل ڈائریکٹر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ نہایت بارعب، باریش، باوقار شخصیت تھے۔ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء سے بے پناہ محبت تھی۔ ان کی کتب کا مطالعہ آپ کا معمول تھا۔ بہت سے جماعتی عہدوں پر فائز رہے اور جماعت بینن کے لیے آپ کی بہت سی خدمات ہیں۔ یہ وہاں پہلے چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ تھے۔ شروع سے اس عہدے پر رہے۔ یہ

میڈیکل کیمپس لگایا کرتے تھے اور خود ڈاکٹرز کے ساتھ جا کر سارا سارا دن بغیر کچھ کھائے انسانی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔

ڈاکٹر قمر احمد علی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بینن میں بطور ڈاکٹر خدمت کی توفیق ملی وہ کہتے ہیں کہ میڈیکل کیمپس کے دوران خواہ تھکاوٹ ہوتی یا سفر کی وجہ سے لیٹ سوتے، ہمیشہ میں نے ان کو رات کو لمبی تہجد پڑھتے دیکھا ہے۔ جب بھی آنکھ کھلی ان کو تہجد پڑھتے دیکھا۔

مظفر احمد صاحب ظفر مبلغ سلسلہ کہہ رہے ہیں کہ جب بھی کوئی تقریر کرتے تو بڑے ہی درد کے ساتھ شرائط بیعت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے اور کہتے ہیں خاکسار کو کہا کرتے تھے کہ جب تک ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام یعنی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کو نہیں سمجھتا تو وہ مادیت پرست ہے۔

پھر امیر صاحب لکھتے ہیں کہ 2006ء میں جماعت کو تیس ایکڑ کا ایک قطعہ عنایت کیا۔ کہتے ہیں کہ 2021ء میں مَیں نے خواہش ظاہر کی کہ بینن میں مدرسۃ الحفظ کی بلڈنگ بنوا کر جماعت کو تحفہ پیش کریں تو انہوں نے بڑا مسکرا کر کہا کہ ان شاء اللہ، اور یہ شروع بھی ہو گیا ہے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر جماعت کے بچے پڑھ لکھ جائیں تو بینن کی جماعت افریقہ کی بڑی جماعتوں میں سے ہو گی۔ آپ بچوں کو جماعت کی قیمتی کتابیں بطور انعام دیا کرتے تھے۔ یتیم خانہ بیت الاکرام میں گئے تو ڈاکٹر ولید صاحب جو وہاں کے انچارج ہیں ان کو نصیحت کی کہ ان بچوں کی صحت اور سیکیورٹی کا بہت خیال رکھیں کیونکہ یہ ہماری جماعت اور قوم کے بچے ہیں اور ہم سب ان کے والدین ہیں اور دعائیں بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ نماز کے بعد ان کے جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 01/ اکتوبر 2019ء جلد 28 شمارہ 79 صفحہ 05 تا 10)

38

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 ستمبر 2021ء بمطابق 17 تبوک 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے واقعات کا ذکر چل رہا تھا۔ آج جنگِ یرموک کے بارے میں بیان کروں گا۔ **جنگِ یرموک کی** تاریخ کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت تو یہی ہے کہ یہ جنگ پندرہ ہجری کو لڑی گئی۔ بعض کے نزدیک یہ تیرہ ہجری میں فتح دمشق سے پہلے لڑی گئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کو سب سے پہلے جس جنگ میں فتح کی خوشخبری پہنچی وہ جنگِ یرموک ہی تھی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی وفات کو بیس دن گزر چکے تھے۔ بعض کے نزدیک فتحِ دمشق کی خوشخبری سب سے پہلے ملی تھی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جزء2صفحہ 141-143 دار الفکر بیروت 1995ء)

لیکن بہرحال دمشق کی فتح کی خوشخبری والی بات زیادہ صحیح لگتی ہے جو پہلے ہوئی۔ شواہد تو یہی بتاتے ہیں کہ جنگِ یرموک حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی لڑی گئی تھی۔ رومی جب شکست کھا کھا کر دِمَشْق اور حِمْص وغیرہ سے نکلے تھے تو اَنْطَاکِیہ پہنچے۔ انطاکیہ شام کا سرحدی شہر ہے۔ اور ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا ہے۔ ہرقل نے اس میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ عرب تم سے زور میں، جمعیت میں، ساز و سامان میں کم ہیں پھر تم ان کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں مقابلے میں ٹھہر سکتے؟ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن ایک تجربہ کار بڈھے نے عرض کی کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں ایک دوسرے سے برابری کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں۔ بدکاریاں کرتے ہیں۔ اقرار کی پابندی نہیں کرتے۔ اَوروں پر ظلم کرتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے کام میں توجوش ہے اور استقلال پایا جاتا ہے اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت اور استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

قیصر درحقیقت شام سے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن ہر شہر اور ہر ضلع سے جوق در جوق عیسائی فریادی چلے آتے تھے۔ قیصر کو سخت غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا کہ اپنی شہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلے میں صرف کر دیا جائے۔ روم، قُسْطَنْطِیْنِیَّہ، جزیرہ آرمینیا، ہر جگہ احکام بھیجے کہ تمام فوجیں اَنطاکیہ میں ایک تاریخ معین تک حاضر ہو جائیں۔ تمام اضلاع کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ جس قدر آدمی جہاں سے مہیا ہو

سکیں روانہ کیے جائیں۔ ان احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا ایک طوفان امڈ آیا۔ انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دَل پھیلا ہوا تھا۔ بے شمار فوج تھی۔

حضرت ابوعُبَیدہؓ نے جو مقامات فتح کر لیے تھے وہاں کے امراء اور رئیس ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ باوجود مخالفتِ مذہب کے انہوں نے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ ان کے ذریعہ سے حضرت ابوعُبَیدہؓ کو تمام واقعات کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے تمام افسروں کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک پُر اثر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانو! خدا نے تم کو بار بار جانچا اور تم اس کی جانچ پہ پورے اترے۔ چنانچہ اس کے صلہ میں خدا نے ہمیشہ تم کو مظفر و منصور رکھا، ہمیشہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اب تمہارا دشمن اس سازو سامان سے تمہارے مقابلے کے لیے چلا ہے کہ زمین کانپ اٹھی ہے۔ اب بتاؤ کیا صلاح ہے؟ یزید بن ابی سفیان امیر معاویہ کے بھائی تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میری رائے ہے کہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیں اور ہم خود شہر کے باہر لشکر آراہوں۔ اس کے ساتھ خالد اور عمرو بن عاص کو خط لکھا جائے کہ دمشق اور فلسطین سے چل کر مدد کو آئیں۔ یہاں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دمشق کی فتح پہلے تھی۔ شُرَحبیل بن حَسَنَہ نے کہا کہ اس موقع پر ہر شخص کو آزادانہ رائے دینی چاہیے۔ یزید نے جو رائے دی بلا شبہ خیر خواہی سے دی ہے لیکن میں اس کا مخالف ہوں۔ شہر والے تمام عیسائی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ تعصّب سے ہمارے اہل و عیال کو پکڑ کر قیصر کے حوالے کر دیں یا خود مار ڈالیں۔ خود ہی ان کے خلاف کھڑے ہو جائیں۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ اس کی تدبیر یہ ہے کہ ہم عیسائیوں کو شہر سے نکال دیں تو ہمارے بیوی بچے محفوظ ہو جائیں گے۔ شُرَحبیل نے اٹھ کر کہا کہ اے امیر! تجھ کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ہم نے ان عیسائیوں کو اس شرط پر امن دیا ہے کہ وہ شہر میں اطمینان سے رہیں اس لیے نقض عہد کیونکر ہو سکتا ہے؟ ہم ایک عہد کر چکے ہیں۔ کس طرح اس عہد کو توڑیں کہ ان کو شہر سے نکال دیں۔

حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اپنی غلطی تسلیم کی لیکن یہ بحث طے نہیں ہوئی کہ آخر کیا کیا جائے۔ عام حاضرین نے رائے دی کہ حِمص میں ٹھہر کے فوجی امداد کا انتظار کیا جائے۔ ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ اتنا وقت کہاں ہے؟ آخر یہ رائے ٹھہری کہ حِمص کو چھوڑ کر دِمَشق روانہ ہوں، وہاں خالد موجود ہیں اور عرب کی سرحد قریب ہے۔ یہ ارادہ مصمم ہو چکا تو حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حبیب بن مَسْلَمَہ کو جو افسر خزانہ تھے بلا کر کہا کہ عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے، جو بھی ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ تو اس لیے تھا کہ ان کی بہتری کے لیے ان کی حفاظت کے لیے کام ہو گا لیکن وہ ہم کر نہیں سکتے۔ اس لیے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس دے دو اور ان سے کہہ دو کہ ہم کو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت تمہاری حفاظت کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے **اس لیے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تمہیں واپس کیا جاتا ہے۔**

چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی کُل واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ

وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا تم کو واپس لائے۔ یہودیوں پر اس سے بھی زیادہ اثر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ تورات کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حِمص پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر شہر پناہ کے دروازے بند کر دیے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا۔ ابوعُبَیدہؓ نے صرف حِمص والوں کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا بلکہ جس قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی جس قدر رقم وصول ہوئی ہے واپس کر دی جائے۔ غرض ابوعُبَیدہ دمشق کو روانہ ہوئے اور ان تمام حالات سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر کہ مسلمان رومیوں کے ڈر سے حِمص چلے آئے ہیں نہایت رنجیدہ ہوئے لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ کُل فوج اور افسران فوج نے یہی فیصلہ کیا ہے تو فی الجملہ تسلی ہوئی اور فرمایا کہ خدا نے کسی مصلحت سے تمام مسلمانوں کو اس رائے پر متفق کیا ہو گا۔ یہ بھی حوالے ملتے ہیں کہ پہلے حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا تھا اور حضرت عمرؓ نے ہی فرمایا تھا کہ اگر تم حفاظت نہیں کر سکتے تو ان کا سب کچھ، جو کچھ بھی جزیہ وغیرہ لیا ہے واپس کرو۔ ابوعُبَیدہؓ کو حضرت عمرؓ نے جواب لکھا کہ میں مدد کے لیے سعید بن عامر کو بھیجتا ہوں لیکن فتح و شکست فوج کی قلت و کثرت پر نہیں ہوا کرتی۔ ابوعُبَیدہؓ نے دمشق پہنچ کر تمام افسروں کو جمع کیا اور ان سے مشاورت کی۔ یزید بن ابی سُفیان، شُرَحبِیل بن حَسَنَہ، مُعَاذ بن جبل سب نے مختلف رائیں دیں۔ اسی اثنا میں عمرو بن عاص کا قاصد خط لے کر پہنچا جس کا یہ مضمون تھا کہ اردن کے اضلاع میں عام بغاوت پھیل گئی ہے اور رومیوں کی آمد آمد نے سخت تہلکہ ڈال دیا ہے اور حِمص کو چھوڑ کر چلے آنا نہایت بے رعبی کا سبب ہوا ہے۔

ابوعُبَیدہؓ نے جواب میں لکھا کہ حِمص کو ہم نے ڈر کر نہیں چھوڑا بلکہ مقصود یہ تھا کہ دشمن محفوظ مقامات سے نکل آئے اور اسلامی فوجیں جو جابجا پھیلی ہوئی ہیں یکجا ہو جائیں اور خط میں یہ بھی لکھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ٹلو۔ میں وہیں آکر تم سے ملتا ہوں۔ دوسرے دن ابوعُبَیدہؓ دمشق سے روانہ ہو گئے اور اردن کی حدود میں یرموک پہنچ کر قیام کیا۔ یرموک شام کے نواح میں نشیبی وادی تھی جہاں دریائے اردن بہتا تھا۔ عمرو بن عاص بھی یہیں آکر ملے۔ یہ موقع جنگ کی ضرورتوں کے لیے اس لحاظ سے مناسب تھا کہ عرب کی سرحد بہ نسبت اَور تمام مقامات کے یہاں سے قریب تھی اور پشت پر عرب کی سرحد تک کھلا میدان تھا جس سے یہ موقع حاصل تھا کہ ضرورت پر جہاں تک چاہیں پیچھے ہٹتے جائیں۔

حضرت عمرؓ نے سعید بن عامر کے ساتھ جو فوج روانہ کی تھی وہ ابھی نہیں پہنچی تھی۔ ادھر رومیوں کی آمد اور ان کے سامان کا حال سن کر مسلمان گھبرائے جاتے تھے۔ ابوعُبَیدہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس ایک اَور قاصد دوڑایا اور لکھا کہ رومی بحر و بر سے اُبل پڑے ہیں اور جوش کا یہ حال ہے کہ فوج جس راہ سے گزرتی ہے راہب اور خانقاہ نشین جنہوں نے کبھی خلوت سے قدم باہر نہیں نکالا وہ بھی نکل نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ جب یہ خط پہنچا تو حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور خط پڑھ کر سنایا۔ تمام صحابہ بے اختیار رو پڑے اور نہایت جوش کے ساتھ پکار کر کہا کہ امیر المومنین! خدا کے لیے ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھائیوں پر جا کر نثار ہو جائیں۔

خدانخواستہ ان کا بال بھی بیکا ہوا تو پھر جینا بے سود ہے۔ مہاجرین و انصار کا جوش بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ امیر المومنین! آپؓ خود سپہ سالار بنیں اور ہمیں ساتھ لے کر چلیں لیکن اَور صحابہ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور رائے یہ ٹھہری کہ اَور امدادی فوجیں بھیجی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے قاصد سے دریافت کیا کہ دشمن کہاں تک آ گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ یرموک سے تین چار منزل کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نہایت غمزدہ ہوئے اور فرمایا کہ افسوس اب کیا ہو سکتا ہے۔ اتنے عرصہ میں کیونکر مدد پہنچ سکتی ہے؟ ابوعُبَیدہؓ کے نام نہایت پُر تاثیر الفاظ میں ایک خط لکھا اور قاصد سے کہا کہ خود ایک ایک صف میں جا کر یہ خط سنانا اور زبانی کہنا کہ عمر تم لوگوں کو سلام کہتا ہے اور کہتے ہیں کہ اے اہل اسلام! بے جگری سے لڑو اور اپنے دشمنوں پر شیروں کی طرح جھپٹو اور تلواروں سے ان کی کھوپڑیوں کو کاٹ ڈالو اور چاہیے کہ وہ لوگ تمہارے نزدیک چیونٹیوں سے بھی حقیر ہوں۔ ان کی کثرت تم لوگوں کو خوفزدہ نہ کرے اور تم میں سے جو ابھی تم سے نہیں ملے ان کی وجہ سے پریشان نہ ہونا۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس دن قاصد ابوعُبَیدہ کے پاس آیا اسی دن سعید بن عامر بھی ہزار آدمی کے ساتھ پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو نہایت تقویت ہوئی اور انہوں نے نہایت استقلال کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع کیں۔

معاذ بن جبلؓ کو جو بڑے رتبے کے صحابی تھے مَیْمَنَہ پر مقرر کیا۔ قُبَاثْ بن اَشْیَمْ کو مَیْسَرَہ اور ہاشم بن عُتْبہ کو پیدل فوج کی افسری دی۔ اپنے رکاب کی فوج کے چار حصے کیے۔ ایک کو اپنی رکاب میں رکھا باقی پر قَیس بن ھُبَیْرَہ، مَیْسَرَہ بن مَسْرُوق، عَمرو بن طُفَیل کو مقرر کیا۔ یہ تینوں بہادر تمام عرب میں انتخاب تھے یعنی بہت بہادر کہلائے جاتے تھے اور اس وجہ سے 'فارس العرب' کہلاتے تھے۔ رومی بھی بڑے سروسامان سے نکلے تھے۔ دو لاکھ سے زیادہ جمعیت تھی اور چوبیس صفیں تھیں جن کے آگے آگے ان کے مذہبی پیشوا ہاتھوں میں صلیبیں لیے جوش دلاتے جاتے تھے۔

فوجیں بالمقابل آ گئیں تو ایک بِطْرِیق صف چیر کر نکلا اور کہا کہ میں تنہا لڑنا چاہتا ہوں۔ بِطْرِیق عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کو کہتے ہیں۔ مَیْسَرَہ بن مسروق نے گھوڑا بڑھایا مگر چونکہ حریف نہایت تنومند اور جوان تھا۔ خالد نے روکا اور قیس بن ھُبَیْرَہ کی طرف دیکھا۔ وہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ قیس اس طرح جھپٹ کر پہنچے کہ بِطْرِیق ہتھیار بھی نہیں سنبھال سکا اور ان کا وار چل گیا۔ تلوار سر پر پڑی اور خود کو کاٹتی ہوئی گردن تک اتر گئی۔ بِطْرِیق ڈگمگا کر گھوڑے سے گرا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ خالد نے کہا شگون اچھا ہے اور اب خدا نے چاہا تو آگے فتح ہماری ہے۔ عیسائیوں نے خالد کے ہمرکاب افسروں کے مقابلے میں جدا جدا فوجیں متعین کیں لیکن سب نے شکست کھائی اور اس دن یہیں تک نوبت پہنچی کہ لڑائی ملتوی ہو گئی۔

رومیوں نے جب دیکھا کہ ہم تو شکست کھا رہے ہیں تو رات کو رومیوں کے سپہ سالار باہان نے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ عربوں کو شام کی دولت کا مزہ پڑ چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مال وزر کی طمع دلا کر ان کو یہاں سے ٹالا جائے بجائے جنگ کرنے کے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن ابوعُبَیدہؓ کے پاس قاصد بھیجا کہ کسی

معزز افسر کو ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم اس سے صلح کے متعلق گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ ابوعُبَیدہؓ نے خالد کا انتخاب کیا۔ قاصد جو پیغام لے کر آیا اس کا نام جارج تھا۔ اردو سیرت نگاروں نے جارج لکھا ہے لیکن عرب دانوں کے لیے میں بتا دوں کہ عربی کتب میں اس کا نام جَرجَہ بیان ہوا ہے۔ بہرحال جس وقت وہ پہنچا اس وقت شام ہو چکی تھی۔ ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی۔ مسلمان جس ذوق و شوق سے تکبیر کہہ کر کھڑے ہوئے اور جس محویت اور سکون اور وقار اور ادب و خضوع سے انہوں نے نماز ادا کی۔ قاصد نہایت حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتا رہا یہاں تک کہ جب نماز ہو چکی تو اس نے ابوعُبَیدہؓ سے چند سوالات کیے جن میں ایک یہ تھا کہ تم عیسیٰ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ ابوعُبَیدہؓ نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھیں کہ

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ (آل عمران:60)

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۔ لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء:172-173)

کہ (یاد رکھو) عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک یقیناً آدم کے حال کی طرح ہے۔ اسے یعنی آدم کو اس نے خشک مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس کے متعلق کہا کہ تُو وجود میں آجا تو وہ وجود میں آنے لگا۔ اے اہل کتاب! تو اپنے دین کے معاملے میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے متعلق سچی بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا صرف ایک رسول اور اس کی ایک بشارت تھا جو اس نے مریم پر نازل کی تھی اور اس کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اس لیے تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ اس امر سے باز آجاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ کی حفاظت کے بعد اور کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ مسیح ہرگز اس امر کو برا نہیں منائے گا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ متصور ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اسے برا منائیں گے۔

بہرحال ترجمہ کرنے والے نے ان آیات کا ترجمہ کیا تو جارج جو قاصد تھا بے اختیار پکار اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ کے یہی اوصاف ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا پیغمبر سچا ہے۔

یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور وہ اپنی قوم کے پاس واپس نہیں جانا چاہتا تھا لیکن حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان نہ ہو اُسے مجبور کیا اور کہا کہ کل یہاں سے ہمارا جو سفیر جائے گا اس کے ساتھ واپس چلے آنا، ابھی تم واپس جاؤ۔ دوسرے دن حضرت خالدؓ رومیوں کی لشکر گاہ میں گئے۔ رومیوں نے اپنی شوکت دکھانے کے لیے پہلے سے ہی انتظام کر رکھا تھا کہ راستے کے دونوں جانب دور تک سواروں کی صفیں قائم تھیں جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے لیکن حضرت خالدؓ نے اس بے پرواہی اور تحقیر

کی نگاہ سے ان پر نظر ڈالی اور اس طرح نظر ڈالتے جاتے تھے جس طرح شیر بکریوں کے ریوڑ کو چیرتا چلا جاتا ہے۔

بَاہَان کے خیمے کے پاس پہنچے تو اس نے نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا اور لا کر اپنے پاس اپنے برابر بٹھایا۔ مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی۔ بَاہَان نے معمولی بات چیت کے بعد لیکچر کے طریقے پر تقریر شروع کی۔ حضرت عیسیٰ کی تعریف کے بعد قیصر کا نام لیا اور فخر سے کہا کہ ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ مترجم نے ان الفاظ کا ابھی پورا ترجمہ نہیں کیا تھا کہ خالد نے بَاہَان کو روک دیا اور کہا کہ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہو گا لیکن ہم نے جس کو سردار بنایا ہے اس کو ایک لمحے کے لیے بھی اگر بادشاہی کا خیال آئے تو ہم فوراً اس کو معزول کر دیں۔

بَاہَان نے پھر تقریر شروع کی اور اپنی جاہ و دولت کا فخر بیان کر کے کہا۔ اہل عرب! تمہاری قوم کے لوگ ہمارے ملک میں آ کر آباد ہوئے۔ ہم نے ہمیشہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کیے۔ ہمارا خیال تھا کہ ان مراعات کا تمام عرب ممنون ہو گا لیکن خلافِ توقع تم ہمارے ملک پر چڑھ آئے اور چاہتے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ بہت سی قوموں نے بارہا ایسے ارادے کیے لیکن کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب تم جو ہو تمام دنیا میں تم سے زیادہ کوئی قوم جاہل نہیں ہے۔ وحشی اور بے ساز و سامان نہیں ہے، تمہیں یہ حوصلہ ہوا ہے کہ ہمارے پہ چڑھائی کر دو لیکن ہم اس پر بھی درگزر کرتے ہیں بلکہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سپہ سالار کو دس ہزار دینار اور افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دلا دیے جائیں گے۔ حالانکہ ایک بہت بڑی فوج تو خود انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جمع کی تھی کہ مسلمانوں کو ختم کیا جائے لیکن جب دیکھا کہ جنگ جیتنا آسان نہیں تو پھر یہ شرطیں لگائیں۔ بہرحال بَاہَان اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت خالدؓ اٹھے اور حمد و نعت کے بعد کہا کہ بے شبہ تم دولت مند ہو، مالدار ہو، صاحبِ حکومت ہو۔ تم نے اپنے ہمسایہ عربوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی ہمیں معلوم ہے لیکن یہ تمہارا کچھ احسان نہ تھا بلکہ اشاعتِ مذہب کی ایک تدبیر تھی۔ تم اپنا مذہب پھیلانا چاہتے تھے جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ عرب عیسائی ہو گئے اور آج خود ہمارے مقابلے میں تمہارے ساتھ ہو کر ہم سے لڑ رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہم نہایت محتاج، تنگ دست اور خانہ بدوش تھے۔ ہمارے ظلم و جہالت کا یہ حال تھا کہ قوی جو مضبوط آدمی تھا وہ کمزور کو پیس ڈالتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑ لڑ کر برباد ہوتے جاتے تھے لیکن خدا نے ہم پر رحم کیا اور ایک پیغمبر بھیجا جو خود ہماری قوم سے تھا اور ہم میں سب سے زیادہ شریف، زیادہ فیاض، زیادہ پاک خُو تھا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی اور بتلا دیا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اولاد نہیں رکھتا، وہ بالکل یکتا و یگانہ ہے۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم ان عقائد کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں جس نے ان کو مانا وہ مسلمان ہے اور ہمارا بھائی ہے۔ جس نے نہ مانا لیکن جزیہ دینا قبول کرتا ہے اس کے ہم حامی اور محافظ ہیں۔ جس کو دونوں سے انکار ہے اس کے لیے تلوار ہے۔ جو نہیں مانتے اور پھر لڑائی کرنے کو بھی تیار ہیں تو پھر ہم بھی تیار ہیں۔ بَاہَان نے جزیہ کا نام سن کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ مر کر بھی جزیہ نہ دیں گے۔ ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔ غرض کوئی معاملہ طے نہیں ہوا اور خالد اٹھ کر چلے آئے۔ اب اس آخری لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ اس کے بعد رومی پھر کبھی سنبھل نہ سکے۔ حضرت خالدؓ کے چلے آنے کے بعد باہان نے سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ تم نے سنا، اہل عرب کا دعویٰ ہے کہ جب

تک تم ان کی رعایا نہ بن جاؤ ان کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ تمہیں ان کی غلامی منظور ہے؟ تمام افسروں نے بڑے جوش سے کہا کہ ہم مر جائیں گے مگر یہ ذلت گوارا نہیں ہو سکتی۔

صبح ہوئی تو رومی اس جوش اور سروسامان سے نکلے کہ مسلمانوں کو بھی حیرت ہو گئی۔ حضرت خالدؓ نے یہ دیکھ کر عرب کے عام قاعدے کے خلاف نئے طور سے فوج آرائی کی۔ جب حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ رومی اس جوش اور سروسامان سے نکلے ہیں تو انہوں نے عرب کا جو عام قاعدہ تھا لڑائی کرنے کا اس کے خلاف، اس کے الٹ ایک نئے طریقے سے فوج کو سامنے کھڑا کیا۔ اور فوج جو تیس پینتیس ہزار تھی اس کے چھتیس حصے کیے اور آگے پیچھے نہایت ترتیب کے ساتھ اس قدر صفیں قائم کیں۔ قلب ابوعُبَیدہ کو دیا، مَیمَنہ پر عَمرو بن عاص اور شُرَحبیل مامور ہوئے، مَیسَرہ یزید بن ابوسفیان کی کمان میں تھا۔ ان کے علاوہ ہر صف پر الگ الگ جو افسر متعین کیے تو چن کر ان لوگوں کو کیا جو بہادری اور فنونِ جنگ میں شہرت عام رکھتے تھے۔ خطباء جو اپنے زور کلام سے لوگوں میں ہلچل ڈال دیتے تھے، ایسے خطیب تھے جو لوگوں میں جوش پیدا کرنے والے تھے اس خدمت پر مامور ہوئے کہ پُرجوش تقریروں سے فوج کو جوش دلائیں۔ انہی میں ابوسفیان بھی تھے جو فوجوں کے سامنے یہ الفاظ کہتے پھرتے تھے کہ اللہ! اللہ! تم لوگ عرب کے محافظ اور اسلام کے مددگار ہو۔ اور وہ لوگ روم کے محافظ اور شرک کے مددگار ہیں۔ اے اللہ! یہ دن تیرے ایام میں سے ہے۔ اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنی مدد نازل فرما۔

عمرو بن عاص کہتے پھرتے تھے کہ اے لوگو! اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ اور اپنے نیزوں کو تان لو اور اپنی جگہ اور اپنی صفوں میں جم جاؤ۔ جب تمہارا دشمن تم پر حملہ آور ہو تو انہیں مہلت دو یہاں تک کہ جب وہ نیزوں کی انیوں کی زد میں آجائے تو ان پر شیروں کی طرح جھپٹ پڑو۔ اس خدا کی قسم! جو راستی پر خوش ہوتا ہے اور اس پر ثواب دیتا ہے اور جو جھوٹ سے ناراض ہوتا ہے اور اس پر سزا دیتا ہے اور احسان کی جزا دیتا ہے، یقیناً مجھے یہ خبر ملی ہے کہ مسلمان بستی کے بعد بستی اور محل کے بعد محل کو فتح کرتے ہوئے اس ملک پر فتح حاصل کریں گے۔ پس ان لوگوں کی جمعیت اور ان کی تعداد تمہیں خوف زدہ نہ کرے۔ اگر تم لوگوں نے ثابت قدمی سے لڑائی کی تو یہ لوگ حَجَلْ یعنی تیتر جو ایک پرندہ ہے اس کے بچوں کی طرح خوف زدہ ہو کر منتشر ہو جائیں گے۔

مسلمان فوج کی تعداد اگرچہ کم تھی یعنی تیس پینتیس ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے لیکن تمام عرب میں منتخب تھے۔ ان میں سے خاص وہ بزرگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تھا ایک ہزار تھے۔ سو بزرگ وہ تھے جو جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ عرب کے مشہور قبائل میں سے دس ہزار سے زیادہ صرف اَزْد کے قبیلے کے لوگ تھے۔ حِمْیَرْ کی ایک بڑی تعداد، جماعت تھی۔ ہَمْدَان، خَوْلَان، لَخْم، جُذَام وغیرہ کے مشہور بہادر تھے۔ اس معرکے کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ عورتیں بھی اس میں شریک تھیں اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ امیر معاویہ کی ماں، ابوسفیان کی بیوی ہند، حضرت ہندؓ جو بعد میں اسلام لے آئی تھیں حملہ کرتی ہوئی بڑھتی تھیں تو پکارتی تھیں کہ تم ان نامختونوں یعنی ان کافروں کو اپنی تلواروں سے کاٹ کر رکھ دو۔ اسی طرح ابوسفیان کی بیٹی اور امیر معاویہ کی بہن جُوَیْرِیَہ نے ایک جماعت کے ساتھ نکل کر، اپنے شوہر کے ساتھ

مل کر رومی فوج کا مقابلہ کیا اور ایک شدید لڑائی میں شہید ہو گئیں۔ مِقْدَاد جو نہایت خوش آواز تھے فوج کے آگے آگے سورہ اَنْفَال جس میں جہاد کی ترغیب ہے تلاوت کرتے جاتے تھے۔

ادھر رومیوں کے جوش کا یہ عالَم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں کہ ہٹنے کا خیال تک نہ آئے اور اپنے پاؤں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا۔

جنگ کی ابتداء رومیوں کی طرف سے ہوئی۔ دو لاکھ کاٹڈی دل لشکر ایک ساتھ بڑھا۔ ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں میں صلیب لیے آگے بڑھے اور حضرت عیسیٰ کی جے پکارتے آتے تھے۔ یہ ساز و سامان دیکھ کر ایک شخص کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ اللہ اکبر! کس قدر بے انتہا فوج ہے۔ حضرت خالدؓ نے جوش سے کہا چپ رہ۔ خدا کی قسم! میرے گھوڑے کے سُم اچھے ہوتے تو میں کہہ دیتا کہ عیسائی اتنی ہی فوج اَور بڑھا لیں۔ غرض عیسائیوں نے نہایت زور شور سے حملہ کیا اور تیروں کا مینہ برساتے بڑھے۔ مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا مَیمَنہ ٹوٹ کر فوج سے الگ ہو گیا اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا۔ ہزیمت یافتہ ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک پہنچ گئے۔ عورتوں کو مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر سخت غصہ آیا اور خیمہ کی لکڑیاں اکھاڑ لیں اور پکاریں کہ نامرادو! اِدھر آئے تو لکڑیوں سے تمہارے سر توڑ دیں گی۔ **ہند ابوسفیان کی بیوی ہاتھوں میں لاٹھی لے کر** آگے بڑھی۔ دیگر خواتین بھی ان کے پیچھے پیچھے آگے بڑھیں۔ ہند نے ابوسفیان کو بھاگتے دیکھا تو ان کے گھوڑے کے منہ پر میخ مارتے ہوئے کہا کہ کدھر جا رہے ہو؟ واپس آؤ اور جنگ کے میدان میں جاؤ۔

اسی طرح ایک اَور روایت ہے اس کے مطابق ہند لکڑی اٹھا کر ابوسفیان کی طرف لپکیں اور کہا کہ خدا کی قسم! تم دینِ حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے سچے رسولؐ کو جھٹلانے میں بہت سخت تھے۔ آج موقع ہے کہ میدانِ جنگ میں دینِ حق کی سربلندی اور رسولِ خداؐ کی خوشنودی کے لیے اپنی جان قربان کر دو اور خدا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ۔ ابوسفیان کو سخت غیرت آئی اور پلٹ کر شمشیر بدست دشمن کے ٹڈی دل لشکر میں گھس گیا۔

ایک اَور بہادر مسلمان عورت جن کا نام خولہ تھا وہ یہ شعر پڑھ کر لوگوں کو غیرت دلاتی تھیں کہ

يَا هَارِبًا عَنْ نِسْوَةٍ تَقِيَّاتٍ
فَعَنْ قَلِيْلٍ مَا تَرٰي سَبِيَّاتٍ
وَلَا حَظِيَّاتٍ وَلَا رَضِيَّاتٍ

کہ اے تقویٰ شعار عورتوں سے بھاگنے والے! عنقریب تُو انہیں قیدی دیکھے گا۔ نہ وہ بلند مرتبہ پر ہوں گے اور نہ ہی وہ پسندیدہ ہوں گے۔ یہ حالت دیکھ کر مُعَاذ بن جَبَلؓ جو مَیمنہ کے ایک حصہ کے سپہ سالار تھے، گھوڑے سے کود پڑے اور کہا کہ مَیں تو پیدل لڑتا ہوں لیکن کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے۔ ان کے بیٹے نے کہا کہ ہاں یہ حق مَیں ادا کروں گا کیونکہ مَیں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں۔ غرض دونوں باپ بیٹے فوج میں گھس گئے اور دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں سنبھل گئے۔ ساتھ ہی حَجَّاجؓ جو قبیلہ

زبیدہ کے سردار تھے، پانچ سو آدمی لے کر بڑھے اور عیسائیوں کو جو مسلمانوں کا تعاقب کرتے چلے آتے تھے روک لیا۔ مَیْمَنہ میں قبیلہ اَزْد شروع حملہ سے ثابت قدم رہا۔ عیسائیوں نے لڑائی کا سارا زور ان پر ڈالا لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے۔ جنگ میں یہ شدت تھی کہ فوج میں ہر طرف سر، ہاتھ، بازو کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے لیکن ان کے پایہ ثبات کو لغزش نہیں آتی تھی۔

عَمرو بن طُفَیل جو قبیلہ کے سردار تھے تلوار مارتے جاتے تھے اور للکارتے جاتے تھے کہ اَزْدیو! دیکھنا مسلمانوں پر تمہاری وجہ سے داغ نہ آئے۔ نو بڑے بڑے بہادر ان کے ہاتھ سے مارے گئے اور آخر خود بھی وہ شہید ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو پیچھے لگا رکھا تھا۔ دفعۃً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں پلٹ دیں۔ عکرمہ نے جو ابوجہل کے فرزند تھے گھوڑا آگے بڑھایا اور کہا عیسائیو! میں کسی زمانے میں کفر کی حالت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہوں۔ کیا آج تمہارے مقابلے میں میرا پاؤں پیچھے پڑ سکتا ہے۔ یہ کہہ کر فوج کی طرف دیکھا اور کہا مرنے پر کون بیعت کرتا ہے! چار سو شخصوں نے جن میں ضرار بن اَزْد بھی تھے مرنے پر بیعت کی اور اس ثابت قدمی سے لڑے کہ قریباً سب کے سب وہیں کٹ کر رہ گئے۔ عکرمہ کی لاش مقتولوں کے ڈھیر میں ملی۔ کچھ کچھ دم باقی تھا۔ خالدؓ نے اپنی رانوں پر ان کا سر رکھا اور گلے میں پانی ٹپکا کر کہا خدا کی قسم! عمرؓ کا گمان غلط تھا کہ ہم شہید ہو کر نہ مریں گے۔ غرض عکرمہؓ اور ان کے ساتھی گو خود ہلاک ہو گئے لیکن رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دیے۔

خالدؓ کے حملوں نے اَور بھی ان کی طاقت توڑ دی یہاں تک کہ آخر ان کو پیچھے ہٹنا پڑا اور خالدؓ ان کو دباتے ہوئے سپہ سالار دُرُنْجَار تک پہنچ گئے۔ دُرُنْجَار اور رومی افسروں نے آنکھوں پر رومال ڈال لیے کہ اگر یہ آنکھیں فتح کی صورت نہ دیکھ سکیں تو شکست بھی نہ دیکھیں۔ عین اسی وقت جب ادھر مَیْمَنَہ میں بازارِ قِتال گرم تھا تو اِبنِ قَنَاطِیْر، جو رومیوں کے مَیْسَرَہ کا سردار تھا، نے مَیْسَرَہ پر حملہ کیا۔ بدقسمتی سے اس حصہ میں اکثر لَخْم وغَسَّان کے قبیلے کے آدمی تھے جو شام کے اطراف میں بود و باش رکھتے تھے اور ایک مدت سے روم کے باج گزار تھے۔

رومیوں کو ٹیکس دیا کرتے تھے تو رومیوں کا جو رعب ان کے دلوں میں سمایا ہوا تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پہلے ہی حملے میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمان ہونے کے باوجود بھی وہ پرانا رعب چل رہا تھا اس سے خوفزدہ ہو گئے، پاؤں اکھڑ گئے لیکن بہرحال افسروں نے بھی جرأت دکھائی۔ اگر افسروں نے بے ہمتی کی ہوتی تو لڑائی کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ رومی بھاگتے ہوؤں کا پیچھا کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتیں یہ حالت دیکھ کر بے اختیار نکل پڑیں اور ان کی پامردی نے عیسائیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ فوج اگرچہ ابتر ہو گئی تھی لیکن افسروں میں سے قُبَاث بن اَشْیَم، سعید بن زید، یزید بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، شُرَحْبِیل بن حسنہ دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ قُبَاث کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ کر گرتے جاتے تھے مگر ان کے تیور پر بل نہ آتا تھا۔ نیزہ ٹوٹ کر گرتا تو کہتے کوئی ہے جو اس شخص کو ہتھیار دے جس نے خدا سے اقرار کیا ہے کہ میدان جنگ سے ہٹے گا تو مر کر ہٹے گا۔ لوگ فوراً تلوار یا نیزہ ان کے ہاتھ میں لا کر دے دیتے اور پھر وہ شیر کی طرح جھپٹ کر دشمن پر جا پڑتے۔ اَبُوالْاَعْوَر گھوڑے سے کود

پڑے اور اپنی رکاب کی فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ صبر و استقلال دنیا میں عزت ہے اور عقبیٰ میں رحمت۔ دیکھنا یہ دولت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ سعید بن زید غصہ میں گھٹنے ٹیکے ہوئے کھڑے تھے۔ رومی ان کی طرف بڑھے تو شیر کی طرح جھپٹے اور مقدمے کے افسر کو مار کر گرا دیا۔ یزید بن ابوسفیان معاویہ کے بھائی بڑی ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے باپ ابوسفیان جو فوج کو جوش دلاتے پھرتے تھے ان کی طرف آ نکلے اور بیٹے کو دیکھ کر کہا کہ اے میرے بیٹے! اس وقت میدان میں ایک ایک سپاہی شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہے۔ تُو سپہ سالار ہے اور سپاہیوں کی بہ نسبت تجھ پر شجاعت کا حق زیادہ ہے۔ تیری فوج میں سے ایک سپاہی بھی اس میدان میں تجھ سے بازی لے گیا تو تیرے لیے شرم کی جگہ ہے۔ شُرَحبِیل کا یہ حال تھا کہ رومیوں کا چاروں طرف سے نرغہ تھا اور یہ بیچ میں پہاڑ کی طرح کھڑے تھے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ۔ (التوبۃ:111)

کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس وعدے کے ساتھ خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی کیونکہ وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس یا تو وہ اپنے دشمنوں کو مار لیتے ہیں یا خود مارے جاتے ہیں اور نعرہ مارتے تھے کہ خدا کے ساتھ سودا کرنے والے اور خدا کے ہمسایہ بننے والے کہاں ہیں؟ یہ آواز جس کے کان میں پڑی، بے اختیار لَوٹ پڑا یہاں تک کہ اکھڑی ہوئی فوج پھر سنبھل گئی اور شُرَحبِیل نے ان کو لے کر اس بہادری سے جنگ کی کہ رومی جو لڑتے چلے آتے تھے بڑھنے سے رک گئے۔ ادھر عورتیں خیموں سے نکل نکل کر فوج کی پشت پر آ کھڑی ہوئیں اور چلّا کر کہتی تھیں کہ میدان سے قدم ہٹایا تو پھر ہمارا منہ نہ دیکھنا۔ لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے بلکہ غلبہ کا پلہ رومیوں کی طرف تھا جو دفعۃً قَیس بن ھُبَیْرَہ جن کو خالدؓ نے فوج کا ایک حصہ دے کر مَیْسَرہ کی پشت پر متعین کر دیا تھا عقب سے نکلے اور اس طرح ٹوٹ کر حملہ کیا کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی۔ تمام صفیں ابتر ہو گئیں اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔ ساتھ ہی سعید بن زید نے قلب سے نکل کر حملہ کیا۔ رومی دور تک ہٹتے چلے گئے یہاں تک کہ میدان کے سرے پر جو نالہ تھا اس کے کنارے تک آ گئے۔ تھوڑی دیر میں ان کی لاشوں نے وہ نالہ بھر دیا اور میدان خالی ہو گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس اہم ترین جنگ میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار کیا۔

اس لڑائی کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی حَبَاسْ بن قَیس جو ایک بہادر سپاہی تھے بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ اسی اثنا میں کسی نے ان کے پاؤں پر تلوار ماری اور ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا۔ حَبَاسْ کو خبر تک نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ میرے پاؤں کا کیا ہوا؟ جب پاؤں کی طرف دیکھا تو خیال آیا کہ پاؤں دیکھوں کہاں ہے تو پھر پتہ لگا کہ پاؤں غائب ہے۔ ان کے قبیلے کے لوگ اس واقعہ پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔

رومیوں کے کس قدر آدمی مارے گئے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ طبری اور اَزْدی نے لاکھ سے زیادہ

بیان کیا ہے۔ بلاذری نے ستر ہزار لکھا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے تین ہزار کا نقصان ہوا جن میں عکرمہ، ضِرَار بن اَزْوَر، ھِشَام بن عَاصِی، اَبان بن سعید وغیرہ تھے۔ قیصر انطاکیہ میں تھا کہ اس کو شکست کی خبر پہنچی۔ اسی وقت اس نے قسطنطنیہ کی تیاری کی اور چلتے وقت شام کی طرف رُخ کر کے کہا کہ "الوداع اے شام!" ابوعُبَیدہ نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری کا خط لکھا اور ایک مختصر سی سفارت بھیجی جن میں حُذَیفہ بن یَمان بھی تھے۔ حضرت عمرؓ یرموک کی خبر کے انتظار میں کئی دن سے سوئے نہیں تھے۔ فتح کی خبر پہنچی تو دفعۃً سجدے میں گرے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 119 تا 130 دار الاشاعت کراچی 1991ء)(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله ﷺ والثلاثة الخلفاء جزء2 صفحه271۔ دار الكتب العلمية بيروت 1420ھ) (فتوح الشام ازواقدی جزء 1صفحه 242 المكتبة التوفيقيه مصر2008ء)(تاریخ الطبری لابن جریر الجزء ثانی صفحہ 338 دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)(تاریخ اسلام کی بہادر خواتین صفحہ 116 از مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی۔ مکتبہ عمر فاروق کراچی 2011ء)(البداية والنهاية جلد9 صفحه560 دار هجر 1998ء)

یرموک کے لیے حِمص سے اسلامی فوج کو عارضی طور پر جانا پڑا تھا اس پر ان لوگوں سے لیا گیا جزیہ انہیں واپس کر دیا گیا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ:

"صحابہؓ نے جس وقت رومی حکومت کے ساتھ مقابلہ کیا اور بڑھتے بڑھتے یروشلم پر جو عیسائیوں کی مذہبی جگہ ہے قابض ہو گئے اور پھر اس سے بھی آگے بڑھنا شروع ہوئے تو عیسائیوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کا مذہبی مرکز مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہے ان کو وہاں سے نکالنے کے لئے آخری جدوجہد کا ارادہ کیا اور چاروں طرف مذہبی جہاد کا اعلان کر کے عیسائیوں میں ایک جوش پیدا کر دیا گیا۔ اور بڑی بھاری فوجیں جمع کر کے اسلامی لشکر پر حملہ کی تیاری کی۔ ان کے اس شدید حملہ کو دیکھ کر مسلمانوں نے جو اُن کے مقابلہ میں نہایت قلیل تعداد میں تھے عارضی طور پر پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا اور اسلامی سپہ سالار نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ دشمن اتنی کثیر تعداد میں ہے اور ہماری تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا اس لشکر کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے آپ اگر اجازت دیں تو جنگی صف بندی کو سیدھا کرنے اور محاذ جنگ کو چھوٹا کرنے کے لیے اسلامی لشکر پیچھے ہٹ جائے تا تمام جمعیت کو یکجا کر کے مقابلہ کیا جا سکے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ ہم نے ان علاقوں سے جو فتح کر رکھے ہیں لوگوں سے ٹیکس بھی وصول کیا ہوا ہے۔ اگر آپ ان علاقوں کو چھوڑنے کی اجازت دیں تو یہ بتائیں کہ اس ٹیکس کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ محاذ کو چھوٹا کرنے اور اسلامی طاقت کو یکجا کرنے کے لئے پیچھے ہٹنا اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں لیکن یہ یاد رکھو کہ ان علاقوں کے لوگوں سے ٹیکس اس شرط پر وصول کیا گیا تھا کہ اسلامی لشکر ان کی حفاظت کرے گا اور جب اسلامی لشکر پیچھے ہٹے گا تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ ان علاقوں کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس سے جو کچھ وصول کیا گیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے۔

جب حضرت عمرؓ کا یہ حکم پہنچا تو اسلامی سپہ سالار نے ان علاقوں کے زمینداروں اور تاجروں اور دوسرے لوگوں کو بلا بلا کر ان سے وصول شدہ رقوم واپس کر دیں اور ان سے کہا کہ آپ لوگوں سے یہ رقوم اس شرط پر وصول کی گئی تھیں کہ اسلامی لشکر آپ لوگوں کی حفاظت کرے گا مگر اب جبکہ ہم دشمن کے مقابلہ میں اپنے

آپ کو کمزور پاتے ہیں اور کچھ دیر کے لیے عارضی طور پر پیچھے ہٹ رہے ہیں اور اس وجہ سے آپ لوگوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ان رقوم کو اپنے پاس رکھنا درست نہیں۔ یہ ایسا نمونہ تھا کہ جو دنیا کی تاریخ میں اور کسی بادشاہت نے نہیں دکھایا۔

بادشاہ جب کسی علاقے سے ہٹتے ہیں تو بجائے وصول کردہ ٹیکس وغیرہ واپس کرنے کے ان علاقوں کو اَور بھی لوٹتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اب تو یہ علاقے دوسرے کے ہاتھ میں جانے والے ہیں ہم یہاں سے جتنا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اٹھالیں۔ پھر چونکہ انہوں نے وہاں رہنا نہیں ہوتا اس لیے بدنامی کا بھی کوئی خوف ان کو نہیں ہوتا اور اگر کوئی اعلیٰ درجہ کی منظم حکومت ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتی ہے کہ خاموشی سے فوجوں کو پیچھے ہٹا دیتی ہے اور زیادہ لُوٹ مار نہیں کرنے دیتی لیکن اسلامی لشکر نے جو نمونہ دکھایا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے صرف حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی نظر آتا ہے۔ بلکہ افسوس ہے کہ بعد کے زمانہ کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو اس کی کوئی اَور مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ کسی فاتح نے کوئی علاقہ چھوڑا ہو تو اس علاقہ کے لوگوں سے وصول کردہ ٹیکس اور جزیے اور مالیے واپس کر دیئے ہوں۔ اس کا عیسائیوں پر اتنا اثر ہوا کہ باوجودیکہ ان کی ہم مذہب فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں، حملہ آور ان کی اپنی قوم کے جرنیلوں، کرنیلوں اور افسروں پر مشتمل تھے اور سپاہی ان کے بھائی بند تھے اور باوجود اس کے کہ اس جنگ کو عیسائیوں کے لیے مذہبی جنگ بنا دیا گیا تھا اور باوجود اس کے کہ عیسائیوں کا مذہبی مرکز جو ان کے قبضہ سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھ میں جا چکا تھا اب اس کی آزادی کے خواب دیکھے جا رہے تھے۔ عیسائی مرد اور عورتیں گھروں سے باہر نکل نکل کر روتے اور دعائیں کرتے تھے کہ مسلمان پھر واپس آئیں۔" (خطبات محمود جلد 24 صفحہ 15 تا 17)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاریخ پر بڑا عبور تھا۔ ان کا یہی خیال ہے کہ حضرت عمرؓ سے پوچھ کے ہی واپسی ہوئی تھی اور پھر یہ ٹیکس وغیرہ جو تھا وہ واپس کیا گیا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ حضرت عکرمہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جنگ یرموک میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی جانیں خطرہ میں تھیں اور مسلمان کثرت سے مارے جا رہے تھے تو اسلامی کمانڈر انچیف حضرت ابوعُبَیدہ بن الجرّاحؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ ایسے بہادر نکل آئیں جو تعداد میں اگرچہ تھوڑے ہوں لیکن وہ سر دھڑ کی بازی لگا کر رومی فوج پر رعب ڈال دیں۔ حضرت عکرمہؓ آگے نکلے اور انہوں نے حضرت ابوعُبَیدہؓ سے درخواست کی کہ مجھے اپنی مرضی کے مطابق کچھ آدمی چن لینے دیں میں ان آدمیوں کو ساتھ لے کر دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کروں گا اور کوشش کروں گا کہ ان کے جرنیل کو مار دوں۔ اس وقت رومی لشکر کا جرنیل خوب زور سے لڑ رہا تھا اور بادشاہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کر لے تو وہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دے گا اور اپنی آدھی مملکت اس کے سپرد کر دے گا۔ اس لالچ کی وجہ سے وہ بڑے جوش میں تھا اور اپنی ذاتی اور شاہی فوج لے کر میدان میں اترا ہوا تھا اور اس نے سپاہیوں سے بڑی رقوم کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ رومی سپاہی بھی جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ جب رومی لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو وہ جرنیل لشکر کے قلب میں کھڑا تھا۔

حضرت عکرمہؓ نے قریباً چار سو آدمیوں کو لے کر لشکر کے قلب پر حملہ کیا اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اس جرنیل پر حملہ کر کے اسے نیچے گرا دیا۔ مقابلہ میں لاکھوں کا لشکر تھا اور یہ صرف چار سو مسلمان تھے۔ اس لیے مقابلہ آسان نہ تھا۔ اس جرنیل کو تو انہوں نے مار دیا اور اس کے مر جانے کی وجہ سے لشکر بھی تتر بتر ہو گیا مگر دشمن ان آدمیوں پر ٹوٹ پڑا اور سوائے چند ایک کے سارے کے سارے شہید ہو گئے۔ ان آدمیوں میں سے بارہ شدید زخمی تھے۔ جب مسلمان لشکر کو فتح ہوئی تو ان لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ ان بارہ زخمیوں میں حضرت عکرمہؓ بھی شامل تھے۔ ایک مسلمان سپاہی آپ کے پاس آیا۔ آپ کی حالت خراب تھی۔ اس نے کہا عکرمہ میرے پاس پانی کی چھاگل ہے تم کچھ پانی پی لو۔ آپ نے منہ پھیر کر دیکھا تو پاس ہی حضرت عباسؓ کے بیٹے فضلؓ پڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی بہت زخمی تھے۔ عکرمہؓ کہنے لگے میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت مدد کی جب میں آپ کا شدید مخالف تھا وہ اور ان کی اولاد تو پیاس کی وجہ سے مر جائے اور میں پانی پی کر زندہ رہوں۔ پہلے انہیں پانی پلاؤ۔ اگر کچھ بچ جائے تو پھر میرے پاس لے آنا۔

چنانچہ وہ مسلمان فضلؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کیا اور کہا پہلے انہیں پلاؤ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ وہ اس زخمی کے پاس گیا تو اس نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے، پہلے اسے پلاؤ۔ اس طرح وہ جس سپاہی کے پاس جاتا وہ اسے دوسرے کی طرف بھیج دیتا اور کوئی پانی نہ پیتا۔ جب وہ آخری زخمی کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ **جب عکرمہؓ کی طرف لوٹا تو وہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ اس** طرح باقی زخمیوں کا حال ہوا۔ جس کے پاس بھی وہ گیا وہ فوت ہو چکا تھا۔"

(ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے، انوار العلوم جلد 26 صفحہ 229 تا 231)

تو یہ تھا اس جنگ کا انجام۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پھر فتح دی۔ بہرحال ابھی یہ ذکر چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08/ اکتوبر 2021ء جلد 28 شمارہ 81 صفحہ 05 تا 09)

39

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24/ ستمبر 2021ء بمطابق 24/ تبوک 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا ذکر ہو رہا تھا۔ آج اسی تسلسل میں **بیت المقدس کی فتح جو پندرہ** ہجری میں ہوئی اس کا ذکر ہو گا۔ حضرت عَمرو بن عاصؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابوعبیدہؓ کا لشکر بھی ان سے جاملا۔ عیسائیوں نے قلعہ بندی سے تنگ آ کر صلح کی پیشکش کی لیکن شرط یہ رکھی کہ خود حضرت عمرؓ آ کر صلح کا معاہدہ کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی رائے کو پسند کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ نے حضرت عثمانؓ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپؓ بیت المقدس کے لیے روانہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کا یہ سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا۔ اس کا مقصد دشمنوں کے دلوں پر اسلامی رعب و دبدبہ بٹھانا تھا لیکن جب آپ روانہ ہوئے تو روایات میں ہے کہ دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہ تو ان کے ساتھ کوئی نقارہ تھا نہ کوئی لاؤ لشکر تھا یہاں تک کہ ایک معمولی سا خیمہ بھی ساتھ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور چند ساتھی مہاجرین اور انصار میں سے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ صرف ان کا ایک غلام، کھانے کے لیے کچھ ستو اور ایک لکڑی کا پیالہ تھا اور اونٹ پر سوار تھے لیکن اس کے باوجود جہاں بھی یہ خبر پہنچتی کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ سے بیت المقدس کا ارادہ کیا ہے تو زمین کانپ اٹھتی تھی۔

(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ 207 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2009ء)

اس بات کی وضاحت میں یہ ایک سفر کا مختصر سا حال بیان کیا گیا ہے لیکن اس میں تفصیل نہیں ہے۔ بہرحال ایلیا ایک شہر تھا جس میں بیت المقدس موجود ہے، اس کا محاصرہ کس نے کیا تھا اور کس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں بیت المقدس تشریف لانے کی درخواست کی تھی؟ اس بارے میں طبری میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو خط بھیجا جس میں ان سے امداد بھجوانے کی درخواست کی۔ اس میں حضرت عَمروؓ نے یہ تجویز کیا تھا کہ مجھے انتہائی گھمسان کی جنگیں درپیش ہیں اور کئی شہر ہیں جن سے جنگیں ابھی باقی ہیں۔ آپؓ کے ارشاد کا منتظر ہوں۔ حضرت عمرؓ کے پاس حضرت عَمرو بن عاصؓ کا یہ خط پہنچا تو آپؓ سمجھ گئے کہ حضرت عَمروؓ نے یہ بات پوری

معلومات کے بعد ہی لکھی ہو گی۔ پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اپنے سفر کی منادی کرا دی اور سفر کے لیے کوچ کیا۔
(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 حصہ دوم صفحہ 804 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

طبری میں حضرت عمرؓ کی شام میں تشریف آوری کے متعلق ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا سبب دراصل یہ پیش آیا تھا کہ حضرت ابو عبیدہؓ بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے شام کے دیگر شہروں کے معاہداتِ صلح کے مطابق صلح کرنی چاہی اور ان کی خواہش یہ بھی تھی کہ اس معاہدۂ صلح میں مسلمانوں کی طرف سے سربراہ کی حیثیت سے حضرت عمرؓ بھی شرکت کریں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ لکھا تو حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 449 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)
(معجم البلدان جلد اول صفحہ 348 دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کی روایت پر بعض مؤرخین کو تسلی نہیں ہے۔ محمد حسین ہیکل اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اُس روایت کو حقیقت سے بعید سمجھیں جس کا بیان یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ یا حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے تنہا یا مشترکہ طور پر بیت المقدس کا محاصرہ کیا جیسا کہ طبری، ابنِ اثیر اور ابنِ کثیر وغیرہ نقل کرتے ہیں۔ طبری کی روایت ہے کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے شام آنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو اہل شہر نے، شام کے دوسرے علاقوں کے باشندوں سے جو صلح ہو چکی تھی انہی شرطوں پر انہیں صلح کی درخواست کی مگر اس میں اتنی شرط اَور بڑھائی کہ حضرت عمر بن خطابؓ خود تشریف لا کر صلح کی تکمیل کریں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی اطلاع بارگاہِ خلافت میں ارسال کی اور حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ یہ لکھتے ہیں کہ اس روایت کو ہم خلافِ حقیقت سمجھتے ہیں کہ بیت المقدس کے محاصرے کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت خالدؓ حمص، حَلَب، اَنطاکیہ اور اس کے آس پاس کے شہروں میں فتوحات میں مصروف تھے اور ہِرَقل ان کے بالمقابل رُھَاء مقام میں بیٹھا لشکر جمع کر رہا تھا کہ انہیں الٹے پاؤں واپس ہونے پر مجبور کر دے۔

یہ تمام واقعات بھی بیت المقدس کے محاصرے کی طرح سن 15 ہجری مطابق سن 636ء کے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ بیت المقدس کا محاصرہ اسی سن میں کئی مہینے تک جاری رہا جس سن میں یہ دونوں سپہ سالار شام کے انتہا میں بڑھتے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہِرَقل کو اپنے دارالسلطنت میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں کہ وہ دونوں ادھر مصروف تھے، یہ کہنا کہ ان میں سے کسی ایک یا دونوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا ایک ایسی بات ہے جو کسی طرح نہیں بنتی۔ اس لیے ناقابل قبول قرار دینا پڑتا ہے۔

اب صرف یہ ایک روایت اَور باقی رہ جاتی ہے اور طبری نے بھی پہلے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کا محاصرہ حضرت عَمرو بن عاصؓ نے کیا تھا جو طویل مدت تک جاری رہا اور بیت المقدس والوں نے بڑے جوش اور بڑی شدت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور یہی روایت ہماری رائے میں صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ

اس مقاومت سے اتفاق رکھتی ہے یعنی جو مقابلہ ہو رہا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ بیت المقدس نے مختلف زمانوں میں ہر حملہ آور کے مقابلے میں ظاہر کی۔

(ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 365-366 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

محمد حسین ہیکل مزید لکھتا ہے کہ "تعجب ہے کہ حضرت عمرؓ محض صلح کی تکمیل اور عہد نامے کی تسویط" یعنی تنفیذ "کے لئے لشکر کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں اور اسی طرح تعجب ہے کہ اہل بیت المقدس معاہدۂ صلح کی تکمیل کے لئے حضرت عمرؓ کے مدینہ سے تشریف لانے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ اگر مدینہ سے کوئی قافلہ لگاتار سفر کر کے ان کی طرف آئے تو پورے تین ہفتہ لگیں گے۔ اس لئے "یہ کہتا ہے کہ "میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محاصرے کی طوالت اور حضرت عَمرو بن عاصؓ کے ان خطوط سے جن میں دشمن کی طاقت کا ذکر کر کے مدد طلب کی گئی تھی حضرت عمرؓ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب ان سے نئی کمک طلب کی گئی تو اس کے ساتھ حضرت عمرؓ بھی روانہ ہو گئے اور جابیہ میں قیام فرمایا جو صحرائے شام اور سرزمینِ اردن کے درمیان واقع ہے۔ اس دوران میں حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ شام کی فتح سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو حکم بھیجا کہ جابیہ میں آ کر ملیں تا کہ حضرت عمرؓ ان سے اور فوج کے دوسرے سرداروں سے مشورے کے بعد بیت المقدس کی مہم سر کرنے کی کوئی مفید ترین راہ تلاش کر سکیں۔ اَطْرَبُون اور صَفْرَنْیُوس کو حضرت عمرؓ کی تشریف آوری کا علم ہوا۔"

یہاں ناموں کا اختلاف ہے۔ عربی کتب میں یہ نام اَرْطَبُون لکھا ہے لیکن ہیکل کے نزدیک وہ درست نہیں ہے اس کی تحقیق کے مطابق نام اَطْرَبُون ہے اور صَفْرُونِیُوس کا نام عربی کتب میں صَفْرُونِیُوس لکھا ہے۔

بہر حال یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کوئی رستہ تلاش کرنے کے لیے کہ کیا سٹریٹجی (strategy) بنائی ہے اس کے لیے اکٹھا کیا تھا۔ "حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ کے ہاتھوں شام پر جو بیتی تھی اس کی بھی اطلاع ملی تو انہوں نے سمجھ لیا" یعنی ان دو سرداروں نے جو دشمنوں کے تھے "کہ بیت المقدس کی مُقَاوَمَتْ اب زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔" یعنی مزید مقابلہ مشکل ہے "چنانچہ اَطْرَبُون تو کچھ فوج لے کر چپکے سے مصر کھسک گیا اور بوڑھے پادری نے اپنی نجات کی طرف سے مطمئن ہو کر مسلمانوں سے صلح کی گفتگو شروع کر دی اور چونکہ اسے یہ معلوم تھا کہ امیر المومنینؓ جابیہ میں اقامت فرما ہیں "جابیہ تک آ چکے ہیں "اس لئے یہ شرط لگا دی کہ صلح کا معاہدہ لکھنے کے لئے وہ خود تشریف لائیں۔ جابیہ اور بیت المقدس میں اتنا فاصلہ نہ تھا کہ صَفْرَنْیُوس کی اس درخواست کے جواب میں عذر پیش کر دیا جاتا۔ "تو یہ کہتے ہیں کہ "یہ ہے وہ بات جسے میں صحیح سمجھتا ہوں اور جو شام و فلسطین پر حملے سے متعلق واقعات کے سلسلے میں تاریخی سیاق "وسباق "کے مطابق ہے۔"

(حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 358، 368 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

(تاريخ الخلفاء الراشدين الفتوحات والإنجازات السياسية صفحه 279 از مكتبة الشاملة)

بہر حال ان خطوط کے ملنے کے بعد حضرت عمرؓ کی کیا مشاورت ہوئی؟ اس بارے میں لکھا ہے کہ خطوط کے ملنے کے بعد حضرت عمرؓ نے تمام معزز صحابہ کو جمع کیا اور مشاورت کی۔ حضرت عثمانؓ نے رائے دی کہ عیسائی

مرعوب اور شکستہ دل ہو چکے ہیں۔ آپؓ ان کی درخواست کو رڈ کر دیں تو ان کو اَور بھی ذلت ہو گی اور یہ سمجھ کر کہ مسلمان ان کو بالکل حقیر سمجھتے ہیں بغیر شرط کے ہتھیار ڈال دیں گے لیکن حضرت علیؓ نے اس کے خلاف رائے دی اور حضرت عمرؓ کو ایلیا جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ مسلمانوں نے سردی، جنگ اور لمبے قیام کی غیر معمولی مشقت برداشت کی ہے۔ اگر آپؓ تشریف لے جائیں گے تو اس میں آپؓ کے اور مسلمانوں کے لیے امن وعافیت اور بہتری ہے لیکن اگر آپؓ نے انہیں اپنی اور صلح کی طرف سے مایوس کر دیا تو یہ بات آپؓ کے حق میں اچھی ثابت نہیں ہو گی۔ دشمن تو قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہیں گے اور انہیں اپنے ملک اور رومی بادشاہ کی طرف سے کمک پہنچ جائے گی خاص طور پہ اس لیے کہ بیت المقدس ان کے نزدیک بڑی عظمت رکھتا ہے اور ان کی زیارت گاہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کو پسند اور قبول فرمایا۔ (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 124 ادارہ اسلامیات 2004ء)

(ماخوذ از حضرت عمر فاروقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 369 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

اس سفر میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ دیگر مہاجرین اور انصار کے علاوہ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ بھی تھے۔ اس سفر کے متعلق ایک روایت ملتی ہے کہ ابو سعید مَقْبُرِی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اس سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے لیے تشریف فرما ہوتے اور ان کی طرف اپنا رخ کرتے۔ پھر کہتے ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں اسلام اور ایمان کے ذریعہ عزت بخشی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں شرف بخشا اور ہمیں آپؐ کے ذریعہ گمراہی سے ہدایت فرمائی اور گروہوں میں تقسیم کے بالمقابل ہمیں اکٹھا کیا اور ہمارے دلوں میں الفت پیدا کی اور دشمنوں کے بالمقابل آپؐ کے ذریعہ ہماری نصرت فرمائی اور ہمیں مختلف شہروں میں متمکن کیا اور آپؐ کے ذریعہ ہمیں آپس میں محبت کرنے والے بھائی بھائی بنا دیا۔ پس تم لوگ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو اور اس سے مزید مدد طلب کرو اور ان نعمتوں پر اللہ سے شکر کی توفیق مانگو اور وہ نعمتیں جن میں تم چلتے پھرتے ہو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تم پر انہیں پورا کر دے کیونکہ اللہ عزوجل اپنی جانب رغبت چاہتا ہے اور وہ شکر گزاروں پر اپنی نعمتوں کو مکمل کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے اس سفر کے دوران آغاز سے لے کر واپس تشریف لانے تک اس قول کو ہر صبح کہتے رہے اور اسے ترک نہ کیا۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثة الخلفاء ، جلد 2 جزء اول صفحه 292-293 عالم الکتب بیروت 1997ء)

یعنی یہی ایک ہی پیغام روزانہ دیتے تھے۔ مسلمان سرداروں کو اطلاع دی جا چکی تھی کہ جابیہ میں آ کر ان سے ملیں۔ اطلاع کے مطابق یزید بن ابی سفیانؓ اور خالد بن ولیدؓ وغیرہ نے یہیں استقبال کیا۔ شام میں رہ کر ان افسروں میں عرب کی سادگی باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے سامنے یہ لوگ آئے تو اس ہیئت سے آئے کہ بدن پر حریر اور دیباج کی چکنی اور پر تکلف قبائیں تھیں اور زرق برق پوشاک اور ظاہری شان وشوکت سے عجمی معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا۔ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگ ریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکے کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ قباؤں کے نیچے ہتھیار ہیں یعنی سپہ گری کا جوہر انہوں نے ہاتھ سے نہیں دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 124 ادارہ اسلامیات 2004ء)

کہ ظاہری رکھ رکھاؤ تم نے ان لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا ہے اور اندر سے تمہارا حلیہ عربوں والا ہی ہے (تو ٹھیک ہے)۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ یزید بن ابی سفیان نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! ہمارے پاس کپڑے اور سواریاں بہت ہیں اور ہمارے ہاں زندگی بہت عمدہ ہے اور مال بہت سستا ہے اور مسلمانوں کا وہ حال ہے جسے آپؓ پسند فرماتے ہیں۔ اگر آپؓ یہ سفید کپڑے پہنیں اور ان عمدہ سواریوں پر سوار ہوں اور اس بہت زیادہ اناج اور غلہ میں سے مسلمانوں کو کھانے کے لیے دیں تو ایسا کرنا شہرت کا باعث ہو گا اور امورِ سلطنت کی ادائیگی میں آپ کے لیے زیادہ زینت کا باعث ہو گا اور عجمیوں کے نزدیک آپ کی زیادہ عظمت کا موجب ہو گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یزید! نہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس ہیئت اور حالت کو ترک نہیں کروں گا جس پر میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو چھوڑا تھا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ۔ جس طرح مَیں ان کے ساتھ رہا تھا اسی حال میں رہوں گا اور میں لوگوں کے لیے زینت اور زیبائش نہیں اختیار کروں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا کرنا مجھے میرے رب کے ہاں عیب دار نہ کر دے اور میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کے ہاں تو میرا معاملہ عظمت اختیار کر جائے اور اللہ کے حضور بہت چھوٹا ہو جائے۔ پس حضرت عمرؓ اسی حالت پر قائم رہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کی زندگی میں تھے یہاں تک کہ وہ دنیا سے کوچ کر گئے۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثة الخلفاء، جلد 2 جزء اول صفحہ 295 عالم الکتب بیروت 1997ء)

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان صلح نامہ کس طرح ہوا؟ اہل ایلیا کے نزدیک معاہدہ کہاں ہوا تھا؟ اس کے متعلق اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ جابیہ کے مقام پر عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا معاہدہ طے پایا تھا۔ لکھا ہے کہ جابیہ میں قیام کے دوران حضرت عمرؓ فوج کے حلقے میں بیٹھے تھے کہ اچانک کچھ سوار نظر آئے جو گھوڑے دوڑاتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کی تلواریں چمک رہی تھیں۔ مسلمانوں نے فوراً ہتھیار سنبھال لیے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے سواروں کی طرف اشارہ کیا تو آپؓ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں یہ لوگ امان طلب کرنے آئے ہیں۔ یہ لوگ ایلیا کے باشندے تھے۔ آپؓ نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا۔

(ماخوذ از تاریخ طبری مترجم جلد 2 حصہ دوم صفحہ 369-370۔ نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء) (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 125 ادارہ اسلامیات 2004ء)

پھر ایک روایت ہے۔ علامہ بلاذری اور محمد حسین ہیکل نے یہ لکھا ہے کہ صلح کا معاہدہ جابیہ کے بجائے ایلیا میں ہوا تھا تاہم محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ معاہدہ جابیہ میں ہوا تھا۔

(ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 368 و 371 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

(فتوح البلدان صفحہ 88، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مسلمانوں اور اہلِ ایلیا کے درمیان جو صلح نامہ ہوا اس کی تحریر تاریخ طبری میں یوں درج ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا والوں کو دی ہے۔ ان کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست اور ان کی ساری قوم کو امان دی جاتی ہے۔ کوئی بھی ان کے گرجا گھروں میں قیام نہیں کرے گا اور نہ وہ گرائے جائیں گے۔ نہ ان کے گرجا گھروں کے احاطوں میں کچھ کمی کی جائے

گی اور نہ ان کی صلیب کو نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ان کے اموال کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ اور ان سے دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں کیا جائے گا اور ان میں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی اور ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی بھی یہودی نہیں رہ سکے گا اور اہل اِیْلِیَا پر یہ فرض ہے کہ وہ دوسرے شہروں کے باشندوں کی طرح جزیہ دیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ رومیوں اور فسادیوں کو ایلیا میں سے نکال دیں۔

پس جو اُن میں سے نکلے گا تو اس کے جان و مال کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام تک پہنچ جائے۔ اور جو شخص ان میں سے ایلیا میں رہنا چاہے تو وہ امن میں ہے اور اس کو اہلِ ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہو گا اور اہلِ ایلیا میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر رومیوں کی طرف جانا چاہے اور وہ اپنی عبادت گاہوں اور صلیبوں کو چھوڑ کر چلے جائیں تو ان کی جانیں اور ان کی عبادت گاہیں، ان کی صلیبیں امان میں ہیں۔ (چھوڑ بھی جاؤ گے تو کچھ نہیں کیا جائے گا) یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام تک پہنچ جائیں اور ایلیا میں جنگ سے پہلے جو کاشتکار تھے اگر ان میں سے کوئی چاہے کہ وہ اپنی زمینوں پر بیٹھے رہیں تو ان پر بھی اہلِ ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہو گا اور جو رومیوں کے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے اور جو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنا چاہتا ہے تو وہ لوٹ آئے، ان سے کچھ جزیہ نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ ان کی فصلوں کی کٹائی ہو جائے۔ (یعنی کہ آمد پیدا ہو جائے گی تب ان سے جزیہ ہو گا)۔ اور جو کچھ اس معاہدے میں ہے اس پر اللہ کا عہد ہے اور اس کے رسولؐ کا ذمہ ہے اور خلفاء کا ذمہ ہے اور مومنین کا ذمہ ہے جب تک کہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں جو ان کے ذمہ ہے۔ اس معاہدے پر حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عَمرو بن عاصؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ کی گواہی ثبت تھی۔

(تاریخ الطبری جلد 2صفحہ 449 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)

تاریخ ابنِ خلدون میں لکھا ہے کہ اس معاہدے سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں؛ نمبر ایک **یہ کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب تلوار کے زور سے نہیں** پھیلایا؛ دوسرے یہ کہ ان کے عہدِ حکومت میں دوسرے مذاہب والوں کو بہت بڑی **مذہبی آزادی حاصل تھی**؛ تیسرے یہ کہ غیر قوموں سے زبردستی جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ان کو قیام کرنے اور جزیہ دینے میں اختیار حاصل تھا اور دونوں صورتوں میں ان کو امن دیا گیا تھا۔

(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون جلد 3 حصہ اول صفحہ 208، دارالاشاعت کراچی 2009ء)

اس صلح کی خبر جب اہل رَمْلَہ کو ملی تو وہ بھی امیر المومنین سے اسی قسم کا معاہدہ کرنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ یہی حال فلسطین کے دوسرے لوگوں کا تھا۔ لُدّ والوں کو حضرت عمرؓ کی طرف سے ایک مکتوب لکھا گیا جس کے دائرۂ نفاذ میں وہ شہر بھی شامل کر لیے گئے جنہوں نے اس کے بعد مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔

اس خط میں حضرت عمرؓ نے لُدّ کے باشندوں کے جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور تمام مذاہب کو امان دی اور کہا کہ اگر وہ شام کے شہروں کی طرح جزیہ ادا کریں گے تو ان کے مذہب پر جبر نہیں کیا جائے گا اور نہ اختلافی عقائد کی بنا پر کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر امیر المومنین نے فلسطین پر دو حاکم مقرر فرمائے اور ملک کا آدھا آدھا حصہ ان دونوں میں بانٹ دیا۔ چنانچہ عَلْقَمَہ بن حکیم کا مرکز حکومت رَمْلَہ قرار پایا اور

عَلْقَمَہ بن مُجَزِّزْ کا ایلیا۔ (ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 373 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں تشریف لائے۔

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے ایلیا والوں کو پناہ اور امان دی اور ایلیا میں لشکر کو ٹھہرا دیا تو آپؓ جابیہ سے بیت المقدس کی جانب چل پڑے۔ لکھا ہے کہ جب آپؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؓ نے محسوس کیا کہ آپ کا گھوڑا پاؤں میں درد کی وجہ سے سیدھا نہیں چل رہا۔ حضرت عمرؓ کے لیے ایک ترکی نسل کا گھوڑا لایا گیا۔ آپؓ اس پر سوار ہوئے تو وہ اَڑی کرنے لگا۔ آپؓ اس سے اتر آئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے چند روز بعد اپنا گھوڑا طلب کیا جس پر آپؓ نے سواری ترک کی ہوئی تھی۔ اس کا علاج ہو رہا تھا۔ پھر آپؓ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ بیت المقدس تشریف لے گئے۔

(ماخوذ از تاریخ طبری مترجم سید محمد ابراہیم ندوی جلد دوم حصہ دوم صفحہ 809 دارالاشاعت 2003ء)

بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابوعبیدہؓ اور سردارانِ فوج استقبال کے لیے آئے۔ حضرت عمرؓ کا لباس اور سامان بالکل سادہ تھا۔ مسلمانوں نے یہ سوچ کر کہ عیسائی کیا کہیں گے آپؓ کو قیمتی پوشاک دی لیکن آپؓ نے فرمایا خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی کافی ہے۔

عیسائی پادریوں نے خود شہر کی چابیاں حضرت عمرؓ کے سپرد کیں۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ مسجد اقصیٰ گئے۔ پھر عیسائیوں کے گرجا میں آئے اور اس کو دیکھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے عیسائیوں کے گرجا کی سیر کی۔ نماز کا وقت ہوا تو عیسائیوں نے گرجے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی لیکن حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ آئندہ نسلیں اس کو حجت قرار دے کر مسیحی معبدوں میں دست اندازی نہ کریں باہر نکل کر نماز پڑھی۔

ایلیا میں قیام کے دوران مسلمان لشکر کے امراء نے حضرت عمرؓ کی دعوتیں کرنا شروع کر دیں۔ وہ کھانا تیار کرتے اور حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے کہ ان کے خیمہ میں تشریف لائیں تو حضرت عمرؓ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کی دعوت کو قبول فرماتے تاہم حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی ضیافت نہیں کی تو حضرت عمرؓ نے **حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمایا کہ تمہارے سوا لشکر کے امراء میں سے کوئی ایسا امیر نہیں جس نے میری دعوت نہ کی ہو۔ اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے عرض کیا: اے امیر المومنین! مَیں ڈرتا ہوں کہ اگر مَیں نے آپ کی دعوت کی تو آپؓ اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکیں گے یعنی جذباتی ہو جائیں گے۔** حضرت عمرؓ اس کے بعد ان کے خیمہ میں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے حضرت ابوعبیدہؓ کے گھوڑے کے نمدے کے اور وہی ان کا بستر تھا اور ان کی زین تھی اور وہی ان کا تکیہ تھا۔ زین کو تکیہ بنا لیتے تھے اور جو نمدہ تھا زین کے نیچے رکھنے والا اس کو وہ بستر بنا لیتے تھے اور ان کے خیمے کے ایک کونے میں خشک روٹی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ اسے لائے اور اسے زمین پر حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر وہ نمک اور مٹی کا پیالہ لائے جس میں پانی تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ منظر دیکھا تو آپؓ رو پڑے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور فرمایا تم میرے بھائی ہو۔ اور میرے ساتھیوں میں سے کوئی ایک

بھی نہیں مگر اس نے دنیا سے کچھ حاصل کیا اور دنیا نے بھی اس سے کچھ حاصل کیا ہو سوائے تمہارے۔ اس پر ابوعبیدہؓ نے عرض کیا کہ کیا میں نے آپؓ کی خدمت میں پہلے عرض نہیں کر دیا تھا کہ آپؓ میرے ہاں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکیں گے۔

اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ باہر نکل کے لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ حق دار ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا۔ اے اہلِ اسلام! یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے اور اس نے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کی ہے اور تمہیں ان ممالک کا وارث بنا دیا ہے اور تمہیں زمین میں تمکنت عطا فرمائی ہے۔ پس تمہیں اپنے رب کی نعمتوں پر شکر بجالانا چاہیے۔ تم لوگ نافرمانی والے کاموں سے دور رہو کیونکہ نافرمانی والے کام نعمتوں کی ناشکری ہے اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ اللہ کسی قوم پر انعام کرے اور وہ ناشکری کریں۔ پھر وہ جلد توبہ نہ کریں مگر ضرور ان کی عزت سلب کر لی جاتی ہے۔ یعنی اگر ناشکری کرنے کے بعد توبہ نہیں کرتے تو پھر ان کی عزتیں سلب ہو جاتی ہیں، ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کے انعامات واپس ہو جاتے ہیں اور ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

کیونکہ ایلیا میں اکثر افسرانِ فوج اور عُمّال جمع ہو گئے تھے اس لیے حضرت عمرؓ نے کئی دن تک قیام کیا اور ضروری احکام جاری کیے۔

ایک دن حضرت بلالؓ نے آکر شکایت کی کہ اے امیر المومنین! ہمارے افسر پرندے کا گوشت اور میدے کی روٹیاں کھاتے ہیں لیکن عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے افسران سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ تمام چیزیں یہاں بہت سستی ہیں۔ جتنی قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے یہاں اسی قیمت پر پرندے کا گوشت اور میدہ ملتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے افسران کو بھی مجبور نہیں کیا کہ تم نے یہ نہیں کھانا مگر اس بات کا حکم دے دیا کہ مالِ غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کا کھانا بھی مقرر کر دیا جائے۔ تنخواہ کے علاوہ ان کو کھانا بھی دیا جائے جو سپاہی ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ایک جگہ یوں بیان ہوئی ہے کہ حضرت یزید بن ابو سفیانؓ کہنے لگے کہ ہمارے شہروں کا نرخ سستا ہے۔ اسی قیمت میں جس میں ہم لوگ ایک مدت تک گزارہ کر سکتے ہیں یہ چیزیں جسے حضرت بلالؓ بیان کر رہے ہیں مل جاتی ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو خوب مزے سے پیٹ بھر کر کھاؤ۔ میں اس وقت تک یہاں سے واپس نہ جاؤں گا یہاں تک کہ تم میرے سامنے چیزوں کی اور قیمتوں کی فہرست پیش نہ کر دو۔ میں شہروں اور دیہاتوں میں رہنے والے کمزور مسلمانوں کے لیے بجٹ لکھ کر دیتا ہوں۔ پھر جس مسلمان کو جتنی ضرورت ہو گی اس بجٹ میں سے ہر گھر کے لیے گندم اور جَو اور شہد اور زیتون وغیرہ ادا کر دیا کرو۔ پھر آپؓ نے ان کمزور اور کم سرمایہ دار مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے تمہارے لیے جو فہرست تیار کی ہے تمہارے سردار تمہیں یہ سب کچھ دیا کریں گے اور یہ سب کچھ اس کے علاوہ ہو گا جو میں بیت المال سے تمہارے لیے بھجا کروں گا۔ اگر کوئی سردار تمہیں یہ چیزیں نہ دے تو مجھے اطلاع دینا۔ پھر میں فوراً ہی اسے معزول کر دوں گا۔

ایلیا میں قیام کے دوران ایک دفعہ نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اصرار کیا کہ وہ **حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیں۔** حضرت بلالؓ نے کہا میں عزم کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا لیکن آپؓ کا ارشاد بجالاؤں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے جب اذان دی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آ گیا اور ان پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ وہ روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ حضرت عمرؓ بھی اتنے بیتاب ہوئے کہ ہچکی بندھ گئی اور دیر تک اس کا اثر رہا۔ بیت المقدس سے واپسی کے وقت حضرت عمرؓ نے تمام ملک کا دورہ کیا اور سرحدوں کا معائنہ کر کے ملک کی حفاظت کا انتظام کیا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 125-126 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)(فتوح الشام مترجم جلد دوم صفحہ 224 مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور، ستمبر 2008)(خلفائے راشدین صفحہ 126-127 مکتبہ رحمانیہ لاہور) (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثۃ الخلفاء، جلد 2 جزء اول صفحہ295-296 عالم الکتب بیروت 1997ء)

"بیت المقدس تشریف لانے سے حضرت عمرؓ کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ چنانچہ جس رستے سے آپؓ تشریف لائے تھے اسی رستے سے مدینہ واپس ہو گئے۔ جابیہ پہنچ کر فاروق اعظمؓ "حضرت عمرؓ" نے کچھ دن قیام فرمایا اور اس کے بعد اپنے گھوڑے پر روانہ ہو گئے۔ امیر المومنینؓ نے فلسطین میں جو کام کیے تھے ان کی اطلاع حضرت علیؓ اور دوسرے مسلمانوں کو مل چکی تھی۔ چنانچہ مدینے کے باہر انہوں نے آپؓ کا شاندار استقبال کیا۔"

(حضرت عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 382 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور منبر کے پاس دو رکعت نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپؓ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! یقیناً اللہ نے اس امت پر احسانات کیے ہیں تا کہ وہ لوگ اس کی حمد بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ نے اس امت کے پیغام کو عزت دی اور ان کو متحد کر دیا اور ان کی فتح ظاہر کی اور دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی اور اسے عزت بخشی اور اسے زمین میں تمکنت عطا فرمائی اور اسے مشرکین کے علاقوں اور ان کے گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا۔ پس ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔ وہ تمہیں اور زیادہ عطا کرے گا اور ان نعمتوں پر اللہ کی حمد بیان کرو جو اس نے تم پر نازل کی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان نعمتوں کو تم پر قائم رکھے گا۔ اللہ ہمیں اور تمہیں شکر گزاروں میں سے بنا دے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ منبر سے نیچے اتر گئے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثۃ الخلفاء، جلد2 جزء اول صفحہ305-306 عالم الکتب بیروت 1997ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

"یروشلم کے محاصرہ میں پادریوں نے کہا تمہارا خلیفہ آوے تو اسے ہم دخل دے دیں" دخل دے دیں گے "حضرت عمرؓ اسی سادگی میں روانہ ہوئے۔ غلام کے ساتھ باری باری اونٹ پر چڑھتے آتے تھے۔ ابو عبیدہؓ نے عرض کیا آپ کپڑے بدل لیں۔ گھوڑے پر سوار ہوں۔ آپؓ نے یہ عرض مان لی مگر تھوڑی دور جا کر گھوڑے سے

اتر بیٹھے۔ کہا میرا وہی لباس اور اونٹ لاؤ۔ آپ جب گئے تو بطریق وغیرہ نے رعب میں آکر چابیاں پھینک دیں۔ کہا اس سپہ سالار کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے۔" (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 174)

اپنے رنگ میں حضرت خلیفہ اولؓ نے بیان کیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"یروشلم میں ایک مسجد ہے وہ مقام یہودیوں کے لئے ایسا ہی متبرک ہے جیسا ہمارے لئے خانہ کعبہ۔ مسلمانوں کے زمانہ میں جب یروشلم فتح ہوا تو عیسائیوں نے چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مقام کے اندر آکر نماز پڑھیں مگر آپؓ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اندر نماز پڑھی تو مسلمان اس جگہ کو اپنی عبادت گاہ بنالیں گے اور آپؓ نے باہر نماز پڑھی۔"

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 437 خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جولائی 1928ء بمقام ڈلہوزی)

پھر حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فلسطین فتح ہوا اور جس وقت آپ یروشلم گئے تو یروشلم کے پادریوں نے باہر نکل کر شہر کی کنجیاں آپ کے حوالے کیں اور کہا کہ آپ اب ہمارے بادشاہ ہیں۔ آپ مسجد میں آکر دو نفل پڑھ لیں تاکہ آپ کو تسلی ہو جائے کہ آپ نے ہماری مقدس جگہ میں جو آپ کی بھی مقدس جگہ ہے نماز پڑھ لی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہاری مسجد میں اس لئے نماز نہیں پڑھتا کہ میں ان کا خلیفہ ہوں، کل کو یہ مسلمان اِس مسجد کو چھین لیں گے اور کہیں گے کہ یہ ہماری مقدس جگہ ہے اس لئے میں باہر ہی نماز پڑھوں گا تاکہ تمہاری مسجد نہ چھینی جائے۔" (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 573)

بہر حال سترہ ہجری میں رومیوں کی طرف سے ایک آخری کوشش ہوئی اور اس کوشش کی وجہ سے ہی مسلمانوں کی شام پر مکمل فتح بھی ہوئی۔ اسلامی فتوحات چونکہ روز بروز وسیع تر ہوتی جاتی تھیں اور حکومتِ اسلام کے حدود برابر بڑھتے جاتے تھے، ہمسایہ سلطنتوں کو خود بخود خوف پیدا ہوا کہ ایک دن ہماری باری بھی آتی ہے۔ چنانچہ اہلِ جزیرہ جو عراق اور شام کے درمیان آباد تھے یَزْدَجرد کے رَے فرار ہو جانے کے بعد وہ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے ہِرَقل کو لکھا کہ اگر وہ مسلمانوں سے لڑنے اور انہیں ان کے مقبوضات سے نکال باہر کرنے کے لیے بحری راستے سے لشکر بھیجے تو وہ اس کی مدد کریں گے۔ ہِرَقل نے اس مسئلہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس میں نقصان کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اہلِ جزیرہ نے ہِرَقل کو دوبارہ خط لکھا جس سے وہ سمجھ گیا کہ ان کے ارادے میں کوئی جھول نہیں ہے۔ اس نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر عیسائی عرب اپنے مذہب کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور اس کی راہ میں لڑ کے مر جانا بہتر سمجھتے ہیں۔ ہِرَقل کو شام کے میدانِ کارزار سے دور ہوئے ایک برس سے زیادہ ہو گیا تھا اس لیے اب اس کے دل میں وہ پہلا سا خوف بھی باقی نہیں رہا تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ بہت سے سرحدی علاقے ابھی اتنے مستحکم ہیں کہ مسلمانوں کے حملوں کی تاب لا سکتے ہیں، مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کا جنگی بیڑہ بھی ہنوز محفوظ تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مسلمان سمندر اور سمندر کی طرف سے آنے والی ہر چیز سے ڈرتے

ہیں۔ اس سے اس کے ارادے میں قوت پیدا ہوئی اور وہ اہل جزیرہ کا مطالبہ تسلیم کر لینے پر مائل ہو گیا۔ اس نے اپنے خط میں ان قبائل کو جوش دلایا۔ ان کی ہمتیں بڑھائیں اور لکھا کہ جہازوں کو حکم دے دیا گیا ہے۔ وہ فوج اور سامان جنگ لے کر اسکندریہ سے اَنطاکیہ پہنچ رہے ہیں۔ ہِرَ قل کا خط ملنے پر یہ قبائل اپنی تیس ہزار کی فوج لے کر جزیرہ سے حِمص کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ کو ان تمام باتوں کی اطلاع ملی۔ انہوں نے حضرت خالد بن ولید کو مشورے کے لیے قِنّسْرِین سے بلایا اور ان دونوں سپہ سالاروں نے مل کر فیصلہ کیا کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے تمام اسلامی فوجیں شمالی شام میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ اَنطاکیہ اور حَمَاۃ، حلَب اور قریب کی تمام فوجی چھاؤنیوں کے لشکر حِمص میں اکٹھے کر دیے گئے۔ ادھر سارے ملک میں یہ خبر پھیل گئی کہ ہِرَ قل کی فوجیں بحری رستے سے آ رہی ہیں اور جزیرہ کے قبائل حملے کے لیے حِمص کی طرف روانہ ہو گئے ہیں چنانچہ گردنیں بڑھا بڑھا کر لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ قیصر اور اس کے حلیفوں کا یہ نیا حملہ کس چیز سے روکا جائے گا اور جب ہِرَ قل کے جہاز اَنطاکیہ پہنچے تو شہر کے دروازے فوج کے لیے کھل گئے۔ رعایا مسلمانوں کے خلاف ہو گئی اور تمام شمالی شام میں بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے آپ کو حِمص میں محصور پایا جسے باغیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور دشمنوں کو سمندر اور صحرا دونوں طرف سے اپنی سمت بڑھتے دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے امیر المومنینؓ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا ہے جس میں اس نازک مرحلے پر ان سے مدد طلب کی ہے۔ اس کے بعد ان سے پوچھا کہ مسلمان دشمنوں سے باہر نکل کر مقابلہ کریں یا مدینہ سے آنے والی کمک کے انتظار میں قلعہ بند ہو کر لڑیں۔ صرف خالد بن ولیدؓ نے میدان سے نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا باقی تمام فوجی افسران کی یہ رائے تھی کہ قلعہ بند ہو کر جلد سے جلد کمک طلب کرنی چاہیے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان لوگوں کی رائے قبول کر لی جنہوں نے قلعہ بند ہونے کا کہا تھا اور حضرت خالدؓ کے مشورے سے اختلاف کیا کہ باہر نکل کے لڑا جائے۔ چنانچہ مورچوں کو اور مضبوط کر کے بارگاہِ خلافت میں اپنے ساتھیوں کی رائے لکھ بھیجی۔

حضرت عمرؓ اس بات کو کبھی فراموش نہ ہونے دیتے تھے کہ عراق اور شام کے اسلامی لشکروں کو اگر کبھی اس قسم کا خطرہ درپیش آ گیا تو اسلامی فتوحات اسی ابتلا سے دوچار ہو جائیں گی جن کا سامنا ہو رہا تھا اور جس سے وہ اپنی خلافت کے دن سے دوچار تھے یعنی شروع دن کی جو حالت تھی وہ اب بھی ہو سکتی تھی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے بصرہ اور کوفہ آباد کرنے کا حکم دیا تھا

اور اسی لیے ان دونوں شہروں کو مسلمانوں کی فوجی چھاؤنیاں بنایا تھا کہ جہاں کوئی غیر مسلم آباد نہیں تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے سات شہروں میں سے ہر شہر میں چار ہزار سوار مقرر کیے تھے جو ہر وقت اس قسم کی ہنگامی ضروریات کے لیے کیل کانٹے سے لیس رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابوعبیدہؓ کا خط بارگاہ خلافت میں پہنچا اور حضرت عمرؓ نے محسوس کیا اور فرمایا کہ مسلمانوں کا یہ عظیم سپہ سالار ایک بہت بڑے خطرے میں گھر گیا ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاص کو فوری حکم دے کر روانہ کیا کہ جس دن تمہارے پاس خط پہنچے اسی دن قَعْقَاع بن عَمرو کو

امدادی فوج کے ساتھ حِمص بھیج دو، ابوعبیدہؓ وہاں محصور ہیں۔ جتنی جلدی اور جتنی تیزی سے ممکن ہو کمک انہیں پہنچ جانی چاہیے۔ حضرت سعدؓ نے اسی دن امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کی اور قَعْقَاع کی سرکردگی میں چار ہزار تجربہ کار سواروں کی فوج فراہم ہو کر کوفہ سے حِمص کی طرف چل پڑی۔ معاملہ اتنا خطرناک تھا کہ محض چار ہزار فوج لے کر قَعْقَاع کا اس کے مقابلے کے لیے چلے جانا کافی نہ تھا کیونکہ جزیرے سے حِمص آنے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی اور وہ فوج اس کے علاوہ تھی جو ہِرَقل نے بحری جہازوں کے ذریعہ اَنطاکیہ بھیجی تھی۔

حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ ان کے آدمی شام کے ہر شہر میں وہاں کے باشندوں سے نمٹ رہے ہیں۔ اگر وہ ان شہروں کو چھوڑ کر حِمص چلے گئے تو سارے شام کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لیے انہوں نے قَعْقَاع کو کوفہ سے روانگی کا حکم دینے کے بعد اَور بھی احکام صادر کیے جو ان کے تدبر اور دوراندیشی کے آئینہ دار تھے۔ جزیرے سے حِمص آنے والے قبائل نے یہ جرأت اس لیے کی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ ان کی بستیاں اسلامی حملوں کی زد سے باہر ہیں۔ پس اگر ان بستیوں پر حملہ کر دیا جائے تو یہ قبائل الٹے پاؤں واپس ہو جائیں گے اور ابوعبیدہؓ اور ان کی فوجوں پر جو دباؤ بڑھ رہا تھا اس میں تخفیف ہو جائے گی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے خط میں لکھا کہ سُہَیل بن عدی کی سرکردگی میں ایک فوج جزیرہ کے شہر رَقَّہ میں بھیج دو۔ جزیرہ کے لوگوں نے ہی رومیوں کو حِمص پر حملہ کے لیے ابھارا ہے اور ان سے پہلے قِنَّسْرِیْن کے باشندے یہی حرکت کر چکے ہیں۔ دوسری فوج عبداللہ بن عِتْبَان کی سرکردگی میں نَصِیْبَیْن پر چڑھائی کے لیے روانہ کر دو۔ یہاں کے باشندوں کو بھی اہل قِنَّسْرِیْن نے حملہ کے لیے اکسایا تھا۔ پھر حَرَّان جو جزیرے کا پایہ تخت تھا اور رُھَاء جا کر وہاں سے دشمن کو نکال دیں۔ حَرَّان اور رُھَاء جا کر وہاں سے دشمن کو نکال دیں۔ ایک تیسری فوج ولید بن عُقْبہ کی کمان میں جزیرہ کے عیسائی عرب قبائل رَبِیعہ اور تَنُوخ کی جانب روانہ کرو اور عِیَاض بن غَنْم کو اسی جزیرہ کے محاذ پر بھیجو۔ اگر جنگ ہو تو دوسرے سالارانِ فوج عِیَاض بن غَنْم کے ماتحت ہوں گے۔ چنانچہ جب یہ سب کے سب سپہ سالار روانہ ہوئے تو اہلِ جزیرہ حِمص کا محاصرہ چھوڑ کر جزیرے کو چل دیے۔ حضرت عمرؓ کی یہ پالیسی، سٹریٹجی تھی، حکمت عملی تھی کہ بجائے وہاں اکٹھے ہوں کچھ فوجیں جن علاقوں سے یہ فوجیں اکٹھی ہوئی تھیں ان شہروں اور علاقوں میں بھیج دو جس کا نتیجہ یہ ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان تو ہمارے علاقوں میں اور جزیروں میں اور شہروں میں آ رہے ہیں تو یہ لوگ پھر محاصرہ چھوڑ کے وہاں سے چلے گئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے پھر اسی پہ اکتفا نہیں کیا۔ انہوں نے اندازہ فرما لیا تھا کہ بار بار شکستیں کھانے کے بعد ہِرَقل نے یہ جو بحری راستے سے فوجیں بھیجی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے اپنی قوت پر اعتماد ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ اس میں تنہا مسلمانوں کے مقابلہ کی قدرت ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اسکندریہ سے جہازوں پر آنے والی فوجوں کا کمانڈر اس نے اپنے بیٹے قسطنطین کو بنایا ہے۔

حضرت عمرؓ کی پلاننگ کے مطابق قَعْقَاع بن عَمرو اپنے ساتھ چار ہزار شہسواروں کو لے کر حِمص روانہ ہوئے۔ سُہَیل بن عدی، عبداللہ بن عِتْبَان، ولید بن عُقْبہ اور عِیَاض بن غَنْم اہل جزیرہ کی گوشمالی کے لیے ان کے مختلف شہروں میں چلے گئے اور حضرت عمرؓ نے حِمص کے ارادے سے مدینہ چھوڑا اور جابیہ میں فروکش ہوئے۔ اہل

جزیرہ نے حِمص کا محاصرہ کرنے میں رومیوں کا ساتھ دیا۔ انہیں عراق سے اسلامی فوج کی آمد کی اطلاع ہو گئی لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ فوج ہمارے شہر جزیرہ پر حملہ کرے گی یا حِمص پر اس لیے وہ اپنے شہر اور اپنے بھائیوں کی حفاظت میں لگ گئے اور رومیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

ایک دن حضرت ابوعبیدہؓ جب سو کر اٹھے تو معلوم ہوا کہ جزیرے کے قبائل اپنے ملک واپس چلے گئے ہیں اور ان کے مقابلے پر صرف ہِرَقل کا لشکر رہ گیا ہے۔ انہوں نے اپنی فوج سے سرداروں کو بلا کر کہا کہ وہ رومیوں کے مقابلہ کے لیے میدان میں نکلنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خالد بن ولیدؓ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اس سے پہلے کہ رومی اس نئی صورت حال کا کوئی انتظام کریں ان پر فوراً حملہ کر دینا چاہیے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کے سپاہیوں سے ایک جوشیلا خطاب کیا اور فرمایا

مسلمانو! آج جو ثابت قدم رہ گیا وہ اگر زندہ بچا تو ملک و مال اس کو ملے گا اور اگر مارا گیا تو شہادت کی دولت ملے گی۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ مشرک نہ ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ فوج پہلے ہی سے حملے کرنے کے لیے بے قرار تھی۔ ابوعبیدہؓ کی تقریر نے اَور بھی گرما دیا اور دفعۃً سب نے ہتھیار سنبھال لیے۔ حضرت ابوعبیدہؓ قلب فوج اور حضرت خالد بن ولیدؓ میمنہ اور حضرت عباسؓ میسرہ کو لے کر بڑھے۔ دونوں گروہوں میں جنگ ہوئی تو مسلمانوں کے مقابلے میں تھوڑی ہی دیر میں رومیوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ شکست کھا گئے۔ جب قَعْقَاع بن عَمرو کوفہ کی فوج کے ساتھ حِمص پہنچے تو لڑائی ختم ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ دوسری طرف حضرت عمرؓ شام کے رستے میں جابیہ پہنچے ہی تھے کہ حضرت ابوعبیدہؓ کا قاصد ملا اور اس نے بیان کیا کہ قَعْقَاع کے حِمص پہنچنے سے تین دن پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رومیوں پر فتح یاب کر دیا ہے اور رائے معلوم کی کہ قَعْقَاع اور اس کی فوج کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ مطمئن ہو گئے اور اس خبر کے بعد سفر جاری رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ وہیں سے حضرت امین الامت ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ اہلِ کوفہ کو مال غنیمت کی تقسیم میں شریک کیا جائے کیونکہ ان کی آمد کی خبر ہی نے دشمن کے دل پر رعب طاری کیا تھا جس کی وجہ سے اس نے شکست کھائی۔ اللہ کوفہ والوں کو جزائے خیر دے کہ اپنے علاقے کی حفاظت اور دوسرے شہر والوں کی اعانت کرتے ہیں اور اس کے بعد مدینہ کی طرف کوچ فرما دیا۔ اس شکست کے بعد قیصر پر اتنی مایوسی چھا گئی کہ وہ پھر کبھی شام کا رخ نہ کر سکا۔ ادھر باغیوں کو جب معلوم ہوا کہ رومی فوجیں جہازوں میں بیٹھ کر فرار ہو گئی ہیں تو ان کی بغاوت بھی اپنی موت آپ مر گئی۔ یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس کے تین سال بعد ہِرَقل 20ر ہجری کو 641 عیسوی میں فوت ہو گیا۔

(سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از ہیکل۔ مترجم حبیب اشعر صفحہ 384 تا 390، 590 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)
(سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 750 تا 752 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان)
(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 134 تا 136 دار الاشاعت کراچی 1991ء

بہر حال یہ ذکر ابھی آئندہ بھی چلے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس وقت میں چند مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں

جس میں پہلا ذکر مکرم چودھری سعید احمد لکھن صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر کا ہے جو آج کل کینیڈا میں تھے۔ 86 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چودھری سکندر علی صاحبؓ اور حضرت گجر بی بی صاحبہؓ کے پوتے تھے۔ حضرت چودھری سکندر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 30 مارچ 1902ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور 1904ء سے 1928ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیمی فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ آپ ان ابتدائی اساتذہ میں سے تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں مدرسہ تعلیم الاسلام میں استاد مقرر فرمایا تھا۔ چودھری سعید صاحب ان کے پوتے تھے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دینی خدمات انجام دیتے رہے جب موقع ملا۔ چودھری سعید صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چھ بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں اس نیک تربیت کی وجہ سے جو انہوں نے اپنے بچوں کی کی، جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے فہیم احمد لکھن کینیا میں مربی سلسلہ ہیں اور وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحوم کے ساتھ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

مرحوم بہت دینی غیرت رکھنے والے انسان تھے۔ زمانہ طالبعلمی میں 1953ء میں سمندری شہر کے ہائی سکول میں ہونے والے مجلس احرار کے جلسہ میں دیگر غیر احمدی طلبہ کے ساتھ موجود تھے۔ جب عطاء اللہ شاہ بخاری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بیہودہ الزام لگائے اور آپ علیہ السلام کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے تو سعید صاحب فوراً کھڑے ہو گئے اور اس مولوی کو للکارا اور اس کی تقریر کے دوران ہی اس سے مخاطب ہوئے کہ تم صرف جھوٹ بول رہے ہو اور اسے چپ کروا دیا۔ اس پر مولوی نے کہا اس مرزائی کو پکڑو اور مارو۔ آپ پر شدید تشدد کیا گیا لیکن بہرحال اس دوران جلسہ میں بھگدڑ مچ گئی اور جلسہ منتشر ہو گیا۔ ہمیشہ اپنی اولاد کو یہ تلقین کرتے تھے کہ احمدیت کے معاملہ میں کبھی کسی سے دبنا یا ڈرنا نہیں ہے۔

دوسرا ذکر مکرم محمد شہاب الدین صاحب نائب نیشنل امیر بنگلہ دیش کا ہے۔ ان کی وفات 12/ جولائی کو ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اٹھارہ سال کی عمر میں 1964ء میں ایک خواب کی بنا پر انہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔ مرحوم موصی تھے۔ سلسلہ کے دیرینہ خادموں میں سے تھے۔ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ خلافت کے شیدائی، ایماندار، امانت دار، خاموش طبع اور جماعت اور سلسلہ کے مفاد کو اچھی طرح سمجھنے والے تھے۔ اپنی وفات سے پہلے وصیت کے چندے وغیرہ کا حساب صاف کر کے گئے۔ ان کے بڑے بیٹے شمس الدین احمد معصوم صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ مرحوم کی اولاد میں چار بیٹوں کے علاوہ تین بیٹیاں بھی ہیں۔ مرحوم اپنے چچا کی تبلیغ سے متاثر ہو کر احمدی ہوئے تھے اور اپنے گھر میں شدید مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا اور صبر و استقلال سے 1963ء میں چند ماہ یہ سب مخالفت برداشت کی اور بعد ازاں گھر بار چھوڑ کر پہلے برہمن بڑیا اور پھر ڈھاکہ آ کر بس گئے۔ بعد میں

ان کی شادی پرانے احمدی خاندان میں ہوئی۔ ایک خصوصیت ان کی قناعت شعاری تھی۔ تھوڑے پر راضی رہنا اور صبر اور شکر کے ساتھ گزارہ کرنا جانتے تھے۔ ان کی دیانت داری کی وجہ سے غیر احمدی تاجر بھی ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور سب ان کو اس لحاظ سے بہت نیک اور صحیح تجارت کرنے والا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر ہے محترم راؤل عبداللہ صاحب کا جو ارجنٹائن کے رہنے والے تھے۔ یہ ارجنٹینین تھے۔ 6/ ستمبر کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ وہاں کے مربی سلسلہ لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ارجنٹائن کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ ارجنٹائن کی جماعت بالکل نئی جماعت ہے۔ چند سال پہلے قائم ہوئی ہے۔ جماعت احمدیہ سے ان کا پہلا تعارف 2018ء میں ایک بُک فیئر پہ ہوا تھا۔ جب ان کا جماعت سے رابطہ ہوا تو ان کے غیر از جماعت مسلمان دوستوں نے ان کو جماعت سے متنفر کرنا چاہا لیکن آپ اس کے باوجود باقاعدہ جماعت کے پروگراموں میں شامل ہوتے رہے۔ بہرحال ان دوستوں کے اثر کی وجہ سے ان کے دل میں کچھ شکوک و شبہات بھی تھے جس کو دور کرنے کے لیے یہ جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہوئے اور اپنے ذاتی خرچ پر یہاں آئے اور یہاں پھر ان کی میرے سے ملاقات بھی ہوئی اور اس ملاقات کے بعد پھر ان کے شکوک و شبہات بھی دور ہو گئے اور مکمل شرح صدر ان کو حاصل ہوا اور انہوں نے بیعت بھی کر لی اور بیعت سے پہلے بھی اصل میں تو یہ احمدی تھے، لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے لیکن باقاعدہ بیعت انہوں نے پھر یہاں آ کر کی۔ اپنی فیملی میں واحد مسلمان تھے۔ ان کے دوستوں نے آخر وقت تک انہیں جماعت سے دور کرنے کی کوشش کی لیکن استقامت کے ساتھ احمدیت پر قائم رہے۔ جماعت کے لیے بڑی غیرت رکھتے تھے اور ہمیشہ اپنوں اور غیروں کے سامنے بڑے فخر سے اپنا تعارف بطور احمدی کے کرواتے تھے۔ جماعتی سرگرمیوں میں بڑے اخلاص اور بھرپور جذبے سے شرکت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے قریبیوں اور عزیزوں کو بھی احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد ان کے نماز جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/ تا 21/ اکتوبر 2021ء (خصوصی اشاعت بابت سیرت النبیؐ) جلد 28 شمارہ 83 اور 84 صفحہ 05 تا 10)

40

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 01/ اکتوبر 2021ء بمطابق 01/ اخاء 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر ایک تقریر میں تبلیغ کے بارے میں جب بیان فرما رہے تھے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وفات کے بعد جو لڑائیاں ہوئی ہیں ان میں اکثر اوقات مسلمانوں کی قلت ہوتی تھی۔ شام کی لڑائی میں سپاہیوں کی بہت کمی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ دشمن بہت زیادہ تعداد میں ہے۔ اس لئے اَور فوج بھیجنے کا بندوبست فرما دیں۔ حضرت عمرؓ نے جائزہ لیا تو آپؓ کو نئی فوج کا بھرتی کرنا ناممکن معلوم ہوا کیونکہ عرب کے اِردگرد کے قبائل کے نوجوان یا تو مارے گئے تھے یا سب کے سب پہلے ہی فوج میں شامل تھے۔ آپؓ نے مشورہ کے لئے ایک جلسہ کیا اور اس میں مختلف قبائل کے لوگوں کو بلایا اور ان کے سامنے یہ معاملہ رکھا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک قبیلہ ایسا ہے جس میں کچھ آدمی مل سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک افسر کو حکم دیا کہ وہ فوراً اس قبیلہ میں سے نوجوان جمع کریں اور حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ چھ ہزار سپاہی تمہاری مدد کے لئے بھیج رہا ہوں جو چند دنوں تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ تین ہزار آدمی تو فلاں فلاں قبائل میں سے تمہارے پاس پہنچ جائیں گے اور باقی تین ہزار کے برابر عَمرو بنِ مَعْدِی کَرِب کو بھیج رہا ہوں۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "ہمارے ایک نوجوان کو اگر تین ہزار آدمی کے مقابلہ میں بھیجا جائے تو وہ کہے گا کہ کیسی خلافِ عقل بات ہے۔ کیا خلیفہ کی عقل ماری گئی ہے۔ ایک آدمی کبھی تین ہزار کا مقابلہ کر سکتا ہے! لیکن ان لوگوں کے ایمان کتنے مضبوط تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو حضرت عمرؓ کا خط ملا تو انہوں نے خط پڑھ کر اپنے سپاہیوں سے کہا خوش ہو جاؤ کل عَمرو بنِ مَعْدِی کَرِب تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ سپاہیوں نے اگلے دن بڑے جوش کے ساتھ عَمرو بنِ مَعْدِی کَرِب کا استقبال کیا اور نعرے لگائے۔ دشمن سمجھا کہ شاید مسلمانوں کی مدد کے لئے لاکھ دو لاکھ فوج آ رہی ہے اس لئے وہ اِس قدر خوش ہیں حالانکہ وہ اکیلے عَمرو بنِ مَعْدِی کَرِب تھے۔ اس کے بعد وہ تین ہزار فوج بھی پہنچ گئی اور مسلمانوں نے دشمن کو شکست دی حالانکہ تلوار کی لڑائی میں ایک آدمی تین ہزار کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔" فرماتے ہیں کہ "زبان کی لڑائی میں تو ایک آدمی بھی کئی ہزار لوگوں کو اپنی بات پہنچا سکتا ہے مگر وہ لوگ خلیفۂ وقت کی بات کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے عَمرو بنِ مَعْدِی کَرِب کو تین ہزار سپاہیوں کا قائم مقام بنا کر بھیجا تو سپاہیوں نے یہ

اعتراض نہیں کیا کہ اکیلا آدمی کس طرح تین ہزار کا مقابلہ کر سکتا ہے بلکہ اسے تین ہزار کے برابر ہی سمجھا اور بڑی شان و شوکت سے اس کا استقبال کیا۔ مسلمانوں کے اِس استقبال کی وجہ سے دشمن کے دل ڈر گئے اور وہ یہ سمجھے کہ شاید لاکھ دو لاکھ فوج مسلمانوں کی مدد کو آگئی ہے اس لئے میدانِ جنگ سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔" آپؓ فرماتے ہیں کہ "سرِ دست ہمیں بھی اس طرح اپنے دل کو اطمینان دینا ہو گا۔"

(سپین اور سسلی میں تبلیغ اسلام اور جماعت احمدیہ۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ 359-360)

یہ آپؓ بتا رہے تھے کہ یورپ میں سپین میں اور سسلی وغیرہ میں تبلیغ کس طرح کرنی ہے۔ اس ضمن میں یہ واقعہ بیان کیا۔ **اب فتوحاتِ مصر کا ذکر کرتا ہوں۔ اس میں ایک جنگ فَرَمَا تھی۔** 'فَرَمَا' مصر کا ایک مشہور شہر تھا۔ یہ بحیرہ روم اور پَلُوزِی کے دہانے کے قریب جو دریائے نیل کی سات شاخوں میں سے ایک شاخ تھی ایک پہاڑی پر آباد تھا۔

(سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر صفحہ 556-557 اسلامی کتب خانہ اردو بازار کراچی)

علامہ شبلی نعمانی کے مطابق بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عَمرو بن عاصؓ کے اصرار پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو چار ہزار کا لشکر دے کر مصر کی طرف روانہ کیا لیکن ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اگر مصر پہنچنے سے پہلے میرا خط ملے تو واپس لوٹ آنا۔ عَرِیش پہنچے تھے کہ حضرت عمرؓ کا خط پہنچا۔ اگرچہ اس میں آگے بڑھنے سے روکا تھا لیکن چونکہ شرطیہ حکم تھا اس لیے حضرت عمروؓ نے کہا کہ اب تو ہم مصر کی حد میں آچکے ہیں اور عَرِیش سے چل کر فَرَمَا پہنچے۔ (ماخوز از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 160 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

اسلامی جنگوں پر مشتمل ایک کتاب ہے اَلْاِکْتِفَاء۔ اس میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاصؓ رَفَحْ مقام تک پہنچے تو آپؓ کو حضرت عمرؓ کا خط ملا تھا لیکن آپؓ نے اس ڈر سے کہ اس خط میں واپس لوٹنے کا حکم نہ ہو جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا قاصد سے خط نہ لیا اور چلتے رہے یہاں تک کہ آپ رَفَحْ اور عَرِیش کے درمیان ایک چھوٹی بستی میں پہنچے اور اس کے متعلق پوچھا۔ بتایا گیا کہ یہ مصر کی حدود میں ہے۔ پس آپؓ نے خط منگوایا اور اسے پڑھا اور اس میں لکھا تھا کہ آپ کے ساتھ جو مسلمان ہیں انہیں لے کر واپس لوٹ آئیں تو آپ نے اپنے ہمراہ لوگوں سے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ مصر میں ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ تو آپؓ نے کہا کہ امیر المومنینؓ نے حکم دیا ہے کہ اگر مجھے ان کا خط مصر کی سرزمین تک پہنچنے سے پہلے مل جائے تو میں واپس لوٹ آؤں اور مجھے یہ خط مصر کی سرزمین میں داخل ہونے کے بعد ملا ہے۔ پس اللہ کا نام لے کر چلو۔ اور ایک اَور روایت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ فلسطین میں تھے اور وہ بلا اجازت اپنے ساتھیوں کو لے کر مصر چلے گئے۔ یہ بات حضرت عمرؓ کو ناگوار گزری۔ پس حضرت عمرؓ نے انہیں خط لکھا۔ حضرت عمرؓ کا خط حضرت عَمروؓ کو اس وقت ملا جب وہ عَرِیش کے قریب تھے۔ پس آپ نے وہ خط نہ پڑھا یہاں تک کہ آپ عَرِیش پہنچ گئے۔ پھر آپ نے خط پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ عمر بن خطابؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ کے نام۔ اَمَّا بَعْدُ، یقیناً تم مصر اپنے ساتھیوں کے ساتھ گئے ہو اور وہاں رومیوں کی بڑی تعداد ہے اور تمہارے ساتھ تھوڑے لوگ ہیں۔ میری عمر کی قسم! اللہ تمہارا بھلا کرے۔ بہتر ہوتا اگر تم انہیں ساتھ نہ لے جاتے۔ پس اگر تم مصر نہیں پہنچے تو واپس لوٹ آؤ۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللهﷺ... جلد2 صفحه324-325 استخلاف عمر بن الخطاب۔ دار الکتب العلمیة بیروت 1420ھ)

اس سفر میں فَرَمَا سے پہلے اسلامی لشکر کی کسی بھی رومی سپاہی سے ملاقات نہ ہوئی تھی بلکہ جگہ جگہ مصریوں نے ان کا استقبال کیا تھا اور سب سے پہلے فرما میں محاذ آرائی ہوئی تھی۔ یہ تو مختلف روایتیں ہیں لیکن وہی روایت صحیح لگتی ہے کہ عَرِیش مصر کی حدود میں پہنچنے کے بعد ان کو خط ملا۔ نہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ بہانے بنائے جائیں کہ ہم مصر پہنچیں گے تو خط کھولوں گا۔ بہر حال جب وہ مصر پہنچ گئے تھے تو پھر آگے بڑھنا تھا کیونکہ پھر مومن کا قدم پیچھے نہیں اٹھتا۔ رومیوں نے یہ خبر پا کر کہ حضرت عمروؓ کے ساتھ آنے والی فوج معمولی تعداد اور ناقابلِ ذکر جنگی تیاریوں میں ہے زیادہ دنوں تک محاصرہ نہیں کر سکتے جبکہ ہم ان سے زیادہ تعداد رکھتے ہیں اور اس کی تیاری کر رہے ہیں اور انہیں پست کر کے لے جائیں گے۔ تو رومیوں نے یہ خیال کیا اور وہ شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ ادھر حضرت عمرو بن عاصؓ کو رومیوں کی عسکری قوت کا علم ہو چکا تھا کہ اسلحہ اور تعداد میں کئی گنا ہم پر بھاری ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے فَرَمَا پر قابض ہونے کے لیے منصوبہ بنایا کہ اچانک حملہ کر کے فصیل کے دروازوں کو کھول دیا جائے یا پھر اس وقت تک صبر کے ساتھ محاصرہ جاری رکھا جائے جب تک کہ شہریوں کی خوراک ختم نہ ہو جائے اور بھوک سے بے تاب ہو کر باہر نہ نکل آئیں۔ چنانچہ محاصرہ کر لیا۔ ادھر مسلمانوں کا محاصرہ سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا تھا اور ادھر رومی بھی اپنی ضد سے پیچھے نہ ہٹ رہے تھے۔ اس طرح محاصرہ کئی مہینے جاری رہا۔ کبھی کبھی رومی فوج باہر آتی اور دو چار جھڑپیں کر کے پیچھے ہٹ جاتی۔ ان جھڑپوں میں مسلمان ہی غالب رہتے۔ ایک دن رومی افواج کی ایک جماعت بستی سے باہر نکل کر مسلمانوں سے لڑنے نکلی۔ مقابلہ میں مسلمان غالب رہے اور رومی ہزیمت کھا کر بستی کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دوڑنے میں کافی تیز روی کا ثبوت دیا اور کچھ لوگوں نے دروازوں تک رومیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ کر فصیل کا دروازہ کھول دیا اور فتحِ مبین کا رستہ صاف کر دیا۔

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطاب از الصلابی، مترجم اردو صفحہ 755,756 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

فتح بِلْبِیْس، یہ کس طرح ہوئی۔ فَرَمَا کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے بِلْبِیْس کا رخ کیا تو رومی فوج نے آپؓ کا راستہ روک لیا۔ بِلْبِیْس فُسْطَاطْ سے تقریباً تیس میل دور شام کے رستے پر ایک شہر ہے۔ بہر حال رستہ روک لیا تا کہ مسلمان بَابِلْیُون کے قلعہ تک نہ پہنچ سکیں۔ بَابِلْیُون نام قدیم لغت میں دیارِ مصر کے لیے استعمال ہوتا ہے بالخصوص جہاں فُسْطَاطْ آباد ہوا اسے پہلے بَابِلْیُون کہا جاتا تھا۔ رومی فوج یہیں لڑنا چاہتی تھی لیکن حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان سے کہا تم اس وقت تک جلدی نہ کرو جب تک ہم اپنی بات تمہارے سامنے رکھ نہ دیں تا کہ کل عذر و معذرت کی کوئی بات نہ رہ جائے۔ پھر کہا کہ تم اپنے پاس سے ابو مریم اور اَبُومَرْیَام کو میرے پاس سفیر بنا کر بھیجو۔ چنانچہ وہ لوگ لڑنے سے رک گئے اور ان دونوں سفیروں کو بھیج دیا۔ یہ دونوں سفیر اہل بِلْبِیْس کے راہب تھے۔ حضرت عمروؓ نے ان کے سامنے اسلام لانے یا جزیہ دینے کی تجویز رکھی اور ساتھ اہلِ مصر کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی پیش کیا کہ تم مصر کو فتح کرو گے۔ وہ ایسا ملک ہے جہاں قِیراط کا نام چلتا ہے۔ پس جب تم اسے فتح کر چکو تو اس کے رہنے والوں سے احسان کا سلوک کرنا کیونکہ ان کے لیے ذمہ داری اور صلہ رحمی ہے یا فرمایا کہ ذمہ داری اور مُصَاہَرَت ہے۔ ان دونوں سفیروں نے یہ بات سن کر کہا یہ بہت دور کا رشتہ

ہے، اسے انبیاء ہی پورا کر سکتے ہیں۔ ہمیں جانے دو۔ ہم واپس آ کے بتائیں گے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا مجھ جیسے شخص کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا ہے۔ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں آپ لوگ اچھی طرح معاملے پہ غور کر لیں۔ دونوں سفیروں نے کہا کہ ایک دن کی اَور مہلت دے دیں۔ آپ نے انہیں مزید ایک دن کی مہلت دے دی۔ دونوں سفیر لوٹ کر قِبْطِیوں کے سردار مُقَوقَس اور شاہ روم کی طرف سے مصر کے حاکم اَرْطَبُون کے پاس آئے اور مسلمانوں کی بات ان کے سامنے رکھی۔ اَرْطَبُون نے ماننے سے انکار کر دیا اور جنگ کا پختہ ارادہ کر کے راتوں رات اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اَرْطَبُون کے اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اس معرکے میں شہید ہوئی اور رومیوں کے ایک ہزار سپاہی قتل اور تین ہزار سپاہی گرفتار ہوئے اور اَرْطَبُون میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور بعض نے کہا کہ وہ اسی جنگ میں مارا گیا۔ مسلمانوں نے اسے اس کے لشکر سمیت اسکندریہ تک شکست دی۔ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمان بِلْبِیْس میں ایک مہینہ تک رہے۔ اس دوران لڑائی ہوتی رہی اور آخر میں فتح مسلمانوں کو ہوئی لیکن اس امر میں ان کا اختلاف ہے کہ یہ جنگ شدید تھی یا کم۔

(سیدنا عمر بن خطاب از صلابی مترجم صفحہ 757-758 مطبوعہ الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان) (ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر صفحہ 564-565 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ ﷺ ... جزء2 صفحہ346 دار الکتب العلمیة بیروت 1420ھ) (معجم البلدان جلد1 صفحہ567 بِلْبِیْس۔ دار الکتب العلمیة بیروت) (اٹلس فتوحات اسلامیہ جلد 2 صفحہ 225 دار السلام الریاض 1428ھ)

اس جنگی کشمکش کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کی دانش مندی اور اخلاقی برتری کی دلیل ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب بِلْبِیْس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی تو اس میں مَقُوقَس کی لڑکی گرفتار ہوئی جس کا نام اَرْمَانُوسہ تھا۔ وہ اپنے باپ کی چہیتی بیٹی تھی۔ اس کا باپ قُسْطَنْطِیْن بِن ھِرَقْل سے اس کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس شادی پر راضی نہیں تھی۔ اس لیے وہ اپنی خادمہ کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے بِلْبِیْس آئی ہوئی تھی۔ بہرحال جب مسلمانوں نے اسے گرفتار کیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے تمام صحابہ کرامؓ کی ایک مجلس بلائی اور انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنایا کہ: هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن:61)

کیا احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ اَور بھی ہو سکتی ہے؟ پھر اس آیت یعنی هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کے حوالے سے کہا کہ مَقُوقَس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔ میری رائے ہے کہ اس لڑکی اور اس کے ساتھ جو دیگر خواتین ہیں اور اس کے خدمت گزار ہیں اور جو مال ہمیں ملا ہے وہ سب کچھ مَقُوقَس کے پاس بھیج دو۔ سب نے عَمرو بن عاصؓ کی رائے کو درست قرار دیا۔ پھر عَمرو بن عاصؓ نے مَقُوقَس کی بیٹی اَرْمَانُوسہ کو اس کے تمام جواہرات، دیگر خواتین اور خدمت گزاروں کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے اس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ واپس ہوتے ہوئے اس کی خادمہ نے اَرْمَانُوسہ سے کہا ہم ہر طرف سے عربوں کے گھیرے میں ہیں۔ اَرْمَانُوسہ نے کہا میں عربی خیمے میں جان اور عزت کو محفوظ سمجھتی ہوں لیکن اپنے باپ کے قلعہ میں اپنی جان کو محفوظ نہیں سمجھتی۔ پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس پہنچی تو اس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔

(سیدنا عمر بن خطاب از علی محمد صلابی، اردو مترجم صفحہ 758-759 مطبوعہ الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

پھر اُمُ دُنَین ایک جگہ ہے، وہاں کی فتح کا ذکر ہے۔ بِلبِیس کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ صحرا کی سرحد پر پیش قدمی کرتے ہوئے اُمُ دُنَین کی بستی کے قریب جا پہنچے جو دریائے نیل پر خلیج ترا جان کے منبع کے پاس واقع تھی۔ یہ خلیج سویز کے قریب شہر مصر کو بحیرہ روم سے ملاتی تھی جہاں آج کل قاہرہ کا محلہ ازبکیہ ہے وہیں اس زمانے میں اُمُ دُنَین کی بستی تھی جسے رومیوں نے قلعہ بند کر رکھا تھا۔ اس کے قریب دریائے نیل کا گھاٹ تھا اور اس گھاٹ پر بہت سی کشتیاں کھڑی رہتی تھیں۔ یہ بستی بَابِلیُون کے شمال میں تھی جو شہر مصر کا سب سے بڑا قلعہ تھا۔ اس لحاظ سے اُمُ دُنَین کو مصریوں کے اس محبوب علاقے کی، جو گذشتہ زمانوں کے فرعونوں کا دارالحکومت بھی رہ چکا تھا، سب سے پہلی دفاعی چوکی کہا جا سکتا ہے۔ اُمُ دُنَین کے قریب جا کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا۔ رومیوں نے قلعہ بَابِلیُون میں اپنی بہترین فوج پہنچا دی تھی اور اُمُ دُنَین کے قلعہ کو خوب اچھی طرح مضبوط کر کے جنگ کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ جاسوسوں کی خبروں سے حضرت عمرو بن عاصؓ کو اندازہ ہو گیا کہ ان کی فوج قلعہ بَابِلیُون کی فتح یا اس کے محاصرے کے لیے ناکافی ہے۔ انہوں نے ایک قاصد کے ہاتھ ایک خط مدینہ بھیجا اور اس میں اپنے سفر مصر کے حالات، قلعوں کی تفصیلات اور ان پر حملہ کرنے کے لیے کمک کی ضرورت کا اظہار کیا۔ ادھر فوج میں یہ اعلان کرا دیا کہ امدادی فوجیں بہت جلد پہنچنے والی ہیں۔ اس کے بعد اُمُ دُنَین کی طرف بڑھے اور اس کا محاصرہ کر کے قلعہ میں غذائی اور فوجی ضروریات کے سامان کی رسد روک دی۔ قلعہ بَابِلیُون میں جو رومی تھے انہوں نے ادھر آنے کی کوشش نہ کی کیونکہ بِلبِیس میں اَرْطَبُون کا حشر دیکھ چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ عربوں سے کھلے میدان میں لڑنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اُمُ دُنَین کی فوجیں البتہ کبھی کبھار نکلتیں اور ناکام جھڑپوں کے بعد واپس ہو جاتیں۔ کئی ہفتے اسی طرح گزر گئے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ بارگاہِ خلافت سے پہلی امدادی فوج روانہ کر دی گئی اور وہ آج کل میں پہنچا چاہتی ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کی ہمت اور طاقت میں اضافہ ہو گیا۔

(حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر صفحہ 567 تا 570 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

حضرت عمرؓ نے اسلامی لشکر کی مدد کے لیے چار ہزار سپاہی بھیجے۔ حضرت عمرؓ نے ہر ہزار آدمی پر ایک امیر مقرر کیا۔ ان امراء کے نام حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت عُبادہ بن صامتؓ اور حضرت مَسْلَمَہ بن مُخَلَّدؓ تھے۔ ایک قول کے مطابق حضرت مَسْلَمَہ بن مُخَلَّدؓ کی جگہ خَارِجَہ بن حُذَافَہ امیر تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ کمک بھیجنے کے ساتھ حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا کہ اب تمہارے ساتھ بارہ ہزار مجاہدین ہیں۔ یہ تعداد کمی کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہو گی۔ رومی جنگجو قبطیوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے۔ دونوں فوجوں میں شدید لڑائی ہوئی۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حکمت عملی سے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو جَبَلِ اَحْمَر کے قریب ایک جگہ پر ٹھہرا دیا۔ دوسرے حصے کو اُمُ دُنَین کے قریب دریائے نیل کے کنارے ایک جگہ پر ٹھہرا دیا اور فوج کا بقیہ حصہ لے کر دشمن کے مقابلے پر نکلے۔ جس وقت دونوں فوجوں میں سخت لڑائی ہو رہی تھی جَبَلِ اَحْمَر میں چھپی فوج نے نکل کر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے دشمن کا فوجی نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ اُمُ دُنَین کی طرف بھاگے۔ وہاں اسلامی فوج کا دوسرا حصہ تیار تھا۔ اس نے ان کا راستہ روک دیا۔ اس طرح رومی فوج

مسلمانوں کی تینوں فوجوں کے درمیان پھنس گئی اور دشمن کو شکست ہوئی۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی مترجم صفحہ 759 مطبوعہ الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

متفرق فتوحات کے بارے میں ذکر ہے کہ اُمّ دُنَین کی فتح کے بعد سب سے پہلے فَیُّوم کے علاقے پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے فتح حاصل کی اور اس علاقے کا سردار اس لڑائی میں قتل ہو گیا۔

(ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر صفحہ 571-572 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

پھر عَیْنُ الشَّمْس میں مسلمانوں کا رومیوں سے مقابلہ ہوا۔ اس سے قبل آٹھ ہزار مجاہدین کا لشکر بطور کمک حضرت عمرو بن عاصؓ سے آ ملا جس کی کمان حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہاتھ میں تھی اور اس میں حضرت عُبادہ بن صامتؓ، حضرت مِقداد بن اسوَدؓ اور مَسْلَمَہ بن مُخَلَّد وغیرہ بھی تھے۔ اس جنگ میں بھی مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ اس کے بعد فَیُّوم کے پورے صوبہ پر مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ مسلمانوں کی فوج کے ایک حصہ نے صوبہ مَنُوْفِیَہ کے دو شہروں اِتْرِیْب اور مَنُوف پر فتح پائی۔

(سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر صفحہ 573 و 579 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

(اٹلس فتوحات اسلامیہ جلد 2 صفحہ 229 دار السلام الریاض 1428ھ)

معرکہ قلعہ بَابِلْیُون یا فُسْطَاط کی فتح کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ اُمّ دُنَین کی فتح کے بعد قلعہ بَابِلْیُون کی طرف بڑھے اور اس کا زبردست محاصرہ کیا۔ اب اس علاقے کا نام فُسْطَاط ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عربی میں خیمے کو فُسْطَاط کہتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے قلعہ کو فتح کرنے کے بعد جب یہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا تو اتفاق سے ایک کبوتر نے حضرت عمروؓ کے خیمے میں گھونسلا بنا لیا تھا۔ جب ان کی نظر اس پر پڑی تو انہوں نے حکم دیا کہ اس خیمے کو یہیں رہنے دو اور حضرت عمروؓ نے اسکندریہ سے واپس آ کر اسی خیمے کے قریب شہر بسایا اس لیے یہ شہر فُسْطَاط کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 150-151 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

قلعہ میں محافظ دستے کی تعداد کا اندازہ پانچ سے چھ ہزار تک لگایا جاتا تھا اور وہ ہر طرح سے مسلح تھے۔ حضرت عمروؓ نے قلعہ بَابِلْیُون کا محاصرہ شروع کیا۔ اسکندریہ کے بعد یہ بہت مضبوط قلعہ تھا اور پکی اینٹوں سے بنایا ہوا تھا اور چاروں طرف سے دریائے نیل کے پانیوں سے گھرا ہوا تھا چونکہ دریائے نیل پر واقع تھا اور جہاز اور کشتیاں قلعہ کے دروازے پر آ کر لگتی تھیں اس لیے سرکاری ضرورتوں کے لیے نہایت مناسب مقام تھا۔ عرب اس مضبوط قلعہ پر حملہ کرنے کے لیے ضروری آلات سے لیس نہ تھے نہ وہ اس کے لیے تیار تھے۔

(سیرت عمر فاروقؓ از محمد رضا صفحہ 264-265 مکتبہ اسلامیہ 2010ء)

حضرت عمروؓ نے اول اس کا محاصرہ کرنے کی تیاریاں کر لیں۔ مُقَوقَس جو مصر کا فرمانروا تھا وہ حضرت عمرو بن عاصؓ سے پہلے قلعہ میں پہنچ چکا تھا اور لڑائی کا بندوبست کر رہا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا اور جہاں جہاں ضرورتیں تھیں مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور سپاہی متعین کیے۔ یہ محاصرہ مسلسل سات ماہ تک جاری رہا اور فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 150 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

اس دوران رومی فوج کبھی کبھی قلعہ سے باہر آ کر جنگ بھی کرتی لیکن پھر واپس چلی جاتی۔ اس دوران مَقُوقَس اپنے سفیروں کو مصالحت اور دھمکانے کی غرض سے حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس بھیجتا رہا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عُبادہ بن صامتؓ کو بھیجا اور مصالحت کرنے کے لیے صرف تین شرائط لگا دیں کہ اسلام لاؤ، جزیہ دو یا پھر جنگ ہو گی اور کہا کہ اس کے علاوہ کسی بات پر صلح نہیں ہو سکتی۔ نہ صلح کرنا۔ مَقُوقَس نے جزیہ دینا منظور کر لیا اور اس سلسلہ میں ہرقل سے اجازت مانگنے کے لیے خود ہرقل کے پاس گیا لیکن ہرقل نے اسے ماننے سے انکار کر دیا بلکہ مَقُوقَس سے سخت ناراض ہوا اور اس کو سزا دیتے ہوئے جلاوطن کروا دیا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی اردو ترجمہ صفحہ 760 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

(ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر صفحہ 582 و 584 و 590 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

جب قلعہ بَابِلْیُون کی فتح میں زیادہ تاخیر نظر آئی تو حضرت زبیر بن عوامؓ کہنے لگے کہ اب میں اپنی جان اللہ کے رستہ میں ہبہ کرنے جا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی سے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ یہ کہہ کر ننگی تلوار لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ چند اَور صحابہ نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔ فصیل پر چڑھ کر سب نے ایک نعرہ لگایا اور ساتھ ہی تمام فوج نے بھی نعرہ لگایا جس سے قلعہ کی زمین دہل گئی۔ عیسائی سمجھ گئے کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے ہیں وہ بدحواس ہو کر بھاگے اور حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر آ گئی اور لڑتے لڑتے قلعہ کو فتح کر لیا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی اردو ترجمہ صفحہ 760 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 150 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت عمرو بن عاصؓ نے انہیں اس شرط پر امان دے دی کہ رومی فوج اپنے ساتھ چند دنوں کی خوراک لے کر یہاں سے نکل جائے اور قلعہ بَابِلْیُون میں جو ذخیرہ اور جنگی اسلحہ ہے انہیں ہاتھ نہ لگائیں کیونکہ وہ مسلمانوں کے اموالِ غنیمت ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے قلعہ بَابِلْیُون کے گنبدوں اور بلند اور مستحکم دیواروں کو توڑ دیا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی اردو ترجمہ صفحہ 760 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

قلعہ بَابِلْیُون کی فتح کے بعد اسلامی فوج نے مصر میں مختلف علاقوں اور قلعوں پر فتوحات حاصل کیں جن میں سب سے نمایاں طَرْنُوط، نَقْیُوس، سُلْطَیْس، کِرْیُون وغیرہ ہیں۔

(سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر صفحہ 602، 603، 605، 608 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

اسکندریہ کی فتح کس طرح ہوئی؟ اس بارے میں لکھا ہے کہ فُسطاط کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے اسکندریہ کی فتح کی بھی اجازت دے دی۔ اسکندریہ اور فُسْطَاط کے درمیان مقام کِرْیُون میں رومیوں کے ساتھ شدید جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس کے بعد اسکندریہ تک رومی سامنے نہ آئے۔ مَقُوقَس جزیہ دے کر صلح کرنا چاہتا تھا لیکن رومیوں نے اس پر دباؤ ڈالا جس کے نتیجہ میں مَقُوقَس نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو پیغام بھیجا کہ وہ اور قِبطی قوم اس جنگ میں شامل نہیں ہیں۔ اس لیے ہمیں اس میں کوئی ضرر نہ پہنچے۔ قِبطی اس معرکے سے الگ رہے جبکہ انہوں نے اسلامی فوج کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے لیے راستہ ہموار کرنے لگے اور پل مرمت کرنے لگے۔ اسکندریہ کے محاصرہ میں بھی قبطی لوگ مسلمانوں کو رسد مہیا کرتے رہے۔ اسکندریہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے

کہ جس وقت مسلمانوں نے اسکندریہ کو فتح کیا اس وقت اس شہر کو دارالحکومت کی حیثیت حاصل تھی۔ قسطنطنیہ کے بعد بازنطینی رومی بادشاہت کا دوسرا بڑا شہر مانا جاتا تھا۔ مزید برآں دنیا کا سب سے پہلا تجارتی شہر تھا۔ بازنطینی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر اس شہر پر مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا تو اس کے بہت بھیانک نتائج سامنے آئیں گے۔ اسی پریشانی کی حالت میں ہرقل نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر عرب اسکندریہ پر غالب آ گئے تو رومی ہلاک ہو جائیں گے۔ اسکندریہ میں ہرقل نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بنفس نفیس تیاری کی تھی لیکن تیاری کے دوران مر گیا اور اس کا بیٹا قسطنطین بادشاہ بنا۔ اسکندریہ اپنی فصیلوں کی استواری، ضخامت، محل وقوع اور محافظوں کی کثرت کی وجہ سے دفاعی اعتبار سے اپنا ایک منفرد مقام رکھتا تھا۔ اسکندریہ کا محاصرہ نو ماہ تک جاری رہا۔ حضرت عمرؓ کو تشویش ہوئی اور حضرت عمرؓ نے خط لکھا کہ شاید تم لوگ وہاں رہ کر عیش پرست ہو گئے ہو ورنہ فتح میں اس قدر دیر نہ ہوتی۔ اس پیغام کے ساتھ مسلمانوں میں جہاد کی تقریر کرو اور حملہ کرو۔ حضرت عمرؓ کا یہ خط سنانے کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عُبادہ بن صامِتؓ کو بلایا اور عَلَم ان کے سپرد کیا۔ مسلمانوں نے نہایت شدید حملہ کیا اور شہر فتح کر لیا۔ اسی وقت حضرت عمروؓ نے مدینہ قاصد روانہ کیا اور اس کو کہا کہ جس قدر تیز جا سکو جاؤ اور امیر المومنین کو خوشخبری سناؤ۔ قاصد اونٹنی پر سوار ہوا اور منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچا۔ چونکہ دوپہر کا وقت تھا تو اس خیال سے کہ یہ آرام کا وقت ہے، بارگاہ خلافت میں جانے سے پہلے سیدھا مسجد نبویؐ کا رخ کیا۔ اتفاق سے حضرت عمرؓ کی لونڈی ادھر آ نکلی اور پوچھا کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ قاصد نے کہا اسکندریہ سے آیا ہوں۔ اس لونڈی نے اسی وقت جا کر خبر دی اور ساتھ ہی واپس آئی اور کہا کہ چلو تم کو امیر المومنینؓ بلاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بغیر انتظار کے خود چلنے کے لیے تیار ہوئے اور چادر سنبھال رہے تھے کہ قاصد پہنچ گیا۔ فتح کا حال سن کر زمین پر گرے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ آپؓ اٹھ کر مسجد میں آئے اور منادی کرا دی کہ الصلوٰۃ جَامِعَہ۔ یہ سنتے ہی سارا مدینہ امڈ آیا۔ قاصد نے سب کے سامنے فتح کے حالات بیان کیے۔ بعد ازاں قاصد حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کے گھر گیا۔ اس کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے قاصد سے پوچھا کہ سیدھے میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ اس نے کہا کہ میں نے سوچا کہ آپؓ آرام کر رہے ہوں گے۔ فرمانے لگے تم نے میرے متعلق یہ کیوں گمان کیا؟ میں دن کو سوؤں گا تو خلافت کا بار کون اٹھائے گا؟

اسکندریہ کی فتح کے ساتھ سارا مصر فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں کثرت سے قیدی بنائے گئے۔ حضرت عمرؓ نے تمام قیدیوں کے متعلق حضرت عمروؓ کو بذریعہ خط ارشاد فرمایا کہ سب کو بلا کر کہہ دو کہ ان کو اختیار ہے کہ مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اسلام قبول کریں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ورنہ جزیہ دینا ہو گا جو تمام ذمیوں سے لیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا یہ فرمان جب قیدیوں کے سامنے پڑھا گیا تو بہت سے قیدیوں نے اسلام قبول کیا اور بہت سے اپنے مذہب پر قائم رہے۔ جب کوئی شخص اسلام کا اظہار کرتا تو مسلمان اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے تھے اور جب کوئی شخص عیسائیت کا اقرار کرتا تھا تو تمام عیسائیوں میں مبارکباد کا شور اٹھتا تھا اور مسلمان غمگین ہوتے تھے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 162 تا 165 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطابؓ از الصلابی اردو ترجمہ صفحہ 760 تا 764 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

اسکندریہ کی لائبریری جلائے جانے کا واقعہ بھی بعض مستشرقین بڑے زور شور سے بیان کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت

کیا ہے؟ اسکندریہ کی اس فتح کے ضمن میں مخالفین بالخصوص عیسائی مصنفین کی طرف سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسکندریہ میں موجود ایک بہت بڑے کتب خانے کو جلانے کا حکم دیا تھا اور اس اعتراض کے ساتھ گویا یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمان نعوذ باللہ کس قدر علم و عقل کے مخالف تھے اور اسکندریہ میں موجود اتنے بڑے کتب خانے کو جلا دیا کہ چھ ماہ تک آگ جلتی رہی حالانکہ عقل و نقل دونوں اعتبار سے یہ اعتراض سراسر بناوٹی اور جعلی معلوم ہوتا ہے کیونکہ جس قوم کو اس کے رب اور راہنما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

(سنن ابن ماجه افتتاح الكتاب فی الايمان وفضائل الصحابة والعلم باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم حديث نمبر 224)

اور جس نے یہ حکم دیا ہو کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ کہ علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے۔

(کنزالعمال جزء10 صفحہ138 کتاب الباب الاول فی الترغیب فیه حدیث 28697 مؤسسة الرسالة بیروت 1985ء)

اور جن کے لیے قرآن کریم میں علم و عقل اور تدبر و تفکر کے لیے درجنوں احکام و آیات موجود ہوں ایسے لوگوں پر کتب خانے کو جلانے کا الزام لگانا عقل اور درایت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے محققین جن میں خود عیسائی اور یورپین محقق شامل ہیں انہوں نے اس بات کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانے کو جلائے جانے کا واقعہ سراسر بناوٹی اور جعلی قصہ ہے۔ چنانچہ مصر کے ایک عالم محمد رضا اپنی تصنیف 'سیرت عمر فاروقؓ' میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسکندریہ میں آگ لگنے کا جو اعتراض کیا جاتا ہے اس کا ذکر اَبُوالْفَرَج مَلَطِیّ نے کیا ہے۔ اس نے یہ واقعہ تاریخ کی ایک کتاب 'مُخْتَصِرُ الدُّوَل' میں کیا ہے۔ یہ مؤرخ 1226ء میں پیدا ہوا اور 1286ء میں فوت ہوا۔ اس نے لکھا ہے کہ فتح کے وقت یُوْحَنَّا اَلنَّحْوِی نامی ایک شخص جو قبطی پادری تھا اور مسلمانوں میں یحییٰ کے نام سے مشہور ہوا، اعتقاد کے لحاظ سے عیسائیوں کے فرقہ یعقوبیہ سے اس کا تعلق تھا اور بعد میں عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے رجوع کر لیا۔ اس نے عمرو بن عاصؓ سے خزائنِ ملوکیت میں سے حکمت کی کتب مانگیں تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ سے اجازت کے بعد ہی کچھ بتانے کے قابل ہوں گا۔ ویسے تو یہ بالکل جھوٹی کہانی ہے لیکن پھر بھی اعتراض کو ردّ کرنے کے لیے بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ آپؓ نے جن کتابوں کا ذکر کیا ہے اگر تو ان کا مواد اللہ تعالیٰ کی کتاب کے موافق ہے تو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے اور ان کتابوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اور اگر ان کا مواد اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف ہے تو پھر ان کتابوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا آپ ایسی کتابیں ضائع کرا دیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسکندریہ کے حماموں پر ان کتابوں کی چھانٹی شروع کر دی اور انہیں ان بھٹیوں میں جلا دیا۔ اس طرح وہ کتابیں چھ ماہ میں ختم ہو گئیں۔

اس روایت کا ذکر نہ تاریخ طبری میں ہے نہ ابنِ اثیر میں ہے، نہ یعقوبی اور کِنْدِی میں، نہ ابن عبد الحَکَمْ اور بَلَاذُرِی میں اور نہ ہی ابنِ خلدون نے اس کا ذکر کیا ہے۔

صرف ابو الفَرَجْ نے تیرھویں صدی عیسوی کے نصف اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں کسی مصدر

کا ذکر کیے بغیر اسے لکھا ہے۔

پروفیسر بٹلر نے یوحنا نحوی کے بارے میں تحقیق کی اور لکھا ہے کہ وہ سن 642ء میں جس میں لائبریری کو آگ لگنے کا ذکر ہے زندہ ہی نہیں تھا۔ دائرۂ معارف برطانیہ نے ذکر کیا ہے کہ یوحنا پانچویں صدی کے اواخر اور چھٹی صدی کے اوائل میں زندہ تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر ساتویں صدی کے اوائل میں فتح ہوا تھا۔ اس بنا پر پروفیسر بٹلر نے درست کہا ہے کہ وہ اس وقت فوت ہو چکا تھا۔ یہ یعنی جس کا حوالہ دے رہے ہیں وہ تو اس واقعہ سے جو غلط رنگ میں ہی بے شک بیان کیا جاتا ہے اس سے بہت پہلے فوت ہو چکا تھا۔ پھر یہ کہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے پروفیسر اسماعیل کی سند سے اپنے رسالے "تاریخ عمرو بن عاصؓ" میں یہ تحریر کیا ہے کہ اس وقت دارِ کتب اسکندریہ یعنی اسکندریہ کی جو لائبریری تھی وہ موجود ہی نہیں تھی کیونکہ اس کے دو حصوں میں سے ایک بڑے حصے کو یُولیوس قیصر جولیس قیصر، جولیس سیزر (Julius Caesar) کے لشکروں نے بلا قصد، بغیر کسی مقصد کے اور بلا وجہ سن 47 ق م میں جلا دیا تھا اور اس کی دوسری قسم بھی اسی طرح مذکورہ زمانے میں معدوم ہو گئی تھی اور یہ واقعہ تیُوفِل (Teofill) پادری کے حکم پر چوتھی صدی میں ہوا۔

پروفیسر بٹلر لکھتا ہے کہ ابوالفرج کا قصہ تاریخی اساس سے محض بے سروپا ہے اور مضحکہ خیز ہے۔ اگر کتابیں جلانی ہوتیں تو وہ مختصر سی مدت میں ایک دفعہ ہی جل سکتی تھیں اور اگر وہ چھ ماہ میں جلائی گئیں تو ان میں سے بہت سی چوری بھی ہو سکتی تھیں۔ عربوں کے متعلق معروف نہیں کہ انہوں نے کسی چیز کو تلف کیا ہو۔ گِبن (Gibbon) نے لکھا ہے کہ اسلامی تعلیمات اس روایت کی مخالفت کرتی ہیں کیونکہ اس کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ جنگ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ملنے والی کتب کو جلانا جائز نہیں اور جہاں تک علم، فلسفہ، شعر اور دین کے دیگر علوم کی کتب کا تعلق ہے تو اسلام نے ان سے استفادہ کرنا جائز قرار دیا ہے۔ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں میں گرجوں اور ان کی متعلقہ چیزوں کو نقصان پہنچانے سے منع کیا بلکہ ذمیوں کو بھی حریت دینیہ کی اجازت دی تھی تو کیا عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ امیر المومنین، اسکندریہ کا کتب خانہ جلا دینے کا حکم دیں گے۔

(ماخوذ از سیرت عمر فاروقؓ از محمد رضا صفحہ 294 تا 297 مکتبہ اسلامیہ لاہور 2010ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی کتاب "تصدیق براہین احمدیہ" میں اس اعتراض کا ذکر کر کے جواب دیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ فَیلُونَس حکیم اور فاضل اجل کی عرض پر عمرو سپہ سالار فوج نے امیر المومنین عمر خلیفہ ثانیؓ سے اس کتب خانے کے بارے میں ارشاد پوچھا تو خلیفہ نے لکھا فی الفور جلا دیے جاویں۔ چھ مہینے تک وہ حمام گرم ہوتے رہے۔ آپ لکھتے ہیں یہ لوگ یہ کہتے ہیں۔ یہ تو اعتراض صرف پادری صاحبان کی کاسہ لیسی کا نتیجہ ہے۔ اس میں حقیقت کوئی نہیں۔ وَاِلَّا ناظرین غور کریں۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں کہ اول یہ کہ اگر اسلام کی عادات میں یہ ہوتا تو اسلام والے پھر خلیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد سعادت مہد میں یہود اور عیسائیوں کی پاک کتب کو جلاتے کیونکہ وہی دونوں مذاہب، ہاں پاک کتابوں والے مذاہب مذہبِ اسلام کے پہلے مخاطب تھے۔ پھر مجوس پر اسلام کا پورا تسلط ہوا مگر کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ اسلام نے ان کی کتابیں جلائیں۔ اگر یہ فعل اسلام یا خلفائے اسلام کا

داب ہو تا یعنی ان کی عادت ہوتی تو اس کے ارتکاب کے اسباب ہمیشہ اسلام میں موجود ہوتے اور اسلام کو اس میں کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں: دوسری بات یہ کہ اگر مذہبی کتابوں کا جلانا اسلامی بادشاہوں اور عوام اسلام کا کام ہوتا تو یونانی فلسفہ، یونانی طب، یونانی علوم کے ترجمے عربی زبان میں محال ہوتے۔ سوئم یہ کہ اگر کتابوں کا جلانا اسلامی لوگ اختیار کرتے تو ضرور تھا کہ مکذب براہین احمدیہ، جو براہین احمدیہ کی تکذیب کر رہا ہے، اس کے جواب میں حضرت خلیفہ اول لکھ رہے ہیں ناں کہ اپنے ملک سے کوئی نظیر دیتے اور انہیں اسکندریہ میں سمندر پار نہ جانا پڑتا۔ یہاں لکھتے کہ ہندوستان میں کون سی کتابیں جلی ہیں۔ چہارم یہ کہ سات سو برس سے زیادہ اسلام نے ہندوستان میں سلطنت کی اور اس عرصہ میں بھگوت، رامائن، گیتا، مہابھارت اور ان کے مثل لِنگ پُرَان (Ling Puran)، مَارْکُنْڈِی (Markundi) مشہور کتابیں ہیں جو آج تک مذہبی کتابیں اور مقدس پُستک یقین کی جاتی ہیں۔ کسی کے جلانے کی خبر کان میں نہیں پہنچی بلکہ ان کتابوں میں سے بعض کے ترجمے ہوئے۔ پس تعجب آتا ہے کہ ان ہندوؤں نے کیونکر سمجھ لیا کہ مسلمان ان کی پُستکوں کو جلاتے ہیں۔ انصاف سے سوچو۔

(ماخوذ از تصدیق براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ 203-204)

اس اعتراض کے جواب میں 'تصدیق براہین احمدیہ' میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ نے بھی نوٹ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس وقت تک جبکہ اس واقعہ کی تحقیق نہ کی گئی تھی اور صحیح حالات روشنی میں نہ آئے تھے یہ الزام مسلمانوں کو دیا جاتا تھا مگر اب منصف مزاج اور حق پسند علماء میں ایسے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں جو یہ ناحق الزام مسلمانوں کو دیتے ہوں۔ اس الزام کی وجہ زیادہ تر تعصب یا ناواقفیت پر مبنی تھی اور اس وقت بھی جب یہ الزام لگانے والے کے پاس کوئی صحیح سند موجود نہ تھی یعنی اس قصہ کے بیان کرنے والے دو مؤرخ اس واقعہ سے پانچ سو اسّی برس بعد پیدا ہوئے اور کوئی پہلی سند ان کے پاس موجود نہ تھی۔ سینٹ کرائے (Saint Croix) جس نے اسکندریہ کے کتب خانے کی تحقیق میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اس روایت کو بالکل جھوٹا ٹھہرایا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ یہ کتابیں جولیس سیزر (Julius Caesar) کی لڑائی میں جل گئی تھیں۔ چنانچہ پلوٹارک (Plutarch) بھی 'لائف آف سیزر' میں لکھتا ہے کہ جولیس سیزر نے دشمنوں کے ہاتھوں میں پڑ جانے کے خوف سے اپنے جہازوں کو آگ لگا دی اور وہی آگ بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئی کہ اس نے اسکندریہ کے مشہور کتب خانۂ عظیم کو بالکل جلا دیا۔

ہیڈن (Haydn) نے اپنی کتاب ڈکشنری آف ڈیٹس ریلیٹنگ ٹو آل ایجز (Dictionary of Dates Relating to all Ages) میں جہاں اس غلط روایت کو درج کیا ہے وہاں اپنی تحقیقات سے یہ نوٹ لکھا ہے کہ یہ قصہ بالکل مشکوک ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول "اگر وہ کتابیں مخالفِ اسلام ہیں تو جلا دینی چاہئیں" مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اس قول کو بعض نے تھیوفِلَس (Theophilus) اسکندریہ کے بشپ سے منسوب کیا ہے جو 391ء میں ہوا اور بعض نے اسے کارڈینل جیمینیز (Cardinal Jimenez) کے ماتھے لگایا ہے جو 1500ء میں تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہمارے مشہور جوان مرد ڈاکٹر لَائِٹْنَر (Dr. Leitner) نے اپنی کتاب سِنین الاسلام میں اس غلط روایت کی

پیروی کی ہے اور افسوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو اپنی تحقیقات میں دھوکا ہوا ہے۔

ڈریپر صاحب، جان ولیم ڈریپر (John William Draper) نے مشہور کتاب میں پہلے اس قول کو غلط راویوں سے نقل کیا ہے لیکن بعد میں جا کر اس قول کی غلطی کو تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ در حقیقت یہ کتابیں جولیس سیزر کی لڑائی میں جل گئی تھیں اور اب کامل یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قول بالکل بے اصل اور محض فسانہ ہے۔

اگر رونے کے لائق ہے تو یہ سچا واقعہ ہے، اگر جس بات پہ افسوس کرنا چاہیے، رونا چاہیے تو یہ واقعہ سچا ہے کہ متعصّب کارڈینل جیمینیز (Cardinal Jimenez) نے اسّی ہزار عربی قلمی کتابیں گرناڈا (Granada) کے میدانوں میں برباد کرنے والی آگ کے شعلوں کے حوالے کر دی تھیں۔ جب سپین کو انہوں نے مسلمانوں سے چھینا اور عیسائیوں کا قبضہ ہوا تو وہاں غرناطہ کی لائبریری سے اسّی ہزار کتابیں انہوں نے جلائی تھیں۔ یہ ہے اصل رونے کا مقام بجائے اسلام پہ الزام لگانے کے۔ دیکھو۔ Conflict Between Religion and Science

(ماخوذ از تصدیق براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ 203 حاشیہ)

اس میں یہ حوالہ درج ہے۔ تو بہر حال یہ لائبریری کے جلانے کا حوالہ تھا جس کا الزام لگایا جاتا ہے۔

پھر فتح بَرْقَہ و طرابلس وغیرہ کا ذکر ہے۔ مصر فتح کر لینے اور وہاں امن و امان قائم ہو جانے کے بعد عمرو بن عاصؓ مغرب کی سمت بڑھے تا کہ ادھر سے مفتوحہ علاقوں کے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ بَرْقَہ اور طرابلس میں روم کی کچھ فوج قلعہ بند تھی اور موقع ملنے پر لوگوں کو ورغلانے سے وہ مصر میں مسلمانوں پر دھاوا بول سکتے تھے۔ اسکندریہ اور مراکش کے درمیان جو علاقہ ہے اس کو بَرْقَہ کہتے ہیں۔ اس علاقے میں کئی شہر اور بستیاں آباد ہیں۔ چنانچہ عمرو بن عاص بائیس ہجری میں اپنی فوج لے کر بَرْقَہ کی طرف چلے۔ اسکندریہ سے بَرْقَہ تک کا راستہ نہایت سرسبز و شاداب اور گھنی آبادی والا تھا۔ اس لیے وہاں تک پہنچنے میں آپ کو دشمن کی کسی سازش کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور جب وہاں پہنچے تو لوگوں نے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کر لی۔ اس کے بعد بَرْقَہ کے لوگ خود بخود والی مصر کے پاس جاتے اور اپنا خراج جمع کرا آتے۔ مسلمانوں کی طرف سے کسی کو ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ یہ لوگ مغرب میں سب سے زیادہ سادہ لوگ تھے۔ ان کے یہاں کوئی فتنہ و فساد نہیں تھا۔

عمرو بن عاص یہاں سے نکلے تو طرابلس کی طرف بڑھے جو محفوظ و مضبوط قلعوں والا شہر تھا۔ وہاں رومی فوج کی بہت بڑی تعداد مقیم تھی۔ اس نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر اپنے قلعوں کے دروازے بند کر دیے اور مجبوراً مسلمانوں کے محاصرے کو برداشت کرنے لگے۔ یہ محاصرہ ایک ماہ تک جاری رہا لیکن مسلمانوں کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ طرابلس کے عقب میں شہر سے متصل سمندر بہتا تھا اور سمندر اور شہر کے درمیان کوئی فصیل قائم نہیں تھی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کو یہ راز معلوم ہو گیا اور پیچھے سے سمندر کی طرف سے شہر میں داخل ہو گئی۔ انہوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اب فوج کے سامنے اپنی اپنی کشتیوں میں بھاگ کر پناہ لینے کے علاوہ کوئی اَور راستہ نہیں تھا۔ وہ جونہی پیچھے بھاگے پیچھے سے عمرو بن عاصؓ نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے

اکثر تہ تیغ کر دیے گئے سوائے یہ کہ جو کشتیوں سے بھاگ نکلے۔ شہر میں موجود سامان اور جائیداد کو مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔

طرابلس سے نمٹنے کے بعد عمرو بن عاص نے اپنی فوج کو قرب و جوار میں پھیلا دیا۔ آپ کا ارادہ تھا کہ مغرب کی سمت فتوحات مکمل کر کے تیونس اور افریقہ کا رخ کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سیدنا عمر بن خطابؓ کے پاس خط لکھا جبکہ حضرت عمرؓ اسلامی لشکر کو نئے محاذ پر بھیجنے سے ہچکچاتے تھے اور خاص طور پر ایسی حالت میں جبکہ شام سے طرابلس تک تیزی سے فتوحات کے باعث مفتوحہ علاقوں کی طرف سے ابھی بالکل مطمئن نہ ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے اسلامی لشکر کو طرابلس میں ٹھہر جانے کا حکم دیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ دور دراز علاقوں کی سرحدوں کو چھونے لگا۔ اسلامی سلطنت مشرق میں دریائے جیحون اور دریائے سندھ سے لے کر مغرب میں افریقہ کے صحراؤں تک اور شمال میں ایشیائے کوچک کے پہاڑوں اور آرمینیا سے لے کر جنوب میں بحر الکاہل اور نُوبَہ تک ایک عالمی ملک کی شکل میں دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوئی۔ نُوبَہ مصر کا جنوبی علاقہ ہے جو بہت وسیع و عریض ہے جس میں مختلف اقوام ادیان اور ملل اور تہذیب و تمدن نے زندگی پائی تھی۔ یعنی اسلامی حکومت نے مصر کے علاقے میں ہی نہیں بلکہ یہ جو پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر اثر تھا اور وہاں مختلف اقوام تھیں، مختلف تہذیب و تمدن تھے، ان سب نے اسلام کے سایہ عدل اور رحمت میں امن اور سکون کی زندگی گزاری۔ وہ دین اسلام جس نے اپنے عقائد اور عبادات اور تہذیب و تمدن کے مخالفین کو ہزاروں مخالفتوں کے باوجود اس دنیا میں مکمل حقوق عطا کیے اور ان کی زندگی کا پورا پورا احترام کیا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از محمد صلابی صفحہ 765-766)(معجم البلدان جلد1 صفحہ462 برقمہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)(معجم البلدان جلد5 صفحہ357 نوبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جنگوں کے دوران مسلمانوں کی عبادات کا رنگ کیسا ہوتا تھا؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"دنیا میں ہر چیز قدم بہ قدم ترقی کرتی ہے۔ بڑے بڑے کام بھی یکدم نہیں ہو جایا کرتے بلکہ آہستہ آہستہ ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی سارے مسلمان تہجد نہیں پڑھتے تھے آہستہ آہستہ انہیں عادت ڈالی جا رہی تھی حتی کہ پھر وہ زمانہ آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ کے دنوں میں بھی جب کہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی "بعض دفعہ "چھوڑ دیتے تھے، مسلمان تہجد پڑھتے تھے۔ ممکن ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنگ کے دنوں میں تہجد کے لئے اٹھا کرتے ہوں مگر یہ ثابت ہے کہ "بعض دفعہ "نہیں بھی اٹھتے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان جنگ کے دنوں میں بھی تہجد پڑھتے تھے حتّٰی کہ ایک دفعہ جب ہرقل نے ان پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تو اس پر خوب بحث ہوئی اور آخر یہی فیصلہ ہوا کہ نہ مارا جائے کیونکہ مسلمانوں پر شب خون مارنا بے سود ہے۔ اس لئے کہ وہ تو سوتے ہی نہیں بلکہ تہجد پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ترقی کی

علامت ہے جو ابتداء میں نہ تھی۔ شروع شروع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے لئے بہت تحریک و تحریص کی ضرورت پیش آتی تھی مگر بعد میں آہستہ آہستہ کمزور بھی اس کے عادی ہو گئے۔" (خطبات محمود جلد 13 صفحہ 189)

خلفائے راشدین کے دور میں ہونے والی جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"اسلام نے صرف مقابلہ کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ بعض مصلحتوں کے ماتحت ظلم کو برداشت کرنے کی بھی ہدایت دی ہے۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت ہے کہ اگر تمہیں کوئی شخص تھپڑ مارے تو تم بھی اسے تھپڑ مارو۔ وہاں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم مقابلہ کرنا مصلحت کے خلاف سمجھو تو تم چپ رہو اور تھپڑ کا تھپڑ سے جواب مت دو۔ پس وہ دلیل جو عام طور پر ان جنگوں کے متعلق پیش کی جاتی ہے اس سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ پر دشمن کے الزام کا دفاع تو ہو جاتا ہے۔ یہ تو پتہ لگ جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ قیصر نے ظلم کیا۔ حضرت عمرؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ کسریٰ نے ظلم کیا۔

حضرت عثمانؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ افغانستان اور بخارا کی سرحد پر رہنے والے قبائل اور کردوں وغیرہ نے ظلم کیا لیکن اس امر کی دلیل نہیں ملتی کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا؟ حضرت عمرؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا؟ حضرت عثمانؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا؟ جب وہ مقابلے کے لئے نکلے تھے تو وہ قیصر سے کہہ سکتے تھے کہ تمہاری سپاہ سے فلاں غلطی ہو گئی ہے اگر اس کے متعلق تمہاری حکومت ہم سے معافی طلب کرے تو ہم معاف کر دیں گے اور اگر معافی طلب نہ کرے تو ہم لڑائی کریں گے۔ انہوں نے قیصر کے سامنے یہ پیش نہیں کیا کہ تم سے یا تمہاری فوج کے ایک حصہ سے فلاں موقع پر ظلم ہوا ہے اور چونکہ ہماری تعلیم یہ بھی ہے کہ دشمن کو معاف کر دو اس لئے اگر تم معافی مانگو تو ہم معاف کرنے کے لئے تیار ہیں بلکہ جب اس نے ظلم کیا وہ "مسلمان" فوراً اس کے مقابلے کے لئے" جنگ کے لئے "کھڑے ہو گئے اور پھر اس کے مقابلہ کو جاری رکھا" اس مقابلے کو جاری رکھا۔ "جب کسریٰ کے سپاہیوں نے عراقی سرحد پر حملہ کیا تو سیاسی طور پر اس کے بعد صحابہؓ اور کسریٰ کے درمیان جنگ بالکل جائز ہو گئی لیکن اخلاقی طور پر حضرت عمرؓ کسریٰ کو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ شاید تم نے اس حملے کا حکم نہ دیا ہو بلکہ سپاہیوں نے خود بخود حملہ کر دیا ہو اس لئے ہم اس حملہ کو نظر انداز کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ تم ہم سے معافی مانگو اور اس فعل پر ندامت کا اظہار کرو مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں دشمنوں کو یہ نہیں کہا کہ تم نے ظلم تو کیا ہے لیکن چونکہ ہمارا مذہب ظلم کی معافی کی بھی تعلیم دیتا ہے اس لئے ہم تمہیں معاف کرتے ہیں بلکہ وہ فوراً اس ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور لشکر بھیجے، لڑائی کی اور پھر اس لڑائی کو جاری رکھا۔ آخر اس کی کیا وجہ تھی؟" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سوائے اس کے اَور کوئی نہیں تھی کہ حضرت ابو بکرؓ جانتے تھے کہ جب بھی بیرونی خطرہ کم ہوا اندرونی فسادات شروع ہو جائیں گے۔ وہ سمجھتے تھے کہ قیصر نے حملہ نہیں کیا بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے تا مسلمان اس مصیبت کے ذریعہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کریں اور اپنے اندر نئی زندگی اور نیا تغیر پیدا کریں۔ حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ کسریٰ نے حملہ نہیں کیا بلکہ خدا

نے حملہ کیا ہے تا کہ مسلمان غافل، سست ہو کر دنیا میں منہمک نہ ہو جائیں بلکہ ہر وقت بیدار اور ہوشیار رہیں۔ حضرت عثمانؓ جانتے تھے کہ بعض قبائل نے مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے تا کہ مسلمان بیدار ہوں اور ان کے اندر ایک نئی روح اور ایک نئی زندگی پیدا ہو۔" (خطبات محمود جلد 30 صفحہ 175-176)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ بیان فرمایا تھا۔ اس بنیاد پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس میں آگے پھر یہ بھی اعلان فرمایا ہے، جماعت کو نصیحت فرمائی ہے کہ مصائب آتے ہیں، مشکلات میں سے گزرنا پڑتا ہے تا کہ روحانی ترقی ہو۔ اور اس اصول کو اگر ہم آج بھی یاد رکھنا چاہتے ہیں تو پھر یاد رکھیں کہ یہ مصائب اور مشکلات جو ہیں ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہونے چاہئیں اور یہی فتوحات کا پھر ذریعہ بنتے ہیں۔

اگر ان باتوں میں ہم صرف ڈر کے پیچھے پیچھے رہتے رہیں اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں تو پھر ترقی نہیں ہو سکتی۔ ہاں جب ترقیات مل جائیں اور مصائب ختم ہو جائیں تب بھی ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے رہنا چاہیے لیکن ان دنوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے اور ہمیں اپنی روحانی ترقی اور روحانی بہتری کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہی لکھا ہے کہ اگر ہم نے اس بات کو نہیں سمجھا تو کچھ نہیں سمجھا اور یہی بات ہر ایک احمدی کے لیے آج کل بھی سمجھنے والی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22/ تا 28/ اکتوبر 2021ء جلد 28 شمارہ 85 اور 86 صفحہ 05 تا 10)

41

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08/ اکتوبر 2021ء بمطابق 08/ اخاء 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی فتوحات کا ذکر ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ کی سیرت و سوانح لکھنے والے ایک سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کی فتوحات اور اس کے اسباب اور عوامل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مؤرخ کے دل میں فوراً یہ سوالات پیدا ہوں گے کہ چند صحرا نشینوں نے کیونکر فارس اور روم کا تختہ الٹ دیا؟ کیا یہ تاریخ عالم کا کوئی مستثنیٰ واقعہ تھا؟ (استثنائی واقعہ تھا؟) آخر اس کے اسباب کیا تھے؟ کیا ان واقعات کو سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے تشبیہ دی جا سکتی ہے؟ جو کچھ ہوا، اس میں فرمانروائے خلافت کا کتنا حصہ تھا؟ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس موقع پر انہی سوالات کا جواب دینا چاہتے ہیں لیکن اجمال کے ساتھ پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کیا تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل تھا۔ یعنی مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب دس سو چھتیس میل، مشرق کی جانب دس سو ستاسی میل اور جنوب کی جانب چار سو تراسی میل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات ہیں اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ یہ پس منظر جو بیان ہوا ہے جس کو تاریخ کے حوالے سے مَیں بیان کرنے لگا ہوں یہ اس لیے ہے کہ ان فتوحات کو سمجھنے کے لیے اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ بہرحال میں بیان کرتا ہوں کہ یورپین مؤرخین کی ان فتوحات کے بارے میں کیا رائے ہے۔ پہلے سوال کا جواب یورپین مؤرخوں نے یہ دیا ہے کہ اس وقت فارس اور روم دونوں سلطنتیں اوجِ اقبال سے گر چکی تھیں جو ان کا انتہا تھی وہاں تک وہ پہنچ چکی تھیں اور قانونِ قدرت ہے کہ انہوں نے نیچے گرنا ہی تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ فارس میں خسرو پرویز کے بعد نظامِ سلطنت بالکل درہم برہم ہو گیا تھا کیونکہ کوئی لائق شخص جو حکومت کو سنبھال سکتا ہو موجود نہ تھا۔ دربار کے عمائدین اور ارکان میں سازشیں شروع ہو گئی تھیں اور انہی سازشوں کی بدولت تخت نشینوں میں ادل بدل ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ تین چار برس کے عرصہ میں ہی عنان حکومت چھ سات فرمانرواؤں کے ہاتھ میں آئی اور نکل گئی۔ یورپین مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ ایک اَور وجہ یہ ہوئی کہ نوشیرواں سے کچھ پہلے مُزْدَکِیَہ فرقہ کا بہت زور ہو گیا تھا جو الحاد اور زندقہ کی طرف مائل تھا۔ اس فرقہ کے عقائد یہ تھے کہ لوگوں کے دلوں سے لالچ اور دیگر اختلافات کو دور کر دیا جائے اور عورت سمیت تمام مملوکات کو مشترکہ ملکیت قرار دیا جائے یعنی عورت کی بھی کوئی

عزت نہیں تھی تا کہ مذہب پاک اور صاف ہو جائے۔ یہ نظریہ تھا ان کا اور بعض کے نزدیک یہ معاشرتی تحریک تھی جس کا مقصد زرتشتی مذہب کو مصفّٰی کرنا تھا۔ نوشیرواں نے گو تلوار کے ذریعہ اس مذہب کو دبا دیا تھا لیکن بالکل اس کو مٹا نہ سکا۔ اسلام کا قدم جب فارس میں پہنچا تو اس فرقے کے لوگوں نے مسلمانوں کو اس حیثیت سے اپنا پشت پناہ سمجھا کہ وہ کسی مذہب اور عقائد سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ یہ یورپین مؤرخین کا نظریہ ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ عیسائیوں میں نَسْطُوری فرقہ (Nestorian) جس کو اَور کسی حکومت میں پناہ نہیں ملتی تھی وہ اسلام کے سائے میں آ کر مخالفوں کے ظلم سے بچ گیا۔ اس طرح مسلمانوں کو دو بڑے فرقوں کی ہمدردی اور اعانت مفت میں ہاتھ آ گئی۔ روم کی سلطنت خود کمزور ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ عیسائیت کے باہمی اختلافات ان دنوں زوروں پر تھے اور چونکہ اس وقت تک مذہب کو نظام حکومت میں دخل تھا اس لیے اس اختلاف کا اثر مذہبی خیالات تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی وجہ سے خود سلطنت کمزور ہوتی جاتی تھی۔ علامہ اس موقف کی تردید کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں جو یورپین مؤرخین کی رائے ابھی بیان ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ جواب گو واقعیت سے بالکل خالی نہیں ہے لیکن جس قدر واقعیت ہے اس سے زیادہ طرزِ استدلال کی ملمع سازی ہے جو یورپ کا خاص انداز ہے۔ بے شبہ اس وقت فارس اور روم کی سلطنتیں اصلی عروج پر نہیں رہی تھیں لیکن اس کا صرف اس قدر نتیجہ ہو سکتا تھا کہ وہ پُرزور قوی سلطنت کا مقابلہ نہ کر سکتیں نہ یہ کہ عرب جیسی بے سروسامان قوم سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہو جاتیں۔ روم اور فارس فنون جنگ میں ماہر تھے۔ یونان میں خاص قواعدِ حرب پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں اور جو اَب تک موجود ہیں رومیوں میں ایک مدت تک اس کا عملی رواج رہا۔ اس کے ساتھ رسد کی فراوانی تھی۔ سروسامان کی بہتات تھی۔ آلات جنگ کا تنوع تھا۔ مختلف قسم کی چیزیں تھیں۔ فوجوں کی کثرت میں کمی نہیں آئی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی ملک پر چڑھ کر جانا نہ تھا بلکہ اپنے ملک میں اپنے قلعوں میں اپنے مورچوں میں رہ کر اپنے ملک کی حفاظت کرنی تھی۔ مسلمانوں کے حملے سے ذرا ہی پہلے خسرو پرویز کے عہد میں جو ایران کی شان و شوکت کا عین شباب تھا قیصر روم نے ایران پر حملہ کیا اور ہر ہر قدم پر فتوحات حاصل کرتا ہوا اصفہان تک پہنچ گیا۔ شام کے صوبے جو ایرانیوں نے چھین لیے تھے واپس لے لیے اور نئے سرے سے نظم و نسق قائم کیا۔ ایران میں خسرو پرویز تک عموماً مسلّم ہے کہ سلطنت کو نہایت جاہ و جلال تھا۔ خسرو پرویز کی وفات سے اسلامی حملے تک صرف تین چار برس کی مدت ہے۔ اتنے تھوڑے عرصہ میں ایسی قوم اور قدیم سلطنت کہاں تک کمزور ہو سکتی تھی۔ البتہ تخت نشینوں کی ادل بدل سے نظام میں فرق آ گیا تھا لیکن چونکہ سلطنت کے اجزاء یعنی خزانہ، فوج اور محاصل میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اس لیے جب یزدگرد تخت نشین ہوا اور درباریوں نے اصلاح کی طرف توجہ کی تو فوراً نئے سرے سے وہی ٹھاٹھ قائم ہو گئے۔ مُزْدَکِیَہ فرقہ گو ایران میں موجود تھا لیکن ہمیں تمام تاریخ میں ان سے کسی قسم کی مدد ملنے کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ یعنی مسلمانوں کو کوئی مدد ملی ہو۔ اسی طرح فرقہ نسطوری کی کوئی اعانت ہمیں معلوم نہیں۔ نَسْطُوری عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کی ذات میں الوہیت اور بشریت دونوں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی تھیں۔ عیسائیت کے اختلافِ مذہب کا اثر بھی کسی واقعہ پر خود یورپین مؤرخوں نے کہیں نہیں بتایا۔

اب عرب کی حالت دیکھو۔ تمام فوجیں جو مصر اور ایران اور روم کی جنگ میں مصروف تھیں ان کی مجموعی تعداد کبھی ایک لاکھ تک نہ پہنچی۔ فنونِ جنگ سے واقفیت کا یہ حال تھا کہ یرموک پہلا معرکہ ہے جس میں عرب نے تَعْبِیَہْ کی طرز پر صف آرائی کی۔ تَعْبِیَہْ جنگ کے وقت فوج کی ایسی ترتیب جس میں سپہ سالار یا بادشاہ جو لشکر کی کمان کرتا ہے تمام فوج کے درمیان میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس کو ترتیبِ تَعْبِیَہْ کہتے ہیں۔ خَود، زِرہ، چِلّتہ (لوہے یا فولاد کی پوشاک) جَوشَنْ (زرہ کی ایک قسم) بکتر، چار آئینہ (فولاد کی چار پلیٹیں جو سینے اور پشت اور دونوں رانوں پر باندھی جاتی تھیں) آہنی دستانے، جِہْلَم (خود پر لگی ہوئی لوہے کی کڑیاں یا نقاب) موزے جو ہر ایرانی سپاہی کا لازمی ملبوس جنگ تھا۔ اس میں سے عربوں کے پاس صرف زرہ تھی اور وہ بھی اکثر چمڑے کی ہوتی تھی۔ ان کا یہ سارا پروٹیکشن (protection) کا سامان لوہے کا تھا اور عربوں کے پاس اگر کچھ چھوٹا موٹا تھا بھی تو وہ چمڑے کا تھا۔ رکاب لوہے کی بجائے لکڑی کی ہوتی تھی۔ آلات جنگ میں گُرز اور کَمند سے عرب بالکل آشنا نہیں تھے۔ گرز ایک ہتھیار کا نام ہے جو اوپر سے گول اور موٹا ہوتا ہے اور نیچے دستہ لگا ہوتا ہے اور دشمن کے سر پر مارتے ہیں۔ کمند پھندہ یا جال یا رسی۔ عربوں کے پاس تیر تھے لیکن ایسے چھوٹے اور کم حیثیت تھے کہ قادسیہ کے معرکے میں ایرانیوں نے جب پہلے پہل عربوں کے ان تیروں کو دیکھا تو سمجھا کہ تکلے یا سوئے ہیں۔ مصنف علامہ صاحب ان کے اصلی اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس سوال کا اصلی جواب صرف اس قدر ہے کہ

مسلمانوں میں اس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت جو جوش، عزم، استقلال، بلند حوصلگی، دلیری پیدا ہو گئی تھی اور جس کو حضرت عمرؓ نے اَور زیادہ قوی اور تیز کر دیا تھا۔

روم اور فارس کی سلطنتیں عین عروج کے زمانے میں بھی اس کی ٹکر نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ البتہ اس کے ساتھ اور چیزیں بھی مل گئی تھیں جنہوں نے فتوحات میں نہیں بلکہ قیام حکومت میں مدد دی۔ اس میں سب سے مقدم چیز مسلمانوں کی راست بازی اور دیانت داری تھی۔ جو ملک فتح ہوتا تھا وہاں کے لوگ مسلمانوں کی راست بازی سچائی کے اس قدر گرویدہ ہو جاتے تھے کہ باوجود اختلافِ مذہب کے ان کی سلطنت کا زوال نہیں چاہتے تھے۔ یرموک کے معرکے سے قبل جنگ کے لیے جب مسلمان شام کے اضلاع سے نکلے تو تمام عیسائی رعایا نے پکارا کہ خدا تم کو پھر اس ملک میں لائے اور یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر کہا کہ ہمارے جیتے جی قیصر اب یہاں نہیں آسکتا۔ رومیوں کی حکومت جو شام اور مصر میں تھی وہ بالکل جابرانہ تھی اس لیے رومیوں نے جو مقابلہ کیا وہ سلطنت اور فوج کے زور سے کیا، رعایا ان کے ساتھ نہیں تھی۔ مسلمانوں نے جب سلطنت کا زور توڑا تو آگے مطلع صاف تھا، کوئی روک نہیں تھی۔ یعنی رعایا کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہوئی۔ البتہ ایران کی حالت اس سے مختلف تھی۔ وہاں سلطنت کے نیچے بہت سے بڑے بڑے رئیس تھے جو بڑے بڑے اضلاع اور صوبوں کے مالک تھے وہ سلطنت کے لیے نہیں بلکہ خود اپنی ذاتی حکومت کے لیے لڑتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پایہ تخت کے فتح کر لینے پر بھی فارس میں ہر قدم پر مسلمانوں کو مزاحمتیں پیش آئیں لیکن عام رعایا وہاں بھی مسلمانوں کی گرویدہ ہوتی جاتی تھی اور اس لیے فتح کے بعد بقائے حکومت میں ان سے بہت مدد ملتی تھی۔ حکومت کے قیام میں مدد ملتی تھی۔ ایک اَور بڑا

سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کا اوّل اوّل حملہ شام اور عراق پر ہوا اور دونوں مقامات پر کثرت سے عرب آباد تھے۔ شام میں دمشق کا حاکم غسّانی خاندان تھا جو برائے نام قیصر کا محکوم تھا۔ عراق میں لَخمِی خاندان والے دراصل ملک کے مالک تھے گو کسریٰ کو خراج کے طور پر کچھ دیتے تھے۔ ان عربوں نے اگرچہ اس وجہ سے کہ عیسائی ہو گئے تھے اوّل اوّل مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن قومی اتحاد کا جذبہ رائیگاں نہیں جا سکتا تھا۔ عراق کے بڑے بڑے رئیس بہت جلد مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہو جانے پر وہ مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے۔ شام میں آخر عربوں نے اسلام قبول کر لیا اور رومیوں کی حکومت سے آزاد ہو گئے۔

سکندر اور چنگیز وغیرہ کا نام لینا یہاں بالکل بے موقع ہے۔ بے شبہ ان دونوں نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں لیکن کس طرح؟ قہر، ظلم اور قتلِ عام کی بدولت۔ چنگیز کا حال تو سب کو معلوم ہے۔ سکندر وغیرہ کی فتوحات کا اگر موازنہ کریں تو سکندر کی یہ کیفیت ہے کہ جب اس نے شام کی طرف شہر صُوْر کو فتح کیا تو چونکہ وہاں کے لوگ دیر تک جم کر لڑے تھے اس لیے قتلِ عام کا حکم دیا اور ایک ہزار شہریوں کے سر شہر پناہ کی دیوار پر لٹکا دیے گئے۔ جو فصیل تھی اس پر لٹکا دیے۔ اس کے ساتھ تیس ہزار باشندوں کو لونڈی غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ جو لوگ قدیم باشندے اور آزادی پسند تھے ان میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ اسی طرح فارس میں جب اِصْطَخْر (اِصْطَخْر فارس کے قدیم شہروں میں سے تھا اس) کو فتح کیا تو تمام مردوں کو قتل کر دیا۔ اسی طرح کی اَور بھی بے رحمیاں اس کے کارناموں میں مذکور ہیں یعنی سکندر کے کارناموں میں۔ پھر اسلامی فتوحات سے اس کا کس طرح موازنہ ہو سکتا ہے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ ظلم اور ستم سے سلطنت برباد ہو جاتی ہے۔ یہ اس لحاظ سے صحیح ہے کہ ظلم کی بقا نہیں۔ چنانچہ سکندر اور چنگیز کی سلطنتیں بھی دیرپا نہ ہوئیں لیکن فوری فتوحات کے لیے اسی قسم کی سفاکیاں کارگر ثابت ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ سے ملک کا ملک مرعوب ہو جاتا ہے اور چونکہ رعایا کا بڑا گروہ ہلاک ہو جاتا ہے اس لیے بغاوت اور فساد کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ چنگیز، بُخْتُ نَصر، تیمور، نادر شاہ جتنے بڑے بڑے فاتح گزرے ہیں سب کے سب سفاک بھی تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات میں کبھی قانون اور انصاف سے تجاوز نہیں ہو سکتا تھا۔ آدمیوں کا قتلِ عام ایک طرف، درختوں کے کاٹنے تک کی اجازت نہیں تھی۔ بچوں اور بوڑھوں سے بالکل تعرض نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بجز عین معرکہ کارزار کے کوئی شخص قتل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یعنی لڑائی کے دوران میں قتل ہو تو ہو، اس کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کرنا۔ دشمن سے کسی موقع پر بدعہدی یا فریب دہی نہیں کی جا سکتی تھی۔ افسروں کو تاکیدی احکام دیے جاتے تھے کہ اگر دشمن تم سے لڑائی کریں تو تم ان سے فریب نہ کرو۔ کسی کی ناک، کان نہ کاٹو۔ کسی بچے کو قتل نہ کرو۔ کھل کے لڑو۔ پھر جو لوگ مطیع ہو کر باغی ہو جاتے تھے یعنی ایک دفعہ اطاعت کر لی پھر باغی ہو گئے ان سے دوبارہ اقرار لے کر درگزر کی جاتی تھی یہاں تک کہ جب عَرْبَسُوس والے تین تین دفعہ متواتر اقرار کر کے پھر گئے، (یہ عَرْبَسُوس جو ہے یہ شام کی آخری سرحد پر واقع ایک شہر کا نام ہے جس کی سرحد ایشیائے کُوچک سے ملی ہوئی تھی۔) تو صرف اس قدر کیا کہ ان کو وہاں سے جلاوطن کر دیا لیکن اس کے ساتھ ان کی کل جائیداد مقبوضہ کی قیمت ادا کر دی۔ پیسے دے دیے۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ اگر خیبر

کے یہودیوں کو سازش اور بغاوت کے جرم میں نکالا تھا تو ان کی مقبوضہ ارضیات کا معاوضہ دے دیا تھا اور اضلاع کے حکام کو احکام بھیج دیے کہ جدھر سے ان لوگوں کا گزر ہو ان کو ہر طرح کی اعانت دی جائے اور جب کسی شہر میں قیام پذیر ہوں تو ایک سال تک ان سے جزیہ نہ لیا جائے۔

پھر لکھتے ہیں کہ جو لوگ فتوحات فاروقی کی حیرت انگیزی کا جواب دیتے ہیں کہ دنیا میں اَور بھی ایسے فاتح گزرے ہیں ان کو یہ دکھانا چاہیے کہ اس احتیاط، اس قید یعنی اتنی پابندی، اس درگزر کے ساتھ دنیا میں کس حکمران نے ایک چپہ بھی غیروں کی زمین فتح کی ہے۔ اس کے علاوہ سکندر اور چنگیز وغیرہ خود ہر موقع اور ہر جنگ میں شریک رہتے تھے اور خود سپہ سالار بن کر فوج کو لڑاتے تھے اس کی وجہ سے علاوہ اس کے کہ فوج کو ایک ماہر سپہ سالار ہاتھ آتا تھا، فوج کے دل قوی رہتے تھے اور ان میں بالطبع اپنے آقا پر فدا ہونے کا جوش پیدا ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مدتِ خلافت میں ایک دفعہ بھی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ فوجیں ہر جگہ کام کر رہی تھیں۔ البتہ ان کی باگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ ایک اَور بڑا واضح اور صریح فرق یہ ہے کہ سکندر وغیرہ کی فتوحات گزرنے والے بادل کی طرح تھیں۔ ایک دفعہ زور سے آیا اور نکل گیا۔ ان لوگوں نے جو ممالک فتح کیے وہاں کوئی نظم حکومت نہیں قائم کیا۔ اس کے برخلاف فتوحات فاروقی میں یہ استواری تھی کہ جو ممالک اس وقت فتح ہوئے تیرہ سو برس گزرنے پر آج بھی اسلام کے قبضہ میں ہیں اور خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہر قسم کے ملکی انتظامات وہاں قائم ہو گئے تھے۔

پھر جو حضرت عمرؓ کی فتوحات کا خاص کردار ہے اس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ آخری سوال کا جواب عام رائے کے موافق یہ ہے کہ فتوحات میں خلیفۂ وقت کا اتنا کردار نہیں ہے بلکہ اس وقت کے جوش اور عزم کی جو حالت تھی اسی کی وجہ سے تمام فتوحات ہوئیں۔ یہ ایک سوال ہے لیکن کہتے ہیں کہ جو کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کردار نہیں ہے، ہماری رائے کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی تو آخر وہی مسلمان تھے لیکن کیا نتیجہ ہوا۔ جوش اور اثر بے شبہ برقی قوتیں ہیں لیکن یہ قوتیں اس وقت کام دے سکتی ہیں جب کام لینے والا بھی اسی زور اور قوت کا ہو۔ قیاس اور استدلال کی ضرورت نہیں، واقعات خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ فتوحات کے تفصیلی حالات پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام فوج پُتلی کی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی اور فوج کا جو نظم و نسق تھا وہ خاص ان کی سیاست اور تدبیر کی بدولت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کی ترتیب، فوجی مشقیں، بیرکوں کی تعمیر، گھوڑوں کی پرداخت، قلعوں کی حفاظت، جاڑے اور گرمی کے لحاظ سے حملوں کا تعین، فوج کی نقل و حرکت، پرچہ نویسی کا انتظام، افسران فوجی کا انتخاب یعنی جو فوجی افسران تھے ان کا انتخاب، قلعہ شکن آلات کا استعمال، یہ اور اس قسم کے امور خود ایجاد کیے اور ان کو کس کس عجیب و غریب زور و قوت کے ساتھ قائم رکھا یہ حضرت عمرؓ کا خاصہ ہے۔ عراق کی فتوحات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درحقیقت خود سپہ سالاری کا کام کیا تھا۔ فوج جب مدینہ سے روانہ ہوئی تو ایک ایک منزل بلکہ راستہ تک خود متعین کر دیا تھا کہ یہاں سے جانا ہے، یہاں سے گزرنا ہے، یہاں یہ

کرنا ہے اور اس کے موافق تحریری احکام بھیجتے رہتے تھے۔ فوج جب قادسیہ کے قریب پہنچی تو موقع کا نقشہ منگوا کر بھیجا اور اس کے لحاظ سے فوج کی ترتیب اور صف آرائی سے متعلق ہدایتیں بھیجیں۔ جس قدر افسر جن جن کاموں پہ مامور ہوتے تھے ان کے خاص حکم کے موافق مامور ہوتے تھے۔

تاریخ طبری میں اگر عراق کے واقعات کو تفصیل سے دیکھو تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک بڑا سپہ سالار دور سے تمام فوجوں کو لڑا رہا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کے اشاروں پر ہوتا ہے۔ ان تمام لڑائیوں میں جو دس برس کی مدت میں پیش آئیں سب سے زیادہ خطرناک دو موقعے تھے ایک نَہَا وَنْد کا معرکہ جب ایرانیوں نے فارس کے صوبہ جات میں ہر جگہ نقیب دوڑا کر تمام ملک میں آگ لگا دی تھی اور لاکھوں فوج مہیا کر کے مسلمانوں کی طرف بڑھے تھے۔ دوسرے جب قیصر روم نے جزیرہ والوں کی اعانت سے دوبارہ حِمْص پر چڑھائی کی تھی۔ ان دونوں معرکوں میں صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسن تدبیر تھی جس نے ایک طرف ایک اٹھتے ہوئے طوفان کو دبا دیا اور دوسری طرف ایک کوہِ گراں کے پرخچے اڑا دیے۔ ان واقعات کی تفصیل کے بعد یہ دعویٰ صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر فاتح اور کشور کشا نہیں گزرا جو فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو۔

(ماخوذ از الفاروق از مولانا شبلی نعمانی صفحہ 170 تا 177، 287 دار الاشاعت کراچی 1991ء)(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 20۔ زیر لفظ مُرْدک۔ صفحات 529-530 شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور)(اردو لغت۔ زیر لفظ نَسْطُوریت جلد 19 صفحہ 932۔ اردو لغت بورڈ کراچی)(اردو لغت۔ زیر لفظ تَغْبِیَہ۔ جلد پنجم صفحہ 281-282۔ اردو لغت بورڈ کراچی)(معجم البلدان جلد1 صفحه 249-250 دار الكتب العلمية بيروت)

فتوحات بھی ملی ہوں اور عدل و انصاف بھی قائم کیا ہو۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کی دعا اور بعض خوابیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرؓ کو شہادت کی دعا دینے کے بارے میں آتا ہے اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کو شہید کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ حضرت عمرؓ نے اس کا کیا جواب دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ نئے کپڑے پہنو اور قابلِ تعریف زندگی گزارو اور شہیدوں کی موت پاؤ اور حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تمہیں دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کرے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب جلد 2صفحه429، حديث5620، دارالكتب العلميه بيروت 1998ء)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اُحُد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ان کے سمیت ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُحُد! ٹھہر جا۔ تجھ پر

ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ حدیث 3675)

حضرت اُبَی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا کہ عالمِ اسلام حضرت عمرؓ کی وفات پر روئے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد اول صفحہ 67-68، روایت 61۔ سن عمر و وفاتہ و فی سنۃ اختلاف۔ داراحیاء التراث العربی 2002ء)

شہادت کی تمنا جو حضرت عمرؓ کو تھی اس کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ امّ المومنین حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ قَتْلًا فِیْ سَبِیْلِکَ وَوَفَاۃً فِیْ بَلَدِ نَبِیِّکَ کہ اے اللہ! مجھے اپنے رستے میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں وفات دے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰہَ یَأْتِیْ بِأَمْرِہٖ أَنّٰی شَاءَ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آتا ہے جس طرح وہ چاہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ252 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عمرؓ نے شہادت کے متعلق جو دعا کی تھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ کے کتنے مقرب تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ یہاں میرے بعد سے مراد معاً بعد ہے تو وہ شخص جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قابل سمجھتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے کسی کو شہادت کے مرتبہ سے اٹھا کر نبوت کے بلند مرتبہ پر فائز کرنا ہوتا تو اس کا مستحق عمرؓ تھا۔ وہ عمرؓ جس کی قربانیوں کو دیکھ کر یورپ کے اشد ترین مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کی قربانی کرنے اور اس طرح اپنے آپ کو مٹا دینے والا انسان بہت کم ملتا ہے اور جس کی خدمات کے متعلق وہ یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ اسلام کی ترقی کو ان سے ہی وابستہ کرتے ہیں۔ وہ عمرؓ دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی! میری موت مدینہ میں ہو اور شہادت سے ہو۔"

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے "یہ دعا محبت کے جوش میں کی ورنہ یہ دعا تھی بہت خطرناک۔ اس کے معنے یہ بنتے تھے کہ کوئی اتنا زبردست غنیم ہو "ایسا حملہ آور حملہ کرنے والا ہو" کہ جو تمام اسلامی ممالک کو فتح کرتا ہوا مدینہ پہنچ جائے اور پھر وہاں آکر آپؓ کو شہید کرے لیکن اللہ تعالیٰ جو دلوں کا حال جانتا ہے اس نے حضرت عمرؓ کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا اور مدینہ کو بھی ان آفات سے بچا لیا جو بظاہر اس دعا کے پیچھے مخفی تھیں اور وہ اس طرح کہ اس نے مدینہ میں ہی ایک کافر کے ہاتھ سے آپؓ کو شہید کروا دیا۔ بہرحال حضرت عمرؓ کی دعا سے پتہ لگ جاتا ہے کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کے قرب کی یہی نشانی تھی کہ اپنی جان کو اس کی راہ میں قربان کرنے کا موقع مل سکے لیکن آج قرب کی یہ نشانی سمجھی جاتی ہے۔" اپنے خطبہ میں ایک وصیت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ، احمدیوں کو فرما رہے ہیں کہ "لیکن آج قرب کی یہ نشانی سمجھی جاتی ہے کہ خدا بندہ کی جان بچالے۔"

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 474-475)

ایک اَور جگہ حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ اور دعا کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ آپؓ ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ مجھے موت مدینہ میں آئے اور شہادت کی موت آئے۔ دیکھو موت کس قدر بھیانک چیز ہے۔ موت کے وقت عزیز سے عزیز بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کسی عورت کی ایک بیٹی بیمار ہو گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ واقعہ سنا رہے ہیں کہ موت سے لوگ کس طرح ڈرتے ہیں۔ اس ڈرنے کا ایک واقعہ اس طرح ہے، ایک کہانی ہے کہ کسی عورت کی بیٹی بیمار ہو گئی۔ وہ دعائیں کرتی تھی خدایا میری بیٹی بچ جائے اور اس کی جگہ میں مر جاؤں۔ بہت پیار کا اظہار کر رہی تھی بیٹی سے۔ ایک رات اتفاق سے اس عورت کی گائے کی رسی کھل گئی اور اس نے ایک برتن میں منہ ڈالا۔ گائے نے برتن میں منہ ڈال دیا جس میں اس کا سر پھنس گیا اور وہ اسی طرح گھڑا سر پر اٹھا کر ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ گائے پریشان ہو گئی، سر پھنس گیا، بھاگنے لگی۔ یہ دیکھ کر کہ گائے کے جسم پر منہ کی بجائے کوئی اَور بڑی سی چیز ہے وہ عورت ڈر گئی۔ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ یہ کیا ہے؟ گائے بھاگ رہی ہے اور اس کے منہ پر کوئی اَور چیز نظر آ رہی ہے۔ وہ ڈر گئی۔ اس نے سمجھا کہ شاید میری دعا قبول ہو گئی ہے اور عزرائیل میری جان نکالنے کے لیے آیا ہے۔ اس پر بے اختیار بول اٹھی کہ عزرائیل بیمار مَیں نہیں ہوں بلکہ وہ لیٹی ہے۔ اس کی جان نکال لے یعنی بیٹی کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ جان اتنی پیاری چیز ہے کہ اسے بچانے کے لیے انسان ہر ممکن تدبیر کرتا ہے۔ کہاں تو یہ تھا کہ دعا کر رہی تھی۔ کہاں جب دیکھا کہ واقعی کوئی ایسا خطرہ پیدا ہو گیا ہے تو بیٹی کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس کی جان نکال لو۔ فرماتے ہیں انسان ہر ممکن تدبیر کرتا ہے جان بچانے کے لیے۔ علاج کراتے کراتے کنگال ہو جاتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ کو یہی جان خدا تعالیٰ کے لیے دینے کی اس قدر خواہش تھی کہ حضرت عمرؓ دعائیں کرتے تھے کہ مجھے مدینہ میں شہادت نصیب ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ دعا کس قدر خطرناک تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دشمن مدینہ پر چڑھ آئے اور مدینہ کی گلیوں میں حضرت عمرؓ کو شہید کر دے لیکن خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو اَور رنگ میں قبول کر لیا اور وہ ایک مسلمان کہلانے والے کے ہاتھوں سے ہی مدینہ میں شہید کر دیے گئے۔ کہا یہی جاتا ہے کہ شہید کرنے والا کافر تھا لیکن بعض جگہ یہ بھی روایت مل جاتی ہے کہ شاید مسلمان کہلاتا تھا لیکن بہرحال عمومی طور پر یہی ہے کہ وہ کافر تھا۔ پہلی دفعہ حضرت مصلح موعودؓ نے کافر بیان کیا ہے دوسری جگہ مسلمان کہلانے والا کہا ہے۔ یعنی کہ خود بھی پوری طرح تسلی نہیں ہے کہ مسلمان تھا کہ نہیں۔ اور بعض کے نزدیک وہ شخص مسلمان نہ تھا۔ ہاں خود ہی یہ فرما رہے ہیں کہ بعض کے نزدیک وہ شخص مسلمان نہ تھا۔ بہرحال وہ ایک غلام تھا جس سے خدا تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو شہید کرا دیا تو انسان خود جن چیزوں کو چاہتا ہے اور خواہش رکھتا ہے وہ اس کے لیے مصیبت نہیں ہوتیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 1 صفحہ 166-167)

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ واقعہ بھی ایک خطبہ میں بیان فرمایا تھا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت اور وفات کے متعلق صحابہ کرام کا رؤیا حضرت ابوبُردہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالکؓ نے ایک خواب دیکھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص

دوسرے لوگوں سے تین ہاتھ بلند ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ عمر بن خطاب ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کس وجہ سے باقی لوگوں سے بلند ہیں۔ کہا ان میں تین خوبیاں ہیں؛ وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، وہ اللہ کی راہ میں شہادت پانے والے ہیں اور وہ خلیفہ ہیں جنہیں خلیفہ بنایا جائے گا۔ پھر حضرت عوفؓ اپنی خواب سنانے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے۔ حضرت ابو بکرؓ اس زمانے میں خلیفہ تھے۔ انہیں یہ بتایا تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو بشارت دی اور حضرت عوفؓ سے فرمایا اپنی خواب بیان کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا کہ انہیں خلیفہ بنایا جائے گا تو حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹا اور خاموش کروا دیا کیونکہ یہ حضرت ابو بکرؓ کی زندگی کا واقعہ ہے۔ پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ شام کی طرف گئے۔ آپ خطاب فرما رہے تھے کہ آپ نے حضرت عوفؓ کو دیکھا۔ آپ نے انہیں بلایا اور منبر پر چڑھا لیا اور انہیں کہا کہ اپنی خواب سناؤ۔ انہوں نے اپنی خواب سنائی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ میں اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنا دے گا اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے خلیفہ بنایا جائے گا تو میں خلیفہ مقرر ہو چکا ہوں اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ جو اس نے میرے سپرد کیا ہے وہ اس میں میری مدد فرمائے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شہید کیا جاؤں گا تو مجھے شہادت کیسے نصیب ہو سکتی ہے! میں جزیرہ عرب میں ہی رہتا ہوں اور اپنے ارد گرد کے لوگوں سے جنگ نہیں کرتا۔ پھر فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو وہ اس شہادت کو لے آئے گا۔ یعنی گو بظاہر حالات نہیں ہیں لیکن اگر اللہ چاہے تو لا سکتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے **خواب میں دیکھا کہ میں نے بہت** سے راستے اختیار کیے پھر وہ سب مٹ گئے۔ صرف ایک راستہ رہ گیا اور میں اس پر چل پڑا یہاں تک کہ میں ایک پہاڑ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے پہلو میں حضرت ابو بکرؓ ہیں اور آپ حضرت عمرؓ کو اشارے سے بلا رہے ہیں کہ وہ آئیں تو میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ کی قسم! امیر المومنین فوت ہو گئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا (دل میں یہ کہتے ہیں کہ) آپ یہ خواب حضرت عمرؓ کو نہیں لکھیں گے۔ انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کہ حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی خبر دوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ252-253 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

سعید بن ابو ھِلال سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے جمعہ کے دن لوگوں سے خطاب کیا۔ آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر فرمایا **اے لوگو! مجھے ایک خواب دکھایا گیا ہے جس سے** مَیں سمجھتا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک سرخ مرغ ہے جس نے مجھے دو مرتبہ چونچ ماری ہے۔ چنانچہ میں نے یہ رؤیا اَسماء بنت عُمَیس سے بیان کیا تو انہوں نے بتایا یعنی تاویل یہ کی کہ عجمیوں میں سے کوئی شخص مجھے قتل کرے گا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ255 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

واقعہ شہادت:

حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت کے بارے میں کہ کس دن حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا اور آپؓ کس دن دفن ہوئے؟ اس سلسلہ میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ پر بدھ کے روز حملہ ہوا اور جمعرات کے دن آپؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو 26/ ذوالحجہ 23/ ہجری کو حملہ کر کے زخمی کیا گیا اور یکم محرم 24/ ہجری صبح کے وقت آپؓ کی تدفین ہوئی۔ عثمان اَخْنَس کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات 26/ ذوالحجہ بدھ کے روز ہوئی۔ اَبُو مَعْشَر کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو 27/ ذوالحجہ کو شہید کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 278 سن 23 ھجری دارالکتب العلمیۃ 1990ء)

(البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر جلد 4 صفحہ 134 مطبوعہ للطباعۃ و النشر و التوزیع و الاعلان1997ء)

تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر کے علاوہ اکثر مؤرخین کے نزدیک حضرت عمر 26/ ذوالحجہ 23 ہجری کو زخمی ہوئے اور یکم محرم چوبیس ہجری کو آپؓ کی وفات ہوئی اور اسی روز آپ کی تدفین ہوئی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جزء الخامس صفحہ 54 ذکر الخبر عن وفاۃ عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت)

(الکامل فی التاریخ جزء الثانی صفحہ 448 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت) (ماخوذ از الفاروق از شبلی صفحہ 154 ادارہ اسلامیات 2004ء)

شہادت کے واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے۔ عَمرو بن مَیْمُون بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ان کے زخمی کیے جانے سے کچھ دن پہلے مدینہ میں دیکھا۔ وہ حُذَیفہ بن یَمَان اور عُثْمان بن حُنَیف کے پاس رکے اور فرمانے لگے کہ عراق کی اراضی کے لیے جس کا انتظام خلافت کی جانب سے ان کے سپرد تھا تم دونوں نے کیا کیا ہے؟ کیا تمہیں یہ اندیشہ تو نہیں کہ تم دونوں نے زمین پر ایسا لگان مقرر کیا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم نے وہی لگان مقرر کیا ہے جس کی وہ طاقت رکھتی ہے۔ یعنی زمین کی اتنی پوٹینشل (potential) ہے کہ اس میں سے اتنی فصل نکل سکے۔ اس میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر دیکھ لو کہ تم لوگوں نے زمین پر ایسا لگان تو مقرر نہیں کیا جس کی وہ طاقت نہ رکھتی ہو؟ راوی کہتے ہیں ان دونوں نے کہا: نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا تو میں ضرور اہلِ عراق کی بیواؤں کو اس حال میں چھوڑوں گا کہ وہ میرے بعد کبھی کسی شخص کی محتاج نہ ہوں گی۔ راوی نے کہا پھر اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ پر ابھی چوتھی رات نہیں آئی تھی کہ وہ زخمی ہو گئے۔ راوی نے کہا کہ جس دن وہ زخمی ہوئے، میں کھڑا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان سوائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے کوئی نہ تھا اور آپؓ کی عادت تھی کہ جب دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے جاتے کہ صفیں سیدھی کر لو۔ یہاں تک کہ جب دیکھتے کہ ان میں کوئی خلل نہیں رہ گیا تو آگے بڑھتے اور اللہ اکبر کہتے اور بسا اوقات نماز فجر میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا ایسی ہی سورہ پہلی رکعت میں پڑھتے تا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ ابھی انہوں نے اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ میں نے ان کو کہتے سنا کہ مجھے قتل کر دیا یا کہا مجھے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ جب اس نے یعنی حملہ آور نے آپ پر وار کیا تو وہ عجمی دو دھاری چھری لیے ہوئے بھاگا۔ وہ کسی کے پاس سے دائیں اور بائیں نہ گزرتا مگر اس کو زخمی کرتا جاتا یعنی وہ جہاں سے بھی گزرتا اس خوف سے کہ لوگ یا کوئی

پکڑنے والا اگر کوئی پکڑنے کی کوشش کرتا تو وہ اسی چھری سے اس پر بھی وار کرتا جاتا اور لوگوں کو زخمی کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا۔ ان میں سے سات مر گئے۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے جب یہ دیکھا تو اس نے کوٹ، بخاری میں اس جگہ بُرُنُس کا لفظ آیا ہے جو اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ سر ڈھانپنے والا حصہ بھی ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ لمبا چوغہ اور ساتھ ہی سر ڈھانپنے والی ٹوپی سی لگی ہوتی ہے۔ لمبی ٹوپی کو بھی کہتے ہیں۔ بہر حال وہ کوٹ اس پر پھینکا۔ جب اس نے یقین کر لیا کہ وہ پکڑا گیا تو اس نے اپنا گلا کاٹ لیا۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے کیا اور راوی کہتے ہیں کہ جو حضرت عمرؓ کے قریب تھے انہوں نے بھی وہ دیکھا جو میں نے دیکھا اور مسجد کے اطراف میں جو تھے وہ نہیں جانتے تھے سوائے اس کے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی آواز کو غائب پایا اور وہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! کہنے لگے تو عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے لوگوں کو مختصر نماز پڑھائی۔ پھر جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا ابن عباسؓ! دیکھو مجھ کو کس نے مارا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کچھ دیر چکر لگایا پھر آئے اور انہوں نے بتایا کہ مغیرہ کے غلام نے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہی جو کاریگر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے میں نے اس کے متعلق نیک سلوک کرنے کا حکم دیا تھا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔ یعنی یہاں سے بھی ثابت ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا۔ اے ابن عباسؓ! تم اور تمہارا باپ پسند کرتے تھے کہ یہ عجمی غلام مدینہ میں زیادہ سے زیادہ ہوں اور حضرت عباسؓ کے پاس سب سے زیادہ غلام تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں کر گزروں۔ یعنی اگر آپ چاہیں تو ہم بھی مدینہ میں موجود عجمی غلاموں کو قتل کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ درست نہیں ہے۔ کہا کہ خصوصاً جبکہ اب وہ تمہاری زبان میں گفتگو کرتے ہیں اور تمہارے قبلے کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں۔ بہت سے غلام ایسے بھی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر ہم انہیں یعنی حضرت عمرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ گھر میں چلے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مسلمانوں پر اس دن سے پہلے ایسی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ کوئی کہتا: کچھ نہیں ہو گا اور کوئی کہتا: مجھے ان کے بارے میں خطرہ ہے کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں گے۔ آخر ان کے پاس نبیذ لائی گئی اور انہوں نے اس کو پیا جو ان کے پیٹ سے نکل گئی۔ پھر ان کے پاس دودھ لایا گیا انہوں نے اسے پیا وہ بھی آپ کے زخم سے نکل گیا تو لوگ سمجھ گئے کہ آپؓ کی وفات ہو جائے گی۔ عمرو بن مَیْمُون کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس گئے اور دیگر لوگ بھی آئے جو ان کی تعریف کرنے لگے۔ اور ایک نوجوان شخص آیا۔ اس نے کہا امیر المومنینؓ! آپؓ اللہ کی اس بشارت سے خوش ہو جائیں جو آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے حاصل ہے اور ابتداء میں اسلام لانے کے شرف کی وجہ سے ہے جسے آپؓ خوب جانتے ہیں۔ پھر آپؓ خلیفہ بنائے گئے اور آپؓ نے انصاف کیا پھر شہادت۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میری تو یہ آرزو ہے۔ یہ باتیں برابر برابر ہی رہیں۔ نہ میرا مواخذہ ہو اور نہ مجھے ثواب ملے۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو اس کا تہ بند زمین سے لگ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس لڑکے کو میرے پاس واپس

لاؤ۔ فرمانے لگے میرے بھتیجے اپنا کپڑا اٹھائے رکھو۔ اس سے تمہارا کپڑا بھی زیادہ دیر چلے گا۔ زمین سے گھسٹنے سے پھٹے گا نہیں اور یہ فعل تمہارے ربّ کے نزدیک تقویٰ کے زیادہ قریب ہو گا۔ یعنی بعض دفعہ بلاوجہ تکبر پیدا ہو جاتا تھا۔ اس زمانے میں لمبے کپڑے اس لیے بھی لوگ پہنتے تھے کہ امارت کی نشانی ہو تو انہوں نے کہا تکبر نہ پیدا ہو اور یہ تقویٰ کے قریب رہے۔

پھر عبداللہ بن عمرؓ کو کہنے لگے دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے۔ انہوں نے حساب کیا تو اس کو چھیاسی ہزار درہم یا اس کے قریب پایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر عمرؓ کے خاندان کی جائیداد اس کو پورا کر دے تو پھر ان کی جائیداد سے اس کو ادا کر دو ورنہ بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کی جائیدادیں بھی پوری نہ کریں تو قریش سے مانگنا اور اس کے سوا کسی کے پاس نہ جانا۔ یہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا۔ حضرت عائشہ، ام المومنینؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہنا کہ عمر آپ کو سلام کہتے ہیں اور امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ آج میں مومنوں کا امیر نہیں اور ان سے کہنا کہ

عمر بن خطاب اس بات کی اجازت چاہتا ہے کہ اسے اس کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسا اس وقت کہا تھا جب آپؓ کو موت کا یقین ہو گیا تھا اور حضرت عائشہؓ کے لیے اس میں اشارہ تھا کہ امیر المومنین کہنے کی وجہ سے ڈریں نہیں۔ چنانچہ عبداللہ نے سلام کہا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ پھر ان کے پاس اندر گئے تو انہیں دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا: عمر بن خطابؓ آپؓ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کہ مَیں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا ہوا تھا لیکن آج میں اپنی ذات پر ان کو مقدم کروں گی۔ جب حضرت عبداللہؓ لَوٹ کر آئے تو حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمرؓ آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے اٹھاؤ تو ایک شخص نے آپؓ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ آپؓ نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ عبداللہ نے کہا امیر المومنین! وہی جو آپؓ پسند کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی ہے۔ کہنے لگے الحمد للہ! اس سے بڑھ کر اَور کسی چیز کی مجھے فکر نہ تھی۔ جب مَیں مر جاؤں تو مجھے اٹھا کر لے جانا۔ پھر سلام کہنا اور یہ کہنا کہ عمر بن خطابؓ اجازت مانگتا ہے۔ اگر انہوں نے میرے لیے اجازت دی تو مجھے اندر حجرے میں تدفین کے لیے لے جانا اور اگر انہوں نے مجھے لوٹا دیا تو پھر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں واپس لے جانا۔ امّ المومنین حضرت حفصہؓ آئیں اور دوسری عورتیں بھی ان کے ساتھ آئیں۔ جب ہم نے ان کو دیکھا تو ہم چلے گئے۔ وہ ان کے پاس اندر گئیں اور کچھ دیر ان کے پاس روتی رہیں۔ پھر جب کچھ مردوں نے اندرونی حصہ میں آنے کی اجازت مانگی تو وہ مردوں کے آتے ہی اندر چلی گئیں اور ہم اندر سے ان کے رونے کی آواز سنتے رہے۔ لوگوں نے کہا امیر المومنین وصیت کر دیں۔ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ انہوں نے کہا میں اس خلافت کا حق دار ان چند لوگوں میں سے بڑھ کر اَور کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں فوت ہوئے کہ آپؐ ان سے راضی تھے۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا اور کہا عبداللہ بن عمرؓ تمہارے درمیان موجود رہے گا لیکن اس امر یعنی خلافت میں اس کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ اگر خلافت سعدؓ کو مل گئی تو پھر وہی خلیفہ ہو ورنہ جو

بھی تم میں سے امیر بنایا جائے وہ سعدؓ سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے ان کو اس لیے معزول نہیں کیا تھا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ کوئی خیانت کی تھی۔ نیز فرمایا میں اس خلیفہ کو جو میرے بعد ہو گا پہلے مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق ان کے لیے پہچانیں۔ ان کی عزت کا خیال رکھیں۔ مَیں انصار کے متعلق بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جو مدینہ میں پہلے سے رہتے تھے اور مہاجرین کے آنے سے پہلے ایمان قبول کر چکے تھے۔ جو ان میں سے نیک کام کرنے والا ہو اسے قبول کیا جائے اور جو اُن میں سے قصوروار ہو اس سے درگزر کیا جائے اور میں سارے شہروں کے باشندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی ان کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال کے حصول کا ذریعہ ہیں اور دشمن کے کڑھنے کا موجب ہیں اور یہ کہ ان کی رضامندی سے ان سے وہی لیا جائے جو ان کی ضرورتوں سے بچ جائے۔ اور میں اُس کو بدوی عربوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی آئندہ کے خلیفہ کو کیونکہ وہ عربوں کی جڑ ہیں اور اسلام کا مادہ ہیں یہ کہ ان کے اموال میں سے جو زائد ہے وہ لیا جائے اور پھر ان کے محتاجوں کو لوٹایا جائے اور میں اس کو اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے عہدوں کو ان کے لیے پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لیے جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ جب آپؓ فوت ہو گئے تو ہم ان کو لے کر نکلے اور پیدل چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کو السلام علیکم کہا اور کہا عمر بن خطابؓ اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کو اندر لے آؤ۔ چنانچہ ان کو اندر لے جایا گیا اور وہاں ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھ دیے گئے۔ جب ان کی تدفین سے فراغت ہوئی تو وہ آدمی جمع ہوئے جن کا حضرت عمرؓ نے نام لیا تھا تا کہ انتخاب خلافت ہو سکے اور پھر وہ اگلی کارروائی ہوئی۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب قصة البيعة، والاتفاق على عثمان بن عفان حدیث3700) (عمدة القاری شرح صحیح بخاری جلد 16 صفحہ 292 دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء) (لغات الحدیث جلد1 صفحہ137 برنس۔ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

ابھی یہ چل رہا ہے اس بارے میں باقی ان شاء اللہ آئندہ مَیں بیان کروں گا۔ **آج جرمنی کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے۔** اللہ تعالیٰ اسے بابرکت فرمائے۔ زیادہ سے زیادہ جرمن احمدیوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق دے۔ دو دن کا یہ جلسہ ہے۔ کل ان شاء اللہ شام کو ان کا جو اختتامی سیشن ہے اس سے میں خطاب بھی کروں گا جو ایم ٹی اے پر یہاں کے وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے تین دکھایا جائے گا۔ باقی جلسہ جو وہاں جرمنی میں ہو رہا ہے اس کی لائیو سٹریمنگ آج سے جرمنوں کے لیے ہو رہی ہے۔ جرمن وہاں دیکھ سکتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ان کا بھی ذکر کر دوں۔ پہلا **جنازہ قمر الدین صاحب** مبلغ سلسلہ انڈونیشیا کا ہے۔ گذشتہ دنوں پینسٹھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

1972ء میں انہوں نے پندرہ سال کی عمر میں بیعت کی اور ابتدائی تعلیم کے بعد اپنی زندگی خدمت سلسلہ کے لیے وقف کر دی۔ پھر یہ دینی تعلیم کے لیے پاکستان چلے گئے۔ 30/جون 1986ء کو شاہد کی

ڈگری حاصل کی اور جولائی 86ء میں آپ کا تقرر بطور مبلغ ہوا۔ بڑی خوش الحانی سے اور پُرسوز آواز میں تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ نہایت مخلص اور پُرجوش خادمِ سلسلہ تھے۔ ان کا سلسلۂ خدمت تقریباً پینتیس سال پر محیط ہے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ مجھے کہا کرتے تھے کہ آپ صرف مربی کی اہلیہ نہیں بلکہ آپ کو جماعتی خدمات میں بھی آگے ہونا چاہیے۔ پھر یہ ان کے بارے میں لکھتی ہیں کہ ان کی خلافت سے اطاعت اور محبت بہت نمایاں تھی۔ چھوٹوں بڑوں سے بڑی عزت سے پیش آتے تھے۔ جب بھی کسی احمدی سے بات کرتے تو ہمیشہ جماعت سے محبت اور وفاداری کی تلقین بھی ضرور کرتے اور زیادہ سے زیادہ جماعت کی خدمت کی ترغیب دلاتے۔ جب بھی کسی غیر احمدی سے ملتے تو اسے تبلیغ ضرور کرتے اور بڑی محبت سے اور دل سے بات کرتے تھے کہ دوسرے بھی خوش ہو جاتے۔ بیماری میں بھی فجر سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے اٹھ کر تہجد پڑھتے اور تلاوت کرتے۔ پھر جب تک ہمت رہی پیدل چل کر مسجد بھی جاتے رہے۔

ان کے بیٹے عمر فاروق صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ جامعہ احمدیہ انڈونیشیا میں استاد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ گھر میں اور باہر بھی چلتے پھرتے بعض دفعہ قرآن کریم کا کوئی نہ کوئی حصہ خوش الحانی سے سناتے رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا ترجمہ اور نظر ثانی کا کام بھی انہوں نے کیا تھا اور اس دوران میں خاص طور پر جب ترجمہ کے کام کر رہے ہوتے تھے تو قصیدہ بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات سناتے تو آنکھیں پُرنم ہو جایا کرتی تھیں۔ کہتے ہیں اکثر مجھے احمدیوں کے ابتلاء اور تکالیف اور قربانیوں کے بارے میں واقعات سناتے اور اپنے ذاتی تجربات بھی بیان کرتے کس طرح انہوں نے بھی تکلیفیں اٹھائیں۔

چھوٹے بیٹے ظفر اللہ ہیں وہ کہتے ہیں: آپ بلند حوصلے والے اور بڑی جدوجہد کرنے والے انسان تھے۔ بہت سادہ زندگی گزاری۔ ہمیشہ قناعت پسندی کو ترجیح دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ، **دوسرا ذکر ہے صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا۔** گذشتہ دنوں 73 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ صبیحہ ہارون صاحبہ کے خاندان میں احمدیت ان کے والد صاحب کی بیعت سے آئی تھی۔ انہوں نے خود تحقیق کر کے اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تھی۔ پھر ان کے دادا نے اپنے بیٹے کے بعد بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹے ان کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد ہیں۔

ان کے بڑے بیٹے سلطان محمد خان کہتے ہیں کہ میری والدہ کا سب سے بڑا بیٹا دو سال کی عمر میں حادثاتی طور پر وفات پا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جنازہ کے موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نعم البدل بیٹا عطا کرے گا جو خوبصورت بھی ہو گا اور لمبی عمر پانے والا بھی ہو گا۔ اور ان کے خاوند ملک سلطان کو فرمایا کہ اس کو مَیں تمہارے کندھے کے ساتھ جوان کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

پھر ان کے بیٹے سلطان احمد خان کہتے ہیں کہ میری خوش قسمتی ہے کہ بچپن سے لے کر اب تک میرا بہت وقت اپنی ماں کے ساتھ گزرا۔ بہت ہی پیار کرنے والی اور غلطیوں سے درگزر کرنے والی ماں تھیں۔ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتی تھیں۔ ان کی بیٹی محمودہ سلطانہ کہتی ہیں میری والدہ نیک فطرت، خاموش طبیعت، اعلیٰ اوصاف کی مالک تھیں۔ سلسلہ کی حقیقی عاشق اور خلافت سے محبت اور وفا کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں اور یہی نصیحت کرتی تھیں۔ خوش خلق اور اقرباپرور تھیں۔ ان کی مہمان نوازی پورے خاندان میں مشہور تھی۔ کسی کی بھی دل شکنی نہیں کرتی تھیں۔ غیبت کو سخت ناپسند کرتی تھیں اور ہمیں ہمیشہ اس سے بچنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ ایسی محفل جہاں غیبت ہو رہی ہو وہاں سے اٹھ جاتیں اور ان کے چہرے پر ناگواری آجاتی۔ ہمیشہ درگزر سے کام لیا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں میرے والد پر جانی حملہ کرنے والے دشمن کو بھی کبھی بددعا نہیں دی اور ہمیشہ کہتی تھیں: میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ ان کو ہدایت دے۔ نادار مریضوں کے لیے خاص نرمی اپنے دل میں رکھتی تھیں اور ان کی اس طرح مدد کرتی تھیں کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔

ان کی دوسری بیٹی وجیہہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ایک خاموش طبع شخصیت کی مالک تھیں۔ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں اور صدقہ و خیرات خاموشی سے کیا کرتی تھیں اور اس کا ذکر زیادہ پسند نہیں فرماتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 29/ اکتوبر 2021ء جلد 28 شمارہ 87 صفحہ 05 تا 10)

42

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15/ اکتوبر 2021ء بمطابق 15/ اخاء 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ گذشتہ خطبہ میں بیان ہوا تھا۔ اس بارہ میں کچھ مزید باتیں ہیں جو بیان کرنے والی ہیں۔ صحیح بخاری کی جو روایت بیان کی گئی تھی اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عمرؓ پر جب حملہ ہوا تو اسی وقت فجر کی نماز ادا کی گئی۔ اور حضرت عمرؓ اس وقت مسجد میں ہی تھے۔ جبکہ دوسری روایات میں ملتا ہے کہ فوری طور پر حضرت عمرؓ کو گھر لے جایا گیا اور نماز بعد میں ادا کی گئی جیسا کہ صحیح بخاری کے شارح علامہ ابن حجر اس روایت کے نیچے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کا خون زیادہ بہنے لگا اور ان پر غشی طاری ہو گئی تو میں نے انہیں لوگوں کے ساتھ اٹھایا اور انہیں گھر پہنچا دیا۔ آپؓ پر بے ہوشی طاری رہی یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمایاں ہو گئی۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا: اس کا کوئی اسلام نہیں جس نے نماز ترک کی۔ پھر آپؓ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 64 شرح حدیث نمبر 3700 دار المعرفۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 263 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اس کے علاوہ طبقات کبریٰ میں بھی یہی ہے کہ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر پہنچایا گیا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے نماز پڑھائی۔ نیز یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے قرآن کریم کی سب سے چھوٹی دو سورتیں وَالْعَصْرِ اور اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ پڑھیں اور ایک جگہ وَالْعَصْرِ اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھنے کا ذکر ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 266 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عمرؓ کے قاتل کا ذکر کرتے ہوئے طبقاتِ کُبریٰ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا تو آپؓ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے فرمایا: جاؤ اور دریافت کرو کہ کس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نکلا اور میں نے گھر کا دروازہ کھولا تو لوگوں کو جمع دیکھا جو حضرت عمرؓ کے حال سے ناواقف تھے۔ میں نے پوچھا کہ کس نے امیر المومنین کو خنجر مارا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کے دشمن اَبُولُؤْلُؤَہ نے آپ کو خنجر مارا ہے جو مُغیرہ بن شُعبہ کا غلام ہے۔ اس نے اَور لوگوں کو بھی زخمی کیا ہے لیکن جب وہ پکڑا

گیا تو اسی خنجر سے اس نے خود کشی کر لی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ 263 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان1990ء)

اس بارے میں کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کوئی سازش کا نتیجہ تھی یا اس شخص کا ذاتی عناد تھا، بعد کے بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت صرف کسی ذاتی عناد کی بنا پر نہیں تھی **بلکہ ایک سازش تھی**۔ بہر حال حضرت عمرؓ جیسے بہادر خلیفہ کو جس طرح شہید کر دیا گیا، ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگار شہادت کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد خاموش ہو جاتے ہیں اور یہ تاثر ملتا ہے کہ اَبُولُؤْلُؤَہْ فیروز نے ایک وقتی جوش اور غصہ میں انہیں قتل کر دیا تھا۔ لیکن حال کے بعض مؤرخین، سیرت نگار اس پر تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ محض ایک فردِ واحد کے غصہ کی وجہ سے انتقامی کارروائی نہیں ہو سکتی بلکہ ایک سازش تھی اور باقاعدہ ایک پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت حضرت عمرؓ کو قتل کیا گیا تھا۔ اور اس سازش میں مشہور ایرانی سپہ سالار ھُرمُزَان جو کہ اب بظاہر مسلمان ہو کر مدینہ میں رہ رہا تھا وہ بھی شامل تھا۔ حال کے ان مصنفین نے قدیم مؤرخین اور سیرت نگاروں سے شکوہ کیا ہے کہ کیوں انہوں نے اس اہم قتل پر تفصیلی بحث نہیں کی کہ یہ ایک سازش تھی۔

البتہ تاریخ و سیرت کی ایک اہم کتاب 'البِدایہ والنِّھَایہ' میں صرف اتنا ملتا ہے کہ شبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے قتل میں ھُرمُزَان اور جُفَینہ کا ہاتھ تھا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 144 ، دار الکتب العلمیۃ)

چنانچہ اسی شبہ پر حضرت عمرؓ کے سوانح نگار سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اس کو باقاعدہ ایک سازش قرار دیتے ہیں۔ انہی مصنفین میں سے ایک محمد رضا صاحب اپنی کتاب سیرت عمر فاروقؓ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کسی بالغ قیدی کو مدینہ میں آنے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت مُغِیرہ بن شُعبہ والیٔ کوفہ نے ان کے نام ایک خط لکھا کہ ان کے پاس ایک غلام ہے جو بہت ہنر مند ہے اور وہ اس کے مدینہ میں آنے کی اجازت کے طلبگار ہیں اور حضرت مغیرہ بن شُعبہؓ نے کہا کہ وہ بہت کام جانتا ہے جس میں لوگوں کے لیے فائدے ہیں۔ وہ لوہار ہے۔ نقش و نگار کا ماہر ہے۔ بڑھئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہؓ کے نام خط لکھا اور انہوں نے اسے مدینہ بھیجنے کی اجازت دے دی۔ حضرت مغیرہؓ نے اس پر ماہانہ سو درہم ٹیکس مقرر کیا۔ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خراج زیادہ ہونے کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم کون سے کام اچھی طرح کر لیتے ہو؟ اس نے آپؓ کو وہ کام بتائے جس میں اسے اچھی خاصی مہارت حاصل تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تمہارے کام کی مہارت کے حوالے سے تو تمہارا خراج کوئی زیادہ نہیں ہے۔ وہ آپؓ سے ناراضی کی حالت میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے چند روز توقف کیا۔ ایک دن وہی غلام آپؓ کے پاس سے گزرا تو آپؓ نے اسے بلا کر کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم ہوا سے چلنے والی چکی بہت اچھی بنا سکتے ہو۔ وہ غلام غصے اور ناپسندیدگی کے عالم میں حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ میں آپؓ کے لیے ایک ایسی چکی بناؤں گا کہ لوگ اس کا چرچا کرتے رہیں گے۔ جب وہ غلام مڑا تو آپؓ اپنے ساتھ والے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اس غلام نے مجھے ابھی ابھی دھمکی دی ہے۔ چند دن گزرے کہ ابولُؤلُؤہ نے اپنی چادر میں

دو دھاری والا خنجر چھپا رکھا تھا جس کا دستہ اس کے وسط میں تھا اور اس نے حضرت عمرؓ پر وار کیا جیسا کہ واقعہ شہادت میں بیان ہو چکا ہے۔ اس کا ایک وار ناف کے نیچے لگا تھا۔ ابولُؤلُؤہ کو حضرت عمرؓ سے ایک لحاظ سے کینہ اور بغض بھی تھا کیونکہ عربوں نے اس کے علاقے کو فتح کر لیا تھا اور اسے قیدی بنا لیا تھا اور اس کے بادشاہ کو ذلیل و خوار ہونے کی حالت میں جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ جب بھی کسی چھوٹے قیدی بچے کو دیکھتا تو ان کے پاس آ کر ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتا اور رو کر کہتا کہ عربوں نے میرا جگر گوشہ کھا لیا۔ جب ابولُؤلُؤہ نے حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو اس نے بڑے اہتمام سے دو دھاری خنجر بنایا، اسے تیز کیا، پھر اسے زہر آلود کیا، پھر اسے لے کر ہُرمُزَان کے پاس آیا اور کہا تمہارا اس خنجر کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس نے کہا میرا تو خیال ہے کہ تُو اس کے ذریعہ جس پر بھی وار کرے گا اسے قتل کر دے گا۔ ہُرمُزَان فارسیوں کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ مسلمانوں نے اسے تُستُر کے مقام پر قید کر لیا تھا اور انہوں نے اسے مدینہ بھیج دیا تھا۔ جب اس نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو اس نے پوچھا ان کے محافظ و دربان کہاں ہیں؟ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بتایا کہ ان کا کوئی محافظ ہے نہ دربان ہے اور نہ کوئی سیکرٹری ہے، نہ کوئی دیوان ہے تو اس نے کہا کہ انہیں تو نبی ہونا چاہیے۔ بہرحال پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے لیے دو ہزار مقرر کر دیے اور اسے مدینہ میں قیام کرایا۔

طبقاتِ ابن سعد میں نافع کی سند سے ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے وہ چھری دیکھی جس کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے گذشتہ روز یہ چھری ہُرمُزَان اور جُفَینہ کے پاس دیکھی تھی تو مَیں نے پوچھا: تم اس چھری سے کیا کرتے ہو تو ان دونوں نے کہا: ہم اس کے ذریعہ گوشت کاٹتے ہیں کیونکہ ہم گوشت کو چھوتے نہیں۔ اس پر حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے پوچھا: کیا آپؓ نے یہ چھری ان دونوں کے پاس دیکھی تھی؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پس حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے اپنی تلوار پکڑی اور دونوں کے پاس آئے اور انہیں قتل کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عُبید اللہؓ کو بلا بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا: آپؓ کو ان دونوں افراد کے قتل کرنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا جبکہ وہ دونوں ہماری امان میں ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عُبید اللہ نے حضرت عثمانؓ کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا حتی کہ لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کو حضرت عُبید اللہ سے بچایا۔ جب حضرت عثمانؓ نے انہیں بلوایا تھا تو انہوں نے یعنی حضرت عُبید اللہ نے تلوار حمائل میں کر لی تھی لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ نے انہیں سختی کے ساتھ کہا کہ اسے اتار دو تو انہوں نے تلوار اتار کر رکھ دی تھی۔

سعید بن مُسَیّب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ شہید کر دیے گئے، یہ ایک روایت ہے جو میں نے پہلے بیان کی۔ کہاں تک یہ سچی ہے، حضرت عثمانؓ والا قصہ کہاں تک صحیح ہے اللہ بہتر جانتا ہے لیکن بہرحال قتل کرنے کا واقعہ اَور جگہ بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت عمر شہید کر دیے گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا: میں حضرت عمرؓ کے قاتل ابولُؤلُؤہ کے پاس سے گزرا تھا جبکہ جُفَینہ اور ہُرمُزَان بھی اس کے ساتھ تھے اور وہ سرگوشی کر رہے تھے۔ جب میں اچانک ان کے پاس پہنچا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک خنجر ان کے مابین گر پڑا۔ اس کے دو پھل تھے۔ اس کا دستہ اس کے وسط میں تھا۔ پس دیکھو کہ جس خنجر سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا ہے وہ کیسا تھا؟

انہوں نے دیکھا تو وہ خنجر بالکل ویسا ہی تھا جیسے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بیان کیا تھا۔

جب حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ سے یہ سنا تو تلوار لے کر نکل پڑے حتی کہ ھُرمُزَان کو آواز دی۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو اسے کہا میرے ساتھ چلو حتّٰی کہ ہم اپنے گھوڑے کو دیکھیں اور خود اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ جب وہ آپ کے آگے چلنے لگا تو انہوں نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اس نے تلوار کی حدت محسوس کی تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا۔ حضرت عُبید اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جُفَینہ کو آواز دی وہ حِیرہ کے نصاریٰ میں سے ایک نصرانی تھا وہ سعد بن ابی وقاص کا مددگار تھا انہوں نے اسے صلح کے لیے مدینہ بھیجا تھا جو کہ اس کے اور ان کے درمیان ہوئی تھی۔ وہ مدینہ میں کتابت سکھاتا تھا۔ جب میں نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب کا نشان بنایا۔ پھر حضرت عُبید اللہؓ آگے بڑھے اور ابولُؤلُؤہ کی بیٹی کو قتل کر دیا جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ حضرت عبد اللہؓ کا ارادہ تھا کہ آج وہ مدینہ میں کسی قیدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مہاجرین ان کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور انہیں روکا اور انہیں دھمکی دی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں انہیں ضرور قتل کروں گا۔ اور وہ مہاجرین کو بھی خاطر میں نہ لائے حتّٰی کہ حضرت عَمرو بن عاصؓ ان کے ساتھ مسلسل بات چیت میں لگے رہے حتّٰی کہ انہوں نے تلوار حضرت عَمرو بن عاصؓ کے حوالے کر دی۔ پھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان کے پاس آئے تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی پیشانی کے بال پکڑ لیے۔ غرض آپ نے ھُرمُزَان، جُفَینہ اور ابولُؤلُؤہ کی بیٹی کو قتل کر دیا۔

اب تمام معاملہ اس بحث میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ کس نے ابولُؤلُؤہ کو حضرت عمرؓ کے قتل کرنے پر اکسایا تھا اور لکھنے والے یہ لکھتے ہیں کہ جو روایات ہم تک پہنچی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں اور جو اس حق میں ہیں کہ حضرت عمرؓ کا قتل ایک سازش تھی۔ ھُرمُزَان نے یہ ساری منصوبہ بندی کی تھی کہ اس نے حضرت عمرؓ کے خلاف ابولُؤلُؤہ کے کینہ اور بغض کو مزید بھڑکایا۔ وہ دونوں عجمی تھے پھر یہ کہ جب ہُرمُزَان کو قید کر لیا گیا اور اسے مدینہ بھیج دیا گیا تو اس نے اس اندیشہ کے پیش نظر اسلام قبول کر لیا کہ خلیفہ اسے قتل کر دیں گے۔

طبقاتِ ابن سعد میں نافع کی روایت میں مذکور ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے وہ چھری دیکھی تھی جس کے ساتھ حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا اور سعید بن مُسَیّب کی روایت طبری میں مذکور ہے کہ عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ نے وہ خنجر دیکھا تھا جو ابولُؤلُؤہ جُفَینہ اور ھُرمُزَان کے درمیان گر گیا تھا۔ جب وہ اچانک ان کے پاس آئے تھے تو وہ ان کے چلنے کی وجہ سے گر گیا تھا۔ جب حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ سے یہ بات سنی تو وہ فوراً گئے اور ان دونوں کو قتل کر دیا اور انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے جذبہ انتقام سے مغلوب ہو کر ابولُؤلُؤہ کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔ وہ خنجر جس کے متعلق حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بتایا تھا وہ بالکل وہی تھا جس کے ذریعہ حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ اگر حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ ھُرمُزَان اور جُفَینہ کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرتے تو اس بات کا امکان تھا کہ ان دونوں کو معاملہ کی تحقیق کے لیے بلایا جاتا اور اس طرح یہ سازش آشکار ہو جاتی۔ اگر ان سب چیزوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح سمجھی جا سکتی ہے کہ یہ ایک

سوچی سمجھی سازش تھی اور جس نے اس سازش کو عملی جامہ پہنایا اور حضرت عمرؓ کو قتل کیا وہ ابولُؤلُؤہ تھا۔ یہ سازش کے حق میں کہنے والے کہتے ہیں۔ (ماخوذ از سیرت عمر فاروق از محمد رضا: مترجم محمد سرور گوہر صاحب، صفحہ 340 تا 344)

اسی طرح ایک اور سیرت نگار ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ واقعہ یہ ہے کہ جب مسلمان ایرانیوں اور عیسائیوں پر غالب آئے تھے اور جب سے ان ملکوں کی زمام حکومت انہوں نے سنبھالی تھی اور شہنشاہِ ایران کو عبرت ناک شکست دے کر فرار پر مجبور کیا تھا اس وقت سے ایرانی، یہودی اور عیسائی اپنے دلوں میں عربوں کے خلاف عموماً اور حضرت عمرؓ کے خلاف خصوصاً کینہ و بغض کے جذبات چھپائے بیٹھے تھے۔ اس وقت لوگوں نے اپنی گفتگو میں اس کینہ اور بغض کا ذکر بھی کیا تھا اور انہیں حضرت عمرؓ کی وہ بات بھی یاد آئی تھی جو انہوں نے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ان پر حملہ کرنے والا ابولُؤلُؤہ ایک ایرانی ہے کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ میں تم کو منع کرتا تھا کہ ہمارے پاس کسی بے دین کو گھسیٹ کر نہ لانا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ مدینہ میں ان عجمی بے دینوں کی تعداد مختصر سی تھی لیکن ایک جماعت تھی جن کے دل غضب اور انتقام سے لبریز اور جن کے سینے کینہ و بغض کی آگ سے دہک رہے تھے اور کون جانے، ہو سکتا ہے ان لوگوں نے سازش کی ہو اور ابولُؤلُؤہ کا یہ فعل اسی سازش کا نتیجہ ہو جس کا جال ان دشمنانِ اسلام نے اپنے کینہ اور دشمنی کی پیاس بجھانے کے لیے بُنا تھا اور جس کے متعلق وہ سمجھ رہے تھے کہ اس طرح عربوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے مسلمانوں کے بازو کمزور کیے جا سکتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادوں کو حقیقتِ حال سے باخبر ہونے کی سب سے زیادہ بے چینی تھی۔ وہ اس راز سے پردہ اٹھا کر اس کی تہ تک پہنچ سکتے تھے اگر ابولُؤلُؤہ فیروز خودکشی نہ کرتا۔ لیکن اس نے خُودکشی کر لی اور اس راز کو اپنے ساتھ قبر میں لے گیا تو کیا بات ختم ہو گئی اور اب اس راز کو پانے کی کوئی سبیل نہیں رہی؟ یہ لکھنے والا مؤرخ لکھتا ہے جو اس سازش کو بے نقاب کرنے کے حق میں ہے کہ یہ سازش تھی کہ نہیں؟ بلکہ کارکنان قضا و قدر نے چاہا کہ عرب کا ایک سردار اس راز سے واقف ہو جائے اور اس سازش کی طرف رہنمائی کرے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جب وہ چھری دیکھی جس سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا تو فرمایا: مَیں نے یہ چھری کل هُرمُزَان اور جُفَینہ کے پاس دیکھی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا تم اس چھری سے کیا کرو گے؟ وہ بولے کہ گوشت کاٹیں گے کیونکہ ہم گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عمرؓ کے قاتل ابولُؤلُؤہ کے پاس سے گزرا۔ جُفَینہ اور هُرمُزَان اس کے ساتھ تھے اور وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے۔ مَیں دفعتاً ان کے پاس پہنچا تو وہ بھاگے اور ایک خنجر ان کے درمیان گر پڑا جس کے دو پھل تھے اور دستہ بیچ میں تھا۔ دیکھو وہ خنجر کیسا ہے جس سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو واقعی وہی خنجر تھا جو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بتایا تھا۔ پھر تو اس معاملے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ یہ لکھنے والا کہتا ہے کہ دونوں کے دونوں سچے گواہ ہیں بلکہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار ہیں اور گواہی دے رہے ہیں کہ جس چھری سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا وہ هُرمُزَان اور جُفَینہ کے پاس تھی۔ ان میں سے ایک گواہ کا کہنا ہے کہ اس نے قاتل ابولُؤلُؤہ کو قتل کرنے سے پہلے دونوں سے سازش کرتے دیکھا ہے اور دونوں گواہوں کے بیان کے مطابق یہ سب کچھ اس رات کا قصہ ہے جس

صبح حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی شخص اس میں شبہ کر سکتا ہے کہ امیر المومنین اس سازش کا شکار ہوئے جس کے اہم کردار تو یہی تین آدمی تھے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے ایرانی یا ان قوموں کے افراد بھی اس میں شامل ہوں جن پر مسلمانوں نے غلبہ پایا تھا۔

حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی بات اور عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کی شہادت سنی تو ساری کائنات ان کی نگاہوں میں خون ہی خون ہو گئی۔ ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مدینہ کے تمام پردیسی اس سازش میں شریک ہیں اور ان سب کے ہاتھوں سے جرم کا خون ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے فوراً تلوار سنبھالی اور سب سے پہلے ھُرمُزَان اور جُفَینہ کا کام تمام کیا۔ روایت ہے کہ انہوں نے ھُرمُزَان کو آواز دی اور جب وہ باہر نکل کر آیا تو اسے کہا کہ ذرا ساتھ آؤ اور میرے گھوڑے کو دیکھ لو اور خود پیچھے ہٹ گئے۔ جب وہ ان کے سامنے سے گزرا تو تلوار کا ایک ہاتھ اس پر مارا۔ ایرانی نے جب تلوار کی سوزش محسوس کی تو کہا لا الہ الا اللہ اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ روایت ہے کہ حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ، یہ حضرت عمرؓ کے بیٹے تھے نے کہا کہ پھر میں نے جُفَینہ کو بلایا وہ حیرہ کا ایک عیسائی تھا اور سعد بن ابی وقاص کا دودھ شریک بھائی تھا۔ اس رشتے سے سعد اسے مدینہ لے آئے تھے جہاں وہ لوگوں کو پڑھایا لکھایا کرتا تھا۔ جب میں نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان صلیب کا نشان بنایا۔ حضرت عبد اللہ کے دوسرے بھائی بھی اپنے والد کی شہادت پر ان سے کچھ کم غضبناک نہیں تھے اور سب سے زیادہ غصہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تھا۔

بہر حال یہ جو انہوں نے کیا ہے قانونی طور پر اس کی کوئی اجازت نہیں تھی۔ کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ خود انتقام لینے کے لیے کھڑا ہو جائے یا اپنا حق خود وصول کرے جبکہ معاملات کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء رضوان اللہ علیہم کے لیے مخصوص تھا۔ وہ لوگوں کے درمیان منصفانہ فیصلے اور مجرم کے خلاف قصاص کا حکم صادر کرتے تھے۔ اس لیے حضرت عُبید اللہؓ کا فرض تھا کہ جب انہیں اس سازش کا علم ہوا جس کے نتیجہ میں ان کے والد کی جان گئی تو اس کا فیصلہ امیر المومنین سے چاہتے۔ اگر ان کے نزدیک سازش ثابت ہو جاتی تو وہ قصاص کا حکم جاری فرما دیتے اور اگر ثابت نہ ہوتی یا اس کے متعلق امیر المومنینؓ، نئے خلیفہ کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو جاتا تو وہ شبہ کی حد تک سزا میں تخفیف کر دیتے یا یہ فیصلہ دے دیتے کہ تنہا ابولُؤلُؤَہ مجرم ہے۔

(ماخوذ از الفاروق عمرؓ از محمد حسین ہیکل مترجم: حبیب اشعر، صفحہ 869 تا 872، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

بہر حال جو انہوں نے کیا قانونی طور پر وہ ان کا حق نہیں بنتا تھا۔ مختصر یہ کہ **ہر چند کہ یہ بعید از قیاس نہیں کہ یہ قتل ایک باقاعدہ سازش ہو لیکن اس وقت کے حالات** کا تقاضا ہو کہ حضرت عثمانؓ فوری طور پر اس میں تحقیق نہ کروا سکے ہوں یا جو بھی حالات ہوں ابتدائی مؤرخ اس کے متعلق خاموش ہیں اور اس زمانے کے کچھ مؤرخ قرائن کی روشنی میں اس پر بحث کر رہے ہیں اور ان کے دلائل میں کچھ وزن معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ سازشی گروہ یہیں رکتا نہیں بلکہ پھر حضرت عثمانؓ بھی اسی طرح کی ایک سازش کا شکار ہوتے ہیں اور اس سے اس شبہ کو مزید تقویت ملتی ہے

کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی اور غلبہ کو روکنے کے لیے اور اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بیرونی عناصر کی ایک سازش کے تحت حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد پر حملہ ہوا تو میں ان کے پاس موجود تھا۔ لوگوں نے ان کی تعریف کی اور کہا جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ دے۔ آپؓ نے فرمایا: میں رغبت رکھنے والا بھی ہوں اور ڈرنے والا بھی ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ آپؓ خلیفہ مقرر کر دیجیے۔

آپؓ نے کہا: کیا میں تمہارا بوجھ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اٹھاؤں؟ میں چاہتا ہوں کہ اس میں میرا حصہ برابر کا ہو۔ یعنی نہ مجھ پر کوئی گرفت ہو نہ مجھے کچھ ملے۔ اگر میں کسی کو جانشین بناؤں تو انہوں نے بھی جانشین بنایا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی حضرت ابو بکرؓ۔ بنا دوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر میں تمہیں بغیر جانشین مقرر کرنے کے چھوڑ جاؤں تو وہ تمہیں بغیر جانشین مقرر کرنے کے چھوڑ گئے تھے جو مجھ سے بہتر تھے یعنی دوسری مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی کہ آپؐ تھے جنہوں نے جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ حضرت عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ جب آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو میں جان گیا کہ آپؓ جانشین مقرر نہیں کریں گے۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الاستخلاف وترکہ حدیث 4713)

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے والد جانشین مقرر کرنے والے نہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ انہوں نے یعنی حضرت حفصہؓ نے فرمایا وہ ایسا کریں گے۔ وہ کہتے ہیں میں نے قسم کھائی کہ حضرت عمرؓ سے دوبارہ بات کروں گا۔ کہتے ہیں مَیں صبح تک خاموش رہا اور آپ سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا حال یہ تھا کہ گویا میں اپنی قسم کی وجہ سے پہاڑ اٹھانے والا ہوں۔ میں لوٹا اور ان کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے لوگوں کا حال دریافت کیا یعنی حضرت عمرؓ نے اور میں نے آپؓ کو بتایا کہ وہ کہتے ہیں۔ پھر میں نے جو وہ لوگ کہتے ہیں وہ باتیں بتائیں۔ پھر میں نے آپ سے کہا کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آپؓ سے وہ بات ضرور کہوں گا۔ ان کا، لوگوں کا خیال ہے کہ آپؓ جانشین مقرر نہیں کریں گے۔ بات یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کے اونٹوں کو چرانے والا ہو یا بکریوں کا چرواہا ہو پھر وہ آپ کے پاس آئے اور انہیں چھوڑ دے تو آپ دیکھیں گے کہ اس نے ان کو ضائع کر دیا۔ پس لوگوں کی نگہبانی تو زیادہ ضروری ہے۔ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے میری بات سے اتفاق کیا اور کچھ دیر کے لیے اپنا سر جھکایا۔ پھر آپؓ نے سر اٹھایا اور میری طرف توجہ کی اور فرمایا: اللہ عزوجل اپنے دین کی حفاظت کرے گا۔ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ تو نہیں بنایا تھا اور اگر میں خلیفہ بناؤں تو حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ بنایا تھا۔ انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ کے بیٹے ابن عمرؓ نے کہا: پس اللہ کی قسم! جب انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کا ذکر کیا تو میں سمجھ گیا کہ آپؓ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں کریں گے اور یہ کہ آپؓ کسی کو جانشین نہیں بنائیں گے۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الاستخلاف وترکہ حدیث 4714)

حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو زخمی کیا گیا تو درد سے بے قرار ہونے لگے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا جیسا کہ ان کو تسلی دینے لگے ہیں۔ امیر المومنین! اگر ایسا ہے تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ چکے ہیں اور آپؓ نے نہایت عمدگی سے آپؐ کا ساتھ دیا۔ پھر آپؓ ان سے ایسی حالت میں جدا ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ سے خوش تھے۔ پھر آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ رہے اور نہایت عمدگی سے ان کا ساتھ دیا۔ پھر آپؓ ان سے ایسی حالت میں جدا ہوئے کہ وہ آپؓ سے خوش تھے۔ پھر آپؓ ان کے صحابہ کے ساتھ رہے اور آپؓ نے نہایت عمدگی سے ان کا ساتھ دیا اور اگر آپؓ ان سے جدا ہو گئے تو یقیناً آپؓ ایسی حالت میں ان سے جدا ہوں گے کہ وہ آپؓ سے خوش ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپؐ کی خوشنودی کا ذکر کیا ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا۔ اور جو تم نے حضرت ابو بکرؓ کی صحبت اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا ہے تو یہ بھی محض اللہ جَلَّ ذِکْرُہٗ کا احسان ہے جو اُس نے مجھ پر کیا۔ اور یہ جو تم میری فکر دیکھ رہے ہو تو یہ تمہاری خاطر اور تمہارے ساتھیوں کی خاطر ہے۔ میں اپنی فکر نہیں کر رہا۔ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی فکر کر رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا بھی ہو تو میں ضرور اللہ عزوجل کے عذاب سے فدیہ دے کر چھڑا لیتا پیشتر اس کے کہ میں وہ عذاب دیکھوں۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب عمر بن خطاب۔۔ حدیث 3692)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمرؓ شہید ہوئے مگر جب واقعات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس شہادت سے کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ متواتر دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے شہادت نصیب کر اور شہید بھی مجھے مدینہ میں کر۔ پس وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر یہ دعائیں کرتے ہوئے گزار دی ہو کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت دے۔ وہ اگر شہید ہو جائے تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس پر ایک خوفناک وقت آیا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے امن سے نہ بدلا گیا۔ بیشک اگر حضرت عمرؓ شہادت سے ڈرتے اور پھر وہ شہید ہو جاتے تو کہا جا سکتا تھا کہ ان کے خوف کو خدا تعالیٰ نے امن سے نہ بدلا مگر وہ تو دعائیں کرتے رہتے تھے کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت دے۔ پس ان کی شہادت سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ وہ شہادت سے ڈرتے بھی تھے اور جب وہ شہادت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ اس کے لئے دعائیں کرتے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے قبول فرما لیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے ماتحت ان پر کوئی ایسا خوف نہیں آیا جو ان کے دل نے محسوس کیا ہو اور اس آیت میں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہی ذکر ہے کہ خلفاء جس بات سے ڈرتے ہوں گے وہ کبھی وقوع پذیر نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا مگر جب وہ ایک بات سے ڈرتے ہی نہ ہوں بلکہ اپنی عزت اور بلندی درجات کا موجب سمجھتے ہوں تو اسے خوف کہنا اور پھر یہ کہنا کہ اسے امن سے کیوں نہ بدل دیا گیا بے معنی بات

ہے۔" یہ نکتہ بھی سمجھنے والا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے تو جب حضرت عمرؓ کی اس دعا کو پڑھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کا بظاہر یہ مطلب تھا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرے اور اس کا حملہ اتنی شدت سے ہو کہ تمام مسلمان تباہ ہو جائیں۔ پھر وہ خلیفۂ وقت تک پہنچے اور اسے بھی شہید کر دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی دعا بھی قبول کر لی اور ایسے سامان بھی پیدا کر دیئے جن سے اسلام کی عزت قائم رہی۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ مدینہ پر کوئی بیرونی لشکر حملہ آور ہوتا اندر سے ہی ایک خبیث اٹھا اور اس نے خنجر سے آپؓ کو شہید کر دیا۔" (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 378)

غلاموں کی آزادی کے حوالے سے اسلامی تعلیم بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عمرؓ کی شہادت کے واقعہ کو لے کر لکھا ہے اور اس کا سبب بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ:

"پہلے تو یہ حکم دیا کہ تم احسان کر کے بغیر کسی تاوان کے ہی ان کو رہا کر دو" یعنی غلاموں کو بغیر کسی تاوان کے رہا کر دو۔ "پھر یہ کہا کہ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو تاوان وصول کر کے آزاد کر دو اور اگر کوئی شخص ایسا رہ جائے۔" کوئی غلام "جو خود تاوان ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کی حکومت بھی اس کے معاملہ میں کوئی دلچسپی۔" اور جہاں سے وہ آیا ہے جس حکومت کا وہ فرد ہے اس کو آزاد کرانے میں اس کی حکومت بھی "کوئی دلچسپی نہ لیتی ہو اور اس کے رشتہ دار بھی لاپرواہ ہوں تو وہ تم کو نوٹس دے کر اپنی تاوان کی قسطیں مقرر کروا سکتا ہے۔" پھر وہ خود قیدی جو ہے وہ اپنی تاوان کی قسطیں مقرر کروا سکتا ہے۔ "ایسی صورت میں جہاں تک اس کی کمائی کا تعلق ہے قسط چھوڑ کر سب اسی کی ہو گی اور وہ عملاً پورے طور پر آزاد ہو گا۔" یعنی جتنی کمائی وہ کرے گا اس میں سے وہ قسط ادا کرے گا جو اس نے آزادی کے لیے رکھی ہے اور باقی آمد اس کی اپنی ہے اور یہ ایک طرح کی آزادی ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے غلام نے ہی مارا تھا جس نے مکاتبت کی ہوئی تھی۔ وہ غلام جس مسلمان کے پاس رہتا تھا ان سے ایک دن اس نے کہا کہ میری اتنی حیثیت ہے، آپ مجھ پر تاوان ڈال دیں۔ مَیں ماہوار اقساط کے ذریعہ آہستہ آہستہ تمام تاوان ادا کر دونگا۔ انہوں نے ایک معمولی سی قسط مقرر کر دی اور وہ ادا کرتا رہا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس نے شکایت کی کہ میرے مالک نے مجھ پر بھاری قسط مقرر کر رکھی ہے آپؓ اسے کم کرا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی آمدن کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جتنی آمد کے اندازہ پر قسط مقرر ہوئی تھی اس سے کئی گنا زیادہ آمد وہ پیدا کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اس قدر آمد کے مقابلہ میں تمہاری قسط بہت معمولی ہے اِسے کم نہیں کیا جا سکتا۔ اِس فیصلہ سے اسے سخت غصہ آیا اور اس نے سمجھا کہ میں چونکہ ایرانی ہوں اِس لئے میرے خلاف فیصلہ کیا گیا ہے اور میرے مالک کا عرب ہونے کی وجہ سے لحاظ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس غصہ میں اس نے دوسرے ہی دن خنجر سے آپ پر حملہ کر دیا اور آپؓ انہی زخموں کے نتیجہ میں شہید ہو گئے۔" (اسلام کا اقتصادی نظام، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 28-29)

حضرت مصلح موعودؓ مزید بیان کرتے ہیں کہ:

"دنیا میں دو ہی چیزیں راستی سے پھیرنے کا موجب ہوتی ہیں یا تو انتہائی بغض یا پھر انتہائی محبت۔ انتہائی

بغض بسا اوقات معمولی واقعہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے وقت دیکھو کتنے معمولی واقعہ سے بغض بڑھا جس نے عالم اسلامی کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس واقعہ کا اثر اب تک چلتا جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کے وقت ایک مقدمہ آپؓ کے پاس آیا۔ کسی شخص کا غلام کماتا بہت تھا لیکن مالک کو دیتا کم تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس غلام کو بلایا اور اسے کہا کہ مالک کو زیادہ دیا کرو۔ اس وقت چونکہ پیشہ ور کم ہوتے تھے اس لئے لوہاروں اور نجاروں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ وہ غلام آٹا پیسنے کی چکی بنایا کرتا تھا اور اس طرح کافی کماتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ساڑھے تین آنے اس کے ذمہ لگا دیئے کہ مالک کو ادا کیا کرے۔ یہ کتنی قلیل رقم ہے مگر اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ نے غلط فیصلہ کیا ہے اس پر اس کے دل میں بغض بڑھنا شروع ہوا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اسے کہا کہ ہمیں بھی چکی بنا دو۔ اس پر کہنے لگا ایسی چکی بنا دوں گا جو خوب چلے گی۔ یہ سن کر کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ کو دھمکی دے رہا ہے۔" یہ پہلا جو واقعہ ہے اس سے لگتا ہے کہ اسی سے ملتا جلتا ہے یا وہی واقعہ ہے اور اسی کا واقعہ ہے۔ بہر حال ہے اسی غلام کا۔" آپؓ نے کہا الفاظ سے تو یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔" پہلی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے خود کہا تھا کہ یہ دھمکی دے رہا ہے۔" اس نے کہا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔ آخر ایک دن حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ اس غلام نے آپؓ کو خنجر مار کر قتل کر دیا۔" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "وہ عمرؓ جو کروڑوں انسانوں کا بادشاہ تھا، جو بہت وسیع مملکت کا حکمران تھا، جو مسلمانوں کا بہترین رہنما تھا ساڑھے تین آنے پر مار دیا گیا مگر بات یہ ہے کہ جن کی طبیعت میں بغض اور کینہ ہوتا ہے وہ ساڑھے تین آنے یا دو آنے نہیں دیکھتے وہ اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں۔ ان کی طبیعت بغض کے لئے وقف ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں وہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے لئے اور دوسروں کے لئے کیا نتیجہ ہو گا۔ حضرت عمرؓ کے قاتل سے جب دریافت کیا گیا کہ تُو نے یہ سفاکانہ فعل کیوں کیا تو اس نے کہا انہوں نے میرے خلاف فیصلہ کیا تھا مَیں نے اس کا بدلہ لیا ہے۔"

پہلے یہ تفصیل اس طرح بیان نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اس کو پکڑتے ہوئے تھوڑا سا وقت ملا ہو تو اس میں اس نے یہ کہہ دیا ہو کہ میں نے یہ قتل اس لئے کیا ہے اور پھر خودکشی بھی کر لی۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ "میں نے اس دردناک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے اس کا اسلام پر آج تک اثر ہے اور وہ اس طرح کہ گو موت ہر وقت لگی ہوتی ہے مگر ایسے وقت میں موت کے آنے کا خیال نہیں کیا جاتا جب قویٰ مضبوط ہوں لیکن جب قویٰ کمزور ہوں اور صحت انحطاط کی طرف ہو تو لوگوں کے ذہن خود بخود آئندہ انتظام کے متعلق سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے اس بارے میں باتیں نہیں کرتے مگر خود بخود رَو ایسی پیدا ہو جاتی ہے جو آئندہ انتظام کے متعلق غور کرنے کی تحریک کرتی ہے۔ اس وجہ سے جب امام فوت ہو تو لوگ چوکس ہوتے ہیں۔ چونکہ حضرت عمرؓ کے قویٰ مضبوط تھے گو ان کی عمر تریسٹھ سال کی ہو چکی تھی لیکن صحابہ کے ذہن میں یہ نہ تھا کہ حضرت عمرؓ ان سے جلدی جدا ہو جائیں گے اس وجہ سے وہ آئندہ انتظام کے متعلق بالکل بے خبر تھے کہ یکدم حضرت عمرؓ کی وفات کی مصیبت آ پڑی۔ اس وقت جماعت کسی دوسرے امام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ اس عدم تیاری کا

نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمانؓ سے لوگوں کو وہ لگاؤ نہ پیدا ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ اس وجہ سے اسلام کی حالت بہت نازک ہو گئی اور حضرت علیؓ کے وقت اَور زیادہ نازک ہو گئی۔" (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 240-241)

جو فساد بعد میں ہوئے یہ بھی ان کی ایک وجہ بیان کی ہے۔ آپؓ کے نزدیک یہ وجہ ہو سکتی ہے۔ فتنہ کے وقت چند آدمی نماز کے موقع پر حفاظت کے لیے کھڑے ہونے ضروری ہیں۔ یہ بھی حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے۔ **اور اس ضمن میں حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:**

"قرآن مجید کا صراحتاً حکم ہے کہ حفاظت کے لئے مسلمانوں میں سے آدھے کھڑے رہا کریں اور گو یہ جنگ کے وقت کی بات ہے جب ایک جماعت کی حفاظت کے لئے ضرورت ہوتی ہے لیکن اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ چھوٹے فتنے کے انسداد کے لئے اگر چند آدمی نماز کے وقت کھڑے کر دیئے جائیں تو یہ قابلِ اعتراض امر نہیں بلکہ ضروری ہو گا" کہ یہ کس طرح کیا جائے؟ فرماتے ہیں کہ "اگر جنگ کے وقت ہزار میں سے پانچ سو حفاظت کے لئے کھڑے کئے جا سکتے ہیں تو کیوں معمولی خطرے کے وقت ہزار میں سے پانچ دس آدمی حفاظت کے لئے کھڑے نہیں کئے جا سکتے؟ یہ کہنا کہ خطرہ غیر یقینی ہے بیہودہ بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا۔ آپؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ مسلمان بھی نماز میں مشغول تھے کہ ایک بدمعاش شخص نے سمجھا یہ وقت حملہ کرنے کے لئے موزوں ہے وہ آگے بڑھا اور اس نے خنجر سے وار کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نماز کے وقت پہرہ دینا اس کے اصول یا وقار کے خلاف ہے۔" یعنی نماز کے اصول یا وقار کے خلاف ہے "تو سوائے اپنی حماقت کے مظاہرہ کرنے کے اور وہ کچھ نہیں کرتا۔ اس کی مثال اس بیوقوف کی سی ہے جو لڑائی میں شامل ہوا اور ایک تیر اسے آ لگا جس سے خون بہنے لگا۔ وہ میدان سے بھاگا اور خون پونچھتا ہوا یہ کہتا چلا گیا کہ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو" یہ سچی بات نہ ہو کہ تیر مجھے لگ گیا ہے۔" تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ایک موقع پر صحابہ نے اپنی حفاظت کا انتظام نہ کیا تو انہیں سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ چنانچہ حضرت عَمرو بن العاصؓ جب مصر کی فتح کے لئے گئے اور انہوں نے علاقہ کو فتح کر لیا تو اس کے بعد جب وہ نماز پڑھاتے تو پہرہ کا انتظام نہ کرتے۔ دشمنوں نے جب دیکھا کہ مسلمان اس حالت میں بالکل غافل ہوتے ہیں تو انہوں نے ایک دن مقرر کر کے چند سو مسلح آدمی عین اس وقت بھیجے۔ جب مسلمان سجدہ میں تھے پہنچتے ہی انہوں نے تلواروں سے مسلمانوں کے سر کاٹنے شروع کر دیئے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ سینکڑوں صحابہ اس دن مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ ایک کے بعد دوسرا سر زمین پر گرتا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور ساتھی سمجھ ہی نہ سکتے کہ یہ کیا ہو رہا ہے حتّٰی کہ شدید نقصان لشکر کو پہنچ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب معلوم ہوا تو آپؓ نے انہیں بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہ تھا کہ حفاظت کا انتظام رکھنا چاہئے مگر انہیں" یعنی حضرت عمرؓ کو "کیا معلوم تھا کہ مدینہ میں بھی ایسا ہی ان کے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس واقعہ کے بعد صحابہ نے یہ انتظام کیا کہ جب بھی وہ نماز پڑھتے ہمیشہ حفاظت کے لئے پہرے رکھتے۔" (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 68-69)

حضرت عمرؓ کے قرض کے بارے میں پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ آپؓ نے پوچھا تھا اور پھر اپنے بیٹے کو فرمایا تھا۔ اس بارے میں مزید یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ انہوں نے

حساب کیا تو چھیاسی ہزار درہم نکلے۔ آپؓ نے فرمایا: اے عبداللہ! اگر آلِ عمر کا مال اس کے لیے کافی ہو تو ان کے مال سے میرا یہ قرض ادا کر دینا۔ اگر ان کا مال کافی نہ ہو تو بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے علاوہ کسی اَور سے نہ کہنا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 257 دارالکتب العلمیۃ)

صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ ہمارا یہ سادہ زندگی بسر کرنے والا امام اتنی بڑی رقم اپنے اوپر خرچ کرنے والا نہیں ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ جو اتنا قرض چڑھایا تھا، یہ رقم بھی انہوں نے ضرورت مندوں اور غریبوں پر ہی خرچ کی تھی۔ اس لیے عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ بیت المال سے قرض لے کر اپنا یہ قرض کیوں نہیں ادا کر دیتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا معاذ اللہ! کیا تم چاہتے ہو کہ تم اور تمہارے ساتھی میرے بعد یہ کہیں کہ ہم نے تو اپنا حصہ عمرؓ کے لیے چھوڑ دیا۔ تم اب تو مجھے تسلی دے دو مگر میرے پیچھے ایسی مصیبت پڑ جائے کہ اس سے نکلے بغیر میرے لیے نجات کی کوئی راہ نہ ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا۔ میرے قرض کی ذمہ داری قبول کرو۔ چنانچہ انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ حضرت عمرؓ ابھی دفن نہیں کیے گئے تھے کہ ان کے بیٹے نے ارکانِ شوریٰ اور چند نصاریٰ کو اپنی اس ضمانت پر گواہ بنایا جو قرض کی ذمہ داری لی تھی اور حضرت عمرؓ کی تدفین کے بعد ابھی جمعہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قرض کی رقم لے کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچے اور چند گواہوں کے سامنے اس بار سے سبکدوش ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 273 دارالکتب العلمیۃ)

قرض کی ادائیگی کے متعلق ایک اَور روایت کتاب "وفاء الوفاء" میں ملتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ کے ذمہ قرض تھا۔ آپؓ نے حضرت عبداللہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بلایا اور کہا میرے ذمہ اللہ کے مال میں سے کچھ قرض ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کو اس حال میں ملوں کہ میرے ذمہ کوئی قرض نہ ہو۔ پس تم اس قرض کو پورا کرنے کے لیے اس مکان کو بیچ دینا جس میں رہتے تھے۔ پس اگر کچھ مال کم رہ جائے تو بنو عدی سے مانگنا۔ اگر پھر بھی بچ جائے تو قریش کے بعد کسی کے پاس نہ جانا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کی، حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور آپؓ نے، حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرؓ کا گھر خرید لیا جس کو دارالقضاء کہا جاتا ہے۔ آپ نے وہ مکان بیچ دیا اور حضرت عمرؓ کا قرض ادا کر دیا۔ اس لیے اس گھر کو دَارُ قَضَاءِ دَيْنِ عُمَر کہا جانے لگا یعنی وہ گھر جس کے ذریعہ حضرت عمرؓ کے قرض کو ادا کیا گیا تھا۔
(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ از علامہ نور الدین مجلد 1 جزء الثانی صفحہ 222 مکتبۃ الحقانیۃ محلہ جنگی پشاور پاکستان)

یہ ذکر ابھی مزید چل رہا ہے ان شاء اللہ آئندہ ذکر ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 05/ نومبر 2021ء جلد 28 شمارہ 89 صفحہ 5 تا 10)

43

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22/ اکتوبر 2021ء بمطابق 22/ اخاء 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں مَیں نے حضرت عمرؓ کی شہادت کے ضمن میں حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے باہمی الجھاؤ کا ذکر کیا تھا اور جس طرح وہ روایت بیان کی گئی تھی، یہ بھی بتایا تھا کہ ایک روایت ہے، اور اللہ بہتر جانتا ہے کہاں تک یہ سچی ہے، کہ ان کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ اس بارہ میں مزید تحقیق کے بعد جو باتیں سامنے آئی ہیں وہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ ایک جگہ یہ بھی ذکر ملا ہے کہ حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ جب حضرت عثمانؓ سے الجھے ہیں تو اس وقت تک ابھی حضرت عثمانؓ خلافت کے مسند پر فائز نہیں ہوئے تھے۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ عُبید اللہ کا ارادہ تھا کہ وہ آج مدینہ کے کسی قیدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مہاجرین اوّلین ان کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور انہیں روکا اور انہیں دھمکی دی تو وہ مہاجرین کو بھی خاطر میں نہ لائے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں انہیں یعنی جتنے بھی قیدی ہیں، غلام ہیں، ضرور قتل کروں گا۔ حتّٰی کے عمرو بن عاصؓ ان کے ساتھ مسلسل لگے رہے یہاں تک کہ انہوں نے تلوار عمرو بن عاصؓ کے حوالے کر دی۔ پھر سعد بن ابی وقاصؓ سمجھانے کے لیے ان کے پاس آئے تو ان سے بھی عُبید اللہ بن عمرؓ نے لڑائی کی۔ جیسا کہ بیان ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ سے لڑائی ہوئی اور لوگوں نے بیچ بچاؤ کروایا۔ اس ضمن میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا تو ابھی حضرت عثمانؓ کی بیعت نہیں کی گئی تھی۔ یعنی حضرت عثمانؓ اس وقت تک خلیفہ منتخب نہیں ہوئے تھے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔

(ماخوذ از سیرت عمر فاروقؓ از محمد رضا (مترجم) صفحہ 342-343 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور 2010ء)

اسی طرح یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ حضرت عُبید اللہ کو اس کے بعد قید بھی کر لیا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی بیعت کے بعد جب خلافت پہ متمکن ہوئے تو حضرت عُبید اللہ کو حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو امیر المومنین نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں رائے دو جس نے اسلام میں رخنہ ڈالا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ اسے چھوڑنا انصاف سے بعید ہے، میری رائے میں اس کو یعنی عُبید اللہ بن عمرؓ کو قتل کرا دینا چاہیے لیکن بعض مہاجرین نے اس رائے کو ناقابلِ برداشت، شدت اور سختی پر محمول کیا اور کہا کہ کل عمرؓ قتل کیے گئے اور آج ان کا بیٹا قتل کر دیا جائے۔ اس اعتراض نے حاضرین کو مغموم کر دیا اور حضرت علیؓ بھی خاموش رہے لیکن بہر حال پھر حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ حاضرین میں سے کوئی

شخص اس نازک صورت حال سے عہدہ برا ہونے کی کوئی راہ نکالے، مشورہ دے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپؓ کو اس سے معاف رکھا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپؓ مسلمانوں کے امیر نہیں تھے اور چونکہ یہ واقعہ آپؓ کے عہد خلافت میں نہیں ہوا اس لیے آپؓ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی لیکن حضرت عثمانؓ ان کی اس رائے سے مطمئن نہیں ہوئے اور بہتر یہی سمجھا کہ خون بہا ادا کیا جائے۔ چنانچہ فرمایا: میں ان مقتولین کا ولی ہوں اس لیے خون بہا مقرر کر کے اپنے مال سے ادا کروں گا۔

(ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 881-882 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

اس بارے میں ایک یہ رائے ہے۔ تاریخ طبری کے مطابق حضرت عثمانؓ نے حضرت عُبید اللہ کو ہرمزان کے بیٹے کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کے بدلے میں قصاص کے طور پر قتل کر دے لیکن بیٹے نے معاف کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے اور ایک مسئلہ کے حل کے بیان میں اس کی تفصیل میں لکھا ہے جو میں ایک گذشتہ خطبہ میں بیان کر چکا ہوں تاہم یہاں وضاحت کے لیے دوبارہ بیان کرتا ہوں کہ کیا مقتول کافر معاہد کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جا سکتی ہے؟

معاہد کافر کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جا سکتی ہے کہ نہیں؟ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ طبری میں قُمَاذُبَان بن هُرْمُزَان اپنے والد کے قتل کا واقعہ بیان کرتا ہے۔ ہرمزان ایک ایرانی رئیس اور مجوسی المذہب تھا اور حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا شبہ اس پر کیا گیا تھا۔ اس پر بلا تحقیق جوش میں آکر عُبید اللہ بن عمرؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ بیٹا کہتا ہے کہ ایرانی لوگ مدینہ میں ایک دوسرے سے ملے جلے رہتے تھے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر وطنیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ایک دن فیروز قاتل جو حضرت عمرؓ کا تھا میرے باپ سے ملا اور اس کے پاس ایک خنجر تھا جو دونوں طرف سے تیز کیا ہوا تھا۔ میرے باپ نے (یہ ہُرمُزان کا بیٹا بیان کر رہا ہے) کہ میرے باپ نے اس خنجر کو پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تُو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے یعنی یہ ملک تو امن کا ملک ہے۔ اس میں ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس سے اونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے تو اس وقت کسی نے ان کو دیکھ لیا اور جب حضرت عمرؓ مارے گئے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خود ہُرمُزان کو یہ خنجر فیروز کو پکڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اِس پر عُبید اللہؓ حضرت عمرؓ کے چھوٹے بیٹے نے جا کر میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور عُبید اللہ کو پکڑ کر میرے حوالے کر دیا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! یہ تیرے باپ کا قاتل ہے اور تُو ہماری نسبت اس پر زیادہ حق رکھتا ہے۔ پس جا اور اس کو قتل کر دے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور شہر سے باہر نکلا۔ راستہ میں جو شخص مجھے ملتا میرے ساتھ ہو جاتا لیکن کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ وہ مجھ سے صرف اتنی درخواست کرتے تھے کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ پس میں نے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا میرا حق ہے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں تمہارا حق ہے اسے قتل کر دو، اور عُبید اللہ کو بھلا برا کہنے لگے کہ اس نے ایسا بُرا کام کیا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کو حق ہے کہ اسے مجھ سے چھڑا لو؟ انہوں

نے کہا کہ ہر گز نہیں اور پھر عُبید اللہ کو برا بھلا کہا کہ اس نے بلا ثبوت اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس پر میں نے خدا اور ان لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور خدا تعالیٰ کی قسم! میں اپنے گھر تک لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پہنچا اور انہوں نے مجھے زمین پر قدم تک نہیں رکھنے دیا۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ صحابہ کا طریق عمل بھی یہی رہا ہے کہ وہ غیر مسلم کے مسلم قاتل کو سزائے قتل دیتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خواہ کسی ہتھیار سے کوئی شخص مارا جائے وہ مارا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کو گرفتار کرنے والی اور اس کو سزا دینے والی حکومت ہی ہے کیونکہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ عُبید اللہ بن عمرؓ کو گرفتار بھی حضرت عثمانؓ نے ہی کیا اور اس کو قتل کے لیے ہُرمُزان کے بیٹے کے سپرد بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ نہ ہرمزان کے کسی وارث نے اس پر مقدمہ چلایا اور نہ گرفتار کیا۔

اس جگہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کا ازالہ بھی کر دینا ضروری ہے کہ قاتل کو سزا دینے کے لیے آیا مقتول کے وارثوں کے سپرد کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے کیا یا خود حکومت کو سزا دینی چاہیے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ معاملہ ایک جزوی معاملہ ہے اس لیے اس کو اسلام نے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق عمل کرنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ قوم اپنے تمدن اور حالات کے مطابق جس طریق کو زیادہ مفید دیکھے اختیار کر سکتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں طریق ہی خاص خاص حالات میں مفید ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 359 تا 361)

یہ وضاحت کرنے کے بعد اب میں حضرت عمرؓ کے کچھ اور واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔ وفات کے وقت

حضرت عمرؓ کے الحاح اور عجز و انکسار کا کیا حال تھا؟ اس بارے میں ان کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ میرے کفن میں میانہ روی سے کام لینا۔ اگر اللہ کے پاس میرے لیے خیر ہو گی تو مجھے اس سے اچھے لباس سے بدل دے گا۔ اگر میں اس کے سوا ہوں گا تو مجھ سے چھین لے گا اور چھیننے میں تیزی کرے گا اور یہ بھی کہ میری قبر کے متعلق بھی میانہ روی سے کام لینا۔ اگر اللہ کے پاس میرے لیے اس میں خیر ہے تو اس کو اتنا وسیع کر دے گا جہاں تک میری نظر جائے گی اور اگر میں اس کے سوا ہوا تو وہ اسے مجھ پر تنگ کر دے گا کہ میری پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اور پھر میرے جنازے کے ساتھ کسی عورت کو نہ لے کر جانا۔ میری ایسی تعریف نہ بیان کرنا جو مجھ میں نہیں ہے کیونکہ اللہ مجھے زیادہ جانتا ہے۔ اور جب تم مجھے لے جانے لگو تو چلنے میں جلدی کرنا۔ اگر میرے لیے اللہ کے پاس خیر ہے تو تم مجھے اس چیز کی طرف بھیجتے ہو جو میرے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر اس کے سوا ہو تو تم اپنی گردن سے اس شر کو ٹال دو گے جو تم اٹھائے ہوئے ہو۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 273۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اس کے علاوہ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ مجھے مِسک یعنی کستوری وغیرہ سے غسل نہ دینا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 279۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا جب ان کا سر ان کے بیٹے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ران پر تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کہا کہ میرا رخسار زمین پر رکھ دو۔ حضرت عبداللہ نے کہا میری ران اور زمین برابر ہی ہے یعنی اس میں فاصلہ ہی کتنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے دوسری یا تیسری مرتبہ کہا کہ تیرا بھلا ہو میرا رخسار زمین پر رکھ دو۔ پھر آپ (حضرت عمرؓ) نے اپنی ٹانگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے آپ (حضرت عمرؓ) کو کہتے ہوئے سنا کہ میری اور میری ماں کی ہلاکت ہو گی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ بخشا یہاں تک کہ آپؓ کی وفات ہو گئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 274-275 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت سماک حنفیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا اللہ نے آپؓ کے ذریعہ سے نئے شہر آباد کیے اور آپؓ کے ذریعہ سے بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں اور آپؓ کے ذریعہ سے فلاں فلاں کام ہوا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری تو تمنا ہے کہ اس سے ایسے نجات پا جاؤں کہ نہ میرے لیے کوئی اجر ہو اور نہ کوئی بوجھ۔ یعنی اس بات پر فخر نہیں کہ ہاں میں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں اور میرے وقت میں بڑی فتوحات ہوئی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت غالب رہے اور اپنی آخرت کی فکر تھی۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے فرمایا تم لوگ امارت کے بارے میں مجھ پر شک کرتے ہو۔ خدا کی قسم! مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں اس طرح نجات پا جاؤں کہ لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَ کہ نہ مجھ پر کچھ عذاب ہو اور نہ میرے لیے کوئی ثواب یا جزا ہو۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 267 ذکر ھجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ جیسا انسان جنہوں نے اپنی ساری عمر ہی ملت اسلامیہ کے غم اور فکر میں گھلا دی۔ جنہوں نے ہر موقعہ پر اعلیٰ سے اعلیٰ قربانی کی گو عمل کے لحاظ سے ان کی قربانیاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قربانیوں تک نہ پہنچیں لیکن ارادہ اور نیت کے لحاظ سے سب کی برابر تھیں۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور انہوں نے کہا: خدا تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر برکت کرے میں نے کئی دفعہ کوشش کی کہ ان سے بڑھ جاؤں مگر کبھی کامیاب نہ ہوا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال لاؤ تو میں اپنا نصف مال لے گیا اور خیال کیا کہ آج میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں گا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچے ہوئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چونکہ ان سے رشتہ بھی تھا اور جانتے تھے کہ انہوں نے کچھ نہیں چھوڑا ہو گا اس لئے آپؐ دریافت فرما رہے تھے کہ ابو بکرؓ! گھر کیا چھوڑا؟ انہوں نے کہا گھر "گھر میں" خدا اور رسولؐ کا نام چھوڑا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے اور فرماتے میں اس وقت بھی ان سے نہ بڑھ سکا۔"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "یہ ان کی قربانیاں تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے بھی دیتے رہتے تھے لیکن جب خاص موقعہ آیا تو سب کچھ لا کر رکھ دیا۔ ایک طرف تو یہ لوگ تھے اور ایک طرف وہ لوگ ہیں

جنہیں اپنے مال کے دسویں حصہ کی قربانی کا بھی موقعہ نہیں ملتا اور کہتے ہیں ہم لٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے تو بار بار ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور کہتے خدایا میں کسی انعام کا مستحق نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہی چاہتا ہوں کہ سزا سے بچ جاؤں۔" (خطبات محمود جلد 10 صفحہ 24)

پھر تدفین اور جنازے کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ آپؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے آپؓ کو غسل دیا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ مسجد نبویؐ میں حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور حضرت صہیبؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؓ کی نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور روضہ کے درمیان والی جگہ پر ادا کی گئی۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کو قبر میں اتارنے کے لیے عثمان بن عفانؓ، سعید بن زید، صہیب بن سنان اور عبداللہ بن عمرؓ اترے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ المجلد الثالث صفحہ 279 تا 281 ، فی ذکر استخلاف عمر۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء) (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ مجلد رابع صفحہ 166۔ دار الکتب العلمیۃ۔ الطبعۃ الثالثۃ 2003ء)

ان کے علاوہ حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کا نام بھی آتا ہے۔

(سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل، مترجم 867-868 اسلامی کتب خانہ لاہور)
(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 169 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"صلحاء کے پہلو میں دفن بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا۔ مَا بَقِیَ لِیْ هَمٌّ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 286)

ایک اَور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص بکمال شوق اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے تو وہ اسے ہرگز ضائع نہیں کرتا خواہ دنیا بھر کی ہر چیز اس کی دشمن ہو جائے۔ اور اللہ کا طالب کسی نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھتا۔ اور اللہ صادقوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ اللہ اکبر! ان دونوں (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو نہیں حاصل ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہ رب العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے اور یہ رحمت صرف انہی لوگوں کی طرف رخ کرتی ہے جن کی طرف عنایت (الٰہی) ازل سے متوجہ ہو۔" (سرّ الخلافہ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 346۔ اردو ترجمہ سرّ الخلافہ صفحہ 78)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"**جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو** انہوں نے اس بات کے لئے بڑی تڑپ ظاہر کی کہ آپؐ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں دفن ہونے کی جگہ مل جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ اگر اجازت دیں تو مجھے آپؐ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت عمرؓ وہ انسان تھے جن کے متعلق عیسائی مؤرخ بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسی حکومت کی جو دنیا میں اَور کسی نے نہیں کی۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں "یعنی عیسائی مؤرخین" مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہیں۔ ایسا شخص ہر وقت کی صحبت میں رہنے والا مرتے وقت یہ حسرت رکھتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے قدموں میں "جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا مرتے وقت بھی یہ حسرت کرتا ہے کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اسے جگہ مل جائے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی کہ آپؐ خدا کی رضا کے لئے کام نہیں کرتے تو کیا حضرت عمرؓ جیسا انسان اس درجہ کو پہنچ کر کبھی یہ خواہش کرتا کہ آپؐ کے قدموں میں جگہ پائے۔" (دنیا کا محسن۔ انوار العلوم جلد 10 صفحہ 262)

پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی بھی خواہش ہوئی کہ آپؐ کے قدموں میں جگہ پائیں۔

حضرت عمرؓ کی وفات حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت کیا عمر تھی؟ اس بارے میں بھی مختلف رائے ہیں۔ سن پیدائش کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ اس لیے آپؓ کی وفات کے وقت عمر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ تاریخ طبری، اسد الغابہ، البدایۃ والنھایہ، ریاض النظرۃ، تاریخ الخلفاء کی مختلف روایات میں آپؓ کی عمر ترپن سال، پچپن سال، ستاون سال، انسٹھ سال، اکسٹھ سال، تریسٹھ سال اور پینسٹھ سال بیان ہوئی ہے۔

(تاریخ الطبری مترجم جلد سوم حصہ اول صفحہ 211 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2003ء)(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 166 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)(البدایۃ والنھایہ الجزء العاشر صفحہ 192 تا 194 مطبوعہ دار ھجر 1998ء)(ریاض النظرۃ صفحہ 418-419 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(تاریخ الخلفاء از امام جلال الدین سیوطی (مترجم) صفحہ 168 ممتاز اکیڈمی لاہور)

البتہ صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت کے مطابق آپؓ کی عمر تریسٹھ سال بیان کی گئی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے وقت عمر تریسٹھ برس تھی اور حضرت عمرؓ کی بھی وفات کے وقت عمر تریسٹھ برس تھی۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب کم سن النبی ﷺ یوم قبض حدیث 6091)

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی سنن النبی ﷺ کم کان حین مات حدیث 3653)

حضرت عمرؓ کی وفات پر بعض صحابہ کرام کے تاثرات کے بارے میں یہ بیان ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا جسد مبارک جنازے کے لیے رکھا گیا اور لوگ ان کے گرد کھڑے ہو گئے۔ ان کے

اٹھانے سے پہلے دعا کرنے لگے۔ پھر نماز جنازہ پڑھنے لگے اور میں بھی ان میں موجود تھا تو ایک شخص نے میرا کندھا پکڑ کر چونکا دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ

حضرت علی بن ابو طالبؓ ہیں۔ آپؓ نے حضرت عمرؓ کے لیے رحمت کی دعا کی اور کہا کہ آپؓ نے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو آپؓ سے بڑھ کر مجھے اس لحاظ سے پیارا ہو کہ میں اس کے اعمال جیسے عمل کرتے ہوئے اللہ سے ملوں۔ بخدا میں یہی سمجھتا تھا کہ اللہ آپؓ کو بھی آپؓ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی رکھے گا یعنی حضرت عمرؓ کو بھی آپؓ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی رکھے گا اور میں جانتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دفعہ میں یہ سنا کرتا تھا، آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ:

ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ۔

میں اور ابو بکر اور عمر گئے۔ مَیں اور ابو بکر اور عمر داخل ہوئے۔ مَیں اور ابو بکر اور عمر نکلے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل الصحاب النبیﷺ باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث 3685)

یعنی مختلف واقعات بیان کرتے ہوئے آپؓ یہ فقرے فرمایا کرتے تھے۔ جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو غسل اور کفن دے دیا گیا اور آپؓ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت علیؓ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر آپؓ کی تعریف فرمائی اور کہا اللہ کی قسم! مجھے اس چادر میں ڈھکے ہوئے انسان سے زیادہ رُوئے زمین پر کوئی شخص پسند نہیں کہ میں اس کے نامہ اعمال کے ساتھ خدا سے ملوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ282 ذکر ھجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ابو مَخْلَد سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے تھے کہ ہم نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکرؓ ہم میں افضل ہیں اور حضرت ابو بکرؓ فوت نہیں ہوئے تھے کہ ہم نے جان لیا کہ حضرت ابو بکرؓ کے بعد ہم میں حضرت عمرؓ سب سے افضل ہیں۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ 212۔ مکتبہ مصریہ الازھر)

زید بن وَھَب بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے۔ آپ حضرت عمرؓ کا ذکر کرتے ہوئے اتنا روئے کہ آپؓ کے آنسو گرنے سے کنکر بھی تر ہو گئے۔ پھر آپؓ نے کہا حضرت عمرؓ اسلام کے لیے حصنِ حصین تھے۔ لوگ اس میں داخل ہوتے اور باہر نہ نکلتے۔ ایک مضبوط قلعہ تھے لوگ اس میں داخل ہوتے اور باہر نہ نکلتے۔ جب آپؓ کی وفات ہوئی تو اس قلعہ میں دراڑ پڑ گئی اور لوگ اسلام سے نکل رہے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ283 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان1990)

ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور باقی تمام انسانوں کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمرؓ کا پلڑا بھاری ہو گا۔ ابو وائل نے کہا کہ میں نے اس کا ذکر ابراہیم سے کیا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! ایسا ہی ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس سے بھی

بڑھ کر کہا کہ میں نے پوچھا کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی تو انہوں نے یہ کہا کہ علم کے دس میں سے نو حصے جاتے رہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 3صفحه 651 عمر بن الخطابؓ مطبوعه دارالفکر بیروت 2003ء)

حضرت انسؓ نے کہا کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت ابو طلحہؓ نے کہا: عرب میں کوئی شہری یا بدوی گھر ایسا نہیں مگر اس کے گھر کو حضرت عمرؓ کی شہادت سے نقصان پہنچا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحه 285۔ذکر استخلاف عمر۔ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان1990)

یعنی ہر ایک کی اتنی مدد کرتے تھے کہ یقیناً ان کو نقصان پہنچے گا۔ یہ لوگ متاثر ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے حضرت عمرؓ کے جنازے کے بعد حضرت عمرؓ کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے عمرؓ! آپؓ کیا ہی عمدہ اسلامی بھائی تھے۔ حق کے لیے سخی اور باطل کے لیے بخیل تھے۔ رضامندی کے اظہار کے وقت آپؓ راضی ہوتے اور غصہ کے وقت آپؓ غصہ کرتے۔ پاک نظر اور عالی ظرف والے تھے۔ نہ بے جا تعریف کرنے والے تھے اور نہ ہی غیبت کرنے والے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحه282 ذکر هجرة عمر بن الخطاب مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت لبنان1990)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات پر حضرت سعید بن زیدؓ روئے تو کسی نے کہا اے اَبُوالْاَعْوَر! آپؓ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں اسلام پر روتا ہوں۔ یقیناً حضرت عمرؓ کی وفات سے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہو گیا ہے جو قیامت تک پُر نہیں ہو گا۔

(طبقات الکبریٰ جلد3صفحه284 دارالکتب العلمیة بیروت لبنان1990)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپؐ کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں۔ پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔ (سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی التفضیل حدیث:4628)

حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے دَور میں اسلام کی مثال اس شخص کی طرح تھی جو مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن تھا۔ جب آپؓ کی شہادت ہو گئی تو وہ دَور پیٹھ پھیر گیا اور مسلسل پیچھے جاتا جا رہا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحه 285۔ذکر استخلاف عمر۔ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان1990)

حضرت عمرؓ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ آپؓ کی مختلف وقتوں میں دس بیویاں تھیں جن میں سے نو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بننے کی سعادت ملی۔ حضرت زینب بنت مظعونؓ پہلی تھیں۔ یہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ ان سے آپ کی اولاد عبداللہ، عبدالرحمٰن اکبر اور حضرت حفصہؓ ہیں۔ حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابو طالبؓ: ان سے آپؓ کی اولاد زید اکبر اور رُقَیّہ ہیں۔ مُلَیْکَہ بنت جَرْوَلْ: ان کو ام کلثوم بھی کہتے ہیں۔ ان سے آپؓ کی اولاد

زید اصغر اور عُبید اللہ ہیں۔ قُرَیْبَہ بنتِ ابوامیہ مخزومی: چونکہ مُلَیْکَہ اور قُرَیْبَہ ایمان نہیں لائی تھیں اس لیے حضرت عمرؓ نے چھ ہجری میں ان دونوں کو طلاق دے دی تھی۔ حضرت جمیلہ بنت ثابت: ان کا نام عَاصِیَہ تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے جَمِیلہ رکھ دیا تھا۔ یہ بدری صحابی عاصم بن ثابت کی بہن تھیں۔ ان سے آپ کی اولاد عاصم ہیں۔ لُھَیَّہ سے آپ کی اولاد عبد الرحمٰن اَوْسَطْ ہیں۔ ایک اور آپؓ کی بیوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ام ولد ہیں یعنی کہ وہ لونڈی جس سے شادی کی جاتی ہے۔ اس کی اولاد ہو تو وہ آزاد ہو جاتی ہے۔ ایک اَور ام ولد تھیں جن کے بطن سے عبد الرحمٰن اصغر پیدا ہوئے۔ حضرت ام حکیم بنت حارث سے آپؓ کی اولاد فاطمہ تھیں۔ فُکَیْھَہ سے آپؓ کی اولاد زینب تھیں۔ حضرت عاتکہ بنت زید: اِن سے آپ کی اولاد عیاض ہے۔

(الخلفاء الرشدون از محمد رضا صفحہ 100 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت 2004ء) (الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 404 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 1991ء)(اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 53 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

مشہور مستشرق ایڈورڈ گبن حضرت عمرؓ کی تعریف میں لکھتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی پرہیز گاری اور عاجزی حضرت ابو بکرؓ کی نیکیوں سے کم نہ تھی۔ آپؓ کے کھانے میں جَو کی روٹی اور کھجوریں ہی ہوتی تھیں۔ پانی آپؓ کا مشروب تھا۔ آپؓ نے لوگوں کو تبلیغ کی اس حال میں کہ آپؓ کا چوغہ بارہ جگہوں سے پھٹا ہوا تھا۔ ایرانی گورنر جنہوں نے اس فاتح کو خراج عقیدت پیش کیا انہوں نے آپؓ کو مسجد نبوی کی سیڑھیوں پر فقیروں کے ساتھ سوتے دیکھا۔ معیشت منبع ہوتی ہے آزاد خیالی کا اور آمدنی میں اضافے کے باعث عمرؓ اس قابل ہوئے کہ مخلصین کی ماضی اور حال کی خدمات کے باعث ان کے لیے وظیفہ کا منصفانہ اور مستقل نظام قائم کر سکیں۔ اپنے وظیفہ سے بے نیاز تھے۔ آپؓ نے عباس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) کے لیے سب سے پہلا اور ضرورت کے لیے کافی پچیس ہزار درہم یا چاندی کے ٹکڑے وظیفہ مقرر کیا۔ جنگِ بدر میں شامل ہونے والے بزرگ صحابہ میں سے ہر ایک کے لیے پانچ ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کو سالانہ انعام کے طور پر تین ہزار چاندی کے ٹکڑوں سے نوازا گیا۔

(The decline and fall of the Roman empire. by Edward Gibbon. vol. 3 chapter LI. page 178. London)

مائیکل ایچ ہارٹ نے اپنی کتاب The Hundred میں تاریخ کی سو بااثر شخصیات کا ذکر کیا ہے اور پہلے نمبر پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا ہے اور اس کتاب میں باون ویں نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ لکھتا ہے کہ عمر بن خطاب مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ اور غالباً مسلمانوں کے سب سے عظیم ترین خلیفہ تھے۔ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوان ہم عصر اور انہی کی طرح مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپؓ کی پیدائش کا سال معلوم نہیں مگر شاید 586ء کے قریب کا زمانہ تھا۔ آغاز میں عمرؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپؐ کے نئے دین کے سب سے سخت دشمنوں میں سے تھے تاہم اچانک عمرؓ نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے بعد اس کے مضبوط ترین حمایتیوں میں سے ہو گئے۔ سینٹ پال کے عیسائی ہونے سے اس کی مشابہت حیرت انگیز ہے۔ عمرؓ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین مشیروں میں سے ہو گئے اور آپ کی وفات تک ایسے ہی رہے۔

632ء میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اپنا جانشین نامزد کیے فوت ہو گئے۔ عمرؓ نے فوری طور پر ابو بکرؓ کے عہدہ خلافت کے لیے حمایت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ساتھی اور خسر تھے جس کی وجہ سے اقتدار کی کشمکش ٹل گئی۔ یہ تو اپنے انداز میں لکھ رہا ہے اور یہ ماننے کو تیار نہیں کہ کس طرح لوگوں نے اکٹھے ہو کر آپؓ کو خلیفہ منتخب کیا لیکن بہر حال دنیاوی نظر سے دیکھتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کے خسر کی بیعت کر لی جس کی وجہ سے اقتدار کی کشمکش ٹل گئی اور اس سے ابو بکرؓ اس قابل ہوئے کہ ان کو عام طور پر پہلا خلیفہ مانا گیا یعنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین۔ ابو بکرؓ ایک کامیاب راہنما تھے لیکن وہ صرف دو سال تک خلیفہ کے طور پر خدمت بجالانے کے بعد فوت ہوئے۔ البتہ انہوں نے اپنے بعد معین طور پر عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر تھے اس وجہ سے ایک دفعہ پھر اقتدار کی جنگ ٹل گئی۔ پھر یہ اس کو دنیاوی رنگ دینا چاہتا ہے۔ لیکن تعریف بہر حال کر رہا ہے۔ عمر 634ء میں خلیفہ بنے اور 644ء تک اقتدار یعنی خلافت میں رہے جب انہیں ایک فارسی غلام نے مدینہ میں شہید کر دیا۔ بستر مرگ پر عمرؓ نے چھ لوگوں کی ایک کمیٹی کو مقرر کیا جو ان کا جانشین منتخب کر لیں اور اس دفعہ ایک دفعہ پھر مسلح اقتدار کی جنگ کو ٹال دیا۔ اس کمیٹی نے عثمانؓ کو تیسرا خلیفہ مقرر کیا جنہوں نے 644ء سے 656ء تک حکومت کی۔

پھر یہ لکھتا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کا ہی دس سالہ دور خلافت تھا جس میں عربوں نے سب سے اہم فتوحات حاصل کیں۔ آپؓ کی خلافت کے تھوڑے عرصہ ہی میں عرب فوج نے شام اور فلسطین پر حملہ کیا جو اس وقت بازنطینی سلطنت کا حصہ تھے۔ جنگِ یرموک 636ء میں عربوں نے بازنطینی فوجوں کے خلاف ایسی فتح حاصل کی جس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ دمشق بھی اسی سال فتح ہوا اور یروشلم نے بھی دو سال بعد ہتھیار ڈال دیے۔ 641ء تک عرب تمام فلسطین اور شام کو فتح کر چکے تھے اور موجودہ دور کے ترکی میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ 639ء میں عرب فوجیں مصر میں داخل ہو گئیں جو کہ بازنطینی حکومت کے ہی ماتحت تھا۔ تین سال کے اندر اندر عرب مکمل طور پر مصر پر فتح پا چکے تھے۔ عراق پر عربوں کے حملے جو اس وقت فارسیوں کی ساسانی سلطنت کا ایک حصہ تھا وہ حضرت عمرؓ کے مسند خلافت پر فائز ہونے سے بھی پہلے شروع ہو چکے تھے۔ عربوں کی کلیدی فتح جنگِ قادسیہ 637ء میں کامیابی کی صورت میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ 641ء تک تمام عراق عربوں کے قبضے میں آ چکا تھا اور یہیں پر بس نہیں، عرب فوجوں نے فارس پر بھی حملہ کر دیا تھا اور نہاوند کے معرکہ میں 642ء عیسوی میں انہوں نے آخری ساسانی بادشاہوں کی فوجوں کو فیصلہ کن شکست دے دی تھی۔

جس وقت عمر کی وفات ہوئی یعنی 644ء میں مغربی ایران کا بیشتر حصہ قبضہ میں آ چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کی وفات پر بھی عرب فوجوں کا جوش ماند نہ پڑا۔ مشرق میں انہوں نے جلد ہی فارس کی فتح مکمل کر لی جبکہ مغرب میں شمالی افریقہ میں قدم بڑھاتے رہے۔ پھر لکھتا ہے کہ جس قدر عمرؓ کی فتوحات کی وسعت کی اہمیت ہے اسی قدر ان فتوحات کی پائیداری بھی اہم ہے۔ اگرچہ ایران کی آبادی نے اسلام قبول کر لیا لیکن بالآخر انہوں نے عربوں کی حکمرانی سے آزادی حاصل کر لی لیکن شام، عراق اور مصر نے ایسا نہیں کیا۔ وہ یکسر عرب تہذیب میں ڈھل گئے اور

آج تک یہی صورتحال ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ بلاشبہ عمرؓ کو پالیسیاں بنانی پڑیں تا کہ وہ اس عظیم سلطنت کا انتظام کر سکیں جو ان کی فوجوں نے فتح کی تھیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ عربوں کو ان علاقوں میں جو انہوں نے فتح کیے ہیں ایک خصوصی فوجی مقام حاصل ہو اور وہ مقامی لوگوں سے الگ چھاؤنیوں میں رہیں۔ محکوم لوگوں کو اپنے مسلمان فاتحین کو جو زیادہ تر عرب تھے ایک جزیہ دینا ہوتا تھا۔ باقی انہیں مکمل امن و امان حاصل تھا۔ اس کے علاوہ ان پر کوئی اور ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تھی۔ خصوصاً انہیں اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔

مندرجہ بالا بات سے یہ ثابت ہے کہ عربوں کی مہمات مقدس جنگوں سے زیادہ قومی نوعیت کی تھیں۔ اگرچہ مذہبی عنصر مکمل طور پر مفقود نہیں تھا۔ عمرؓ کی کامیابیاں بلاشبہ متاثر کن ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؓ اسلام کے پھیلاؤ میں کلیدی شخصیت تھے۔ آپؓ کی تیز رفتار فتوحات کے بغیر شاید یہ ممکن نہ ہوتا کہ اسلام اتنا پھیلتا جتنا آج وہ پھیلا ہوا ہے۔ مزید یہ کہ حضرت عمرؓ کے دور میں فتح کیے گئے علاقے اب تک عرب ہی ہیں۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب سے اہم محرک تھے انہی کو بہت زیادہ ترقیات کا کریڈٹ جاتا ہے مگر حضرت عمرؓ کے کردار کو نظر انداز کرنا بھی بہت بڑی غلطی ہو گی۔ آپؓ کی فتوحات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر میں رہنے کی وجہ سے نتیجۃً خود بخود نہیں ہوئی تھیں کچھ وسعت تو مقدر تھی لیکن اس غیر معمولی حد تک نہیں جہاں تک عمرؓ کی شاندار قیادت میں ہوئی۔ پھر لکھتا ہے کہ شاید یہ حیرت کا موجب ہو کہ عمرؓ جو مغرب میں ایک نامعلوم شخصیت ہیں کو شارلیمن (Charlemagne) اور جولیس سیزر جیسی مشہور شخصیات سے بلند تر مرتبہ دیا جائے تاہم عمرؓ کے دور میں عربوں کی فتوحات شارلیمن اور جولیس سیزر کے مقابلے میں بلحاظ حجم اور وقت کے بہت زیادہ اہم ہیں۔

(The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History by Michael H. Hart pages 271 to 275 Golden Books centre Sdn. Bhd. 2008)

پھر ایک پروفیسر ہیں فلپ۔کے۔ہٹی (Philip K. Hitti) اپنی کتاب History of the Arabs میں لکھتے ہیں کہ سادہ، کفایت شعار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متحرک اور باصلاحیت جانشین عمرؓ جو کہ بلند قامت اور مضبوط جسامت والے اور سر پر کم بالوں والے تھے، آپؓ نے خلافت کے بعد کچھ وقت تک تجارت کے ذریعہ گزر بسر کی کوشش کی۔ آپؓ نے اپنی تمام عمر ایک بادیہ نشین شیخ کی طرح سادگی سے گزاری۔ درحقیقت عمر کو، جن کا نام مسلم روایات کے مطابق ابتدائے اسلام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے عظیم تھا، مسلمان مؤرخین نے ان کے تقویٰ، انصاف اور سادگی کے لیے بطور مثال پیش کیا ہے اور خلیفہ کی شخصیت میں ہونے والی تمام خوبیوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ آپؓ کا بلند و بالا کردار تمام باضمیر جانشینوں کے لیے پیروی کا نمونہ بن گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ آپؓ کے پاس صرف ایک قمیص اور ایک چوغہ تھا اور دونوں پر پیوند واضح طور پر نظر آتے تھے۔ آپؓ کھجور کے پتوں کے بستر پر سو جاتے۔ آپؓ کو ایمان کی پختگی، انصاف کی بالادستی، عربوں اور اسلام کے عروج اور سلامتی

کے علاوہ کوئی اَور خیال نہ تھا۔

(History of The Arabs by Philip K. Hitti ,10th edition, page 175, London 1989)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ (بیان) ہو گا۔

اس وقت مَیں کچھ جنازوں کا، مرحومین کا ذکر کروں گا جس میں سے پہلا ذکر **مکرمہ صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ کا ہے جو** ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں 92 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو تھیں۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان کے بیٹے طارق اکبر کہتے ہیں کہ امی ہمیشہ جماعت اور خلیفہ وقت کی وفادار رہیں۔ ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ جماعت کی خدمت کریں اور اپنی وصیت کا حق ادا کریں۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔ ہر سال مرحومین کی طرف سے بھی چندہ ادا کرتی تھیں۔ غریبوں کی دل کھول کر اور خفیہ طور پر مدد کرتی تھیں۔ ملازمین کے بارے میں مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ یہ تمہارے بہن بھائیوں کی طرح ہیں ان کا خیال رکھا کرو۔ رشتوں کو نبھانے کی کوشش کرتی تھیں اور کوشش کرتی تھیں کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ نمازوں کی پابند، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والی خاتون تھیں۔

ان کی بہو نعیمہ صاحبہ کہتی ہیں کہ جب امریکہ میں ہمارے گھر کی تعمیر مکمل ہوئی تو فرمانے لگیں کہ اس گھر میں سامان لانے سے پہلے اس گھر کے ہر کمرے اور گوشے میں نوافل ادا کرنا۔ پھر کہتی ہیں کہ میری والدہ کی وفات کے بعد مجھے کہنے لگیں کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ تم اب بِن ماں کے ہو۔ میں تمہاری ماں ہوں اور واقعی ان کی محبت بھری اور دعا گو پیاری شخصیت نے مجھے اپنی بیٹیوں سے بڑھ کر محبت دی۔

پھر ہمیشہ یہ نصیحت کرتی تھیں کہ خلافت سے کبھی تعلق نہ توڑنا اور پھر مجھ سے جو اِن کا رشتہ ہے، مختلف رشتے تھے کیونکہ یہ میری دادی کی دوسری والدہ سے بہن بھی تھیں اس لحاظ سے دادی بھی کہلاتی تھیں اور خالہ بھی بنتی تھیں۔ رشتہ میں پھوپھی بھی بنتی تھیں۔ لیکن کہتی ہیں کہ ان سب رشتوں کے باوجود میں بس خلیفہ وقت کی تابعدار ہوں اور یہ صرف باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ واقعی انہوں نے اس تعلق کو جو خلافت کے ساتھ ان کا تعلق ہے اس کو وفا کے ساتھ نبھایا۔ کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں۔ تحریک جدید کا چندہ بزرگان اور اساتذہ بلکہ یہاں تک کہ قادیان کے ملازموں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتی تھیں۔ ملازم کو جب کوئی رخصت ہوتا تو کافی دے دلا کر رخصت کرتیں اور پھر یہ بھی کہتیں کہ اگر کوئی غلطی ہو تو معاف کر دینا۔

ان کی ایک بیٹی شاہدہ کہتی ہیں چھوٹے ہوتے سے ہی امی نے ہمارا اللہ تعالیٰ سے اس طرح تعارف کروادیا کہ کہا کرتی تھیں کہ جوتے کا تسمہ بھی چاہیے تو خدا تعالیٰ سے مانگو اور دعاؤں پر زور دو اور خلافت کے احترام کی طرف بہت تلقین کیا کرتی تھیں اور جب بھی انتخاب خلافت کا وقت آیا تو کہتی تھیں کہ جو بھی خلیفہ منتخب ہو کامل

فرمانبرداری سے اس کی اطاعت کرنی ہے اور یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ یہ دعا کرو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سرسبز ٹہنی بنو، سوکھی ٹہنی نہ بن جانا اور کسی کے لیے ٹھوکر کا باعث نہ بننا۔

پھر ان کی بیٹی نصرت جہاں کہتی ہیں کہ ہمارے بچپن سے ہی تربیت کا پہلو ہمیشہ مد نظر رکھتیں۔ قرآن کریم پڑھ رہی ہوتیں تو کسی آیت پر رک جاتیں اور ہمیں اس کا مطلب سمجھاتیں یا کوئی اَور نصیحت کرتیں۔ اس حوالے سے ہمیشہ بزرگوں کا ذکر خیر کرتی رہتیں۔ بہت سے انمول اور نصیحت آموز قصے ان کو یاد تھے جو اکثر وہ دہراتی رہتی تھیں اور ہمیں بتاتی رہتی تھیں۔

صدر صاحبہ لجنہ ضلع لاہور فوزیہ شمیم صاحبہ جو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی بھی ہیں وہ کہتی ہیں کہ غیر معمولی خاتون تھیں۔ جب کبھی آپ کو چندے کی تحریک کی جاتی اور ان کو شرح صدر ہو جاتا تو دل کھول کر چندہ ادا کرتی تھیں۔ کبھی زبانی اور کبھی چٹ پر لکھ کر چندے کا وعدہ کر دیا کرتی تھیں اور بڑی رقم چندے کے لیے ادا کرتی تھیں اور ساتھ یہ کہتی تھیں کہ کہیں اس کا ذکر نہ ہو۔ بڑی سادہ خاتون تھیں۔ اپنے ذاتی معاملات میں بہت سادہ بلکہ بعض لوگ انہیں کنجوس سمجھتے تھے لیکن خود سادہ رہتی تھیں۔ صدقہ و خیرات میں بہت کھلا ہاتھ تھا۔ کہتی ہیں ایک دفعہ میں نے اپنے علاقے میں مساجد کے لیے تحریک کی اور ان سے ذکر کیا تو ایک بہت بڑی خطیر رقم قریباً ایک کروڑ روپے کی مجھے چندے کے لیے بھجوا دی۔

پھر ان کی نواسی راضیہ کہتی ہیں۔ بہت سی نیک باتیں اور ہدایتیں بچپن سے ہی ہمیں کیا کرتی تھیں۔ چھوٹی عمر سے ہی نیک نصیب ہونے کی دعا کرنے کی تلقین کرتی تھیں۔ نیک شوہر ملنے کے لیے دعا کے لیے تلقین کیا کرتی تھیں اور چھوٹی عمر میں شرم آتی تو کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شرم نہیں ہونی چاہیے اس سے کھل کر مانگو۔ دینی کتابیں باقاعدگی سے پڑھتیں اور اکثر گاڑی میں سفر کے دوران دعاؤں اور دعائیہ شعروں کو پڑھتی رہا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو اور اگلی نسل کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر **دوسرا ذکر مکرمہ کلارا آپا صاحبہ اہلیہ رولان ساسن بائیف صاحب** سابق امیر جماعت قزاقستان کا ہے جو گذشتہ ماہ فوت ہو گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ عطاء الرب چیمہ صاحب قزاقستان کے مبلغ لکھتے ہیں کہ 94ء-95ء میں انہوں نے بیعت کی توفیق پائی۔ قزاقستان کے ایک بہت معروف گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے شوہر محترم رولان ساسن بائیف صاحب جماعت قزاقستان کے پہلے امیر جماعت اور صدر جمہوریہ کے ایڈوائزر بھی رہ چکے ہیں اور قزاخ زبان کے معروف ادیب بھی ہیں۔ خود کلارا صاحبہ بھی بہت اچھی مترجم اور مصنفہ تھیں۔ قزاقستان میں جماعت کے قیام کا سہرا کلارا صاحبہ اور ان کے شوہر محترم رولان صاحب کے سر ہے۔ محترمہ کلارا صاحبہ نے قرآن کریم کا قزاخ زبان میں ترجمہ بھی کیا جو بہر حال شائع تو نہیں کیا جا سکا لیکن اس سے ان کی جماعت کے ساتھ محبت بہت عیاں تھی کہ کس طرح وہ احمدیت کو قزاقستان میں پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی تھیں اور اس کے لیے حتی المقدور کوشش کرتی تھیں۔ مقامی ملاں لوگ مخالفت میں اس خاندان کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا

اظہار بھی ضرور کیا کرتے ہیں کہ یہ احمدی ہیں اور قزاقستان میں احمدیت کو لانے والے یہی لوگ ہیں۔ مرحومہ کلارا صاحبہ کی بیٹی مَرحَبَا ساسین بائیوا لکھتی ہیں کہ وہ بہت اچھی مترجم تھیں۔ کثیر جہتی اور مضبوط شخصیت کی مالک تھیں۔ وہ بہت صاف اور چمکدار کردار کی حامل تھیں۔

95ء میں لندن میں قائم شدہ قزاقستان کے ثقافتی مرکز ہاؤس آف آبائے کے بانیوں میں سے ایک تھیں۔ لندن میں ہی انہوں نے کتاب قزاقستان تحریر کی اور اس وقت ہی وہ جماعت سے متعارف ہوئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ وہ کہتی ہیں کہ وہ صرف بچوں کی والدہ ہی نہیں تھیں بلکہ ان تمام کے لیے بھی جو اُن کے پاس مدد یا مشاورت کے لیے آتے تھے والدہ کا درجہ رکھتی تھیں۔

نورم تائیبیک صاحب کہتے ہیں کہ جماعت کے تمام نوجوان احمدیوں اور عموماً تمام جماعت احمدیہ قزاقستان کے لیے ماں کی جگہ تھیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال کے عرصہ میں کلارا صاحبہ کا وہ دور دیکھا ہے جس کے پہلے تین سالوں میں انتہائی جوش و جذبے کے ساتھ اور بعض اوقات ایک پہاڑ کی طرح جماعت کے دفاع اور جماعتی خدمت میں مصروف رہتی تھیں۔ عمر، بیماری اور دیگر امور اور کتابوں کی تیاری وغیرہ کی وجہ سے بعد میں ان کی مصروفیت ہو گئی لیکن دل سے ہمیشہ وہ اسی کوشش میں رہتی تھیں کہ جماعت کا زیادہ سے زیادہ کام کریں اور خلافت اور جماعت سے ہمیشہ مخلص رہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ رولان صاحب اور کلارا صاحبہ قزاقستان میں ایک لمبا عرصہ سے حب الوطنی اور ملک و قوم کے اعلیٰ ترین ترقی کا نشان سمجھے جاتے ہیں۔ رولان صاحب کی کامیابیوں کا بڑا حصہ کلارا صاحبہ کا مرہون منت ہے جو جماعت احمدیہ قزاقستان کے لیے صرف ایک متحرک صدر لجنہ ہی نہیں تھیں بلکہ تمام جماعت احمدیہ قزاقستان کے پہلے امیر کی استاد بھی تھیں۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ کس طرح 96ء سے 99ء یا اس کے بعد تک بھی انہوں نے نہایت عمدہ طریق سے جماعت کے مشن ہاؤس میں لجنہ کی ہفتہ وار کلاس میں لجنہ کی حاضری کو یقینی بنایا جس میں لجنہ مربی صاحب سے مختلف سوال کرتی اور پھر انہیں ان سوالوں کے جواب بتائے جاتے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا کلارا صاحبہ سے بہتر مترجم نہیں ہو سکتا۔ کلارا صاحبہ تمام بزرگ احمدیوں میں سب سے بہترین احمدی تھیں جو جماعت کے نوجوان احمدیوں کے لیے روحانی تقویت کا ذریعہ تھیں۔ ان میں جماعتی اقدار یعنی حقیقی اسلام کی اصل روح قائم تھی۔ مشکل حالات میں بھی وہ کبھی ہمت نہ ہارتی تھیں بلکہ ہمیشہ خود بھی اور دوسروں کو بھی فتوحات کی طرف لے کر جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی کوششیں جو قزاقستان میں احمدیت کے بارے میں ہیں ان کو بھی پورا فرمائے اور ان کی دعاؤں کو بھی پورا فرمائے۔

اگلا ذکر ونگ کمانڈر عبدالرشید صاحب کا ہے جو گذشتہ مہینے فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے بیٹے فاروق کہتے ہیں کہ ان کے والد کا نام بابو شیخ عبدالعزیز تھا جو سیکرٹری مجلس کارپرداز رہے اور ان کے تایا خان صاحب فرزند علی خان صاحب تھے جنہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کی تاریخ میں پہلا امیر جماعت لاہور مقرر کیا۔ آپ کے والد نے اپنی جوانی میں خود مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اپنے والد کے بارے میں کہتے ہیں کہ رشید صاحب اپنے والدین کی واحد اولاد تھے۔ رشید صاحب کے والد کی پہلے شادی ہوئی پھر ان کے احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے بیوی اپنی دو بیٹیوں سمیت چھوڑ گئی پھر دوسری شادی ہوئی تو اس سے رشید صاحب پیدا ہوئے لیکن کہتے ہیں کہ والدین کے بہت تابعدار تھے۔ ہمیشہ خدمت کرتے اور تابعداری سے ان کی ہر بات مانتے۔ پارٹیشن تک والد صاحب نے قادیان میں ہی تعلیم حاصل کی۔ پھر کہتے ہیں پارٹیشن کے موقع پر آپ بھی دیگر قافلوں کے ہمراہ قادیان سے لاہور پہنچے اور پھر شروع کی چند فیملیوں کے ہمراہ اپنے والدین سمیت ربوہ جا کر آباد ہو گئے۔ 54ء کے لگ بھگ انہوں نے ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا اور مختلف ایئر بیسز (air bases) میں تعینات رہے۔ جہاں بھی رہے احمدیت کا خوب اظہار کرتے رہے۔ لیبیا میں بھی کچھ عرصہ ان کو ڈیپوٹیشن پہ پاکستانی حکومت کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کی فائل پہ لکھا ہوا تھا یہ قادیانی ہے، نہیں جا سکتا لیکن ان کے افسر نے ان کو پھر بھی بھیج دیا کہ تمہارے جیسا افسر مجھے اَور کوئی نظر نہیں آ رہا۔ کہتے ہیں کہ والد صاحب کہتے تھے کہ ایک دفعہ پاکستان کے لیبیا میں سفیر سے ملاقات تھی۔ جب آپ سفیر کے آفس میں داخل ہوئے تو ایک طرف عربی زبان میں جماعت کے خلاف کتابیں اور پمفلٹ رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے (رشید صاحب نے) بڑی جرأت سے سفیر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ اس نے جواب دیا یہ سب کچھ لغویات ہیں۔ فکر نہ کرو۔ کہتے ہیں کہ یہ ضیاء الحق کی حکومت کی طرف سے چھپوا کر ہمیں بھجوایا گیا ہے کہ اپنے ملکوں میں تقسیم کریں اور تمام عرب ایمبیسیز کو یہ بھیجا گیا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ 1982ء میں ان کی ایک رپورٹ پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سپین آئے ہوئے تھے تو وہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خود اپنے ہاتھ سے خط پہ لکھ کے ان کو امیر جماعت لیبیا مقرر کیا اور آپ لیبیا کے پہلے امیر جماعت تھے۔ نمازوں کی ادائیگی تو خیر ہے ہی کہ ایک مومن کا فرض ہے۔ تلاوت قرآن کریم اور چندہ جات کی ادائیگی میں بھی بہت باقاعدہ تھے۔ وفات سے پہلے ہی اپنا حصہ آمد ادا کر چکے تھے۔ وقف جدید، تحریک جدید کے چندے اپنی طرف سے بھی اور بزرگوں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک واقعہ اپنے بیٹے کو بیان کیا۔ بیٹے نے لکھا ہے کہ ربوہ کے شروع دنوں میں کسی موقع پر خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو بلایا، گرمیوں کے دن تھے۔ کہتے ہیں جب ابا جان کمرے میں داخل ہوئے تو حضور چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جب آپ اٹھے تو حضور کے بدن پر چٹائی کے نشان موجود تھے۔ ان باتوں کی وجہ سے کہتے ہیں ہم بچوں کے دل میں بھی خلافت سے محبت اور اطاعت کا بڑا تعلق پیدا ہوا اور بہت اثر ہوا۔

1984ء میں ایئر فورس سے سکواڈرن لیڈر کے عہدے سے، رینک سے ریٹائر ہوئے۔ پھر ربوہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور صدر عمومی اور قضا کے دفتر میں کچھ عرصہ کام کیا۔ غریب پرور انسان تھے اور ہر ایک کی ضرورتوں کا خیال رکھا کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ انہوں نے جاتے ہوئے آخری وصیت بھی یہی کی کہ غریبوں کا خیال رکھنا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم صاحب امریکہ کا ہے۔ ان کی وفات بھی گذشتہ مہینے

ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ آپ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کی چھوٹی بہو تھیں۔ مرحومہ خلافت کی شیدائی، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں پسماندگان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے منعم نعیم صاحب ہیومینٹی فرسٹ یو ایس اے کے چیئرمین ہیں اور ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب کی یہ ساس تھیں۔ ان کی بیٹی امۃ الشافی اہلیہ ڈاکٹر منان صدیقی صاحب لکھتی ہیں کہ ہر کسی سے پیار اور محبت کا سلوک کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ان کے لیے دعائیں کیا کرتی تھیں۔ مخلص مشورہ دیا کرتی تھیں۔ غریبوں کی مدد کیا کرتی تھیں۔ قریب اور دور کے تمام رشتہ داروں سے محبت کا سلوک کرنا ان کا خاص وصف تھا۔ جوانی کی عمر سے تہجد گزار تھیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاری۔ جمعہ کے دن خاص عبادت میں گزارتے ہوئے انہیں ہم نے اپنے بچپن سے دیکھا۔ اپنا چندہ بروقت ادا کرنے کی فکر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بچوں کو بھی نیکیاں کرنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر حفیظ احمد گھمن صاحب کا ہے جو گذشتہ دنوں میں فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کا ان کو خاص شوق تھا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ ربوہ میں دینی خدمت کا بھی موقع ملا۔ وقت کے بے حد پابند تھے۔ مہمان نواز، بچوں پہ شفقت کرنے والے، انتہائی سادہ مزاج اور محنتی انسان تھے۔ زبان پر ہر وقت ذکرِ الٰہی کا ورد رہتا۔ ہمدردیٔ خلق میں بہت نمایاں تھے۔ خود کو تکلیف میں ڈال کر بھی دوسروں کو سکون مہیا کیا کرتے تھے۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے، ان کے داماد کاشف حمید باجوہ یہاں ہمارے پی ایس دفتر میں اس وقت مربی کے طور پہ کام کر رہے ہیں۔ ان کی بیٹی امۃ القدوس کہتی ہیں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ لباس سادہ، گھر سادہ، خوراک سادہ، تفاخر سے ہمیشہ بھاگتے تھے۔ انہیں ہمیشہ غریبوں کی مدد کا خیال رہتا تھا۔ باوجود وسائل کے اپنے اوپر کم خرچ کرتے تھے اور غریبوں پر زیادہ خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل 12 / نومبر 2021ء جلد 28 شمارہ 91 صفحہ 05 تا 10)

44

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29/ اکتوبر 2021ء بمطابق 29/ اخاء 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عمرؓ کے فضائل:

جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دو۔ مَیں نے اس کے لیے دروازہ کھولا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ میں نے ان کو اس بات کی بشارت دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا۔ پھر ایک اَور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ ہیں۔ میں نے ان کو وہ بات بتائی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا۔ پھر ایک اَور شخص آیا دروازہ اس نے کھولنے کے لیے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دو باوجود ایک مصیبت کے جو اسے پہنچے گی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عثمانؓ ہیں۔ میں نے ان کو وہ بات بتائی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انہوں نے بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا۔ پھر کہا مصیبت سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث 3693)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکرؓ جنتی ہیں۔ عمرؓ جنتی ہیں۔ عثمانؓ جنتی ہیں۔ یہ دس آدمیوں کے متعلق آپؐ نے فرمایا تھا۔ علیؓ جنتی ہیں۔ طلحہؓ جنتی ہیں۔ زبیرؓ جنتی ہیں۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ جنتی ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ جنتی ہیں۔ سعید بن زیدؓ جنتی ہیں اور ابو عبیدہ بن جراحؓ جنتی ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب عبد الرحمان بن عوف حدیث نمبر 3747)

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ایک بار ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ایک محل کے پاس وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمر بن خطابؓ کا۔ ان کی غیرت کا مجھے خیال

آیا تو میں واپس چلا آیا۔ حضرت عمرؓ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سن کر آپؓ روئے اور کہا یا رسول اللہؐ! کیا مَیں آپؐ سے غیرت کروں گا۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ حدیث 3242)

کیوں واپس آ گئے، برکت بخشتے! حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عِلِّیِّیْن والوں میں سے کوئی شخص جنت والوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرے کی وجہ سے جنت جگمگا اٹھے گی گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ان میں سے ہیں اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔

(سنن ابو داؤد کتاب الحروف والقراءات حدیث3987)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے** تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اخبارہ عن اطلاع رجل من اھل الجنة فاطلع عمر حدیث 3694)

اسی طرح ایک روایت میں ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا کہ یہ ابو بکرؓ اور عمرؓ جنت کے اوّلین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر حدیث 3664)

پھر حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر بن خطابؓ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

(حلیة الاولیاء از امام اصفهانی جلد 6 صفحه 309 روایت 8950 مکتبه الایمان المنصوره 2007ء)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بارے میں ایک اَور جو روایت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے، حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر بن خطاب ہوتے۔**

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب لو کان نبی بعدی لکان عمر.....حدیث3686)

یعنی یہ فوری بعد نبوت کی بات ہے ورنہ تو آنے والے مسیح اور مہدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود 'نبی اللہ' کہہ کر فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال و صفته و ما معه حدیث 7373)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرؓ کو محدث کہنا۔ اس بارے میں حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً پہلی امتوں میں محدثین ہوتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قد کان یکون فی الامم محدثون .....حدیث: 3693)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے جو امتیں تھیں ان میں ایسے لوگ تھے جو محدث ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں سے کوئی ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ محدث وہ ہیں جن

کو کثرت سے الہام اور کشوف ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا: تم سے پہلے جو بنی اسرائیل سے ہوئے ہیں ان میں ایسے آدمی آچکے ہیں جن سے اللہ کلام کیا کرتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی ان میں سے کوئی ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث 3689)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔ جو ابراہیم کے دل کے موافق دل رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ابراہیم ہے اور جو عمر فاروقؓ کا دل رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عمر فاروق ہے۔ کیا تم یہ حدیث پڑھتے نہیں کہ اگر اس امت میں بھی محدث ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ اب کیا اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ محدثیت حضرت عمرؓ پر ختم ہو گئی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی روحانی حالت عمرؓ کی روحانی حالت کے موافق ہو گئی وہی ضرورت کے وقت پر محدث ہو گا۔" پھر آپؑ فرماتے ہیں "چنانچہ اس عاجز کو بھی ایک مرتبہ اس بارے میں الہام ہوا تھا فِیْكَ مَادَّةٌ فَارُوْقِيَّةٌ۔" (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 11 حاشیہ)

مکمل الہام اس طرح ہے کہ "اَنْتَ مُحَدَّثُ اللّٰہِ۔ فِیْكَ مَادَّةٌ فَارُوْقِيَّةٌ۔" یعنی "تُو محدث اللہ ہے تجھ میں مادۂ فاروقی ہے۔" (تذکرہ صفحہ 82 ایڈیشن چہارم)

جیسا کہ پہلے بھی مَیں گذشتہ کئی خطبات میں سے ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عمرؓ نے حفاظت اور تدوین قرآن کی تجویز دی تھی۔ اس بارے میں یہاں پہ بھی ذکر کرتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں جنگ یمامہ میں جب ستّر حفاظِ قرآن شہید ہوئے تو اس بارے میں حضرت زید بن ثابتؓ انصاری روایت کرتے ہیں کہ جب یمامہ کے لوگ شہید کیے گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے مجھے بلا بھیجا اور اس وقت ان کے پاس حضرت عمرؓ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا یمامہ کی جنگ میں لوگ بہت شہید ہو گئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اَور لڑائیوں میں بھی قاری نہ مارے جائیں اور اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا سوائے اس کے کہ تم قرآن کو ایک جگہ جمع کر دو اور میری یہ رائے ہے کہ آپؓ قرآن کو ایک جگہ جمع کریں۔ یعنی حضرت عمرؓ نے کہا: میری یہ رائے ہے کہ یہ قرآن کو جمع کریں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عمرؓ کو فرمایا کہ میں ایسی بات کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپؓ کا یہ کام اچھا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ عمرؓ مجھے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور اب مَیں بھی وہی مناسب سمجھتا ہوں جو عمرؓ نے مناسب سمجھا یعنی اس کی تدوین ہو جانی چاہیے اور پھر زید بن ثابتؓ نے اس کی تدوین کا کام شروع کیا۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قوله لقد جاء کم رسول من انفسکم ... حدیث 4679)

اس کی تفصیل جیسا کہ مَیں نے کہا پہلے مَیں بیان کر چکا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے قرآن کریم حفظ کرنے کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"ابوعبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہؓ میں سے مندرجہ ذیل کا حفظ ثابت ہے۔ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، سعدؓ، ابن مسعودؓ، حُذَیفہؓ، سالمؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن سائبؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ۔" (دیباچہ تفسیر القرآن۔ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 429)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض وحییں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئیں ان کی وجہ حضرت عمرؓ کی **موافقت ہے یا حضرت عمرؓ کی ان وحیوں سے موافقت ہے۔** صحاح ستہ کی روایت میں حضرت عمرؓ کی موافقات کا ذکر جن احادیث میں آیا ہے وہاں تین باتوں میں موافقت کا ذکر ملتا ہے تاہم اگر صرف صحاح ستہ کی ان روایات کو یکجائی صورت میں دیکھا جائے تو ان کی تعداد سات تک بنتی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تین باتوں میں میری رائے میرے رب کے منشا کے مطابق ہوئی۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز گاہ بنالیں۔ یہ میں نے کہا تو آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (البقرۃ:126) نازل ہوئی۔ اور پردے کا حکم۔ میں نے کہا تو پردے کا حکم نازل ہوا۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیں کیونکہ ان سے بھلے بھی اور برے بھی باتیں کرتے ہیں تو پردے کی آیت نازل ہوئی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے بوجہ غیرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایکا کیا تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے انہیں کہا یعنی ان بیویوں کو جن میں ان کی بیٹی بھی تھیں کہ اگر تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں تو مجھے امید ہے کہ ان کا رب تم سے بہتر بیویاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلہ میں دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (التحریم :6)۔

یعنی قریب ہے کہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو اس کا رب تمہارے بدلے اس کے لیے تم سے بہتر ازواج لے آئے۔ (صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی القبلة ... حدیث نمبر:402)

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تین مواقع پر مَیں نے اپنے رب سے موافقت کی۔ مقام ابراہیم کے بارے میں اور پردے کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابةباب من فضائل عمر حدیث نمبر6206)

لیکن بدر کے قیدیوں کے بارے میں روایت درست نہیں ہے۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بڑی بحث کی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی بعض ثبوتوں سے لکھا ہے۔ پرانے علماء اور مفسرین نے بھی لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ بدر کے قیدیوں کو سزا دینے والی روایت صحیح نہیں ہے اور اس کی جو تفصیل ہے مَیں پیچھے ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ کا منافقین کا جنازہ نہ پڑھنے کے بارے میں وحی قرآنی سے موافقت کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرا تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سے درخواست کی کہ آپؐ اس کو اپنی قمیص عطا فرمائیں تا کہ وہ

اس میں اپنے باپ کو کفنائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قمیص عطا فرمائی۔ پھر اس نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے تا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ (التوبہ:80) کہ تُو ان کے لیے استغفار کر یا نہ کر۔ اگر تُو ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کرے گا تو فرمایا کہ مَیں ستر سے زیادہ دفعہ استغفار کر لوں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ منافق ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تب اللہ عزّوجلّ نے یہ آیت اتاری وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا (التوبہ:84)۔ اور تُو ان میں سے یعنی منافقین میں سے کسی مرنے والے کی کبھی جنازے کی نماز نہ پڑھ اور کبھی ان کی قبر پر دعا کے لیے کھڑا نہ ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل الصحابۃباب من فضائل عمر حدیث نمبر:6207)

شراب کی حرمت کے بارے میں حضرت عمرؓ کی وحی قرآنی سے موافقت کا ذکر سنن ترمذی میں ملتا ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے اطمینان بخش حکم بیان فرما تو سورہ بقرہ کی آیت يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَ الۡمَيۡسِرِ (البقرۃ: 220) نازل ہوئی۔ وہ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تُو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لیے فوائد بھی اور دونوں کا گناہ کا پہلو اُن کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔ جب یہ آیت نازل ہو چکی تو حضرت عمرؓ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔ یہ آیت سن کر عمرؓ نے پھر کہا اے اللہ! ہمارے لیے شراب کا واضح حکم بیان فرما تو سورۂ نساء کی آیت لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡتُمۡ سُكٰرٰى (النساء:44) نازل ہوئی کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم پر مدہوشی کی کیفیت ہو یہاں تک کہ اس قابل ہو جاؤ کہ تمہیں علم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ عمرؓ پھر آئے اور انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔ انہوں نے پھر کہا اے اللہ! ہمارے لیے شراب کا حکم صاف صاف بیان فرما دے تو سورۂ مائدہ کی آیت اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِى الۡخَمۡرِ وَ الۡمَيۡسِرِ وَ يَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ (المائدۃ : 92)۔

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں ذکر الٰہی اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم باز آجانے والے ہو۔ عمرؓ پھر آئے اور یہ آیت پڑھ کر ان کو سنائی گئی تو انہوں نے کہا ہم باز رہے۔ ہم باز رہے۔

(سنن الترمذی کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المائدۃ، حدیث نمبر :3049)

صحاح ستہ میں مذکور ان موافقات کے علاوہ بھی سیرت نگاروں نے متعدد موافقات کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے بیس کے قریب موافقات کا ذکر کیا ہے۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ 98 دار الکتاب العربی بیروت 1999ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ

صحابہ میں کس قدر بڑا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔" (ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 219)

حضرت عمرؓ کا غزوات میں مشورہ دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے قبول فرمانا، اس بارے میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ یا حضرت ابوسعیدؓ جو روایت کرنے والے ہیں۔ اعمش کو شک ہے کہ ان میں سے کون تھا۔ بہرحال وہ کہتے ہیں ان سے روایت ہے کہ جب غزوۂ تبوک کے دن تھے تو لوگوں کو سخت بھوک لگی انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے پانی لانے والے اونٹ ذبح کر لیں اور ہم کھائیں اور چکنائی استعمال کریں۔ آپؐ نے فرمایا کر لو۔ کہتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ ہاں لوگوں کو اپنا باقی ماندہ زادِ راہ لانے کا ارشاد فرمائیں۔ جو کچھ بھی کسی کے پاس کھانے کی چیز ہے وہ لے آئے۔ پھر ان کے لیے اس پر برکت کی دعا کریں۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت رکھ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چمڑے کا دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا اور پھر ان کے باقی ماندہ زادِ راہ زاد منگوائے۔ جو بھی کھانے کا سامان تھا وہ منگوایا۔ راوی کہتے ہیں کوئی مٹھی بھر مکئی لایا، کوئی مٹھی بھر کھجوریں، کوئی روٹی کا ٹکڑہ وغیرہ لے آیا یہاں تک کہ اس دستر خوان پر اس میں سے کچھ تھوڑا سا اکٹھا ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا اپنے برتنوں میں لے لو۔ انہوں نے برتنوں میں اس کو لے لیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا مگر اس کو بھر لیا۔ پھر سب نے کھایا اور سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور جو شخص بغیر کسی شک کے ان دونوں شہادتوں کے ساتھ خدا سے ملے گا وہ جنت سے روکا نہیں جائے گا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید ... حدیث: 139)

بخاری میں یہ روایت اس طرح درج ہے۔ یزید بن ابوعُبَید نے حضرت سَلَمہ بن اَکْوَع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ایک سفر میں لوگوں کے زادِ راہ کم ہو گئے اور ان کے پاس کچھ نہ رہا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے اونٹ ذبح کرنے کے لیے اجازت مانگنے آئے۔ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ پھر حضرت عمرؓ ان لوگوں سے ملے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا تو حضرت عمرؓ نے کہا اپنے اونٹوں کے بعد تم کیسے گزارہ کرو گے؟ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہؐ! وہ اپنے اونٹوں کے بعد کیسے گزارہ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں منادی کرو کہ سب اپنا بچا ہوا زادِ راہ لے آئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اس زادِ راہ کو برکت دی۔ پھر ان کے برتن منگوائے اور لوگوں نے

بھر بھر کر لینا شروع کیا یہاں تک کہ جب وہ فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الجهادوالسیرباب حمل الزادفی الغزو حدیث 2982)

اذان کی جو ابتدا ہوئی ہے اس بارے میں بھی حضرت عمرؓ نے خواب دیکھی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کی وحی صحابہؓ پر نازل ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عبداللہ بن زیدؓ ایک صحابی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کے ذریعہ سے اذان سکھائی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی وحی پر انحصار کرتے ہوئے مسلمانوں میں اذان کا رواج ڈالا تھا۔ بعد میں قرآنی وحی نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے یہی اذان سکھائی تھی مگر بیس دن تک مَیں خاموش رہا اس خیال سے کہ ایک اَور شخص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کر چکا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ نے مجھے آکر اذان سکھائی اور مَیں اس وقت پوری طرح سویا ہوا نہیں تھا" یہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "کچھ کچھ جاگ رہا تھا۔" (مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ۔ انوار العلوم جلد 23۔ صفحہ 282)

سنن ترمذی کی روایت ہے جو مَیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں لیکن یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں۔ اس کے آخر میں جو الفاظ ہیں وہ بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت عمرؓ کے خواب کی کتنی اہمیت تھی۔ محمد بن عبداللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مَیں نے آپ کو خواب سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً یہ رؤیا سچی ہے۔ تم بلال کے ساتھ جاؤ۔ یقیناً وہ تم میں سے اونچی اور لمبی آواز والے ہیں۔ ان کو بتاتے جاؤ جو تمہیں بتایا گیا ہے۔

پس وہ اس کی منادی کرے۔ آپؓ یعنی عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے نماز کے لیے حضرت بلالؓ کی اذان سنی تو حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور آپؓ یہ کہہ رہے تھے کہ اے رسول اللہؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یقیناً مَیں نے بھی وہی دیکھا ہے جیسا اس نے اذان میں کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔ پس یہ بات زیادہ پختہ ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی بدء الاذان حدیث 189)

یعنی اب مزید تصدیق ہو گئی۔ حضرت عمرؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور احترام کس طرح کیا کرتے تھے۔ کیا مقام تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ یعنی حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے اور حضرت عمرؓ کے ایک اونٹ پر سوار تھے جو منہ زور تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کی سواری سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ اور ان کے والد حضرت عمرؓ انہیں کہتے تھے کہ عبداللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کسی کو بھی نہیں بڑھنا چاہیے۔ یہ تمہاری سواری جو ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ میرے پاس یہ فروخت کر دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ تو آپؐ ہی کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا اور اس کے بعد فرمایا: عبداللہ! یہ اب تمہارا ہی ہے اس سے تم جو چاہو کام لو۔

(صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب من اھدی لہ ھدیۃ حدیث 2610)

لے کے پھر تحفہ دے دیا۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل گیا تو تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی اور منبر پر کھڑے ہوئے اور موعودہ گھڑی کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں بڑے بڑے واقعات ہوں گے۔ پھر فرمایا: جو شخص کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھ لے۔ تم جو کچھ بھی مجھ سے پوچھو گے مَیں تمہیں بتاؤں گا جب تک کہ مَیں اپنے اس مقام میں ہوں تو لوگ بہت روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ فرمایا کہ مجھ سے پوچھو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حُذَافہ سَہمی اٹھے اور کہا میرا باپ کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا حُذَافہ۔ پھر آپؐ نے بہت دفعہ فرمایا کہ مجھ سے پوچھو۔ اس پر حضرت عمرؓ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور کہا۔ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا، وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا کہ ہم راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین اور محمدؐ ہمارے نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا جنت اور آگ ابھی اس دیوار کی چوڑائی میں میرے سامنے پیش کی گئی تھیں تو مَیں نے ایسا خیر و شر کبھی بھی نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب وقت الظھر عند الزوال۔ حدیث 540)

بخاری کی ہی ایک اَور روایت میں اس طرح بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض ایسی باتوں کے متعلق پوچھا گیا جن کو آپؐ نے ناپسند کیا۔ جب آپ سے بہت سوال کیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور آپؐ نے لوگوں سے کہا: پوچھو مجھ سے جس کے متعلق بھی چاہو۔ تب ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے۔

اس کے بعد ایک اَور اٹھا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ! میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا باپ شَیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے اس تغیر کو دیکھا جو آپؐ کے چہرے پر تھا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اللہ عزوجل کے حضور اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب الغضب فی الموعظۃ ... حدیث 92)

پھر بخاری کی ہی ایک دوسری روایت بھی ہے۔ یہ زہری سے روایت ہے۔ اس میں آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن حُذافہؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپؐ نے بہت دفعہ فرمایا: پوچھو مجھ سے۔ مگر حضرت عمرؓ نے دوزانو ہو کر عرض کیا اور انہوں نے کہا ہم راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں۔ اس پر آپؐ خاموش ہو گئے۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب من برک علی رکبتیہ عند الامام او المحدث حدیث 93)

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے تو حضرت عمرؓ نے

کہا ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر اور اپنی بیعت کے حقیقی بیعت ہونے پر راضی ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر و صوم یوم عرفة ..... حدیث 2747)

صحیح بخاری میں ایک اَور روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالا خانے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں مَیں آپؐ کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ آپ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہیں۔ اس لیے چٹائی نے آپ کے پہلو پر نشان ڈالے ہوئے ہیں۔ ایک چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اللہ کی قسم! تین کچی کھالوں کے سوا وہاں کوئی چیز نہیں تھی جو مجھے نظر آئی ہو۔ مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپؐ کی امت کو کشائش دے کیونکہ فارس اور روم کو بہت دولت دی گئی ہے اور انہیں دنیا ملی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپؐ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تک تم شک میں ہو۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو جلدی سے اس دنیا کی زندگی میں ہی ان کے مزے کی جو چیزیں تھیں دی گئی ہیں۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

(صحیح البخاری کتاب المظالم باب الغرفة والعلیة المشرفة و غیر المشرفة..... حدیث 2468)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے گھر میں گئے اور دیکھا کہ گھر میں کچھ اسباب نہیں اور آپؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان پیٹھ پر لگے ہیں۔ تب عمر کو یہ حال دیکھ کر رونا آیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے عمر! تُو کیوں روتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ آپ کی تکالیف کو دیکھ کر مجھے رونا آگیا۔ قیصر اور کسریٰ جو کافر ہیں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ ان تکالیف میں بسر کرتے ہیں۔ تب آنجناب نے فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا کام! میری مثال اس سوار کی ہے کہ جو شدتِ گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جارہا ہے اور جب دوپہر کی شدت نے اس کو سخت تکلیف دی تو وہ اسی سواری کی حالت میں دم لینے کے لئے ایک درخت کے سایہ کے نیچے ٹھہر گیا اور پھر چند منٹ کے بعد اسی گرمی میں اپنی راہ لی۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 299-300)

ایک واقعہ ملتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو دعا کے لیے کہا تھا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی اور فرمایا لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ، اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر مجھے اس کے بدلے میں ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو۔ ایک اَور روایت میں یہ الفاظ اس طرح آتے ہیں کہ أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ کہ اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں شامل رکھنا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الوتر باب الدعاء حدیث 1498)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس حد تک عاشقانہ تعلق تھا اس کا پتہ اس واقعہ سے ملتا ہے۔ پہلے بھی ایک خطبہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو یہ خبر سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے بخدا میرے دل میں یہی بات آئی تھی اور انہوں نے کہا اللہ آپؐ کو ضرور ضرور اٹھائے گا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اٹھائے گا تا بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ بہر حال پھر جب حضرت ابو بکرؓ آئے تو انہوں نے سورۂ آل عمران کی آیت 145 پڑھی اور حضرت عمرؓ کو حقیقت کو سمجھنے کا کہا اور پھر معاملہ ختم ہوا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب قول النبیﷺ لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3667- 3668)

اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "آنحضرت کی وفات پر صحابہؓ کا اجماع بھی اسی مسئلہ پر ہوا ہے کہ کُل انبیاء وفات پا گئے ہیں اور اس کی یہ وجہ ہوئی کہ آپؐ کی وفات پر حضرت عمرؓ کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ آپؐ ابھی زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے اور آپؐ کو اپنے اس اعتقاد پر اس قدر یقین تھا کہ آپؐ اس شخص کی گردن اڑانے کو تیار تھے جو اس کے خلاف کہے لیکن حضرت صدیقؓ جب تشریف لائے اور آپ نے کُل صحابہؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (اٰل عمران :145) تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں کانپ گئے اور مَیں صدمہ کے مارے زمین پر گر گیا اور صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں یوں معلوم ہوا کہ جیسے یہ آیت آج ہی اتری ہے اور ہم اس دن اس آیت کو بازاروں میں پڑھتے پھرتے تھے۔

پس اگر کوئی نبی زندہ موجود ہوتا تو یہ استدلال درست نہیں تھا کہ جب سب نبی فوت ہو گئے تو آپؐ کیوں فوت نہ ہوتے۔ حضرت عمرؓ کہہ سکتے تھے کہ آپؐ کیوں دھوکا دیتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ ابھی زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ وہ زندہ ہیں تو کیوں ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں رہ سکتے؟ مگر سب صحابہؓ کا سکوت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سب صحابہ کا یہی مذہب تھا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے ہیں۔"

(تحفۃ الملوک انوار العلوم جلد 2 صفحہ 128)

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بیان فرمایا ہے وہ تفصیل مَیں پہلے ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔

حضرت عمرؓ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے اس بارے میں حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کی طرف منہ کیا۔ پھر اپنے ہونٹ اس پر رکھ دیے اور دیر تک روتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر بن خطابؓ کو بھی روتے پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! یہ وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه کتاب المناسك باب استلام الحجر حدیث 2945)

عابس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ حجرِ اسود کے پاس آئے اور اس کو چوما اور کہا

مَیں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع۔ اگر مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

(صحیح البخاری کتاب الحج باب ما ذکر فی الحجر الاسود حدیث 1597)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ طواف کر رہے تھے کہ آپؓ حجرِ اسود کے پاس سے گزرے اور آپؓ نے اس سے اپنی سوٹی ٹھکرا کر کہا کہ مَیں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے اور تجھ میں کچھ بھی طاقت نہیں مگر میں خدا کے حکم کے ماتحت تجھے چومتا ہوں۔ یہی جذبہ تَوحید تھا جس نے ان کو دنیا میں سربلند کیا۔ وہ خدائے واحد کی توحید کے کامل عاشق تھے۔ وہ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ اس کی طاقتوں میں کسی اَور کو شریک کیا جائے۔ "یعنی خدا تعالیٰ کی طاقتوں میں۔ "بے شک وہ حجرِ اسود کا ادب بھی کرتے تھے مگر اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے کہا ہے اس کا ادب کرو، نہ اس لیے کہ حجرِ اسود کے اندر کوئی خاص بات ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خدا تعالیٰ ہمیں کسی حقیر سے حقیر چیز کو چومنے کا حکم دے دے تو ہم اس کو چومنے کے لیے بھی تیار ہیں کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں کسی پتھر یا مکان کے بندے نہیں۔

پس وہ ادب بھی کرتے تھے اور توحید کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتے تھے اور یہی ایک سچے مومن کا مقام ہے۔ ایک سچا مومن بیت اللہ کو ویسا ہی پتھروں کا ایک مکان سمجھتا ہے جیسے دنیا میں اور ہزاروں مکان پتھروں کے بنے ہوئے ہیں۔ ایک سچا مومن حجرِ اسود کو ویسا ہی پتھر سمجھتا ہے جیسے دنیا میں اور کروڑوں پتھر موجود ہیں مگر وہ بیت اللہ کا ادب بھی کرتا ہے۔ وہ حجرِ اسود کو چومتا بھی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرے رب نے ان چیزوں کے ادب کرنے کا مجھے حکم دیا ہے مگر باوجود اس کے وہ اس مکان کا ادب کرتا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ حجرِ اسود کو چومتا ہے پھر بھی وہ اس یقین پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتا ہے کہ میں خدائے واحد کا بندہ ہوں کسی پتھر کا بندہ نہیں۔ یہی حقیقت تھی جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار فرمایا۔ آپؓ نے حجرِ اسود کو سوٹی ماری اور کہا میں تیری کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ تُو ویسا ہی پتھر ہے جیسے اور کروڑوں پتھر دنیا میں نظر آتے ہیں مگر میرے رب نے کہا ہے کہ تیرا ادب کیا جائے اس لیے مَیں ادب کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور اس پتھر کو بوسہ دیا۔"

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 130)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جبکہ آپؐ طائف سے واپس آنے کے بعد جِعْرَانَہ میں تھے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں نے جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک روز اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جاؤ اور ایک دن کا اعتکاف کرو۔ بہرحال جو جائز نذر ہے وہ کسی بھی زمانے میں ہو اسے پورا کرنا چاہیے یہ سبق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ پھر راوی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خُمس میں سے ایک لڑکی دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قیدی آزاد کیے اور حضرت عمرؓ نے ان کی آوازیں سنیں اور وہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قیدی آزاد کر دیے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اے عبداللہ! تم اس لڑکی کے پاس جاؤ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور اسے آزاد کر دو۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم۔ حدیث 4294)

حضرت حُذَیفہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رازدار کہا جاتا تھا۔ غزوۂ تبوک کے دوران کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت حُذَیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے نیچے اترے تو اُس وقت آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بیٹھی ہوئی تھی تو وہ کھڑی ہو گئی اور اس نے اپنی مہار کو کھینچنا شروع کر دیا۔ مَیں نے اس کی مہار پکڑ لی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر بٹھا دیا۔ پھر مَیں اس اونٹنی کے پاس بیٹھا رہا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور مَیں اس اونٹنی کو آپ کے پاس لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ تو مَیں نے جواب دیا کہ حُذَیفہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں تمہیں ایک راز سے آگاہ کرنے والا ہوں اور تم اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ مجھے فلاں فلاں شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک جماعت کا نام لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا جس شخص کے متعلق حضرت عمرؓ یہ سمجھتے تھے کہ وہ منافقین کی اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے تو آپؓ حضرت حُذَیفہؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے ساتھ لے جاتے۔ اگر تو حضرت حُذَیفہؓ آپؓ کے ساتھ چل پڑتے تو حضرت عمرؓ بھی اس شخص کا نماز جنازہ ادا کر لیتے اور اگر حضرت حُذَیفہؓ اپنا ہاتھ حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے چھڑوا لیتے تو حضرت عمرؓ بھی اس کی نماز جنازہ ترک کر دیتے۔

(السیرۃ الحلبیہ (مترجم) جلد 3 نصف اوّل صفحہ 440-441 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2009ء)

حضرت عمرؓ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو ظاہر اً پورا کرنے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ جو صدق اخلاص سے بھر گئے تھے انہوں نے یہ مزہ پایا کہ ان کے بعد خلیفہ ثانی ہوئے۔ غرض اس طرح پر ہر ایک صحابی نے پوری عزت پائی۔ قیصر و کسریٰ کے اموال اور شاہزادیاں ان کے ہاتھ آئیں۔ لکھا ہے ایک صحابی کسریٰ کے دربار میں گیا۔ ملازمان کسریٰ نے سونے چاندی کی کرسیاں بچھوا دیں اور اپنی شان و شوکت دکھائی۔ اس نے کہا کہ ہم اس مال کے ساتھ فریفتہ نہیں ہوئے۔ ہم کو تو وعدہ دیا گیا ہے کہ کسریٰ کے کڑے بھی ہمارے ہاتھ آجائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کڑے ایک صحابی کو پہنا دیئے تا کہ وہ پیشگوئی پوری ہو۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 46)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "سونا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں لیکن حضرت عمرؓ نے کسریٰ کے کڑے ایک صحابی کو پہنائے اور جب اس نے ان کے پہننے سے انکار کیا تو اس کو آپؓ نے ڈانٹا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تیرے ہاتھوں میں مجھے کسریٰ کے کڑے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ایک موقعہ پر کسریٰ کا تاج اور اس کا ریشمی لباس جب غنیمت کے اموال میں آیا تو حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو اس لباس اور اس تاج کے پہننے کا حکم دیا اور جب اس نے پہن لیا تو آپ رو پڑے اور فرمایا: چند دن ہوئے کسریٰ اس

لباس کو پہن کر اور اس تاج کو سر پر رکھ کر ملک ایران پر جابرانہ حکومت کرتا تھا اور آج وہ جنگلوں میں بھاگا پھر رہا ہے۔ دنیا کا یہ حال ہوتا ہے۔ اور یہ حضرت عمرؓ کا فعل ظاہر بین انسان کو شاید درست معلوم نہ ہو کیونکہ ریشم اور سونا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں لیکن ایک نیک بات سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو چند منٹ کے لئے سونا اور ریشم پہنا دیا۔ غرض اصل شئے تقویٰ اللہ ہے احکام سب تقویٰ اللہ کے پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اگر تقویٰ اللہ کے حصول کے لئے کوئی شئے جو بظاہر عبادت معلوم ہوتی ہے چھوڑنی پڑے تو وہی کار ثواب ہو گا۔"

(ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب۔ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 28)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا ڈول سے جو چرخی پر رکھا ہوا تھا پانی کھینچ کر نکال رہا ہوں۔ اتنے میں ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول کھینچ کر اس طور سے نکالے کہ ان کو کھینچنے میں کمزوری تھی اور اللہ ان کی کمزوری پر پردہ پوشی کرے گا اور ان سے درگزر فرمائے گا۔ پھر عمر بن خطابؓ آئے اور وہ ڈول بڑے ڈول میں بدل گیا تو میں نے کوئی شہ زور نہیں دیکھا جو ایسا حیرت انگیز کام کرتا ہو جیسا عمرؓ نے کیا۔ اتنا پانی نکالا کہ لوگ سیر ہو گئے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا بیٹھے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب عمر بن الخطاب ... حدیث 3682)

حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے۔ ایک بار میں سویا ہوا تھا کہ اس اثنا میں میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور مَیں نے اتنا پیا کہ مَیں نے اس کی طراوت کو اپنے ناخنوں سے پھوٹتے ہوئے دیکھا۔ پھر مَیں نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت عمر بن خطابؓ کو دیا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! آپؐ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب فضل العلم حدیث :82)

حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ "فضل العلم سے اس جگہ مراد علم کی فضیلت نہیں بلکہ علم کا بچا ہوا حصہ۔ فضیلت علم کے متعلق الگ باب باندھا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا اور اس کی تعبیر سے نیز ان واقعات سے جن سے کہ اس رؤیا کی تصدیق ہوئی یہ استدلال کرنا مقصود ہے کہ دنیاوی فتوحات اور عظمت جو مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے نصیب ہوئی وہ علم نبوی کا ایک بچا ہوا حصہ تھا جو حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ آپ کی اس جامع حیثیت کے مجمع البحرین (دنیوی اور اخروی بہبودی کے علوم کا جامع) کہا گیا ہے..... امام بخاریؒ نے سیاست کو العلم میں شمار کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل راستی لائے جو انسان کے حسنات الدارین پر حاوی ہے جیسا کہ مسیحؑ نے آپؐ کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ 'جب وہ روح حق آئے گی تو کامل سچائی لائے گی'۔

(یوحنا باب 16 آیت 12-13)

حضرت عمرؓ کے واقعات کا مطالعہ کرنے سے اس بچے ہوئے دودھ کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے پیا۔"

(صحیح البخاری ترجمہ و تشریح از سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد 1 صفحہ 156-157)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے خواب کی حالت میں دودھ کا پیالہ ملنے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد علم ہے۔"
(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 467)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: مَیں سویا ہوا تھا مَیں نے لوگوں کو دیکھا کہ میرے سامنے پیش کیے گئے ہیں اور انہوں نے قمیصیں پہنی ہوئی ہیں تو ان میں سے بعض کی قمیصیں چھاتیوں تک پہنچتی ہیں اور ان میں سے بعض اس کے نیچے تک اور عمرؓ بھی میرے سامنے پیش کیے گئے انہوں نے قمیص پہنی ہوئی تھی جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ نے کہا آپؐ نے اس سے کیا مراد لی تو آپؐ نے فرمایا: دین۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب عمر بن خطاب... حدیث 3691)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر مختلف صحابہ کی خصوصیات بیان فرماتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ میری امت میں سے اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں۔

(سنن ابن ماجه کتاب السنة باب خباب حدیث 154)

حضرت مالک بن مِغْوَل سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے کیونکہ یہ زیادہ آسان ہے۔ یا فرمایا تمہارے حساب کے لیے زیادہ آسان ہے اور اپنے نفس کو تولو قبل اس کے کہ تمہیں تولا جائے اور سب سے بڑھ کر بڑی پیشی کے لیے تیاری کرو۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ

یعنی اس دن تم پیش کیے جاؤ گے کوئی مخفی رہنے والی تم سے مخفی نہیں رہے گی۔

(اسدالغابة فی معرفة الصحابه جلد 4 صفحه 161 مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

حضرت حسنؓ کبھی حضرت عمرؓ کا ذکر کرتے تو فرماتے۔ اللہ کی قسم! اگرچہ وہ پہلے اسلام لانے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں میں سب سے زیادہ افضل تھے لیکن وہ دنیا سے بے رغبتی میں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے معاملے میں سختی میں لوگوں پر غالب تھے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبه کتاب الفضائل جلد 11 صفحه 120 حدیث 32546 مکتبة الرشد ناشرون الریاض 2004ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضرت عمر بن خطابؓ اسلام لانے میں ہم سے مقدم نہ تھے لیکن مَیں نے جان لیا کہ آپ کس چیز میں ہم سے افضل تھے۔

آپؓ ہمارے مقابلے میں سب سے زیادہ زاہد اور دنیا سے بے رغبت تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبه کتاب الفضائل جلد 11 صفحه 121 حدیث 32548 مکتبة الرشد ناشرون الریاض 2004ء)

ہِشام بن عُروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ شام تشریف لائے تو آپؓ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ وہ ایک موٹی اور سُنْبُلَانِی قمیص تھی۔ سُنْبُلَانِی ایسی قمیص جو اتنی لمبی ہو کہ

زمین کے ساتھ لگ رہی ہو اور اس طرح کی قمیص روم کی طرف بھی منسوب کی جاتی ہے۔ بہر حال آپؓ نے اس قمیص کو اَذرِعَات یا اَیْلَہ والوں کی طرف بھیجا۔ اَیلہ شام کی طرف ایک شہر ہے اور شام کے ساتھ بحیرہ قلزم کے ساحل پر واقع ایک شہر ہے۔ بہر حال راوی کہتے ہیں کہ پس اس نے اس قمیص کو دھویا اور اس میں پیوند لگا دیا اور حضرت عمرؓ کے لیے قُبُطری قمیص بھی تیار کر دی۔ قُبُطری کَتَّان سے بنا ہوا سفید باریک کپڑا ہوتا ہے۔ پھر ان دونوں قمیصوں کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور آپؓ کے سامنے قُبُطری قمیص پیش کی۔ حضرت عمرؓ نے اس قمیص کو پکڑا اور اس کو چھوا اور فرمایا: یہ زیادہ نرم ہے اور اس کو اسی آدمی کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: مجھے میری قمیص دے دو کیونکہ وہ قمیصوں میں سے پسینہ کو زیادہ چوسنے والی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب البعوث والسرایا جلد 11 صفحہ 580-581 حدیث 34427 مکتبۃ الرشد ناشرون الریاض 2004ء) (تاج العروس زیر مادہ سنبل)

پھٹی ہوئی جو تم نے مرمت کی ہے وہی بہتر ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو اس وقت دیکھا جب آپؓ امیر المومنین تھے کہ آپؓ کے کندھوں کے درمیان قمیص میں تین چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کے کندھوں کے درمیان قمیص میں چار چمڑے کے پیوند دیکھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 249 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

بہر حال حضرت عمرؓ کا یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت میں ایک مرحوم کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں اور جنازہ بھی انشاء اللہ جمعہ کی نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔ یہ ذکر ہے

ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب کا جو فضل عمر ہسپتال میں ڈاکٹر تھے۔ گذشتہ دنوں ستّر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کو مختلف عوارض تو تھیں لیکن بہر حال ایک دم ان کی طبیعت خراب ہوئی اور اس کے بعد پھر بگڑ گئی اور ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ڈاکٹر صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے والد کے کزن سید فخر الاسلام صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے آئی تھی لیکن ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب کے والد غلام مجتبیٰ صاحب نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں 1938ء میں بیعت کی اور احمدی ہوئے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نصرت جہاں سکیم کے تحت وقف کی تحریک فرمائی تو ڈاکٹر تاثیر کے والد ڈاکٹر غلام مجتبیٰ صاحب کراچی میں سول سرجن کے طور پر کام کر رہے تھے تو اس تحریک پر انہوں نے وہاں سے پنشن لی اور وقف کر کے 1970ء میں افریقہ چلے گئے اور 1999ء تک وہاں گھانا میں، نائیجیریا میں، سیرالیون میں خدمات سرانجام دیں۔ ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب نے بھی اپنی پڑھائی مکمل کرنے کے بعد میڈیسن کی۔ کچھ دیر دو سال کے قریب فوج میں کام کیا۔ پھر سول ہسپتال کراچی میں کام کیا۔ پھر جناح ہسپتال کراچی میں کچھ عرصہ کام کیا اور 1982ء میں انہوں نے تین سال کے لیے وقف کیا تو ان کو گھانا بھجوا دیا

گیا۔ وہاں ایک ٹیچی مان ہسپتال ہے یہ وہاں رہے۔ یہ پھر اَوسے کورے (Asokore) ہسپتال میں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ یہ ہسپتال ان کے والد نے ہی شروع کیا تھا۔ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ تین سال کام کیا اور ان سے ہی سرجری بھی سیکھی، وہ بڑے اچھے سرجن تھے۔ گھانا میں ڈاکٹر تاثیر صاحب کو تقریباً تئیس سال خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے بعد سترہ سال فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اس طرح کل تقریباً چالیس سال کا عرصہ ان کو خدمت کی توفیق ملی۔

ان کی شادی سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ کی بیٹی امۃ الرؤوف سے ہوئی۔ صاحبزادی امۃ الحکیم حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔ ان کی بیٹی میری بہو بھی ہے۔

ان کی اہلیہ امۃ الرؤوف کہتی ہیں کہ جب مَیں بیماری کے دنوں میں ان سے ملنے گئی ہوں تو انہوں نے کہا کہ حضور کو سلام کہنا۔ مجھے سلام بھجوایا اور کہتی ہیں اس دفعہ ایسا رنگ تھا کہ مجھے لگا جیسے کوئی الوداعی سلام کہہ رہے ہیں۔ پھر لکھتی ہیں کہ گھانا میں ایک دفعہ بہت سخت بیمار ہو گئے۔ بڑی تکلیف میں رات گزری اور بڑی خطرناک حالت تھی۔ فجر کے وقت کہنے لگے کسی نے سلام کیا ہے دیکھو کون ہے؟ میں نے کہا دروازہ بند ہے کوئی اندر نہیں آ سکتا۔ ایک گھنٹے کے بعد پھر مجھے انہوں نے کہا کہ مجھے سلام کی آواز آئی ہے۔ کسی نے سلام کیا ہے۔ اور اس کے بعد پھر اللہ کے فضل سے ان کی طبیعت بہتر ہونا شروع ہوئی اور ٹھیک ہو گئے۔ اس کے بعد کہتی ہیں میں نے ان کے لیے دعا بھی کی تو اس طرح گھانا میں مجھے یہی بتایا گیا کہ ان کی عمر لمبی ہو گی۔ کہتی ہیں کہ بہت عاجز، بے نفس اور بے ضرر انسان تھے۔ کبھی کسی کی برائی اور غیبت یا شکایت نہیں کی۔ اگر کوئی کر بھی رہا ہوتا تو بالکل خاموش رہتے۔

ڈاکٹر صاحب کے بھائی لکھتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ مریضوں کو چھٹی کے بعد بھی چیک کر رہے ہوتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ باقی ڈاکٹر کیونکہ کم دیکھتے ہیں اور مریض ہسپتال میں آتے ہیں تو بجائے اس کے کہ یہ مریض اسی طرح بغیر علاج کے واپس چلے جائیں تو اس لیے مَیں دیکھ لیتا ہوں اور باقی ڈاکٹروں کا بوجھ بھی اپنے اوپر لے لیتا ہوں۔ بہت شریف النفس اور کم گو شخصیت کے مالک تھے۔ سیکیورٹی کا عملہ اور ہسپتال کے کارکنان نے بتایا کہ ہمیشہ مسکرا کر حال پوچھا کرتے اور گزرتے۔ عموماً مریضوں سے خاص طور پر احمدیوں سے ان کا بہت زیادہ حسن سلوک ہوتا تھا اور اگر کوئی ہسپتال کے وقت کے علاوہ پاس آ جاتا تو عموماً فیس لیے بغیر ہی معائنہ کیا کرتے تھے۔ جامعہ احمدیہ ربوہ کے پرنسپل مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ بعض موقعوں پر ان کے ساتھ بیٹھنے کی توفیق ملی اور بہت کم گو انسان تھے۔ بڑی نرمی سے اور شگفتگی سے اور محبت سے اور عجز و انکسار سے بات کرتے تھے اور کہتے ہیں ایسی عاجزی اور انکساری اور سادگی مَیں نے کسی میں نہیں دیکھی۔ کہتے ہیں ہسپتال میں بھی لوگوں سے، غریب لوگوں سے بھی مَیں نے سنا ہے اور ایسے ایسے واقعات سنے ہیں کہ رشک آتا تھا اور خوشی بھی ہوتی تھی کہ ہسپتال میں ایسے ڈاکٹر موجود ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب مریضوں کو دیکھ لیتے تھے بلکہ بعض دفعہ ہسپتال کا وقت ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ اپنے کمرے سے باہر نکل رہے تھے تو پھر کوئی مریض آ گیا تو کہتے ہیں اس کو

واپس اپنے کمرے میں اس طرح لے کے آتے تھے جیسے اسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ غریب پروری بہت زیادہ تھی۔

جب میں 2004ء میں افریقہ کے دورے پہ گیا ہوں تو اطہر زبیر صاحب یہاں جرمنی کے چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ ہیں وہ کہتے ہیں کہ گھانا میں بھی اور باقی جگہوں پر بھی ڈاکٹر صاحب میرے ساتھ دورے پہ رہے ہیں۔ بینن بھی گئے تھے۔ اطہر زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی ایک عورت پہ نظر پڑی جو کچھ بے چین سی نظر آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ اس سے پوچھو کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں تو خلیفۃ المسیح کو ملنے آئی ہوں۔ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے خرچ کر دیا ہے۔ واپسی کے پیسے میرے پاس نہیں تو ڈاکٹر صاحب نے کہا اچھا! اس کو تیس ہزار فرانک سیفادے دو۔ کہتے ہیں اس وقت اس زمانے میں یہ تقریباً ایک مہینے کی ایک عام آدمی کی تنخواہ کے برابر رقم تھی جو ڈاکٹر صاحب نے فوراً ادا کر دی۔

حنیف محمود صاحب بھی لکھتے ہیں کہ انتہائی میانہ روی اور انکساری نظر آتی تھی۔ واقفین کے ساتھ بہت پیار اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی اہلیہ بیمار ہوئیں تو ان کا علاج کیا بلکہ کہتے ہیں کہ ہم ویسے مشورے کے لیے گئے تھے دکھانے تو گئے نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ پرچی؟ ہم نے کہا پرچی نہیں بنی تو فوری طور پہ اپنے مددگار کو بلایا اور اپنی جیب سے سو روپیہ نکال کے اس کو دیا کہ جاکے ان کی پرچی بنوا کے لے آؤ اور ہمارے کہنے کے باوجود بھی پیسے نہیں لیے۔ لکھتے ہیں کہ معصوم چہرے کے ساتھ انسان کے روپ میں ایک چلتا پھرتا فرشتہ تھے۔ خاموش طبع وجود تھے اور مسجد مبارک میں بھی نماز پڑھنے آتے تو بڑی خاموشی کے ساتھ آتے اور لمبی نمازیں ادا کرتے۔

ڈاکٹر مظفر چودھری صاحب جو یورالوجسٹ ہیں یہاں یوکے میں رہتے ہیں۔ یہ بھی وہاں وقف عارضی پہ جاتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں خاموش طبع، نہایت شفیق، ہمدرد انسان تھے۔ نئی چیزیں سیکھنے کا بہت شوق تھا تاکہ لوگوں کی مدد کر سکیں اور کہتے ہیں جب بھی میں وقف عارضی پہ گیا تو آپ کے دفتر میں بیٹھتا تھا اور آپ اپنی کرسی پہ مجھے بٹھاتے تھے اور باوجود میرے زور دینے پر کہ آپ اپنی جگہ بیٹھیں آپ دوسری جگہ جاکے بیٹھ جاتے تھے۔

وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ لقمان صاحب کہتے ہیں کہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ مالی قربانی کا خاص شغف رکھتے تھے۔ کہتے ہیں جب سے پاکستان میں آئے ہیں تحریک جدید کا چندہ ہر سال اول وقت میں اعلان ہونے کے فوراً بعد خود آکر دفتر مال اول میں جمع کروا دیتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ڈاکٹری ان کا پیشہ تھا لیکن ہمیشہ انسانیت کی خدمت ان کا مطمح نظر معلوم ہوتا تھا۔ اگر ضرورت پڑے تو یہ نہیں ہے کہ ایلوپیتھک کے علاوہ کوئی دوسرا علاج قابل قبول نہیں ہے ہومیوپیتھک علاج بھی کر دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر نعیم صاحب جو آج کل اوسوکورے (Asokore) ہسپتال کے انچارج ہیں، وہ کہتے ہیں کہ بطور انچارج مشنری ڈاکٹر اوسوکورے (Asokore) میں اکیس سال خدمات بجا لاتے رہے اور کہتے ہیں آج ان کی وفات کی خبر سن کے بہت سارے لوگ اس قصبے کے بھی اور اس علاقے کے بھی آئے اور ان کا تعلق ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تھا۔ سارے بہت رنجیدہ تھے اور خاص طور پر تعزیت کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب بہت سادہ طبیعت، کم گو اور اپنے کام میں مگن رہنے والے غریب پرور اور نہایت مہمان نواز شخصیت کے حامل تھے۔ اسی طرح

ان کو دنیاوی علم کے ساتھ جماعتی کتب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کا بھی گہرا لگاؤ تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے احمدیہ ہسپتال اوسوکورے (Asokore) میں بلاشبہ سرجری کے میدان میں بہت بہترین خدمات انجام دیں جس کا پھل آج بھی ہم ان مریضوں کی صورت میں دیکھتے ہیں جو مغربی افریقہ کے مختلف ممالک سے اس ہسپتال میں علاج اور شفا کی غرض سے آتے ہیں اور اپنی سادہ افریقن زبان میں مجتبیٰ کا ذکر کرتے ہیں ۔ تاثیر مجتبیٰ ان کا نام تھا تو ڈاکٹر مجتبیٰ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کے والد بھی یہاں کچھ سال رہے ہیں۔ اسی نام سے پھر یہ نام آگے بھی چلتا رہا۔ انہوں نے ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں ایک خوبصورت مسجد بھی بنوائی۔

بہرحال ڈاکٹر صاحب ایک بے نفس اور خدمتِ خلق کرنے والے انسان تھے اور اپنے پیشے کو انہوں نے اسی کام کے لیے استعمال کیا۔ ان کے والد صاحب میں اور ان میں مَیں نے یہ خصوصیت خود بھی دیکھی ہے کہ غریب مریضوں کو علاج کے علاوہ مفت دوائی کے ساتھ خوراک کے لیے بھی رقم دے دیتے تھے بلکہ انڈے اور دودھ منگوا کے رکھتے تھے جو مریضوں کو دیتے تھے کہ تمہاری کمزوری دور کرنے کے لیے ضروری ہے۔ دوائیاں بھی مفت دیتے تھے۔ ساتھ خوراک بھی مفت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ استعمال کرو تا کہ تمہاری صحت ٹھیک ہو۔

ڈاکٹر غلام مجتبیٰ صاحب نے بھی گھانا میں بڑی خدمت کی ہے لیکن ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ نے اس کام کو اَور بھی آگے بڑھایا اور میں خود بھی کئی گھانینوں سے، ان لوگوں سے واقف ہوں جو ان کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ بہرحال انہوں نے حقیقی وقف کی رو سے خدمات سرانجام دیں اور واقفین زندگی کے لیے جب بھی وہ جاتے تو خاص طور پر ان کو دیکھتے، ان کا علاج کرتے اور اپنے گھر مہمان بھی ٹھہراتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جب دورے پر گئے ہیں تو انہوں نے بھی ان کے ہاں قیام فرمایا تھا اور مہمان نوازی ان کی ایک خاص خصوصیت تھی۔

حنیف صاحب نے لکھا ہے کہ ایک فرشتہ تھے۔ یقیناً ایک چلتا پھرتا فرشتہ تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت کرے۔ درجات بلند کرے۔ مہمان نوازی کے ضمن میں مَیں یہ بھی کہہ دوں کہ مہمان نوازی بھی مرد اسی وقت کر سکتا ہے جب گھر کی عورت بھی کر رہی ہو تو ان کی بیوی بھی، اہلیہ بھی بہت مہمان نواز ہیں، خدمت کرنے والی تھیں۔ ان کی عمر اور صحت کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں برکت ڈالے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے اور وہ بھی اپنی ماں کی خدمت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل 19 / نومبر 2021ء جلد 28 شمارہ 93 صفحہ 05 تا 11)

45

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05/ نومبر 2021ء بمطابق 05/ نبوت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے **قرآن کریم میں مومنین کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے پاک مال سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔** اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مال کے خرچ کے حوالے سے جب کہیں باتیں کی ہیں تو صرف یہی بتایا کہ مال خرچ کرنے والے مومن ہیں۔ کہیں صدقات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے صدقات کے حوالے سے بات کی ہے۔ کہیں زکوٰۃ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے خرچ کا فرمایا ہے۔ پھر جو قربانی کرنے والے اپنا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہیں اس مال کا مصرف بھی بتایا کہ کس طرح خرچ کرنا ہے، کہاں خرچ کرنا ہے جیسا کہ الٰہی جماعتوں کا طریق ہے کہ وہ اپنے مال کو پاک کرنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کے فضل حاصل کرنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتی ہیں۔

جماعت میں بھی اسی طرح مالی قربانیوں کا سلسلہ قائم ہے۔ جماعت کے افراد کو بھی پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے اور جو قربانیاں وہ دیتے ہیں وہ کس طرح پھر خرچ کی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس مشن کو لے کر آئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنا اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانا۔ یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے بڑا وسیع کام ہے دنیا میں اس پیغام کو پھیلانا۔ اور بہر حال اس کے لیے اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب جماعت اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سمجھتے ہوئے کہ اپنا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو، یہ اخراجات پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے احمدی اپنی مالی قربانیوں کے ایسے ایسے نمونے پیش کرتے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر انسان اس یقین پر پہلے سے بڑھ کر قائم ہو جاتا ہے کہ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہی فرستادے ہیں جن کے ذریعہ سے آخری زمانے میں اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا میں پھیلنی تھی۔

اگر اس ایک نشان کو مخالفین غور سے دیکھیں اور اپنے دلوں کے بغضوں کو نکال کر انصاف سے کام لیں تو احمدیت کی سچائی کی یہی نشانی ان کے دل بلا وجہ کی مخالفت سے پاک کر سکتی ہے لیکن ان کے دل تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں خاص طور پر علماء کے، نام نہاد علماء کے۔ بہر حال ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ احمدی اپنے مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اس سوچ کے ساتھ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل میں مدد کرنی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانا ہے۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا مومنین سے وعدہ ہے کہ تم جو بھی خرچ کرتے ہو، جو مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہو اسے میں کئی گنا بڑھا کر لوٹاؤں گا لیکن بہت سے احمدی ایسے ہیں جو یہ سوچ رکھتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہے۔ اگر دنیاوی فائدہ پہنچتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ان کی یہ سوچ ہے کہ قربانی سے اللہ تعالیٰ ہمارے سے راضی ہو اور ہماری عاقبت سنورنے کے سامان پیدا ہو جائیں۔ جماعت احمدیہ کوئی ارب پتیوں کی جماعت نہیں ہے۔ ایسی جماعت ہے جس کی اکثریت غریب لوگوں پر یا اوسط درجہ کے لوگوں پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود قربانی کا ایک جذبہ ہے۔ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اسلام کی نشأتِ ثانیہ میں ہمارا بھی حصہ ہو جائے اور پھر ان کی معمولی قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو کر لاکھوں کروڑوں پاؤنڈ کے برابر پھل لاتی ہیں۔

پس اصل چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت اپنے محدود وسائل کے ساتھ جس کام کو بھی شروع کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس میں ایسی برکت ڈالتا ہے کہ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ شاید یہ اس کام میں کئی ملین پاؤنڈز کا خرچ کر رہے ہیں لیکن انہیں پتہ نہیں کہ یہ غریب لوگوں کے پیسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت پڑتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ہمارے چھوٹے کام بھی بڑے ہو کر نظر آتے ہیں۔

یہاں یہ بھی بتا دوں کہ جب جماعت بڑھتی ہے تو مختلف قسم کی سوچ رکھنے والے اور کم تربیت والے یا پرانے احمدیوں میں سے بھی تربیت کی کمی کی وجہ سے ایسی سوچ رکھنے والے نظر آجاتے ہیں، گھروں میں بھی باتیں کرتے ہیں، بچوں کے سامنے بھی باتیں کرتے ہیں، بچوں کے ذہنوں میں بھی سوال اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں جو یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم کیوں اور کس لیے چندہ دیں؟ تو پہلے تو یہ عہدیداروں کا کام ہے کہ اپنے رویوں اور عمل سے لوگوں کے شکوک دور کریں۔ لوگوں میں اعتماد قائم ہو۔ پتہ ہو کہ جو چندہ لوگ دے رہے ہیں اس کا ایک خاص مصرف ہے اور وہ اسی مقصد کے لیے خرچ ہوتا ہے۔ دوسرے پیار سے انہیں سمجھائیں کہ مالی قربانی کی کیا اہمیت ہے۔ خدا تعالیٰ کی نظر میں یہ چیز کتنی اہم ہے اور یہ مالی قربانی جو کر رہے ہوتے ہیں تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا ان کو ملتی ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ یہ قربانی کہاں خرچ ہوتی ہے۔ اشاعتِ اسلام پر خرچ ہوتی ہے۔ ٹی وی چینل ہمارا چل رہا ہے اس پر بے شمار خرچ ہوتا ہے۔ کتب شائع ہو رہی ہیں۔ قرآن کریم کی اشاعت ہو رہی ہے۔ غریب بچوں کی تعلیم پر خرچ ہو رہا ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے پر خرچ ہو رہا ہے۔ مبلغین کی تعلیم اور ان کے ذریعہ تبلیغ پر خرچ ہو رہا ہے۔ مساجد بن رہی ہیں۔ اسی تعلق میں اَور بہت سے جماعت کے خرچ ہیں۔ تو یہ بات میں نے اس لیے نہیں کہی کہ خدانخواستہ لوگوں میں بہت زیادہ سوال اٹھنے لگ گئے ہیں۔ اس لیے بتائی ہے کہ

جب جماعت پھیلتی ہے تو پھیلاؤ کی وجہ سے شر پھیلانے والے اور شیطانی وساوس پیدا کرنے والے بھی آجاتے ہیں جو فتنہ کی کوشش کرتے ہیں اور کم تربیت یافتہ ذہنوں میں شکوک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت کے افراد ایسی پختہ سوچ رکھتے ہیں کہ انہیں پتہ ہے کہ نظام جماعت چلانے کے لیے اخراجات

کی ضرورت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کی راہ میں خرچ کرو۔

پس جماعت میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ لوگ اپنے پاس کچھ نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی نہ کسی ذریعہ سے انتظام کر کے خرچ کر دیتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسی قربانیوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے وعدہ کے مطابق کہ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:4) اور اس کو وہاں سے رزق دے گا اور دیتا ہے جہاں سے رزق آنے کا اسے خیال بھی نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس طرح اپنا وعدہ پورا کرتا ہے اور احمدی یہ نہیں کہ صرف قرآن کریم میں پڑھتے ہیں بلکہ آج بھی اس کو پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔ اس بارے میں اپنے تجربات لکھتے ہیں۔ میں اس کی مثالیں بھی پیش کروں گا۔ یہ کوئی پرانی باتیں نہیں ہیں کہ پرانے لوگوں کی کہانیاں ہم سن رہے ہوں بلکہ ایسے تجربات سے اللہ تعالیٰ آج بھی مومنوں کے ایمان مضبوط کرتا ہے اور نہ صرف جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل ہوتے ہیں، جو براہ راست فضل حاصل کر رہے ہیں ان کو فائدہ ہوتا ہے اور ان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے بلکہ جو ان کے قریب رہنے والے ہیں ان کے بھی ایمان مضبوط ہوتے ہیں۔ انہیں بھی اس مالی قربانی کا اس وجہ سے احساس ہوتا ہے اور وہ بھی پھر اپنی قربانیوں میں بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ میں مثالیں پیش کروں گا تو جو لوگ مجھے اپنی قربانیوں کے بارے میں خط لکھتے ہیں، ان کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نوازتا ہے۔

گنی کناکری کی ایک مثال ہے۔ مبلغ انچارج نے لکھا کہ جب میرے خطبے میں سے جو مَیں نے تحریک جدید کے چندے کے بارے میں دیا تھا بعض ایمان افروز واقعات پڑھ کے جماعت کو سنائے اور ان کو کہا کہ یہ نمونے تمہیں بھی دکھانے چاہئیں تو ایک خاتون میمونہ صاحبہ کا فون آیا اور انہوں نے کہا کہ گھر میں اخراجات کے لیے رقم نہیں تھی اور ان کے شوہر اپنے کام کے سلسلہ میں شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد ان کے والد نے انہیں ایک لاکھ گنی فرانک کی رقم تحفۃً دی جس پر وہ بتاتی ہیں کہ میں اس شش و پنج میں تھی کہ چندہ دوں یا گھر کے اخراجات کے لیے اس رقم کو استعمال کروں۔ پھر میں نے دعا کر کے آدھی رقم یعنی پچاس ہزار فرانک چندہ تحریک جدید میں ادا کر دی۔ وہ کہتی ہیں کہ اس بات کو چوبیس گھنٹے نہیں گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تین لاکھ فرانک کی رقم معجزانہ طور پر عطا کی جہاں سے مجھے کوئی گمان بھی نہیں تھا کہ رقم ملے گی۔ اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور **کہتی ہیں کہ میرے ایمان میں بھی بہت اضافہ ہوا۔**

کینیڈا کی ایک مجلس کی صدر کہتی ہیں کہ سیکرٹری تحریک جدید نے بجٹ کو پورا کرنے کی تحریک کی تو نادہندگان ممبرات کے بقایاجات کے ٹوٹل جب دریافت کئے گئے تو وہاں کے لحاظ سے وہ 325 ڈالر کی ایک معمولی رقم تھی۔ کہتی ہیں میں نے سوچا کہ میں اپنے پاس سے ہی ادا کر دیتی ہوں لیکن جب میں نے بنک اکاؤنٹ دیکھا تو وہاں تو کوئی رقم نہیں تھی بلکہ مائنس میں اکاؤنٹ تھا۔ تین ڈالر زائد خرچ ہوئے ہوئے تھے لیکن کہتی ہیں اگلے دن جب میں نے اکاؤنٹ چیک کیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ میرے اکاؤنٹ میں تین ہزار ڈالر سے بھی کچھ زائد رقم تھی۔ کہتی ہیں کہ یہ وہ رقم تھی جو بہت عرصہ سے pending تھی اور اس کے ملنے کی بھی کوئی صورت نہیں تھی

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب یہ نیت دیکھی کہ میں بقایا ادا کرتی ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ادائیگی کے سامان پیدا کر دیے اور فوری طور پر وہ رقم جو کافی عرصہ سے pending تھی وہ مل گئی۔

پھر ساؤتھ افریقہ سے ایک دوست شاہین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے تحریک جدید کے چندوں کی ادائیگی کی اور اپنے بنک اکاؤنٹ میں موجود آدھی رقم اس مدّ میں دے دی۔ کہتے ہیں یہ کوئی بڑی رقم نہیں تھی مگر ان کو مدنظر یہ تھا کہ تحریک جدید کی ادائیگی کا یہ آخری مہینہ ہے۔ اگر اب چندہ نہ دیا تو پھر موقع ملے یا نہ ملے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ ادائیگی کر دی اور کہتے ہیں اسی دن ان کے والد صاحب بھی انہیں ملنے آئے اور انہوں نے کہا کہ انہوں نے کچھ رقم ٹرانسفر کی ہے جو انہیں مل جائے گی اور ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ شاہین صاحب کہتے ہیں جو رقم ان کے والد صاحب سے ملی وہ چندہ تحریک جدید میں دی گئی رقم سے بیس گنا زیادہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے والد صاحب سے ملنے والی اس رقم پر پھر چندہ ادا کر دیا اور پھر کہتے ہیں کہ جب میں نے کہا کہ میری آمد بڑھ گئی اور مجھے کہیں سے رقم اللہ تعالیٰ نے دے دی جہاں سے مجھے امید نہیں تھی پھر جب چندہ ادا کیا تو اسی دن شام کو ان کے کام کی جگہ سے مالکن کا فون آیا کہ تم اگر خواہش رکھتے ہو تو ہم تمہیں دبئی میں ایک نوکری دینا چاہتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے ہاں کر دی اور اس طرح ان کا بیرون ملک میں ایک بہت اچھے روزگار کا بھی بندوبست ہو گیا۔ کہتے ہیں **یہ دو واقعات اتفاقی نہیں ہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل محض چندہ دینے سے اور قربانی کرنے سے ہوا ہے۔**

پھر آسٹریلیا کے مربی صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت کے ایک ممبر بتاتے ہیں کہ انہوں نے چندہ دینے کا وعدہ کیا۔ ان کے مالی حالات ٹھیک نہیں تھے۔ وعدے کے مطابق جب چندہ ادا کیا تو دل میں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے تو خدا تعالیٰ مجھے سو گنا بڑھا کر دے گا۔ اس طرح بھی بعض سوچ رکھتے ہیں۔ انہوں نے ایک پلاٹ خریدا ہوا تھا جس کی ویلیو بڑھنے کی کوئی خاص امید نہیں تھی لیکن چندے کی ادائیگی کے بعد کہتے ہیں کہ معجزانہ طور پر اس پلاٹ کا منافع سو گنا سے بھی زیادہ بڑھ گیا اور کہتے ہیں اس بات **پر میرا پختہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مالی قربانی کو قبول کرتے ہوئے یہ فضل فرمایا۔**

پھر مبلغ قزاخستان لکھتے ہیں کہ وہاں ایک لوکل مخلص احمدی علی بیگ صاحب ہیں۔ انہوں نے دس ہزار تینگے (Tenge) جو اُن کی کرنسی ہے تحریک جدید وغیرہ میں ادا کیے اور کہتے ہیں اس کے بعد میں کام پر چلا گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد کمپنی کے اعلیٰ افسر نے مجھے بلایا اور کہا کہ ہماری کمپنی کو اس دفعہ بہت منافع ہوا ہے۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ پوری کمپنی میں سے تین لوگوں کو اچھا کام کرنے پر ایک لاکھ کا بونس دیں گے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس چندے **کی وجہ سے دس گنا کر کے مجھے عطا کر دیا اور اس کی مجھے کوئی امید نہیں تھی۔**

پھر برمنگھم یوکے سے بھی ایک صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے اپنی فیملی کے ساتھ 2016ء میں بیعت کی تھی اور بیعت سے پہلے مالی حالات کافی خراب تھے اور قرض بھی بہت زیادہ تھا۔ جماعت میں آ کے جب اپنی حیثیت کے مطابق چندوں کی ادائیگی شروع کی بلکہ بعض دفعہ حیثیت سے بڑھ کر بعض تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا تو کہتے ہیں بیعت کے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے کہ میری اہلیہ کو ایک سکول کے پروگرام میں تبلیغی سٹال لگانا تھا، میں

نے اپنے کام سے چھٹی لے لی تا کہ بچوں کو سنبھال سکوں۔ اس چھٹی کی وجہ سے سو پاؤنڈ کا نقصان ہونا تھا۔ اس وقت کے مالی حالات اچھے نہیں تھے اور ہمارے لیے یہ بہت بڑی رقم تھی۔ بہر حال کہتے ہیں کہ میں نے سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ کے کام کے لیے چھٹی لینی ہے قربانی دینی چاہیے تو میں نے رخصت لے لی لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ اَور سوچ رکھا تھا۔ کہتے ہیں جب میری اہلیہ اپنا کام ختم کر کے گھر پہنچی ہیں تو میرے باس کا فون آیا کہ اگر ہو سکے تو ایک گھنٹے میں کام کی جگہ پہنچ جاؤ کیونکہ ایمرجنسی کام آگیا ہے۔ کہتے ہیں میں نے فوراً روانگی کی۔ اس دن صرف ایک گھنٹہ کام کیا اور پورے دن کے پیسے سو پاؤنڈ مل گئے۔ گھر آ کر میں نے اپنی اہلیہ کو بتایا۔ دونوں نئے نئے احمدی ہوئے تھے۔ کئی **روز تک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام پا کر خوش ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔**

وکیل المال تحریک جدید قادیان کہتے ہیں: جماعت احمدیہ کروالائی صوبہ کیرالہ، انڈیا کے ایک دوست ہیں، بڑے صاحب حیثیت ہیں۔ اچھے کاروباری ہیں اور تحریک جدید کی ادائیگی میں غیر معمولی جوش بھی رکھتے ہیں۔ ہر سال بڑی خطیر رقم پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اس سال کورونا کے حالات کی وجہ سے مالی وسائل ایسے نہیں تھے کہ بڑی رقم دے سکیں۔ حصہ آمد وغیرہ دوسرے چندوں کی ادائیگی تو کر دی لیکن تحریک جدید کی ادائیگی کے لیے گنجائش نہیں تھی۔ کہنے لگے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ چندے کی ادائیگی کی توفیق عطا فرماتا ہے ابھی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آ رہی لیکن بہر حال توکّل تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور انتظام کر دے گا تو میں ادا کروں گا۔ کہتے ہیں اختتام سے صرف دو دن پہلے دس لاکھ روپے کی بڑی رقم انہوں نے تحریک جدید میں پیش کی۔ کہتے ہیں جمعہ کے دن مربی صاحب نے خطبہ کے دوران چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کی طرف پھر توجہ دلائی اور کچھ پرانے واقعات میرے خطبہ میں سے پڑھ کے ان لوگوں کو سنائے۔ بہت متاثر ہوا اور دس لاکھ کے بجائے تقریباً اٹھارہ لاکھ روپے کا چندہ پیش کیا اور اس کے بعد ان کو امید ہے کہ ایک پراجیکٹ جو سرکاری تھا وہ مل جائے گا اور یہ کہتے ہیں اگر وہ مجھے مل گیا تو تحریک جدید میں اَور بڑی رقم بھی ادا کروں گا۔ بہر حال امراء میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے **احمدیوں میں ایسا طبقہ ہے جو قربانی کا جذبہ رکھتا ہے اور جو پیسے آتے ہیں تو چھپاتے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔**

برکینا فاسو کے مبلغ حبیب صاحب لکھتے ہیں کہ ایک ممبر ہمارے سورے سعیدو (Sore Seydou) صاحب ہیں۔ سترہ سو فرانک سیفا ان کا بقایا تھا اور سال ختم ہونے میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا تھا تو بہر حال انہوں نے کوشش کر کے دو ہزار سیفا ادا کر دیا جو بقایا سے کچھ زیادہ تھا۔ کہتے ہیں کہ چندہ ادا کیے ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ کسی واقف کار نے دس ہزار فرانک مجھے بھیج دیا اور پھر ایک گھنٹے میں مزید دس ہزار فرانک سیفا بھیج دیا اور ساتھ فون کر کے کہا کہ یہ کُل بیس ہزار فرانک سیفا بطور تحفہ میں نے تمہیں بھیجے ہیں تو سعیدو صاحب کہتے ہیں کہ اس واقف کار نے آج تک مجھے کوئی پیسے نہیں بھیجے اور یہ پہلی دفعہ ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دو ہزار فرانک بقایا ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے بڑھا کر بیس ہزار فرانک سیفا دو گھنٹے کے اندر اندر ادا کروا دیا تو **اس طرح لوگوں کے ایمان بھی بڑھتے ہیں۔**

سیرالیون میں ایک جگہ لنگی (Lungi) ہے۔ اس ریجن کے معلم عبداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ بڑی عمر کے ایک ممبر پاء جے۔ ایم۔ کائن (Pa J.M.Kaine) صاحب ہیں۔ ان کا پچھلے سال تحریک جدید کا وعدہ پچیس

ہزار لیون تھا اور اس سال انہوں نے وعدہ پچاس ہزار لیون لکھوایا۔ وہ مالی لحاظ سے مشکلات کا بھی شکار تھے جب تحریک جدید کی وصولی کے بارے میں اعلان کیا گیا تو انہوں نے لوکل مشنری سے پوچھا کہ میرا وعدہ کتنا ہے؟ جب انہوں نے بتایا کہ پچاس ہزار لیون تو بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے کہا یہ کس طرح میں نے لکھوا دیا ہے۔ میں تو خود ادا نہیں کر سکتا۔ بہر حال ان کو کہا کہ یہ آپ نے خود ہی لکھوایا ہے۔ بہر حال خاموش ہو گئے۔ اگلے ہفتے کہتے ہیں انصار کی میٹنگ تھی اور آ کے بتایا کہ میرے پاس ساٹھ ہزار لیون تھے۔ بیس ہزار لیون میں گھر چھوڑ آیا ہوں اور چالیس ہزار لیون چندہ تحریک جدید میں ادا کرنے کے لیے لایا ہوں۔ اب میرے پاس واپس جانے کا کرایہ بھی نہیں ہے۔ بہر حال کہتے ہیں میں نے انہیں کہا کہ آپ نے قربانی کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا انتظام کر دے گا۔ کہتے ہیں پیدل ہی گھر جا رہے تھے کہ رستے میں ایک پرانا جاننے والا مل گیا۔

بڑے عرصے بعد اس سے ملاقات ہوئی تھی اور دوست سے باتیں کرتے رہے۔ جب وہ دوست جانے لگا تو جاتے جاتے تیس ہزار لیون نکال کے ان بزرگ کو تحفہ دے دیا۔ پھر یہ بزرگ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ایک جاننے والی خاتون تھیں ان کا پتہ کرنے کے لیے ان کی صحت کے بارے میں پوچھنے کے لیے گھر چلا گیا۔ جب وہاں سے اٹھ کے جانے لگا تو اس نے دس ہزار لیون دیا اور کہنے لگی یہ کرایہ کے طور پر استعمال کر لیں اور کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کی چندے میں دی ہوئی رقم ان کو اسی طرح لوٹا دی۔ پھر انہوں نے اس سے وعدہ بھی پورا کر دیا جو پچاس ہزار کا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ صرف یہی نہیں اس کے بعد ایک اَور فضل بھی ہوا کہ ایک عزیز بیرون ملک مقیم تھے۔ ان کا فون آیا اور انہوں نے کہا کہ کافی عرصہ سے آپ سے رابطہ نہیں ہو سکا اور میں آپ کو بطور تحفہ چار لاکھ لیون بھجوا رہا ہوں۔ صرف برابر کی رقم نہیں دی بلکہ دس گنا بڑھا کے بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کروا دی اور اس طرح کہتے ہیں کہ **مجھے اپنی قربانی کرنے کی بھی توفیق مل گئی اور میرے ایمان میں بھی اضافہ ہوا۔**

پھر گنی کناکری کاریجن بوکے (Boke) ہے۔ وہاں کے ایک گاؤں کے مشنری کہتے ہیں کہ تحریک جدید کے چندوں کی وصولی کے سلسلہ میں ہفتہ تحریک جدید منایا گیا۔ خطبہ جمعہ میں توجہ دلائی۔ انفرادی طور پر گھروں میں دورہ بھی کیا۔ ایک مخلص احمدی دوست جبریل صاحب ہیں جو پیشے کے لحاظ سے بڑھئی ہیں۔ ان کے گھر گئے اور انہیں چندے کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے کہا کہ میں نے آج کے اخراجات کے لیے بیس ہزار فرانک رکھے ہوئے تھے وہ میں سب چندے میں ادا کرتا ہوں۔ اب اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں لیکن دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری قربانی قبول فرمالے۔ جبریل صاحب بتاتے ہیں کہ پچھلے تین ماہ سے انہوں نے ایک لکڑی کا بیڈ فروخت کرنے کے لیے تیار کیا ہوا تھا لیکن کوئی خریدار نہیں آ رہا تھا۔ چندے کی ادائیگی کے کچھ ہی دیر بعد ایک شخص بیڈ خریدنے آ گیا اور اس نے ایک ملین اور پانچ لاکھ فرانک میں وہ خرید لیا۔ اس پر جبریل صاحب نے فوراً ہمارے مشنری کو فون کیا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہماری قربانی کو قبول کیا بلکہ کئی گنا بڑھا کر اس نے ہمیں **لوٹا دیا ہے اور یہ بات وہ اپنے دوستوں کو بھی بتاتے ہیں تا کہ ان کے بھی ایمان مضبوط ہوں۔**

منیر حسین صاحب فری ٹاؤن سیرالیون کے مبلغ ہیں۔ کہتے ہیں کہ خادم صوفی سونگو (Sufi Songo)

صاحب پڑھائی کر رہے ہیں۔ طالب علم ہیں اور پڑھائی کے سلسلہ میں مسجد میں مقیم ہیں۔ جب انہوں نے میرا خطبہ سنا۔ ریکارڈنگ سنی ہو گی یا گذشتہ سال کا تحریک جدید کا خطبہ سنا ہو گا جس میں مالی قربانی کرنے والے لوگوں کا میں نے ذکر کیا تھا تو کہتے ہیں: میں نے بڑی توجہ سے سارا خطبہ سنا اور میرے اندر اس بات کا بہت جوش اور جذبہ پیدا ہوا کہ کاش میں بھی مالی قربانی میں حصہ لے سکتا لیکن مشکل یہ تھی کہ میں طالب علم ہوں اور کوئی بھی کام نہیں کرتا اور پڑھائی کا خرچہ بھی مشکل سے پورا ہوتا ہے لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود میرے اندر بہت بے قراری پیدا ہوئی۔ میں نے سیکرٹری تحریک جدید کو اپنا پانچ لاکھ لیون کا وعدہ لکھوا دیا جو کہ میرے لیے بہت مشکل تھا۔ اس کے بعد میں ان کی ادائیگی کے لیے کچھ پریشان ہوا اور رات دن میں نے دعائیں کرنی شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی سامان پیدا فرمائے اور میں اپنا وعدہ پورا کر سکوں۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد میرا ایک رشتہ دار اپنے بیٹے کو لے کر آیا کہ اسے احمدیہ سکول میں داخل کروانا ہے۔ میں نے سکول کے پرنسپل سے بات کی تو انہوں نے بچے کو داخلہ دے دیا۔ بچے کے والد نے مجھے ایک لاکھ لیون دیے اور کہا کہ تمہارے کھانے وغیرہ کے کام آئیں گے یہ رکھ لو۔ اس دن کہتے ہیں میرے پاس کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا لیکن میں نے یہ ساری رقم چندہ تحریک جدید میں ادا کر دی کہ وعدہ جو ہے اس کا کچھ حصہ تو پورا ہو۔ کچھ دن بعد کہتے ہیں کہ ایک نامعلوم نمبر سے فون آیا کہ ایک کام کرنا ہے اور اس کا اچھا معاوضہ بھی ادا کریں گے۔ کیا تم تیار ہو؟ میں نے فوراً حامی بھر لی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کام کے معاوضہ کے طور پہ مجھے ایک ملین لیون ملے جس سے میں نے اپنا وعدہ تحریک جدید فوری طور پہ ادا کر دیا۔

گیبون کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں ایک نومبائع عیسیٰ دیندانے (Dindane Issa) صاحب ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ بیعت اور باقاعدگی کے ساتھ چندہ کی ادائیگی سے قبل میری حالت یہ تھی کہ بسا اوقات دو ہفتے یا تین ہفتے گزر جاتے تھے مگر کام نہیں ملتا تھا مگر جب سے باقاعدگی سے چندہ ادا کرنا شروع کیا ہے تو اب تقریباً روزانہ ہی کام مل جاتا ہے اور یہ بڑی دور سے آ کے باقاعدہ چندہ ادا کرتے ہیں بلکہ جتنا چندہ ادا کرتے ہیں اتنا ہی ٹیکسی کا کرایہ بھی دیتے ہیں اب ان کا **انتظام کیا گیا ہے کہ بجائے دوہرا خرچ کرنے کے اپنے گھر سے ہی چندہ بھجوا دیا کریں۔**

اردن سے ایک خاتون فجر عطایا صاحبہ کہتی ہیں کہ مجھے احمدیت میں داخل ہوئے بائیس سال ہو گئے ہیں۔ جب سے میں احمدی ہوئی ہوں میں نے دیکھا ہے کہ میں جب بھی چندہ دینے کی نیت کرتی ہوں اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرما کر پیسوں کا انتظام کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ تو بالکل اتنے ہی پیسے آ جاتے ہیں جتنے چندہ دینے کی نیت ہوتی ہے۔ یہ جماعت کی برکت ہے۔ کہتی ہیں میں نے انجینئرنگ کی ہوئی ہے۔ گھر پر ہی کچھ کام مل جائے تو کر لیتی ہوں۔ میری عادت ہے کہ چندہ جات کے لیے اپنے خاوند سے پیسے نہیں لیتی کیونکہ اکثر ان کا ہاتھ تنگ ہوتا ہے بلکہ اپنی ذاتی کمائی سے چندہ دیتی ہوں۔ اس سال میں نے سمجھا کہ میں نے تحریک جدید چندہ ادا کر دیا ہے لیکن درحقیقت میں بھول گئی تھی۔ جب یاددہانی کروائی گئی تو میرے پاس ایک دینار بھی نہیں تھا۔ میں اسی فکر میں تھی کہ چندہ کیسے ادا ہو گا؟ لیکن ایک طالبہ میرے پاس آئی کہ مجھے ٹیوشن پڑھا دیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹیوشن فیس سے چندہ بھی ادا ہو جائے گا اور کچھ بچ بھی جائے گا۔

برکینا فاسو کی بوکوبدَالہ (Bokubadala) ایک جماعت ہے۔ وہاں کے صدر جماعت بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس کچھ غیر از جماعت دوست آئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ آپ لوگوں کی فصلوں کو دیکھ کر حیران ہیں کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ آپ لوگوں نے جماعت کے تعمیر ہونے والے سکول میں زیادہ وقت دیا ہے جبکہ آپ کی فصلوں کی دیکھ بھال کرنے والا پیچھے کوئی نہیں تھا لیکن باوجود اس کے آپ کی فصلیں ہماری نسبت زیادہ اچھی ہیں۔ اس کے برعکس ہم لوگوں نے اپنا سارا وقت اپنی زمینوں کو دیا ہے لیکن پھر بھی ہماری فصلیں اتنی اچھی نہیں ہوئیں جتنی آپ لوگوں کی ہوئی ہیں۔ اس پر صدر صاحب نے انہیں بتایا کہ ہم سب لوگوں نے یہ وقار عمل اللہ تعالیٰ اور جماعت کے لیے کیا تھا اور جتنا وقت ہم سکول کو دیتے تھے ساتھ یہ دعا بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تُو ہی ہماری فصلوں کی حفاظت کرنا کیونکہ ہم نے تجھ پر ہی توکّل کیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے **ہماری دعاؤں کو سن لیا اور ہماری فصل بھی اچھی ہو گئی اور اب ہم نے چندہ بھی اس کے مطابق ادا کر دیا۔**

بچے بھی کس طرح قربانی کا شعور رکھتے ہیں۔ ایسے بچے جو غریب ممالک میں ہیں اور ایسا شعور ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کے بچوں کو، پڑھے لکھے بچوں کو بھی بعض جگہ یہ شعور نہیں ہے۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ حسین یوسف صاحب زنجبار کے علاقے کے مبلغ کہتے ہیں۔ بچے مسجد سے باہر کھیل رہے تھے تو ایک بزرگ وہاں سے گزرے انہوں نے خوش ہو کر بچوں کو ٹافیاں خریدنے کے لیے چودہ سو شلنگ دیے۔ بچے پیسے لے کر ایک احمدی دکاندار کے پاس گئے اور ان پیسوں کے سکے تبدیل کروا لیے۔ چھوٹا چینج کروالیا۔ اور اپنے اپنے حصوں کے پیسے بجائے ٹافیاں خریدنے کے چینج کرا لیے۔ نوٹ تڑوالیا اور سب بچے سکے لے کر مسجد آئے اور اپنے اپنے حصے کے پیسوں میں سے ایک ایک سو شلنگ چندہ ادا کیا اور بڑی خوشی سے اپنی اپنی رسید اپنے پاس رکھی۔ جب احمدی دکاندار **کو علم ہوا کہ بچوں نے چندہ ادا کرنے کے لیے سکے تبدیل کروائے تھے تو اس کی بھی حیرت کی انتہا نہیں رہی۔ اور یہی بچے ہیں جو ان شاء اللہ جماعت احمدیہ کی مضبوط بنیادیں بن جائیں گے۔**

پھر بچوں کی قربانی کا ایک اور عجیب نظارہ ہے۔ یہ بھی تنزانیہ کا ہی ہے۔ اس کے بارے میں سموئے (Samuye) کے معلم لکھتے ہیں کہ جماعت میں تین بچے ہیں جو چوتھی جماعت میں پڑھتے ہیں، باقاعدگی سے مسجد میں تعلیمی اور تربیتی کلاسز میں شامل ہوتے ہیں۔ تینوں بچوں کے گھرانے مالی لحاظ سے غریب ہیں۔ کوئی مستقل آمدنی کا ذریعہ نہیں۔ گذشتہ ماہ سے یہ آپس میں مقابلہ کرتے تھے اور مقابلے میں چندہ تحریک جدید ادا کرنے کی طرف ان کی دوڑ لگی ہوئی تھی۔ ہر ایک علیحدگی میں اپنا چندہ لاتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ جتنی بھی رقم اس کے پاس موجود ہے وہ ادا کرے اور اس طرح انہوں نے کسی نے پانچ سو، کسی نے چار سو، سات سو شلنگ جو بھی ان کے پاس تھا دیا اور کہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ تم جو یہ چندہ تحریک جدید لاتے ہو، یہ پیسے کہاں سے لے کے آتے ہو؟ ایک نے بتایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ جنگل میں لکڑیاں کاٹنے میں مدد کرواتا ہوں تو جیب خرچ کے طور پر جو پیسے ملتے ہیں اس میں سے چندہ تحریک جدید کے لیے رکھ لیتا ہوں اور کہتے ہیں کہ جب سے میں نے چندہ ادا کرنا شروع کیا ہے ہمیشہ لکڑیوں کے گاہک فوری طور پہ مل جاتے ہیں اور کبھی نقصان نہیں ہوا۔ دوسرے بچے نے بتایا کہ

وہ بھی اپنی جیب خرچ میں سے چندے کی رقم علیحدہ کرتا ہے۔ تیسرے بچے نے بتایا کہ اس کے گھر کے قریبی درختوں پر پھل وغیرہ لگتے ہیں۔ کبھی کبھار وہ اپنے کھانے کے لیے پھلوں سے زائد کو بیچ بھی دیتا ہے جس سے حاصل ہونے والی رقم سے چندہ ادا کر دیتا ہے۔ ان تینوں بچوں نے چندے کی برکات کا بھی بیان کیا کس طرح چندہ کی ادائیگی سے ان کی زندگی میں سکون محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو ایمان و اخلاص میں بڑھاتا چلا جائے۔ یہ ہے ایمان جس سے ہمارے بچے بھی مزہ لوٹتے ہیں۔

بیلیز، دنیا کے بالکل دوسرے کونے سے ایک اَور بچے کی مثال۔ **ایک، ایک کونہ، ایک دوسرا کونہ لیکن سوچیں کیسی ایک جیسی مثالیں ہیں۔** مبلغ انچارج بیلیز لکھتے ہیں کہ بیلیز میں ایک چودہ سال کے بچے نے مسجد کی تعمیر کے دوران اپنی ساری جمع پونجی مسجد کے لیے پیش کی۔ اس نے تحریک جدید میں بھی قربانی کی ایک اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔ بچہ بہت غریب ہے۔ بہت غریب گھرانے سے اس کا تعلق ہے۔ مشکل سے ان کے والد گھر کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جب مربی صاحب نے تحریک جدید کی اہمیت کے بارے میں بتایا تو اس بچے نے ایک ڈالر پیش کیا اور کہا کہ یہ میرے گھر والوں کی طرف سے ہے اور مربی صاحب بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کے لیے مالی لحاظ سے اتنی قربانی کرنا بھی بہت بڑی بات تھی لیکن اس بچے دانیال نے کہا کہ میرا نام اس میں نہ لکھیں۔ یہ میں نے اپنے گھر والوں کی طرف سے دیا ہے۔ میں اپنا حصہ بعد میں دوں گا۔ چنانچہ اگلے دن اس بچے نے مزید دس ڈالر پیش کیے اور کہا مجھے یقین ہے کہ اللہ ہمارے گھر والوں پر ضرور فضل کرے گا۔ اپنی طرف سے بھی ساتھ ہی پیش کر دیے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ نئے شامل ہونے والوں کے دل میں قربانی کا جوش پیدا فرماتا ہے اور کس طرح انہیں نوازتا ہے۔

اس بارے میں **مراکش** کے ایک صاحب نور الدین صاحب کہتے ہیں 2017ء میں بیعت کے بعد مالی قربانی میں حصہ لینا شروع کیا تو اس وقت میری آمدن بالکل معمولی تھی۔ کہتے ہیں ایک دن جماعت کی ویب سائٹ پر انہوں نے میرا خطبہ سناجہاں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اور دیگر احمدیوں کی مالی قربانیوں کا بتا رہا تھا۔ تو کہتے ہیں کہ اس سے میرے دل میں ایک جوش پیدا ہوا اور چند دن کے بعد صدر جماعت مراکش سے میں نے کہا کہ میں نظام وصیت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ انہوں نے بعض شرائط اور فرائض بتائے جس سے میرا جوش مزید بڑھا اور وصیت کر لی۔ پھر چند ماہ بعد میرے حالات بہتر ہو گئے اور مجھے ایک کمپنی میں اچھی تنخواہ والا جاب مل گیا۔ میں اب اسی کمپنی میں ایک اَور شہر میں بطور مینیجر کام کر رہا ہوں۔ میری تنخواہ صرف تین سال میں تین گنا ہو چکی ہے۔ کمپنی کا اعتماد مجھ پر اس حد تک بڑھا کہ جب میں مراکش کے دارالحکومت سے دوسرے شہر جانے لگا تو مجھے مینیجر نے کہا کہ اگر تمہاری طرح کام کرنے والا کوئی اور احمدی ہو اور جاب چاہتا ہو تو بتاؤ۔ کہتے ہیں یہ سن کر میں بڑا جذباتی ہوا۔ آنکھوں میں آنسو آئے۔ میں نے اپنے شہر کے ایک احمدی دوست سے بات کی اور اسے یہ جاب مل گئی۔ اسے بھی اب مینیجر بنا دیا گیا ہے۔ تو کہتے ہیں چندہ دینے کی وجہ سے میری فیملی کا مجھ پر پریشر ہے اور بعض رشتہ داروں کی طرف سے بھی استہزا کا سامنا ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ **مجھے چندے کی ادائیگی کی وجہ سے کبھی مالی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔**

آسٹریلیا کے مربی صاحب پرتھ سے لکھتے ہیں کہ ایک خادم ہے جس نے ابھی اس سال کا تحریک جدید کا

چندہ ادا نہیں کیا ہوا تھا۔ چندہ ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی تو اس نے بتایا کہ کووِڈ کی وجہ سے کام نہیں ملا۔ مالی مشکلات ہیں لیکن چند روز بعد دوبارہ ملا تو اس نے بتایا کہ میں نے اپنا چندہ پورا کرنے کے لیے گھر کا کچھ سامان تھا وہ بیچا ہے تا کہ چندہ ادا کر سکوں اور کہتے ہیں جیسے ہی میں نے ایسا کیا ابھی کچھ دن گزرے تھے کہ مجھے کام کے اعتبار سے چار نئے کنٹریکٹ مل گئے اور ساتھ ہی ایک نئی جاب بھی مل گئی جو سارے ایکسپینسز، (All Expenses Paid Job) تھی اور اس کی انکم بھی پہلے سے زیادہ بڑھ کر تھی اور پھر میں نے دیکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اپنے گھر کا سامان بیچ کے میں نے چندہ ادا کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً لوٹا بھی دیا۔

پھر آسٹریلیا ساؤتھ کے ایک دوسرے شہر کے سیکرٹری تحریک جدید کہتے ہیں۔ ایک مخلص دوست کا چندہ تحریک جدید بقایا تھا۔ جب توجہ دلائی گئی تو وہ کہتے ہیں میں نے اپنا گھر بیچنے کے لیے لگایا ہوا ہے جونہی گھر بکے گا میں ادائیگی کر دوں گا۔ دو دن کے بعد اس کو فون آیا اور انہوں نے کہا کہ اللہ کے فضل سے میرا گھر غیر متوقع طور پر منافع میں بکا ہے اور انہیں یقین تھا کہ چندہ کی ادائیگی کے وعدہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وعدے سے چھ گنا زیادہ تحریک جدید میں چندہ کی ادائیگی کر دی۔ اللہ تعالیٰ جب دنیاوی منافعوں سے بھی نوازتا ہے تو اس سے بھی ایک احمدی کی اس طرف توجہ ہوتی ہے کہ یہ میرے کسی کمال کی وجہ سے **نہیں بلکہ قربانی کا نتیجہ ہے اور یہ ایک احمدی کی سوچ ہے کسی اور کو یہ سوچ نہیں آسکتی۔**

ارجنٹائن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ مَیں نے مالی قربانی کی طرف توجہ دلانے کے لیے ایک مضمون لکھا اور اس میں میرے خطبہ کے یہ الفاظ لکھے کہ نومبائعین کو بتایا جائے کہ مالی قربانی دینی ضروری ہے۔ ان کو بتائیں کہ تمہارے پاس جو احمدیت کا پیغام پہنچا ہے یہ تحریک جدید میں مالی قربانی کرنے والوں کی وجہ سے پہنچا ہے اس لیے اس میں شامل ہوں تا کہ تم اپنی زندگیوں کو بھی سنوارنے والے بنو اور اس پیغام کو آگے پہنچانے والے بھی بنو۔ یہ اقتباس انہوں نے میرے خطبہ سے لیا اور شائع کیا۔ کہتے ہیں جب یہ مضمون افراد جماعت کو بھجوایا گیا تو ایک خادم انس حزقیل (Anas Ezequiel) صاحب نے میرے سے رابطہ کیا اور کہا کہ وہ تحریک جدید کے چندے کی ادائیگی کے لیے مشن ہاؤس آنا چاہتے ہیں۔ سخت گرمی کے باوجود سکول کی چھٹی کے فوراً بعد پبلک بس پر ایک گھنٹے سے زائد سفر کر کے وہ مشن ہاؤس پہنچے اور ایک ہزار ارجنٹین پیسو (Argentine peso) تحریک جدید کے لیے پیش کیے۔ کہتے ہیں مجھے بڑا تعجب ہوا۔ ان کے معاشی حالات ایسے نہیں تھے اور ابھی خود سکول کے طالب علم ہیں۔ ان کی آمد کا خاص ذریعہ بھی نہیں تھا۔ فیملی کے حالات بھی اتنے اچھے نہیں تھے۔ کہتے ہیں پیسوں کی قلت کی وجہ سے اس دن موصوف نے خود بھی دوپہر کا کھانا نہیں کھایا ہوا تھا۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ان کے دل پر خلیفہ وقت کے اس اقتباس نے خاص اثر پیدا کیا ہے کہ نومبائعین کو بھی تحریک جدید میں اس لیے شامل ہونا چاہیے کیونکہ ان تک احمدیت کا پیغام تحریک جدید کے توسط سے پہنچا ہے۔ کہنے لگے کہ ایک طرف میں نے یہ الفاظ پڑھے اور دوسری طرف اسی دن قرآن کی آیت کا مطالعہ کیا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شہداء اور ان کی قربانیوں کو فوت شدہ مت خیال کرو بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں۔ کہنے لگے کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی ایسی قربانی

کروں جس کے فوائد اور نتائج میرے فوت ہونے کے بعد بھی زندہ رہیں۔ کہنے لگے کہ میری فیملی نے جو سب غیر مسلم ہیں میری سالگرہ کے موقع پر کچھ رقم تحفہ کے طور پر دی تھی۔ چنانچہ اس رقم میں سے جو بھی میرے پاس اس وقت باقی تھا وہ سب کا سب میں نے تحریک جدید میں پیش کر دیا ہے تا کہ اس رقم سے دوسروں تک احمدیت کا پیغام پہنچ سکے جس طرح کہ مجھ تک پہنچا ہے۔ یہ ہے جو احمدیت قبول کرنے کے بعد لوگوں میں انقلابی حالت پیدا ہوتی ہے۔

نئے احمدی ہوں یا پرانے، کوئی بھی جب سنتا ہے کہ جماعت احمدیہ کس طرح پیسے خرچ کرتی ہے اور کہاں **کہاں خرچ کرتی ہے تو اس کا ایک خاص اثر ہوتا ہے۔**

جن جماعتوں میں اس طرف توجہ کم ہے اگر وہ اس طرف توجہ دیں اور مقاصد بتائیں اور اہمیت بتائیں تو **ان کے چندے بڑھ سکتے ہیں۔** بہر حال لائبیریا کا ایک واقعہ ہے۔ ایک لوکل معلم مرتضیٰ صاحب ہیں اور ایک ایسی جماعت میں ہیں جہاں زیادہ تر نومبائعین ہیں اور عیسائیت سے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ تحریکِ جدید کے سلسلہ میں اپنی ایک جماعت کے دورے پر گئے جس وقت وہ گاؤں پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا۔ زیادہ تر لوگ باہر اپنے کھیتوں میں کام کے لیے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں موجود لوگوں کو بتایا کہ میں آج رات یہیں قیام کروں گا اور اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک سو فیصد احباب اس بابرکت تحریک میں شامل نہ ہو جائیں۔ رات کو جب سب لوگ گاؤں واپس آئے تو انہوں نے ساری جماعت کے سامنے تحریک جدید کی عظیم تحریک کا پس منظر اور اہمیت بیان کی اور سب کو شامل ہونے کی تحریک کی۔ اللہ کے فضل سے سب احباب نے اور خواتین نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا۔ اگلی صبح جب واپس جانے لگے تو کسی نے کہا کہ ایک دوست الفانسو صاحب ہیں جو دو ماہ سے باہر اپنے کھیتوں میں رہ رہے ہیں اور وہ تحریک جدید میں شامل نہیں ہوئے لیکن آپ ان کے پاس پہنچ نہیں سکتے کیونکہ ایک تو ان کی زمین بہت دور ہے۔ دوسرے بارشوں کی وجہ سے راستہ بھی بند ہے۔ معلم صاحب نے کہا کہ میں ان کے پاس بھی پہنچوں گا تا کہ آپ کی جماعت کے سو فیصد احباب اس بابرکت تحریک میں شامل ہوں۔ احباب جماعت نے روکنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے اصرار کیا۔ کچھ دوست بہر حال ان کے ساتھ ہو لیے۔ اڑھائی گھنٹے کے پیدل سفر کے بعد جب یہ لوگ الفانسو صاحب کے پاس پہنچے تو ان کو بھی حیرت ہوئی اور خوشی بھی ہوئی۔ فوری طور پر انہوں نے تحریک جدید کا چندہ ادا کیا۔ الفانسو صاحب کے بیوی بچے بھی ان کے ساتھ ہی مقیم تھے۔ بیوی ابھی احمدی نہیں ہوئی تھی۔ یہ سارا منظر دیکھ کر اس کی بیوی نے کہا کہ میں احمدیوں کے دین کی خدمت کے جذبہ سے بہت متاثر ہوئی ہوں چنانچہ آج سے میں بھی اس جماعت میں داخل ہوتی ہوں اور میرے بچے بھی اس جماعت کا حصہ ہوں گے۔ اس طرح اس کی برکت سے ایک خاندان کو احمدیت میں شامل ہونے کی بھی توفیق مل گئی۔

بیعت میں آنے کے بعد کس طرح لوگوں کو ادراک ہوتا ہے کہ مالی قربانی کس قدر ضروری ہے۔

مالی سے ایک مبلغ لکھتے ہیں: ایک ریجن میں ایک صاحب سیڈو صاحب ہیں۔ ایک روز احمدیہ مشن ہاؤس کیتا میں تشریف لائے اور یہ کہتے ہوئے اپنا تحریک جدید کا چندہ پیش کیا کہ تحریک جدید کا سال ختم ہونے والا تھا اور میں کافی دنوں سے پریشان تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے توفیق دے اور میں تحریک جدید کا کیا ہوا وعدہ پورا کر سکوں اور آج

مجھے خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے اور میں آیا ہوں۔ ایک ٹانگ سے معذور تھے۔ ان کو جب کہا گیا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی، بتا دیتے ہم خود آپ کے پاس پہنچ جاتے۔ تو بڑے جوش سے بولے کہ میں نے امام مہدی کو مانا ہے اور میں ظاہری جسمانی کمزوری کے باوجود اپنے آپ کو کچھ تندرست لوگوں سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے دین کا درد رکھتا ہوں اور شاید ایسی حالت میں میرا خدا تعالیٰ کے دین کی بہتری کے لیے یہاں تک پیدل چل کر آنا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جائے اور میری بخشش کا سبب ہو جائے۔

بینن سے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک لوکل معلم موتووا ما (Moutowama) ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے زون کی ایک نومبائع جماعت میں دورے پر گئے۔ وہاں کے صدر جماعت اسماعیل صاحب نے کہا ہم شروع سے مسلمان ہیں اور ہمیشہ ہر سال کچھ نہ کچھ مالی قربانی یا فی سبیل اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں اپنے امام کو دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ پہلا سال تھا کہ ہم احمدی ہوئے ہیں اور پہلی بار ہم نے جماعت احمدیہ میں مالی قربانی کی ہے۔ اس سے قبل امام کو ہم جو بھی دیتے تھے وہ انہی کے تصرف میں آتا تھا لیکن جب ہم نے جماعت احمدیہ کے مبلغ سلسلہ سے مالی قربانی میں دی جانے والی رقم کے مصارف کے متعلق سوال کیا اور جواب میں جو عظیم الشان مصارف انہوں نے ہمیں مالی قربانی کے بتائے اس سے ہم ناآشنا تھے۔

جماعت اس معمولی سی دی گئی رقم کو بھی ضائع نہیں کرتی بلکہ اس معمولی دی گئی رقم کو بھی پوری دنیا میں ہونے والے چھوٹے بڑے ہر طرح کے فلاحی کاموں اور اشاعت اسلام میں صرف کرتی ہے اور ایک شخص جو چند فرانک بھی چندہ دیتا ہے وہ اس کا بہترین اجر پاتا ہے۔

چنانچہ قربانی کے اس فلسفے کو سمجھ کر ہم نے تحریک جدید میں چندہ دیا اور ہم نے محسوس کیا کہ اس سال ہمارے گھروں میں مالی مشکلات بھی نہیں آئیں اور ہماری اور ہمارے بچوں کی صحت پر جو ہم آئے دن خرچ کرتے تھے وہ بھی امسال نہیں کرنا پڑا۔ ہماری نمازوں کی حاضری پہلے سے بہتر ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بار مالی قربانی کے بعد ہمیں دلی سکون اور اطمینان بھی تھا کہ ہماری قربانی رائیگاں نہیں گئی۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ جی افریقہ میں رہنے والے دُور دراز کے اَن پڑھ لوگ سوچ ہی نہیں رکھتے۔ یہ ایسی پختہ سوچ اور ایسے اعلیٰ خیالات ہیں کہ بڑے پڑھے لکھے لوگوں کے بھی ذہنوں میں نہیں آتے۔ کس طرح انہوں نے سارا کچھ بیان کیا اور مالی قربانی کی اہمیت کس طرح ان پر واضح ہوئی۔ یہ ہے انقلاب جو بیعت کے بعد لوگوں میں پیدا ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اسلام کی اشاعت کے لیے قربانی کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی پاک کمائی سے قربانی کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ قربانی مقبول بھی ہو اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو۔

اب میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان بھی کروں گا اور بعض کوائف بھی پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ستاسیواں (87) سال 31/ اکتوبر کو ختم ہوا تھا۔ اٹھاسیواں (88) سال شروع ہو چکا ہے اور اللہ کے فضل سے تحریک جدید کے مالی نظام میں جماعت کو 15.3 ملین پاؤنڈ کی مالی قربانی کی توفیق ملی جو پچھلے سال سے آٹھ لاکھ بیالیس ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔

جرمنی دنیا بھر کی جماعتوں میں نمایاں طور پر آگے ہے۔ پاکستان کے اقتصادی حالات بھی خراب ہیں۔ قربانیوں میں تو وہ بڑھتے ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ علاوہ اس کے آج کل ویسے بھی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ آئے دن کوئی نہ کوئی مقدمے بازی اور کسی نہ کسی کے خلاف کیس بنتا رہتا ہے اور قانون جو ہے وہ ان کو جتنا دبا سکتا ہے، تنگ کر سکتا ہے، کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی پریشانیوں کو بھی دور کرے اور وہ بھی آزادی سے اپنی تمام activities کر سکیں۔ اجتماعات بھی ہوں۔ جلسے بھی ہوں اور کھل کر اپنی قربانیوں کے اظہار بھی کر سکیں۔ وہ تو اظہار نہیں کریں گے لیکن ان کے اظہار ہم کر سکیں۔ مجبوریوں کی وجہ سے ان کی بعض قربانیوں کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

بہر حال اس کے علاوہ جو قربانی کرنے والے ہیں جرمنی کا تو میں نے بتایا نمبر ایک ہے۔ اس کے بعد برطانیہ ہے۔ پھر امریکہ نمبر تین پہ ہے۔ نمبر چار پہ کینیڈا۔ نمبر پانچ پہ مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ نمبر چھ پہ بھارت ہے۔ نمبر سات پہ آسٹریلیا۔ نمبر آٹھ پہ انڈونیشیا۔ نمبر نو پہ گھانا۔ نمبر دس پہ پھر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔

افریقن ممالک میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمایاں پوزیشن جو ہے وہ گھانا کی ہے۔ پھر نائیجیریا کی۔ پھر برکینا فاسو کی۔ پھر تنزانیہ کی۔ پھر سیرالیون کی۔ سیرالیون میں پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ بہتری ہو سکتی ہے اور بہت بہتری کی گنجائش ہے لیکن جو توجہ دینی چاہیے وہ دے نہیں رہے۔ اگر صحیح طرح لوگوں کو بتایا جائے تو لوگ قربانی کرنے والے ہیں جیسا کہ میں نے واقعات بتائے ہیں۔ پھر گیمبیا ہے۔ پھر بینن۔ پھر یوگنڈا۔ پھر کینیا۔ پھر لائبیریا۔

شاملین میں اضافے کے لحاظ سے نائیجیریا نمبر ایک پہ ہے۔ پھر گیمبیا ہے۔ پھر سینیگال ہے۔ پھر گھانا۔ پھر تنزانیہ۔ پھر گنی کناکری۔ ملاوی۔ یوگنڈا۔ گنی بساؤ۔ کونگو کنشاسا۔ برکینا فاسو۔ کونگو برازاویل۔ اور شاملین میں افریقہ کے علاوہ جو دوسرے ملک ہیں ان میں بڑی جماعتوں میں جو اضافہ ہوا ہے اس میں جرمنی نمبر ایک پہ ہے۔ پھر برطانیہ ہے۔ پھر ہالینڈ ہے۔ پھر بنگلہ دیش ہے۔ پھر ماریشس ہے۔ دفتر اول کے کھاتے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام جاری ہیں۔

جرمنی کی پہلی دس جماعتیں جو ہیں ان میں روئڈرمارک (Rödermark)۔ نوئس (Neuss)۔ مہدی آباد (Mehdi-Abad)۔ کولون (Köln)۔ روڈگاؤ (Rodgau)۔ نیڈا (Nidda)۔ فلورس ہائم (Flörsheim)۔ پنّے برگ (Pinneberg)۔ فرانکنتھال (Frankenthal) اور اوسنابروک (Osnabrück)۔

جو پہلی دس لوکل امارتیں ہیں ان میں ہیمبرگ (Hamburg)۔ فرینکفرٹ (Frankfurt)۔ گروس گیراؤ (Gross-Gerau)۔ ڈٹسن باخ (Dietzenbach)۔ ویزبادن (Wiesbaden)۔ مورفلڈن (Mörfelden)۔ ریڈ شٹڈ (Riedstadt)۔ من ہائم (Mannheim)۔ ڈامشٹڈ (Darmstadt) اور روسلز ہائم (Rüsselsheim)۔

پاکستان میں تحریک جدید کی قربانی میں وصولی کے لحاظ سے لاہور اول ہے۔ پھر ربوہ ہے۔ پھر کراچی ہے۔ ضلعوں میں اسلام آباد کا ضلع ہے۔ پھر گوجرانوالہ۔ سیالکوٹ ہے۔ پھر عمر کوٹ ہے۔ پھر ملتان ہے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ ہے۔ میرپور خاص ہے۔ اٹک ہے۔ میرپور آزاد کشمیر ہے اور ڈیرہ غازی خان ہے۔

اور وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والی امارت ڈیفنس لاہور ہے۔ امارت گلشن اقبال کراچی ہے۔ امارت عزیز آباد کراچی ہے۔ امارت ٹاؤن شپ لاہور ہے۔ امارت ماڈل ٹاؤن لاہور ہے۔ امارت مغل پورہ لاہور ہے۔ امارت دہلی گیٹ لاہور ہے۔ امارت کلفٹن کراچی ہے۔ بہاولنگر شہر ہے۔ حافظ آباد شہر ہے۔

برطانیہ کے پہلے پانچ ریجن جو ہیں ان میں مسجد بیت الفتوح ریجن ہے۔ پھر نمبر دو پہ مسجد فضل ریجن ہے۔ پھر اسلام آباد ریجن ہے۔ پھر مڈلینڈز (Midlands) ریجن۔ بیت الاحسان ریجن۔ اور مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی پہلی دس بڑی جماعتیں یہ ہیں: فارنہم (Farnham) پھر اسلام آباد۔ پھر ساؤتھ چیم (South Cheam) ۔ پھر مسجد فضل۔ پھر ووسٹر پارک (Worcester Park)۔ برمنگھم (Birmingham) ۔ ساؤتھ والسال (South Walsall)۔ آلڈرشاٹ (Aldershot)۔ جلنگھم (Gillingham)۔ ٹلفورڈ (Tilford)۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جو جماعتیں ہیں وہ ہیں میری لینڈ (Maryland)۔ لاس اینجلیس (Los Angeles)۔ ڈیٹرائٹ (Detroit)۔ سیلیکون ویلی (Silicon Valley)۔ شکاگو (Chicago)۔ سیئٹل (Seattle)۔ سینٹرل ورجینیا (Central Virginia)۔ اوش کوش (Oshkosh)۔ اٹلانٹا (Atlanta)۔ جارجیا (Georgia) ۔ پھر ساؤتھ ورجینیا (South Virginia) ۔ پھر ہیوسٹن (Houston) ۔ پھر یارک (York) پھر بوسٹن (Boston)۔

وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی لوکل امارات ہیں وان (Vaughan)۔ پھر پیس ولیج (Peace Village) اور کیلگری (Calgary) دونوں برابر ہیں۔ پھر وینکوور (Vancouver)۔ پھر ٹورانٹو ویسٹ (Toronto West)۔ پھر ٹورانٹو (Toronto) ۔

انڈیا کی پہلی دس جماعتیں جو ہیں ان میں قادیان نمبر ایک پہ ہے۔ پھر کوئمبٹور (Coimbatore) ہے۔ پھر حیدر آباد ہے۔ پھر کرولائی (Karulai) ہے۔ پھر پتھ پریم۔ کلکتہ۔ بنگلور۔ کیرنگ۔ کالی کٹ۔ میلاپالم۔

اور قربانی کے لحاظ سے جو صوبہ جات ہیں ان میں کیرالہ نمبر ایک پہ ہے۔ پھر تامل ناڈو۔ پھر جموں کشمیر۔ پھر کرناٹک۔ تلنگانہ۔ اڑیسہ۔ پنجاب۔ بنگال۔ دہلی۔ لکش دیپ۔

آسٹریلیا کی پہلی دس جماعتیں یہ ہیں میلبرن لانگ وارِن (Melbourne Long Warren)۔ کاسل ہل (Castle Hill)۔ مارسڈن پارک (Marsden Park)۔ میلبرن بیروک (Melbourne Berwick) ۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ (Adelaide South)۔ پین رتھ (Penrith)۔ اے سی ٹی کینبرا (ACT Canberra)۔ پیراماٹا (Paramatta)۔ ایڈیلائڈ ویسٹ (Adelaide West)۔

اللہ تعالیٰ تمام قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26 نومبر 2021ء جلد 28 شمارہ 95 صفحہ 05 تا 10)

46

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12 / نومبر 2021ء بمطابق 12 / نبوت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ آج بھی وہی ہے۔ حضرت حفصہ بنتِ عمرؓ حضرت عمرؓ کی دنیا سے بے رغبتی اور زہد کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے والد بزرگوار سے کہا اے امیر المومنین! اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس طرح مخاطب کیا کہ اے میرے باپ! اللہ نے رزق کو وسیع کیا ہے اور آپ کو فتوحات عطا کی ہیں اور کثرت سے مال عطا کیا ہے کیوں نہ آپ اپنے کھانے سے زیادہ نرم غذا کھایا کریں اور اپنے اس لباس سے زیادہ نرم لباس پہنا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم سے ہی اس امر کا فیصلہ چاہوں گا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں کتنی سختیاں گزارنی پڑیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؓ مسلسل حضرت حفصہؓ کو یہ یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ حضرت حفصہؓ کو رلا دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جہاں تک مجھ میں طاقت ہو گی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کی زندگیوں کی سختی میں شامل رہوں گا تا کہ شاید میں ان دونوں کی راحت کی زندگی میں بھی شریک ہو جاؤں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ اے حفصہ بنت عمر! تم نے اپنی قوم کی خیر خواہی تو کی ہے لیکن اپنے باپ کی خیر خواہی نہیں کی۔ تم نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ یہ ہو گا تو قوم کی بہتر خدمت کروں گا لیکن میری خیر خواہی نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا کہ میرے خاندان والوں کا صرف میری جان اور میرے مال پر حق ہے لیکن میرے دین اور میری امانت میں ان کا کوئی حق نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ148 ذکر ھجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار احیاء التراث 1996ء)

یعنی جو امانت میں ادا کر رہا ہوں اور جس طرح ادا کر رہا ہوں، اس میں مجھے تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس بات میں، اس بارے میں کہنا تمہارا کوئی حق نہیں۔

حضرت عکرمہ بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ اور حضرت عبد اللہؓ اور ان کے علاوہ کچھ اَور لوگوں نے حضرت عمرؓ سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اگر آپؓ زیادہ عمدہ غذا کھائیں تو حق کے لیے کام کرنے پر آپؓ زیادہ قوی ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم سب کی یہی رائے ہے تو انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تمہاری خیر خواہی سمجھ گیا ہوں لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت ابو بکرؓ کو اس راستے پر چھوڑا ہے کہ اگر میں نے ان دونوں کا وہ راستہ چھوڑ دیا تو میں ان دونوں سے منزل میں نہیں مل سکوں گا۔

(تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی صفحہ 101 عمر بن خطاب مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت لبنان 1999ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خوف وخطر کا زمانہ تھا۔ اس وقت جو آپ نے مسلمانوں کو احکام دیے تھے ہم ان سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کا اپنا طریق بھی یہ تھا اور ہدایت بھی آپ نے یہ کر رکھی تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک خطبہ میں تحریکِ جدید کے سلسلہ میں ہی یہ ذکر کر رہے ہیں۔ بہر حال فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے اور اس پر اتنا زور دیتے تھے کہ بعض صحابہ نے اس میں غلو کر لیا۔ انتہا سے بڑھ گئے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے سرکہ اور نمک رکھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ دو کھانے کیوں رکھے گئے ہیں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کھانے کا حکم دیا ہے۔ آپؓ سے عرض کیا گیا، لوگوں نے حضرت عمرؓ کو کہا یہ دو نہیں بلکہ نمک اور سرکہ دونوں مل کر ایک سالن ہوتا ہے۔ مگر آپؓ نے کہا نہیں۔ یہ دو ہیں۔ اگرچہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبہ کی وجہ سے غلو کا پہلو رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء تھا لیکن اس مثال سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپؓ نے دیکھ کر کہ مسلمانوں کو سادگی کی ضرورت ہے اس کی کس قدر تاکید کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ والا مطالبہ مَیں نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ نمک ایک سالن ہے اور سرکہ دوسرا مگر یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آج سے تین سال کے لیے جس کے دوران میں ایک ایک سال کے بعد دوبارہ اعلان کرتا رہوں گا تاکہ اگر ان تین سالوں میں حالت خوف بدل جائے تو احکام بھی بدلے جا سکیں۔ ہر احمدی جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہے یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ روٹی اور سالن یا چاول اور سالن۔ یہ دو چیزیں نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک ہوں گے لیکن روٹی کے ساتھ دو سالن ہوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہ ہو گی۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 15 صفحہ 426)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب تحریک جدید کا اعلان فرمایا تھا اور اس وقت جماعت کو ضرورت تھی تو تحریک کی کہ اپنے خرچے کم کر کے چندہ دو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب حالات مختلف ہیں۔ اس لیے یہ پابندی نہیں ہے لیکن پھر بھی اسراف سے کام نہیں لینا چاہیے۔ حضرت مصلح موعود آیت وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان:68) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی عبد الرحمٰن بننا چاہے تو اس کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے وقت دو باتوں کا لحاظ کرے۔ اول یہ کہ وہ اپنے مال میں اسراف نہ کرے۔ اس کا کھانا صرف تکلّف اور مزے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ قوت طاقت اور بدن کو قائم رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا پہننا آرائش کے لیے نہیں ہوتا بلکہ بدن کو ڈھانکنے اور خدا تعالیٰ نے جو اسے حیثیت دی ہے اس کے محفوظ رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ وہ اسی طرح کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ ملک شام کو تشریف لے گئے وہاں بعض صحابہ نے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

(ریشمی کپڑوں سے مراد وہ کپڑے ہیں جس میں کسی قدر ریشم تھا ورنہ خالص ریشم کے کپڑے سوائے کسی بیماری کے مردوں کو پہننے منع ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ان لوگوں پر خاک پھینکو یعنی بُرا منایا اور ان سے کہا کہ تم اب ایسے آسائش پسند ہو گئے ہو کہ ریشمی کپڑے پہنتے ہو۔ اس پر ان صحابہ میں سے ایک نے کرتہ اٹھا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ اس نے نیچے موٹی اون کا سخت کرتہ پہنا ہوا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ ہم نے ریشمی کپڑے اس لیے نہیں پہنے کہ ہم ان کو پسند کرتے ہیں بلکہ اس لیے کہ اس ملک کے لوگوں کی طرز ہی ایسی ہے۔ اور یہ بچپن سے ایسے امراء کو دیکھنے کے عادی ہیں جو نہایت شان و شوکت سے رہتے تھے۔ پس ہم نے بھی ان کی رعایت سے اپنے لباسوں کو ملکی سیاست کے طور پر بدلا ہے ورنہ ہم پر ان کا کوئی اثر نہیں۔ پس صحابہ کا عمل بتاتا ہے کہ اسراف سے کیا مراد ہے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ مال ایسی اشیاء پر نہ خرچ کرے جن کی ضرورت نہیں اور جن کا مدعا صرف آرائش اور زیبائش ہو۔ غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

عبادالرحمٰن وہ ہوتے ہیں جو اپنے مالوں میں اسراف نہیں کرتے۔ جو مالوں میں اسراف نہ کرتے ہوں وہ اپنے مالوں کو ریا اور دکھاوے کے لیے خرچ نہ کرتے ہوں بلکہ فائدہ اور نفع کے لیے صرف کرتے ہوں۔ پھر اپنے مالوں کو ایسی جگہ دینے سے نہ روکیں جہاں دینا ضروری ہو اور ان کا قوام ہو یعنی درمیانی ہو (اس فائدہ کا ذریعہ بن رہا ہو۔) نہ اپنے مالوں کو اس طرح لوٹائیں جو اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت نہ ہو اور نہ اس طرح روکیں کہ جائز حقوق کو بھی ادا نہ کریں۔ یہ دو شرطیں عبادالرحمٰن کے لیے مال خرچ کرنے کے متعلق ہیں لیکن بہت لوگ ہیں جو یا تو اسراف کی طرف چلے جاتے ہیں یا بخل کی طرف چلے جاتے ہیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 5 صفحہ 3، 4)

حضرت عمرؓ دکھاوے اور شان و شوکت والے لباس کے اس قدر خلاف تھے کہ مفتوح دشمن کے لیے بھی یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ کوئی ایسا لباس پہن کے ان کے سامنے آئے جو شان و شوکت والا ہو۔ چنانچہ فارسیوں کے سپہ سالار ہُرمُزَان کے واقعہ میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ یہ تفصیل تو مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس جگہ میں کچھ تھوڑا سا حصہ واضح کرنے کے لیے بیان کرتا ہوں۔ جب تُسْتُر کی فتح کے وقت فارسیوں کے سپہ سالار ہُرمُزَان نے ہتھیار پھینک دیے اور خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اسے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا گیا تو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے جو مسلمان لے جانے والے تھے انہوں نے اسے اس کا ریشمی لباس پہنا دیا تا کہ حضرت عمرؓ اور مسلمان اس کی اصل ہیئت کو دیکھ سکیں۔ جب حضرت عمرؓ کے سامنے وہ آیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ھُرْمُزَان ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اور اس کے لباس کو بغور دیکھا اور کہا میں آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ قافلہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ ھُرْمُزَان ہے۔ اس سے بات کر لیں۔ آپ نے کہا ہرگز نہیں یہاں تک کہ وہ اپنا زرق برق لباس اور زیورات اتار دے۔ یہ سب کچھ اتارا گیا اور پھر حضرت عمرؓ نے اس سے بات کی۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 424 تا 425 دارالمعرفہ بیروت 2007ء)

حضرت عمرؓ کی عاجزی اور تقویٰ کے معیار کے بارے میں اس بات سے اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت عُروَہ بن زُبیرؒ

سے روایت ہے کہ مَیں نے عمر بن خطابؓ کو کندھے پر پانی کا ایک مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپؓ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ جب وفود اطاعت اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے پاس آئے، مختلف قوموں کے وفد جب اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آئے تو میرے دل میں اپنی بڑائی کا احساس ہوا۔ اس لیے میں نے اس بڑائی کو توڑنا ضروری سمجھا۔

(سیرت عمر بن الخطاب از علی محمد الصلابی صفحہ 122 دار المعرفة بیروت 2007ء)

یہ بڑائی کیوں پیدا ہوئی؟ اس لیے میں نے سوچا کہ میں پھر اس کو اس طرح توڑوں کہ پانی کا مشکیزہ اٹھا کے لے کے جاؤں۔ حضرت یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطبؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ سے قافلے کی صورت میں واپس آ رہے تھے یہاں تک کہ ہم ضَجْنَان کی گھاٹیوں میں پہنچے تو لوگ رک گئے۔ ضَجْنَان مکہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس جگہ پر وہ وقت بھی یاد ہے جب میں اپنے والد خطاب کے اونٹ پر ہوتا تھا اور وہ بہت سخت طبیعت کے انسان تھے۔ ایک مرتبہ میں ان اونٹوں پر لکڑیاں لے کر جاتا تھا اور دوسری مرتبہ ان پر گھاس لے کر جاتا تھا۔ آج میرا یہ حال ہے کہ لوگ میرے علاقے کے دُور دراز میں سفر کرتے ہیں اور میرے اوپر کوئی نہیں۔ یعنی میں ایک وسیع و عریض علاقے کا حاکم ہوں جس میں لوگ دُور دور تک سفر کرتے ہیں اور مجھ سے ملنے آتے ہیں اور میرے اوپر دنیا کا کوئی حکمران نہیں ہے جو مجھ پر حکومت کرتا ہو۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

لَا شَيْءَ فِيمَا تَرٰي اِلَّا بَشَاشَتَهُ

يَبْقَى الْاِلٰهُ وَ يُوْدِي الْمَالُ وَ الْوَلَد

یعنی جو کچھ تمہیں نظر آتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں سوائے ایک عارضی خوشی کے۔ صرف خدا کی ذات باقی رہے گی جبکہ مال اور اولاد فنا ہو جائے گی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 202 عمر بن الخطاب مطبوعہ دارا لکتب العلمیة بیروت 1990ء) (فتح الباری جلد 2 صفحہ 144 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

"حضرت عمرؓ حج سے آتے ہوئے ایک درخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔ حذیفہ جو بے تکلف تھا اس نے جرأت کی اور وجہ پوچھی آپؓ نے فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ جب میں اپنے ایک اونٹ کو چراتا تھا اور اس درخت کے نیچے میرے والد نے مجھے بہت زجر و توبیخ کی تھی اور اب یہ وقت ہے کہ اونٹ تو کیا کئی لاکھ آدمی میری آنکھ کے اشارے پر جان دینے کو تیار ہیں۔" (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 326)

اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اونٹوں کے چرانے والا ایک شخص عظیم الشان بادشاہ بن گیا اور صرف دنیاوی بادشاہ نہیں بنا بلکہ روحانی بھی۔ یہ حضرت عمرؓ تھے جو ابتدائے عمر میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حج کو گئے تو راستہ میں ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ دھوپ بہت سخت تھی جس سے لوگوں کو بہت تکلیف

ہوئی لیکن کوئی یہ کہنے کی جرأت نہ کرتا کہ آپؓ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ آخر ایک صحابی کو جو حضرت عمرؓ کے بڑے دوست تھے اور جن سے آپ فتنہ کے متعلق پوچھا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ ان سے پوچھیں "حضرت عمرؓ سے پوچھیں" کہ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ انہوں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آگے چلئے یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔ "حضرت عمرؓ نے" فرمایا کہ میں یہاں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ ایک دفعہ میں اونٹ چرانے کی وجہ سے تھک کر اس درخت کے نیچے لیٹ گیا تھا۔ میرا باپ آیا اور اس نے مجھے مارا کہ کیا تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں جا کر سو رہنا۔ تو ایک وقت میں میری یہ حالت تھی لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا تو خدا تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ دیا کہ آج اگر لاکھوں آدمیوں کو کہوں تو وہ میری جگہ جان دینے کیلئے تیار ہیں۔ اس واقعہ سے اور نیز اس قسم کے اَور بہت سے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کس حالت میں تھے اور رسول کریمؐ کی اتباع سے ان کی کیا حالت ہو گئی اور انہوں نے وہ درجہ اور علم پایا جو کسی کو حاصل نہ تھا۔"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "یہ قصہ میں نے اس لئے سنایا ہے کہ دیکھو ایک اونٹ چرانے والے کو دین اور دنیا کے وہ وہ علم سکھائے گئے جو کسی کو سمجھ نہیں آسکتے۔ ایک طرف اونٹ یا بکریاں چرانے کی حالت کو دیکھو کیسی علم سے دور معلوم ہوتی ہے اور دوسری طرف اس بات پر غور کرو کہ اب بھی جبکہ یورپ کے لوگ ملک داری کے قوانین سے نہایت واقف اور آگاہ ہیں حضرت عمرؓ کے بنائے ہوئے قانون کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک اونٹ کا چرواہا اور سلطنت کیا تعلق رکھتے ہیں؟ لیکن دیکھو کہ انہوں نے وہ کچھ کیا کہ آج دنیا ان کے آگے سر جھکاتی ہے اور ان کی سیاست دانی کی تعریف کرتی ہے۔

پھر دیکھو حضرت ابو بکرؓ ایک معمولی تاجر تھے لیکن اب دنیا حیران ہے کہ ان کو یہ فہم، یہ عقل اور یہ فکر کہاں سے مل گیا۔ میں بتاتا ہوں کہ ان کو قرآن شریف سے سب کچھ ملا۔ انہوں نے قرآن شریف پر غور کیا اس لئے ان کو وہ کچھ آ گیا جو تمام دنیا کو نہ آتا تھا کیونکہ قرآن شریف ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جب اس کے ساتھ دل کو صیقل کیا جائے تو ایسا صاف ہو جاتا ہے کہ تمام دنیا کے علوم اس میں نظر آ جاتے ہیں اور انسان پر ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے کہ پھر کسی کے روکے وہ علوم جو اس کے دل پر نازل کئے جاتے ہیں نہیں رک سکتے۔ پس ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو پڑھنے اور غور کرنے کی کوشش کرے۔"

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 130-131)

حضرت عمرؓ کی عاجزی اور انکساری کے بارے میں ایک روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے۔ جُبَیر بن نُفَیر سے روایت ہے کہ ایک جماعت نے عمر بن خطاب سے کہا اے امیر المومنین! اللہ کی قسم ہم نے کسی شخص کو آپ سے زیادہ انصاف کرنے والا، زیادہ حق گو اور منافقین پر سختی کرنے والا نہیں دیکھا۔ بیشک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ عوف بن مالک نے اس کہنے والے شخص کو کہا کہ اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یقیناً ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے بہتر کو دیکھا ہے یعنی حضرت عمرؓ سے بہتر کو بھی دیکھا۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا اے عوف! وہ کون ہے تو انہوں نے کہا ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا عوف نے سچ بولا اور اس

شخص کو کہا کہ تم نے جھوٹ بولا۔ اللہ کی قسم! ابو بکرؓ مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہیں اور میں اپنے گھر والوں کے اونٹوں سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہوں۔

(کنز العمال مجلد السادس کتاب فضائل الصحابہ روایت نمبر 35624 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ یہ تکرار بڑھ گئی۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت تیز تھی۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے مناسب سمجھا کہ وہ اس جگہ سے چلے جائیں تا کہ جھگڑا خواہ مخواہ زیادہ نہ ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جانے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت ابو بکرؓ کا کرتہ پکڑ لیا کہ میری بات کا جواب دے کر جاؤ۔ جب حضرت ابو بکرؓ اس کو چھڑا کر جانے لگے تو آپ کا کرتہ پھٹ گیا۔ آپ وہاں سے اپنے گھر کو چلے آئے لیکن حضرت عمرؓ کو شبہ پیدا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کرنے گئے ہیں۔ وہ بھی پیچھے پیچھے چل پڑے تا کہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا عذر پیش کر سکوں لیکن راستے میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت عمرؓ یہی سمجھے کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرنے گئے ہیں وہ بھی سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے لیکن چونکہ ان کے دل میں ندامت پیدا ہو چکی تھی اس لئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں ابو بکرؓ سے سختی سے پیش آیا۔ حضرت ابو بکرؓ کا کوئی قصور نہیں۔ میرا ہی قصور ہے۔ جب حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ کو جا کر کسی نے بتایا کہ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی شکایت کرنے گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے بھی اپنی براءت کے لئے جانا چاہئے تا کہ یکطرفہ بات نہ ہو جائے اور میں بھی اپنا نقطہ نگاہ پیش کر سکوں۔ جب حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مجلس میں پہنچے تو حضرت عمرؓ عرض کر رہے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ سے تکرار کی اور ان کا کرتہ مجھ سے پھٹ گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو غصہ کے آثار آپ کے چہرہ پر ظاہر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب ساری دنیا میرا انکار کرتی تھی اور تم لوگ بھی میرے مخالف تھے اس وقت ابو بکرؓ ہی تھا جو مجھ پر ایمان لایا اور ہر رنگ میں اس نے میری مدد کی۔ پھر افسردگی کے ساتھ فرمایا کیا اب بھی تم مجھے اور ابو بکرؓ کو نہیں چھوڑتے؟ آپ یہ فرما رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ داخل ہوئے۔ یہ ہوتا ہے سچے عشق کا نمونہ کہ بجائے یہ عذر کرنے کے کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرا قصور نہ تھا عمرؓ کا قصور تھا۔ "حضرت ابو بکر جب داخل ہوئے اور" آپؓ نے جب دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خفگی پیدا ہو رہی ہے آپؓ سچے عاشق کی حیثیت سے برداشت نہ کر سکے کہ میری وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو۔" اس لئے حضرت ابو بکرؓ" آتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! عمر کا قصور نہیں تھا میرا قصور تھا۔" (خطبات محمود جلد 27 صفحہ 313-314)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے عورت کے جنین کے اِسقاط کی صورت میں اس کی دیت کے بارے میں مشورہ کیا۔ مُغیرہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام یا لونڈی کی قیمت بطور دیت ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا ایسا شخص لاؤ جو تمہارے ساتھ اس بات کی گواہی دے۔ پھر محمد بن مَسْلَمہ نے گواہی دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الدیات باب جنین المراۃ روایت نمبر 6905،6906)

یعنی کسی ظلم کی وجہ سے یا زبردستی کسی عورت کا اِسقاط ہو جائے یا کروایا جائے تو پھر اس کی دیت دینی ضروری ہے اور جس نے یہ ظلم کیا ہو وہ دیت دے گا اور ایک لونڈی یا غلام آزاد کرے گا۔

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے پاس حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے کہا السلام علیکم۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا ابھی تو ایک بار اجازت طلب کی ہے۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر انہوں نے کہا السلام علیکم۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا یعنی جواب دل میں دیا اور پھر کہا کہ ابھی دو ہی بار اجازت طلب کی ہے۔ تھوڑی دیر مزید خاموش رہ کر انہوں نے پھر کہا السلام علیکم۔ کیا مجھے اندر داخل ہونے کی اجازت ہے؟ جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تین بار اجازت طلب کر چکے تو پھر واپس ہو لیے۔ جب تین بار انہوں نے اجازت لے لی اور حضرت عمرؓ کا جواب نہیں سنا تو واپس چلے گئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربان سے کہا ابوموسیٰ نے کیا کیا؟ اس نے کہا کہ لَوٹ گئے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انہیں بلا کر میرے پاس لاؤ۔ پھر جب وہ ان کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سنت پر عمل کیا ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنت پر؟ قسم اللہ کی تمہیں اس کے سنت ہونے پر دلیل اور ثبوت پیش کرنا ہو گا ورنہ میں تمہارے ساتھ سخت برتاؤ کروں گا۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ پھر وہ ہمارے پاس آئے۔

اس وقت ہم انصار کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ ابوموسیٰ اشعری نے کہا اے انصار کی جماعت! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جاننے والے نہیں ہو، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا اَلْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ؟ یعنی اجازت طلبی تین بار ہے۔ اگر تمہیں اجازت دے دی جائے تو گھر میں جاؤ اور اگر اجازت نہ دی جائے تو لَوٹ جاؤ۔ یہ سن کر لوگ ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا سر ابوموسیٰ اشعری کی طرف اونچا کر کے کہا اس سلسلہ میں جو بھی سزا آپ کو ملے گی میں اس میں حصہ دار ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ یعنی ابوسعید، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس حدیث کی خبر دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے مجھے اس حدیث کا علم نہیں تھا اور اب مجھے علم ہو گیا ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الاستئذان باب ما جاء فی الاستئذان ثلاث۔ حدیث 2690)

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے

ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سمیت اَور لوگ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے مگر آپ کو واپسی میں دیر ہو گئی اور ہم ڈرے کہ آپ ہم سے کٹ نہ جائیں اور ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے مجھے فکر پیدا ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے کے لیے باہر نکل پڑا یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ کے پاس آیا جو بنو نجار کا تھا۔ میں نے اس کے گرد چکر لگایا کہ دروازہ ڈھونڈوں مگر میں نے دروازہ نہ پایا پھر دیکھا کہ پانی کا ایک بڑا نالہ باہر ایک کنویں سے باغ کے اندر جاتا ہے تو کہتے ہیں میں اس میں لومڑی کے سمٹنے کی طرح سمٹ کر نالے کے ذریعہ سے داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ آپؐ نے پوچھا ابوہریرہ؟ میں نے کہا جی ہاں یارسول اللہؐ! فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے مگر واپسی میں آپ کو دیر ہو گئی تو ہم ڈر گئے کہ آپ ہم سے کٹ نہ جائیں تو ہم گھبرا گئے۔ سب سے پہلے مجھے فکر پیدا ہوئی اور میں اس باغ کے پاس آیا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر اس میں داخل ہوا اور وہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے جوتے دیے اور آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور جو کوئی اس باغ کے پرے تمہیں ملے اور یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں اور دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہو تو اس بات پہ اسے جنت کی بشارت دے دو۔ کہتے ہیں میں جب گیا تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ انہوں نے کہا اے ابوہریرہ! یہ جوتے کیسے ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشانی کے طور پر مجھے دیے ہیں اور ان دونوں کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین رکھتا ہو تو میں اسے جنت کی بشارت دوں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے غصہ میں زور سے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میں پشت کے بل گرا۔ انہوں نے کہا اے ابوہریرہ! واپس جاؤ۔ خیر کوئی ضرورت نہیں کسی کو کچھ کہنے کی۔ کہتے ہیں مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گیا اور رونے ہی لگا تھا کہ حضرت عمرؓ بھی میرے پیچھے پیچھے آ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں عمر سے ملا تھا اور ان سے جو آپؐ نے مجھے دے کر بھیجا تھا بیان کیا تو عمر نے مجھے سینے پر زور سے ہاتھ مارا۔ میں پشت کے بل گر گیا۔ انہوں نے کہا واپس جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ کیا آپؐ نے اپنی جوتیوں کے ساتھ ابوہریرہ کو بھیجا تھا کہ جو اسے ملے اور گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کا دل اس بات پر یقین رکھتا ہو تو اسے جنت کی بشارت دے دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ایسا نہ کیجیے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ پھر اسی پر بھروسہ کرنے لگ جائیں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ ان کو عمل کرنے دیں وہ عمل کریں اور نیکیوں کا جو حکم ہے، احکامات ہیں ان پر عمل کرنے دیں تا کہ وہ حقیقی مومن بنیں۔ نہیں تو یہ صرف اسی بات پر قائم ہو جائیں گے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہی جنت کی بشارت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا رہنے دو۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا۔ حدیث 147)

ٹھیک ہے، اسی طرح کرتے ہیں۔ بڑی محتاط طبیعت تھی حضرت عمرؓ کی۔

حضرت عمرؓ سے ڈر کر شیطان بھی بھاگتا ہے اس بارے میں بھی بعض روایات ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ خرچ مانگ رہی تھیں۔ ان کی آواز آپ کی آواز سے اونچی تھی۔ جب حضرت عمر بن خطاب نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو وہ اٹھ کر جلدی سے پردے میں چلی گئیں اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو آنے کی اجازت دی۔ حضرت عمرؓ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عورتوں سے متعجب ہوں جو میرے پاس تھیں۔ جب انہوں نے آپ کی آواز سنی جلدی سے پردے میں چلی گئیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! حالانکہ آپ زیادہ لائق ہیں کہ آپ سے ڈریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مخاطب کیا اونچی آواز میں اور کہنے لگے: اے اپنی جانوں کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں۔ وہ بولیں ہاں آپ تو بڑے سخت مزاج اور سخت دل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہیں ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خطاب کے بیٹے سنو۔ اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شیطان جب کبھی بھی تمہارے راستے پر چلتے ہوئے ملا ہے تو ضرور ہی اس نے اپنا وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ لیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب فضائل حضرت عمرؓ حدیث 3683)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم نے شور سنا اور بچوں کی آوازیں بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ وہاں حبشہ کی ایک عورت تھی جو ناچ کر کرتب دکھا رہی تھی اور بچے اس کے ارد گرد جمع تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ آجاؤ اور دیکھ لو۔ میں آئی اور اپنی ٹھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر دیکھنے لگی۔ میری ٹھوڑی آپ کے سر اور کندھے کے درمیان تھی۔ پھر آپ مجھ سے فرمانے لگے کیا تم سیر نہیں ہوئی؟ میں نے کہا ابھی نہیں تا کہ میں دیکھوں کہ آپ کو میری کتنی قدر ہے۔ جب حضرت عمرؓ آئے تو لوگ اس عورت کے پاس سے بھاگ گئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ جن و انس کے شیطان عمر سے بھاگتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر میں وہاں سے لوٹ آئی۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قوله ان الشیطان لیخاف منك یا عمر حدیث 3691)

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کے لیے نکلے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام لونڈی نے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی سے واپس لے آیا تو میں آپؐ کے سامنے دف بجا کر گانا گاؤں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجا لو ورنہ نہیں۔ چنانچہ وہ دف بجانے لگی اور حضرت ابو بکرؓ تشریف

لائے۔ وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت علیؓ آئے تو وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے تو پھر بھی دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھ لی اور اس کے اوپر بیٹھ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! شیطان بھی تجھ سے ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا تھا تو یہ دف بجاتی رہی۔ پھر ابو بکر آئے یہ دف بجاتی رہی۔ پھر علی آئے تو بھی بجاتی رہی۔ پھر عثمان آئے تو یہ بجاتی رہی مگر اے عمر! جب تم آئے ہو تو اس نے دف رکھ دی ہے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قوله ان الشيطان ليخاف منك يا عمر حديث 3690)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو کہا تھا کہ اگر شیطان تجھ کو کسی راہ میں پاوے تو دوسری راہ اختیار کرے اور تجھ سے ڈرے اور اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان حضرت عمرؓ سے ایک نامرد ذلیل کی طرح بھاگتا ہے۔" (نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 143)

حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق اور سکینت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری کر دیا۔

(سنن ترمذی کتاب المناقب باب ان الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه حديث: 3682)

حضرت ابن عباسؓ اپنے بھائی فضل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عمر بن خطاب میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں میں پسند کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں وہ پسند کرتا ہے اور میرے بعد عمر بن خطاب جہاں ہوگا حق اس کے ساتھ رہے گا۔

(سیرت عمر بن خطاب از ابن الجوزی صفحه 21 المطبعة المصرية الازهر)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ سکینت حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری ہوتی ہے۔

(کنز العمال مجلد السادس جزء 12۔ کتاب الفضائل ۔ فضائل عمر ۔ روایت 35870۔دار الکتب العلمیة 2004ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے کہا کہ میرا سامانِ سفر باندھنا شروع کرو۔ انہوں نے رختِ سفر باندھنا شروع کیا اور حضرت عائشہؓ سے کہا میرے لئے ستو وغیرہ یا دانے وغیرہ بھون کر تیار کرو۔ اسی قسم کی غذائیں ان دنوں میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مٹی وغیرہ پھٹک کے دانوں سے نکالنی شروع کی۔ حضرت ابو بکرؓ گھر میں بیٹی کے پاس آئے اور انہوں نے یہ تیاری دیکھی تو پوچھا عائشہؓ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا رسول اللہؐ کے کسی سفر کی تیاری ہے؟ کہنے لگیں سفر کی تیاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپؐ نے سفر کی تیاری کے لئے کہا ہے۔

کہنے لگے کوئی لڑائی کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کچھ پتہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا سامان سفر تیار کرو اور ہم ایسا کر رہے ہیں۔ دو تین دن کے بعد آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور

کہا دیکھو! تمہیں پتہ ہے خُزاعہ کے آدمی اس طرح آئے تھے اور پھر بتایا کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور مجھے خدا نے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی تھی کہ انہوں نے غداری کی ہے۔ "یعنی مکہ والوں نے غداری کی ہے" اور ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔

اب یہ ایمان کے خلاف ہے کہ ہم ڈر جائیں اور مکہ والوں کی بہادری اور طاقت دیکھ کر ان کے مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو جائیں تو ہم نے وہاں جانا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے تو ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے اور پھر وہ آپؐ کی اپنی قوم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپؐ اپنی قوم کو ماریں گے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فرمایا ہم اپنی قوم کو نہیں ماریں گے۔ معاہدہ شکنوں کو ماریں گے۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا بسم اللہ! میں تو روز دعائیں کرتا تھا کہ یہ دن نصیب ہو اور ہم رسول اللہؐ کی حفاظت میں کفار سے لڑیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکرؓ بڑا نرم طبیعت کا ہے مگر قول صادق عمرؓ کی زبان سے زیادہ جاری ہوتا ہے۔ فرمایا کرو تیاری۔ پھر آپؐ نے ارد گرد کے قبائل کو اعلان بھجوایا کہ ہر شخص جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے ابتدائی دنوں میں مدینہ میں جمع ہو جائے۔ چنانچہ لشکر جمع ہونے شروع ہوئے اور کئی ہزار آدمیوں کا لشکر تیار ہو گیا اور آپؐ لڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔" (سیر روحانی(7)، انوار العلوم جلد 24۔ صفحہ 260-261)

حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی فضیلت کے بارے میں ایک روایت ہے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیین والوں میں سے کوئی شخص جنت والوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرہ کی وجہ سے جنت جگمگا اٹھے گی۔ گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی ان میں سے ہیں اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔ (سنن ابو داؤد کتاب الحروف والقراءات حدیث 3987)

ابو عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو ذَاتُ السَّلَاسِلُ کی فوج پر افسر مقرر کر کے بھیجا۔ اس زمانے کا جو سفر کا طریقہ ہوتا تھا اس کے مطابق یہ مدینہ سے کوئی ایک دن کے سفر پہ واقع جگہ ہے۔ اور وادی القریٰ سے آگے قبیلہ جُذَام کے علاقے میں ایک کنویں کا نام ہے۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس واپس آیا تو میں نے آپ سے پوچھا: لوگوں میں سے آپ کو کون زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ۔ میں نے کہا مردوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے، آپ نے فرمایا اس عائشہ کا باپ۔ میں نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا عمر۔ پھر آپ نے کئی مَردوں کا نام لیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ السلاسل ... حدیث 4358) (فرہنگ سیرت صفحہ 152 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں سے اپنے صحابہ کے پاس نکل کر آتے اور وہ بیٹھے ہوتے۔ ان میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تو ان میں سے کوئی اپنی نگاہ آپ کی طرف نہیں اٹھاتا تھا سوائے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے۔ یہ دونوں آپ کو دیکھتے اور مسکراتے اور آپ ان دونوں کو دیکھتے اور مسکراتے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فیما لابی بکر و عمر عند النبی ﷺ ... حدیث 3668)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور آپ اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ مسجد میں داخل ہوئے ان میں سے ایک آپ کے دائیں جانب تھے اور دوسرے بائیں جانب اور آپ ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قوله لا بی بکر و عمر: هکذا نبعث یوم القیامة حدیث 3669)

عبد اللہ بن حَنْطَبْ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: **یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں۔**

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قوله فیهما هذان السمع والبصر حدیث 3671)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان! اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنو! اگر تم ایسا کہہ رہے ہو تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قول عمر لا بی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ۔حدیث 3684)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس سے زمین شق ہو گی۔ پھر ابو بکر۔ پھر عمر رضی اللہ عنہما۔ پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ حرمین کے درمیان اٹھایا جاؤں گا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابوبکر ثم عمر حدیث 3692)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اخباره عن اطلاع رجل من اهل الجنة فاطلع عمر حدیث 3694)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا۔ یہ دونوں جنت کے اوّلین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی حدیث 3664)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ان دونوں ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی حدیث 3662)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فاما وزیرای فی الارض ...حدیث 3680)

حضرت حُذَیفہؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے درمیان رہوں گا۔ پس تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کیا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر وعمر کلیھما، حدیث 3663)

حضرت ابو بَکْرَہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: تم میں سے کس نے خواب دیکھی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا گویا کہ ایک میزان ہے۔ آسمان سے اترا ہے اور آپؐ کو اور حضرت ابو بکرؓ کو تولا گیا تو آپؐ حضرت ابو بکرؓ سے بھاری ہوئے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تولا گیا تو حضرت ابو بکرؓ بھاری ہوئے۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو تولا گیا تو حضرت عمرؓ بھاری ہوئے۔ اس کے بعد میزان ترازو اٹھالی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے سننے کے بعد فرمایا: یہ نبوت کی خلافت ہے۔ اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا بادشاہت عطا فرمائے گا۔

(سنن ابو داؤد کتاب السنۃباب فی الخلفاء حدیث4634-4635)

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جزء 12 صفحہ 387، 388 کتاب السنہ باب فی الخلفاء مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ مدینہ 1969ء)

عَبْدِ خَیْر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اے لوگو! کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہترین انسان کے بارے میں نہ بتاؤں۔ لوگوں نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا ابو بکرؓ ہیں۔ پھر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر کہنے لگے اے لوگو! کیا میں تمہیں حضرت ابو بکرؓ کے بعد اس امت کے سب سے بہترین انسان کے بارے میں بتاؤں وہ عمرؓ ہیں۔

(حلیۃالاولیاء از امام اصفھانی جلد 7 صفحہ 205 حدیث 10323 مکتبہ ایمان منصورہ 2007ء)

ابو جُحَیْفَہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین ابو بکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء از امام اصفھانی جلد 7 صفحہ 205 حدیث 10325 مکتبہ ایمان منصورہ 2007ء)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ یہ بیان ہو گا۔ کچھ دیر حضرت عمرؓ کا یہ ذکر چلے گا۔

اس وقت میں نماز کے بعد کچھ جنازے پڑھاؤں گا جن کا ذکر یہاں کر دیتا ہوں۔ پہلا **ذکر مکرم کامران احمد صاحب شہید** ابن نصیر احمد صاحب آف پشاور کا ہے۔ 9/ نومبر کو مخالفین نے ان کے آفس میں فائرنگ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ شہید کی عمر چوالیس (44) سال تھی۔ پشاور میں ایک احمدی مکرم شفیق الرحمٰن صاحب کی فیکٹری میں بطور اکاؤنٹنٹ کام کر رہے تھے۔ ایک مسلح شخص دفتر میں آیا اور آ کے فائرنگ کر دی۔ انہیں چار گولیاں لگیں اور موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ وقوعہ کے بعد قاتل فرار ہو گیا۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم نصیر احمد صاحب کے نانا حضرت نبی بخش صاحب ابن فتح دین صاحب آف بھینی بانگڑ نزد قادیان کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے 1902ء میں حضرت اقدس مسیح موعود

علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ شہید مرحوم نے کچھ عرصہ قبل ایک دکان لے کر اپنے بھائی کے ساتھ ایک آفس بنایا تھا۔ مالک دکان نے محض احمدی ہونے کی بنا پر ایک دن کے نوٹس پر دکان خالی کروالی اور اس کے بعد چوک کا نام ختم نبوت چوک رکھ دیا گیا۔ قریبی ایک دکان لینے پر مخالفین نے جلوس نکال کر وہ دکان بھی خالی کروالی۔ ان کے گھر کے قریب اکتوبر میں بڑا جلسہ کیا گیا اور جماعت کے خلاف شدید اشتعال انگیز تقاریر کی گئیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اس علاقے میں اتنا بڑا جلسہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس علاقے میں شدید نفرت کی فضا قائم ہو گئی۔ شہید مرحوم عرصہ کئی سال سے ایک پرائیویٹ ادارے کے اکاؤنٹس کے معاملات کو بھی دیکھتے تھے۔ مخالفت کی وجہ سے انہوں نے وہاں سے معذرت کر دی تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ کا کردار اور دیانت ایسی ہے کہ ہم آپ کو نہیں چھوڑ سکتے چاہے چند منٹ کے لیے ہمارے پاس آجایا کریں اور جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ لوگ بڑے تکلیف میں تھے۔ شہید مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کے والد کہتے ہیں کہ رات کو دیر سے گھر آنے پر ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ بڑی دیر سے گھر آئے ہو۔ کیا وجہ ہے؟ تو کہنے لگے فلاں جو مخالف احمدیت ہے بلکہ معاند ہے، اس مخالف کی فیملی میں کسی عورت کو خون کی ضرورت تھی اس کو خون دے کے آیا ہوں اور خون اس لیے دیا ہے کہ یہ لوگ مالی لحاظ سے کمزور ہیں اور مجبور ہیں اور ان کا اپنا کردار ہے اور ہمارا اپنا کردار ہے۔ ہمیشہ خدمت میں پیش پیش رہتے۔ جماعتی خدمت اور ڈیوٹیوں میں سب سے پہلے حاضر ہوتے اور ہمیشہ حساس مقام پر خود کھڑے ہوتے۔

پھر ہجرت کرنے کے لیے جب ان کو مشورہ دیا جاتا تو کہتے اگر ہم لوگ یہاں سے چلے گئے تو کمزور احمدیوں کے مسائل اَور بڑھ جائیں گے۔ چندہ جات کی ادائیگی میں ان کی بڑی نمایاں حیثیت تھی۔ چندہ جات کی تحریک کے وقت ہمیشہ اوّلین وقت میں ادائیگی کیا کرتے تھے۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں ایک دفعہ مباہلہ پمفلٹ تقسیم کرنے کی وجہ سے ان کو پولیس نے پکڑ کر حوالات میں بھی بند کر لیا۔ اگلے روز ان کی رہائی ہوئی۔ کہتے ہیں واقعہ شہادت سے دو دن پہلے انہوں نے خواب دیکھی تھی کہ ایک بزرگ خاتون ان کے گھر کی صفائی کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ خلیفہ رابع نے آنا ہے تو کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد حضور رحمہ اللہ تشریف لائے اور شہید مرحوم کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے پیار سے کہا کہ ہم اکٹھے رہیں گے اور تم نے میرے ساتھ ہی رہنا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ وصیت کے نظام میں شامل تھے۔ نرم مزاج، علاقے کی ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ شریف النفس، غریبوں کے ہمدرد، خلافت سے بے پناہ عشق رکھنے والے۔ پسماندگان میں ان کے والد نصیر احمد صاحب اور والدہ ہیں اور اہلیہ ہیں اور تیرہ سال، گیارہ سال اور آٹھ سال کے تین بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو اور سب کو حوصلہ اور صبر عطا فرمائے اور ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی والدہ بھی بیمار ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ کینسر کی مریضہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

دوسرا ذکر ڈاکٹر مرزا نُبیر احمد اور ان کی اہلیہ عائشہ عنبر سید کا ہے۔ امریکہ میں ملواکی (Milwakee) میں ایک حادثے میں ان دونوں کی وفات ہو گئی۔ ڈاکٹر مرزا نبیر احمد کی عمر پینتیس (35) سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ

رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم کے پڑدادا حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اور مرحوم کی دادی ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ان کے پڑنانا بھی صحابی تھے۔ ان کے خاندان میں کافی صحابہ ہیں۔ 2012ء میں یہ امریکہ منتقل ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں ان کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔

کہتے ہیں کہ مرحوم ملوا کی مسجد کے لیے ایک نئی عمارت خریدنے کے لیے مقامی جماعت کے سب سے زیادہ عطیہ پیش کرنے والے احباب میں شامل تھے۔ پسماندگان میں ان کے والد مرزا نصیر احمد صاحب ہیں جو اس وقت سیکرٹری امور عامہ اسلام آباد ہیں۔ والدہ لجنہ اسلام آباد کی ریجنل صدر رہیں۔ بہن ہیں نادیہ اور دو بھائی ہیں۔ اور ان کی اہلیہ عائشہ عنبر جو ان کے ساتھ تھیں جن کی وفات ہوئی وہ سید سجاد احمد شاہ صاحب جاپان کی بیٹی تھیں اور جاپان میں آجکل ہمارے مربی سلسلہ سید ابراہیم کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت سید عبدالرحیم شاہ صاحب آف پھگلہ کے ذریعہ سے آئی تھی۔ 1930ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تھی اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ عائشہ عنبر کی وفات بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہی ایکسیڈنٹ میں دو دن کے بعد ہوئی۔ مرحومہ ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی ایک فعال ٹیم ممبر تھیں اور میرے خطبات جو تھے ان کا جاپانی میں لائیو ترجمہ بھی کیا کرتی تھیں اور جاپانی زبان میں subtitling بھی کیا کرتی تھیں۔

ان کے لواحقین میں ان کے والد سید سجاد احمد ہیں، والدہ سیدہ درثمین سید ہیں۔ تین بھائی اور ایک بہن ہیں۔ ان کے بھائی ابراہیم صاحب جو جاپان میں مربی سلسلہ ہیں وہ کہتے ہیں بہت سارے جماعتی کاموں میں میری مدد کرتی تھیں۔ "لیکچر لاہور" اور "ہمارا خدا" کے جاپانی ترجمہ میں میری مدد کرتی رہیں اور ایسا ترجمہ کرتی تھیں کہ میں ہمیشہ حیران ہوتا تھا کہ باوجود فارمیسی پڑھنے کے اتنا اچھا ترجمہ کیسے کر لیتی ہیں۔

ان کی بڑی بہن فاطمہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ ان کی ایک ڈائری تھی جو اتفاق سے میرے پاس آ گئی اور ہر صفحہ دو عنوانات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ایک پہ لکھا ہوا تھا میری دنیاوی زندگی اور ایک پہ لکھا ہوا تھا میری روحانی زندگی اور دنیاوی صفحے روزمرہ کی زندگی کے کاموں اور دنیاوی مقاصد کے لئے مختص تھے اور روحانی صفحہ روحانی مقاصد کے لیے اور جماعت کے نوٹس اور دینی علم کے لیے وقف تھا۔ ہر صفحہ بہت خوبصورتی اور سوچ سمجھ کر لکھا ہوتا تھا۔ خلیفہ وقت کے ہر ہر لفظ کو غور سے سننا اور اس پر عمل کرنا اور اپنے بہن بھائیوں کو بھی اس کی تلقین کرنا ان کا خاص طریقہ تھا۔ جاپانی سہیلیوں کو بھی اسلام کی پر حکمت تعلیم سے آگاہ کیا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اگلا ذکر چودھری نصیر احمد صاحب کا ہے جو کراچی میں اس وقت کلفٹن جماعت کے سیکرٹری مال تھے۔ چودھری نذیر احمد صاحب ربوہ کے یہ بیٹے تھے۔ انہتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ وفات کے وقت یہ اپنی اہلیہ اور برادر نسبتی کو نماز فجر کی امامت کروا رہے تھے تو دوسری رکعت میں سجدے کے دوران اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے

موصی تھے۔ **حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز کی حالت میں موت کو ایک قابل رشک موت قرار دیا ہے۔**
(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 542)

چودھری نذیر احمد صاحب جو ان کے والد تھے ان کو بھی ریٹائرمنٹ کے بعد پچیس سال جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ نائب ناظر زراعت اور وکیل الزراعت رہے۔ ان کے چھوٹے بھائی ہیں چودھری نعیم احمد صاحب وہ انجمن کے اس وقت افسر خزانہ ہیں۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ ہیں نصرت نصیر صاحبہ۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔ 1972ء میں کراچی شفٹ ہوئے۔ وہیں ان کا کاروبار تھا۔ وہاں مختلف حیثیتوں سے جماعت کی خدمت کی توفیق ملی اور غیر معمولی خدمت کی انہوں نے توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر سرداراں بی بی صاحبہ اہلیہ چودھری نبی بخش صاحب دارالرحمت غربی ربوہ کا ہے جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا تعلق پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور سے تھا۔ پھر یہ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ پہلے سیالکوٹ پھر سندھ۔ والدین اور سارا خاندان شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ 1949ء میں جب اپنے خاندان کے ساتھ آپ نے احمدیت قبول کی تو والدین نے کہا کہ تمہارا خاوند کافر ہو گیا ہے اس لئے تم واپس آ جاؤ۔ خاندان کے ساتھ نہیں اپنے خاوند کے ساتھ احمدیت قبول کی تھی۔ باقی خاندان نے بیعت نہیں کی۔ انہوں نے کہا خاوند کافر ہو گیا ہے اس لیے تم اس کو چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے اپنے گھر والوں کو، خاندان کو جواب دیا کہ اب تو میں صحیح مسلمان ہوئی ہوں۔ آپ کے پاس تو صرف فجر کی نماز پڑھتی تھی اور اب میں نہ صرف پانچ وقت کی نمازیں بلکہ تہجد کی نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتی ہوں اس لئے واپس نہیں آؤں گی۔ چودہ سال کے بعد اپنے والدین کو ملنے گئیں تو اس وقت بھی وہ بڑی سرد مہری سے ملے اور اس کے باوجود ان کے دل نرم نہیں ہوئے اور کبھی وہ ان کو ملنے نہیں آئے۔ جماعت سے سچا پیار کرتی تھیں خلافت سے فدائیت کا تعلق تھا۔ غریب پرور، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے بڑے بیٹے ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کو نصرت جہاں کے تحت پانچ سال سیرالیون میں خدمت کی توفیق ملی۔ چھوٹے بیٹے عبدالخالق نیر صاحب مربی سلسلہ ہیں آج کل کیمرون میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ وہاں مشنری انچارج بھی ہیں۔ امیر بھی ہیں جو میدان عمل میں اس وقت مصروف ہیں اور اس وجہ سے والدہ کے جنازہ میں بھی شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے۔ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 03/ دسمبر 2021ء جلد 28 شمارہ 97 صفحہ 5 تا 10)

47

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19 / نومبر 2021ء بمطابق 19 / نبوت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صحابہؓ کی پہلی حالت اور اسلام قبول کرنے کے بعد جو انقلاب ان کی حالتوں میں آیا اس کا ذکر کرتے

ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مثال حضرت عمرؓ کی بھی دی ہے۔ یہ مثال گو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں لیکن یہاں اس حوالے سے بیان کر دیتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا:

"دیکھو صحابی کس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بنے اور کس طرح انہوں نے بڑے بڑے درجے حاصل کیے۔ اسی طرح کہ کوشش کی ورنہ یہ وہی لوگ تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے اور آپؐ کو گالیاں دیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے خلیفہ ہوئے ہیں ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سخت دشمن تھے کہ آپؐ کو قتل کرنے کے لیے گھر سے نکلے تھے۔ راستہ میں ایک شخص ملا جس نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے جاتا ہوں۔ اس نے کہا پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کو تو قتل کر لو جو مسلمان ہو گئے ہیں پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مارنا۔ یہ سن کر وہ غصہ سے بھر گئے اور اپنی بہن کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ آگے جا کر دیکھا تو دروازہ بند تھا اور ایک شخص قرآن کریم سنا رہا تھا اور ان کی بہن اور بہنوئی سن رہے تھے۔ اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔" اس لیے وہ صحابی اندر گھر میں بیٹھے تھے۔ "حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کھولو۔ ان کی آواز سن کر اندر والوں کو ڈر پیدا ہوا کہ مار دیں گے اس لئے انہوں نے دروازہ نہ کھولا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر دروازہ نہ کھولو گے تو میں توڑ دوں گا۔ اس پر انہوں نے قرآن کریم سنانے والے مسلمان کو چھپا دیا اور بہنوئی بھی چھپ گیا۔ صرف بہن نے سامنے آکر دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: بتاؤ کیا کر رہے تھے اور کون شخص تھا جو کچھ پڑھ رہا تھا؟ انہوں نے ڈر کے مارے ٹالنا چاہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو پڑھ رہے تھے مجھے سناؤ۔ ان کی بہن نے کہا: آپ اس کی بے ادبی کریں گے اس لیے خواہ ہمیں جان سے مار دیں ہم نہیں سنائیں گے۔ انہوں نے کہا: نہیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ بے ادبی نہیں کروں گا۔ "یعنی قرآن کریم کی بے ادبی نہیں کروں گا۔" اس پر انہوں نے قرآن کریم سنایا جسے سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے اور دوڑے دوڑے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ تلوار ہاتھ میں ہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر کہا۔ عمر یہ بات کب تک رہے گی؟ یہ سن کر وہ رو پڑے اور کہا میں نکلا تو آپؐ کے مارنے

کے لیے تھا لیکن خود شکار ہو گیا ہوں۔"

تو یہ خلاصہ ہے اس سارے لمبے واقعہ کا جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"تو پہلے یہ حالت تھی جس سے انہوں نے ترقی کی۔ پھر یہی صحابہ تھے جو پہلے شراب پیا کرتے تھے۔ آپس میں لڑا کرتے تھے "اَور صحابہ کا بھی ذکر ہے۔ "اَور کئی قسم کی کمزوریاں ان میں پائی جاتی تھیں لیکن جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا اور دین کے لئے ہمت اور کوشش سے کام لیا تو نہ صرف خود ہی اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے بلکہ دوسروں کو بھی اعلیٰ مقام پر پہنچانے کا باعث ہو گئے۔ وہ پیدا ہی صحابی نہیں ہوئے تھے بلکہ اسی طرح کے تھے جس طرح کے اَور تھے مگر انہوں نے عمل کیا اور ہمت دکھائی تو صحابی ہو گئے۔ آج بھی اگر ہم ایسا ہی کریں تو صحابی بن سکتے ہیں۔" (عورتوں کا دین سے واقف ہونا ضروری ہے۔ انوار العلوم جلد 4 صفحہ 38-39)

حضرت عمرؓ کی خشیت الٰہی کی کیا حالت تھی؟ اس بارے میں روایت ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی ضائع ہو کر مر گئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن اس کے بارے میں سوال کرے گا۔

(سیرت عمر بن خطاب از ابن الجوزی صفحہ 140 المطبعة المصرية الازهر)

ایک روایت میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی اونٹ بھی ضائع ہو کر مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں سوال کرے گا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 232 دارالکتب العلمیة 1990)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں عمر بن خطابؓ کے ساتھ باہر گیا یہاں تک کہ آپؓ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ میرے اور آپؓ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ آپؓ باغ کے اندر تھے۔ میں نے اس وقت آپؓ کو یہ کہتے سنا۔ واہ واہ اے خطاب کے بیٹے عمر! تُو امیر المومنین ہے۔ اللہ کی قسم تو ضرور اللہ سے ڈر ورنہ وہ ضرور تجھے عذاب دے گا۔

(مؤطا امام مالك كتاب الكلام و العينة والتقى باب ما جاء فى التقٰى۔ صفحہ 601 روایت نمبر 1867 مکتبہ دار الفكر بيروت)

حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر یہ جملہ کندہ تھا کہ كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ۔ کہ اے عمر! واعظ ہونے کے لحاظ سے موت کافی ہے۔

(الاستيعاب فى معرفة الاصحاب جلد 3 صفحہ 236 باب حرف العين ''عمر بن الخطاب'' مطبوعہ دارالكتب العلمية بيروت 2002ء)

یعنی اگر انسان موت کو یاد رکھے تو وہی نصیحت کرنے والی ایک چیز ہے اور اپنی حالت کو ٹھیک رکھنے کے لیے یہی چیز کافی ہے۔ عبد اللہ بن شدّاد کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمرؓ کی ہچکیاں سنیں اور میں آخری صف میں تھا۔ آپ یہ تلاوت کر رہے تھے۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:87) یعنی میں تو اپنے رنج و اَلم کی صرف اللہ کے حضور فریاد کرتا ہوں۔ (صحيح البخارى كتاب الاذان باب اِذَا بَكَى الْاِمَامُ فِى الصَّلٰوةِ)

اس روایت کو ایک خطبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی بیان فرمایا تھا اور اس کی کچھ تفصیل اپنے الفاظ میں بھی اس طرح بیان کی تھی کہ حضرت عبداللہ بن شدّاد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ نماز پڑھا رہے تھے اور میں آخری صف میں تھا لیکن حضرت عمرؓ کی گریہ وزاری کی آواز سن رہا تھا۔ وہ یہ تلاوت کر رہے تھے۔

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:87)

کہ میں تو اپنے اللہ ہی کے سامنے اپنے سارے دکھ رویا کروں گا۔ کسی اور کے سامنے مجھے ضرورت نہیں ہے۔ پس جو ذکرِ الٰہی میں گم رہتے ہیں ان کو خدا کے سوا کسی اَور کا دربار ملتا ہی نہیں جہاں وہ اپنے غم اور دکھ روئیں اور اپنے سینوں کے بوجھ ہلکے کریں۔ یہ روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ پچھلی صف میں تھا وہاں تک مجھے حضرت عمرؓ کے سینے کے گڑگڑانے کی آواز آ رہی تھی۔ (ماخوذ از خطبات طاہر جلد 13 صفحہ 248-249)

حضرت عمرؓ پر انے خدمت کرنے والوں اور قربانی کرنے والوں کا کس طرح خیال رکھا کرتے تھے۔

اس بارے میں روایت ہے۔ ثَعْلَبہ بن ابو مالک کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہلِ مدینہ کی عورتوں میں سے بعض کو اوڑھنیاں تقسیم کیں۔ کوئی اچھی قسم کی اوڑھنیاں آئی تھیں ان میں سے ایک اچھی اوڑھنی بچ گئی۔ جو لوگ ان کے پاس تھے ان میں سے کسی نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین! آپؓ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیٹی کو دیں جو آپؓ کے پاس ہے۔ اس کی مراد حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت ام کلثومؓ تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اُمِّ سَلِیط اس کی زیادہ حق دار ہیں۔ کہا نہیں، ام سلیط اس کی زیادہ حق دار ہیں اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت ام سلیط ان انصاری عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ جنگِ احد کے دن ہمارے لیے مشکیں اٹھا کر لاتی تھیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب ذکر ام سلیط حدیث 4071)

پھر قربانی کرنے والوں کے قریبیوں کو بھی نوازنے کا ذکر ایک روایت میں ملتا ہے۔ زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بازار گیا۔ حضرت عمرؓ سے ایک جوان عورت پیچھے سے آ ملی اور کہنے لگی اے امیر المومنین! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے۔ اللہ کی قسم! بکری کے پائے بھی انہیں نصیب نہیں۔ نہ ان کی کوئی کھیتی ہے اور نہ دودھیل جانور یعنی دودھ دینے والے جانور اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کو قحط سالی نہ کھا جائے اور میں خُفَاف بن اِیْمَاء غِفَاری کی بیٹی ہوں اور میرے والد حدیبیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر ٹھہر گئے اور آگے نہیں چلے۔ حضرت عمرؓ نے کہا واہ واہ! بہت نزدیک کا تعلق ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے واپس جا کر ایک مضبوط اونٹ لیا جو گھر میں بندھا تھا اور دو بوریاں اناج سے بھریں اور ان پر لادیں اور ان کے درمیان سال بھر کے خرچ کے لیے مال اور کپڑے بھی رکھے۔ پھر اس اونٹ کی نکیل اس عورت کے ہاتھ میں دے دی اور کہا اسے لے جاؤ۔ یہ ختم نہیں ہو گا کہ اللہ تمہیں اَور دے گا۔ ایک شخص کہنے لگا کہ امیر المومنین! آپؓ نے اس کو بہت دے دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تیری ماں تجھے کھوئے یعنی ناراضگی کا اظہار کیا کہ اللہ کی قسم! میں تو اس کے باپ اور اس کے

بھائی کو اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے عرصے تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا جسے انہوں نے آخر فتح کر لیا۔ پھر اس کے بعد صبح کے وقت ہم ان دونوں کے حصے اپنے درمیان تقسیم کرنے لگے یعنی وہ قلعہ ان دونوں نے فتح کیا تھا جس کی غنیمت کُل مسلمانوں کو ملی۔ گویا ہم نے ان کے حصہ میں سے بانٹا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ حدیث 4160، 4161)

پس یہ وجہ ہے کہ یہ اس کی حق دار بنتی ہے کہ اسے کچھ دیا جائے۔ بوڑھی اور معذور اور ضرورت مند عورتوں اور لوگوں کا کس طرح خیال رکھا کرتے تھے اس بارے میں روایت ہے۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کی تاریکی میں گھر سے نکلے تو حضرت طلحہؓ نے دیکھ لیا۔ حضرت عمرؓ ایک گھر میں داخل ہوئے۔ پھر دوسرے گھر میں داخل ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہؓ ان گھروں میں سے ایک گھر میں گئے، وہاں ایک نابینا بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت طلحہؓ نے اس سے پوچھا جو شخص تیرے پاس رات کو آتا ہے وہ کیا کرتا ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا: وہ کافی عرصہ سے میری خدمت کر رہا ہے اور میرے کام کاج کو ٹھیک کرتا ہے اور میری گندگی دور کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت طلحہؓ نے ندامت سے اپنے آپ کو کہا اے طلحہ! تیری ماں تجھے کھوئے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ تُو عمرؓ کی لغزشوں کی کھوج میں ہے اور یہاں تو معاملہ ہی کچھ اَور ہے۔

(سیرت عمر بن خطاب از ابن الجوزی صفحہ 58 المطبعۃ المصریۃ الازھر)

رعایا کی خدمت کے یہ عظیم معیار تھے جو حضرت عمرؓ نے قائم فرمائے۔ حضرت عمرؓ کی لوگوں، ضرورت مندوں، عورتوں، بچوں کی ضروریات پوری کرنے کی بہت سی روایات ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے آپؓ پوری کیا کرتے تھے اور کس طرح بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ آپؓ جب دیکھتے تھے کہ کسی کی ضرورت پوری نہیں ہوئی اور وہ آپؓ کی رعایا میں ہے تو بہت بے چین ہوتے تھے۔

بعض مثالیں میں گذشتہ ہفتوں کے جمعوں میں مختلف حوالوں سے پیش کر چکا ہوں مثلاً کس طرح ایک موقع پر آپ نے جب رات کو ایک عورت سے اس کے بچے کے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ کیونکہ عمرؓ نے دودھ پیتے بچوں کا راشن مقرر نہیں کیا اس لیے میں بچے کو غذا کھانے کی عادت ڈالنے کے لیے دودھ نہیں دے رہی اور یہ بھوک سے رو رہا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت عمرؓ بے چین ہو گئے اور فوراً کھانے پینے کے سامان کا انتظام کیا اور پھر اعلان کیا کہ آئندہ سے ہر پیدا ہونے والے بچے کو بھی راشن ملا کرے گا۔

(ماخوذ از البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر الجزء العاشر صفحہ 185 – 186 مطبوعہ دار ھجر 1997ء)

اسی طرح ایک موقع پر ایک مسافر خاتون جس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا اور رات کو اسے ڈیرہ ڈالنا پڑا اور بچے بھوک سے رو رہے تھے۔ آپؓ کو جب رات کو اس کا علم ہوا تو فوراً سٹور سے کھانے پینے کا سامان اٹھا کر اس تک پہنچایا اور بے چین ہو گئے اور اس وقت تک آپ کو چین نہیں آیا جب تک کہ کھانا پکا کر ان بچوں کو کھلا کر انہیں ہنستا نہ دیکھ لیا پھر آپؓ اس جگہ سے واپس ہوئے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری لا بن جریر الجزء 5 صفحہ 62 ثم دخلت سنۃ ثلاث عشرین /ذکر بعض سیرہ...مطبوعہ دارالفکر بیروت 1998ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے بیان کیا کہ:

"حضرت عمرؓ کو دیکھ لو ان کے رعب اور دبدبہ سے ایک طرف دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ کانپتے تھے۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں تک لرزہ براندام رہتی تھیں مگر دوسری طرف اندھیری رات میں ایک بدوی عورت کے بچوں کو بھوکا دیکھ کر عمرؓ جیسا عظیم المرتبت انسان تلملا اٹھا اور وہ اپنی پیٹھ پر آٹے کی بوری لاد کر اور گھی کا ڈبہ اپنے ہاتھ میں اٹھا کر ان کے پاس پہنچا اور اس وقت تک واپس نہیں لوٹا جب تک کہ اس نے اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر ان بچوں کو نہ کھلا لیا اور وہ اطمینان سے سو نہ گئے۔" (سیر روحانی (6)، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 596)

پھر ایک واقعہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ حضرت عمرؓ جب شام سے مدینہ لَوٹ کر آئے تو لوگوں سے الگ ہو گئے تا کہ ان کے احوال معلوم کریں۔ یعنی اس قافلے سے الگ ہو گئے اور ایک طرف چلے گئے تا کہ لوگوں کے احوال معلوم کریں تو آپؓ کا گزر ایک بڑھیا کے پاس سے ہوا جو اپنے خیمے میں تھی۔ آپؓ اس سے پوچھ گچھ کرنے لگے تو اس نے کہا اے شخص عمرؓ نے کیا کیا؟ آپؓ نے کہا کہ وہ ادھر ہی تو ہے اور شام سے آ گیا ہے تو اس عورت نے کہا کہ خدا اس کو میری طرف سے جزائے خیر نہ دے۔ آپؓ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے! کیوں؟ یعنی تم ایسا کیوں کہتی ہو؟ اس نے کہا کہ جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے آج تک مجھے اس کا کوئی عطیہ نہیں ملا۔ نہ کوئی دینار نہ درہم۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تجھ پر افسوس اور عمر کو تیرے حال کی خبر کیسے ہو سکتی ہے؟ اس بڑھیا کو نہیں پتہ تھا کہ حضرت عمرؓ ہیں، جبکہ تُو ایسی جگہ بیٹھی ہوئی ہے، دُور دراز علاقے میں جنگل کے قریب بیٹھی ہوئی ہے تو اس نے کہا سبحان اللہ! عورت کہنے لگی سبحان اللہ! میں گمان نہیں کرتی کہ کوئی لوگوں پر والی بن جائے اور اس کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے آگے مشرق و مغرب میں کیا ہے۔ تو عمرؓ روتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہائے عمر ہائے! کتنے دعویدار ہوں گے۔ ہر ایک تجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا ہے اے عمر۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ تُو اپنی مظلومیت کے حق کو اس کے ہاتھ کتنے میں بیچتی ہے کہ میں اس کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں۔ یعنی یہ کہا کہ حضرت عمرؓ کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں۔ تُو بتا کہ اپنی مظلومیت کے حق کو کتنے میں بیچتی ہو۔ اس عورت نے کہا کہ ہم سے مذاق نہ کر۔ خدا تجھ پر رحمت کرے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا یہ مذاق نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ اس سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اس کے حق مظلومیت کو پچیس دینار میں خرید لیا۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود آ پہنچے اور ان دونوں نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اس پر عورت نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور کہنے لگی کہ اللہ بھلا کرے۔ میں نے امیر المومنین کو ان کے سامنے برا بھلا کہہ دیا۔ تو امیر المومنین نے اس سے فرمایا: تجھ پر کوئی جرم نہیں۔ خدا تجھ پر رحم کرے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک چمڑے کا ٹکڑا مانگا کہ اس پر لکھیں مگر نہ ملا۔ پھر اپنی چادر میں سے جس کو اوڑھا ہوا تھا ایک ٹکڑا کاٹا اور لکھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ اس کی دستاویز ہے جو عمر نے فلاں عورت سے آج کے دن تک اس کا حق مظلومیت پچیس دینار میں خریدا ہے جب سے وہ والی بنا ہے۔ اگر وہ اب اللہ کے سامنے محشر میں کھڑی ہو کر دعویٰ کرے تو عمر

اس سے بری ہے۔ علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن مسعود اس پر گواہ ہیں۔ پھر وہ تحریر حضرت علیؓ کو دے دی اور فرمایا کہ اگر میں تم سے پہلے دنیا سے گزر جاؤں تو اس کو میرے کفن میں رکھ دینا۔

(ماخوذ ازازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم جلد 3 صفحہ 276 تا 278 مناقب فاروق اعظم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اولاد کا رشتہ دیکھنے کے لیے لوگ کیا معیار رکھتے ہیں۔ آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں بڑے بڑے اونچے معیار ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا کیا معیار تھا؟ اس بارے میں ایک روایت ہے، حضرت اسلمؓ سے مروی ہے جو حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ تھے کہ بعض راتوں میں سے ایک رات میں مَیں امیر المومنین کے ساتھ مدینہ کی اطراف میں پھر رہا تھا۔ آپؓ نے ایک گھڑی کے لیے یعنی کچھ وقت کے لیے استراحت کی غرض سے ایک دیوار کی جانب سہارا لیا۔ گھر کی دیوار تھی اس کے سہارے بیٹھ گئے تو آپؓ نے سنا کہ گھر کے اندر ایک بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ اٹھ اور دودھ میں پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا آپ نہیں جانتیں کہ امیر المومنین کے منادی نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا: نہ اس وقت امیر المومنین موجود ہے اور نہ اس کا منادی۔ لڑکی نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ بات تو ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ سامنے تو ہم ان کی اطاعت کریں اور خلوت میں نافرمانی کرنے لگیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اپنے ساتھی سے فرمایا کہ اے اسلم! اس مکان پر نشان لگا دو۔ اس کے دروازے پہ ایک نشان لگا دو۔ دوسرے دن آپ نے کسی کو بھیجا اور اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم سے کر دیا۔ اس کی اسی سچائی پر، نیکی کو دیکھتے ہوئے اپنے بیٹے کا رشتہ اس لڑکی سے کر دیا۔ اس سے عاصم کی ایک لڑکی پیدا ہوئی حضرت عمر بن عبد العزیز اسی لڑکی کی اولاد میں سے تھے۔

(ماخوذ ازازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم جلد 3 صفحہ 281-282 مناقب فاروق اعظمؓ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ایک روایت میں ہے کہ سَلَمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں بازار سے گزر رہا تھا کہ حضرت عمرؓ بھی اپنے کسی کام سے گزر رہے تھے۔ آپؓ کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے سَلَمہ! اس طرح رستہ سے ہٹ کر چلا کرو۔ پھر مجھے ہلکا سا کوڑا مارا لیکن کوڑا میرے کپڑے کے کنارے پر لگا۔ پس میں رستے سے ہٹ گیا اور آپؓ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ اس بات کو سال گزر گیا۔ پھر حضرت عمرؓ سے میری بازار میں ملاقات ہوئی۔ آپؓ نے فرمایا اے سَلَمہ! کیا اس سال حج کو جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا ہاں اے امیر المومنین۔ پھر آپؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر لے گئے اور ایک تھیلے میں سے چھ سو درہم مجھے دیے اور فرمانے لگے اے سَلَمہ! اس کو اپنی ضروریات میں استعمال کر لو اور یہ اس کا بدلہ ہے جو ایک سال پہلے مَیں نے تمہیں کوڑا مارا تھا۔ سَلَمہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! امیر المومنین! میں یہ بات بالکل بھول چکا تھا اور آج آپؓ نے یاد کروائی ہے۔

(سیرت عمر بن خطاب از ابن الجوزی صفحہ 98 المطبعۃ المصریۃ الازھر)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی دیکھا کرتے تھے کہ بازار کی قیمتیں ایسی ہوں جن سے کسی بھی فریق کے شہری حقوق متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اسی بات کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے بیان کیا کہ:

"شہری حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ لین دین کے معاملات میں خرابی نہ ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اس حق کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ اسلام نے بھاؤ کو بڑھانے اور مہنگا سودا کرنے سے روکا ہے۔ اسی طرح

دوسروں کو نقصان پہنچانے اور ان کو تجارت میں فیل کرنے کے لئے بھاؤ کو گرا دینے سے بھی منع فرمایا ہے۔ "جس طرح آجکل کی مارکیٹ میں یہ چلتا ہے۔ "ایک دفعہ مدینہ میں ایک شخص ایسے ریٹ پر انگور بیچ رہا تھا جس ریٹ پر دوسرے دکاندار نہیں بیچ سکتے۔ حضرت عمرؓ پاس سے گزرے تو انہوں نے اس شخص کو ڈانٹا کیونکہ اس طرح باقی دکانداروں کو نقصان پہنچتا تھا۔ غرض اسلام نے سودا مہنگا کرنے سے بھی روک دیا اور بھاؤ کو گرا دینے سے بھی روک دیا تا کہ نہ دکانداروں کو نقصان ہو اور نہ پبلک کو نقصان ہو۔" (تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 307)

عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک بیٹی تھی جس کو جاہلیت میں زندہ درگور کر دیا گیا لیکن میں نے اسے مرنے سے پہلے نکال لیا۔ جب وہ اسلام لے آئی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد لگ گئی۔ غلط کام ہوا اس کی وجہ سے حد لگ گئی تو اس نے ایک چھری لی تا کہ اس سے اپنے آپ کو قتل کر دے۔ میں نے اسے پکڑ لیا جبکہ اس نے اپنی بعض رگوں کو کاٹ لیا تھا۔ پھر میں نے اس کا علاج کیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گئی۔ پھر اس نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اچھی توبہ کی۔ اے امیر المومنین! اب مجھے اس کے لیے نکاح کے پیغامات آرہے ہیں۔ لڑکی کے رشتے آرہے ہیں۔ کیا میں اس کے پہلے معاملے کے بارے میں بتایا کروں کہ کیا زندگی تھی، اس کی پہلی زندگی کیا تھی، اس کے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا اور کیا اس نے اپنے ساتھ کیا؟ حضرت عمرؓ نے اس شخص سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب پر پردہ ڈالا ہے اور تُو اس کو ظاہر کرے گا! اللہ کی قسم! اگر تو نے اس کے معاملے کے بارے میں کسی کو بھی بتایا تو میں تجھے پورے شہر والوں کے سامنے عبرت کا نشان بناؤں گا بلکہ اس کا نکاح ایک پاکدامن مسلمان عورت کی طرح کر دو۔

(تفسیر الطبری جزء 6۔ سورۃ المائدہ صفحہ 127۔ دار احیاء التراث العربی الطبعۃ الاولیٰ 2001)

بھول جاؤ باتوں کو۔ طاعون عَمَوَاسْ اور حضرت عمرؓ کی لوگوں کی جانوں کے بارے میں فکر کیا تھی؟ اس بارے میں آتا ہے کہ رملہ سے بیت المقدس کے راستے میں چھ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے جس کا نام عمواس ہے۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ یہاں سے مرض طاعون کا آغاز ہوا اور ارضِ شام میں پھیل گیا۔ اس لیے اسے طاعون عمواس کہا جاتا ہے۔ اس مرض سے شام میں لاتعداد اموات ہوئیں۔ بعض کے نزدیک اس سے پچیس ہزار کے قریب اموات ہوئیں۔ سترہ ہجری کو حضرت عمرؓ مدینہ سے شام کے لیے روانہ ہوئے اور سَرْغ مقام پر پہنچ کر سپہ سالارانِ لشکر سے ملاقات کی۔ سَرْغ بھی شام اور حجاز کے سرحدی علاقے میں وادیٔ تبوک کی ایک بستی کا نام ہے۔ اور آپؓ کو اس بات کی اطلاع دی گئی کہ زمینِ عمواس میں بیماری پھیلی ہوئی ہے تو آپؓ مشورے کے بعد واپس لوٹ آئے۔ اس کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک روایت میں یوں مذکور ہے۔ یہ پہلے بھی ایک دفعہ ایک اور حوالے سے اس واقعہ کا کچھ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ سَرْغ مقام پر پہنچے تو آپؓ کی ملاقات فوجوں کے امراء حضرت ابوعبیدہؓ اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی۔ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ شام کے ملک میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے پاس مشورہ کے لیے اولین مہاجرین کو بلایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ کیا مگر مہاجرین میں اختلاف رائے ہو گئی۔ بعض کا کہنا تھا کہ یہاں سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے جبکہ بعض

نے کہا کہ اس لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ شامل ہیں اور ان کو اس وبا میں ڈالنا مناسب نہیں۔ حضرت عمرؓ نے مہاجرین کو بھجوا دیا اور انصار کو بلایا، ان سے مشورہ لیا گیا مگر انصار کی رائے میں بھی مہاجرین کی طرح اختلاف ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے انصار کو بھجوایا اور پھر فرمایا قریش کے بوڑھے لوگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے۔ ان کو بلایا گیا انہوں نے یک زبان ہو کر مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں اور وبائی علاقے میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں واپسی کا اعلان کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس موقع پر سوال کیا۔ کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمایا۔ اے ابوعبیدہ! کاش تمہارے علاوہ کسی اَور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار ہوتے ہوئے اللہ ہی کی تقدیر کی طرف جاتے ہیں۔

اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ان کو لے کر ایسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز اور دوسرا خشک تو کیا ایسا نہیں کہ اگر تم اپنے اونٹوں کو سرسبز جگہ پر چراؤ تو وہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر تم ان کو خشک جگہ پر چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی آ گئے جو پہلے اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس اس مسئلے کا علم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں کوئی وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر کوئی مرض کسی ایسی جگہ پر پھوٹ پڑے جہاں تم رہتے ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے باہر مت نکلو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب ما یُذکر فی الطاعون حدیث نمبر 5729) (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 214-215 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء) (معجم البلدان جلد 4 صفحہ 177-178، جلد 3 صفحہ 239 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عمرؓ مدینہ سے آئے تھے اور ابھی وبا والی جگہ پر نہیں پہنچے تھے اس لیے اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس آ گئے لیکن حضرت ابوعبیدہؓ چونکہ فوجیوں کے سپہ سالار تھے اور پہلے سے ہی وبا والے علاقے میں مقیم تھے اس لیے آپؓ اور مسلمان فوجیں طاعون زدہ علاقے میں ہی رہیں۔ جو جہاں تھے وہ وہیں رہے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت عمرؓ نے شام کے مسلمانوں کے متعلق سوچنا شروع کیا کہ انہیں طاعون کی تباہ کاریوں سے کیسے بچایا جائے۔

خاص طور پر حضرت عمرؓ کو حضرت ابوعبیدہؓ کا بہت خیال تھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط بھیجا کہ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے اس لیے جب تمہیں یہ خط پہنچے تو فوراً مدینہ کے لیے روانہ ہو جانا۔ اگر خط رات کو پہنچے تو صبح ہونے کا انتظار نہ کرنا اور اگر خط صبح پہنچے تو رات ہونے کا انتظار نہ کرنا۔ یہ محبت تھی آپ کی حضرت ابوعبیدہؓ سے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے جب وہ خط پڑھا تو کہنے لگے مَیں امیر المومنین کی ضرورت کو جانتا ہوں۔ اللہ حضرت عمرؓ پر رحم کرے وہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں ہے۔ یعنی یہ تو اللہ جانتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہونا ہے، ابوعبیدہؓ نے یہ سوچا۔ پھر اس خط کا جواب دیا کہ یا امیر المومنین! میں آپؓ کی منشا کو سمجھ گیا ہوں مجھے نہ بلائیے۔ یہیں

رہنے دیجیے۔ میں مسلمان سپاہیوں میں سے ایک ہوں۔ جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میں ان سے کیسے منہ موڑ سکتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جب وہ خط پڑھا تو رو پڑے۔ حاضرین نے پوچھا کہ یا امیر المومنین! کیا حضرت ابو عبیدہؓ فوت ہو گئے۔ آپؓ نے فرمایا نہیں لیکن شاید ہو جائیں۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 صفحہ 18-19، ابو عبیدہ بن الجراح، الرسالة العالمیة دمشق 2014ء)

حضرت عمرؓ نے اہل الرائے اصحاب کے مشورے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ تم لوگوں کو نشیب میں لے کر اترے ہو اس لیے کسی بلند اور پُر فضا مقام پر چلے جاؤ۔ نیچی جگہ کی بجائے ذرا اونچی جگہ، پہاڑی جگہ پر چلے جاؤ جہاں ذرا ہوا بھی صاف ہو۔ حضرت ابو عبیدہؓ ابھی اس حکم کی تعمیل کے متعلق فکر کر رہے تھے کہ طاعون نے ان پر وار کیا اور وہ فوت ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے جانشین حضرت معاذ بن جبلؓ کو نامزد کیا تھا لیکن وہ بھی طاعون میں مبتلا ہو گئے اور ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنا قائمقام حضرت عمرو بن عاصؓ کو بنایا تھا۔ آپؓ نے ایک تقریر کی اور فرمایا: یہ وبا جب پھوٹتی ہے تو آگ کی طرح پھیلتی ہے۔ پہاڑوں میں چھپ کر اپنی جانیں بچاؤ۔ آپؓ لوگوں کو لے کر وہاں سے نکلے اور پہاڑوں میں چلے گئے یہاں تک کہ وبا کا زور ٹوٹ گیا اور گھٹتے گھٹتے بالکل ختم ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو حضرت عمرو بن عاصؓ کی اس تقریر کا علم ہوا تو نہ صرف یہ کہ آپؓ نے اسے پسند فرمایا بلکہ اسے اپنے اس حکم کی تعمیل قرار دیا جو آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو بھیجا تھا۔

(ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل۔ مترجم صفحہ 413۔ اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے علاوہ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت یزید بن ابو سفیانؓ، حضرت حارث بن ہشامؓ اور حضرت سہیل بن عمروؓ اور حضرت عتبہ بن سہیلؓ اور ان کے علاوہ بھی دیگر معززین اس وبا سے فوت ہوئے تھے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 487 سنة 17 ھ، دار الکتب العلمیة بیروت 2012ء)

طاعون عمواس سے واپس آنے کا ذکر ایک جگہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ:

"جب شام میں جنگ ہوئی اور وہاں طاعون پڑی حضرت عمرؓ وہاں خود تشریف لے گئے تا کہ لوگوں کے مشورہ سے فوج کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام کیا جا سکے مگر جب بیماری کا حملہ تیز ہو گیا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپؓ کا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں، آپؓ واپس مدینہ تشریف لے جائیں۔ جب آپؓ نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے آپؓ بھاگتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فوراً جواب دیا۔ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ۔ ہاں ہم خدا تعالیٰ کی ایک تقدیر سے اس کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگتے ہیں۔ غرض دنیاوی سامانوں کو ترک کرنا جائز نہیں۔ ہاں دنیاوی سامانوں کو دین کے تابع رکھنا چاہئے۔"

(اللہ تعالیٰ سے سچا اور حقیقی تعلق قائم کرنے میں ہی ہماری کامیابی ہے۔ انوار العلوم جلد 21 صفحہ 104)

حضرت عمرؓ کی قبولیتِ دعا کے چند واقعات ہیں۔ حضرت خَوَّات بن جُبَیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں لوگ سخت قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت عمرؓ لوگوں کے ساتھ نکلے اور ان کو دو رکعت نماز استسقاء پڑھائی۔ پھر اپنی چادر اپنے دونوں کندھوں پر ڈالی اور چادر کے دائیں طرف کو بائیں کندھے پر ڈالا اور بائیں طرف والی

چادر کو دائیں کندھے پر ڈالا یعنی لپیٹ لی۔ پھر اپنے ہاتھ کو دعا کے لیے اٹھایا اور عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَ نَسْتَسْقِيْكَ

کہ اے اللہ عزوجل! بے شک ہم تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں اور بارش کے خواستگار ہیں۔ ابھی آپ دعا مانگ کر اپنی جگہ سے پیچھے نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمارے جو دیہاتی لوگ تھے وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور عرض کیا اے امیر المومنین فلاں دن فلاں وقت ہم اپنے صحرائی مسکن میں تھے کہ بادلوں نے ہم پر سایہ کیا اور ہم نے اس میں سے ایک آواز سنی کہ اے ابو حفص! بارش کے ذریعہ مدد تمہارے پاس آئی۔ اے ابو حفص! بارش کے ذریعہ مدد تمہارے پاس آئی۔

(کنز العمال المجلد 4 الجزء 8 حدیث 23533 کتاب الصلوٰۃ الباب السابع باب صلاۃ الاستسقاء دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

آپؓ کی ایک دعا کی قبولیت کا واقعہ دریائے نیل کے جاری ہونے کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔ دریائے نیل جب خشک ہوتا تھا تو اسلام سے پہلے وہاں کے لوگوں میں اسے جاری رکھنے کی ایک رسم تھی اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ واقعی اس رسم کا کوئی اثر ہوتا تھا یا نہیں لیکن اسلام نے آکر اس رسم کا خاتمہ کر دیا اور اس رسم کے خاتمے کے بارے میں جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ یوں ہے کہ قَیس بن حَجَاج سے روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے باشندے عجمی مہینوں کے کسی دن حضرت عَمرو بن عاصؓ کے پاس آئے تو لوگوں نے کہا اے امیر! ہمارے دریائے نیل کے لیے ایک رسم ہے جس کے بغیر یہ بہتا نہیں ہے۔ حضرت عمروؓ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب گیارہ راتیں اس مہینے کی گزر جائیں تو ہم ایک کنواری لڑکی کے پاس اس کے والدین کی موجودگی میں جاتے ہیں۔ پھر اس کے والدین کو رضامند کرتے ہیں اور اس کو بہترین کپڑے اور زیورات پہناتے ہیں۔ پھر اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ یعنی شروع میں ڈال دیتے تھے۔ حضرت عمروؓ نے ان سے کہا کہ اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ یقیناً اسلام ان تمام رسموں کو ختم کرتا ہے جو اس سے پہلے تھیں۔

پس وہ ٹھہرے رہے اور آخر جب ایسا وقت آگیا کہ دریائے نیل بھی خشک ہو گیا۔ دریائے نیل اس وقت بالکل نہیں بہ رہا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے وطن سے نکلنے کا ارادہ کر لیا۔ لوگوں نے وہاں سے جانے کا، جگہ کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ پس جب حضرت عمروؓ نے یہ دیکھا تو حضرت عمر بن خطابؓ کو اس کے بارے میں لکھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو جواباً لکھا کہ تم نے جو کچھ کہا وہ ٹھیک ہے۔ یقیناً اسلام ان تمام رسموں کو ختم کرتا ہے جو اس سے پہلے تھیں۔ انہوں نے خط کے اندر ایک چھوٹا رقعہ بھیجا اور حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ کو لکھا کہ یقیناً میں نے تمہاری طرف اپنے خط کے اندر ایک رقعہ بھیجا ہے اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب حضرت عمرؓ کا خط حضرت عمرو بن عاصؓ کو پہنچا تو انہوں نے وہ رقعہ نکالا اور اس کو کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ اللہ کے بندے عمر بن خطاب امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف۔ اما بعد، اگر تُو خود سے بہ رہا ہے تو نہ بہ، لیکن اگر اللہ تعالیٰ تجھے چلا رہا ہے تو میں اللہ واحد و قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے چلائے۔ پس حضرت عمروؓ نے وہ رقعہ صلیب

کے تہوار سے ایک دن پہلے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ زیادہ پانی دریائے نیل میں جاری کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہلِ مصر کی اس رسم کا خاتمہ کر دیا۔

(تاریخ الخلفاء از جلال الدین السیوطی، عمر بن خطاب صفحہ 100، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت لبنان 1999ء)

اکثر تاریخی کتب میں تو اس واقعہ کی تصدیق ہی لکھی ہے لیکن حضرت عمرؓ کے ایک سیرت نگار محمد حسین ہیکل نے اس کی تردید کی ہے کہ ایسی کوئی رسم نہیں تھی۔

(ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل۔ مترجم صفحہ 673 اسلامی کتب خانہ لاہور)

بہر حال یہ ایک واقعہ ہے۔ پھر **حضرت ساریہؓ کی جنگ میں حضرت عمرؓ کی آواز سننے کا واقعہ ہے**، پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بھی اس حوالے سے بیان کر دیتا ہوں قبولیتِ دعا کے حوالے سے اور جو اللہ تعالیٰ کا ایک خاص سلوک تھا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ساریہ بن زُنیم کو فسا اور دارابجرد کے علاقے کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کا محاصرہ کر لیا تو اس پر انہوں نے اپنے حمایتی لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ وہ لوگ مسلمان لشکر کے مقابلہ کے لیے صحرا میں اکٹھے ہو گئے اور جب ان کی تعداد زیادہ ہو گئی تو انہوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ حضرت عمرؓ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے فرمایا

"یَاسَارِیَۃُ ابنُ زُنَیم، اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ"

یعنی اے ساریہ بن زُنیم! پہاڑ پہاڑ۔ مسلمان لشکر جس جگہ مقیم تھا اس کے قریب ہی ایک پہاڑ تھا۔ اگر وہ اس کی پناہ لیتے تو دشمن صرف ایک طرف سے حملہ آور ہو سکتا تھا۔ پس انہوں نے پہاڑ کی جانب پناہ لے لی۔ اس کے بعد انہوں نے جنگ کی اور دشمن کو شکست دی اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 553-554 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس واقعہ کو بیان فرما کر فرمایا ہے کہ صحابہ سے ایسے خوارق کثرت سے ثابت ہیں۔ (ماخوذ از براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 654 حاشیہ در حاشیہ نمبر 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو مکمل اقتباس ہے وہ مَیں گذشتہ خطبہ میں پڑھ چکا ہوں۔ پس دریائے نیل کے جاری کرنے والے واقعہ کو بھی ہم دیکھیں تو بعید نہیں کہ وہ بھی صحیح واقعہ ہی ہو جس کو بعض تاریخ دان صحیح نہیں مانتے۔

حضرت عمرؓ کی ٹوپی کی برکت اور قیصر روم کے بارے میں ایک ذکر ملتا ہے۔ اس کو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک دفعہ قیصر کے سر میں شدید درد ہوا اور باوجود ہر قسم کے علاج کے اسے آرام نہ آیا۔ کسی نے اسے کہا کہ حضرت عمرؓ کو اپنے حالات لکھ کر بھجوا دو اور ان سے تبرک کے طور پر کوئی چیز منگواؤ۔ وہ تمہارے لیے دعا بھی کریں گے اور تبرک بھی بھجوا دیں گے۔ ان کی دعا سے تمہیں ضرور شفا حاصل ہو جائے گی۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنا سفیر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا کہ یہ متکبر لوگ ہیں۔ میرے پاس اس نے کہاں آنا ہے۔ اب یہ دکھ میں مبتلا ہوا ہے تو اس نے اپنا سفیر

میرے پاس بھیج دیا ہے۔ اگر میں نے اسے کوئی اور تبرک بھیجا تو ممکن ہے وہ اسے حقیر سمجھ کر استعمال نہ کرے۔ اس لیے مجھے کوئی ایسی چیز بھجوانی چاہیے جو تبرک کا کام بھی دے اور اس کے تکبر کو بھی توڑ دے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ایک پرانی ٹوپی جس پر جگہ جگہ داغ لگے ہوئے تھے اور جو میل کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی اسے تبرک کے طور پر بھجوا دی۔ اس نے جب یہ ٹوپی دیکھی تو اسے بہت بُرا لگا تو اس نے ٹوپی نہ پہنی مگر خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ تمہیں برکت اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اسے اتنا شدید درد سر ہوا کہ اس نے اپنے نوکروں سے کہا وہ ٹوپی لاؤ جو عمرؓ نے بھجوائی تھی تا کہ میں اسے اپنے سر پر رکھوں۔

چنانچہ اس نے ٹوپی پہنی اور اس کا درد جاتا رہا۔ چونکہ اسے ہر آٹھویں دسویں دن سر درد ہو جایا کرتا تھا اس لیے پھر تو اس کا یہ معمول ہو گیا کہ وہ دربار میں بیٹھتا تو وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میلی کچیلی ٹوپی اس نے اپنے سر پر رکھی ہوئی ہوتی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ نشان جو خدا تعالیٰ نے اسے دکھایا اس میں ایک اَور بات بھی مخفی تھی۔ (اور وہ یہ کہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی قیصر کے پاس قید تھے اور اس نے حکم دیا تھا کہ انہیں سؤر کا گوشت کھلایا جائے۔ وہ فاقے برداشت کرتے مگر سؤر کے قریب نہیں جاتے تھے۔ گو اسلام نے یہ کہا ہے کہ اضطرار کی حالت میں سؤر کا گوشت کھالینا جائز ہے مگر وہ کہتے تھے کہ میں صحابی ہوں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ جب کئی کئی دن کے فاقوں کے بعد وہ مرنے لگتے تو قیصر انہیں روٹی دے دیتا۔

جب پھر انہیں کچھ طاقت آ جاتی تو وہ پھر کہتا کہ انہیں سؤر کھلایا جائے۔ اس طرح نہ وہ انہیں مرنے دیتا نہ جینے۔ کسی نے اسے کہا کہ تجھے یہ سر درد اس لیے ہے کہ تُو نے اس مسلمان کو قید رکھا ہوا ہے اور اب اس کا علاج یہی ہے کہ تم عمرؓ سے اپنے لیے دعا کراؤ اور ان سے کوئی تبرک منگواؤ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ٹوپی بھیجی اور اس کے درد میں افاقہ ہو گیا تو وہ اس سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اس صحابی کو بھی چھوڑ دیا۔ اب دیکھو! کہاں قیصر ایک صحابی کو تکلیف دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی سزا کے طور پر اس کے سر میں درد پیدا کر دیتا ہے۔ کوئی اور شخص اسے مشورہ دیتا ہے کہ عمرؓ سے تبرک منگواؤ اور ان سے دعا کرواؤ۔ وہ تبرک بھیجتے ہیں اور قیصر کا درد جاتا رہتا ہے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ اس صحابی کی نجات کے بھی سامان کر دیتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ (ماخوذ از سیر روحانی (4)۔ انوار العلوم جلد 19 صفحہ 536-537)

تفسیر رازی میں ہے کہ قیصر نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ مجھے سر درد ہے جو ٹھیک نہیں ہو رہی۔ آپ میرے لیے کوئی دوا بھجوائیں تو حضرت عمرؓ نے اس کے لیے ٹوپی بھجوائی۔ جب وہ اسے اپنے سر پر رکھتا تو اس کے سر میں درد رک جاتی اور جونہی وہ اسے سر سے اتارتا اسے دوبارہ سر درد ہو جاتی۔ پس اس بات سے وہ متعجب ہوا اس نے ٹوپی میں تلاش کیا اور اس میں ایک کاغذ پایا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ یہ تفسیر رازی کا ایک ذکر ہے۔

(تفسیر کبیر لامام رازی جلد 1 صفحہ 143 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عمرؓ کی دعائیں ہیں بعض۔ عَمرو بن مَیمُون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ

اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ مَعَ الْأَبْرَارِ وَلَا تُخَلِّفْنِيْ فِي الْأَشْرَارِ وَقِنِيْ عَذَابَ النَّارِ وَأَلْحِقْنِيْ بِالْأَخْيَارِ۔

اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے اور مجھے برے لوگوں میں پیچھے نہ چھوڑ اور مجھے آگ کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ177 ذکر ھجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ داراحیاء التراث العربی 1996ء)

یحییٰ بن سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب منٰی سے لوٹے تو اپنے اونٹ کو اَبْطَحْ میں بٹھایا اور وادی بَطْحَا کے پتھروں سے ایک ڈھیر بنایا اور اس پر اپنی چادر کا ایک کنارہ بچھا کر لیٹ گئے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرنے لگے۔

اَللّٰھُمَّ کَبِرَتْ سِنِّی وَضَعُفَتْ قُوَّتِیْ وَانْتَشَرَتْ رَعِیَّتِیْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مُضَیِّعٍ وَلَا مُفَرِّطٍ

اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میری قوت کم ہو گئی ہے اور میری رعیّت پھیل گئی ہے۔ تو مجھے بغیر ضائع کیے اور کم کیے وفات دے دے۔ پس ابھی ذوالحجہ کا مہینہ ختم نہیں ہوا تھا کہ آپؓ پر حملہ ہوا اور آپ کی شہادت ہو گئی۔ (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 162 عمر بن الخطاب دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ قحط کے دنوں میں حضرت عمرؓ نے ایک نیا کام کیا جسے وہ نہ کیا کرتے تھے۔ وہ یہ تھا کہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر میں داخل ہو جاتے اور آخر شب تک مسلسل نماز پڑھتے رہتے۔ پھر آپ باہر نکلتے اور مدینہ کے اطراف میں چکر لگاتے رہتے۔ ایک رات سحری کے وقت میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھَلَاکَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ عَلٰی یَدَیَّ۔ اے اللہ! میرے ہاتھوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3صفحہ237 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"انسان کو چاہئے کہ اپنے خدا تعالیٰ کے واسطے خالصۃً عبادت کرے پھر خواہ خلقت اس کو برا سمجھے یا بھلا اس امر کی پرواہ نہیں چاہئے اور اپنے ظاہر کو جان بوجھ کر بُرا بنانا آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھلائی ہوئی اس دعا سے ناجائز ثابت ہوتا ہے۔ وہ دعا آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو سکھلائی تھی اور اس طرح ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَّتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَّتِیْ صَالِحَۃً۔ اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا اور میرے ظاہر کو اچھا کر۔" (حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 482)

حضرت عمرؓ کا مسجد نبوی اور نماز کے آداب کا خیال رکھنا، اس بارے میں یہ روایت ہے۔ حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے مجھے کنکر ماری۔ میں نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ ہیں۔ انہوں نے کہا جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ دو شخص تھے جو اونچی اونچی باتیں کر رہے تھے۔ میں ان دونوں کو لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم دونوں کون ہو یا کہا تم کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے باشندوں میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر تم اس شہر کے باشندے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تم اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب رفع الصوت فی المسجد حدیث470)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کا طریقہ یہ تھا کہ جب تک صفیں برابر نہیں ہوتی تھیں اس وقت تک اللہ اکبر نہیں کہتے تھے بلکہ صفیں سیدھی کروانے کے لیے ایک شخص مقرر فرمایا ہوا تھا۔ ابو عثمان نَہْدِی نے کہا کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ جب نماز کے لیے اقامت ہوتی تو قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے یعنی لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے اے فلاں! آگے ہو جاؤ اور اے فلاں! پیچھے ہو جاؤ۔ یعنی صفیں سیدھی کر رہے ہوتے تھے۔ تم اپنی صفوں کو سیدھی رکھو۔ جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تو پھر آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہتے۔ (سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ165۔ مکتبہ مصریة الازھر)

حضرت عمرؓ کی مالی قربانی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں ایک روایت ہے۔ اور بھی بہت ساری روایتیں ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے خیبر میں کچھ زمین حاصل کی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے متعلق مشورہ کرنے آئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! میں نے خیبر میں زمین حاصل کی ہے۔ میرے نزدیک اس سے بہتر مجھے کبھی کوئی جائیداد نہیں ملی۔ آپؐ مجھے اس کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اصل زمین وقف کر دو اور اس کی آمدنی غرباء پر خرچ کرو۔ نافع کہتے تھے کہ پھر حضرت عمرؓ نے وہ صدقہ میں دے دی اس شرط پر کہ نہ وہ بیچی جائے اور نہ کسی کو ہبہ کی جائے، نہ ورثاء میں تقسیم کی جائے اور انہوں نے وہ زمین محتاجوں اور رشتہ داروں، غلاموں کے آزاد کرنے، اللہ کی راہ میں اور مسافروں اور مہمانوں کے لیے وقف کر دی اور جو زمین کا نگران ہو اس کے لیے کوئی ہرج نہیں کہ وہ اس میں سے دستور کے مطابق خود کھائے اور کھلائے مگر مال کو جمع کرنے والا نہ ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الوقف حدیث 2737)

جب بھی موقع آیا حضرت عمرؓ نے قربانی کرنے میں بڑھنے کی کوشش کی۔ وہ بھی موقع تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی قربانی کی تحریک فرمائی تو اپنا آدھا مال لے کر آ گئے۔ پہلے بھی یہ واقعہ بیان ہو چکا ہے۔ لیکن خشیت الٰہی کا یہ حال تھا کہ جب فوت ہونے لگے تو آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور فرماتے تھے کہ میں کسی انعام کا مستحق نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ سزا سے بچ جاؤں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 10 صفحہ 24)

یہ تھا آپ کا خشیت، خوف خدا کا حال۔ بہر حال ابھی تھوڑی سی باتیں ہیں جو آئندہ بھی ان شاء اللہ بیان ہو جائیں گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 10/ دسمبر 2021ء جلد 28 شمارہ 99 صفحہ 05 تا 09)

48

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26/ نومبر 2021ء بمطابق 26/ نبوت 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمرؓ کے دربار میں علم رکھنے والے خاص طور پر قرآن کریم کا علم رکھنے والوں کا بڑا مقام تھا چاہے وہ چھوٹی عمر کے نوجوان ہیں یا بچے ہیں یا بڑے ہیں۔ بخاری میں ایک روایت ہے حضرت ابن عباسؓ نے کہا عُیَیْنَہ بن حِصن بن حُذَیفہ مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حُرّ بن قَیس کے پاس اترے اور حُرّ بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمرؓ اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے اور قاری یعنی قرآن کے عالم ہی، بڑی عمر کے ہوں یا جوان، مجلس میں حضرت عمرؓ کے قریب بیٹھنے والے تھے، ان کو مشورہ دینے والے ہوتے تھے۔ عُیَینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے بھتیجے! اس امیر کے پاس تمہاری وجاہت ہے۔ اس لیے میرے لیے ان کے پاس آنے کی اجازت مانگو۔ حُر بن قیس نے کہا: میں تمہارے لیے ان کے پاس آنے کی اجازت لے لوں گا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے چنانچہ حُر نے عُیینہ کے لیے اجازت مانگی اور حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دی۔ جب عُیینہ ان کے پاس آیا تو اس نے کہا خطاب کے بیٹے یہ کیا بات ہے۔ اللہ کی قسم! نہ تو آپؓ ہم کو بہت مال دیتے ہیں اور نہ ہمارے درمیان اور ہمارے مال کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ناراض ہو گئے یہاں تک کہ اس کو کچھ کہنے کو ہی تھے کہ حُر نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ (الاعراف:200)

یعنی اے نبی! ہمیشہ عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر اور یہ عُیینہ جاہلوں میں سے ہی ہے۔ اللہ کی قسم! جب حُر نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی تو حضرت عمرؓ وہیں رک گئے اور کچھ نہیں کہا اور حضرت عمرؓ کتاب اللہ کو سن کر رک جاتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف باب خذالعفو... حدیث 4642)

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کے دربار کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک امیر آیا۔ اس نے اس بات کو بہت مکروہ سمجھا کہ ایک دس برس کا لڑکا بھی بیٹھا ہے کہ ایسی عالیشان بارگاہ میں لونڈوں کو کیا کام؟ اتفاق سے حضرت عمرؓ اس امیر کی کسی حرکت پر ناراض ہوئے۔ جلاد کو بلایا۔ وہی لڑکا پکار اٹھا۔ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ (آل عمران:135) اور پڑھا وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ (الاعراف:200) اور کہا

هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْن۔ حضرت عمرؓ کا چہرہ زرد ہو گیا اور خاموش رہ گئے۔ اس وقت اس کے بھائی نے "یعنی اس شخص کے بھائی نے جو بول رہا تھا" کہا۔ دیکھا اسی لونڈے نے تمہیں بچایا ہے جس کو تم حقیر سمجھتے تھے۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 122)

حضرت عمرؓ بچوں کی تربیت کس طرح کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں ایک روایت ہے۔ یوسف بن یعقوب نے کہا: ابن شہاب نے مجھے اور میرے بھائی کو اور میرے چچا کے بیٹے کو جبکہ ہم کم سن بچے تھے کہا تم اپنے آپ کو بچہ ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا کیونکہ حضرت عمرؓ کو جب کوئی معاملہ درپیش آتا تو آپ بچوں کو بلاتے اور ان سے بھی اس غرض سے مشورہ لیتے کہ آپ ان کی عقلوں کو تیز کرنا چاہتے تھے۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ 165۔ مکتبہ مصریة الازهر)

جنگ احد میں جب جنگ کا پانسا پلٹا اور مسلمانوں کو شدید نقصان برداشت کرنا پڑا تو اس وقت ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا۔ یہاں حضرت عمرؓ کی غیرت کا سوال ہے کہ کیا ان لوگوں میں محمد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا: کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے؟ پھر تین بار پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابن خطاب ہے؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بولے: اے اللہ کے دشمن! بخدا تم نے جھوٹ کہا ہے۔ جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لیے بہت کچھ باقی ہے۔ ابوسفیان بولا یہ معرکہ بدر کے معرکہ کا بدلہ ہے اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے کبھی اس کی فتح اور کبھی اس کی۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد باب ما یکره من التنازع والاختلاف فی الحرب..... حدیث نمبر 3039)

پھر بیت المال کے اموال کی حفاظت اور نگرانی میں کس حد تک محتاط تھے۔ اس بارے میں روایت ہے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے دودھ پیا۔ آپ کو وہ پسند آیا۔ کسی نے گلاس میں دودھ دیا، آپؓ نے پیا اور پسند آیا۔ آپؓ نے اس شخص سے پوچھا جس نے آپؓ کو دودھ پلایا تھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے آپؓ کو بتایا کہ وہ ایک چشمہ پر گیا جس کا اس نے نام بھی لیا۔ وہاں زکوٰۃ کے اونٹوں کو لوگ پانی پلا رہے تھے۔ انہوں نے میرے لیے ان کا دودھ دوہا جس کو میں نے اپنے اس پانی پینے والے برتن میں ڈال لیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کر قے کر کے اس کو نکال دیا۔

(مؤطا امام مالك كتاب الزكاة باب ماجاء فی أخذ الصدقات والتشديد فيها حديث 31 دار احياء التراث العربی بيروت 1985ء)

کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ یہ میں نہیں پیوں گا۔

بَراءَ بن مَعْرُور کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ گھر سے نکلے یہاں تک کہ آپؓ منبر پر تشریف لائے۔ آپؓ اس وقت بیمار تھے۔ آپ کی اس بیماری کے لیے شہد تجویز کیا گیا۔ بیت المال میں شہد کا برتن موجود تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر آپ لوگ مجھے اجازت دیں تو میں اسے لے لیتا ہوں ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے تو لوگوں نے اس بارے میں آپ کو اجازت دے دی۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 147 ذكر استخلاف عمر مطبوعہ دارا لاحياء التراث العربی بيروت 1996ء)

بیت المال کے اموال کی حفاظت کا کس قدر خیال تھا اس بارے میں یہ واقعہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ مختصر بیان کرتا ہوں کہ ایک دوپہر کو شدید گرمی میں پیچھے رہ جانے والے دو اونٹوں کو خود ہانک کر آپؓ چراگاہ میں لے کر جا رہے تھے کہ کہیں ادھر ادھر گم نہ ہو جائیں۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ نے جب دیکھا تو کہا کہ یہ کام ہم کر لیتے ہیں، آپؓ سائے میں آ جائیں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم لوگ آرام سے سائے میں بیٹھو۔ یہ میرا کام ہے۔ یہ مَیں ہی کروں گا۔

(ماخوذ از اسدالغابة فی معرفة الصحابة جلد3صفحہ667 عمربن الخطاب مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان2003ء)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ یوں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق مسلمانوں کو مال دیا، دولت دی، عزت دی، رتبہ دیا مگر وہ اسلام سے غافل نہیں ہو گئے۔ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ تم لوگوں میں کچھ ہے تو اپنے دین سے غافل نہ ہو، اسلام کی تعلیم سے غافل نہ ہو، اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ باہر قُبّہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اتنی شدید گرمی پڑ رہی تھی کہ دروازہ کھولنے کی بھی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اتنے میں میرے غلام نے مجھے کہا۔ دیکھئے شدید دھوپ میں باہر ایک شخص پھر رہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ شخص میرے قُبّہ کے قریب پہنچا اور میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی میں گھبرا کر باہر نکلا اور میں نے کہا اس گرمی میں آپؓ کہاں؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس کی تلاش میں مَیں باہر پھر رہا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آگے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (المطففین:24)۔ وہ ہوں گے تختوں پر مگر ہر وقت نگرانی ان کا کام ہو گا۔ دنیا کی نعمتیں اور دنیا کے آرام ان کو سست نہیں بنائیں گی۔ وہ ان اَرَآئِك کے اندر سونہ رہے ہوں گے بلکہ بیدار اور ہوشیار ہوں گے۔ لوگوں کے حقوق کی دیکھ بھال کریں گے اور اپنے فرائض منصبی کو پوری خوش اسلوبی سے ادا کرتے چلے جائیں گے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد8 صفحہ 315-314)

مساوات کے قیام کے بارے میں روایت آتی ہے۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک یہودی اور ایک مسلمان لڑتے ہوئے آئے۔ حضرت عمرؓ کو یہودی کی طرف حق معلوم ہوا تو انہوں نے اس کے موافق فیصلہ کیا۔ پھر یہودی بولا اللہ کی قسم! تم نے سچا فیصلہ کیا ہے۔

(مؤطا امام مالك كتاب الاقضية باب الترغيب فی القضاء بالحق روایت نمبر 1425 مکتبہ دار الفکر 2002ء)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مصر کا ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میں ظلم سے آپؓ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: تُو نے اچھی پناہ گاہ ڈھونڈی ہے۔ اس نے کہا میں نے عمرو بن عاصؓ کے بیٹے کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا اور میں اس سے آگے نکل گیا۔ اس پر وہ مجھے کوڑے مارنے لگا اور کہا میں معزز فرد کا بیٹا ہوں۔ تمہیں یہ جرأت کس طرح ہوئی کہ میرے سے آگے نکلو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا اور انہیں اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے اس لڑکے کو مارو۔ وہ اسے مارنے لگا۔ اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے، اس مصری شخص کو کہہ رہے تھے کہ 'معزز فرد کے بیٹے کو مار۔'

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اس نے اسے مارا اور ہم اس کے مارنے کو پسند کر رہے تھے۔ وہ اسے مسلسل کوڑے مارتا رہا یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ اب چھوڑ دے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس مصری شخص سے کہا کہ عمرو بن عاصؓ کے سر پر مارو۔ تو اس (مصری) نے کہا کہ اے امیر المومنین! ان کے بیٹے نے مجھے مارا تھا اور میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے کہا: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا ہے؟ حضرت عمرو بن عاصؓ نے عرض کیا اے امیر المومنین! نہ مجھے اس واقعہ کا علم تھا اور نہ وہ مصری میرے پاس آیا۔

(کنز العمال کتاب الفضائل مجلد السادس روایت نمبر 36005 دار الکتب العلمیة بیروت)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مال آیا اور آپؓ اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرنے لگے۔ لوگوں نے بھیڑ لگا دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ لوگوں سے مزاحمت کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور آپؓ تک پہنچ گئے۔ آپؓ نے انہیں ایک درہ لگایا اور کہا: تم زمین میں اللہ کے سلطان سے نہیں ڈرے اور اژدھام کو چیرتے ہوئے آگے نکل آئے تو میں نے سوچا کہ تم کو بتا دوں کہ اللہ کا سلطان بھی تم سے قطعًا نہیں ڈرتا۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ97 دار المعرفة بیروت)

حضرت عمرؓ میں وسعتِ حوصلہ کس حد تک تھی۔ اس بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! تم میں کوئی بھی شخص اگر مجھ میں ٹیڑھا پن دیکھے تو اسے سیدھا کر دے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا اگر ہم آپؓ میں ٹیڑھا پن دیکھیں گے تو اسے اپنی تلواروں سے سیدھا کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس امّت میں ایسا بھی آدمی پیدا کیا ہے جو عمر کے ٹیڑھے پن کو اپنی تلوار سے سیدھا کرے گا۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ106 دار المعرفة بیروت)

حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: مجھے بھلائی کا حکم دے کر، برائی سے روک کر اور مجھے نصیحت کر کے میری مدد کرو۔ (سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ107 دار المعرفة بیروت)

پھر ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو میرے عیوب سے مجھے آگاہ کرے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 222 دار الکتب العلمیة بیروت)

پھر حضرت عمرؓ کا ایک قول بیان کیا جاتا ہے کہ مجھے خوف ہے کہ مَیں غلطی کروں اور میرے ڈر سے کوئی مجھے سیدھا راستہ نہ دکھائے۔ (سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ107 دار المعرفة بیروت)

ایک دن آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور مجمع عام کے سامنے کہنے لگا: اے عمر! اللہ سے ڈرو۔ بعض لوگ اس کی بات سن کر سخت غصہ ہو گئے اور اسے خاموش کرانا چاہا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: تم میں کوئی خیر نہیں اگر تم عیب کو نہ بتاؤ اور ہم میں کوئی خیر نہیں اگر ہم اس کو نہ سنیں۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ107 دار المعرفة بیروت)

یعنی اسے کہا صرف یہ بات نہ کرو بلکہ معین کر کے بتاؤ کہ کیا بات کرنا چاہتے ہو۔

ایک دن حضرت عمرؓ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپؓ نے اتنا ہی کہا تھا اے لوگو!

سنو اور اطاعت کرو کہ ایک آدمی نے بات کاٹتے ہوئے کہا: اے عمر! نہ ہم سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے نرمی سے پوچھا اللہ کے بندے! کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ بیت المال سے جو کپڑا سب میں تقسیم کیا گیا اس سے لوگ صرف قمیص بنوا سکے۔ جوڑا مکمل نہیں ہوا اور آپؓ کو بھی اتنا ہی کپڑا ملا ہو گا۔ پھر آپؓ کا جوڑا کیسے تیار ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا: اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پھر اپنے بیٹے عبد اللہ کو بلایا۔ عبد اللہ نے بتایا کہ انہوں نے اپنے والد کو اپنے حصہ کا کپڑا دیا ہے تا کہ ان کا لباس مکمل ہو جائے۔ یہ سن کر سب لوگ مطمئن ہو گئے اور اس آدمی نے کہا۔ اے امیر المومنین! اب سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ 107 دار المعرفة بیروت)

بعض اس قسم کے اجڈ بھی ہوتے تھے لیکن اس قسم کی باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو تربیت یافتہ صحابہ تھے ان کے منہ سے کبھی آپ نہیں سنیں گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دیر سے مسلمان ہوئے، یا پھر بالکل ہی اجڈ، اَن پڑھ اور جاہل تھے۔ جو کبار صحابہ تھے ان میں ایسی باتیں نہیں پائی جاتی تھیں ان میں کامل اطاعت ہوتی تھی۔

اسلام مذہبی امور میں آزادی دیتا ہے۔ اس بارے میں حضرت عمرؓ کا طریق کیا تھا۔ فتح اسکندریہ کے بعد وہاں کے حاکم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو پیغام بھیجا کہ اے اقوامِ عرب! میں تم سے زیادہ قابل نفرت قوموں یعنی اہلِ فارس اور روم کو جزیہ ادا کرتا تھا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ آپ میرے علاقے کے جنگی قیدیوں کو لوٹا دیں۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے دربارِ خلافت میں تمام حالات لکھے۔ حضرت عمرؓ کا جواب آیا کہ تم حاکم اسکندریہ کے سامنے یہ تجویز رکھو کہ وہ جزیہ ادا کرے مگر جو جنگی قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں یعنی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں انہیں اختیار دیا جائے گا کہ وہ اسلام قبول کریں یا اپنی قوم کے مذہب کو برقرار رکھیں۔ جو مسلمان ہو جائے گا وہ مسلمانوں میں شامل ہو گا اور اس کے حقوق و فرائض انہی جیسے ہوں گے یعنی مسلمانوں جیسے مگر جو اپنی قوم کے مذہب پر برقرار رہے گا اس پر وہی جزیہ مقرر کیا جائے گا جو اس کے ہم مذہبوں پر ہو گا۔ چنانچہ عمرو بن عاصؓ نے تمام قیدیوں کو جمع کیا اور ان کو فرمانِ خلافت پڑھ کر سنایا گیا تو بہت سے قیدی مسلمان ہو گئے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 512-513۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2012ء)

مذہبی آزادی میں آپ کس قدر محتاط تھے۔ اس بارے میں ایک واقعہ ہے۔ ایک دفعہ ایک بوڑھی نصرانی عورت اپنی کسی ضرورت سے حضرت عمرؓ کے پاس آئی تو آپؓ نے اس سے کہا مسلمان ہو جاؤ محفوظ رہو گی۔ اللہ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس نے جواب دیا میں بوڑھی عورت ہوں اور موت میرے قریب ہے۔

آپؓ نے اس کی ضرورت پوری کر دی لیکن ڈرے کہ کہیں آپؓ کا یہ کام اس کی ضرورت سے غلط فائدہ اٹھا کر اسے مجبوراً مسلمان بنانے کے مترادف نہ ہو جائے۔ اس لیے آپؓ نے اس عمل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور کہا اے اللہ! مَیں نے اسے سیدھی راہ دکھائی تھی اسے مجبور نہیں کیا تھا۔ بہت احتیاط تھی۔

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطاب از ڈاکٹر علی محمد الصلابی ۔ صفحہ 101۔ دار المعرفة بیروت 2007ء)

پھر ایک واقعہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا ایک عیسائی غلام تھا اس کا نام اَشَق تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت عمرؓ کا غلام تھا۔ آپؓ نے مجھ سے کہا مسلمان ہو جاؤ تا کہ مسلمانوں کے بعض معاملات میں تم سے مدد لے لیا کروں کیونکہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ مسلمانوں کے معاملے میں ان لوگوں سے مدد لوں جو غیر مسلم ہیں لیکن میں نے انکار کر دیا، غلام نے کہا۔ تو آپؓ نے فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ :257)۔ دینِ اسلام میں زبردستی نہیں۔ جب آپؓ کی وفات قریب ہوئی تو آپؓ نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا تمہاری جہاں مرضی ہو چلے جاؤ۔

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے، ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 184، مکتبہ الفرقان، مظفر گڑھ، پاکستان)

جانوروں پر شفقت اور رحم دلی کا واقعہ۔ اَحنَف بن قَیس کا بیان ہے کہ ہم عمر بن خطابؓ کے پاس ایک وفد کی شکل میں فتحِ عظیم کی خوشخبری لے کر آئے۔ آپؓ نے پوچھا آپ لوگ کہاں ٹھہرے ہو؟ میں نے کہا فلاں جگہ۔ پھر آپؓ میرے ساتھ چل پڑے۔ ہماری سواری کے اونٹوں کے باڑے یعنی ان کے باندھنے کے مقام تک پہنچے اور ایک ایک کو غور سے دیکھنے کے بعد فرمانے لگے کیا تم اپنی سواریوں کے بارے میں اللہ سے خوف نہیں کھاتے! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ان کا بھی تم پر حق ہے؟ انہیں کھلا کیوں نہ چھوڑ دیا کہ گھاس وغیرہ چرتے۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ 171 دار المعرفۃ بیروت)

حضرت عمرؓ نے ایک اونٹ دیکھا جس پر بے بسی اور بیماری کے آثار بالکل نمایاں تھے۔ سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا ہاتھ اونٹ کی پشت پر ایک زخم کے پاس رکھا اور خود کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرے بارے میں اللہ کے ہاں میری بازپرس نہ ہو۔

(الطبقات الکبریٰ باب ذکر استخلاف عمر جلد 3 صفحہ 217 دار العلمیۃ بیروت)

پھر ایک روایت اسلم سے ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دل میں تازہ مچھلی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ یَرْفَا (حضرت عمرؓ کے غلام کا نام ہے) سواری پر سوار ہوا اور آگے پیچھے چار میل تک دوڑا کر ایک عمدہ مچھلی خرید کر لایا۔ پھر سواری کی طرف متوجہ ہوا اور اسے غسل دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آ گئے اور فرمانے لگے چلو یہاں تک کہ آپؓ نے سواری کو دیکھ کر فرمایا۔ تم اس پسینہ کو دھونا بھول گئے ہو جو اس کے کان کے نیچے ہے۔ تم نے عمر کی خواہش پوری کرنے کے لیے ایک جانور کو تکلیف میں مبتلا کر ڈالا ہے۔ اللہ کی قسم! عمر تیری اس مچھلی کو نہیں چکھے گا۔

(کنز العمال کتاب الفضائل مجلد السادس صفحہ 287 روایت نمبر 35966 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت عراق سے ایک وفد آیا۔ اس میں اَحنَف بن قَیس بھی تھے۔ حضرت عمرؓ سر پر پگڑی باندھ کر زکوٰۃ کے ایک اونٹ کو تارکول وغیرہ لگا رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا اے اَحنَف! اپنے کپڑے اتارو اور آؤ۔ اس اونٹ میں امیر المومنین کی مدد کرو۔ یہ زکوٰۃ کا اونٹ ہے۔ اس میں یتیم، بیوہ اور مسکین کا حق ہے۔

(کنز العمال جلد 3 صفحہ 303 کتاب الخلافہ مع الامارۃ/قسم الافعال حدیث 14303 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عمرؓ کا ایک یہودی کو ایک جواب اس کے بارے میں ایک روایت ہے۔ طارق نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی کہ یہود میں سے کسی شخص نے ان سے کہا: امیر المومنین! آپؓ کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ پڑھتے ہیں اگر وہ ہم پر یعنی یہود کی قوم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون سی ہے؟ اس نے کہا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ:4)

یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تمہیں اپنی نعمت ساری کی ساری عطا کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ہمیں وہ دن اور وہ جگہ بھی معلوم ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ آپؐ اس وقت جمعہ کے دن عرفات میں کھڑے تھے۔ (صحیح البخاری کتاب الایمان باب زِيَادَةُ الْاِيْمَانِ وَ نُقْصَانُه ، حدیث 45)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ سے ایک یہودی نے کہا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ہے۔ اگر وہ ہماری کتاب میں اترتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ... الآیۃ۔ آپ نے فرمایا وہ دن تو ہمارے لئے دو عیدوں کا دن تھا یعنی جمعہ کا دن اور عرفہ کے دن۔ (اس دن) یہ آیت نازل ہوئی تھی۔" (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 6)

بعض بزرگان حضرت عمرؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ اَشْعَثْ سے روایت ہے کہ میں نے امام شعبی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ جب لوگ کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو دیکھو کہ حضرت عمرؓ نے اس معاملے میں کیا کیا ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ بغیر مشورہ کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 4 صفحہ 304-305۔ روایت 5841۔ مکتبۃ الایمان ۔ الطبعۃ الاولیٰ 2007)

امام شَعبی فرماتے ہیں: مَیں نے حضرت قَبِیصہ بن جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے آپ سے زیادہ کتاب اللہ کو پڑھنے والا اور اللہ کے دین کو سمجھنے والا اور آپ سے اچھا اس کی درس و تدریس کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر مجلد 11 ۔ جزء 21 صفحہ 128۔ دار احیاء التراث العربی الطبعۃ الاولیٰ 2001ء)

حضرت حسن بصریؒ نے کہا جب تم اپنی مجلس کو خوشبودار بنانا چاہو تو حضرت عمرؓ کا بہت ذکر کرو۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ 217۔ مکتبہ مصریۃ الازھر)

مجاہد سے روایت ہے کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ بے شک حضرت عمرؓ کے دور میں شیاطین جکڑے ہوئے تھے۔ جب آپؓ شہید ہوئے تو شیاطین زمین میں کودنے لگے۔ (سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ 217۔ مکتبہ مصریۃ الازھر)

حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ کا شاعرانہ ذوق بھی بہت تھا۔ خود شعر تو نہیں کہتے تھے لیکن شعر سنتے تھے، پسند کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا۔ ایک رات جب ہم چل رہے تھے تو میں ان کے قریب آیا تو انہوں نے اپنے پالان کے اگلے حصہ پر ایک کوڑا مار کر یہ اشعار پڑھے:

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ يُقْتَلُ أَحْمَدُ وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُونَهُ وَنُنَاضِلُ

وَنُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ وَنَذْهَلَ عَنْ أَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

تم جھوٹ بولتے ہو۔ اللہ کے گھر خانہ کعبہ کی قسم! حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم ان کی حفاظت کے لیے نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جوہر نہ دکھائیں۔ ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ ہم ان کے قریب جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں اور اپنے فرزند اور اہل وعیال کو بھول جائیں۔

وَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا أَبَرَّ وَ أَوْفٰى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدِ

کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نیکی کرنے والا اور وعدہ پورا کرنے والے انسان کو نہیں اٹھایا۔ (تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 577، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2012ء)

ایک تاریخ دان ڈاکٹر علی محمد صَلَابی اپنی کتاب "سیدنا عمر بن خطابؓ۔ شخصیت اور کارنامے" میں شعر و شاعری سے لگاؤ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ شعر کے ذریعہ مثال دینے والے حضرت عمرؓ تھے۔ آپؓ کے بارے میں بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ آپؓ کے سامنے شاید ہی کوئی معاملہ آتا رہا ہو اور آپؓ اس پر شعر نہ سناتے رہے ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپؓ نیا جوڑا زیب تن کر کے باہر نکلے۔ لوگ آپؓ کو بہت دھیان سے دیکھنے لگے۔ اس پر آپؓ نے انہیں مثال دیتے ہوئے یہ اشعار سنائے:

لَمْ تُغْنِ عَنْ هُرْمُزٍ يَوْمًا خَزَائِنُهُ وَالْخُلْدُ قَدْ حَاوَلَتْ عَادٌ فَمَا خَلَدُوْا

أَيْنَ الْمُلُوكُ الَّتِي كَانَتْ نَوَافِلُهَا مِنْ كُلِّ أَوْبٍ إِلَيْهَا رَاكِبٌ يَفِدُ

کہ موت کے وقت ہُرمز کو اس کے خزانوں نے کوئی فائدہ نہ دیا اور قوم عاد نے ہمیشہ آباد رہنے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ نہ رہی۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جن کے چشموں گھاٹوں سے ہر طرف سے آنے والا قافلہ سیراب ہوتا تھا۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب، شخصیت اور کارنامے (مترجم) از علی محمد صلابی صفحہ 333 مطبوعہ مکتبۃ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

علی محمد صَلَابی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ انہی اشعار کو پسند کرتے تھے جن میں اسلامی زندگی کا جوہر چمکتا ہو۔ وہ اسلامی خصوصیات کی عکاسی کرتے ہوں اور ان کے معانی اور مطالب اسلام کی تعلیمات کے خلاف اور اس کی اقدار سے متعارض نہ ہوں۔ آپؓ مسلمانوں کو بہترین اشعار یاد کرنے پر ابھارتے اور فرماتے تھے۔ شعر سیکھو۔ اس میں وہ خوبیاں ہوتی ہیں جن کی تلاش ہوتی ہے نیز حکماء کی حکمت ہوتی ہے اور مکارم اخلاق کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ آپؓ شعر کے فوائد کے سلسلہ میں صرف اتنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اسے دلوں کی چابی اور انسان کے جسم میں خیر کے جذبات کا محرک تصور کرتے تھے۔ آپ شعر کی فضیلت اور فائدے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان کا سب سے بہترین فن شعر کے چند ابیات کی تخلیق ہے جنہیں وہ اپنی ضرورتوں میں پیش کرتا ہے۔ ان میں کریم اور سخی آدمی کے دل کو نرم کر لیتا ہے اور کمینے شخص کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔

جاہلی شعراء، زمانۂ جاہلیت کے جو پرانے شعراء تھے، ان کے کلام کو بھی اس لیے کافی لگن سے یاد کرتے

تھے کہ کتابِ الٰہی کے افہام و تفہیم سے ان کا گہرا تعلق ہے۔ آپؓ نے فرمایا: تم اپنے دیوان کو حفظ کر لو اور گمراہ نہ رہو۔ سامعین نے آپ سے پوچھا کہ ہمارا دیوان کون سا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا دورِ جاہلیت کے اشعار ہیں۔ ان میں تمہاری کتاب یعنی قرآن مجید کی تفسیر ہے اور تمہارے کلام کے معنی ہیں۔ آپؓ کا یہ فرمان آپؓ کے شاگرد اور ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس کے اس موقف سے بھی متفق ہے جس میں آپ نے کہا کہ جب تم قرآن پڑھو اور اس کو نہ سمجھ سکو تو اس کے مفہوم معانی عرب کے اشعار میں تلاش کرو کیونکہ شاعری عربوں کا دیوان ہے۔

(ماخوذ از سیرۃ عمر بن الخطاب شخصیت اور کارنامے (مترجم) از علی محمد صلابی صفحہ 336 مطبوعہ مکتبۃ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

برصغیر کے معروف سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب 'الفاروق' میں آپؓ کے شعر و شاعری کے ذوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شعر و شاعری کی نسبت اگرچہ حضرت عمرؓ کی شہرت عام طور پر کم ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپؓ شعر بہت کم کہتے تھے لیکن شعر و شاعری کا مذاق ایسا عمدہ رکھتے تھے کہ ان کی تاریخ زندگی میں یہ واقعہ ہم ترک نہیں کر سکتے۔ عرب کے ایک مشہور و معروف شعراء کا کلام کثرت سے یاد تھا اور تمام شعرا کے کلام پر ان کی خاص خاص آراء تھی۔ اہلِ ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ

آپؓ کے زمانہ میں اُن سے بڑھ کر کوئی شخص شعر پڑھنے والا نہ تھا۔ جاحِظ نے اپنی کتاب 'البیان والتبیین' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر شعر کے شناسا تھے۔ حضرت عمرؓ کے ذوقِ سخن کا یہ حال تھا کہ اچھے اشعار سنتے تو بار بار مزے لے لے کر پڑھتے تھے۔ اگرچہ آپؓ کو مہماتِ خلافت کی وجہ سے ان اشغال میں مصروف ہونے کا موقع نہیں مل سکتا تھا تاہم چونکہ طبعی ذوق رکھتے تھے اس لیے سینکڑوں ہزاروں شعر یاد تھے۔ علمائے ادب کا بیان ہے کہ ان کے حفظِ اشعار کا یہ حال تھا کہ جب کسی معاملے کا فیصلہ کرتے تو ضرور کوئی شعر پڑھتے۔ آپؓ صرف وہ اشعار پسند کرتے تھے جن میں خودداری، آزادی، شرافتِ نفس، حمیت، عبرت کے مضامین ہوتے تھے۔ اسی بنا پر امرائے فوج اور اضلاع کے عاملوں کو حکم بھیج دیا تھا کہ لوگوں کو اشعار یاد کرنے کی تاکید کی جائے۔

چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ فرمان بھیجا کہ لوگوں کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو کیونکہ وہ اخلاق کی بلند باتوں اور صحیح رائے اور انساب کی طرف راستہ دکھاتے ہیں۔ تمام اضلاع میں جو حکم بھیجا تھا اس کے الفاظ یہ تھے:

اپنی اولاد کو تیرنا اور شہ سواری سکھاؤ اور ضرب الامثال اور اچھے اشعار یاد کراؤ یعنی علمی ذوق بھی پیدا کرو۔ اس موقع پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عمرؓ نے شاعری کے بہت سے عیوب مٹا دیے۔ اس وقت تمام عرب میں یہ طریقہ جاری تھا کہ شعراء شریف عورتوں کا نام اعلانیہ اشعار میں لاتے تھے اور ان سے اپنا عشق جتاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس رسم کو مٹا دیا اور اس کی سخت سزا مقرر کی۔ اسی طرح ہجو گوئی کو ایک جرم قرار دیا اور حُطَیئَہ کو جو مشہور ہجو گو تھا اس جرم میں قید کیا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 330 تا 333 مکتبہ الحرمین لاہور 1431ھ)

علامہ شبلی نعمانی مزید لکھتے ہیں۔ اس زمانے کا سب سے بڑا شاعر مُتَمَّمْ بن نُوَیْرَہ تھا جس کے بھائی کو

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں حضرت خالدؓ نے غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ اس واقعہ نے اس کو اس قدر صدمہ پہنچایا تھا کہ ہمیشہ رویا کرتا اور مرثیہ کہا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے مرثیہ پڑھنے کی فرمائش کی تو اس نے چند اشعار پڑھے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ اگر مجھے کوئی ایسا مرثیہ کہنا آتا تو میں اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! اگر میرا بھائی آپؓ کے بھائی کی طرح مارا جاتا یعنی شہادت کی موت مرتا تو میں ہرگز اس کا ماتم نہ کرتا۔ حضرت عمرؓ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ متمم جیسی تعزیت کسی نے نہیں کی۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 345 مکتبہ الحرمین لاہور 1431ھ)

حضرت عمرؓ کے فضائل اور مناقب کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"بعض واقعات پیشگوئیوں کے جن کا ایک ہی دفعہ ظاہر ہونا امید رکھا گیا ہے وہ تدریجاً ظاہر ہوں یا کسی اَور شخص کے واسطہ سے ظاہر ہوں جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں آپؐ کے ہاتھ پر رکھی گئی ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے اور آنجنابؐ نے نہ قیصر اور کسریٰ کے خزانہ کو دیکھا اور نہ کنجیاں دیکھیں مگر چونکہ مقدّر تھا کہ وہ کنجیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود ظلی طور پر گویا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی تھا اس لیے عالمِ وحی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ قرار دیا گیا۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 265)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

"یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی من جانب اللہ بتا سکتے۔"

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 مکتوب بنام حضرت خان صاحب محمد علی خان صاحب مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مجھے میرے رب کی طرف سے خلافت کے بارے میں ازروئے تحقیق تعلیم دی گئی ہے اور محققین کی طرح میں اس حقیقت کی تہ تک پہنچ گیا اور میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چن لیا اور جو خدائے رحمان کی عنایات سے خاص کئے گئے اور اکثر صاحبان معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔ انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسم گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پرواہ نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محو خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ رب العالمین کی خاطر سب کو خیر باد کہہ دیا۔

ان کے اعمال میں خوشبو اور ان کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کے گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اسرار کا پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں پس تم ان کے مقام کی چمک دمک کا ان کی خوشبو کی مہک سے پتہ لگاؤ اور جلد بازی کرتے ہوئے بدگمانیوں کی پیروی مت کرو اور بعض روایات پر تکیہ نہ کرو! کیونکہ ان میں بہت زہر اور بڑا غلو ہے اور وہ قابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ ان میں سے بہت ساری روایات تہ و بالا کرنے والی آندھی اور بارش کا دھوکہ دینے والی بجلی کے مشابہ ہیں۔ پس اللہ سے ڈر اور ان (روایات) کی پیروی کرنے والوں میں سے نہ بن۔"

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 25-26)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

بخد ا اللہ تعالیٰ نے شیخین حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اور تیسرے جو ذوالنورین ہیں ہر ایک کو اسلام کے دروازے اور خیر الانام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ہراول دستے بنایا ہے۔ پس جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور ان کو برا بھلا کہنے کے درپے رہتا ہے اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بد انجام اور سلب ایمان کا ڈر ہے اور جنہوں نے اس کو دکھ دیا، ان پر لعن کیا اور بہتان لگائے تو دل کی سختی اور خدائے رحمان کا غضب ان کا انجام ٹھہرا۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور میں اس کا کھلے طور پر اظہار بھی کر چکا ہوں کہ ان سادات سے بغض و کینہ رکھنا برکات ظاہر کرنے والے اللہ سے سب سے زیادہ قطع تعلقی کا باعث ہے اور جس نے بھی ان سے دشمنی کی تو ایسے شخص پر رحمت اور شفقت کی سب راہیں بند کر دی جاتی ہیں اور اس کے لئے علم و عرفان کے دروازے وا نہیں کئے جاتے اور اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کی لذات و شہوات میں چھوڑ دیتا ہے اور نفسانی خواہشات کے گڑھوں میں گرا دیتا ہے اور اسے اپنے آستانے سے دور رہنے والا اور محروم کر دیتا ہے۔

انہیں یعنی خلفائے راشدین کو اسی طرح اذیت دی گئی جس طرح نبیوں کو دی گئی اور ان پر لعنتیں ڈالی گئیں جس طرح مرسلوں پر ڈالی گئیں اس طرح ان کا رسولوں کا وارث ہونا ثابت ہو گیا اور روز قیامت ان کی جزا اقوام و ملل کے ائمہ جیسی متحقق ہو گئی کیونکہ جب مومن پر کسی قصور کے بغیر لعنت ڈالی جائے اور کافر کہا جائے اور بلاوجہ اس کی ہجو کی جائے اور اسے برا بھلا کہا جائے تو وہ انبیاء کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی مانند بن جاتا ہے۔ پھر اسے بدلہ دیا جاتا ہے جیسا نبیوں کو بدلہ دیا جاتا ہے اور مرسلوں جیسی جزا پاتا ہے۔

یہ لوگ بلاشبہ حضرت خیر الانبیاء کی اتباع میں عظیم مقام پر فائز تھے اور جیسا کہ بزرگ و برتر اللہ نے ان کی مدح فرمائی وہ ایک اعلیٰ امّت تھے اور اس نے خود اپنی روح سے ان کی ایسی ہی تائید فرمائی جیسے وہ اپنے تمام برگزیدہ بندوں کی تائید فرماتا ہے اور فی الحقیقت ان کے صدق کے انوار اور ان کی پاکیزگی کے آثار پوری تابانی سے ظاہر ہوئے اور یہ کھل کر واضح ہو گیا کہ وہ سچے تھے اور اللہ ان سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے انہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو دنیا جہان میں کسی اور کو نہ دیا گیا۔ (ماخوذ از سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 28 تا 30)

پھر آپؑ شیعہ حضرات کی ایک بات کو ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شیعہ حضرات میں سے جو یہ خیال کرتا ہے کہ (ابو بکر) صدیقؓ یا (عمر) فاروقؓ نے (علی) مرتضیٰؓ یا (فاطمۃ) الزہراءؓ کے حقوق کو غصب کیا اور ان پر ظلم کیا تو ایسے شخص نے انصاف کو چھوڑا اور زیادتی سے پیار کیا اور ظالموں کی راہ اختیار کی۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر اپنے وطن، عزیز دوست اور مال و متاع چھوڑے اور جنہیں کفار کی طرف سے اذیتیں دی گئیں اور جو شر پسندوں کے ہاتھوں بے گھر ہوئے مگر (پھر بھی) انہوں نے اچھے اور نیک لوگوں کی طرح صبر کیا اور وہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے (پھر بھی) گھروں کو سیم وزر سے نہ بھرا اور نہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو سونے اور چاندی کا وارث بنایا بلکہ جو کچھ حاصل ہوا وہ بیت المال کو دے دیا اور انہوں نے دنیاداروں اور گمراہوں کی طرح اپنے بیٹوں کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ انہوں نے اس دنیا میں زندگی فقر اور تنگدستی کی حالت میں بسر کی اور وہ امراء اور رؤسا کی طرح ناز و نعمت کی طرف مائل نہ ہوئے۔ کیا ان کے بارے میں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ از راہِ تعدّی لوگوں کے اموال چھیننے والے تھے اور حق چھیننے، لوٹ مار کرنے اور غارت گری کی طرف میلان رکھنے والے تھے۔ کیا سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت قدسیہ کا یہ اثر تھا؟ حالانکہ اللہ تمام کائنات کے رب نے ان کی حمد و ثناء کی۔

حقیقت یہ ہے کہ (اللہ) نے ان کے نفوس کا تزکیہ فرمایا اور ان کے دلوں کو پاکیزگی بخشی اور ان کے وجودوں کو منور کیا اور آئندہ آنے والے پاکبازوں کا پیش رَو بنایا اور ہم کوئی کمزور احتمال اور سطحی خیال بھی نہیں پاتے جو ان کی نیتوں کے فساد کی خبر دے یا ان کی ادنیٰ برائی کی طرف اشارہ کرتا ہو چہ جائیکہ ان کی ذات کی طرف ظلم منسوب کرنے کا کوئی پختہ ارادہ کرے۔ بخدا وہ انصاف کرنے والے لوگ تھے۔ اگر انہیں مالِ حرام کی وادی بھی دی جاتی تو وہ اس پر تھوکتے بھی نہیں اور نہ ہی حریصوں کی طرح اس کی طرف مائل ہوتے خواہ سونا پہاڑوں جتنا یا سات زمینوں جتنا ہوتا۔ اگر انہیں حلال مال ملتا تو وہ ضرور اسے صاحبِ جبروت (خدا) کی راہ اور دینی مہمات میں خرچ کرتے۔ پس ہم یہ کیسے خیال کر سکتے ہیں کہ انہوں نے چند درختوں کی خاطر (فاطمۃ) الزہراءؓ کو ناراض کر دیا اور جگر گوشۂ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شر پسندوں کی طرح اذیت دی بلکہ شرفاء نیک نیت ہوتے اور حق پر ثابت قدم ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ متقیوں کے باطن کو خوب جانتا ہے۔"

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 37 تا 39)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"سچ تو یہ ہے کہ (ابو بکر) صدیقؓ اور (عمر) فاروقؓ دونوں اکابر صحابہ میں سے تھے۔ ان دونوں نے ادائیگی حقوق میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے تقویٰ کو اپنی راہ اور عدل کو اپنا مقصود بنا لیا تھا۔ وہ حالات کا گہرا جائزہ لیتے اور اَسرار کی کنہ تک پہنچ جاتے تھے۔ دنیا کی خواہشات کا حصول کبھی بھی ان کا مقصود نہ تھا۔ انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھا۔ کثرت فیوض اور نبی الثقلینؐ کے دین کی تائید میں شیخین (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) جیسا میں نے کسی کو نہ پایا۔ یہ دونوں ہی آفتاب امم و ملل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں مہتاب سے بھی زیادہ

سریع الحرکت تھے اور آپؐ کی محبت میں فنا تھے۔ انہوں نے حق کے حصول کی خاطر ہر تکلیف کو شیریں جانا اور اس نبی کی خاطر جس کا کوئی ثانی نہیں، ہر ذلت کو برضا و رغبت گوارا کیا اور کافروں اور منکروں کے لشکروں اور کافروں سے مٹھ بھیڑ کے وقت شیروں کی طرح سامنے آئے یہاں تک کہ اسلام غالب آ گیا اور دشمن کی جمعیتوں نے ہزیمت اٹھائی۔ شرک چھٹ گیا اور اس کا قلع قمع ہو گیا اور ملّت و مذہب کا سورج جگمگ جگمگ کرنے لگا اور مقبول دینی خدمت بجالاتے ہوئے اور مسلمانوں کی گردنوں کو لطف و احسان سے زیر بار کرتے ہوئے ان دونوں کا انجام خیر المرسلینؐ کی ہمسائیگی پر منتج ہوا اور یہ اس اللہ کا فضل ہے جس کی نظر سے متقی پوشیدہ نہیں اور بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

جو شخص بکمال شوق اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے تو وہ اسے ہرگز ضائع نہیں کرتا، خواہ دنیا بھر کی ہر چیز اس کی دشمن ہو جائے اور اللہ کا طالب کسی نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھتا اور اللہ صادقوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ اللہ اکبر! ان دونوں (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے! وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہ ربّ العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے اور یہ رحمت صرف انہی لوگوں کی طرف رخ کرتی ہے جن کی طرف عنایت (الٰہی) ازل سے متوجہ ہو۔ (یہی لوگ ہیں) جنہیں انجام کار اللہ کے فضل کی چادریں ڈھانپ لیتی ہیں۔"

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 77 تا 79)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کچھ اسلام کا بنا ہے وہ اصحابِ ثلاثہ سے ہی بنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے وہ اگرچہ کچھ کم نہیں مگر ان کی کارروائیوں سے کسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خفت نہیں ہو سکتی کیونکہ کامیابی کی پٹڑی تو صدیق اکبرؓ نے ہی جمائی تھی اور عظیم الشان فتنہ کو انہوں نے ہی فرو کیا تھا۔ ایسے وقت میں جن مشکلات کا سامنا حضرت ابو بکرؓ کو پڑا وہ حضرت عمرؓ کو ہرگز نہیں پڑا۔ پس صدیقؓ نے رستہ صاف کر دیا تو پھر اس پر عمرؓ نے فتوحات کا دروازہ کھولا۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 414-415)

پھر حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل کی کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں جو آپؑ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین حضرت ابو بکر و عمر کی محبت اور عزت کی تھی کہ:

"ایک دفعہ ایک دوست نے جو محبت مسیح موعودؑ میں فنا شدہ تھے۔ آپ کی خدمت میں عرض کی کہ کیوں نہ ہم آپؑ کو مدارج میں شیخینؓ "یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر" سے افضل سمجھا کریں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب قریب مانیں؟ اللہ اللہ! اس بات کو سن کر حضرت اقدسؑ "یعنی مسیح موعود علیہ السلام" کا رنگ اُڑ گیا اور آپ کے سراپا پر عجیب اضطراب و بیتابی مستولی ہو گئی۔ "کہتے ہیں کہ "میں خدائے غیور و قدوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس گھڑی نے میرا ایمان حضور اقدسؑ کی نسبت اَور بھی زیادہ کر دیا۔ آپؑ نے برابر چھ گھنٹے کامل تقریر فرمائی۔ بولتے

وقت میں نے گھڑی دیکھ لی تھی اور جب آپؐ نے تقریر ختم کی جب بھی دیکھی۔ پورے چھ ہوئے۔ ایک منٹ کا فرق بھی نہ تھا۔ اتنی مدت تک ایک مضمون کو بیان کرنا اور مسلسل بیان کرنا ایک خرق عادت تھا۔ اس سارے مضمون میں آپؐ نے رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے محامد وفضائل اور اپنی غلامی اور کفش برداری کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور جناب شیخین علیہم السلام "حضرت ابو بکر و عمر" کے فضائل بیان فرمائے اور فرمایا۔ میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں کا مداح اور خاک پا ہوں۔ جو جزئی فضیلت خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک کوئی اَور شخص نہیں پا سکتا۔

کب دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین علیہما السلام "حضرت ابو بکر اور حضرت عمر" کو ملا۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 326)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر یہاں سے ختم ہوتا ہے یعنی کہ خطبات میں۔ ان شاء اللہ آئندہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو حضرت ابو بکرؓ کا ذکر شروع ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17/ دسمبر 2021ء جلد 28 شمارہ 101 صفحہ 05 تا 09)

49

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03/ دسمبر 2021ء بمطابق 03/ فتح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر شروع ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ کا نام عبد اللہ تھا اور عثمان بن عامر ان کے والد کا نام تھا۔ کنیت ابو بکر تھی اور آپؓ کے لقب 'عتیق' اور 'صدیق' تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی ولادت عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد 573ء میں ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ کا نام جیسا کہ مَیں نے کہا عبد اللہ تھا۔ آپؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو تَیم بن مُرَّہ سے تھا۔ جاہلیت میں آپؓ کا نام عبد الکعبہ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے عبد اللہ رکھ دیا۔ آپؓ کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور ان کی کنیت ابو قُحافہ تھی اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت صَخْر بن عامِر تھا اور ان کی کنیت اُمُّ الخیر تھی۔ ایک قول کے مطابق آپؓ کی والدہ کا نام لَیْلیٰ بنت صَخْر تھا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 3 صفحه 91 – 92، عبد الله بن ابی قحافة، دارالکتب العلمیة بیروت، 2002ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحه90، ومن بنی تیم بن مرّة بن کعب، داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 3 صفحه 204، عبد الله بن عثمان، دارالفکر بیروت، 2003ء)(اصابه جلد 4 صفحه 145 دار الکتب العلمیة بیروت 2005ء)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں مُرَّہ پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

(حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 57 اردو ترجمہ انجم سلطان شہباز بک کارنر شوروم جہلم)

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کا سلسلہ نسب ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے چھٹی پشت پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

(سیدنا ابو بکر صدیق کی زندگی کے سنہرے واقعات از عبد المالک مجاہد صفحہ 29 مطبوعہ دارالسلام)

ابو قحافہ یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی اہلیہ ام الخیر ان کے چچا کی بیٹی تھیں۔

(الروض الانف جلد اول صفحه 430 "اسلام ابی بکر"۔ دار الکتب العلمیة بیروت طبع اول)

یعنی حضرت ابو بکرؓ کی والدہ ان کے والد کی چچا کی بیٹی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے والدین حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور ان دونوں نے اپنے بیٹے یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ورثہ پایا۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد پہلے ان کی والدہ کی وفات ہوئی۔

(اسدالغابة جلد 7۔ ام الخیر بنت صخر زیر حرف الخاء صفحه 314-315۔ دارالکتب العلمیة 2008ء)

اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے والد نے 14ر ہجری میں 97 برس کی عمر میں وفات پائی۔

(الاصابہ جلد 3 ۔ حرف العین زیر لفظ عثمان بن عامر۔ صفحہ 424۔دار الفکر 2001ء)

حضرت ابو بکرؓ کے والد اور والدہ دونوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آپؓ کے والد کے ایمان لانے کا واقعہ یوں ہے کہ آپ کے والد فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اس وقت ان کی بینائی جاچکی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ اپنے والد کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو بکر! تم اس بوڑھے عمر رسیدہ شخص کو گھر ہی رہنے دیتے۔ مَیں خود ان کے پاس آ جاتا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! یہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے نہ یہ کہ آپؐ ان کے پاس تشریف لاتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اسلام لے آئیں۔ آپ سلامتی میں آ جائیں گے۔ چنانچہ ابو قحافہ نے اسلام قبول کر لیا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر جلد4 صفحہ374-375 ذکر عثمان بن عامر، ابوقحافۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ابو قحافہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا تو ان کا سر اور داڑھی ثَغَامہ کی طرح سفید ہو چکے تھے۔ ثَغَامہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سفید رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا جو پہاڑوں پر اُگتا تھا۔ بہر حال بالکل سفید بال تھے۔ داڑھی بہت سفید تھی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کسی اَور رنگ سے تبدیل کر دو یعنی اس پہ خضاب لگا دو۔ رنگ کر دو زیادہ بہتر ہے لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔

(صحیح مسلم کتاب الادب باب فی صبغ الشعر و تغییر الشیب حدیث 3911 مترجم جلد 11 صفحہ 198-199)

یہ مطلب نہیں تھا کہ سیاہ رنگ کوئی برائی ہے بلکہ شاید آپ نے خیال فرمایا ہو کہ عمر کے اس حصہ میں بالکل سیاہ رنگ کے بال چہرے پر شاید مناسب نہ لگیں تو بہر حال آپ نے کہا اس کو رنگ دینا چاہیے، خضاب لگا دینا چاہیے۔

حضرت ابو بکرؓ کی والدہ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھیں۔ اس کا ذکر سیرت حلبیہ میں اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف لے گئے تا کہ وہاں آپؐ اور آپؐ کے صحابہ چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد اڑتیس (38) تھی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ مسجد حرام میں تشریف لے چلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ابو بکر! ہماری تعداد قلیل ہے لیکن حضرت ابو بکرؓ اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف لائے۔ وہاں حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کے سامنے خطاب کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے خطاب میں لوگوں کو اللہ اور اس کے

رسول کی طرف دعوت دی۔ اس طرح آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خطیب ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ اس پر مشرکین حضرت ابو بکرؓ اور مسلمانوں کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے اور انہیں بُری طرح مارا پیٹا۔ حضرت ابو بکرؓ کو پیروں تلے روندا گیا اور انہیں خوب مارا پیٹا گیا۔ عُتْبہ بن رَبِیعہ حضرت ابو بکر کو ان جوتوں سے مار رہا تھا جس پر دوہرا چمڑا لگا ہوا تھا۔ اس نے ان جوتوں سے حضرت ابو بکرؓ کے چہرے پر اتنا مارا کہ منہ سوج جانے کی وجہ سے آپؓ کے چہرے پر ناک کی بھی پہچان نہیں ہو پا رہی تھی۔

پھر بنو تیم کے لوگ بھاگتے ہوئے آئے اور مشرکین کو حضرت ابو بکرؓ سے دور کیا۔ بنو تیم کے لوگوں نے آپؓ کو ایک کپڑے میں ڈال کر اٹھایا اور انہیں ان کے گھر میں لے گئے اور انہیں حضرت ابو بکرؓ کی موت میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس حد تک مارا تھا۔ اس کے بعد بنو تیم کے لوگ واپس آئے اور مسجد میں، خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کہا خدا کی قسم! اگر ابو بکرؓ فوت ہو گئے تو ہم ضرور عُتبہ کو قتل کر دیں گے، جس نے زیادہ مارا تھا۔ پھر وہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس واپس آئے اور آپؓ کے والد ابو قحافہ اور بنو تیم کے لوگ آپؓ سے بات کرنے کی کوشش کرنے لگے مگر آپؓ بیہوشی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیتے تھے یہاں تک کہ دن کے آخری حصہ میں آپؓ بولے اور سب سے پہلے یہ پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ مگر لوگوں نے ان کی بات کا جواب نہ دیا مگر آپؓ بار بار یہی سوال دہراتے رہے۔ اس پر آپ کی والدہ نے کہا۔ خدا کی قسم! مجھے تمہارے ساتھی کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی بہن امِّ جمیل بنت خطاب کے پاس جائیں۔ امِّ جمیلؓ پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں لیکن اپنے اسلام کو چھپایا کرتی تھیں۔ آپ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کریں۔

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ اُمّ جمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ ابو بکر، محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: میں محمدؐ کو نہیں جانتی اور نہ ہی ابو بکرؓ کو۔ پھر امِّ جمیل نے حضرت ابو بکرؓ کی والدہ سے کہا کہ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کے ساتھ چلوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر وہ ان کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئیں تو امِّ جمیل نے آپ کو زخموں سے چُور زمین پر پڑا دیکھا تو چیخ اٹھیں اور کہا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے وہ یقیناً فاسق لوگ ہیں اور میں امید رکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے گا۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے ان سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ امِّ جمیل نے کہا یہ تمہاری والدہ بھی سن رہی ہیں۔ آپ نے کہا: وہ تمہارا راز ظاہر نہیں کریں گی۔

اس پر امِّ جمیل نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ آپؐ اس وقت کہاں ہیں؟ اُمّ جمیل نے کہا دارِ ارقم میں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشقِ رسولؐ کے اس اعلیٰ مقام کو دیکھیں، جب یہ بات سنی تو پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا خدا کی قسم! میں نہ کھانا چکھوں گا اور نہ پانی پیوں گا یہاں تک کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ نے بتایا کہ ہم نے انہیں یعنی ابو بکرؓ کو کچھ دیر روکے رکھا یہاں تک کہ جب لوگوں کا باہر آنا جانا تھم گیا اور لوگ پُر سکون ہو گئے تو ہم آپؓ کو

لے کر نکلے۔ آپؓ میرے سہارے سے چل رہے تھے یہاں تک کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے تو حضرت ابو بکرؓ پر شدید رقت طاری ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو بکرؓ کی یہ حالت دیکھی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بوسہ دینے کے لیے حضرت ابو بکرؓ پر جھکے اور مسلمان بھی آپؓ پر جھکے۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے اس کے جو لوگوں نے میرے منہ پر چوٹیں لگائی ہیں اور یہ میری والدہ اپنے بیٹے سے اچھا سلوک کرنے والی ہیں۔ یہ مختصر سی باتیں کیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل ان کو آگ سے بچالے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی والدہ کے بارے میں کہا کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل ان کو آگ سے بچالے یعنی ایمان لے آئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی والدہ کے لیے دعا کی اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی جس پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 418-419 باب استخفائہ ﷺ و اصحابہ فی دار الارقم دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

اس طرح حضرت ابو بکرؓ کی والدہ نے شروع میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں اِصابہ جو صحابہ کی سوانح پر ایک مستند کتاب ہے اس کے مطابق حضرت ابو بکرؓ صدیق عَامُ الفِیل کے دو سال چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 145، عبد اللہ بن عثمان، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2005ء)

تاریخ طبری اور طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ آپؓ عام الفیل کے تین سال کے بعد پیدا ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 151 ذکر وصیۃ ابی بکر دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 348۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے لقب ہیں۔ دو لقب مشہور ہیں جو بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک 'عتیق' اور ایک 'صدیق'۔ عتیق کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس بارے میں لکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ کہ تم اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد کردہ ہو۔ پس اس دن سے آپؓ کو عتیق کا لقب دیا گیا۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب تسمیتہ عتیقا حدیث 3679)

بعض مؤرخین لقب کے بجائے حضرت ابو بکرؓ کا نام عتیق بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ لقب نہیں بلکہ آپؓ کا نام تھا لیکن یہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سُیُوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں امام نَوَوِی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا نام عبد اللہ تھا اور یہی زیادہ مشہور اور درست ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کا نام عتیق تھا لیکن درست وہی ہے جس پر اکثر علماء متفق ہیں کہ عتیق آپ کا لقب تھا نہ کہ نام۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ 27 دارالکتاب العربی بیروت 1999ء)

سیرت ابنِ ہشام میں لقب عتیق کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے اور آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام اسلام ابی بکر و من معہ صفحہ 117۔ دار ابن حزم 2009ء)

سیرت ابن ہشام کی شرح میں عتیق لقب کی درج ذیل وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ عتیق کا مطلب ہے اَلْحَسَنُ یعنی عمدہ صفات والا۔ گویا کہ آپ کو مذمت اور عیوب سے بچایا گیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی والدہ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ انہوں نے نظر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچہ ہوا تو وہ اس کا نام عبد الکعبہ رکھیں گی اور اس کو کعبہ کے لیے وقف کر دیں گی۔ جب آپؓ زندہ رہے اور جوان ہو گئے تو آپؓ کا نام عتیق پڑ گیا گویا کہ آپؓ موت سے نجات دیے گئے۔

(الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد اول صفحہ 430 ''اسلام ابی بکر''۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع اول)

ان کے علاوہ بھی لقب عتیق کی مختلف وجوہات ملتی ہیں۔ بعض لوگوں کے مطابق آپؓ کو عتیق اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپؓ کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی وجہ سے اس پر عیب لگایا جاتا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3 صفحہ 963، عبد اللہ بن ابی قحافۃ، دارالجیل بیروت)

عتیق کا ایک معنی قدیم یا پرانے کے بھی ہیں۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ کو عتیق اس وجہ سے بھی کہا جاتا تھا کہ آپؓ قدیم سے نیکی اور بھلائی کرنے والے تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 146، عبد اللہ بن عثمان، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2005ء)

اسی طرح اسلام قبول کرنے میں اور بھلائی میں پہل کرنے کی وجہ سے آپ کا لقب عتیق رکھا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المھاجرین و فضلھم جلد 16 صفحہ 260، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2003ء)

اور جو دوسرا لقب ہے صدیق اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کیوں 'صدیق' نام رکھا گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ جہاں تک صدیق کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ لقب آپؓ کو دیا گیا تھا اس سچائی کی وجہ سے جو آپؓ سے ظاہر ہوتی رہی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو جو خبریں بتایا کرتے تھے ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں جلدی کرنے کی وجہ سے آپؓ کا نام صدیق پڑ گیا۔

(تاریخ الخلفاء لجلال الدین السیوطی صفحہ 28-29 دارالکتاب العربی بیروت1999ء)

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ جب رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا یعنی واقعہ اسراء جو ہوا تھا تو صبح کو لوگ اس واقعہ کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ جب آپؐ نے بتایا اور لوگوں میں سے بعض جو آپؐ پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے آپؐ کی تصدیق بھی کی تھی وہ پیچھے ہٹ گئے۔ بعض کمزور ایمان ایسے بھی تھے۔ اس وقت مشرکین میں سے کچھ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کیا آپؓ کو اپنے ساتھی کے بارے میں کچھ معلوم ہے کہ وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہیں رات کو بیت المقدس لے جایا گیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا واقعی آپؐ نے یہ فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں انہوں نے کہا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر آپؐ نے یہ فرمایا ہے تو یقیناً سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کیا تم ان کی تصدیق کرتے ہو کہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ کیونکہ یہ بیت المقدس مکہ سے تقریباً تیرہ سو کلو میٹر کے

فاصلہ پر ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ہاں میں اُس کی بھی تصدیق کروں گا جو اس سے بھی بعید ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں صبح شام اترنے والی آسمانی خبر کے بارے میں بھی آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کا نام صدیق پڑ گیا، آپؓ کو صدیق کہا جانے لگا۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم كتاب معرفة الصحابة جلد3 صفحه 81 حديث4458 دار الكتب العلمية بيروت 2002ء) (اٹلس سیرت نبوی صفحہ 136)

حضرت ابو ہریرہؓ کے آزاد کردہ غلام ابو وہب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے لے جایا گیا یعنی واقعہ اسراء میں تو میں نے جبریل سے کہا یقیناً میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی یعنی میری بات کو سچ نہیں مانے گی تو جبریل نے کہا۔ يُصَدِّقُكَ اَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيْقُ۔ یعنی آپؐ کی تصدیق ابو بکرؓ کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ یہ طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے۔

(الطبقات الكبرٰى لابن سعد الجزء الثالث صفحه127، ''ابوبكر الصديق'' دارالكتب العلمية 1990ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عائشہؓ کی روایت یہ ہے کہ جب اسراء کا واقعہ ہوا تو لوگ دوڑے دوڑے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا: کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا دوست کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا کیا کہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے کہ میں رات بیت المقدس تک ہو کر آیا ہوں....." حضرت مصلح موعودؓ لکھ رہے ہیں کہ:

"اگر معراج کا ذکر ساتھ ہی آپؐ نے کیا ہوتا" یعنی ایک ہی وقت میں بتایا ہوتا یا ایک ہی واقعہ ہوتا "تو کفار اس حصہ پر زیادہ شور کرتے مگر انہوں نے صرف یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں رات کو بیت المقدس تک گیا تھا۔ پھر جب ابو بکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو لوگوں نے کہا: کیا آپ اس خلافِ عقل بات کو بھی مان لیں گے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: مَیں تو اس کی یہ بات بھی مان لیتا ہوں کہ صبح شام اس پر آسمان سے کلام اترتا ہے۔" (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 286)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؓ میں کیا کیا کمالات تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت ابو بکرؓ نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ابو بکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔ جب تک ابو بکری فطرت کا سایہ اپنے اوپر ڈال نہیں لیتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا صدیقی کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 372-373)

عَتِیق اور صِدِّیق کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دیگر القابات بھی تھے یعنی جیسے خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰه حضرت ابو بکر صدیق کو خلیفۃ رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ذکر ہے ایک

آدمی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا یا خلیفۃ اللہ! اے اللہ کے خلیفہ! تو آپؓ نے فرمایا خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ خلیفۃ رسول اللہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں اور میں اسی پر راضی ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ 137 ذکر بیعۃ ابی بکر مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

صحیح بخاری کے شارح علامہ بدر الدین عینی بیان کرتے ہیں کہ مؤرخین وغیرہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا لقب خلیفۃ رسول اللہ تھا۔

(عمدۃ القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المهاجرين و فضلهم جلد 16 صفحہ 260، دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا یہ لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا یہ لقب ہے۔ یہ بعد کی بات ہے۔ لوگوں نے نام رکھا یا آپؓ نے خود اپنے لیے پسند کیا۔

اَوَّاہٌ ایک یہ بھی لقب ہے۔ اَوَّاہٌ کا معنی ہے بہت ہی بردبار اور نرم دل۔ طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو ان کی نرمی اور رحمت کی وجہ سے اَوَّاہٌ کا کہا جاتا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ127 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اَوَّاہٌ مُّنِیْب کا مطلب ہے بہت ہی بُردبار، نرم دل اور جھکنے والا۔ طبقاتِ کبریٰ میں ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو سنا وہ منبر پر کہہ رہے تھے غور سے سنو۔ راوی نے کہا حضرت علیؓ کو سنا وہ منبر پر کہہ رہے تھے کہ غور سے سنو کہ حضرت ابو بکرؓ بہت ہی بردبار، نرم دل اور جھکنے والے تھے۔ غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو خیر خواہی عطا کی جس کے نتیجہ میں وہ خیر خواہ ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 127،دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن یہ بھی ایک لقب کہا جاتا ہے۔ اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کے معنی ہیں شکر کرنے والوں کا سردار۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کثرتِ شکر کی وجہ سے اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کہا جاتا تھا۔ عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

(عمدۃ القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المهاجرين و فضلهم جلد 16 صفحہ 260، دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

ثَانِیَ اثْنَیْنِ یہ بھی ایک لقب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اللہ تعالیٰ نے ثَانِیَ اثْنَیْنِ کے لقب سے پکارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (التوبۃ:40) کہ اگر تم اس رسول کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ تعالیٰ پہلے بھی اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا وطن سے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس

اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اللہ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالات میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آپؓ کے ذریعہ تسلی فرمائی اور الصدیق کے نام اور نبی ثقلینؐ کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثَانِیَ اثْنَیْنِ کی خِلعت فاخرہ سے فیضیاب فرمایا اور اپنے خاص الخاص بندوں میں سے بنایا... کیا تمہیں کسی ایسے شخص کا علم ہے جسے ثَانِیَ اثْنَیْنِ کے نام سے موسوم کیا گیا اور نبی دوجہان کے رفیق کا نام دیا گیا ہو اور اس فضیلت میں شریک کیا گیا ہو کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ:40) اور اسے دو تائید یافتہ میں سے ایک قرار دیا گیا ہو۔ کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کی قرآن میں اس تعریف جیسی تعریف کی گئی ہو اور جس کے مخفی حالات سے شبہات کے ہجوم کو دور کر دیا گیا ہو اور جس کے بارے میں نصوصِ صریحہ سے نہ کہ ظنی شکی باتوں سے یہ ثابت ہو کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی میں سے ہیں۔ بخدا اس قسم کا صریح ذکر جو تحقیق سے ثابت شدہ ہو جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مخصوص ہے، میں نے رَبِّ بَیتِ عتیق کے صحیفوں میں کسی اَور شخص کے لئے نہیں دیکھا۔ پس اگر تجھے میری اس بات کے متعلق شک ہو یا تمہارا یہ گمان ہو کہ میں نے حق سے گریز کیا ہے تو قرآن سے کوئی نظیر پیش کرو اور ہمیں دکھاؤ کہ فرقان حمید نے کسی اور شخص کے لئے ایسی صراحت کی ہو اگر تم سچوں میں سے ہو۔"

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 60، 63، 64)

سر الخلافہ میں آپؑ نے یہ فرمایا۔

پھر ایک لقب صاحب الرسول بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے رسول کا ساتھی۔ حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک جماعت سے کہا تم میں سے کون سورۂ توبہ پڑھے گا۔ ایک شخص نے کہا میں پڑھتا ہوں۔ پھر جب وہ آیت اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ (التوبہ:40) کہ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، یہاں تک پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی تھا۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 56، باب عرض رسول اللہ ﷺ نفسہ..... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

پھر آدم ثانی ایک لقب ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا یہ وہ لقب ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کو عطا فرمایا ہے، آپؑ نے حضرت ابو بکرؓ کو آدم ثانی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک مکتوب میں بیان فرماتے ہیں:

"ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔"

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 مکتوب بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحب مطبوعہ ربوہ)

سر الخلافہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ:

"اور بخدا آپ اسلام کے لئے آدم ثانی اور خیر الانام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوار کے مظہر اول تھے۔"

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 51-52)

پھر خلیل الرسول ایک لقب ہے۔ سیرت کی کتابوں میں خلیل الرسول بھی حضرت ابو بکرؓ کا لقب بیان کیا

گیا ہے اور اس کی بنیاد کتب حدیث میں موجود ایک روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مرض الموت کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں نے لوگوں میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ضرور حضرت ابو بکرؓ کو ہی خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد میں تمام کھڑکیوں کو میری طرف سے بند کر دو سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخوخة والممر فی المسجد، حدیث نمبر 467)

ہمارے ریسرچ سیل نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے اور سوال ان کا ٹھیک ہے کہ اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خلیل کسی کو بناتے تو حضرت ابو بکرؓ کو بناتے لیکن بنایا نہیں۔ اس بات کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی ایک جگہ فرمادی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ اگر میں کسی کو دنیا میں خلیل بناتا تو حضرت ابو بکرؓ کو بناتا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"یہ جملہ بھی قابل تشریح ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو آپ دوست تو رکھتے تھے۔ پھر اس کا کیا مطلب؟ بات اصل میں یہ ہے کہ خُلَّت اور دوستی تو وہ ہوتی ہے جو رگ وریشہ میں دھنس جائے۔ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ اور اس کے لئے مخصوص ہے۔ دوسروں کے ساتھ محض اخوت اور برادری ہے۔ خُلَّت کا مفہوم ہی یہی ہے کہ وہ اندر دھنس جاوے "یعنی خُلَّت کی اعلیٰ قسم کی جو پہچان ہے وہ یہ ہے۔ اعلیٰ مقام ہے "جیسے یوسف زلیخا کے اندر رَچ گیا تھا۔ بس یہی معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک فقرہ کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تو کوئی شریک نہیں۔ دنیا میں اگر کسی کو دوست رکھتا تو ابو بکرؓ کو رکھتا۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 277)

اللہ تعالیٰ کا تو ایک مقام ہے اس جیسا مقام کسی کو نہیں مل سکتا لیکن بہر حال جو دنیا کی دوستی ہے اس میں اگر کوئی دوستی ہے تو ابو بکر کی۔ یعنی دوستی تو تھی لیکن اللہ تعالیٰ سے دوستی کے مقابلے میں نہیں کہا جاسکتا تھا کہ دوستی ہے۔ دنیا کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ جیسی دوستی کرنا ایک نبی کے لئے اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ممکن ہی نہیں تھا یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر کوئی بات دنیاداری کے لحاظ سے ممکن تھی تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس مقام کے سب سے زیادہ حق دار ابو بکر ہیں۔

آپؓ کی کنیت کیا تھی؟ حضرت ابو بکرؓ کی کنیت 'ابو بکر' تھی اور اس کی ایک سے زائد وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔ بعض کے نزدیک بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ کو اونٹوں کی پرورش اور غور و پرداخت میں بہت دلچسپی اور مہارت تھی اس لیے لوگوں نے آپؓ کو ابو بکر کہنا شروع کر دیا۔ بَکَّرَ کا ایک معنی جلدی کرنا بھی ہے۔ پہل کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ بعض کے بقول یہ کنیت اس لیے پڑی کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اِنَّهٗ بَكَّرَ اِلَى الْاِسْلَامِ قَبْلَ غَيْرِهٖ۔ انہوں نے دوسروں سے پہلے اسلام کی طرف پیش قدمی کی۔

(ماخوذ از عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 41۔ البدر پبلیکیشنز۔ 2000ء)

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ ان کو پاکیزہ خصلتوں میں اِبْتِکَار یعنی پیش پیش ہونے کی وجہ سے ابو بکر کہا جاتا تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 390 باب ذکر اول الناس ایمانا بہ ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے حلیہ کے بارہ میں روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک عربی شخص کو دیکھا جو پیدل چل رہا تھا اور آپ اس وقت اپنے ہودج میں تھیں۔ آپؓ نے فرمایا: میں نے اس شخص سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ سے مشابہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ آپؓ ہمارے لیے حضرت ابو بکرؓ کا حلیہ بیان کریں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ گورے رنگ کے شخص تھے۔ دبلے پتلے تھے۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ کمر ذرا خمیدہ تھی، ذرا جھکی ہوئی تھی کہ آپؓ کا تہبند بھی کمر پر نہیں رکتا تھا اور نیچے سرک جاتا تھا۔ چہرہ کم گوشت والا تھا۔ آنکھیں اندر کی طرف تھیں اور پیشانی بلند تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 140۔ "ابوبکر الصدیق" ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ روزِ قیامت اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے کپڑے کی ایک طرف ڈھیلی رہتی ہے یعنی ایک سائیڈ جو ہے وہ ڈھیلی رہتی ہے اور نیچے آجاتی ہے سوائے اس کے کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ تو غرور سے ایسا نہیں کرتے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا حدیث :3665)

یہ جائز ہے۔ کوئی بات نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ مہندی اور کَتَمْ سے خضاب لگایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شَیبِہِ ﷺ روایت نمبر 6073)

کَتَمْ۔ یہ بُوٹی بلند پہاڑوں پر اگتی ہے اور وَسْمَہ کے ساتھ ملا کر لگائی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ بالوں کو سیاہ رنگت دی جاتی تھی۔ (لسان العرب زیر مادہ "کتم")

اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے پیشہ اور قریش میں آپؓ کے مقام کے بارے میں تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنی قوم میں مقبول اور محبوب تھے۔ آپؓ نرم مزاج شخص تھے۔ قریش کے حسب و نسب اور اس کی اچھائی اور برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپؓ تجارت کرنے والے شخص تھے اور اچھے اخلاق اور نیکیوں کے مالک تھے۔ آپؓ کی قوم کے لوگ ایک سے زائد باتوں کی وجہ سے آپؓ کے پاس آتے اور آپؓ سے محبت رکھتے تھے۔ یعنی آپؓ کے علم کی وجہ سے، آپؓ کے تجربات کی وجہ سے اور آپؓ کی اچھی مجلسوں کی وجہ سے۔

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 540-541 تاریخ ما قبل الھجرۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ قریش کی ساری قوم تجارت پیشہ تھی اور اس کا ہر فرد اسی شغل میں مشغول تھا۔ چنانچہ ابو بکرؓ نے بھی بڑے ہو کر کپڑے کی تجارت شروع کر دی جس میں انہوں نے غیر معمولی فروغ حاصل کیا اور ان کا شمار بہت جلد مکہ کے نہایت کامیاب تاجروں میں ہونے لگا۔ تجارت کی کامیابی میں ان کی جاذبِ نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کو بھی بڑا خاصا دخل تھا۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی، صفحہ 41، علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت ابو بکرؓ کا راس المال چالیس ہزار درہم تھا۔ آپؓ اس میں سے غلاموں کو آزاد کرواتے اور مسلمانوں کی خبر گیری کرتے رہے یہاں تک کہ جب آپؐ مدینہ تشریف

لائے تو اس وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد4 صفحہ148 ذکر عبداللہ بن عثمان، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

اسلام سے قبل کے بعض واقعات ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی مالی وسعت اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے قریش میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ آپؓ رؤسائے قریش میں سے تھے اور ان کے مشوروں کے محور تھے۔ آپؓ سب سے زیادہ پاکیزہ اور نیک لوگوں میں سے تھے۔ آپؓ رئیس، معزز، سخی تھے اور بکثرت اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے۔ اپنی قوم میں ہر دلعزیز اور محبوب تھے۔ اچھی مجلسوں والے تھے۔ آپؓ تعبیر الرؤیا میں لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے تھے یعنی آپؓ کا اس بارے میں بہت علم تھا۔

علم تعبیر الرؤیا کے بہت بڑے عالم ابن سیرین کہتے ہیں کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ اس امت کے سب سے بڑے تعبیر الرؤیا کے عالم تھے اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اہلِ عرب کے حسب و نسب کو جاننے والے تھے۔

جُبَیر بن مُطْعِم جو کہ اس فن، علم الانساب میں کمال تک پہنچے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے نسب کا علم حضرت ابو بکرؓ سے سیکھا ہے۔ خاص طور پر قریش کا حسب و نسب کیونکہ حضرت ابو بکرؓ قریش میں سے قریش کے حسب و نسب اور جو اچھائیاں اور برائیاں ان کے نسب میں تھیں ان کا آپ سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے اور آپؓ ان کی برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے یعنی حضرت ابو بکرؓ برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ حضرت عقیل بن ابو طالبؓ کی نسبت ان میں زیادہ مقبول تھے۔ حضرت عَقِیلؓ حضرت ابو بکرؓ کے بعد قریش کے حسب و نسب اور ان کے آباء و اجداد اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے مگر حضرت عقیلؓ قریش کو ناپسندیدہ تھے کیونکہ وہ قریش کی برائیاں بھی گنوا دیتے تھے۔ حضرت عقیلؓ مسجد نبوی میں نسب ناموں، عرب کے حالات و واقعات کا علم حاصل کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔

اہلِ مکہ کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ ان کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی وہ آپ سے مدد طلب کر لیا کرتے تھے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد1 صفحہ390 باب ذکر اول الناس ایمانا بہﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

مکہ میں بسنے والے تمام قبائل کو کعبہ کے مناصب کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی منصب حاصل ہوتا تھا اور کوئی فریضہ تفویض ہوتا تھا۔ بنو عبد مناف کے سپرد حاجیوں کے لیے پانی کی فراہمی اور انہیں ضروری آسائشیں فراہم کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ بنو عبد الدار کے ذمہ جنگ کے وقت علمبرداری، کعبہ کی دربانی اور دارالندوہ کا انتظام تھا۔ لشکروں کی سپہ سالاری حضرت خالد بن ولیدؓ کے قبیلہ بنو مخزوم کے حصہ میں آئی تھی۔ خون بہا اور دِیَتیں اکٹھا کرنا حضرت ابو بکرؓ کے قبیلہ بنو تیم بن مُرّہ کا کام تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ جوان ہوئے تو یہ خدمت ان کے سپرد کر دی گئی۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 59)

جب حضرت ابو بکرؓ کسی چیز کی دیت کا فیصلہ کرتے تو قریش آپؓ کی تصدیق کرتے اور آپؓ کی دیت کا لحاظ

کرتے اور اگر آپؓ کے علاوہ کوئی اَور دیت کا فیصلہ کرتا تو قریش اس کو چھوڑ دیتے اور اس کی تصدیق نہ کرتے تھے۔
(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 3 صفحه 311، عبد الله بن عثمان، دارالکتب العلمیة بیروت، 2008ء)

حِلف الفُضُول میں حضرت ابو بکرؓ کی بھی شمولیت تھی۔ یہ غریبوں کی مدد کا، مظلوموں کی مدد کا وہ خاص معاہدہ تھا جس کا "قدیم زمانہ میں عرب کے بعض شریف دل اشخاص کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ باہم مل کر عہد کیا جاوے کہ ہم ہمیشہ حق دار کو اس کا حق حاصل کرنے میں مدد دیں گے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے اور عربی میں چونکہ حق کو فضل بھی کہتے ہیں جس کی جمع فضول ہے اس لئے اس معاہدہ کا نام حلف الْفُضُول رکھا گیا۔ بعض روایتوں کی رو سے چونکہ اس تجویز کے محرک ایسے شخص تھے جن کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا اس لئے یہ عہد حلف الْفُضُول کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بہر حال حَربِ فُجَّار کے بعد اور غالباً اسی جنگ سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازُبَیر بن عبد المطّلِب کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس حلف کو پھر تازہ کیا جائے۔

چنانچہ اس کی تحریک پر بعض قبائل قریش کے نمائندگان عبد اللہ بن جُدعَان کے مکان پر جمع ہوئے جہاں عبد اللہ بن جُدعَان کی طرف سے ایک دعوت کا انتظام تھا اور پھر سب نے اتفاق کر کے باہم قسم کھائی کہ ہم ہمیشہ ظلم کو روکیں گے اور مظلوم کی مدد کریں گے۔ اس عہد میں حصہ لینے والوں میں بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زُہرہ اور بنو تَیم شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس موقعہ پر موجود تھے اور شریک معاہدہ تھے۔ چنانچہ آپؐ ایک دفعہ نبوت کے زمانہ میں فرماتے تھے کہ میں عبد اللہ بن جُدعَان کے مکان پر ایک ایسی قسم میں شریک ہوا تھا کہ اگر آج اسلام کے زمانہ میں بھی مجھے کوئی اس کی طرف بلائے تو مَیں اس پر لبیک کہوں گا۔"
(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 104-105)

ایک مصنف حضرت ابو بکرؓ کی بھی حلف الْفُضُول میں شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس انجمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہوئے تھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی شامل ہوئے تھے۔
(سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز از محمد حذیفہ لاہوری۔ صفحہ 19 مکتبہ الحرمین لاہور)

بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا تعلق اور دوستی کا حال یوں بیان ہوا ہے۔ ابن اسحاق اور ان کے علاوہ بعض اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور امانت اور آپؐ کی پاک فطرت اور عمدہ اخلاق سے اچھی طرح واقف تھے۔ ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔

(البداية و النهاية جلد 2 جزء 3 باب ذكر اول من اسلم ..... صفحه29 و 32۔ دار الكتب العلمية 2001ء)

سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو یعنی حضرت ابو بکرؓ کو خاص انس اور خلوص تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ احباب میں داخل تھے۔ اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ (سیر الصحابۃ جلد اول حصہ اول صفحہ 56)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ احباب کا ذکر

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستانہ تعلقات کا دائرہ بہت ہی محدود نظر آتا ہے۔ دراصل شروع سے ہی آپؐ کی طبیعت علیحدگی پسند تھی اور آپؐ نے اپنی عمر کے کسی حِصہ میں بھی مکہ کی عام سوسائٹی میں زیادہ خلا ملا نہیں کیا۔ تاہم بعض ایسے لوگ بھی تھے جن کے ساتھ آپؐ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان سب میں ممتاز حضرت ابو بکرؓ یعنی عبداللہ بن ابی قُحافہ تھے۔ جو قریش کے ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قوم میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ دوسرے درجہ پر حکیم بن حِزام تھے جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ یہ نہایت شریف الطبع آدمی تھے۔ شروع شروع میں یہ اسلام نہیں لائے لیکن اس حالت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ آخر سعادتِ طبعی اسلام کی طرف کھینچ لائی۔ پھر زَید بن عمرو سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات تھے۔ یہ صاحب حضرت عمرؓ کے قریبی رشتہ دار تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ہی شرک ترک کر رکھا تھا اور اپنے آپ کو دین ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے مگر یہ اسلام کے زمانہ سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 114)

بہر حال حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات میں نمبر ایک پہ تھے۔ زمانہ جاہلیت سے ہی حضرت ابو بکرؓ کو شرک سے نفرت تھی اور اجتناب کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شرک نہیں کیا اور نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا چنانچہ سیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ یقیناً حضرت ابو بکرؓ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ علامہ ابن جوزی نے حضرت ابو بکرؓ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے جاہلیت میں ہی بتوں کی عبادت سے انکار کر دیا تھا یعنی وہ کبھی بتوں کے پاس نہیں گئے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 1۔باب ذکر اول الناس ایمانا۔ صفحہ 384-385۔ دار الکتب العلمیۃ 2002ء)

زمانہ جاہلیت میں آپؓ کو شراب سے نفرت تھی۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ آپؓ نے نہ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں کبھی شراب پی۔

(کنز العمال جزء12 صفحہ 490مناقب ابو بکر حدیث 35609۔ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مجمع میں حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؓ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اعوذ باللہ۔ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں اپنی عزت کو بچاتا تھا اور اپنی پاکیزگی کی حفاظت کرتا تھا کیونکہ جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور پاکیزگی کو ضائع کرتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا صَدَقَ اَبُوبَکْرٍ۔

صَدَقَ اَبُوبَکْرٍ۔ یعنی ابو بکر نے سچ کہا۔ ابو بکر نے سچ کہا۔ آپؐ نے دو مرتبہ یہ فرمایا۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ 30، فصل: کان ابوبکر اعف الناس فی الجاھلیۃ، دارالکتا ب العربی بیروت1999ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بارے میں مختلف جگہوں پر روایات ملتی ہیں۔ بعض تفصیلی ہیں۔ بعض مختصر ہیں۔ بہر حال یہ بھی کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میرے ماں باپ اسی دین یعنی اسلام پر تھے اور ہم پر کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس صبح شام دونوں وقت نہ آئے ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الکَفَالۃ بَابُ جوار ابی بکر فی رسول اللہ ﷺ وعقدہ حدیث نمبر 2297)

حضرت ابو بکرؓ کے قبولِ اسلام کے بارے میں مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں۔ شرحِ زُرقَانِی میں حضرت ابو بکرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکرؓ حکیم بن حزام کے گھر میں تھے۔ اس وقت ان کی لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ تیری پھوپھی خدیجہ یہ بیان کرتی ہے کہ اس کا خاوند موسیٰ کی مانند بطور نبی بھیجا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ وہاں سے چپکے سے نکلے یہاں تک کہ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

(شرح زرقانی علیٰ مواھب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 447-448، ذکر اول من آمن باللّٰہ و رسولہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

سیرتِ ابنِ ہشام کی شرح الرَّوضُ الاُنُف میں حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا اور اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حضرت ابو بکرؓ نے ایک خواب دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند مکہ میں اتر آیا ہے۔ پھر انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مکہ کی تمام جگہوں اور گھروں میں پھیل گیا ہے۔ اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر گھر میں داخل ہو گیا ہے اور پھر گویا وہ چاند آپؓ کی گود میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بعض اہلِ کتاب علماء سے اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ وہ نبی جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کا زمانہ آ گیا ہے اور آپؓ اس نبی کی پیروی کریں گے اور اس وجہ سے لوگوں میں سب سے زیادہ آپؓ سعادت مند ہوں گے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے توقف نہ کیا۔

(الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد اول صفحہ431"اسلام ابی بکر"۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سُبُلُ الھدیٰ میں حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے کہ کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا سبب آسمان سے نازل ہونے والی ایک وحی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ شام میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ وہاں آپؓ نے ایک رؤیا دیکھی اور اس رؤیا کو بَحِیْرَا راہب سے بیان کیا۔ اس پر بَحِیْرَا راہب نے پوچھا کہ آپؓ کہاں سے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ مکّہ سے۔ اس نے پوچھا: مکّہ کے کون سے قبیلہ سے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ قریش سے۔ اس نے پوچھا: آپؓ کیا کرتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: تاجر ہوں۔ اس پر بَحِیْرَا راہب نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رؤیا کو سچ کر دکھایا تو تمہاری قوم میں سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا۔

تم اس نبی کی زندگی میں اس کے وزیر ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ

نے اسے مخفی رکھا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اَے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جو دعویٰ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ باقی جگہ تو کوئی دلیل نہیں کبھی مانگی لیکن بہر حال اس روایت میں یہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خواب جو تم نے شام میں دیکھی تھی وہی دلیل ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا اور آپؐ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

(سبل الھدٰی جلد1 صفحہ 124 الباب التاسع فیما اخبر بہ الاحبار ...دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان1993ء)

اس روایت میں حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا کا تذکرہ ہوا ہے لیکن اس کی تفصیلات اس جگہ درج نہیں کہ اس رؤیا میں حضرت ابو بکرؓ نے کیا دیکھا تھا تاہم سیرتِ حَلَبِیَّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی رؤیا کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا کہ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرا ہے جس کا پہلے تذکرہ گزر چکا ہے، پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب حضرت ابو بکرؓ نے اس رؤیا کا ذکر بَحِیْرَا راہب کے سامنے کیا تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 1 صفحہ 391 دارالکتب العلمیۃ 2001ء)

بہر حال اس بارے میں مزید روایتیں بھی سیرت لکھنے والوں نے لکھی ہیں وہ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24/ دسمبر 2021ء جلد 28 شمارہ 103 صفحہ 05 تا 10)

50

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10 / دسمبر 2021ء بمطابق 10 / فتح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا۔ اس بارے میں مزید ذکر بھی ہے۔ بعض باتیں مختلف زاویوں سے ہیں اس لیے بیان ہو جاتی ہیں مگر لگتا یہی ہے کہ ایک ہی واقعہ ہے۔ اب مَیں کچھ بیان کروں گا۔ اسد الغابہ میں حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کے واقعہ کا اس طرح ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے ایک مرتبہ یمن گیا اور قبیلہ ازد کے ایک بوڑھے شخص کے پاس مہمان ٹھہرا۔ یہ شخص ایک عالم تھا، کتب سماویہ پڑھا ہوا تھا اور اسے لوگوں کے حسب و نسب کے علم میں مہارت حاصل تھی۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو کہا میرا خیال ہے کہ تم حرم کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا ہاں میں اہلِ حرم میں سے ہوں۔ پھر اس نے کہا تم کو قریشی سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا ہاں میں قریش میں سے ہوں۔ پھر اس نے کہا میں تم کو تیمی سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا ہاں میں تیم بن مُرَّہ میں سے ہوں۔ میں عبد اللہ بن عثمان ہوں اور کعب بن سعد بن تیم بن مُرَّہ کی اولاد سے ہوں۔ اس نے کہا کہ میرے لیے تمہارے متعلق اب صرف ایک بات رہ گئی ہے۔ یہاں یہ جو عبد اللہ بن عثمان نام بتاتا ہے، میرا خیال ہے کہ اس وقت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی ان کا نام عبد اللہ نہیں رکھا تھا لیکن یہ روایت ہے۔ بہر حال اس نے کہا کہ میرے لیے تمہارے متعلق اب صرف ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا تم اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر دکھاؤ۔ میں نے کہا میں ایسا نہ کروں گا یا تم مجھے بتاؤ تم ایسا کیوں چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں صحیح اور سچے علم میں پاتا ہوں کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہوں گے۔ ایک جوان اور ایک بڑی عمر والا شخص ان کے کام میں ان کی مدد کریں گے۔ جہاں تک نوجوان کا تعلق ہے تو وہ مشکلات میں کود جانے والا اور پریشانیوں کو روکنے والا ہو گا اور بڑی عمر والا سفید اور پتلے جسم والا ہو گا اس کے پیٹ پر تل ہو گا اور اس کی بائیں ران پر ایک علامت ہو گی۔ اس نے کہا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے کہ تم مجھے وہ دکھاؤ جو میں نے تم سے مطالبہ کیا ہے تم میں موجود باقی تمام صفات میرے لیے پوری ہو چکی ہیں سوائے اس کے جو مجھ پر مخفی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: پس میں نے اس کے لیے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا تو اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ تل دیکھا تو کہنے لگا کہ:

کعبہ کے رب کی قسم وہ تم ہی ہو! میں تمہارے سامنے ایک معاملہ پیش کرنے والا ہوں۔ پس تم اس کے متعلق محتاط رہنا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خبر دار ہدایت سے انحراف نہ کرنا اور مثالی اور بہترین راستے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور خدا جو تمہیں مال اور دولت دے اس کے متعلق خدا سے ڈرتے رہنا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ میں نے یمن میں اپنا کام پورا کیا اور پھر اس بوڑھے شخص کو الوداع کہنے کے لیے اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تم میرے ان اشعار کو یاد کرو گے جو میں نے اس نبی کی شان میں کہے ہیں؟ میں نے کہا ہاں تو اس نے چند اشعار سنائے۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ پھر میں مکہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔ پھر عُقبہ بن ابی مُعَیط، شَیبہ، رَبِیعہ، ابوجَہْل، ابوبُخْتَرِی اور قریش کے دیگر سردار میرے پاس آ گئے۔ میں نے ان سے کہا: کیا تم پر کوئی مصیبت آ گئی یا کوئی واقعہ ہو گیا ہے جو اکٹھے ہو کے آ گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اے ابو بکر! بہت بڑا واقعہ ہو گیا ہے۔ ابو طالب کا یتیم دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم اس کے متعلق کچھ انتظار نہ کرتے۔ اب جبکہ آپ آ چکے ہیں تو اب اس معاملے کے لیے آپ ہی ہمارا مقصود ہیں اور ہمارے لیے کافی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے انہیں اچھے انداز سے ٹال دیا اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ آپؐ خدیجہؓ کے مکان میں ہیں۔ میں نے جا کر دروازے پر دستک دی۔

چنانچہ وہ باہر تشریف لائے۔ پس میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ اپنے خاندانی گھر سے اٹھ گئے ہیں اور آپؐ نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر! میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف بھی اور تم تمام لوگوں کی طرف بھی۔ پس تم اللہ پر ایمان لے آؤ۔ میں نے کہا اس پر آپؐ کی کیا دلیل ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بوڑھا شخص جس سے تم نے یمن میں ملاقات کی تھی۔ میں نے کہا کہ یمن میں تو بہت سے بوڑھے شخص تھے جن سے میں نے ملاقات کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بوڑھا شخص جس نے تمہیں اشعار سنائے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے حبیبؐ! آپؐ سے کس نے یہ خبر بیان کی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کے پاس بھی آتا تھا۔ میں نے عرض کیا آپؐ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ پھر میں لوٹا اور میرے اسلام لانے کی وجہ سے مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش کوئی اَور نہ ہوا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه جلد3 صفحه 312،313، دارالکتب العلمیة بیروت، 2008ء)

اسد الغابہ کا یہ حوالہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض جگہ بعض بڑھا بھی لیتے ہیں داستان کے لیے لیکن بہت ساری باتیں صحیح بھی ہوں گی۔

رِیَاضُ النَّضِرَۃ میں حضرت ابو بکرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ اس طرح درج ہے۔ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سَلَمَہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے اور مخلص دوست تھے۔ جب آپؐ مبعوث ہوئے تو قریش کے لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو بکر! تمہارا یہ ساتھی دیوانہ ہو گیا ہے

(نعوذ باللہ)۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اس کو کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ مسجد حرام میں لوگوں کو توحید یعنی خدائے واحد کی طرف بلاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ بات انہوں نے کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں اور وہ یہ بات مسجد حرام میں کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے اور آپؐ کے دروازے پر دستک دی، آپؐ کو باہر بلایا۔

جب آپؐ ان کے سامنے آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اے ابو القاسم! مجھے آپؐ کے متعلق کیا بات پہنچی ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! تمہیں میرے متعلق کیا بات پہنچی ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپؐ اللہ کی توحید کی طرف بلاتے ہیں اور آپؐ کہتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے ابو بکر! یقیناً میرے ربّ عزوجل نے مجھے بشیر اور نذیر بنایا ہے اور مجھے ابراہیم کی دعا بنایا ہے اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اللہ کی قسم! مَیں نے کبھی آپؐ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ آپؐ یقیناً اپنی امانت کی عظمت، صلہ رحمی اور اچھے افعال کی وجہ سے نبوت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں آپؐ کی بیعت کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کی بیعت کی اور آپؐ کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ آپؐ جو لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ پس اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ نے کوئی توقف اور تردّد نہ کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو اسلام کی طرف بلایا۔

(الریاض النضرۃ جلد 1 صفحہ 84-85۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2014ء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اس نے ٹھوکر کھائی اور تردّد کیا اور انتظار کرتا رہا سوائے ابو بکر کے۔ میں نے جب ان سے اسلام کا ذکر کیا تو نہ وہ اس سے پیچھے ہٹے اور نہ انہوں نے اس کے بارے میں تردد کیا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 3 صفحہ 205 – 206، عبد اللہ بن عثمان، دارالفکر بیروت، 2003ء)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا اور تم نے کہا تُو جھوٹا ہے اور ابو بکرؓ نے کہا سچا ہے۔ اور انہوں نے اپنی جان و مال سے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب قول النبیﷺ لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3661)

یہ بخاری کی روایت ہے۔ **حضرت مصلح موعود حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے** ایک جگہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو آپؓ کی ایک لونڈی نے آپ سے کہا کہ آپ کا دوست تو (نعوذ باللہ) پاگل ہو گیا ہے اور وہ عجیب عجیب باتیں کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھ پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر پہنچ کر آپ کے دروازے پر دستک دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں آپ سے صرف ایک

بات پوچھنے آیا ہوں۔ کیا آپ نے یہ کہا ہے کہ خدا کے فرشتے مجھ پر نازل ہوتے ہیں اور مجھ سے باتیں کرتے ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کو ٹھوکر لگ جائے تشریح کرنی چاہی۔ "ہمارے ہاں تاریخ میں عموماً یہی روایت چلتی ہے۔ "مگر حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ آپؐ تشریح نہ کریں اور مجھے صرف اتنا بتائیں کہ کیا آپؐ نے یہ بات کہی ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس خیال سے کہ معلوم نہیں یہ سوال کریں کہ فرشتوں کی شکل کیسی ہوتی ہے اور وہ کس طرح نازل ہوتے ہیں؟ پہلے کچھ تمہیدی طور پر بات کرنی چاہی مگر حضرت ابو بکرؓ نے پھر کہا کہ نہیں نہیں! آپؐ صرف یہ بتائیں کہ کیا یہ بات درست ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں درست ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں۔ اور پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! میں نے دلائل بیان کرنے سے صرف اس لئے روکا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ میرا ایمان مشاہدے پر مبنی ہو۔ دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو کیونکہ آپؐ کو صادق اور راستباز تسلیم کرنے کے بعد کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ غرض جس بات کو مکہ والوں نے چھپایا تھا اسے حضرت ابو بکرؓ نے اپنے عمل سے واضح کر کے دکھا دیا۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 251-252)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اَور جگہ حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے اور کیونکہ وضاحت کر رہے ہیں اس لیے کسی اَور حوالے سے اس میں اس طرح بیان ہے کہ:

"حضرت ابو بکرؓ کا ایمان لانا عجیب تر تھا۔ جس وقت آپؐ کو وحی ہوئی "یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہوئی "کہ آپ ﷺ نبوت کا دعویٰ کریں۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ مکہ کے ایک رئیس کے گھر میں بیٹھے تھے۔ اس رئیس کی لونڈی آئی اور اس نے آ کر بیان کیا کہ خدیجہؓ کو معلوم نہیں کہ کیا ہو گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند اسی طرح نبی ہیں جس طرح حضرت موسیٰؑ تھے۔ لوگ اس خبر پر ہنسنے لگے اور اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو پاگل قرار دینے لگے مگر حضرت ابو بکرؓ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بہت گہری واقفیت رکھتے تھے اسی وقت اٹھ کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آئے اور پوچھا کہ کیا آپؐ نے کوئی دعویٰ کیا ہے؟ آپؐ نے بتایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا ہے اور شرک کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بغیر اس کے کہ کوئی اور سوال کرتے جواب دیا کہ مجھے اپنے باپ کی اور ماں کی قسم! کہ تُو نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور مَیں نہیں مان سکتا کہ تُو خدا پر جھوٹ بولے گا۔ پس میں ایمان لاتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپؐ خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں۔ اس کے بعد ابو بکرؓ نے ایسے نوجوانوں کو جمع کر کے جو اُن کی نیکی اور تقویٰ کے قائل تھے "یعنی حضرت ابو بکرؓ کی نیکی اور تقویٰ کے قائل تھے انہیں" سمجھانا شروع کیا اور سات آدمی اَور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ یہ سب نوجوان تھے جن کی عمر 12 سال سے لے کر 25 سال تک تھی۔"

(دورۂ یورپ، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 543-544)

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے کہ:

"حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی دلیل سے مانا ہے اور پھر کبھی ان کے دل

میں آپؐ کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی شبہ پیدا نہیں ہوا۔" دلیل وہی چل رہی ہے۔ واقعات بعض دفعہ ذرا مختلف ہو جاتے ہیں" اور وہ دلیل یہ تھی کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن سے دیکھا اور وہ جانتے تھے کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کبھی شرارت نہیں کی۔ کبھی گندی اور ناپاک بات آپ کے منہ سے نہیں نکلی۔ بس یہی وہ جانتے تھے۔ اس سے زیادہ نہ وہ کسی شریعت کے جاننے والے تھے کہ اس کے بتائے ہوئے معیار سے رسول کریم ﷺ کو سچا سمجھ لیا۔ نہ کسی قانون کے پیرو تھے۔ انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ خدا کا رسول کیا ہوتا ہے اور اس کی صداقت کے کیا دلائل ہوتے ہیں۔ وہ صرف یہ جانتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ وہ ایک سفر پر گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو راستہ میں ہی کسی نے انہیں کہا تمہارا دوست (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا پھر وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ کیونکہ جب اس نے کبھی بندوں پر جھوٹ نہیں بولا تو خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔

جب اس نے انسانوں سے کبھی ذرا بد دیانتی نہیں کی تو اب ان سے اتنی بڑی بد دیانتی کس طرح کرنے لگا کہ ان کی روحوں کو تباہ کر دے۔ صرف یہ دلیل تھی جس کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا اور اسی کو خدا تعالیٰ نے بھی لیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لوگوں کو کہہ دو فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس:17) مَیں ایک عرصہ تم میں رہا اس کو دیکھو اس میں میں نے تم سے کبھی غداری نہیں کی پھر اب میں خدا سے کیوں غداری کرنے لگا۔ یہی وہ دلیل تھی جو حضرت ابو بکرؓ نے لی اور کہہ دیا کہ اگر وہ کہتا ہے کہ خدا کا رسول ہوں تو سچا ہے اور میں مانتا ہوں۔ اس کے بعد نہ کبھی ان کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہوا اور نہ ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش آئی۔ ان پر بڑے بڑے ابتلاء آئے۔ انہیں جائیدادیں اور وطن چھوڑنا اور اپنے عزیزوں کو قتل کرنا پڑا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت میں کبھی شبہ نہ ہوا۔"

(بیعت کرنے والوں کے لئے ہدایات، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 76-77)

ایک دفعہ بیعت کرنے والوں کو ہدایات دے رہے تھے، ان کو سمجھا رہے تھے تو اس ضمن میں یہ بات آپؑ نے حضرت ابو بکرؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؓ میں کیا کیا کمالات تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت ابو بکرؓ نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ابو بکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔ جب تک ابو بکری فطرت کا سایہ

اپنے اوپر ڈال نہیں لیتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا صدیقی کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔"

پھر فرمایا کہ "ابو بکری فطرت کیا ہے؟ اس پر مفصل بحث اور کلام کا یہ موقعہ نہیں کیونکہ اس کے تفصیلی بیان کیلئے بہت وقت درکار ہے۔" فرمایا کہ "میں مختصراً ایک واقعہ بیان کر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اظہار فرمایا۔ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی طرف سوداگری کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو ابھی راستے ہی میں تھے کہ ایک شخص آپؓ سے ملا۔ آپؓ نے اس سے مکے کے حالات دریافت فرمائے اور پوچھا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔ جیسا کہ قاعدے کی بات ہے کہ جب انسان سفر سے واپس آتا ہے تو راستے میں اگر کوئی اہلِ وطن مل جائے۔ تو اس سے اپنے وطن کے حالات دریافت کرتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ نئی بات یہ ہے کہ تیرے دوست محمد ﷺ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت ابو بکر نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ اگر اس نے یہ دعویٰ کیا ہے تو بلا شک وہ سچا ہے۔ اسی ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپؓ کو کس قدر حسن ظن تھا۔ معجزے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ معجزہ وہ شخص مانگتا ہے جو مدعی کے حالات سے ناواقف ہو اور جہاں غیریت ہو اور مزید تسلی کی ضرورت ہو لیکن جس شخص کو حالات سے پوری واقفیت ہو تو اسے معجزے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ الغرض حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ راستہ میں ہی آنحضرت ﷺ کا دعویٰ نبوت سن کر ایمان لے آئے۔ پھر جب مکے میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ کیا آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپؐ گواہ رہیں کہ میں آپؐ کا پہلا مصدق ہوں۔ آپؓ کا ایسا کہنا محض قول ہی قول نہ تھا بلکہ آپؓ نے "یعنی حضرت ابو بکرؓ نے "اپنے افعال سے اسے ثابت کر دکھایا اور مرتے دم تک اسے نبھایا اور بعد مرنے کے بھی ساتھ نہ چھوڑا۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 372 تا 374)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۂ رحمٰن کی آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (الرحمٰن: 47)۔ اور جو بھی اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ جو اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیکھو کہ جب وہ شام کے ملک واپس آ رہے تھے تو راستہ میں ایک شخص ان کو ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اور تو کوئی تازہ خبر نہیں البتہ تمہارے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔

اس پر ابو بکر صدیقؓ نے اس کو جواب دیا کہ اگر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو وہ سچا ہے۔ وہ جھوٹا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سیدھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ آپ گواہ رہیں کہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا میں

ہوں۔ دیکھو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں مانگا تھا۔ صرف پہلے تعارف کی برکت سے ہی وہ ایمان لے آئے تھے۔ یاد رکھو معجزات وہ طلب کیا کرتے ہیں جن کو تعارف نہیں ہوتا۔ جو لنگوٹیا یار ہوتا ہے اس کے لیے تو سابقہ حالات ہی معجزہ ہوتے ہیں اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا ہوا۔ طرح طرح کے مصائب اور سخت درجے کے دکھ اٹھانے پڑے لیکن دیکھو اگر سب سے زیادہ انہیں کو دکھ دیا گیا تھا اور وہی سب سے بڑھ کر ستائے گئے تھے تو سب سے پہلے تخت نبوت پر وہی بٹھائے گئے تھے۔ "اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی ان کو انعام سے نواز دیا اور اگلے جہان میں تو ہے ہی جنت۔ "کہاں وہ تجارت کہ تمام دن دھکے کھاتے پھرتے تھے اور کہاں یہ درجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اول خلیفہ انہیں کو مقرر کیا گیا۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 78-79)

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ سعید الفطرت ہوتے ہیں جو پہلے ہی مان لیتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی دور اندیش اور باریک بین ہوتے ہیں جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ایک بیوقوف ہوتے ہیں جب سر پر آپڑتی ہیں تب کچھ چونکتے ہیں۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ 261)

یعنی جب کسی مشکل میں گرفتار ہوتے ہیں، عذاب آتا ہے تب سوچتے ہیں کہ ماننا چاہیے کہ نہیں۔ اس بارے میں بھی بحث ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے کون ایمان لایا؟ مؤرخین کے نزدیک اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے کون ایمان لایا تھا حضرت ابو بکرؓ یا حضرت علیؓ یا حضرت زید بن حارثہؓ۔

(سُبُل الهُدٰی و الرشاد جلد 2 صفحہ 300-304 الباب الثانی فی اسلام خدیجہ و علی و زید و ابی بکر..... دار الکتب العلمیۃ 1993ء) (تاریخ الطبری جلد 1۔ تاریخ ما قبل الهجرة صفحہ 537 تا 540۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض اس کا یہ حل نکالتے ہیں کہ بچوں میں سے حضرت علیؓ اور بڑوں میں سے حضرت ابو بکرؓ اور غلاموں میں سے حضرت زیدؓ سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ چنانچہ علامہ احمد بن عبد اللہ ان روایات میں تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خُویلد نے اسلام قبول کیا اور مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا جبکہ وہ ابھی بچے تھے جیسا کہ ان کی عمر کے بارے میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ان کی عمر دس سال تھی۔ وہ اپنا اسلام مخفی رکھے ہوئے تھے اور پہلے بالغ عربی شخص جس نے اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا وہ حضرت ابو بکر بن ابو قُحافہؓ تھے اور آزاد کردہ غلاموں میں سے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ حضرت زیدؓ بن حارثہؓ تھے۔ یہ متفق امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔

(الریاض النضرة فی مناقب العشرة جلد 1۔ صفحہ 89۔ دار الکتب العلمیۃ 2014ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بحث کا ذکر کرتے ہوئے جو فرمایا ہے وہ اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے مشن کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ تھیں جنہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی تردّد نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے

والے کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابو بکر عبد اللہ بن ابی قحافہؓ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علیؓ کا یا زید بن حارثہؓ کا لیکن آپؓ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔ حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے اور آپؐ کے بچوں کی طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات کو وہ بچوں کی حیثیت سے مانتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت یہ بات بھی انہوں نے اس طرح ہی مانی ہو۔ پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ ان دونوں بچوں کو نکال دو تو حضرت ابو بکرؓ مسلمہ طور پر مقدم اور سابق بالایمان تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر حسان بن ثابت انصاریؓ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ:

اِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ اَخِيْ ثِقَةٍ فَاذْكُرْ اَخَاكَ اَبَابَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

خَيْرَ الْبَرِيَّةِ اَتْقَاهَا وَ اَعْدَلَهَا بَعْدَ النَّبِيِّ وَ اَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

اَلثَّانِيَ التَّالِيَ الْمَحْمُوْدَ مَشْهَدُهٗ وَاَوَّلَ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

یعنی جب تمہارے دل میں کبھی کوئی درد آمیز یاد تمہارے کسی اچھے بھائی کے متعلق پیدا ہو تو اس وقت اپنے بھائی ابو بکرؓ کو بھی یاد کر لیا کرو۔ اس کی ان خوبیوں کی وجہ سے جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں میں سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ منصف مزاج تھا اور سب سے زیادہ پورا کرنے والا تھا اپنی ان ذمہ داریوں کو جو اس نے اٹھائیں۔ ہاں ابو بکرؓ وہی تو ہے جو غارِ ثور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرا شخص تھا جس نے اپنے آپ کو آپؐ کی اِتباع میں بالکل محو کر رکھا تھا اور وہ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتا تھا اسے خوبصورت بنا دیتا تھا اور وہ ان سب لوگوں میں سے پہلا تھا جو رسولؐ پر ایمان لائے۔

حضرت ابو بکرؓ اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قریش میں بہت مکرم و معزز تھے اور اسلام میں تو اُن کو وہ رتبہ حاصل ہوا جو کسی اَور صحابی کو حاصل نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک لمحے کے لیے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ میں شک نہیں کیا بلکہ سنتے ہی قبول کیا اور پھر انہوں نے اپنی ساری توجہ اور اپنی جان اور مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت میں وقف کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں ابو بکرؓ کو زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد وہ آپؐ کے پہلے خلیفہ ہوئے۔ اپنی خلافت کے زمانے میں بھی انہوں نے بے نظیر قابلیت کا ثبوت دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق یورپ کا مشہور مستشرق سپرنگر (Sprenger) لکھتا ہے کہ ابو بکر کا آغازِ اسلام میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ دھوکا کھانے والے ہوں مگر دھوکا دینے والے ہرگز نہیں تھے بلکہ صدقِ دل سے اپنے آپ کو خدا کا رسول یقین کرتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ سر ولیم میور کو بھی سپرنگر کی اس رائے سے اتفاق ہے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 121-122)

حضرت ابو بکرؓ کو تبلیغِ اسلام اور اس کے نتیجے میں کن آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ اس کے بارے میں اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ جب اسلام آیا تو آپؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپؓ کے ہاتھ پر ایک جماعت نے اسلام

قبول کیا اس محبت کی وجہ سے جو اُن لوگوں کو آپؐ یعنی حضرت ابو بکرؓ سے تھی اور اس میلان کی وجہ سے جو انہیں حضرت ابو بکرؓ کی طرف تھا یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ صحابہ نے آپؐ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

(ماخوذ اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 3 صفحه 205 عبد الله بن عثمان، دارالفکر بیروت، 2003ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے اسلام لانے والوں میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت زُبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ شامل تھے۔

(سیرت ابن هشام جلد 1 صفحه 166 ، ذکر من اسلم من الصحابة بدعوة ابی بکر، دارالکتاب العربی بیروت، 2008ء)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے بعد اسلام لانے والوں میں پانچ اشخاص تھے جو حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے ایمان لائے اور یہ سب کے سب اسلام میں ایسے جلیل القدر اور عالی مرتبہ اصحاب نکلے کہ چوٹی کے صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول حضرت عثمان بن عفانؓ جو خاندان بنو امیہ میں سے تھے۔ اسلام لانے کے وقت ان کی عمر قریباً تیس سال کی تھی۔ حضرت عمرؓ کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نہایت باحیا، باوفا، نرم دل، فیاض اور دولتمند آدمی تھے۔ چنانچہ کئی موقعوں پر انہوں نے اسلام کی بہت بہت مالی خدمات کیں۔ حضرت عثمانؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے انہیں پے در پے اپنی دو لڑکیاں شادی میں دیں جس کی وجہ سے انہیں ذوالنورین کہتے ہیں۔

دوسرے عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے جو خاندان بَنُوزُہرہ سے تھے جس خاندان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ تھیں۔ نہایت سمجھدار اور بہت سلجھی ہوئی طبیعت کے آدمی تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا سوال انہی کے ہاتھوں سے طے ہوا تھا۔ اسلام لانے کے وقت اِن کی عمر قریباً تیس سال کی تھی۔ عہدِ عثمانی میں فوت ہوئے۔

تیسرے سعد بن ابی وقاصؓ تھے جو اس وقت بالکل نوجوان تھے یعنی اس وقت ان کی عمر انیس سال کی تھی۔ یہ بھی بَنُوزُہرہ میں سے تھے اور نہایت دلیر اور بہادر تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق انہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ امیر معاویہؓ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

چوتھے زُبیر بن عَوّامؓ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یعنی صَفِیّہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے تھے اور بعد میں حضرت ابو بکرؓ کے داماد ہوئے۔ یہ بنو اسد میں سے تھے اور اسلام لانے کے وقت ان کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو غزوۂ خندق کے موقعے پر ایک خاص خدمت سرانجام دینے کی وجہ سے حواری کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ زبیرؓ حضرت علیؓ کے عہد حکومت میں جنگِ جمل کے بعد شہید ہوئے۔

پانچویں طَلْحہ بن عُبَیداللہ تھے حضرت ابو بکرؓ کے خاندان یعنی قبیلہ بنو تَیم میں سے تھے اور اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ طلحہ بھی اسلام کے خاص فدایان میں سے تھے۔ حضرت علیؓ کے عہد میں جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

یہ پانچوں اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی ان دس صحابہ میں داخل ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے خاص طور پر جنت کی بشارت دی تھی اور جو آپ ﷺ کے نہایت مقرب صحابی اور مشیر شمار ہوتے تھے۔" (سیرت خاتم النبیین صفحہ 122-123)

کفارِ مکہ نے اسلام قبول کرنے والوں پر طرح طرح کے مظالم کیے، نہ صرف کمزور اور غلام مسلمان ہی ان کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ بھی مشرکین مکہ کے مظالم سے محفوظ نہ رہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ انہیں بھی طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اور حضرت ابو بکرؓ کو بھی۔ چنانچہ سیرت حَلَبِیَّہ میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت طلحہؓ نے جب اپنے اسلام کا اظہار کیا تو نوفل بن عَدَوِیَّہ نے ان دونوں کو پکڑ لیا۔ یہ شخص قریش کا شیر کہلاتا تھا۔ اس نے ان دونوں کو ایک ہی رسی سے باندھ دیا۔ ان کے قبیلہ بنو تیم نے بھی ان دونوں کو نہ بچایا۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت طلحہؓ کو قَرِیْنَیْن بھی کہتے ہیں یعنی دو ساتھ ملے ہوئے۔ نوفل بن عدویہ کی قوت اور اس کے ظلم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا شَرَّ ابْنِ الْعَدَوِیَّۃِ

کہ اے اللہ! ابن عَدَوِیَّہ کے شر کے مقابلے میں ہمارے لیے تُو کافی ہو جا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 395 باب ذکر اول الناس ایماناً بہ ﷺ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ وہ بدترین سلوک مجھے بتائیں جو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کے حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عُقْبہ بن اَبِی مُعَیط آیا اور اس نے کپڑا آپؐ کی گردن میں ڈال کر آپؐ کا گلا زور سے گھونٹا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے اور آکر انہوں نے عقبہ کا کندھا پکڑا اور اسے دھکیل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا دیا اور کہا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ۔ (المومن:29)

کہ کیا تم ایسے شخص کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب ما لقی النبی ﷺ واصحابہ من المشرکین بمکۃ حدیث 3856)

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا تم ہمارے معبودوں کے بارے میں یہ بات نہیں کہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر وہ آپؐ کے گرد جمع ہو گئے اور اس وقت کسی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اپنے دوست کی خبر لو۔ حضرت ابو بکرؓ نکلے اور مسجد حرام پہنچے۔ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا کہ لوگ آپؐ کے گرد اکٹھے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا تم لوگوں کا برا ہو، اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ۔ (المومن:29)

کیا تم محض اس لیے ایک شخص کو قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلے کھلے نشان لے کر آیا ہے۔ اس پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور حضرت ابو بکرؓ کی طرف لپکے اور ان کو مارنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ آپؓ ہمارے

پاس اس حالت میں آئے کہ آپ اپنے بالوں کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کے ہاتھ میں آجاتے اور آپ کہتے جاتے تھے کہ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کہ اے بزرگی اور عزت والے! تُو بابرکت ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور آپؐ کی ریش مبارک کو اس زور سے کھینچا کہ آپؐ کے اکثر بال مبارک گر گئے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ آپؐ کو بچانے کے لیے کھڑے ہوئے اور وہ کہہ رہے تھے:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ (المومن:29)

کیا تم محض اس لیے ایک شخص کو قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ کیا تم اس شخص کو اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور حضرت ابو بکرؓ رو بھی رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو بکر! ان کو چھوڑ دو۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان کی طرف بھیجا گیا ہوں تا کہ میں قربان ہو جاؤں۔ اس پر انہوں نے یعنی کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 417 باب استخفائہ ﷺ و اصحابہ فی دار الارقم بن ابی الارقم۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا کہ اے لوگو! لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین آپؓ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جہاں تک میری بات ہے میرے ساتھ جس نے مبارزت کی، میں نے اس سے انصاف کیا یعنی اسے مار گرایا مگر سب سے بہادر ابو بکرؓ ہیں۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدر کے دن خیمہ لگایا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کوئی نہ گیا مگر حضرت ابو بکرؓ اپنی تلوار کو سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو گئے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشرک نہیں پہنچے گا مگر پہلے وہ حضرت ابو بکرؓ سے مقابلہ کرے گا۔ پس وہ سب سے بہادر شخص ہیں۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کی بات ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قریش نے آپؐ کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی آپؐ پر غصہ اتارتا۔ کوئی آپؐ کو تنگ کرتا اور وہ لوگ کہتے کہ تم نے تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے۔ اللہ کی قسم! جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آتا حضرت ابو بکرؓ کسی کو مار کر بھگاتے۔ کسی کو برا بھلا کہہ کر دور کرتے اور کہتے تمہاری ہلاکت ہو، اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ (المومن: 29)

کیا تم محض اس لیے ایک شخص کو قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پس حضرت علیؓ نے اپنی چادر ہٹائی اور اس قدر روئے کہ آپؓ کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا آل فرعون کا مومن بہتر تھا یا حضرت ابو بکرؓ۔ غالباً حضرت علیؓ نے آل فرعون کے مومن کا ذکر اس لیے کیا کہ قرآن کریم میں یہ آیت آلِ فرعون کے اس شخص کی طرف منسوب ہے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور فرعون کے دربار میں یہ کہہ رہا تھا کہ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ اس پر لوگ خاموش ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم!

حضرت ابو بکرؓ کی ایک گھڑی آلِ فرعون کے مومن کی زمین بھر کی نیکیوں سے بہتر ہے کیونکہ وہ شخص اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور یہ شخص یعنی حضرت ابو بکرؓ اپنے ایمان کا اعلان کرتا تھا۔

(ابوبکر الصدیق شخصیته و عصره از دکتور علی محمد الصلابی صفحه 38، دفاعه عن النبی ﷺ، دار ابن کثیر بیروت 2003ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ دعویٰ ایک حقیقت بن کر نظر آتا ہے اور ہمیں قدم قدم پر ایسے واقعات دکھائی دیتے ہیں جو آپؐ کی اس عظیم الشان محبت اور شفقت کا ثبوت ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان سے تھی۔ چنانچہ آپؐ کو خدائے واحد کا پیغام پہنچانے کے لئے سالہا سال تک ایسی تکالیف میں سے گزرنا پڑا کہ جن کی کوئی حد نہیں۔ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں کفار نے آپؐ کے گلے میں پٹکا ڈال کر اتنا گھونٹا کہ آپؐ کی آنکھیں سرخ ہو کر باہر نکل پڑیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے سنا تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تکلیف کی حالت میں دیکھ کر آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؓ نے ان کفار کو ہٹاتے ہوئے کہا۔ خدا کا خوف کرو۔ کیا تم ایک شخص پر اس لئے ظلم کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے خدا میرا رب ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 63-64)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ چند دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا پا کر پکڑ لیا اور آپؐ کے گلے میں پٹکا ڈال کر اسے مروڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ آپؐ کی جان نکل جائے کہ اتفاق سے ابو بکرؓ آ نکلے اور انہوں نے مشکل سے چھڑایا۔ اس پر ابو بکرؓ کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 257-258)

غلاموں کو آزاد کروانے کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں روایات میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ آپؓ نے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ان سات کو آزاد کروایا جن کو اللہ کی وجہ سے تکلیف دی جاتی تھی۔ آپؓ نے حضرت بلالؓ، عَامر بن فُہیرہؓ، زِنِّیْرَہ، نَھْدِیَّہ اور ان کی بیٹی، بنی مُؤَمَّل کی ایک لونڈی اور امِ عُبَیس کو آزاد کروایا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 3 صفحه 247، عبد الله بن عثمان، دار الفکر بیروت 2001ء)

حضرت بلالؓ بنو جُمَح کے غلام تھے اور امیہ بن خَلَف آپؓ کو شدید تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔

(اسد الغابه فی معرفة الصحابه جلد اول صفحه 283 ذکر بلال بن رباح دار الفکر بیروت 2003ء)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت بلالؓ ایمان لائے تو حضرت بلالؓ کو ان کے مالکوں نے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور ان پر سنگریزے اور گائے کی کھال ڈال دی اور کہنے لگے کہ تمہارا رب لات اور عُزّٰی ہے۔ مگر آپؓ احد! احد! کہتے تھے۔ آپؓ کے پاس حضرت ابو بکرؓ آئے اور کہا کہ کب تک تم اس شخص کو تکلیف دیتے رہو گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو سات اوقیہ میں خرید کر انہیں آزاد کر دیا یعنی چالیس درہم کا ایک اوقیہ ہے دو سو اسی درہم میں خریدا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! مجھے بھی اس میں شریک کر لو۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ175 "بلال بن رباح" دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)
(لغات الحدیث جلد اول صفحہ 82 نعمانی کتب خانہ لاہور)

حضرت عامر بن فُہیرہؓ ایک سیاہ فام غلام تھے۔ آپؓ طُفَیل بن عبد اللہ بن سَخْبَرَہ کے غلام تھے جو کہ والدہ کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ حضرت عامرؓ اسلام لانے والے سابقین میں شامل تھے۔ آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف پہنچائی گئیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو خرید ا اور آزاد کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 31 عامر بن فھیرہ دارالکتب العلمیہ 2003ء)

حضرت زِنّیرہ رومی اسلام میں سبقت لے جانے والی خواتین میں سے تھیں۔ انہوں نے اسلام کے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ مشرکین آپؓ کو اذیتیں دیتے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ آپؓ بنو مخزوم کی لونڈی تھیں اور ابو جہل آپؓ کو اذیت دیا کرتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ آپؓ بنو عبد الدار کی لونڈی تھیں۔

جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی بینائی چلی گئی۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ لات اور عُزّٰی نے ان دونوں کے انکار کرنے کی وجہ سے زِنّیرہ کو اندھا کر دیا ہے۔ اس پر حضرت زِنّیرہ نے کہا کہ لات اور عُزّٰی تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ان دونوں کی عبادت کون کرتا ہے، مجھے کیا اندھا کرنا تھا۔ ان کو تو خود نظر نہیں آتا۔ یہ تو آسمان سے ہے۔ اللہ کی مرضی میری نظر چلی گئی اور میرا رب میری بینائی لوٹانے پر قادر ہے۔ یہ جواب دیا کافروں کو۔ اگلے دن انہوں نے اس حالت میں صبح کی، رات سوئیں اگلے دن جب اٹھیں تو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی بینائی لَوٹا دی تھی، نظر ٹھیک ہو چکی تھی۔ اس پر قریش نے کہا کہ یہ تو محمدؐ کے جادو کی وجہ سے ہوا ہے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے وہ تکالیف دیکھیں جو آپؓ کو پہنچائی جاتی تھیں تو آپؓ نے ان کو خرید ا اور آزاد کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد 6 (النساء) 'زِنیرہ الرومیہ' صفحہ 127 دار الفکر بیروت 2003ء)

یہ ذکر ابھی آئندہ بھی ان شاء اللہ چلے گا۔ آزادی کے بارے میں بعض اَور واقعات ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28/ دسمبر 2021ء تا 03/ جنوری 2022ء جلد 28 شمارہ 104-105 صفحہ 05 تا 09)

51

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 / دسمبر 2021ء بمطابق 17 / فتح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں ان کا غلاموں کو آزاد کرنے کا ذکر چل رہا تھا۔ اس میں سے کچھ مزید واقعات ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے نَہْدِیَہ اور ان کی بیٹی دونوں کو آزاد کرایا۔ یہ دونوں بنو عبد الدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ ان دونوں کے پاس سے گزرے اس وقت ان کی مالکہ نے ان کو آٹا پیسنے کے واسطے بھیجا تھا اور وہ مالکہ یہ کہہ رہی تھی کہ اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی آزاد نہیں کروں گی یا جس کی بھی قسم وہ کھا رہی تھی۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے اُمِّ فلاں! اپنی قسم کو توڑ دو۔ اس نے کہا جاؤ جاؤ! تم نے ہی تو ان کو خراب کیا ہے۔ تمہیں اگر اتنا ہی خیال ہے تو تم ان دونوں کو آزاد کروالو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ان دونوں کے بدلے میں کتنی قیمت دوں؟ اس نے کہا کہ اتنی اور اتنی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو لے لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔ پھر آپؓ نے ان سے کہا کہ اس عورت کا آٹا واپس دے دو یعنی ان دونوں کو جن کو لونڈی بنایا گیا تھا کہا کہ اس عورت کا آٹا واپس دے دو جو پسانے کے لیے لے کر جا رہی تھیں۔ ان دونوں نے کہا اے ابو بکرؓ! کیا ہم اس کام سے فارغ ہو لیں اور اس آٹا کو واپس کر دیں؟ یعنی جو ہمارے ذمہ کام لگایا گیا ہے وہ کر لیں اور آٹا پسوا کر چھوڑ آئیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اگر تم دونوں چاہتی ہو تو ایسا ہی کر لو۔

حضرت ابو بکرؓ ایک دفعہ بَنُو مُؤَمَّل کی ایک لونڈی کے پاس سے گزرے۔ بَنُو مُؤَمَّل بَنُو عَدِی بن کَعْب کا ایک قبیلہ تھا۔ وہ لونڈی مسلمان تھی۔ عمرؓ بن خطاب اس کو ایذا دے رہے تھے تا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ حضرت عمرؓ اُن دنوں ابھی مشرک تھے۔ اسلام قبول نہیں کیا تھا اور انہیں مارا کرتے تھے یہاں تک کہ جب وہ تھک جاتے تو کہتے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مَیں نے تمہیں صرف تھکاوٹ کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ اس پر وہ کہتی کہ اللہ تمہارے ساتھ بھی اسی طرح کرے گا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اسے بھی خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قُحافہ نے ان سے کہا کہ اے میرے بیٹے! مَیں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور لوگوں کو آزاد کرا رہے ہو۔ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو جو تم کر رہے ہو تو تم طاقتور مردوں کو آزاد کرواؤ تا کہ وہ تمہاری حفاظت کریں اور وہ تیرے ساتھ کھڑے ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ:

اے میرے پیارے باپ! مَیں تو محض اللہ عزّ وجلّ کی رضا چاہتا ہوں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 236 ذکر عدوان المشرکین علی المستضعفین ... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

چنانچہ بعض مفسرین علّامہ قرطبی اور علامہ آلوسی وغیرہ کہتے ہیں کہ درج ذیل آیات اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے اسی عمل کی وجہ سے آپؓ کی شان میں نازل فرمائی ہیں کہ:

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی۔ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی۔ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی۔ وَ اَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَ اسۡتَغۡنٰی۔ وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی۔ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی۔ وَ مَا یُغۡنِیۡ عَنۡہُ مَالُہٗۤ اِذَا تَرَدّٰی۔ اِنَّ عَلَیۡنَا لَلۡہُدٰی۔ وَ اِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَۃَ وَ الۡاُوۡلٰی۔ فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی۔ لَا یَصۡلٰىہَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی۔ الَّذِیۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی۔ وَ سَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی۔ الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی۔ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنۡدَہٗ مِنۡ نِّعۡمَۃٍ تُجۡزٰۤی۔ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِ الۡاَعۡلٰی۔ وَ لَسَوۡفَ یَرۡضٰی۔

(سورۃ الّیل:6 تا 22)

پس وہ جس نے (راہ حق میں) دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور بہترین نیکی کی تصدیق کی تو ہم اسے ضرور کشادگی عطا کریں گے۔ اور جہاں تک اُس کا تعلق ہے جس نے بخل کیا اور بے پروائی کی اور بہترین نیکی کی تکذیب کی تو ہم اُسے ضرور تنگی میں ڈال دیں گے اور اس کا مال جب تباہ ہو جائے گا تو اس کے کسی کام نہ آئے گا۔ یقیناً ہدایت دینا ہم پر بہر حال فرض ہے اور انجام بھی لازماً ہمارے تصرف میں ہے اور آغاز بھی۔ پس میں تمہیں اس آگ سے ڈراتا ہوں جو شعلہ زن ہے اس میں کوئی داخل نہیں ہو گا مگر سخت بدبخت۔ وہ جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیر لی جبکہ سب سے بڑھ کر متقی اس سے ضرور بچایا جائے گا جو اپنا مال دیتا ہے پاکیزگی چاہتے ہوئے اور اس پر کسی کا احسان نہیں ہے کہ جس کا اس کی طرف سے بدلہ دیا جا رہا ہو۔ یہ محض اپنے رَبِّ اعلیٰ کی خوشنودی چاہتے ہوئے خرچ کرتا ہے اور وہ ضرور راضی ہو جائے گا۔ (ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ، شخصیت اور کارنامے، اردو ترجمہ صفحہ 74)

(الجامع لاحکام القرآن لامام القرطبی جلد 2 صفحہ 3330 سورۃ اللیل دار ابن حزم بیروت 2004ء)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو غلام آزاد کیے تھے ان میں سے ایک حضرت خَبَّاب بن اَرَتؓ بھی تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت خَبَّاب بن اَرَتؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ایک اَور صحابیؓ جو پہلے غلام تھے انہوں نے ایک دفعہ نہانے کے لئے کرتہ اتارا تو کوئی شخص پاس کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ کا چمڑا اوپر سے ایسا سخت اور کھردرا ہے جیسے بھینس کی کھال ہوتی ہے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور انہیں کہنے لگا۔ تمہیں یہ کب سے بیماری ہے تمہاری تو پیٹھ کا چمڑا ایسا سخت ہے جیسے جانور کی کھال ہوتی ہے۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑے۔ "حضرت خَبَّاب ہنس پڑے" اور کہنے لگے بیماری کوئی نہیں۔ جب ہم اسلام لائے تھے تو ہمارے مالک نے فیصلہ کیا کہ ہمیں سزا دے۔ چنانچہ تپتی دھوپ میں ہمیں لٹا کر ہمیں مارنا شروع کر دیتا اور کہتا کہ کہو ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں مانتے۔ ہم اس کے جواب میں کلمہ شہادت پڑھ دیتے۔ اس پر وہ پھر مارنے لگ جاتا اور جب اس طرح بھی اس کا غصہ نہ تھمتا تو ہمیں پتھروں پر گھسیٹا جاتا" لکھتے ہیں کہ "عرب میں کچے مکانوں کو پانی سے بچانے کے لئے مکان کے پاس ایک قسم کا پتھر ڈال دیتے ہیں جسے پنجابی میں کِھنگر کہتے ہیں۔ یہ نہایت سخت، کھردرا اور نوک دار پتھر ہوتا ہے اور لوگ اسے دیواروں کے ساتھ اس لئے لگا دیتے ہیں کہ پانی کے بہاؤ سے انہیں

کوئی نقصان نہ پہنچے "یعنی دیواروں کو نقصان نہ پہنچے۔ "تو وہ صحابی کہنے لگے کہ جب ہم اسلام سے انکار نہ کرتے اور لوگ ہمیں مار مار کر تھک جاتے تو پھر ہماری ٹانگوں میں رسی باندھ کر ان کھردرے پتھروں پر ہمیں گھسیٹا جاتا تھا اور جو کچھ تم دیکھتے ہو اسی مار پیٹ اور گھسٹنے کا نتیجہ ہے۔ غرض سالہا سال تک ان پر ظلم ہوا۔ آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے اپنی جائیداد کا بہت سا حصہ فروخت کر کے انہیں آزاد کرا دیا۔"

(خطبات محمود جلد 22 صفحہ 546-547 خطبہ جمعہ فرمودہ 31 اکتوبر 1941ء)

پھر حضرت ابو بکرؓ کے غلاموں کو آزاد کرانے کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ:

"یہ غلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے مختلف اقوام کے تھے اِن میں حبشی بھی تھے جیسے بلالؓ، رومی بھی تھے جیسے صُہَیبؓ۔ پھر ان میں عیسائی بھی تھے جیسے جُبَیرؓ اور صُہَیبؓ۔ اور مشرکین بھی تھے جیسے بلالؓ اور عمارؓ۔ بلالؓ کو اس کے مالک تپتی ریت پر لٹا کر اوپر یا تو پتھر رکھ دیتے یا نوجوانوں کو سینہ پر کودنے کے لئے مقرر کر دیتے... حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان پر یہ ظلم دیکھے تو ان کے مالک کو ان کی قیمت ادا کر کے انہیں آزاد کروا دیا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 193-194)

ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے ہجرتِ حبشہ کا ارادہ کیا تھا۔ اس بارے میں آتا ہے کہ جب مسلمان بڑھ گئے اور اسلام ظاہر ہو گیا تو کفارِ قریش اپنے اپنے قبائل میں سے ان لوگوں کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دینے لگے جو اُن میں سے ایمان لا چکے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ انہیں ان کے دین سے پھرا دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں سے فرمایا کہ تم لوگ زمین میں بکھر جاؤ۔ یقیناً اللہ تم لوگوں کو اکٹھا کر دے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم کس طرف جائیں؟ آپؐ نے فرمایا اس طرف اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے حبشہ کی سرزمین کی طرف اشارہ فرمایا۔ یہ رجب سنہ 5 / نبوی کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر گیارہ مَردوں اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد اول صفحہ 503-504، الھجرۃ الاولیٰ الی الحبشۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

مسلمانوں کے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایذا پہنچائی گئی **جس پر انہوں نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔** چنانچہ اس بارے میں بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی تو حضرت ابو بکرؓ ہجرت کرنے کی غرض سے حبشہ کی طرف چل پڑے۔ جب وہ بَرْکُ الْغِمَاد مقام پر پہنچے۔ بَرْکُ الْغِمَاد یمن کا ایک شہر ہے جو مکہ سے آگے پانچ رات کی مسافت پر سمندر سے متصل ہے۔ تو انہیں ابنِ دَغِنہ ملا اور وہ قَارَہ قبیلہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا اے ابو بکر! کہاں کا قصد ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ زمین میں چلوں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ ابنِ دَغِنہ نے کہا: تمہارے جیسا آدمی خود وطن سے نہیں نکلتا اور نہ اسے نکالا جانا چاہئے۔ تم تو وہ خوبیاں بجالاتے ہو جو معدوم ہو چکی ہیں اور تم صلہ رحمی کرتے ہو۔ تھکے ہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہو۔ مہمان نوازی کرتے ہو اور مصائب حقہ پر مدد کرتے ہو۔ ایک جگہ ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا

ہے۔ کنگال کو کما کر دیتے رہے ہو۔ رشتہ داروں سے نیک سلوک کیا کرتے ہو۔ بیچاروں کو سنبھالتے ہو اور مہمان نواز ہو اور حق کی مشکلات میں مدد کرتے ہو۔ پھر اس نے کہا کہ میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ واپس چلو اور اپنے وطن میں ہی اپنے رب کی عبادت کرو اور ابنِ دَغِنہ بھی چل پڑا اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مکہ میں آیا اور کفار قریش کے سرداروں سے ملا اور ان سے کہا ابو بکر ایسے ہیں کہ ان جیسا آدمی وطن سے نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ایسی خوبیاں بجالاتا ہے جو معدوم ہو چکی ہیں اور وہ صلہ رحمی کرتا ہے۔ تھکے ہاروں کے بوجھ اٹھاتا ہے۔ مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب پر مدد کرتا ہے؟ اس پر قریش نے ابنِ دَغِنہ کی پناہ منظور کر لی اور حضرت ابو بکرؓ کو امن دیا اور ابنِ دَغِنہ سے کہا۔ ابو بکر سے کہو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں ہی کیا کرے۔ وہیں نماز پڑھے اور جو چاہے پڑھے لیکن ہمیں اپنی عبادت اور قرآن پڑھنے سے تکلیف نہ دے اور بلند آواز سے نہ پڑھے کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کو گمراہ کر دے گا۔ ابنِ دَغِنہ نے حضرت ابو بکرؓ سے یہ کہہ دیا تو حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر سے ہی اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور اپنے گھر کے سوا کسی اَور جگہ نماز اور قرآن اعلانیہ نہ پڑھتے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالی اور کھلی جگہ میں نکلے۔ وہیں نماز بھی پڑھتے اور قرآن مجید بھی اور ان کے پاس مشرکوں کی عورتیں اور بچے جمگھٹا کرتے۔ وہ تعجب کرتے۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ کر تعجب کرتے اور حضرت ابو بکرؓ کو دیکھتے کہ وہ بہت ہی رونے والے آدمی تھے۔

جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو نہ تھام سکتے۔ اس کیفیت نے قریش کے مشرک سرداروں کو پریشان کر دیا اور انہوں نے ابنِ دَغِنہ کو بلا بھیجا۔ وہ ان کے پاس آیا اور انہوں نے اس سے کہا کہ ہم نے تو ابو بکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتا رہے لیکن انہوں نے اس شرط کی پروا نہیں کی اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے اور نماز اور قرآن اعلانیہ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے لڑکوں اور ہماری عورتوں کو آزمائش میں ڈال دے گا۔ تم اس کے پاس جاؤ اگر وہ پسند کرے کہ اپنے گھر کے اندر ہی رہ کر اپنی عبادت کرے تو کرے ورنہ اگر اعلانیہ پڑھنے پر مصر رہے تو اسے کہو کہ تمہارے امان کی ذمہ داری تمہیں واپس کر دے کیونکہ ہمیں یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری ذمہ داری توڑیں اور ہم تو ابو بکر کو کبھی بھی اعلانیہ عبادت نہیں کرنے دیں گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابنِ دَغِنہ ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کو اس شرط کا علم ہی ہے جس پر میں نے آپ کی خاطر یہ عہد کیا تھا۔ اس لیے یا تو آپ اس حد تک محدود رہیں ورنہ میری ذمہ داری مجھے واپس کر دیں کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ بات سنیں کہ جس شخص کو میں نے پناہ دی تھی اس سے میں نے بدعہدی کی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں آپ کی پناہ آپ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ ہی کی پناہ پر راضی ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الکَفَالة بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِهِ حدیث نمبر 2297)
(صحیح البخاری مترجم جلد 4 صفحہ 276 نظارت اشاعت ربوہ) (فرہنگ سیرت صفحہ 57)

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے صحن میں جو مسجد بنائی تھی اس کے بارے میں صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں

لکھا ہے کہ یہ مسجد گھر کی دیواروں تک پھیلی ہوئی تھی اور یہ پہلی مسجد تھی جو اسلام میں بنائی گئی۔

(عمدۃ القاری جلد 12 صفحہ 185 کتاب الکفالہ باب جوار ابی بکر فی عھد النبیﷺ حدیث 2297)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں ابو بکر جیسا انسان جس کا سارا مکہ ممنون احسان تھا۔ وہ جو کچھ کماتے تھے غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کر دیتے تھے۔ آپؓ ایک دفعہ مکہ کو چھوڑ کر جا رہے تھے کہ ایک رئیس آپؓ سے راستے میں ملا اور اس نے پوچھا ابو بکر تم کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا اس شہر میں اب میرے لیے امن نہیں ہے۔ میں اب کہیں اور جا رہا ہوں۔ اس رئیس نے کہا کہ تمہارے جیسا نیک آدمی اگر شہر سے نکل گیا تو شہر برباد ہو جائے گا۔ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ تم شہر چھوڑ کر نہ جاؤ۔ آپ اس رئیس کی پناہ میں واپس آ گئے۔ آپؓ جب صبح کو اٹھتے اور قرآن پڑھتے تو عورتیں اور بچے دیوار کے ساتھ کان لگا لگا کر قرآن سنتے کیونکہ آپ کی آواز میں بڑی رِقّت، سوز اور درد تھا اور قرآن کریم چونکہ عربی میں تھا ہر عورت مرد بچہ اس کے معنی سمجھتا تھا اور سننے والے اس سے متاثر ہوتے تھے۔ جب یہ بات پھیلی تو مکہ میں شور پڑ گیا کہ اس طرح تو سب لوگ بے دین ہو جائیں گے۔ یعنی قرآن کریم سن کے اور آپ کی رِقّت بھری آواز سن کے تو یہ لوگ بے دین ہو جائیں گے۔ یہی حال آجکل احمدیوں کے ساتھ بعض ملکوں میں ہو رہا ہے خاص طور پر پاکستان میں کہ اگر قرآن پڑھتے اور نماز پڑھتے دیکھ لیا احمدیوں کو تو بے دین ہو جائیں گے۔ اس لیے احمدی کے نماز اور قرآن پڑھنے پہ بڑی سخت سزائیں ہیں۔ بہرحال لکھتے ہیں کہ آخر لوگ اس رئیس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم نے اس کو پناہ میں کیوں لے رکھا ہے؟ اس رئیس نے آ کر حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن نہ پڑھا کریں۔ مکہ کے لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا پھر اپنی پناہ تم واپس لے لو۔ میں تو اس سے باز نہیں آ سکتا۔ چنانچہ اس رئیس نے اپنی پناہ واپس لے لی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 327)

شِعْبِ اَبِی طَالب میں بھی حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ قریش مکہ نے توحید کے پیغام کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی مگر جب انہیں ہر طرف سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو انہوں نے ایک عملی اقدام کے طور پر بنو ہاشم اور بنو مُطّلِب کے ساتھ قطع تعلقی کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس بارے میں سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح لکھا ہے کہ:

"قریش...نے ایک عملی اقدام کے طور پر باہم مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام افراد بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات قطع کر دیئے جاویں اور اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت سے دستبردار نہ ہوں تو ان کو ایک جگہ محصور کر کے تباہ کر دیا جاوے۔ چنانچہ محرم 7/ نبوی میں ایک باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا کہ کوئی شخص خاندانِ بنو ہاشم اور بنو مُطّلِب سے رشتہ نہیں کرے گا اور نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کرے گا۔ نہ ان سے کچھ خریدے گا اور نہ ان کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز جانے دے گا اور نہ ان سے کسی قسم کا تعلق رکھے گا۔" یہی سلوک آج کل بعض احمدیوں کے ساتھ بھی بعض جگہوں پہ ہوتا ہے۔ بہرحال اس میں آگے لکھا تھا کہ "جب تک کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے الگ ہو کر آپ کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ یہ

معاہدہ جس میں قریش کے ساتھ قبائل بَنُوکِنَانَہ بھی شامل تھے باقاعدہ لکھا گیا اور تمام بڑے بڑے رؤساء کے اس پر دستخط ہوئے اور پھر وہ ایک اہم قومی عہد نامہ کے طور پر کعبہ کی دیوار کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب کیا مسلم اور کیا کافر (سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے جس نے اپنی عداوت کے جوش میں قریش کا ساتھ دیا) شِعْبِ اَبِی طَالِب میں جو ایک پہاڑی دَرّہ کی صورت میں تھا محصور ہو گئے اور اس طرح گویا قریش کے دو بڑے قبیلے مکہ کی تمدنی زندگی سے عملاً بالکل منقطع ہو گئے اور شِعبِ ابی طالب میں جو گویا بنو ہاشم کا خاندانی درہ تھا قیدیوں کی طرح نظر بند کر دیئے گئے۔ چند گنتی کے دوسرے مسلمان جو اس وقت مکہ میں موجود تھے وہ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 166)

ان مشکل ترین حالات میں بھی حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی پر متفق ہو گئے اور انہوں نے ایک دستاویز لکھی تو حضرتِ صدیقؓ اس تنگی کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک حال رہے۔ لہٰذا اس واقعہ کے بارہ میں ابو طالب نے یہ شعر کہا ہے کہ:

هُمْ رَجَعُوْا سَهْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ رَاضِيًا

فَسُرَّ أَبُوْ بَكْرٍ بِهَا وَ مُحَمَّدٌ

اور انہوں نے سَہْل بن بَیْضَاء کو خوش کرتے ہوئے واپس بھیجا تو اس پر ابو بکرؓ اور محمدؐ خوش ہو گئے۔

(ازالۃ الاخفاء از حضرت شاہ ولی اللہ اردو ترجمہ اشتیاق احمد دیوبندی جلد 3 صفحہ 39-40 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

(ماخوذ سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز صفحہ 30)

یعنی جب قریش مکہ نے آخر کار بائیکاٹ کا یہ معاہدہ ختم کر دیا تو اس پر ابو طالب نے جو اشعار کہے ان میں سے ایک یہ مذکورہ بالا شعر تھا کہ بائیکاٹ ختم ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر دونوں مسرور ہو گئے۔

'غُلِبَتِ الرُّوْمُ' کی پیشگوئی اور اس پر حضرت ابو بکرؓ کا شرط لگانا اس بارے میں بھی ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ (الروم: 02 تا 04) کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ غُلِبَت اور غَلَبَتْ۔ وہ کہتے ہیں کہ مشرکین پسند کرتے تھے کہ اہلِ فارس اہلِ روم پر غالب آجائیں کیونکہ یہ اور وہ بت پرست تھے اور مسلمان پسند کرتے تھے کہ اہلِ روم اہلِ فارس پر غالب آجائیں اس لیے کہ وہ اہلِ کتاب تھے۔ انہوں نے اس کا ذکر حضرت ابو بکرؓ سے کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ ضرور غالب آجائیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کا ذکر ان سے یعنی مخالفین سے، مشرکین سے کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک مدّت مقرر کر لو۔ اگر ہم غالب آگئے تو ہمارے لیے یہ اور یہ ہو گا اور اگر تم غالب آگئے تو تمہارے لیے یہ اور یہ ہو گا۔ یعنی اس پہ شرط لگائی۔ تو انہوں نے پانچ سال کی مدت رکھی اور وہ غالب نہ آسکے۔ انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا

کہ تم نے اس سے زیادہ کیوں نہ رکھ لی۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپؐ کی مراد دس تھی۔ یہ ترمذی کی ابواب تفسیر کی روایت ہے۔ (سنن الترمذی ابواب التفسیر باب و من سورۃ الروم ،حدیث 3193)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ایسی پیشگوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ بڑی شان کے ساتھ **پوری ہوئیں۔ ان پیشگوئیوں میں غلبۂ رُوم والی پیشگوئی بھی ہے۔** چنانچہ مسروق روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ لوگ روگردانی کر رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ! جیسا حضرت یوسفؑ کے وقت میں سات سالہ قحط ڈالا تھا ان پر بھی ایسا ہی قحط نازل کر۔ سو اُن پر ایسا قحط پڑا جس نے ہر ایک چیز کو فنا کر دیا یہاں تک کہ آخر انہوں نے کھال اور مُردار اور بدبودار لاشیں بھی کھائیں اور ان میں سے کوئی جو آسمان کی طرف نظر کرتا تو بھوک کے مارے اسے دھواں ہی نظر آتا تھا۔ جن چار پیشگوئیوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک یہ واقعہ ہے۔

ابوسفیان آپؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں اور یہ دیکھیں آپؐ کی قوم ہلاک ہو گئی ہے۔ اللہ سے ان کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ پس انتظار کر اس دن کا جب آسمان ایک واضح دھواں لائے گا۔ ضرور تم انہی باتوں کا اعادہ کرنے والے ہو جس دن ہم بڑی گرفت کریں گے۔ پس یہ بڑی گرفت بدر کے دن ہوئی۔ چنانچہ دھوئیں کا عذاب اور سخت گرفت اور لزاما والی پیشگوئی اور روم کی پیشگوئی یہ سب باتیں ہو چکی ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاستسقاء بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ: اجْعَلْهَا سِنِينَ ... حدیث 1007)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی غلبۂ رُوم والی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب اہلِ فارس اور اہلِ روم کے درمیان جنگ ہوئی تو مسلمان اہلِ فارس پر اہلِ روم کی فتح کو پسند کرتے تھے کیونکہ وہ اہلِ روم، اہلِ کتاب تھے جبکہ کفارِ قریش اہلِ فارس کی فتح کو پسند کرتے تھے کیونکہ وہ اہلِ فارس مجوسی تھے اور کفار قریش بھی بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ پس اس بات پر حضرت ابو بکرؓ اور ابوجہل کے درمیان شرط لگ گئی یعنی انہوں نے کسی چیز پر آپس میں چند سال کی مدت مقرر کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں بِضْعٌ کا لفظ ہے۔ بِضْعٌ تو نو برس یا سات برس پر اطلاق پاتا ہے۔ پس مدت کو بڑھا دو۔ پھر انہوں نے، حضرت ابو بکرؓ نے ایسا ہی کیا۔ پس اہلِ روم غالب آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ۔ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ بِنَصْرِ اللّٰهِ (الروم:2 تا 6)

ترجمہ یہ ہے الٓمّٓ کہ اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ۔ یعنی میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ اہلِ روم مغلوب کیے گئے۔ قریب کی زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد پھر ضرور غالب آ جائیں گے۔ تین سے نو سال کے عرصہ تک۔ حکم اللہ ہی کا چلتا ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن مومن بھی اپنی فتوحات سے بہت خوش ہوں گے جو اللہ کی نصرت سے ہو گی۔ اور شعبی کہتے ہیں کہ اس وقت شرط لگانا حلال تھا۔

(ماخوذ از عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد 7 صفحہ 46، کتاب الاستسقاء حدیث: 1007 دار احیاء التراث العربی 2003ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ اسلام سے قبل اور اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تمام متمدن دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ وسیع سلطنتیں دو تھیں۔ سلطنتِ فارس اور سلطنتِ روم اور یہ دونوں سلطنتیں عرب کے قریب واقع تھیں۔ سلطنتِ فارس عرب کے شمال مشرق میں تھی اور سلطنتِ روم شمال مغرب میں۔ چونکہ ان سلطنتوں کی سرحدیں ملتی تھیں اس لیے بعض اوقات ان کا آپس میں جنگ و جدل بھی ہو جاتا تھا۔ اس زمانہ میں بھی جس کا ذکر آتا ہے یہ سلطنتیں برسرِ پیکار تھیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب پیشگوئی ہوئی اور سلطنتِ فارس نے سلطنتِ روم کو زیر کیا ہوا تھا اور اس کے کئی قیمتی علاقے چھین لیے تھے اور اسے برابر دباتی چلی جاتی تھی۔ قریش بت پرست تھے اور فارس کا بھی قریباً قریباً یہی مذہب تھا۔ اس لیے قریشِ مکہ فارس کی ان فتوحات پر بہت خوش تھے۔ مگر مسلمانوں کی سلطنتِ روم سے ہمدردی تھی کیونکہ رومی سلطنت عیسائی تھی اور عیسائی بوجہ اہلِ کتاب ہونے اور حضرت مسیح ناصریؑ سے نسبت رکھنے کے بت پرست اور مجوسی اقوام کی نسبت مسلمانوں کے بہت قریب تھے۔ ایسے حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی فرمائی کہ اِس وقت روم فارس سے مغلوب ہو رہا ہے مگر چند سال کے عرصے میں وہ فارس پر غالب آجائے گا اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ یہ پیشگوئی سن کر مسلمانوں نے جن میں حضرت ابو بکرؓ کا نام خاص طور پر مذکور ہوا ہے مکہ میں عام اعلان کرنا شروع کیا کہ ہمارے خدا نے یہ بتایا ہے کہ عنقریب روم فارس پر غالب آئے گا۔ قریش نے جواب دیا کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہے تو آؤ شرط لگا لو۔ چونکہ اس وقت تک اسلام میں شرط لگانا ممنوع نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے منظور کر لیا اور روسائے قریش اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان چند اونٹوں کی ہار جیت پر شرط قرار پا گئی اور چھ سال کی معیاد مقرر ہو گئی مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ چھ سال کی میعاد مقرر کرنا غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو میعاد کے متعلق بِضْعِ سِنِیْنَ کے الفاظ فرمائے ہیں جو عربی محاورہ کی رو سے تین سے لے کے نو تک کے لیے بولے جاتے ہیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہی مقیم تھے اور ہجرت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد مقررہ میعاد کے اندر اندر ہی جنگ نے اچانک پلٹا کھایا اور روم نے فارس کو زیر کر کے تھوڑے عرصہ میں ہی اپنا تمام علاقہ واپس چھین لیا۔ یہ ہجرت کے بعد کی بات ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 216-217)

جس کے بعد پھر رومیوں کی فتح ہو گئی تھی۔ اس بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"آپؐ ابھی مکہ میں ہی تھے کہ عرب میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دے دی ہے اِس پر مکہ والے بہت خوش ہوئے کہ ہم بھی مشرک ہیں اور ایرانی بھی مشرک۔ ایرانیوں کا رومیوں کو شکست دے دینا ایک نیک شگون ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مکہ والے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آجائیں گے۔" یہ شگون انہوں نے نکالا" مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے بتایا کہ:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۔ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۔ (الروم:2تا5)

رومی حکومت کو شام کے علاقہ میں بے شک شکست ہوئی ہے لیکن اِس شکست کو تم قطعی نہ سمجھو۔ مغلوب ہونے کے بعد رومی پھر 9 سال کے اندر غالب آجائیں گے۔ اِس پیشگوئی کے شائع ہونے پر مکہ والوں نے بڑے بڑے قہقہے لگائے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بعض کفار نے سو سو اونٹ کی شرط باندھی کہ اگر اتنی شکست کھانے کے بعد بھی روم ترقی کر جائے تو ہم تمہیں سو اونٹ دیں گے اور اگر ایسا نہ ہوا تو تم ہمیں سو اونٹ دینا۔ بظاہر اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کا امکان دور سے دور تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ شام کی شکست کے بعد رومی لشکر متواتر کئی شکستیں کھا کر پیچھے ہٹتا گیا یہاں تک کہ ایرانی فوجیں بحیرہ مارمورا (Marmara Sea) کے کناروں تک پہنچ گئیں۔ قسطنطنیہ اپنی ایشیائی حکومتوں سے بالکل منقطع ہو گیا اور روم کی زبردست حکومت ایک ریاست بن کر رہ گئی مگر خدا کا کلام پورا ہونا تھا اور پورا ہوا۔ انتہائی مایوسی کی حالت میں روم کے بادشاہ نے اپنے سپاہیوں سمیت آخری حملہ کے لئے قسطنطنیہ سے خروج کیا اور ایشیائی ساحل پر اتر کر ایرانیوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کی طرح ڈالی۔ رومی سپاہی باوجود تعداد اور سامان میں کم ہونے کے قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق ایرانیوں پر غالب آئے۔ ایرانی لشکر ایسا بھاگا کہ ایران کی سرحدوں سے ورے اس کا قدم کہیں بھی نہ ٹھہرا اور پھر دوبارہ رومی حکومت کے افریقی اور ایشیائی مفتوحہ ممالک اس کے قبضہ میں آ گئے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن۔ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 445)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"**جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابو جہل سے شرط لگائی** اور قرآن شریف کی وہ پیشگوئی مدار شرط رکھی کہ:

الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۔ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ (الروم: 2 تا 5)

اور تین برس کا عرصہ ٹھہرایا تو آپؐ پیشگوئی کی صورت کو دیکھ کر فی الفور دور اندیشی کو کام میں لائے اور شرط کی کسی قدر ترمیم کرنے کے لئے ابو بکر صدیق کو حکم فرمایا اور فرمایا کہ بِضْعِ سِنِيْنَ کا لفظ مجمل ہے اور اکثر نو برس تک اطلاق پاتا ہے۔" (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 310-311)

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرنا یعنی اپنا دعویٰ پیش کرنا اور حضرت ابو بکرؓ کا آپ کے ساتھ ساتھ ہونا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کرنے اور اپنے نبی کو عزت و اکرام عطا فرمانے اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ایام میں باہر نکلے اور انصار کے قبائل اوس اور خزرج سے ملاقات کی۔ آپؐ نے حج کے ایام میں اپنے آپ کو پیش کیا جیسا کہ آپؐ ہر سال حج کے ایام میں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں مذکور ہے۔ حضرت علی بن ابو طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب کے سامنے پیش کریں تو میں اور حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منیٰ کی طرف نکلے یہاں تک کہ ہم عربوں کی ایک مجلس کے پاس پہنچے۔ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور آپؓ حسب و نسب میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے پوچھا آپ لوگ کس قوم سے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ربیعہ قبیلہ سے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا ربیعہ کی کس شاخ سے؟ انہوں نے کہا ذُہل سے۔ پھر حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ

اوس اور خزرج کی مجلس میں گئے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کا نام دیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کو پناہ اور مدد دینا قبول کیا تھا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم نہیں اٹھے یہاں تک کہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔

(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 72 تا 74، ذکر عرض المصطفیٰ نفسه علی القبائل..... دارالکتب العلمیة بیروت 1996ء)

ایک اَور روایت میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو عرب قبائل کے سامنے پیش کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس **غرض سے نکلے۔ میں اور حضرت ابو بکرؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔** ہم ایک مجلس میں پہنچے جس میں سکینت اور وقار تھا۔ وہ لوگ بلند مقدرت والے اور ذی وجاہت تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے پوچھا تم لوگ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم بنو شَیْبَان بن ثَعْلَبَہ سے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ان کی قوم میں اس سے بڑھ کر کوئی اَور معزز نہیں۔ ان لوگوں میں مفروق بن عمرو، مُثَنّٰی بن حارثہ، ھَانِی بن قَبِیْصَہ اور نُعمان بن شریک تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۔نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (الانعام:152)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تُو کہہ دے۔ آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دیا یعنی یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور لازم کر دیا ہے کہ والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ اور رزق کی تنگی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور تم بے حیائیوں کے جو ان میں ظاہر ہوں اور جو اندر چھپی ہوئی ہوں دونوں کے قریب نہ پھٹکو اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے حرمت بخشی ہو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہی ہے جس کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

اس پر مفروق نے کہا کہ یہ کلام زمین والوں کا نہیں۔ اگر یہ ان کا کلام ہوتا تو ہم ضرور جان لیتے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل:91)

یعنی یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو۔

یہ کلام سننے کے بعد مفروق نے کہا۔ اے قریشی بھائی! اللہ کی قسم! آپؐ نے اعلیٰ اخلاق اور اچھے کاموں کی طرف بلایا ہے۔ یقیناً ایسی قوم سخت جھوٹی ہے جس نے آپؐ کی تکذیب کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک

دوسرے کی مدد کی۔ مثنّٰی نے کہا ہم نے آپؐ کی بات سنی اے میرے قریشی بھائی! آپؐ نے بہترین گفتگو کی اور جو باتیں آپ نے کہیں انہوں نے مجھے متعجب کیا لیکن ہمارا کسریٰ کے ساتھ ایک معاہدہ ہے کہ نہ ہم کوئی نیا کام کریں گے اور نہ کوئی نیا کام کرنے والے کو پناہ دیں گے اور غالباً جس چیز کی طرف آپؐ ہمیں بلا رہے ہیں یہ ان میں سے ہے جسے بادشاہ بھی ناپسند کرتے ہیں۔ اگر آپؐ چاہتے ہیں کہ عرب کے قرب وجوار کے لوگوں کے مقابلہ میں ہم آپؐ کی مدد کریں اور آپؐ کی حفاظت کریں تو ہم ایسا کریں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے جواب میں کوئی برائی نہیں کیونکہ تم لوگوں نے وضاحت کے ساتھ سچائی کا اظہار کر دیا۔ اللہ کے دین پر وہی قائم رہ سکتا ہے جس کو اللہ نے ہر طرف سے گھیرے میں لیا ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور اٹھ کر روانہ ہو گئے۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم جزء4 صفحه309-310 روایت نمبر 6382، دارالکتب العلمیة بیروت 2002ء)

ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر تھوڑی سی مدت میں اللہ تعالیٰ تمہیں ان یعنی کسریٰ کی سرزمین اور ملک کا وارث بنا دے اور ان کی خواتین تمہارے قبضہ میں آجائیں تو کیا تم اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو گے؟ یہ سن کر اس نے کہا کہ الٰہی! ہم تیار ہیں یعنی قسم کھائی۔ خدا کی قدرت دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات حرف بہ حرف پوری ہوئی اور وہی مثنّٰی جو اس وقت کسریٰ کی طاقت سے اتنا مرعوب تھا کہ اس کی ناراضگی کے ڈر سے اسلام قبول کرنے سے ہچکچا رہا تھا کچھ ہی دیر بعد حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں اسی کسریٰ سے مقابلہ کرنے والی اسلامی فوج کے سپہ سالار یہی مثنّٰی بن حارثہ ہی تھے جنہوں نے کسریٰ کی کمر توڑ کے رکھ دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کے مصداق بنے۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ، شخصیت اور کارنامے، اردو ترجمہ صفحہ 84،82)

اسی طرح ایک حج کے موقع کی روایت یوں ہے کہ جب قبیلہ بَکْر بن وَائِل حج کے لیے مکہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جائیں اور مجھے ان کے سامنے پیش کریں یعنی تبلیغ کریں، آپؐ کا دعویٰ پیش کریں۔ حضرت ابو بکرؓ ان لوگوں کے پاس گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی تبلیغ کی۔

(السیرة الحلبیة جلد2 صفحه7 باب عرض رسول اللہ ﷺ نفسه علی القبائل..... دارالکتب العلمیة بیروت 2002ء)

باقی ان شاء اللہ آئندہ ذکر ہو گا۔

آج مَیں افغانستان کے احمدیوں کے لیے دعا کے لیے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ بہت تکلیف سے گزر رہے ہیں۔ بعض گرفتاریاں بھی ہوئی ہیں۔ عورتیں، بچے بڑے اپنے گھروں میں پریشان ہیں۔ جو مرد باہر ہیں، گرفتار نہیں ہوئے وہ بھی بے گھر ہوئے ہوئے ہیں کیونکہ خطرہ ہے کہ گرفتاریاں نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے اور ان کو اس مشکل سے نکالے۔ پھر پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں وہاں بھی عمومی طور پر حالات خراب ہی ہوتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ احمدیوں کو تکلیفیں دے رہے ہیں۔ اسی طرح مجموعی طور پر بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ دنیا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچاننے کی توفیق

عطا فرمائے اور ہر شر کو ختم کرے اور دنیا اپنے پیدا کرنے والے کی حقیقت کو پہچان لے۔

اس کے بعد میں بعض مرحومین کا ذکر کروں گا۔ جن کا بعد میں جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر ہے **الحاج عبدالرحمٰن عینن (Ennin) صاحب کا**۔ یہ گھانین تھے۔ گھانا کے سابق سیکرٹری امور عامہ اور افسر جلسہ سالانہ تھے۔ اکیاسی (81) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ دونوں والدین ان کے احمدی تھے۔ ان کے والدین نے احمدیت قبول کی تھی۔ اعلیٰ تعلیم انہوں نے مصر سے حاصل کی اور پھر وہاں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا اور یہاں گھانا میں آکر مختلف بڑی کمپنیوں میں مینیجر کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر آپ نے نائیجیریا میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ پھر انہوں نے خود اپنی کمپنی کھول لی جس کے یہ مینیجنگ ڈائریکٹر تھے۔ بڑے نیک، مخلص انسان تھے۔ جماعت کی مثالی خدمت کی توفیق انہیں ملتی رہی۔ ساری زندگی جماعتی مفاد اور کام کو اپنے ذاتی مفاد پر ترجیح دی۔ مختلف عہدوں پر فائز رہ کر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ ہمیشہ امیر جماعت کی اطاعت اور ہر آواز پر لبیک کہنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اکثر اوقات صبح پہلے وقت میں مشن آکر امیر صاحب سے ملتے اور معلوم کرتے۔ اگر کوئی جماعتی کام ہو تو پہلے نپٹاتے اور پھر اپنے کام کے لیے جاتے۔ یہ گریٹر اکرا ریجن (Greater Accra Region) کے بڑا المباعرصہ صدر رہے ہیں۔ پھر نواسی (89ء) سے لے کر اٹھانوے (98ء) تک مجلس انصار اللہ کے صدر رہے۔ پھر سیکرٹری امور عامہ انہوں نے بڑا المباعرصہ کام کیا۔ پھر افسر جلسہ سالانہ کے طور پر ان کو کام کی توفیق ملی اور وفات کے وقت نیشنل ٹرسٹی کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔

ہر کسی کی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ بہت سخی تھے۔ ہمدردی صرف اپنی فیملی تک محدود نہیں تھی بلکہ آپ کی سخاوت عزیز و اقارب، رشتہ داروں کے علاوہ افراد جماعت اور بلا تفریق مذہب محلے کے افراد تک پھیلی ہوئی تھی۔ جماعت کے وفادار اور خلافت کے جاں نثار سپاہی تھے۔ ہمیشہ جماعتی مفاد کو ہر دوسری چیز پر فوقیت دی اور کبھی کسی مخالفت کی کوئی پروا نہیں کی۔ تہجد گزار تھے۔ بڑی باقاعدگی سے تہجد پڑھنے والے تھے اور سفر حضر میں ہر جگہ اس کی پابندی کرتے تھے۔ موصی تھے اور ان میں چندوں میں بڑی باقاعدگی تھی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

گھانا کے مربی حافظ مبشر احمد لکھتے ہیں کہ ان میں بہت فراست تھی۔ بڑی مختصر اور منطقی بات کرتے تھے اور فوراً معاملے کی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔ بورڈ کی میٹنگ کے دوران ایک دفعہ کہتے ہیں ہر کوئی اپنی رائے دے رہا تھا۔ ایک معاملہ تھا جس کو طول دیا جا رہا تھا۔ آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب ان کی باری آئی تو انہوں نے کہا کہ اس بارے میں خلیفہ وقت کی طرف سے ایک فیصلہ آگیا ہے اس لیے ہمیں بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب خلیفہ وقت کی طرف سے فیصلہ آجائے تو پھر کوئی رائے نہیں دینی چاہیے بلکہ ہمیں اس پر من و عن عمل کرنا چاہیے۔ اس قسم کے مخلصین اللہ تعالیٰ نے دور دراز علاقوں میں بھی عطا فرمائے ہوئے ہیں۔

پھر **اگلا ذکر ہے اذیاب علی محمد اَلْجَبَابِی صاحب کا** جو گذشتہ دنوں فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

یہ اردن کی جماعت کے تھے۔ صدر صاحب اردن جماعت لکھتے ہیں کہ انہوں نے 2010ء میں بیعت کی تھی۔ اپنے علاقے میں اکیلے احمدی تھے اور یہاں کے رسم ورواج کے مطابق کیونکہ خاوند کے ساتھ اس کی اہلیہ بھی اسی دین پہ آجاتی ہیں اس لیے وہ بھی احمدی ہو گئیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت اور خلافت پر مرحوم کا ایمان پہاڑوں کی طرح مضبوط تھا۔ قبولِ احمدیت کی وجہ سے خاندان اور دیگر مخالفین کی مخالفت کے باوجود مرحوم استقامت کا ایک نمونہ تھے۔ احمدیت اور خلافت کے لیے بڑی غیرت رکھتے تھے اور بڑی قوت سے دفاع کرتے تھے۔ مرحوم کو علم سیکھنے اور تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ بسا اوقات رات گئے فون کر کے مسائل کے بارے میں پوچھتے تھے۔ اس طرح ان کے گھر پر مخالفین اور رشتہ داروں کے ساتھ کئی تبلیغی نشستیں منعقد ہوئیں۔ مرحوم شوگر کے مریض تھے اور بڑی زیادہ تکلیف میں تھے اور اس وجہ سے اصل میں تو یہ بیماری ہی جان لیوا تھی۔ ان کے بعض رشتہ دار انہیں اس بیماری میں کہتے تھے کہ تمہارا یہ حال احمدیت کی وجہ سے ہوا ہے۔ تم احمدیت چھوڑ دو تو ہم قیامت کے روز تمہارے حق میں گواہی دیں گے۔ اس پر یہ بڑے جوش سے دعا کرتے ہوئے کہتے کہ اے خدا! مجھے احمدی مسلمان ہونے کی حالت میں ہی وفات دینا۔

اگلا ذکر ہے مکرم دین محمد شاہد صاحب کا جو ریٹائرڈ مربی تھے آج کل کینیڈا میں تھے۔ بانوے (92) سال کی عمر میں ان کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد صاحب کے ذریعہ آئی جنہوں نے 1938ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ 1940ء میں ان کے والد ان کو اپنے ہمراہ جلسہ قادیان میں لے کے گئے جہاں آپ کے والد صاحب نے قادیان کے تعلیمی ماحول اور دینی ماحول سے متاثر ہو کر اور ان کا بھی پڑھنے لکھنے کا جو شوق تھا اس کو دیکھتے ہوئے قادیان میں ہی ان کو گیارہ سال کی عمر میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ نگرانی چھوڑا اور پھر وہیں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔

1953ء میں انہوں نے جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں مربی کے طور پر کام کیا۔ تین چار سال جزائر فجی میں بطور مشنری انچارج خدمت کی توفیق پائی۔ ربوہ میں لمبا عرصہ بطور پریس سیکرٹری بھی خدمت کی توفیق ملی۔ انہوں نے چار کتب تصنیف کرنے کے علاوہ متعدد علمی مضامین لکھنے کی توفیق پائی۔ تبلیغ کا انہیں بڑا جنون تھا۔ نت نئے طریقے اختیار کرتے رہتے تھے۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

اگلا ذکر ہے مکرم میاں رفیق احمد صاحب کا جو کارکن دفتر جلسہ سالانہ تھے ستاسی (87) سال کی عمر میں گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد کا نام میاں بشیر احمد صاحب مرحوم تھا۔ قیام پاکستان سے پہلے ہی وہ قادیان سے ہجرت کر کے کوئٹہ آ گئے تھے جہاں ان کے والد کو بطور امیر جماعت کوئٹہ خدمت کی توفیق ملی۔ میاں رفیق صاحب کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت ڈاکٹر عبد اللہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوا۔ 1960ء میں میاں رفیق صاحب نے انجنیئرنگ کالج لاہور سے مکینیکل انجنیئرنگ میں بی ایس سی کیا۔ اس کے بعد پھر یہ مختلف محکموں میں کام کرتے رہے۔ پھر تنزانیہ چلے

گئے۔ تقریباً دس سال کا عرصہ تنزانیہ میں گزارا۔ پھر کچھ عرصہ وہاں کسی کمپنی میں کام کے علاوہ پڑھاتے بھی رہے۔ تنزانیہ میں بھی انہیں سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ 1986ء میں انہوں نے وقفِ عارضی کے طور پر جلسہ سالانہ کے دفتر میں خدمات بجالانا شروع کیں اور پھر 1987ء میں باقاعدہ دفتر جلسہ سالانہ میں کارکن کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ پھر 1989ء میں (eighty nine) میں زندگی وقف کر کے دفتر جلسہ سالانہ ربوہ کے ٹیکنیکل شعبہ میں بطور ناظم ٹیکنیکل امور خدمات بجالانا شروع کیں اور تادم آخر اسی خدمت پر مامور رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان کا رشتہ کروایا تھا اور مولانا ابو العطاء صاحب نے ان کا نکاح پڑھایا تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔

ان کے بیٹے کہتے ہیں اگر سلسلہ کے بارے میں کبھی کسی جگہ کوئی غلط بات کی جاتی تو فوراً روک دیتے اور منع کرتے۔ خلافت سے آپ کو بے حد پیار تھا۔ ایک دفعہ گھر کے کسی فرد نے یا گھر میں مہمانوں نے ذکر کیا کہ آپ کو جماعت کی طرف سے جو کوارٹر ملا ہے بہت چھوٹا ہے۔ اگر آپ کہیں تو آپ کو بڑا مل سکتا ہے۔ انہوں نے کہا مجھے اگر جماعت ٹینٹ میں بھی رکھے گی تو مَیں رہنے کو تیار ہوں۔ میں کوئی مطالبہ نہیں کروں گا۔ پھر ان کے بیٹے نے لکھا کہ والد صاحب کی وفات کے بعد ان کی یہ خوبی ہمارے علم میں آئی کہ بعض غریبوں کی پوشیدہ طور پر مدد کیا کرتے تھے۔ ان کے چھوٹے بیٹے کہتے ہیں کہ تہجد گزار تھے۔ قرآن کریم سے محبت رکھنے والے تھے۔ نرم دل، پیار بھرا لہجہ، ایماندار، سچائی اور بے شمار اعلیٰ خصوصیات کے حامل تھے۔ والد صاحب میں خلیفۂ وقت کی اطاعت اور خلافت سے وفا اور وقف نبھانے کا غیر معمولی جذبہ پایا جاتا تھا۔

یہ مَیں نے بھی ان میں دیکھا ہے کہ انتہائی شریف النفس انسان، بڑی عاجزی سے ہر کام کرنے والے اور وفا کے ساتھ اپنا بیعت کا حق ادا کرنے والے تھے۔

اسی طرح ان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ جماعت کا پیسہ کس طرح بچایا جائے اور کس طرح کم سے کم خرچ میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ انہوں نے بعض روٹی پکانے کی مشینیں بھی ڈیزائن کیں اور ان کے لیے ربوہ میں کافی کام کیا ہے۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ تکلیف یا پریشانی کے وقت میں نے ہمیشہ ان میں صبر اور حوصلہ دیکھا ہے۔ اکثر دفعہ پریشانی یا تکلیف کے وقت قرآن کریم پڑھتے دیکھا۔ بیماری کے وقت اور وفات سے قبل بھی انہوں نے ذرا بھی تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ہر کام بڑی ایمانداری اور جذبے سے کرتے تھے۔ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔

اگلا ذکر مکرمہ قانتہ ظفر صاحبہ کا ہے جو مکرم احسان اللہ ظفر صاحب سابق امیر جماعت امریکہ کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں کار کے حادثے میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 1941ء کی ان کی پیدائش تھی۔ چودھری اعظم علی صاحب ریٹائرڈ سیشن جج ان کے والد تھے۔ ان کے نانا چودھری فقیر محمد صاحب تھے جن کو پارٹیشن کے فوراً بعد بطور ناظر امورِ عامہ خدمت کی توفیق ملی۔ بہت خوبیوں کی مالک اور خوش مزاج خاتون تھیں۔ خلافت سے ہمیشہ وفا کا تعلق رکھا اور اس کا انہوں نے بہت اظہار بھی کیا۔ مرحومہ کو قرآن مجید سے بہت عشق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت عقیدت تھی۔ اپنے بچوں میں بھی یہی عشق

اور عقیدت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ دو بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ ان کا ایک جوان بیٹا بھی تھا جو ایکسیڈنٹ میں کئی سال ہو گئے فوت ہو گیا اور بڑے صبر سے انہوں نے یہ صدمہ برداشت کیا۔

انعام الحق کوثر صاحب آسٹریلیا کے مربی لکھتے ہیں کہ جب یہ امریکہ میں تھے تو کہتے ہیں قرآن کریم کی کلاسیں لگتی تھیں۔ ان میں باقاعدگی سے شامل ہوتی تھیں اور بڑی دور کا فاصلہ طے کر کے آیا کرتی تھیں۔ یہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر تھیں مگر طبیعت انتہائی سادہ تھی۔ کسی قسم کا کوئی فخر یا دکھاوا کا پہلو نہیں تھا۔ غریبوں اور حاجت مندوں کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ مبلغین سے ایک مہربان ماں جیسا سلوک تھا اور بہت عزت اور احترام سے پیش آتیں اور بڑی عاجزی سے سارے کام کرتیں۔ لجنہ کو اکثر کہا کرتی تھیں کہ جوتے رکھنے کی جو جگہ ہے وہاں جوتے رکھو اور اگر کوئی نہیں رکھتا تھا تو خود اٹھا اٹھا کر یہ کام بھی کر لیا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی مسجد کی صفائی وغیرہ کا کام بڑی عاجزی سے کیا کرتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ تکبر یا دکھاوا بالکل نہیں تھا۔ بہت سادہ لباس پہنتیں۔ بہت عمدہ طریق سے پیش آتیں۔ کسی سے کوئی ناراضگی نہیں تھی۔ ہر ایک سے بہت عمدہ طریق سے پیش آتی تھیں۔ خلافت کی طرف سے ہونے والی ہر تحریک پر لبیک کہتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی نسلوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07/ جنوری 2022ء جلد 29 شمارہ 02 صفحہ 05 تا 10)

52

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24/ دسمبر 2021ء بمطابق 24/ فتح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ تھے۔ حضرت عباسؓ جو کہ اس تقریب اور میٹنگ کے گویا منتظمِ اعلیٰ تھے انہوں نے حضرت علیؓ کو ایک گھاٹی پر بطور پہرے دار کھڑا کیا اور ایک دوسری گھاٹی پر حضرت ابو بکرؓ کو، انہوں نے پہرے اور حفاظت کے لیے کھڑا کیا تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 21 باب عرض رسول اللہ ﷺ نفسہ علی القبائل..... دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ جب ہوئی ہے اس میں حضرت ابو بکر صدیق کی مصاحبت کا ذکر ہے۔ لکھا ہے کہ کفارِ مکہ کا مکہ میں مقیم مسلمانوں پر ظلم و ستم مسلسل بڑھتا جا رہا تھا کہ اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب دکھایا گیا جس میں دو مسلمانوں کو وہ جگہ دکھائی گئی جدھر آپؐ نے ہجرت کرنا تھی۔ وہ جگہ شور زمین والی کھجوروں میں گھری ہوئی تھی لیکن اس کا نام نہ دکھایا گیا تھا اور نہ بتایا گیا تھا۔ البتہ اس کا جغرافیہ اور نقشہ دیکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اجتہاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ ھَجَر یا یَمَامہ ہو گی جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ذکر ملتا ہے جس کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

فَذَهَبَ وَهَلِيْ اِلٰى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوِ الهَجَرُ، فَاِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام روایت نمبر3622)

کہ میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ جگہ یَمَامہ یا ھَجَر ہے مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو یثرب شہر ہے۔ یمامہ بھی یمن کا ایک مشہور شہر ہے۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 321 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز اردو بازار کراچی 2003ء)

اور ھَجَر نام کی متعدد بستیاں عرب خطے میں پائی جاتی تھیں۔ بحرین کا ایک شہر اور بحرین کا ایک حصہ بھی ھَجَر کہلاتا تھا۔ (معجم البلدان جلد 5 صفحہ 452 زیر " ھجر" دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہر حال کچھ ہی عرصہ بعد حالات ایک رخ پر ہونے لگے اور مدینہ کے سعادت مند انصار نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو القائے ربانی سے آپؐ پر منکشف ہوا کہ وہ سرزمین تو یثرب کی سرزمین تھی جو بعد میں مدینہ کے نام

سے مشہور ہونے والی تھی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اجتہاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"وہ حدیث جس کے یہ الفاظ ہیں:

فَذَهَبَ وَهَلِيْ إِلٰى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوِ الْهَجَرُ، فَإِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ۔

صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے پیشگوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔" (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 472)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مظلوم اور ستم رسیدہ صحابہ اور مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت اور رہنمائی فرما دی جس پر مکہ کے مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ دوسری طرف بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد اس ہجرت میں بھی تیزی آ گئی اور گھروں کے گھر اور محلوں کے محلے خالی ہونے لگے۔ اس صورتحال نے مکہ کے ظالم سرداروں کو مزید اشتعال دلا دیا اور وہ غصہ سے تلملانے لگے جس پر انہوں نے ایک اَور قدم اٹھایا کہ ان مظلوموں کو ہجرت کرنے سے بھی روکا جانے لگا اور ظلم و ستم کے نت نئے طریقے نکالے جانے لگے۔ کبھی شوہر کو تو جانے دیا لیکن اس کی بیوی اور بچے کو اس سے چھین لیا گیا۔ کبھی کسی سے سرمایہ اور مال و دولت اس بہانے ہتھیالی گئی کہ یہ تو تُو نے ہمارے شہر مکہ میں کمائی تھی۔ اگر یہاں سے جانا ہے تو یہ ساری دولت ہمیں دے کر جاؤ۔ کبھی ماں کی ممتا کا واسطہ دے کر روک لیا کہ اپنی ماں سے ملتے جاؤ اور پھر راستے میں ہی ان کو رسیوں سے باندھ کر کوٹھڑیوں میں ڈال دیا۔

(ماخوذ از سبل الهدٰی والرشاد جلد 3 صفحہ 224 تا 227، جماع ابواب الهجرة الی المدینة.... دارالکتب العلمیة بیروت 1993ء)

لیکن دولتِ ایمان سے مالامال اور دینِ اسلام کی محبت میں سرشار صبر و شکر کرنے والے مومنوں کی جماعت دیوانہ وار مدینہ کی طرف مسلسل ہجرت کرتی چلی گئی۔ بہرحال مکہ کم و بیش ہر اس مسلمان سے خالی ہو گیا جو ہجرت کر سکتا تھا وہ ہجرت کر گیا۔ اب کچھ انتہائی کمزور اور بے بس مسلمان ہی پیچھے رہ گئے تھے جن کا ذکر قرآن کریم نے یوں کیا ہے کہ:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (النساء:99)

سوائے ان مردوں اور عورتوں اور بچوں کے جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا جن کو کوئی حیلہ میسر نہیں تھا اور نہ ہی وہ نکلنے کی کوئی راہ پاتے تھے۔ ان کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک مدینہ میں ہی اذنِ خداوندی کا انتظار فرما رہے تھے۔ حضرت علیؓ بھی مکہ میں ہی تھے۔ البتہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہجرت کی اجازت طلب کرنے حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد ہوا کہ ٹھہر جاؤ۔ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دی جائے گی یا ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ تم جلدی نہ کرو۔ ممکن ہے اللہ تمہارے لیے ایک ساتھی کا انتظام فرما دے۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کیا آپؐ کو بھی ہجرت کی

اجازت مل جائے گی؟ گویا ہجرت کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کا غم جاتا رہا۔ حضرت ابو بکرؓ یہ نویدِ مسرت سن کر واپس لوٹ کر آئے اور ہجرت کا ارادہ ملتوی کر دیا البتہ انہوں نے حکیمانہ انداز میں دو اونٹنیاں خریدیں جنہیں خاص طور پر کھلا کھلا کر ہجرت کے انجانے سفر کے لیے تیار کرنے لگے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب الکفالة باب جوار ابی بکر فی عهد النبیﷺ و عقده حدیث 2297)
(الخلیفة الاول ابوبکر الصدیق از صلابی صفحه45 دار المعرفة بیروت 2006ء)

ان باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"**رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے ہجرت کی تیاری شروع کی۔** ایک کے بعد ایک خاندان مکہ سے غائب ہونا شروع ہوا۔ اب وہ لوگ بھی جو خدا تعالیٰ کی بادشاہت کا انتظار کر رہے تھے دلیر ہو گئے۔ بعض دفعہ ایک ہی رات میں مکہ کی ایک پوری گلی کے مکانوں کو تالے لگ جاتے تھے اور صبح کے وقت جب شہر کے لوگ گلی کو خاموش پاتے تو دریافت کرنے پر انہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس گلی کے تمام رہنے والے مدینہ کو ہجرت کر گئے ہیں اور اسلام کے اس گہرے اثر کو دیکھ کر جو اندر ہی اندر مکہ کے لوگوں میں پھیل رہا تھا وہ حیران رہ جاتے تھے۔ آخر مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا صرف چند غلام، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ مکہ میں رہ گئے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 222)

پھر آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

"کفار مکہ کو دوسرے لوگوں کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فطرتاً زیادہ بغض و عداوت تھی کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ آپؐ ہی کی تعلیم کی وجہ سے لوگوں میں شرک کی مخالفت پھیلتی جاتی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ آپؐ کو قتل کر دیں تو باقی جماعت خود بخود پراگندہ ہو جائے گی۔ اس لئے بہ نسبت دوسروں کے وہ آنحضرت ﷺ کو زیادہ دکھ دیتے اور چاہتے کہ کسی طرح آپؐ اپنے دعاوی سے باز آجائیں لیکن باوجود ان مشکلات کے آپؐ نے صحابہؓ کو تو ہجرت کا حکم دے دیا مگر خود ان دکھوں اور تکلیفوں کے باوجود مکہ سے ہجرت نہ کی کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی اذن نہ ہوا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ میں ہجرت کر جاؤں تو آپؐ نے جواب دیا عَلٰی رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي۔ آپ ابھی ٹھہریں امید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے۔" (سیرۃ النبی ﷺ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 489)

دار الندوہ میں کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خفیہ مشورہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ رؤسائے مکہ اب اس بات پر سخت غصہ میں تھے اور پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ مسلمان ان کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے ہیں اس پر اب وہ دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ علامہ ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ جب قریش نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گروہ اور کچھ اصحاب مل گئے ہیں جو نہ مکہ کے مسلمانوں میں سے ہیں اور نہ ہی ان کے علاقے کے ہیں۔ نیز قریش نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان لوگوں کی طرف ہجرت کر کے نکل رہے ہیں تو قریش نے جان لیا کہ وہ ایک امن کی جگہ پڑاؤ کر رہے ہیں اور انہیں ان لوگوں یعنی اہلِ مدینہ کی جانب سے مکمل تحفظ فراہم ہو گیا ہے تو انہیں خدشہ ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت کر کے ان کی طرف نہ چلے جائیں اور قریش نے جان لیا کہ وہ لوگ قریش سے جنگ کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ یہ قُصَیّ بن کِلَاب کا وہ گھر تھا کہ قریش کا جو بھی فیصلہ ہوتا تھا وہ اسی میں ہوتا تھا۔ جب بھی انہیں آپ کے بارے میں خدشہ محسوس ہوتا تو وہ لوگ یہاں مشورہ کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ جب وہ لوگ اس کے لیے جمع ہوئے اور انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ وہ دارالندوہ میں داخل ہوں گے تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشاورت کریں۔ جس روز کا انہوں نے عہد و پیمان کیا تھا اس دن وہ لوگ گئے اور وہ دن یَوْمُ الزَّحْمَہ کہلاتا ہے۔ ان کے سامنے ایک بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص کی ہیئت میں ابلیس ظاہر ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا انسان تھا جو ابلیس صفت انسان تھا۔ بہر حال جس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور دارالندوہ کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ لوگ اسے جانتے نہیں تھے۔ جب ان لوگوں نے اسے دروازے پر کھڑا دیکھا تو انہوں نے کہا یہ بوڑھا شخص کون ہے؟ اس شخص نے کہا کہ میں اہلِ نجد میں سے ایک بوڑھا شخص ہوں اور اس نے کہا کہ مَیں نے وہ بات سن لی ہے جس کا تم نے عہد و پیمان کیا تھا۔ پس تمہارے پاس میں اس لیے آیا ہوں کہ تا کہ سن لوں کہ تم لوگ کیا کہتے ہو۔ امید ہے کہ تمہیں اس سے کوئی نہ کوئی رائے یا بھلائی مل جائے گی۔ اس نے اپنے بارے میں کہا۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے اندر آ جاؤ۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہاں قریش کے سرداران کی ایک بڑی جماعت شریک تھی جن کے نمایاں ناموں میں عُتْبَہ بن رَبیعہ اور شَیْبَہ بن رَبِیعہ، ابوسفیان بن حَرْب، طُعَیْمَہ بن عَدِی اور بھی بعض لوگ تھے۔ ابوجہل بن ہِشَام، حجاج کے دو بیٹے اور بہت سارے لوگ تھے۔ اس کے علاوہ کچھ سردار بھی تھے جن کا شمار قریش سے نہیں ہوتا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو تجاویز دینے کا وقت آیا تو ایک شخص نے تجویز پیش کی کہ اسے یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر دو اور باہر سے دروازہ بند کر دو۔

پھر اس پر اسی موت کے آنے کا انتظار کرو جو اس سے پہلے اس جیسے دو شعراء مثلاً زُہَیر اور نَابِغہ پر آ چکی ہے۔ اور دیگر شعراء پر جو پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی انجام کا انتظار کرو جس طرح اس سے پہلے دو شاعروں زُہیر اور نابغہ وغیرہ کا ہو چکا ہے یعنی موت ان کا خاتمہ کر دے تو جیسے ان کو موت آئی تھی آپ کے لیے بھی یہی plan کیا گیا۔ اس پر اس بوڑھے نجدی نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک یہ رائے تمہارے لیے مناسب نہیں ہے۔ واللہ! اگر تم لوگوں نے اسے قید کر دیا تو اس کی خبر بند دروازے سے باہر نکل کر اس کے ساتھیوں تک ضرور پہنچ جائے گی۔ پھر کچھ بعید نہیں کہ وہ لوگ تم پر دھاوا بول کر اس شخص کو تمہارے قبضہ سے نکال لے جائیں۔ پھر اس کی مدد سے اپنی تعداد بڑھا کر تمہیں مغلوب کر لیں۔ لہٰذا کوئی اَور تجویز سوچو۔ اس پر ایک شخص نے یہ تجویز دی کہ ہم اس شخص کو اپنے درمیان سے نکال دیں اور اپنے شہر سے جلاوطن کر دیں پھر ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں کہ وہ کہاں جاتا ہے اور کہاں رہتا ہے۔ جب وہ ہم سے غائب ہو جائے گا اور ہم اس سے فارغ ہو جائیں گے تو ہمارا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا اور ہم پہلے جیسی حالت میں رہنے لگیں گے۔ اس پر بوڑھے نجدی نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس شخص کی بات کتنی عمدہ اور بول کتنے میٹھے ہیں اور جو کچھ لاتا ہے اس کے ذریعہ کس طرح لوگوں کے دلوں کو مغلوب کر لیتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو تم لوگ امن میں نہیں رہو گے کہ وہ عرب

کے کسی قبیلہ میں اترے اور اپنی باتوں سے ان پر غلبہ حاصل کر لے اور وہ لوگ اس کی پیروی کرنے لگیں۔ پھر ان کے ساتھ مل کر تمہاری طرف پیش قدمی کریں اور تمہیں تمہارے ہی شہر میں روند ڈالیں اور تمہارے معاملات تمہارے ہاتھوں سے لے لیں اور پھر جیسا چاہے تم سے سلوک کریں۔ لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اَور تجویز سوچو۔ اس پر ابوجہل نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ قریش کے ہر قبیلے سے ایک ایک نَوعمر، مضبوط اور حسب و نسب والا جوان چنا جائے اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں تیز کاٹنے والی تلوار دے دی جائے پھر وہ لوگ اس یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قصد کریں اور ایک شخص کے حملہ کرنے کی طرح اس پر حملہ کیا جائے اور وہ اسے قتل کر دیں۔ یوں ہمیں اس شخص سے راحت مل جائے گی۔ اس طرح قتل کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس شخص کا خون سارے قبائل میں منقسم ہو جائے گا اور بَنُو عَبدِ مَنَافْ سارے قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم دیت ادا کر دیں گے۔ اس پر بوڑھے نجدی نے کہا۔ رائے ہے تو بس اس شخص کی، باقی سب فضول باتیں ہیں۔ غرض اس رائے پر سب اتفاق کرتے ہوئے چلے گئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 340 تا 342 ، ذکر ھجرۃ الرسول، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ساری صورت حال سے آگاہ فرما دیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (الانفال:31) اور یاد کرو جب وہ لوگ جو کافر ہوئے تیرے متعلق سازشیں کر رہے تھے تا کہ تجھے ایک ہی جگہ پابند کر دیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے وطن سے نکال دیں۔ اور وہ مکر میں مصروف تھے اور اللہ بھی ان کے مکر کا توڑ کر رہا تھا اور اللہ مکر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ اور ساتھ ہی جبریل کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت دے دی۔

(سبل الھدٰی والرشاد جلد3 صفحہ232 ،فی سبب ھجرۃ النبی ﷺ.....دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"کفارِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ جل شانہ نے اپنے اس پاک نبی کو اس بد ارادے کی خبر دے دی اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا اور پھر بفتح و نصرت واپس آنے کی بشارت دی۔ بدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا۔"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 64 حاشیہ)

ہجرت کی اجازت ملنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری احتیاط کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے گھر عین دوپہر کے وقت یعنی اس وقت تشریف لے گئے کہ جس وقت میں مکہ کے باشندے عموماً اپنے گھروں میں ہی رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف آنا جانا نہیں ہوتا اور مزید احتیاط یہ بھی کی کہ شدید گرمی جو تھی چنانچہ اپنا چہرہ اور سر وغیرہ بھی کپڑے سے ڈھانپے رکھا۔ جب آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے گھر کے قریب پہنچے تو کسی نے بتایا اور طبرانی اور فتح الباری کی روایت کے مطابق حضرت اسماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ابو بکرؓ کہنے لگے کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اس گھڑی میں ہمارے پاس

تشریف لائے ہیں اس کی وجہ کوئی خاص بات ہے جو پیش آئی ہے اور ساتھ ہی حضرت ابو بکرؓ گھبرا کر تیزی سے فدایانہ انداز میں باہر نکلے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو کمرے میں حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو باہر بھیج دو جس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ حضور صرف یہی میری دو بیٹیاں اس وقت یہاں ہیں، اَور کوئی نہیں ہے یا ایک روایت کے مطابق عرض کیا یا رسول اللہؐ! صرف آپؐ کے گھر کے لوگ ہی یہاں ہیں اور کوئی نہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بے ساختہ عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کی رفاقت؟ یعنی میں بھی آپؐ کے ساتھ ہوں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع بَابُ إِذَا اشْتَرَي مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً، فَوَضَعَهُ عِنْدَ البَائِعِ ....روایت نمبر2138)(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ إِلَى المَدِينَةِ، روایت نمبر 3905) (فتح الباری بشرح صحیح البخاری جلد7 صفحہ277 دار الریان للتراث القاھرۃ 1986ء)

اس پر حضرت ابو بکرؓ خوشی سے رو پڑے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس دن پہلی بار مجھے معلوم ہوا کہ خوشی سے بھی کوئی روتا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 343، ذکر ھجرۃ الرسول، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

اس کے بعد وہاں ہجرت کی ساری منصوبہ بندی اور لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اسی غرض کے لیے میں نے دو اونٹنیاں خریدی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک آپؐ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا قیمت دے کر لوں گا اور آپؐ نے جب قیمت دینے پر اصرار کیا تو حضرت ابو بکرؓ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ دو اونٹنیاں حضرت ابو بکرؓ نے آٹھ سو درہم میں خریدی تھیں اور چار سو درہم میں ایک اونٹنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدی یا ایک روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹنی آٹھ سو درہم میں خریدی تھی۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ إِلَى المَدِينَةِ، روایت نمبر 3905) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1 صفحہ 382، ذکر ابل رسول اللہ ﷺ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جزء 2 صفحہ 106،105۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

پھر یہ طے کیا گیا کہ پہلی منزل غارِ ثور ہو گی اور تین دن وہیں قیام کرنا ہو گا اور یہ بھی طے ہوا کہ کسی ایسے ماہر کو لیا جائے جو مکہ کے چاروں طرف کے تمام معروف اور غیر معروف صحرائی راستوں سے واقف ہو۔ اس کے لیے عبد اللہ بن اُرَیْقِطْ سے بات ہوئی۔ یہ اگرچہ مشرک تھا لیکن شریف النفس اور ذمہ دار اور دیانت دار شخص تھا۔ سیرت نگار اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں ہوا تھا تاہم ایک روایت کے مطابق اس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ بہر حال اس کے حوالے تین اونٹنیاں کی گئیں اور طے کیا گیا کہ وہ ٹھیک تین دن بعد غار ثور پر علی الصبح چلا آئے۔ حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ جو ایک ہوشیار نوجوان تھے ان کے سپرد یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ روزانہ مکہ کی مجالس میں گھوم پھر کر جائزہ لیں گے کہ کیا کچھ ہو رہا ہے اور پھر رات کو وہ غارِ ثور پہنچ کر ساری رپورٹیں کریں

گے۔ حضرت ابو بکرؓ کے ایک دانا اور ذمہ دار غلام عامر بن فُہَیرہ کے سپرد یہ ڈیوٹی ہوئی کہ وہ اپنی بکریاں غارِ ثور کے گرد ہی چرائے گا اور رات کے وقت وہ دودھ دینے والی بکریوں کا تازہ دودھ فراہم کرے گا اور پھر مکہ سے نکلنے کا وقت طے کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے واپس اپنے گھر تشریف لے آئے۔

(ماخوذ تاریخ الخمیس جلد2 صفحہ7 ذکر خروجہ ﷺ مع ابی بکر من مکۃ...مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)(الرحیق المختوم از صفی الرحمٰن المبارکفوری صفحہ 165 مطبوعہ دارالغد الجدید 2018ء)(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 129 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

یہاں آکر آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ہجرت کے پروگرام سے آگاہ کرتے ہوئے ان کے سپرد ایک جاں نثارانہ کام یہ کیا کہ آج رات وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر وہی سبز یا ایک روایت کے مطابق سرخ رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سوئیں گے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود لے کر سویا کرتے تھے اور اپنے اس جاں نثار فدائی خادم کو خدائی تائید و نصرت کی یقین دہانی کراتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ فکر نہ کرنا اور بڑے آرام سے میرے بستر پر سوئے رہنا دشمن تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

نیز صادق و امین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اہالیانِ مکہ کی دی ہوئی امانتوں کا بھی فکر اور ذمہ داری کا احساس تھا اس لیے فرمایا کہ وہ لوگوں کو امانتیں واپس کرتے ہوئے میرے پیچھے آجائیں۔ یعنی حضرت علیؓ کو فرمایا کہ امانتیں واپس کر کے پھر مدینہ آجانا۔ چنانچہ حضرت علیؓ تین دن مکہ میں ٹھہرے یہاں تک کہ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کو امانتیں واپس کر دیں۔ جب آپؓ اس سے فارغ ہو گئے تو آپ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قُبا میں جا ملے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے جبکہ کفار مکہ کے چنیدہ بہادر جن کی آنکھوں میں گویا خون اترا ہوا تھا وہ تلواریں ہاتھ میں لیے عین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر چاق و چوبند پہرہ دے رہے تھے کہ کب رات گہری ہو اور ہم دھاوا بول کر ایک ہی وار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گویا کام تمام کر دیں اور ابو جہل جو کہ گویا ان کا سرغنہ تھا بڑے تکبر اور تمسخر سے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد یہ کہتا ہے کہ اگر تم اس کے معاملہ میں اس کی پیروی کرو گے تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے پھر تم اپنی موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے اردن کے باغات کی مانند باغات بنائے جائیں گے اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہارے درمیان قتل و غارت گری ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور فرمایا ہاں ایسے ہی میں کہتا ہوں اور سورۃ یٰسین کی یہ آیات پڑھتے ہوئے کہ:

یٰسٓ۔ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ۔ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (یٰس:2-10)

یٰس۔ یا سید! اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے سردار! حکمتوں والے قرآن کی قسم ہے تُو یقیناً مرسلین میں سے ہے۔ صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ یہ کامل غلبہ والے اور بار بار رحم کرنے والے کی تنزیل ہے تا کہ تُو ایک ایسی قوم کو

ڈرائے جن کے آباؤ اجداد نہیں ڈرائے گئے۔ پس وہ غافل پڑے ہیں۔ یقیناً ان میں سے اکثر پر قول صادق آ گیا ہے۔ پس وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یقیناً ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں اور وہ اب ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ سر اونچا اٹھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے سامنے بھی ایک روک بنا دی ہے اور ان کے پیچھے بھی ایک روک بنا دی ہے اور ان پر پردہ ڈال دیا ہے اس لیے وہ دیکھ نہیں سکتے۔

آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے سامنے سے نکل گئے لیکن خدا کی قدرت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہوئے کسی کو بھی دکھائی نہ دیے بلکہ وہ لوگ گاہے گاہے اندر جھانک کر دیکھ لیتے اور اطمینان کر لیتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر ہی ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ342، 348، باب ھجرۃ الرسول ﷺ، دار الکتب العلمیۃ 2001ء)(محمد رسول اللہ والذین معہ جلد 3صفحہ74 باب الھجرۃ، مطبوعہ مکتبہ مصر)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1 صفحہ 176 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اس واقعہ کا ذکر سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں کیا ہے کہ:

"رات کا تاریک وقت تھا اور ظالم قریش جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اپنے خونی ارادے کے ساتھ آپؐ کے مکان کے ارد گرد جمع ہو کر آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر چکے تھے اور انتظار تھا کہ صبح ہو یا آپؐ اپنے گھر سے نکلیں تو آپؐ پر ایک دم حملہ کر کے قتل کر دیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض کفار کی امانتیں پڑی تھیں کیونکہ باوجود شدید مخالفت کے اکثر لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے صدق و امانت کی وجہ سے آپؐ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؓ کو ان امانتوں کا حساب کتاب سمجھا دیا اور تاکید کی کہ بغیر امانتیں واپس کئے مکہ سے نہ نکلنا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور تسلی دی کہ انہیں خدا کے فضل سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ وہ لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر جو سرخ رنگ کی تھی ان کے اوپر اُڑھا دی۔ اس کے بعد آپؐ اللہ کا نام لے کر اپنے گھر سے نکلے۔ اس وقت محاصرین آپؐ کے دروازے کے سامنے موجود تھے مگر چونکہ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اول شب میں ہی گھر سے نِکل آئیں گے وہ اس وقت اس قدر غفلت میں تھے کہ آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے درمیان سے نِکل گئے اور ان کو خبر تک نہ ہوئی..... وہ قریش جو آپؐ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کے گھر کے اندر جھانک کر دیکھتے تھے تو حضرت علیؓ کو آپؐ کی جگہ پر لیٹا دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے لیکن صبح ہوئی تو انہیں علم ہوا کہ ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر بھاگے۔ مکہ کی گلیوں میں صحابہ کے مکانات پر تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ اس غصہ میں انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور کچھ مارا پیٹا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 236-237)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے

خمیر کیا گیا تھا جانبازی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے مونہہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفوں کے جاسوس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں اور اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں۔

کس بہرِ کسے سر ندہد جان نفشاند
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 64-65 حاشیہ)

یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے سر نہیں دیتا نہ ہی جان چھڑکتا ہے۔ یہ عشق ہے جو یہ کام انسان سے بصد صدق کرواتا ہے۔

بہرحال یہ وقت کے بارے میں روایات ہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں پہلے وقت، کچھ کہتے ہیں درمیانی رات، کچھ کہتے ہیں آخری وقت۔

بہرحال کس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اس بارے میں جو روایات میں اختلاف ہے اس کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک روایت میں ذکر ہے کہ آپؐ رات کی آخری تہائی میں گھر سے باہر تشریف لائے تھے۔ چنانچہ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ رات کی آخری تہائی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین کی غفلت کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کے گھر کی طرف نکلے اور وہاں سے دونوں گھر کے پچھلے دروازے سے نکل کر جنوب میں غار ثور کی طرف چل پڑے۔

(حیاۃ محمد از محمد حسین ہیکل صفحہ 223-224 الفصل العاشر 'ھجرۃ الرسول' الطبعۃ الرابع عشرۃ دار المعارف)

پھر ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ آدھی رات کے وقت نکلے۔ چنانچہ دلائل النبوہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ آدھی رات کے وقت غار ثور کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 465، 466 باب مکر المشرکین برسول اللہ ﷺ۔۔۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ میں لکھا ہے کہ "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ صبح کے وقت ہجرت کر جائیں تو شام ہی کو حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ سے فرمایا کہ آج رات تم یہیں سونا تا کہ مشرکین شک و شبہ میں مبتلا ہو کر حقیقت حال سے باخبر نہ ہوں۔"

(مدارج النبوۃ از شیخ عبد الحق محدث دہلوی اردو ترجمہ غلام معین الدین نعیمی جلد 2 صفحہ 83 مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ نبی کریم اول شب اپنے گھر سے نکلے تھے۔ چنانچہ اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ:

"محاصرین آپؐ کے دروازے کے سامنے موجود تھے مگر چونکہ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اول شب میں ہی گھر سے نکل آئیں گے وہ اس وقت اس قدر غفلت میں تھے کہ آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل گئے اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خاموشی کے ساتھ مگر جلد جلد مکہ کی گلیوں میں سے گذر رہے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں آبادی سے باہر نکل گئے اور غارِ ثور کی راہ لی۔ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ پہلے سے تمام بات طے ہو چکی تھی وہ بھی راستہ میں مل گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 237)

حضرت مصلح موعودؓ نے جو روایات سے لے کے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ:

"جب مکہ کے لوگ آپؐ کے گھر کے سامنے آپؐ کے قتل کے لئے جمع ہو رہے تھے آپؐ رات کی تاریکی میں ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے۔ مکہ کے لوگ ضرور شبہ کرتے ہوں گے کہ ان کے ارادہ کی خبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مل چکی ہو گی مگر پھر بھی جب آپؐ ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور بجائے آپؐ پر حملہ کرنے کے سمٹ سمٹ کر آپؐ سے چھپنے لگ گئے تا کہ ان کے ارادوں کی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر نہ ہو جائے۔ اس رات سے پہلے دن ہی آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے کے لئے ابو بکرؓ کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی۔ پس وہ بھی آپؐ کو مل گئے اور دونوں مل کر تھوڑی دیر میں مکہ سے روانہ ہو گئے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 222-223)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت گھر سے نکلے تھے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے۔ سو خدائے تعالیٰ نے جیسا کہ سورۂ یٰسین میں اس کا ذکر کیا ہے ان سب اشقیا کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آنحضرت ان کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 66 حاشیہ)

بہر حال مختلف روایتیں ہیں لیکن نتیجہ یہی ہے کہ کفار کو پتہ نہیں لگا۔

پھر یہ بھی مختلف روایات ہیں کہ اپنے گھر سے نکل کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرف تشریف لے گئے۔ ایک روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے ہوں گے اور حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر سے اور راستے میں کسی ایک جگہ پر دونوں اکٹھے ہو کر غارِ ثور کی طرف چل پڑے۔

(ماخوذ از تاریخ طبری جلد اول صفحہ 568 ، تاریخ ما قبل الهجرة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت 1987ء)

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے غارِ ثور کی طرف نکلے اور کچھ دیر بعد ابو بکرؓ آپؐ کے گھر پہنچے تو حضرت علیؓ نے انہیں فرمایا کہ وہ تو جا چکے ہیں اور غارِ ثور کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں اس لیے آپ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلے گئے۔

(السيرة الحلبيه جزء 2 صفحه 47 باب عرض رسول الله ﷺ نفسه۔۔۔ دار الكتب العلمية بيروت 2008ء)

بہر حال یہ روایت تو بہت کمزور لگتی ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کا انتظار فرماتے رہے اور وہ لیٹ ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو یہ بھی علم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کدھر گئے ہوں گے اور سب کچھ حضرت علیؓ اب انہیں بتا رہے ہیں۔ ہجرت جیسا اہم ترین رازدارانہ سفر اور حضرت ابو بکرؓ جیسا

فہیم اور ذمہ دار شخص اس طرح کی لاپروائی کا مرتکب ہو یہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس روایت کی نسبت دوسری روایت جو زیادہ تر کتب میں موجود ہے وہ زیادہ درست اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکل کر سیدھے حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 343 ، ہجرۃ الرسولﷺ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کی دو باوفا بہادر بیٹیوں حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے سفر کے لیے کھانا بھی جلدی جلدی تیار کر دیا تھا جس میں بھنی ہوئی بکری کا گوشت بھی تھا۔ حالات کی نزاکت اور جلدی میں کھانے کا برتن جو چمڑے کا تھا باندھنے کو کچھ نہ ملا تو حضرت اسماءؓ نے اپنا نطاق یعنی کمر بند کھولا اور اس کے دو حصے کیے اور کھانا باندھا۔ ایک سے توشہ دان اور دوسرے سے مشکیزے کا منہ باندھ دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب حمل الزاد فی السفر۔۔۔ روایت نمبر2979)

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ جزء 2 صفحہ 107 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو عشق و وفا کے ان لمحات کو بغور دیکھ رہے تھے فرمانے لگے کہ اے اَسماء! اللہ تمہارے اس نطاق کے بدلے میں تمہیں جنت میں دو نطاق عطا کرے گا۔ یعنی کہ کمر بند جو کپڑا کمر پہ باندھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے بعد میں حضرت اسماءؓ کو ذات النِّطَاقَین کہا جانے لگا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ 239 ،جماع ابواب الہجرۃ الی المدینۃ.... دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

ہجرت کے اس سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیر لب اس آیت کا ورد فرماتے ہوئے چلے جا رہے تھے:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

(بنی اسرائیل:81)

اور تُو کہہ اے میرے رب! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لیے طاقتور مددگار عطا کر۔

(الخلیفۃ الاول ابوبکر الصدیق للدکتور علی محمد الصلابی صفحہ 47دار المعرفہ بیروت2006ء)

اور ایسا ہی اس دعا کا بھی ذکر ملتا ہے کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ وَلَمْ أَكُ شَيْئًا، اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى هَوْلِ الدُّنْيَا، وَبَوَائِقِ الدَّهْرِ، وَمَصَائِبِ اللَّيَالِيْ وَالْأَيَّامِ۔ اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنِيْ فِيْ سَفَرِيْ، وَاخْلُفْنِيْ فِيْ أَهْلِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ، وَلَكَ فَذَلِّلْنِيْ، وَعَلٰى صَالِحِ خَلْقِكَ فَقَوِّمْنِيْ، وَإِلٰى رَبِّيْ فَحَبِّبْنِيْ، وَإِلَى النَّاسِ فَلَا تَكِلْنِيْ۔ أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَأَنْتَ رَبِّيْ، أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ، وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ، وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ، أَنْ يَّحِلَّ بِيْ غَضَبُكَ، أَوْ يَنْزِلَ عَلَيَّ سُخْطُكَ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَجَمِيْعِ سُخْطِكَ۔ لَكَ الْعُتْبٰى خَيْرَ مَا اسْتَطَعْتُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے پیدا کیا اور مَیں کچھ بھی نہیں تھا۔ اے اللہ! دنیا کے خوف پر اور زمانے کے مصائب پر اور رات اور دن کے مصائب پر میری مدد فرما۔ اے اللہ! میرے سفر میں تُو میرا ساتھی ہو جا اور میرے اہل میں میرا قائمقام ہو جا اور جو تُو نے مجھے دیا ہے اس میں میرے لیے برکت رکھ دے اور مجھے اپنے ہی تابع کر دے اور میری عمدہ تخلیق پر مجھے مضبوط کر دے اور میرے رب کا مجھے محبوب بنا دے اور مجھے لوگوں کے سپرد نہ کرنا۔ تُو کمزوروں کا رب ہے اور تُو میرا بھی رب ہے۔ تیرا وجہِ کریم جس سے آسمان و زمین روشن ہوئے اور جس سے اندھیرے چھٹ گئے اور جس سے پہلوں اور بعد میں آنے والوں کا معاملہ درست ہو گیا میں اس کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب اترے یا مجھ پر تیری ناراضگی نازل ہو۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہونے سے اور تیرے انتقام کے اچانک آنے سے اور میرے بارے میں تیرے آخری فیصلے کے بدل جانے سے۔

شرح زرقانی میں تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ کی جگہ تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تیری عطا کردہ عافیت کے جاتے رہنے سے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔ تیری ہی رضامندی ہے ہر اُس بھلائی میں جو میں کر سکا۔ نہ گناہ سے بچنے کا کوئی حیلہ ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے مگر تیرے ہی ذریعہ۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد3 صفحه 243 ، فی هجرة رسول الله ﷺ ..... دارالكتب العلمية بيروت 1993ء)(شرح زرقانی جلد 2 صفحه 110 دار الكتب العلمية بيروت 1996ء)

خانہ کعبہ کے پیچھے سے گزرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف اپنا رخ مبارک فرمایا اور اس بستی سے یوں مخاطب ہوئے کہ:

بخدا اے مکہ! تُو اللہ کی زمین میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تُو اللہ کی زمین میں سے اللہ کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر تیرے باشندے مجھے زبردستی نہ نکالتے تو مَیں کبھی بھی نہ نکلتا۔

(محمد رسول الله والذين معه لعبدالحميد جودة السحار جلد3 صفحة59،الهجرة، مكتبة مصر)

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ غارِ ثور کے سفر کے دوران حضرت ابو بکرؓ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے کبھی پیچھے اور کبھی آپؐ کے دائیں ہو جاتے اور کبھی بائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ! مجھے خیال آتا ہے کوئی سامنے سے نہ آ رہا ہو تو مَیں آپؐ کے آگے ہو جاتا ہوں اور جب اندیشہ ہوتا ہے کوئی پیچھے سے حملہ نہ کر دے تو آپؐ کے پیچھے ہو جاتا ہوں اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں کہ آپؐ ہر طرف سے محفوظ و مامون رہیں۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد3 صفحه240 ، الباب الرابع فی هجرة رسول الله ﷺ ..... دارالكتب العلمية بيروت 1993ء)

ایک روایت کے مطابق غارِ ثور تک پہنچتے پہنچتے اس پہاڑی سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زخمی بھی ہو گئے۔

(محمد رسول الله والذين معه لعبدالحميد جودة السحار جلد3 صفحه59،الهجرة، مكتبة مصر)

اور ایک روایت کے مطابق راستے میں ایک پتھر سے ٹھوکر لگنے سے پاؤں مبارک زخمی ہو گیا تھا۔

(تاريخ طبری جلد اول صفحه 568 ، تاريخ ما قبل الهجرة مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت 1987ء)

جب غارِ ثور تک پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ ابھی یہاں ٹھہریں پہلے مجھے اندر جانے دیں تا کہ میں اچھی طرح غار کو صاف کر لوں اور کوئی خطرے کی چیز ہو تو میرا اس سے سامنا ہو۔ چنانچہ وہ اندر گئے اور غار کو صاف کیا، جو بھی سوراخ اور بِل وغیرہ تھے ان کو اپنے کپڑے سے بند کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی دعوت دی۔ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کی ران پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور ایک سوراخ جس کے لیے کپڑا نہ تھا یا شاید اس وقت نظر نہ آیا ہو اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔

روایت میں ہے کہ اسی سوراخ سے کوئی بچھو یا سانپ وغیرہ ڈستا رہا لیکن حضرت ابو بکرؓ اس ڈر سے کہ اگر کوئی حرکت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل واقع ہو گا جنبش نہ فرماتے۔

یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آنکھ کھولی تو حضرت ابو بکرؓ کے چہرے کی بدلی ہوئی رنگت کو دیکھ کر پوچھا کہ کیا ماجرا ہے تو انہوں نے ساری بات بتائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک وہاں لگایا اور اس کے بعد پاؤں ایسا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 121 باب ھجرۃ المصطفیٰ و اصحابہ الی المدینۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

دوسری طرف قریشِ مکہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے ان کو دیکھ کر ایک شخص نے گزرتے ہوئے پوچھا کہ یہاں کیوں کھڑے ہو؟ انہوں نے بتایا تو وہ آدمی کہنے لگا کہ مَیں نے تو محمد کو گلیوں سے گزرتے ہوئے دیکھا ہے تو انہوں نے اس شخص کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ وہ تو اندر اپنے بستر پر ہیں اور ہم مسلسل ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ پھر رات گئے اپنے پہلے سے طے کیے منصوبے کے مطابق جب وہ ایک دم سے اندر گئے اور چادر کھینچ کر سوئے ہوئے کو دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تو حضرت علیؓ ہیں۔ ان سے پوچھا کہ محمد کہاں ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس پر مشرکین نے آپؓ کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور زدوکوب کیا اور کچھ دیر محبوس رکھنے کے بعد آپؓ کو چھوڑ دیا۔

بہر حال اس روایت کے مطابق وہ لوگ حضرت علیؓ کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے مار پیٹ کر وہاں سے غیض و غضب کی حالت میں واپس چلے آئے اور مکہ کی گلی گلی اور گھر گھر آپؐ کو تلاش کرنے لگے۔

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 10 ذکر خروج رسول اللہ ﷺ مع ابی بکر من مکۃ۔۔۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)

اسی دوران وہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے گھر بھی آئے۔ حضرت اسماءؓ کا سامنا ہوا۔ ابو جہل آگے بڑھا اور پوچھا کہ تمہارا باپ ابو بکر کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ مَیں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے؟ اس پر اس بد باطن ابو جہل نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس زور سے حضرت اسماءؓ کے منہ پر طمانچہ مارا کہ ان کے کان کی بالی ٹوٹ کر گر گئی اور غصہ کی حالت میں وہ سب لوگ واپس چلے گئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 344 ، ذکر ھجرۃ الرسول، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

مکّہ کی چھان بین سے ناکام فارغ ہوئے تو ماہر کھوجی مکہ کے چاروں طرف روانہ کر دیے۔ رئیسِ مکہ اُمَیَّہ بن خَلَف وہ خود ایک ماہر کھوجی کو لے کر اپنے ساتھیوں سمیت ایک طرف نکلا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ

کھوجی، سراغ رساں واقعی ماہر تھا۔ جتنی بھی اس کی مہارت کی داد دی جائے وہ کم ہے کیونکہ یہ واحد کھوجی تھا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ایک ایک نشان کو کھوج کر عین غار ثور کے دہانے تک جا پہنچا اور کہنے لگا کہ محمد کے قدموں کے نشان بس یہاں تک ہیں۔ اس کے آگے نہیں جاتے۔ علامہ بَلَاذُرِی نے اس کھوجی کا نام عَلْقَمَہ بن کُرز بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ غارِ ثور کے منہ پر یہ لوگ کھڑے باتیں کر رہے تھے اور دو ہجرت کرنے والے عین اسی غار میں نہ صرف اندر چھپے ہوئے تھے ان لوگوں کی باتیں سن رہے تھے بلکہ حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے پاؤں بھی دیکھ رہا تھا اور خدا کی قسم! اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اندر جھانک کر دیکھ لیتا تو ہم پکڑے جاتے لیکن

خطرے اور مصیبت کی اس گھڑی میں یہ دو اکیلے نہیں تھے بلکہ تیسرا ان کے ساتھ وہ خدا تھا کہ جس کے قبضۂ قدرت میں زمین و آسمان ہیں اور جو قادر مطلق تھا۔

(سبل الھدٰی والرشاد جلد3 صفحہ241 فی ھجرۃ رسول اللہ ..... دارلکتب العلمیۃ 1993ء) (ماخوذ از صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب المھاجرین و فضلھم روایت نمبر3653)

اس نے ایک طرف تو ان سراغ رسانوں کے آنے سے قبل ہی وہاں اپنی معجزانہ قدرت سے ایک درخت اُگا دیا، مکڑے کو بھیج کر غار کے منہ پر ایک جالہ بُن دیا اور کبوتروں کے ایک جوڑے کو بھیجا کہ وہاں اپنا گھونسلا بنا کر انڈے بھی دے دیں۔ یہ روایت میں ہے۔

(المواھب اللدنیہ لعلامہ قسطلانی جلد1 صفحہ292-293 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 2004ء)

بہرحال اس کے بعد خدا تعالیٰ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتا ہے یا یہ ساری باتیں دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو کس طرح تسلی دی۔ اس کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 / جنوری 2022ء جلد 29 شمارہ 04 صفحہ 05 تا 09)

53

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 31/ دسمبر 2021ء بمطابق 31/ فتح 1400 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى۔ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا۔ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (التوبۃ:40)

گذشتہ خطبہ میں حضرت ابو بکرؓ کے غارِ ثور کے واقعہ کا ذکر چل رہا تھا۔ اس واقعہ کے حوالے سے جو غارِ ثور میں دشمن کے پہنچ جانے کا ہے قرآن کریم میں یہ آیت جو ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم اس رسول کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ پہلے بھی اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا وطن سے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس نے ان لوگوں کی بات نیچی کر دکھائی جنہوں نے کفر کیا تھا اور بات اللہ ہی کی غالب ہوتی ہے اور اللہ کامل غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔

قرآن شریف میں غارِ ثور کے واقعہ کے حوالے سے یہ ذکر ہے۔ کفارِ مکہ غار کے دہانے پر کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ انہیں سن کر گھبرا گئے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں پکڑ لیا گیا تو کیا بنے گا۔ سارا اسلام تو گویا اسی ذاتِ بابرکات سے وجود باجود تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس گھبراہٹ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ کو گھبراہٹ پیدا ہو رہی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ غم نہ کرو ابو بکر! یقیناً ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔

(ماخوذ از شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة جزء 2 صفحه 122-123، دار الکتب العلمیة بیروت 1996ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتے ہوئے جب وہ لوگ غارِ ثور کے پہاڑ کے پاس پہنچے تو سراغ رساں نے کہا: مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ اس کے بعد ان دونوں نے کہاں اپنے قدم رکھے ہیں اور جب وہ غار کے قریب ہو گئے تو سراغ رساں نے کہا کہ اللہ کی قسم! جس کی تلاش میں تم لوگ آئے ہو وہ یہاں سے آگے نہیں گیا۔

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحه15 فی وقائع السنة الاولیٰ من الهجرة دارالکتب العلمیة 2009ء)

غار کے دہانے پر اس سراغ رساں نے جب یہ ساری بات کی اور کسی نے چاہا بھی کہ غار کے اندر جھانک کر دیکھا جائے تو اُمَیَّہ بن خَلَف نے تلخ اور بے پروائی کے سے انداز میں کہا کہ یہ جالا (اور درخت) تو مَیں محمد کی پیدائش سے پہلے یہاں دیکھ رہا ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے۔ وہ یہاں کہاں ہو سکتا ہے اور یہاں سے چلو کسی اَور جگہ اس کی تلاش کریں اور یہ کہتے ہوئے سب لوگ وہاں سے واپس چلے آئے۔ (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 26)

(الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 177 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

(المواھب اللدنیہ لعلامہ قسطلانی جلد 1 صفحہ 292-293 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 2004ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں قریشِ مکہ کے اعلان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرنے کے بارے میں جو ذکر فرمایا ہے وہ اس طرح ہے کہ:

"انہوں نے عام اعلان کیا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام دیئے جاویں گے۔ چنانچہ کئی لوگ انعام کی طمع میں مکہ کے چاروں طرف اِدھر اُدھر نکل گئے۔ خود رؤساء قریش بھی سراغ لیتے لیتے آپؐ کے پیچھے نکلے اور عین غارِ ثور کے منہ پر جا پہنچے۔ یہاں پہنچ کر ان کے سراغ رسان نے کہا کہ بس سراغ اس سے آگے نہیں چلتا۔ اس لئے یا تو محمدؐ یہیں کہیں پاس ہی چھپا ہوا ہے "صلی اللہ علیہ وسلم" یا پھر آسمان پر اڑ گیا ہے۔ کسی نے کہا کوئی شخص ذرا اس غار کے اندر جا کر بھی دیکھ آئے مگر ایک اَور شخص بولا کہ واہ یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے۔ بھلا کوئی شخص اس غار میں جا کر چھپ سکتا ہے۔ یہ ایک نہایت تاریک و تار اور خطرناک جگہ ہے اور ہم ہمیشہ سے اسے اسی طرح دیکھتے آئے ہیں۔ یہ بھی روایت آتی ہے کہ غار کے منہ پر جو درخت تھا۔ اس پر آپؐ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور عین منہ کے سامنے کی شاخ پر ایک کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے تھے۔" مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے خیال میں "یہ روایت تو کمزور ہے لیکن اگر ایسا ہوا ہو تو ہرگز تعجب کی بات نہیں۔" کمزور روایت ہے لیکن تعجب والی بات کوئی نہیں ہے کیونکہ "مکڑی بعض اوقات چند منٹ میں ایک وسیع جگہ پر جالا تن دیتی ہے اور کبوتری کو بھی گھونسلا تیار کرنے اور انڈے دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ اس لیے اگر خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی حفاظت کے لیے ایسا تصرف فرمایا ہو تو ہرگز بعید نہیں ہے بلکہ اس وقت کے لحاظ سے ایسا ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔ بہرحال قریش میں سے کوئی شخص آگے نہیں بڑھا اور یہیں سے سب لوگ واپس چلے گئے۔" آگے لکھتے ہیں کہ "روایت آتی ہے کہ قریش اس قدر قریب پہنچ گئے تھے کہ ان کے پاؤں غار کے اندر سے نظر آتے تھے اور ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ نے گھبرا کر مگر آہستہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! قریش اتنے قریب ہیں کہ ان کے پاؤں نظر آ رہے ہیں اور اگر وہ ذرا آگے ہو کر جھانکیں تو ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یعنی ہرگز کوئی فکر نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر فرمایا:

وَمَا ظَنُّكَ يَا اَبَابَكْر بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔ یعنی اے ابو بکرؓ! تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب قریش غار کے منہ کے پاس پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ سخت گھبرا گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گھبراہٹ کو دیکھا تو تسلی دی کہ کوئی فکر کی

بات نہیں ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے رِقت بھری آواز میں کہا:

اِنْ قُتِلْتُ فَاَنَا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَاِنْ قُتِلْتَ اَنْتَ هَلَكَتِ الْاُمَّةُ۔

یعنی یا رسول اللہؐ! اگر مَیں مارا جاؤں تو مَیں تو بس ایک اکیلی جان ہوں لیکن اگر خدانخواستہ آپؐ پر کوئی آنچ آئے تو پھر تو گویا ساری امت کی امت مِٹ گئی۔ اس پر آپؐ نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر یہ الفاظ فرمائے کہ:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (سورۃ التوبہ:40)

یعنی اے ابو بکرؓ! ہرگز کوئی فکر نہ کرو کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم دونوں اس کی حفاظت میں ہیں۔ یعنی تم تو میری وجہ سے فکر مند ہو اور تمہیں اپنے جوشِ اخلاص میں اپنی جان کا کوئی غم نہیں مگر خدا تعالیٰ اس وقت نہ صرف میرا محافظ ہے بلکہ تمہارا بھی اور وہ ہم دونوں کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 237 تا 239)

یہ سیرت خاتم النبیین کا حوالہ ہے اور حضرت مصلح موعودؓ اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ملا تو آپؐ حضرت ابو بکرؓ کو اپنے ساتھ لے کر جبلِ ثور کی طرف تشریف لے گئے جو مکہ سے کوئی چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے اور اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ صبح جب کفار نے دیکھا کہ آپؐ اپنے گھر میں موجود نہیں اور ہر قسم کے پہرہ کے باوجود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامیابی کے ساتھ نکل گئے ہیں تو وہ فوراً آپؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے مکہ کے چند بہترین کھوجی جو پاؤں کے نشانات پہچاننے میں بڑی بھاری دسترس رکھتے تھے اپنے ساتھ لئے جو انہیں جبلِ ثور تک لے آئے اور انہوں نے کہا کہ بس محمد رسول اللہؐ اگر ہیں تو یہیں ہیں۔ اس سے آگے اَور کہیں نشان نہیں ملتا۔ اس وقت یہ کیفیت تھی کہ دشمن غار کے عین سر پر کھڑا تھا اور غار کا منہ تنگ نہیں تھا جس کے اندر جھانکنا مشکل ہو مگر وہ ایک فراخ منہ کی کھلی غار ہے جس کے اندر جھانک کر بڑی آسانی سے معلوم کیا جاسکتا تھا کہ کوئی شخص اندر بیٹھا ہے یا نہیں مگر ایسی حالت میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی خوف طاری نہیں ہوتا بلکہ آپؐ کی قوتِ قدسیہ کی برکت سے حضرت ابو بکرؓ کا دل بھی مضبوط رہتا ہے اور وہ موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ ہم پکڑے گئے بلکہ انہوں نے اگر کچھ کہا تو یہ کہ یا رسول اللہ! دشمن اتنا قریب پہنچ چکا ہے کہ وہ اگر ذرا بھی نظر نیچی کرے تو ہمیں دیکھ سکتا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُسْكُتْ يَا اَبَا بَكْرٍ اِثْنَانِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔

ابو بکر! خاموش رہو۔ ہم اِس وقت دو نہیں بلکہ ہمارے ساتھ ایک تیسرا خدا بھی ہے پھر وہ کیونکر ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ باوجود اس کے کہ دشمن غار کے سر پر پہنچ چکا تھا پھر بھی اسے یہ توفیق نہ ملی کہ وہ آگے بڑھ کر جھانک سکتا اور وہ وہیں سے بڑبڑاتے واہی تباہی باتیں کرتے ہوئے واپس چلا گیا۔ غرض اس واقعہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ موسیٰؑ کے ساتھیوں نے گھبرا کر یہ کہا کہ اے موسیٰؑ! ہم پکڑے گئے۔ گویا انہوں نے اپنے ساتھ موسیٰؑ کو بھی لپیٹ لیا اور خیال کیا کہ اب ہم سب فرعون کی گرفت میں آنے والے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے توکل نے آپؐ کے ساتھی پر بھی ایسا اثر ڈالا کہ اس کی زبان سے بھی یہ الفاظ نہ نکلے کہ ہم پکڑے گئے۔ بلکہ اس نے کہا تو صرف یہ کہ دشمن اتنا قریب آچکا ہے کہ اگر وہ ہمیں دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واہمہ کو بھی برداشت نہ کیا اور فرمایا کہ ایسا خیال بھی مت کرو ہم اس وقت دو نہیں بلکہ ہمارے ساتھ ایک اَور بھی ہستی ہے اور وہ ہمارا خدا ہے۔" (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 147-146)

حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ فرماتے ہیں:

"جب مکہ کے لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہا درجہ کے مظالم شروع کر دیئے اور ان کی وجہ سے دین کی اشاعت میں روک پیدا ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ مکہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی مکہ چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس سے پہلے کئی دفعہ انہیں جانے کے لئے کہا گیا مگر آپؐ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانے لگے تو حضرت ابو بکرؓ کو بھی آپؐ نے ساتھ لے لیا۔ جب آپ رات کے وقت روانہ ہوئے" حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ یہ "ایک جگہ جو مَیں نے بھی دیکھی ہے "حج کے دوران" پہاڑ میں معمولی سی غار ہے جس کا منہ دو تین گز چوڑا ہو گا اس میں جا کر ٹھہر گئے۔ جب مکہ کے لوگوں کو پتہ لگا کہ آپ چلے گئے ہیں تو انہوں نے آپؐ کا تعاقب کیا۔ عرب میں بڑے بڑے ماہر کھوجی ہوا کرتے تھے ان کی مدد سے تعاقب کرنے والے عین اس مقام پر پہنچ گئے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ بیٹھے تھے۔ خدا کی قدرت کہ غار کے منہ پر کچھ جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں جن کی شاخیں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ اگر وہ لوگ شاخوں کو ہٹا کر اندر دیکھتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے نظر آجاتے۔ جب کھوجی وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ یا تو وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں یا یہاں بیٹھے ہیں اس سے آگے نہیں گئے۔ خیال کرو اس وقت کیسا نازک موقع تھا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ گھبرائے مگر اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ گھبراتے کیوں ہو خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں نہ دیکھتے تو کس طرح ممکن تھا کہ ایسے نازک وقت میں گھبرا نہ جاتے۔ قوی سے قوی دل گردہ کا انسان بھی دشمن سے عین سر پر آجانے سے گھبرا جاتا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب بلکہ سر پر آپؐ کے دشمن کھڑے تھے اور دشمن بھی وہ جو تیرہ سال سے آپؐ کی جان لینے کے درپے تھے اور جنہیں کھوجی یہ کہہ رہے تھے کہ یا تو وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں یا یہاں بیٹھے ہیں۔ اس جگہ سے آگے نہیں گئے۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تمہیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا عرفان ہی تھا جس کی وجہ سے آپؐ نے یہ کہا۔ آپؐ خدا تعالیٰ کو اپنے اندر دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ میری ہلاکت سے خدا تعالیٰ کے عرفان کی ہلاکت ہو جائے گی اس لئے کوئی مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔" (عرفان الٰہی اور محبت باللہ کا عالی مرتبہ، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 223-224)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رفاقت کے لئے صرف ایک ہی شخص اختیار کیا تھا یعنی دھوما کو جیسا کہ

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے وقت صرف حضرت ابو بکر کو اختیار کیا تھا کیونکہ سلطنت رومی حضرت عیسیٰ کو باغی قرار دے چکی تھی اور اسی جرم سے پیلاطوس بھی قیصر کے حکم سے قتل کیا گیا تھا کیونکہ وہ در پردہ حضرت عیسیٰ کا حامی تھا اور اس کی عورت بھی حضرت عیسیٰ کی مرید تھی۔ پس ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ اس ملک سے پوشیدہ طور پر نکلتے۔ کوئی قافلہ ساتھ نہ لیتے۔ اس لئے انہوں نے اس سفر میں صرف دھوما حواری کو ساتھ لیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سفر میں صرف ابو بکرؓ کو ساتھ لیا تھا اور جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی اصحاب مختلف راہوں سے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے تھے ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مختلف راہوں سے مختلف وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 402)

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صدق اس مصیبت کے وقت ظاہر ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیا گیا۔ گو بعض کفار کی رائے اخراج کی بھی تھی مگر اصل مقصد اور کثرت رائے آپؐ کے قتل پر تھی۔ ایسی حالت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صدق اور وفا کا وہ نمونہ دکھلایا جو ابد الآباد تک کے لئے نمونہ رہے گا۔ اس مصیبت کی گھڑی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انتخاب ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت اور اعلیٰ وفاداری کی ایک زبردست دلیل ہے... یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب کا تھا۔ اس وقت آپؐ کے پاس ستر اسّی صحابہؓ موجود تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے مگر ان سب میں سے آپؐ نے اپنی رفاقت کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہی انتخاب کیا۔ اس میں سِرّ کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ نبی خدا تعالیٰ کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کا فہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف اور الہام سے بتا دیا کہ اس کام کے لئے سب سے بہتر اور موزوں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ ابو بکرؓ اس ساعتِ عسر میں آپؐ کے ساتھ ہوئے۔ یہ وقت خطرناک آزمائش کا تھا۔ حضرت مسیحؑ پر جب اس قسم کا وقت آیا تو اُن کے شاگرد اُن کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ایک نے لعنت بھی کی۔ مگر صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک نے پوری وفاداری کا نمونہ دکھایا۔

غرض حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا پورا ساتھ دیا اور ایک غار میں جس کو غارِ ثور کہتے ہیں۔ آپؐ جا چھپے۔ شریر کفار جو آپؐ کی ایذا رسانی کے لئے منصوبے کر چکے تھے تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اب تو یہ بالکل سر پر ہی آ پہنچے ہیں اور اگر کسی نے ذرا پیچھے نگاہ کی تو وہ دیکھ لے گا اور ہم پکڑے جائیں گے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ کچھ غم نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس لفظ پر غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ مَعَنَا میں آپ دونوں شریک ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ تیرے اور میرے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پلّہ پر آنحضرتؐ کو اور دوسرے پر

حضرت صدیقؓ کو رکھا ہے۔ اس وقت دونوں ابتلا میں ہیں کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے یا تو اسلام کی بنیاد پڑنے والی ہے یا خاتمہ ہو جانے والا ہے۔ دشمن غار پر موجود ہیں اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشان پا یہاں تک ہی آکر ختم ہو جاتا ہے..... لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گزر اور دخل کیسے ہو گا؟ مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے کبوتر نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں اور آپ بڑی صفائی سے ان کو سن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آئے ہیں لیکن آپ کی کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیق صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں۔ اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پرواہ نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے لئے تو یہ نمونہ کافی ہے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 376 تا 378)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اَور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

"**اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا** کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیج دیا جس نے اسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دے دیئے اور اسی طرح اذنِ الٰہی سے عنکبوت نے اس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکہ میں پڑ کر ناکام واپس چلے گئے۔" (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 66 حاشیہ)

پھر روایت میں آتا ہے کہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کے ہونہار صاحبزادے حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ رات کو غارِ ثور آتے اور دن بھر کی مکّہ کی ساری خبریں دیتے۔ ہدایات لیتے اور علی الصبح اس طور سے مکہ واپس چلے جاتے کہ جیسے رات مکّہ میں ہی بسر کی ہو اور ساتھ ہی عامر بن فُہیرہ کی ذہانت ہے کہ رات کو دودھ والی بکریوں کا دودھ دینے کے بعد بکریوں کے ریوڑ کو اس طرح واپس لاتے کہ حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ کے قدموں کے نشانوں کو بھی ساتھ ساتھ مٹا دیا جاتا۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیﷺ ... حدیث نمبر 3905) (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جزء 1-2 صفحہ 289 ، ذکر ھجرۃ الرسول، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت 2008ء)

بعض سیرت نگاروں نے تو یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت اسماءؓ روزانہ کھانا لے کر آیا کرتی تھیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جزء 2 صفحہ 54 باب عرض رسول اللہﷺ نفسہ۔۔۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

لیکن یہ جو ہے بعید از قیاس بات ہے۔ بعضوں کی یہ رائے صحیح ہے کہ اس خطرے کے عالم میں ایک خاتون کا روزانہ ادھر آنا راز فاش کرنے کے مترادف ہے اور جبکہ عبداللہ بن ابو بکر روزانہ آ رہے تھے تو پھر حضرت اسماءؓ کے کھانا لانے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن تین دن اسی طرح گزر

گئے۔ مکہ والے جب قریبی جگہوں کی تلاش سے فارغ ہو کر ناکام ہو گئے تو انہوں نے باہم مشاورت سے ایک بہت بڑے انعام کا اعلان کرتے ہوئے ارد گرد کی بستیوں میں ڈھنڈورچی بھیج دیے جو اعلان کر رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ لانے کی صورت میں ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ اتنے بڑے انعام کی لالچ نے کئی لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کے لیے پھر سے تازہ دم کر دیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد2 صفحہ 58 باب الهجرة الى المدينة مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت 2002ء)

دوسری طرف تین دن مکمل ہونے پر حسبِ وعدہ عبداللہ بن اُرَیقِطْ اونٹ لے کر آ گیا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ عبداللہ بن اُرَیقِطْ سے یہ وعدہ ٹھہرایا گیا تھا کہ وہ تین دن کے بعد صبح کے وقت اونٹ لے کر پہنچے گا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 344، ھجرۃ الرسول مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیﷺ ... حدیث نمبر3905) (فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 7 صفحہ 238 دار المعرفة بيروت)

اس روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ غارِ ثور سے مدینہ کی طرف روانگی صبح کے وقت شروع ہوئی تھی مگر بخاری کی ہی دوسری روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ سفر رات کے وقت شروع ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے عبداللہ بن اُرَیقِطْ کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے اسے پہلے سے اپنی اونٹنیاں سپرد کر رکھی تھیں اور سمجھا رکھا تھا کہ تین رات کے بعد تیسرے دن کی صبح کو اونٹنیاں لے کر غارِ ثور میں پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ حسبِ قرارداد پہنچ گیا۔ یہ بخاری کی مشہور روایت ہے مگر مؤرخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو روانہ ہوئے تھے اور خود بخاری کی ہی ایک دوسری روایت میں اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اور قرینِ قیاس بھی یہی ہے کہ آپؐ رات کو روانہ ہوئے ہوں۔" (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 239-240)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کی رات یکم ربیع الاول کو غار سے نکل کر روانہ ہوئے۔ ابنِ سعد کے مطابق آپؐ ربیع الاول کی چار تاریخ کو پیر کی رات غار سے روانہ ہوئے۔

(تاریخ الخمیس جلد2 صفحہ 18، ذکر خروجہ ﷺ مع ابی بکر من مکۃ۔۔۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت2009ء)

پہلی تاریخ خمیس کی روایت ہے۔

صحیح بخاری کے شارح علّامہ ابن حَجَر عَسْقَلَانی لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے کہا کہ اس بارے میں متواتر آرا ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے نکلنا پیر کے دن تھا اور مدینہ میں داخل ہونا بھی پیر کے دن تھا سوائے محمد بن موسیٰ خوارزمی کے جس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جمعرات کے روز نکلے۔ علامہ ابن حَجَر ان روایات میں تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تو جمعرات کو نکلے تھے اور غار میں جمعہ، ہفتہ اور اتوار، تین راتیں قیام کرنے کے بعد پیر کی رات کو مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر جلد 7 صفحہ 299 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی جس کا نام قَصْوَاء ملتا ہے اس پر سوار ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی اونٹنی پر اپنے ساتھ عامر بن فُہَیرہ کو سوار کیا اور اُرَیقِطْ اپنے اونٹ پر سوار ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گھر میں

کل سرمایہ پانچ یا چھ ہزار درہم تھا وہ بھی ساتھ لیا۔ بعض روایات کے مطابق عامر بن فُہیرہ اور حضرت اَسماءؓ کھانا لے کر آ گئیں اور جس میں بکری کا بھنا ہوا گوشت تھا لیکن یہاں پہنچ کر خیال آیا کہ کھانا اور مشکیزہ باندھنے کے لیے کوئی کپڑا وغیرہ نہیں ہے تو حضرت اَسماء نے اپنا نطاق کھول کر دو حصے کیے۔ ایک سے کھانا اور ایک سے مشکیزے کا منہ باندھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ کو جنت میں دو نطاقوں کی بشارت دی اور ان سب کو رخصت کیا اور یہ دعا کرتے ہوئے سفر شروع کیا: اَللّٰھُمَّ اصْحَبْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ ، وَاخْلُفْنِیْ فِیْ أَھْلِیْ۔ کہ اے اللہ! میرے سفر میں تُو میرا ساتھی ہو جا اور میرے اہل میں میرا قائم مقام ہو جا۔

(محمدرسول اللہ والذین معہ از عبدالحمید جودۃ السحار جلد3 صفحہ 61مکتبۃ مصر)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 345، دا رالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ نطاق سے کھانا باندھنے کا واقعہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے چلتے وقت ہوا تھا

لیکن بہر حال یہاں بھی یہ ذکر ملتا ہے۔ تاریخ میں دو مواقع پر یہ ذکر ملتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے مکہ میں حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے غارِ ثور کے لیے روانہ ہو رہے تھے اور بعض کے نزدیک اس وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور سے مدینہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ بہر حال یہ دونوں ذکر ملتے ہیں لیکن بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفر ہجرت کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے اس روایت کے تسلسل سے یہی تاثر ملتا ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے روانگی کا واقعہ ہے۔ لہٰذا بخاری کی روایت کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہو گا کیونکہ اول تو غارِ ثور کے قیام کو جس طرح خفیہ رکھا گیا تھا وہاں حضرت اسماءؓ کا کھانا لے کر جانا محلِ نظر ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ اور حضرت عامر بن فُہیرہؓ یہ دونوں مرد روزانہ چھپ کر جا رہے تھے تو پھر ایک خاتون کا جانا حفاظت اور احتیاط کے تقاضوں کے منافی نظر آتا ہے۔ بہر حال گھر میں بھی نِطاق سے کھانا باندھنے کا جو واقعہ ہے اس میں حضرت اسماءؓ کی فدائیت اور والہانہ محبت کی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے کہ بجائے اس کے کہ اس وقت کھانا باندھنے کے لیے کوئی اَور چیز ڈھونڈنے میں وقت ضائع کریں (اپنا کمر بند کھول کر کھانا باندھ دیا)۔ غار میں تو کہا جا سکتا ہے کہ غار میں واقعہ ہوا ہو گا کیونکہ وہاں کوئی چیز نہیں تھی لیکن گھر میں بھی یہ واقعہ ہو سکتا ہے کہ فوری طور پر کوئی چیز نہ ملی ہو اور وقت ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو اپنا کمر بند کھول کر کھانا باندھ کر حضرت ابو بکرؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصت کیا۔ اس لیے بخاری کی روایت کے مطابق یہ زیادہ درست معلوم ہوتا ہے کہ کھانا باندھنے کا واقعہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے رخصت ہونے کا ہو گا نہ کہ غارِ ثور سے مدینہ کی طرف سفر کے آغاز کا۔ بہر حال واللہ اعلم۔

حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے لیے نکلے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنا سارا مال ساتھ لے لیا جو پانچ یا چھ ہزار درہم تھا۔

آپؓ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے دادا ابو قُحافہ ہمارے پاس آئے۔ اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ وہ یعنی حضرت ابو بکرؓ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے مال کے ذریعہ بھی تم لوگوں

کو مصیبت میں ڈال گیا ہے۔ اس پر حضرت اسماءؓ کہتی ہیں مَیں نے کہا کہ نہیں دادا جان! ہرگز نہیں۔ وہ تو ہمارے لیے بہت سامال چھوڑ گئے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ مَیں نے کچھ پتھر لیے اور ان کو گھر کے اس روشن دان میں رکھ دیا جہاں میرے والد مال رکھا کرتے تھے اور پھر مَیں نے ان پر کپڑا ڈال دیا اور اپنے دادا کا ہاتھ پکڑ کر مَیں نے کہا دادا جان اس مال پر اپنا ہاتھ تو رکھیں۔ پس انہوں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا کوئی حرج نہیں اگر وہ تمہارے لیے اتنا کچھ چھوڑ کر گیا ہے تو پھر اس نے اچھا کیا ہے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ ہمارے لیے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے تھے مگر مَیں چاہتی تھی کہ اس بزرگ کو اس طرح اطمینان دلا سکوں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام 345، ھجرۃ الرسولﷺ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غارِ ثور سے روانگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"غارِ ثور سے نکل کر آپؐ ایک اونٹنی پر جس کا نام بعض روایات میں اَلْقَصْوَا بیان ہوا ہے سوار ہو گئے اور دوسری پر حضرت ابو بکرؓ اور ان کا خادم عَامر بن فُہَیرہ سوار ہوئے۔ روانہ ہوتے ہوئے آپؐ نے مکہ کی طرف آخری نظر ڈالی اور حسرت کے الفاظ میں فرمایا: اے مکہ کی بستی! تُو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اِن لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے۔ اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 240)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"دو دن اِسی غار میں انتظار کرنے کے بعد پہلے سے طے کی ہوئی تجویز کے مطابق رات کے وقت غار کے پاس سواریاں پہنچائی گئیں اور دو تیز رفتار اونٹنیوں پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی روانہ ہوئے۔ ایک اونٹنی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رستہ دکھانے والا آدمی سوار ہوا۔" یہ بھی ایک روایت میں آتا ہے کہ دونوں ایک سواری میں تھے۔ ایک میں یہ کہ تین اونٹنیاں تھیں۔

بہر حال اور "دوسری اونٹنی پر حضرت ابو بکرؓ اور ان کا ملازم عامر بن فُہَیرہ سوار ہوئے۔ مدینہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ مکہ کی طرف کیا۔ اس مقدس شہر پر جس میں آپ پیدا ہوئے، جس میں آپ مبعوث ہوئے اور جس میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانہ سے آپ کے آباؤ اجداد رہتے چلے آئے تھے آپؐ نے آخری نظر ڈالی اور حسرت کے ساتھ شہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے مکہ کی بستی! تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے بھی نہایت افسوس کے ساتھ کہا: اِن لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 223-224)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام باب ھجرۃ الرسولﷺ صفحہ 344 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

ایک روایت کے مطابق جب جُحْفَہ مقام پر پہنچے، جُحْفَہ مکہ سے تقریباً 82 میل کے فاصلے پر ہے تو یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ (القصص:86)

یقیناً وہ جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے ضرور ایک واپس آنے کی جگہ کی طرف واپس لے آئے گا۔
(محمد رسول اللہ والذین معہ از عبدالحمید جودۃ السحار جلد3 صفحہ 64مکتبۃ مصر)
(شرح زرقانی علی مواھب اللدنیہ جلد 2 صفحہ 172 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ساری رات یہ سفر جاری رہا یہاں تک کہ جب دوپہر کا وقت ہونے لگا تو ایک چٹان کے سائے میں قافلہ استراحت کے لیے رکا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بستر تیار کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آرام فرمانے کی درخواست کی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ باہر نکل گئے تا دیکھیں کہ تعاقب کرنے والوں میں سے کوئی آ تو نہیں رہا۔ اتنے میں دُور سے بکریوں کا ایک چرواہا بھی سائے کی تلاش میں ادھر آ نکلا۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس سے پوچھا لڑکے تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا قریش کے ایک شخص کا ہوں۔ اس نے اس کا نام لیا اور مَیں نے اس کو پہچان لیا۔ مَیں نے کہا کیا تمہاری بکریوں میں کچھ دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ مَیں نے کہا کیا تم ہمارے لیے کچھ دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ مَیں نے اسے دودھ دوہنے کے لیے کہا۔ اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی ٹانگ اپنی پنڈلی اور ران کے درمیان پکڑ لی۔ پھر مَیں نے اس کو کہا کہ پہلے تھن کو اچھی طرح صاف کرو۔ پھر اپنی نگرانی میں دودھ برتن میں ڈلوایا۔ اس میں پانی ڈالا تا کہ دودھ کی حدت کچھ کم ہو جائے اور دودھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ دودھ لے کر حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مناسب نہ سمجھا کہ آپؐ کے آرام میں خلل کیا جائے۔ چنانچہ آپؐ کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ بیدار ہونے پر دودھ پیش کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ پئیں۔ اور آپؐ نے اتنا پیا کہ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں خوش ہو گیا۔ پھر مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! کُوچ کا وقت آ پہنچا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ یا ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب سفر دوبارہ شروع کیا جائے؟ عرض کیا گیا جی میرے آقا۔ چنانچہ سفر پھر شروع ہوا۔
(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ بَابُ مَنَاقِبِ المُهَاجِرِينَ وَفَضْلِهِمْ حدیث نمبر 3652)
(سبل الھدٰی والرشاد جلد3 صفحہ243-244، جماع ابواب الھجرۃ الی المدینۃ.... دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

سراقہ بن مالک کا تعاقب اس کا واقعہ یہ ہے کہ اُرَیْقِطْ جیسے ماہر راستہ شناس کی نگرانی میں ساحلی بستیوں کی جانب سے مدینہ کی طرف یہ سفر شروع کیا گیا تھا جو کہ مدینہ کے عمومی راستے سے مختلف روٹ (route) تھا۔ مکہ اور اس کے ارد گرد کی بستیوں میں سو اونٹ انعام کا اعلان عام ہو چکا تھا اور بہت سے لوگ چاہتے تھے کہ یہ گراں قدر انعام انہیں ملے۔ سُراقہ بن مالِک بیان کرتے ہیں، بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے خود یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ہمارے پاس کفارِ قریش کے ایلچی آئے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ ہر دو کی دیت مقرر کی ہوئی تھی ان لوگوں کے لیے جو ان دونوں کو قتل کرے گا یا انہیں زندہ پکڑ لے گا۔

سراقہ کہتے ہیں مَیں اپنی قوم بَنُو مُدْلِجْ کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے سامنے سے آیا اور ہمارے پاس کھڑا ہوا جبکہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ اے سراقہ! مَیں نے ساحل کی طرف کچھ سائے سے دیکھے ہیں یا کہا کہ تین افراد کا ایک قافلہ جاتے دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ ہو نہ ہو یہ محمدؐ ہی ہیں۔ سراقہ بن مالک کہتے

ہیں کہ مَیں جان گیا کہ واقعی یہ محمدؐ کا ہی قافلہ ہو گا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے ساتھ کوئی اَور اس انعام میں شریک ہو۔ اس لیے مَیں نے فوراً موقع کی نزاکت کو سنبھالا اور اس بتانے والے کو آنکھ سے اشارہ کیا کہ وہ خاموش رہے اور خود مَیں نے کہا کہ نہیں نہیں وہ محمدؐ کا قافلہ نہیں ہو سکتا بلکہ جن لوگوں کا تم ذکر کر رہے ہو وہ تو ابھی ہمارے سامنے سے گزر کر گئے ہیں۔ وہ بنو فلاں ہیں جو اپنی گمشدہ اونٹنی کی تلاش میں جا رہے تھے۔

سراقہ کہتے ہیں کہ مَیں کچھ دیر اُس مجلس میں رہا تا کہ کسی کو شک نہ گزرے اور پھر اپنی ایک خادمہ کو کہا کہ وہ میری فلاں تیز رفتار گھوڑی کو لے کر گھر کے پیچھے فلاں جگہ پر کھڑی ہو اور میرا انتظار کرے اور کچھ دیر کے بعد وہ خود وہاں پہنچ گیا اور بیان کرتے ہیں کہ میں نے فال نکالی لیکن اس سفر کے خلاف نکلی لیکن میں نے پروا نہیں کی اور گھوڑی کو ایڑھ لگا کر ہوا ہو گیا اور تیزی سے اس قافلے کا پیچھا کرنے لگا جو میں سمجھتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی قافلہ ہے۔ سراقہ کہتے ہیں کہ منزل پر منزلیں مارتے ہوئے میں جلد ہی اس قافلے کے قریب پہنچ گیا اور ابھی کچھ ہی فاصلے پر تھا کہ میری گھوڑی نے خلاف معمول ٹھوکر کھائی کہ میں اس سے گر پڑا۔

پھر مَیں اٹھ کھڑا ہوا اور مَیں نے فال نکالی اور فال پھر میرے ارادے کے خلاف نکلی مگر میں چاہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لے کر جاؤں اور سو اونٹنیوں کا انعام حاصل کروں۔ پھر میں اٹھا اور گھوڑی پر سوار ہوا اور اب مَیں اتنا قریب ہو چکا تھا کہ نہ صرف مَیں یہ پہچان چکا تھا کہ یہ محمدؐ اور ابو بکرؓ ہیں بلکہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ پڑھنے کی آواز بھی آ رہی تھی کہ اتنے میں میری گھوڑی نے بری طرح ٹھوکر کھائی اور اس کی ٹانگیں ریت میں دھنس گئیں اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر مَیں نے گھوڑی کو ڈانٹا اور اٹھ کھڑا ہوا یعنی گھوڑی کو بُرا بھلا کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور گھوڑی اپنی ٹانگیں زمین سے نکال نہ سکتی تھی۔ آخر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کی دونوں ٹانگوں سے گرد اٹھ کر فضا میں دھوئیں کی طرح پھیل گئی۔ اتنی دھنسی ہوئی تھی کہ جب مٹی سے یاریت سے ٹانگیں باہر نکالیں تو گرد اُڑی۔

کہتے ہیں اب میں نے دوبارہ تیروں سے فال نکالی تو وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا۔ میں نے وہیں سے امان کی آواز لگائی اور کہا کہ میری طرف سے آپ لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ مَیں سراقہ ہوں اور آپ لوگوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر وہ رک گئے۔ سراقہ بتانے لگا کہ مکہ والوں نے ان کے زندہ یا مردہ پکڑے جانے پر سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے اور میں اسی لالچ میں آپ کا تعاقب کرتے ہوئے آیا ہوں لیکن جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس سے میں اس یقین پر قائم ہوں کہ میرا تعاقب درست نہیں ہے۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زادِ راہ وغیرہ کی پیشکش بھی کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا۔ بس یہ کہا کہ ہمارے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔ اس نے یہ وعدہ کیا اور ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ ایک دن بادشاہت حاصل کر لیں گے۔ مجھے کوئی عہد و پیمان لکھ دیں کہ اس وقت جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو مجھ سے عزت و احترام سے پیش آیا جائے۔ بعض روایات کے مطابق اس نے امان کی تحریر کے لیے درخواست کی تھی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اس کو وہ تحریر حضرت ابو بکرؓ نے اور ایک روایت کے مطابق عامر بن فُہَیرہؓ نے لکھ کر دی

اور وہ یہ تحریر لے کر واپس آ گیا۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب ھجرۃ النبیﷺ و اصحابہ الی المدینۃ روایت نمبر 3906)

(سبل الھدٰی والرشاد جلد3 صفحہ248، قصۃ سراقۃؓ..... دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(محمد رسول اللہ والذین معہ جلد 3 صفحہ 64-65 مطبوعہ مصر)

یہ ذکر ان شاء اللہ ابھی آئندہ بھی چلے گا۔ **کل ان شاء اللہ نیا سال بھی شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنے والے سال کو افراد جماعت کے لیے، جماعت کے لیے** من حیث الجماعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ ہر قسم کے شر سے جماعت کو محفوظ رکھے اور دشمن کے جو جماعت کے خلاف منصوبے ہیں ہر منصوبے کو خاک میں ملا دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو اللہ تعالیٰ نے وعدے کیے ہیں ان وعدوں کو ہم بھی اپنی زندگیوں میں کثرت سے پورا ہوتا ہوا دیکھیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ یہ نظارے بھی دکھائے۔ پس بہت دعائیں کرتے رہیں۔

نئے سال میں دعاؤں کے ساتھ داخل ہوں۔ تہجد کا بھی خاص اہتمام کریں۔

بعض مساجد میں ہو بھی رہا ہے۔ باقی جہاں نہیں ہے وہاں بھی کرنا چاہیے۔ انفرادی طور پر اگر اجتماعی طور پر نہیں تو انفرادی طور پر بھی اور گھروں میں بھی تہجد کی نماز ضرور خاص طور پر ادا کرنی چاہیے۔ دعا کرنی چاہیے۔ اول تو یہ مستقل عادت ہونی چاہیے لیکن کل سے جب پڑھیں یا آج رات سے تو اس کی بھی کوشش کریں کہ زندگیوں کا مستقل حصہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بھی دے۔

یہ دعائیں بھی درود شریف اور استغفار کے علاوہ کثرت سے پڑھا کریں کہ:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:9)

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔ پھر یہ بھی دعا پڑھیں

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

(آل عمران:148)

کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملے میں ہماری زیادتی بھی اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق دے۔

مَیں نمازوں کے بعد بعض جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ اس وقت ان کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا ذکر مکرم ملک فاروق احمد کھوکھر صاحب کا ہے۔ یہ ضلع ملتان کے امیر رہے ہوئے ہیں۔ 18/ دسمبر کو اَسّی (80) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد مکرم ملک عمر علی کھوکھر صاحب تھے جو رئیس ملتان کہلاتے تھے اور والدہ سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ۔ سیدہ بیگم کے نام سے جانی جاتی تھیں۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی یہ بیٹی تھیں۔ حضرت ملک عمر علی صاحب نے اپنی جوانی میں احمدیت قبول کی تھی۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ کے دَور میں قادیان جا کر انہوں نے بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ ملک عمر علی صاحب کی وفات جلدی ہو گئی تھی۔ اس وقت ملک فاروق احمد صاحب تقریباً بیس بائیس سال کی عمر کے تھے۔ جوان تھے۔

ملک صاحب کا علاوہ زمینوں کے کراچی میں کچھ بزنس تھا۔ اس کو انہوں نے بڑا احسن رنگ میں سنبھالا اور اپنی والدہ، دو والدہ تھیں ان کی اور بہن بھائیوں کی پرورش کی۔ ملک فاروق کھوکھر صاحب لمبا عرصہ قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع ملتان اور پھر قائد علاقہ ملتان کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ 1980ء سے 85ء تک بطور امیر ضلع ملتان خدمت کی توفیق پائی۔ اس دوران میں آپ امیر شہر ملتان بھی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ ان کی شادی 1968ء میں حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی بیٹی دردانہ صاحبہ سے ہوئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نکاح پڑھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔

آپ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ بہت ہی محبت کرنے والے اور خیال رکھنے والے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے۔ باقاعدہ تہجد پڑھتے اور مجھے بھی روزانہ تہجد کے لیے اٹھاتے تھے۔ جس دن وفات ہوئی ہے اس رات بھی نفل پڑھے اور نماز پڑھی اور پھر سو گئے۔ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ کہتے ہیں جب ابھی امیر جماعت نہیں تھے تو کسی احمدی کا کوئی مسئلہ ہوتا، کسی وقت بھی کسی کا کام آجاتا یا اس کا فون آجاتا تو فوری طور پر کام کے لیے تیار ہوتے۔ کہتی ہیں جب امیر جماعت بنے تو مجھے یہ حکم تھا کہ ہر وقت کھانے اور چائے کا انتظام تیار رہنا چاہیے کسی وقت بھی کوئی مہمان آسکتا ہے۔ کہتی ہیں مجھے نہیں یاد کبھی میرا گھر مہمانوں سے خالی ہو یا کوئی نہ کوئی مستقل آ کے ٹھہرا نہ ہو۔ بعض مربیان کو بھی گھر میں ٹھہراتے تھے۔ گھر جو تھا وہ دفتر ہی بنا رہتا تھا۔ بہت کھلے دل کے اور دل سے محبت کرنے والے تھے۔ سب غیر احمدی رشتہ دار بلکہ پورا کھوکھر خاندان ان کی بہت عزت اور احترام کرتا تھا۔ محبت کرتا تھا۔ انہوں نے ہمیشہ ان سے خوب نبھایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن مجید کی تلاوت بہت اچھی تھی۔ کہتی ہیں جب مَیں تلاوت کرتی تھی تو میری تلاوت کی بغیر قرآن مجید کھولے اصلاح کرتے تھے۔

ان کے بیٹے طلحہ کہتے ہیں کہ اپنی دونوں ماؤں کا بہت خیال رکھا اور کبھی فرق نہیں کیا اور اپنی تمام بہنوں بھائیوں کی شادیاں بھی خود ہی کروائیں۔ ان کا گھر ہمیشہ ان کے دل کی طرح ہر ایک کے لیے کھلا تھا خاص طور پر واقفین جماعت کے لیے۔ ان کا ایک گھر خیر اگلی مری میں تھا اور کہا کرتے تھے یہ تو میں نے بنایا ہی جماعت کے لیے ہے۔ کبھی کسی کو انکار نہیں کیا جو بھی وہاں جا کے رہنا چاہتا تھا رہتا تھا وہاں۔ یہ کہتے ہیں کہ 1984ء کے حکومتی آرڈیننس کے بعد کے آزمائشی دور میں خدا کے فضل سے اپنی دلیرانہ personality سے ملتان ضلع اور شہر کے تمام ساتھیوں کو ہمیشہ ہمت دلاتے رہے، کبھی کمزور نہیں پڑنے دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا جو ہجرت کا سفر تھا۔ اللہ کے فضل سے ان کو حضور کے قافلہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی اور ایک جگہ ایک موقع پر انہوں نے قافلے کو لیڈ بھی کیا، صحیح رستہ گائیڈ کیا۔ ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ ابا کی امارت کے دوران ہمارا گھر گھر سے زیادہ دفتر بنا ہوتا تھا۔ خوب رونق ہوتی تھی۔ زمینوں کا کام اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کر دیا اور اپنا تمام وقت دین کے لیے وقف کر دیا۔ ہر ایک بے تکلفی سے آیا کرتا تھا۔ بے تکلف طبیعت تھی۔ غیر از جماعت رشتہ داروں کی مالی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے جنازے پر ہمارے کچھ رشتہ دار آئے تو روتے ہوئے کہنے لگے آج ہم لاوارث ہو گئے ہیں کیونکہ ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں ہمیشہ ہمیں نماز کی تلقین کرتے خاص طور پر فجر کی نماز کی۔ ان کی چھوٹی بیٹی فائزہ کہتی ہیں کہ ابا کا اللہ پر توکّل ہمارے لیے ایک مثال تھی۔ ہر طرح کا زمانہ دیکھا۔ نوجوانی میں یتیم ہوئے۔ ہر طرح کے

حالات دیکھے۔ تنگی بھی اور آرام بھی مگر مَیں نے بچپن سے دیکھا ہے کہ ابا نے اللہ پر توکّل کا برملا اظہار کیا اور ہمیشہ کہتے کہ میرے ہر کام اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے۔ کہتی ہیں کہ ابا کو خلافت سے بے انتہا محبت تھی اور خلافت کا ذکر کرتے ہوئے رو پڑتے تھے اور ایک ابتلا بھی ان پر آیا اور اس کو بھی انہوں نے بڑے صبر اور دعاؤں کے ساتھ گزارا۔

ان کے چھوٹے بھائی ملک طارق علی کھوکھر جو دوسری والدہ سے تھے وہ کہتے ہیں کہ میری عمر نو سال تھی جب میرے والد فوت ہوئے اور یہ بھائی جان میرے بڑے بھائی ملک فاروق جو تھے یہ 22 سال کے نوجوان تھے لیکن انہوں نے ہمیں باپ کی طرح سنبھال لیا اور تمام عمر مجھے کبھی باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ غیر از جماعت رشتہ داروں پر ان کا خاص رعب تھا اور انکا یہ خیال بھی بہت رکھتے تھے۔ بے شمار احمدی خاندانوں کی کفالت کر رہے تھے۔ بہت سے بچوں کو تعلیم دلوا کر برسرِ روزگار کیا۔ پھر کہتے ہیں کہ میرے بھائی ہر ضرورت مند کو قرضہ دیتے تھے اور کبھی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔ ہمیشہ اس نیت سے دیتے تھے کہ قرضہ حسنہ ہے۔

بہت سے نومبائع کہتے ہیں کہ ہمیں احمدیت میں داخل ہونے کے بعد ملک فاروق احمد کھوکھر صاحب نے اپنوں کی طرح سنبھال کر ہماری ضروریات کا خیال رکھا۔ اسّی سال کے ہو گئے تھے لیکن گذشتہ دو سال سے کہتے ہیں کہ ان کو فکر تھی تو یہ کہ اپنی جائیداد کا حصہ ادا کر دوں۔ زیادہ تر حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا، کچھ رہ بھی گیا۔ اللہ تعالیٰ بچوں کو توفیق دے کہ باقی بھی ادا کر دیں۔ ان کی بہن طاہرہ کہتی ہیں یہ بھی دوسری والدہ سے ہیں کہ میرے بھائی نے ہمیشہ میرے ساتھ ایک شفیق باپ کی طرح سلوک کیا۔ سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے کبھی سگے اور سوتیلے کی تفریق نہیں کی۔ سب بہن بھائیوں سے یکساں سلوک کیا اور دونوں والداؤں کے ساتھ برابری کا سلوک کیا۔ ہمیں کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ ہماری مائیں علیحدہ ہیں۔ پھر یہ کہتی ہیں کہ وہ واقعتاً میرے باپ ہی کی جگہ تھے۔ جس طرح خاموشی سے ایک باپ اپنی بیٹی کے دکھ اور سکھ میں کام آتا ہے بالکل ایسا ہی ان کا میرے ساتھ تعلق تھا۔ پھر ان کی بیٹی نمودِ سحر کہتی ہیں کہ کچھ چیزیں ابا کی زندگی میں بہت نمایاں ہیں اور بار بار یاد آتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ ان کی مہمان نوازی اور لوگوں سے محبت کا تعلق ہے۔ پھر کہتی ہیں: مہمان نوازی کا یہ حال تھا کہ گھر میں کھانا پکا ہوتا مہمان آ جاتے۔ کھانے کے لیے گھر والے بیٹھے ہیں لیکن وہی کھانا باہر مہمانوں کو چلا گیا اور گھر والوں نے پھر انڈے تل کر گزارا کر لیا۔ پھر کہتی ہیں کہ بہت سی غلطیاں زندگیوں میں ہوتی ہیں۔ انسان سے اونچ نیچ بھی ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے بعض ابتلا میں سے بھی ان کو گزرنا پڑا لیکن کبھی خلافت کے بارے میں انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جس سے ہمیں کبھی خیال ہو کہ خلیفہ وقت کا کوئی غلط فیصلہ ہوا ہے۔ ہمیشہ ہمارے گھر میں خطبہ سننا اور جماعت سے تعلق رکھنا یہ خاص اہتمام سے ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو صبر اور حوصلہ دے اور نیکیوں میں بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر رحمت اللہ صاحب کا ہے۔ یہ انڈونیشیا کے ہیں۔ چھیاسٹھ (66) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مشرقی جاوا میں ان کی پیدائش ہوئی۔ 1980ء میں جماعت انڈونیشیا کے سابق رئیس التبلیغ مکرم سیوطی عزیز احمد صاحب کے ذریعہ بیعت کر کے جماعت میں داخل ہوئے۔ 1993ء میں نظامِ وصیت میں شامل ہوئے۔ وہاں کارنگ ٹینگہ (Karang Tengah) کی جماعت ہے، اپنی وفات تک وہاں ان کو خدمت کی

توفیق ملتی رہی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بچے اور چھ نواسے شامل ہیں۔

ان کی اہلیہ نے لکھا کہ مرحوم نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں انہوں نے اپنے آپ کو لوگوں کے ہجوم کے درمیان قطاروں میں کھڑے دیکھا۔ انہوں نے خواب میں کسی سے پوچھا کہ کون سی قطار میں شامل ہو جاؤں۔ کسی نے ایک قطار کی طرف اشارہ کیا جس میں ایک مقدس ہستی تھی۔ مرحوم نے اس مقدس آدمی کو نہیں پہچانا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ انہوں نے خواب میں جس مقدس ہستی کو دیکھا تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ اسی وجہ سے مرحوم جماعت کی سچائی کے قائل ہو گئے اور پھر بیعت بھی کر لی۔ آپ کی بیٹی نے لکھا کہ مرحوم بیعت کے بعد مقامی جماعت کے علاوہ لوکل مجلس انصار اللہ میں خدمت بجالاتے رہے۔ جماعت کو مخالفین کی طرف سے حملے اور دھمکیاں ملتی تھیں تو مرحوم بڑی بہادری سے جماعت کی طرف سے دفاع کرتے تھے۔ بڑے سخی تھے۔ جب کوئی مدد مانگنے یا قرض لینے آتا تو ہمیشہ اس کی مدد کرتے۔ ان کی تیسری بیٹی نے لکھا کہ خلافت سے بے انتہا محبت رکھنے والے تھے اور بڑے اطاعت گزار تھے۔ عبد الباسط صاحب امیر انڈونیشیا لکھتے ہیں کہ خلافت اور جماعت سے بے پناہ محبت رکھنے والے تھے۔ کہتے ہیں وہاں مغربی جاوا کے ایک شہر میں ایک جماعت ہے وہاں چند مرتبہ مخالفین جماعت نے ہماری مسجد پر حملہ کیا اور مقامی حکومت کو جماعت کی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کے لیے کہا تو اس موقع پر رحمت اللہ صاحب نے بڑی بہادری سے مخالفین اور مقامی حکومت کا سامنا کیا اور ان کے اعتراضات کے جواب دیتے اور مرحوم کی کوششوں کی وجہ سے وہاں اب تک جماعت قائم ہے اور کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر الحاج عبد الحمید ٹاک صاحب یاری پورہ کشمیر کا ہے۔ 24/ دسمبر کو 94 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ محمد اکرم ٹاک صاحب یاری پورہ کے بیٹے تھے جو اس علاقے کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ مرحوم بہت نیک، نرم مزاج، ملنسار، ہر دلعزیز، سنجیدہ مزاج، خاموش طبع بزرگ تھے۔ لمبا عرصہ جماعتی خدمات کی توفیق پائی۔ صوبائی امیر جموں و کشمیر کے علاوہ ضلعی امیر اور ناظم انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مقامی جماعت میں مقامی عہدوں پر خدمت بجالاتے رہے۔ سالہا سال انجمن تحریک جدید بھارت کے اعزازی ممبر اور رکن رہے۔ ان کے وقت میں صوبائی امارت کے دوران 1987ء میں وادیٔ کشمیر میں پانچ جماعتی سکولوں کا قیام بھی عمل میں آیا۔ کئی مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر کے لیے آپ نے بہت محنت کی۔ نوجوانوں کی علمی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور بڑھانے کے لیے کافی کوششیں کرتے اور اس کام میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ یاری پورہ کے علاقے میں ان کی سماجی خدمات کی وجہ سے لوگوں میں آپ کی بڑی عزت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اگلی نسلوں کو بھی نیک اور صالح بنائے، خدمت کی توفیق دیتا رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21/ جنوری 2022ء جلد 29 شمارہ 06 صفحہ 05 تا 10)

انڈیکس خطبات مسرور جلد 19

آیات قرآنیہ.....1 تا 3
احادیث نبویہؐ.....4 تا 5
الہامات حضرت مسیح موعودؑ.....5
مضامین.....6 تا 55
اسماء.....56 تا 98
مقامات.....99 تا 117
کتابیات.....118 تا 123

آیات قرآنیہ

الفاتحہ

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ.....(5) 237،240،241،242

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ.....(6) 232،233،241،242

البقرۃ

وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ.....(4) 236

وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.....(6) 219

فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ.....(138) 159

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً.....(144) 349

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ.....(146) 632

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ.....(184 تا 187) 229

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ.....(220) 633

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ.....(246) 18،19،20

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ ھُوَ.....(256) 270

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ.....(257) 696

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا.....(286) 219

آل عمران

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا.....(9) 773

رَافِعُکَ اِلَیَّ.....(56) 347

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ.....(93) 343

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ.....(104) 144

وَ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ.....(124) 193

وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ.....(135) 691

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا.....(141) 441

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ.....(145) 345،349،638

اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ.....(145) 348

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا.....(148) 773

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا.....(156) 66

یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا.....(192) 244

النساء

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ.....(44) 633

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ.....(59) 359

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ.....(99) 749

بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ.....(159) 347

کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا.....(159) 238

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا.....(172-173) 547

المائدۃ

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ.....(3) 243

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ.....(4) 697

فَاذْھَبْ اَنْتَ وَ رَبُّکَ.....(25) 296

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ.....(28) 238

یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ.....(92) 633

الانعام

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ.....(39) 344

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ.....(152) 742

الاعراف

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ.....(200) 691

وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ.....(200) 691

الانفال

کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ.....(6) 296

وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ.....(31) 752

مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ.....(68) 297

تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا.....(68) 383

فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ.....(70) 297

التوبة

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ.....(33) 504

اِلَّا تَنۡصُرُوۡہُ فَقَدۡ.....(40) 711، 762 تا 767

اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ.....(40) 712

اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا.....(40) 712

اِسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ اَوۡ.....(80) 633

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی.....(84) 633

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی.....(111) 552

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی.....(111-112) 111، 112

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ.....(128) 352

یونس

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ.....(17) 724

قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ.....(58) 38

اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ.....(91) 280

ھود

اَوۡفُوا الۡمِکۡیَالَ وَالۡمِیۡزَانَ.....(86-87) 38

یٰقَوۡمِ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ.....(90) 156

یوسف

اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ.....(87) 678، 679

الرعد

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ.....(32) 238

الحجر

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ.....(10) 193

النحل

تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ.....(90) 344

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ.....(91) 742

بنی اسرائیل

مَنۡ کَانَ فِیۡ.....(73) 233

وَقُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ.....(81) 758

الکھف

وَاضۡرِبۡ لَہُمۡ مَّثَلَ.....(46-47) 91

نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ.....(100) 189

مریم

کٓھٰیٰعٓصٓ.....(2) 33

طٰہٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ.....(1 تا 3) 248

لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی.....(8) 248

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ.....(15) 255

المؤمنون

ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا.....(15) 80

النور

وَاِنۡ قِیۡلَ لَکُمۡ.....(29) 460

اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ.....(49) 219

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ.....(56) 144، 310، 315

وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ.....(56) 608

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا.....(57) 310

الفرقان

وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا.....(68) 662

القصص

اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ.....(86) 770

العنکبوت

وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا.....(70) 232

الروم

الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ.....(2-4) 738

غُلِبَتِ الرُّوۡمُ.....(2-5) 740

الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ.....(2-5) 741

الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ.....(2-6) 739

الاحزاب

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ.....(57) 268، 269

فاطر

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ.....(25) 113

یٰس

یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ.....(2-10) 754

الزمر

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ.....(31) 345

المومن

ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ.....(61) 242،239،234

فصلت

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ.....(35) 194

المؤمن

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا.....(29) 730،729

يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ.....(42) 150

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا.....(52) 243

الزخرف

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا.....(15-14) 11

الدخان

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ.....(29-26) 442

الفتح

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ.....(4-2) 331

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ.....(11) 145

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ.....(25) 72

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ.....(28) 331

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ.....(19) 74

الحجرات

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا.....(7) 145

الرحمٰن

لِمَنْ خَافَ مَقَامَ.....(47) 725

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ.....(61) 574

الواقعة

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا.....(80) 193

المجادلة

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ.....(22) 313

الجمعة

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ.....(3) 186

اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا.....(4) 188،186

الطلاق

يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ.....(4) 649

التحريم

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ.....(6) 632

الحاقة

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ.....(42-41) 256

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ.....(43تا48) 256

البروج

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ.....(17) 195

الاعلیٰ

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى.....(7) 205

اللیل

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى.....وَ لَسَوْفَ يَرْضٰى(6تا22) 734

الزلزال

مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ.....(8) 20

العصر

وَالْعَصْرِ.....(2) 601

الکوثر

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ.....(2) 601

الکافرون

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ.....(2) 601

احادیث نبویہ ؐ/ الہامات حضرت مسیح موعودؑ

اُسْكُتْ يَا اَبَا بَكْرٍ اِثْنَانِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا 765،764
عمرؓ نے عمرہ کی اجازت طلب کی اجازے کے بعد فرمایا اَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ 637
اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّيْ عَنْهُ رَاضٍ 83
اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ 252
اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ 255
اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً 252
اَللّٰهُمَّ أَعْطِ عُثْمَانَ، اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِعُثْمَانَ 201
اَللّٰهُمَّ إِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِهٰذَا أَنْ يَّفْعَلُوْنَا 302
اَلْمُؤْمِنُ يَرٰى اَوْ يُرٰى لَهٗ 286
أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا..... 9
عَلٰى رِسْلِكَ فَإِنِّيْ أَرْجُو أَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ..... 750
غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا عُثْمَانُ مَااَسْرَرْتَ..... 82
فَذَهَبَ وَهَلِيْ اِلٰى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوِ الْهَجَرُ 749،748
لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ 450
لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِس 187
لَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا 192
مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ..... 82
مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ..... 82

احادیث بالمعنٰی

پہلی امتوں میں سب سے بدبخت شخص حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا تھا 1
آخرین میں بدبخت شخص حضرت علیؓ کا نیزہ مارنے والا 2
آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے بھائی اور ساتھی ہو 11
آپؐ نے فرمایا جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے..... 12
آپؐ کا حضرت علیؓ کو فرمانا کہ جنت میں تیرے لئے اس سے بھی خوبصورت باغ ہے 12
جنت میں جس درجہ میں مَیں ہوں اس میں علیؓ اور فاطمہؓ بھی ہوں گے 13
آپؐ کا حرا پہاڑ کے ہلنے پر اسے مخاطب کر کے فرمانا ٹھہر اے حرا! یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید ہے 13،170،171
آپؐ کا علیؓ کو فرمانا اے علیؓ اگر تیری تبلیغ سے ایک آدمی بھی ایمان لے آئے..... 37
جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی 37،38
اے علیؓ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ کی سی ہے..... 38
اے علیؓ اللہ اور اس کا رسول اور جبرائیل تجھ سے راضی ہو 41
آپؐ نے رقیہؓ سے فرمایا بیٹی ابو عبداللہ سے اچھا برتاؤ کرنا 50
امّ کلثومؓ کی وفات پر آپؐ نے فرمایا اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کی شادی عثمانؓ سے کروا دیتا 57
اے اللہ! عکرمہ کی ہر وہ عداوت اس کو بخش دے جو اس نے مجھ سے روا رکھی تھی..... 81
اے عثمان! خدا تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا..... 83،127
اے ابن عباس! عثمان نے ایک صدقہ کیا ہے..... 86
اے عثمان! اگر اللہ کسی دن یہ امر تمہارے سپرد کر دے.. 128
یوم الدار کے موقع پر عثمان بن عفان کا حضورؐ کی ایک تاکیدی نصیحت کا ذکر کرنا 128
خدا کی لعنت اس پر جو امام کی موجودگی میں اپنی اطاعت کیلئے لوگوں کو بلائے 131
اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی عثمان سے بیاہ دیتا 163
عثمانؓ فتنہ میں حالت مظلومیت میں مارا جائے گا 171
اے اللہ ایسے شخص کو آگ میں داخل نہ کرنا جو میرا داماد ہو یا جس کا میں داماد ہوں 172
ہر نبی کا رفیق ہوتا ہے میرا رفیق عثمان ہو گا 174
مسجد نبوی کیلئے قطعہ زمین چننے والے انصاری کو فرمایا تمہارے لئے اس کے بدلہ میں جنت میں گھر ہو گا 175
کون ہے جو رومہ کنویں کو خریدے گا تا کہ وہ اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ ڈالے 176

اے شیر ٹھہر تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں 176
جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کیلئے مسجد تعمیر کرے گا اللہ ایسا ہی محل جنت میں اس کیلئے تعمیر کروائے گا 178
حقیقی حیاوالے عثمان ہیں 198
جس شخص نے مجھ پر دردو بھیجنا چھوڑ دیا وہ جنت کی راہ کھو بیٹھا 264
جو شخص مجھ پر دلی خلوص سے درود بھیجے اس پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجے گا 264
ننانوے قتل کرنے والے کو توبہ کا خیال آنا، سو قتل کر کے ایک بزرگ کی طرف جانا اور راستہ میں فوت ہو جانا..... 271
خدا کی قسم اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے..... 271
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر کوئی ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں دو ہاتھ.....دوڑ کر آتا ہوں 272
تین دفعہ عمرؓ کے سینے پر ہاتھ مارا، اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ مَا فِیْ صَدْرِہٖ مِنْ غِلٍّ، وَ أَبْدِلْہُ اِیْمَانًا 280، 281
اذان کے بابت رؤیا سن کر فرمانا یقیناً یہ سچی ہے 286
جو شخص کسی مقتول کے متعلق یہ ثبوت پیش کر دے کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے تو اس مقتول کا سامان اسکے قاتل کا ہو گا 341
عمرؓ کو نذر پوری کرنے کا اشارہ فرمایا..... 341
غزوہ تبوک پر حضرت ابو بکرؓ گھر کا سارا سامان لے کر آئے آپؐ نے پوچھا گھر کیا چھوڑ آئے ہو..... 342
وصال کے وقت فرمایا آؤ میں تمہیں تحریر لکھ دوں جسکے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے، لَا تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ 343، 344
خندق کھودنے کے دوران پتھر پر گدال لگنا، مجھے مملکت شام کی کنجیاں دی گئی ہیں..... 440 تا 442
آپؐ کا عشرہ مبشرہ کو جنت کی بشارت دینا 629
جنت میں حضرت عمرؓ کا محل 629
تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آرہا ہے 630
ابو بکرؓ اور عمرؓ جنت کے اولین اور آخرین تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے مرسلین اور انبیاء کے 630، 672
عمر اہل جنت کے چراغ ہیں 630
اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا 630
میری امت کا محدث عمرؓ ہے..... 630، 631، 634
اذان کا اجراء، بلال کے ساتھ جاؤ، یقیناً وہ تم میں سے اونچی اور لمبی آواز والے ہیں 635
میرا اس دنیا سے کیا کام! میری مثال اس سوار کی ہے کہ جو شدت گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جارہا ہے..... 637
عمرؓ نے زمانہ جاہلیت میں ایک روز اعتکاف کی نذر مانی تھی آپؐ نے فرمایا ایک دن کا اعتکاف کر لو 639
خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا ڈول سے جو چرخی پر رکھا تھا پانی کھینچ کر نکال رہا ہوں 641
آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں سے اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں 642
عمرؓ میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں میں پسند کرتا ہوں اور میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں جہاں وہ پسند کرتا ہے..... 670
میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس سے زمین شق ہو گی 672
غرور سے جو کپڑا گھسیٹ کر چلا تو..... 714
خدا سے ہجرت کا اذن ملنے کے بعد آپؐ ابو بکرؓ کے گھر آئے فرمایا تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو باہر بھیج دو.....ہجرت کی اجازت مل گئی ہے..... 752، 753
ہجرت کے وقت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا کر آپؐ نے فرمایا کہ فکر نہ کرنا اور بڑے آرام سے میرے بستر پر سوئے رہنا، دشمن تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا 754

الہامات حضرت مسیح موعودؑ

اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِکَ 234، 236
اَنْتَ مُحَدَّثُ اللّٰہِ 631
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ 542
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ..... 265
فِیْکَ مَادَّۃٌ فَارُوْقِیَّۃٌ..... 631
یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ..... 422
اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار 292، 293

مضامین

اللہ تعالیٰ

خدا تک پہنچنے کے پانچ ذرائع 21

انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہ تھا کہ انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو..... 110

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی دعائیں قبول کرنا 229

جو اس جہان میں روحانی لحاظ سے اندھا ہے وہ اگلے جہان میں اللہ کا قرب نہیں پا سکتا 233

مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا کام 240، 242

استغفار کا اللہ تعالیٰ کی صفت قیومت کو حرکت میں لانا 270، 271

بندہ کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی..... 271

توبہ اور اللہ تعالیٰ کی صفت توّاب 273

قدیم سے سنت اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے 315

اللہ تعالیٰ کا وفاداریوں کو بڑی اہمیت دینا 482

اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے فرار کے متعلق سوال کا جواب 684

آٹا

مدینہ میں پہلی مرتبہ چکی کا لگنا، اس کا پہلا آٹا عائشہؓ کی خدمت میں بھجوایا جانا، آپؐ کا روٹی کھانے کے بعد رونا..... 360، 361

حضرت عمرؓ کا سوالیوں کو کام کرنے پر مجبور کرنا، جھولی میں پڑے آٹے کو اونٹ کو ڈال دینا 369

حضرت عمرؓ کا آٹے کی بوری اٹھا کر خود گھر تک پہنچا کر آنا 391، 681

حضرت عمرؓ کا عاملین سے عہد لینا کہ وہ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے 393

حضرت عمرؓ کا لونڈی کو خرید کر آزاد کرنا، اس کے ذمہ آٹا پسوا کر لانا تھا، آٹا پسوا کر لانے کی اجازت طلب کرنے پر اجازت دے دینا 733

آڈیو کیسٹس

خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی آڈیو کیسٹس کی کاپیاں تیاری 333

آزاد / آزادی

حضرت علیؓ کا اپنے نوکر کا جواب پسند آنے پر آزاد کر دینا 34

حضرت عثمانؓ کا اپنے گھر کے محاصرہ کے دوران بیس غلام آزاد کرنا 201

اہواز کے معرکے کے بعد حضرت عمرؓ کا سب غلاموں کو آزاد کرنا 446

غلاموں کی آزادی کے حوالہ سے اسلامی تعلیم 609، 610

حضرت عمرؓ کے دور میں مذہبی آزادی کے متعلق واقعات 695، 696

حضرت ابو بکرؓ کا غلاموں کو آزاد کروانا 731 تا 735

حضرت عمرؓ کا لونڈی کو خرید کر آزاد کرنا 733

آسمان

(خواب) ایک ترازو آسمان سے اترا آپؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو تولا گیا تو حضرت ابو بکرؓ بھارے نکلے..... 86

ایمان اگر ثریا پر یعنی آسمان پر بھی اٹھ گیا ہو گا تو ایک آدمی فارسی الاصل اس کو واپس لائے گا 187

آپؐ کے آسمان پر دو وزیر جبرائیلؑ اور میکائیلؑ 672

کھوجی کا غار ثور کے منہ پر کھڑے ہو کر کہنا یا تو وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں یا اس غار کے اندر موجود ہیں 765

آگ

باغیوں کا حضرت عثمانؓ گھر کے دروازہ کے سامنے آگ لگانا 149، 150

جاوا کی آگ کا نکلنا 188

عورت کا آگ پر خالی ہنڈیا چڑھا کر بچوں کو بہلانا 367 تا 369

مَرو سفید پتھر کو کہتے ہیں جس میں آگ لگائی جاتی ہے 502

آنسو

حضرت ابو بکرؓ کی بہادری کا واقعہ سناتے ہوئے حضرت علیؓ کی داڑھی کا آنسوؤں سے بھیگ جانا 37

صحابہؓ کا آپؐ کو اپنی بیٹی کے قبر پاس بیٹھے دیکھنا آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے 57

نرم پھلکے کا پہلا لقمہ کھاتے ہی حضرت عائشہؓ کی آنکھوں میں سے آنسو بہنے لگنا 361

حضرت ابو بکرؓ کی وفات پر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جانا 616

عبد اللہ بن مسعودؓ کا حضرت عمرؓ کی یاد میں اتنا رونا کہ آنسوؤں سے کنکر بھی تر ہو گئے 619

آپؐ کا حجر اسود کے پاس حضرت عمرؓ کو فرمانا، اے عمر! یہ وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں 638
حضرت ابو بکرؓ کا قرآن کی تلاوت کرتے اپنے آنسوؤں کو تھام نہ سکنا 736

آنکھ

آپؐ کا ابو بکرؓ، عمرؓ کے متعلق فرمانا یہ دنوں کان اور آنکھ ہیں 672

آواز

حضرت عمرؓ کی آواز کا معجزانہ طور پر ساریہ تک پہنچ جانا 506 تا 508

اجازت

مومن کیلئے اصولی ہدایت، گھر والوں کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہو، واپس جانے کا کہا جائے تو واپس چلے جاؤ 459، 460
حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹے کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھجوانا، آپؐ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت طلب کرنا 597
مغیرہ بن شعبہؓ کا حضرت عمرؓ کے پاس ماہر فن، لوہار، نقش و نگار کا ماہر غلام بھجوانے کی اجازت طلب کرنا 602
ابو موسیٰ اشعریؓ کا حضرت عمرؓ کے گھر داخل ہونے کیلئے تین دفعہ اجازت طلب کرنا، اجازت نہ ملنے پر واپس چلے جانا 667

اجتہاد

آپؐ کا اپنے اجتہاد سے ہجرت مدینہ کے متعلق پیشگوئی کا محل و مصداق غلط سمجھنا 748، 749

اجر

اللہ کے دین کی اشاعت، مخلوق کی خدمت کیلئے مالی قربانی کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اللہ اس نیکی کو اجر کے بغیر نہیں چھوڑتا 20
ہر شخص اپنے اخلاص اور ایثار کے مطابق اپنا اجر پاتا ہے 95
جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مسجد کی تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اجر میں اس کے لیے ایسا ہی محل جنت میں تعمیر کروائے گا 178، 179
حضرت عمرؓ کی دعا، اے میرے رب! مَیں تجھ سے اپنے اعمال کے بدلہ میں کسی اچھے اجر کا طالب نہیں..... 359
اللہ تعالیٰ نیتوں کا اجر دیتا ہے 464
ایک شخص جو چند فرانک بھی چندہ دیتا ہے وہ اس کا بہترین اجر پاتا ہے 658

اجماع

وفات مسیح پر صحابہؓ کا اولین اجماع 348، 349، 638

احترام

حضرت عمرؓ کی ہدایت کہ دشمنوں کے معاہدات کا پوری وفاداری سے احترام کیا جائے 437
مسلمانوں کی اخلاقی برتری کا واقعہ، مقوقس کی بیٹی کو ادب و احترام سے اس کے باپ پاس واپس بھجوا دیا 574

احتیاط

کرونا وباء کے دوران احمدیوں کو احتیاط کرنے کی ہدایت 108
کرونا کے دوران یورپ سے پاکستان جانے والوں کو احتیاط کرنے کی ہدایت 108
خلفائے راشدین کے زمانے کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے..... 115
حضرت عثمانؓ کا حدیث کی روایت میں بہت احتیاط کیا کرنا 217
حضرت عمرؓ کا سعدؓ کو پوری احتیاط سے کام لینے کے متعلق خط 432

احمدی / احمدیت

حضور انور کا ہر فرد جماعت کو دنیا میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کا استعمال کرنے کی تلقین فرمانا 16
الجزائر میں جماعت کی مخالفت 32
جماعت کو دعاؤں نوافل، اور صدقات پر زور دینے کی تحریک 32
اللہ تعالیٰ کے جماعت پر افضال 47
جماعت اور پاکستان کے احمدیوں کو آج کل نوافل، صدقات اور دعاؤں پر زور دینے کی تحریک 47
20 فروری کا دن جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے یاد رکھا جانا 109
افراد جماعت کو مطالعہ کتب حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک 124
23 مارچ کے دن جماعت کی بنیاد پڑنا اور پہلی بیعت ہونا 186
اللہ تعالیٰ کی تائیدات جماعت کی ترقی واضح ثبوت 194
رمضان کے آخری عشرہ میں احمدیوں کو خاص طور پر دعا کرنے کی تحریک 263، 264
دنیا کو درود شریف کا حقیقی ادراک احمدیوں نے ہی دینا ہے 268
حضور انور کا جماعت کو استغفار کی طرف توجہ دلانا 269
رمضان کا آخری جمعہ اور جماعت کی ذمہ داریاں 287
جماعت کو کثرت سے دو دعائیں پڑھنے کی تحریک، رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ

خَادِمُكَ.....،اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ..... 288، 289
جماعت کو صبر اور دعا سے کام لینے کی ہدایت 290
جماعت کو مخالفین کے لئے دعا کرنے کی نصیحت 292
احمدیت کا قیام ہی اسلام کو بچانے کیلئے ہوا تھا 293
مخالفین کا غلط فہمی کی بناء پر جماعت کی مخالفت کرنا 293، 294
مخالفت کے فوائد، مخالفین احمدیت کا پیغام ہر جگہ پہنچا رہے ہیں 294
27 مئی کو خلافت کے متعلق جماعت میں جلسے منعقد ہونا 310
خلافت احمدیہ سے منسلک ہونا ہر احمدی پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے 310
خلافت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا جماعت کو تمکنت عطا فرمانا 317
جماعت کے خوف کو خلافت کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا امن کی حالت میں بدلنا 318
غیر احمدیوں کا پاکستانی فوج سے احمدیوں کو نکالنے کا مطالبہ کرنا 403
عورت کو جو عزت و احترام آپؐ نے دیا ہے اس کو صرف جماعت احمدیہ ہی پورا کر رہی 468
ایم ٹی اے اور جلسہ کے ذریعہ جماعت کے متعلق کافی غلط فہمیوں کا دور ہونا 469
جلسہ میں شمولیت کے بعد متاثر ہو کر احمدیت قبول کرنے کے مختلف واقعات 472 تا 474
جماعت میں شامل ہو کر معجزات کی حقیقت سمجھ میں آنا 477
احمدیت میں داخل ہو کر دعا کی طاقت معلوم ہونا 478
جلسہ کے ذریعہ جماعت کے خلاف ہونے والے غلط پروپیگنڈا کی حقیقت کھلنا 480
سید طالع احمد شہید کو شہادت کے وقت بھی جماعتی سامان کی حفاظت کی فکر ہونا 515
سید طالع احمد شہید کی ایک اہم خوبی، فیملی اور رشتہ داروں کو جماعت کی خدمت کرتے دیکھنا چاہتا تھا 519
حضرت مصلح موعودؓ کی جماعت کو ایک نصیحت 585
جماعت میں ابھی بھی مالی قربانیوں کے سلسلہ کا قائم ہونا 647
جماعت کی مالی قربانیوں کے واقعات 649 تا 658
جماعت کی ترقی کے ساتھ شر پھیلانے والے اور شیطانی وساوس پیدا کرنے والوں کا بھی پیدا ہونا 648، 649
احمدی بچوں کی مالی قربانی 654، 655
تحریک جدید کے اعلان کے وقت مصلح موعودؓ کا جماعت سے ایک سالن استعمال کرنے کا مطالبہ کرنا 662
قریش کی طرح پاکستان کے مسلمانوں کا بھی احمدیوں کو نماز اور قرآن پڑھنے سے روکنا، پڑھیں تو سخت سزائیں مقرر کرنا 737
نئے سال کے آغاز پر جماعت کو دعاؤں اور تہجد کے التزام کی طرف توجہ دلانا 773

احمدیہ انسائیکلوپیڈیا (Ahmadiyya Encyclopedia)

حضور انور کا احمدیہ انسائیکلوپیڈیا کی ویب سائٹ کو لانچ کرنے کا اعلان فرمانا 395

احمدیہ آرکائیو (Ahmadiyya Archive)

حضور انور کا مرکزی شعبہ احمدیہ آرکائیوز اور ریسرچ سینٹر کی ویب سائٹ کو لانچ کرنے کا اعلان فرمانا 395

اختلاف / اختلافات

عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اختلافات کا آغاز اور ان کی مختلف وجوہات..... 128 تا 133
کسی مسئلے پر اختلاف کی صورت میں حضرت عمرؓ مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے 697

ادب

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا قریشی ذکاء اللہ صاحب کو اپنے ساتھ بیٹھنے کا کہنا، انکار پر کہنا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبْ..... 260

اذان

حضرت عثمانؓ کے دور میں جمعہ کے دن دوسری اذان کا اضافہ ہونا، اس کی تفصیل 215، 216
اذان کی ابتداء اور اس کا طریق 286
اذان کے متعلق حضرت عمرؓ کی رؤیا 286، 635
ایلیا میں قیام کے دوران حضرت عمرؓ کے حکم پر بلالؓ کا اذان دینا 564

اسباب

دعا میں اسباب کی رعایت کی ضرورت 242، 243

استغفار

استغفار کے حقیقی معنی 269، 270
حضور انور کا جماعت کو استغفار کی طرف توجہ دلانا 269
شیطان کے حملوں سے محفوظ رہنے کیلئے استغفار اہم چیز 270

مسلسل استغفار کا اللہ تعالیٰ کی صفت قیومیت کو حرکت میں لانا، استغفار کا برائی سے بچانا 270، 271
استغفار کی برکت، سو قتل کرنے والے کو بھی بخش دیا گیا 271
استغفار صرف رمضان تک ہی محدود نہ رہے بلکہ ہمیشہ جاری رہنا چاہئے 287
دولت کے آنے سے مسلمانوں میں حسد اور بغض بڑھتا چلا گیا، استغفار والی بات ہے 444
نئے سال کے آغاز پر جماعت کو کثرت سے درود شریف اور استغفار پڑھنے کی تحریک فرمانا 773

اسراف

موجودہ دور میں اسراف سے اجتناب کی نصیحت 662
عباد الرحمٰن کیلئے مال خرچ کرنے کے متعلق دو شرائط، اسراف سے بچیں، جائز جگہ مال دینے سے نہ رکیں 663

اسراء

واقعہ اسراء میں جبرائیلؑ کا آپؐ کو کہنا کہ یُصَدِّقُكَ اَبُوْبَكْرٍ وَ هُوَ الصِّدِّيْقُ 710

اسقاط جنین

حضرت عمرؓ کا جنین کے اسقاط کی دیت ایک غلام یا لونڈی کی قیمت مقرر کرنا 667
حضرت عمرؓ کا عورت کے جنین کے اسقاط کی صورت میں دیت کے متعلق مشورہ کرنا 667

اسلام / اسلامی

غزوہ خیبر کے موقع پر آپؐ کا حضرت علیؓ کو اسلام کا جھنڈا دینا 10
حضرت علیؓ کا اسلامی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونا 43
مصلح موعودؓ کا "اسلام میں اختلافات کے آغاز" پر لیکچر 114 تا 116
حضرت عثمانؓ کے دور میں اسلام برصغیر پاک و ہند تک پہنچ گیا تھا 127
حضرت عثمانؓ کے دور میں پہلا اسلامی بحری بیڑا بنایا جانا 181
حضورؐ کی بعثت کا بنیادی مقصد اسلام کی تجدید اور تائید 193
دعا اسلام کا فخر ہے 231
اسلام سے قبل حضرت عمرؓ کے پاس قریش کے سفارت کار کا عہدہ ہونا 250
حضرت عمرؓ کی اسلام سے سخت دشمنی اور قبول اسلام کا واقعہ 250 تا 252
آپؐ کا حضرت عمرؓ یا ابوجہل کے قبول اسلام کیلئے دعائیں کرنا 252، 255
حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے کے بعد آپؐ کا خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کرنا 276، 277
حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے مختلف واقعات، ان کی توجیح 280
احمدیت کا قیام ہی اسلام کو بچانے کیلئے ہوا تھا 293
حضرت عمرؓ کا گردن جھکا کر چلنے والے شخص کو گردن اٹھا کر چلنے کا کہنا، خدا نے اس وقت اسلام کو حکومت دی ہے 373
اسلام میں جنگی قیدیوں کے علاوہ غلام بنانے کی ممانعت 383
حضرت عمرؓ کے دور میں اسلامی حکومت کا ہر شخص کیلئے روٹی کپڑے کا انتظام کرنا 390، 391
اسلام ہی ہے جس نے ملکی حقوق بھی قائم کئے 391، 392
اسلام نے مارکیٹ کنٹرول پرائس کے لحاظ سے ناجائز حد تک قیمتیں گرانے سے منع کیا ہے 404
اسلامی سال کا محرم سے کیوں آغاز کیا؟ 406
حضرت عمرؓ کے دور میں پہلے اسلامی سکے رائج ہونا 407
ایک عیسائی ٹیچر کا کہنا کہ جلسہ کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کا علم ہوا 467
جلسہ کے متعلق ایک استاد کے تاثرات، خلیفۂ وقت سے اسلام میں عورت کی آزادی کے متعلق سیکھا 467، 468
شرائط بیعت سن کر بیعت کرنا، یہ شرائط اسلام کا خلاصہ ہیں 474
ابراہیم صاحب کا اعتراف کہ جماعت احمدیہ ہی اسلام کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے 477
اسلام پر الزام کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے 501
اسلامی لشکر کا بیت المقدس کا محاصرہ کرنا 556، 557
اہل ایلیا سے معاہدہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، جزیہ زبردستی نہیں لیا جاتا تھا 561
اسلام نے صرف مقابلہ کا حکم نہیں دیا بلکہ بعض مصلحتوں کے تحت ظلم برداشت کرنے کی بھی ہدایت کی ہے 584
اسلام کی فتوحات کو سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے تشبیہ دینے کے متعلق وضاحت 586 تا 589
اسلامی فتوحات میں حضرت عمرؓ کا خاص کردار 590، 591
غلاموں کی آزادی کے حوالہ سے اسلامی تعلیم 609، 610
حضرت عمرؓ کی شہادت کا اسلام پر آج تک اثر ہے 610
اسلام قبول کرنے کے بعد صحابہؓ کی حالتوں میں آنے والا انقلاب اور حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ 677، 678

اسلام نے بھاؤ کو بڑھانے اور مہنگا سودا کرنے سے روکا ہے 682
حضرت ابو بکرؓ اسلام کے آدم ثانی ہیں 700
مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کے متعلق ایک وضاحت 727،726
قبول اسلام کے بعد کفار کا مسلمانوں پر مظالم ڈھانا 729

الاسلام ویب سائٹ

الاسلام ویب سائٹ کی قرآن سرچ کے پہلے ورشن کی لانچنگ 221

اسیر / اسیر ان راہ مولیٰ

الجزائر کے اسیر ان کی رہائی کیلئے دعا کی تحریک 17
حضور انور کی اسیر ان کیلئے دعا کی تحریک 32
پاکستان اور الجزائر کے اسیر ان کے لئے دعا کی تحریک 47
اکبر علی صاحب اسیر راہ مولیٰ کی جیل میں شہادت 134

اشاعت

اللہ کے دین کی اشاعت، مخلوق کی خدمت کیلئے مالی قربانی کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اللہ اس نیکی کو اجر کے بغیر نہیں چھوڑتا 20

اشتہار

حضورؑ کا پانچ ہزار کا انعامی اشتہار 327

اصلاح

اصلاح اعمال کیلئے قول سدید کا ہونا ضروری ہے 378

اصول

زندگی کا بنیادی اصول، ٹھہرنا موت کے مترادف ہے 98
لیگ آف نیشنز کی بنیاد اگر قرآنی اصولوں پر رکھی جائے تو کامیاب ہوگی 122
یو این او کی بنیاد اگر قرآنی اصولوں پر نہ رکھی گئی تو وہ بھی ناکام ہو جائے گی 122
دعا کا اصول، اللہ تعالیٰ قبول دعا میں ہمارے اندیشہ اور خواہش کا تابع نہیں 235

اطاعت

امیر کے حکم کی عمدہ اطاعت کی مثال 492

اعتراض / اعتراضات (نیز دیکھئے "الزام")

ہستی باری تعالیٰ کے متعلق مصلح موعودؓ کی ایک جامع تقریر، جس میں آپؓ نے ہستی باری تعالیٰ پر آٹھ دلائل اور ان ہونے والے اعتراضات کے جوابات بھی پیش فرمائے 119
حضرت عثمانؓ پر کمزور دل ہونے کے اعتراض کا جواب 162
منافقین کا حضرت عثمانؓ پر جنگ بدر، جنگ احد اور بیعت رضوان میں شامل نہ ہونے کا اعتراض اور اس کا جواب 175،174
شیعوں کا موجودہ قرآن کریم کو بیاض عثمانی کہنے کا اعتراض اور اس کا جواب 208،207
پادری فنح مسیح کا آپؑ پر چار نمازیں قضا کرنے کا اعتراض کرنا، حضورؑ کا کا جواب دینا 328،327
آپؐ کا وفات سے قبل قلم دوات منگوانا اور حضرت عمرؓ کا قلم دوات لا کر نہ دینا، مخالفین کے اعتراض کا جواب 344
عثمانؓ کا ابو بکرؓ کی وصیت میں عمرؓ کی خلافت کے متعلق فقرہ لکھنا اور حضرت ابو بکرؓ کا کوئی اعتراض نہ کرنا 354،353
اسلام کا تلوار کے زور سے پھیلنے کا اعتراض 501
مستشرقین اور عیسائی مورخین کا حضرت عمرؓ پر لائبریری جلانے کا اعتراض، اس کی وضاحت 578 تا 582

اعتقاد

قبولیت دعا کی ایک شرط انسان کا اعتقادی طور پر مضبوط ہونا 237
دعا کے لوازمات میں سے اول ضروری چیز اعمال صالحہ اور اعتقاد پیدا کرنا ہے 242

اعتکاف

حضرت عمرؓ کا زمانہ جاہلیت میں نذر ماننا کہ مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا، آپؐ کا نذر پوری کرنے کی اجازت دینا 639،341

افتاء

حضرت عمرؓ کا افتاء کا محکمہ جاری فرمانا 398،397

الزام / الزامات (نیز دیکھئے "اعتراض")

حضرت عثمانؓ پر لگنے والے الزامات کا پس منظر اور ان کا رد 131 تا 133
مسلمانوں پر بلاوجہ جنگ کرنے کے الزام کا جواب 484،483
حضرت عمرؓ پر بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ کپڑا لینے کے الزام کا رد 695

امان

قریش کا عمرؓ کے گھر کا محاصرہ کرنا، عاص بن وائل کا آپؓ کو پناہ دینا 277
عمرؓ کا عاص بن وائل کی پناہ اس کو واپس کر دینا 283
آپؐ کے حکم پر حضرت ابو بکرؓ کا سراقہ کو امان لکھ کر دینا 772

آپؐ کا کفار مکہ کے محاصرہ سے نکل کر ابو بکرؓ کے ہمراہ غار ثور میں پناہ لینا 755 تا 758

امانت

آپؐ کا حضرت علیؓ کو امانتوں کا حساب دے کر اپنے بستر پر لٹانا 755

امت

حضرت علیؓ کا خواب میں آپؐ سے عرض کرنا امت کی طرف سے ٹیڑھے پن اور شدید جھگڑے کا سامنا ہے 3

آپؐ کا حضرت علیؓ کو فرمانا کہ تیری داڑھی رنگین کرنے والا امت کا بدبخت شخص ہوگا جیسے ثمود کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا بدبخت تھا 5

حضورؐ کا اپنے آپ کو محض آپؐ کا ظلّ اور امتی کہنا 195، 196

آپؐ کا فرمانا میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنا والا ابو بکرؓ ہے 198

آپؐ کا فرمانا اللہ کے احکام کی تعمیل و تنفیذ میں امت میں سے سب سے زیادہ مضبوط حضرت عمرؓ ہیں 198

امت میں سب سے زیادہ حیا کرنے والے حضرت عثمانؓ ہیں 198

آپؐ کا فرمانا پہلی امتوں میں محدثین ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہے، اس کی وضاحت 630، 631

آپؐ کا فرمانا میری امت میں سے اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط حضرت عمرؓ ہیں 642

امت کے سب سے بہترین انسان ابو بکرؓ، عمرؓ 673

آپؐ کے بعد امت کے سب سے بڑے تعبیر الرؤیا کے عالم حضرت ابو بکرؓ تھے 715

امر بالمعروف

حضرت علیؓ کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑنے کی وصیت کرنا 5

امن

حضور انور کا پاکستان کے حالات اور امن کیلئے دعا کی تحریک فرمانا 32

جماعت کے خوف کو خلافت کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا امن کی حالت میں بدلنا 318

امین

یہ عقیدہ ضروری ہے کہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے 45، 219

حضرت عمرؓ قوی اور امین تھے 399، 400

اناج

عورت کا آگ پر خالی ہنڈیا چڑھا کر بچوں کو تسلی دینا، حضرت عمرؓ کا خود اپنی کمر پر اناج کی بوری لاد کر گھر پہنچانا 367 تا 369

عام الرمادہ میں عمرو بن عاصؓ کا غلے اور اناج کے لدے اونٹوں کا لمبا قافلہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھجوانا 384

حضرت عمرؓ کا ایک عورت کو دو بوریاں اناج اور اونٹ عطا کرنا، اس کا شوہر صلح حدیبیہ شامل تھا 679، 680

انتخاب

انتخاب خلافت عثمانؓ کی تفصیل 89 تا 91

خلافت ثانیہ کا انتخاب 317

انجمن

خلیفۃ المسیح الاولؓ کا منافقین اور انجمن کے بعض عمائدین کے فتنوں کو سختی سے دبانا، کسی کو شر پیدا کرنے کی جرأت نہ ہوئی 316

خلیفہ اولؓ کا فیصلہ، قوم اور انجمن دونوں کا خلیفہ مطاع ہے 316

انڈے

ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب کا نادار مریضوں کیلئے دوائی کے ساتھ انڈے اور دودھ بھی منگوا کر رکھنا 646

غار ثور کے منہ پر مکڑے کا جالا بُننا اور کبوتروں کے جوڑے کا گھونسلہ بنا کر انڈے دینا 761، 763، 767

ملک فاروق احمد کھوکھر صاحب کی مہمان نوازی، اپنا کھانا مہمانوں کو کھلا دینا اور خود انڈے تل کر گزارہ کر لینا 775

انسان / انسانیت

انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہ تھا کہ انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو..... 110

حضورؐ اور خلفاء کا انسانیت کی خدمت کرنا سکھانا 154

قبولیت دعا کی ایک شرط انسان کا اعتقادی طور پر مضبوط ہونا 237

مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا کام 240، 242

انسانیت کیلئے مجموعی طور پر دعا کی تحریک 289

ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب کا پیشہ ڈاکٹری تھا لیکن ہمیشہ انسانیت کی خدمت ان کا مطمع نظر معلوم ہوتا تھا 645

انسائیکلوپیڈیا (Encyclopedia)

چوہدری حمید اللہ صاحب جماعتی روایات اور تاریخ کا ایک

انسائیکلوپیڈیا تھے 105
حضور انور کا احمدیہ انسائیکلوپیڈیا کی ویب سائٹ کو لانچ کرنے کا اعلان فرمانا 395

انسٹاگرام (Instagram)

انسٹاگرام پر پینتیس ہزار لوگوں کا ایم ٹی اے کا پیج دیکھنا 481

انصاف

قرآنی حکم، ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو 38
کوئی کمزور شخص علیؓ کے عدل و انصاف سے مایوس نہ ہوتا تھا 41
حضرت علیؓ کا اسلامی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونا، آپؓ کا لحاظ کرنے پر اسے کہنا یہ پہلی ناانصافی ہے جو تم نے کی ہے 43، 379
آپؐ کا حبشہ کے بادشاہ کے عدل و انصاف کی وجہ سے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دینا 52
حضرت عثمانؓ کے انصاف کے متعلق مختلف روایات 214، 215
حضرت عمرؓ کے عدل و انصاف کی مثال دنیا کے پردہ بہت کم پائی جاتی ہے 360
مرد کو ایک سے زیادہ شادی کی صورت میں تاکید کی گئی ہے کہ انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا 468
مسلمانوں کا دشمنوں کے ساتھ کیا گیا عدل و انصاف 534
ابوعبیدہؓ نے جو مقام فتح کئے ان کے امراء و رئیس آپؓ کے انصاف کے گرویدہ ہو گئے تھے 544
ایک جماعت کا حضرت عمرؓ سے کہنا کہ ہم نے آپؓ سے زیادہ انصاف کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا 665

انعام

کفار مکہ کا آپؐ کو زندہ یا مردہ لانے والے کیلئے سو اونٹ انعام مقرر کرنا 763، 768
سراقہ بن مالک کا انعام کے لالچ میں آپؐ کا تعاقب کرنا 771، 772

انفاق فی سبیل اللہ (نیز دیکھئے "چندہ جات")

انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق واقعات 20 تا 29
انڈونیشیا کی احمدی فیملی کا رمضان میں چندہ وقف جدید، تحریک جدید ادا کرنے کیلئے روزے میں چار کلومیٹر کا سفر طے کر کے کھیتوں میں مزدوری کرنا 28، 29
حضرت عثمانؓ کی سخاوت اور فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں مختلف روایات 200 تا 203

انقلاب

حضور انور کا ہر فرد جماعت کو دنیا میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کا استعمال کرنے کی تلقین فرمانا 16
قبول اسلام کے بعد صحابہؓ کی حالتوں میں آنے والا انقلاب 677، 678

انکساری (دیکھئے عاجزی)

انگوٹھی

علیؓ کی انگوٹھی پر اللّٰہُ المَلِکُ کندہ تھا 10
آپؐ کی انگوٹھی کا حضرت عثمانؓ سے اَرِیس نامی کنویں میں گر جانا، آپؐ کا چاندی کی ویسی ہی انگوٹھی تیار کروانا..... 172، 173
داؤدہ رزاقی یونس صاحب کا بھائی کو الیس اللہ والی انگوٹھی پہنے دیکھا انگوٹھی کے متعلق پوچھنے پر احمدیت سے تعارف ہونا 541
حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ کندہ ہونا 678

انگور

حضرت عمرؓ کا مارکیٹ سے انتہائی کم ریٹ پر انگور بیچنے والے کو ڈانٹنا 683

اہل بیت

حضرت عمرؓ کی اہل بیت سے عقیدت 360، 361

اولاد

حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی اولاد ہی حقیقی اولاد ہے 96

اولیاء

انبیاء اور اولیاء کی کرامات و معجزات کا اصل منبع دعا ہی تھا 232

اولیاتِ فاروقی

اولیاتِ فاروقی 407، 408

اونٹ / اونٹنی

ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ کا غزوہ تبوک کی تیاری کیلئے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے پیش کرنا 82
اونٹوں کا معطل ہونا..... 188، 190 تا 192
بندہ کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی، اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ جس کو جنگل بیابان میں گمشدہ اونٹنی مل جائے 271
غزوہ بدر میں صحابہؓ کے پاس ستر اونٹ تھے، ایک اونٹ تین آدمیوں کیلئے مقرر تھا، ہر ایک باری باری سوار ہوتا 295
حضرت عمرؓ کا بیت المال کے مال کی خود حفاظت فرمانا، صدقے کے

دو پیچھے رہ جانے والے اونٹ خود ہانک کر واپس لانا 399، 400
حضرت عمرؓ کا بیت المال کا گمشدہ اونٹ ڈھونڈ کر لانا 400، 693
آپؐ کا حضرت عمرؓ کی تجویز پر پانی لانے والے اونٹ ذبح نہ کرنا 634
حضرت عمرؓ کا بچپن میں اونٹ چَرانا 664
حضرت عمرؓ کی خشیت الٰہی کا واقعہ، اگر فرات کے کنارے ایک اونٹ بھی ضائع ہو کر مر گیا تو قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے سوال کیا جائے گا 678
حضرت عمرؓ کا ایک عورت کو اونٹ عطا کرنا 679، 680
کسی کا حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ پلا دینا..... 692
حضرت عمرؓ کا بیت المال کے دو گمشدہ اونٹوں کو گرمی میں خود تلاش کر کے لانا 693
حضرت عمرؓ کا فتح عظیم کی خبر لانے والے وفد کو اونٹوں کے متعلق باز پرس کرنا 696
حضرت عمرؓ کا گرمی میں زکوٰۃ کے اونٹ کو تارکول لگانا 696
کفار مکہ کا آپؐ کو زندہ یا مردہ لانے والے کیلئے سو اونٹ انعام مقرر کرنا 763، 768

ایٹم بم

ہیروشیما کی ایٹمی تباہی کے بارے میں سب سے پہلے خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا آواز بلند کرنا 467

ایثار

ہر شخص اپنے اخلاص اور ایثار کے مطابق اپنا اجر پاتا ہے 95
جنگ یرموک کے دوران مسلمانوں کے ایثار کا واقعہ 555

ایم ٹی اے (MTA)

حضور انور کا نئے ٹی وی چینل ایم ٹی اے گھانا کو لانچ کرنا 46
ایم ٹی اے گھانا سٹیلائیٹ ڈش کی ضرورت کے بغیر عام ایریل کے ذریعہ دیکھا جاسکے گا 47
مختاراں بی بی صاحبہ کا ڈش (ایم ٹی اے) لگوانے کیلئے اپنی ساڑھے تین لاکھ روکے مالیت کی چوڑیاں قربان کر دینا 222
فتحی عبد السلام صاحب کا ایم ٹی اے کے مختلف پروگرامز میں شرکت کرنا 420
مختلف ممالک کا ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ میں شامل ہونا 469
کیمرون کے لوکل چیف کے جلسہ کے متعلق تاثرات، جلسہ اور ایم ٹی اے ایک برکت ہے 470
صفوان نائیک صاحب کا کہنا کہ ایم ٹی اے کے پروگراموں سے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بہت کچھ سیکھ رہا ہوں 471
نائیجر کے سلیمان صاحب کا ایم ٹی اے 5 پر اپنی مادری زبان ہاؤسا میں جلسہ سن کو لذت محسوس کرنا 476
عاطف زاہد صاحب کے تاثرات، ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ دیکھ کر یقین ہو گیا کہ یہ عالمگیر خدائی نظام ہے 477، 478
ایم ٹی اے افریقہ کی رپورٹ 479، 480
ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی یوٹیوب کے ذریعہ کوریج کی رپورٹ 481
ایم ٹی اے کی ویب سائٹ کو ایک لاکھ مرتبہ دیکھا جانا 481
انسٹاگرام پر پینتیس ہزار لوگوں کا ایم ٹی اے کا پیج دیکھنا 481
ٹوئٹر پر ایک لاکھ سے زائد لوگوں کا ایم ٹی اے کا پیج وزٹ کرنا 481
سید طالع احمد شہید کی ایم ٹی اے کیلئے خدمات 514

ایمان

آپؐ کا حضرت علیؓ کو نصیحت فرمانا، اگر تیری تبلیغ سے ایک آدمی بھی ایمان لے آئے تو اس سے بہتر ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان تیری بھیڑ بکریوں کا ایک بڑا بھاری غلہ ہو 37
ایمان اگر ثریا پر یعنی آسمان پر بھی اٹھ گیا ہو گا تو ایک آدمی فارسی الاصل اس کو واپس لائے گا 187
جو شخص شیخین اور ذوالنورین کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا اس کے بدانجام اور سلب ایمان کا مجھے ڈر ہے 219
ایمان کے ساتھ عمل صالح انتہائی ضروری شرط ہے 311، 312
حضرت مسیح موعودؑ کا ایمان پر قائم رہنے والوں کو اللہ کے فضلوں کا وارث بننے کی یقین دہانی کروانا 320، 321

بارش

قحط کے خاتمے کیلئے حضرت عمرؓ کا نماز استسقاء پڑھنا اور دعا کرنا، بارش کا شروع ہو جانا اور قحط ختم ہو جانا 387
ابتداء میں لوگ اسلام آباد میں گھاس پر بیٹھ کر جلسہ سنتے تھے، بارش کا پانی جلسہ گاہ میں داخل ہو جانا، کیچڑ میں سجدے کرنا 461
جلسہ کے دوران بارش کی وجہ سے کار پارکنگ کا مسئلہ 465
نائیجیریا کے غیر از جماعت کا شدید بارش میں بھی جلسہ کے رضا کاروں کا اپنے کاموں میں مگن رہنے سے متاثر ہونا 467

انڈونیشیا کے وزیر کا کم بارشوں کی وجہ سے ڈیم بند ہونے کے متعلق خلیفہ رابع کو دعا کا خط لکھنا، اگلے ہی دن موسلا دھار بارش ہونا اور ڈیم بھر جانا 540

بازار

حضرت عمرؓ بازار کی قیمتوں پر بھی نظر رکھتے تھے 682

باغ

آپؐ نے خیبر کے کھجوروں کے باغات کس شرط پر یہودیوں کو عطا کئے تھے؟ 339، 340

حضرت عمرؓ کا نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں سے باغات خریدنا 382

باغی

باغیوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنا 141، 142، 148 تا 150

باغیوں کا امّ حبیبہؓ پر حضرت عثمانؓ کے گھر جانے پر حملہ کرنا 142، 143

بائیکاٹ

صوفی غلام محمد صاحب کا قبول احمدیت کا واقعہ، گاؤں والوں کا بائیکاٹ کرنا، کنویں سے پانی لینے سے منع کر دینا 137، 138

بجلی

گنی کناکری میں بجلی کی قلت، حضور انور کے خطاب سننے کے دوران بجلی بند ہو گئی، دعا کی گئی کہ معجزانہ طور پر بجلی آجائے، بجلی آگئی، حضور انور کے خطاب کے فوراً بعد دوبارہ بجلی بند ہو گئی 469

بچہ / بچے

دس سالہ بچے کا اپنی بگی توڑ کر چندہ وقف جدید کی ادائیگی کرنا 26

حضور انور کی بچوں کو اپنے ساتھ لگانے اور ان سے تعلق پیدا کرنے کی نصیحت 287

بچوں کا بھوک سے بلک بلک کر رونا، عورت کا آگ پر خالی ہنڈیا چڑھا کر بچوں کو تسلی دینا..... 367 تا 369

عورت کا وظیفے کیلئے بچے کا دودھ چھڑوانا، بچے کا رونا حضرت عمرؓ کا دودھ پینے والے بچوں کا بھی وظیفہ مقرر کر دینا 368، 370، 371، 680

احمدی بچے کا ٹافیوں کی بجائے سکے اکٹھے کرنا اور چندہ ادا کرنا 654

احمدی بچے کا والد کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا اور چندہ ادا کرنا 654، 655

احمدی بچے کا درختوں سے پھل اتار کر فروخت کر کے چندہ ادا کرنا 655

غریب گھرانے کے احمدی بچے کی مالی قربانی 655

حضرت عمرؓ کا بدوی عورت کے بچوں کو بھوکا دیکھ کر خود ان کے گھر آٹا اور گھی پہنچا کر آنا 681

حضرت عمرؓ کا بچوں کی تربیت کیلئے اور ان کی عقلیں تیز کرنے کیلئے ان سے مختلف امور میں مشورے طلب کیا کرنا 692

بچھو

غار ثور میں حضرت ابو بکرؓ کو بچھو یا سانپ کا ڈستے رہنا 760

بحری بیڑا

حضرت عثمانؓ کے دور میں پہلا اسلامی بحری بیڑا بنایا جانا 181

بدلہ

حضرت عمرؓ کا غلطی سے سَلَمہؓ کو ہلکا سا کوڑا مارا، ایک سال بعد ملنے پر حضرت عمرؓ کا ان کو چھ سو درہم بدلہ میں عطا کرنا 682

براعظم

عبد الوحید وڑائچ صاحب کا سات براعظموں کی چوٹیوں پر لوائے احمدیت لہرانے کا عزم کرنا 376

برکت / برکات

وقف جدید کے چندہ کی برکات کے واقعات 21 تا 29

درود شریف کی اہمیت و برکات 264، 268، 269

ایک رات حضورؐ کا کثرت سے درود شریف پڑھنا، یہ وہی برکات ہیں جو تم نے آپؐ پر بھیجی ہیں..... 265

استغفار کی برکت، سو قتل کرنے والے کو بھی بخش دیا گیا 271

آپؐ کا کھانے کے سامان پر برکت کی دعا کرنا، سب کا پیٹ بھر کر کھانا کھا لینا 634، 635

تحریک جدید کے چندہ کی برکات کے واقعات 649 تا 658

بستر

حضورؐ کا اپنا بستر مہمان کو دینا، خود بستر کے بغیر رات گذارنا 457

آپؐ کا حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلانا 754، 755

بشارت

آپؐ کا حضرت علیؓ کو جنت کے باغ کی بشارت دینا 12

آپؐ کا دس صحابہؓ کو جنت کی بشارت دینا 13

مسجد نبوی کی توسیع کے دوران حضرت عثمانؓ کا زمین کا ٹکڑا خرید کر مسجد میں شامل کرنا، آپؐ کا آپؐ کو جنت کی بشارت دینا 175

بعثت

حضورؐ کی بعثت کا بنیادی مقصد اسلام کی تجدید اور تائید 193

آپؐ کی بعثت کے وقت قریش میں صرف ستر آدمیوں لکھنا پڑھنا جاننا 249
بعثت سے قبل آپؐ اور حضرت ابو بکرؓ کی دوستی تھی 716، 717

بغض

آپؐ کا فرمانا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا 37
آپؐ کا حضرت علیؓ سے عہد، علیؓ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا 38

بکری

حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ بکری کا بچہ بھی دریائے فرات کے کنارے ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن عمر کا اس پر مؤاخذہ ہو گا 373
ہجرت مدینہ کے موقع پر حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ کا کھانا (بُھنی ہوئی بکری) تیار کرنا 758
عامر بن فہیرہ کی ذہانت، بکریوں کے ریوڑ کو لے جا کر آپؐ کو دودھ دینا، واپسی پر ریوڑ کا عبد اللہؓ کے قدموں کو مٹانا 767

بہادر / بہادری

غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کی بہادری 10
البزار کا اپنی کتاب میں ایک واقعہ لکھنا، حضرت علیؓ کا پوچھنا بہادر کون ہے؟ صحابہ کا جواب دینا آپؐ، حضرت علیؓ کا فرمانا میں نہیں حضرت ابو بکرؓ ہیں 36، 37
حضرت ابو بکرؓ کی بہادری کا واقعہ 37
خورشید احمد منیر صاحب کو خلیفۃ المسیح الثالث کا "بہادر مربی" کا لقب عطا فرمانا 363

بھلائی

حضورؐ کا دوستوں کی دینی و دنیاوی بھلائی کیلئے دعا کرنا 236

بھوک

حضرت علیؓ کا بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا کرنا 10

بیاض عثمانی

شیعوں کا موجودہ قرآن کریم کو بیاض عثمانی کہنے کا اعتراض اور اس کا جواب 207، 208

بیت المال

بیت المال میں جتنا مال تھا وہ سارے کا سارا حضرت علیؓ تقسیم فرما دیتے تھے 39
حضرت عمرؓ کے دور میں بیت المال کا قیام عمل میں آنا 398، 399
حضرت عمرؓ کا بیت المال کے مال کی خود حفاظت اور نگرانی فرمایا کرنا..... 399، 400، 692
حضرت عمرؓ کا اپنی بیٹی کے منہ میں انگلی ڈال کر بیت المال کا ایک درہم نکال کر واپس بیت المال میں رکھنا 400
حضرت عمرؓ کا بیت المال کا گمشدہ اونٹ ڈھونڈ کر لانا 400، 693
حضرت عمرؓ کا بیماری میں لوگوں سے اجازت لے کر بیت المال کا شہد استعمال کرنا 692
حضرت عمرؓ کے بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ کپڑا لینے کے الزام کا ردّ 695

بیت المقدس

بیت المقدس کی فتح کی تفصیل 556 تا 568
حضرت عمرؓ کا سفر بیت المقدس، اس سفر کا مقصد 557 تا 559، 562

بیعت

حدیبیہ کے مقام پر صحابہؓ کا آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنا 74
عبد اللہ بن سرح کو حضرت عثمانؓ نے پناہ دی اور بعد میں آپؐ کے سامنے پیش کیا، عبد اللہ نے بیعت کر لی 80، 81
23 مارچ کے دن جماعت کی بنیاد پڑنا اور پہلی بیعت ہونا 186
حضورؑ کی بیعت میں آکر آپؐ کی صداقت پر یقین ہونا چاہیئے 187
آپؐ کی وفات اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی تفصیل 345 تا 350
مالی کے غیر جماعت کا شرائط بیعت سن کر بیعت کرنا 474
داؤدہ رزاقی یونس صاحب کا اسلامی اصول کی فلاسفی سے متاثر ہو کر بیعت کرنا 541
الفانسو صاحب کی بیوی کا احمدیوں کا دین کی خدمت کا جذبہ دیکھ کر بیعت کرنا 657
بیعت کے بعد مالی قربانی کی اہمیت کا ادراک ہونا 657، 658
رحمت اللہ صاحب انڈونیشیا کا خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھنا اور بیعت کرنا 776

بیعت رضوان

بیعت رضوان کا پس منظر و تفصیل 73، 74
قریش کا بیعت رضوان سے خوفزدہ ہو کر معاہدہ کیلئے تیار ہو جانا 75
منافقین کا حضرت عثمانؓ پر اعتراض، آپؓ جنگ بدر، جنگ احد اور

بیعت رضوان میں شامل نہیں ہوئے، اس کا جواب 174، 175

بیعت عقبہ

آپؐ کا بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ کو ایک ایک گھاٹی پر حفاظت کیلئے کھڑا کرنا 748

بیمار / بیماری

باقاعدگی سے چندہ جات ادا کرنے کی برکت، بیماری کا دور ہونا 29

حضرت عثمانؓ کو نکسیر کی بیماری لاحق ہونا 203

بیماری کی صورت میں روزوں کا فدیہ دینے کی سہولت 230

حضرت عمرؓ کا اپنی بیماری کے دوران بیت المال کا شہد اجازت لے کر استعمال کرنا 692

بینائی

جلسہ سالانہ جرمنی میں شرکت کی برکت، بینائی کا کسی حد تک واپس لوٹ آنا 223

مشرکین کا لات و عزّٰی کے انکار پر زنیرہ کو اندھا کر دینا، کفار کا طعنہ دینا، اللہ تعالیٰ کا ان کی بینائی واپس لوٹا دینا 732

پابندی

حکومت پاکستان کا مختلف طریقوں سے احمدیوں پر پابندی لگانا، اللہ تعالیٰ کا خلافت سے تعلق قائم کرنے کے نئے راستے کھول دینا 320

حضرت عمرؓ کا کمانڈر انچیف کے بغیر معاہدہ کرنے پر پابندی لگانا 483

پادری

یروشلم کے پادریوں کا عمرؓ کو شہر کی چابیاں پیش کرنا 565

پارکنگ

جلسہ کے دوران بارش کی وجہ سے کار پارکنگ کا مسئلہ ہونا 465

پاس (Pass)

ضد کر کے جلسہ میں شمولیت کا پاس حاصل کرنے کی خواہش کرنے والوں کی رہنمائی 459، 460

پانی

صوفی غلام محمد صاحب کا قبول احمدیت کا واقعہ، گاؤں والوں نے بائیکاٹ کیا، کنویں سے پانی لینے سے منع کر دیا، گاؤں کے کنویں کا پانی سوکھ گیا..... 137، 138

باغیوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر پانی تک نہ جانے دینا 141، 142

امّ حبیبہؓ کا خچر پر پانی کا مشکیزہ لے کر حضرت عثمانؓ کے گھر جانا، باغیوں کا آپؓ پر حملہ کرنا 142، 143

جنگ یرموک کے دوران مسلمانوں کے ایثار کا واقعہ، پانی ایک دوسرے کو پلانے کیلئے بھیجتے رہے..... 555

آپؐ کا حضرت عمرؓ کی تجویز پر پانی لانے والے اونٹ ذبح نہ کرنا 634

حضرت عمرؓ کے متعلق آپؐ کا خواب، کنویں کا ڈول بڑا ہو گیا ہے، عمرؓ نے پانی نکال کر سب لوگوں کو سیراب کیا 641

حضرت عمرؓ کا اپنے کندھوں پر مشکیزہ اٹھا کر پانی لانا 663، 664

حضرت عمرؓ کا ایک لڑکی کو اپنی ماں کو دودھ میں ملانے سے منع کرنے پر اپنے بیٹے سے شادی کرنے کیلئے پسند فرمانا 682

حضرت عمرؓ کی قبولیت دعا کا واقعہ، دریائے نیل میں آپؓ کا خط ڈالنے سے پانی کا چل پڑنا 686، 687

پتھر / پتھراؤ

حضرت علیؓ کا بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا کرنا 10

منافقین کا حضرت عثمانؓ کے گھر پر پتھراؤ کیا کرنا 146

حضرت عثمانؓ کے جنازے پر باغیوں کا پتھر برسانا 165

خبابؓ پر مالک کے مظالم، پتھروں پر گھسیٹا جانا 734، 735

پرچم / جھنڈا

غزوہ خیبر کے موقع پر آپؐ کا حضرت علیؓ کو اسلام کا جھنڈا دینا 10

ہر جنگ میں آپؐ کے علمبردار سعد بن عبادہؓ ہوتے تھے، لڑائی کے وقت حضرت علیؓ جھنڈا تھام لیتے تھے 10

صحابہؓ کے جھنڈوں میں پیوند لگانے کی وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع مشہور ہونا 78

آپؐ کے مختلف پرچم 338، 339

عبدالوحید وڑائچ صاحب کا سات براعظموں کی چوٹیوں پر لوائے احمدیت لہرانے کا عزم کرنا 376

عبدالوحید وڑائچ صاحب کا ماؤنٹ ایورسٹ پر لوائے احمدیت لہرانا 376

سید طالع احمد شہید کا خواب، خدام الاحمدیہ کے کپڑے پہنے ہوئے اور جھنڈا اٹھائے جنت میں داخل ہو رہا ہوں 524

پردہ

پردہ کے متعلق حضرت عمرؓ کے مؤقف کے مطابق آیت قرآنی کا نزول 632

حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی کو ان کے گھر پر ایک صحابی کا قرآن کریم سنانا، اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہ ہوا تھا 677

پرندے
حضرت بلالؓ کا حضرت عمرؓ کو فوج کے افسران کی شکایت کرنا، روزانہ پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے..... 563، 564
پروپیگنڈا
جلسہ کے ذریعہ جماعت کے خلاف ہونے والے غلط پروپیگنڈا کی حقیقت کھلنا 480
پڑوسی / ہمسایہ
پڑوسیوں کے حقوق کے متعلق آپؐ کی وصیت 4
پل
حضرت عمرؓ کا سڑکیں، سرائیں، پل، وغیرہ تعمیر کرانا 401
پہاڑ / پہاڑی
آپؐ کا حضرت علیؓ کو نصیحت فرمانا، اگر تیری تبلیغ سے ایک آدمی بھی ایمان لے آئے تو اس سے بہتر ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان تیری بھیڑ بکریوں کا ایک بڑا بھاری غلہ ہو 37
غزوہ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ، اس علاقہ میں پہاڑی درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا 78
اللہ تعالیٰ کے انبیاء بھی پہاڑوں پر گوشہ نشینی میں دنیا کے شور سے دور جا کر عبادت کیا کرتے تھے 377
عبدالوحید وڑائچ صاحب کا پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے Motivation کیلئے حضورؒ کی کتب سننا 377
حضرت عمرؓ کا ابوعبیدہؓ کو طاعون کی وبا کے دوران بلند پہاڑی جگہ پر قیام رکھنے کی ہدایت کرنا 685
پہرہ
حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کا نماز پڑھتے ہوئے حفاظت کیلئے پہرہ رکھنا شروع کرنا 611
ہجرت کے موقعہ پر دوپہر کو آپؐ کا ایک چٹان کے سایہ میں آرام کرنا، حضرت ابوبکرؓ کا پہرہ دینا 771
پھل
احمدی بچے کا درختوں سے پھل اتار کر فروخت کر کے چندہ ادا کرنا 655
پولیس
عمرؓ کے دور میں محکمہ پولیس کا اجراء ہونا 398
پیشگوئی / پیشگوئیاں
حضرت علیؓ کی شہادت کی پیشگوئی 1
آپؐ کی حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق پیشگوئی 83، 84، 86
انبیاء اور دوسرے لوگوں کی پیشگوئیوں میں فرق 119
حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اٹھنے والے فتنوں کے متعلق آپؐ کی پیشگوئی..... 127، 128
حضرت عثمانؓ کی بابت آپؐ کی پیشگوئیاں 170، 171
آخری زمانہ کے متعلق آپؐ کی پیشگوئیاں 188، 190، 191
آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق خلافت خامسہ کا آغاز ہونا 319
مدائن کی فتح کی پیشگوئی کی تفصیل 440 تا 443
حضرت عمرؓ کا آپؐ کی قیصر و کسریٰ کے کنگن کے متعلق پیشگوئی کو ظاہراً پورا کرنا 640، 641
غُلِبَتِ الرُّوْمُ کے پیشگوئی کا پورا ہونا، اس کی تفصیل 738 تا 742
آپؐ کی چار بڑی شان سے پوری ہونے والی پیشگوئیاں 739 تا 742
آپؐ کا اپنے اجتہاد سے ہجرت مدینہ کے متعلق پیشگوئی کا محل و مصداق غلط سمجھنا 749
پیشگوئی مصلح موعودؓ
20 فروری کا دن جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے 109
پیغام
حضرت عثمانؓ کا مسلمانوں کے نام لکھا ہوا پیغام، یہ پیغام حج کے موقع پر پڑھ کر سنایا گیا 147
مخالفین کا خلافت کو عضو معطل کرنے کا ارادہ کرنا، اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کے پیغام کو گھر گھر پہنچا دینا 318، 319
جلسہ سالانہ کے موقع پر نو ممالک سے اہم شخصیات کے خیر سگالی کے پیغامات موصول ہونا 479
فیس بک کے ذریعہ ساڑھے پانچ لاکھ لوگوں تک پیغام پہنچنا 481
تاثرات
جلسہ سالانہ کے متعلق مختلف لوگوں کے تاثرات 466 تا 481
حضرت عمرؓ کی وفات پر صحابہ کرامؓ کے تاثرات 618، 619
حضرت عمرؓ کے متعلق ایڈورڈ گبن کے تاثرات 621
پروفیسر فلپ۔ کے۔ ہٹی کے حضرت عمرؓ کے متعلق تاثرات 623، 624
تارکول
حضرت عمرؓ کا گرمی میں زکوٰۃ کے اونٹ کو تارکول لگانا 696

تاریخ

خلفائے راشدین کے زمانے کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے..... 115

تبلیغ

آپؐ کا حضرت علیؓ کو نصیحت فرمانا، اگر تیری تبلیغ سے ایک آدمی بھی ایمان لے آئے تو اس سے بہتر ہے کہ..... 37

اللہ تعالیٰ کا حضورؐ کو تبلیغ حق اور اصلاح کیلئے مامور فرمانا 190

تحریک / تحریکات

نئے سال کے پہلے دن اور پہلے جمعہ کے موقعہ پر حضور انور کی جماعت کو دعا کی تحریک 15

الجزائر کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 16، 151، 197، 208، 221

الجزائر کے اسیر ان کیلئے دعا کی تحریک 17، 32

پاکستان کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 16، 32، 47، 58، 77، 151، 197، 208، 221، 304، 321، 743

حضور انور کی اسیر ان کیلئے دعا کی تحریک 32

جماعت کو دعاؤں، نوافل اور صدقات پر زور دینے کی تحریک 32

جماعت اور پاکستان کے احمدیوں کو آج کل نوافل، صدقات اور دعاؤں پر زور دینے کی تحریک 47

پاکستان اور الجزائر کے اسیر ان کے لئے دعا کی تحریک 47

الجزائر کے لوگوں کے لئے دعا کی تحریک 58

خلیفہ المسیح الثالث کا چوہدری حمید اللہ صاحب کو صدر خدام الاحمدیہ مقرر فرما کر ان کیلئے دعا کی تحریک فرمانا..... 95

مطالعہ کتب حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک 124

موجودہ حالات میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا کرنے کی تحریک 233

پاکستان اور الجزائر میں جماعتی مشکلات کے شکار احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 245

رمضان کے آخری عشرہ میں احمدیوں کو خاص طور پر دعا کرنے کی تحریک 263، 264

کرونا وباء سے محفوظ رہنے کیلئے دعا کی تحریک 264، 274

رمضان میں مخالفین کے شر سے بچنے کیلئے دعائیں کرنے کی تحریک 274

کرونا کی وباء سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنے کیلئے دعا کی تحریک 288

جن ممالک میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے ان ممالک کیلئے دعا کی تحریک 288

جماعت کو کثرت سے دو دعائیں پڑھنے کی تحریک، رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ.....، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ..... 288، 289

مسلم امہ، انسانیت اور احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 289

مظلوم مسلمانوں اور فلسطین کیلئے دعا کی تحریک 303، 304، 321

غزوہ تبوک کے موقع پر آپؐ کا چندے کی تحریک فرمانا 341، 342

جلسہ سالانہ برطانیہ کے کامیاب انعقاد کیلئے دعا کی تحریک 455

افغانستان کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 743

نئے سال کے آغاز پر جماعت کو دعاؤں، تہجد، استغفار اور کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تحریک 773

تحریک جدید (دیکھئے "چندہ جات")

ترجمہ

مولانا محمد عمر صاحب کے خطبات کے تراجم کے کام کی خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا تعریف فرمانا 60

مولوی محمد نجیب خان صاحب کو رسالہ الوصیت اور قائدہ یسرنا القرآن کا ملیالم میں ترجمہ کرنے کی سعادت نصیب ہونا 152

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا جلسہ سالانہ کی تقاریر کے ترجمہ کیلئے انجینئرز کی ایک ٹیم تیار کرنا، منیر فرخ صاحب کا اس ٹیم کا منتظم اعلیٰ مقرر کرنا 183

کونوك بَيْك اومُر بَيْكوف (Konokbek Omurbekov) صاحب کا پندرہ دن کے اندر مکمل قرآن کو پڑھ کر قرآن کریم کے رشین ترجمہ کی بعض اغلاط کی نشاندہی کرنا 185

ڈاکٹر نظام الدین بُدھن صاحب کا ملفوظات اور خطبات کا ترجمہ کر کے افراد جماعت کو دینا 211

فتحی عبد السلام صاحب کا حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب حیات محمدؐ کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنا 420

ہاؤسا زبان میں پہلی مرتبہ جلسہ کی تقاریر کا ترجمہ ہونا 479

عائشہ عنبر صاحبہ کو حضور انور کے خطبات کا جاپانی میں لائیو ترجمہ کرنے اور subtitling کرنے کی سعادت حاصل ہونا 675

تربیت

احمدی بچوں کی تربیت، دس سالہ بچے کا اپنی بچی توڑ کر چندہ وقف جدید کی ادائیگی کرنا 26

عمرؓ بچوں کی تربیت کیلئے اوران کی عقلیں تیز کرنے کیلئے ان سے مختلف امور میں مشورے طلب کیا کرتے تھے 692

ترقی

جماعت کی ترقی واضح ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات حضورؑ کے ساتھ ہیں 194

پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ، درود بھیجنا 264

زراعت کی ترقی کیلئے عمرؓ کا کردار 395

تعبیر الرؤیا

خواب میں آپؐ کے پاس دودھ لایا جانا، آپؐ کا بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دینا، آپؐ کا اس کی تعبیر فرمانا کہ علم ہے 641، 642

حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے بعد امت کے سب سے بڑے تعبیر الرؤیا کے عالم تھے 715

حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کے متعلق خواب دیکھنا کہ مکہ میں چاند اترا ہے، اس خواب کی تعبیر 718

تعلیم

عمرؓ کے دور میں تعلیم کا نظام 404، 405

غلاموں کی آزادی کے حوالہ سے اسلامی تعلیم 609، 610

تفسیر

عالم بیداری (کشف) میں علیؓ کا حضورؑ کو ایک تفسیر دینا 45

عمرؓ کا دورِ جاہلیت کے اشعار کے متعلق کہنا کہ ان میں قرآن مجید کی تفسیر موجود ہے 699

تقدیر الٰہی

مصلح موعودؓ کی "تقدیر الٰہی" کے موضوع پر تقریر کا خلاصہ 116

مصلح موعودؓ کی کتاب "تقدیر الٰہی" پڑھنے کی تلقین 117

تقدیر الٰہی سے فرار کے متعلق سوال کا جواب، ہم خدا کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں 684، 685

تقریر / تقاریر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا جلسہ سالانہ کی تقاریر کے ترجمہ کیلئے انجینئرز کی ایک ٹیم تیار کرنا 183

حضور انور کا جلسہ کے دوران ہر مقرر کی تقریر سننے کی ہدایت فرمانا، نہ کہ صرف اپنی پسند کے مقرر کی تقریر سنیں 463

ہاؤسا زبان میں پہلی مرتبہ جلسہ کی تقاریر کا ترجمہ ہونا 479

حضورؑ کا آپؐ کی محبت اور شیخین کے بلند مقام کے متعلق مسلسل 6 گھنٹے تقریر کرنا 703، 704

تقویٰ

تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں 238

قبولیت دعا کیلئے تقویٰ ایک غیر منفک شرط ہے 238

اصل شئے تقوی اللہ ہے احکام سب تقویٰ اللہ کے پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں 641

حضرت عمرؓ کی عاجزی اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار 663 تا 665

تقویم ہجری

تقویم ہجری (کیلنڈر) کس سال میں ہوئی؟ 407

تلاوت قرآن کریم

آپؐ کا صحن کعبہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمانا 53

تلاوت قرآن کریم کرتے ہوئے منافقین کا حضرت عثمانؓ پر حملہ کرنا اور آپؓ کو شہید کرنا 158، 159

حضرت ابو بکرؓ کا تلاوت قرآن کریم کرتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو تھام نہ سکنا 736

حضرت ابو بکرؓ کی تلاوت سے قریش کی عورتوں کا متاثر ہونا 737

تلوار

اسلام کا تلوار کے زور سے پھیلنے کا اعتراض 501

خلیفہ رابعؒ کا ملک سلطان رشید صاحب کو احمدیت کیلئے ننگی تلوار قرار دینا 538

اہل ایلیا سے معاہدہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، جزیہ زبردستی نہیں لیا جاتا تھا 561

تہجد

چندوں کی ادائیگی کیلئے تہجد میں دعاؤں کے نتیجہ میں بند کاروبار کا دوبارہ آغاز ہونا 25

چندے کے ٹارگٹ میں کمی کی وجہ سے تہجد میں دعا کرنا، ایک فیملی کا ایک ہزار پونڈ چندہ ادا کر دینا 27

جنگوں کے دوران بھی مسلمانوں کا نماز اور تہجد ادا کرنا 583، 584

نئے سال کے آغاز پر تہجد کا خاص اہتمام کرنے کی تحریک 773

توبہ

بندہ کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی 271
توبہ و مغفرت کی وضاحت، توبہ کے معانی 272، 273
توبہ اور اللہ تعالیٰ کی صفت توّاب 273

توسیع

مسجد نبوی کی مختلف ادوار میں توسیع کی تفصیل 175 تا 180
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر نو 387، 388

توکل علی اللہ

توکل کا مفہوم و معنی 122
توکل کے ترکِ اسباب کا نام نہیں 122
صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ کا توکل علی اللہ 624

توہین رسالت

توہین رسالت کے قانون کے بہانے احمدیوں پر ظلم کیا جانا 17

ٹوپی

حضرت عمرؓ کی پرانی ٹوپی پہننے سے قیصر کا سر درد ٹھیک ہونا 687، 688

ٹوئٹر (Twitter)

ٹوئٹر پر ایک لاکھ سے زائد لوگوں کا ایم ٹی اے کا پیج وزٹ کرنا 481

ٹیکس

حضرت علیؓ کی ٹیکس وصولی کے متعلق عامل سابور کو ہدایت 10
ٹیکس ادا کرنے کی بجائے چندہ وقف جدید ادا کرنا، چندہ کی برکت سے ٹیکس والوں کی معذرت کہ آپ کے ذمہ کوئی ٹیکس نہیں تھا 28
بادشاہ جب کسی علاقے سے ہٹتے ہیں تو اس کے ٹیکس واپس کرنے کی بجائے لوٹ مار کرتے ہیں 554

ثرید

قحط کے دنوں میں حضرت عمرؓ کا لوگوں کو ثرید کھلانا 384، 385

جان / جانی

اللہ کے راہ میں جانوں اور مالوں سے جہاد کی وصیت 4
احمدی ناموس رسالت کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے والے ہیں 17
آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی 361

جانور

حضرت علیؓ کا جانور پر سوار ہونے کا طریق..... 11
حُلَیْس بن علقمہ کا آپؐ سے بات کرنے کیلئے آنا، آپؐ کا صحابہ کو قربانی کے جانور اس کے سامنے اکٹھے کرنے کا حکم دینا 71
حضرت عمرؓ کی جانوروں پر شفقت اور رحمدلی کے واقعات 696

جزیہ

حضرت علیؓ کی جزیہ کی وصولی کے متعلق عامل سابور کو ہدایت 10
مسلمانوں کا حمص کے عیسائیوں کو ان کی حفاظت کیلئے لیا گیا جزیہ واپس کرنا، عیسائیوں کا متاثر ہونا 544، 545، 553، 554
اہل ایلیا سے جزیہ زبردستی نہیں لیا جاتا تھا 561

جلاوطن

حضرت عمرؓ کا نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں کی زمینیں اور باغات خرید کر ان کو جلاوطن کر دینا 382

جلسے / جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ 1908ء کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ کے پُر مغز خطاب کے مضامین کا خلاصہ 111، 112
حضرت مصلح موعودؓ کی "تقدیر الٰہی" کے موضوع پر جلسہ سالانہ کے موقع پر کی جانے والی تقریر کا خلاصہ 116
حضرت مصلح موعودؓ کی جلسہ سالانہ 1920ء کے موقع پر "ملائکۃ اللہ" کے موضوع پر تقریر، اس کا خلاصہ 118
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا جلسہ سالانہ کی تقاریر کے ترجمہ کیلئے انجینئرز کی ایک ٹیم تیار کرنا 183
منیر فرخ صاحب کو جلسہ سالانہ یوکے پر باقاعدگی سے ٹرانسلیشن کا کام کرنے کی توفیق ملنا 183
جلسہ سالانہ جرمنی میں شرکت کی برکت سے بینائی کا کسی حد تک واپس لوٹ آنا 223
27 مئی کو خلافت کے متعلق جماعت میں جلسے منعقد ہونا 310
جلسہ سالانہ برطانیہ کے کامیاب انعقاد کیلئے دعا کی تحریک 455
امسال جلسہ سالانہ برطانیہ میں وباء کی وجہ سے شاملین کی محدود تعداد ہونا 455
حضور انور کا جلسہ اور مہمان نوازی کے حوالے سے ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا 455 تا 463

جلسہ کے شاملین حضورؑ کے مہمان ہیں 456
حضور انور کی شاملین جلسہ کے متعلق ہدایت 456
ضد کر کے جلسہ میں شمولیت کا پاس حاصل کرنے کی خواہش کرنے والوں کی رہنمائی 459، 460
خراب موسم کی شکایت کرنے والوں کو قادیان اور ربوہ کے جلسہ سالانہ کی مثال دے کر سمجھانا 460، 461
ابتداء میں لوگوں کا اسلام آباد میں گھاس پر بیٹھ کر جلسہ سننا کرنا، بارش کا پانی جلسہ گاہ میں داخل ہونے پر کیچڑ میں سجدے کرنے پڑتے تھے 461
جلسہ کے بعض انتظامی امور کے متعلق ہدایات 461، 462
جلسہ کے دنوں میں ذکر الٰہی کرنے کی طرف توجہ دلانا 462
جلسہ کے دنوں میں موسم کیلئے دعا کرنے کی تلقین 463
جلسہ کے دوران ہر مقرر کی تقریر سننے کی ہدایت 463
شاملین جلسہ کو جلسہ کے ماحول سے بھرپور استفادہ کرنے کی نصیحت 463
جلسہ برطانیہ کا کامیاب انعقاد اور اللہ تعالیٰ کے افضال 464
جلسہ سالانہ کی انتظامیہ کا جلسہ کی تیاری میں بے دلی سے کام کرنا، حضور انور کا انتظامیہ کو زیادہ زور دے کر سمجھانا 464
حضور انور کا جلسہ کے بعد جمعہ میں کارکنان کا شکریہ ادا کرنا 465
جلسہ کے دوران بارش کی وجہ سے کار پارکنگ کا مسئلہ، کارکنان کا محنت سے کام کرنا، حضور انور کا تعریف فرمانا 465
حضور انور کا تمام کارکنان جلسہ کا شکریہ ادا کرنا 465، 466
جلسہ کے متعلق مختلف لوگوں کے تاثرات 466 تا 481
امسال پہلی مرتبہ 22 ممالک کا لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہونا 466
امسال جلسہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے افضال نازل ہونا 466
غیر از جماعت دوست کا جلسہ کے کارکنان کے کام سے متاثر ہونا 467
جلسہ کے ذریعہ جماعت کے متعلق کافی غلط فہمیوں کا دور ہونا 469
جلسہ کے دوران بجلی کا جانا، دعا کے بعد معجزانہ طور پر بجلی کا واپس آنا 469
مختلف ممالک کا ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ میں شامل ہونا 469
جلسہ سالانہ کی وجہ سے تمام شکوک و شبہات دور ہونا 470
جلسہ کے باعث مذہب سے لگاؤ پیدا ہونا 473
جلسہ سالانہ کے موقع پر نو ممالک سے اہم شخصیات کے خیر سگالی کے پیغامات موصول ہونا 479
جلسہ کے ذریعہ جماعت کے خلاف ہونے والے غلط پروپیگنڈا کی حقیقت کھلنا 480
جلسہ کی پریس کانفرنس اور میڈیا کے ذریعہ کوریج کی رپورٹ 480
جلسہ سالانہ جرمنی کا آغاز، حضور انور کا اختتامی سیشن سے خطاب کرنے کا اعلان فرمانا 598

جماعت احمدیہ (دیکھئے "احمدیت")

جمعۃ المبارک

نئے سال کے پہلے دن اور پہلے جمعہ کے موقعہ پر حضور انور کی جماعت کو دعا کی تحریک 15
حضرت عثمانؓ کے دور میں جمعہ کے دن دوسری اذان کا اضافہ ہونا، اس اضافے کی تفصیل 215، 216
عید کے روز جمعہ کی نماز سے رخصت کے بارے میں مختلف روایات کا تجزیہ 216
جمعہ کے دن عید آنا، اللہ تعالیٰ کا دو عیدیں اکٹھی کرنا 216
جمعہ کے دن عید کی صورت میں نہ جمعہ پڑھا جائے نہ ظہر ادا کی جائے، اس کے متعلق مزید تحقیق کی ضرورت ہے 216، 217
آپؐ کا فرمانا کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو چاہیئے کہ وہ غسل کرے 217
رمضان کا آخری جمعہ اور جماعت کی ذمہ داریاں 287
دو عیدوں کے دن (عرفہ اور جمعہ) آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ..... کا نازل ہونا 697

جنازہ

حضرت امّ کلثوم کے جنازہ کی تفصیل 57
حضرت عثمانؓ کے جنازے پر باغیوں کا پتھر برسانا 165
حضرت عمرؓ کا جنازہ اور تدفین 617
حضرت عمرؓ کا منافقین کا جنازہ نہ پڑھنے کا مؤقف اور آیت قرآنی کا نزول ہونا کہ تُو کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھ..... 632، 633
حضرت عمرؓ کا منافقین کا جنازہ نہ پڑھنا 640

جنت / جنتی

آپؐ کا حضرت علیؓ کو جنت میں باغ کی بشارت دینا 12
جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے، علیؓ، عمارؓ، سلمانؓ 12

آپؐ کا دس صحابہؓ کو جنت کی بشارت دینا 13
آپؐ کا فرمانا جنت کے جس درجہ میں مَیں ہوگا اسی درجہ میں علیؓ اور فاطمہؓ ہوں گے 13
تین مواقع پر آپؐ کا حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمانا کہ آپؓ نے جنت خرید لی ہے 83
حضرت عثمانؓ کی آپؐ کے ساتھ جنت میں رفاقت کے متعلق مختلف روایات..... 174
مسجد نبوی کی توسیع کے دوران حضرت عثمانؓ کا زمین کا ٹکڑا خرید کر مسجد میں شامل کرنا، آپؐ کا آپؓ کو جنت کی بشارت دینا 175
جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مسجد کی تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اجر میں اس کے لیے ایسا ہی محل جنت میں تعمیر کروائے گا 178، 179
درود پڑھنا چھوڑنے والا جنت کی راہ کھو دیتا ہے 264
حضرت عمرؓ کو جنت کی بشارت دی جانا 629، 630، 668
آپؐ کا ابوہریرہؓ کو اپنے جوتے بطور نشانی دے کر بھجوانا، سب سے پہلے توحید پر قائم جو شخص ملے اسے جنت کی بشارت دینا 668
آپؐ کا حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کے متعلق فرمانا کہ انبیاء و مرسلین کے علاوہ یہ دونوں جنت کے اولین و آخرین کے سردار ہیں 672

جنگ / جنگیں

آپؐ علیؓ کو جب جنگ پر بھجواتے تو جبرائیل آپؐ کے دائیں اور میکائیل بائیں طرف ہوتے تھے 7
ہر جنگ میں آپؐ کے علمبردار سعد بن عبادہؓ ہوتے تھے 10
غزوہ خیبر کے موقع پر آپؐ کا علیؓ کو اسلام کا جھنڈا دینا 10
کووڈ کی وجہ سے چھوٹے ملکوں کی معیشت پر قبضہ کیلئے سرد جنگ کا شروع ہونا 15، 16
تیر و تلوار کی جنگ میں حضرت علیؓ سے حیرت انگیز واقعات ظاہر ہونا 45
غزوہ بنو غطفان کی تفصیل 65، 66
غزوہ ذات الرقاع کا پس منظر و تفصیل 78، 79
حضور انور کا غزوہ ذات الرقاع کے متعلق ریسرچ سیل کا ایک نوٹ پڑھ کر سنانا 79
ایک جنگ کے موقع پر عثمانؓ کا چودہ سو اونٹ غلّہ سمیت خرید کر آپؐ کی خدمت میں پیش کرنا 201
غزوہ خندق کے دوران آپؐ سے کتنی نمازیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں ان کی تعداد کے متعلق اختلاف ہونا 236، 327
غزوہ بنو مصطلق کی تفصیل 323 تا 328
حضرت عمرؓ کے غزوات اور سرایا کا ذکر 295، 322 تا 332
غزوہ حمراء الاسد کی تفصیل 322، 323
کتب سیر کے مطابق سب سے پہلی مرتبہ پرچم کا ذکر غزوہ خیبر میں ملتا ہے 338
اسلام میں جنگی قیدیوں کے علاوہ غلام بنانے کی ممانعت 383
حضرت عمرؓ کے دور کی جنگیں اور فتوحات 412 تا 419، 426 تا 452
مسلمانوں پر بلاوجہ جنگ کرنے کے الزام کا جواب 483، 484
کتاب الاکتفاء اسلامی جنگوں پر مشتمل کتاب 572
جنگوں کے دوران بھی مسلمانوں کا نماز اور تہجد ادا کرنا 583، 584
حضرت عمرؓ کا غزوات کے متعلق آپؐ کو مشورہ دینا اور آپؐ کا اس مشورہ کو قبول فرمانا 634
غزوہ سے واپسی پر لونڈی کا آپؐ سے دف بجانے کی نذر مانگنے کا ذکر کر کے اجازت طلب کرنا 669، 670

جنگ احد

غزوہ احد کی تفصیل 66، 67
منافقین کا حضرت عثمانؓ پر اعتراض، آپؓ جنگ بدر، جنگ احد اور بیعت رضوان میں شامل نہیں ہوئے، اس کا جواب 174، 175
غزوہ احد کے موقع پر آپؐ کی وفات کی افواہ پھیلنا اور صحابہؓ کے ایک گروہ کا جنگ میں مایوس ہو کر بیٹھ جانا..... 301
غزوہ احد کے موقع پر حضرت عمرؓ کا چند مہاجرین کے ہمراہ گھاٹی پر حملہ کرنے والے مشرکین سے مقابلہ کر کے ان کو بھگا دینا... 302
غزوہ احد کے موقع پر آپؐ کا دعا فرمانا، اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا یَنْبَغِیْ لَھُمْ اَنْ یَّعْلُوْنَا 302
غزوہ احد کے موقع پر حضرت عمرؓ کا ابوسفیان کو جواب دینا، محمدؐ زندہ ہیں، ابوسفیان کا اُعْلُ ھُبَلْ کا نعرہ لگانا، آپؐ کا صحابہ کو کہنا جواب دو اللہ اَعْلٰی وَ اَجَلّ..... 302، 303
غزوہ احد کے بعد منافقین اور یہود کا مدینہ میں جشن منانا 303

جنگ بارو سما

جنگ بارُوسمَا کی تفصیل 416، 417

جنگ بدر

حضرت ابو بکرؓ کا بدر کے موقع پر آپؐ کی حفاظت کیلئے ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو جانا 9

جنگ بدر کے دوران آپؐ کی حفاظت کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا شمشیر لے کر آپؐ کے پاس کھڑے ہونا 37

حضرت عثمانؓ کا جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکنا مگر آپؐ کا بدر کے مال غنیمت میں سے آپ کو حصہ دے کر بدر میں شامل قرار دینا 48، 65

حضرت عثمانؓ غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکے، رقیہؓ کی تیمار داری کیلئے مدینہ میں ٹھہرنا پڑا 65

غزوہ بدر میں صحابہؓ کے پاس ستر اونٹ تھے، ایک اونٹ تین آدمیوں کیلئے مقرر تھا، ہر ایک باری باری سوار ہوتا 295

بدر کے موقع پر صحابہؓ کا آپؐ کو جواباً کہنا کہ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے..... 295، 296

بدر کے قیدیوں کے متعلق آپؐ کا صحابہؓ سے مشورہ 296 تا 299

جنگ تبوک

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمانؓ کی مالی قربانی، آپؐ کا فرمانا آج کے بعد عثمان جو بھی کرے اسے کوئی ضرر نہیں 82، 83

غزوہ تبوک کے موقع پر آپؐ کا چندے کی تحریک فرمانا، حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ پر سبقت کی خواہش کرنا..... 341، 342

غزوہ تبوک میں حضرت عمرؓ کا کردار 341، 342

جنگ تُسْتُر

جنگ تُسْتُر کی تفصیل 447 تا 452

جنگ جسر / جنگ بُوَیب

جنگ جِسر کی تفصیل 417 تا 419، 426 تا 428

جنگ جسر کو جنگ بُوَیب بھی کہا جانا 426

جنگ جلولاء

جنگ جلولاء کی تفصیل 443، 444

جنگ جُنْدَی سَابُور

جنگ جُنْدَی سَابُور کی تفصیل 482 تا 484

جنگ رامَهُرْمُزْ

جنگ رامَهُرْمُزْ کی تفصیل 447

جنگ رَے

جنگ رَے کی تفصیل 498، 499

جنگ سقاطیہ

جنگ سقاطیہ کی تفصیل 416

جنگ عراق

عراق کی جنگ کی تفصیل 414، 415

جنگ فجار

جنگ فجار کی وجہ تسمیہ و تفصیل 246

جنگ قادسیہ

جنگ قادسیہ کی تفصیل 428، 429

جنگ قادسیہ کے دوران ہاتھیوں کا دریا میں کود جانا 436

جنگ قادسیہ کے بعد مسلمانوں کے وسعت حوصلہ کی عمدہ مثال، دشمنوں سے جا کر نہ ملنے والوں کو ان کی زمینیں آباد کرنے کیلئے واپس بلا لینا 437، 438

جنگ نمارِق / کَسْکَر

جنگ نمارِق / جنگ کَسْکَر کی تفصیل 415، 416

جنگ نہاوند

جنگ نہاوند کو فتح الفتوح بھی کہا جانا 485

جنگ نہاوند کی تفصیل 485 تا 493

جنگ نہروان

حضرت علیؓ کا قطامہ بنت سجنہ بن عدی کے باپ اور بھائی کو جنگ نہروان میں قتل کرنا 3

جنگ یرموک

جنگ یرموک کی تفصیل 543 تا 555

جنگل

بندہ کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی، اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ جس کو جنگل بیابان میں گمشدہ اونٹنی مل جائے 271

احمدی بچے کا والد کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا اور چندہ ادا کرنا 654، 655

جنین

حضرت عمرؓ کا جنین کے اسقاط کی دیت ایک غلام یا لونڈی کی قیمت مقرر کرنا 667

حضرت عمرؓ کا عورت کے جنین کے اسقاط کی صورت میں دیت کے متعلق مشورہ کرنا 667

جہاد

خدا تک پہنچنے کے پانچ ذرائع، ایک ذریعہ جہاد بالمال 21

عثمانؓ کا حکام اور مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینا 147، 148

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو بلا کر وصیت فرمانا کہ لوگوں جہاد کی ترغیب دے کر مثنیٰؓ کے ساتھ بھجوا دینا..... 413

جہنم

رمضان کا آخری عشرہ جہنم سے نجات دیتا ہے 263، 273

جوش

جوش نفسانی اور للہی جوش میں فرق کے متعلق علیؓ کا سبق آموز واقعہ 14

جھنڈا (دیکھئے "پرچم")

چاند

حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کے متعلق خواب کہ مکہ میں چاند اترا ہے 718

حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کے متعلق رؤیا دیکھنا کہ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرا ہے 719

چٹائی

مسجد نبوی میں چٹائیاں بچھانے کے سلسلہ کا آغاز 387

چکی

مدینہ میں پہلی مرتبہ چکی کا لگنا..... 360، 361

عمرؓ کا اَبُولُؤلُؤہ سے ہوا سے چلنے والی چکی بنانے کے متعلق دریافت کرنا، اس کا جواب دینا کہ آپ کیلئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا لوگ چرچا کرتے رہیں گے 602

چندہ جات

کیا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو انسانی پیسے کی ضرورت ہے..... 18

وقف جدید میں مالی قربانی کرنے والوں کے واقعات 21 تا 29

چندوں کی ادائیگی میں مستقل مزاجی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کی آمدنی بڑھاتا چلا جاتا ہے 22

وقف جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان 29

حضور انور کا چندہ وقف جدید کے سلسلہ میں لجنہ اماء اللہ کے کام کی تعریف فرمانا، مردوں کا بھی لجنہ کی طرح محنت کرنا 29

وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والے ممالک کے تفصیل 29 تا 31

رسول کریمؐ کے چندہ مانگنے پر حضرت علیؓ کا باہر جا کر گھاس کاٹنا اور اسے بیچ کر چندہ ادا کرنا 36

حضرت منشی مہر دین صاحبؓ کا نام مینارۃ المسیح پر چندہ دہندگان میں درج ہونا 304

غزوہ تبوک کے موقع پر آپؐ کا چندے کی تحریک فرمانا، حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ پر سبقت کی خواہش کرنا..... 341، 342

تحریک جدید کے چندہ کی برکت کے واقعات 649 تا 658

کووڈ کی وجہ سے کام نہ ملنا، چندہ تحریک جدید ادا کرنے سے چار نئے کنٹریکٹ اور جاب مل جانا 655، 656

حضور انور کا افراد جماعت کو چندے کی اہمیت اور مقاصد سے آگاہ کرنے کی ہدایت فرمانا 657

ایک شخص جو چند فرانک بھی چندہ دیتا ہے وہ اس کا بہترین اجر پاتا ہے 658

تحریک جدید کے نئے (88ویں) سال کے آغاز کا اعلان 658

تحریک جدید میں نمایاں کام کرنے والے ممالک کی تفصیل 659، 660

تحریک جدید کے اعلان کے وقت مصلح موعودؓ کا جماعت سے ایک سالن استعمال کرنے کا مطالبہ کرنا 662

چوڑیاں

ایک خاتون کا ایم ٹی اے کیلئے اپنی ساڑھے تین لاکھ روپے مالیت کی چوڑیاں قربان کر دینا 222

چوکیاں

حضرت عمرؓ کا چوکیاں اور مہمان خانے وغیرہ تعمیر کرانا 401

حاکم

حضرت علیؓ کی وصیت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑنا، ورنہ تم میں سے بُرے تمہارے حاکم بن جائیں گے 5

حج

حضرت عثمانؓ کا خط حج کے موقع پر مسلمانوں کا سنایا جانا اور حکام اور مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینا 147، 148

حضرت عثمانؓ کا وفات سے ایک سال قبل حج کرنا 155

آخری زمانے کے نشانات کا پورا ہونا، حج سے روکا جانا..... 191

جبلہ کا حج کے موقع پر ایک مسلمان کو تھپڑ مارنا..... 374

آپؐ کا حج کے دنوں میں اوس و خزرج کے قبائل کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کرنا، حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کے ہمراہ ہونا 741 تا 743

حجر اسود

آپؐ کا حجر اسود کے پاس حضرت عمرؓ کو فرمانا، اے عمر! یہ وہ جگہ

ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں 638
حضرت عمرؓ کا حجر اسود کو بوسہ دینا، یہ وہ جگہ ہے جہاں آپؐ نے آنسو بہائے تھے 638
حضرت عمرؓ کا حجر اسود کو بوسہ دینا اور کہنا میں تجھے نہ چومتا اگر آپؐ کو تجھے چومتا نہ دیکھا ہوتا 639

حدیث

خونی مہدی کے متعلق حدیثوں کے مخدوش ہونے کے بارے میں محمد حسین بٹالوی کا اقرار 192
حضرت عثمانؓ کا روایات حدیث میں حد درجہ محتاط رہنا 217
خندق کھودنے کے حوالہ سے ہماری کسی معتبر حدیث میں چار نمازیں جمع کرنے کا ذکر نہیں 327

حرام

قحط کے سالوں میں حضرت عمرؓ کا بعض اشیاء کو اپنے اوپر کھانا حرام کر لینا 385
حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب حرام کرنا..... 717،718

حرم

حضرت عثمانؓ کا حرم کے نشانات کی از سر نَو تجدید فرمانا 180

حسد

دولت کے آنے سے مسلمانوں میں حسد اور بغض بڑھنا 444
حضرت عمرؓ کا خمس کا مال دیکھ کر رونا، کہیں یہ دولت تم لوگوں میں حسد پیدا نہ کر دے..... 444

حسن ظن

سب خدمت کرنے والوں پر حسن ظن ہونا چاہئے 458

حفاظت

حضرت ابو بکرؓ کا بدر کے موقع پر آپؐ کی حفاظت کیلئے ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو جانا 9
مصر میں نماز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کے سر کاٹنا، حضرت عمرؓ کا حفاظت کا انتظام نہ کرنے پر اظہار ناراضگی 611
آپؐ کا بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر ابو بکرؓ، علیؓ کو ایک ایک گھاٹی پر حفاظت کیلئے کھڑا کرنا 748

حق / حقوق

پڑوسیوں کے حقوق کے متعلق آپؐ کی وصیت، صحابہؓ کو گمان ہوا کہ آپؐ پڑوسیوں کو وارث ہی نہ بنا دیں 4
اسلام ہی ہے جس نے ملکی حقوق بھی قائم کئے 391،392
عورتوں کے حقوق کے متعلق حضور انور کے خطاب سے لوگوں کا متاثر ہونا 467،468،479،480

حکم

آپؐ کا فرمانا اللہ کے احکام کی تعمیل و تنفیذ میں امت میں سے سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں 198
حکم ادب و احترام پر فوقیت رکھتا ہے 260
امیر کے حکم کی عمدہ اطاعت کی مثال 492

حلف الفضول

حضرت ابو بکرؓ کا حلف الفضول معاہدہ میں شامل ہونا 716

حملہ

حضرت علیؓ پر حملہ کی تفصیلات 1،6
معاویہؓ کا رومی بادشاہ کو ہوشیار کرنا، تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ کی طرف سے پہلا جرنیل جو تمہارے مقابلہ میں نکلے گا وہ میں ہوں گا 40
باغیوں کا حضرت امّ حبیبہؓ پر حملہ کرنا 142،143
باغیوں کا حضرت عثمانؓ پر حملہ کی کوشش کرنا..... 149،150
منافقین کا حضرت عثمانؓ کو تلاوت کرتے ہوئے شہید کرنا 158،159
سودان نامی شخص کا حضرت عثمانؓ پر تلوار سے حملہ کرنا 160
شیطان کے حملوں سے محفوظ رہنے کیلئے استغفار اہم چیز 270
حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ کی تفصیل..... 359 تا 361
رحمت اللہ صاحب کا مسجد پر حملے کے موقع پر بہادری سے حکومت اور مخالفین کا سامنا کرنا 776

خاتم النبیینؐ

حضرت علیؓ کا خاتم النبیین کی قراءت درست کروانا، خاتم کو تاء کی زبر کے ساتھ پڑھا کرو 34

خدام الاحمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا 1970ء کے اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے خطاب 97
چوہدری حمید اللہ صاحب کے دور صدارت میں خدام الاحمدیہ کے ہر شعبہ کا نمایاں ترقی کرنا 97،98
مجلس خدام الاحمدیہ کی زندگی قیامت تک کے لیے ممتد ہے 98

خراج

حضرت عمرؓ کا یہودیوں اور عیسائیوں سے یمن کی خراجی زمین خریدنا 382

حضرت عمرؓ کا خراج کی وصولی اور قواعد وضوابط مرتب کرنا 395

خزانہ

عمرؓ کے دور میں خزانے کے افسر مقرر کئے جانے 398، 399

خشیت الٰہی

حضرت عمرؓ کی خشیت الٰہی کے متعلق روایات 678، 679، 690

خط / خطوط

حضرت عثمانؓ کے گھر کے محاصرہ کے دوران آپؓ کا تمام والیانِ صوبہ جات کے نام خط روانہ کرنا 144 تا 146

حضرت عثمانؓ کا خط حج کے موقع پر مسلمانوں کا سنایا جانا 147، 148

حضور انور کو روزانہ لوگوں کے خطوط آنا، ہم دعا کرتے ہیں کام کی کوشش بھی کرتے ہیں مگر دعا قبول نہیں ہوتی..... 235

حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک عورت کو خط دے کر مکہ روانہ کرنا، اس کی تفصیل 340، 341

حضرت عمرؓ کا عورتوں کی مدد کرنا، گھر گھر جا کر ان کے خاوندوں کے خطوط پڑھ کر سنانا..... 372، 373

انڈونیشیا کے وزیر کا کم بارشوں کی وجہ سے ڈیم بند ہونے کے متعلق خلیفہ رابع کو دعا کا خط لکھنا، اگلے ہی دن موسلا دھار بارش ہونا اور ڈیم بھر جانا 540

شام میں سپاہیوں کی کمی، حضرت عمرؓ کا ابو عبیدہؓ کو خط لکھ کر عمرو بن معدب کو بھیجنے کی اطلاع دینا 571

دریا میں حضرت عمرؓ کا خط ڈالنے سے دریا کا پانی چل پڑنا 686، 687

خط منظور

قریشی محمد فضل اللہ صاحب کا جماعت کی طرف سے خط منظور میں شائع ہونے والے قرآن کریم کے سافٹ ویئر کی تیاری میں بہت خدمات سرانجام دینا 304، 305

خطاب / خطابات / خطبہ / خطبات

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حسنؓ کا خطاب 6

مولانا محمد عمر صاحب کے خطبات کے تراجم کے کام کی خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا تعریف فرمانا 60

حضرت عثمانؓ کا خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلا خطاب 90، 91

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا 1970ء کے اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے خطاب 97

چوہدری حمید اللہ صاحب کیلئے بطور صدر خدام الاحمدیہ کی الوداعی تقریب میں خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا خطاب فرمانا 98، 99

جلسہ سالانہ 1908ء پر حضرت مصلح موعودؓ کا پُر مغز خطاب "ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں" کا خلاصہ 111، 112

حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر الٰہی کے موضوع پر خطاب، اس کے مضامین کا خلاصہ 112 تا 114

حضرت مصلح موعودؓ کے خطاب "ربوبیت الٰہی ہر چیز پر محیط ہے" کے مضامین کا خلاصہ 113، 114

ملک یوسف سلیم صاحب کا خلیفۃ المسیح کے خطبات، خطابات پروگراموں کی رپورٹس دورہ جات کی رپورٹس تیار کرنا 333

حضرت عمرؓ کا خلیفہ بننے کے بعد پہلا خطاب 356 تا 358

عورتوں کے حقوق کے متعلق حضور انور کے خطاب سے لوگوں کا متاثر ہونا 467، 468، 479، 480

گنی کناکری میں بجلی کی قلت، حضور انور کے خطاب سننے کے دوران بجلی بند ہو گئی، دعا کی گئی کہ معجزانہ طور پر بجلی آجائے، بجلی آگئی، حضور انور کے خطاب کے فوراً بعد دوبارہ بجلی بند ہو گئی 469

لوگوں کا حضور انور کے خطابات سے متاثر ہونا 471، 472، 475 تا 478

جلسہ سالانہ جرمنی کا آغاز، حضور انور کا اختتامی سیشن سے خطاب کرنے کا اعلان فرمانا 598

عائشہ عنبر صاحبہ کو حضور انور کے خطبات کا جاپانی میں لائیو ترجمہ کرنے اور subtitling کرنے کی سعادت حاصل ہونا 675

خلاصہ

تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں 238

شرائط بیعت اسلام کا خلاصہ ہیں 474

خلافت / خلیفہ

حضرت علیؓ کا دور خلافت چار سال اور آٹھ ماہ رہا 7

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک رؤیا، میں علیؓ کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں، خوارج کا گروہ میری خلافت کا مزاحم ہے آپؓ نے مجھے فرمایا یَا عَلِیُّ دَعْهُمْ وَاَنْصَارَهُمْ وَزِرَاعَتَهُمْ 39

آپؓ کی حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق پیشگوئی 83، 84، 86

حضرت عثمانؓ کے انتخاب خلافت کے لئے مجلس شوریٰ کا قیام 87، 88
حضرت عمرؓ کا اپنی آخری بیماری میں بعد میں آنے والے خلیفہ کو نصائح اور مجلس شوریٰ کے حوالہ سے ہدایات دینا 88، 89
انتخاب خلافت حضرت عثمانؓ کی تفصیل 89 تا 91
حضرت عثمانؓ کا خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلا خطاب 90، 91
حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں بھجوائی جانے والی مہمات اور فتوحات کی تفصیل 91، 92، 125 تا 127
حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اٹھنے والے فتنوں کے متعلق آپؐ کی پیشگوئی..... 127، 128
حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اختلافات کا آغاز اور ان کی مختلف وجوہات..... 128 تا 133، 141
آپؐ کے بعد بھی اسی رنگ میں سلسلۂ خلافت شروع ہوا جس طرح پہلے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوا 162
شہادتِ عثمانؓ اور خلافت کی اہمیت 163، 164
سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا بتانا کہ خلافت انصار کی بجائے مہاجرین میں ہوگی 218
خلافت احمدیہ سے منسلک ہونا ہر احمدی پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے 310
27 مئی کو یوم خلافت کے نام سے یاد رکھا جانا 310
27 مئی کو خلافت کے متعلق جماعت میں جلسے منعقد ہونا 310
خلافت کی نعمت پر ہر احمدی کو ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں گزارنا چاہئے 313
اللہ تعالیٰ کا مسیح موعودؑ کو الہاماً خلافت کے سلسلہ کا وعدہ فرما کر تسلی دلانا 314
خلیفہ اولؓ کا فیصلہ، قوم اور انجمن دونوں کا خلیفہ مطاع ہے 316
خلافت ثانیہ کا انتخاب، خلافت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا جماعت کو تمکنت عطا فرمانا 317
جماعت کے خوف کو خلافت کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا امن کی حالت میں بدلنا 318
مخالفین کا خلافت کو عضو معطل کرنے کا ارادہ کرنا..... 318، 319
آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق خلافت خامسہ کا آغاز ہونا 319
حکومت پاکستان کا مختلف طریقوں سے پابندی لگانا، اللہ تعالیٰ کا خلافت سے تعلق قائم کرنے کے نئے راستے کھول دینا 320
خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خلافت سے پہلے کی ایک تقریر 330
حضرت عثمانؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی وصیت میں حضرت عمرؓ کی خلافت کے متعلق فقرہ لکھنا اور حضرت ابو بکرؓ کا کوئی اعتراض نہ کرنا 353، 354
سویتو نو صاحب کے جلسہ کے متعلق تاثرات، حضور انور کا خطاب سن کے ہمارے خاندان میں خلافت سے محبت کی ایک نئی روح پیدا ہوئی ہے 476
سید طالع احمد شہید کا خلافت سے محبت کے متعلق ایک نظم لکھ کر اپنے دوست کو دینا 516
سید طالع احمد صاحب کا خلیفہ وقت کا مددگار بننے کے عہد کو پورا کرنا اور خوب نبھانا 517
سید طالع احمد شہید کی خلافت سے محبت اور خلافت کیلئے غیرت 521
خلفائے راشدین میں سے سب سے زیادہ شعر کے ذریعہ مثال دینے والے عمرؓ تھے 698
شیعوں کی ایک بات کا رڈ اور خلفاء راشدین کا بلند مقام 702، 703

خلق

آپؐ سے اخلاق میں سب سے زیادہ مشابہت حضرت عثمانؓ کی تھی..... 181، 182
مسلمانوں کی اخلاقی برتری کا واقعہ 574
مسلمانوں میں آپؐ کی بدولت جوش، عزم، استقلال، بلند حوصلگی اور دلیری پیدا ہونا، حضرت عمرؓ نے ان اخلاق کو مزید قوی کر دیا 588

خمس

حضرت عمرؓ کا خمس کا مال دیکھ کر رونا، کہیں یہ دولت تم لوگوں میں حسد پیدا نہ کر دے..... 444

خندق

خندق کھودتے ہوئے آپؐ کو مدائن، شام، یمن اور فارس کے محلات کی کنجیاں عطا ہونا، آپؐ کا ہر نعرہ تکبیر بلند کرنا 440، 441

خواب

آپؐ کا خواب میں حضرت علیؓ کو مخالفین کے خلاف دعا کرنے کا فرمانا 3
حضرت علیؓ کا حسنؓ کو اپنی خواب سنانا 3
حضرت علیؓ کا خواب میں آپؐ سے عرض کرنا امت کی طرف سے ٹیڑھے پن اور شدید جھگڑے کا سامنا ہے 3

حضرت علیؓ کا خواب میں مخالفین کے خلاف دعا کرنا..... 3
احمدی خاتون کا چندہ وقف جدید کی ادائیگی کرنا، اگلے دن خواب میں بتایا جانا کہ آج سے خدا تمہارے کاموں میں مدد کرے گا، چندے کی برکت سے فصل میں برکت پڑنا 27
حضرت عثمانؓ نے سارا غلہ صدقہ کر دیا، رات کو ابن عباسؓ کی خواب میں آپؓ کا غیر عربی گھوڑے پر پُر نور پوشاک پہن کر آنا اور فرمانا عثمانؓ نے ایک صدقہ کیا خدا نے اسے قبول کر لیا..... 85، 86
آپؐ کا فرمانا تم میں سے کسی نے خواب دیکھی ہے، ایک ترازو آسمان سے اترا آپؐ اور ابو بکرؓ کو تولا گیا تو ابو بکرؓ بھارے نکلے، عمرؓ اور ابو بکرؓ کو تولا تو ابو بکر بھاری نکلے.....، آپؐ کا اس خواب پر خوشی کا اظہار نہ کرنا 86، 673
آپؐ کا فرمانا آج ایک صالح شخص کو خواب دکھایا گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کو رسول اللہؐ سے، حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ سے، حضرت عثمانؓ کو حضرت عمرؓ سے جوڑ دیا گیا 87
لوگوں کا خواب کی بناء پر احمدیت قبول کرنا 93، 151، 228
مبارک احمد طاہر صاحب کا خواب کی بناء پر زندگی وقف کرنا 139
شہادت والے دن حضرت عثمانؓ کا روزہ سے ہونا، آپؐ کا خواب میں آکر فرمانا آج شام روزہ ہمارے ساتھ کھولنا 159
دس ہزار سے زائد لوگوں کا حضورؒ کو خواب میں دیکھنا اور آپؐ کا خواب میں حضورؒ کی تصدیق فرمانا 192
ایک رات حضورؒ کا کثرت سے درود شریف پڑھنا، خواب میں دکھایا جانا کہ فرشتے نور کی مشکیں مکان پر چھڑک رہے ہیں..... یہ وہی برکات ہیں جو تم نے آپؐ پر بھیجی ہیں 265
قحط کے ختم ہونے کے متعلق ایک شخص کو خواب میں آپؐ کا دعا کرنے کی طرف توجہ دلانا، نماز استسقاء ادا کی جانا 386، 387
ابو عبیدؓ کی بیوی کا آپؓ کی شہادت کے متعلق خواب آنا 417، 418
سید طالع احمد شہید کے والد صاحب کو سید طالع کی شہادت کے متعلق خواب آنا 522
سید طالع احمد شہید کی پیدائش سے قبل کسی خاتون کا خواب دیکھنا 523
سید طالع احمد کے بارے میں ایک خاتون کا خواب، نیلے کارڈ پر عربی میں اللہ اور انگریزی میں God لکھا ہونا 523
سید طالع احمد شہید کا اپنی شہادت کے متعلق دو خوابیں دیکھنا 524
سید طالع احمد شہید کا خواب، خدام الاحمدیہ کے کپڑے پہنے ہوئے اور جھنڈا اٹھائے جنت میں داخل ہو رہا ہوں 524
حضرت عمرؓ کی شہادت کے متعلق بعض خوابیں 591، 592، 594
حضرت عمرؓ کا اپنی شہادت کے متعلق ایک خواب، سرخ مرغ نے آپؓ کو دو مرتبہ چونچ ماری 594
اذان کے متعلق حضرت عمرؓ کا خواب دیکھنا 635
حضرت عمرؓ کے متعلق آپؓ کا خواب، کنویں کا ڈول بڑا ہو گیا ہے، عمرؓ نے پانی نکال کر سب لوگوں کو سیراب کیا 641
خواب میں آپؐ کے پاس دودھ لایا جانا، آپؐ کا بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دینا، آپؐ کا اس کی تعبیر فرمانا کہ علم ہے 641، 642
حضرت ابو بکرؓ کا علم تعبیر الرؤیاء میں سب لوگوں سے زیادہ علم رکھنا 715
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کے متعلق خواب دیکھنا کہ مکہ میں چاند اترا ہے، اس خواب کی تعبیر 718
ہجرت کے متعلق آپؐ کی خواب اور آپؐ کا اجتہاد..... 748، 749
رحمت اللہ صاحب انڈونیشیا کا خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھنا اور بیعت کرنا 776

خوارج

خوارج کا حضرت علیؓ، معاویہؓ، عمر بن العاصؓ کا ایک ہی وقت میں قتل کرنے کا منصوبہ تیار کرنا، اس منصوبہ کی تفصیل 1، 2
حضرت علیؓ کا خوارج کی تمام چیزوں کو تقسیم کر دینا، لونڈیاں وغلام کوفہ واپس آنے پر ان کے مالکوں کو لوٹا دینا 39
حضرت مصلح موعودؓ کا ایک رؤیا، میں علیؓ کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں، خوارج کا گروہ میری خلافت کا مزاحم ہے آپؓ نے مجھے فرمایا یَا عَلِیُّ دَعْهُمْ وَاَنْصَارَهُمْ وَزِرَاعَتَهُمْ 39

خوشخبری / خوشی

بندہ کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی، اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ جس کو جنگل بیابان میں گمشدہ اونٹنی مل جائے 271
آیت استخلاف میں مومنوں کیلئے خوشخبری کے ساتھ فکر کا مقام بھی ہے 311

خون

حضرت علیؓ کا اپنی داڑھی کو مخاطب کر کے فرمانا تم ضرور خون میں رنگی جاؤ گی پھر جمعہ کے آپؓ کو شہید کر دیا گیا 2

آپؐ کا حضرت علیؓ کی کنپٹیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمانا یہاں سے خون بہے گا اور تیری داڑھی رنگین ہو جائے گی 5
خونی مہدی کے متعلق حدیثوں کے مخدوش ہونے کے بارے میں محمد حسین بٹالوی کا اقرار 192

داڑھی

حضرت علیؓ کا اپنی داڑھی کو مخاطب کر کے فرمانا تم ضرور خون میں رنگی جاؤ گی پھر جمعہ کے دن آپؓ کو شہید کر دیا گیا 2
آپؐ کا حضرت علیؓ کو فرمانا کہ تیری داڑھی رنگین کرنے والا امت کا بدبخت شخص ہو گا جیسے ثمود کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا بدبخت تھا 5
آپؐ کا حضرت علیؓ کی کنپٹیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمانا یہاں سے خون بہے گا اور تیری داڑھی رنگین ہو جائے گی 5
حضرت ابو بکرؓ کی بہادری کا واقعہ سناتے ہوئے حضرت علیؓ کی داڑھی کا آنسوؤں سے بھیگ گئی جانا 37
حضرت عثمانؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے کو داڑھی پکڑنے پر فرمانا اگر تیرا باپ ہوتا تو تُو ایسا نہ کرتا 162

دبابہ

حضرت عمرؓ کے دور میں نئے ساز و سامان حرب منجنیق، دبابہ وغیرہ کا تیار ہونا 402، 403

دربار

رستم کا مسلمانوں کو واپس جانے پر صلح کی پیشکش کرنا اور اپنے دربار میں بلانا، مسلمانوں کا قیمتی قالینوں میں نیزے گاڑنا ..... 433، 434
جنگ قادسیہ کے دوران مسلمانوں کا یزدجرد کے دربار سے مٹی کے بورے لے کر نعرے لگاتے ہوئے نکل جانا..... 439
حضرت عمرؓ کے دربار میں قرآن کا علم رکھنے والوں کو بڑا مقام حاصل تھا 691

درد

درد سے دعا اس وقت نکلتی ہے جب یہ علم ہو کہ انسان دعا کر کیا رہا ہے 266

دروازہ

آپؐ کا فرمانا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ 9
باغیوں کا حضرت عثمانؓ پر حملہ کی کوشش کرنا، گھر کے دروازہ کے سامنے آگ لگا دینا 149، 150
رمضان میں اللہ کی مغفرت کے دروازوں کا کھلا رہنا 273

درود شریف

درود شریف قرب الٰہی کا ذریعہ 264
درود بھیجنا پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ 264
درود پڑھنا چھوڑنے والا جنت کی راہ کھو دیتا ہے 264
درود شریف کی اہمیت و برکات 264، 268، 269
حضورؐ کا کثرت سے درود شریف پڑھنا، خواب میں دکھایا جانا کہ فرشتے نور کی مشکیں مکان پر چھڑک رہے ہیں..... 265
آپؐ کا اس بات کی ضمانت دینا جو دعا اللہ کی ثناء اور مجھ پر درود بھیجتے ہوئے کرو گے وہ پوری ہو گی..... 266
دردو شریف میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ کو اَللّٰھُمَّ بَارِكْ سے پہلے رکھنے کی حکمت 267
دنیا کو درود شریف کا حقیقی ادراک احمدیوں نے ہی دینا ہے 268
نئے سال کے آغاز پر حضور انور کا جماعت کو کثرت سے درود شریف اور استغفار پڑھنے کی تحریک فرمانا 773

دریا

حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ بکری یا اونٹ کا بچہ بھی دریائے فرات کے کنارے ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن عمر کا اس پر مؤاخذہ ہو گا 373، 678
جنگ قادسیہ کے دوران ہاتھیوں کا دریا میں کود جانا 436
دریائے نیل کے متعلق حضرت عمرؓ کی قبولیت دعا کا واقعہ 686، 687

دستاویزی فلم / ڈاکومنٹری

سید طالع احمد شہید کی پر ڈویوس کردہ دستاویزی ڈاکومنٹریز 514، 520
سید طالع احمد شہید کا حضور کی ہدایت پر نصرت جہاں سکیم کے بارے میں دستاویزی فلم بنانے افریقہ جانا 525، 526

دشمن

مسلمانوں کا دشمنوں کے ساتھ عدل و انصاف کرنا 534

دعا

آپؐ کا خواب میں حضرت علیؓ کو مخالفین کے خلاف دعا کرنے کا فرمانا 3
حضرت علیؓ کی وصیت ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنے کے نتیجہ میں تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گے 5
حضرت علیؓ کا جانور پر سوار ہونے کا طریق اور دعا..... 11
نئے سال کے پہلے دن اور پہلے جمعہ کے موقعہ پر حضور انور کی جماعت کو دعا کی تحریک 15

الجزائر کے احمدیوں لئے دعا کی تحریک 16، 58، 151، 197، 208، 221، 245،
پاکستان کے احمدیوں اور پاکستان کے لئے دعا کی تحریک 16، 32، 58، 77، 92، 108، 124، 151، 197، 208، 221، 245، 274، 304، 321، 659، 743
تنزانیہ کے ایک احمدی کا حضور ایدہ اللہ کو چندہ وقف جدید کی ادائیگی کے لئے دعا کی درخواست کرنا، دعا کی بدولت کنٹریکٹ مل گیا اور چندہ کے وعدہ سے کئی گنا زیادہ رقم کا انتظام ہو گیا 24، 25
چندہ وقف جدید کی ادائیگی کے لئے تہجد میں خاص طور پر دعا کرنے کے نتیجہ میں بند کاروبار دوبارہ شروع ہونا 25
چندوں کی ادائیگی کیلئے تہجد میں دعاؤں کے نتیجہ میں بند کاروبار کا دوبارہ آغاز ہونا، اپنا اور بچوں کا چندہ ادا کرنا 25
صدر جماعت چیم کا چندے کے ٹارگٹ میں کمی کی وجہ سے تہجد میں دعا کرنا، ایک فیملی سے رابطہ کرنا، اس فیملی کا ایک ہزار پونڈ چندہ ادا کر دینا 27
اسیران کیلئے دعا کی تحریک 17، 32، 47
حضور انور کا جماعت کو دعاؤں نوافل، اور صدقات پر زور دینے کی تحریک فرمانا 32
مصیبت کے وقت حضرت علیؓ کا دعا پڑھنا یَا کٰهِيْعٓصٓ اغْفِرْلِيْ 33
پاکستان کے احمدیوں کو دعاؤں پر زور دینے کی تحریک 47، 288
حضرت عثمانؓ کی مالی قربانی پر آپؐ کی آپؓ کے حق میں دعا، غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا عُثْمَانُ 82
چوہدری حمید اللہ صاحب کو صدر خدام الاحمدیہ مقرر فرما کر آپ کیلئے دعا کی تحریک فرمانا 95
احباب جماعت کے قبولیت دعا کے واقعات 224، 654
اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی دعائیں قبول کرنا 229
دعا کے بارے میں حضورؐ کے فرمودات 230 تا 244
قبولیت دعا اور قرب پانے کا طریق 231
دعا اسلام کا فخر ہے 231
قبولیت دعا کا مسئلہ اور اس کا حل 231، 232
انبیاء اور اولیاء کے معجزات کا منبع دعا ہی تھا 232
حضور انور کی ان دنوں میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا کرنے کی ہدایت 233
گناہ گار اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث دعا سے ہرگز باز نہ رہے، دعا تریاق ہے..... 234
قبولیت دعا سے مایوس لوگوں کا انبیاء اور ان کی تاثیرات سے بھی منکر ہو جانا 234
حضور انور کو روزانہ لوگوں کی خطوط آنا، ہم دعا کرتے ہیں کام کی کوشش بھی کرتے ہیں مگر دعا قبول نہیں ہوتی..... 235
دعا کا اصول، اللہ تعالیٰ قبول دعا میں ہمارے اندیشہ اور خواہش کا تابع نہیں 235
حضورؐ کا دوستوں کی دینی و دنیاوی بھلائی کیلئے دعا کرنا 236
قبولیت دعا کی شرائط اور ان کی وضاحت 236، 237
اگر عمل صحیح نہیں تو میری دعائیں تو تمہارے حق میں قبول نہیں ہوں گے 237
جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں بلکہ خدا کی آزمائش کرتا ہے 237
حضورؐ کا انسان اور دعا کا تعلق بچہ کے رونے سے ماں کے پستان میں دودھ آنے کی مثال سے دینا 239
نعمتوں کا صحیح استعمال نہ ہو تو دعائیں فائدہ نہیں دیتیں 241
دعا کے لوازمات میں سے اول ضروری چیز اعمال صالحہ اور اعتقاد پیدا کرنا ہے 242
دعا میں اسباب کی رعایت کی ضرورت 242، 243
دعا کے حوالے سے نماز کی غرض و اہمیت 243، 244
دوسروں کیلئے دعائیں کرنے سے اپنی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں 245
قبولیت دعا کا ایک نسخہ 245
آپؐ کا حضرت عمرؓ یا ابوجہل کے قبول اسلام کیلئے دعائیں کرنا 252، 255
رمضان کے آخری عشرہ میں احمدیوں کو خاص طور پر دعا کرنے کی تحریک 263، 264
آپؐ کا قبولیت دعا کے طریق سکھانا 264
وباء سے محفوظ رہنے کیلئے دعا کی تحریک 264
آپؐ کا اس بات کی ضمانت دینا جو دعا اللہ کی ثناء اور مجھ پر درود بھیجتے ہوئے کرو گے وہ پوری ہو گی..... 266
درد سے دعا اس وقت نکلتی ہے جب یہ علم ہو کہ انسان دعا کر کیا

رہا ہے 266
رمضان قبولیت دعا کا مہینہ، آخری عشرہ جہنم سے بچانے والا 273
رمضان میں مخالفین کے شر سے بچنے کیلئے دعائیں کرنے کی تحریک 274
کرونا سے حفاظت کیلئے دعا کی تحریک 274
حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے آپؐ کی دعائیں سن کر ہیبت سے تلوار ہاتھ سے گر گئی 278، 279
حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے موقعہ پر آپؐ کا دعا فرمانا اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ مَا فِیْ صَدْرِہٖ مِنْ غِلٍّ وَّ اَبْدِلْہُ اِیْمَانًا 280، 281
کرونا کی وباء سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنے کیلئے دعا کی تحریک 288
جن ممالک میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے ان ممالک کیلئے دعا کی تحریک 288
جماعت کو کثرت سے دو دعائیں پڑھنے کی تحریک، رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ.....، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ..... 288، 289
فتنوں سے محفوظ رہنے کیلئے دعائیں کرنے کی نصیحت 289
مسلم امہ، انسانیت اور احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 289
مخالفت پر صبر کے ساتھ دعا کرنے کی تلقین 290، 291، 294
جماعت کو مخالفین کے لئے دعا کرنے کی نصیحت 292
طاعون کے دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا رات کو رو رو کر لوگوں کیلئے دعائیں کرنا..... 292، 293
غزوہ احد کے موقع پر آپؐ کا متعلق دعا فرمانا، اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا یَنْبَغِیْ لَھُمْ اَنْ یَّعْلُوْنَا 302
مظلوم مسلمانوں اور فلسطین کیلئے دعا کی تحریک 303، 304، 321
حضرت عمرؓ کی دعا..... 359
قحط کے ختم ہونے کے متعلق ایک شخص کو خواب میں آپؐ کا دعا کرنے کی طرف توجہ دلانا، نماز استسقاء ادا کی جانا 386، 387
قحط کے خاتمے کیلئے حضرت عمرؓ کا نماز استسقاء پڑھنا اور دعا کرنا 387
جلسہ سالانہ برطانیہ کا آغاز، حضور انور کا جلسہ کے کامیاب انعقاد کیلئے دعا کی تحریک فرمانا 455
جلسہ کے دنوں میں موسم کیلئے دعا کرنے کی تلقین کرنا 463
احمدیت میں داخل ہو کر دعا کی طاقت معلوم ہونا 478
جنگ نہاوند کے موقع پر نعمانؓ کا اپنی شہادت کیلئے دردناک الفاظ میں دعا کرنا، لوگوں کا رونے لگ جانا 491
انڈونیشیا کے وزیر کا کم بارشوں کی وجہ سے ڈیم بند ہونے کے متعلق خلیفہ رابعؒ کو دعا کا خط لکھنا، اگلے ہی دن موسلا دھار بارش ہونا اور ڈیم بھر جانا 540
حمص کے عیسائیوں کا مسلمانوں کی واپسی کی دعا کرنا 545
حضرت عمرؓ کا اپنی شہادت کی دعا کرنے کی وضاحت 591 تا 593، 609
آپؐ کا کھانے کے سامان پر برکت کی دعا کرنا 634، 635
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو دعا کے لئے کہنا 637
حضرت عمرؓ کا آپؐ سے اپنی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست کرنا 637
حضرت عمرؓ کی قبولیت دعا کے چند واقعات 685، 686
حضرت عمرؓ کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں دریائے نیل کے متعلق اہل مصر کی قدیم رسم کا خاتمہ ہونا 686، 687
حضرت عمرؓ کی قبولیت دعا اور معجزانہ طور پر ساریہؓ کو حضرت عمرؓ کی آواز کا سنائی دینا، یَاسَارِیَۃُ ابْنُ زُنَیْمٍ اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ 687
حضرت عمرؓ کی بعض دعائیں 688، 689
قحط کے دنوں میں حضرت عمرؓ کا عشاء کے بعد سے مسلسل آخر شب تک نماز ادا کرنا اور دعا کرنا 689
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو ایک دعا سکھانا، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا... 689
افغانستان کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 743
آپؐ کا ہجرت کے موقعہ پر سفر شروع کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنا، اَللّٰھُمَّ اصْحَبْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاخْلُفْنِیْ فِیْ أَھْلِیْ 769
حضور انور کا نئے سال کے آغاز پر جماعت کو دعاؤں اور تہجد کے اہتمام کی تحریک فرمانا 773
حضور انور کا جماعت کو نئے سال کے آغاز پر دو قرآنی دعائیں پڑھنے کی طرف توجہ دلانا 773

دعویٰ

حضورؐ کا اپنے دعویٰ پر قسم کھانا، مَیں اللہ کی طرف سے ہوں 194
آپؐ کا حج کے دنوں میں اوس و خزرج کے قبائل کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کرنا، حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کے ہمراہ ہونا 741 تا 743

دعوت

آپؐ کا ایک انصاری عورت کے گھر دعوت پر جانا 12
حضرت ابو بکرؓ کا اسلام کی دعوت دینا، مشرکین کا آپؓ کا مارنا 707

دف

غزوہ سے واپسی پر لونڈی کا آپؐ سے دف بجانے کی نذر مانگنے کا ذکر کر کے اجازت طلب کرنا..... 669،670

دنیا

دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر ہی اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بچا سکتے ہیں 288

دودھ

عورت کا وظیفہ کیلئے بچے کا دودھ چھڑوانا.....368،370،371، 391،680

خواب میں آپؐ کے پاس دودھ لایا جانا، آپؐ کا بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دینا، آپؐ کا اس کی تعبیر فرمانا کہ علم ہے 641،642

حضرت عمرؓ کا ایک لڑکی کو اپنی ماں کو دودھ میں ملانے سے منع کرنے پر اپنے بیٹے سے شادی کرنے کیلئے پسند فرمانا 682

کسی نے حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ پلا دیا، آپؓ کا منہ میں انگلی ڈال کر قے کر کے دودھ باہر نکال دینا 692

عامر بن فہیرہ کی ذہانت، بکریوں کے ریوڑ کو لے جا کر آپؐ کو دودھ دینا، واپسی پر ریوڑ کا عبداللہؓ کے قدموں کو مٹانا 767

ہجرت کے موقع پر ایک چرواہے کا آپؐ کے پاس سایہ کی تلاش میں آنا، حضرت ابو بکرؓ نے اس سے دودھ لے کر آپؐ کو پیش کیا 771

دوڑ

عمرو بن عاصؓ کے بیٹے کا دوڑ میں آگے نکلنے پر ایک آدمی کو کوڑے مارنا، حضرت عمرؓ کا اس کو اسی شخص سے کوڑے لگوانا 693،694

دوست / دوستی

بعثت سے قبل آپؐ اور حضرت ابو بکرؓ کی دوستی تھی 716،717

دیت

حضرت عمرؓ کا عورت کے جنین کے اسقاط کی صورت میں دیت کے متعلق مشورہ کرنا 667

حضرت عمرؓ کا جنین کے اسقاط کی دیت ایک غلام یا لونڈی کی قیمت مقرر کرنا 667

قریش حضرت ابو بکرؓ کے دیت کے متعلق کئے گئے فیصلوں کی تصدیق کرتے اور ان کو قبول کرتے تھے 715،716

دین

دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر ہی اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بچا سکتے ہیں 288

ڈش انٹینا

مختاراں بی بی صاحبہ کا ڈش (ایم ٹی اے) لگوانے کیلئے اپنی ساڑھے تین لاکھ روکے مالیت کی چوڑیاں قربان کر دینا 222

ڈکشنری

ملک مبشر احمد صاحب کو قرآن کریم کی ڈکشنری کا کام کرنے کی توفیق ملنا 497

ڈیوٹی

جلسہ کے شاملین حضورؑ کے مہمان ہیں، ڈیوٹی دینے والوں کو حتی الوسع پوری خدمت کرنے کی ہدایت 456

ذات النطاقین

اسماءؓ کا اپنے کمر بند کے دو حصے کر کے کھانا باندھنا، اسی مناسبت سے آپؓ کو ذات النطاقین کہا جانے لگا 758

بخاری کے مطابق اسماءؓ کا نطاق باندھنے والا واقعہ ایک موقع پر ہی ہوا نہ کہ دو مواقع پر 769

ذرائع / ذریعہ

خدا تک پہنچنے کے پانچ ذرائع، ایک ذریعہ جہاد بالمال 21

درود بھیجنا پاکیزگی، قرب الٰہی اور ترقی کا ذریعہ 264

ذکر الٰہی

مصلح موعودؓ کا ذکر الٰہی کے موضوع پر خطاب 112 تا 114

جلسہ کے دنوں میں ذکر الٰہی کرنے کی طرف توجہ دلانا 462

رات

آپؐ کا رات کے آخری تہائی میں گھر سے نکل کر غار ثور کی طرف جانا، بعض کے مطابق آدھی رات کو نکلنا 756

راشننگ سسٹم

حضرت عمرؓ کے زمانے میں راشننگ سسٹم کا آغاز ہونا 388 تا 390

رحم / رحمدلی

آپؐ کا فرمانا میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنا والا ابو بکرؓ ہے 198

رحم کی دو قسمیں، ان کی تفصیل 239

حضرت عمرؓ کی جانوروں پر شفقت اور رحمدلی کے واقعات 696

رسم

حضرت عمرؓ کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں دریائے نیل کے

متعلق اہل مصر کی قدیم رسم کا خاتمہ ہونا 686، 687

رفاہ عامہ

حضرت عمرؓ کے دور میں رفاہِ عامہ کے مختلف کام 400، 401

رمضان المبارک / روزہ

رمضان کے مہینے میں کسوف و خسوف کے نشان کا ظہور 191
قرآن کریم کا رمضان میں اتارا جانا 229
بیماری کی صورت میں روزوں کا فدیہ دینے کی سہولت 230
رمضان میں روزہ رکھنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کا حکم دینا 230
رمضان کا آخری عشرہ اور آپؐ کا اسوہ 263
رمضان کا آخری عشرہ جہنم سے نجات دیتا ہے 263
حضور انور کا رمضان کے آخری عشرہ میں احمدیوں کو خاص طور پر آپؐ کے اسوہ پر چلنے کی طرف توجہ دلانا 263، 264
رمضان قبولیت دعا کا مہینہ، آخری عشرہ جہنم سے بچانے والا 273
رمضان میں اللہ کی مغفرت کے دروازوں کا کھلا رہنا 273
حضور انور کا رمضان میں مخالفین کے شر سے بچنے کیلئے دعائیں کرنے کی تحریک فرمانا 274
استغفار صرف رمضان تک ہی محدود نہ رہے بلکہ ہمیشہ جاری رہنا چاہئے 287
رمضان کا آخری جمعہ اور جماعت کی ذمہ داریاں 287
رمضان کے بعد بھی عبادات کے معیار بلند رکھنے کی نصیحت 288

روٹی

حضرت عمرؓ کے دور میں اسلامی حکومت کا ہر شخص کیلئے روٹی کپڑے کا انتظام کرنا 390، 391
قحط کے دنوں میں حضرت عمرؓ کا لوگوں کو اونٹ کا گوشت، روٹی اور زیتون کا سالن کھلانا 384، 385
مدینہ میں پہلی مرتبہ چکی کا لگنا، اس کا پہلا آٹا حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھجوایا جانا، آپؓ کا روٹی کھانے کے بعد رونا..... 360، 361

رونا

حضرت علیؓ کا اپنے زخم عمر ذی مرہبان کو دکھانا اور امّ کلثومؓ کا رونا 6
عورت کا وظیفے کیلئے بچے کا دودھ چھڑوانا، بچے کا رونا حضرت عمرؓ کا دودھ پینے والے بچوں کا بھی وظیفہ مقرر کر دینا 368، 370، 371
جنگ نہاوند کے موقع پر نعمانؓ کا اپنی شہادت کیلئے دردناک الفاظ میں دعا کرنا، لوگوں کا رونے لگ جانا 491
عبداللہ بن مسعودؓ کا حضرت عمرؓ کی یاد میں اتنا رونا کی آنسوؤں سے کنکر بھی تر ہو گئے 619

رؤیا

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک رؤیا 39
اذان کے متعلق حضرت عمرؓ کی رؤیا 286
حضرت عمرؓ کی شہادت کے متعلق بعض صحابہ کرامؓ کی رؤیا 593، 594
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کے متعلق رؤیا دیکھنا 719

ریڈیو

ٹرکش ریڈیو چینل ''اسلام احمدیتین سیسی'' کا افتتاح 510

ریسرچ سیل

غزوہ ذات الرقاع کے متعلق ریسرچ سیل کا ایک نوٹ 79
ریسرچ سیل کا سید میر محمود احمد ناصر صاحب کے مقالہ عمرؓ کا دورِ خلافت سے نوٹس لے کر بھجوانا اور اصل مأخذ بھی چیک کرنا 413
حضرت ابو بکرؓ کو خلیل بنانے کے متعلق ریسرچ سیل کا اٹھایا ہوا سوال اور اس کی وضاحت 713

ریسرچ سینٹر

حضور انور کا مرکزی شعبہ احمدیہ آرکائیوز اور ریسرچ سینٹر کی ویب سائٹ کو لانچ کرنے کا اعلان کرنا 395

زراعت

زراعتی قرضہ (Mortgage) کیلئے بھی پہلے رقم ڈالنا پڑتی ہے یا ضمانت دینی پڑتی ہے 241
زراعت کی ترقی کیلئے عمرؓ کا کردار 395

زکوٰۃ

زکوٰۃ ربّ کے غصہ کو بجھاتی ہے 4
کسی نے عمرؓ کو زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ پلا دیا، آپؓ کا منہ میں انگلی ڈال کر قے کر کے دودھ باہر نکال دینا 692
حضرت عمرؓ کا گرمی میں زکوٰۃ کے اونٹ کو تارکول لگانا 696

زمین

حضرت عمرؓ کا یہودیوں اور عیسائیوں سے یمن کی خراجی زمین خریدنا 382
جنگ قادسیہ کے بعد مسلمانوں کی وسعت حوصلہ کی عمدہ مثال،

دشمنوں سے جا کر نہ ملنے والوں کو ان کی زمینیں آباد کرنے کیلئے واپس بلا لینا 437، 438
جنگ قادسیہ کے دوران مسلمانوں کا یزدجرد کے دربار سے مٹی کے بورے لے کر نعرے لگاتے ہوئے نکل جانا، خود اپنے ملک کی زمین ہمارے حوالہ کر دی ہے..... 439
آپؐ کا فرمانا کہ ابو بکرؓ، عمرؓ زمین پر میرے دو وزیر ہیں 672

زندگی

زندگی کا بنیادی اصول، ٹھہرنا موت کے مترادف ہے 98
مجلس خدام الاحمدیہ کی زندگی قیامت تک کے لیے ممتد ہے 98

سادگی

عثمانؓ کی تواضع اور سادگی کے متعلق روایات 200
ابو عبیدہؓ کی سادگی 562
آپؐ کی سادگی، چٹائی پر لیٹنے سے جسم پر چٹائی کے نشان بن جانا 637

سازش

صلح حدیبیہ پر قریش کا آپؐ کے قتل کی سازش تیار کرنا 72
حضرت عمرؓ کی شہادت سازش کا نتیجہ تھی 602 تا 606

سافٹ ویئر

قریشی محمد فضل اللہ صاحب کا جماعت کی طرف سے خط منظور میں شائع ہونے والے قرآن کریم کے سافٹ ویئر کی تیاری میں بہت خدمات سرانجام دینا 304، 305

سال

نئے سال کے پہلے دن اور پہلے جمعہ کے موقعہ پر حضور انور کی جماعت کو دعا کی تحریک 15
وقف جدید کے (64واں) نئے سال کے آغاز کا اعلان 29
عمرؓ کے دور میں سخت قحط پڑنا، اس سال کو عام الرمادہ یعنی راکھ کا سال بھی کہا جانا 383 تا 387
تقویم ہجری (کیلنڈر) کس سال میں ہوئی؟ 407
تحریک جدید کے نئے (88ویں) سال کے آغاز کا اعلان 658
حضرت عمرؓ کا غلطی سے سَلَمہؓ کو ہلکا سا کوڑا مارا، ایک سال بعد ملنے پر عمرؓ کا ان کو چھ سو درہم بدلہ میں عطا کرنا 682
حضور انور کا جماعت کو نئے سال کے آغاز پر دو قرآنی دعائیں پڑھنے کی طرف توجہ دلانا 773
نئے سال کے آغاز پر جماعت کو کثرت سے درود شریف اور استغفار پڑھنے کی تحریک فرمانا 773

سالن

آپؐ کا تنگ حالات میں صرف ایک سالن استعمال کرنے پر زور دینا، بعض صحابہ کے غلو کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمانا 662
تحریک جدید کے اعلان کے وقت مصلح موعودؓ کا جماعت سے ایک سالن استعمال کرنے کا مطالبہ کرنا 662
عمرؓ کے سامنے نمک اور سرکہ رکھا جانا، کھانے سے انکار کرنا کہ نمک اور سرکہ دو سالن ہیں، آپؐ کے حکم کی نافرمانی ہے 662

ستارہ

ایمان اگر ثریا پر یعنی آسمان پر بھی اٹھ گیا ہو گا تو ایک آدمی فارسی الاصل اس کو واپس لائے گا 187
ذوالسنین ستارہ کا نکلنا 188، 191
جنتیوں کے چہرے چمکتے ہوئے ستاروں کیا مانند ہوں گے 630

سٹوڈیو

وہاب آدم سٹوڈیو کا قیام، گھانا کا جدید ترین سٹوڈیوز میں شمار ہونا 46، 47

سجدہ

آپؐ کے ہمراہ کفار کا سجدہ کرنا، اس کی تفصیل اور وضاحت 53، 54
ابتداء میں لوگ اسلام آباد میں گھاس پر بیٹھ کر جلسہ سنتے تھے، بارش کا پانی جلسہ گاہ میں داخل ہو جانا، کیچڑ میں سجدے کرنا 461
حضرت عمرؓ کا جنگ یرموک کی فتح کی خبر سن کر سجدے میں گر جانا 553

سردی

قادیان، ربوہ کے جلسے کھلے میدان میں سردی میں منعقد ہونا 460، 461

سرکہ

حضرت عمرؓ کے سامنے نمک اور سرکہ رکھا جانا، کھانے سے انکار کرنا 662

سزا

کیا معاہد کافر کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جا سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب 614، 615
مسجد نبوی میں طائف کے باشندے کو اونچی آواز میں باتیں کرنے سے منع کرنا، اس شہر کے ہوتے تو سزا دیتا 689
قریش کی طرح پاکستان کے مسلمانوں کا بھی احمدیوں کو نماز اور قرآن پڑھنے سے روکنا، پڑھنے پر سخت سزائیں مقرر کرنا 737

سفات کار / سفارت کاری / سفیر

حضرت عثمانؓ کی بطور سفارت کار خدمات 68، 73

اسلام سے قبل عمرؓ کے پاس قریش کے سفارت کار کا عہدہ ہونا 250

حضرت سعدؓ کا چودہ نامور اشخاص کو منتخب کر کے دربارِ ایران میں سفیر بنا کر بھجوانا..... 433

سفر

حضرت عثمانؓ پر مخالفین کا الزام کہ آپؓ نے سفر مکہ میں پوری نماز ادا کی جبکہ آپؐ نے قصر نماز ادا کی تھی..... 131

حضرت عمرؓ کا بیت القدس کا سفر 556 تا 559، 562

حضرت ابو بکرؓ کا سفر ہجرت میں آپؐ کے کبھی آگے پیچھے، کبھی دائیں بائیں حفاظت کی غرض سے چلنا 759

سفر ہجرت کے دوران آپؐ کے قدم مبارک زخمی ہونا 759

آپؐ کا ہجرت کے موقعہ پر سفر شروع کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنا، اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنِيْ فِيْ سَفَرِيْ، وَاخْلُفْنِيْ فِيْ أَهْلِيْ 769

سکرپٹ

یوگنڈا کے غیر احمدی دوست کا حضور انور کے عورتوں کے حقوق کے متعلق خطاب سے متاثر ہونا، اس کا سکرپٹ مانگنا 479، 480

سید طالع احمد شہید کو سکرپٹ رائٹنگ اور Story telling میں مہارت حاصل ہونا 526

سکے

حضرت عمرؓ کے دور میں پہلے اسلامی سکے رائج ہونا ان سکوں پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، محمد رسول اللہ، اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ کندہ ہونا 407

سودا

اسلام نے بھاؤ کو بڑھانے اور مہنگا سودا کرنے سے روکا ہے 682

سوشل میڈیا

سوشل میڈیا پر ایک مولوی صاحب کا بیان کہ دنیا میں جہاں بھی لڑائی ہو رہی ہے اس کے ذمہ دار قادیانی ہیں 290

سیکیورٹی

عمرؓ کا بیت المال کی سیکیورٹی کا انتظام فرمانا 399

جلسہ کے دوران کارکنان اور شاملین کو سیکیورٹی اور ماسک کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت 461، 462

شادی

مرد کو ایک سے زیادہ شادی کی صورت میں تاکید کی گئی ہے کہ انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا 468

حضرت عمرؓ کا ایک لڑکی کو اپنی ماں کو دودھ میں ملانے سے منع کرنے پر اپنے بیٹے سے شادی کرنے کیلئے پسند فرمانا 682

شراب

شراب کی حرمت کے بارے میں حضرت عمرؓ کی قرآنی وحی سے موافقت کے متعلق روایت 633

حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ جاہلیت میں اپنے اوپر شراب حرام کرنا 717، 718

شرط / شرائط

قطامہ کی ابن ملجم سے نکاح کے لئے رکھی گئی شرائط 3

صلح حدیبیہ کی شرائط 75

قبولیت دعا کی شرائط اور ان کی وضاحت 236، 237

قبولیت دعا کیلئے تقویٰ ایک غیر منفک شرط ہے 238

مُحیی یا احیائے دین کرنے والے کی سب سے اولین شرط محبت رسول ہے 265

ایمان کے ساتھ عمل صالح انتہائی ضروری شرط ہے 311، 312

عباد الرحمٰن کیلئے مال خرچ کرنے کے متعلق دو شرائط 663

حضرت ابو بکرؓ کا ابو جہل سے غُلِبَتِ الرُّوْمُ کے پیشگوئی کے متعلق شرط لگانا 738، 741، 742

شرائط بیعت

شرائط بیعت سن کر بیعت کرنا، یہ شرائط اسلام کا خلاصہ ہیں 474

شرک

حضرت علیؓ کا امام حسینؓ کو جواب میں شرک کا مرتکب نہ ہوں گا 33

حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ جاہلیت میں شرک سے اجتناب کرنا 717

شریعت

تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں 238

شعر / اشعار

حضرت عمرؓ کے شعر و شاعری سے لگاؤ کے واقعات 697 تا 700

خلفائے راشدین میں سے سب سے زیادہ شعر کے ذریعہ مثال دینے والے حضرت عمرؓ تھے 698

حضرت عمرؓ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر شعر کے شناسا تھے 699

حضرت عمرؓ کا دورِ جاہلیت کے اشعار کے متعلق کہنا کہ ان میں قرآن مجید کی تفسیر موجود ہے 699

شک وشبہ

حضرت مصلح موعودؓ کا عمرؓ کی شہادت میں ہرمزان کا ہاتھ ہونے کے متعلق شبہ کا ردّ فرمانا 450تا452

جلسہ کی وجہ سے تمام شکوک وشبہات دور ہونا 470

شکایت / شکایات

عاملین کی شکایات اور حضرت عمرؓ کا رویہ 394

حضرت بلالؓ کا حضرت عمرؓ کو فوج کے افسران کی شکایت کرنا563، 564

شکر / شکر گزاری / شکریہ

خلافت کی نعمت پر ہر احمدی کو ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں گزارنا چاہیئے 313

حضور انور کا جلسہ کے بعد جمعہ میں کارکنان کا شکریہ ادا کرنا 465

حضور انور کا تمام کارکنان جلسہ کا شکریہ ادا کرنا 465، 466

حضرت عمرؓ کا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا کہ میری موت کسی اسلام کا دعویٰ کرنے والے کے ہاتھوں نہیں ہوئی 596

شہادت، / شہید

حضرت علیؓ کی شہادت کی پیشگوئی اور مختلف روایات 1تا7

اکبر علی صاحب اسیر راہ مولیٰ کی جیل میں شہادت 134

شہادت عثمانؓ کا دردناک واقعہ 157تا160

شہادت عثمانؓ اور خلافت کی اہمیت 163، 164

آپؓ کی انگوٹھی گم ہونے پر حضرت عثمانؓ کا اس جیسی ایک اور انگوٹھی تیار کروانا اور اپنی شہادت تک اس کو پہنے رکھنا 173

عبدالوحید وڑائچ صاحب کے متعلق حضور انور کا فرمانا کہ میرے خیال میں انہوں نے یقیناً شہادت کا درجہ پایا ہوگا 376، 377

جنگ جسر کے دوران حضرت ابوعبیدؓ کا ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آکر آپؓ کی شہید ہونا 417

حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کی شہادت میں ہرمزان کا ہاتھ ہونے کے متعلق شبہ کا ردّ فرمانا 450تا452

جنگ نہاوند کے موقع پر نعمانؓ کا اپنی شہادت کیلئے دردناک الفاظ میں دعا کرنا، لوگوں کا رونے لگ جانا 491

سید طالع احمد صاحب کی شہادت کی تفصیل 513تا516

سید طالع احمد شہید کے والد صاحب کو سید طالع کی شہادت کے متعلق خواب آنا 522

سید طالع احمد شہید کا اپنی شہادت کے متعلق دو خوابیں دیکھنا 524

آپؓ کا عمرؓ کو شہادت سے قبل ہی شہید قرار دینا 591

حضرت عمرؓ کا اپنی شہادت کی دعا کرنا اس کی وضاحت 591تا593، 609

عمرؓ کی شہادت کے متعلق بعض خوابیں 591تا594

عمرؓ کی شہادت کا واقعہ 595تا598، 602، 604، 611، 612

حضرت عمرؓ کی شہادت سازش کا نتیجہ تھی، اس کی تفصیل 602تا606

حضرت عمرؓ کی شہادت کا اسلام پر آج تک اثر ہے 610

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد عبید اللہ بن عمرؓ اور عثمانؓ کے درمیان باہمی الجھاؤ پیدا ہونے کی وضاحت 613، 614

شہر

آپؐ کا فرمانا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ 9

حضرت عمرؓ کا رات کو شہر کا دورہ کرنا 371

حضرت عمرؓ کا متعدد شہر آباد کرنا 401، 402

یروشلم کے پادریوں کا عمرؓ کو شہر کی چابیاں پیش کرنا 565

شوریٰ (نیز دیکھئے "مجلس شوریٰ")

حضرت عمرؓ کے دور میں شوریٰ کا قیام عمل میں آنا 392، 393

شیطان

شیطان کے حملوں سے محفوظ رہنے کیلئے استغفار اہم چیز 270

جماعت کی ترقی کے ساتھ شر پھیلانے والے اور شیطانی وساوس پیدا کرنے والوں کا بھی پیدا ہونا 648، 649

حضرت عمرؓ سے شیطان کا ڈر کر بھاگنا 669، 670

شیعہ

شیعوں کا اپنے مدرسہ میں ابھی تک علامہ عبید اللہ صاحب بسمل کی کتاب پڑھانا، آپ احمدی ہوگئے تھے 36

شیعوں کا موجودہ قرآن کریم کو بیاض عثمانی کہنے کا اعتراض اور اس کا جواب 207، 208

اہل تشیع کی گالیوں کا جواب 220

شیعوں کی ایک بات کا ردّ اور خلفاء راشدین کا بلند مقام 702، 703

صبر

حضور انور کا جماعت کو صبر اور دعا سے کام لینے کی ہدایت فرمانا290

مخالفت پر صبر کے ساتھ دعا کرنے کی تلقین 294

صحابہؓ

صحابہؓ کو گمان ہوا کہ آپؐ پڑوسیوں کو وارث ہی نہ بنا دیں 4

آپؐ کا اپنے صحابہؓ کے بارہ میں اللہ سے ڈرنے اور ان کے حق میں وصیت فرمانا 5

ایک صحابی کا قرآنی حکم اگر کوئی گھر والا کہے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ پر عمل کرنے کی کوشش کرنا 35،36

بیعت رضوان میں شمولیت کو صحابہؓ فخر اور محبت سے بیان کرتے تھے 74

حدیبیہ کے مقام پر ببول کے درخت کے نیچے صحابہؓ کا آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنا 74

جماعت کی صحابہؓ کے ساتھ مشابہت ہونا 189

جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق آپؐ کا صحابہؓ سے مشورہ طلب کرنا، صحابہؓ کا مختلف مشورے پیش کرنا..... 297،298

آپؐ کی وفات پر صحابہ کا اجماع، کل انبیاء وفات پا گئے ہیں 638

آپؐ کا تنگ حالات میں صرف ایک سالن استعمال کرنے پر زور دینا، بعض صحابہ کے غلو کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمانا 662

اسلام قبول کرنے کے بعد صحابہؓ کی حالتوں میں آنے والا انقلاب اور حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ 677،678

صدقہ

حضور انور کا جماعت کو دعاؤں نوافل، اور صدقات پر زور دینے کی تحریک فرمانا 32،47،288

حضرت عثمانؓ کا سارا غلہ صدقہ کر دینا، رات کو ابن عباسؓ کی خواب میں آپؐ کا غیر عربی گھوڑے پر پُر نور پوشاک پہن کر آنا اور فرمانا عثمانؓ نے ایک صدقہ کیا خدا نے اسے قبول کر لیا..... 85،86

صدقے کا اونٹ بھاگ جانے پر حضرت عمرؓ کا اس کو خود تلاش کر کے واپس لانا 373

صلح

رستم کا مسلمانوں کو واپس جانے پر صلح کی پیشکش کرنا اور اپنے دربار میں بلانا، مسلمانوں کا قیمتی قالینوں میں نیزے گاڑنا.....433،434

آرمینیا کی مصالحت کی تفصیل 500،501

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کی تفصیل و شرائط 68تا77،328تا332

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی دو نقلیں تیار کی گئیں 75

صلح حدیبیہ میں حضرت عمرؓ کا کردار 328تا332

صلوٰۃ الخوف

غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر مسلمانوں کا پہلی مرتبہ صلوٰۃ الخوف ادا کرنا 78

صوبہ جات

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ممالک کو صوبہ جات میں تقسیم کیا جانا 392

صیغہ

حضرت عمرؓ کے دور میں فتویٰ کے صیغہ کا قیام عمل میں آیا 398

طاعون

طاعون کا پھیلنا 188،190،191

طاعون کے دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا رات کو رو رو کر لوگوں کیلئے دعائیں کرنا..... 292،293

طاعون عمواس کی تفصیل 683تا685

طلاق

ازواج مطہرات کو طلاق دینے کے متعلق حضرت عمرؓ کا موقف 632

ظلم

اسلام نے صرف مقابلہ کا حکم نہیں دیا بلکہ بعض مصلحتوں کے تحت ظلم برداشت کرنے کی بھی ہدایت کی ہے 584

حضرت عمرؓ کا ایک بوڑھی عورت سے اس کا حق مظلومیت پچیس دینار میں خریدنا، اس کی تفصیل 681،682

خبابؓ پر مالک کے مظالم، پتھروں پر گھسیٹا جانا 734،735

قبول اسلام کے بعد کفار کا مسلمانوں پر مظالم ڈھانا 729

عام الرمادہ

عام الرمادہ کی تفصیل 383تا385

عام الرمادہ میں حضرت عمرؓ کا مسلسل روزے رکھنا 384،385

عامل / عاملین

عمرؓ کے دور میں عاملین سے عہد لیا جانا کہ وہ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے 393

عاملین کی تقرری اور عمرؓ کی ان کیلئے ہدایات 393،394

عباد الرحمٰن

عباد الرحمٰن کیلئے مال خرچ کرنے کے متعلق دو شرائط 663

عباد الرحمٰن مال میں اسراف نہیں کرتے 663

عبادت

حضور انور کی رمضان کے بعد بھی عبادات کے معیار بلند رکھنے کی نصیحت 288

اللہ تعالیٰ کے انبیاء بھی پہاڑوں پر گوشہ نشینی میں دنیا کے شور سے دور جاکر عبادت کیا کرتے تھے 377

جنگوں کے دوران مسلمانوں کی عبادات کا رنگ 583،584

عداوت

حضورؒ کا عقیدہ میں حضرت علیؓ اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں، جو ان سے عداوت رکھے اس سے میں عداوت رکھتا ہوں 46

عدل (دیکھئے انصاف)

عرب / عربی

حضورؒ کا الہام يَدْعُوْنَ لَكَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَ عِبَادُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ، عربوں میں سے مخلصین کا پیدا ہونا 422،423

عزت

آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی 361

مہمان نوازی کی جڑ، ہر مہمان سے عزت و احترام کا سلوک 458

عورت کو جو عزت آپؐ نے دی ہے اس کو صرف جماعت احمدیہ ہی پورا کر رہی 468

عشرہ مبشرہ

دس صحابہؓ جو عشرہ مبشرہ میں شامل تھے 728

عقل

حضرت عمرؓ کا بچوں کی تربیت کیلئے، ان کی عقلیں تیز کرنے کیلئے ان سے مختلف امور میں مشورے طلب کیا کرنا 692

علم / علوم / عالم

آپؐ کا فرمانا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ 9

آپؐ کے وقت کے علماء بزدل نہیں بلکہ سب سے زیادہ بہادر تھے 10

حضرت مصلح موعودؓ کے علم و معرفت کے خزانوں کی ایک جھلک، حضورؒ کی مختلف کتب کا مختصر خلاصہ 110 تا 124

مومن حصول علم کیلئے خدا کی طرف جھکتا ہے 244

درد سے دعا اس وقت نکلتی ہے جب یہ علم ہو کہ انسان دعا کر کیا رہا ہے 266

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے 579

علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے 579

حضرت عمرؓ کا علم تمام انسانوں کے علم سے بھاری ہونا 619،620

خواب میں آپؐ کے پاس دودھ لایا جانا، آپؐ کا بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دینا، آپؐ کا اس کی تعبیر فرمانا کہ علم ہے 641،642

عمارت

حضرت مسیح موعودؑ کا عثمانؓ کو سلیمانؑ سے مشابہت دینا، ان کو بھی عمارات کا بڑا شوق تھا 180

حضرت عمرؓ کا عمارتوں کی تعمیر میں کفایت شعاری سے کام لینا 399

حضرت عمرؓ کے دور میں مختلف عمارات کی تعمیر ہونا 401

عمرہ

آپؐ کا عمرہ کی غرض سے مکہ آنا، کفار کا عمرہ سے روک دینا 68 تا 70

بدیل بن ورقا کا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہونا اور عمرہ کے متعلق گفتگو کرنا..... 70

عمل / اعمال

آیت مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کی تشریح، قرض سے مراد اعمال صالحہ، اللہ ان کی جزاء کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے 19

جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں بلکہ خدا کی آزمائش کرتا ہے 237

دعا کے لوازمات میں سے اول ضروری چیز اعمال صالحہ اور اعتقاد پیدا کرنا ہے 242

ایمان کے ساتھ عمل صالح انتہائی ضروری شرط ہے 311،312

حضرت عمرؓ کی دعا، اے میرے رب! مَیں تجھ سے اپنے اعمال کے بدلہ میں کسی اچھے اجر کا طالب نہیں..... 359

اصلاح اعمال کیلئے قول سدید کا ہونا ضروری ہے 378

عہد

آپؐ کا صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ عہد کرنا کہ میں اس موقع بیت اللہ کے احترام کے خلاف کوئی بات نہ کہوں گا 75

عمرؓ کے دور میں عاملین سے عہد لیا جانا کہ وہ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے 393

عمرؓ کا ایک غلام کے عہد کی پاسداری کرنا 482،483

سید طالع احمد صاحب کا خلیفہ وقت کا مددگار بننے کے عہد کو پورا کرنا اور خوب نبھانا 517

عہدہ
اسلام سے قبل حضرت عمرؓ کے پاس قریش کے سفارت کار کا عہدہ ہونا 250
حضرت عمرؓ کے دور میں غیر اقوام کے لوگوں کا بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہنا 403

عورت
عورت کا وظیفے کیلئے بچے کا دودھ چھڑوانا 370، 391، 371، 680
حضرت عمرؓ کا دردِزہ میں مبتلا بے سروسامان مسافر عورت کا حال دریافت کرنا اور زچگی کا سامان خود اٹھا کر پہنچانا 372
حضرت عمرؓ کا عورتوں کی مدد کرنا، گھر گھر جا کر ان کے خاوندوں کے خطوط پڑھ کر سنانا..... 372، 373
عورتوں کے حقوق کے متعلق حضور انور کے خطاب سے لوگوں کا متاثر ہونا 467، 468، 479، 480
حضرت عمرؓ کا عورت کے جنین کے اسقاط کی صورت میں دیت کے متعلق مشورہ کرنا 667
حضرت عمرؓ کا بدوی عورت کے بچوں کو بھوکا دیکھ کر خود ان کے گھر آٹا اور گھی پہنچا کر آنا 681
حضرت عمرؓ کا ایک بوڑھی عورت سے اس کا حقِ مظلومیت پچیس دینار میں خریدنا، اس کی تفصیل 681، 682
حضرت عمرؓ کا اشعار میں عورتوں کے اعلانیہ نام لینے کی رسم کو مٹانا 699

عید
جمعہ کے دن عید آنا، اللہ تعالیٰ کا دو عیدیں اکٹھی کرنا 216
عید کے روز جمعہ کی نماز سے رخصت کے بارے میں مختلف روایات کا تجزیہ 216، 217
دو عیدوں کے دن (عرفہ اور جمعہ) آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ.....نازل ہونا 697

عیسائی
عیسائی مؤرخ کا عمرؓ کی تعریف کرنا 360
حضرت عمرؓ کا یہودیوں اور عیسائیوں سے یمن کی خراجی زمین خریدنا 382
مسلمانوں کا حمص کے عیسائیوں کو ان کی حفاظت کیلئے لیا گیا جزیہ واپس کرنا، عیسائیوں کا متاثر ہونا 544، 545، 553، 554
حمص کے عیسائیوں کا مسلمانوں کی واپسی کی دعا کرنا 545
مستشرقین اور عیسائی مورخین کا حضرت عمرؓ پر لائبریری جلانے کا اعتراض، اس کی وضاحت 578 تا 582

غرباء
حضرت عمرؓ کا خیبر کی زمین غرباء کیلئے وقف کرنا 690

غسل
تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو چاہیئے کہ وہ غسل کرے 217

غصہ
زکوٰۃ ربّ کے غصہ کو بجھاتی ہے 4
حضرت عمرؓ سے آپؓ کے غصے کے متعلق سوال 356
ابوجہل کا اسماءؓ کے منہ پر طمانچہ مارنا 760

غلام
حضرت علیؓ کا خوارج کی تمام چیزوں کو تقسیم کر دینا، لونڈیاں وغلام کوفہ واپس آنے پر ان کے مالکوں کو لوٹا دیئے 39
اسلام میں جنگی قیدیوں کے علاوہ غلام بنانے کی ممانعت 383
حضرت عمرؓ کا ایک غلام کے عہد کی پاسداری کرنا 482، 483
مغیرہ بن شعبہؓ کا حضرت عمرؓ کے پاس ماہر فن، لوہار، نقش و نگار کا ماہر غلام بھجوانے کی اجازت طلب کرنا 602
غلاموں کی آزادی کے حوالہ سے اسلامی تعلیم، حضرت عمرؓ کا غلاموں کو آزاد کروانا 609، 610
حضرت عمرؓ کے لئے غلام کا مچھلی لانا، سواری کا پسینہ نہ سکھانے پر عمرؓ کا ناراضگی کا اظہار فرمانا اور مچھلی کھانے سے انکار کرنا 696
حضرت ابوبکرؓ کا غلاموں کا آزاد کروانا 731 تا 735

فال
سراقہ کی گھوڑی کا بار بار گرنا، سراقہ کا فال لینا 772

فتح / فتوحات (نیز دیکھئے "جنگ")
حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت کی فتوحات 91، 125 تا 127
حضرت عمرؓ کے دور کی جنگیں اور فتوحات 412، تا 419، 426 تا 452، 586
مدائن کی فتح کی پیشگوئی، اس کی تفصیل 440 تا 443
مَاسَبَذَان کی فتح کی تفصیل 444، 445
خُورستان کی فتوحات کی تفصیل 445 تا 447
اصفہان کی مہم اور فتح کی تفصیل 494
فتح قومیس اور جُرجان کی کچھ تفصیل 499
فتح آزربائیجان کی تفصیل 499، 500

فتح خراسان کی تفصیل 501 تا 505
فتح اصطخر کی تفصیل 505، 506
فَسَا اور داربَجِرد کی فتح کی تفصیل 506 تا 508
فتح کرمان کی تفصیل 508، 509
فتح سجستان کی تفصیل 509
فتح دمشق کے بعد کے واقعات 528، 529
فتح بیسان کی تفصیل 530، 531
فتح طبریّہ کی کچھ تفصیل 531
مرج الروم کی فتح کی کچھ تفصیل 532، 533
فتح حمص کی کچھ تفصیل 532، 533
فتح لاذقیہ کی کچھ تفصیل 533، 534
فتح قِنّسْرِیْن کی کچھ تفصیل 534، 535
فتح قیساریّہ کی کچھ تفصیل 535 تا 537
فتوحات مصر کی تفصیل 572، 573
فتح بِلْبِیْس کی تفصیل 573، 574
فتح اُمّ دُنَیْن کی تفصیل 575، 576
معرکہ قلعہ بابلیون یا فُسْطَاط کی فتح 576، 577
اسکندریہ کی فتح کی تفصیل 577 تا 583
اسلام کی فتوحات کو سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے تشبیہ دینے کے متعلق وضاحت 586، 587
اسلامی فتوحات کا سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے موازنہ کرنا درست نہیں 589
اسلامی فتوحات میں حضرت عمرؓ کا خاص کردار 590، 591
حضرت عمرؓ کا فتح عظیم کی خبر لانے والے وفد کو اونٹوں کے متعلق باز پرس کرنا 696

فتنہ / فتنے

حضرت علیؓ سے سوال، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کے عہد میں تو ایسے فتنے فساد نہ تھے جیسے آپؐ کے زمانہ میں ہیں؟ 40
حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اٹھنے والے فتنوں کے متعلق آپؐ کی پیشگوئی..... 127، 128
حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اٹھنے والے فتنے 141
فتنوں سے محفوظ رہنے کیلئے دعائیں کرنے کی نصیحت 289
خلیفۃ المسیح الاولؓ کا منافقین اور انجمن کے بعض عمائدین کے فتنوں کو سختی سے دبانا، کسی کو شر پیدا کرنے کی جرأت نہ ہوئی 316
آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین کا فتنہ اٹھنا 350 تا 352

فتویٰ

حضرت عثمانؓ کا حکام اور مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینا 147، 148
حضرت عمرؓ کے دور میں فتویٰ کے صیغہ کا قیام عمل میں آنا 398

فدیہ

بیماری کی صورت میں روزوں کا فدیہ دینے کی سہولت 230
بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ کہ فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے 296، 297، 298، 299

فرشتہ

انبیاء کی صحبت سے بھی فرشتوں سے تعلق پیدا ہونا 118
حضرت عثمانؓ سے فرشتوں کا بھی حیا کرنا 199، 200
حضورؐ کا کثرت سے درود شریف پڑھنا، خواب میں دکھایا جانا کہ فرشتے نور کی مشکیں مکان پر چھڑک رہے ہیں... 265
فرشتوں کا لوگوں کو پکڑ پکڑ انتخاب بیعت میں لانا 317

فضل / فضیلت / فضائل

حضرت مسیح موعودؑ کا ایمان پر قائم رہنے والوں کو اللہ کے فضلوں کا وارث بننے کی یقین دہانی کروانا 320، 321
حضرت عمرؓ کے فضائل و مناقب 629 تا 643، 700 تا 704
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی فضیلت کے متعلق روایات 671 تا 673

فوج

حضرت عمرؓ کا فوج کے سپاہیوں کے متعلق حکم کہ چار ماہ سے زیادہ کسی سپاہی کو باہر نہ رکھا جائے 371
حضرت عمرؓ کے دور میں محکمہ فوج کا قیام 402، 403
عمرؓ کے دور میں مجوسیوں کا والنٹیئر فوج میں شامل ہونا 403
غیر احمدیوں کا پاکستانی فوج سے احمدیوں کو نکالنے کا مطالبہ کرنا 403
عبد القیوم صاحب کو انڈونیشین گورنمنٹ فوج سے باہر شعبہ میں نمایاں کارنامہ ایوارڈ ملنا، ملٹری سرمنی کے ساتھ مقبرہ موصیان میں دفن کیا جانا 540

فیس بک (Facebook)

فیس بک کے ذریعہ ساڑھے پانچ لاکھ لوگوں تک پیغام پہنچنا 481

قاتل / قتل

حضرت علیؓ کے قتل کی تفصیل 1 تا 5

عمر بن عاصؓ کے قتل کا منصوبہ ناکام ہونا 1

حضرت علیؓ کی اپنے قاتل کے متعلق ہدایت 2، 4، 5

حضرت علیؓ کا قطامہ بنت سجنہ بن عدی کے باپ اور بھائی کو جنگ نہروان میں قتل کرنا 3

حضرت علیؓ کا دشمن کو گرا لینا، منہ پر تھوکنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا، اب میں تمہیں اپنے نفس کے لئے قتل نہیں کر سکتا 13، 14، 15

صلح حدیبیہ پر قریش کا آپؐ کے قتل کی سازش تیار کرنا 72

آپؐ کے حکم کے بعد عکرمہ کو قتل کیوں نہ کیا گیا، اس کے متعلق ایک وضاحت 79، 80

عبداللہ بن سلام کا اپنی قوم کو حضرت عثمانؓ کے قتل سے منع کرنا 158

استغفار کی برکت، سو قتل کرنے والے کو بھی بخش دیا گیا 271

حضرت عمرؓ کے قاتل کا ذکر، وہ کون تھا؟ 601، 602

ہرمزان کے بیٹے کا عبید اللہ بن عمرؓ کو اپنے باپ کے قصاص میں قتل کرنا 614

کیا معاہد کافر کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جاسکتی ہے؟ اس سوال کا جواب 614، 615

قاضی / قانون

توہین رسالت کے قانون کے تحت احمدیوں پر ظلم کرنا 17

انگریزی قانون میں تقاوی کیلئے پہلے کچھ سامان دکھانا پڑتا ہے 241

حضرت عمرؓ کا قاضی کو فریقین سے مساوی سلوک کرنے کی ہدایت کرنا 397

قحط

حضرت عمرؓ کے دور میں سخت قحط پڑنا 383 تا 387

قحط کے دنوں میں عمرؓ کا عشاء کے بعد سے آخر شب تک مسلسل نماز پڑھنا، پھر مدینہ کے اطراف کا چکر لگانا 385، 689

قحط کے سالوں میں حضرت عمرؓ کا بعض اشیاء کو اپنے اوپر کھانا حرام کر لینا، فاقہ کشی کی وجہ سے آپؓ کا رنگ سیاہ ہو جانا 385

قحط کے ختم ہونے کے متعلق ایک شخص کو خواب میں آپؓ کا دعا کرنے کی طرف توجہ دلانا، نماز استسقاء ادا کی جانا 386، 387

حضرت عمرؓ کا قحط کے دوران نماز استسقاء ادا کرنا 685، 686

قدرت ثانیہ

قدرت ثانیہ کا جاری رہنا 314، 315

قرأت

حضرت عثمانؓ کا صرف حجازی قرأت میں قرآن پڑھنے کا حکم دینا، اس کی حکمت 206 تا 208

قرآن کریم

آپؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کا قرآن شریف کو نزول کی ترتیب سے لکھنے کا کام شروع کرنا 34

قرآنی حکم، ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو 38

یو این او کی بنیاد اگر قرآنی اصولوں پر نہ رکھی گئی تو وہ بھی ناکام ہو جائے گی 122

لیگ آف نیشنز کی بنیاد اگر قرآنی اصولوں پر رکھی جائے تو کامیاب ہو گی 122

آخری زمانہ کے متعلق قرآن کریم کی لکھی ہوئی تمام علامتوں کا پورا ہو چکنا 190

حضرت عثمانؓ کا قرآن کریم کے نسخے تیار کروانا 203، 204

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن کے واقعہ کا فرق 204، 205

یورپین مصنفین کا حفاظت قرآن کا اعتراف کرنا 205، 206

لوگوں کا حضرت عثمانؓ کو جامع القرآن کہنا، اس کی تصحیح، شائع کنندہ قرآن کہنا کسی حد تک بجا ہو سکتا ہے 206

حضرت عثمانؓ کا صرف حجازی قرأت میں قرآن پڑھنے کا حکم دینا، اس کی حکمت 206، 207

شیعوں کا موجودہ قرآن کریم کو بیاض عثمانی کہنے کا اعتراض اور اس کا جواب 207، 208

حضور انور کا ''الاسلام'' کی قرآن سرچ کی نئی ویب سائٹ کے پہلے ورشن کو لانچ کرنا، ویب سائٹ کی خصوصیات 221

قرآن کریم کا رمضان میں اتارا جانا 229

قریشی محمد فضل اللہ صاحب کا جماعت کی طرف سے خط منظور میں شائع ہونے والے قرآن کریم کے سافٹ ویئر کی تیاری میں

بہت خدمات سرانجام دینا 304، 305
حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو قرآن کریم جمع کرنے کا حکم دینا 351، 352
ملک مبشر احمد صاحب کا قرآن کریم کی ڈکشنری کا کام کرنا 497
حضرت عمرؓ کا حفاظت قرآن، تدوین قرآن کی تجویز دینا 631
حضرت عمرؓ کے دربار میں قرآن کا علم رکھنے والوں کو بڑا مقام حاصل تھا 691
حضرت عمرؓ کا دورِ جاہلیت کے اشعار کے متعلق کہنا کہ ان میں قرآن مجید کی تفسیر موجود ہے 699
قریش کی طرح پاکستان کے مسلمانوں کا بھی احمدیوں کو نماز اور قرآن پڑھنے سے روکنا، پڑھنے پر سخت سزائیں مقرر کرنا 737
حضور انور کا جماعت کو نئے سال کے آغاز پر دو قرآنی دعائیں پڑھنے کی طرف توجہ دلانا 773

قربانی

احمدی تو ناموس رسالت کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے والے ہیں 17
آپؐ کا صحابہ کو قربانی کے جانور حُلَیْس بن علقمہ کے سامنے اکٹھے کرنے کا حکم دینا 71
آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی 361
جماعت میں ابھی بھی مالی قربانیوں کا سلسلہ قائم ہونا 647
مالی قربانی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت ہے 648
جماعت کے مالی قربانیوں کے واقعات 649 تا 658
احمدی بچوں کی مالی قربانی 654، 655
بیعت کے بعد مالی قربانی کی اہمیت کا ادراک ہونا 657، 658
پاکستان کا اقتصادی حالات کی خرابی کے باوجود قربانی میں بڑھتے چلے جانا 659
حضرت عمرؓ کا قربانی کرنے والے قریبیوں کو بھی نوازنا 679، 680
حضرت عمرؓ کی مالی قربانیاں 690

قرض

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مفہوم..... 18 تا 20
چندے کی برکت سے دو سال میں قرض کی ادائیگی ہو جانا 25، 26
زراعتی قرضہ (Mortgage) کیلئے بھی پہلے رقم ڈالنا پڑتی ہے یا ضمانت دینی پڑتی ہے 241
حضرت عمرؓ کے قرض کی ادائیگی کے متعلق مختلف روایات 612

قریش

قریش کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر آپؐ کی گفتگو..... 70، 71
بعض روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے آپؐ کے قتل کی سازش بھی تیار کی تھی 72
آپؐ کا قریش سے سفارت کاری کیلئے حضرت عثمانؓ کو بھجوانا 73
قریش کا بیعت رضوان سے خوفزدہ ہونا اور معاہدہ کیلئے تیار ہونا 75
حضرت عثمانؓ کا قرآن کریم کے نسخے تیار کروانا، جن ٹکڑوں میں اختلاف تھا ان کو قریش کی زبان کے مطابق تحریر کروانا 203، 204
آپؐ کی بعثت کے وقت قریش میں صرف ستر آدمیوں لکھنا پڑھنا جاننا 249
قریش کا حضرت عمرؓ کے گھر کا محاصرہ کرنا 277، 281 تا 283
قریش حضرت ابو بکرؓ کے دیت کے متعلق کئے گئے فیصلوں کی تصدیق کرتے اور ان کو قبول کرتے تھے 715، 716
قریش کی طرح پاکستان کے مسلمانوں کا بھی احمدیوں کو نماز اور قرآن پڑھنے سے روکنا، پڑھیں تو سخت سزائیں مقرر کرنا 737

قسم / اقسام

حضورؐ کا قسم کھا کر اپنے سچے ہونے کا اعلان کرنا 194، 195
رحم کی دو قسمیں، ان کی تفصیل 239

قضا

حضرت علیؓ کے قضائی فیصلے 42، 43
حضرت عمرؓ کے دور میں محکمہ قضا کا اجراء ہونا 397

قمیص

آپؐ کی حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق پیشگوئی، خدا تمہیں ایک قمیص پہنائے گا منافق چاہیں گے کہ تُو اس قمیص کو اتار دے مگر تم اس قمیص کو نہ اتارنا..... 83، 84، 86
حضرت عمرؓ کی قمیص کو چار جگہ سے پیوند لگے ہونا 643

قول سدید

اصلاح اعمال کیلئے قول سدید کا ہونا ضروری ہے 378

قوم

عبداللہ بن سلامؓ کا اپنی قوم کو حضرت عثمانؓ کے قتل سے منع کرنا 158
آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی 361

حضرت عمرؓ کے دور میں غیر اقوام کے لوگوں کا بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہنا 403

قیامت

مجلس خدام الاحمدیہ کی زندگی قیامت تک کے لیے ممتد ہے 98
عمرؓ کا فرمانا کہ بکری / اونٹ کا بچہ بھی دریائے فرات کے کنارے ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن عمر کا اس پر مؤاخذہ ہو گا 373، 678

قیدی

ابن ملجم کا قیدی بنا کر لایا جانا، حضرت علیؓ کی ہدایت کہ قیدی ہے اس کی مہمان نوازی کرو اور عزت کے ساتھ ٹھہراؤ 2
بدر کے قیدیوں کے متعلق آپؐ کا صحابہؓ سے مشورہ طلب کرنا، حضرت عمرؓ کے مشورہ کے متعلق ایک وضاحت 296 تا 299
اسلام میں جنگی قیدیوں کے علاوہ غلام بنانے کی ممانعت 383

قیمت

حضرت عمرؓ کا سودا مہنگا کرنے اور بھاؤ گرانے سے بھی روکنا 404
اسلام نے مارکیٹ کنٹرول پر ائس کے لحاظ سے ناجائز حد تک قیمتیں گرانے سے منع کیا ہے 404
حضرت عمرؓ کا ارزاں قیمت پر انگور بیچنے والے کو اپنا مال منڈی سے اٹھانے کا حکم دینا، بعض صحابہ کا آپؐ کا قول 'منڈی کے بھاؤ میں دخل نہیں دینا چاہیئے'' پیش کرنا 404
حضرت عمرؓ بازار کی قیمتوں پر بھی نظر رکھتے تھے، ایسی قیمتیں مقرر کرواتے جس سے شہریوں کے حقوق متاثر نہ ہوں 682

کارکنان

حضور انور کا جلسہ کے بعد کے جمعہ میں کارکنان کا شکریہ ادا کرنا 465
حضور انور کا تمام کارکنان جلسہ کا شکریہ ادا کرنا 465، 466
غیر از جماعت دوست کا جلسہ کے کارکنان کے کام سے متاثر ہونا 467

کافر

کیا معاہد کافر کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جاسکتی ہے؟ اس سوال کا جواب 614، 615

کام

حضور انور کا چندہ وقف جدید کے سلسلہ میں لجنہ اماء اللہ کے کام کی تعریف فرمانا، مردوں کا بھی لجنہ کی طرح محنت کرنا 29
حضور انور کو روزانہ لوگوں کی خطوط آنا، ہم دعا کرتے ہیں کام کی کوشش بھی کرتے ہیں مگر دعا قبول نہیں ہوتی..... 235
حضرت عمرؓ کے دور میں رفاہِ عامہ کے مختلف کام 400، 401
جلسہ کے دوران بارش کی وجہ سے کار پارکنگ کا مسئلہ، کارکنان کا محنت سے کام کرنا، حضور انور کا تعریف فرمانا 465
غیر از جماعت دوست کا کارکنان کے کام سے متاثر ہونا 467
کام کا حرج کر کے تبلیغی سٹال کا کام کرنا، ایمرجنسی کام ملنا اور ایک گھنٹے کے کام پر پورے دن کے پیسے مل جانا 650، 651
کسی مسئلے پر اختلاف کی صورت میں عمرؓ مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے 697

کپڑا / کپڑے

حضرت عمرؓ بیت المال سے اپنے حق زیادہ کپڑا لینے کے الزام کا ردّ کرنا، بیٹے کے حصے کا کپڑا لے کر اپنا جوڑا مکمل کیا 695
کفار مکہ کا مسجد حرام میں آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر گلا گھونٹنا، حضرت ابو بکرؓ کا کفار کا بُرا بھلا کہنا 729، 731

کھجور

صحابہؓ کا حضرت علیؓ سے مذاق، کھجور کھا کر گھٹلیاں آپؓ کے سامنے رکھ دینا..... 35
آپؐ نے خیبر کے کھجوروں کے باغات کس شرط پر یہودیوں کو عطا کئے تھے؟ 339، 340

کرتب

آپؐ کا حضرت عائشہؓ کو حبشہ کے لوگوں کے کرتب دکھانا 669

کرونا (Covid 19)

حضور انور کا سربراہان حکومت کو کووڈ کے حوالے سے خطوط تحریر فرمانا، حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے توجہ دلانا 15
کووڈ کی وجہ سے ہر فرد کا معاشی لحاظ سے اور صحت کے لحاظ کمزور ہونا، ملکوں کی معیشت کی کمریں ٹوٹ جانا 15، 16
کرونا وباء کے دوران احمدیوں کو احتیاط کرنے کی ہدایت 108
کرونا سے حفاظت کیلئے دعا کی تحریک 274، 288

کریڈٹ کارڈ

تنگ دستی کے باوجود کریڈٹ کارڈ سے ہی چندہ وقف جدید، تحریک جدید ادا کرنا، چندے کی برکت سے مالی حالات بہتر ہو گئے 28

کسوف و خسوف

رمضان کے مہینے میں کسوف و خسوف کے نشان کا ظہور 188، 191

کشف

عالم بیداری (کشف) میں حضرت علیؓ کا حضورؐ کو ایک تفسیر دینا 45

کشف میں حضرت فاطمہؓ کی ران پر حضورؐ کا سر رکھنا اور حضرت فاطمہؓ کا اظہار شفقت فرمانا 46

آپؐ کو کشف میں شام، فارس، یمن اور مدائن کے سفید محلات کی کنجیاں عطا ہونا 440، 441

آپؐ کو کشفاً بتایا جانا کہ دوران ہجرت حضرت ابو بکرؓ رفاقت کیلئے سب سے موزوں ترین ہیں 766

کفار / کفر

آپؐ کے ہمراہ کفار کا سجدہ کرنا، اس کی تفصیل اور وضاحت 53، 54

آپؐ کا عمرہ کی غرض سے مکہ آنا، کفار کا عمرہ سے روک دینا 68 تا 70

قبول اسلام کے بعد کفار کا مسلمانوں پر مظالم ڈھانا 729

کفار مکہ کا مسجد حرام میں آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر گلا گھونٹنا، حضرت ابو بکرؓ کا کفار کا بُرا بھلا کہنا 729، 731

دارالندوہ میں کفار کا آپؐ کے خلاف خفیہ مشورہ کرنا 750

آپؐ کی ہجرت مدینہ اور کفار مکہ کا آپؐ کے گھر کا محاصرہ کرنا 755

کفار مکہ کا آپؐ کو زندہ یا مردہ لانے پر سو اونٹ کا انعام مقرر کرنا 763

کنجیاں

خندق کھودتے ہوئے آپؐ کو مدائن، شام، یمن اور فارس کے محلات کی کنجیاں عطا ہونا، آپؐ کا ہر نعرہ تکبیر بلند کرنا 440، 441

کنگن

حضرت عمرؓ کا قیصر و کسریٰ کے کنگن والی پیشگوئی کو ظاہراً پورا کرنا..... 640، 641

کنواں

حضرت عثمانؓ کا مسلمانوں کے لئے کنواں خرید کر وقف کر دینا 83

صوفی غلام محمد صاحب کا قبول احمدیت کا واقعہ، گاؤں والوں نے بائیکاٹ کیا، کنویں سے پانی لینے سے منع کر دیا، گاؤں کے کنویں کا پانی سوکھ گیا..... 137، 138

آپؐ کی انگوٹھی کا حضرت عثمانؓ سے اَرِیس نامی کنویں میں گر جانا..... 172، 173

حضرت عمرؓ کے متعلق آپؐ کا خواب، کنویں کا ڈول بڑا ہو گیا ہے، عمرؓ نے پانی نکال کر سب لوگوں کو سیراب کیا 641

کوڑا

حضرت علیؓ کا روزانہ فجر کے وقت لوگوں کے دروازوں پر کوڑا مار کر نماز کے لئے جگانا 3

حضرت عثمانؓ کا شراب نوشی کے الزام میں جرم ثابت ہونے پر اپنے قریبی شخص کو دوگنی سزا دینا، اسی کوڑے لگوانا 215

حضرت عمرؓ کا غلطی سے سَلَمہؓ کو ہلکا سا کوڑا مارا، ایک سال بعد ملنے پر حضرت عمرؓ کا ان کو چھ سو درہم بدلہ میں عطا کرنا 682

عمرو بن عاصؓ کے بیٹے کا دوڑ میں آگے نکلنے پر ایک آدمی کو کوڑے مارنا، حضرت عمرؓ کا اس کو اسی شخص سے کوڑے لگوانا 693، 694

کیلنڈر

ہجری کیلنڈر کا آغاز 405، 406

تقویم ہجری (کیلنڈر) کس سال میں ہوئی؟ 407

گالی / گالیاں

اہل تشیع کی گالیوں کا جواب 220

حضورؐ کو حکم دیا جانا کہ گالیاں دینے والوں کا بھی لحاظ رکھنا 292

مہمانوں کے متعلق حضورؐ کی ایک نصیحت، مہمان کی طرف سے اگر سبّ و شتم تک بھی نوبت پہنچ جائے تو رویہ ٹھیک رکھیں 457

گناہ

وضو کرتے ہوئے انسان جس جس عضو کو دھوتا یا مسح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عضو کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے 217، 218

گناہ گار اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث دعا سے ہرگز باز نہ رہے، دعا تریاق ہے..... 234

گوشت

حضرت بلالؓ کا حضرت عمرؓ کو فوج کے افسران کی شکایت کرنا، روز پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے..... 563، 564

گھاس

آپؐ کے چندہ مانگنے پر حضرت علیؓ کا گھاس کاٹ کر چندہ ادا کرنا 36

گھر

حضرت عثمانؓ کا مسجد نبوی کی پہلی توسیع کے دوران چند گھر خرید کر مسجد کے لئے دینا 177

اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کے پیغام کو گھر گھر پہنچا دینا 318، 319

مومن کیلئے اصولی ہدایت، گھر والوں کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہو، واپس جانے کا کہا جائے تو واپس چلے جاؤ 459، 460

ابو موسیٰ اشعریؓ کا عمرؓ کے گھر داخل ہونے کیلئے تین دفعہ اجازت طلب کرنا، اجازت نہ ملنے پر واپس چلے جانا 667
آپؐ کی ہجرت مدینہ اور کفار مکہ کا آپؐ کے گھر کا محاصرہ کرنا 755

لات وعزّٰی

ابوسفیان کا کہنا ہمارے لئے عزّٰی ہے، اس کے جواب میں آپؐ کا صحابہؓ کو فرمانا کہ کہو اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ 302، 303
مشرکین کا لات وعزّٰی کے انکار پر زنیرہ کو اندھا کر دینا 732

لائبریری

اسکندریہ کی لائبریری جلائے جانے کے واقعہ کی تفصیل 578 تا 852

لباس

حضرت عمرؓ کا دکھاوے اور شان شوکت والے لباس کو ناپسند کرنا 663

لجنہ اماء اللہ

حضور انور کا چندہ وقف جدید کے سلسلہ میں لجنہ اماء اللہ کے کام کی تعریف فرمانا، مردوں کا بھی لجنہ کی طرح محنت کرنا 29

لڑائی

سوشل میڈیا پر ایک مولوی صاحب کا بیان کہ دنیا میں جہاں بھی لڑائی ہو رہی ہے اس کے ذمہ دار قادیانی ہیں 290

لقب

حضرت عمرؓ کو "فاروق" کے لقب سے نوازا جانا، اسکا پس منظر 247 تا 249
خورشید احمد منیر صاحب کو خلیفۃ المسیح الثالث کا "بہادر مربی" کا لقب عطا فرمانا 363
حضرت ابو بکرؓ کے القاب، ان کی وجہ تسمیہ 705، 708 تا 713

لنگر خانہ

حضورؒ کی لنگر خانہ کے انچارج کو مہمان نوازی کے متعلق ایک ہدایت، کسی سے امتیازی سلوک نہ کرنا، خوب خدمت کرنا 458

لوائے احمدیت (دیکھئے "پرچم")

لیکچر

حضرت مصلح موعودؓ کا "اسلام میں اختلافات کے آغاز" پر اسلامیہ کالج لاہور میں لیکچر، اس کی تفصیل 114 تا 116
"ضرورت مذہب" کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا لاہور میں لیکچر، اس کا خلاصہ 118، 119

لیگ آف نیشنز

لیگ آف نیشنز کی بنیاد اگر قرآنی اصولوں پر رکھی جائے تو کامیاب ہوگی 122

مارکیٹ

اسلام نے مارکیٹ کنٹرول پرائس کے لحاظ سے ناجائز حد تک قیمتیں گرانے سے منع کیا ہے 404
حضرت عمرؓ کا مارکیٹ سے انتہائی کم ریٹ پر انگور بیچنے والے کو ڈانٹنا 683

ماسک

جلسہ کے دوران ماسک کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت 461، 462

مال / مالی قربانی

اللہ کے راہ میں جانوں اور مالوں سے جہاد کی وصیت 4
خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ جہاد بالمال 21
حضرت عثمانؓ کی مالی خدمات و قربانیاں 82، 83
چوہدری حمید اللہ صاحب جماعتی اموال کو بڑی احتیاط سے استعمال کیا کرتے تھے 102، 107
غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ پر سبقت کی خواہش کرنا، اپنا نصف مال پیش کرنا..... 341، 342
عمرؓ کی مالی قربانی 342، 343، 690
آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی 361
عمرؓ کا خمس کا مال دیکھ کر رونا..... 444
سید طالع احمد شہید کو جماعتی اشیاء اور اموال کی فکر ہونا 515
عمرؓ کا اپنے گھر کا آدھا مال آپؐ کو پیش کرنا 616، 690
قرآن کریم میں مومنین کی بیان شدہ نشانیوں میں سے ایک نشانی اللہ کی رضا کیلئے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں 647
جماعت میں ابھی بھی مالی قربانیوں کا سلسلہ قائم ہونا 647
مالی قربانی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت ہے 648
جماعت کی مالی قربانیوں کے واقعات 649 تا 658
احمدی بچوں کی مالی قربانیاں 654، 655
بیعت کے بعد مالی قربانی کی اہمیت کا ادراک ہونا 657، 658
عباد الرحمٰن مال میں اسراف نہیں کرتے 663
اسماءؓ کا اپنے نابینا دادا کو تسلی دینا کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے لئے کافی

مال چھوڑ کر گئے ہیں..... 769، 770

مال فے

حضرت علیؓ کا مالِ فَے میں حضرت ابو بکرؓ کا طریق اختیار کرنا، خود نہ لینا 38

ماں

حضورؐ کا انسان اور دعا کا تعلق بچہ کے رونے سے ماں کے پستان میں دودھ آنے کی مثال سے دینا 239

مٹی

جنگ قادسیہ کے دوران مسلمانوں کا یزدجرد کے دربار سے مٹی کے بورے لے کر نعرے لگاتے ہوئے نکل جانا 439

مثلہ

حضرت علیؓ کا اپنے قاتل کے مثلہ کرنے سے منع کرنا 5

مجاہدہ

مجاہدہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ 232

مجلس شوریٰ (نیز دیکھئے "شوریٰ")

حضرت عثمانؓ کے انتخاب خلافت کے لئے مجلس شوریٰ کا قیام 87، 88

حضرت عمرؓ کا اپنی آخری بیماری میں بعد میں آنے والے خلیفہ کو نصائح اور مجلس شوریٰ کے حوالہ سے ہدایات دینا 88، 89

مجوسی

حضرت عمرؓ کے دور میں مجوسیوں کا والنٹیئر فوج میں شامل ہونا 403

محاصرہ

منافقین کا حضرت عثمانؓ کو محصور کر کے شہید کرنا 128

باغیوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنا 141، 142، 146

حضرت عثمانؓ کی محاصرین کے حق میں بد دعا کرنا..... 156

قریش کا حضرت عمرؓ کے گھر کا محاصرہ کرنا 277

اسلامی لشکر کا بیت المقدس کا محاصرہ کرنا 556، 557

مسلمانوں کا قلعہ بابلیون کا مسلسل سات ماہ تک محاصرہ کرنا 576

کفار کا آپؐ کے گھر کا محاصرہ کرنا 755

آپؐ کا محاصرین کے درمیان سے نکل کر غار ثور کو جانا 756، 758

محبت

گنی کناکری کے مبلغ صاحب کا وقف جدید کے حوالہ سے حضورؒ کا ارشاد کہ ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں پیش کرنا اور ایک احمدی کا جیب میں موجود ساری رقم پیش کر دینا 21

حضرت امام حسینؓ کا حضرت علیؓ سے سوال، ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں..... 33

آپؐ کا فرمانا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا 37

حضرت علیؓ کا کہنا میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہوں گے ایک وہ جو محبت میں غلو کر کے مجھے وہ مقام دیں گے جو میرا نہیں..... 38

آپؐ کا حضرت علیؓ سے عہد، علیؓ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا 38

آپؐ کا حضرت علیؓ کی مثال عیسیٰؑ سے دینا، عیسیٰؑ کی محبت میں ان وہ مقام دے دیا جو ان کا اصل مقام نہ تھا 38

حضورؐ کا عقیدہ، مَیں حضرت علیؓ اور آپؓ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں، جو ان سے عداوت رکھے اس سے میں عداوت رکھتا ہوں 46

انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہ تھا کہ انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو..... 110

حضورؐ کی ماموریت کا مقصد مخلوق اور خدا میں کدورت دور کر کے محبت کو قائم کرنا 196

مُحیی یا احیائے دین کرنے والے کی سب سے اولین شرط محبت رسول ہے 265

حضرت مصلح موعودؓ کی آنحضرتؐ سے غیر معمولی محبت 292

محمد بدر صاحب کا شاملین جلسہ کے چہروں سے محبت کے جذبات ٹپکتے ہوئے دیکھنا 475

سید طالع احمد شہید کی حضور انور اور خلافت سے محبت 516، 521

حضور انور کی سید طالع احمد شہید کیلئے محبت 517

حضورؒ کا آپؐ کی محبت اور شیخین کے بلند مقام کے متعلق مسلسل 6 گھنٹے تقریر کرنا 703، 704

محدث

آپؐ کا فرمانا پہلی امتوں میں محدثین ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہے 630، 631

محل
جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مسجد کی تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اجر میں اس کے لیے ایسا ہی محل جنت میں تعمیر کروائے گا178، 179
خندق کھودتے ہوئے آپؐ کو مدائن، شام، یمن اور فارس کے محلات کی کنجیاں عطا ہونا، آپؐ کا ہر نعرہ تکبیر بلند کرنا 440، 441
مدائن کے سفید محلات گرنے کی پیشگوئی پوری ہونا 440، 442

مخالفت
آپؐ کا خواب میں حضرت علیؓ کو مخالفین کے خلاف دعا کرنے کا فرمانا3
الجزائر میں جماعت کی مخالفت 32
اللہ تعالیٰ کے جماعت پر افضال، مخالفین ایک راستہ بند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کئی راستے کھول دیتا ہے 47
رمضان میں مخالفین کے شر سے بچنے کیلئے دعا کرنے کی تحریک274
جن ممالک میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے ان ممالک کیلئے دعا کی تحریک 288
مخالفت پر دعا کرتے رہنے کی نصیحت 290، 291، 294
حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کے واقعات 291، 292
مخالفین کا غلط فہمی کی بناء پر جماعت کی مخالفت کرنا 293، 294
مخالفت کے فوائد، مخالفین احمدیت کا پیغام ہر جگہ پہنچا رہے ہیں 294
مخالفین کا خلافت کو عضو معطل کرنے کا ارادہ، اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کے پیغام کو گھر گھر پہنچا دینا 318، 319

مذہب
"ضرورت مذہب" کے متعلق مصلح موعودؓ کے لیکچر کا خلاصہ118، 119
جلسہ کے باعث مذہب سے لگاؤ پیدا ہونا 473
نوشیروان کا زرتشتی مذہب کو تلوار کے ذریعہ دبانا 587
حضرت عمرؓ کے دور میں مذہبی آزادی کے واقعات 695، 696

مرد
مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کے متعلق ایک وضاحت 726، 727

مردم شماری
حضرت عمرؓ کے زمانے میں مردم شماری، راشننگ سسٹم کا آغاز ہونا..... 388 تا 390

مزدوری
روزے میں چار کلو میٹر کا سفر طے کر کے کھیتوں میں مزدوری کر کے چندہ ادا کرنا 28، 29

مساوات
حضرت عمرؓ کے مساوات کے قیام کے واقعات374، 693، 694

مسجد
جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مسجد کی تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اجر میں اس کے لیے ایسا ہی محل جنت میں تعمیر کروائے گا178، 179
حضرت ابو بکرؓ کا اپنے صحن میں مسجد بنانا، یہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد تھی 737

مسلمان
کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک اس میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کا سا رنگ پیدا نہ ہو 43، 219
غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر مسلمانوں کا پہلی مرتبہ صلوٰۃ الخوف ادا کرنا 78
حضرت عثمانؓ کا خط حج کے موقع پر مسلمانوں کا سنایا جانا147، 148
مظلوم مسلمانوں کیلئے دعا کی تحریک 321
عراق جنگ کیلئے عمرؓ کا اپنے نام پیش کرنے کیلئے مسلمانوں کو دعوت دینا..... 414
رستم کا مسلمانوں کو واپس جانے پر صلح کی پیشکش کرنا اور اپنے دربار میں بلانا، مسلمانوں کا قیمتی قالینوں میں نیزے گاڑنا .....433، 434
مسلمانوں کے وسعت حوصلہ کی عمدہ مثال 437، 438
جنگ قادسیہ کے دوران مسلمانوں کا یزدجرد کے دربار سے مٹی کے بورے لے کر نعرے لگاتے ہوئے نکل جانا 439
دولت کے آنے سے مسلمانوں میں حسد و بغض بڑھتا چلا گیا444
مسلمانوں پر بلاوجہ جنگ کرنے کے الزام کا جواب 483، 484
مسلمانوں کا دشمنوں کے ساتھ کیا گیا عدل و انصاف 534
مسلمانوں کا حمص کے عیسائیوں کو ان کی حفاظت کیلئے لیا گیا جزیہ واپس کرنا، عیسائیوں کا متاثر ہونا 544، 545، 553، 554
جنگ یرموک کے موقع پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنا اور خواتین کے خیموں تک پیچھے ہٹ جانا 550
اہل ایلیا اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ کی تفصیل 560، 561
یروشلم کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کا پادریوں کی مقدس جگہ کے باہر نماز ادا کرنا، کہیں مسلمان اس جگہ کو چھین کر یہ نہ کہیں یہ

ہماری مقدس جگہ ہے 565
مسلمانوں کی اخلاقی برتری کا واقعہ 574
علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے 579
جنگوں کے دوران مسلمانوں کی عبادات کا رنگ 583، 584
مسلمانوں میں آپؐ کی بدولت جوش، عزم، استقلال، بلند حوصلگی اور دلیری پیدا ہونا، حضرت عمرؓ نے ان اخلاق کو مزید قوی کر دیا 588
حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کا نماز پڑھتے ہوئے حفاظت کیلئے پہرہ رکھنا شروع کرنا 611
کیا معاہد کافر کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جاسکتی ہے؟ اس سوال کا جواب 614، 615
قبول اسلام کے بعد کفار کا مسلمانوں پر مظالم ڈھانا 729
قریش کی طرح پاکستان کے مسلمانوں کا بھی احمدیوں کو نماز اور قرآن پڑھنے سے روکنا، پڑھنے پر سخت سزائیں مقرر کرنا 737

مشابہت

حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت عثمانؓ کو سلیمانؑ سے مشابہت دینا 180
آپؐ سے اخلاق میں سب سے زیادہ حضرت عثمانؓ کی مشابہت ہونا..... 181، 182
جماعت کی صحابہؓ کے ساتھ مشابہت ہونا 189

مشرک / مشرکین

مشرکین کا آپؐ کو اپنے نرغہ میں لینا، حضرت ابو بکرؓ کا آگے بڑھ کر آپؐ کو مشرکین کے نرغہ سے نکالنا 37
غزوہ احد کے موقع پر عمرؓ کا چند مہاجرین کے ہمراہ گھاٹی پر حملہ کرنے والے مشرکین سے مقابلہ کر کے ان کو بھگا دینا..... 302
مشرکین کا حضرت ابو بکرؓ کو مارنا 707
مشرکین کا لات و عزّٰی کے انکار پر زنیرہؓ کو اندھا کر دینا 732

مشکل / مشکلات

پاکستان اور الجزائر میں جماعتی مشکلات کے شکار احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 245
مصائب اور مشکلات ہمیں خدا کے قریب کرنے والے ہوں 585
چندے کی برکت سے مالی مشکلات کا ختم ہونا 655، 658

مشورہ

جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق آپؐ کا صحابہؓ سے مشورہ طلب کرنا، صحابہؓ کا مختلف مشورے پیش کرنا..... 296 تا 299
حضرت عمرؓ کا غزوات کے متعلق آپؐ کو مشورہ دینا اور آپؐ کا اس مشورہ کو قبول فرمانا 634
حضرت عمرؓ کا عورت کے جنین کے اسقاط کی صورت میں دیت کے متعلق مشورہ کرنا 667
طاعون عمواس کے پھیلنے پر حضرت عمرؓ کا سَرغ سے واپس لوٹنے کے متعلق مشورہ کرنا..... 683، 684
طاعون پھوٹنے کے بعد حضرت عمرؓ کا مشورہ سے شام سے واپس آنا 685
حضرت عمرؓ بچوں کی تربیت کیلئے، ان کی عقلیں تیز کرنے کیلئے ان سے مختلف امور میں مشورے طلب کیا کرتے تھے 692
کسی مسئلے پر اختلاف کی صورت میں حضرت عمرؓ مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے 697
دارالندوہ میں کفار کا آپؐ کے خلاف خفیہ مشورہ کرنا 750

مصیبت

مصیبت کے وقت علیؓ کا دعا پڑھنا، یَا کٰھٰیٰعٓصٓ اِغْفِرْلِیْ 33

مطالعہ کتب

اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنی چاہئیں 118
افراد جماعت کو مطالعہ کتب حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک 124
داؤدہ رزاقی یونس صاحب کا حضور کی کتاب اسلامی اصول کا مطالعہ کرنا، اس سے متاثر ہو کر بیعت کر لینا 541

معاہدہ

قریش کا بیعت رضوان سے خوفزدہ ہونا اور معاہدہ کیلئے تیار ہونا 75
صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی دو نقلیں تیار کی گئیں 75
صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر حضرت عمرؓ کے بھی دستخط ہونا 330
حضرت عمرؓ کی ہدایت کہ دشمنوں کے معاہدات کا پوری وفاداری سے احترام کیا جائے 437
حضرت عمرؓ کا ایک غلام کے عہد کی پاسداری کرنا اور آئندہ کیلئے معاہدہ سے پہلے کمانڈر انچیف کے بغیر معاہدہ کرنے پر پابندی لگانا 483
اہل ایلیا اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ کی تفصیل 560، 561
اہل ایلیا سے معاہدہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، جزیہ زبردستی نہیں لیا جاتا تھا 561
آپؐ کا خزانہ کے آدمیوں کی سرکوبی کیلئے نکلنا، فرمانا ہم معاہدہ شکنوں کی سرکوبی کریں گے 671

حضرت ابو بکرؓ کا حلف الفضول معاہدہ میں شامل ہونا 716

معجزہ / معجزات

آپؐ کی پیشگوئیوں اور معجزات کا پورا ہونا 188، 190، 191
عبدالوحید وڑائچ صاحب کی انگلی کا معجزانہ طور پر ٹھیک ہونا 377
جلسہ کے دوران بجلی کا چلا جانا، دعا کے بعد معجزانہ طور پر بجلی کا واپس آنا اور خطاب کے فوراً بعد دوبارہ بند ہو جانا 469
جماعت میں شامل ہو کر معجزات کی حقیقت سمجھ میں آنا 477
حضرت عمرؓ کی آواز کا معجزانہ طور پر ساریہ تک پہنچنا 506 تا 508، 687
غار ثور میں ابو بکرؓ کو بچھو یا سانپ کا ڈستے رہنا، آپؐ کا زخم پر اپنا لعاب لگانا، زخم کا معجزانہ طور پر ٹھیک ہو جانا 760

معذرت

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کی کسی بات میں تکرار ہونا، دونوں کا معاملہ میں اپنے آپ کو قصور تسلیم کرنا اور ایک دوسرے سے معذرت کرنا 666

معیشت

کووڈ کی وجہ سے ملکوں کی معیشت کی کمریں ٹوٹ جانا، چھوٹے ملکوں کی معیشت پر قبضہ کے سرد جنگ شروع ہونا 15، 16

مغفرت

توبہ و مغفرت کی وضاحت 272
رمضان میں اللہ کی مغفرت کے دروازوں کا کھلا رہنا 273

مقام

آپؐ کا حضرت علیؓ کی مثال عیسیٰؑ کے طرح ہے، عیسیٰ کی محبت میں ان وہ مقام دے دیا جو ان کا مقام نہ تھا 38
حضرت علیؓ کا کہنا میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہوں گے ایک وہ جو محبت میں غلو کر کے مجھے وہ مقام دیں گے جو میرا نہیں..... 38
عمرؓ کے دربار میں قرآن کا علم رکھنے والوں کو بڑا مقام حاصل تھا 691
شیعوں کی ایک بات کا ردّ اور خلفاء راشدین کا بلند مقام 702، 703
ایک دوست کا حضورؒ کے مقام کو شیخین کے مقام سے بلند خیال کرنا، غیرت میں آکر حضورؒ کا آپؐ کی محبت اور شیخین کے بلند مقام کے متعلق مسلسل 6 گھنٹے تقریر کرنا 703، 704

مقصد

حضورؒ کی بعثت کا بنیادی مقصد اسلام کی تجدید اور تائید 193
حضورؒ کی ماموریت کا مقصد مخلوق اور خدا میں کدورت دور کر کے محبت کو قائم کرنا 196
مالی قربانی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت ہے 648
حضور انور کا افراد جماعت کو چندے کی اہمیت اور مقاصد سے آگاہ کرنے کی ہدایت فرمانا 657

مقطعات

کٓھٰیٰعٓصٓ کے معانی 33، 34

مکان

چندے کی برکت سے دو سال میں قرض کی ادائیگی کے ساتھ اپنا مکان بھی تعمیر کر لینا 25، 26
حضورؒ کا کثرت سے درود شریف پڑھنا، خواب میں دکھایا جانا کہ فرشتے نور کی مشکیں مکان پر چھڑک رہے ہیں..... 265

مکڑی

مکڑی کا غار ثور کے منہ پر جالا بُننا 761، 763، 767

ملک / ممالک

کووڈ کی وجہ سے ملکوں کی معیشت کی کمریں ٹوٹ جانا، چھوٹے ملکوں کی معیشت پر قبضہ کے سرد جنگ شروع ہونا 15، 16
وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والے ممالک 29، 30
علیؓ اپنے زمانے کے لوگوں میں بہترین انسان اور ملکوں کو روشن کرنے کے لئے اللہ کے نور تھے 44
جن ممالک میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے ان ممالک کیلئے دعا کی تحریک 288
اسلام ہی ہے جس نے ملکی حقوق بھی قائم کئے 391، 392
عمرؓ کے زمانہ میں ممالک کو صوبہ جات میں تقسیم کیا جانا 392
جنگ قادسیہ کے دوران مسلمانوں کا یزدجرد کے دربار سے مٹی کے بورے لے کر نعرے لگاتے ہوئے نکل جانا، خود اپنے ملک کی زمین ہمارے حوالہ کر دی ہے..... 439
امسال پہلی مرتبہ 22 ممالک کا لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہونا 466
مختلف ممالک کا ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ میں شامل ہونا 469
جلسہ سالانہ کے موقع پر نو ممالک سے اہم شخصیات کے خیر سگالی کے پیغامات موصول ہونا 479

منافق / منافقین

آپؐ کا حضرت علیؓ سے عہد، علیؓ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا 38

آپؐ کی حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق پیشگوئی، خدا تمہیں ایک قمیص پہنائے گا منافق چاہیں گے کہ تُو اس قمیص کو اتار دے مگر تم اس قمیص کو نہ اتارنا..... 83، 84، 86

رات کے وقت منافقین کا حضرت عثمانؓ کے گھر پر پتھراؤ کرنا 146

منافقین کا حضرت عثمانؓ پر حملہ کر کے آپؓ کو شہید کرنا 158، 159

منافقین کا حضرت عثمانؓ پر اعتراض، آپؓ جنگ بدر، جنگ احد اور بیعت رضوان میں شامل نہیں ہوئے 174، 175

غزوہ احد کے بعد منافقین اور یہود کا مدینہ میں جشن منانا 303

خلیفۃ المسیح الاولؓ کا منافقین اور انجمن کے بعض عمائدین کے فتنوں کو سختی سے دبانا، کسی کو شر پیدا کرنے کی جرأت نہ ہوئی 316

حضرت عمرؓ کا منافقین کا جنازہ نہ پڑھنے کا مؤقف اور آیت قرآنی کا نزول ہونا کہ تُو کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھ..... 632، 633

حضرت عمرؓ کا منافقین کا جنازہ نہ پڑھنا 640

مہمان / مہمان نوازی

حضرت علیؓ کی ابن ملجم کے متعلق ہدایت کہ قیدی ہے اس کی مہمان نوازی کرو اور عزت کے ساتھ ٹھہراؤ 2

حضور انور کا جلسہ اور مہمان نوازی کے حوالے سے ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا 455 تا 463

حضورؒ کا مہمان کیلئے خود کھانا لے کر آنا اور پیش فرمانا 457

حضورؒ کا مہمانوں کیلئے اپنا بستر پیش کر دینا 457

مہمانوں کے متعلق حضورؒ کی ایک نصیحت، مہمان کی طرف سے اگر سبّ و شتم تک بھی نوبت پہنچ جائے تو رویہ ٹھیک رکھیں 457

حضورؒ کی لنگر خانہ کے انچارج کو مہمان نوازی کے متعلق ایک ہدایت، کسی سے امتیازی سلوک نہ کرنا، خوب خدمت کرنا 458

حضورؒ کی مہمان نوازی کے بعض واقعات 457، 458

مہمان نوازی کی جڑ، ہر مہمان سے عزت و احترام کا سلوک 458

مومن کی نشانی وہ مہمان کا احترام کرتا ہے 459

نائیجر کے ایسیا بابا صاحب کا حضور انور کے مہمان نوازی سے متعلق خطاب سے متاثر ہونا 478

ملک فاروق احمد کھوکھر صاحب کی مہمان نوازی کا واقعہ 775

مہنگائی

حضرت عمرؓ کا سودا مہنگا کرنے سے روکنا 404

اسلام نے بھاؤ کو بڑھانے اور مہنگا سودا کرنے سے روکا ہے 682

موت

زندگی کا بنیادی اصول، ٹھہرنا موت کے مترادف ہے 98

حضورؒ کا نماز کی حالت میں موت کو قابلِ رشک موت قرار دینا 676

موسم

خراب موسم کی شکایت کرنے والوں کو قادیان اور ربوہ کے جلسہ کی مثال دے کر سمجھانا 460، 461

جلسہ کے دنوں میں موسم کیلئے دعا کرنے کی تلقین کرنا 463

مومن / مومنین

حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے متعلق فرمانا کہ ابو بکرؓ کی ایک ساعت آل فرعون کے مومن کی ہزار ساعتوں سے بہتر اور بڑھ کر ہے 37

آپؐ کا حضرت علیؓ سے عہد، علیؓ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا 38

کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک اس میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کا سا رنگ پیدا نہ ہو 43، 219

مومن حصول علم کیلئے خدا کی طرف جھکتا ہے 244

مومنین کی تعریف اور نشانی 244

آیت استخلاف میں مومنوں کیلئے خوشخبری کے ساتھ فکر کا مقام بھی ہے 311

مومن کی نشانی وہ مہمان کا احترام کرتا ہے 459

مومن کیلئے اصولی ہدایت، گھر والوں کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہو، واپس جانے کا کہا جائے تو واپس چلے جاؤ 459، 460

قرآن کریم میں مومنین کی بیان شدہ نشانیوں میں سے ایک نشانی اللہ کی رضا کیلئے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں 647

میڈیا

جلسہ کی پریس کانفرنس اور میڈیا کے ذریعہ کوریج کی رپورٹ 480

نبی

انبیاء کسی کے نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ آگے کسی کو ورثہ دیتے ہیں 95

انبیاء کی صحبت سے بھی فرشتوں سے تعلق پیدا ہونا 118

انبیاء اور دوسرے لوگوں کی پیشگوئیوں میں فرق 119

آپؐ کے بعد بھی اسی رنگ میں سلسلۂ خلافت شروع ہوا جس

طرح پہلے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوا 162
انبیاء اور اولیاء کے معجزات کا منبع دعا ہی تھا 232
قبولیت دعا سے مایوس لوگوں کا انبیاء اور ان کی تاثیرات سے بھی منکر ہو جانا 234
ہرمزان کا حضرت عمرؓ کو دیکھ کر کہنا یہ شخص نبی معلوم ہوتا، بتایا گیا یہ نبی نہیں مگر انبیاء کے طریق پر ضرور ہیں 448، 449
مہمان نوازی ایک ایسا خلق ہے جو انبیاء اور ان کی جماعتوں کا ایک خاص وصف ہے 456
آپؐ کا فرمانا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر ہوتا 630
آپؐ کا مسیح و مہدی کو خود نبی اللہ کہہ مخاطب کرنا 630
آپؐ کی وفات پر صحابہ کا اجماع، کل انبیاء وفات پا گئے ہیں 638
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کے متعلق فرمانا کہ انبیاء و مرسلین کے علاوہ یہ دونوں جنت کے اولین و آخرین کے سردار ہیں 672

نجات

رمضان کا آخری عشرہ جہنم سے نجات دیتا ہے 263

نذر

حضرت عمرؓ کا زمانہ جاہلیت میں نذر ماننا کہ مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا، آپؐ نذر پوری کرنے کی اجازت دینا 341، 639
غزوہ سے واپسی پر لونڈی کا آپؐ سے دف بجانے کی اجازت طلب کرنا، آپؐ کا صرف نذر مانگنے کی وجہ سے اجازت دینا 669، 670

نسل

دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر ہی اپنے آپ اور اپنی نسلوں کو بچا سکتے ہیں 288

نشان / نشانات / نشانی

کسوف و خسوف کے نشان کا پورا ہونا 188، 191
حضورؐ کے ہاتھ پر دو لاکھ سے زیادہ نشانات کا ظہور ہونا 192
مومنین کی تعریف اور نشانی 244
مومن کی نشانی وہ مہمان کا احترام کرتا ہے 459
قرآن کریم میں مومنین کی بیان شدہ نشانیوں میں سے ایک نشانی اللہ کی رضا کیلئے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں 647

نصائح / نصیحت

حضرت علیؓ کی حضرت حسنؓ کو نصیحت، اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ اللہ سے ڈرتے رہنا 4
آپؐ کی حضرت علیؓ کو نصیحت اگر تیری تبلیغ سے ایک آدمی بھی ایمان لے آئے تو اس سے بہتر ہے کہ..... 37
حضرت عمرؓ کی بعد میں آنے والے خلیفہ کو نصائح 88، 89
خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی چوہدری حمید اللہ صاحب کو نصائح 95 تا 97
حضور انور کی بچوں کو اپنے ساتھ لگانے اور ان سے تعلق پیدا کرنے کی نصیحت 287
پاکستان کے احمدیوں کو صدقہ و خیرات اور دعاؤں پر توجہ دینے اور رمضان کے بعد بھی عبادات کے معیار بلند رکھنے کی نصیحت 288
فتنوں سے محفوظ رہنے کیلئے دعائیں کرنے کی نصیحت 289
مخالفت پر دعا کرتے رہنے کی نصیحت 290، 291
جماعت کو مخالفین کے لئے دعا کرنے کی نصیحت 292
حضرت عمرؓ کی سعدؓ کو صبر کی نصیحت کرنا 430
حضرت عمرؓ کا سعدؓ کو خط لکھنا، چند نصائح کرنا، اپنے دل کو نصیحت کرتے رہو اور اپنی فوج کو وعظ و نصیحت کرتے رہو..... 432
مہمانوں کے متعلق حضورؒ کی ایک نصیحت 457
شاملین جلسہ کو جلسہ کے ماحول سے بھرپور استفادہ کرنے کی نصیحت 463
حضرت مصلح موعودؓ کی جماعت کو ایک نصیحت 585
موجودہ دور میں اسراف سے اجتناب کی نصیحت 662
بڑی عمر کے لوگوں کو سیاہ رنگ یا سیاہ خضاب لگانے سے اجتناب کرنے کی نصیحت 706

نصرت جہاں سکیم

سید طالع احمد شہید کا حضور کی ہدایت پر نصرت جہاں سکیم کے بارے میں دستاویزی فلم بنانے افریقہ جانا 525، 526

نظام

حضرت عمرؓ کے دور میں محاصل کا نظام جاری ہونا 394، 395
حضرت عمرؓ کے دور میں تعلیم کا نظام 404، 405
عاطف زاہد صاحب کا ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ دیکھ کر کہنا کہ یقین ہو گیا ہے کہ یہ عالمگیر خدائی نظام ہے 477، 478

نظم

سید طالع احمد شہید کی خلافت سے محبت کے متعلق ایک نظم 516

نعرہ

غزوہ احد کے موقع پر ابو سفیان کا اُعْلُ هُبَلْ کا نعرہ لگانا، آپؐ کا

صحابہ کو کہنا جواب دو اللہ اَعْلٰی وَ اَجَلّ..... 303،302
جنگ قادسیہ کے دوران مسلمانوں کا یزدجرد کے دربار سے مٹی کے بورے لے کر نعرے لگاتے ہوئے نکل جانا 439
آپؓ کو کشفاً باری باری مدائن، شام، یمن اور فارس کے محلات کی کنجیاں عطا ہونا، آپؓ کا ہر دفعہ نعرہ تکبیر بلند کرنا 441،440

نعمت

نعمتوں کا صحیح استعمال نہ ہو تو دعائیں فائدہ نہیں دیتیں 241
صلحاء کے پہلو میں دفن ہونا بھی ایک نعمت ہے 617

نفس

نفس پر قابو پانے کے متعلق حضرت علیؓ کا واقعہ 15،14،13

نفل / نوافل

حضرت علیؓ کی وصیت کہ باہمی تعلقات کی اصلاح کرنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے 4
جماعت اور پاکستان کے احمدیوں کو آج کل نوافل، صدقات اور دعاؤں پر زور دینے کی تحریک 47،32

نکاح

قطامہ کی ابن ملجم سے نکاح کے لئے رکھی گئی شرط 3
حضرت حفصہؓ سے آپؐ کے نکاح کی ایک خاص مصلحت 300

نماز

حضرت علیؓ کا روزانہ فجر کے وقت لوگوں کے دروازوں پر کوڑا مار کر نماز کے لئے جگانا 3
حضرت علیؓ کی وفات سے قبل نماز کے متعلق وصیت کرنا 4
حضرت عثمانؓ پر مخالفین کا الزام کہ آپؓ نے سفر مکہ میں پوری نماز ادا کی جبکہ آپؐ نے قصر نماز ادا کی تھی..... 131
عید کے روز جمعہ کی نماز سے رخصت کے بارے میں مختلف روایات کا تجزیہ 216
جمعہ کے دن عید کی صورت میں نہ جمعہ پڑھا جائے نہ ظہر ادا کی جائے اس کے متعلق مزید تحقیق کی ضرورت ہے 217،216
دعا کے حوالے سے نماز کی غرض و اہمیت 244،243
غزوہ خندق کے دوران آپؐ سے کتنی نمازیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں ان کی تعداد کے متعلق اختلاف ہونا 327،236
حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے کے بعد آپؐ کا خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کرنا 277،276
آپؐ کا غزوہ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر ادا کرنا 326
ترک نماز کا نام ہرگز قضا نہیں ہوتا 327
قحط کے دنوں میں حضرت عمرؓ کا عشاء کے بعد سے آخر شب تک مسلسل نماز پڑھنا، پھر مدینہ کے اطراف کا چکر لگانا 385
حضرت عمرؓ کے مشہور فقرہ اِنِّیْ لَاُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَاَنَا فِي الصَّلَاة کی تشریح اور تفصیل 413،412
سید طالع احمد شہید سے اللہ تعالیٰ کا پیار کا سلوک، بھوک لگی پیسے نہ تھے نماز کے بعد دیکھا سرہانے کے نیچے دس پاؤنڈ پڑے تھے 521
یروشلم کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کا پادریوں کی مقدس جگہ کے باہر نماز ادا کرنا..... 565
جنگوں کے دوران بھی مسلمانوں کا نماز اور تہجد ادا کرنا 584،583
حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ کے بعد عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا آپؓ کو گھر چھوڑ کر آنا اور واپس آکر مختصر نماز پڑھانا 601
دشمنوں کا مصر میں نماز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کے سر کاٹنا 611
حضرت عمرؓ کی مقام ابراہیم کو نماز گاہ بنانے کی تجویز پر آیت قرآنی کا نزول ہونا 632
چندے کی برکت نمازوں کی حاضری بھی بہتر ہونا 658
حضورؐ کا نماز کی حالت میں موت کو قابلِ رشک موت قرار دینا 676
قحط کے دنوں میں حضرت عمرؓ کا عشاء کے بعد سے مسلسل آخر شب تک نماز ادا کرنا اور دعا کرنا 689
قریش کی طرح پاکستان کے مسلمانوں کا بھی احمدیوں کو نماز اور قرآن پڑھنے سے روکنا، پڑھنے پر سخت سزائیں مقرر کرنا 737

نماز استسقاء

قحط کے ختم ہونے کے متعلق ایک شخص کو خواب میں آپؐ کا دعا کرنے کی طرف توجہ دلانا، نماز استسقاء ادا کی جانا 387،386
قحط کے خاتمے کیلئے حضرت عمرؓ کا نماز استسقاء پڑھنا اور دعا کرنا، بارش شروع ہو جانا اور قحط ختم ہو جانا 686،685،387

نمک

عمرؓ کے سامنے نمک اور سرکہ رکھا جانا، کھانے سے انکار کرنا کہ نمک اور سرکہ دو سالن ہیں، آپؓ کے حکم کی نافرمانی ہے 662

نیت

اللہ تعالیٰ نیتوں کا اجر دیتا ہے 464

چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کی نیت پر ہی اللہ تعالیٰ کا مدت سے پھنسی ہوئی رقم عطا فرمانا 650،649

چندہ کی ادائیگی کی نیت کرنے پر اللہ تعالیٰ کا چندے کے پیسوں کا انتظام فرما دینا 653

نیکی

اللہ کے دین کی اشاعت، مخلوق کی خدمت کیلئے مالی قربانی کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اللہ اس نیکی کو اجر کے بغیر نہیں چھوڑتا 20

جو ذرّہ بھی نیکی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر ہے 20

وبا

گذشتہ ایک سال سے دنیا کا خطرناک وبائی مرض کا سامنا کرنا، کہیں یہ وبا خدا تعالیٰ کے حقوق کی طرف توجہ دلانے کے لئے تو نہیں آئی؟ 15

وباء سے محفوظ رہنے کیلئے دعا کی تحریک 264

امسال جلسہ سالانہ برطانیہ میں وباء کی وجہ سے شاملین کی محدود تعداد ہونا 455

کووڈ کی وجہ سے کام نہ ملنا، چندہ تحریک جدید ادا کرنے سے چار نئے کنٹریکٹ اور جاب مل جانا 656،655

حضرت عمرؓ کا ابوعبیدہؓ کے لشکر کو وبا پھوٹنے پر طاعون زدہ علاقہ میں ہی رہنے کی ہدایت فرمانا 685،684

وبا کے متعلق آپؐ کی ایک ہدایت، وبا پھوٹنے والی جگہ مت جاؤ، جہاں تم رہتے ہو وہاں وبا پھوٹے تو وہاں سے باہر مت جاؤ 684

حضرت عمرؓ کا ابوعبیدہؓ کو طاعون کی وبا کے دوران بلند پہاڑی جگہ پر قیام رکھنے کی ہدایت کرنا 685

وحی الٰہی

حضرت عثمانؓ کو کتابتِ وحی کا موقع بھی ملنا 203

قرآنی وحی کا بھی اذان کی تصدیق کرنا 286

وحی الٰہی سے حضرت عمرؓ کی مختلف موافقات 633،632

ورثہ

صحابہؓ کو گمان ہوا کہ آپؐ پڑوسیوں کو وارث ہی نہ بنا دیں 4

انبیاء کسی کے نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ آگے کسی کو ورثہ دیتے ہیں 95

وسعت حوصلہ

مسلمانوں کے وسعت حوصلہ کی عمدہ مثال 438،437

حضرت عمرؓ کے وسعت حوصلہ کے واقعات 695،694

وصیت

علیؓ کی اپنے بڑے بیٹے کو وصیت 2

حضرت علیؓ کی وصیت کہ ابن ملجم کے پیٹ اور شرم گاہ میں نیزہ نہ مارا جائے 2

پڑوسیوں کے حقوق کے متعلق آپؐ کی وصیت 4

اللہ کے راہ میں جانوں اور مالوں سے جہاد کی وصیت 4

حضرت علیؓ کا اپنی وفات سے قبل نماز کے متعلق کی وصیت کرنا 4

آپؐ کا اپنے صحابہؓ کے بارہ میں اللہ سے ڈرنے اور ان کے حق میں وصیت فرمانا 5

حضرت علیؓ کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑنے کی وصیت 5

حضرت ابوبکرؓ کی وفات سے قبل لکھی گئی وصیت 353 تا 356

حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عمرؓ کو بلا کر وصیت فرمانا کہ لوگوں جہاد کی ترغیب دے کر مثنّیٰؓ کے ساتھ بھجوا دینا..... 413

حضرت عمرؓ کی مسک وغیرہ سے غسل نہ دینے کی وصیت 615

وضو

حضرت عثمانؓ کا رات کو اپنے وضو کا خود انتظام کرنا 200

وضو کرتے ہوئے انسان جس جس عضو کو دھوتا یا مسح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عضو کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے 218،217

وظیفہ

حضرت عمرؓ کا وظیفے مقرر کرنا، سب سے پہلے آپؐ کے قریبی رشتہ داروں کا وظیفہ مقرر کیا جانا 362

حضرت عمرؓ کا دودھ پینے والے بچوں کا بھی وظیفہ مقرر کرنا 368، 391،371،370

وعدہ

مجاہدہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ..... 232

اللہ تعالیٰ کا حضورؐ سے اُجِیْبُ کُلَّ دَعَائِكَ..... کا وعدہ 234

اللہ تعالیٰ کا حضورؐ کو الہاماً خلافت کے سلسلہ کا وعدہ فرما کر تسلی دینا 314

ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے 315

چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کا وعدہ کرنا، گھر غیر متوقع طور پر کئی گنا منافع پر بِک جانا 656

وفا/وفادار/وفاداری

ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے 315

اللہ تعالیٰ کا وفاداریوں کو بڑی اہمیت دینا 482

حضرت عمرؓ کی ہدایت کہ دشمنوں کے معاہدات کا پوری وفاداری سے احترام کیا جائے 437

ہجرت کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کا صدق و وفا کا نمونہ ابد الآباد تک بطور نمونہ رہے گا 766

وفات مسیح

وفات مسیح پر صحابہؓ کا اولین اجماع 348، 349، 638

وقت

سید طالع احمد شہید کا وقت کے ضیاع کو برداشت نہ کرنا 514

وقف/وقف زندگی

حضرت عثمانؓ کا مسلمانوں کے لئے کنواں خرید کر وقف کر دینا 83

مبارک احمد طاہر صاحب کا خواب کی بناء پر زندگی وقف کرنا 139

حضرت عمرؓ کا ثمغ باغ کو خرید کر وقف کرنا 385

وقف جدید (دیکھئے "چندہ جات")

ویب سائٹ

احمدی پیڈیا (ویب سائٹ) کی خصوصیات 395

ایم ٹی اے کی ویب سائٹ کو ایک لاکھ مرتبہ دیکھا جانا 481

احمدیہ انسائیکلوپیڈیا کی ویب سائٹ کا لانچ ہونا 395

حضور انور کا چینی ڈیسک کی ویب سائٹ کو لانچ کرنا 209

حضور انور کا مرکزی شعبہ احمدیہ آرکائیوز اور ریسرچ سینٹر کی ویب سائٹ کو لانچ کرنے کا اعلان کرنا 395

"الاسلام" کی قرآن سرچ کی نئی ویب سائٹ کے پہلے ورشن کی لانچنگ 221

ویمبلے کانفرنس

ویمبلے کانفرنس کی تفصیل، لوگوں کے ریمارکس 121 تا 124

ہاتھی

جنگ جسر کے دوران حضرت ابو عبیدؓ کا ہاتھی کی سونڈ کاٹ ڈالنا، دوسرے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آکر آپؓ کی شہادت ہونا 417

جنگ قادسیہ کے دوران ہاتھیوں کا دریا میں کود جانا 436

ہائیکنگ کلب

عبد الوحید وڑائچ صاحب کا سوئٹزر لینڈ میں ہائیکنگ کلب قائم کرنا، نوجوانوں کو ہائیکنگ سے متعارف کروانا 376

ہجرت

حضرت عثمانؓ کا اپنی اہلیہ کے ہمراہ حبشہ کیطرف ہجرت کرنا 50 تا 52

آپؓ کا حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمانا لوطؑ کے بعد عثمانؓ وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے اہل کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کی 51

ہجرت حبشہ کی تفصیل 52 تا 55

حضرت عمرؓ کی مکہ کی جانب ہجرت، آپؓ کی ہجرت کے متعلق مختلف آراء کی توضیح، چھپ کر ہجرت کی یا کھلے عام 284، 285

حضرت ابو بکرؓ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرنا، ابن دغنہ کا آپؓ کو پناہ دینا..... 735، 736

ہجرت مدینہ کا پس منظر اور تفصیل 748 تا 761، 764، 765

ہجرت کے متعلق آپؐ کی خواب اور آپؐ کا اجتہاد..... 748، 749

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملنا اور آپؐ کا احتیاط سے ہجرت کی تیاری کرنا 750 تا 753

حضرت عیسیٰؑ کا ہجرت کے وقت رفاقت کے لئے دھوما کو چننا جبکہ آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو چننا 765، 766

ہجرت کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کا صدق و وفا کا نمونہ ابد الآباد تک بطور نمونہ رہے گا 766

عبد اللہ بن ابو بکرؓ کا ہجرت مدینہ کے موقعہ پر روزرات کو غار ثور میں آکر آپؐ کو مکہ کی خبروں سے آگاہ کرنا 767

ہجرت کے تیسرے روز عبد اللہ بن اریقط کا تین اونٹ لے کر غار ثور کے باہر آنا 768

حضرت ابو بکرؓ کا ہجرت کیلئے نکلتے ہوئے اپنا سارا مال پانچ یا چھ ہزار درہم ساتھ لے جانا 769

آپؐ کا ہجرت کے موقعہ پر سفر شروع کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنا، اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنِيْ فِيْ سَفَرِيْ، وَاخْلُفْنِيْ فِيْ أَهْلِيْ 769

ہجرت کے موقعہ پر دوپہر کو آپؐ کا ایک چٹان کے سایہ میں آرام کرنا، حضرت ابو بکرؓ کا پہرہ دینا 771

ہجرت کے موقع پر ایک چرواہے کا آپؐ کے پاس سایہ کی تلاش میں آنا، ابو بکرؓ نے اس سے دودھ لے کر آپؐ کو پیش کیا 771

ہجری تقویم/کیلنڈر

ہجری تقویم کا آغاز 405، 406

ہجری کیلنڈر کیلئے ہجرت سے آغاز کیوں کیا گیا؟ 406

ہجو گوئی

حضرت عمرؓ کا ہجو گوئی کو جرم قرار دینا 699

یہود / یہودی

حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش یہودیوں کا ایک خفیہ منصوبہ تھا 130
آپؐ نے خیبر کے کھجوروں کے باغات کس شرط پر یہودیوں کو عطا کئے تھے؟ 340،339
حضرت عمرؓ کا نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں کی زمینیں اور باغات خرید کر ان کو جلاوطن کر دینا 382
یہودی کا حضرت عمرؓ کو کہنا اگر یہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ..... ہم پر اترتی تو ہم اس دن عید مناتے 697

یو این او (UNO)

یو این او کی بنیاد اگر قرآنی اصولوں پر نہ رکھی گئی تو وہ بھی ناکام ہو جائے گی 122

یوٹیوب (Youtube)

الیاس کُوبَاتَوف صاحب کا یوٹیوب کے ذریعہ جلسہ سننا 476
ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی یوٹیوب کے ذریعہ کوریج کی رپورٹ 481

یوم خلافت

27 مئی کو یوم خلافت کے نام سے یاد رکھا جانا 310

اسماء

آ۔ا

آذین بن ھرمزان 444-445
ابان ابن حضرت عثمانؓ 218
حضرت ابان بن سعیدؓ 84
ابجر بن جُرمُوز 39
حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد حضرت عثمانؓ اپنے اہل کے ساتھ ہجرت کرنے والے پہلے شخص ہیں 51
حضرت ابراہیمؑ کو نمرود کا کوثیٰ نامی جگہ پر قید کرنا 441
حضرت ابراہیمؑ کے مبعوث ہونے کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کا مبعوث ہونا 162
ابراہیم صاحب کی مالی قربانی 25،26
ابراہیم فتحی صاحب 421
ابراہیم کُٹی صاحب 59
مکرم ابراہیم صاحب 135
ابن آثال نامی عیسائی کو حضرت معاویہؓ کا وزیر خزانہ مقرر کرنا 403
علامہ ابن اثیر 8
ابنِ دغِنہ، قارہ قبیلہ کا سردار 735
ابن اَزھر 216
ابن اسحاق 49،51،164،339،350،750
علامہ ابن التین 204-205
ابن جریر 202
علامہ ابن جوزی 8،9
علامہ ابن حجر عسقلانی 405،406،768
ابن حنفیہ 2
علامہ ابن خلدون 125
ابن سیرین 90،164،715،768
علامہ ابن سعد 90،164،768
ابن سعید بن یربوع 202
ابن طاؤس 385
حضرت ابن عباسؓ 2،9،11،41،57،80،85،247، 296،345،362،601،619،691،713،738
حضرت ابن عمرؓ 213،385،631،635،641،672، 681،689،690
حضرت ابن عمرؓ کی جنگ نہاوند میں شرکت 488-489
حضرت ابنِ عمرؓ کا حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت پاس ہونا 606
حضرت ابنِ عمرؓ کا حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس جانا 606
ابن لبیبہ 56
ابن ملجم کو قیدی بنانا 2
ابن ملجم کو مارنے کے بارے حضرت علیؓ کی وصیت 2،5
ابن ملجم کی حضرت علیؓ کے قتل کی سازش 3
ابن ملجم کو قطام بن شجنہ کا نکاح کا پیغام بھیجنا 3
ابن نبّاح کا اذان دینا 3
ابن ھُذیل 445
ابو الاشہب سعدی 126
ابو امامہ کا لوگوں کو اہلِ مدینہ کی مدد کے لئے ابھارنا 148
حضرت ابو ایوبؓ 295-296
ابو البختری کو قتل نہ کرنے کے بارے آپؐ کی ہدایت 247
ابو بشیر عابدی 165
حضرت ابو بُردہؓ 593-594
حضرت ابو بکرؓ عشرہ مبشرہ میں سے 13
حضرت ابو بکرؓ کو جنت کی بشارت 173
حضرت ابو بکرؓ سب سے زیادہ بہادر 37
حضرت ابو بکرؓ کے مال فے تقسیم کرنے کی طرح حضرت علیؓ کا عمل کرنا 38
حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کا حضرت عمرؓ سے موازنہ 39، 40
حضرت صدیق اکبرؓ دین کے امین 45

ابو بکرؓ اور عمرؓ کا صلح حدیبیہ کے معاہدے پر دستخط کرنا 76
حضرت ابو بکرؓ کی حضرت عثمانؓ کے کردار بارے شہادت 84
حضرت ابو بکرؓ 159،87
حضرت ابو بکرؓ کا اسلام اختیار کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ کو تبلیغ اسلام کے لئے منتخب کرنا 163
حضرت ابو بکرؓ کا آنحضورؐ سے باغ میں آنے کی اجازت مانگنا 170
نبی کریمؐ کا حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ احد پہاڑ پر جانا 171،170
حضرت ابو بکرؓ کے پاس نبی کریمؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی انگوٹھی کا رہنا 173
ابو بکرؓ کا آنحضورؐ کے ساتھ ایک گھر میں ہونا 174
حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کا آپؐ کے ساتھ ثبیر نامی پہاڑی پر جانا 176
حضرت ابو بکرؓ کا مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع نہ کرنا 177، 387
حضرت ابو بکرؓ سب سے زیادہ نرم دل تھے 198
ابو بکرؓ سب سے زیادہ رحم کرنے والے 198
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں قرآن کا جمع ہونا 203 تا 205، 218
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں جمعہ کی ایک اذان ہونا 215
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان مؤاخات 285
حضرت ابو بکرؓ کی غزوہ بدر روانگی کے وقت عمرؓ اور عبد الرحمان بن عوفؓ کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہونا 295
حضرت ابو بکرؓ سے آپؐ کا قیدیوں کے بارے مشورہ 296
حضرت ابو بکرؓ کو حضرت عمرؓ کی اپنی بیٹی حفصہؓ کے لئے نکاح کی پیشکش 299
حضرت ابو بکرؓ سے آپؐ کا غزوہ حمراء الاسد کیلئے مشورہ لینا 323
حضرت ابو بکرؓ صلح حدیبیہ کی شرائط پر دستخط کرنے والوں میں شامل تھے 330
حضرت ابو بکرؓ کو آپؐ کا خیبر میں جھنڈا سپرد فرمانا 339
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد خیبر کی کھجوروں کے باغات کی بابت یہودیوں سے آپؐ جیسا سلوک روا رکھنا 339
حضرت ابو بکرؓ کی مالی قربانی 342
حضرت ابو بکرؓ آپؐ کی وفات کے وقت سُنح میں تھے 344
حضرت ابو بکرؓ کا نبی کریمؐ کی وفات پر حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام کو وعظ 346-345
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد تقریر کرنا 350
رسول اللہؐ کی وفات پر صحابہؓ کے اختلاف کرنے پر حضرت ابو بکرؓ کا وعظ، حضرت اقدسؐ کے الفاظ میں 346 تا 350
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کی بابت بخاری کی روایت 350
حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین سے سلوک 351-350
حضرت ابو بکرؓ کی فتنہ ارتداد کے بارہ میں رائے 84
حضرت ابو بکرؓ کا لشکر اسامہؓ کی روانگی کے وقت وعظ 351
حضرت ابو بکرؓ کے دور سے اسلامی جنگوں اور فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا 412
حضرت ابو بکرؓ کا دمشق کا محاصرہ کرنا 528
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اہل فارس سے جنگ 413
حضرت ابو بکرؓ کا اہل فارس سے جنگ کے وقت حضرت عمرؓ کو وصیت کرنا 413
حضرت ابو بکرؓ کا عراق کی اسلامی فوج کی کمان حضرت مثنیٰؓ کو دینا 414
حضرت ابو بکرؓ کا حضرت قعقاع کی بہادری کے بارے بیان 435
حضرت ابو بکرؓ کا اپنی وفات کے قریب مختلف صحابہ سے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانے کے بارہ میں بارے پوچھنا 353
حضرت ابو بکرؓ کی عمرؓ کی خلافت کی بابت وصیت 353 تا 355
حضرت عثمانؓ کا اس وصیت کو پڑھ کر سنانا 356-355
حضرت ابو بکرؓ کا اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کے مال اور اموالِ غنیمت کو حضرت عمرؓ کے سپرد کرنے کا حکم 356
حضرت ابو بکرؓ سے حضرت عمرؓ کی طبیعت کے متعلق سوال 356
ابو بکر بن عبد الرحمان 338
حضرت ابو بکرةؓ 673،86
حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت 673
ابو جعفر 362،87
ابو جندل 328
ابو جہل 246
ابو جہل کا آپؐ کو گالیاں دینا اور حضرت حمزہؓ والا واقعہ 248
ابو جہل کا رسول اللہؐ کو قتل کرنے کے لئے انعام کا لالچ دینا 253
ابو جہل کا رسول اللہؐ کے قتل کے لئے حضرت عمرؓ کو لالچ دینا 278

ابو جہل کا دارالندوہ میں شامل ہونا 751
ابو جہل کی حضرت اسماءؓ کے ساتھ بدسلوکی کرنا 760
ابو جہم بن حذیفہ کا حضرت عثمانؓ کی میت کو اٹھانا 164
حضرت ابو حذیفہؓ کا شہید ہونا 247
ابو حذیفہ بن عقبہ ہجرت حبشہ میں شامل تھے 53
ابو حفص، حضرت عمرؓ کی کنیت 247
علامہ ابو حنیفہ دِینوری 414، 447-448
حضرت ابو درداءؓ کی فتح قبرص میں شمولیت 92
حضرت ابو درداءؓ حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں شامل تھے 397
حضرت ابو ذر غفاریؓ کو آپؐ کا مدینہ میں امیر مقرر کرنا 78
حضرت ابو ذرؓ غفاری کی فتح قبرص میں شمولیت 92
غزوہ بنو مصطلق کے وقت ابو ذر غفاریؓ کو امیر بنانا 324
ابو زَہر اُقشیری 528
حضرت ابو سبرہؓ بن رہم کا رامہرمز کے شہر کا محاصرہ کرنا 447
حضرت ابو سبرہ بن رھم کا جندی سابور میں معرکہ 482
ابو سعید، حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام 200
ابو سعید خدریؓ (نیز دیکھئے سعید خدریؓ) 387، 642، 666، 671
ابو سعید مَقْبُری 559
ابو سفیان 528
ابو سفیان بن حرب کا دارالندوہ میں شامل ہونا 751
ابو سفیان کے قافلہ کی روک تھام کے لئے آپؐ کا نکلنا 295-296
ابو سفیانؓ کا غزوہ احد کے دن صحابہؓ سے مکالمہ کرنا 302-303
ابو سفیان کا معبد کی باتوں سے مرعوب ہونا 323
ابو سفیان کا صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے آپؐ کے پاس آنا 337
حضرت عباسؓ کا ابو سفیان کو آپؐ کے پاس لے کر جانا 337
ابو سفیان کی بیوی اور بیٹی کا جنگ یرموک میں شامل ہونا 549
ابو سلمہ بن عبد الاسد ہجرتِ حبشہ میں شامل تھے 53
ابو سلمہ بن عبد الرحمان 372
ابو سنان کا حضرت علیؓ کی عیادت کے لئے جانا 5
ابو سَہْلہ 174
ابو طاہر مُحَمِّش 406
حضرت ابو عبادہ سعد بن عثمان زرقی سے حضرت عثمانؓ کی مواخات 55
حضرت ابو عبیدؓ 529، 566
ابو عبیدؓ کے صلح حدیبیہ کے معاہدے پر دستخط 76
حضرت ابو عبیدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے فتنۂ ارتداد کے مشورے سے متفق ہونا 84
ابو عبید، ابن ازھر کا آزادہ کردہ غلام 216
حضرت ابو عبید بن مسعود ثقفی کا حضرت عمرؓ کے جہاد پر ابھارنے پر آگے بڑھ کر نعرے لگانا 413
حضرت ابو عبید ثقفی کو حضرت عمرؓ کا عراق کی جنگوں کی کمان سپرد کرنا اور صحابہؓ کے بارہ میں عمرؓ کی نصیحت 414-415
حضرت ابو عبیدؓ کا مجاہدین کے لشکر کو لے کر خفّان میں آنا 415
حضرت ابو عبیدؓ کا حضرت مثنّٰی کو رسالہ سپرد کرنا 415
حضرت ابو عبید ثقفیؓ کی جنگ جِسر میں شہادت 417
حضرت ابو عبیدؓ کی اپنی شہادت کے بعد قائمقام کے بارہ میں وصیت 418، 419
حضرت ابو عبیدہؓ صلح حدیبیہ کی شرائط پر دستخط کرنے والوں میں شامل تھے 330
ابو عبیدہؓ کا خالد بن ولیدؓ کو بِقاع کی مہم پر روانہ کرنا 528
ابو عبیدہ بن جرّاح اس امت کے امین 198
ابو عبیدہؓ کا دمشق پر یزیدؓ کو اپنا قائمقام مقرر کرنا 528
حضرت ابو عبیدہؓ کا حضرت عمرؓ کو ہرقل کے حمص میں مقیم ہونے کے بارے آگاہ کرنا 529
حضرت ابو عبیدہؓ کا دس افسروں کو فحل بھیجنا 529
حضرت ابو عبیدہؓ کا دمشق روانہ ہونا 529
حضرت ابو عبیدہؓ اور جنگ یرموک 546
حضرت ابو عبیدہؓ سے عیسائیوں کا صلح پر آمادہ ہونا 529
حضرت ابو عبیدہؓ 327
حضرت ابو عبیدہؓ کا حضرت معاذ بن جبلؓ کو عیسائیوں کے پاس سفارت کیلئے بھیجنا 529
حضرت ابو عبیدہؓ کا حمص کی طرف پیش قدمی کرنا 531
حضرت ابو عبیدہؓ کا شَنَس کو قتل کرنا 533
حضرت ابو عبیدہؓ کا حَمَاۃ، سلمیہ، لاذقیہ، قنسرین کو فتح کرنا 533، 534
حضرت ابو عبیدہؓ کا عیسائیوں سے لئے گئے جزیہ کو واپس کرنے کا

حکم صادر کرنا 544
حضرت ابو عبیدہؓ کا جنگ یرموک کیلئے دمشق روانہ ہونا 543
حضرت ابو عبیدہؓ کا دمشق پہنچ کر جنگ یرموک کے بارے افسروں سے مشورہ لینا 545
حضرت ابو عبیدہؓ کا اردن کی حدود میں پہنچ کر یرموک میں قیام کرنا 545
حضرت ابو عبیدہؓ کا جنگ یرموک کے موقع پر رومیوں سے صلح کی گفتگو کرنے کیلئے خالد کا انتخاب کرنا 547
ابو عبیدہؓ کا جنگ یرموک کے موقع پر اسلامی فوج کے کمانڈر انچیف مقرر ہونا 554
حضرت ابو عبیدہؓ کا حضرت عمرؓ کے بیت المقدس پہنچنے پر استقبال کرنا اور حضرت عمرؓ کی دعوت اور آپؓ کا رونا 562
حضرت ابو عبیدہؓ کا حضرت خالدؓ کو ہرقل کے خلاف فوج جمع کرنے کے لئے مشورہ لینا 566
حضرت ابو عبیدہؓ کا ہرقل کے انطاکیہ میں پہنچنے پر حضرت عمرؓ کو خط لکھنا 566
حضرت ابو عبیدہؓ کا رومیوں کے خلاف لوگوں کو اُبھارنا اور فوج کے قلب کو لیکر آگے بڑھنا 568
حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس باہان کا جارج نامی قاصد کو جنگ یرموک کے موقع پر صلح کرنے کے لئے بھیجنا 547
حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ کے جنتی ہونے کی خوشخبری 629
حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت خالدؓ کا ہرقل کے انطاکیہ پہنچنے پر باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ دینا 566
حضرت ابو عبیدہؓ کا دمشق پہنچ کر جنگ یرموک کے بارے مشورہ لینا 545
جنگ یرموک کے موقع پر لشکر کے افسر مقرر کرنا 546
حضرت ابو عبیدہؓ کا طاعونِ عمواس کے وقت واپس لوٹنے پر حضرت عمرؓ سے سوال کرنا 684
حضرت ابو عبیدہؓ کا طاعون عمواسکے وقت معاذ بن جبلؓ کو اپنا جانشین نامزد کرنا اور ان کی شہادت 685
ابو عثمان 671
ابو عثمان نہدی 164،12
ابو عمارہ، حضرت حمزہؓ کی کنیت 248
ابو عمرؓ 246
ابو الفَرَج 579
ابوالقاسم کے متعلق حضرت ابو عبیدؓ کی سپہ سالار بنانے کی وصیت 418
حضرت ابو قتادہؓ 341
ابو قحافہ، حضرت ابو بکرؓ کے والد کی کنیت 705
ابو لہب 50
ابو لیلیٰ کندی 156
ابو لؤلؤہ، مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا 601
ابو لؤلؤہ کا حضرت عمرؓ کو خنجر مارنا 602-601
ابو مَخلد 619
ابو مریم / ابو مریام 573
ابو معشر 595،164،125
ابو مفزّر اسود 443
ابو ملیح 175
حضرت ابو موسیٰؓ کو بیت المال میں جھاڑو دیتے وقت ایک درہم ملنا 400
حضرت ابو موسیٰ کا کی ہجری کیلنڈر کی ضرورت بتانا 405
حضرت ابو موسیٰؓ 629،594،170،79،78
ابو موسیٰ اشعریؓ کا ماسبذان کو فتح کرنا 445
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو حضرت عمرؓ کا خوزستان کے معرکے پر کمانڈر مقرر کرنا 445
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر 446
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا ربیع کو حضرت عمرؓ کے حکم پر مناذر کے محاصرے کے لئے بھیجنا 446
ابو موسیٰ اشعریؓ کا شہر سوس کی طرف روانہ ہونا 446
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ہرمزان کے مقابلہ کے لئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بصرہ سے روانہ کرنا 447
ابو سبرہ بن رہم کو نعمان بن مقرن اور ابو موسیٰ اشعریؓ کے لشکر کا کمانڈر مقرر کرنا 447

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو رامہرمز کے ایک معزز شخص کا اس شہر کو فتح کرنے کے بارے بتانا 447-448
ابو موسیٰ اشعریؓ کا حضرت عمرؓ سے تین بار سلام کہہ کر اندر آنے کیلئے اجازت مانگنا 666
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا ھُرمزان کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھجوانا 448
ابو وائل 619-620
حضرت ابو ہریرہؓ 217، 629، 630، 631، 710
حضرت ابو ہریرہؓ کا باغیوں سے لڑائی کے وقت شامل ہونا 150
حضرت ابو ہریرہؓ کا مسلمان ہونا 181
حضرت ابو ہریرہؓ کا نبی کریمؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین سے سلوک کے بارے ذکر 350-351
حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں شامل تھے 397
امام ابو یوسف 127
حضرت ابی بن کعبؓ 592
حضرت اُبی بن کعبؓ بہترین قرآن پڑھنے والے تھے 41
حضرت ابی بن کعبؓ سب سے زیادہ قرآن جاننے والے 198
حضرت ابی بن کعبؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں مجلسِ شوریٰ میں شامل ہونا 392
ابی بن کعبؓ سے حضرت عمرؓ کا جھگڑا اور اس کا انصاف 397
حضرت ابیؓ حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں شامل تھے 397
احسان اللہ ظفر صاحب 746
حضرت حاجی احمد صاحبؓ 209
احمد محمد عثمان شبوطی صاحب کا ذکر خیر 258-259
حضرت مصلح موعودؓ سے شبوطی صاحب کی ملاقات 258
اذیاب محمد الجبالی کا ذکر خیر 744-745
اروٰی بنت کریز، حضرت عثمانؓ کی والدہ 48
ازگینبائیف آرتور (Uzgenbaev Artur) 185
احمد صادق طاہر محمود ریٹائرڈ مربی سلسلہ 64
احنف بن قیس 696
احنف بن قیس کا مرورود، طالقان، جوزجان، فاریاب سے رات کی تاریکی میں جنگ کرنا 126
احنف بن قیس اور حضرت انس بن مالکؓ کی نگرانی میں ھرمزان کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا جانا 448
ارشد باقی صاحب 211-212
اَرْطبون کا فتح بلیبس کے دوران مسلمانوں پر حملہ کرنا 574
اَرْطَبُون روم کا سب سے بڑا سپہ سالار 535
اَرْطَبُون کی مدد کیلئے مختلف شہروں کی فوجوں کا آنا 535
ارقم بن ارقمؓ کا مکان دارِ ارقم تھا 256
اَرْمانوسہ، مقوقس کی لڑکی 574
ارمانوسہ کی گرفتاری اور عافیت سے واپس بھجوایا جانا 574
مکرم ازگینبائیف آرتور (Uzgenbaev Artur) صاحب 185
اسامہ بن زیدؓ کے سردارِ لشکر مقرر پر اعتراض 132
لشکر اسامہؓ کی روانگی کے وقت حضرت ابو بکرؓ کا وعظ 351
اسامہ بن زیدؓ کو رسول اللہؐ کا دس صحابہؓ پر سردار بنا کر بھیجنا 394
اسامہ بن زید بن اسلم 386
اسامہ عبد العظیم صاحب 423
اسحاق بن عبد اللہ 88
شیخ اسرار احمد صاحب 365
حضرت اسلم، حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام 370، 372، 682، 696
حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ 51، 769
حضرت اسماءؓ کا رسول اللہؐ کے لئے کھانا تیار کرنا 757، 767
ابو جہل کی حضرت اسماءؓ کے ساتھ بدسلوکی 760
اسماء بنت عُمیس سے حضرت علیؓ کی شادی 9
اسماعیل بن ابراہیم 90
میاں اسماعیل صاحب 135
اشتر، کوفہ کی فوج کا سردار 142
اشرس بن عوف کا ایک سرنگ کے ذریعے ھرمزان کے محل تک جانا 448
اشرف ضیاء صاحب 472
حضرت قاضی اشرف علی صاحبؓ 226
اشعث بن قیس کا ایک ہزار سات سو یمنی سپاہیوں کے ساتھ

حضرت سعدؓ کے ساتھ شامل ہونا 431
اَشَقّ، حضرت عمرؓ کا ایک عیسائی غلام 695
اصمعی 202
اعجاز احمد ابن مبارک احمد طاہر صاحب 138
افتخار صاحب مبلغ 23،22
اَفرَوِدِین کو حضرت عمرؓ کا فوجی افسر مقرر کرنا 403
حضرت افلح بن حمید 178
اکرم سلمان صاحب 168
اکبر علی صاحب اسیر راہِ مولیٰ کا ذکر خیر 135،134
اکبر علی صاحب 135
اکرم علی الکہلانی 475
چودھری اللہ بخش بُھلا صاحبؓ 410
چودھری اللہ رکھا ملہی صاحب 410
الفانسو صاحب کی مالی قربانی کے بارے واقعہ 657
الیاس کُباتوف 184
امۃ الباسط اہلیہ مکرم جاوید اقبال صاحب 335
ام الجمیل، حضرت عمرؓ کی بہن 706
ام الخیر، حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کی کنیت 705
ام ابان بنت حضرت عثمانؓ 218
حضرت ام ایمنؓ کا حضرت ام کلثومؓ کو شادی کے موقع پر تیار کر کے حضرت عثمانؓ کے ہاں چھوڑنا 56
حضرت ام البنین زوجہ حضرت عثمانؓ 218
حضرت ام البنینؓ کا شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کے پاس ہونا 218
حضرت ام البنینؓ کو ایک روایت کے مطابق محاصرہ کے وقت حضرت عثمانؓ کا طلاق دے دینا 218
ام البنین بنت حزام بن خالد سے حضرت علیؓ کی شادی 9
امّ جعفر، حضرت علیؓ کی لونڈی 2
حضرت ام حبیبہؓ حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت سب سے پہلے مدد کے لئے آئیں 142
حضرت ام حبیبہؓ کو باغیوں کا نقصان پہنچانا 143
ام حرام بنت ملحانؓ کی فتح قبرص میں شمولیت 92
اُم حکیم بنت عبد المطلب حضرت عثمانؓ کی نانی 48
ام سعید بنت حضرت عثمانؓ 218
ام سعید بنت عروۃ بن مسعود ثقفی سے حضرت علیؓ کی شادی 9
حضرت امّ سلمہؓ 721،38،37
ام سلمہؓ ہجرت حبشہ میں شامل تھیں 53
حضرت ام عبد اللہؓ 250،41
حضرت ام عمرو بنت جندب ازدیہ زوجہ حضرت عثمانؓ 218
ام عمرو بنت حضرت عثمانؓ 218
امِ کلثوم کی حضرت عمرؓ کے کہنے پر ایک عورت کی دردِ زہ میں مدد کرنا 372
امّ کلثوم کا حضرت علیؓ کی شہادت کا سن کر رونا 6
حضرت ام کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ 218
حضرت ام کلثومؓ کا رسول اللہؐ کے دعویٰ نبوت سے قبل ابو لہب کے بیٹے عتیبہ سے رشتہ 50
حضرت ام کلثوم کی شادی رسول اللہؐ کا حضرت عثمانؓ سے کروانا 300،57،56،49
حضرت امّ کلثومؓ کی وفات کے بارے روایات 57
حضرت ام کلثومؓ کے جنازے میں رسول اللہ ﷺ کی شمولیت 57
ام کلثوم بن ثمامہ 203
امّ ولد زوجہ حضرت عمرؓ 621
حضرت ام ہانیؓ 33،34
امامۃ بنت ابو العاص بن ربیع سے حضرت علیؓ کی شادی 9
حضرت سیدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ 378
صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ 377
امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب 644
امۃ الشافی 628
امۃ القدوس صاحبہ 628
امۃ النور صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عبد المالک شمیم صاحبہ 377 تا 380
امۃ اللطیف بیگم صاحبہ 513
امیر معاویہ کی ماں اور بہن کی جنگ یرموک میں شمولیت 549
امیر محمد قیصرانی صاحب 105
امین صاحب انڈونیشیا کی مالی قربانی 29،28

امینہ نائیگا کائرے کا ذکر خیر 167
امیہ بن خلف کا غار ثور کے اندر کسی کا نہ ہونے کا اظہار 763
حضرت انسؓ 12، 51، 57، 88، 170، 172، 198، 254، 591، 618، 620، 630، 643، 671، 672، 678، 693
حضرت انس بن مالکؓ اور احنف بن قیس کی نگرانی میں ہرمزان کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھجوایا جانا 448
انس بن نضرؓ انصاری کی اُحد کے روز شہادت 301-302
انس حزقیل صاحب 656
انعام اللہ کوثر صاحب آسٹریلیا 747
انگوتانی صاحب 473
حضرت اوس بن ثابتؓ 53
حضرت اوس بن ثابت سے حضرت عثمانؓ کی مؤاخات 55
ایاز یونس صاحب کی وفات کے بارے ذکر خیر 307-308
مستشرق ایڈورڈ گبن کی حضرت عمرؓ کے بارہ میں رائے 621
ایوب بن موسیٰ 248

ب

بابل خان بھٹی صاحب 135
باسط صاحب مبلغ آئیوری کوسٹ 167
بَاہان، رومیوں کا سپہ سالار 546
جارج نامی قاصد کو باہان کا جنگ یرموک کے موقع پر صلح کرنے کے لئے حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس بھیجنا 547
باہان کا حضرت خالد کے سامنے تقریر کرنا 548
حضرت بریدہؓ 669
علامہ بدر الدین عینی 739
بحیرا راہب 718-719
براء بن معرورؓ 692
امام بخاری 412-413
پروفیسر بٹلر 580
قاضی بخت عباسی صاحب 226
بدر الزمان صاحب کا ذکر خیر 61
بدر بن عثمان 90
بُدیل بن ورقاء قبیلہ خزاعہ کا ایک نامور رئیس 70، 71، 72
حضرت براء بن عازبؓ 285
برہان صاحب 410
بسم اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ ناصر احمد خان صاحب کا ذکر خیر 380-381
بُرک بن عبد اللہ تمیمی کا معاویہؓ کے قتل کا ذمہ لینا 2
بریدہ اسلمیؓ 338
بریدہ بن حصیبؓ کا بنو مصطلق کی طرف حالات کے علم کے لئے بھجوایا جانا 323
بسر بن سفیان، قبیلہ خزاعیہ کا خبر رساں 69
بشارت احمد صاحب کا ذکر خیر 305
بشریٰ حمید انور عدنی صاحبہ اہلیہ حمید انور صاحب 225
میاں بشیر احمد والد مکرم رفیق احمد صاحب 745
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ 52 تا 55، 65، 66، 67، 68، 260، 299، 300، 302، 322، 323، 330، 440، 717، 728، 737، 755، 764، 768، 770
آپؓ 1958ء میں ناظر خدمت درویشاں قادیان تھے 363
بشیر احمد صاحب 224-225
چودھری بشیر احمد بھٹی صاحب کا ذکرِ خیر 409-410
بشیر بن خصاصیہ کو مثنیٰؓ کا اپنے بعد جانشین مقرر کرنا 431
سید بشیر الدین احمد صاحب کا ذکر خیر 305

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود و خلیفۃ المسیح الثانیؓ

9، 10، 13، 37، 356
حضورؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر عمرؓ کے ایمان کا ذکر کرنا 638
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کی آپؐ سے محبت کے بارے ذکر 639
حضورؓ کا حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی خاتم النبیین کی قراءت کے بارے روایت بیان کرنا 34
حضورؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کا حضرت عمرؓ سے موازنہ بیان کرنا 39-40
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کے زہد و قناعت کا ذکر کرنا 662-663
حضورؓ کے الفاظ میں حضرت معاویہؓ کی حضرت علیؓ سے جنگ 40
سید عبد القادر صاحب پروفیسر تاریخ کی زیرِ صدارت حضرت

مصلح موعودؓ کا لیکچر فرمانا 114
حضرت عثمانؓ کے بارے حضرت مصلح موعودؓ کا لیکچر 114
عبداللہ بن سبا، فتنہ کے بانی مبانی کے بارے حضرت مصلح موعودؓ کا روشنی ڈالنا 114-115
حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر حضرت مصلح موعودؓ کا خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام غلط ثابت کرنا 115
سید عبدالقادر صاحب کا حضورؓ کے لیکچر پر تبصرہ 115
مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا حضرت مصلح موعودؓ کو الہ آباد کانفرنس میں اظہار خیال کے لئے مدعو کرنا 117
الہ آباد کانفرنس میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کا نصائح فرمانا 117
حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ، حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ حضرت مصلح موعودؓ کا "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" لیکچر الہ آباد بھجوانا 117
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت علیؓ کی شہادت کے پس منظر کے بارے ذکر 1
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت علیؓ پر حملے کے بارے ذکر 6
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت علیؓ کی سیرت بیان کرنا 7
حضورؓ کا حضرت علیؓ کے مناقب بیان کرنا 9، 10، 33 تا 35
حضورؓ کا حضرت علیؓ کی ایک یہودی سے لڑائی کا تذکرہ کرنا 14
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت علیؓ کی ایک دعا کے بارے ذکر 33
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت علیؓ کی سیرت کے بارے ذکر 39،40
حضورؓ کا حضرت علیؓ کے قضائی فیصلوں کا ذکر کرنا 42، 43
حضرت مصلح موعودؓ کا صلح حدیبیہ کا تذکرہ کرنا 76، 77
حضرت مصلح موعودؓ کا سورۃ المؤمنون آیت نمبر 15 کی تفسیر بیان کرنا 80، 81
حضورؓ کا حضرت عثمانؓ کی مالی خدمات کا ذکر کرنا 83، 84
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کی وفات اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بارے ذکر 89، 90
حضرت مصلح موعودؓ کا قادیان اور ربوہ والوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے کا ارشاد 103
حضرت مصلح موعودؓ کے ایک عظیم الشان مضمون کا ذکر 110، 111
حضرت مصلح موعودؓ کا دسمبر 1908ء کے جلسہ کے موقع پر خطاب فرمانا 111، 112
حضرت مصلح موعودؓ کا 1916ء کے جلسہ کے موقع پر ذکر الٰہی کے موضوع پر خطاب فرمانا 112، 113
حضرت مصلح موعودؓ کا پٹیالہ میں ایک خطاب 113
حضرت مصلح موعودؓ کا سورۃ الفاتحہ میں مذکور صفت ربوبیت کا بیان کرنا 113، 114
حضرت مصلح موعودؓ کا 1916ء میں لیکچر 'اسلام میں اختلافات کا آغاز' فرمانا 114، 115
حضورؓ کی مسجد نور قادیان میں تقدیر الٰہی پر ایک تقریر 116
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر تقدیر الٰہی کے بارے میں تعریف فرمانا 116
حضورؓ کی مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے ایک تقریر 117
حضرت مصلح موعودؓ کا 1920ء میں ملائکۃ اللہ پر تقریر فرمانا 118
حضورؓ کی 1921ء میں ضرورت مذہب پر تقریر 118، 119
حضورؓ کی 1921ء میں ہستی باری تعالیٰ پر تقریر 119
حضرت مصلح موعودؓ کا 1921ء میں تحفہ شہزادہ ویلز کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمانا 119 تا 121
حضرت مصلح موعودؓ کا 1924ء میں ویمبلے کانفرنس میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نام سے تقریر فرمانا 121 تا 124
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اختلافات کے بارے میں بیان کرنا 128، 129
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عثمانؓ کے خلاف اٹھنے والے فتنے کے بارے بیان کرنا 129 تا 133، 141
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عثمانؓ کے آخری حج کے بارے ذکر 155
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عثمانؓ کے واقعہ شہادت کا تذکرہ کرنا 157-160
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عثمانؓ کے قاتلین کی بد تہذیبی کے بارے تذکرہ 160، 161
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عائشہؓ پر منافقین کے تبصروں کا

ذکر کرنا 161، 162
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عثمانؓ کی خلافت اور مضبوط عزم کا ذکر کرنا 162، 163، 164
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی 1944ء میں سائنسدانوں کو خدمت دین کے لئے وقف کرنے کی تحریک 182
ڈاکٹر عبد الاحد صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر سرکاری نوکری چھوڑ کر وقف کرنا 182-183
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نگرانی میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں آنا 183
حضورؓ کا حضرت عثمانؓ کے حیادار ہونے کا ذکر کرنا 199-200
حضورؓ کی آیت "سنقرئك فلا تنسى" کی تفسیر 205-206
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عثمانؓ کے ایک ہی قرأت پر قرآن پڑھنے کے حکم کے بارے تذکرہ 206-208
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کی رحمدلی اور آپؓ کے قبول اسلام کا ذکر کرنا 250 تا 252
حضورؓ سے شبوطی صاحب کو شرفِ ملاقات نصیب ہونا 258
حضورؓ کا درود پڑھنے کے فائدے بتانا 267
حضورؓ کا خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنا 277
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بعد کے حالات کے بارے تذکرہ 278
حضرت مصلح موعودؓ کا اذان کی ابتداء کا ذکر کرنا 286
حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کا ذکر کرنا 291 تا 294
حضورؓ کا ایک انگریز مصنف کے جماعت احمدیہ کے بارے خیالات کا ذکر کرنا 294
حضرت مصلح موعودؓ کی انفال آیت 68 کی تفسیر کرنا 297-298
امام رازی کی بدر کے قیدیوں کے متعلق رائے اور حضرت مصلح موعودؓ کی رائے 298
علامہ شبلی نعمانی کا حضرت مصلح موعودؓ کی رائے سے اتفاق 298
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت کا دور اور ترقیات 318
حضرت مصلح موعودؓ کا صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کی بے چینی کا ذکر کرنا 332
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کی مالی قربانی کا ذکر کرنا 342، 616، 617
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کا تذکرہ کرنا 358 تا 360
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کی شخصیت کا ذکر کرنا 360
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کی اہل بیت سے عقیدت کے بارے تذکرہ 360-361
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عائشہؓ آنحضورؐ سے محبت کا ذکر 361
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کی فراخدلی اور رعایا سے محبت کے بارے تذکرہ 368-369، 370
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے دودھ پیتے بچوں کے وظیفہ مقرر کرنے کے بارے تذکرہ 370-371
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے رات کو دورہ کرنے کے بارے تذکرہ 371
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے ایک شخص کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر نہ رونے کے بارے تذکرہ 373
حضورؓ کا مومن کو اپنا محاسبہ کرنے کی تلقین کرنا 374
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کے عدل کا ذکر کرنا 374، 382
حضرت مصلح موعودؓ کا جنگی قیدیوں کے علاوہ غلام بنانے کی ممانعت کا ذکر کرنا 383
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں مردم شماری اور راشننگ سسٹم شروع کرنے کا ذکر کرنا 388 تا 390
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں روٹی کپڑے کے انتظام کا ذکر کرنا 390-391
حضرت مصلح موعودؓ کا ملکی حقوق کا ذکر کرنا 391-392
حضرت مصلح موعودؓ کا عاملین کی شکایت پر حضرت عمرؓ کے رویے کا ذکر کرنا 394
حضرت مصلح موعودؓ کا رسول اللہؐ اور حضرت عمرؓ کے دور میں فتویٰ دینے والے اشخاص کا تذکرہ کرنا 398
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کی بیت المال کے مال کی حفاظت کرنے کا ذکر کرنا 400
حضرت مصلح موعودؓ کا خلفاء کے زمانے میں قوم و مذہب کی تخصیص کے بغیر عہدے دینے کا ذکر کرنا 403
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے زمانے میں مال کی قیمت گرانے میں آپؓ کے اقدام کا تذکرہ 404

حضرت مصلح موعودؓ کا جنگِ جسر کا ذکر کرنا 418-419
حضرت مصلح موعودؓ کا جنگ قادسیہ کا تذکرہ 438-439
حضرت مصلح موعودؓ کی آیت قصاص کی تفسیر 450 تا 452
حضرت مصلح موعودؓ کا محمد سعید صاحب کے متعلق ذکر 452
حضرت مصلح موعودؓ کی ایام جلسہ میں ذکرِ الٰہی کے بارے نصیحت 462
حضرت مصلح موعودؓ کا معرکہ خوزستان کا ذکر 482-483
حضرت مصلح موعودؓ کا جنگ یرموک کے موقع پر لوگوں سے جزیہ لینے اور واپس کرنے کا ذکر کرنا 553
حضرت مصلح موعودؓ کا عکرمہ کی بہادری کا ذکر 554- 555
حضرت مصلح موعودؓ کا یروشلم کے محاصرہ میں پادریوں کے ردّعمل کی وضاحت کرنا 564- 565
حضرت مصلح موعودؓ کی تبلیغ کی تلقین 571
حضورؓ کا دوران جنگ مسلمانوں کی عبادت کا ذکر کرنا 583- 584
حضورؓ کا خلفائے راشدین کی جنگوں کا ذکر کرنا 584، 585
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کا شہادت کی تمنا کرنے کا ذکر اور اس کی پر معارف تشریح کرنا 592-593
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کی شہادت کے بارے مختلف صحابہؓ کی رؤیا کی بیان کرنا 593- 594
حضرت مصلح موعودؓ کا آیت وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ کی تفسیر کرنا 608-609
حضرت مصلح موعودؓ کا غلاموں کے بارے تعلیم کا بیان 609
حضورؓ کا راستی سے پھرنے کے اسباب بیان کرنا 609-611
حضورؓ کی نماز کے وقت پہرہ لگانے کے متعلق ہدایت 611
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کا حضرت عائشہؓ سے آنحضورؐ کے پہلو میں دفن ہونے کیلئے اجازت مانگنے کا بیان 618
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کا حافظ قرآن ہونا بیان کرنا 631
حضورؓ کا صحابہ کرامؓ کے ایمان کا ذکر کرنا 678
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کی سخاوت کا ذکر کرنا 681
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کے انصاف کا ذکر کرنا 682-683
حضرت مصلح موعودؓ کا طاعونِ عمواس کا ذکر کرنا 685
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کی قبولیتِ دعا کا ذکر کرنا 687-688
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کا بیت المال کی حفاظت کرنے کا ذکر کرنا 693
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کی وسعتِ علمی کا ذکر کرنا 697
حضورؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو صدیق کا لقب دئے جانے کی تفصیل بیان کرنا 710
حضورؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرنا 722
حضورؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی آپؐ سے محبت و شفقت بیان کرنا 731
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت خبّاب بن ارت کا ذکر 734
حضرت مصلح موعودؓ کا غلبۂ روم کے بارے ذکر 740-741
حضرت مصلح موعودؓ کا مکہ سے ہجرت کے بارے ذکر 749
حضورؓ کا غار ثور کی طرف ہجرت کا ذکر کرنا 756-757، 765، 770
بشیر الدین قادر ابن مولوی غلام قادر صاحب 226
بشیر الدین محمود بدھن ابن ڈاکٹر نظام الدین بدھن 210
بلاذری 445، 446، 560
حضرت بلالؓ کا غزوہ خندق کے دوران اذان دینا 327
حضرت بلالؓ کا فتح بیت المقدس کے دوران حضرت عمرؓ سے کھانے کے بارے شکایت کرنا 563
حضرت بلالؓ کا ایلیا میں حضرت عمرؓ کے حکم پر اذان دینا 561
حضرت بلالؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کروانا 731، 735
بندویہ، ایرانی کمانڈر 416
بوران کو معزول کر کے یزدجرد کو تخت پر بٹھایا جانا 428
بھمن جاذویہ ایرانیوں کا سپہ سالار 417
بھمن جاذویہ کا حضرت قعقاع کے ہاتھوں قتل ہونا 435
امام بیہقی 759
بیروز کا حضرت مغیرہؓ سے مقابلہ کرنا 446

پ، ت، ث

پاءجے۔ ایم کائن کی مالی قربانی کا واقعہ 651-652
ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب کا ذکرِ خیر 643
تمیم صاحب 423
تُوذرا کا حضرت خالدؓ کے مدمقابل آنا اور اس کا قتل 532

مرزا تو قیر احمد ابن زرینہ اختر صاحبہ 308
تِیرَوَیہ کا ایرانی لشکر کی کمان سنبھالنا 416
تِیوفل پادری کا اسکندریہ کی لائبریری جلانے کا حکم دینا 580
حضرت ثعلبہ بن ابو مالکؓ 10، 679
ثمامہ بن حزن قشیری 175، 176

ج، چ، ح، خ

جابان کی سرکردگی میں رستم کا ایک لشکر کو بھیجنا 415
جابان کا نمارق کے معرکہ میں زندہ گرفتار ہونا 416
حضرت جابرؓ 12، 87، 174، 214، 325، 326، 617، 672، 706
جاحِظ 699
جارج نامی قاصد کو جنگ یرموک میں صلح کے لئے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس بھیجا جانا 547
جالینوس، ایک ایرانی جرنیل 416
جامع بن شدّاد 356، 357
جاوید اقبال صاحب کا ذکر خیر 335
کرنل جاوید رشدی صاحب 381
جبّار، بنو ثعلبہ کا ایک بدوی شخص 65
حضرت جبار بن صخرؓ کا حضرت عمرؓ کے ساتھ خیبر کا مال تقسیم کرنے کے لئے نکلنا 340
جبر بن ابو عبید کے متعلق حضرت ابو عبیدؓ کی اپنے شہید ہونے کے بعد سپہ سالاری کی وصیت 418، 419
جبلہ بن ایہم ایک عیسائی قبیلے کا سردار 374
جبیر بن مطعمؓ کا حضرت عثمانؓ کی میت کو اٹھانا 164
جبیر بن مطعمؓ کا حضرت ابو بکرؓ سے نسب کا علم جاننا 715
جبیر بن مطعمؓ سے معاویہ کا حضرت عثمانؓ کے جنازہ پڑھانے کے بارے تصدیق کرنا 164
حضرت جبیر بن مطعم کی حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کی تدفین کے بارے میں گفتگو 165
جُبیرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کروانا 735
جبیر بن نفیر 665-666
حضرت جریر بن عبد اللہؓ کا جنگ نہاوند کے موقع پر دشمن سے مقابلہ کے لئے روانہ ہونا 488-489
جسلان صاحب کی مالی قربانی 22
جُشنَس ماہ، ایرانی کمانڈر 416
جَعدَہ بن ھُبَیرہ، حضرت علیؓ کا بھانجا 8
حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کے ورثاء کا مسجد نبویؐ کی تعمیر نو کے لئے نصف مکان دینا 179
جعفر بن محمد 619
امام جعفر صادق 8
جمعہ صاحب کی مالی قربانی 25
جُفَینہ کا حضرت عمرؓ کے قتل کرنے میں شامل ہونا 602، 603، 604
جُفینہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا دودھ پیتا بھائی تھا 606
حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کا دمشق سے حَیفا تشریف لانا 168
جلال الدین صاحب نیر 334
علامہ جلال الدین سیوطی 708-709
جمیع بن عمیر 10
جمیل بن معمر جمحی 281
جمیل تبسم صاحب 454
جمیل الرحمان رفیق صاحب 102
حضرت جمیلہ بنت ثابت زوجہ حضرت عمرؓ 621
مرزا جواد صاحب 107
جولیس سیزر 580-581
جُوَیریہ کا جنگ یرموک کے موقع پر رومیوں کا مقابلہ کرنا 549
مولوی چراغ دین صاحب 262
ڈاکٹر حاتم حلمی الشافعی 421
حارث بن ابی ضرار 323
حضرت حارث بن ہشامؓ کی طاعون عمواس میں وفات 685
حضرت حاطبؓ کا ایک عورت کو خط دے کر مکہ روانہ کرنا 340
حاکم (مصنف) 405-406
حامدہ غفور منان بنت مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ 452
حضرت حُباب بن منذر کو آپؐ کا ایک جھنڈا سپرد فرمانا 339
حَباس بن قیس کی جنگ یرموک میں بہادری 552

حبیب احمد صاحب مربی سلسلہ کا ذکر خیر 61
حبیب بن مسلمہ فہری کا آرمینیا فتح کرنا 126
حبیب بن مسلمہ کو حضرت ابو عبیدہؓ کا عیسائیوں سے لئے گئے جزیہ کو واپس کرنے کا حکم صادر کرنا 544
حجاج (قبیلہ زبیدہ کا سردار) کا جنگ یرموک کے موقع پر عیسائیوں کی طرف سے آنے والے قافلے کو روکنا 550-551
حجّاج کے دو بیٹوں کا دارالندوہ میں شامل ہونا 751
حذیفہ بن محصنؓ کو رستم کے پاس مذاکرات کے لئے بھیجا جانا 434
حضرت حذیفہ بن یمانؓ 672
حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا اہلِ شام سے جنگ کرنا 204
حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا جنگ نہاوند کے موقع پر دشمن سے مقابلہ کے لئے روانہ ہونا 488-489
حضرت حذیفہؓ کے حضرت عمرؓ کی شہادت پر تاثرات 620
حضرت حُذیفہؓ رسول اللہؐ کے رازدار تھے 640
حضرت عمرؓ کا شہادت سے قبل حُذیفہؓ کے پاس ٹھہرنا 595
حُر بن قیس، عیینہ بن حصن کا بھتیجا 691
حزام بن ہشام 383
حضرت حسان بن ثابتؓ 53
حسن صاحب کا جلسہ سالانہ کے خطابات کے بارے تبصرہ 472
حضرت امام حسنؓ 357، 642
حضرت حسنؓ کا حضرت علیؓ کی شہادت سے قبل حمام میں آپؓ کے ساتھ بیٹھے ہونا 2
حضرت حسنؓ کو حضرت علیؓ کی وفات کے وقت نصیحت 4
حضرت امام حسنؓ کو حضرت علیؓ کی خنجر مارنے والے شخص کی بابت نصیحت 6
حضرت حسنؓ کا حضرت علیؓ کی وفات کے بعد خطاب 6
حضرت حسنؓ کا حضرت علیؓ کا جنازہ پڑھانا 7، 8
حضرت حسنؓ سے حضرت علیؓ کی نسل کا چلنا 9
حضرت امام حسنؓ کا حضرت علیؓ سے اللہ اور اپنے سے محبت کے بارے سوال 33
حضرت امام حسنؓ کا رجز پڑھتے باغیوں سے لڑنا 150
حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے آنحضورؐ کی مناسبت 46
حضرت حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا حضرت علیؓ کی لاش کو مدینہ منتقل کرنا 7
حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی خاتم النبیین کی قراءت کے بارہ میں رائے 34
حضرت حسن بن علیؓ سے حضرت عمرؓ کا مدائن کے اموال غنیمت دینے کی ابتدا کرنا 362
ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن 580
حضرت حسن بصریؒ 696
خواجہ حسن نظامی کا احمدیوں کو آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کے انکار کرنے کا مشورہ 314
الحاج حسین ایک غیر احمدی دوست کا جلسہ کی کارروائی کے بارے تبصرہ 468-469
حضرت حسینؓ کا حضرت علیؓ کی شہادت سے قبل آپؓ کے ساتھ حمام میں بیٹھے ہونا 2
حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی خاتم النبیین کی قراءت کے بارہ میں رائے 34
حضرت حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا حضرت علیؓ کی لاش کو مدینہ منتقل کرنا 7
حضرت حسینؓ سے حضرت علیؓ کی نسل کا چلنا 9
حضرت حسین بن علیؓ کو حضرت عمرؓ کا مدائن کے اموال غنیمت دینا 362
حضرت حسین بی بی صاحبہ 225
حسین المصری 421-422
حضرت حسینہ بی بی صاحبہؓ 258
حضرت حفصہؓ کی آنحضورؐ سے شادی 299
حضرت حفصہؓ کا مسجد نبویؐ کی تعمیر نو کے لئے اپنا حجرہ دینا 179
حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس قرآن کریم کا صحیفہ ہونا 203، 351
حضرت حفصہؓ کی پہلی شادی 299
حضرت ابو بکرؓ، عثمانؓ کو حضرت عمرؓ کی اپنی بیٹی حفصہؓ کے لئے نکاح کی پیشکش 299
حضرت حفصہؓ کے نکاح میں خاص مصلحت 300
حضرت حفصہؓ کا حضرت عمرؓ کی شہادت کی تمنا کا ذکر کرنا 591

حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ زوجہ آنحضرتؐ 620
حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی بیٹی 620
حضرت ابنِ عمرؓ کا حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس جانا 606
حضرت حفصہؓ کا حضرت عمرؓ کے زہد کے بارہ میں بتانا 661
حفیظ احمد گھمن صاحب کا ذکر خیر 628
حکم بن ابو العاص 50
حکم بن عمرو کے ہاتھوں نگران فتح ہوا 509
حَکَم بن صلت 172
حکیم بن جبلہ، بصرہ کی فوج کا سردار 142
حضرت حکیم بن حزامؓ کا حضرت عثمانؓ کی میت کو اٹھانا 164
حضرت حکیم بن حزامؓ کا حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کی تدفین کے بارے بات کرنا 165
حضرت حکیمؓ بعثت سے قبل آپؐ کے سب سے قریب تھے 717
حارث (حضرت عمرؓ کے سسر) 621
حُلیس بن علقمہ، قبیلہ بنی کنانہ کا ایک رئیس 71
چودھری حلیم صاحب کا ذکر خیر 104
حمران 215
حمران بن ابان 217
حمران بن ابان کا ایک عورت سے عدت کے دوران نکاح کرنا 130
حضرت حمزہؓ کی کنیت ابو عمارہ 248
حضرت حمزہؓ کا حضرت عمرؓ سے تین روز قبل اسلام قبول کرنا 248
حضرت حمزہؓ کو ابو جہل کا آپؐ کو گالیاں دینے کے بارے علم ہونا اور اس کے پیچھے آپؐ کا خانہ کعبہ جانا 248
حضرت حمزہؓ کا ابو جہل پر کمان سے حملہ کرنا 248
حضرت حمزہؓ کا کوہ صفا میں آپؐ کے ساتھ موجود ہونا 255
حضرت حمزہؓ کا حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے قبل آپؐ کی حفاظت کے لئے آپؐ کے مقابل کھڑے ہونا 276
حضرت حمزہؓ ابتدائے زمانہ میں بہادر اشخاص میں گنے جاتے تھے 277
حمید بن ہلال 356
چودھری حمید اللہ صاحب کا ذکر خیر 93
چودھری حمید اللہ صاحب کا دورِ صدارت 97
چودھری حمید اللہ صاحب کے لئے خلیفہ رابعؒ کی دعا 99
میر داؤد احمد صاحب کی وفات کے بعد چودھری صاحب کا افسر جلسہ سالانہ مقرر ہونا 99
چودھری حمید اللہ صاحب بڑے محنتی تھے از خلیفہ رابعؒ 100
ضلع سرگودھا چودھری صاحب کا حضور انور کا سلام پہنچانے کے لئے جانا 103
چودھری حمید اللہ صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانے میں امیر مقامی بننا 94
چودھری حمید اللہ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا صدر مجلس خدام الاحمدیہ بنانا 95
چودھری حمید اللہ صاحب کی صدارت کے بارے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بیان 97
چودھری حمید اللہ صاحب کی الوداعی تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا شامل ہونا اور خطاب فرمانا 98، 99
چودھری حمید اللہ صاحب کا حضور کے ارشاد پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لندن ہجرت کرنے کے بعد لندن جانا 99
چودھری حمید اللہ صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے موقع پر انتخاب خلافت کے اجلاس میں شامل ہونا 99
چودھری حمید اللہ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا افسر جلسہ سالانہ مقرر فرمانا اور تعریف کرنا 100
چودھری حمید اللہ صاحب کی مہمان نوازی کے بارے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا کی تعریف کرنا 101
چودھری حمید اللہ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اپنا صدر خدام الاحمدیہ کا بیج لگا کر لنگر خانے کا جائزہ لینے کے لئے بھیجنا 103
میر حمید اللہ صاحب چیف انجینئر ریلوے 333
حمید اللہ خادم ملہی صاحب کا ذکر خیر 410
حمید انور صاحب 225
حمیدہ اختر صاحبہ کا ذکر خیر 222-223
حمیدہ اختر صاحب کی جماعتی خدمات 222-223
ڈاکٹر عبد السلام صاحب بیٹا حمیدہ اختر صاحبہ 223
حنتمہ بنت ہاشم والدہ حضرت عمرؓ 246

حنیف محمود صاحب 645
حنظلہ بن ربیع التمیمی 148
حیدر علی ظفر صاحب 365
خادم حسین وڑائچ صاحب 375
خادم صوفی سونگو صاحب کی مالی قربانی کا واقعہ 652
حضرت خارجہ بن زیدؓ 148، 179
حضرت خارجہ بن حُذافہ کو حضرت عمرؓ کا اُمِّ دُنین کے معرکے کے دوران ایک ہزار آدمیوں کے برابر قرار دیکر عمرو بن عاصؓ کے پاس بھیجنا 575
خالد ابن حضرت عثمانؓ 218
حضرت خالد بن ولیدؓ 548
خالد بن ولید کا غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں پر حملہ کرنا 66، 300
ابو عبیدہؓ کا خالد بن ولیدؓ کو بِقاع کی مہم پر روانہ کرنا 528
خالد بن عرفطہ کو حضرت سعدؓ کا اپنا نائب مقرر کرنا 434
حضرت خالدؓ کا تُوذرا کے مدّ مقابل آنا اور اس کا قتل 532
حضرت خالدؓ کا بَیناس نامی سپہ سالار کو قتل کرنا 534
حضرت خالد بن ولیدؓ کا بیت المقدس کی فتح کے صلح نامہ کے وقت گواہی دینا 561
حضرت خالدؓ کا جنگ یرموک کے موقع پر قیس بن ھُبَیرہ کو بِطریق کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 546
حضرت خالدؓ کا رومیوں کے خلاف جنگ یرموک کے موقع پر فوج کو نئے سرے سے ترتیب دینا 549
حضرت خالدؓ کا رومیوں کے خلاف جنگ یرموک کے موقع پر لشکر کا قلب ابو عبیدہؓ کو سپرد کرنا 549
حضرت خالدؓ کا ہرقل کے انطاکیہ پہنچنے پر حضرت ابو عبیدہؓ کو باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ دینا 566
حضرت خالدؓ کا رومیوں کے خلاف فوج کے مَیمَنہ کو لیکر آگے بڑھنا 568
حضرت ابو عبیدہؓ کا حضرت خالدؓ کو ہرقل کے خلاف فوج جمع کرنے کے لئے مشورہ لینا 566
حضرت خالدؓ کا بِقاع کی مہم سے کامیاب لوٹنا 528
حضرت خالدؓ کا اپنے سواروں کے ساتھ رومیوں کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح حاصل کرنا 529
حضرت خالدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کا حمص کا محاصرہ کرنا 531
خالد بن ولید کو قریش کا ایک دستہ کی کمان دے کر بھیجنا 69
حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں اعراقی افواج کی کمان ہونا 414
حضرت خالد بن ولیدؓ کو حضرت ابو عبیدہؓ کا قِنّسرین کی طرف پیش قدمی کا حکم دینا 534
خالد بن ہلال کا جنگ بویب میں شہید ہونا 427
خالد سعد اللہ المصری اردن کا ذکر خیر 227
خالد سعید صاحب ابن مکرم پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ 453
خالد علی الصبری 259
خالد محمود الحسن بھٹی صاحب کا ذکر خیر 135 تا 137
ملک خالق داد صاحب کا ذکر خیر 260
حضرت خبّابؓ کا حضرت عمرؓ کی آواز سن کر چھپنا 255
حضرت خبّاب بن ارَت کا ذکر از حضرت مصلح موعودؓ 734
خدیجہ علی صاحبہ اہلیہ مکرم لوئی قزق صاحب 168
خدیجہ صاحبہ اہلیہ مولوی کے محمد علوی صاحب کا ذکرِ خیر 537
حضرت خدیجہؓ بنت خویلد آپؐ پر عورتوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والی تھیں 726
حضرت خراش بن امیہؓ 73
خراش بن امیہ کو آنحضورؐ کا قریش کی طرف بھیجنا 72
خرم عثمان ابن خالد محمود الحسن بھٹی صاحب 136
خزّال بن سبرہ 90
حضرت خزیمہ انصاریؓ کے پاس حضرت زید بن ثابتؓ کا سورۃ توبہ کی دو آیتیں پانا 351
خسرو کو حضرت عمرؓ کا فوجی افسر مقرر کرنا 403
خسرو شنوم کو یزدجرد کا حلوان کی حفاظت کے لئے چھوڑ جانا 444
خضر قزق صاحب 169
خطاب بن نفیل، والد حضرت عمرؓ 246
خلید بن عبد اللہ حنفی کا ہرات اور باذغیس کی طرف جانا اور ان علاقوں کو فتح کرنا 126
خلیل احمد تنویر صاحب 224
خلیل احمد مبشر صاحب 424

ڈاکٹر خلیل ملک صاحب 223
خنیس بن حذافہ سہمیؓ، حضرت حفصہؓ کے پہلے خاوند 299
حضرت خوّات بن جُبیرؓ 685
راجہ خورشید احمد منیر صاحب کا ذکر خیر 363-364
حضرت خورشید علی صاحبؓ 260
خولہ نامی بہادر مسلمان عورت کا جنگ یرموک کے موقع پر اشعار پڑھ کر لوگوں کو غیرت دلانا 550
خولہ بنت جعفر بن قیس سے حضرت علیؓ کی شادی 9
حضرت مولوی خیر دین صاحبؓ 64
خیر رشدی احمدی کی مالی قربانی کا واقعہ 24

د، ڈ، ذ، ر، ز

دُرُنجار جنگ یرموک کے موقع پر رومیوں کا سردار 551
حضرت داؤدؑ کے مبعوث ہونے کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کا مبعوث ہونا 162
میر داؤد احمد صاحب 99
مکرم داؤد سلیمان بٹ صاحب کا ذکر خیر 453
سمیرا داؤد صاحبہ 453
داؤدہ رزاقی یونس صاحب بینن کا ذکر خیر 541
دحیہ بن خلیفہ کو یزیدؓ کا ایک سریہ کے ساتھ تدمُر روانہ کرنا 528
دُعثور بن محارب بنو ثعلبہ اور بنو محارب کا ایک نامور جنگجو 65
دَوْمَہ حضرت ابو عبیدہؓ کی بیوی 417
دین محمد صاحب ننگلی درویش قادیان 63
مکرم دین محمد شاہد صاحب کا ذکر خیر 745
مکریم ذکاء اللہ قریشی صاحب کا ذکر خیر 259
قریشی ذکاء اللہ صاحب کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ 260
ذوالفقار علی بھٹو۔ وزیر اعظم پاکستان 184
امام رازی کی بدر کے قیدیوں کے متعلق رائے 298
راشد محمود منہاس ابن محمود احمد منہاس صاحب 309
راشدہ پروین اہلیہ مبارک احمد طاہر صاحب 138
راضیہ صاحبہ 625
محترم راوَل عبد اللہ صاحب ارجنٹائن کا ذکر خیر 570
حضرت ربعی بن عامرؓ 434
ربیع 446
ربیع بن مالک 165
رحمت بی بی، سلطان محمود انور صاحب کی والدہ 58
رحمت اللہ صاحب انڈونیشیا کا ذکر خیر 775-776
حضرت رحیم بخش صاحبؓ 364
رستم، خراسان کے گورنر فرخ زاد کا بیٹا 415
رستم کا دو لشکر بھیجنا 415
رستم کا مہران کے ہمراہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہونا 426
رستم اور فیرزان کا آپس میں اختلاف 428
رستم اور فیرزان نے بوران کو معزول کر کے یزدجرد کو تخت پر بٹھایا 428
رستم کا قادسیہ کے میدان میں خیمہ زن ہونا 433
رستم کا مسلمانوں سے صلح کے لئے مذاکرات کا مطالبہ 433-434
رستم کے بعد مذاکرات کے لئے مسلمانوں کا جانا 434
رستم سجستان کا رہنے والا تھا 509
رشدی باکیر بُسطی صاحب حَیفا کے پہلے احمدی 168
رشید احمد اٹھوال صاحب 221
رشید احمد حیات صاحب 366
رشید طیب صاحب اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری 333
رشید اللہ ابن چودھری حمید اللہ صاحب 100
رضوان صاحب 375
رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ خلیل احمد مبشر صاحب کا ذکر خیر 424
رضیہ تنویر صاحبہ اہلیہ خلیل احمد تنویر صاحب کا ذکر خیر 224
رضوانہ حمید بنت چودھری حمید اللہ صاحب 100
رضیہ خانم اہلیہ چودھری حمید اللہ صاحب 100
رفاعہ بن عبد المنذر کے گھر حضرت عمرؓ کا ہجرت کے بعد قیام کرنا 285
رفیع الدین بٹ صاحب کا ذکر خیر 64
رفیق آفتاب صاحب کا ذکر خیر 308
رفیق بیگ صاحب 334
رفیق احمد صاحب 745

حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ کی اولاد 48، 49
حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ کی شادی 50، 218
حضرت رقیہؓ کا رسول اللہؐ کے دعویٰ سے نبوت سے قبل ابولہب کے بیٹے عتبہ سے رشتہ 50
حضرت رقیہؓ کی حبشہ کی طرف ہجرت 51، 53
حضرت رقیہؓ کا غزوہ بدر کے وقت بیمار ہونا 65
حضرت رقیہؓ کی وفات غزوہ بدر کے موقع پر ہونا 181
حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت ام کلثومؓ کی حضرت عثمانؓ سے شادی کا ذکر 56
رقیّہ بنت حضرت عمرؓ 620
حضرت رملہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ 218
حضرت رملہؓ کا شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کے پاس ہونا 218
زاہد صاحب 376
زاہدہ پروین صاحبہ اہلیہ غلام مصطفیٰ اعوان کا ذکر خیر 454
زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم امریکہ کا ذکر خیر 627
حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں شامل 13
زبیر بن عوامؓ ہجرتِ حبشہ میں شامل تھے 53
حضرت زبیرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے فتنۂ ارتداد کے مشورے کے بارے متفق ہونا 84
حضرت زبیر بن عوامؓ کو حضرت عمرؓ کا اپنی وفات کے بعد فیصلہ میں تقویٰ کا اختیار کرنے کا حکم دینا 87
حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے ایمان لانے والے تھے 728
حضرت زبیرؓ سے رسول اللہؐ وفات کے وقت راضی تھے 88
حضرت زبیرؓ کا اپنا اختیار حضرت علیؓ کو دینا 88
حضرت زبیرؓ کے بارے حضرت عمرؓ کی وصیت 89
حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر حضرت مصلح موعودؓ کا خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام غلط ثابت کرنا 115
حضرت زبیرؓ کی طرف حضرت عثمانؓ کا اپنے محصور ہونے کے وقت ایک لڑکا بھیجنا 142
حضرت زبیرؓ کا حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت دن رات حفاظت کرنا 147
حضرت زبیرؓ کو حضرت عثمانؓ کا محصور ہونے کے وقت بلانا 148
زبیر بن عوامؓ جنت میں ہوں گے 173
حضرت زبیر بن عوامؓ کا آنحضور ﷺ کے ساتھ ایک گھر میں مہاجرین کے ساتھ ہونا 174
حضرت زبیر بن عوامؓ کا خیبر میں اپنا مال دیکھنے کے لئے آنا 339
حضرت زبیر بن عوامؓ کو حضرت عمرؓ کا عام الرمادہ میں سب سے پہلے امداد دینے کا حکم 384
حضرت زبیر بن عوامؓ کا حضرت عمرؓ کی قبر میں اترنا 617
حضرت زبیر بن عوامؓ کو حضرت عمرؓ کا اُمِّ دُنین کے معرکے کے دوران ایک ہزار آدمیوں کے برابر قرار دیکر عمرو بن عاصؓ کے پاس بھیجنا 575
حضرت زبیر بن عوامؓ کا فیوُم کے معرکے کیلئے مجاہدین کا ایک لشکر لیکر حضرت عمرو بن عاصؓ کی مدد کیلئے جانا 576
حضرت زبیر بن عوامؓ کا قلعہ بابلیون کا جائزہ لیکر مختلف جگہوں پر سپاہی متعین کرنا 576
حضرت زبیر بن عوامؓ کا قلعہ (بابلیون) کی فصیل کو پھلانگ کر قلعہ کا دروازہ کھولنا اور مسلمانون کا فتح حاصل کرنا 577
حضرت زبیرؓ کا جنتی ہونا 629
حضرت زر کی حضرت علیؓ کی رسول اللہؐ سے محبت 38
زرینہ اختر صاحبہ اہلیہ مرزا نصیر احمد صاحب کا ذکر خیر 308
علامہ زمخشری 713
زِنّیرہ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کروانا 731-732
زہراء عمر بنت مدیحہ نواز صاحبہ 336
امام زہری 218، 256
زیاد بن ابوسفیان 443
زید بن اسلم 87، 367، 616، 692
زید اکبر ابن حضرت عمرؓ 620
زید اصغر ابن حضرت عمرؓ 621
حضرت زید بن ثابتؓ کی جمع قرآن کی بابت روایت 351-352
حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کا حضرت عثمانؓ کو فتنہ پرداز سے لڑنے کے بارے پوچھنا 157
زید بن ثابتؓ سب سے زیادہ فرائض جاننے والے 198

حضرت زید بن ثابتؓ کا حضرت عثمانؓ کے حکم پر قرآن کریم کی نقل تیار کرنا 204
حضرت زید بن ثابتؓ کی جنگ یمامہ کے شہیدوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا قرآن جمع کرنے کے بارے روایت 351-352
حضرت خزیمہ انصاری کے پاس حضرت زید بن ثابتؓ کا سورۃ توبہ کی دو آیتیں پانا 351
حضرت زید بن ثابتؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں مجلسِ شوریٰ میں شامل ہونا 392
حضرت ابی بن کعبؓ کا زید بن ثابتؓ کی عدالت میں حضرت عمرؓ کے ساتھ جھگڑے کی بنا پر مقدمہ کرنا 397
زید بن ثابتؓ کا حضرت ابی بن کعبؓ کے معاملے پر انصاف نہ کرنے پر حضرت عمرؓ کا ردعمل 397
حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں شامل تھے 397
حضرت زید بن حارثہؓ غزوۂ بدر کی خوشخبری لے کر آئے 56
آپؐ کا غزوہ بنو مصطلق کے وقت زید بن حارثہؓ کو امیر بنانا 324
حضرت زید بن حارثہؓ آپؐ پر آزاد کردہ غلاموں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے 726
زید بن عمرو بعثت سے قبل آپؐ کے سب سے زیادہ قریبی تھے 717
زید بن وَھَب 619
حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب 215
641،343،283
حضرت زینبؓ 9
زینب بنت حضرت عمرؓ 621
حضرت زینب بن مظعونؓ زوجہ حضرت عمرؓ 620
زینت بی بی صاحبہ بیوہ اکبر علی صاحب 135

س

سائب بن یزید 215،689
سائرہ سلطان صاحبہ اہلیہ سلطان مبشر صاحب کا ذکر خیر 424
حضرت ساریہ بن زُنیمؓ کو حضرت عمرؓ کا فَسَا اور دارابجرد کی طرف روانہ فرمانا 686
سالم بن عبد اللہ 696
سپر نگر کا قرآن کریم کے اصلی شکل میں موجود ہونے کے بارے تصدیق کرنا 205-206
مسٹر سٹیفن لارچ 375
سُراقہ بن مالک کا تعاقب کرنا 771-772
سرِپتو ہادی سِسوویو (Suripto Hadi Siswoyo) کا ذکر خیر 408 -409
سرداراں بیگم صاحبہ اہلیہ چودھری نبی بخش صاحب کا ذکر خیر 676
حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ 117
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 51، 431، 606، 641، 699
حضرت سعدؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 13
سعد بن ابی وقاصؓ کے صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخط 76
حضرت سعدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے فتنۂ ارتداد کے مشورے کے بارے متفق ہونا 84
حضرت سعدؓ کو جنگ قادسیہ کے موقع پر کمانڈر بنایا جانا 430
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے حضرت عمرؓ کا وصیت کرنا 89
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ صلح حدیبیہ کی شرائط پر دستخط کرنے والوں میں شامل تھے 330
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے ایمان لانے والے تھے 728
حضرت سعد بن عبادہؓ کو آپؐ کا جھنڈا سپرد فرمانا 339
حضرت سعد بن مالکؓ کو حضرت عمرؓ کا اپنی وفات کے بعد فیصلہ کرنے میں تقویٰ کا اختیار کرنے کا حکم دینا 87
سعد بن مالکؓ کو جنگ کی بشارت 173
حضرت سعدؓ سے رسول اللہؐ وفات کے وقت راضی تھے 88
حضرت سعدؓ کا اپنا اختیار حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ کو دینا 88
حضرت سعد بن وقاص، فاتح فارس فتنہ کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے 146
حضرت سعد بن ابی وقاص کا آنحضور ﷺ کے ساتھ ایک گھر میں مہاجرین کے ساتھ ہونا 174
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حضرت عمرؓ کا چار ہزار مجاہدین کے ساتھ ایران کی طرف بھیجنا 431
حضرت سعدؓ کا قادسیہ میں ایک ماہ قیام کرنا 432

حضرت سعدؓ کا چودہ نامور اشخاص کو دربارِ ایران میں سفیر بنا کر بھیجنا 433
حضرت سعدؓ والیٔ عراق کا عام الرمادہ میں مدد کرنا 384
حضرت سعدؓ کا حذیفہ بن محصن کو رستم کے پاس مذاکرات کے لئے بھیجنا 434
حضرت سعدؓ کا حضرت مغیرہ بن شعبہ کو رستم کے پاس مذاکرات کے لئے بھیجنا 434
حضرت سعدؓ کا خالد بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کرنا 434
حضرت سعدؓ کا حضرت عاصمؓ اور حضرت قعقاع کو سفید ہاتھی پر حملہ کرنے کے لئے حکم دینا 436
حضرت سعدؓ کا کسریٰ کے محلات پر قابض ہونا 442
حضرت سعدؓ اور جنگ جلولاء 443
حضرت سعدؓ کا قعقاع کو حلوان کی طرف بھیجنا 444
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا حضرت عمرؓ کے حکم پر نعمان بن مقرن کو لشکر کا سردار بنا کر کوفہ سے روانہ کرنا 447
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ہرمزان کے مقابلہ کے لئے بصرہ سے روانہ کرنا 447
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حضرت عمرؓ کا عراق کی مہم پر مامور ہونا 531
حضرت سعد بن ابو وقاصؓ کو حضرت عمرؓ کا قعقاع بن عمرو کو ابو عبیدہؓ کی مدد کیلئے بھیجنے کا حکم دینا 566-567
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حضرت عمرؓ کا سہیل بن عدی کو شہر رَقّہ بھیجنے کا حکم دینا 567
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا حضرت عمرؓ کو دفنانے کیلئے قبر میں اترنا 617
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا جنتی ہونا 629
حضرت سعدؓ کا حضرت عمرؓ کو یزدجرد شاہ ایران کے لشکر کے بارے اطلاع دینا 485
حضرت سعد بن عبید کی جہاد میں شمولیت 414
سعید ابن حضرت عثمانؓ 218
سعید احمد عدیل صاحب ابن ماسٹر نذیر احمد صاحب 228
حافظ سعید الرحمان صاحب 227
سعید بن ابوھِلال 594
حضرت سعید بن حریثؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کا عبداللہ بن خطل کو قتل کرنا 79
حضرت سعید خدریؓ (نیز دیکھئے 'ابو سعید خدریؓ) 13، 617، 620، 629، 630
حضرت سعید بن زیدؓ 13
حضرت سعید بن زیدؓ کا عشرہ مبشرہ میں ہونا 13
حضرت سعید بن زیدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے فتنۂ ارتداد کے مشورے کے بارے متفق ہونا 84
حضرت سعید بن زیدؓ کا حضرت علیؓ کے بارے ایک شخص کا بے ادبی سے ذکر کرنے پر کھڑے ہونا 173
سعید بن زیدؓ جنت میں ہوں گے 173
چوہدری سعید احمد لکھن صاحب کینیڈا کا ذکرِ خیر 569
سعید بن مسیب 372، 603، 693
سعید مجید صاحب کا ذکر خیر 512
حضرت سعید بن عاصؓ کا حضرت عثمانؓ کے حکم پر قرآن کریم کی نقل تیار کرنا 204
ملک سلطان رشید خان صاحب کا ذکر خیر 537
سلطان علی ریحان صاحب کا ذکر خیر 226
ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب 424
مولانا سلطان محمود انور صاحب کا ذکر خیر 58، 59
صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون صاحب کا ذکرِ خیر 599
حضرت سلمانؓ جنتی ہیں 12
حضرت سلمہ بن ابو سلمہؓ 88
سلمٰی بنت صخر بن عامر، والدہ حضرت ابو بکرؓ 705
سلمٰی بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر صاحب کا ذکر خیر 211
سَلَمَہ 682
حضرت سلیط بن قیسؓ کی جہاد میں شمولیت 414
سُلَیم ابو عامر 172
حضرت سلیمانؑ کے مبعوث ہونے کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کا مبعوث ہونا 162
حضرت سلیمانؑ سے حضرت عثمانؓ کی تشبیہ 180

سلیمہ صاحبہ اہلیہ برہان صاحب 410
حضرت سِماک حنفیؓ 616
حضرت سمرہ بن جندبؓ 87
سمیر اداؤد صاحبہ 453
سمیع اللہ سیال صاحب 104
سُودان نامی شخص کا حضرت عثمانؓ پر تلوار سے حملہ کرنا 159
سودہ صاحبہ اہلیہ عبدالرحمٰن صاحب کا ذکر خیر 511
سورے سعید صاحب کی مالی قربانی کا واقعہ 650
سوید بن مقرّن کے سپرد جنگ نہاوند کے موقع پر لشکر کے بازوؤں کی کمان ہونا 489
حضرت سہل بن سعدؓ 405
سہیل صاحب ابن چودھری کرامت اللہ صاحب 63
سہیل بن عدی کی سرکردگی میں حضرت عمرؓ کا ایک لشکر کو رَقّہ بھیجنا 567
سُہیل بن عمرو، مکہ کا نامور رئیس 72، 328
سہیل بن عمرو کا صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ سے معاہدہ کرنا 75
سہیل بن عمرو کا صلح حدیبیہ کی نقل لے کر مکہ جانا 76، 330
سہیل بن عمروؓ کا طاعون عمواس میں فوت ہونا 685
سہیلہ محبوب صاحبہ کا ذکر خیر 363
امام سہیلی 405
سیاہ کو حضرت عمرؓ کا فوجی افسر مقرر فرمانا 403
پروفیسر سیدہ نسیم صاحبہ اہلیہ محمد سعید صاحب کا ذکر خیر 452، 453
سیڈو صاحب کی مالی قربانی کے بارے واقعہ 657، 658
ملک سیف الرحمان صاحب مفتی سلسلہ 333
سیف علی شاہد صاحب کا ذکر خیر 365، 366
علامہ سیوطی 632

ش

شاذل احمد متعلم جامعہ احمدیہ 182
حضرت چودھری شاہ دینؓ 63
شاہدہ صاحبہ 624، 625
شاہین صاحب کی مالی قربانی کا واقعہ 650
علامہ شبلی 403، 412، 572، 586، 699، 700
علامہ شبلی کا بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی رائے سے متفق ہونا 298
علامہ شبلی فتح ہمکران کے متعلق نوٹ 509
شبیب بن بَجَرہ کا حضرت علیؓ کے قتل کیلئے ابن ملجم کے ساتھ مل جانا 3
شبیب کا حملہ کے وقت بچ کر نکل جانا 4
حضرت شدّاد بن اوسؓ 55
حضرت شدّاد بن اوسؓ کا فتح قبرص میں شامل ہونا 92
حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کا طبریّہ پر قبضہ کرنا 528
آپؓ کا فحل سے فارغ ہونے کے بعد اہلِ بیسان کا محاصرہ کرنا 530
آپؓ کا فلسطین میں رومی فوجوں سے جنگ میں شامل ہونا 535
آپؓ سے حضرت ابوعبیدہؓ کا جنگ یرموک کے متعلق مشورہ لینا 545
آپؓ کو جنگ یرموک کے موقع پر لشکر کا مَیْمَنہ سپرد کیا جانا 549
شریف اللہ خان صاحب 410، 411
امام شعبی 696
شعیب احمد صاحب ابن بشیر احمد صاحب کا ذکر خیر 334، 335
حضرت الحاج ڈاکٹر سید شفیع صاحبؓ محقق دہلوی 452
آپؓ کا بارہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنا 452
آپؓ خواجہ میر درد صاحب کی نسل میں سے تھے 452
آپؓ حضرت اماں جانؓ کے بھانجے تھے 452
سسٹر شکورہ صاحبہ ایک افریقن امریکن احمدی 379
سودہ صاحبہ والدہ شمس الدین صاحب مالاباری 511
شموس، حضرت مثنّیٰؓ کے گھوڑے کا نام 426
شَنَس کے مدمقابل حضرت ابوعبیدہؓ کا آنا اور اس کو قتل کرنا 532، 533
شھروَیہ کو حضرت عمرؓ کا فوجی افسر مقرر کرنا 403
شہزاد اکبر صاحب 411
شہزادہ ویلز 120
شیبہ بن ربیعہ کا دارالندوہ میں شامل ہونا 751
حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا انگریزی ترجمۃ القرآن 305
شیرویہ کو حضرت عمرؓ کا فوجی افسر مقرر کرنا 403

ص

حضرت صالح علیہ السلام 156

آپؐ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے شخص کی مثال 1
صبیحہ ہارون صاحب اہلیہ سلطان ہارون صاحب کا ذکر خیر 599، 600
صدیق جپالو صاحب 166
حکم بن عمرو کا صُحار عبدی کے ہاتھ مکران کی فتح اور مال غنیمت کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا 509
صغریٰ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر 63
صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب کا ذکر خیر 262
صفیہ بیگم صاحبہ بنت محترم مولوی چراغ دین صاحب 262
صمد غوری صاحب کے جلسہ سالانہ کے متعلق تاثرات 478، 479
صہباء ام حبیب بنت ربیعہ سے حضرت علیؓ کی شادی ہونا 9
حضرت صہیب بن صنانؓ کو حضرت عمرؓ کا امام الصلوٰۃ مقرر فرمانا 88
آپؓ کو حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد انتخابِ خلافت کے وقت تین دن کیلئے امام الصلوٰۃ مقرر کیا جانا 89
آپؓ کا حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھانا اور دفنانے کیلئے قبر میں اترنا 617
آپؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کرانا 735

ض

ضرار بن خطاب کو حضرت عمرؓ کا امیر مقرر فرمانا 445
ان کا ماسَبَذان کی لڑائی کے بعد ایرانیوں کو امان دینا 445
ضِرار صدائی سے حضرت علیؓ کے اوصاف پوچھے جانے... 41، 42
ضمیر احمد ندیم صاحب کا ذکر خیر 364

ط

سید طالع احمد شہید کی اور ذکر خیر 513 تا 527
طارق تارنستر صاحب امیر سوئٹزرلینڈ 375
ملک طارق علی کھوکھر صاحب 775

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

36، 37، 60، 99، 183، 211، 222، 333، 366،
آپؒ کی چودھری حمید اللہ صاحب کے لئے دعا 99
آپؒ کا چودھری حمید اللہ صاحب کو افسر جلسہ سالانہ مقرر فرمانا اور ان کے کام کی تعریف فرمانا 100
آپؒ کے حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر تقدیر الٰہی کے بارے میں تعریفی کلمات..... 116
آپؒ کا جمعہ اور عید الفطر کا ایک ہی دن اکٹھے ہونے پر مزید تحقیق کی ضرورت کا فرمانا 216
آپؒ کی خلافت اور ترقیات 318، 319
آپؒ کا حضرت عمرؓ کے آپؐ سے صلح حدیبیہ پر بار بار سوال کرنے کی تشریح فرمانا 330
میاں طاہر احمد صاحب کا ذکر خیر 308
طاہر ندیم صاحب 424
طُعَیْمَہ بن عَدی کا دارالندوہ میں شامل ہونا 751
حضرت طلحہؓ 56، 88، 142، 620، 680
حضرت طلحہؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 13
آپؓ کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ ایمان لانا 49
حضرت طلحہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے فتنۂ ارتداد کے مشورے سے متفق ہونا 84
آپؓ کے بارے حضرت عمرؓ کی وصیت 89
آپؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کے الزام کو مصلح موعودؓ کا غلط ثابت کرنا 115
آپؓ کے سپرد حضرت عثمانؓ کو پانی پہنچانے کا کام ہونا 147
آپؓ کا حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے دوران آپؓ کی حفاظت کرنا 147
آپؓ کو حضرت عثمانؓ کا اپنے گھر کے محاصرہ کے وقت بلانا 148
آپؓ کے بیٹے کا احد کے دن رجز پڑھنا 150
آپؓ کو جنت کی بشارت ملنا 173، 629
آپؓ کا آپؐ کے ساتھ ایک گھر میں مہاجرین کے ساتھ رہنا 174
آپؓ کا حضرت عثمانؓ سے قرض لینا 202
آپؓ کا کوہ صفا میں آپؐ کے ساتھ موجود ہونا 255
آپؓ کا حضرت عمرؓ کو دفنانے کیلئے قبر میں اترنا 617
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ 87، 174، 353
آپؓ کا جنگ نہاوند کے موقع پر حضرت عمرؓ کے حق میں خطاب کرنا 486
آپؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کرنا 728
طلحہ وڑائچ ابن عبد الوحید وڑائچ صاحب 375
طلیحہ بن خویلد کا جنگ نہاوند میں شریک ہونا 489
طٰہٰ صاحب (تنزانیہ) کی مالی قربانی 24
طٰہٰ قرنق صاحب سابق صدر جماعت اردن 168

ظ

ظفر اقبال صاحب کا جلسہ سالانہ سے متاثر ہو کر بیعت کرنا 473

ع

عابد وحید صاحب 525
عابس 638
حضرت عاتکہؓ بنت زید زوجہ حضرت عمرؓ 621
عاص بن وائل کا حضرت عمرؓ کو پناہ دینا 277
عاص بن وائل سہمی کا حضرت عمرؓ کو پناہ دینا، بعد میں حضرت عمرؓ کا اس کی پناہ واپس کر دینا 282
حضرت عاصمؓ کا بنو تمیم کے ماہر تیر انداز وں کو ہاتھیوں پر حملہ کے لئے حکم دینا 435
آپؓ کا سفید ہاتھی کی سونڈ کاٹنا 436
عاصم بن عمرو 509
عاصم بن حضرت عمرؓ 621
حضرت عمرؓ کی زوجہ حضرت جمیلہ 621
عالم محمد رضا کا اپنی کتاب میں اسکندریہ کی لائبریری کے جلائے جانے کا واقعہ لکھنا 579
عامر 383
عامر بن فُہیرہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کروانا 731، 732
عامر بن فُہیرہ کا غار ثور میں آپؐ کو دودھ پہنچانا 752
عامر بن فہیرہ کی ذہانت 767
عامر بن فہیرہ کا غار ثور سے روانگی کے وقت آپؐ کے ساتھ موجود ہونا 770
حضرت عائشہؓ 56، 57، 128، 198، 199، 201، 203، 247، 263، 345، 354، 630، 638، 669، 708 تا 710، 714، 736، 735، 779،
آپؓ کا حج کا ارادہ کرنا 143
آپؓ کے متعلق باغیوں کا بے ہودہ گوئی کرنا 161، 162
آپؓ کے لئے آپؐ کے پرچم سے چادر بنائی جانی 338، 339
آپؓ کی خدمت میں حضرت عمرؓ کا مدینہ میں سب سے پہلے لگنے والی چکی کا پسا ہوا آٹا بھجوانا 361
آپؓ کا آپؐ سے عشق و محبت 361
آپؓ سے حضرت عمرؓ کا آپؐ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت طلب کرنا 597، 617، 618
ایک شخص کا آپؐ سے پوچھنا لوگوں میں سے آپ کو کون زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ کا فرمانا عائشہ 671
عائشہ بنت حضرت عثمانؓ 218
عائشہ بی بی 93
عائشہ پٹھانی صاحبہ 307
عائشہ عنبر سید اہلیہ ڈاکٹر مرزا نُبیر احمد 674
عباد بن بشرؓ کو آنحضورؐ کا دستے کی کمان دی جانا 69
حضرت عبادہ بن صامتؓ کا فتح قبرص میں شامل ہونا 92
آپؓ کا لوگوں کو اہلِ مدینہ کی مدد کے لئے ابھارنا 148
آپؓ کا قَیْسَارِیَّہ کی جنگ میں اسلامی فوج کے مَیْمَنَہ کا قائد ہونا 536
آپؓ کا اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کرنا 575
آپؓ کا فَیْحُوم کے معرکے کیلئے عمرو بن عاصؓ کے پاس جانا 576
عباس بن عبد المطلب کو قتل نہ کرنے کے بارے آپؐ کی ہدایت 247
ابو حذیفہؓ کا آپؐ کو قتل کرنے کا عزم کرنا 247
آپؐ کی حفاظت کیلئے آپؐ کا حضرت عمرؓ کو مقرر فرمانا 247
آپؐ کا ابو سفیان کو آپؐ کے سامنے پیش کرنا 337، 338
حضرت عمرؓ کا آپؐ کے لئے سب سے پہلے وظیفہ مقرر فرمانا 362
آپؐ کا ایلیا کے سفر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ جانا 559
آپؐ بیعت عقبہ ثانیہ کی تقریب کے منتظمِ اعلیٰ تھے 748
آپؐ کا حضرت علیؓ کو ایک گھاٹی پر بطور پہرہ دار بھیجنا 748
آپؐ کا رومیوں کے خلاف فوج کے مَیْسَرہ کو لیکر آگے بڑھنا 568
عباس بن کلابیہ سے حضرت علیؓ کی نسل کا چلنا 9
حضرت عتبانؓ بن مالکؓ کی حضرت عمرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 286
ڈاکٹر عبد الاحد صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر سرکاری نوکری چھوڑ کر وقف کرنا 182، 183
آپ کا فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا ڈائریکٹر مقرر ہونا 183
عبد الباسط صاحب 776
مولانا عبد الباری فرنگی محلی کا حضرت مصلح موعودؓ کو الٰہ آباد کانفرنس میں اظہار خیال کے لئے مدعو کرنا 117

مولوی عبد الباقی 378
عبد الباقی ارشد صاحب 211، 212
ونگ کمانڈر عبد الرشید صاحب کا ذکر خیر 626
عبد الجبار خان صاحب 94
حضرت عبد الحکیم بٹ صاحبؓ 453
عبد الحمید ٹاک صاحب یاری پورہ کشمیر کا ذکر خیر 776
چودھری عبد الحی صاحب 454
عبد الخبیر رضوان نواسہ حافظ محمد اکرم صاحب 308
سودہ صاحبہ اہلیہ عبد الرحمٰن صاحب کا ذکر خیر 511
عبد الرحمان نامی شخص کی حضرت علیؓ کی کوششوں کی گواہی دینا، دن رات حضرت عثمانؓ کی تکالیف کو دور کرتے رہے 146
عبد الرحمان بن ابوزناد 172
عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ کو حضرت عمرؓ کا کوفہ کا گورنر بنانا 394
عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ کا کوفہ والوں کا مذاق اڑانا 394
حضرت عبد الرحمان بن اخنسؓ 173
حضرت عبد الرحمان بن اسودؒ 214، 215
حضرت عبد الرحمان بن حارثؓ 281
حضرت عبد الرحمان بن حارثؓ کا حضرت عثمانؓ کے حکم پر قرآن کریم کی نقل تیار کرنا 204
عبد الرحمان بن حاطب 217
عبد الرحمان بن سعید 87، 88
حضرت عبد الرحمان بن سفینہؓ 179
عبد الرحمان بن عثمان قرشی 50، 181
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ 87، 353، 629
حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 13، 173
آپؓ کی حضرت عثمانؓ کے مواخات قائم ہونا 55
آپؓ کے صلح حدیبیہ پر دستخط ہونا 76، 330
حضرت عبد الرحمان کے ووٹ کو حضرت عمرؓ کا انتخابِ خلافت کے وقت اہمیت دینا 87
آپؓ کا حضرت عمرؓ کی ہدایت پر حضرت عثمانؓ کی بیعت کرنا 88
آپؓ کا وفات کے وقت آپؓ سے راضی ہونا 88
آپؓ کے بارے میں حضرت عمرؓ کا وصیت کرنا 89
آپؓ کا خلافت کے بارے فیصلہ کرنا 90
آپؓ کا آپؐ کے ساتھ ایک گھر میں مہاجرین کے ساتھ ہونا 174
آپؓ کا غزوہ بدر میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہونا 295
آپؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں مجلسِ شوریٰ میں شامل ہونا 392
آپؓ کا حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں شامل ہونا 397
آپؓ کا جنگ جلولاء کے خمس کی رات بھر حفاظت کرنا 444
آپؓ کا بیت المقدس کی فتح کے صلح نامہ کے وقت گواہی دینا 561
آپؓ کا حضرت عمرؓ کو دفنانے کیلئے قبر میں اترنا 617
آپؓ کا طاعونِ عمواس کے وقت مرض والی جگہ سے لوٹنے کے بارے آپؐ کی حدیث سنانا 684
آپؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے ایمان لانا 728
الحاج عبد الرحمٰن عینین کا ذکر خیر 744
عبد الرحمٰن اکبر بن حضرت عمرؓ 620
عبد الرحمٰن اصغر بن حضرت عمرؓ 621
عبد الرحمٰن اوسط بن حضرت عمرؓ 621
عبد الرحمان بن ملجم کا حضرت علیؓ کے قتل کا ذمہ لینا 2
عبد الرحمان بن ملجم کا حضرت علیؓ کے قتل کے لئے کوفہ آنا 3
عبد الرحمان بن ملجم کا تلوار سے حضرت علیؓ پر وار کرنا 3
عبد الرحمان بن ملجم کا حملہ کے وقت گرفتار ہونا 4
عبد الرحمان حسین محمد خیر صاحب کا ذکر خیر 212
عبد الرحمان سلیم صاحب 222
عبد الرحیم صاحب کی مالی قربانی 22
میاں عبد الرحیم صاحب 377
حضرت عبد الستار خان صاحبؓ 307
ڈاکٹر عبد السلام صاحب 223
چودھری عبد الغنی رشدی صاحب 381
حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ کا سکندریہ کی لائبریری کے جلائے جانے کے متعلق نوٹ 581
عبد القادر شہید کا ذکر خیر 133، 134

پروفیسر سید عبد القادر صاحب 115، 116
آپ کی زیرِ صدارت حضرت مصلح موعودؓ کا لیکچر دینا 114
عبد القیوم پاشا صاحب 210
مکرم عبد القیوم صاحب انڈونیشیا کا ذکر خیر 539 تا 541
حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی 222، 292، 293
حضرت عبد الکریم صاحبؓ 305
عبد اللطیف صاحب انجینئر 134
حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید صاحبؓ 261، 411
عبد اللہ، حضرت ابو بکرؓ کا ایک نام 705
چودھری عبد اللہ صاحب 363
عبد الکعبہ، حضرت ابو بکرؓ کا جاہلیت کا نام 705
حضرت عبد اللہ بن عثمانؓ 48، 49
عبد اللہ بن اُرَیْقِط کا ہجرت کے وقت آپؐ کے ہمراہ غار ثور جانا 752
عبد اللہ بن اُرَیْقِط کا حسبِ وعدہ تین دن کے بعد غار ثور کے پاس اونٹ لیکر جانا 768
حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ کے سپرد آپؐ کا مکہ کی خبریں غار ثور پہنچانے کی ڈیوٹی لگانا 752
آپؐ کا غار ثور سے واپسی کے وقت قدموں کے نشانات مٹانا 767
عبد اللہ بن ابراہیم 387
عبد اللہ بن اُبی بن سلول کے آخری ایام اور جنازہ کی تفصیلات 326
عبد اللہ بن ابی اوفی کا لوگوں کو اہلِ مدینہ کی مدد کے لئے ابھارنا 148
عبد اللہ بن ابی سرح کو قتل کرنے کے بارے میں آپؐ کا حکم 79
عبد اللہ بن ابی سرح کو آنحضورؐ کا امان دینا 80، 81
امیر معاویہ کا آپؓ کو بحری بیڑے کا امیر مقرر کرنا 125
حضرت عبد اللہ بن ارقمؓ کو حضرت عمرؓ کا بیت المال کا افسر مقرر فرمانا 398
آپؓ کا جنگ جلولاء کے خمس کی رات بھر حفاظت کرنا 444
عبد اللہ بن اسلم 384، 385
حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ 285
حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ کو آنحضورؐ کا مدینہ کا امام الصلاۃ بنانا 69
عبد اللہ بن جُدعان کے گھر حلف الفضول کا معاہدہ طے پانا 715
حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کا حضرت علیؓ کو غسل دینا 7
حضرت عبد اللہ بن حَنْظَبؓ 672
عبد اللہ بن خازم کو قیس بن ھیثم کا حضرت عبد اللہ بن عامر کی طرف بھجوانا 127
عبد اللہ بن عِتبان کی سرکردگی میں حضرت عمرؓ کا ایک لشکر کو نصیبین کی طرف روانہ کرنا 567
عبد اللہ بن خالد بن اُسید کا حضرت عثمانؓ سے ہنگامہ کرنے والوں کی بابت بات کرنا..... 181
عبد اللہ بن خطل کو قتل کرنے کے بارے آپؐ کا حکم 79
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو آپؐ کا خیبر کی کھجوروں کے باغات کے پھل تقسیم کرنے کے لئے بھیجنا 339
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا باغیوں سے لڑائی میں شامل ہونا 151
آپؓ کا محاصرہ کے روز حضرت عثمانؓ سے باغیوں سے جنگ کرنے کے بارے عرض کرنا..... 157
آپؓ کا حضرت عثمانؓ کے حکم پر قرآن کریم کی نقل تیار کرنا 204
آپؓ کی ایک ہی دن جمعہ اور عید الفطر اکٹھے ہونے کی متعلق ایک وضاحت 216
حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کو اللہ تعالیٰ کا رؤیا کے ذریعے اذان سکھانا 286
عبد اللہ بن سبا 114، 115
حضرت عبد اللہ بن سلامؓ 157، 160، 620
آپؓ کا فتنہ پردازوں کو قتال سے منع کرنا 158
حضرت عبد اللہ بن عامرؓ کا افغانستان اور خراسان کے کئی علاقے فتح کرنا 126
آپؓ کا قیس بن ھیثم کو خراسان میں اپنا جانشین مقرر کرنا 127
عبد اللہ بن خازم کو قیس بن ھیثم کا امارت حوالے کر کے حضرت عبد اللہ بن عامر کی طرف بھجوانا 127
ابن عامر کا قطن بن عوف ھلالی کو کرمان کے علاقے پر گورنر مقرر کیا جانا 202
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ 284، 595، 683، 684، 696، 697
آپؓ کو حج کا امیر مقرر کیا جانا 146
آپؓ کو حضرت عمرؓ کا اپنے قاتل کو ڈھونڈنے کیلئے بھیجنا 601
عبد اللہ بن عثمانؓ، بیٹا حضرت عثمانؓ 218
عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول کا اپنے والد کے کفن کیلئے

آپؐ سے قمیص مانگنا 632، 633
حضرت عبد اللہ بن حضرت عمرؓ 164، 165، 171، 256، 280، 281، 299، 387، 589، 620، 639 تا 641
آپؓ کا حضرت علیؓ سے جنگوں میں شامل نہ ہونے کے متعلق سوال کرنا..... 40
آپؓ کو حضرت عمرؓ کا اصحابِ شوریٰ میں شامل ہونے کی ہدایت فرمانا 89
آپؓ کا حضرت عثمانؓ سے مفسدین سے لڑنے کی بابت کہنا 174
آپؓ سے ایک شخص کا حضرت عثمانؓ کے احد کے دن فرار ہونے کا اعتراض کرنا 174، 175
آپؓ کا خیبر میں اپنا مال دیکھنے کے لئے آنا، خیبر میں ہی آپؓ پر رات کو حملہ ہونا 339، 340
آپؓ کو حضرت عمرؓ کا مدائن کے اموال غنیمت دینا 362
آپؓ سے حضرت عمرؓ کا اپنی شہادت سے قبل قرض کے بارے دریافت کرنا 597، 611، 612
آپؓ کا حضرت عمرؓ کو غسل دینا 617
آپؓ کا حضرت عمرؓ کو دفنانے کیلئے قبر میں اترنا 617
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ 90، 201، 281، 619، 620، 630، 672، 720، 721،
آپؓ کو آپؐ کا ایک سورت مختلف قرأتوں میں پڑھانا 207
آپؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان ایک سورۃ کی قراءت کے متعلق اختلاف ہونا..... 208
آپؓ کا ایک دفعہ بغیر اجازت فتویٰ دینے پر حضرت عمرؓ کا ان سے باز پرس کرنا 398
عبد اللہ بن قمئہ قریش کا ایک بہادر سپاہی 66
عبد اللہ بن قمئہ کا مصعب بن عمیرؓ کو تلوار کے وار سے احد کے دن شہید کرنا 67، 301
ابن قمئہ کا حضرت مصعبؓ کو شہید کرنے کے بعد رسول اللہؐ کے مارے جانے کے متعلق افواہ اڑانا 301
عبد اللہ بن قیس جاسی کو امیر معاویہ کا امیر البحر مقرر کرنا 181
عبد اللہ بن مکنف 56، 340
عبد اللہ بن نمیر کا عاصم بن عمرو کے ساتھ سجستان کا رخ کرنا 509
حضرت عبد اللہ بن ہشامؓ 284
عبد اللہ بن وھب راسبی کا اسلامی لشکر کے بازوؤں کا کمانڈر مقرر ہونا 445
عبد اللہ رومی 200
عبد اللہ کوئی صاحب کے جلسہ سالانہ کے متعلق تاثرات 480
ڈاکٹر عبد المالک شمیم صاحبہ 377 تا 380
مولوی عبد الباقی صاحب 378
عبد الملک بن حضرت عثمانؓ 218
عبد مناف سے حضرت عثمانؓ کا سلسلہ نسب ملنا 48
عبد الوحید وڑائچ صاحب کا ذکر خیر 375 تا 377
رانا عبد الوحید صاحب کا ذکر خیر 454
عبد الوہاب آدم صاحب امیر و مشنری انچارج گھانا کے نام پر وہاب آدم سٹوڈیو 2017ء میں قائم ہونا 46، 47
عبدِ خیر 673
حضرت عبید اللہؓ 1
حضرت عبید اللہ صاحب بسملؒ کی کتب کا شیعہ مدرسوں میں ابھی بھی پڑھایا جانا 36
آپؒ کی کتب کا خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ذکر فرمانا 36، 37
حضرت عبید اللہ خولانیؒ 178
عبید اللہ بن عبد اللہ 171
عبید اللہ بن عدی 214، 215
عبید اللہ بن حضرت عمرؓ 613، 614، 621
عبید اللہ بن عمر کا ھرمزان اور جُفینہ کو قتل کرنا 451، 604، 606
حضرت عبید اللہ بن مَعْمَر کو حضرت عثمانؓ کا فوج کا ایک دستہ دے کر مکران اور سندھ کی طرف بھیجنا 127
حکیم عبید اللہ منہاس صاحب 309
ڈاکٹر عبیدی ابراہیم مونگا صاحب کا ذکر خیر 62
عُبیس کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کروانا 731
عتبہ بن ابولہب کی حضرت رقیہؓ سے شادی ہونا 50
عتبہ بن ربیعہ کا دار الندوہ میں شامل ہونا 751
حضرت عتبہ بن سہیلؓ کا طاعون عمواس میں فوت ہونا 685
حضرت عتبہ بن غزوانؓ 218
آپؓ کو حضرت عمرؓ کا ایک لشکر کے ساتھ خوزستان کی طرف بھیجنا 445
آپؓ کا اَھواز کے معرکے میں امیر لشکر مقرر ہونا 446

عتیق احمد بشیر، یونس خالد صاحب کا بیٹا 209
عثمان اخنس 595
عثمان بن حنیف کے پاس حضرت عمرؓ کا ٹھہرنا 595
عثمان بن عامر 705
حضرت عثمان بن عفانؓ
87، 128، 161، 163، 213، 216، 399، 615، 616
آپؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 13
حضرت ذوالنورینؓ دین کے امین 45
آپؓ کا سلسلہ نسب عبد مناف سے ملنا 48
حضرت رقیہؓ سے آپؓ کی اولاد 48، 49
آپؓ کا قبولِ اسلام 49، 50
آپؓ کی امّ کلثومؓ سے شادی ہونا 49، 56، 57، 300
آپؓ کی رقیہؓ سے شادی ہونا 50، 218
آپؓ پر قبول اسلام کے بعد ظلم ڈھائے جانا 50
آپؓ کا آپؐ کو اپنی بیٹی کو برتاؤ کے بارے میں نصیحت کرنا 50
آپؓ کی ہجرت حبشہ کی تفصیل 51 تا 53
آپؓ کے حالات دریافت کرنے کے لئے رسول اللہؐ کا حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کو بھیجنا 51
آپؓ کی مؤاخات کے متعلق مختلف روایات 55، 56
آپؓ کے محصور ہونے کی تفصیل 56
ام کلثومؓ کی وفات پر آپؐ کا فرمانا اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کی شادی بھی عثمانؓ سے کروا دیتا 57، 163
صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؓ کی سفارت کاری کی تفصیل 68 تا 76
آپؓ کو آپؐ کا غزوہ ذات الرقاع پر مدینہ کا امیر مقرر کرنا 78
آپؓ کے کردار و اخلاق کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کی گواہی 84، 164
آپؓ کی مالی قربانی 83 تا 85، 201
آپؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں کردار 86
حضرت عمرؓ کا آپؓ کو اپنے فیصلوں میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دینا 87
آپؓ سے رسول اللہؐ وفات کے وقت راضی تھے 88، 164
آپؓ کے انتخاب خلافت کی تفصیل 88 تا 91
آپؓ کے بارے حضرت عمرؓ کا وصیت کرنا 89
آپؓ کا خلیفہ منتخب ہونے کے بعد پہلا خطاب 90
آپؓ کا بلند مرتبہ 114
آپؓ کے دور کی فتوحات 125 تا 127
آپؓ کی خلافت کے بارے نبی کریمؐ کی پیشگوئی 127، 128
آپؓ کی دور میں اٹھنے والے فتنوں کی تفصیل 127 تا 133، 141
باغیوں کا آپؓ کے گھر کا محاصرہ کر کے آپؓ پر حملہ کرنا 141 تا 151
آپؓ کے محاصرہ کے وقت حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کا آپؓ کی حفاظت کرنا 147
حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت دن رات حضرت طلحہؓ کا حفاظت کرنا 147، 148
آپؓ کا آخری حج 155
آپؓ کو فتنے سے بچاؤ کے متعلق معاویہؓ کا مشورہ دینا 155، 156
مجاہد کا آپؓ کے محاصرہ کے وقت خطاب کرنا 156
آپؓ کی شہادت کی تفصیل 157 تا 165، 170
آپؓ کا حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کی طرف پیغام بھیجنا 157
آپؓ سے فتنہ پردازوں سے لڑنے کے متعلق زید بن ثابت انصاریؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کا پوچھنا..... 157، 174، 181
آپؓ پر محمد بن ابی بکر کا حملہ کرنا 159
آپؓ پر سُودان نامی شخص کا تلوار سے حملہ کرنا 159
آپؓ کے قاتلین کی بد تہذیبی 160، 161
آپؓ کا مضبوط عزم 162، 163، 164
آپؓ کی شہادت کے بعد خلافت کی اہمیت کا اندازہ ہونا 163، 164
آپؓ کے لئے آپؐ کا اظہار محبت اور احترام 163، 164
آپؓ کو آپؐ کا اہل مکہ سے مذاکرات کیلئے بھجوانا 163، 175
آپؓ کا جنازہ اور تجہیز و تکفین 164، 165
آپؓ کے متعلق آپؐ کی پیشگوئیاں 170، 171
آپؓ کا ترکہ 171
آپؓ کے مناقب 171، 172
آپؓ کا لباس اور حلیہ 172
آپؓ کے متعلق ایک اعتراض کا جواب کہ آپ احد کے دن فرار ہو گئے تھے 174، 175
آپؓ کو بدر کے موقع پر آپؐ کا اپنی بیمار بیوی کے پاس کا حکم دینا 175
بیعت رضوان کے موقعہ آپؐ کا اپنے بائیں ہاتھ کو آپؓ کا ہاتھ

قرار دینا 175
آپؐ پر ہونے والے ایک اعتراض کا جواب 175
آپؐ کا آپؐ کو زمین کے ایک ٹکڑے کے بدلے جنت کی خوشخبری دینا 175
آپؐ کے دور میں مسجد نبویؐ کی توسیع کی تفصیل 176 تا 180
آپؐ کی حضرت سلیمانؑ سے مشابہت 180
آپؐ سے بحری جنگ کی بابت امیر معاویہ کا بار بار اجازت مانگنا 181
آپؐ کا آپؐ سے سب سے زیادہ مشابہ ہونا 181
آپؐ سے آپؐ کی محبت 181، 182
آپؐ کی عفت و حیا 198 تا 200
آپؐ کی سادگی اور تواضع 200
آپؐ کی خشیت الٰہی 200
آپؐ کی سخاوت 201 تا 203
آپؐ کو نکسیر کی بیماری لاحق ہونا 203
آپؐ کو وحی الٰہی ہونا 203
آپؐ کا قرآن کریم کی نقول تیار کروانا 204
آپؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے جمع قرآن کے واقعہ کا فرق 204، 205
آپؐ کا جمع قرآن..... 206
آپؐ کا ایک ہی قراءت میں قرآن کریم پڑھنے کا حکم دینا 206 تا 208
آپؐ کا آنحضرتؐ کے بہترین لوگوں میں شمار ہونا 213
آپؐ کا مقام آنحضرتؐ کی نظر میں 213، 214
آپؐ کا عدل و انصاف 214، 215
آپؐ کے دور میں جمعہ کے دن دوسری اذان کا اضافہ ہونا 215
آپؐ کے وضو اور غسل کا طریق 217، 218
آپؐ کا ام البنینؓ کو محاصرہ کے وقت طلاق دے دینا 218
آپؐ کی بیویاں اور اولاد 218
آپؐ کو حضرت عمرؓ کا اپنی بیٹی حفصہؓ سے نکاح کی پیشکش کرنا 299
آپؐ کو آپؐ کا اشرافِ قریش کے پاس صلح حدیبیہ کے موقع مذاکرات کیلئے بھجوانا 328
آپؐ کا صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخط کرنا 330
آپؐ کو حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت وصیت لکھوانا اور آپؐ کا اس کو پڑھ کر سنانا 353 تا 356
آپؐ کا حضرت عمرؓ کے دور میں مجلس شوریٰ کا ممبر ہونا 392
آپؐ کا حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں شامل ہونا 397
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو جنگ نہاوند کے موقع پر شام اور یمن کی فوجوں کو اکٹھا کرنے کے بارے مشورہ دینا 486
آپؐ کو حضرت عمرؓ کا مدینہ میں امیر مقرر کرنا 556
آپؐ کا بیت المقدس کے محاصرے کے وقت حضرت عمرؓ کو مشورہ دینا 558، 559
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو دفنانے کیلئے قبر میں اترنا 617
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے ایمان لانا 728
عثمان بن موھب 174، 175
عثمان حسین صاحب 212
مرزا عدیل احمد صاحب 140
عروہ بن خالد 172
حضرت عروہ بن زبیرؒ 344، 345، 729
عروہ بن مسعود، قبیلہ ثقیف کا بااثر رئیس 70، 71
عزیز احمد صاحب ابن ماسٹر نذیر احمد صاحب 228
عطاء بن ابی رباح کا ایک ہی دن جمعہ اور عید الفطر ہونے کے بارے میں پوچھنا 216
عطاء بن یزید 215
عقاب، آپؐ کے سیاہ رنگ کے پرچم کا نام 339
عقبہ بن عمرو کا لوگوں کو اہل مدینہ کی مدد کے لئے ابھارنا 148
عکرمہ بن ابو جہل کو قتل کرنے کے بارے آپؐ کا حکم 79
عکرمہ بن ابو جہل کا اسلام قبول کرنا 81 ، 82
عکرمہ کا جنگ یرموک کے موقع پر ہلاک ہونا 551
حضرت عکرمہ بن خالدؓ 661
علاء بن حضرمی کو حضرت ابو بکرؓ کا بحرین بھیجنا 85
علقمہ بن وقاص 200
حضرت میاں علم دین صاحبؓ 169
حضرت علی کرم اللہ وجہ 37، 39، 40، 41، 87، 142، 171، 172، 213، 284، 327، 340، 373، 400، 418، 559، 613، 619،
آپؐ کی شہادت کی تفصیل 1 تا 6

آپؐ کی شہادت کے متعلق آپؐ کی پیشگوئی 1، 2
آپؐ کا شہادت سے قبل حضرت حسنؓ کا حمام میں آپؐ کے ساتھ بیٹھے ہونا 2
آپؐ کی ابن ملجم کے متعلق وصیت 2، 5، 6
آپؐ کے قتل کے لئے ابن ملجم کا شبیب بن بَجَرہ کو اپنے ساتھ ملانا 3
آپؐ کا حضرت حسنؓ کو وفات کے وقت نصیحت کرنا 4
آپؐ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 6، 12، 13، 173
آپؐ کا وفات سے قبل السلام علیکم اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنا 6
آپؐ کا غسل و تجہیز و تکفین 7، 8
آپؐ کی وفات کے بعد حضرت حسنؓ کا خطاب 6
آپؐ کا جنازہ 7، 8
آپؐ کے اوصاف 7
آپؐ کی تدفین سحری کے وقت 7
آپؐ کے مزار کے متعلق روایات 7، 8
آپؐ کی شادی اور اولاد 9
آپؐ کے فضائل و مناقب 9، 10، 33 تا 35، 43 تا 45
آپؐ کا فرمانا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے 9، 10
آپؐ کا آپؐ کو سب سے زیادہ عزیز ہونا 10
آپؐ کا آپؐ کے ہمراہ ہر جنگ میں شامل ہونا 10
آپؐ کو آپؐ کا اپنا بھائی اور ساتھی قرار دینا 11
آپؐ کی جانور پر سوار ہونے کی دعا 11
آپؐ کا ایک خطاب 11، 12
آپؐ کی ایک خوبی، دنیا سے بے رغبتی 12، 13
آپؐ کی بہادری و شجاعت 13، 14
آپؐ کی ایک یہودی سے لڑائی ہونا 14، 15
آپؐ سے حضرت امام حسنؓ کا اللہ اور اپنے سے محبت کے بارے سوال کرنا، ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں..... 33
آپؐ کی ایک دعا 33
آپؐ کو آپؐ کا نصیحت فرمانا 37
آپؐ کی آپؐ کیلئے محبت 37، 38
آپؐ کی عیسیٰؑ سے مثال دی جانا 38
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کے مال فے تقسیم پر عمل کرنا 38
حضورؐ کی ایک خواب، میں علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں 39
آپؐ سے آپؐ کی محبت 41
آپؐ کے متعلق آپؐ کی ایک دعا 41
آپؐ کے اوصاف 41، 42
آپؐ کا عدل و انصاف 41 تا 43
آپؐ کا بلند مقام و مرتبہ 45، 46
آپؐ کو آپؐ کا صلح حدیبیہ کے موقع پر بلوانا 75
آپؐ سے آپؐ کا اپنی وفات کے وقت راضی ہونا 88
آپؐ کے بارے میں حضرت عمرؓ کا وصیت کرنا 89
آپؐ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام اور اس کی تردید 115
آپؐ کا فتنہ کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں رہنا 146
آپؐ کا حضرت عثمانؓ کے گھر محاصرہ کے آپؐ کی دن رات حفاظت کرنا 147، 148
آپؐ سے حضرت عثمانؓ کی تدفین کے متعلق صحابہ کا بات کرنا 165
آپؐ سے صحابہؓ کا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعات پوچھنا 171
آپؐ کا آپؐ کے ہمراہ ایک گھر میں مہاجرین کے ساتھ ہونا 174
آپؐ کے دور میں اٹھنے والے اندرونی فتنے 180
آپؐ امت میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں 198
آپؐ کو حضرت عثمانؓ کا ولید کو دُرّے لگانے کا حکم دینا 215
آپؐ قرآن کریم شائع کرنے والے تھے 218
آپؐ سے حضرت خلیفہ اولؓ کا خود بلاواسطہ قرآنی معارف سیکھنا 218
آپؐ کو آپؐ کا سفید رنگ کا پرچم سپرد فرمانا 339
حضرت عمرؓ کا آپؐ کا سب سے پہلے وظیفہ مقرر کرنا 362
آپؐ کا حضرت عمرؓ کے دور میں مجلس شوریٰ میں شامل ہونا 392
آپؐ حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں شامل تھے 397
آپؐ کا آپؐ کے حکم پر نجران کے عیسائیوں کو خط لکھنا 406
آپؐ کا جنگ نہاوند کے موقع پر حضرت عمرؓ کو مشورہ دینا 486، 487
آپؐ کو حضرت عمرؓ کا مدینہ میں امیر مقرر کرنا 556
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو دفنانے کیلئے قبر میں اترنا 617
علقمہ بن کُرز کھوجی کا آپؐ کو تلاش کرتے ہوئے غار ثور کے منہ تک پہنچ جانا 761
حضرت پروفیسر علی احمد صاحبؓ 378

علی بن محمد مدائنی صاحب 125
علی صالح قزق صاحب 168
ڈاکٹر علی محمد صلابی صاحب 338،337
علی بیگ صاحب کی مالی قربانی 650
عمار بن خزیمہ 371
حضرت عمارؓ کو جنت کی بشارت ملنا 12
حضرت عمار بن یاسرؓ کا عبداللہ بن خطل کو قتل کرنا 79
آپؓ کا جنگ نہاوند کی اطلاع دینے کے لئے منتخب ہونا 485
عمر بن حضرت عثمانؓ 218
حضرت عمرؓ کا بلند درجہ 634،633
حضرت عمرؓ کے مشوروں کو غزوات میں سراہا جانا 634- 635
حضرت عمرؓ کا اذان کے متعلق خواب دیکھنا 635
حضرت عمرؓ کو رسول اللہؐ کا عمرہ کی اجازت دینا 637
حضرت عمرؓ کا رسول اللہؐ کی وفات پر ایمان 638
حضرت عمرؓ کی رسول اللہؐ سے محبت 636،635،
670،640،639،637،638

حضرت عمرؓ کے فضائل 642
حضرت عمرؓ کا زہد و قناعت 641،642،643،661،
حضرت عمرؓ عشرہ مبشرہ میں 13
حضرت عمرؓ کے والد خطاب بن نفیل 246
حضرت عمرؓ کی والدہ حنتمہ بنت ہاشم 246
ابو عمرؓ کا ابو جہل کی بہن حنتمہ بنت ہشام کے بارے روایت 246
اُبی بن کعبؓ بہترین قرآن پڑھنے والے 41
حضرت عمر فاروقؓ دین کے امین 45
حضرت عمر بن الخطابؓ کو آنحضورؐ کا مکہ جانے کا ارشاد 73
حضرت عمرؓ و ابو بکرؓ کے صلح حدیبیہ کے معاہدے پر دستخط 76
حضرت عمرؓ کی مالی قربانی 84
حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت عثمانؓ کا کردار 86
حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت روایت 87
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات کے وقت چھ افراد کو انصاف کا اختیار دینا 87
حضرت عمرؓ کا اراکینِ شوریٰ کو ووٹ دینے کے بارے حکم 87
حضرت عمرؓ کا انتخاب خلافت 88،87
حضرت عمرؓ کی ہدایت پر حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ کا حضرت عثمانؓ کی بیعت کرنا 88
حضرت عمرؓ کی حضرت عثمانؓ کے بارے وصیت 89
حضرت عمرؓ کی حضرت علیؓ کے بارے وصیت 89
حضرت عمرؓ کی حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ کے بارے وصیت 89
حضرت عمرؓ کی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے وصیت 89
حضرت عمرؓ کا حضرت زبیرؓ کے بارے وصیت 89
حضرت عمرؓ کا حضرت طلحہؓ کے بارے وصیت 89
حضرت عمرؓ کا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو اصحابِ شوریٰ میں شامل کرنا 89
حضرت عمرؓ کا حضرت صہیبؓ کو انتخابِ خلافت کے دوران امام الصلوٰۃ مقرر فرمانا 89
حضرت عمرؓ کا مقداد بن اسودؓ کو شوریٰ کی نگرانی سپرد کرنا 89
حضرت عمرؓ کا عبداللہ بن عمرؓ کو فیصلہ کرنے کے بارے ہدایت 89
حضرت عمرؓ کا حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ کو فیصلہ کرنے کے وقت فوقیت دینا 90،89
حضرت عمرؓ کے زمانے میں شام اور مصر کے فتح ہونا 127
حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلافت کے لئے نامزد 163
حضرت عمرؓ کو رسول اللہؐ کا اہل مکہ سے گفتگو کے لئے بھیجنا 163
حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ کا واقعہ شہادت پیش آنا 164
حضرت عمرؓ کا آنحضرتؐ سے باغ میں آنے کی اجازت مانگنا 170
حضرت عمرؓ کے پاس آپؐ کی انگوٹھی کا رہنا 173
عمرؓ جنت میں ہوں گے 173
عمرؓ کا آنحضور ﷺ کے ساتھ ایک گھر میں 174
حضرت عمرؓ کی وفات اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بارے ذکر 90،89
حضرت عمرؓ کا آپؐ کے ساتھ ثبیر نامی پہاڑی پر جانا 176

حضرت عمرؓ کے دور میں مسجد نبویؐ کی دوسری توسیع کا بیان 177
حضرت عمرؓ کی شہادت 180
حضرت عمرؓ سے امیر معاویہ کا بحری جنگ کی بابت اجازت مانگنا 181
حضرت عمرؓ اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط 198
حضرت عمرؓ کے پاس قرآن کریم کا صحیفہ ہونا 203
حضرت عمرؓ کو رسول اللہؐ کا ایک سورت پڑھانا 207
حضرت عمرؓ سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ایک سورت کی قرأت پر اختلاف کرنا 207-208
حضرت عمرؓ کے دور میں جمعہ کی ایک اذان ہونا 215
حضرت عمرؓ قرآن شریف جمع کرنے والے تھے 218
حضرت عمرؓ کا آپؐ کی اکیس سال عمر ہونے پر پیدا ہونا 247
حضرت عمرؓ، کنیت ابو حفص 247
حضرت عمرؓ کو آپؐ کا عباسؓ کے قتل ہونے کی سازش کے بارے بتانا 247
حضرت عمرؓ کو آپؐ کا فاروق لقب عطا کرنا 247، 248
حضرت عمرؓ کی رحمدلی اور قبول اسلام 250، 251، 252، 254، 255، 265، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284،
حضرت عمرؓ کا آپؐ کے قتل کے ارادے اور انعام کے لالچ میں تعاقب کرنا 253-254
حضرت عمرؓ کی آواز سن کر حضرت خبابؓ کا چھپنا 255
حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے قبل حضرت حمزہؓ کا آپؐ کی حفاظت کے لئے آپؐ کے مقابل کھڑے ہونا 276
حضرت عمرؓ کو عاص بن وائل کا پناہ دینا 277
حضرت عمرؓ سے شیطان کا ڈر کر بھاگنا 670
حضرت عمرؓ کو ابو جہل کا رسول اللہؐ کے قتل کے لئے لالچ دینا 278
حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے بعد خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے کے بارے محمد بن عبید کی روایت 283
حضرت عمرؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت 284، 285
حضرت عمرؓ کا رفاعہ بن عبد المنذر کے گھر قیام 285
حضرت عمرؓ کی مواخات 285، 286
حضرت عمرؓ کا غزوۂ بدر کی روانگی کے وقت صحابہؓ کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہونا 295
حضرت عمرؓ کے بدر کے قیدیوں کے بارے 296-297
حضرت عمرؓ سے آپؐ کا قیدیوں کے بارے مشورہ 296
حضرت عمرؓ کا اپنی بیٹی حفصہؓ کے لئے حضرت عثمانؓ کو نکاح کی پیشکش 299
حضرت عمرؓ کا اپنی بیٹی حفصہؓ کے لئے حضرت ابو بکرؓ کو نکاح کی پیشکش 299
حضرت عمرؓ سے آپؐ کا غزوہ حمراء الاسد کے لئے مشورہ لینا 323
حضرت عمرؓ کو آپؐ کا غزوۂ بنو مصطلق کے روز صف آرائی اور جھنڈوں کی تقسیم کے لئے حکم فرمانا 324
حضرت عمرؓ کا صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ سے بار بار سوال کرنا 330
حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کی بے چینی 332
حضرت عمرؓ کے ایک سریہ پر روانگی 338
حضرت عمرؓ کو آپؐ کا تُرَبہ کی طرف روانہ کرنا 338
حضرت عمرؓ کو آپؐ کا خیبر کے میدان میں جھنڈا سپرد کرنا 338
حضرت عمرؓ کا یہود کو خیبر سے نکالنا 340
حضرت عمرؓ کے ساتھ خیبر کا مال تقسیم کرنا 340
حضرت عمرؓ کا حنین سے واپسی پر ایک نذر پورا کرنا 341
حضرت عمرؓ کی مالی قربانی 342
حضرت عمرؓ کا رسول اللہؐ کی وفات کے وقت تحریر لکھنے پر اختلاف 343-344
حضرت عمرؓ کا رسول اللہؐ کی وفات پر ردّ عمل 344 -345
حضرت عمرؓ کا نبی کریمؐ کی وفات پر وعظ 345-346
حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت حضرت ابو بکرؓ کا صحابہؓ سے رائے لینا 353
حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت طلحہ بن عبید اللہؓ کا رائے لینا 353
حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت حضرت ابو بکرؓ کا وصیت لکھوانا 353، 354، 355
حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کے مال اور اموالِ غنیمت سپرد کرنے کا حکم 356

حضرت عمرؓ کی طبیعت 356، 372، 373
حضرت عمرؓ کی سیرت 664، 670
حضرت عمرؓ کا پہلا خطاب 357
حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے بارے تذکرہ 358 تا 360
حضرت عمرؓ کی شخصیت 360
حضرت عمرؓ کی اہل بیت سے عقیدت 360-361
حضرت عمرؓ کا حضرت عائشہؓ کو سب سے پہلے پسا ہوا باریک آٹا بھیجنا 361
حضرت عمرؓ کا لوگوں کے لئے وظیفے مقرر کرنا 362، 370، 371
حضرت عمرؓ کی فراخدلی 367، 368، 369، 384، 385
حضرت عمرؓ کا ایک بوڑھے آدمی کو درخت لگانے کی نصیحت کرنا 371
حضرت عمرؓ کا رات کو دورہ کرنا 371
حضرت عمرؓ کا ایک مسافر عورت سے حسنِ سلوک 372
حضرت عمرؓ کے کہنے پر حضرت ام کلثوم کا ایک عورت کی دردِ زہ میں مدد کرنا 372
حضرت عمرؓ کا ایک اونٹ کے بھاگنے پر اس کو تلاش کرنا 373
حضرت عمرؓ کا عدل 374، 382
حضرت عمرؓ کا عام الرمادہ میں خط لکھنا 384
حضرت عمرؓ کی فراخدلی 384-385
حضرت عمرؓ کی عام الرمادہ میں محمد بن یحییٰ بن حبان کی لوگوں کی خوشحالی کے بارے روایت 385
حضرت عمرؓ کا عام الرمادہ میں سادہ کھانا کھانا 385
حضرت عمرؓ کی عام الرمادہ میں ظاہری حالت 385
حضرت عمرؓ کی عام الرمادہ میں انتظامی صلاحیت 386
حضرت عمرؓ کے دور میں مسجد نبویؐ میں چٹائی بچھائی جانا 387
حضرت عمرؓ کے دور میں مسجد نبوی کی توسیع 387، 388
آپؓ کے دور میں مردم شماری اور راشننگ سسٹم 388 تا 390
حضرت عمرؓ کے دور میں روٹی کپڑے کا انتظام 390-391
حضرت عمرؓ کے دور میں صحابہؓ کی مجلسِ شوریٰ میں شمولیت 392
حضرت عمرؓ کا عاملین کی شکایت پر رویہ 394
حضرت عمرؓ کا عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ کو کوفہ کا گورنر بنانا 394
حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں صحابہ کرامؓ کی شمولیت 397
حضرت عمرؓ کے دور میں فتویٰ دینے والے اشخاص 398
حضرت عمرؓ کا عبد اللہ بن مسعودؓ سے ایک دفعہ بغیر اجازت فتویٰ دینے پر تفتیش کرنا 398
حضرت عمرؓ کا صدقے کے اونٹوں کی حفاظت کرنا 399-400
حضرت عمرؓ کا حضرت عبد اللہ بن ارقمؓ کو بیت المال کا افسر مقرر فرمانا 398
حضرت عمرؓ کا بیت المال کے مال کی حفاظت کرنا 400
حضرت عمرؓ کے دور میں بننے والی نہریں 401
حضرت عمرؓ کا حضرت عمرو بن عاصؓ کو قحط کے وقت خط لکھنا 402
حضرت عمرؓ کے فضائل 630، 671، 672
حضرت عمرؓ کی خلافت کے بارے ذکر 664-665
حضرت عمرؓ کی عاجزی وانکساری 666
حضرت عمرؓ کے حکم پر یزید بن ابو سفیان کا اپنے بھائی معاویہؓ کو قَیسَاریَّہ فتح کرنے کیلئے بھیجنا 535
حضرت عمرؓ کا غیر مسلم شخصیات کو فوجی افسر مقرر کرنا 403
حضرت عمرؓ کے زمانے میں مال کی قیمت گرانے میں آپؓ کے اقدام کے بارے حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر 404
حضرت عمرؓ کی موافقات 631
حضرت عمرؓ کا منافقین کا جنازہ نہ پڑھنا 631-632
حضرت عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں کی تفصیل 412
حضرت عمرؓ کی جنگی صلاحیت 412-413
حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت پر سید میر محمود احمد صاحب کا ایک مقالہ 413 تا 415
حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کی وصیت 413
حضرت عمرؓ کی صحابہؓ کے بارے وصیت 414-415
حضرت عمرؓ کا حضرت سعدؓ کو جنگ قادسیہ کا کمانڈر بنانا 430
حضرت عمرؓ کا مُحَلِّم نامی شخص کو کسریٰ کے ملبوسات پہنانا 442
حضرت عمرؓ کا خمس کو دیکھ کر رونا 444

حضرت عمرؓ کا ضرار بن خطاب کو امیر مقرر کر کے ایرانی لشکر کے مقابلہ کے لئے بھیجنا 445
حضرت عمرؓ کا عتبہ بن غزوان کو ایک لشکر کے ساتھ خوزستان کی طرف بھیجنا 445
حضرت عمرؓ کا حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو خوزستان کے معرکے پر لشکر کی قیادت سپرد کرنا 445
حضرت عمرؓ کا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو خوزستان کے معرکے پر کمانڈر مقرر کرنا 445
حضرت عمرؓ کا قاتل فیروز 451
حضرت عمرؓ کو حضرت سعدؓ کا یزدجرد شاہ ایران کے لشکر کے بارے اطلاع دینا 485
حضرت عمرؓ کے قتل کئے جانے کے بارے روایت 603
حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کا القوی الامین قرار دینا 400
حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کا جنگ نہاوند کے موقع پر مشورہ دینا 487-486
حضرت عمرؓ کا حضرت نعمان بن مقرّن کو جنگ نہاوند کے موقع پر فوجی عہدہ دینا 488
حضرت عمرؓ کے قتل کرنے میں ھرمزان کا شامل ہونا 604،603،602
میاں عمر دین صاحب مرحوم ابن ماسٹر نذیر احمد صاحب 227
عمر ذی مُر کی حضرت علیؓ کے زخمی ہونے کے بارے روایت 6
عمران بن حصین کا لوگوں کو اہلِ مدینہ کی مدد کے لئے ابھارنا 148
عمرو ابن حضرت عثمانؓ 218
حضرت عمرو بن العاصؓ کے قتل کی سازش 1
عمرو بن بکیر کا عمرو بن عاصؓ کے قتل کا ذمہ لینا 2
عمرو بن تغلبیہ سے حضرت علیؓ کی نسل کا چلنا 9
حضرت عمرو بن عاصؓ 535،549،556،561،572، 573،574،575،576،577،578،579،582،614، 615،671،685،
عمرو بن عاصؓ کا فسطاط آباد کرنا 403
عمرو بن عبداللہ کا حضرت عثمانؓ کے حلیہ کے بارے اختلاف 172
عمرو بن معدیکرب کا جنگ نہاوند کے موقع پر دشمن سے مقابلہ 489
عمرو بن عوف انصار کے قبائل میں ممتاز خاندان 285
عمرو بن عوف کے خاندان کے سردار کلثوم بن ہدم 285
عمرو بن میمون 689،688،596،595
عمرو بن ہشام کے لئے آپؐ کا خاص دعا کرنا 252
عمرو بن ہیثم کو حضرت ابو عبید کا کمانڈر مقرر کرنا 416
عنبسہ ابن حضرت عثمانؓ 218
عوف بن حارث کی عام الرمادہ کے بارے روایت 383
حضرت عوف بن مالکؓ کی حضرت عمرؓ کی شہادت کے بارے رؤیا 594-593
حضرت عویم بن ساعدہؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان آپؐ کا مواخات قائم فرمانا 286
عیاض ابن حضرت عمرؓ 621
عیاض بن غنم کو حضرت عمرؓ کا قبائل کی طرف روانہ کرنا 567
حضرت عیسیٰؑ کی مثال حضرت علیؓ سے 38
کرم عیسیٰ موا کی تلیمہ صاحب 365-364
عیسیٰ دیندانے صاحب 653
عیینہ بن حصن 691

غ

غافقی، مصر کی فوجوں کا سردار 142
غصون المعضمانی صاحبہ کا ذکر خیر 425
میاں غلام احمد صاحب 100

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضورؑ کا حضرت نوحؑ کی طرح مبعوث ہونا 162
حضور کا حضرت ابراہیمؑ کی طرح مبعوث ہونا 162
حضورؑ کا حضرت داؤدؑ کی طرح مبعوث ہونا 162
حضورؑ کا حضرت سلیمانؑ کی طرح مبعوث ہونا 162
حضرت مسیح موعودؑ کا قرض کا مفہوم بیان کرنا 20-19

حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت علیؓ کے مناقب بیان کرنا 33
حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رؤیا 39
حضورؒ کا حضرت علیؓ کے فضائل بیان کرنا 43تا45
حضورؒ کا حضرت علیؓ کا مقام و مرتبہ بیان کرنا 45-46
حضرت مسیح موعودؑ کا 23 مارچ کو بیعت لینا 186
حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد 186
حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں ذوالسنین ستارے کے نکلنے کا ذکر کرنا 188
حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی پیشگوئیاں 189-190
حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ 191-192
حضرت مسیح موعودؑ کے قادیان میں ظہور کے متعلق ایک بزرگ گلاب شاہ کی پیشگوئی 192
حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کا مقصد 196-197
حضورؒ کا حضرت حاجی احمد صاحبؓ کو تبرکاً پانی عطاء فرمانا 209
حضورؒ کا خلفائے راشدین کی اتباع کرنے کا ارشاد 219
حضورؒ کا خلفائے راشدین کا مقام بیان فرمانا 219تا221
حضرت مسیح موعودؑ کا اہل تشیع کا ذکر کرنا 220
حضورؒ کے دعاؤں کے متعلق اقتباسات 230 تا245
حضورؒ کی دعاؤں کی قبولیت کا ذکر 231تا238
حضرت مسیح موعودؑ کا رحم کی قسمیں بیان فرمانا 239
حضورؒ کی نماز کی غرض اور اہمیت بیان فرمانا 243-244
حضورؒ کا الہام "صلِّ علیٰ محمدٍ....." کی وضاحت کرنا 265
حضورؒ کا استغفار کے حقیقی معنی بیان کرنا 269-270
حضرت اقدسؒ کا توبہ اور مغفرت کی وضاحت فرمانا 272-273
حضورؒ کی زبانی حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ 278تا280
حضرت مسیح موعودؑ کا دشمن کے لئے دعا کرنے کے بارے حکم 290
حضورؒ کی طاعون کے وقت گریہ وزاری 292-293
حضورؒ کا ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر کرنا 311-312
حضرت اقدسؒ کا خلافت کے نظام کا ذکر کرنا 313تا315
حضرت مسیح موعودؑ کا غزوہ خندق کے دوران آپؑ کی نمازیں چھوٹنے والی روایات کے بارے تبصرہ 327-328
حضورؒ صحابہ کرامؓ کی مالی قربانی کا ذکر کرنا 342-343
حضرت مسیح موعودؑ کا رسول اللہؐ کی وفات پر صحابہؓ کے اختلاف اور حضرت ابو بکرؓ کے وعظ کا ذکر 346تا350
حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت عمرؓ کی طبیعت بیان کرنا 356
حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت عمرؓ کا ایک بوڑھے آدمی کے درخت لگانے کے بارے نصیحت کرنے کا ذکر کرنا 371
حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی پڑنواسی امۃ النور صاحبہ 377
حضرت مسیح موعودؑ کا مہمان نوازی کا ذکر فرمانا 457 -458
حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی 457
حضرت مسیح موعودؑ کا مسلمانوں کے زوال کا ذکر کرنا 463
حضورؒ کا حضرت عمرؓ کے فضائل و مناقب بیان کرنا 700تا704
حضورؒ کا ابو بکرؓ کو صدیق کا لقب دئے جانے کا ذکر کرنا 710
حضورؒ کا حضرت ابو بکرؓ کے فضائل بیان کرنا 725تا726
حضورؒ کا حضرت ابو بکرؓ کے غار ثور کی طرف ہجرت کے وقت رفیق بنائے جانے کا ذکر کرنا 765-766
حضرت غلام رسول صاحبؓ 307
مولوی غلام قادر صاحب مبلغ سلسلہ کالابن ضلع راجوری 226
مرزا غلام قادر شہید 513
بشیر الدین قادر صاحب ابن مولوی غلام قادر صاحب 26
غلام مصطفیٰ اعوان 454
غلام نبی صاحب کا ذکر خیر 154

ف

حضرت فاختہ بنت غزوانؓ زوجہ حضرت عثمانؓ 218
ملک فاروق احمد کھوکھر صاحب کا ذکرِ خیر 773-774
فاروق بن عبد الرشید 626-627
فاطمہ بنت حضرت عمرؓ 621
حضرت فاطمۃ الزہراءؓ 7،9،46
حضرت فاطمہؓ کا جنتی ہونا 13
حضرت فاطمہ بنت ولید مخزومیہ زوجہ حضرت عثمانؓ 218
ڈاکٹر فتح الدین صاحب 134

فتحی عبد السلام صاحب 419، 420، 421، 422، 423، 424
فجر عطایا صاحبہ کی مالی قربانی 653
فخر الاسلام صاحبؓ 643
فرات صفی ابن مدیحہ نواز صاحبہ 336
فرحت نسیم صاحبہ 169
فرخ زاد خراسان کے گورنر 415
مبلغ فرہاد صاحب، جرمنی 28
چودھری فضل احمد صاحب 102
راجہ فضل داد خان والد سلمٰی بیگم صاحبہ 211
فضیلت بی بی صاحبہ بیوہ اکبر علی صاحب 135
فُکیہَہ زوجہ حضرت عمرؓ 621
پروفیسر فلپ۔کے۔ہٹی 623
فوزیہ شمیم صاحبہ صدر لجنہ ضلع لاہور 625
فیرزان اور رستم کا بوران کو معزول کر کے یزدجرد کو تخت پر بٹھانا 428
فیروز، حضرت عمرؓ کا قاتل 451
فیض احمد صاحب 305
فیض احمد گجراتی صاحب 363
فیضان احمد سمیر کا ذکر خیر 411
فیضیہ عمر بنت مدیحہ نواز صاحبہ 336

ق

قانتہ ظفر صاحبہ اہلیہ احسان اللہ ظفر صاحب 746
قارِن کا مسلمانوں کے لئے فوج تیار کرنا 127
قُباس بن اَشْیَم 546
قُثَم، حضرت ابن عباسؓ کا آزاد کردہ غلام 2
قدسیہ محمود سردار بنت ملک محمد یوسف سلیم صاحب 333
میاں قربان حسین ابن مکرم میاں طاہر احمد صاحب 308
قُریبہ بنت ابوامیہ مخزومی زوجہ حضرت عمرؓ 621
قسطنطین، ہرقل کا بیٹا 578
قطام بن شجنہ کا ابن ملجم کو نکاح کا پیغام بھیجنا 3
حضرت میاں قطب الدین صاحبؓ لودھی ننگل 169
قطن بن عوف ھلالی کو ابن عامر کا کرمان کے علاقے پر گورنر بنانا 202
قطن سے حضرت عثمانؓ کی سخاوت 202-203
قضاعی بن عمرو دوَلی کے ہاتھ حضرت سعدؓ کا جنگ جلولاء کے خمس میں سے سونا چاندی کے برتن بھجوانا 443
قعقاع بن عمرو 435، 436، 443، 444، 489، 490، 566
حضرت قعقاع بن عمروؓ شام کی طرف سے آنے والی کمک میں اگلے حصے کے امیر 435
قماذبان بن ھرمزان 450-452
میاں قمر احمد امیر و مشنری انچارج بینن 541
ڈاکٹر قمر احمد صاحب ظفر مبلغ سلسلہ 542
قمر منیر بنت مکرم محمد منیر صاحبہ 227
قمر الدین صاحب انڈونیشیا کا ذکرِ خیر 598-599
قیس 128
قیس بن حجّاج 686
قیس بن مکشوح 489
قیس بن ھُبَیرہ 546
قیس بن ھیثم کو حضرت عبد اللہ بن عامر کا خراسان پر اپنا جانشین مقرر کرنا 127
قیس بن ھیثم کا عبد اللہ بن خازم کو امارت سپرد کرنا 127
قیصر کا مسلمانوں کے خلاف فوجوں کو انطاکیہ میں اکٹھا کرنا 543
قیوم پاشا صاحب 166

ک

کاشف حمید صاحب 628
کامران احمد صاحب شہید ابن نصیر احمد صاحب پشاور 673
چودھری کرامت اللہ صاحب کا ذکر خیر 63
زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم صاحب 627-628
کشور تنویر ارشد صاحبہ اہلیہ عبد الباقی ارشد صاحب 211

حضرت کعب بن عجرہؓ 128
کلارا آپا صاحبہ اہلیہ ساسن بائیف صاحب 625، 626
حضرت ام کلثوم بنت حضرت علیؓ زوجہ حضرت عمرؓ 620
کلثوم بن ہدم، عمرو بن عوف کے خاندان کے سردار 285
کلثوم بن ہدم کے گھر آپؐ کا قبا میں قیام فرمانا 285
کوکب ایک انصاری کا نام 165
کونوک بیک اومر بیکوف صاحب 184

گ

چودھری گامے خان صاحب صحابی حضرت مسیح موعود 365
گلاب شاہ کا آپؑ کے قادیان میں ظہور کے بارے پیشگوئی 192

ل

لقمان صاحب وکیل المال تحریک جدید 645
لُھیّہ زوجہ حضرت عمرؓ 621
حضرت لوط 51، 156
لئیق احمد ناصر صاحب 103
لئیق عابد صاحب 104
لئیق منیر صاحب 224
لوئی قرق صاحب 168، 169
لیلیٰ بنت صخر، والدہ حضرت ابو بکرؓ 705
لیلیٰ بنت مسعود بن خالد 9

م

حضرت مالک بن مِعوَل کی حضرت عمرؓ کے فضائل کے بارے روایت 642
مائیکل ایچ ہارٹ کا حضرت عمرؓ کے بارے تأثرات بیان کرنا 621
ماجد طاہر صاحب 105
مبارک صدیقی صاحب 107
مبشر ایاز صاحب 105، 664
محفوظ الرحمان صاحب 106
ماریگلین بیا (Mariglen Beja) کی مالی قربانی 27
رانا مبارک احمد صاحب 209
مبارک احمد طاہر صاحب کا ذکرِ خیر 137 تا 140
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا مبارک احمد طاہر صاحب سے محبت کا اظہار کرنا 139
مبارکہ رحمٰن صاحبہ 527
مبشر احمد رند صاحب معلم وقف جدید کا ذکر خیر 182
شاذل احمد متعلم جامعہ احمدیہ ابن مبشر احمد رند صاحب 182
حافظ مبشر صاحب 744
مُتمِّم بن نُویرہ 699
مَٹِنبَا (Matemba) صاحبہ کی مالی قربانی کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا ایک خواب کے ذریعہ مدد کا وعدہ 27
حضرت مُثنّٰی کا اپنا نائب مقرر کر کے حضرت ابو بکرؓ کو جنگ کے حالات بتانا 413
حضرت ابو بکرؓ کا عراق کی فوج کی کمان حضرت مُثنّٰیؓ کو دینا 414
حضرت مُثنّٰی کو حضرت ابو عبید کا رسالہ سپرد کرنا 415
حضرت مُثنّٰیؓ کا جنگ بویب کے شہداء کا جنازہ پڑھانا 427
حضرت مُثنّٰیؓ کا آٹھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مقام ذو قار پر کمک کا انتظار کرنا 431
حضرت مُثنّٰیؓ کا بشیر بن خصاصیہ کو جانشین مقرر کرنا 431
حضرت مجاشع بن مسعود سلمی 127
مجاہد 156، 696
مجمّع تیمی 39
مُحلِّم کو حضرت عمرؓ کا کسریٰ کے ملبوسات پہنانا 442-443

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

آنحضورؐ کے دعویٰ نبوت سے قبل ابو لہب کے بیٹے عتبہ کا حضرت رقیہؓ سے رشتہ 50
آنحضورؐ کے دعویٰ نبوت سے قبل حضرت ام کلثومؓ کا ابو لہب کے بیٹے عتیبہ سے رشتہ 50
آنحضورؐ کا حضرت عثمانؓ کے حالات دریافت کرنے کے لئے حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کو بھیجنا 51

آنحضورؐ کی حضرت علیؓ سے محبت 37، 38، 41
آنحضورؐ کا حضرت ام کلثومؓ کے جنازے کے وقت موجود ہونا 57
آنحضورؐ کا خراش بن امیہ کو قریش کی طرف بھیجنا 72
آنحضورؐ کا حضرت عمر بن الخطابؓ کو مکہ جانے کا ارشاد 73
آنحضورؐ کا حضرت علیؓ کو صلح حدیبیہ کے معاہدے کے موقع پر بلوانا 75
وہ افراد جن کے قتل کا آنحضورؐ نے حکم دیا 79
آنحضورؐ کا عبداللہ بن ابی سرح کو امان دینا 80، 81
وہ خوش قسمت اصحابؓ جن سے وفات کے وقت آپؐ راضی تھے 88
آنحضورؐ حضرت عمرؓ کو اہل مکہ سے گفتگو کے لئے بھیجنا 163
آنحضورؐ سے حضرت ابو بکرؓ کا باغ میں آنے کی اجازت مانگنا 170
آنحضورؐ سے حضرت عمرؓ کا باغ میں آنے کی اجازت مانگنا 170
آنحضورؐ کا حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ احد پہاڑ پر جانا 170، 171
'محمد رسول اللہ' کا ایک انگوٹھی پر کندہ ہونا 172
آنحضورؐ کو عائشہؓ عورتوں میں سب سے زیادہ پیاری تھیں 671
آنحضرتؐ کی عثمانؓ سے جنت میں رفاقت 174
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کی شہادت کے بارے پیشگوئی کرنا 1، 2
نبی کریم ﷺ کا امت کے ٹیڑھے پن بارے فرمان 3
نبی کریم ﷺ کا باہمی تعلقات کے بارے ذکر 3
رسول اللہ ﷺ کا حضرت علیؓ کو زخم آنے کی پیشگوئی 5
رسول اللہ ﷺ کا حضرت علیؓ کے مناقب کا ذکر فرمانا 9
نبی کریمؐ کا خلفائے راشدین کے جنتی ہونے کی بشارت دینا 12
نبی کریمؐ کا حضرت علیؓ کی ایک اچھی خوبی کا ذکر کرنا 12
رسول اللہؐ کا دس جنتی صحابہؓ کا ذکر فرمانا 13
رسول اللہؐ کی حضرت علیؓ کو نصیحت 37
رسول کریمؐ کی حضرت علیؓ سے محبت 37، 38
رسول اللہؐ کی حضرت علیؓ کے بارے ایک دعا 41
آنحضورؐ کا اپنی دونوں بیٹیوں کا حضرت عثمان سے نکاح کروانا 49
آنحضورؐ کی اپنی بیٹی کو عثمانؓ سے برتاؤ کی تلقین 50
آنحضورؐ کی پہلی ہجرت اور صحابہ کو نصیحت 50، 51
آنحضورؐ کا حضرت عثمانؓ کی ہجرت کا ذکر کرنا 51
آنحضورؐ کا حضرت عثمانؓ کی مؤاخات کروانا 55، 56
آنحضورؐ کا ام کلثوم کی شادی حضرت عثمانؓ سے کروانا 56، 57
آنحضورؐ کا حضرت ام کلثومؓ کا جنازہ پڑھانا اور ان کی قبر پر جانا 57
آنحضورؐ کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں امیر مقرر کرنا 78
آنحضورؐ کا عثمانؓ کی خلافت کے بارے پیشگوئی فرمانا 127، 128
آنحضورؐ کا حضرت عثمانؓ کے بارے ایک فتنہ کا بیان کرنا 128
آنحضورؐ کا اپنی دوسری بیٹی کی وفات پر حضرت عثمانؓ سے اظہار عقیدت 163
آنحضورؐ کو اہل مکہ کا عمرہ کرنے کی اجازت نہ دینا 163
آنحضورؐ کا عمرہ کی اجازت نہ ملنے پر حضرت عثمانؓ کو اہل مکہ سے گفتگو کے لئے بھیجنا 163، 175
آنحضورؐ کا حضرت عثمانؓ سے اظہار محبت اور احترام 163، 164
آنحضرتؐ حضرت عثمانؓ سے خوش تھے 164
آنحضورؐ کی وفات کے پچیس سال بعد حضرت عثمانؓ کا واقعہ شہادت ہونا 164
آنحضورؐ کی حضرت عثمانؓ کے بارے پیشگوئی 170
آنحضورؐ کا حضرت عثمانؓ کے بارے ایک فتنے کی پیشگوئی 171
آنحضورؐ کی اپنے دامادوں کے متعلق دعا 172
آنحضورؐ کا روم کے بادشاہ کی طرف خط لکھنا اور انگوٹھی استعمال کرنا 173
آنحضورؐ کا عثمانؓ کے لئے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا 175
آنحضورؐ کا مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھنا 176
آنحضورؐ کی زندگی میں مسجد نبوی کی توسیع ہونا 175، 177
آنحضورؐ کا عثمانؓ سے جنت کے بدلے زمین کا ٹکڑا خریدنا 175
آنحضورؐ کا رومہ نامی کنویں کے خریدنے والے کو خوشخبری دینا 176
آنحضورؐ کا ثبیر نامی پہاڑی پر جانا 176
آنحضورؐ کی حضرت عثمانؓ سے محبت کے متعلق روایت 181
آنحضورؐ کی نظر میں حضرت عثمانؓ کا مقام 213-214
آنحضورؐ کا فرمان کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے زیادہ نرم دل ہیں 198
آنحضورؐ کا فرمان کہ حضرت علیؓ دین میں سب سے زیادہ مضبوط ہیں 198

آنحضورؐ کا فرمان کہ علی عمدہ فیصلہ کرنے والے ہیں 198
آنحضورؐ کا فرمان کہ حضرت عثمانؓ سب سے زیادہ حیاوالے ہیں198
آنحضورؐ کا فرمان کہ ابی بن کعبؓ سب سے زیادہ قرآن جاننے والے ہیں 198
آنحضورؐ کا فرمان کہ معاذ بن جبلؓ سب سے زیادہ حلال و حرام جاننے والے ہیں 198
آنحضورؐ کا فرمان کہ زید بن ثابتؓ سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے ہیں 198
آنحضورؐ کا فرمان ابو عبیدہ بن جرّاحؓ اس امت کے امین ہیں198
آنحضورؐ کا حضرت عمرؓ کو عمرہ کی اجازت دیتے ہوئے اپنے لئے دعا کرنے کا ارشاد فرمانا 637
آنحضورؐ کے دور میں جمعہ کی ایک اذان ہونا 215
آنحضورؐ کا جنگ بدر کے دن اصحاب سے خطاب 247
آنحضورؐ کا ابو البختری کو قتل نہ کرنے کے بارے حکم 247
آنحضورؐ کا عباس بن عبد المطلب کو قتل نہ کرنے کے بارے حکم 247
آنحضورؐ کا حضرت عمرؓ کو عباسؓ کے قتل ہونے کی سازش پر حفاظت کا حکم 247
آنحضورؐ کا آپؐ کا حضرت عمرؓ کو لقب عطا دینا 247 تا 249
آنحضورؐ کی حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے لئے دعائیں252، 280، 281
آنحضورؐ کے دارِ ارقم میں آنے کے بعد عمرؓ کا اسلام قبول کرنا256
آنحضورؐ کا رمضان کے آخری عشرے کی بابت فرمان کہ وہ جہنم سے نجات دیتا ہے 263
آنحضورؐ پر درود بھیجنے کی بابت متفرق احادیث 264
آنحضورؐ کا ننانوے قتل کرنے والے کا واقعہ بیان فرمانا 271
حضرت عمرؓ کا آنحضورؐ کا پیچھا کرنا..... 278-280
آنحضورؐ کا حضرت عمرؓ کو قبولِ اسلام کے وقت نصیحت 284
آنحضورؐ کا حضرت عمرؓ کو ہجرت کے لئے نصائح کرنا 284
آنحضورؐ کا قبا میں کلثوم بن ہدم کے گھر قیام فرمانا 285
آپؐ کے مدینہ تشریف لانے کے بارے مختلف آراء 406-407
رسول اللہؐ کا مدینہ میں پہلا کام جائیداد والوں کو بے جائیداد والوں کا بھائی بنانا تھا 388
آنحضرتؐ کا مہمانوں کا صحابہؓ میں بانٹنا 456
آپؐ کا حضرت عمرؓ اور مختلف صحابہؓ کے درمیان مؤاخات285، 286
آپؐ کا ابوسفیان کے قافلہ کی روک تھام کے لئے نکلنا295-296
آپؐ کی بدر کی طرف روانگی 295-296
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے قیدیوں کے بارے مشورہ 296
آپؐ کا بدر کے قیدیوں کے متعلق قرآنی حکم کے بعد حضرت عمرؓ کی رائے کو ترجیح دینا 297-298
حضرت حفصہؓ کی آنحضورؐ سے شادی 299
آپؐ کا غزوہ احد کے لئے صحابہ کو لے کر نکلنا 322-323
ابن قمئہ کا حضرت مصعبؓ کو شہید کرنے کے بعد رسول اللہؐ کے مارے جانے کے متعلق شور مچانا 301
آپؐ کا غزوہ احد کے بعد مدینہ آنے اور یہودیوں کے ردّ عمل کا ذکر فرمانا 303
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے غزوہ حمراء الاسد کے لئے مشورہ لینا 323
ایک مشرک رئیس مَعْبَد کی آپؐ سے احد کے مقتولین کے بارے اظہارِ ہمدردی 323
بریدہ بن حصیب کو آپؐ کا بنو مصطلق کی طرف حالات پتہ کرنے کے لئے بھیجنا 323-324
آپؐ کا غزوہ بنو مصطلق کے وقت ابو ذر غفاریؓ یا زید بن حارثہؓ کو امیر بنانا 324
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو غزوۂ بنو مصطلق کے روز صف آرائی اور جھنڈوں کی تقسیم کے لئے حکم فرمانا 324
حضرت مسیح موعودؑ کا غزوہ خندق کے دوران آپؐ کی نمازیں چھوٹنے والی روایات کے بارے تبصرہ 327-328
آپؐ کا حضرت عثمانؓ کو اشرافِ قریش کے پاس صلح حدیبیہ کے موقع پر بھیجنا 328
آپؐ سے صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمرؓ کے بار بار سوال کرنے کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا تبصرہ 330
آپؐ پر صلح حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر سورۃ فتح کا اترنا 331
آپؐ کے پاس ابوسفیان کا صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے آنا337
حضرت عباسؓ کا ابوسفیان کو آپؐ سے امان طلب کرنے کے لئے

لے کر جانا 337-338
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو ایک سریہ میں تُرَبہ کی طرف روانہ فرمانا 338
آپؐ کے پرچم کا حضرت عائشہؓ کی چادر سے بنایا جانا 338-339
آپؐ کے مختلف پرچم 339
آپؐ کا خیبر کے کھجوروں کے باغات یہودیوں کو دینا 339-340
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو آپؐ کا خیبر کے پھل تقسیم کرنے کے لئے بھیجنا 339
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد خیبر کی کھجوروں کے باغات کی بابت یہودیوں سے ویسا ہی سلوک روا رکھنا 339
آپؐ کا حضرت علیؓ کو عورت سے خط لینے کے لئے بھیجنا جو مکہ خط لے کر جا رہی تھی 340
غزوۂ تبوک کے موقع پر چندہ کی تحریک فرمانا 342
رسول اللہؐ کی وفات کے وقت تحریر لکھنے والی روایت اور قرطاسِ ابیض والے واقعہ کی تفصیل 343
حضرت ابو بکرؓ آپؐ کی وفات کے وقت سُنح میں تھے 344
رسول اللہؐ کی وفات پر حضرت عمرؓ کا ردِ عمل 345
حضرت ابو بکرؓ کا نبی کریمؐ کی وفات پر صحابہ کرام کو وعظ 345-346
رسول اللہؐ کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کا وعظ اور صحابہ کا اجماع 345تا350
نبی کریمؐ کی وفات پر ارتداد 350
نبی کریمؐ کی وفات کے بعد ابو بکرؓ کا مرتدین سے سلوک 350
حضرت عائشہؓ کی آنحضرتؐ سے عشق و محبت 361
رسول اللہؐ کی ایک جنگ میں کھانے کی تقسیم 388-389
اسامہ بن زیدؓ کو رسول اللہؐ کا دس صحابہؓ پر سردار بنا کر بھیجنا 394
آپؐ اور حضرت عمرؓ کے دور میں فتویٰ دینے والے اصحاب 398
نبی کریمؐ کا تاریخ لکھنے کا ارشاد 405-406
آپؐ کا نجران کے عیسائیوں کے نام خط 406
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو شہادت کی دعا دینا 589
عبد اللہ بن عبد اللہ کا اپنے والد کو کفنانے کیلئے رسول اللہؐ سے قمیص مانگنا 632-633
محمد ابراہیم صاحب حنیف 169
محمد احمد نعیم صاحب 226
مولوی محمد ادریس تیرو صاحب کا ذکر خیر 165 تا167
حضرت میر محمد اسحاقؓ 305
محمد افضل بھٹی ابن چودھری بشیر احمد بھٹی صاحب 409
محمد افضل ظفر صاحب 225-226
حافظ محمد اکرم صاحب کا ذکر خیر 308-309
محمد انور صاحب 225
محمد بن ابراہیم 354
محمد بن ابی بکر کا باغیوں کے ساتھ ملنا 141
محمد بن ابی بکر کا حضرت عثمانؓ پر حملہ کرنا 159
محمد بن ابی بکر 159
محمد بن جعفر 53
محمد رضا 602
محمد بن حذیفہ کا باغیوں کے ساتھ ملنا 141
ڈاکٹر محمد حسین 605
محمد بن حنفیہ سے حضرت علیؓ کی نسل کا چلنا 9
حضرت علیؓ سے محمد بن حنفیہ کا رسول اللہؐ کے بعد بہترین لوگوں کے بارے میں پوچھنا 213
محمد بن سیرین 157، 405
محمد بن طلحہ، رسول اللہؐ کی احد کے دن حفاظت کرنے والا لڑکا 150
محمد بن عبد اللہ 286، 635
محمد بن عبید 283
محمد بن عمر 172
محمد بن ہلال 201-202
محمد بن یحییٰ بن حبان 385
مولوی محمد حسین کا حدیثوں کے مخدوش ہونے کے بارے رسالہ لکھنا 192
محمد حسین ہیکل 284، 557، 560، 714، 755
چوہدری محمد دین، مولانا سلطان محمود انور صاحب کے والد 58
حضرت حاجی محمد دین تہالویؓ 225
حضرت حاجی محمد دین صاحب دہلویؓ 258

محمد رفیع خان شہزادہ صاحب کا ذکر خیر 305
حکیم محمد رمضان صحابی حضرت مسیح موعودؑ 63
مولانا محمد سعید انصاری صاحب 225
محمد سعید صاحب 452-453
محمد سلیم صابر صاحب کا ذکر خیر 261
محمد شبوطی ابن احمد محمد عثمان شبوطی صاحب 259
محمد شریف صاحب 262
حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب 675
محمد شہاب الدین صاحب، بنگلہ دیش کا ذکر خیر 569
حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ 121، 457
محمد صادق صاحب دُرگارام پوری ڈھاکہ بنگلہ دیش کا ذکر خیر 221
محمد صادق عارف صاحب درویش قادیان 226-227
صاحبزادہ محمد طیب لطیف صاحب 411
حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ 117
حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا حضورؒ کی تقریر "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" پڑھ کر سنانا 121
چودھری محمد عبد اللہ صاحب درویش قادیان کے سب سے بڑا بیٹا مکرم چودھری نور احمد ناصر صاحب 309
چودھری محمد علی صاحبؓ 365
ڈاکٹر محمد علی خان صاحب کا ذکر خیر 305
ڈاکٹر محمد علی خان صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنا 305
محمد علی خان صاحب ابن شریف اللہ خان صاحب کا ذکر خیر 410
ڈاکٹر محمد علی صلابی 698
الحاج میر محمد علی صاحب کا ذکر خیر 454
مولانا محمد عمر صاحب کا ذکر خیر 59
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا مولانا محمد عمر صاحب کی خدمات کو سراہنا 60
قریشی محمد فضل اللہ صاحب کا ذکر خیر 304-305
محمد قزق صاحب 168
محمد لطیف صاحب کا ذکر خیر 184
محمد منیر صاحب دارالفضل ربوہ کا ذکر خیر 227
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاتھ پر محمد منیر صاحب کا بیعت کرنا 227
مولوی محمد نجیب خان صاحب کا ذکرِ خیر 151
مولانا محمد یعقوب طاہر صاحب انچارج زود نویسی 333
ملک محمد یوسف سلیم صاحب کا ذکر خیر 332تا334
محترم محمد یونس خالد صاحب کا ذکر خیر 209-210
محمود احمد صاحب کا ذکر خیر 511
سید میر محمود احمد صاحب کا جنگ نمارق کے بارے تبصرہ 416
سید میر محمود احمد صاحب کا حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت پر ایک مقالہ 413تا415
میر محمود احمد صاحب کی نہر تیریٰ اور مناذر کی فتوحات کے واقعات کے بارے وضاحت 447
محمود احمد صاحب مشنری انچارج وامیر مقامی فجی 380-381
محمود احمد منہاس صاحب 309
محمود بن لبید 172، 178
محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد صادق عارف صاحب کا ذکر خیر 226
حضرت قاضی اشرف علی صاحبؓ 226
محمودہ شوکت صاحبہ اہلیہ مولانا سلطان محمود انور صاحب 58
مختاراں بی بی صاحبہ اہلیہ رشید احمد اٹھوال صاحب کا ذکر خیر 221
مخدوم حسین ابن محمود احمد کا ذکر خیر 511
مدلاج علی کی مالی قربانی 26
مدیحہ نواز صاحبہ اہلیہ نواز احمد صاحب کا ذکر خیر 336
حضرت میاں مراد بخش صاحب 208
مَرحَبا سا سین بائیوا 626
مردان شاہ کا ایرانی لشکر کی کمان سنبھالنا 416
مروان کا باغیوں سے لڑائی کے وقت مارا جانا 151
مروان بن حکم کا حضرت عثمانؓ کو مسجد نبویؐ کی تعمیر نو کے وقت مشورہ لینے کے بارے اختلاف کرنا 178
مروان بن حکم کا حضرت عثمانؓ کے نکسیر کی بیماری کے بارے بیان کرنا 203

مروٰی شبوطی کا اپنے والد شبوطی صاحب کے بارے ذکر خیر 259
مریم صاحبہ ایک غیر احمدی خاتون کا جلسہ کی کارروائی کے بعد تبصرہ 468
مریم بنت حضرت عثمانؓ 218
مریم صدیقہ صاحبہ اہلیہ یونس خالد صاحب 209
ایک بچی مسلمہ فوفونہ (Muslima Fofanah) کی مالی قربانی 23
حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
پاکستان کے حالات کے لئے دعا کی تحریک 77
حضور انور کی رمضان کے بارے نصائح 230، 245
حضور انور کا آخری عشرے کی بابت تلقین 263
حضور انور کا حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات کی روشنی میں دعا کا تذکرہ فرمانا 230 تا 245
پاکستان والجزائر کے احمدیوں کے لئے دعا کی تلقین 245
حضور انور کا بتانا کہ درد سے دعا کیسے کی جاتی ہے 266-267
حضور انور کی رمضان میں درود پڑھنے کی تلقین 268-269
حضور انور کی استغفار کرنے کی تلقین 270 تا 272
حضور انور کی کورونا سے بچاؤ کے لئے دعا کی تحریک 274
حضور انور کی کورونا سے بچاؤ کے متعلق نصیحت 288
حضور انور کی رمضان کے آخری جمعے اور اس حوالہ سے عائد ذمہ داریوں کے بارہ میں بتانا 287-288
حضور انور کا ایک مولوی کے بیان پر تبصرہ جو کہتا ہے کہ دنیا میں جہاں بھی فساد ہو رہا ہے اس کی وجہ قادیانی ہیں 290
حضور انور کی مظلوم فلسطینیوں کے لئے دعا کی تحریک 303
حضور انور کا یوم خلافت کے حوالہ سے خطبہ جمعہ 310
خلافتِ خامسہ اور اس میں ہونے والی ترقیات 319 تا 321
حضور انور کا ایک احمدی انسائیکلوپیڈیا لانچ کرنا 395-396
حضور انور کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے کارکنان کی ذمہ داریوں اور محنت کا ذکر فرمانا 464 تا 466
حضور انور کا سید طالع احمد کی شہادت پر خطبہ جمعہ 513
حضور انور کی افغانستان کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 743
حضور انور کی نئے سال کے موقع پر دعا کی تلقین 773
مسرور احمد ابن چودھری نور احمد ناصر صاحب 309
مسروق 739
مسعود احمد حیات صاحب ابن رشید احمد حیات صاحب کا ذکر خیر 366
صاحبزادی مسعودہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کا ذکر خیر 624
مسعود بن حارثہ کا جنگ بویب میں شہید ہونا 427
حضرت مَسْلَمَہ بن مُخَلَّدؓ کو حضرت عمرؓ کا اُمّ دُنین کے معرکے کے دوران ایک ہزار آدمیوں کے برابر قرار دیکر عمرو بن عاصؓ کے پاس بھیجنا 575
حضرت مَسْلَمَہ بن مُخَلَّدؓ کا فیُّوم کے معرکے کیلئے حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس جانا 576
حضرت مِسور بن مَخْرَمہؓ 87، 214، 608
حضرت مصعب بن سعدؓ 79
حضرت مصعب بن عمیر مہاجرین میں سب سے پہلے ہجرت کر کے آنے والے شخص تھے 285
مصعب بن عمیرؓ ہجرتِ حبشہ میں شامل تھے 53
مصعب بن عمیرؓ پر عبد اللہ بن قمئہ کا حملہ کرنا 66
عبد اللہ بن قمئہ کا مصعب بن عمیرؓ کو تلوار کے وار سے احد کے دن شہید کرنا 167، 301
ابن قمئہ کا حضرت مصعبؓ کو شہید کرنے کے بعد رسول اللہؐ کے مارے جانے کے متعلق شور مچانا 301
مضارب بن فلان عجلی کا اسلامی لشکر کے بازوؤں کا کمانڈر مقرر ہونا 445
مَطَر بن فِضّہ کا جابان کو گرفتار کرنا 416
حافظ مظفر احمد صاحب 105
مظفر کیوسی (Kwesi) صاحب ایک نو مبائع کے جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کے بعد تاثرات 471
ڈاکٹر مظفر چوہدری صاحب 645
حضرت چودھری مظہر الحق خان صاحب 380
معاذ بن جبلؓ 198، 545، 546، 685

حضرت معاذ بن جبلؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں مجلسِ شوریٰ میں شامل ہونا 392
حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت عمرؓ کے محکمہ افتاء میں شامل تھے 397
حضرت معاذ بن عفراء اور حضرت عمرؓ کے درمیان آپؓ کا مؤاخات قائم فرمانا 286
بُرک بن عبد اللہ تمیمی کا معاویہؓ کے قتل کا ذمہ لینا 2
امیر معاویہؓ
40، 41، 42، 125، 126، 155، 181، 510، 549
امیر معاویہؓ کے قتل کی سازش 1
امیر معاویہؓ کے حضرت عثمانؓ کو فتنہ سے بچاؤ کے مشورے
155، 156
امیر معاویہ کا حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت حج کے لئے آنا 161
امیر معاویہ کا حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت رونا 162
امیر معاویہ کا حضرت جبیر بن مطعمؓ سے حضرت عثمانؓ کے جنازہ پڑھانے کے بارے تصدیق کرنا 164
امیر معاویہ کا حضرت علیؓ کے مدمقابل آنا 180
امیر معاویہؓ کا ایک عیسائی کو وزیر خزانہ مقرر کرنا 403
ابن آثال نامی عیسائی کو حضرت معاویہؓ کا وزیر خزانہ مقرر کرنا 403
حضرت معاویہؓ کا قَیسَاریَّہ کا محاصرہ کرنا 536
حضرت معاویہؓ کا قَیسَاریَّہ کی فتح کی خبر اور مالِ غنیمت حضرت عمرؓ کی طرف روانہ کرنا 536
حضرت معاویہؓ کو یوسف نامی ایک یہودی کا فتح قَیسَاریَّہ کے دوران ایک سرنگ کے بارے آگاہ کرنا 536
امیر معاویہ کی بہن جُوَیریہ کا جنگ یرموک کے موقع پر رومیوں کا مقابلہ کرنا 549
حضرت معاویہؓ بیت المقدس کی فتح کے صلح نامہ میں بطور گواہ 561
معبد کی باتوں سے ابوسفیان کا مرعوب ہونا 323
معتز قرزق صاحب 169
مَعمر 256
مغیرہ بن الاخنس 149، 151
مغیرہ بن زُرارہ 433
حضرت مغیرہ بن شعبہؓ 8، 434، 446، 488، 489، 602
حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو حضرت عمرؓ کا خوزستان کے معرکے پر لشکر کی قیادت سپرد کرنا 445
حضرت مقداد بن اسودؓ 339، 575، 576
مقداد بن اسودؓ کو حضرت عمرؓ کا شوریٰ کی نگرانی سپرد کرنا 89
حضرت مقداد کی فتح قبرص میں شمولیت 92
مقصود احمد صاحب کا ذکر خیر 335
مقوقس 577
مقیس بن صبابہ کو قتل کرنے کے بارے آپؐ کا حکم 79
مکرز بن حفص، ایک عربی رئیس 71-72
مکرم منصور احمد تاثیر صاحب کا ذکر خیر 61
مُلیکہ بن جَرُوان زوجہ حضرت عمرؓ 620
منصور احمد ناصر ابن چودھری نور احمد ناصر صاحب 309
منظور احمد شاد صاحب کا ذکر خیر 222
میاں منظور احمد غالب صاحب آف دودھ ضلع سرگودھا کا ذکر خیر
224-225
چودھری منور احمد صاحب خالد کا ذکر خیر 63، 64
منیر احمد عودہ صاحب 225
منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت ضلع اسلام آباد کا ذکر خیر
182 تا 184
موسیٰ بن طلحہ 172
موسیٰ بن محمد 50، 55
مُوک نگانچیبی (Mouk Ngantsibi) جلسہ سالانہ سے متاثر ہو کر فیملی سمیت بیعت کرنا 473
مولا داد صاحب 260
مہاجر بن زیاد 446
صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب ابن صاحبزادہ محمد طیب لطیف صاحب کا ذکر خیر 411
مہران 426، 427
حضرت منشی مہر دین صاحبؓ 304

مَیسرہ بن مسروق 546
میمونہ صاحبہ کی مالی قربانی کا واقعہ 649
مِیناس، سپہ سالار 534

ن

ناشمیہ عائشہ مبارکہ بنت ڈاکٹر نظام الدین بدھن صاحب 210
ناصر صاحب ہیمبرگ 223

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ

99،98،97،95،94
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا سید میر داؤد صاحب کی وفات کے بعد چودھری حمید اللہ صاحب کو افسر جلسہ سالانہ مقرر کرنا 99
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا چودھری حمید اللہ صاحب کی مہمان نوازی کی تعریف کرنا 101
حضورؒ کا اپنا صدر خدام الاحمدیہ کا بیج لگا کر چودھری حمید اللہ صاحب کو لنگر خانے کا جائزہ لینے کے لئے بھیجنا 103
حضورؒ کا مبارک احمد طاہر صاحب سے محبت کا اظہار کرنا 139
حضورؒ کا فرخ صاحب کو جلسہ سالانہ 1980ء میں مہمانوں کے لئے تقاریر کے ترجمہ کے لئے نامزد کرنا 183
حضورؒ کا ڈاکٹر نظام الدین بدھن صاحب کو سکالرشپ دینا 210
حضورؒ کا ڈاکٹر نظام الدین بدھن کا تقرر کرنا 210
حضورؒ کے ہاتھ پر محمد منیر صاحب کا بیعت کرنا 227
حضورؒ کا محمد سلیم صابر صاحب کو اپنے دفتر کے لئے منتخب کرنا 261
حضورؒ کے ہاتھ پر ڈاکٹر محمد علی صاحب کا بیعت کرنا 305
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خلافت کا دور اور ترقیات 318
حضورؒ کا ملک محمد یوسف سلیم صاحب کو شعبہ زود نویسی میں رکھنا 333
ناصر احمد خان 380-381
ناصر پیٹر لطسین (Nasir Peter Lutzin) کا ذکر خیر 223-224
حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ 452
نافع 213،603
الحاج ڈاکٹر نانا مصطفی اوٹی بوائنگ صاحب کا ذکر خیر 153
حضرت نائلہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ 218
ڈاکٹر مرزا نُبیر احمد صاحب کا ذکرِ خیر 674-675
نبیل ارشد بیٹا مکرمہ کشور تنویر ارشد صاحبہ 211
سرداراں بیگم صاحبہ اہلیہ چودھری نبی بخش صاحب کا ذکر خیر 676
ندرت صاحبہ ہمشیرہ سید طالع 523-524
نرسی کی سرکردگی میں رستم کا ایک لشکر کو بھیجنا 415
نذیر احمد خادم صاحب کا ذکرِ خیر 152
ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر صاحب 211
ماسٹر نذیر احمد صاحب کا ذکر خیر 227-228
میاں نذیر حسین دہلوی 192
نسیم احمد صاحب مربی سلسلہ 64
نسیم احمد صاحب ابن ماسٹر نذیر احمد صاحب 228
نسیم باجوہ صاحب 225،526
نصر احمد طاہر ابن مبارک احمد طاہر صاحب 138
نصر اللہ ملہی صاحب شہید 410
نصرت 625
سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ، حضرت اماں جانؓ 452،773
نصرت ناہید اہلیہ خالد محمود الحسن بھٹی صاحب 136
نصیر احمد ابن ماسٹر نذیر احمد صاحب پر چاقو سے حملہ ہونا 228
مرزا نصیر احمد صاحب 308
نصیر دین صاحب نائب امیر یو۔کے 211
نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ احمد صادق طاہر محمود ریٹائرڈ مربی سلسلہ کا ذکر خیر 64
چودھری نصیر احمد صاحب، کراچی کا ذکر خیر 675-676
نظام الدین 134
ڈاکٹر نظام الدین بُدھن کا ذکر خیر 210-211
نعمان 128
نعمان بن مقرّن 433،447،488،489
نعمان بن مقرّن کو حضرت عمرؓ کا جنگ نہاوند کے موقع پر فوجی

عہدہ دینا 488
ڈاکٹر نعیم صاحب 645
نعیم باجوہ صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین بورکینا فاسو 221
نعیمہ صاحبہ 624
نعیمہ لطیف صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب کا ذکر خیر 261-262
نمرود کا حضرت ابراہیمؑ کو کوئی نام جگہ پر قید کرنا 441
نمیلہ بن عبداللہؓ کو آنحضورؐ کا مدینہ کا امیر بنانا 69
نواز احمد صاحب مربی سلسلہ گھانا 336
حضرت نوحؑ 156
حضرت نوحؑ کے مبعوث ہونے کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کا مبعوث ہونا 162
چودھری نور احمد ناصر صاحب کا ذکر خیر 309

حضرت الحاج حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاول

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا سورۂ نور کی تفسیر فرمانا 218-219
حضورؓ کا قرآن جمع کرنے کا ذکر 206، 218
حضورؓ کا بلاواسطہ حضرت علیؓ سے قرآنی معارف سیکھنا 218
حضورؓ کی وفات کے بعد بننے والے امام پر ایک اخبار کا تمسخر 316
حضورؓ کا حضرت عمرؓ میں خلیفہ بننے کے بعد تیزی نہ ہونے کا ذکر فرمانا 356
حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی پڑنواسی محترمہ امۃ النور صاحبہ 377
حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا اسکندریہ کی لائبریری کے جلائے جانے والے واقعہ کی تفصیلات بیان کرنا 580-581
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کی باطن کی بابت ایک دعا کا ذکر کرنا 689
حضورؓ کا حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک لڑکے اور ایک امیر کا واقعہ بیان کرنا 691-692
حضرت شیخ نور الدین صاحبؓ 260
محترمہ نور الصباح ظفر صاحبہ اہلیہ محمد افضل ظفر صاحب کا ذکر خیر 225-226
نور الدین کی مالی قربانی کا واقعہ 655
حضرت میاں نور محمد صاحبؓ 261
نورم تائیبیک 626
نولڈ کے 205-206
مربی نوشیروان رشید صاحب 527
نہدیّہ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کروانا 731، 733
نیار بن مکرم 164
نیانپا (Nianpa) صاحب کی مالی قربانی کا واقعہ 29

ہ

سید ہاشم اکبر 513
ہاشم بن ابی وقاص 441
ہاشم بن عتبہ 443، 444
حضرت ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاصؓ 435
ہاشم بن عُتبہ کو حضرت ابو عبیدہؓ کا جنگ یرموک کے موقع پر پیدل فوج کا افسر مقرر کرنا 546
ہبۃ الکلیم صاحبہ زوجہ جمیل تبسم صاحب 454
قسطنطین اسکندریہ کا دوسرا بادشاہ تھا 578
ہرقل کا اہلِ حمص سے وعدہ کرکے رُھاء چلے جانا 531
ہرقل سے اہل جزیرہ کا مدد طلب کرنا 565
ہرقل کے جہازوں کا انطاکیہ میں پہنچنا 566
ھرمزان 445، 447، 448، 449
ھرمزان کا حضرت عمرؓ کے قتل کرنے میں شامل ہونا 602، 603، 604
ھرمزان کو قیدی بنانے اور اسلام قبول کرنے کے بارے روایت 449-450
ھرمزان کو عبید اللہ بن عمر کا قتل کرنا 451
ہشام 203
ہشام بن عامر کا لوگوں کو اہل مدینہ کی مدد کے لئے ابھارنا 148
ہشام بن عُروہ 641-642
ہلال، محمد بن ہلال کے والد 201
ہلال نامی شخص کا رستم کو قتل کرنا 436
ہند ابوسفیان کی بیوی، کا جنگ یرموک میں شامل ہونا 549

حضرت ہندؓ کا جنگ یرموک میں شامل ہونا 549
ہند کا جنگ یرموک کے موقع پر ابوسفیان کے گھوڑے کے منہ پر میخ مارنا 550
حضرت ھودؑ 156

و

واقدی کے مطابق فتح صواری اور جنگ اساوہ کا سال 31ھ ہے 125
والق بن جبیدارہ کو حضرت ابوعبید کا میمنہ کی کمان سپرد کرنا 415-416
وسیم محمد صاحب 168
وسیمہ محمد صاحبہ اہلیہ احمد محمد عثمان شبوطی صاحب 258
حضرت حاجی محمد دین صاحبؓ 258
حضرت حسینہ بی بی صاحبہؓ 258
ولید ابن حضرت عثمانؓ 218
ولید بن عقبہ کے بارے حضرت عثمانؓ کا فیصلہ 214-215
حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کو ولید کو دُرّے لگانے کا حکم 215
حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی ولید بن عقبہ کے خلاف تعزیر کے بارے روایت 215
ولید بن عُقبہ کی سرکردگی میں حضرت عمرؓ کا ایک لشکر کو قبائل تنُوخ اور ربیعہ کی طرف روانہ کرنا 567
ولیم میور کا قرآن کریم کے اصلی شکل میں موجود ہونے کے بارے تصدیق کرنا 205-206

ی

یَرْفا، حضرت عمرؓ کا آزاد کردہ غلام 696
یزید بن ابوسفیان 528، 545، 685
یزید بن ابوسفیان کا تُوذرا کے مقابل پر آنا 532
یزید بن ابوسفیان کو حضرت عمرؓ کا اپنے بھائی معاویہؓ کو قَیْسَاریَّہ فتح کرنے کیلئے بھیجنا 535
یزید بن ابوعبید 634- 635
یزید کا ابوزَہرا القُشیری کو بِثَنِیَّہ اور حَوران روانہ کرنا 528
حضرت یزید بن ثابتؓ کا حضرت عمرؓ کے ساتھ خیبر کا مال تقسیم کرنے کے لئے نکلنا 340
یزید بن رومان 49
یزید کا دحیہ بن خلیفہ کو ایک سریہ کے ساتھ تدمُر روانہ کرنا 528
ابوعبیدؓ کا دمشق پر یزید بن ابوسفیان کو اپنا قائمقام مقرر کرنا 528
یوحنّا النّحوی کا حضرت عمرو بن عاصؓ سے اسکندریہ کے خزائنِ ملوکیت میں سے کچھ کتابیں مانگنا 579
یحییٰ بن سعید 382، 689
حضرت یحییٰ بن عبدالرحمان بن حاطب 181
یحییٰ بن یعمر 11، 12
یزدجرد کو رستم اور فیرزان کا بوران کو معزول کر کے تخت پر بٹھانا 428
یزدجرد شاہِ ایران کا پایہ تخت چھوڑ کر حلوان جانا 444
یزدجرد کا جلولاء کی شکست سن کر رَے روانہ ہونا 444، 447
یزدجرد کا خسرو شَنوم کو حلوان کی حفاظت کے لئے چھوڑ جانا 444
یزدجرد شاہِ ایران کا جنگِ نہاوند کے لئے مسلمانوں کے مقابل پر لشکر جمع کرنا 485
یزدجرد شاہ ایران کے لشکر کے بارے حضرت سعدؓ کا حضرت عمرؓ کو اطلاع دینا 485
یوسف نامی ایک یہودی کا حضرت معاویہؓ کو فتحِ قَیْسَاریَّہ کے دوران ایک سرنگ کے بارے آگاہ کرنا 536
حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن 664
حضرت یعلیٰ بن امیہؓ 406
یوسف بن یعقوب 692

مقامات

آ

آٹواویسٹ(Ottawa-West) 31
آذربائیجان عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں میں شامل ہے 412
آذربائیجان کیلئے حذیفہ بن یمان کا اہل شام سے جنگ کرنا 204
آذربائیجان سے ہمذان والوں کا مدد لے کر مسلمانوں کے خلاف لشکر تیار کرنا 495
آذربائیجان کے باشندوں کا صلح نامہ پر راضی ہونا 499
آرمینا کی فتح 126
آرمینیا کا حبیب بن مسلمہ فہری کے ہاتھ پر فتح ہونا 126
آرمینیا کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
آرمینیا کیلئے حذیفہ بن یمان کا اہل شام سے جنگ کرنا 204
آرمینیا عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں میں شامل ہے 412
قیصر کا مسلمانوں کے خلاف روم، قسطنطینیہ اور جزیرہ **آرمینیا** کی فوجوں کو انطاکیہ میں اکٹھا کرنا 543
آسٹریلیا وقف جدید میں ساتویں نمبر پر 30
آسٹریلیا کی وقف جدید اطفال میں نمایاں جماعتیں 32
آسٹریلیا کی وقف جدید بالغان میں نمایاں جماعتیں 32
آسٹریلیا کی وقف جدید کے لحاظ سے دس نمایاں جماعتیں 32
آسٹریلیا کے ایاز یونس صاحب کا ذکر خیر 307، 308
آسٹریلیا میں جلسہ سالانہ برطانیہ کی لائیو نشریات کئی گھنٹوں کے وقت کے فرق کے باوجود سننا 466
آسٹریلیا سے عاطف زاہد صاحب کا جلسہ سالانہ کی نشریات کے متعلق تبصرہ 476، 477
آسٹریلیا کے مربی صاحب کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 650
آسٹریلیا، پرتھ کے مربی صاحب کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 655-656
آسٹریلیا ساؤتھ کے ایک دوست کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 656
آسٹریلیا اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں ساتوے نمبر پر 659
آسٹریلیا جماعت کی ایک لجنہ کی مالی قربانی کے نتیجہ میں غیر معمولی مدد 26
آسٹن(Aston) 31
آلڈرشاٹ اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے آٹھویں نمبر پر 660
آئیوری کوسٹ 165، 166
آئیوری کوسٹ کے امیر و مشنری انچارج عبدالقیوم پاشا صاحب 210
آئیوری کوسٹ کے ڈاکٹر نظام الدین بُدھن صاحب کا ذکر خیر 210، 211

ا

اَبْرَشْھَرْ کا عبداللہ بن عامر کے ہاتھ پر فتح ہونا 126
اَبْطَحْ مکہ اور منٰی کے قریب ایک جگہ 373
ابی ورد(Abivard) کا عبداللہ بن عامر کے ہاتھ پر فتح ہونا 126
اترپردیس 31
مسلمانوں کا **اِثْرِیْب** شہر پر فتح حاصل کرنا 576
اٹک پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں گیارہویں نمبر پر 659
اٹلانٹا اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نویں نمبر پر 660
ارجنٹائن کے مبلغ سلسلہ کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 656
احد پہاڑ پر نبی کریمؐ کا ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ چڑھنا 170
احد کی جنگ میں عمرؓ کا شریک ہونا 295
اڈیشہ 31
اردشیر اور سابور کا حجنڈا مجاشع بن مسعود کو دینا 494
اردن کو عمرؓ کا فوجی صدر مقامات میں شامل کرنا 402
اردن کے حامد صاحب کا جلسہ سالانہ کی نشریات دیکھ کر احمدیت

قبول کرنا 475
اردن کی ایک خاتون کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 653
حضرت ابوعبیدہؓ کا **اردن** کی حدود میں پہنچ کر یرموک میں قیام کرنا 545
اُروشاریجن کی غیر احمدی خاتون حابو صاحبہ کا جلسہ کی کارروائی کے متعلق تبصرہ 470
اریس نامی کنویں میں عثمانؓ سے آپؐ کی انگوٹھی گم جانا... 173
اڑیسہ اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے چھٹے نمبر پر 60
اسکندریہ کی فتوحات کے بارے روایت 577
اسکندریہ کا دوسرا بادشاہ قسطنطین 578
اسکندریہ کی لائبریری جلائے جانے کے بارے روایت
582،581،578
اسلام آباد، یوکے 30،31
اسلام آباد، پاکستان 183،184
اسلام آباد پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں چوتھے نمبر پر 659
اسلام آباد ضلع کے سابق امیر جماعت منیر احمد فرخ صاحب 182
اسلام آباد اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجن میں تیسرے نمبر پر 660
اسلام آباد اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر 660
اسلامیہ کالج لاہور میں مصلح موعودؓ کا ایک لیکچر دینا 114
اصبہان کا ایک قدیمی شہر جیّ 502
اصبہان اور نیشاپور کے ایک درمیان واقع ایک نواحی قصبہ طبسان 502
اَصْبَہَان کی ایک بستی فِیْرُوْزَان 502
اصطخر کا جھنڈا عمرؓ کا عثمان بن ابوعاصؓ کو دینا 494
اصطخر فارس کا شہر 505
اِصْطَخَر فارس کے قدیم شہروں میں ایک شہر 447،589
اصفہان کی مہم کا جھنڈا عمرؓ کا عبداللہ بن عبداللہ کو دینا 494
افریقہ میں چندہ وقف جدید میں ملکوں کی پوزیشنز 30
افریقہ کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
افریقہ میں فرنگیوں کو شکست 125
افریقہ کا عثمانؓ کے دور میں فتح ہونا 127
اکسوم حبشہ کا دارالسلطنت 52،55
البانیہ کے ایک دوست کی مالی قربانی کے بارے ذکر 27
امریکہ وقف جدید میں پانچویں نمبر پر 30
امریکہ کی دفتر اطفال کے لحاظ سے دس نمایاں جماعتیں 31
امریکہ کی وصولی کے لحاظ سے دس نمایاں جماعتیں 31
امریکہ میں حضورؒ کی تصنیف ''تحفہ شہزادہ'' کی تعریف 121
امریکہ اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں تیسرے نمبر پر 659
میری لینڈ امریکہ کے مہدی لطیف صاحب کا ذکر خیر 411
اُمّ دُنَین دریائے نیل پر خلیج تراجان کے منبع کے پاس ایک بستی کا نام ہے 575
اندلس کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91،92
اندلس میں فرنگیوں کو شکست 125
انڈونیشیا کے ایک خاتون کے ایک صاحب کی مالی قربانی کا تذکرہ 28،29
انڈونیشیا وقف جدید میں نویں نمبر پر 30
انڈونیشیا کے سرپتوہادی سسوویو صاحب کا ذکر خیر 408،409
انڈونیشیا میں جلسہ سالانہ برطانیہ کی لائیو نشریات کئی گھنٹوں کے وقت کے فرق کے باوجود سننا 466
انڈونیشیا کی ایک جماعت کے دوست کا جلسہ سالانہ کی نشریات کے متعلق تبصرہ 476
انڈونیشیا اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں آٹھویں نمبر پر 659
انڈیا کے ایک دس سالہ بچے کی مالی قربانی 26
انطاکیہ شام کا سرحدی شہر 543
ہر قل کے جہازوں کا **انطاکیہ** میں پہنچنا 566
اورلینڈو (Orlando) 31
اوسنابروک جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں

دسویں نمبر پر 659
اوش کوش (Oshkosh) 31
اوش کوش اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے آٹھویں نمبر پر 660
ایڈمنٹن ویسٹ (Edmonton West) 31
ایڈنبرا (Edinburgh) 30
ایڈیلیڈ (Adelaide) 32
ایڈیلیڈ ساؤتھ (Adelaide South) 32
ایڈیلیڈ ساؤتھ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں پانچویں نمبر پر 660
ایڈیلیڈ ویسٹ (Adelaide West) 32
ایڈیلائڈ ویسٹ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں پہلے نویں پر 660
ایران کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 360
ایران کے لوگوں کو عمرؓ کا فوجی افسر مقرر کرنا 403
ایران عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں میں شامل ہے 412
فتوحات **ایران** و عراق کے بارے سید میر محمود احمد ناصر صاحب کا مقالہ 413
خوزستان ایران کا ایک صوبہ 445
ایران کا ایک شہر نہاوند 485
مناذر ایرانیوں کا مرکز 446
نمرتیذری ایرانیوں کا مرکز 446
ایلڈوریٹ کینیا کے مربی سلسلہ محمد افضل ظفر صاحب 225
علقمہ بن مُجزِّز کو حضرت عمرؓ کا **ایلیا** کا حاکم مقرر کرنا 561
ایلیا مقام پر حضرت بلالؓ کا حضرت عمرؓ کے حکم پر اذان دینے کے بارے روایت 561
علامہ بلاذری اور محمد حسین ہیکل کا بیت المقدس کی فتح کا صلح نامہ جابیہ کی بجائے **ایلیا** کے مقام پر طے پانے کے بارے روایت بیان کرنا 560
اَیلَہ شام کی طرف ایک شہر 643
اے سی ٹی کینبرا اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں ساتویں نمبر پر 660
ایئر ڈری (Airdrie) 31

ب-پ

بابل موجودہ عراق کا قدیم شہر 441
بابل، کُوثٰی بابل کا نواحی علاقہ 441
رومی فوج کا مسلمانوں کو **بابلیون** کے قلعے تک نہ پہنچنے دینا 573
بابلیون کا موجودہ نام فُسطاط 576
باذغیس کی فتح 126
بَارُوسَمَا کَشکَزْ اور سَقَاطِیَہ کے درمیان ایک مقام 416
بافقا، گنی بساؤ کے بافقاریجن کے ایک غیر احمدی دوست کا جلسہ سالانہ سے متاثر ہو کر بیعت کرنا 473
بَاقُسْیَاثَا مقام پر جالینوس کا لشکر انداز ہونا 417
برطانیہ اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں دوسرے نمبر پر 659
برطانیہ شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں دوسرے نمبر پر 659
برطانیہ وقف جدید میں اول نمبر پر 29
برکُ الغِماد، یمن کا ایک شہر 735
برکینا فاسو کے مبلغ حبیب صاحب کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 650
برکینا فاسو کی جماعت بوکو بدالہ کے صدر صاحب کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 654
برکینا فاسو مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں تیسرے پر 659
برکینا فاسو افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں گیارہویں نمبر پر 659
برکینا فاسو کے ریجن اکایا کے ایک شخص کی مالی قربانی کے بارے واقعہ 29

برُقّہ اسکندریہ اور مراکش کے درمیان کا علاقہ 582
حضرت عمرو بن عاصؓ کا برُقّہ کا محاصرہ کرنا 582
برمنگھم یوکے کے ایک صاحب کی مالی قربانی کے بارے واقعہ 650-651
برمنگھم اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے چھٹے نمبر پر 660
بحر احمر 55
بحرین کی طرف ابو بکرؓ کا علاء بن حضرمی کو بھیجنا 85
بحرین، عثمانؓ کا ابان بن سعیدؓ کو بحرین کا گورنر مقرر کرنا 84
بحیرہ قلزم، دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے عمرؓ کے حکم پر ملایا جانا 401
بحیرہ قلزم، فساط سے بحیرہ قلزم تک عمرو بن عاصؓ کا نہر تیار کروانا 401
بخارا، صُغد سمرقند اور بخارا کے قریب واقع علاقہ 502
بدر کی جنگ میں عمرؓ کا شریک ہونا 295
بدر کے قیدیوں کے متعلق آپؐ کا ابو بکرؓ سے مشورہ کرنا 296
بدر کے قیدیوں کے متعلق آپؐ کا عمرؓ سے مشورہ کرنا 296
بدر میں عثمانؓ کا شریک ہونا 65
برطانیہ کی وقف جدید میں فی کس ادائیگی 30
برادیس میں عثمانؓ نے دو لاکھ دینار صدقات چھوڑے 171
برازیل کے ابراہیم صاحب کا جلسہ سالانہ کی نشریات کے متعلق تبصرہ کرنا 477
برازیل کی ایک خاتون پریسیلا مارلم صاحبہ کا جلسہ میں شامل ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرنا 471
برازیل، کانگو برازیل کے مبلغ انچارج کا جلسہ سالانہ کے ذریعہ ہونے والی بیعتوں کا تذکرہ کرنا 472
برٹن اپان ٹرینٹ (Burton -upon-Trent) 30
برکینا فاسو 30
برکینا فاسو کے جامعہ مبشرین کے پرنسپل نعیم باجوہ صاحب 221، 222
برکینا فاسو میں مولوی محمد ادریس صاحب کو کام کرنے کی توفیق ملنا 166
برما، انڈونیشیا، سنگاپور، برما، سری لنکا، نیپال اور یوگنڈا کا خالد محمود الحسن بھٹی صاحب کا دورہ کرنا 136
برمنگھم ساؤتھ (Birmingham South) 30
برمنگھم ویسٹ (Birmingham West) 30
بریڈفورڈ 31
برمپٹن ویسٹ (Brampton- West) 31
برمپٹن ویسٹ 31
بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازی خان کے مبشر احمد رند صاحب کا ذکر خیر اور نماز جنازہ 182
بصرہ شہر کو عمرؓ کا آباد کرنا 401
بصرہ کو عمرؓ کا فوجی صدر مقامات میں شامل کرنا 402
بصرہ کی فوج کا سردار حکیم بن جبلہ 142
بصرہ کے لشکر کی مدینہ میں داخل ہونے کی خبر آنا 159
بصرہ میں عثمانؓ کا قرآن کریم کے نسخے تیار کروا کر بھجوانا 206
بصرہ میں عثمانؓ کے خطوط پہنچنا 148
بصرہ میں لوگوں کو اہل اہل مدینہ کی مدد کیلئے ابھارنا 148
دریائے دجلہ سے **بصرہ** تک ایک نہر کا عمرؓ کے دور میں بننا 401
صرار مقام پر اہل **بصرہ** کے لشکر کا پہنچنا 149
گشگز بغداد اور **بصرہ** کے درمیان دجلہ کے ایک جگہ 415
بُطحان مدینہ کے قریب ایک وادی 326
بغداد 415، 428
بقاع: دمشق، بعلبک اور حمص کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے 528
بلخ دریائے **جیحون** کے قریب خراسان کا ایک خوبصورت شہر 502
بلخ کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
بلخ کی فتح 126
بلخ میں اہل کوفہ اور یزدجرد کی افواج کا آمنا سامنا ہونا 503
بلوچستان 61
بلیک ٹاؤن (Blacktown) 32
بنگلہ دیش میں جلسہ سالانہ برطانیہ کی لائیو نشریات کئی گھنٹوں کے وقت کے فرق کے باوجود سننا 466

بنگلہ دیش شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں چوتھے نمبر پر 659
بنگلور 32
بہاولنگر 31
بَھُرْ سِیْر عراق کے شہر مدائن میں دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع جگہ 441
بورن متھ (Bournemouth) 30
بوسٹن (Boston) 31
بوسٹن اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے چودھویں نمبر پر 660
بُوَیْب کوفہ کے پاس ایک نہر 426
بیت الاحد مسجد والتھم سٹو کی تعمیر میں مسعود احمد حیات صاحب کا سب سے زیادہ حصہ ڈالنا 366
بیت الاحسان 30
بیت الاحسان اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجن میں پانچویں نمبر پر 660
بیت الفتوح 30
بیت الفتوح اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجن میں پہلے نمبر پر 660
بیت النور میں مصلح موعودؓ کا ملائکۃ اللہ پر تقریر فرمانا 118
بیروت ملک شام کا ایک مشہور شہر 528
بِئْنِیَّہ دمشق کے قریب ایک بستی کا نام 528
بعلبک والوں کا حضرت خالدؓ سے مصالحت کرنا 528
بعلبک دمشق سے تین دن کی مسافت پر ایک قدیم شہر کا نام ہے 529
بِلْبِیس 573
بنگال اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے آٹھویں نمبر پر 660
بنگلور اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں ساتویں نمبر پر 660
بینزہائم (Beinsheim) 30
بیسان طبریہ کے جنوب میں واقع ایک جگہ ہے 503
بیلز کے ایک بچے کی مالی قربانی کے بارے واقعہ 655
بینن 30
بینن کے مبلغ سلسلہ کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 658
بینن مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں ساتویں نمبر پر 659
بھارت کے وقف جدید میں نمایاں صوبہ جات 31
بھارت کی وقف جدید میں نمایاں جماعتیں 32،31
بہاولنگر پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والوں میں نویں نمبر پر 660
بھارت وقف جدید میں چھٹے نمبر پر 30
بھارت اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں چھٹے نمبر پر 659
بھوڑو ضلع ننکانہ صاحب کے چودھری بشیر احمد بھٹی صاحب کا ذکر خیر 411،410
بھیرہ سے چوہدری حمید اللہ صاحب کے والدین کا تعلق ہونا 93
پاٹھاپریام 32
پاکستان 29، 30، 31،166
پاکستان اور الجزائر کے اسیران کی لئے دعا کی تحریک 47
پاکستان آکر ڈاکٹر نظام الدین بُدھن صاحب کا تعلیم حاصل کرنا 210
پاکستان کا وقف جدید میں تیسرا نمبر 29، 30
پاکستان کے احمدیوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دلانا 289،288
پاکستان کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک
16، 32، 58، 92، 151، 197، 208، 221، 274، 321
پاکستان کے حالات کے متعلق دعا کی تحریک 124،108
پٹنی (Putney) 30
پٹیالہ میں مصلح موعودؓ کا تقریر کرنا 113
پرتھ (Perth) 32
پشاور کے محمد علی خاں صاحب کا ذکر خیر 410
پنجاب 31
پنجاب اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی

کے لحاظ سے ساتویں نمبر پر 660
پٹّے برگ جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں آٹھویں نمبر پر 659
پتھ پریم اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں پانچویں نمبر پر 660
پیرا ماٹا اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں آٹھویں نمبر پر 660
پیٹر برا (Peterborough) 30
پیس ولیج (Peace Village) 31
پیس ولیج اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر 660
پینرتھ (Penrith) 32
پین رتھ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں چھٹے نمبر پر 660
پینی برگ (Pinneberg) 30

ت۔ٹ۔ث

تامل ناڈو 31، 61
تامل ناڈو اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر 660
تبوک، غزوہ تبوک کے لشکر کی تیاری عثمانؓ کا اپنے مال سے کرنا 176
تدمُر شام کے ایک مشہور اور قدیمی شہر کا نام ہے 528
تُرْبَہ کی طرف آپؐ کا عمرؓ کو ایک سریہ کیلئے بھیجنا 38
تربیلا جماعت کیلئے یونس خالد صاحب ایک مثال تھے 209
ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کیلئے کانفرنس منعقد ہونا 117
تساوا، نائیجیریا کے ریجن تساوا کے غیر احمدی ممن غالی صاحب کا جلسہ کی کارروائی کے متعلق تبصرہ 468
تُستَر کی طرف ھُرمزان کا شکست کھا کر بھاگنا 447
تُستَر خوزستان سے ایک دن کے فاصلہ پر واقع ایک شہر 447
تعلیم الاسلام کالج میں ڈاکٹر عبد الاحد صاحب کا بطور سائنس ٹیچر تعینات ہونا 183
تفلیس کی طرف سراقہ کا حبیب بن مسلمہ کو فوج دے کر بھیجنا 501
تکریت بغداد اور موصل کے درمیان ایک مشہور مقام 428
تلنگانہ 31
تلنگانہ اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے پانچویں نمبر پر 660
تنزانیہ 30، 62، 364، 365
تنزانیہ کی جماعت سموئے کے معلم صاحب کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 654-655
تنزانیہ مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں چوتھے نمبر پر 659
تنزانیہ افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں پانچویں نمبر پر 659
تنزانیہ کے ایک احمدی کی مالی قربانی 24
تنزانیہ کے ایک دوست کی مالی قربانی 26
ٹاؤن شپ لاہور 31
امارت ٹاؤن شپ لاہور پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والوں میں چوتھے نمبر پر 660
ٹلفورڈ اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے دسویں نمبر پر 660
ٹوبہ ٹیک سنگھ پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں نویں نمبر پر 659
ٹورانٹو ویسٹ 31
ٹورانٹو ویسٹ اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر 660
ثبیر نامی پہاڑی پر آپؐ کا ابو بکر، عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ جانا 176
ثمغ مدینہ کے کھجوروں کا ایک باغ 385

ج۔چ

جابیہ 558، 560، 564

جارجیا اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے دسویں نمبر پر 660
جاپان 467
جبال عراق کے ایک معروف علاقے کا نام 501، 502
جبلِ اخمر کے قریب حضرت عمرو بن عاصؓ کا اُمِّ دُنین کے معرکے کے دوران حملے کیلئے ایک فوج کو کھڑا کرنا 575
جُحفہ، مکہ سے 82 میل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام 770
جرجان طبرستان اور خراسان کے درمیان ایک بڑا شہر 499
جرجان والوں کو سِیَاوَخْش کا اپنی مدد کیلئے بلانا 498
جرمنی 224، 595
جرمنی اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں سب سے آگے 659
جرمنی شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں پہلے نمبر پر 659
جرمنی کی لوکل عمارت ویزبادن کے ایک خادم کی مالی قربانی 28
جرمنی وقف جدید میں دوسرے نمبر پر 29
الجزائر کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 16، 197، 208، 221
جِعْرانہ 639
جلنگھم (Gillingham) 30
جلنگھم اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نویں نمبر پر 660
جَلُوْلاء عراق کا ایک شہر 443
جَلُولاء میں ایرانیوں کا مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاری کرنا 443
جموں کشمیر 31
جموں کشمیر اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر 660
جنت البقیع کی جگہ کو عثمانؓ کا خریدنا 165
جندی سابور خوزستان کا ایک شہر 482
جہلم میں مسیح موعودؑ کا کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں تشریف لے جانا 222
جور کے مقام پر عثمان بن ابو العاص کا اہل اصطخر سے مقابلہ ہونا 505
جوزجان 91، 126
جوزجان کی فتح 126
جُوسیہ کے مقام رومیوں کا مسلمانوں کے مقابلے کیلئے پیش قدمی کرنا 531
جیّ اصبہان کا ایک قدیمی شہر 502
جیحون دریا 502
چیم (Cheam) 30
چین کے شہنشاہ کا یزدجرد کی مدد کرنے سے انکار کرنا 503، 504

ح۔خ

حبشہ سے مکہ کی طرف مہاجرین کا لوٹنا 51
حبشہ میں عثمانؓ کا قیام 52
حافظ آباد پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والوں میں دسویں نمبر پر 660
حاضِر حَلَب کے قریب ایک مقام 534
حاضِر مقام پر رومی لوگوں کا یُنَاس نامی سپہ سالار کی زیر قیادت حضرت خالدؓ کے مدّ مقابل آنا 534
حبشہ، شعیبہ مقام میں ہجرت حبشہ کے وقت مہاجرین کا پہنچنا 53
حدیبیہ 72، 330، 331
حدیبیہ کی طرف آپؐ کی اونٹنی کا جانا 70
حدیبیہ کے مقام پر آپؐ کا پڑاؤ ڈالنا 68
حدیبیہ میں عثمانؓ کے قتل کی افواہ کا پہنچنا 74
حدیبیہ، صلح حدیبیہ میں عمرؓ کا کردار 328
حدیقۃ المھدی آلٹن (ہمشائر) یو کے 445
حرّہ واقم مدینہ کے مشرق میں ایک جگہ 367
حرّۃ الوَبَرہ مدینہ کے مغرب میں ایک جگہ 367
حَشّ کَوْکَب جنت البقیع کے قریب ایک جگہ 165
حش کوکب میں پہلے مدفون شخص عثمانؓ تھے 165
امیر معاویہ کا **حش کوکب** کی دیوار گرا دینے کا حکم دینا 165
حلب شہر سے لَوِی قرق صاحب کا دمشق اپنے دادا کی نماز جنازہ

میں شرکت کیلئے جانا 169
حلوان 502
حَمَاۃ شام کا ایک قدیم شہر ہے 533
اہلِ حَمَاۃ کا حضرت ابوعبیدہؓ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا 533
حمراء الاسد، مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام 322
حمص دمشق اور حلب کے درمیان شام میں واقع ایک جگہ کا نام ہے 531
حَوران دمشق کا ایک وسیع علاقہ 528
حیدر آباد 32
حیدر آباد (میر پور خاص) 31
حیدرآباد، پاکستان اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں تیسرے نمبر پر 660
حِیْرہ عراق کی قدیمی عربی حکومت کا پایہ تخت 415، 416، 426
حیفا 168
خراسان 126، 127، 494، 499، 502
خراسان کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91، 412
خفّان کوفہ کے قریب ایک مقام 415
خورستان 482
خوزستان ایران کا ایک صوبہ 412، 445، 447
خیبر میں عثمانؓ نے دو لاکھ دینار صدقات چھوڑے 171

د۔ڈ۔ذ

دَارُ الرَّقِیق کی طرف عمرؓ کا روتے ہوئے بچوں کیلئے سامان لے کر جانا 367
دار ابجرد 686، 494
دارارقم میں عمرؓ کا قبول اسلام 256
دارالذکر لاہور 31
دارالیمن غربی ربوہ 222
دجلہ دریا 401، 415، 441
دمشق کو عمرؓ کا فوجی صدر مقامات میں شامل کرنا 402
دمشق کی طرف لِؤی قزق صاحب کے خاندان کا ہجرت کرنا 168
دمشق کی فتح کے بارے ذکر 528- 529
حضرت ابوعبیدہؓ کا جنگ یرموک کیلئے **دمشق** روانہ ہونا 543
دنالی (Denali) پہاڑ جو کہ نارتھ الاسکا میں ہے عبدالوحید صاحب کا اس کو سر کرنا 377
دُنباوَنْد 498
دہلی 31
امارت دہلی گیٹ لاہور پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والوں میں ساتویں نمبر پر 660
ڈامشنڈ لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں نویں نمبر پر 659
ڈٹسن باخ (Dietzenbach) 30
ڈٹسن باخ لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں چوتھے نمبر پر 659
ڈرہم (Durham) 31
ڈھاکہ کے امیر صاحب کا جلسہ سالانہ کی لائیو نشریات دکھانے کے متعلق تبصرہ 481
ڈیٹرائٹ اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر 660
ڈیرہ اسماعیل خان میں فرخ صاحب کی احمدی ہونے کی وجہ سے پوسٹنگ ہونا 183
ڈیرہ غازی خاں 31، 182
ڈیرہ غازی خان پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں تیرہویں نمبر پر 659
ڈیفنس لاہور 31
ڈیفنس لاہور پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والوں میں پہلے نمبر پر 660
ڈینوا (Dieneba) فرانس کی ایک خاتون کی مالی قربانی 21، 22
ذفران 295
ذوالحلیفہ میں آپؐ کا قیام فرمانا 69
ذوقار کوفہ کے قریب پانی کا ایک گھاٹ 431

ذِی اَمر 65

ر

راچسٹر (Rochester) 31
رَامَھُرْمُزْ 47
راولپنڈی 31، 183، 184، 222، 223، 381
رائن لینڈ فالز (Rheinland-Pfalz) 31
رَبَذَہ حجاز کے راستہ میں مدینہ سے تین دن کی مسافت پر ایک بستی 171
رَبَذَہ کے مقام پر عثمانؓ کا ایک ہزار اونٹ چھوڑنا 171
ربوہ 31، 169، 183، 209، 258
ربوہ کا امیر مقامی چوہدری حمید اللہ صاحب کو بنایا جانا 94
ربوہ پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں دوسرے نمبر پر 659
رجائنا (Regina) 31
رشی نگر 32
رَفَح 572
رَقّہ 567
روڈگاؤ جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں پانچویں نمبر پر 659
روسلز ہائم لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں دسویں نمبر پر 659
علقمہ بن حکیم کو حضرت عمرؓ کا حکومتِ رملہ کا حاکم مقرر کرنا 561
روم پر چڑھائی کا مشورہ ابو بکرؓ نے دیا تھا 84
روم کے بہادروں کو عمرؓ کا فتح مصر کی جنگ میں شامل کرنا 403
بلادِ روم سے امیر معاویہ کا جنگ کرنا 126
بلادِ روم کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
رومیوں کا فرنگیوں کی شکست پر سیخ پا ہونا 125
آظَرْبُون روم کا سب سے بڑا سپہ سالار 535
قیصر کا مسلمانوں کے خلاف روم، قُسطنطینیَّہ اور جزیرہ آرمینیا کی فوجوں کو انطاکیہ میں اکٹھا کرنا 543
رومی فوج کا فتحِ بِلبیس کے دوران مسلمانوں کا راستہ روکنا 573
روئڈرمارک جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں پہلے نمبر پر 659
روہیمپٹن ویل (Rohempton Vale) 30
رویڈرمارک (Rodermark) 30
ریڈشٹڈ لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں ساتویں نمبر پر 659
زَرے ایک مشہور شہر 498

ز

زرقاء 49
زَوراء میں عثمانؓ کا جمعہ کی تیسری اذان کا اضافہ کروانا 215
زیمبیا 467، 470

س۔ش

ساباط، مدائن 428، 433
سابور 10، 494
ساؤتھ افریقہ کے ایک دوست شاہین صاحب کا مالی قربانی کے بارے واقعہ 650
ساؤتھ چیم (South Cheam) 30
ساؤتھ چیم اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر 660
ساؤتھ والسال اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے ساتویں نمبر پر 660
ساؤتھ ورجینیا اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے گیارہویں نمبر پر 660
سائپرس کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
سپن ویلی (Spen Valley) 30
سپین کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91، 92
سجستان کا جھنڈا عمرؓ کا عاصم بن عمرو کو دینا 494، 509

سرخس 502
سرگودھا 31
سَرْغ شام اور حجاز کے سرحدی علاقوں میں ایک بستی کا نام 683
سری لنکا 136
سقاطیہ 416
سکھر 222
سَلَمِیَہ حَمَاۃ سے دو دن کی مسافت پر ایک بستی کا نام 533
سُلطَیس 577
سمرقند 502
سمن آباد، لاہور 31
سُنْح مقام پر ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے وقت ہونا 344
سندھ کے کچھ علاقہ کا عثمانؓ کے دور میں فتح ہونا 127
مکران اور **سندھ** کی طرف عثمانؓ کا فوج کا ایک دستہ بھجوانا 127
سنگاپور 136
سوانزی (Swansea) 30
سوڈان کے عبد الرحمٰن حسین صاحب کا ذکر خیر 212
سوئٹزرلینڈ وقف جدید میں فی کس ادائیگی 30
سویڈن میں چوہدری حمید اللہ صاحب کی بیٹی کا مقیم ہونا 100
سیالکوٹ میں خورشید علی صاحبؓ کا آپؑ کی بیعت کرنا 260
سیالکوٹ پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں چھٹے نمبر پر 659
سیراکوس (Syracuse) 31
سیرالیون 30
سیرالیون کے مبلغ عبد اللہ کا ایک صاحب کی مالی قربانی کے بارے واقعہ 651-652
سیرالیون مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں پانچویں نمبر پر 659
سیرالیون کے احباب کی مالی قربانی 22، 23
سیلیکون ویلی (Silicon Valley) 31
سیلیکون ویلی اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر 660
سینیگال افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں تیسرے نمبر پر 659
سینٹرل ورجینیا اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے ساتویں نمبر پر 660
سیئٹل (Seattle) 31
سیئٹل اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے چھٹے نمبر پر 660
شام سے محمد بدر صاحب کا جلسہ سالانہ کی نشریات سے متاثر ہونا اور احمدیت قبول کرنا 475، 476
شام عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں میں شامل ہے 412
شام کی طرف تجارت کی غرض سے عثمانؓ کا اونٹوں کا تیار کرنا 82
شام کے مکرم یُوی قزق صاحب کا ذکر خیر 168
شام میں اہل مدینہ کی مدد کیلئے لوگوں کو ابھارنا 148
شام میں عثمانؓ کا قرآن کریم کے نسخے تیار کروا کر بھجوانا 206
شام میں عثمانؓ کے خطوط پہنچنا 148
شام ہر طرح سے امن میں ہے از معاویہؓ 155
شام، آذربائیجان کیلئے حذیفہ بن یمان کا اہل شام سے جنگ کرنا 204
شام، آرمینیا کیلئے حذیفہ بن یمان کا اہل شام سے جنگ کرنا 204
شراف مقام پر سعدؓ کا پڑاؤ ڈالنا 431
شراف نجد میں ایک پانی کا چشمہ 430
شعیبہ مقام میں ہجرت حبشہ کے وقت مہاجرین کا پہنچنا 53
شیخوپورہ 31، 36
شکاگو اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے پانچویں نمبر پر 660
شَنَس رومی کا تُوذرا کے قریب پڑاؤ ڈالنا 532
شَنَس کا تُوذرا اور حمص کی مدد کیلئے آنا 532
شَیزَر والوں کا اہلِ حَمَاۃ کی مانند حضرت ابو عبیدہؓ کے آگے صلح کرنا 533
شَیزَر حَمَاۃ سے نصف روز کی مسافت پر ایک بستی کا نام ہے 533

ص۔ض

صرار مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک چشمہ 429
صرار مقام پر اہل بصرہ کے لشکر کا پہنچنا 149
صُغد سمرقند اور بخارا کے قریب واقع علاقہ 502
صفراء، وادیٔ صفراء کے قریب ایک وادی کا نام ذفران 295
صَوارِی کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
ضَجنان مکہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام 664

ط

طالقان کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
طالقان کی فتح 126
طائف میں عثمانؓ کہ شہادت 49
طائف 206
طبرستان 91، 498، 499
طبرستان پر 30 ہجری میں حملہ 125
طبسان نیشاپور اور اصبہان کے ایک درمیان واقع ایک نواحی قصبہ کا نام 502
طخارستان 91، 126، 503
طرابلس 582
طوس کا عبداللہ بن عامر کے ہاتھ پر فتح ہونا 126

ع

عالیہ مدینہ سے نجد کی طرف ایک مقام 399
عتیق، اہل فارس کی افواج کا دریائے عتیق پر پڑاؤ ڈالنا 434
عراق 412، 415، 428، 441، 501، 502
فتوحات ایران و **عراق** کے بارے سید میر محمود احمد ناصر صاحب کا مقالہ 413
عرب کا مرکز مدینہ منورہ تھا 206
عَرَبُسُوس شام کی آخری سرحد پر واقع ایک شہر 589
عَرِیش 572
عزیز آباد کراچی 31
عزیز آباد، امارت کراچی پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر 660
عَسْفَان کی طرف آپؐ کا کوچ کرنا 69
عسفان میں آپؐ پر سورہ فتح کا نازل ہونا 331
عقیق سے مسجد نبوی میں بچھانے کیلئے چٹائیاں لانا 387
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور 31
عمر کوٹ 31
عمر کوٹ پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں ساتویں نمبر پر 659
عَمْواس وادی 683

ف۔ق

فَسَا اور دارابجرد پر چڑھائی 686
فارس عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں میں شامل ہے 30، 412، 434، 505، 506
فارنہم (Frnham) 30
فارنہم اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلے نمبر پر 660
فاریاب کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
فجی 225
فچبرگ (Fitchburg) 31
فرات 415
فرانس، ڈینوا کی خاتون کا مالی قربانی کا واقعہ 21، 22
فرانکنتھال جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں نویں نمبر پر 659
فَرما مصر کے نواح میں ایک شہر 401، 572
حضرت عمرو بن عاصؓ کا **فَرما** میں منصوبہ بندی کر کے اچانک حملہ کرنے کا حکم صادر کرنا 573
فری ٹاؤن سیرالیون کے مبلغ سلسلہ کا مالی قربانی کے بارے واقعہ بیان کرنا 652-653
فرینکفرٹ (Frankfurt) 30

فرینکفرٹ لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں دوسرے نمبر پر 659
فِحل شام میں ایک جگہ کا نام ہے 529
فسا اور دارابجرد کا جھنڈا عمرؓ کا ساریہ بن زنیم کو دینا 494
فَسا فارس کا ایک قدیم شہر 506
فساط سے بحیرہ قلزم تک عمرو بن عاصؓ کا نہر تیار کروانا 401
فسطاط شہر کو عمرؓ کا آباد کرنا 401
فسطاط کو عمرؓ کا فوجی صدر مقامات میں شامل کرنا 402
فسطاط کو عمرو بن عاصؓ کا آباد کرنا 403
فضل عمر انسٹی ٹیوٹ کا قیام 183
فلسطین کو عمرؓ کا فوجی صدر مقامات میں شامل کرنا 402
فلسطین کے مظلوموں کیلئے دعا کی تحریک 321
فلسطین پر حضرت عمرؓ کا دو حاکموں کو مقرر کرنا 561
فلورس ہائم (Floresheim) 30
فلورس ہائم جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں ساتویں نمبر پر 659
فِیْرُوْزَان اَصْبَہَان کی ایک بستی کا نام 502،501
فیصل آباد 335،36،31
فیُّوم علاقے پر حضرت عمرو بن عاصؓ کا فتح حاصل کرنا 575
قادسیہ موجودہ عراق میں ایک مقام 434،428
قادیان 365،335،334،182،94،93،31
قادیان سے ہجرت کے وقت مصلح موعودؓ کا مومن کا اپنا محاسبہ کرنے کے بارے میں نصیحت کرنا 374
قادیان اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں پہلے نمبر پر 660
قازقستان کی ایک خاتون کی مالی قربانی 22
قبا میں آپؐ کا قیام فرمانا 285
قبا میں عمرؓ کا ہجرت کے بعد قیام کرنا 285
قبرص کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 92،91
قدیس قادسیہ کے قریب ایک احاطہ 434
قُدیس کی دیوار اور خندق کے ساتھ مسلمان افواج کا پڑاؤ ڈالنا 434
قرغزستان کی ایک مخلص احمدی کی مالی قربانی 24،23
قرغیزستان کی خاتون کا جلسہ کی نشریات کے متعلق تبصرہ 477
قرغیزستان کے کونوک بیک اومُر بیکوف صاحب کا ذکر خیر 184
قرغیزستان کے نیشنل پریذیڈنٹ کا جلسہ سالانہ کے بارے میں تبصرہ کرنا 476
مبلغ **قزاخستان** کا ایک لوکل مخلص احمدی علی بیگ کی مالی قربانی کے بارے واقعہ 650
قیصر کا مسلمانوں کے خلاف روم، **قُسطنطینیّہ** اور جزیرہ آرمینیا کی فوجوں کو انطاکیہ میں اکٹھا کرنا 543
قِنّسرین صوبہ حَلَب کا ایک بارونق شہر 534
قِنّسرین میں حضرت ابوعبیدہؓ کا حضرت خالدؓ سے ہرقل کے خلاف فوج جمع کرنے کیلئے مشورہ لینا 566
قوادس 427
قومس والوں کو سِیَاوَخْش کا اپنی مدد کیلئے بلانا 498
قومیس کی فتح کیلئے عمرؓ کا نعیم کے بھائی سوید بن مقرن کو بھیجنا 499
قَیساریّہ شام کا ساحلی شہر 536، 535

ک

کابل 127
کاسل ہِل (Castle Hill) 32
کاسل ہِل اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں دوسرے نمبر پر 660
کالی کٹ 32
کالی کٹ اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں نویں نمبر پر 660
کانگو برازیل کے مبلغ انچارج کا جلسہ سالانہ کے ذریعہ ہونے والی بیعتوں کا تذکرہ کرنا 472
کراچی 223،222،31
کراچی پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں تیسرے نمبر پر 659

کُرَاعُ الْغَمِیْم ایک وادی کا نام 331
کرمان عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں میں شامل ہے 412
کرناٹک اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر 660
کرناٹکا 31
کرولائی اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں چوتھے نمبر پر 660
جماعت احمدیہ **کرولائی** صوبہ کیرالہ، انڈیا کے ایک دوست کی مالی قربانی کے بارے واقعہ 651
اسلامی فوج کا **کِرِیُون** میں فتوحات 577
گشگز 416،415
کسینی، گنی بساؤ 471
کلفٹن، کراچی 31
امارت کلفٹن کراچی پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے آٹھویں نمبر پر 660
کلکتہ 32
کلکتہ اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں چھٹے نمبر پر 660
کنّور ٹاؤن 32
کوبلنز(Koblenz) 30
کُوثٰی بابل کا نواحی علاقہ 441
کوفہ 503،426،431،415،3
کوفہ شہر کو عمرؓ کا آباد کرنا 401
کوفہ کو عمرؓ کا فوجی صدر مقامات میں شامل کرنا 402
کوفہ کی فوج کا سردار اشتر 142
کوفہ میں عثمانؓ کا قرآن کریم کے نسخے تیار کروا کر بھجوانا 206
کوفہ میں عثمانؓ کے خطوط پہنچنا 148
کوفہ میں لوگوں کو اہل مدینہ کی مدد کیلئے ابھارنا 148
کوفہ والوں پر عمرؓ کا انیس سالہ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو گورنر بنا کر بھیجنا 394
کوفہ میں حضرت علیؓ کی تدفین 08،07
کوفہ میں حضرت علیؓ کو شہید کرنے کے بارے روایت 08
کولون جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں چوتھے نمبر پر 659
کونٹری(Coventry) 30
کونگو کنشاسا افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں دسویں نمبر پر 659
کونگو برازاویل افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں بارہویں نمبر پر 659
کوہِ صفا میں آپؐ کا مقیم ہونا 255
کوئٹہ 61
کوئمباٹور 31
کوئمبٹور اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں دوسرے نمبر پر 660
کیتھلی(Keighley) 30
کیرالہ 31
کیرالہ اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے پہلے نمبر پر 660
کیرنگ 32
کیرنگ اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں آٹھویں نمبر پر 660
گروس گیراؤ لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں تیسرے نمبر پر 659
کیلگری(Calgary) 31
کیلگری بھی اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر 660
کیمرون 474،473،470،469
کیمرون کے شہر مروا کے لوکل چیف کا جلسہ کی کارروائی سے متاثر ہونا 470
کینبرا(Canberra) 32
کینیا 30
کینیا مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال

تحریک جدید میں نویں نمبر پر 659
کینیڈا 28، 31، 100، 169، 224، 262، 260، 469
کینیڈا کی وقف جدید کی دس بڑی جماعتیں 31
کینیڈا کی وقف جدید میں اطفال کی نمایاں جماعتیں 31
کینیڈا میں منیر احمد فرخ صاحب کی وفات 182
کینیڈا میں وقف جدید کی دفتر اطفال کی نمایاں امارتیں 31
کینیڈا وقف جدید میں چوتھے نمبر پر 30
کینیڈا کی ایک مجلس کی سیکرٹری تحریک جدید کا مالی قربانی کے بارے ایمان افروز واقعہ 649-650
کینیڈا اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں چوتھے نمبر پر 659

گ

گجرات 31
گراس گیرو (Gross Gerau) 30
گلاسگو (Glasgow) 30
گلشن اقبال، کراچی 31
امارت گلشن اقبال کراچی پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والوں میں دوسرے نمبر پر 660
گلفرڈ (Guilford) 30
گنی بساؤ جماعت کے دور دراز کے علاقہ کسینی کے چار نومبائع لجنات کا جلسہ کی کارروائی کیلئے پیدل آنا 471
گنی بساؤ کے بافتاریجن کے ایک غیر احمدی دوست کا جلسہ سالانہ سے متاثر ہو کر بیعت کرنا 473
گنی بساؤ کے مبلغ کا جلسہ سالانہ کے ذریعہ ہونے والی بیعتوں کا تذکرہ کرنا 472، 473
گنی بساؤ افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں نویں نمبر پر 659
گنی کناکری 21، 649، 652
گنی کناکری افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں چھٹے نمبر پر 659
گوجرانوالہ 31
گوجرانوالہ پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں پانچویں نمبر پر 659
گوئٹے مالا کے لوگوں کے جلسہ کے متعلق تبصرے 477، 478
گوئٹے مالا میں جلسہ سالانہ برطانیہ کی لائیو نشریات کئی گھنٹوں کے وقت کے فرق کے باوجود سننا 466
گوئٹے مالا کے بائرن صاحب کا جلسہ سالانہ کی نشریات کے متعلق تبصرہ 477
گیبون 467، 653
گیمبیا 25، 30
گیمبیا مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں چھٹے نمبر پر 659
گھانا 309
گھانا میں ایم ٹی اے کے قیام کا اعلان 46
گھانا میں خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا دورہ 210
گھانا میں غیر از جماعت افراد کا جلسہ سالانہ کی نشریات دیکھ کر احمدیت قبول کرنا 474
گھانا وقف جدید میں دسویں نمبر پر 30
گھانا اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں نویں نمبر پر 659
گھانا مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں پہلے نمبر پر 659
گھانا افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافہ کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں چوتھے نمبر پر 659

ل

لاذقیہ شام کا ایک شہر 533
لاس اینجلس (Los Angeles) 31
لاس اینجلس اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں

مجموعی وصولی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر 660
لاس ویگاس (Las Vegas) 31
لَان کے پہاڑوں کی طرف سراقہ کا حذیفہ بن اسید کو فوج دے کر بھیجنا 501
لانگن (Langen) 30
لاہور 31
لاہور کالج میں ضرورت مذہب کے بارہ میں مصلح موعودؓ کا لیکچرارشاد فرمانا 118
لاہور، پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں پہلے نمبر پر 659
لائبیریا 657،309
لائبیریا مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں دسویں نمبر پر 659
لُدّ والوں کو حضرت عمرؓ کا امان دینا 561
لدھیانہ ضلع کے ایک بزرگ کی آپؑ کی صداقت کے متعلق پیشگوئی کا ظہور پذیر ہونا 192
لکش دیپ اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے دسویں نمبر پر 660
لندن 107،100،61،31
لوسانگازی، زیمبیا 470
لوگن ایسٹ (Logan-East) 32
لیمنگٹن سپا (Leamington Spa) 30

م

ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان، امارت کا اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والوں میں پانچواں نمبر 660
مارسڈن پارک (Marsden Park) 32
مارسڈن پارک اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں تیسرے نمبر پر 660
ماریشس 471،210،30
ماریشس شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں پانچویں نمبر پر 659
ماسبذان، هَندَف مقام پر مَاسَبَذَان کی لڑائی ہونا 445
ماسکو کے ایک دوست کی مالی قربانی 22
مالی 657،474،30
ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرنے والے احمدی 375
ماؤنٹ ڈروئٹ 32
مائنز (Mainz) 30
مچم پارک (Micham Park) 30
مدائن 428،362
مدینہ، عرب کا مرکز مدینہ منورہ تھا 75،78،143،148، 206،285،326،367،385،398،399،429
مڈل ایسٹ وقف جدید میں آٹھویں نمبر پر 30
مڈل ایسٹ کی ایک جماعت اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں پانچویں نمبر پر 659
مڈل ایسٹ کی ایک جماعت اس سال تحریک جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں دسویں نمبر پر 659
مڈلینڈز (Mid Lands) 30
مڈلینڈ اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجن میں چوتھے نمبر پر 660
مَرُّ الظَّهرَان مقام پر آپؐ کا پہنچنا 337
مراکش 655،91
مَرْجُ الرُّوم دمشق کے قریب ایک مقام کا نام 531
مَرْوْ رُوذ کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 126،91
مروشاہ جہان 502
مروا، کیمرون 469،470،473،474
مریسیع میں آپؐ کا غزوہ بنو مصطلق کے وقت پہنچنا 324
مسجد الحرام کی توسیع کا سن 180
مسجد فضل لندن 30،660
مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ (سرے) یوکے 01،18،33،65،78،93،109،125،141،155،

،337،295،275،263،246،229،213،186،170
،513،498،464،426،412،397،382،367،353
،661،647،629،601،586،571،556،543، 528
،762،748،733،720،705،691،677

مسجد نبوی کا سنگ بنیاد 176
مسجد نبوی کی آپؐ کی زندگی میں توسیع ہونا 175
مسجد نبوی کی پہلی توسیع کا بیان 177
مسجد نبوی کی تعمیر اور توسیع کا ذکر 177،176
مسجد نبوی کی تعمیر نو کے وقت طرزِ تعمیر کا بیان 180،179
مسجد نبوی کی تعمیر نو کے وقت عثمانؓ کا صحابہؓ سے مشورہ لینا 178
مسجد نبوی کی تکمیل کا سن 177
مسجد نبوی کی توسیع وکل رقبہ 179
مسجد نبوی کی دوسری توسیع عمرؓ کے دور میں ہوئی 177
مسجد نبوی کی عثمانؓ کے دور میں مزید توسیع ہونا 176
مسجد نبوی کی مزید توسیع عثمانؓ کے دور میں ہوئی 178،177
مسجد نبوی میں سفیدی کیلئے چونے کا استعمال ہونا 178
مسجد نبوی، میں بچھانے کیلئے چٹائیاں لانا 387
مسجد نبوی کی تعمیر نو کے وقت بعض صحابہؓ کا اپنے مکانات نہ دینا 179-178

مشہد النجف میں حضرت علیؓ کا مزار 08
امارت مغل پورہ لاہور پاکستان میں اس سال تحریک جدید میں وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والوں میں چھٹے نمبر پر 660

مصر 574،403،401،142
مصر اور شام عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے 127
مصر عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں میں شامل ہے 412
اسلامی فوج کی **مصر** میں فتوحات 577
معان اور زرقاء مقام کے درمیان قبول اسلام سے قبل عثمانؓ کا آپؐ کے ظہور کے متعلق سننا 49
معقل، دریائے دجلہ کی ایک نہر 401
مکران اور سندھ کی طرف عثمانؓ کا فوج کا ایک دستہ بھجوانا 127
مکران عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں میں شامل ہے 412
مکران کا جھنڈا عمرؓ کا بکیر بن عبداللہ کو دینا 494
مکہ 75،73،72،70،69، 68،49،
373،246،206،175
مکہ سے دو دن کی مسافت پر ایک وادی تُرْبَہ 338
مکہ کی طرف سہیل بن عمرو کا صلح حدیبیہ کی شرائط کی نقل لے کر جانا 330
مکہ کی گلیوں میں عمرؓ کا قبول اسلام کے بعد مار کھانا 277
مکہ میں عمرؓ اور ابو بکرؓ کے درمیان آپؐ کا مؤاخات قائم فرمانا 285
مکہ میں آپؐ کا لوگوں سے بیعت لینا 81
مکہ میں آپؐ کا ایک رؤیا کی بناء پر تشریف لانا 163
مکہ میں عثمانؓ کا قرآن کریم کے نسخے تیار کروا کر بھجوانا 206
مکہ، حبشہ سے **مکہ** کی طرف مہاجرین کا لوٹنا 51
مدینہ سے **مکہ** تک عمرؓ کا مختلف تعمیرات کروانا 401
مکہ، وادی مکہ میں معزز شخص عثمانؓ تھے 175
ملاوی افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں ساتویں نمبر پر 659
ملاوی کی جماعت موالا کی بیوہ خاتون کی مالی قربانی کے نتیجہ میں ایک خواب کے ذریعے مدد کا وعدہ 27
ملائیشیا کے نومبائع رُسلی بن موپاسولی صاحب کا جلسہ کی کارروائی کے متعلق تبصرہ 471،470
ملبرن بیرک (Melbourne Berwick) 32
ملبرن لانگ وارِن (Melbourne Langwarrin) 32
ملتان پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں آٹھویں نمبر پر 659
ملٹن ویسٹ (Milton-West) 31
مناذر ایرانیوں کا مرکز 446
مسلمانوں کا **مَتُوف** شہر پر فتح حاصل کرنا 576
من ہائم لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں آٹھویں نمبر پر 659
مِنی سوٹا (Minnesota) 31

منٰی، اَبطَحْ مکہ اور منٰی کے قریب ایک جگہ 373
مہدی آباد 30
مہدی آباد جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں تیسرے نمبر پر 659
مِہرجان 502
مورفلڈن لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں چھٹے نمبر پر 659
موصل 428،402
موقان کی طرف سراقہ کا بکیر بن عبداللہ کو فوج دے کر بھیجنا 501
میرپورخاص (حیدر آباد) 366،31
میرپورخاص پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں دسویں نمبر پر 659
میرپورآزاد کشمیر پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں بارہویں نمبر پر 659
میری لینڈ (Maryland) 411،31
میری لینڈ اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلے نمبر پر 660
میلاپالم اس سال تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں دسویں نمبر پر 660
میلبرن ایسٹ (Melbourne-East) 32
میلبورن بیرک (Melbourne Berwick) 32
میلبرن بیروک اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں چوتھے نمبر پر 660
میلبرن لانگ وارِن اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں پہلے نمبر پر 660

ن۔و۔ہ

نارتھ الاسکا، دنالی (Denali) پہاڑ جو کہ نارتھ الاسکا میں ہے عبدالوحید صاحب کا اس کو سر کرنا 377
نارووال 31
نائیجر کے ایک غیر احمدی دوست عیسیٰ صاحب کا جلسہ کے تینوں دن خطابات سننے کیلئے مشن ہاؤس آنا 466
نائیجیریا 476،468،467،304،210،61،30
نائیجیریا مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں دوسرے نمبر پر 659
نائیجیریا افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں پہلے نمبر پر 659
نجد 399،206،78،65،30
نجران کے عیسائیوں کی طرف آپؐ کا خط لکھنا 406
نسا 126
نجف میں حضرت علیؓ کا مزار 08
نصیبین 567
نَمارق 415
ننکانہ 411،410
نُوبہ مصر کا جنوبی علاقہ 583
نوئس جرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں دوسرے نمبر پر 659
نَقیُوس 577
نیڈاجرمنی کی جماعتوں میں اس سال تحریک جدید میں چھٹے نمبر پر 659
نہاوند ایران کا ایک شہر 485
نمر تِیْرِیٰ ایرانیوں کا مرکز 446
نوئس (Neuss) 30
نیپال، انڈونیشیا، سنگاپور، برما، سری لنکا، نیپال اور یوگنڈا کا خالد محمود الحسن بھٹی صاحب کا دورہ کرنا 136
نیشاپور سے طخارستان تک سب باشندوں کا احنف بن قیس سے صلح کرنا 503
نیشاپور کی طرف احنف بن قیس کا مطرّف بن عبداللہ کو بھیجنا 502
نیل، دریا کو بحیرہ قلزم سے عمرؓ کے حکم پر ملایا جانا 401
نیل، دریا کے قریب حضرت عمرو بن عاصؓ کا اُمِّ دُنین کے معرکے کے دوران حملے کیلئے ایک فوج کو کھڑا کرنا 575

نیو مولڈن (New Molden) 30
وادیٔ القریٰ میں عثمانؓ نے دولاکھ دینار صدقات چھوڑے 171
وادیٔ صفراء کے قریب ایک وادی کا نام ذفران 295
والتھم سٹو، بیت الاحد مسجد والتھم سٹو کی تعمیر میں مسعود احمد حیات صاحب کا سب سے زیادہ حصہ ڈالنا 366
والڈزہوٹ (Waldshut) کے صدر جماعت عبدالوحید وڑائچ صاحب کا ذکر خیر 375
وان (Vaughan) 31
وان اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے پہلے نمبر پر 660
ونڈسر (Windsor) 31
ووسٹر پارک (Worcester Park) 30
ووسٹر پارک اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے پانچویں نمبر پر 660
ویزبادن (Wisebaden) 30
ویزبادن لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں پانچویں نمبر پر 659
ویسٹ بنگال 31
ویسٹ فالن (Westfalen) 31
وینکوور (Vancouver) 31
وینکوور اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر 660
ہالینڈ شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں تیسرے نمبر پر 659
ھجَر، بحرین کا ایک شہر اور بحرین کا ایک حصہ 748
ھرات خراسان کے مشہور شہروں میں سے ایک شہر 502
ہرات کا عمرؓ کے دور میں فتح ہونا 91
ہرات کی فتح 126
ہری پور ہزارہ کے امیر یونس خالد صاحب کا ذکر خیر 209، 210
ہمدان میں علیؓ کا مقیم ہونا 42
ہمذان 493، 495، 502
ہملٹن ماؤنٹین (Hamilton Mountain) 31
ہناؤ (Hanau) 30
ہند، کابل کا شمار بلادِ ہند میں ہونا 127
ھَنَدَف مقام پر مَا سَبَذَان کی لڑائی ہونا 445
ہندوستان میں شہزادہ ویلز کی آمد 119
ہندوستان میں عثمانؓ کے دور میں اسلام کا پہنچنا 91
ہنوور (Hanover) 223
ہیروشیما کے ایک غیر از جماعت جاپانی دوست مشیما اوساموکا جلسہ کی کارروائی کے بارے تبصرہ 467
ہیسن میٹے (Hessen-Mitte) 30
ہیمبرگ (Hamburg) 30
ہیمبرگ لوکل امارتوں میں اس سال تحریک جدید میں پہلے نمبر پر 659
ہیوسٹن اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے بارہویں نمبر پر 660

ی۔ے

یارک اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے تیرہویں نمبر پر 660
یاری پورہ 776
یرموک 545
یروشلم کے محاصرہ میں پادریوں کا ردّ عمل 564، 565
یمامہ، یمن کا ایک مشہور شہر 748
جنگ **یمامہ** کے دن ابوحذیفہؓ کی شہادت ہونا 247
یمن 259، 475
یمن سے عمرؓ کا آپؐ کے حکم پر عیسائیوں اور یہودیوں کا نکالنا 382
یمن کے احمد محمد عثمان شبوطی صاحب کا ذکر خیر 258
یمن کی طرف عکرمہ بن ابوجہل کا بھاگنا 81
ینبع مدینہ سے سات منزل دور ایک بستی 10
یوکے کی ایک فیملی کی مالی قربانی 27
یوکے جماعت کی سیکرٹری وقف جدید کی مالی قربانی کے نتیجہ میں

غیر معمولی برکت 28،27
یوکے کے جلسہ سالانہ پر ہر سال فرخ صاحب کا جانا 183
یوکے کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی وجہ سے ناصر پیٹر لُطسین صاحب کی اہلیہ کی بینائی واپس لوٹ آنا 223
یوکے کے رفیق آفتاب صاحب کا ذکر خیر 308
یوکے کے نائب امیر نصیر دین صاحب کشور تنویر ارشد صاحبہ کے داماد تھے 211
یوگنڈا 479،167،136
یوگنڈا مجموعی وصولی کے لحاظ سے افریقہ کے ممالک میں اس سال تحریک جدید میں آٹھویں نمبر پر 659
یوگنڈا افریقہ کے ممالک میں شاملین میں اضافی کے لحاظ سے اس سال تحریک جدید میں آٹھویں نمبر پر 659
یونان کے لوگوں کو عمرؓ کا فتح مصر کی جنگ میں شامل کرنا 403
یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے فرخ صاحب کا الیکٹریکل انجنیئرنگ کی ڈگری حاصل کرنا 183

N

Newton 23

کتابیات

آ۔ا

سنن ابن ماجہ 56، 127، 173، 198، 264، 342، 579، 638، 642
ابوبکر صدیق شخصیته و عصره از علی محمد الصلابی 731
سنن ابو داؤد 80، 86، 87، 213، 620، 630، 637، 671، 673
اٹلس سیرۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم 246، 247، 710
اٹلس فتوحات اسلامیہ 485، 574، 576
احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے 356
احمدیت دنیا میں اسلامی تعلیم و تمدن.....، انوار العلوم 15
احمدیت یعنی حقیقی اسلام 369، 397
الاخبار الطوال از ابو حنیفہ دینوری 414، 415، 426، 444، 447، 449، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 492،
اردو دائرہ معارف اسلامیہ 591
اردو لغت تاریخی اصولوں پر 180، 591
ازالہ اوہام 292، 634، 676، 741
ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، مترجم از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 358، 362، 373، 387، 400، 682
الاستیعاب فی معرفة الاصحاب 5، 39، 42، 164، 172، 281، 326، 678، 705، 709
اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ 6، 7، 10، 11، 13، 41، 168، 174، 201، 246، 247، 250، 256، 283، 284، 285، 400، 617، 618، 620، 621، 642، 689، 693، 705، 716، 720، 722، 727، 728، 731، 732
اسلام اور ملکیت زمین 382
اسلام کا اقتصادی نظام 360، 383، 391، 404، 609
اسلام میں اختلافات کا آغاز 116، 151، 156، 160، 164، 170، 171
اسلامی اصول کی فلاسفی 420
اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھ کر مولوی محمد نجیب خان صاحب کا متاثر ہونا اور احمدیت قبول کرنا 151
رسالہ الوصیت کا ملیالم میں مولوی محمد نجیب خان صاحب کو ترجمہ کرنے کی سعادت نصیب ہونا 152
الاصابہ فی تمییز الصحابہ 7، 48، 49، 168، 171، 172، 246، 247، 249، 281، 705، 706، 708، 709، 715، 731
اصحاب احمد 457
الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ و الثلاثة الخلفاء 553، 559، 560، 564، 572، 574
الجامع لاحکام القرآن لامام القرطبی 734
الحکم 314
الخلفاء الراشدون از محمد رضا 621
الخلیفة الاول ابو بکر الصدیق از الصلابی 750، 758
الرحیق المختوم از صفی الرحمٰن 754
الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویہ 705، 709، 718
الریاض نضرۃ فی مناقب العشرہ 618، 721، 722، 726
العقد الفرید 450
الفاروق از شبلی نعمانی 392، 393، 395، 397، 398، 399، 401، 403، 405، 407، 408، 412، 415، 428، 438، 444، 510، 530، 531، 534، 537، 553، 559، 560، 568، 572، 579، 591، 595، 606، 617، 621، 699، 700
الفاروق عمر مصنفہ محمد حسین ہیکل 285
الفضل انٹرنیشنل 154، 169، 185، 197، 212، 228، 245، 262، 274، 289، 294، 309، 321، 336، 352، 366، 381، 396، 411، 425، 439، 454، 463، 481، 497، 512، 527، 542، 555، 585، 570، 600، 612، 628، 646، 660، 676، 690، 704، 719، 732، 747، 761، 776
اللہ تعالیٰ، حضرت محمدؐ، قرآن کریم اور خانہ کعبہ، مصنفہ مولانا

سلطان محمود انور صاحب 59
اللہ تعالیٰ سے سچا اور حقیقی تعلق قائم کرنے میں ہی ہماری کامیابی ہے۔ انوار العلوم جلد 21 685
المنتظم 9
النجوم الزاھرۃ 125
انجیل 191
انسائیکلوپیڈیا سیرت صحابہ کرامؓ 8
انصار اللہ، ماہنامہ جنوری 2000ء 99
انوار العلوم 1، 7، 13، 15، 33، 34، 37، 39، 40، 41، 77، 90، 111، 112، 113، 114، 116، 117، 118، 119، 120، 129، 130، 131، 133، 151، 156، 160، 162، 163، 164، 171، 342، 356، 360، 361، 369، 370، 373، 374، 382، 383، 391، 397، 398، 404، 419، 483، 508، 555، 572، 618، 632، 635، 638، 641، 665، 671، 678، 681، 685، 688، 724، 735، 741،
انوار خلافت 1، 356، 665
ایام الصلح 189، 700
ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب، انوار العلوم جلد 3۔ 641

ب، ت

بائیبل 643
صحیح البخاری 79، 89، 170، 171، 173، 175، 203، 204، 213، 215، 216، 217، 257، 263، 271، 272، 282، 283، 284، 299، 326، 327، 341، 343، 344، 345، 346، 350، 351، 352، 412، 489، 506، 592، 595، 598، 608، 619، 629، 630، 631، 632، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 641، 642، 667، 669، 671، 678، 679، 680، 684، 689، 690، 691، 692، 697، 713، 714، 718، 722، 729، 736، 739، 748، 750، 753، 758، 761، 767، 768، 769، 771، 773
البدایۃ و النھایۃ 8، 92، 125، 126، 202، 203، 370، 372، 553، 595، 602، 618، 680، 716
صحیح البخاری اردو ترجمہ 215، 283، 736
صحیح البخاری (مترجم) سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب 641
اخبار بدر قادیان 304، 316
براہین احمدیہ حصہ چہارم 265، 687
برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش 91، 127
برکات الدعا 232
برکات خلافت 13
بشارات رحمانیہ 93
بعض ضروری امور 483
البیان والتبیین للجاحظ 699
بیعت کرنے والوں کیلئے ہدایت۔ انوار العلوم جلد 6 724
بھگوت 581
بھیرہ کی سرزمین میں ایک نہایت ایمان افروز تقریر 292
تاج العروس 643
تاریخ ابن اثیر 579
تاریخ ابن خلدون 125، 418، 561، 579
تاریخ ابن خلدون مترجم 556
تاریخ ابن عبد الحکم 579
تاریخ ابو الفرج 579
تاریخ احمدیت 97، 110، 113، 114، 115، 116، 120، 121، 123، 314، 317،
تاریخ اسلام بعہد حضرت عمرؓ مقالہ سید میر محمود احمد ناصر 413، 415، 416، 417، 418، 427، 428، 430، 431، 432، 438، 445، 447، 450، 482، 484، 485، 494، 495، 499، 500، 501،
تاریخ اسلام کی بہادر خواتین 553
تاریخ الخلفاء از جلال الدین عبد الرحمٰن 249، 372، 633، 662، 687، 708، 709، 718
تاریخ الخلفاء (مترجم) از سیوطی 618
تاریخ الخلفاء الراشدین، الفتوحات والانجازات السیاسیۃ 558
تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس 247، 754، 760، 762، 768
تاریخ بلاذری 579
تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر 84، 246، 543، 697

تاریخ طبری (مترجم) 430، 438، 443، 503، 505، 506، 507، 509، 510، 531، 533، 560، 562،
تاریخ طبری 5، 8، 91، 92، 125، 126، 141، 127، 168، 181، 218، 351، 354، 357، 368، 383، 386، 387، 415، 416، 417، 418، 427، 428، 430، 431، 432، 438، 444، 445، 447، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 492، 493، 494، 499، 500، 504، 505، 507، 510، 535، 552، 553، 556، 557، 560، 561، 579، 591، 595، 614، 680، 685، 687، 695، 698، 714، 726، 757
تاریخ کندی 579
تاریخ یعقوبی 579
تجلیات الٰہیہ 196
تحفۃ الملوک 638
تحفہ غزنویہ 348
تذکرہ 422، 631
تذکرۃ الشہادتین 191، 192
سنن الترمذی 10، 13، 83، 127، 171، 174، 198، 214، 252، 264، 286، 629، 630، 633، 635، 667، 669، 670، 671، 672، 673، 708، 739
تصدیق براہین احمدیہ 580، 581، 582
تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی 36
تفسیر الدر المنثور 460
تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر 12
تفسیر طبری 298، 683
تفسیر کبیر از علامہ امام رازی 298، 688
تفسیر کبیر 10، 33، 34، 40، 43، 81، 200، 206، 208، 252، 277، 278، 286، 390، 392، 400، 403، 404، 439، 452، 565، 609، 639، 615، 683، 693، 697، 710، 723، 731، 737، 765
تقدیر الٰہی 508
توریت 191
توہین رسالت کی سزا، مصنفہ مولانا سلطان محمود انور صاحب 59

ج، چ، ح، خ

جستجوئے مدینہ 176، 177، 180، 388، 407
جماعت احمدیہ کی تعداد کا مسئلہ، از مولانا سلطان محمود انور صاحب 59
چشمہ معرفت 272، 273، 637، 731
حجۃ اللہ 220
حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل (مترجم) 705، 714، 715
حقائق الفرقان 206، 219، 356، 565، 664، 689، 692
حلیۃ الاولیاء از امام اصفہانی 630، 673، 697
حمامۃ البشریٰ 511
حیاۃ محمد از محمد حسین ہیکل 756
رسالہ خالد دسمبر 1973ء 97
خطاب جلسہ سالانہ 17 مارچ 1919ء 398
خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) 330
خطبات طاہر 216، 679
خطبات محمود 6، 35، 36، 43، 83، 84، 264، 277، 294، 332، 371، 394، 462، 554، 565، 584، 585، 592، 593، 611، 617، 642، 662، 663، 666، 735
خطبات ناصر 84
خلافت راشدہ 162
خلفائے راشدین 564

د، ذ، ر

درس القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 37
دروس حضرت مصلح موعود (غیر مطبوعہ) 297، 298
دعوۃ الامیر 7
دعوۃ الامیر پڑھ کر ڈاکٹر محمد علی خان صاحب کا بیعت کرنا 306
دلائل النبوۃ للبیہقی 507، 756
دنیا کا محسن 360، 618
دورۂ قادیان 100
دورۂ یورپ 723
دیباچہ تفسیر القرآن 632، 735، 741، 750، 757، 770

دی کران (The Coran)، مصنفہ ولیم میور 205
ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحبؓ 457
رامائن 581
رپورٹ مجلس مشاورت 11، 12 اپریل 1925ء 161
رسالہ تاریخ عمر بن عاص از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن 580
روحانی خزائن 43، 44، 45، 46، 109، 189، 190، 191
ریویو آف ریلیجنز کیلئے سید طالع احمد شہید کا مضامین لکھنا 514

س، ش

سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد 286، 328، 339، 406، 719، 726، 749، 752، 758، 759، 761، 771، 773
سپین اور سسلی میں تبلیغ اسلام اور جماعت احمدیہ 572
سر الخلافہ 43، 617
سر الخلافہ (اردو ترجمہ) 220، 221، 701، 702، 703، 712
سرمہ چشم آریہ 244، 752، 756، 757، 767
سلسلہ احمدیہ 99، 317
سنن الکبریٰ 264
سنین اسلام از ڈاکٹر لائٹنر 581
سوانح فضل عمر کی تیاری میں ملک محمد یوسف سلیم صاحب کا معاونت کرنا 333
سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات 705
سیدنا ابو بکر صدیق، شخصیت اور کارنامے (اردو) 734، 743
سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز از محمد حذیفہ 716، 738
سیدنا علی ابن ابی طالبؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی (مترجم) 9
سیدنا عمر بن خطاب، شخصیت کارنامے 368، 482، 529، 530، 531، 577، 583،
سیدنا عمر فاروقؓ از محمد رضا (مترجم) 576، 579، 580، 605،
سیدنا عمر بن خطاب از علی محمد صلابی (مترجم) 573، 574، 576، 578،
سیدنا حضرت عمر فاروقؓ اعظم (مترجم) از ہیکل 568، 574، 576، 577، 614، 617،
سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل 249، 529، 530، 532، 533، 534، 535، 537، 558، 559، 560، 562، 564، 572، 574، 575، 687،
سیر اعلام النبلاء 685
سیر الصحابہؓ 48، 91، 126، 249، 285، 403، 716
سیر الصحابہؓ خلفائے راشدین از شاہ معین الدین ندوی 217
سیر روحانی 671، 681، 370، 638، 374
السیرة النبویة لابن هشام 51، 78، 247، 250، 281، 282، 284، 302، 326، 328، 337، 340، 350، 708، 709، 718، 728، 734، 752، 753، 755، 758، 760، 767، 768، 769، 770
السیرة الحلبیه 82، 252، 253، 254، 295، 296، 303، 708، 712، 713، 715۔717، 719، 729، 730، 743، 748، 757، 767، 768
السیرة الحلبیہ (مترجم) 640
سیرت النبی از شبلی نعمانی 298
سیرت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ از علی محمد صلابی 48، 49، 57، 86، 205، 218،
سیرت امیر المومنین عمر بن خطابؓ از الصلابی 402، 415، 417، 428، 443، 444، 449، 482، 485، 495، 499، 504، 506، 507، 508، 537، 568، 663، 664، 670، 678، 680، 682، 694، 695، 696،
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ 291
سیرت خاتم النبیینؐ 55، 65، 66، 67، 76، 256، 258، 277، 299، 300، 302، 303، 322، 323، 325، 326، 330، 332، 407، 441، 716، 717، 727، 728، 729، 737، 738، 755، 740، 757، 763، 764، 768، 770
سیرت عمر بن الخطابؓ از ابن جوزی 354، 619، 690، 692، 697
سیرت عمر فاروق از محمد رضا 605
السیرت نبوی 387
سیرۃ النبیؐ 750
سیرۃ عمر بن خطاب شخصیت و کارنامے از صلابی 698، 699

شرح زرقانی علی المواھب اللدنیہ 50،65،66،67،68،83،
407،718،735،742،753،754،758،759،760،
762،771

ص، ض، ط

صحیح تاریخ طبری 355
ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم 766
طارق میگزین کیلئے 514
طاہر میگزین 514
الطبقات الکبریٰ 4،7،9،10،48،49،50،55،56،57،
65،78،88،90،156،157،164،165،171،172،
181،200،247،252،256،283،284،286،295،
338،356،357،386،387،592،594،595،601،
602،612،615،616،617،619،620،643،661،
664،678،684،689،692،694،696،705،708،
710،711،714،732،753،755

ع۔ف

عرفان الٰہی اور محبت باللہ کا عالی مرتبہ 765
عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد 713
عصمت انبیاء 270
عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 400،598،709،711،
737،739
عمر بن خطابؓ از علی محمد صلابی 338
عورتوں کا دین سے واقف ہونا ضروری ہے 678
عون المعبود شرح سنن ابی داؤد 673
فتح اسلام 631
فتح الباری شرح صحیح البخاری 382،386،406،601،664،
753،768
فتوح البلدان 445،448،449،485،488،489،492،
493،495،560،
فتوح الشام از واقدی 553
فرہنگ سیرت 171،254،285،296،338،345،362،
368،429،445،748
فضائل القرآن نمبر 3 342
الفضل 124
فقہ احمدیہ 215،216

ق۔ک، گ

قادیان سے ہماری ہجرت ایک آسمانی تقدیر 373
قرآن کریم (اردو ترجمہ) از میر محمد اسحاق صاحبؓ 305
قسطلانی شرح بخاری 346
الکامل فی التاریخ لابن اثیر 337،354،356،407،418،
428،429،431،438،506،533،579،595،
کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 763
کتاب البزار میں حضرت علیؓ کی بہادری کی روایت 36
کتاب الخراج از امام یوسف 127
کتاب المغازی 323
کلمہ طیبہ کی عظمت کا قیام احمدی کی پہچان ہے مصنفہ مولانا سلطان محمود انور صاحب 59
کنز العمال 11،41،57،85،203،263،264،579،
666،670،686،694،696،717
گرنتھ 304
گیتا 581

ل، م

لائف آف سیزر 581
لائف آف محمد مصنفہ سر ولیم میور 205
لسان العرب 368،403،714
لغات الحدیث 10،39،253،386،598،732
لنگ پُران 581
لیکچر لاہور 190،197،675
لیکچر لدھیانہ 194،195،219
مارکنڈی (Markundi) 581
مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع.. میں بعض اہم ہدایات 419
مجمع الزوائد و منبع الفوائد 38،51،172،174،175،181،

201،182،
محمد رسول اللہ والذین معہ 755،759،769،771،773
مختصر الدول از ابوالفرج 579
مدارج النبوہ اردو ترجمہ از غلام معین الدین نعیمی 756
المستدرک علی الصحیحین 5،9،12،51،252،710
صحیح مسلم 38،192،199،217،271،297،325،343،459،607،618،630،632،633،634،637،640،667،668،706،714
مسند احمد بن حنبل 12،38،218،257،327،456،591
مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ 635
مشعل راہ 97،99
مشکوٰۃ 304
مصنف ابن ابی شیبہ 642،643
معجم البلدان 11،49،126،322،326،373،416،417،427،429،431،438،443،449،482،499،503،507،529،531،533،535،557،574،583،591،684،748
معجم الکبیر للطبرانی 50،592
معرفۃ الصحابہ لابی نعیم 743
مکتوبات احمد 219،700،712
ملفوظات 14،19،33،70،180،220،231،233،234،236،237،238،239،241،242،243،244،269،279،280،290،312،343،349،371،457،458،463،617،640،703،704،710،713،725،726،767
ملفوظات کا ترجمہ کر کے ڈاکٹر نظام الدین بُدھن صاحب کا افراد جماعت کو دینا 211
المواھب اللدنیہ لعلامہ قسطلانی 761،763
مؤطا امام مالک 678،692،693
مہابھارت 581

ن، و

نبوت اور خلافت اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو جاتی ہے 163
سنن النسائی 80،176
نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری 215
نفاذ شریعت میں ناکامی کے اسباب، مصنفہ مولانا سلطان محمود انور صاحب 59
نور الحق حصہ اول 670
نور القرآن نمبر 2 328
ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے 55
رسالہ الوصیت 315،321
رسالہ الوصیت میں نظام خلافت کی تفصیل بیان ہونا 313
وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ از علامہ نور الدین 612
وید 304
ہمارا خدا (جاپانی ترجمہ) 675
The Decline and Fall of the Roman Empire by Edward Gibbon 621
The Hundred 621
The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History 623
Conflict Between Religion and Science 582
Dictionary of Dates Relating to All Ages 581
Five Volume Commentary 420
حضور انور کا سید طالع احمد شہید کو Five Volume Commentary کو پڑھنے کی نصیحت کرنا 519،520
History of the Arabs by Philip H. Hitti 623, 624
Life of Ahmad 420
حضور انور کا سید طالع احمد شہید کو Short Commentary کو پڑھنے کی نصیحت کرنا 519،520